فلک النجات

تالیف لطیف

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قال اللہ تعالیٰ

فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ۝ سورۂ شعراء پ ۱۹

کتاب مستطاب

فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ

المعروف بہ

غایۃ المرام فی معیار الامام

از تالیف منیف ممتاز الافاضل والاماجد مولوی حافظ علی محمد رحمۃ اللہ الصمد

مع

ترجمہ و تحشیہ از جوائنٹ مؤلف کتاب ہذا خادم آل یٰسین حقیر امیر الدین عفا عنہ رب العٰلمین

بحرمتہ النبی و آلہ الطاہرین

ملنے کا پتہ

مکتبۂ آلِ عمران احمد پور سیال (جھنگ)

ھدیہ روپے علاوہ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

جب سے عالمِ فکر و نظر کو ما فی الضمیر ادا کرنے کی خاطر قرطاس و قلم کا وسیلہ میسر آیا ہے اُس وقت سے آج تک کاتب اور قاری میں ایک آویزش ہے۔ نزاع ہے اور کشمکش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ کیونکہ جو مصنّف ہوتا ہے وہ کاتب نہیں ہوتا اور جو کاتب ہوتا ہے وہ مصنّف نہیں ہوتا۔ کاتب اور مصنّف کے نظریات کی طرح تعلیم میں بھی مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا ہے......

کاتب وہی ہوتا ہے جو لفظوں کو خوبصورت انداز میں کاغذ پر لکھ دے۔ اُس کا اِس بات سے کوئی تعلق اور کوئی واسطہ نہیں ہوتا کہ جس لفظ کو وہ حسین اور خوبصورت بنا کر لکھ رہا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ یہ جُملہ اسی لفظ کا متقضی ہے یا نہیں، وہ اپنے علم کے مطابق جو لفظ پڑھتا ہے وہ لکھ دیتا ہے۔ اُسی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات مصنّف کچھ کہنا چاہتا ہے اور کاتب اپنی کتابت سے اُسے کچھ اور بنا دیتا ہے۔

اِن حقائق کی بنا پر

میں زیرِ نظر شہرۂ آفاق کتاب کے قارئین سے مودبانہ التماس کروں گا کہ بندہ نے کتابت کی غلطیاں دُرست کرنے کی امکان بھر کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی غلطی سامنے آجائے تو ازراہِ نوازش فرما کر ناشر کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اِن اغلاط کی تصحیح کی جاسکے۔ اور اگر مطلع نہ فرما سکیں تو معاف فرما دیں

احقر

"ناشر"

تقاریظ مجتہدین عظام کربلا معلی و نجف اشرف بر کتاب فُلک النجات فی الامامۃ والصلوٰۃ

تقریظ عالیجناب خاتم الفقہاء والمحققین ناصر الملۃ والدین حامی مذہب الشیعہ محی آثار الشریعۃ حضرت السید ابوالحسن الموسوی الاصفہانی النجفی المجتہد الاعظم اعلی اللہ مقامہ (قبلہ مجتہد نجف اشرف) حمداً لہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیہ وآلہ المصدقین بافعالہ واقوالہ الناسجین علیٰ منوالہٖ وبعد فقد طالعت فی ہذا المصنف الشریف الموسوم بفلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ فوجدتہ فی جانب من جانب من الاتقان مشتملاً علیٰ ساطع البرہان حقیقاً بالقبول والاذعان قامعاً للزیغ قاطعاً للحجۃ فللّٰہ در مصنفہ ومترجمہ اذ تعبا انفسہما فی خدمۃ الدین ونصرۃ شریعۃ سید المرسلین فجزاہما اللہ خیر ما یجزی صاحب دین عن دینہ ووفقہما اللہ وجمیع المؤمنین للتمسک بالعترۃ الطاہرۃ فعلی اخواننا المؤمنین مطالعتہ والاستضائۃ بنور ہدایتہ۔ حرر یوم الثالث عشر من شہر شعبان من شہور السنۃ الرابعۃ والاربعین ۱۳۴۴ھ بعد الثلثمائۃ والالف ہجریۃ۔

الاحقر ابوالحسن الموسوی الاصبہانی۔ (مہر شریف)

تقریظ عالیجناب رئیس الشیعہ مدار الشریعۃ مولانا محمد علی قمی صاحب قبلہ مجتہد کربلائے معلی اعلی اللہ مقامہ۔ الحمد للہ الذی ہدانا الی سواء السبیل بارسال الانبیاء والرسل واوضح لنا نہج الصواب بما انزل علیہم الکتاب فنحمدہٗ علیٰ جلیل نعمائہ ونشکرہ علیٰ جمیل آلائہ ونصلی ونسلم علی محمد خاتم انبیائہ وعلیٰ آلہ وخلفائہ الیٰ یوم جزائہ وبعد فان من آلائہ سبحانہ وتعالیٰ علی العبد ان وفقنی الاطلاع علی الکتاب المبارک فرایتہ کتاباً حلویاً لطرق الاستدلال موصلاً الی اقصی المرام بنہایۃ الاستعجال (اوصاف کتاب کے بعد لکھا) وبالجملۃ فلیطلبہ الطالبون فانہ العین الصافیۃ والروضۃ الزاہیۃ ولینطق بہ الناطقون فانہ القول الفصل میزان العدل فبشریٰ لک ایہا الوحید فی صنعک فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ وطوبیٰ لک ایہا الحکیم فی وصولک بغایۃ المرام فی معیار الامام وما اصدق فیک المثل السائر کم ترک الاول للآخر (بعدہ لکھا) انی اشہد بغزارۃ علمکم ونباعۃ فضلکم وحسن عقیدتکم وطیب طینتکم وعلو شانکم وکمال ایمانکم (الیٰ آخرہ) حرر ہذہ الاسطر بیمناہ الجانیۃ محمد علی عفی عنہ فی الحائر الحسینی علیٰ مشرفہ السلام والحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ۔

(بوجہ طوالت اختصار کی ضرورت ہوئی)

تقریظ جناب مستطاب فخر العلماء الاذکیاء رئیس الفقہاء الکملاء مولانا مولوی سید کلب مہدی صاحب قبلہ ہندی مجتہد کربلائے معلی اعلی اللہ (انکی تقریظ ایک عربی منظوم دوسری نثر عربی تیسری اردو میں ہے بوجہ طوالت ہر دو قسم کی عربی نہیں لکھی اور فقط اردو کی نقل درج کی جاتی ہے)

الحمد للہ الولی الحمید والصلوٰۃ علیٰ سید الرسل محمد المحمود وآلہ اولی الکرم والجود ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اہل الجحود۔ امابعد ہویدا ہے کہ استیناس بہ باطل کے مستحکم پھندوں میں مدت مدید تک جکڑے رہنے کے بعد دفعتہً ہدایت پا جانا بلاشبہ بلا اسباب قویہ توفیق کے ممکن نہیں اور نہ یہ خاص کس کا حصہ ہے جس کو خدا چاہے وہی دم میں

مہتدی بلکہ ہادی ہو جائے مگر یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اگرچہ توفیق لطف عام ہے مگر فیاض علی الاطلاق کا فیض بھی بلا وجہ نہیں ہوا کرتا ہزاروں لاکھوں ذی ادراک و شعور دنیا میں گذرے جو کہ فحص و بحث کے فیض سے ناقابلیت کی وجہ سے محروم اور عمر بھر وادی پر خطر میں اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَ نَا کے حیران و سرگردان رہے بہت کم ایسے تھے اور ہیں جن کی خاص طور پر توفیق نے دستگیری کی ہو جس کے باعث دریائے عمیق فکر میں غوطہ زن رہ کر وہ دُرِّ مقصود بھی پا گئے ہوں (شعر) خلیلی قطاع الفیا فی الی الحمی ؛ کثیرٌ وان الواصلین قلیل

اگرچہ یہ ظاہر والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا عام ہے مگر واضح ہے کہ عموم مجاہدات کے مناسب آراستہ الطریق ہے کیونکہ تقصیر ایک ایسا امر خفی ہے کہ جس کے باعث اکثر خود مقصر اپنے کو قاصر سمجھنے لگتا ہے بلکہ معصیت بہر کیف ہم دل سے فاضل کامل محقق مدقق جناب مولوی حافظ علیؑ محمد صاحب اور جناب مستطاب فاضل کامل جناب حکیم امیر الدین صاحب دامت برکاتہما کے شکر گذار ہیں اور زبان ہماری اُن کی اس خدمت گذاری کی ثنا و صفت سے عاجز و قاصر ہے۔ کیوں نہ یہ کتاب فلک النجاۃ کتابوں میں لاجواب ہو۔ اگر مصدر اور صادر کی مناسبت معیار قرار پائے تو ممکن نہیں کہ کسی ذی فہم پر بعد از ملاحظہ کتاب مصنف اور مترجم کی جلالت قدر اور وسعت اطلاع مخفی رہ سکے خدا دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ائمہ معصومینؑ کے ساتھ وہ محشور ہوں اور دنیا میں عزیز و محترم رہیں۔ تمام شیعوں پر اُن کا احترام لازم ہے۔ فقط

العبد الأثم الراجی لعفو اللہ القوی السید کلب مہدی النقوی الحائری مسکناً الھندی مولداً۔

۸ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۲ھ فی بلدۃ کربلاء المشرفۃ۔

تقریظ منظوم از نتیجہ فکر عزیزم تلمیذ رشید حکیم سید **محمد ممتاز حسین** شاہ صاحب رضوی شیر کوٹی۔ مصدقہ عالی جناب ملک الشعراء سید غلام عباس شاہ صاحب حلمی عباس پوری زاد شرفہ،

دل اگر دل ہے: حقیقت میں: تو ہر جائی نہیں
مر مٹے ہر نام پر: بندہ: تو مولائی نہیں

ہے سفینہ نوحؑ کا: عترت مری بہر نجات
کیا حدیث مصطفےٰ میں: یہ خبر آئی نہیں

پالیا راکب نے مژدہ خلد کا: اس فلک میں
رُستگاری منکرین فُلک نے پائی نہیں

اللہ اللہ: ناخدا جس کا: امیرِ دین ہو
فُلک ایسی: دیکھنے میں اے فلک: آئی نہیں

انّما کہہ کر جسے: لنگر دیا: تطہیر کا
حق نے: وہ کشتی کبھی گرداب میں لائی نہیں

بولے اغیار و اقارب دیکھ کر فُلک النجات
بے سند اک بات بھی تحریر میں آئی نہیں

بے کسوں پر ہو گئی: رضوی: عنایت کی نظر
کون سی مشکل ہے: ورنہ: ہم پہ آئی نہیں

خم نہ ہو کیونکر جبین عشق ہمدم: شکر میں
خُلد کی جاگیر کیا: انعام میں پائی نہیں

تقاریظ مجتہدین و علماء کرام ہندوستان و پنجاب کثر ہم اللہ تعالیٰ

تقریظ بلاغت حظیظ از رشحات قلم عالیجناب صدر المفسرین علامہ سید علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ

باسمہ سبحانہ۔ الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی خواص دجلہ والسنۃ اقوالہ ومصادر افعالہ واعلیٰ امثالہ ومفاتیح اقفالہ علل الوجود واسرار السجود و محمد و آلہ اما بعد فقد طالعت شطرا وافیا من الکتاب الموسوم بفلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ متنا وترجمۃ فوجدتہ ریاض حکمۃ ورضوان۔ سیفًا قاطعًا لالسنۃ الزیغ والطغیان وبرہانًا ناطقًا لاہل الایمان وشہابا ثاقبا لشیاطین الانس والجان تنتعش لفہم براہینہ القلوب والابدان وترتاح بدرک معانیہ الارواح فی عالم الامکان۔ کیف ومصنفہ بفضل اللہ المنان وحید العصر و فرید الدہر بالایقان کاسر اعناق منکری الامامۃ ومرغم اناف المنحرفین عن طریق الاستقامۃ بالاعلان سلطان المناظرین جناب المولوی الحافظ علی محمد ومترجمہ ومحشیہ اسوۃ الاماجد الکرام وصفوۃ الاطائب الاعلام فخر المناظرین جناب المولوی محمد امیر الدین لازالا فی درع الامان من مکارہ الزمان علیٰ ہٰذہ التصنیف والتالیف العمری انہ ایدہما اللہ وایدہما قد جہد اغایۃ الجہد فی احقاق الحق وازہاق الباطل بالبراہین والدلائل فللہ درہما وعلیہ اجرہما فانہ لقد اجادا فیما افادا فنالا المراد فاثابہما وایانا عن الشرع القویم جنات النعیم بصاحبہ والہ ادلاء عرفان القدیم صلوٰت اللہ علیہم باکرم تسلیم واہنا تنعیم نمقہ عبدہ الاثیم خادم شرع رسولہ الکریم علیؔ الحائری (من دار الشریعۃ لاہور محلہ شیعیان)

نقل مہر شریف

لا الہ الا اللہ القوی
عبدہ سید علی الحائری
ابن ابو القاسم الرضوی ۱۳۰۸ھ

تقریظ از لمعات قلم عالیجناب استاذ المناظرین قاطع اعناق الملحدین فرید الدہر وحید العصر مولانا مولوی سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری مجتہد مصنف تفسیر انوار القرآن (امروہہ)

الحمد للہ ذی العز والبقاء والمجد والبہاء والمن والاحسان والکرم والامتنان والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ وافضل بریتہ۔ محمد المختار۔ وآلہ الہداۃ الابرار۔ ولعنۃ اللہ علی اعدائہم ائمۃ الفاسقین۔ واولیاء الناکثین والقاسطین والمارقین۔ اما بعد پس کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ کی جلدوں کو میں نے اکثر مقامات سے بغور پڑھا۔ اس سال اپنی تین مرتبہ پے در پے اور اپنے عیال کی یکے بعد دیگرے لگاتار علالتوں کی وجہ سے پوری کتاب پڑھنے کا اب تک موقعہ نہ مل سکا اور اس تقریظ کے لکھنے کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ کیونکہ ایک مٹھی غلہ سے بڑے ڈھیر کی نوعیت کا پتہ لگ جاتا اور چند سطروں سے مصنف اور مصنف کی حالت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ میں نے تو اس جلیل القدر کتاب کو اس سے بہت زیادہ پڑھ لیا ہے یہ کتاب جواہر زاہرہ اور سادلہ باہرہ اور فوائد انیقہ اور نکات دقیقہ اور تحقیقات عمیقہ سے مملو اور لبریز ہے۔ الفاظ اس کے ایسے شیریں اور تعبیرات ایسے نرم اور دلپسند ہیں کہ ہر فرقہ کا آدمی بغیر نفرت اور انزجار کے سکون خاطر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ البتہ نقل مضامین میں مجبوری ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں تغیر و تبدیل کرنے سے مصنف ناقل پر جرم خیانت کا الزام لگ جاتا ہے یہ کتاب اپنے مصنف جناب مولانا حافظ علی محمد

صاحب اور مترجم و محشی و مہتمم جناب مولانا مولوی حکیم امیر الدین صاحب جزاھما اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء کے فضل و کمال و رفعت منزلت و جلالت قدر و عظمت شان و وسعت نظر و نکتہ سنجی و دقیق رسی کا بہترین نمونہ اور قوی ترین شاہد ہے یہ کتاب لائق اس کے ہے کہ ہر مؤمن کی رفیق حضر و سفر اور زیر مطالعہ اور ذریعہ دل بستگی رہے۔ والسلام۔ احقر راحت حسین رضوی گوپال پوری۔ شب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

تقریظ فصیح و ملیح از انوار قلم عالیجناب عمدۃ الواعظین مولانا مولوی سید محمد صاحب دہلوی زید فضلہ۔ الحمد لاھلہ والصلوٰۃ لاھلھا۔ مبارک ہیں وہ ہاتھ جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آگے بڑھیں۔ اور قابل صد آفرین ہیں وہ نفوس جو اعداء دین میں گھر کر اطمینان قلب سے خدمت نبی ہاشم کا حق ادا کریں۔ جھنگ مگھیانہ کے دو ستارے اور شجرہ مبارکہ اہل بیت کے دو ورق مولوی حافظ علی محمد صاحب دامت معالیہ اور جناب مولوی امیر الدین صاحب ادام اللہ برکاتہ یہ دو بزرگوار ہیں جو حضرت حُر کی طرح کل کہیں تھے آج کہیں ہیں۔ ان حضرات کی مساعی اور احیائے ملت مرتضوی میں جان فروشانہ خدمتیں ابدالاباد تک قلوب اہل ایمان میں یادگار رہیں گی۔ سب سے عظیم الشان احسان آپ حضرات نے جو اس قوم پر فرمایا ہے وہ فلک النجات فی الامامۃ والصلوٰۃ کی تصنیف ہے۔ اللہ اللہ مینے جستہ جستہ مقامات سے اس بہار بے خزاں کی سیر کی۔ ہر روش شاداب اور ہر غنچہ مسکراتا ہوا پایا۔ میں بلا خوف یہ امر کہنے کے لیے تیار ہوں کہ ہندوستان میں مناظرہ کی اس پایہ کی کتاب آج تک کوئی نہیں لکھی گئی۔ طالبان ہدایت پر اس کا مطالعہ فرض اور ہر مومن کو اپنے گھر میں اس کا رکھنا لازمی ہے۔ خواہ کسی قدر میں اس کتاب کی مدح کروں لیکن وہ اس کے لیے مکتفی نہیں حضرت ایزد ان حضرات کو اجر جزیل عطا فرمائے بحق محمد و آلہ (السید محمد دہلی)

لہ لفظ مجوس کی نسبت بذریعہ خط قبلہ موصوف سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے حاشیہ پر یہ لکھنے کا حکم دیا ہے۔ "مصنف کے لیے بے شبہ تعریف کی بات ہے، کہ الفاظ اس کے شیریں نرم ہوں جن کو فریق مخالف بھی پڑھ کر کبیدہ خاطر نہ ہو لیکن اگر کسی کے حالات اور سوانح حیات ہی اچھے نہ ہوں اُن کو واقع نویس کیا کرے وہ تو اپنے مقصد کے ثبوت کے لیے اُن کو انہی کی کتابوں سے بعینہ نقل کرنے پر مجبور رہے۔" الخ ۱۲ منہ

فہرست مضامین کتاب فلک النجات (جلد اوّل)

لله الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمہید

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ المنتجبین۔ اما بعد ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ جب سے فلک النجات کی تالیف و تحریر شروع ہوئی اس وقت سے مختلف مکالمات یا تحریرات میں جو نئی بات سننے یا دیکھنے میں آئی اس کے متعلق کتاب کے جس مقام پر بھی اتفاق پڑا ہے۔ گو تھوڑا تعلق سمجھا گیا تاہم کچھ نہ کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض مضامین کی تائید مختلف مقامات میں منتشر ہو کر لکھی گئی۔ چنانچہ کچھ حواشی میں اور کچھ ضمیمہ میں کچھ تعلیقات میں اور کچھ اس کے غلطنامہ میں۔ اور باقی ماندہ فوائد تذنیب تعلیقات میں جمع کر دیئے گئے۔ کیونکہ اصل غرض اس کتاب کی تالیف سے نہ شہرت حاصل کرنا ہے اور نہ مصنفین کی قطار میں شمار ہونا ہے۔ اور نہ حسن ترتیب و تحریر پر فخر لینا ہے۔ بلکہ فقط اظہار ما فی الضمیر اور نکات مفیدہ فائدہ اللہ موئیدہ طریقہ حقہ اثناعشریہ کو جمع کر کے ناظرین کے سامنے پیش کرنا مقصود ہے تاکہ جو لوگ ہم سے تبدیلی مذہب کا سبب دریافت کرتے ہیں۔ ان کو تبدیلی کے اسباب سے تعارف ہو جائے۔ اور جو طالبان تحقیق ہیں اس کے مطالعہ سے تحقیق میں ان کو مدد ملے۔ ہم نے طبع اول کی تمہید میں عرض کر دیا ہے کہ اس کتاب میں نہ رنگینی عبارت کو مدنظر نہیں رکھا گیا بلکہ پنجابی نما اردو میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ میں ایک دیہاتی پنجابی ہوں نہ ہندوستان میں گیا اور نہ کسی مدرسہ میں باضابطہ اردو پڑھا مگر چونکہ اظہار ما فی الضمیر کی آسان عبارت میں بجز اس کے کوئی سبیل نہ تھی اور تعمیم فائدہ کے لئے ترجمہ و تحشیہ کتاب کا تحریر کرنا لازمی سمجھا گیا اس لئے سادہ الفاظ سے عام مروج اردو زبان میں ہی لکھنا مناسب معلوم ہوا تاکہ وہ لوگ جو بوجہ نہ جاننے عربیت کے یا بسبب عدم فرصت کے یا بباعث نہ ملنے نایاب کتب کے بڑی بڑی ضخیم و طویل کتابوں کا مطالعہ نہیں کر سکتے ان کو اس کتاب کے پڑھنے سے مذہبی معلومات کے کافی ذخیرہ پر معرفت حاصل ہو جائے لہذا جیسا ہو سکا ترجمہ و حواشی کو لکھ دیا گیا ہے۔ جن کی مغز سخن پر نظر ہوتی ہے جو فی التحقیقت ہونی چاہیئے ان کو عبارت آرائی سے زیادہ واسطہ بھی نہیں ہوتا اور جو نئی روشنی کے لوگ صرف عقلی دلائل کے دلدادہ اور رنگینی الفاظ پر فریفتہ ہوتے ہیں وہ اس کا مطالعہ ہی بہت کم پسند کرتے ہوں گے کیونکہ یہ کتاب صرف نقلی دلائل کا مجموعہ ہے پس بہر حال عبارت بھدی ہے۔ یا اردو غلط ہے یا اس میں چاشنی اور رنگینی نہیں۔ تو اس میں راقم کو معذور تصور فرما کر معاف فرمایا جائے اور اصل مطالب عجیبہ کثیرہ و مقاصد غریبہ کو ذہن نشین فرما کر فائدہ اٹھائیں اور بندہ ناچیز کو دعائے خیر سے محروم نہ فرمائیں اور اگر کسی جگہ غلطی یا فروگذاشت معلوم ہو تو

بنظر کرم اصلاح فرمائیں فقط طعن و تشنیع پر اکتفا نہ کریں کیونکہ کوئی بھی انسان بجز معصومین کے غلطی سے
بری نہیں ہو سکتا۔ تقریر میں تحریر میں نقل میں عقل میں کتابت میں ہر طرح انسان سے غلطی کا امکان
ہے۔ مگر خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل ہوتا چلا آیا ہے اور ہونا چاہیئے نہ کسی غلطی کے سبب سے
کتاب کے صحیح مضامین کو بھی بالکلیہ متروک کر دیا جائے۔ مثلاً حوالہ صفحہ کتاب میں ص۲۱ لکھا اور صفر
چھپنے میں اڑ گئی باقی ص۲ پڑھا جائے گا تو اس سے اصل مضمون غلط نہیں ہوتا۔ قرآن مجید قلمی و
مطبوعہ ایسے ہیں جن کی صحت کے ثبوت میں حفاظ کی مہریں ثبت ہوتی ہیں۔ اور کہیں غلطی نکالنے والے
کے لیئے انعام ہوتا ہے مگر باوجود اتنے بڑے اہتمام کے پھر بھی اس میں اغلاط تحریری کچھ نہ کچھ
نظر آتی ہیں لہذا کوئی کتاب انسان کے ہاتھ سے نکلی ہوئی بالکل غلطی سے پاک مشکل مل سکتی ہے
بہر صورت کتاب جیسی بھی ہے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچی ہے اور
توقع سے زیادہ مقبول ہوئی چنانچہ قلیل ہی عرصہ کے اندر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو کر دس سال سے
نایاب تھی اور اشتیاق تھا کہ کتاب ہذا بار دوم مکمل دو جلدوں میں طبع ہو جاتی اور ہر عنوان کے
متعلقات کو ایک جگہ جمع کر دیا جاتا اور جلد سوم اور چہارم کی علیحدہ ضرورت نہ ہوتی اور انتشار ذہن اور
ملال طبع جو ایک عنوان کے متعلق مختلف مقامات کی ورق گردانی کرنے سے پیدا ہوتا ہے نہ ہوتا اور
نظم و نسق کتاب کا درست کر دیا جاتا اور کہیں تکرار کی ترمیم کی جاتی کہیں مناسب اضافہ کیا جاتا اور طبع
اول میں جو فروگذاشتیں اور خامیاں تھیں ان کی بوجہ احسن تلافی کر کے کتاب کو پسندیدہ تر صورت
میں شائع کیا جاتا لیکن باوجود کوشش کے موجودہ زمانہ کے مشکلات میں آج سے پہلے اس کا انتظام
نہ ہو سکا۔ اب بفضل خدا اس کی بار ثانی طباعت اور خرید کاغذ کی نوبت آئی لہذا امور مطلوبہ بالا کو
مد نظر رکھ کر کتاب ہذا کی ترتیب اور طباعت کا انتظام کیا گیا۔ اگرچہ آغاز جنگ عالمگیر سے آج تک
دنیا کی ہر ایک چیز کا قحط عظیم ہے۔ اور کنٹرول کی وبا سے باقیمت بھی کوئی چیز دلخواہ میسر نہیں آتی تھی
مگر چونکہ اس اہم کام کا مجھے اپنی زندگی میں سرانجام کرنا واجب معلوم ہوتا رہا۔ لہذا اگرچہ ہزار ہا دقتیں
و مشکلات پیش آئی ہیں۔ اور زر کثیر صرف کرنا پڑا۔ تاہم متوکلاً علی اللہ کتابت و طباعت شروع کرا دی گئی۔ اور
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری اس آرزو کو پورا فرما دیا۔ اور اس اہم کام کو درجہ تکمیل تک پہنچا
دیا۔ امید ہے ناظرین کرام کتاب کو قدردان نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اور طبع اول سے زیادہ منظور فرما
کر میری حوصلہ افزائی کا باعث ہوں گے۔ علی اللہ توکلت ھو حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر
الاحقر امیر الدین عفی عنہ رب العلمین متوطن چک جلال الدین ڈاکخانہ چیلہ ضلع جھنگ بقلمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الرحمن الرحيم المنان الذی شرف الاسلام علی الادیان ومنّ علینا بالیسر ودفع الحرج ونزل القرآن وامرنا فیه بالاتحاد ونهانا عن التفرقة والطغیان والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد احمد النبیین محمود اهل السموات والارضین وعلی اٰله وعترته الطاهرین الذین هم امان اهل الارضین وسفینة النجاة یوم الدین، الهادین المهدیین من تمسک بهم اهتدی ومن ترکهم فقد ضل وغوی. خصوصاً علی مصدر العجائب مظهر الغرائب باب العلوم الالٰهیة وصی النبیؐ وابن عمه وزوج ابنته واخیه الصدیقؓ الاکبر والفاروق الاعظم ذی النورین النیرین ابی محمد الحسن وابی عبد الله الحسین سیدی شباب اهل الجنة اسد الله الغالب سیدنا ومولٰنا وامامنا علی ابن ابی طالب صلوات الله وسلامه علیهم اجمعین اما بعد فیقول غنی السیئات فقیر الحسنات الراجی غفور ربه الرحیم العبد الاثیم علی محمد بن فتح الدین عفا عنهما الرب الکریم الحنیفی الجعفری منذ هیّاً فقد شاع الاختلاف فی الفرق الاسلامیة لاسیما فیما بین اهل السنة والجماعة وبین الشیعة الامامیة فی دیارنا

سب صفات اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم اور منان کے لئے ہیں جس نے اسلام کو جملہ ادیان پر شرف بخشا اور ہم پر آسانی دین سے احسان فرمایا اور حرج کو رفع کیا۔ قرآن شریف کو اتارا اور ہمیں اتفاق کا حکم دیا اور اختلاف و نافرمانی سے منع فرمایا۔ اور رحمت و سلام سید المرسلین محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو۔ جو سب انبیاء سے برگزیدہ نبی اور باشندگان آسمانوں اور زمینوں کے نزدیک پسندیدہ نبیؐ ہیں۔ اور صلوٰۃ و سلام آل اور عترت نبی صلعم پر نازل ہو جو پاک اور اہل زمین کے لئے امان اور قیامت میں کشتیٔ نجات ہیں۔ اور جو ہادی اور مہدی ہیں۔ جس نے ان کی متابعت کو مضبوط پکڑا اوس نے ہدایت پائی اور جس نے ان کو چھوڑا وہ ظاہر گمراہی میں پڑ گیا۔ خصوصاً مصدر غرائب و مظہر عجائب باب علوم الٰہیہ وصی نبیؐ۔ ابن عم رسول۔ شوہر بتول برادر نبیؐ صدیقؓ اکبر اور فاروق اعظم۔ ذو النورین نیرین یعنے امام حسن و حسین علیہم السلام کے والد ماجد ہیں جو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ شیر خدا غالب بر غالب۔ سیدنا و مولانا و امامنا علی بن ابیطالب پر۔ ان سب معصومین پر صلوات و سلام خدائے عز و جل کی طرف سے نازل ہوں۔

بعد اس کے پس اعمال سیئہ سے مالا مال اور اعمال صالحہ کا محتاج رب رحیم کی بخشش کا امیدوار بندہ گنہگار حنیفی جعفری مشرب علی محمد ولد فتح الدین رب کریم ان دونوں کے قصور معاف فرمائے۔

وقد قال الله عز اسمه واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا۔ ومن يشاقق الرسول الخ
وقال رسول الله صلعم اتبعوا السواد الاعظم وعليكم بالجماعة وعليكم بالجماعة وكل واحد منهما يدعى انفسه انه اهل الحق وانه من الناجية وقد كنت رجلاً قصيرا الهمة خادم القوم مطالعاً لكتب الفريقين فاردت ان اهذب الروايات الموافقة لهما من كتبهما وان كان فيه رفض تقليد شخصي الذي لم يؤمر به من الشارع الا بالنبي ومن ناب منابه من عترته المعصومين عليهم السلام۔ لينكشف الحق على من اعترض علينا۔ وسئل عنا من سبب تبديل المذهب من اهل الجماعة الى مذهب العترة وكنا ندافع مرةً بعد مرةٍ فلما اصروا علينا اردنا ان نكتب ما فيه كفاية لمن له دراية ولسنا عليهم بمصيطرين وما علينا الا البلاغ المبين۔ ولما كنت عديم الكتب رجعت الى عزيزي وتلميذي الاديب الاريب اللبيب الطبيب شريف النسب والحسب رفيع الرتب باذل النفس والمال في سبيل الله المتعال ذي العزة والتمكين خادم آل يٰسين الشهير في الآفاق المولوي الفاضل والحكيم الكامل محمد امير الدين ايده الله وايده ونصره على حاسديه وخاذله واعطاه ما تمناه

کہنا ہے کہ تحقیق اسلامی فرقوں میں خصوصاً ہمارے ملک کے اہل جماعت اور شیعہ امامیہ میں اختلاف بہت شائع ہو چکا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کے دین کی رسی کو متفق ہو کر محکم پکڑو اور جدا جدا فرقے نہ ہو۔ اور جو بعد ہدایت ظاہر ہونے کے رسولؐ کی مخالفت کرے اور مومنین کے طریق پر نہ چلے تو اس کو جہنم جیسی بری جگہ میں داخل کریں گے۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سواد اعظم اور جماعت حق کی متابعت کرو اب ہر ایک اپنے واسطے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جماعت حق اور فرقہ ناجیہ میں سے ہے۔ تحقیق میں ایک کم ہمت خادم قوم مطالع کنندہ کتب فریقین کا ہوں۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کتب فریقین سے ان روایات کو چھانٹ لوں جو آپس میں مطابق ہیں اگرچہ اس میں شخصی تقلید مثلاً حنفی۔ شافعی کہلانے) سے نکلنا پڑے کیونکہ اس تقلید شخصی کا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔

البتہ نبیؐ یا وصی جانشین نبیؐ اس کے لائق ہیں کیونکہ ان کی متابعت کا حکم شرعی ہے۔ یہ ارادہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اس معترض پر جو ہم سے سبب تبدیلیٔ مذہب دریافت کرتا ہے۔ کہ ہم شیعہ کیوں ہوئے؟ حق منکشف ہو جائے اگرچہ چند دفعہ ہم ٹالتے رہے مگر بعد اصرار معترضین کے ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اتنا ضرور لکھ دیں جو عقلمند کے لئے مکتفی ہو۔ اور ان معترضین پر جبراً منوانے کے لئے ہم مکلف نہیں ہیں۔ ہم پر صرف حق سنانا اور پہنچا دینا لازم ہے (من شاء فلیؤمن)

وجعل عقباہ خیرا من اولاہ. فاعاننی، بالکتب المطلوبۃ غایۃ الاعانۃ وشاورنی نہایۃ المشاورۃ جزاہ اللہ خیرا وحشرہ مع آل محمد وکان ذلک علیہ یسیرا فبذلت جہدی وبدأت بہ فی شہر الصیام سنۃ اربعین بعد الف وثلاث مائۃ من ھجرۃ النبی الامی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام وغایۃ ہمتی فی ھذا الکتب بیان الامامۃ والخلافۃ وکیفیۃ الصلوات الخمسۃ وصلوٰۃ الجنازۃ لعموم البلوی بہما وما ادیت الاستیعاب والمرجو من الاخوان الانفاق والاتحاد ودفع الشر والفساد ولیطمئن قلوب المؤمنین ولیعتبر اہل الانصاف من المسلمین ولئلا یطعن احد علی احد ولا یکفرہ ولا یفسقہ ولا یکرھہ ولا یضیفہ الی ما عندہ ولا یرفضہ ولا یعزرہ ولا یجلدہ ولا یبین عنہ امرأتہ ولا یخرجہ من مذھبہ ولا یمنعہ من مساجد اللہ سبحانہ. ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ. ولا یترک سلامہ ولا کلامہ قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست

ومن شاء فلیکفر) یعنی بعد ظہور حق کے چاہے کوئی مانے یا انکار کرے اور چونکہ میں اپنے پاس، کتابیں نہیں رکھتا تھا اس لئے میں نے اپنے عزیز تلمیذ ادیب دانا طبیب شریف. نسب والحسب رفیع المرتب اور فی سبیل اللہ اپنے جان و مال کو خرچ کرنے والا معزز و مکرم خادم آل یٰسین، مشہور زمانہ ولوق فاضل وحکیم کامل محمد امیر الدین [1] (اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کو سلامت رکھے اور توفیق خیر دے اور حاسدین پر اسے نصرت عطا فرمائے اور اس کو طول عمر بخشے. اور اس کی آرزوؤں کو پورا کرے اور اس کی آخرت کو دنیا سے بہتر کرے) کی طرف رجوع کیا چنانچہ اس نے میری کتب مطلوبہ کے مہیا کر دینے اور مشورہ ہائے مضامین و دلائل بتانے سے نہایت اور نہایت درجہ اعانت کی. اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے اور اس کا حشر آل محمد علیہم السلام کے ساتھ فرمائے اور یہ خدائے تعالیٰ پر بہت آسان ہے تو میں نے اپنی کوشش کو صرف کر کے یہ کام ماہ رمضان شریف ۱۳۴۰ھ میں شروع کیا اور غرض اس کتاب سے مسئلہ امامت و خلافت اور ترکیب ادائے نماز پنجگانہ و نماز جنازہ کے بیان کرنے کی ہے. اور اس کی عام احتیاج کے سبب اسی کے لکھنے کی ضرورت

[1] . مولانا صاحب کا حسن ظن یا ان کی دعا ہے ورنہ احقر اپنے ناچیز وجود کو ان کلمات کا مستحق نہیں سمجھتا. البتہ اظہار حق کے لئے میں نے اپنی دس سالہ تحقیق و مطالعہ کے نتیجے عبارات کتب کو نوٹ کر کے ایک بڑا ذخیرہ تیار کیا ہوا تھا وہ مولانا صاحب کے حوالہ کر کے اور باقی کتب مطلوبہ کو جمع کر کے ان سے مضامین متعلقہ کی تلاش اور ترتیب میں ہر ممکن امداد دیتے ہوئے اس کتاب کو مکمل کرایا. اللہ تعالیٰ مولانا صاحب اور اس، تغیر کو ثمرہ اپنے دریائے رحمت سے عطا فرمائے. ۱۲ المترجم.

مومنا. بل الواجب ان یتفق الفریقان ویتمسکا بالثقلین المبارکین لارشاد النبیؐ وامرہ وتوکیدہ بھما. حتی یکونا علی الیسر ویعملا علی الرسم الارجح. الم تر کیف قالوا عنہ علیہ السلام اختلاف امتی رحمۃ فکیف یکون الرحمۃ بالتعزیر مع ان الاختلاف فی المسائل اکثرھا کائن ودائم باتفاقھم. وانا سمیت ھذا الکتب بفلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ المعروف بغایۃ المرام فی معیار الامام وتشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات و نصفتہ بمجلدین. المجلد الاول فی غایۃ المرام فی معیار الامام والمجلد الثانی فی تشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھو حسبی ونعم الوکیل وھا انا اشرع فی المقصود بعون اللہ الودود المجلد الاول فی غایۃ المرام فی معیار الامام وفیہ مقدمۃ وابواب.

المقدمۃ فی بحث لفظ الشیعۃ

وممن اقول اعلم ان اطلاق الشیعۃ لیس باصطلاح جدید ولیس باسم صائل ولا طاعون ھائل ولا وباء تبعہ بل قد نسب بالتشیع جلّ الائمۃ من المفسرین والمحدثین کیف وقد مدح اللہ سبحانہ ابراھیم

ہے. اگرچہ جملہ ضروریات متعلقہ ہر دو کا احاطہ نہیں ہو سکتا. مگر حسب ضرورت کچھ لکھتا ہوں. اور برادران اسلامی سے اتفاق و اتحاد اور دفع شر و فساد کی امید کرتا ہوں. اور توقع رکھتا ہوں کہ مومنین کو اطمینان قلبی حاصل ہو گا. اور اہل انصاف اس سے نصیحت پکڑیں گے. پس چاہیئے کہ ایک دوسرے پر طعن نہ کریں اور کفر و فسق کا فتویٰ نہ لگائیں اور ایک دوسرے کو مکروہ نہ سمجھیں نہ دوسرے کو مجبور و تنگ کریں کہ وہ اپنے مذہب کو ترک کر کے ان کے عندیہ مذہب پر آجائے. نہ رافضی کا خطاب دیں نہ تعزیر لگائیں اور نہ زوجہ کے مطلقہ اور جدا ہو جانے کا فتویٰ لگائیں. نہ مساجد خدا میں نماز پڑھنے سے روکیں. اور بفرمان الٰہی "کون اس سے بڑا ظالم ہے جو مساجد میں ذکر الٰہی کرنے سے روکے." اور سلام و کلام آپس میں ترک نہ کریں. کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے "وہ جو تم کو سلام کا ہدیہ دے اس کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے." بلکہ ضروری ہے کہ فریقین متفق ہو کر ثقلین سے تمسک کریں. کیونکہ نبی صلعم نے تاکید ان کی اتباع کا ارشاد فرمایا ہے. اس طرح آسانی سے نہایت صحیح طریق پر عمل ہو گا. دیکھیئے کہتے ہیں کہ اختلاف امت رحمت کی حدیث ہے. تو پھر رحمت سے تعزیر کا کیا تعلق ہے؟ ظاہر ہے کہ اکثر مسائل میں ابتداء سے ہی بالاتفاق اختلاف چلا آرہا ہے میں نے اس کتاب کا نام فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ معروف بہ غایۃ المرام فی معیار الامام وتشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات." رکھا ہے اور اس کو دو جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے.

الخلیل۔ فی کتابہ الکریم۔ وان من شیعتہ[1] لابراہیم۔ الآیہ۔ قال العلامۃ السیوطی فی الجلالین۔ وان من شیعتہ ای ممن تابعہ فی اصل الدین لابراہیم وان طال الزمان بینہما۔ الخ

جلد اول غایۃ المرام فی معیار الامام سے موسوم ہے۔ اور جلد ثانی موسوم بہ تشریح الصلوٰۃ تطبیق الروایات ہے۔ اور حتی الوسع اصلاح کا ارادہ ہے۔ جس کی توفیق محض اللہ تعالیٰ سے مطلوب اور اسی پہ توکل ہے۔ اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ اور وہی ہمارا کافی کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اب مقصود کو شروع کرتا ہوں۔ جلد اول غایت المرام فی معیار الامام میں ہے۔ اور اس میں ایک مقدمہ اور چند باب ہیں۔

مقدمہ لفظ شیعہ اور اس کے مصداق کی بحث میں ہے

جاننا چاہیئے کہ اطلاق لفظ شیعہ کی کوئی جدید اصطلاح نہیں اور نہ وہ حملہ کنندہ شیر ہے۔ اور نہ وہ ہولناک مرض طاعون ہے اور نہ وبائے متعدی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے باموراۃ ائمہ مفسرین و محدثین شیعیت کی طرف منسوب ہو چکے ہیں۔ اور یہ کیسے نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی اسی نام شیعہ نوح سے مدح فرمارہا ہے (اور ہم بھی ملت ابراہیمی پہ ہیں") اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ تحقیق اس کے (یعنے نوح علیہ السلام کے) شیعوں میں سے بے شک ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی جلالین میں لکھتے ہیں۔ کہ اس کے شیعہ سے مراد یہ ہے کہ اصول دین میں ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کے تابع یعنی ان سے متفق اور متحد ہیں اگرچہ مابین ہر دو کے زمانہ طویل گذر چکا۔ الخ

---

[1] آیت میں شیعتہ لابراہیم پ۲۳ ع۷ کا ترجمہ سنی صاحبان نے یہ کیا ہے۔ اور نوحؑ ہی کے طریق پر چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھے (دیکھو ترجمہ نذیر احمد و ترجمہ وحیدی بعینہ) اور ترجمہ رفیع الدین میں یہ الفاظ ہیں۔ اور تحقیق تابعوں اس کے سے البتہ ابراہیمؑ تھا۔ تھانوی ترجمہ یہ ہے۔ اور نوحؑ کے طریقوں والوں میں سے ابراہیم بھی تھے۔ اور مثل جلالین کے تفسیر حسینی میں بھی ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ لباب میں فراء سے منقول ہے۔ ضمیر شیعتہ محمد رسول اللہ کی طرف راجع ہے اگرچہ مرجع غیر مذکور ہے۔ اور اگرچہ ابراہیمؑ پہلے ہوئے لیکن حقیقت میں دین واحد کے تابع گویا ابراہیم محمدؐ کے تابع ہیں۔ اسی طرح تفسیر روح البیان مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۴۶۸ میں ہے۔ فتح الخبیر مع الفوز الکبیر فی اصول التفسیر مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۱۲۵ میں ہے۔ وان من شیعتہ واھل دینہ یعنی شیعہ کسی کا وہ ہے جو اس کے دین پہ ہو وکذا فی التفسیر الکبیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۸ شیعتہ الرجل اتباعہ اور تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۴۹ و مدارک التنزیل جلد ۴ سورہ صافات آیت مذکورہ و تفسیر ابی السعود بر حاشیہ کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۴۳ و روح البیان جلد ۷ صفحہ ۴۶۸ میں اس طرح لکھا ہے۔ ای ممن شایعہ فی اصول الدین ای من اھل ملتہ وعلی دینہ و منہاجہ لابراہیمؑ باقی حاشیہ صفحہ ۱۶ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) وعن ابن عباس من اهل دينه وعلى سنته. یعنی نوحؑ کے دین اور اس کے طریقہ پر ابراہیمؑ بھی تھے پھر ابراہیمؑ کو بقول کلبی کے شیعہ محمدؐ قرار دینے کے بعد لکھا بمعنے انه كان على دينه ومنهاجه فهو من شيعته یعنی ابراہیمؑ دین اور طریقہ نوحؑ پر تھے یا طریقہ محمدؐ پر تھے پس وہ ان کے شیعہ میں سے تھے۔ اور تفسیر ترجمان القرآن در فتح البیان مؤلفہ سید صدیق جلد ۱۲ ص ۳۰۵ میں ابن عباس اور مجاہد سے یہی تفسیر لکھی ہے اور تفسیر در منثور جلد ۵ ص ۲۸۰ و تفسیر فتح القدیر شوکانی جلد ۴ ص ۳۸۹ میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ در منثور میں قتادہ کی روایت بھی یہی ہے اور کبیر جلد ۷ ص ۱۴۹ میں لکھا ہے وان من شيعته من معنى المتابعة یعنی (ان ممن شايعه على دينه و تقواه حين جاء ربه بقلب سليم. قال الاصوليون المراد انه عاش ومات على طهارة القلب عن كل دنس من المعاصي. یعنی مراد یہ ہے کہ ابراہیمؑ تقویٰ اور دین اور پرہیزگاری میں نوحؑ کے طریقہ پر تھے۔ اور ان کی زندگی و موت ہر غل و غش اور گناہوں سے دل کی پاکی پر رہی۔ انتہی۔ اذ جاء ربه بقلب سليم کی تفسیر میں ابی السعود و مدارک و کبیر میں اس طرح لکھا ہے کہ اذ ظرف متعلق اس مصدر کے ہے جو لفظ شیعہ میں متابعہ کے معنی سے موجود ہے یعنی ابراہیمؑ نے آفات قلوب و موانع شاغلہ سے اپنے دل کو صاف و خالص کر کے خدا کی درگاہ میں پیش کیا اسی میں انہوں نے نوحؑ کی مشایعۃ و متابعۃ کی دین خدا میں نہایت ہی مضبوط اور مکذبین کے مقابلہ کرنے میں بہت سخت تھے چنانچہ اپنے خاندان اور قوم سے خوب مناظرہ و مقابلہ کیا۔ انتہی بقدر الحاجۃ دیکھو تفسیر ابی السعود و کبیر جلد ۷ ص ۱۴۹ و مدارک جلد ۴۔ اس بیان متعلق لفظ اذ سے ان کج فہم ملانوں کی تردید مطلوب ہے جو جاہلانہ یا تجاہل عارفانہ کے طریق پر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ (نعوذ باللہ من ذلک) پہلے کفار میں سے تھے اس کے بعد دل کو جب شیعیت سے صاف کیا تب مقبول بندگان خدا سے اور پیغمبر ہوئے۔

اگرچہ کوئی عقلمند یا عالم ایسا بہتان رسول پر نہیں باندھتا مگر تعصب ایسی بری بلا ہے جس سے رسول پر تہمت لگانے سے بھی ہمارے مخالفین دریغ نہیں کرتے کچھ ہو چاہتے ہیں کہ شیعیان اہل بیت کو لوگوں کی نظر میں قبیح و حقیر دکھایا جائے۔ اب دوسری آیت ملاحظہ ہو جو سورۃ قصص قصہ موسیٰؑ میں وارد ہے۔ هذا من شيعته و هذا من عدوه تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۲۵ میں اس کی تفسیر یوں لکھی ہے من شيعته اى شايعه على دينه یعنی تابعدار بنی اسرائیل سے اس نے دین موسیٰؑ پر موسیٰؑ کی متابعت کی اور دوسرا موسیٰؑ کے مخالفین دین سے تھا اور معالم التنزیل جلد ۳ ص ۱۱۳ پ ۲۰ میں ہے هذا مومن وهذا كافر یعنی دو لڑنے والوں میں سے یہ ایک شیعہ مومن تھا دوسرا دشمن کافر تھا۔ اور مدارک التنزیل جلد ۳ ص ۱۷۵ مطبوعہ مصر میں مطابق تفسیر بیضاوی کے لکھا ہے شيعة الرجل اتباعه وانصاره کسی کے تابعدار مددگار کو اس کا شیعہ کہا جاتا ہے اور هذا من عدوه کی تفسیر میں لکھا ہے یہ مخالفین موسیٰؑ سے تھا جو موسیٰؑ اور اسرائیلی دونوں کا دشمن تھا لانه ليس على دينهما کیونکہ وہ ان دونوں کے دین پر نہ تھا۔ معلوم ہوا اسرائیلی مومن تھا اسی واسطے اس کو موسیٰؑ کا شیعہ قرار دیا۔ تفسیر حسینی میں بہ تفسیر آیت پارہ ۲۰ میں اس طرح لکھا ہے۔ این یکے از پیروان موسیٰؑ و این یکے از دشمنان او بود۔ مخالفین اس

دوسری آیت کے متعلق یہ اعتراض کرتے ہیں کہ موسیٰؑ نے اس شخص کے حق میں غویٌ مبین فرمایا اور اپنے حق میں قبطی دشمن کے قتل کرنے کی وجہ سے فرمایا وانا من الضالین۔ اس کا جواب امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۳ لغایت صفحہ ۳۲ میں نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰؑ نے جو اپنی طرف نسبت دی ہے اس کا معنی یہ ہے ضالاً ای متحیراً موسیٰؑ اس وقت متحیر تھے یہ قطعی فیصلہ نہ فرما سکے کہ اس وقت ان پر واجب کیا تھا۔ اور کونسی تدبیر زیادہ مناسب تھی جلدی سے قتل کر دیا ورنہ وحی کا انتظار کرتے یا خدا تعالےٰ سے دریافت فرما لیتے کہ کیا کروں اگرچہ قتل اس کا فعل مباح تھا مگر بلحاظ علو مرتبہ موسیٰؑ نے اس جلدی اور عدم انتظار کو بھی خلاف اولیٰ تصور فرمایا۔ اور مشہور یہی ہے کہ جو موسیٰؑ کا شیعہ تھا وہ مسلمان تھا کیونکہ جو کسی کا دین اور طریقہ میں مخالف ہو اس کو اس کا شیعہ نہیں کہا جاتا (اس کے بعد فخر الدین رازی لکھتے ہیں) اور جو غوی مبین سے اس پر اعتراض کرتے ہیں اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔ اوّل یہ کہ قوم موسیٰؑ سخت مزاج اکھڑ یا اکثر موٹے عقل کے لوگ تھے کیا تو نہیں دیکھتا کہ بعد معجزات دیکھنے کے موسیٰؑ سے کہنے لگے ہمارے لئے بھی خدا کی مورت بنا دو جیسے کفار نے اپنے لئے خدا بنا رکھے ہیں اور یہ فقط جہالت کے سبب سے کہا نہ یہ کہ مسلمان نہ تھے۔ دوسرا یہ کہ جو بڑا جھگڑالو ہو جس کی مخاصمت کے سبب اس سے دفع ضرر کا مشکل ہو جائے اس کا وہ فعل خلاف رشد سمجھا جاتا ہے اور اس پر غوایت کا اطلاق ہو سکتا ہے نہ اس سبب سے کہ وہ کافر تھا۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔ **بحث لفظ شیعہ** کی اہل علم کی نگاہوں میں محض تسوید اوراق اور تضیع اوقات معلوم ہوگی کیونکہ اس پر نہ کوئی مدار ہے اور نہ اس میں درحقیقت کوئی تنازع ہے مگر چونکہ ہمارے علاقہ کے بعض کٹ ملاں اس پر لفظی جھگڑا پیدا کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ لفظ ہمیشہ برے لوگوں پر اطلاق ہوتا ہے اس لئے ہم نے اپنے قرب وجوار کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بحث کو کتاب میں بقدر حاجت درج کر دیا ہے اور تسہیل تفہیم کے لئے تھوڑا اور اضافہ کیا جاتا ہے۔ ہر زبان میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو نیک اور بد۔ ممدوح اور مذموم پر بہ تغیر اضافت مشترک اطلاق کئے جاتے ہیں اس کو ہر بشر ناخواندہ باتمیز بھی پہچان سکتا ہے ایک آسان مثال عام فہم پیش کی جاتی ہے۔ کہ لفظ انسان یا البشر جس کو آدمی یا بندہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس طرح ممدوحین و مقربین خدا حضرت آدم سے لے کر سید الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر اطلاق ہوتا ہے اسی طرح فرعون و نمرود و شداد و ابوجہل و ابولہب دشمنان خدا پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے حالانکہ کجا شان رسل اولوالعزم اور کجا یہ ملعونین مغضوبین خدا مگر مطلق بشریت میں مشارکت کی وجہ سے یہ اطلاق ہوتا ہے علی ہذا القیاس لفظ شیعہ بمعنی گروہ و تابعدار و جیدار کے ہے اگر جناب محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف مضاف ہو تو ممدوح و مثاب علیہ ہے۔ اور اگر ائمہ ضلالت مصداق ائمۃ یدعون الی النار کے از قسم ثانی ہیں۔ اسی طرح لفظ سنت بمعنی طریقہ۔ رسم۔ دستور وغیرہ کے ہے دیکھو جملہ کتب لغت۔ منتہی الارب میں لکھا ہے سنت اللہ حکم خدا امر و نہی ہے مگر تاتیھم سنت الاولین ای معاینۃ العذاب اس جگہ سنت کا معنی عذاب دیکھنا ہے۔ اور دیکھو قد خلت سنۃ الاولین (پ ۱۴ ع) ترجمہ نذیر احمد یہ قرآن پر ایمان لانے والے نہیں اور یہ رسم (کچھ انوکھی نہیں) اگلوں (ہی) سے ہوتی چلی آئی ہے انتہی۔

(ترجمہ وحیدی) وہ قرآن پر ایمان نہ لاویں گے اور یہی طریقہ اگلوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ موضح القرآن میں محدث دہلوی بذیل اس آیت کے لکھتے ہیں بے شک یہ نری راہ ہے اگلوں کی یعنی مکہ کے لوگوں کا نبیؐ کو ساحر اور قرآن کو شعر اور قصہ کہنا یہ رسم اگلی قوموں کی ہے۔ انتہی۔ ثابت ہوا کہ سنت کا لفظ بھی اچھی اور بری دونوں جگہ پر مستعمل ہے۔ اسی طرح اور مقامات قرآن میں سنت الاولین کی تفسیر ملاحظہ ہو اور دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول ص۲۵ بروایت صحیح مسلم مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے بری سنت نکالی اس پر اس کے گناہ کے علاوہ اس کا گناہ بھی ہوگا۔ جو اس پر عمل کرے گا۔ سنتہً سیئتہً پر خوب غور کرو اور مشکوٰۃ ص۱۹ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ فصل اول میں بروایت بخاری نبیؐ سے مروی ہے۔ تین چیزیں خدا کے نزدیک بہت ناپسند ہیں ان میں سے ایک سنت الجاہلیت کو کو شمار فرمایا: ثابت ہوا کہ نہ لفظ شیعہ برا ہے اور نہ سنت۔ بھلائی یا برائی اس کی نسبت سے ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً، شیعۃ اللہ۔ شیعہ محمدؐ۔ شیعہ علیؑ۔ شیعہ ائمہ اہلبیت سب قابل مدح ہیں۔ اور شیعہ ائمہ ضلالت قابل ذم ہیں۔ چنانچہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی طرح سنت اللہ۔ سنتِ رسول اللہ۔ سنت ائمہ ہدیٰ قابل مدح ہیں اور سنت سیئہ۔ سنت ائمہ ضلالت قابل مذمت ہیں۔ شیعۃ اللہ کا کلمہ شاید مخالفین کو اجنبی یا ناگوار معلوم ہو تو اس کا ثبوت بھی ملاحظہ ہو۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ ص۶۲۳ تحت قولہ تعالیٰ فان حزب اللہ ھم الغالبون قال ابو العالیۃ شیعۃ اللہ۔ یعنی خدا کا گروہ خدا کا شیعہ ہے اور ابراہیم علیہ السلام پر شیعہ اطلاق کرنے کے سلسلہ میں ہم نے بریکٹ میں لکھا ہے۔ ہم بھی ملّت، ابراہیمی پر ہیں۔ لہذا شیعہ کا لقب ہمارے لئے موزوں ہے۔ اس کا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ ہو قرآن کریم۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا پارہ ۱۴ رکوع ۲۲۔ اور پارہ ۱۷ میں ہے ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین اور پ۱ ع۱۶ میں ہے قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا اور پ۴ ع۱ میں ہے۔

فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا اور کل انبیاء کے اصول شریعت ایک طرح کے ہیں دیکھو پ۲۵ سورہ شوریٰ ع۲ شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ۔ الآیۃ۔ اس طرح کل مدعیان اسلام کو شیعہ ہی کہلانا چاہیئے یعنی عوام کی اصطلاح پر کیونکہ خواص کے لئے تو اس بحث کو لکھا نہیں گیا۔ مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ص۱۶۳ میں ہے کہ لفظ شیعہ عرف فقہاء و متکلمین خلف اور سلف میں تابعداران حضرت علیؑ اور اس کی اولاد کے اوپر اطلاق ہوتا ہے۔ انتہی۔ انوار اللغۃ پ۲۱ ص۱۲۳ میں مولوی وحید الزمان بذیل حدیث انت و شیعتک راضین مرضیین کے فائدہ میں یوں لکھتے ہیں یہ حدیث شیعہ اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں مروی ہے اور اس میں صاف صراحت ہے کہ شیعیان علیؑ وہی ناجی اور مقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور مخالفین اور دشمنان علیؑ مبغوض بارگاہِ خداوندی اور تباہ ہونیوالے ہیں۔ (پھر کہا) اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ شیعہ علیؑ ایک قدیم فرقہ ہے جس کا ذکر خود آنحضرت صلعم نے کیا (پھر لکھا) سچے اہلحدیث اور اہل سنت شیعیان علیؑ مرتضیٰ ہیں نہ شیعہ معاویہؓ و من تبعہ انتہی ملخصاً ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

وقد غلط فی تفسیرہ کثیر من المتعصبین ولا نتصدی بجوابہ خوفا للاطناب وقالوا ان ھذا اللفظ یطلق علی الکفار والفساق و العصاۃ لا علی المؤمنین الصادقین، المطیعین للہ ورسولہ ومدار[1] ھذا الاعتراض قلۃ محبۃ اھل البیت وعدم تفضیلھم علی سائر الصحابۃ وذا لیس بمحدث حتی یکون بدعۃ بل کان قدیما۔ الم تسمع ماقال الطاعنون فی الامام الشافعی بترفضہ وما اجاب ھو مفتخرا بہ وھو مستغن عن بیاننا وسیاتی انشاء اللہ تعالٰی ھذا الاطلاق[2] فی القرن الاول یصدق علی اصحاب علیؑ خاصۃً کما فی التفسیر لابن جریر الطبری المسمّٰی بجامع البیان فی تفسیر القرآن الجزء الثلاثین طبع مصر باسنادہ عن محمد بن علی اولئک ھم خیر البریہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت یا علیؑ وشیعتک الخ

وکذا فی تفسیر فتح البیان وکذا فی تفسیر الدر المنثور اخرج ابن مردویہ عن علیؑ

قال

اور بہت متعصبین معاصرین نے اس آیت کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ جس کے مفصل جواب ذکر کرنے سے طوالت کا خوف مانع ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ صرف کفار اور فاسقین اور نافرمان لوگوں پر بولا جاتا ہے۔ مومنین صادقین خدا ورسول کے فرمانبرداروں پر نہیں بولا جاتا۔ اور شیعہ کے لفظ سے اعتراض محض بوجہ کمی محبت اہل بیت علیہم السلام اور باقی صحابہؓ پر ان کو افضل نہ جاننے کے سبب سے ہے۔ ورنہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ بدعت ہو بلکہ قدیم سے یہی چلا آتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ امام شافعیؒ پر رفض کا طعن کیا گیا تو انہوں نے کیا فخریہ جواب دیا جس کے بیان کی یہاں حاجت نہیں عنقریب انشاء اللہ لکھا جائے گا۔ یہ اطلاق لفظ شیعہ بالخصوص اصحاب علیؓ علیہ السلام پر قرن اول سے ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسا کہ تفسیر جامع البیان مؤلفہ امام ابن جریر طبری جزء ۳۰ صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ مصر میں اپنی اسناد سے لکھا ہے۔ محمد باقر بن علیؓ سے تفسیر آیت اولئک ھم خیر البریہ میں روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں۔ اسی طرح تفسیر فتح البیان مؤلفہ سید حسن خاں جزء ۱۰ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور اسی طرح تفسیر در منثور میں تحت آیت مذکورہ کے بروایت ابن مردویہ حضرت علیؑ

[1] یعنے جو تہمت لگائی جاتی ہے وہی مومنین کا فرض عین ہے اور وہی باعث فخر و نجات ہے۔ چنانچہ امام شافعی پر ترفض و تشیع کا طعن کیا گیا تو اس نے ایسا ہی جواب دیا۔ ۱۲ مترجم:

[2] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲ میں لکھا ہے۔ فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہل سنت وجماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند۔ یعنی جو مخلصین شیعہ تھے وہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کے مذہب پر تھے اور وہی اہل سنت وجماعت کے پیشوا ہیں۔ اور تحفہ کے صفحہ ۶ میں عبدالعزیز صاحب محدث یوں رقمطراز ہیں۔ وانشاء اللہ تعالیٰ دریں رسالہ مکشوف

باقی حاشیہ صفحہ پر

رسول اللہ صلعم لعلی انت وشیعتک وموعدے
وموعدکم الحوض وفیہ اخرج ابن
عساکر عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبیؐ
فاقبل علیؑ فقال النبیؐ والذی نفسی بیدہ
ان ھذا وشیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ
قال الحافظ العلامۃ ابن حجر الھیثمی المکی
فی الصواعق المحرقۃ اخرج الطبرانی قال
علیہ السلام یا علی انک ستقدم علی اللہ و
شیعتک راضین مرضین۔ وکذا فی اسعاف
الراغبین عن علی وابن عباس ص۱۵۶ وفی
الصواعق اخرج احمد فی المناقب انہ علیہ
السلام قال لعلیؑ اما ترضی انک معی فی الجنۃ
والحسن والحسین وذریتنا خلف ظھورنا و
شیعتک عن ایماننا وشمائلنا وکذا فی کنز العمال
وفیہ رواہ ابن عساکر عن علی وابن عدی

سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے علیؑ سے
فرمایا، تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں اور سب کے
لئے میرا وعدہ حوض کوثر کا ہے اور اسی در منثور جلد ۶
صفحہ ۳۷۹ میں ہے کہ ابن عساکر نے جابر بن
عبد اللہ سے روایت کی کہا ہم نبیؐ کے پاس حاضر
تھے کہ حضرت علی تشریف لائے۔ نبی صلعم فرمانے
لگے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں
میری روح ہے۔ یہ جو آرہا ہے قیامت کے دن یہ
اور اس کے شیعہ مراد پانے والے ہوں گے۔
حافظ علامہ ابن حجر ہیثمی مکی نے صواعق محرقہ مطبوعہ
مصر صفحہ ۹۲ میں کہا ہے طبرانی نے نبیؐ سے روایت
کیا فرمایا اے علیؑ تو اللہ تعالیٰ کے پاس بمعہ شیعہ
اپنے کے راضی خوشی آئیگا۔ اسی طرح اسعاف
الراغبین میں علیؑ اور ابن عباسؓ سے صفحہ ۱۵۶ پر
مرقوم ہے اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے۔

) خواہد شد کہ شیعہ اولی عبارت اند از جمیع مہاجرین وانصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب بغاۃ قیام ورزیدہ اند و بر تاویل قرآن جنگ کردہ اند چنانچہ ہمراہ رسول بر تنزیل، یعنی اولین شیعہ وہی سب مہاجرین وانصار ہیں جو باغیوں کے مقابلہ میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ ہو کر جنگ کرتے رہے (یہاں تو ہم کہتے ہیں۔ کہ جو علیؑ کے تابعدار تھے یا ہیں وہ شیعہ ہیں اور جو معاویہ وغیرہ باغیوں کے تابعدار ہوئے وہ سنی ہیں) اور تحفہ اثنا عشریہ ص۱۱ پر مؤلف موصوف لکھتے ہیں "فرقہ اول مخلصین اہل سنت و جماعت اند از صحابہؓ و تابعین کہ ملازم صحبت حضرت مرتضیٰ و ناصران خلافت او بودند از اخیار مہاجران وانصار وغیرہم ..." الخ یعنی فرقہ اول مخلصین اہل سنت و جماعت جو اکابر صحابہ و تابعین تھے۔ انہوں نے صحبت و خدمت حضرت علی مرتضیٰ کی اختیار کی اور ان کی خلافت میں اعانت کرتے رہے وہی برگزیدہ مہاجرین وانصار اور تابعین تھے۔ پھر ص۱۸ پر لکھا ہے (فائدہ) اول کسے کہ بہ شیعہ ملقب شد جماعہ از مہاجرین وانصار و تابعین ایشاں اند کہ متابعت و متابعت حضرت مرتضیٰ نمودند در وقتیکہ جناب ایشاں خلیفہ شدند و ملازمت ایشاں کردند و با محاربین ایشاں جنگ نمودند و مطیع اوامر و نواہی ایشاں ماندند و اینہا را شیعہ مخلصین نامند۔ یعنی اوّل اوّل جو جماعت شیعہ کے لقب سے ملقب ہوئی وہ جماعت مہاجرین وانصار اور مطیعین اوامر و نواہی جناب علیؑ کی تھی جن کو مخلصین شیعہ کہا جاتا ہے اور وہ ایسے تھے جو حضرت علیؑ کے مخالفین سے برسرپیکار تھے۔ انتہی۔ بس ہم بھی انہی۔ بقیہ حا

وفی الصواعق قال موسیٰ بن علی بن الحسین بن علیؑ وکان فاضلاً عن ابیہ عن جدہٖ انما شیعتنا من اطاع اللہ ورسولہٗ وعمل اعمالنا وفیہ اخرج الدار قطنی یا ابا الحسن اما انت وشیعتک فی الجنۃ ۔ الحدیث۔ قال الدار قطنی لھذا الحدیث عندنا طرقات کثیرۃ ثم اخرج عن ام سلمۃ فی حدیث یا علیؑ انت واصحابک فی الجنۃ انت وشیعتک فی الجنۃ وکذا فی کنز العمال وکذا فیہ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن علیؑ۔ وفیہ رواہ الخطیب وابن الجوزی فی الواھیات وفیہ محمد بن حجادہ

امام احمد نے مناقب میں روایت کیا کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا۔ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو اور حسنؑ اور حسینؑ مع اولاد ہماری کے ہمارے ساتھ بہشت میں ہوں گے۔ اور ہماری ازواج مومنہ ہماری ذریت کے پیچھے اور شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۸ میں بروایت مذکورہ ہے۔ اس کے علاوہ ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے اور ابن عدی اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ موسیٰؑ بن علی بن حسین بن علیؑ جو ایک فاضل امام ہیں۔ اپنے باپ دادا کے سلسلہ سے فرماتے ہیں کہ شیعہ ہمارے وہ ہیں جو اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کرتے اور اعمال کی متابعت کرتے ہیں۔ نیز اسی صفحہ ۹۶ میں بروایت دار قطنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے فرمایا اے ابوالحسنؑ تو اور تیرے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اور دار قطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی ہمارے پاس بہت اسنادیں ہیں پھر دار قطنی نے جناب ام سلمہ سے حدیث مرفوع میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یا علیؑ تو اور تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اسی طرح کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۷۵ میں بھی ہے۔ نیز اس کے جلد ۱ صفحہ ۸۱ میں بروایت ابو نعیم حلیہ میں حضرت علیؑ سے مثل اس

۱؎ لوگوں کو شیعہ کہتے ہیں جو اوامر و نواہی جناب امیرؑ کے مطیع اور مخالفین علیؑ کو دشمن سمجھیں اور ہاتھ یا زبان سے حتی الامکان ان مخالفین کے خلاف جنگ کریں۔ اور تحفہ کے صفحہ ۱۱ مطبوعہ نولکشورہ میں لکھا ہے " باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ اند در زمان سابق بشیعہ ملقب بودند وچوں غلاۃ وروافض وزیدیہ واسماعیلیہ باین لقب خود را ملقب کردند خوفاً عن الالتباس فرقہ سنیہ وتفضیلیہ خود را باہل سنت وجماعت ملقب کردند حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلان من الشیعۃ او من شیعۃ علی ؑ حالاً کہ او از رؤساء اہل سنت وجماعت است راست است۔ وفی تاریخ الواقدی والاستیعاب کثیر من ھذا الجنس " ۱۲ ملخصاً بعینہٖ۔ خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ سب کا نام اول شیعہ ہی تھا مگر جب روافض وزیدیہ وغیرہ نے اپنا نام شیعہ مشہور کیا تو اس کے بعد تمیز وشناخت کیلئے سنیوں نے اپنا نام اہل سنت وجماعت رکھ لیا الا کتب قدیمہ میں جو مرقوم ہے کہ فلاں شیعہ تھا یا شیعہ علی سے ہے حالانکہ وہ رئیس اہل سنت شمار ہوتا ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ استیعاب وغیرہ میں ایسے حضرات بہت مذکور ہیں۔ پھر صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے " شیعہ علیؑ در حقیقت اہل سنت وجماعت اند کہ در زمان سابق بہ شیعہ ملقب بودند چوں روافض

ثقة قالی فی التشیع روی لہ الشیخان۔ وفیہ شفاعتی لامتی من احب اھل بیتی وھم شیعتی۔ رواہ الخطیب عن علی۔ وفیہ فی روایۃ ظھور السفیانی فیقتلون شیعۃ ال محمد بالکوفۃ۔ وفیہ فی حدیث طویل فی جواب من سأل عن علیؑ علی ما قاتلت طلحۃ والزبیر قال علیؑ قاتلتھم علی نقضھم بیعتی وقتلھم شیعتی من المؤمنین۔ وفی الصواعق المحرقۃ لما تصالحا (ای الحسن والمعاویۃ) کتب بہ الحسن کتابا لمعاویۃ صورتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھٰذا ما صالح علیہ الحسن بن علی معاویۃ ابن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ المسلمین علی ان یعمل فیھا بکتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الخلفاء الراشدین المھدیین و لیس لمعاویۃ ابن ابی سفیان ان یعھد الی احد من بعدہ احدا بل یکون الامر من بعدہ شوریٰ بین المسلمین وعلی

کی مروی ہے اور اسی کنز العمال میں صفحہ مذکورہ پر ہے۔ کہ اس کو خطیب نے بھی روایت کیا۔ اور ابن الجوزی نے واہیات میں روایت کیا۔ اور اس کی اسناد میں محمد بن حجادہ راوی ثقہ ہے کچھ تشیع رکھتا تھا۔ مگر بخاری و مسلم نے بھی اس سے روایت لی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ میں ہے۔ رسول نے فرمایا ہماری شفاعت اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اور وہی ہمارے شیعہ ہیں۔ اس کو خطیب نے بروایت علیؑ نبی صلعم سے روایت کیا۔ اور اسی کتاب جلد ۶ صفحہ ۷ میں روایت ظہور سفیانی میں ذکر کیا۔ پس مخالفین اہل بیت شیعہ آل محمدؐ کو کوفہ میں قتل کریں گے اور اسی کتاب جلد ۸ صفحہ ۲۱۷ میں ایک طویل حدیث میں حضرت علیؑ نے اس شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا جس نے طلحہؓ و زبیرؓ سے جنگ کرنے کی وجہ دریافت کی تھی میں نے اس لئے جنگ کی انہوں نے میری بیعت توڑ دی تھی۔ اور میرے شیعہ مومنین کے قتل کرنے میں سعی کی تھی۔

"این لقب را بر خود قرار دادند اہل سنت ازیں لقب احتراز لازم شمردند"۔ مطلب وہی عبارت مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔ ۱۲ مترجم

لہ اسی طرح یہ حدیث تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۸۲ و نور الابصار صفحہ ۷۸ میں باسناد مکمل احمد سے بروایت زید ابن علی عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً مروی ہے اور نیز حدیث انت و شیعتک فی الجنۃ۔ نسیم الریاض شرح شفا عیاض طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۱۹ میں مع تفصیل و فوائد کثیرہ درج ہے۔ اس میں یہ بھی ہے ان ال محمد شیعتہ یعنی آل محمدؐ آپ کے شیعہ ہیں یعنی زیادہ تر تابعدار محمدؐ کے آپ کی آل پاک ہے ۱۲۔ مترجم ۵۲ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۶ طبع مصر میں ہے جب علی کوفہ میں آئے اور خوارج ان سے جدا ہو گئے تو حضرت علی کے پاس شیعہ ثابت قدم رہے اور انہوں نے کہا کہ ہماری گردنوں میں دوسری بیعت آپ کی ہو چکی ہے لہذا ہم آپ کے موالیوں اور دوستوں کو دوست رکھیں گے اور آپ کے دشمنوں کو دشمن سمجھیں گے۔ اس پر خوارج نے کہا کہ تم اس طرح کافر ہو گئے جیسے ۱۲ مترجم۔

ان اصحاب علیؑ وشیعتہ[له] امنوا علی
انفسهم واموالهم ونساءهم واولادهم
حیث کانوا الخ فی الکبریت الاحمر للشیخ
عبد القادر الجیلی المعروف بالغوث
الاعظم اللهم صل وسلم علیه وعلی
آلہ (الی ان قال) واتباعه واشیاعه
وفی دلائل الخیرات منزل الجمعة ،
اللهم صل علی محمد (الی ان قال)
واشیاعه ومحبیه ونبیه فی منزل
الخمیس واحشرنا فی اتباعه ای ،
غرالمحجلین واشیاعه السابقین
واصحاب الیمین یا ارحم الراحمین
وفی القصیدة المضریة لمولف
القصیدة البردة ؎
وصل رب علی الهادی وشیعته ؎
وصحبه من لطی الدین فی نشروا ؎

اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۱ و تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۲ میں ہے کہ صلح امام حسن اور معاویہ کے وقت صلح نامہ میں امام حسن سے معاویہ کی طرف لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ شرائط ہیں جن پر حسنؑ بن علیؑ معاویہ سے صلح فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا بادشاہ معاویہ ہوگا۔ اس طرح کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اور طریق خلفاء راشدین پر عمل کرے اور اپنے بعد اپنا کوئی ولیعہد نہ بنائے بلکہ مشورہ مسلمین پر چھوڑ دے۔ اور اس شرط پر کہ اصحاب علی اور شیعہ علیؑ کے جان و مال اور ان کے ازواج اور اولاد جہاں ہوں امن میں رہیں کوئی تکلیف انہیں نہ دی جائے۔ (ثابت ہوا کہ علیؑ کے تابعداروں کا نام شیعہ ہی چلا آتا ہے) اور کبریت احمر مرتبہ شیخ عبد القادر جیلانی معروف بہ غوث اعظم میں ہے۔ یا اللہ تو صلوٰۃ وسلام بھیج محمدؐ و آل محمدؐ پر حتیٰ کہ کہا سلام بھیج تابعداران و شیعیان محمدؐ پر۔ اور دلائل الخیرات کی منزل جمعہ میں ہے یا اللہ صلوٰۃ بھیج محمدؐ پر اور اس کے شیعیان و محبان پر۔ نیز اسی کی منزل خمیس میں ہے یا اللہ رسول خدا کے تابعداران اور شیعیان اولین اور اصحاب الیمین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر کر۔ اے سب سے زیادہ رحمت کرنے والے۔ اور قصیدہ مضریہ مولفہ صاحب قصیدہ بردہ مطبوعہ وظیفہ ابنقہ ملتانی میں ہے یا اللہ تو صلوٰۃ بھیج ہدایت کرنے والے نبیؐ اور ان کے شیعہ اور اصحاب پر جو اشاعت دین کے لئے منتشر فی الآفاق ہوگئے ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) [له] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۵ میں مدح انصار خود کے لئے رسولؐ نے فرمایا ہم شیعتی واصحابی رواہ الرامهرمزی فی الامثال والخطیب وابن عساکر والدیلمی عن عثمان یعنی انصار کی مدح میں رسولؐ نے فرمایا یہ میرے شیعہ اور میرے اصحاب ہیں ۱۲ مترجم۔

[له] استیعاب بر حاشیہ اصابہ طبع مصر بذیل ترجمہ بسر بن ارطاۃ لکھا ہے۔ لما وجہ معاویۃ بسر بن ارطاۃ لقتل شیعۃ علیؑ الخ معاویہ نے بسر کو شیعیان علیؑ کے قتل پر تعینات کیا تھا ۱۲ مترجم۔

فی الصراح[1] شیعۃ الرجل بالکسر اتباع والانصار، سردو ہوا داران اولاد فاطمہؑ علیہا السلام) مشایعۃ درپے کسے رفتن دکل قوم تبع بعضہم رای بعض فہم شیع. فی منتہی الارب شیعۃ الرجل بالکسر پیروان ویاران مردو گروہ واحد و تثنیہ و مذکر و مؤنث درو سے یکسانست وگروہے از ہواداران علیؑ و فاطمہؓ واولاد ایشاں وہو اسم لہم خاصًا. فی الغیاث عن المنتخب بمعنی اتباع والنصار. فی لغات فیروزی شیعہ قوم گروہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت علیؑ کو مانتا ہے اور اصحابؓ ثلاثہ کو نہیں مانتا شیعی منسوب بشیعہ علیؑ۔

فی مجمع البحرین ناقلاً عن القاموس شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ وانصارہ ویقع علی الواحد والاثنین والجمع والمذکر والمؤنث وقد غلب ہذا الاسم علی کل من یتولی علیا واہل بیتہ حتی صار اسما لہم خاصًا وکذا فی النہایۃ لابن الاثیر. فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج ابو سعد فی شرف المصطفےٰ عن الجعد بن قیس المرادی

لغت کی کتاب صراح میں ہے شیعہ آدمی کا تابعدار اور اس کا مددگار ہوتا ہے اور محبان اولاد فاطمہؓ علیہا السلام پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ مشایعت کسی کے پیچھے جانا اور ہر قوم جو بعض ان کا بعض کی رائے کی متابعت کرے پس وہ ان کے شیعہ کہلاتے ہیں

کتاب منتہی الارب فی لغات العرب میں ہے کہ شیعہ آدمی کے پیرو اور اس کے یار ہوتے ہیں۔ اور جمع۔ تثنیہ۔ مذکر۔ مؤنث۔ سب میں یکساں مستعمل ہوتا ہے۔ اور محبان جناب علیؑ و فاطمہؓ اور ان کی اولاد کے لئے یہ نام مخصوص ہو چکا ہے

غیاث اللغات میں منتخب سے نقل کیا ہے کہ شیعہ کے معنے تابعدار اور مددگار ہیں۔

لغات فیروزی میں ہے شیعہ کے معنے مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو حضرت علیؑ کو مانتا ہے اور اصحابؓ ثلاثہ کو نہیں مانتا۔ شیعی منسوب بشیعہ علیؑ۔

مجمع البحرین صفحہ ۵۳۹ میں قاموس جلد ۲ صفحہ ۵۲ سے منقول ہے۔ شیعہ کسی کے تابعدار مددگار کو کہتے ہیں۔ واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث۔ سب پہ بولا جاتا ہے۔ اور یہ نام محبان علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے لئے مخصوص ہو چکا ہے اور اسی طرح نہایہ (جلد ۲ صفحہ ۲۶۷) ابن اثیر میں ہے۔ اور خصائص

---

[1] کتاب التعریفات مؤلفہ سید شریف جرجانی مطبوعہ مصر صفحہ ۸۶ میں لکھا ہے لفظ شیعہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو علیؑ کے تابعدار ہیں اور علیؑ کو بعد رسول اللہ کے امام جانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ علیؑ خود اور آپ کی اولاد سے امامت نہیں نکل سکتی۔ شیعہ کا معنی کتب تفاسیر ولغت میں بالاتفاق یہی لکھا ہے جو صراح وغیرہ سے درج متن کیا گیا ہے دیکھو شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۶۲۲ و تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ و ملل والنحل شہرستانی طبع بمبئی جلد ۱ صفحہ ۶۷ و نسیم الریاض شرح شفا جلد ۳ صفحہ ۳۱ و جلد ۴ صفحہ ۱۹۳ اور نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ہے عرف میں لفظ شیعہ حضرت علیؑ کو افضل جاننے والوں کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے اور حصول المامول من علم الاصول مؤلفہ سید صدیق مطبوعہ باقی حاشیہ صفحہ پر دیکھو۔

قال اخرجنا اربعۃ انفس نرید الحج فی الجاھلیۃ فمررنا بواد من اودیۃ الیمن فلما اقبل اللیل استفدنا بعظیم الوادی وعقلنا رواحلنا فلما ھدأ اللیل ونام اصحابی اذا ھاتف من بعض ارجاء الوادی یقول لہ

الا ایھا الراکب المعرس بلّغوا اذا ما وقفتم بالحطیم وزمزما محمدن المبعوث منا تحیۃ تشیعۃ من حیث سار ویمما قولوا لہ انا لدینک شیعۃ بذالک اوصانا المسیح بن مریما ؛ فالاٰن نذکر اکابر الائمۃ واعاظم الامۃ من اھل السنۃ الذین نسبوا الی التشیع منھم الشافعی کما فی التدریب والصواعق ولمبالغۃ الشافعی فی حبھم ومدحھم رای فی حب اھل بیت النبیؐ ومدحھم صرح بانہ من شیعتھم حتی قیل کیت وکیت فاجاب عن ذٰلک ؏

ان کان رفضا حب ال محمد ؛
فلیشھد الثقلان انی رافض ؛

کبرٰی مؤلفہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۹ھ میں لکھا ہے کہ ابو سعد نے شرف المصطفٰی میں جعد بن قیس مرادی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہم چار آدمی حج کے لئے زمانہ جاہلیت میں نکلے۔ یمن کے جنگلوں سے ایک جنگل میں گئے جب رات آئی ہم ایک بڑے جنگل میں اترے اور ہم نے اپنی سواریوں کو باندھ دیا جب کچھ حصہ رات کا گذرا اور میرے ساتھی سو گئے اچانک ایک ہاتف نے اطراف جنگل سے آواز دی کہ اے سوار شب باش جب تم حرم اور زمزم کے پاس ٹھیرو جناب محمد پیغمبر خدا صلعم کو ہماری طرف سے ہدیہ سلام پہونچا دینا وہ تحفہ جو ہر حال میں ان کے تابع اور شامل ہر قصد سیر و آرام میں رہے اور ان کی خدمت میں عرض کر دینا وہ تحفہ جو ہر حال میں ان کے تابع اور شامل ہر قصد سیر و آرام میں رہے اور ان کی خدمت میں عرض کر دینا کہ ہم آپ کے دین کے شیعہ ہیں۔ ہم کو عیسٰی بن مریم علیہ السلام کی یہی وصیت ہے۔ پس اب ہم بڑے بڑے ائمہ اہل سنت کا ذکر کرتے ہیں جو شیعوں کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں جیسا کہ تدریب الراوی مؤلفہ سیوطی صفحہ ۲۰۹ اور صواعق صفحہ ۱۰۸ میں ہے کہ مبالغہ محبت اہل بیت کے سبب سے امام شافعی نے صراحت کہدیا تھا کہ میں شیعہ آل محمدؐ ہوں یہاں تک کہ اس کو کہا گیا جو کہا گیا۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ اگر محبت آل محمد سے رفض ہوتا ہے تو ہر دو عالم جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہو چکا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) مصر ص۱۱ میں ہے اطلاق لفظ میں معنی عرف کو معنے لغوی پر مقدم رکھا جاتا ہے کیونکہ مخاطبین کے نزدیک وہی متبادر و ظاہر ہوتا ہے ۱۲۔ مترجم۔

ﮯ تاریخ طبری مطبوعہ لندن جلد ۲ ص۳۶۸ و مطبوعہ مصر جلد ۶ ص۴۲ میں مروی ہے ولما خرجت الخوارج من الکوفۃ اتی علیا اصحابہ وشیعتہ فبایعوہ وقالوا نحن اولیاء من والیت واعداء من عادیت فشرط لھم فیہ سنۃ رسول اللہ ﷺ فجاءہ ربیعۃ ابن ابی باقی حاشیہ صفحہ ۲۶ دیکھو

ولہ ایضاً. ال النبی ذریعتی ÷ وھم الیہ وسیلتی ÷
ارجوا بھما اعطیٰ غداً. بیدی الیمین صحیفتی
ولہ ایضاً. قالوا ترفضتؑ قلت کلا. ما
الرفض دینی ولا اعتقادی لکن تولیت
غیر شک خیر امامٍ و خیر ھاد ان کان
حب الوصی رفضا ÷ فانی ارفض العباد ÷
والیضاً یا راکباً قف بالمحصب من منیٰ ÷
واھتف بساکن خیفھا والناھض ÷
سحراً اذا افاض الحجیج الیٰ منیٰ ÷
فیضاً کملتطم الفرات الفائض ÷
ان کان رفضاً حب ال محمد ÷ فلیشھد
الثقلان انی رافض ÷ قال البیھقی و
انما قال الشافعی ذلک حین نسبہ الخوارج
الی الرفض حسداً و بغیا. (وقد ترجم
العارف الجامی ھذہ الابیات فی
سلسلۃ الذھب) ولہ ایضا. وقد
قال المزنی انک رجل تولی اھل
البیت فلو عملت فی ھذا الباب
ابیاتا. فقال وما زال کتما منک حتیٰ ÷
برد جواب السائلین لد عجم ÷

اور اسی امام شافعی کے اشعار سے ہے. آل نبی
ہمارا ذریعہ اور وسیلہ ہیں. امید رکھتا ہوں کہ
ایسے وسیلہ سے کل قیامت کے دن اعمالنامہ
مجھے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا.

اسی شافعی کے اشعار سے صواعق صفحہ
۷۹ مطبوعہ مصر میں ہے لوگ کہتے ہیں کہ تو رافضی
بن گیا. میں کہتا ہوں کہ رافضی ہونا میرا دین و
اعتقاد نہیں مگر بلاشک میں نے اس کی دوستی
اختیار کی ہے جو بہت اچھا قابل امام اور بہت
بہتر ہدایت کرنے والا ہے. اور اگر وصیؑ رسول
صلعم کی محبت سے رافضی ہو جاتا ہوں تو سب
سے بڑا رافضی میں ہوں. نیز اسی کے اشعار سے
ہے. اے سوار جب تو منا میں کنکر مارنے کی جگہ
پہنچے تو ٹھہر کر مسجد خیف کے سب لوگوں میں منادی
کر دینا اور سحر کے وقت جب حاجی لوگ مثل موج
فرات کے یک لخط کوچ کریں تو اس وقت بھی یہی
منادی کر دینا کہ رفض محبت آل محمد میں ہے. تو
دونوں عالم گواہ ہوں کہ میں رافضی ہوں (یہ اشعار
شافعی کے تفسیر کبیر رازی جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ میں بھی
درج ہیں.) بیہقی نے کہا ہے کہ یہ اشعار شافعی
نے اس وقت کہے ہیں جبکہ خوارج نے ان کو حسد
سے بیجا طور پر رافضی کا خطاب دیا. اور انہی اشعار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) شداد الخثعمی وکان شھد
معہ الجمل والصفین ومعہ رایۃ خثعم فقال
لہ بایع علی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلعم فقال ربیعۃ علیٰ سنۃ ابی بکرؓ و عمرؓ قال لہ علیؑ ویلک
لو ان ابابکرؓ و عمرؓ عمل بغیر کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ لم یکونا علیٰ شیئ من الحق. الخ یعنی جب خوارج
کا ظہور ہوا تو جناب علیؑ کے شیعیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم آپ کے دوستوں کے
دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں. ربیعہ بن ابی شداد خثعمی جو جمل و صفین میں آپ کے ساتھ رہا تھا آیا حضرت علیؑ علیہ
السلام نے اس سے بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر بیعت طلب کی تو ربیعہ نے کہا سنت ابی بکرؓ و عمرؓ پر بیعت کرتا ہوں. حضرت

باقی حاشیہ صفحہ ۲۷ پر دیکھو

واکتم ودی مع صفاء مودتی ؛ لتسلم من قول الوشاۃ واسلم۔ ھذا کلہ فی الصواعق المحرقۃ ولہ ایضاً ہ
لو شق قلبی لبدا وسطہ ؛ سطران قد خطا بلا کاتب ؛ الشرع والتوحید فی جانب ؛ وحب اھل البیت فی جانب ؛ ان کنت فیما قلتہ کاذبا ؛ فلعنۃ اللہ علی الکاذب ؛ ولہ ایضاً ہ
اذا کان ذنبی حب ال محمد ؛ فذلک ذنب لست عنہ اتوب ؛ ولہ ایضاً ہ
یا اھلبیت رسول اللہ حبکم ؛ فرض من اللہ فی القراٰن انزلہ ؛ کفاکم من عظیم القدر انکم ؛ من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ ؛ و
قد نقل البیھقی عن الربیع بن سلیمان احد اصحاب الشافعی قصۃ طویلۃ و فی اٰخرھا قال رحمہ اللہ ہ
برئت الی المھیمن من اناس ؛ یرون الرفض حب الفاطمیہ ؛ علی اٰل الرسول صلوٰۃ ربی ؛ ولعنتہ لتلک الجاھلیہ ؛ قال محمد بن وھب ہ
لو یستطیعون من ذکری ابا حسن ؛ وفضلہ قطعونی بالسکاکین ؛

فارسی ترجمہ[^1] ملا جامی نے کتاب سلسلۃ الذہب صفحہ ۳۰۲ مطبوعہ نولکشور برحاشیہ نفحات الانس میں لکھا ہے نیز امام شافعی کے اور اشعار ہیں جو اس نے حسب خواہش مزنی کے کہے۔ جب اس سے مزنی نے کہا کہ تو اہل بیت کا محب آدمی ہے بہتر ہے کہ اس بارہ میں تو کوئی شعر سنا۔ امام شافعی نے یہ اشعار پڑھے ہمیشہ میں تم سے اس امر کو چھپاتا رہا۔ اور سوال کے جواب سے گونگا بنا رہا ہوں۔ اور میں نے باوجود صفائی محبت اہل بیت کے محبت کو چھپائے رکھا۔ تاکہ ہم دشمنوں کے طعن سے بچے رہیں۔ یہ سب اشعار صواعق محرقہ صفحہ ۷۹ مطبوعہ مصر میں لکھے ہیں نیز امام شافعی کے اشعار ہیں۔ کہ اگر میرے دل کو چیر کر اندر سے دیکھا جائے تو اس میں بلا کاتب دو سطریں لکھی ہوئی ملیں گی۔ ایک سطر شریعت اور توحید کی اور دوسری حب اہل بیت کی۔ اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور ایک دوسرے شعر میں کہا۔ اگر میرا گناہ حب آل محمدؐ ہے۔ تو میں کبھی اس گناہ سے توبہ نہیں کرتا۔ پھر اور اشعار میں کہا۔ اے اہل بیت رسول اللہ کے آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض[^2] ہے۔ جس کا حکم اس نے قرآن میں دیا ہے۔ آپ کی بلندی شان کے لئے اتنا کافی ہے۔ کہ جو آپ کی ذات پر درود نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) علیؑ نے فرمایا تجھ پر ہلاکت ہے۔ اگر حضرت ابوبکر و عمر کتاب اللہ و سنت رسول پر عمل نہ کرتے تھے تو وہ کچھ بھی حق پر نہ تھے الخ پھر ان کے نام لینے کی کیا ضرورت ہے اسی طرح امامۃ والسیاسۃ طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۰ میں بھی ہے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے تابعداروں کا نام ابتدا سے شیعہ ہی چلا آیا ہے اور ان سے تولا و تبرا پر ہی بیعت لی گئی تھی ۱۲ مترجم۔

[^2]: شافعی صاحب کے جملہ اشعار مندرجہ متن تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶ میں درج ہیں اور علاوہ بریں اس کے بعد کا شعر بھی انہی الفاظ ان کان حب الوصی رفضا الخ سے درج ہے جیسا کہ نصائح سے لکھا گیا ہے نہ لفظ حب الولی ہے جو صواعق

ولست اترك تفضيلي له ابدا
حتى الممات على رغم الملاعين
هذا كله في النصائح الكافيه صفحه ۱۸۸
وللشافعي:

الام الام وحتى متى اعاتب
في حب هذا الفتى فهل زوجت
فاطمة غيره وفي غيره هل اتى
هل اتى ومنهم الحاكم ابو عبد الله
النيشاپوري.

پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔

اور بیہقی نے ربیع بن سلیمان سے جو ایک اصحاب شافعی سے ہے ایک طویل قصے کو روایت کیا جس کے آخر میں شافعی کے اشعار منقول ہیں میں ان لوگوں سے بیزار ہوں[۱] جو محبت اولاد فاطمہؑ کو رفض جانتے ہیں۔ خدا کی رحمتیں اور صلوات آل رسولؐ پر نازل ہوں اور اس جاہلیت پر لعنت ہو جس سے اس کو رفض نام رکھتے ہیں۔ محمد بن وہب کہتے ہیں کہ اگر لوگ قادر ہوتے تو اس سبب سے کہ میں حضرت علیؑ کی فضیلت بیان کرتا ہوں مجھے چھری کانٹوں سے کاٹ کر ٹکڑے کر دیتے اور میں کبھی تفضیل حضرت مرتضیٰؑ نہیں چھوڑوں گا حتی کہ مرتے دم تک۔ بلکہ ان ملعونوں کی ناک رگڑتا رہوں گا۔ یہ سب مذکورہ بالا اشعار نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۸ میں ہیں۔ اور منجملہ اشعار شافعی کے یہ ہیں جو حاشیہ قرآن مجید مترجم سورہ دہر میں مولوی فرمان علی صاحب نے لکھے ہیں۔ اس اس جوان (علیؑ) کی محبت میں میں کب تک ملامت کیا جاؤں گا۔ اور اس جوان کی الفت میں کہاں تک مجھے عتاب کیا جائے گا۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ جناب فاطمہؑ کی (جو کہ سیدہ نساء عالمین ہیں) کسی اور[۲] سے شادی جائز سمجھی گئی۔ یا کسی اور کے حق میں سورہ ھل اتیٰ اتری ہے۔ اور منجملہ منسوب بہ تشیعہ لوگوں کے حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) میں ہے ۱۲ مترجم۔

[۲] یہ شعر حب الوصی کے لفظ سے نصائح کافیہ صفحہ ۸۷ میں مذکور ہے اور صواعق میں حب الولی لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل وصی کا لفظ ہے اور بہر حال حضرت علیؑ کو امام شافعی نے خیر الہادیین میں تسلیم کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہی کا قول و فعل مرجح و مقبول ہوگا۔ اور مخالف ان کا مجروح اور ساقط عن الاعتبار ہوگا۔ ۱۲ مترجم۔

[۳] وہ اشعار یہ ہیں (ترجمہ قول شافعی)

رفض گر ہست حب آل نبیؐ
دیگر رفض فرض ست بر ذکی و غبی
گر بود رفض حب آلِ رسولؐ
باقولا بجنا نداں تبولؐ
گو گواہ باش آدمی و پری ؛ کہ شدم من ز غیر رفض بری۔
کیش من رفض دین من رفض ست ؛ رفع من رفض و مابقی خفض ست۔ ۱۲ مترجم

صفحہ ہذا [۱] اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے زمانہ میں محبت آل رسول کو جرم سمجھا جاتا تھا اور کچھ وقت انہوں نے اس بارہ میں تقیہ سے بسر کیا ۱۲ مترجم۔ [۲] یہ دونوں اشعار صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۳ و صفحہ ۸۸ پر بھی ہیں ۱۲ مترجم [۳] شافعی صاحب کے قول و فعل سے عمل تبرا

باقی بر صفحہ

کما قال الخطیب البغدادی کان الحاکم ثقۃ وکان یمیل الی التشیع کذا قال المحدث عبد العزیز الدھلوی فی بستان المحدثین ۱ؐ وفی الشرح لشرح نخبۃ الفکر الحاکم وھو الذی احاط علمہ بجمیع الاحادیث المرویۃ متناً واسناداً وجرحاً وتعدیلاً وتاریخاً. کذا قال جماعۃ من المحققین ۱۲ حاشیہ حاشیہ نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر ص۲ نمبر۲۔ الحاکم ھو محمد بن عبد اللہ الحافظ المعروف صاحب المستدرک علی الصحیحین امام اھل حدیث فی عصرہ ص۳ نمبر۳ وسیاتی توثیقہ فی توثیق الکتب انشاء اللہ۔ ومنھم عبد الرزاق المحدث قال فی تقریب التھذیب عبد الرزاق ثقہ حافظ مصنف شھیر عمی فی اخرہ فتغیر وکان یتشیع۔ انتھیٰ وفی الحاشیہ ھو احد الائمۃ الاعلام الحفاظ وقال ابن عدی رحل الیہ ائمۃ المسلمین و

جیسا کہ خطیب بغدادی نے کہا کہ حاکم ثقہ شخص ہے البتہ وہ تشیع کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اسی طرح، عبد العزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے اور شرح نخبۃ الفکر میں ہے کہ حاکم وہ شخص ہے جس کا علم جمیع احادیث مرویہ کو محیط ہے بلحاظ متن و اسناد اور نیز بلحاظ جرح و تعدیل و تاریخ کے۔ اسی طرح محققین کی جماعت نے کہا ہے حاشیہ نخبۃ الفکر صفحہ ۲ نمبر ۲"۔

ایضاً اسی کتاب کے حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۳ پر اس طرح لکھا ہے۔ حاکم وہ محمد بن عبد اللہ حافظ معروف صاحب کتاب مستدرک ہے جس میں بخاری و مسلم کے شرائط پر اس نے احادیث صحیحہ جمع کی ہیں اور جو اپنے زمانہ میں اہلحدیث کا امام تھا اور اس کے اوصاف آئندہ زیادہ بیان کیے جائیں گے۔ اور منجملہ منسوب بہ شیعہ کے عبد الرزاق محدث بھی ہے۔ جیسا کہ تقریب التہذیب مؤلفہ ابن حجر صفحہ ۲۰۲ میں ہے۔ عبد الرزاق ثقہ حافظ مشہور مصنف ہے جو آخر عمر میں نابینا ہوا۔ اور کچھ متغیر ہو گیا۔ اور تشیع سے بھی نسبت رکھتا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔ ٭٭ کتب اہل سنت میں محقق ہے کہ شیخین کو باوجود درخواست کے تزویج جناب زہرا کا حکم نہ ہوا اور حضرت علی کو بحکم ایزدی تزویج کر دی ۱۲ مترجم ۵ منہج الوصول الیٰ اصطلاح احادیث الرسول السید الصدیق ص۱۲۵ میں ہے گو کہ حافظ ابن طاہر صاحب تذکرہ گفتہ کان ای الحاکم شدید التعصب للشیعۃ وکان یظھر التسنن فی التقدیم والخلافۃ وکان منحرفاً عن معاویۃ والادلۃ تتظاھر بذلک ولا یتغیر منہ۔ ذہبی زیادہ کردہ اما انحرافہ عن خصوم علی فظاھر واما امر الشیخین فمعظم لھما بکل حال فھو شیعی غال لا رافضی۔ انتھیٰ" حافظ ابن طاہر اور علامہ ذہبی کی عبارت سے ثابت ہے کہ حاکم محدث معاویہ وغیرہ مخالفین حضرت علیؑ سے بیزار اور شیعہ راسخ تھا مگر رافضی نہیں تھا ۱۲ مترجم۔ ۵؎ لفظ حافظ محدثین کی اصطلاح میں اس شخص پر بولا جاتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ حدیث با اسناد یاد ہو جیسے کہ حاکم اور عبد الرزاق ہیں۔ دیکھو حاشیہ شرح نخبۃ الفکر

ص۲ نمبر ۲۰۲ ۱۲ مترجم

ثقاتهم ولم نجد فيه بأساً الا انهم نسبوه الى التشيع۔ كذا فى الخلاصہ صہ ۱۲ ابوفن

فی بستان المحدثین عبد الرزاق صاحب مصنف در حفظ حدیث مشہور و مختار است۔ امام احمد حنبل و اسحٰق بن راہویہ و یحییٰ بن معین از روئے استفادہ حدیث کردہ اند و روایت او در صحاح ستہ واقع است و در وے ہیچ عیب نیافتہ مگر آنکہ فی الجملہ تشیع داشتہ اما غالی نہ بود۔ انتہیٰ۔

و فى النصرة الغيبية على الفرقة الشيعة ناقلاً من ميزان الاعتدال للذهبى يقول ابن معين سمعت من عبد الرزاق كلاماً يوماً فاستدللت به على تشيعه فقلت ان استاذيك الذين اخذت عنهم كلهم اصحاب سنة معمر و مالك و ابن جريج و سفيان و اوزاعى فممن اخذت هذا المذهب فقال قدم علينا جعفر بن سليمان الضبعى فرأيته فاضلاً حسن الهدى فاخذت هذا عنه وقد نقل الذهبى فى الميزان عن البخارى ما حدث عنه عبد الرزاق من كتابه فهو اصح وقال الحافظ ابن حجر العسقلانى فى مقدمة فتح البارى ما كان فى كتبه فهو صحيح وما ليس فى كتابه فانه كان يلقن فيتلقن۔ انتهى۔ فى الصواعق المحرقة وما احسن ما سلكه بعض الشيعة۔

اسی عبارت کے حاشیہ پر علامہ ابو الفن لکھتے ہیں کہ عبد الرزاق بڑے علمار ائمہ اور حفاظ حدیث سے ایک ہے۔ ابن عدی نے اس کے حق میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے بڑے امام اور ثقہ لوگ تعلم حدیث کے لئے اس کی طرف سفر کرتے تھے۔ اور ہم اس کی حدیث قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ ہاں علماء نے اس کو مذہب شیعہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی طرح کتاب خلاصہ میں ہے ۱۲۔ ابو فن۔

اور بستان المحدثین مؤلفہ شاہ عبد العزیز صفحہ ۷۴ میں ہے کہ عبد الرزاق صاحب مصنف حفظ حدیث میں مشہور اور پسندیدہ محدث ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ حدیث نے علم حدیث اسی عبد الرزاق سے سیکھا اور صحاح ستہ میں بھی اس سے احادیث کو روایت کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں پایا گیا۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ کچھ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ لیکن غالی شیعہ نہ تھا جو حد سے تجاوز کرتا بلکہ محقق تھا۔

(مقدمہ ابن خلدون طبع مصر صفحہ ۲۶ میں ہے۔

عبد الرزاق بن همام كان مشهوراً بالتشيع) رسالہ نصرۃ غیبیہ علی الفرقۃ الشیعہ مولفہ عبد الشکور لکھنوی صہ ۱۳۱ میں میزان الاعتدال علامہ ذہبی سے منقول ہے کہ ابن معین کہتا ہے میں نے ایک دن عبد الرزاق سے ایسا کلام سنا جس سے معلوم کیا کہ یہ شیعہ ہے تو میں نے اس سے کہا کہ تمہارے استاذ معمر اور مالک و ابن جریج و سفیان و اوزاعی سب اہل سنت ہیں۔ پس یہ تشیع تو نے کس سے سیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان

المنصفین[1] کعبد الرزاق۔ و منہم۔ عبد اللہ بن عبد القدوس التمیمی السعدی الکوفی صدوق رمی بالرفض کذا فی تقریب التہذیب (وثقہ الثوری و غیرہ) و فی خلاصۃ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال۔ قال البخاری صدوق و وثقہ ابن حبان و منہم عبد السلام بن صالح نزل بنیشاپور صدوق و کان یتشیع کذا فی تقریب التہذیب و فی اللآلی المصنوعۃ صالح ثقۃ و ثقۃ ابن معین وقال لیس ممن یکذب وقال غیرہ کان من المعدودین فی الزہد وقال فی المیزان رجل صالح الا انہ شیعی و منہم علی بن الجعد البغدادی قال فی التقریب ثقۃ ثبت رمی بالتشیع (وھو استاد البخاری و ابی داؤد) و فی التہذیب قال الجوزجانی ھو غال فی التشیع و منہم۔ علی بن بذیمۃ (وھو استاذ الاربع) ثقۃ رمی بالتشیع[3] کذا فی التقریب و کذا فی تفسیر ابن کثیر۔

ضبعی آئے اور میں نے ان کو فاضل اور ہدایت یافتہ پایا اور یہ انہی سے سیکھا۔ اور ذہبی نے میزان میں بخاری سے نقل کیا ہے وہ عبد الرزاق کے حق میں کہتا تھا کہ اگر وہ اپنی کتاب (مصنف) میں حدیث بیان کرے تو وہ بہت صحیح ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ جو کچھ عبد الرزاق کی کتب میں لکھا ہے وہ صحیح ہے اور جو اس کی کتاب میں نہیں اور زبانی کہے وہ کچھ سیکھا ہوا بیان کرتا ہے۔ انتہٰی۔

صواعق محرقہ صفحہ ۳۷ میں ہے کہ بعض منصف شیعوں نے مثل عبد الرزاق کے کیا خوب طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور منجملہ ان کے عبد اللہ ہے جس کی نسبت تقریب التہذیب صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے۔ عبد اللہ بن عبد القدوس تیمی سعدی کوفی سچا آدمی ہے۔ صرف رفض کی منسوب ہے (ثوری وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے) اور خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں ہے بخاری نے عبد اللہ مذکور کے حق میں کہا یہ سچا ہے اور ابن حبان نے بھی اس کو ثقہ کہا۔ اور منجملہ ان کے عبد السلام[2] ہے جس کو تقریب صفحہ ۲۰۴ میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ عبد السلام بن صالح سکونت پذیر نیشاپور سچا آدمی ہے اور تشیع رکھتا تھا

---

[1] اسوۃ الرسول جلد ۳ صـ۷ میں سید اولاد حیدر سیرۃ النبی شبلی نعمانی کے دیباچہ صـ۲۷ سے نقل کرتے ہیں عبد الرزاق ثقات محدثین میں ان کا شمار ہے مزاج میں کس قدر تشیع تھا ابن معین کہتے کہ عبد الرزاق ایسا ثقہ و معتمد ہے اگر (بالفرض) مرتد بھی ہو جائے تب بھی ہم ان کی حدیث ترک نہیں کر سکتے ۱۲ مترجم۔ [2] مولوی وحید الزمان صاحب مترجم صحاح ستہ فخریہ طور پر اپنے تئیں شیعہ علیؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں دیکھو حاشیہ صحیح بخاری مترجم پارہ ۱۹ صـ۳۵ مطبوعہ احمدی لاہور جس کی عبارت یہ ہے "شیعہ علیؑ یعنی حضرت علیؑ کے دوست اور ان سے محبت رکھنے

باقی حاشیہ صفحہ

ومنهم۔ ثعلبۃ بن یزید کوفی صدوق شیعی کذا فی التقریب۔ ومنهم۔ جابر بن یزید ضعیف رافضی کذا فی التقریب وهو استاذ ابی داؤد الترمذی وفی خلاصۃ التهذیب وثقہ الثوری وغیرہ وروی عنہ شعبۃ والسفیانان و هو من کبار علماء الشیعۃ۔ انتهیٰ قال المسلم فی صحیحہ باسناد سمعت جریرا یقول لقیت جابر بن یزید الجعفی فلم اکتب عنہ لانہ کان یؤمن بالرجعۃ۔ سمعت جابر بن یزید یقول عندی سبعون الف حدیث عن ابی جعفر عن النبیؐ کلها۔ انتهیٰ۔ وفی نیل الاوطار وفی اسنادہ جابر الجعفی وقد ضعفہ الجمهور ووثقہ الثوری ومنهم[۱۲] محمد بن اسحٰق نزیل العراق امام المغازی صدوق رمی بالتشیع کذا فی التقریب وفی الحاشیۃ روی عنہ

اور لآلی مصنوعہ میں علامہ جلال الدین سیوطی عبدالسلام مذکور کی نسبت یوں مدح سرا ہیں کہ عبدالسلام نیک آدمی اور ثقہ ہے۔ ابن معین نے اس کی ان الفاظ سے توثیق کی ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ پرہیزگاروں میں سے تھا۔ اور میزان میں کہا ہے۔ یہ نیک آدمی ہے مگر شیعہ ہے اور منجملہ ان کے علی بن جعد بغدادی بخاری و ابو داؤد کا استاد ہے۔ تقریب صفحہ ۲۶۹ میں اس کی نسبت یہ مرقوم ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر ہے صرف شیعت کی طرف منسوب ہے۔ اور تہذیب میں ہے کہ جوزجانی کہتا ہے۔ علی بن جعد غالی شیعہ ہے۔ اور منجملہ ان کے علی بن بذیمہ ہے جو بخاری و مسلم کے سوا دیگر محدثین صحاح اربعہ کا استاد ہے یہ ثقہ اور منسوب بہ تشیع ہے۔ جیسا کہ تقریب صفحہ ۲۶۹۔ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ میں ہے۔ اور شیعوں میں سے ثعلبہ بن یزید کوفی ہے سچا شیعہ ہے جیسا کہ تقریب صفحہ ۶۲ میں ہے اور شیعوں میں سے جابر بن یزید ہے جس کو رافضی ضعیف کے نام سے ابن حجر نے تقریب صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے اور وہ استاد ابی داؤد ترمذی کا ہے۔ خلاصۃ التہذیب میں ثوری وغیرہ سے اس کا ثقہ ہونا منقول ہے اور اس سے شعبہ اور ہر دو سفیان نے روایت کیا ہے اور یہ بڑے علماء شیعہ سے ہے۔ صحیح مسلم کی جلد اول ص۱۵ میں ہے اپنی اسناد سے ذکر کیا کہ میں نے جریر سے سنا وہ کہتا تھا میں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ کا) والے یا قیامت کے دن ہمارا حشر شیعہ علیؑ میں کر اور زندگی پھر ہمکو حضرت علی اور سب اہل بیت کی محبت پر قائم رکھ ۱۲ المترجم ۳ اصابہ فی تمیز الصحابہ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۳۲۹/۳۱۲ میں بذیل ترجمہ حجر بن عدی کے لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ کا صحابی ہے علیؑ کا مصاحب اور شیعیان علی سے تھا۔ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ حاضر رہا۔ روضۃ الصفاح جلد ۳ صفحہ ۴ میں ہے ذکر حجر بن عدی کہ از شیعہ امیر المؤمنین علیؑ بود ۱۲ المترجم۔ ۱۲ معلوم ہوا کہ جابر بن یزید جعفی کو بعض اہل سنت

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۴)

البخاری تعلیقاً والمسلم و
الاربع قال فی الخلاصۃ ھو احد
الائمۃ الاعلام لا سیما فی المغازی
والسیر وقال ابن شھاب لا یزال
بالمدینۃ علم جم ما کان فیھا
محمد بن اسحق وقال الامام احمد
ھو حسن الحدیث کذا قال المنذری
فی الترغیب والترھیب انہ حسن
الحدیث وقال امام الائمۃ رأیت
علی بن المدینی انہ یحتج بہ وقال
رئیس الحنفیۃ ابن الھمام فی
مواضع من فتح القدیر ھو امیر المؤمنین
فی الحدیث ثقۃ ثقۃ ثقۃ وکذا حسن
الامام الترمذی حدیثہ وقد احتج
بہ اصحاب الصحاح فکفاک بھم
شھیدا۔ الخ ومنھم جعفر بن زیاد
الاحمر الکوفی صدوق یتشیع کذا فی
التقریب۔ وقال ابو محمد الفنجابی علی
ھامش التقریب ھو استاذ ابی داؤد
والترمذی والنسائی قال ابو ذرعۃ
صدوق وقال النسائی لیس بہ بأس
کذا فی الخلاصۃ وغیرہ۔ انتھی۔

جابر بن یزید[1] جعفی سے سنا وہ کہتا تھا کہ ہمارے
پاس ستر ہزار حدیث امام جعفر صادق ؑ سے
ہے۔ جو سب نبی ؐ سے مروی ہیں اور نیل الاوطار
جلد ۲ صفحہ ۷۵ ۲ میں ہے۔ اس اسناد میں جابر
جعفی ہے بالتحقیق جمہور نے اسے ضعیف
سمجھا ہے مگر ثوری اس کو ثقہ کہتا ہے۔ نیز
شیعوں سے محمد بن اسحق باشندہ عراق امام
علم مغازی کا سچا آدمی اور منسوب بہ تشیع ہے
جیساکہ تقریب صفحہ ۲۱۳ میں ہے اور اس کے
حاشیہ میں ہے کہ وہ ایک بڑے امام علامہ ہیں
خصوصاً مغازی اور تاریخ میں اور ابن شہاب
نے کہ مدینہ میں بہت علم تھا جبکہ اس میں محمد بن
اسحق رہتے تھے اور امام احمد کہتے کہ اس کی
حدیث خوب ہے اسی طرح منذری نے ترغیب
وترہیب میں کہا ہے اور امام الائمہ نے کہا میں
نے علی بن المدینی کو دیکھا کہ وہ اس کے ساتھ حجت
پکڑتے تھے اور سردار حنفیہ ابن ہمام نے بہت
جگہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ وہ حدیث میں امیر
المؤمنین ہے ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے اور امام
ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا اور صحاح
والوں نے بھی اس سے حجت پکڑی ہے پس
تیرے لئے ان کی گواہی کافی ہے ۱۲۔ انتہیٰ من الخلاصہ

حاشیہ تقریب صفحہ ۳۱۳ نیز شیعوں میں سے جعفر بن ابی زیاد احمر کوفی ہے۔ سچا آدمی ہے تشیع بھی رکھتا

[1] ضعیف اور بعض ثقہ کہتے ہیں اور ستر ہزار حدیث جناب صادق ؑ سے جو مرفوع نبی سے ہے اس کے پاس تھی مگر اہل جماعت نے محض اس وجہ سے وہ احادیث اخذ نہ کیں کہ مسئلہ رجعت میں اس نے کیوں اہل بیت کی متابعت کی ہے اہل انصاف غور فرمائیں کہ کہاں تک ان کا دعویٰ محبت اہل بیت اور اتباع مذہب آل رسول کا صحیح ہے ۱۲۔ مترجم۔

[2] ومنہم ابن عباس تحفہ اثنا عشریہ کید ۷، صفحہ ۶۵ میں ہے و ابن عباس بالاجماع از شیعہ اولیٰ واز محبان باقی حاشیہ صفحہ

ومنهم الحسين فی التقريب الحسين بن الحسن الاشقر الفزاری الكوفی صدوق ويغلو فی التشيع من العاشرة مات سنة ثمان ومائتين. ومنهم سالم بن ابی حفصة فی الصواعق المحرقة واخرج الدارقطنی عن سالم بن ابی حفصة وهو شيعی لكنه ثقة ومنهم يحيی وفی حيوة الحيوان قال ابن خلكان كان يحيی بن يعمر تابعيًا عالمًا بالقران والنحو وكان شيعيا من الشيعة الاولی ويتشيع تشيعًا حسنًا يقول بتفضيل اهل البيت ؏ ومنهم الامام النسائی لما الّف الخصائص فی مناقب المرتضیٰ وقراٗه علیٰ اهل الدمشق علی المنبر فشيعوه وضربوه ضربًا شديدًا علیٰ خصيته فامر غلمانه بالارتحال الیٰ مكة فمات ثمه ودفن بين الصفا والمروة كما ذكر فی بستان المحدثين وغيره وههنا قصته وستاتی وسياتی توثيقه و غيرهم وقد عن صاحب مجمع البحرين

تھا۔ اسی طرح ہے تقریب ص۶۸ میں۔ اور کہا ابو محمد پنجابی نے حاشیہ تقریب میں کہ وہ استاد ابی داؤد اور ترمذی و نسائی کا ہے۔ اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ ثقہ شیعہ ہے اور ابوزرعہ نے کہا کہ سچا ہے۔ اور نسائی نے کہا اس کی حدیث میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح خلاصہ وغیرہ میں ہے۔

اور نیز شیعوں میں سے حسین بن حسن اشقر ہے۔ وہ فزاری کوفی سچا آدمی ہے مگر شیعہ غالی ہے دسویں درجہ کا ۲۰۸ھ میں فوت ہوا۔ تقریب صفحہ ۵۰ نیز ان شیعوں میں سے سالم بن ابی حفصہ ہے صواعق محرقہ صفحہ ۳۱ میں ہے کہ دار قطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے روایت کی ہے اور وہ شیعہ ہے۔ مگر ہے ثقہ ہے۔ اور نیز شیعوں میں سے یحییٰ بن یعمر ہے چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان مؤلفہ علامہ دمیری جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ و ۱۶۴ میں ہے ابن خلکان نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر تابعی عالم بالقران اور عالم نحو تھا اور شیعہ تھا لیکن پہلے زمانہ کے اچھے شیعوں سے تھا خوب تشیع رکھتا تھا کیونکہ اہل بیت کو سب سے افضل جانتا تھا۔ دنیز مالک اشتر کو تابعی اور شیعہ امیر المومنین لکھا حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۰۳) اور نیز ان منسوبین بہ تشیع میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔ گیا) ہم ناصران امیر المؤمنین است الخ اور تحفہ ص۲۵ میں بذکر خروج زید بن علی کے لکھا ہے۔ وجمع کثیر باو بیعت کرده از شیعہ مخلصین۔ امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ نیز تصویب رائے زید می نمود ۱۲ المترجم۔ ۱؎ غور کا مقام ہے کہ پہلے فضائل علی کے بیان کرنے میں زدوکوب بلکہ قتل کی نوبت آجاتی تھی تو اس امر کا کس قدر سخت انتظام چلا آیا ہے کہ مخالفین آل رسول کے فضائل نہ بیان کرنے جائیں اور اہل بیت کی شان سے سکوت رہے تاکہ مخالفین کی وقعت لوگوں کے دلوں میں بڑھے اور اہل بیت کی قدر رفتہ رفتہ کم سمجھی جائے۔ اسی وجہ سے صدیوں کا مضبوط انتظام اس قدر پشت بہ پشت اثر کر گیا ہے کہ آج ناحق کی صورت میں جلوہ نما ہوا ہے اور اصل حق ذرا غور طلب ہے

فی ادلۃ الفریقین نحو خمسین رجلاً رمی بالتشیع وروی عنھم فی الصحاح الست وھذا ھو القلیل انموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ عن البحر الکثیر والسلام۔

فقد ظھر مما ذکرنا ان اسم الشیعۃ قد اطلق فی القرون الاولیٰ علیٰ من احب عترۃ النبیؐ و علیؑ ومتبعیھم ولو کرہ الکافرون و انھم المتعصبون وتنفر عن الثقلین المتنفرون کما بینا من الصحیح المسلم عن روایۃ جابر بن یزید الجعفی انہ وان کان یعلم الاحادیث الصحیحۃ بسلسلۃ الذھب عن الجعفرؑ الصادق عن رسول اللہ نحو سبعین الف حدیث لکن لم یرو عنہ مسلم ولا اسناذ لا بسبب انہ یعتقد الرجعۃ تبعاً لاھل البیتؑ وکذلک کانوا لا یاخذون الروایۃ عمن النسب الیھم۔

میں سے امام نسائی ہیں جبکہ انہوں نے کتاب خصائص مناقب علی مرتضیٰؑ میں تالیف کی اور دمشق کے لوگوں کو ممبر پر سنائی تو اس پر ان کو لوگوں نے شیعہ کی نسبت دی[1]۔ اور بہت مارا کچھ ضرب خصیتیں پر لگائی پس امام مذکور نے اپنے ساتھیوں ملازموں کو امر کیا کہ مجھے مکہ کی طرف لے چلو وہ لے گئے اور مکہ میں اسی صدمہ سے فوت ہوئے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ اسی طرح لبنان المحدثین صفحہ ۱۱۱۔ اور نیز دوسری بہت سی کتب میں مرقوم ہے اور اس کی توثیق آگے بیان ہوگی اور ایک قصہ اس کے متعلق ذکر معاویہ میں بھی آئے گا۔ اور تاریخ ابن خلکان جلد ا صفحہ ۲۱ طبع مصر میں ہے کہا کہ نسائی تشیع رکھتا تھا۔ اور اس کے سوا اور لوگ بھی ایسے گذرے ہیں جو محدثگ اہل جماعت اور شیعہ میں سے ہیں۔ اور محدثین سنیوں نے ان سے روایات اخذ کی ہیں۔ مؤلف مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین نے قریباً پچاس آدمی رواۃ صحاح ستہ کا شیعہ ہونا لکھا ہے۔ یہ ہم نے جو لکھا ہے بہت میں سے تھوڑا سا نمونہ ہے اور ایک چلو پانی سے دریائے ذخار کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ والسلام

پس ہمارے مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا کہ قدیم زمانہ سے شیعہ کا نام محبین عترۃ نبیؐ اور ان کے تابعداروں پر بولنا مستعمل چلا آیا ہے اگرچہ اس کو بعض لوگ مکروہ سمجھیں یا متعصب لوگ اس نام کو عیب یا تہمت تصور

---

[1] غور کا مقام ہے کہ پہلے فضائل علیؑ کے بیان کرنے میں زدوکوب بلکہ قتل کی نوبت آجاتی تھی تو اس امر کا کس قدر سخت انتظام چلا آیا ہے کہ مخالفین آل رسولؐ کے فضائل بنا کر سنائے جائیں اور اہل بیتؑ کی فضائل سے سکوت رہے تاکہ مخالفین کی وقعت لوگوں کے دلوں میں بڑھے اور اہل بیتؑ کی قدر نسبتاً کم سمجھی جائے۔ اسی وجہ سے صدیوں کا مضبوط انتظام اس قدر پشت بہ پشت اثر کر گیا ہے کہ آج ناحق حق کی صورت میں جلوہ نما ہوا ہے اور اصل حق ذرا غور طلب ہے ۱۲ مترجم۔

والحق ان المراد من اهل الجماعة والسواد الاعظم هم الذين اتبعوا الثقلين وان قلّوا ونستدل على ما قلنا بما روی فی کنز العمال عن یحیی بن عبد الله بن الحسن عن ابیه قال کان علیؑ یخطب فقام الیه رجل فقال یا امیر المؤمنین اخبرنی من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن اهل البدعة فقال ویحك اما اذا سألتنی فافهم عنی ولا علیك ان لا تسئل عنها احد البعدی فاما اهل الجماعة فانا ومن اتبعنی و ان قلّوا وذلك الحق عن امر الله وعن امر رسوله فاما اهل الفرقة فالمخالفون لی ولمن اتبعنی وان کثروا واما اهل السنة المتمسکون بما سنة الله لهم ورسوله وان قلّوا۔ واما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله ولکتابه ولرسوله العاملون برایهم واهوائهم وان کثروا وقد معنی منهم الفرج الاول وبقیت افواج وعلی الله قصعها و استیصالها عن جذبة الارض ، الحدیث رواه وکیع . وفیه و فی

کریں یا ثقلین سے متنفر نفرت کریں۔ تنفر کی مثال یہ ہے جیسا کہ ہم نے صحیح مسلم سے روایت جابر بن یزید جعفی کا ذکر کیا ہے کہ وہ ستر ہزار حدیث امام جعفر صادقؑ کی مرفوع رسول اللہؐ جانتا تھا مگر بہ سبب اعتقاد رجعت بہ متابعت اہل بیت کے اس سے حدیث کو نہ مسلم نے اور نہ اس کے استاذ نے روایت کیا اسی طرح احتیاط کرتے تھے کہ جو راوی منسوب بطرف اہل بیتؑ ہوا اس سے حدیث نہ لی جائے۔

حق یہ ہے کہ مراد اہل جماعت اور سواد اعظم سے (جس کے اتباع کی تاکید مشہور ہے) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ثقلین کی متابعت کی ہو خواہ وہ تھوڑے افراد ہی کیوں نہ ہوں اور اس پر یعنی سواد اعظم کے قلیل ہونے پر اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں جو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۷۵ میں یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن سے مروی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جناب علیؑ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے سوال کیا یا امیر المؤمنین مجھے خبر دو اہل جماعت اور اہل فرقت سے اور اہل سنت اور اہل بدعت سے۔ پس حضرت علیؑ نے فرمایا افسوس ہے تیرے لئے اگر پوچھا ہے تو مجھ سے خوب سمجھ تاکہ پھر تیرے لئے میرے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو پس اہل جماعت تو میں اور میرے تابعدار ہیں اگرچہ شمار میں تھوڑے ہوں۔ اور یہی حق ہے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے حکم سے پس اہل فرقت ہمارے اور ہمارے متبعین کے مخالف ہیں اگرچہ تعداد میں بہت ہوں۔ اور اہل سنت وہ ہیں جو

ل شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۲ میں حدیث تفرق امت محمدؐ کے تذکرہ کے بعد تہتر ملت پر ہونے کے بارہ میں لکھا ہے وفی روایة علیکم بالسواد الاعظم وعن سفیانؒ لو ان فقیها واحدًا علی رأس جبل لکان هو الجماعة ومعناه انه حیث قام بما قام به الجماعة فکانه جماعة ومنه قوله تعالی ان ابراهیم کان امة ای وحده وقد قیل ولیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد یعنی سواد اعظم اور جماعت سے خواہ ایک فرد ہو۔ باقی صفحہ ۳۷ پر

روایۃ سلیم بن قیس العامری
قال العامری قال علیؑ السنۃ و
اللہ سنۃ محمد وآلہ والبدعۃ
ما فارقہا والجماعۃ واللہ مجامعۃ
اہل الحق وان قلّوا والفرقۃ مجامعۃ
اہل الباطل وان کثروا رواہ العسکری
وفی الصواعق المحرقۃ ومن ثم
لما ذہبت عنہم الخلافۃ الظاہرۃ
لکونہا صارت ملکا ولذا لم
تتم للحسن عوضوا عنہا بالخلافۃ
الباطنۃ حتی ذہب قوم الی ان
قطب الاولیاء فی کل زمن لا
یکون الا منہم وہکذا فی الشرف
المؤبد لآل محمد للشیخ یوسف بن اسماعیل
النبہانی ناقلاً عن العلامۃ الصبان
فی اسعاف الراغبین۔

سنت اللہ وسنت رسولؐ کو محکم پکڑیں اگرچہ قلیل آدمی ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو مخالف امر اللہ ورسول کے اپنے فکر و قیاس پر اپنی خواہش کے مطابق عمل کریں اگرچہ وہ بہت افراد ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے لوگوں سے ایک فوج گذر چکی ہے اور کئی فوجیں باقی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے ان فوجوں کا توڑنا اور ان کی بنیاد پشت زمین سے مٹانی اس کو وکیع نے روایت کیا ہے اور اسی کنز العمال جلد ا صفحہ ۹۶ میں ہے بروایت سلیم بن قیس عامری کے علیؑ نے فرمایا قسم بخدا سنت سے مراد سنت محمد وآل محمد ہے اور مراد بدعت سے اس کی مخالفت ومفارقت ہے اور بخدا جماعت سے مراد اہل حق کے ساتھ ہونا ہے اگرچہ تھوڑے ہوں اور تفرقہ سے مراد جھوٹے لوگوں کے ساتھ ہونا ہے اگرچہ وہ بہت ہی ہوں۔ اس حدیث کو عسکری نے روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۶ میں ہے اور اسی وجہ سے جب خلافت ظاہریہ اہل بیت سے جاتی رہی کیونکہ وہ صرف بادشاہی کا نمونہ تھا جو غیر کے ہاتھ میں رہا تو اس کے عوض خلافت باطنہ اہل بیت کے پاس چلی آئی ہے حتی کہ ایک حصہ امت کا قائل ہے کہ قطب الاولیاء ہر زمانہ میں صرف انہی سے ہوتا ہے۔ اور اسی طرح الشرف المؤبد لآل محمد مؤلفہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں اسعاف الراغبین مؤلفہ علامہ صبان سے منقول ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ کا) اہل حق مقصود ہے۔ چنانچہ سفیان سے مروی ہے کہ ایک فقیہ جو حق پر ہو۔ اور اکیلا ایک پہاڑ کے سر پر رہتا ہو تو وہی جماعت ہے کیونکہ قائم مقام جماعت کے حق پر وہی ہے جیسا کہ اکیلے ابراہیمؑ کو قرآن میں امت بولا گیا ہے اور جیسا کہ مشہور ہے ؎ اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں کہ تمام عالم کو ایک شخص میں جمع کر دے ۱۲ مترجم

وفي الشرف المؤبد ورأيت في شرح
المنادي الكبير على الجامع الصغير ما
نصه قال الحرالي سلسلة اهل الطريق
تنتهي من كل وجه من جهة المشائخ
والمريدين الى اهل البيت (ثم قال)
فرجع الكل الى علىؑ اولئك حزب الله
انتهى. وفي الصواعق وشيعته اي
شيعة علىؑ هم اهل السنة وبعد
ذكر اوصاف شيعته علي من المطالب
العالية قال ابن حجر نعلم ان هذا لا
توجد الا في اكابر العارفين الائمة
الوارثين فهؤلاء شيعة علىؑ واهل بيته
وفي كنز العمال لا تزال طائفة من
امتي على الحق ظاهرين لا يضرهم
من خالفهم حتى ياتي امر الله رواه
احمد في مسنده ومسلم وابوداؤد
والترمذي وابن ماجه عن ثوبان
وابن جرير عن معاويةؓ والطبراني و
عبد بن حميد عن زيد بن ارقم واحمد
والطبراني وسعيد بن منصور عن ابي
امامة والطبراني عن جابر بن سمرة
في رواية البخاري لا يزال ناس من امتي
الحديث رواه المغيرة بن شعبة. وفي
الميزان الكبرى للشعراني جلد ا ص۵۱
وكان سفيان الثوري يقول المراد
بالسواد الاعظم هم من كان من اهل
السنة والجماعة ولو واحدا فاعلم.

اور اسی الشرف المؤبد میں ہے کہ میں نے شرح
منادی الکبیر میں جو جامع صغیر پر لکھی ہے دیکھا ہے
اس میں منصوص ہے حرالی نے کہا کہ سلسلہ اہل تصوف
سب کا منتہی مشائخ و مریدوں سے اہلبیت پر ہوتا
ہے پھر کہا سب کا رجوع حضرت علی کی طرف ہے اور
وہی گروہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انتہی۔ اور صواعق
محرقہ صفحہ ۹۲ میں ہے کہ شیعہ علیؑ وہ اہل سنت ہی
ہیں اور بعد ذکر اوصاف شیعیان علیؑ کے کتاب مطالب
عالیہ سے نقل کر کے ابن حجر نے کہا ہے تو جانتا ہے
کہ یہ اوصاف بڑے عارفین ائمہ وارثین علوم کے سوا
کسی میں نہیں پائے جاتے پس شیعیان علیؑ و اہل
بیت کے یہی لوگ ہیں۔

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۳۵ میں ہے کہ ہمیشہ
میری امت سے ایک فرقہ حق پر ظاہر و غالب رہے
گا۔ اس کو مخالف ضرر نہیں پہنچائے گا حتیٰ کہ وقت
معین آ جائے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنے
مسند میں اور مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے
ثوبان سے و ابن جریر نے معاویہؓ سے طبرانی و عبد
بن حمید نے زید بن ارقم سے اور احمد و طبرانی و
سعید بن منصور نے ابی امامہ سے (اور طبرانی و حاکم
نے عمر سے) اور طبرانی نے جابر بن سمرہ سے روایت
کیا۔ اور بخاری میں روایت ہے کہ ہمیشہ کچھ لوگ
میری امت میں سے حق پر ہوں گے اس کو مغیرہ
بن شعبہ نے روایت کیا۔

اور میزان کبریٰ مؤلفہ علامہ شعرانی جلد ا صفحہ
۵۱ میں ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے مراد
سواد اعظم سے وہ لوگ ہیں جو سنت پر جماعت

ذلک انتھی۔ وفی النصائح الکافیۃ قال ابن القیم فی اغاثۃ اللھفان قال ابو محمد المعروف بابی شامۃ فی کتاب الحوادث والبدع حیث جاء الامر بلزوم الجماعۃ فالمراد بہ لزوم الحق واتباعہ وان کان المتمسک بہ قلیلا والمخالف لہ کثیرا الان الحق ھو الذی کانت علیہ الجماعۃ الاولی من عھد النبیؐ واصحابہ ولا نظروا الی کثرۃ اھل الباطل بعدھم۔ انتھی۔ وفیہ عنہ قال ابن مسعودؓ الجماعۃ

حق کے ساتھ ہوں خواہ ایک ہی ہو خوب سمجھ لو اس کو۔ انتہیٰ۔

اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۲ میں ہے کہ ابن قیم نے اغاثۃ اللھفان میں کہا ہے ابو محمد معروف بہ ابو شامہ نے کتاب حوادث والبدع میں کہا ہے جس جگہ امر لزوم بہ جماعت کا آیا ہے وہاں مراد لزوم حق اور اتباع ان حق سے ہے اگرچہ حق کو پکڑنے والے تھوڑے لوگ ہوں اور مخالفین بہت ہوں کیونکہ حق وہی ہے جس پر پہلی جماعت زمانہ نبیؐ اور صحابہ کے زمانہ کی تھی اس کے بعد کی کثرت اہل باطل پر نظر نہیں کی جائے گی۔ انتہیٰ۔

اور نصائح صفحہ ۱۸۳ میں ابن قیم سے لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا جماعت وہ ہے جو حق کے

لہ جماعت اہل حق کی ہے گو قلیل ہوں۔ جو خطبہ جناب امیر علیہ السلام بروایت وکیع کنز العمال سے ہے۔ اسی طرح شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی ص۵۳ میں ہے اور نہج البلاغہ مطبوعہ ایران ص۹۵ خطبہ فبعث محمداً بالحق لیخرج عبادہ میں جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہے فاجتمع القوم علی الفرقۃ وافترقوا عن الجماعۃ کانھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب امامھم فلم یبق عندھم منہ الا اسمہ ولا یعرفون الا خطہ یعنی قوم جماعت حق سے جدا ہونے پر مجتمع ہو گئی ہے۔ ایسی کہ کتاب خدا کے پیشوا یہ معلوم ہوتے ہیں نہ یہ کہ کتاب ان کی پیشوا ہو۔ تو ان کے پاس کتاب کا فقط نام اور خط رہ گیا ہے نہ یہ کہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اجماع جماعت کثیرہ کا بہ خلاف جماعت حق کے اگرچہ کم تھے جضرت علیؓ کے نزدیک جھوٹا اور ناقابل التفات تھا۔ اس کی تشریح جناب امیر علیہ السلام کے دوسرے خطبہ میں ہے دیکھو معانی الاخبار صفحہ ۵ فرمایا الجماعۃ اھل الحق وان کانوا قلیلا والفرقۃ اھل الباطل وان کانوا کثیرا اور نہج البلاغہ صفحہ ۲۵۹ میں ہے ذہب اللّٰہ اولئک واللّٰہ الاقلون عددا والاعظمون قدرا۔ ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے کہ جماعت سے مراد اہل حق ہیں اگرچہ قلیل ہوں۔ اور فرقہ سے مراد اہل باطل ہیں اگرچہ کثیر ہوں اور حلفیہ فرمایا کہ وہی عدد کے لحاظ سے قلیل ہیں مگر مرتبہ کے لحاظ سے بڑے ہیں۔ اور سنیوں کے سنن ابن ماجہ جو صحاح ستہ سے ہے مترجم وحیدی جلد ۳ صفحہ ۲۵۹ باب السواد الاعظم حدیث فعلیکم بالسواد الاعظم کے تحت لکھا ہے۔ بعضوں نے لکھا سواد اعظم سے وہ فرقہ مراد ہے جو حق پر ہو اگرچہ ان کا عدد کم ہو اور یہی قریب الی القیاس ہے اس لئے کہ دوسری حدیثوں میں اشارہ ہے۔ باقی حاشیہ

اگلے صفحہ پر

ما وافق الحق وان كنت وحدك. الخ۔
وفی الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد
الاکابر لامام الشعرانی وکان سفیان الثوری
یقول اہل السنة والجماعة ہم من کان
علی الحق ولو واحدًا وکذلک کان یقول
اذا سئل عن السواد الاعظم من ہم
وکذلک یقول الامام البیہقی. انتہٰی۔
فی النصائح الکافیة قال ابن القیم سئل
بعض اہل العلم عن السواد الاعظم الذین
جاء فیہما الحدیث اذا اختلف الناس
فعلیکم بالسواد الاعظم فقال محمد بن
اسلم الطوسی واللہ فان العصر اذا کان
فیہ عارف بالسنة داع الیہا فہو الحجة

موافق ہو خواہ تم ایک ہی ہو الخ۔ اور کتاب یواقیت و
الجواہر فی بیان عقائد الاکابر مؤلفہ علامہ شعرانی جلد ا
صفحہ ۳ میں ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے اہل سنت
وجماعت وہ ہیں جو حق پر ہوں اگرچہ ایک ہی بشر
ہو اور اسی طرح امام بیہقی بھی کہتا تھا۔ انتہٰی۔
نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۳ میں بھی یہی مضمون
بالا درج ہے۔ اسی طرح کہ بعض اہل علم سے سواد
اعظم کا سوال ہوا جو حدیث میں ہے کہ بوقت اختلاف
کے سواد اعظم کے ساتھ ہو جاؤ تو محمد بن اسلم طوسی
نے جواب دیا کہ سواد اعظم اور اجماع اور سبیل المومنین
ایک ہے خدا کی قسم جبکہ زمانہ میں ایک عارف بالسنۃ
داعی الی الحق موجود ہو تو وہی حجۃ خدا ہے اور وہی
سواد اعظم و اجماع و سبیل المومنین ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ۱۲ آخیر زمانہ میں فساد پھیل جانے کا اور متبعین حق کے کم ہونے کا اور بعضوں نے یہ مطلب کہا ہے کہ جو فرقہ حق پر ہو۔ اس میں اگر اختلاف واقع ہو۔ کسی مسئلہ میں تو سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرنا چاہیئے کیونکہ جب اہل حق میں سے اکثر لوگ اس طرف گئے ہیں تو گمان غالب ہوتا ہے کہ حق انہی کی طرف ہوگا۔ بالجملہ یہ حدیث مشکل ہے۔ بعض حالتوں میں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخالفین حق کی جماعت کثیر ہو جاتی ہے حالانکہ ان کی اتباع کسی طرح جائز نہیں۔ مثلاً بنی امیہ کے زمانہ میں اہلبیت نبوی کے محبین کی جماعت قلیل تھی اور مبغضین کی زیادہ تھی حالانکہ حق محبین کی طرف تھا۔ اور یہ اشکال اسی طرح رفع ہوتا ہے کہ کل جماعت مراد لی جائے آنحضرت صلعم کے مبارک عہد سے اس عہد تک جس میں اختلاف واقع ہو۔ الخ اسی طرح علامہ مولوی وحید الزمان سنی کی کتاب انوار اللغۃ پارہ ۱۲ باب ۱۶۱/۱۵۸ مطبوعہ بنگلور میں ہے کہ سواد اعظم سے جماعت مراد ہے جو حق پر ہو اگرچہ اس کی تعداد قلیل ہو اور یہی صحیح ہے۔ (پھر کہا) ایک ہی شخص متبع سنت رہ جائے تو وہ سواد اعظم ہے۔ کس لئے کہ اگر تعداد کی کثرت کا اعتبار ہو تو ہر زمانہ میں فاسق اور فاجر اور بدکاروں اور کافروں کی کثرت ہوتی ہے۔ اور ان کی جماعت کثیر رہی ہے۔ اور اچھے اور نیک لوگ کم رہے ہیں۔ جیسے قرآن میں ہے وقلیل من عبادی الشکور۔ انتہی۔ وکذا فی تفسیر روح البیان جلد ا ص ۳۸۴ متن فلک میں آیات مثال کے طور پر لکھی ہیں۔ علاوہ بریں در حقیقت کی دلیل نہیں۔ اور تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۸ ص ۲۸۲ میں بذیل قولہ تعالیٰ وتعیہا اذن واعیۃ لکھا ہے۔ ان الاذن الواحدة اذا وعت وعقلت عن اللہ تعالیٰ فہی السواد الاعظم عند اللہ وان ما سواہا لایلتفت الیہم وان امتلاء منہم۔ یعنی ایک شخص کا کان جو خدا سے سمجھ کر حق کو محفوظ رکھے وہی خدا کے نزدیک سواد اعظم ہے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

هو السواد الاعظم و هو الاجماع و هو سبیل المؤمنین الخ۔ وفی الانصاف فی بیان سبب الاختلاف لولی الله الدهلوی فان لله طائفة من عباده لا یضرهم من خذلهم وهم حجة الله فی ارضه وان قلوا۔ انتهی۔

وفی کنز العمال انکم تکونون علی ثلثین و سبعین فرقة کلها ضالة الا الاسلام و جماعتهم رواه الحاکم عن کثیر بن عبد الله۔

وفی فتح الباری شرح الصحیح البخاری عن عروة قال انه کان یتلو قوله تعالی انک میت و انهم میتون والناس لا یلتفتون الیه وکان اکثر الصحابة علی

اور کتاب انصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۹۵ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا ایک فرقہ ہمیشہ زمین خدا میں حجت الٰہی چلا آتا ہے جن کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا کہ مٹ جائیں اگرچہ وہ گروہ تھوڑا ہی ہو۔ انتہیٰ۔ اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۵ میں حدیث ہے کہ تم تہتر فرقے ہو جاؤ گے سب گمراہ ہوں گے مگر اسلام اور اس کی جماعت حق ناجی ہوگی اس حدیث کو حاکم نے کثیر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۰۷ میں ہے کہ عروہ پڑھتا تھا آیت انک میت الآیہ یعنی تو بھی فوت ہونے والا ہے اور وہ سب مرنے والے ہیں لیکن لوگ اس کی طرف خیال نہ کرتے تھے اور اکثر صحابہؓ اس کے برخلاف تھے پس اس سے ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰ کا) اور ماسوا اس کے جتنے ہوں گے اگرچہ سارا جہان اس سے پر ہو جائے قابل التفات نہیں ہیں۔ اور انارۃ البصائر جلد ۴ ص۳۷۷ میں تفسیر کشاف سے بھی اسی طرح منقول ہے اور تفسیر کبیر طبع مصر جلد ۴ ص۲۵۲ تحت قولہ تعالیٰ لا تتبعوا السبل فتفرق بکم لکھا ہے فیجب الحکم بان کل کثیر باطل ولکن لا یلزم ان یکون کل باطل کثیرا الخ یعنے یہ حکم تو ضروری ثابت ہے ہر کثیر باطل ہے لیکن یہ لازم نہیں کہ ہر باطل کثیر ہو مطلب کبھی تھوڑا بھی ہوتا ہے۔ مگر جو بہت ہوتا ہے وہ لازمی طور پر باطل ہوتا ہے حصول المامول فی علم الاصول مطبوعہ مصر ص۶۷ میں سید صدیق لکھتے ہیں ایک فرد کو امت کہا جاتا ہے جیسے ابراہیمؑ کو کان امة کہا گیا ہے اس کو صفی ہندی نے اکثر علماء سے نقل کیا ہے۔ اور اسی کو زرکشی نے بحر میں نقل کیا ہے اور اسی پر ابن شریح نے کتاب الواقع میں یقین کیا ہے ۱۲ مترجم

۱؎ کتاب شیعہ معانی الاخبار ابن بابویہ مطبوعہ ایران باب ۴۱ میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ سے جماعت لازم التمسک کا سوال کیا گیا تو فرمایا جماعت میری امت کے اہل حق ہیں اگرچہ کم تعداد میں ہوں اور دوسری اسناد سے ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں جماعت امت سے مراد وہ ہیں جو حق پر ہوں اگرچہ دس آدمی ہوں اسی طرح حضرت علیؑ سے باسناد معانی الاخبار باب مذکور میں مروی ہے کہ علیؑ نے فرمایا جماعت سے اہل حق مراد ہیں اگرچہ کم تعداد کے ہوں۔ اور فرقہ سے مراد اہل باطل ہیں اگرچہ زیادہ ہوں۔ ۱۲ مترجم۔

خلاف ذلك فيوخذ منه ان الاقل عدداً
في الاجتهاد وقد يصيب و يخطئ الاكثر
فلا يتعين الترجيح بالاكثر ولا سيما ان
ظهر ان بعضهم قلد بعضاً۔ انتهى۔
وفي كنز العمال تكون بين الناس فرقة
واختلاف فيكون هذا و اصحابه على
الحق يعني عليا رواه الطبراني عن كعب
بن عجرة الحق مع ذا الحق مع ذا يعني عليا
رواه ابو يعلى و سعيد بن ابي منصور عن
ابي سعيد۔ انتهى۔ وفي التفسير الكبير قال
اللهم ادر الحق مع عليؑ حيث دار۔ انتهى
وفي القرآن الكريم بل اكثرهم لا
يؤمنون" واكثرهم الفاسقون وان
اكثركم فاسقون" واكثرهم لا يعقلون"
ولكن اكثر الناس لا يؤمنون" ،، وان تطع
اكثر من في الارض يضلوك" وما اكثر
الناس ولو حرصت بمؤمنين"
ولقد ضل قبلهم اكثر الاولين"
بل اكثرهم لا يعلمون" ،، وما كان
اكثرهم مؤمنين" ،، كان اكثرهم
مشركين" ،، ولا تجد اكثرهم شاكرين"
،، وقليل من عبادي الشكور" ،، وان
وجدنا اكثرهم لفاسقين"
،، لكن اكثرهم للحق كارهون"
،، لاحتنكن ذريته الا قليلا" ،، كم
من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة
باذن الله"

ہوتا ہے کہ تعداد میں تھوڑے مجتہدین کبھی صواب
رائے پر ہوتے ہیں اور اکثر خطا کر جاتے ہیں پس اکثر
ہونے سے ترجیح ضروری نہیں ہوتی خصوصاً جب یہ
بھی ظاہر ہو جائے کہ ایک دوسرے کے مقلد ہو کر
کثیر ہو گئے ہیں۔ انتہی۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷
میں ہے کہ لوگوں میں فرقہ بندی اور اختلاف پیدا
ہو جائے گا۔ پس یہ اور اس کے اصحاب حق پر ہوں
گے یعنی علیؑ اور متبع ان کے حق پر ہوں گے اس کو
طبرانی نے کعب بن عجرہ سے روایت کیا اور فرمایا
حق اسی کے ساتھ ہے یعنی علیؑ کے ساتھ اس حدیث
کو ابو یعلی اور سعید بن منصور نے ابی سعید سے روایت
کیا۔ انتہی۔ اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ میں ہے کہ
رسولؐ نے فرمایا خدایا حق کو اسی طرف پھیر جس طرف
علیؑ پھرے۔ اور قرآن کریم میں بہت جگہ قلت و کثرت
کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا۔ بلکہ اکثر ان کے ایمان نہیں لاتے
اور اکثر ان کے فاسق ہیں۔ اور اکثر تمہارے فاسق ہیں۔
اور اکثر ان کے عقل نہیں رکھتے یعنی نہیں سمجھتے۔ اور
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور اکثر لوگ مومن نہیں
ہوتے۔ اور اگر تو اکثر زمین کے باشندوں کی فرمانبرداری
کرے تو تجھے گمراہ کر دیں گے۔ اور اگر تو حرص کرے
مگر اکثر لوگ مومن نہیں بنتے۔ اور تحقیق ان سے پہلے
بھی اکثر گمراہ رہے تھے اور بلکہ اکثر نہیں جانتے
اور اکثر ان سے ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور
اکثر ان کے مشرکین ہیں۔ اور اکثر کو تو شکر کرنے والا
نہ پائے گا۔ اور میرے بندوں سے شکر کرنیوالے
تھوڑے ہیں۔ اور ہم نے بہت کو فاسق پایا۔
اور لیکن اکثر ان کے حق کو ناپسند کرتے ہیں۔

" وقلیل ما ھم" سورہ ص پ ۲۳۔
" قال رجل مؤمن من اٰلِ فرعون
یکتم ایمانہ" وما اٰمن معہ الا
قلیل" وما وجدنا لاکثرھم من
عھد" وما یؤمن اکثرھم باللہ الا
وھم مشرکون" وکثیر منھم
ساء ما یعملون" وکثیر حق علیہ
العذاب" وکثیر منھم فاسقون"
ضلوا واضلوا کثیرًا من الناس عن
اٰیاتنا لغافلون" وان کثیرا من الناس
لفاسقون" وتریٰ کثیرا منھم یتولون
الذین کفروا" قل لا یستوی الخبیث
والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث"
قلیلاً ما تذکرون" قلیلا ما تشکرون"
" ثم تولیتم الا قلیلا" " لاتبعتم الشیطٰن
الا قلیلاً۔ فما وجدنا فیھا غیر بیتٍ
من المسلمین" فی ھٰذہ الاٰیات کلھا
مذمۃ للاکثر فلا تغتر بہ وانظر فی
کل مغازی النبیؐ الیٰ فوجہ علیہ السلام
وافواج الکفار الیھم اکثر عددًا ثم
ارجع البصر کرتین الیٰ محاربۃ سیّد
الشھداء القتیل بکربلاء وافواج الاشقیاءُ
لعنھم اللہ ینقلب الیک البصر خاسئًا
وھو حسیر۔ الحمد للہ سبحانہ فقد
ظھر الحق واندفع الشک ان اھل
السنۃ واھل الجماعۃ والفرقۃ الناجیہ
واھل الحق والسواد الاعظم و شیعۃ

(اور شیطان سے حکایتہً فرمایا) میں اولاد آدم کا ستیا
ناس کر دوں گا مگر تھوڑے آدمی میرے شر سے
بچ جائیں گے۔ اور تھوڑا گروہ بہت گروہ پر بحکم خدا
غالب آجاتا ہے۔ اور ایمان دار نیک عمل کرنیوالے
تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ اور ایک مومن آل فرعون
میں سے تھا جو ایمان کو چھپا رکھتا تھا جس نے کہا
اور ایمان نوحؑ کے ساتھ لائے مگر تھوڑے آدمی۔
اور اکثر کو ہم نے وفادار وعدہ کا نہ پایا؛ اور اکثر خدا کے
ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر مشرک ہی رہتے ہیں؛ یعنی
مخلص مومن نہیں ہوتے بلکہ شرک کو مخلوط رکھتے ہیں
اور بہت لوگ ان میں سے برے عمل کرتے ہیں؛
اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب محقق ہو چکا ہے۔ اور بہت
ان میں سے فاسق ہیں۔ اور خود گمراہ ہوئے اور بہت کو
گمراہ کیا۔ اور تحقیق بہت لوگوں میں سے وہ ہیں جو ہماری
آیات سے غافل ہیں۔ اور تحقیق بہت لوگوں میں سے
ضرور فاسق ہیں؛ اور بہت کو ان میں سے تو ایسا دیکھے
گا۔ جو کفار کے دوستدار ہیں۔ اور کہدے اے رسولؐ
کہ پلید اور پاک برابر نہیں ہوتے اگرچہ پلید کا بہت
ہونا تجھے تعجب میں ڈالدے۔ اور تھوڑے لوگ
ہو جو تم نصیحت پکڑتے ہو اور تھوڑے افراد ہو جو
تم شکر کرتے ہو۔ اور تم سب پھر گئے مگر تھوڑے بچ
رہے۔ اور تم شیطان کی متابعت کرتے مگر تھوڑے باز
رہتے۔ اور پس ہم نے نہ پایا اس شہر سارے میں مگر
مسلمانوں کا صرف ایک گھر ان سب آیات میں اکثر کی
مذمت ہے اور قلیل کی مدح ہے۔ پس کثرت عدد پہ
تم کو غرہ نہ ہونا چاہیئے اور دیکھ غزوات النبیؐ میں کہ
فوج نبیؐ کی قلیل اور افواج کفار کی اکثر ہوتی تھیں۔

علیؑ الذین بشرھم النبیؐ بالجنۃ
ھم نحن الشیعۃ الامامیہ الاثناعشریہ
ونحن الذین نتمسک بالثقلین ولو
کنا قلیلا عددًا ونزداد انشاء اللہ
تعالیٰ یومًا فیومًا کما یؤیدہ قولہ
تعالیٰ یدخلون فی دین اللہ
افواجًا وکما یشھد علیہ عد
سلطان زماننا بعد عدۃ سنین
من شاء فلینظر کتبھم فی
ھذا الباب. ودعوی المخالفین
بانھم اھل السنۃ اختراع لانھم
اھل السنۃ بفتح السین لا بضمھا کما
زعموا لما قال السیوطی فی تاریخ
الخلفاء خرج معاویۃؓ علی علیؑ کما
تقدم وتسمی بالخلافۃ ثم خرج
علی الحسن فنزل لہ الحسن
عن الخلافۃ فاستقر فیھا من ربیع
الاخر او جمادی الاولیٰ سنۃ
احدے واربعین فسمی ھذا
العام عام الجماعۃ وکذا
فی حیوۃ الحیوان۔

پھر دیکھ اور نظر کر جنگ سیدالشہداءؑ مقتول کربلا کی
طرف کہ فوج بدبخت لوگوں کی کتنی تھی اور امامؑ کی کتنی
تو تیری نظر تیری طرف نا امید اور حسرت ناک کثرت کے
مفید ہونے سے واپس لوٹے گی. خدا کا شکر ہے تحقیق
حق ظاہر ہوگیا اور شک دفع ہوگیا اس بات کا کہ تحقیق
اہل السنۃ واہل الجماعۃ اور فرقہ ناجیہ اور اہل حق اور
سواد اعظم اور شیعہ علیؑ جن کو نبیؐ کی طرف سے بشارت
بہشت کی دی گئی ہے وہ ہم شیعہ امامیہ عشریہ ہیں.
اور ہم ہی حکم ثقلین کو محکم پکڑتے ہیں اگرچہ عدد[1] میں
تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اور خدا تعالیٰ نے چاہا
تو ہم روز بروز ترقی کر رہے ہیں جیسا کہ مؤید اس کا
فرمان الٰہی ہے کہ لوگ گروہ گروہ دین اللہ میں داخل
ہوتے چلے آئیں گے اور جیسا کہ ہمارے بادشاہ
وقت کی مردم شماری سالہا سال کی اس ترقی پر
شہادت دیتی ہے جو چاہے مردم شماری کے
کاغذات کا ملاحظہ کرے اور جو مخالفین کا دعویٰ
ہے کہ وہ اہل السنۃ ہیں محض خود ساختہ اور بناوٹ
ہے کیونکہ وہ ضرور سال جماعت کے معتقدین میں یعنی
سنۃ الجماعۃ کے نہ سنت والجماعت جیسا کہ انہوں
زعم کر لیا ہے اس لئے کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے
تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ معاویہؓ حضرت
علیؑ پر بغاوت کر کے نکلا اور اپنا نام خود بخود خلیفہ بنا

[1] مطلق اشیاء سے جس جنس کو دیکھا جائے اس سے اچھی چیز بہ نسبت ردی کے بہت کم ملتی ہے اور ردی
یا معمولی بکثرت ملتی ہے علیٰ ہذا القیاس موجودہ زمان میں دیکھئے اگر کثرت بنی آدم بلحاظ کفر و اسلام کو غور کیا
جاوے تو تعداد میں دنیا بھر میں مسلمان بہ نسبت کفار شمار میں کم ہیں اور اگر مسلمانوں کے اندرونی فرقوں میں دیکھا
جائے اور وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون کو معیار رکھا جائے تو خالص مومنین تھوڑے ہیں اور بہت ظاہری
مسلمان برائے نام ایماندار کہلانے والے ہیں پس قلیل فرقہ مخلصین مومنین کا شیعہ ہی نظر آئیگا جو متبع ثقلین اور اہل حق بمصداق

دلائل بیان کردہ متن کے ہے ۱۲ مترجم۔

وفی فتح الباری والاصابہ
والاستیعاب علی الاصابہ
دخل معاویۃ الکوفۃ و
بایعۃ الناس فسمی سنتہ
الجماعۃ لاجتماع الناس
وانقطاع الحرب۔ الخ۔
وفی فتح الباری والاصابہ
والاستیعاب علی الاصابہ
دخل معاویۃ الکوفۃ و بایعہ
الناس فسمی سنۃ الجماعۃ
الناس وانقطاع الحرب۔ الخ
وفی منہج الوصول (فی ذکر مصالحۃ
الحسنؑ بمعاویۃ) کلمہ بر معاویہؓ مجتمع
شد ونام آں سال عام الجماعۃ گردید و
ایں معاملہ در سنہ چہل از ہجرت روداده
الخ۔ ولا یخفی ان السنہ بالفتح
والعام بمعنے واحد۔

بیٹھا اور پھر حضرت امام حسنؑ پر چڑھائی کی اور امام حسنؑ نے مجبور ہو کر خلافت ظاہریہ کو ترک فرمادیا پس رہی معاویہؓ واحد بادشاہ برائے نام خلیفہ رہ گیا جو سنہ ۴۱ھ ہجری ربیع الآخر یا جمادی الاولی میں ہوا اور اس سال کا نام سال جماعۃ رکھا گیا نیز اسی طرح حیٰوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۲ میں ہے وافد تاریخ طبری جلد ۶ وقائع سنہ ۴۰ھ اور فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۵۵۲ واستیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ و ۲۷۳ و جلد ۳ صفحہ ۳۹۸ و اصابہ جلد ۳ ص ۴۳۳ میں ہے کہ معاویہؓ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی پس اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا۔ بسبب معاویہؓ پر اتفاق کر لینے لوگوں کے اور نیز بوجہ جنگ بند ہو جانے کے۔ الخ اور منہج الوصول مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں صفحہ ۱۶ میں بذکر بیان صلح امام حسنؑ با معاویہؓ کے لکھا ہے کہ بات معاویہؓ پر بالاتفاق ٹھہر گئی اور نام اس کا سال جماعۃ ہو گیا یہ معاملہ سنہ ۴۰ھ کے لگ بھگ ہوا۔ اور مخفی نہ رہے کہ سنۃ فتح سین سے اور عام دونوں ہم معنے ہیں۔ بعض روایات میں عام کا لفظ اور بعض میں سنۃ کا آیا ہے۔

الباب الاوّل:۔ فی معیار اهل الحق

والمغالطه فی الشهرة وتعت بالضم.

اعلمانه قد اختلف المذاهب وادعی کل واحد علی کونه اهل الحق والفرقة الناجیة و شاعت الاحادیث منها مایکون صحیحًا و ضعیفًا وحسنًا وغریبًا ومتواترًا ومشهورًا وواحدًا مرفوعًا وموقوفًا متصلًا و منقطعًا ومرسلًا وموضوعًا وغیرها مست لنا حاجة الی ممیز ثقة معتمد علیه ومعصوم مقتدی به ومرجع یرجع به فلما جسنا وجدنا الثقلین معیارًا یمیز به الناقد من الکاسد والصحیح من الفاسد

اور غلط مشہور[1] سنت والجماعت بہ ضمہ سین کے ہو گیا

باب اوّل:۔ اہل حق کے معیار یعنی کسوٹی کے بیان میں۔

(جس سے کھرا اور کھوٹا سچ اور جھوٹ پرکھا جائے)

جاننا چاہیئے کہ بتحقیق بہت مذاہب پیدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک دعویدار ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہی فرقہ ناجیہ سے ہے اور احادیث قسم قسم کی مشہور ہو گئی ہیں کچھ صحیح اور کچھ ضعیف کوئی حسن کوئی غریب کوئی متواتر اور چند مشہور اور چند احاد سے بعض مرفوع بعض موقوف متصل بھی ہیں منقطع بھی ہیں مرسل ہیں اور موضوع وغیرہ اقسام کی ہیں اس لیے ہمیں حاجت پڑی ہے ایک ایسی چیز کی جس پر اعتماد ہو اور اس سے تمیز حق و باطل کی ہو سکے اور اسکے ساتھ اقتدا اور تمسک ہو اور

---

[1] یعنی اصل محبان امیر معاویہ کا سال خوشی جس میں سوائے مزید جنگ و جدال کے اکثر کے اتفاق سے معاویہ بادشاہ مسلم ہو گیا وہ سال عرب میں سنتہ بمعنے سال اور جماعتہ بمعنے اتفاق اکثر کے نام رکھا گیا۔ پھر محبان امیر معاویہ یعنی معاویہ خیل سنتہ الجماعتہ کے دلدادہ اسی نام سے مشہور رہے مگر بعد میں چونکہ بحیثیت مسلمانوں میں داخل ہونے کے ایک سنت والجماعتہ کا لفظ بھی ان کے گوش گذار ہوتا تھا کسی نے غلطی سے سین کا پیش پڑھ دیا تو ہوتے زبر سین کی متروک اور پیش مشہور ہو گیا ورنہ ہمارے مضمون بالا سے اظہر من الشمس ہے کہ اہل الحق کے معنے سے یہ فرقہ ہر گز اہل السنتہ والجماعتہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ علیؑ اور باقی ائمہ اہل بیتؑ جن کے ساتھ حق ہے اس فرقہ کے اعتقاد و اعمال کے عین مقابل و مخالف ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ حق متابعت ثقلین میں ہے اور یہ فرقہ مخالفین اہلبیتؑ کا متبع ہے جس سے ثقل اکبر کی مخالفت بھی بمقتضائے لازم آتی ہے

لہٰذا محقق ہوا کہ یہ فرقہ اہل سنت بمعنے اہل حق نہیں بلکہ اہل سنتہ جماعتہ المعاویۃ ہے۔ اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۹۱ میں بسند صحیح ربیعہ بن فسیط سے مروی ہے کہ وہ عام الجماعہ میں عمرو بن عاص کے ساتھ جب کہ وہ واپس ہو رہے تھے کہ خون کی بارش شروع ہو گئی ربیعہ کہتا ہے جس برتن کو میں اٹھاتا تھا اس سے خون نکلتا تھا۔ لوگوں نے یہی سمجھا کہ لوگوں کے خون ہیں جو بعض نے بعض کے بہائے۔ انتہیٰ۔ معلوم ہوا کہ سنتہ الجماعہ میں خون کی بارش کا عذاب نازل ہوا۔ پھر بھی سنیوں نے اپنا نام یہی پسند کیا۔ ۱۲ مترجم۔

الذین امرنا باعتصامهما واستمساکهما الواجب اطاعة سیدنا وشفیعنا ومولٰنا محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم حیث قال انی تارك فیکم الثقلین الحدیث متواتر تلقته الامة بالقبول ولو انکر الجهول فما طابقهما فهو الحق الحقیق بالقبول وان کان مخالفا لرأی بعض الفحول والعمل علیه هو الاتباع للسواد الاعظم والالتزام بالفرقة الناجیة کما مر سیاتی فلنذکر ههنا حدیث الثقلین الذی هو مدار المهام بحیث یدور علیه رحی الاسلام وفی الصواعق المحرقة ثم اعلم ان لحدیث

اس میں خطا کا شبہ نہ ہو یعنی ایک مرجع کی ضرورت ہے جس سے بعض روایات و اقوال کو دوسرے بعض پر فوق دیا جائے تو جستجو میں ہم نے ثقلین کو ایسا معیار پایا جس سے کھرا اور کھوٹا سے جدا ہو جاتا ہے اور صحیح فاسد سے الگ ہو جاتا ہے صت[۱] اور انہی ہر دو کتاب اللہ و عترۃ نبی سے تمسک کا ہم کو ہمارے سردار و شفیع محمدؐ نے حکم دیا ہوا ہے جو واجب الاطاعت ہے جس جگہ فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن کی پیروی تم پر واجب ہے قرآن و اہل بیت الٰی آخر حدیث پاک م اور یہ حدیث متواتر ہے جس کو امت نے قبول کر لیا ہے اگرچہ کوئی جاہل انکار بھی کر دے پس جو اعتقاد و عمل مطابق ان دونوں کے ہوگا وہ حق ۳ و سلائی قبول ہے اگرچہ بڑے سے بڑے مشہور لوگوں کی رائے اس کے مخالف بھی ہو اور اسی مطابق ثقلین پر عمل کرنا متابعت سواد اعظم اور التزام بہ جماعت فرقہ ناجیہ

ص۱۲ عنہ نیز یہ جو آج کل متعصبین سنیوں نے شیعہ کو سبائیہ فرقہ کا خطاب دیا ہے یہ بھی ان کی اقتدا اپنے پیر امیر معاویہ صاحب سے ہے اسی کے زمانہ میں اس خطاب کی ابتداء ہوئی دیکھو تاریخ طبری جلد ۵ ص۱۵۲ زیاد بن ابی سفیان نے معاویہ کے پاس حجر بن عدی کندی صحابی وغیرہ کو قید کر کے بھیجا تو ان کی نسبت خط میں اس نے سبائیہ ترابیہ لکھ کر معاویہ کو بر خلاف ان کے اشتعال دیا تھا۔ ۱۲ مترجم۔

[۲] عنہ معیار اہل حق۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام فصل ثانی (طبع بمبئی) ص۲۲ و ترمذی مجتبائی جلد ۱ ص۹۳ و ابوداؤد مترجم صفحہ ۱۷۱ کتب سنیہ اور معانی الاخبار کتب شیعہ میں بالاتفاق رسول خدا صلعم سے مروی ہے فرمایا بنی اسرائیل یا یہود یا اہل کتاب تم سے پہلے بہتر[۲] فرقوں پر متفرق ہوئے اور ہماری امت انہی کی طرح ہوگی مگر یہ تہتر فرقوں پر متفرق للنعی ہو گی بہتر فرقے دوزخی ہوں گے ایک بہشتی ہوگا وہ فرقہ وہی ہے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا۔ اب امر متنازع فیہ یہ ہے کہ اصحاب سے مراد اس جگہ کون لوگ

التمسک بذلک طرقاً کثیرۃ وردت عن نیف وعشرین صحابیاً وفیہ. ولهذا الحدیث طرق کثیرۃ عن بضع وعشرین صحابیاً. وفی صحیح مسلم وغیرہ فی خطبۃ قرب رابغ مرجعہ من حجۃ الوداع قبل وفاتہ بنحو شہر انی تارک فیکم ثقلین اولهما کتاب الله فیہ الهدیٰ والنور ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی ثلاثاً. وفی روایۃ و انهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض سالت ربی ذلک لهما فلا تقدموهما فتهلکوا ولا تقصروا عنهما فتهلکوا ولا تعلموهم فانهم اعلم منکم. انتهٰی من الصواعق. وفی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ عن زید بن ارقم ان النبی قال انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و اهل بیتی. وکنز العمال یا ایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب الله وعترتی اهل

یہی رواہ النسائی عن جابر وایھا الناس قد ترکت.

ہے جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے اور آئندہ آئے گا۔ پس اب ہم حدیث ثقلین کا ذکر کرتے ہیں جس پر کل مدار مقصود کی ہے۔ اس حیثیت سے کہ گویا کنجی اسلام کی اسی پر پھرتی ہے۔ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۸۹ میں ہے پھر جان لو کہ تحقیق واسطے حدیث تمسک بہ ثقلین کے بہت ہی اسناد ہیں اس حدیث کو بیس۲۰ سے کچھ زیادہ صحابیوں نے روایت کیا ہے اور صواعق صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ اس حدیث کے بہت طریقے اور اسنادیں ہیں جو بیس۲۰ سے کچھ زیادہ صحابیوں نے روایت کی ہے اور صحیح مسلم (جلد ۲ صفحہ ۳۷۹) وغیرہ میں اس خطبہ نبی صلعم کے اندر جو مقام رابغ کے قریب بوقت رجوع حضرت صلعم کے حجۃ الوداع سے جو قریباً ایک ماہ قبل وفات رسول خدا کے آنحضرت نے پڑھا ریہ الفاظ مروی ہیں) کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اوّل ان دونوں میں کتاب خدا ہے اس میں ہدایت اور نور ہے۔ پھر فرمایا اور دوسری چیز اہل بیت میرے ہیں۔ تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے حق میں خدا یاد دلاتا ہوں تین دفعہ اس کلمہ کو رسول خدا نے دہرایا۔

ہیں؟ کل صحابہ رسول جو ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان ہوتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۳ للمعات (حاشیہ در حاشیہ) حدیث تہتر فرقہ امت کے متفرق ہونے کی ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۳۲ میں باسناد ابی ہریرہ و عوف بن مالک و انس بن مالک بروایت ابن ماجہ مرفوعاً مروی ہے نیز در منثور جلد ۲ صفحہ ۶۲ میں باسناد ابن ماجہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و احمد انس سے مرفوعاً اور باسناد احمد و ابی داؤد و حاکم معاویہ بن ابی سفیان سے مرفوعاً اور باسناد ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم مع تصحیح ابی ہریرہ سے مرفوعاً ہے ۱۲ مترجم۔

مراد ہیں باوجودیکہ ان کے درمیان بے شمار اختلافات ہیں اور افعال ناشائستہ خلاف شریعت بعضا ان کے بعض سے بھی سرزد ہوئے ہیں بلکہ نبی کے احکام کے صریح مخالف اعمال ان کے پائے جاتے ہیں انہی کے

فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ۔ رواہ الترمذی عن جابر. وقال انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والارض و عترتی اھل بیتی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی عن زید بن ثابت وقال انی تارک

(آخر حدیث ثقلین تک پڑھو) اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر دو ثقلین ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاکہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے میں نے اپنے رب سے اس بات کا سوال کیا تھا جو مل گیا ہے پس تم لوگ ان دو کے آگے نہ چلنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ہر دو کے حکم کی نافرمانی نہ کرنی ورنہ ہلاک ہو گے اور تم اہل بیت کو نہ سکھلانا کیونکہ وہ بہ تحقیق تم سب سے زیادہ عالم ہیں۔ انتہےٰ من الصواعق ۔

بقطریق پر ہدایت و نجات ہے۔ یا کچھ مخصوص افراد صحابہؓ سے مراد ہیں جن کو کمال اتباع سنت نبوی کا فخر حاصل ہے اور ذرہ بھر مخالفت فرمان سید الانس والجان روا نہیں رکھتے تھے۔ عامہ سنی کہتے ہیں سب صحابہؓ مراد ہیں اور سب عادل تھے۔ امامیہ کہتے ہیں اس حدیث سے وہ اصحابؓ مراد ہیں جو خود اہل بیت رسولؐ ہیں اور صحابیت کے علاوہ قرابت خاصہ سے بھی ممتاز ہیں۔ اور ان کے ساتھ کے وہ خواص صحابہؓ جو سر مو فرمان نبیؐ کے مخالف نہیں ہوئے اور اہل بیت کے فرمانبردار اور تابع رہے۔ عقلاً تو یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ کوئی باشعور انسان اس میں شک نہیں کرتا کہ جو لوگ صحبت رسولؐ میں آئے وہ سب یکساں طبیعت کے نہ تھے مختلف خیال کے تھے ان میں منافق بھی اور طالب دنیا بھی تھے۔ پڑھئے آیت منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ اس طرح سب کی متابعت میں ہدایت نہیں اسی فلک النجاۃ میں نمونہ اعمال اصحابہؓ ملاحظہ فرمائیے اور تعداد روایات ائمہ اہل بیتؑ سے اس کی تائید و تشریح عرض کی جاتی ہے۔ معانی الاخبار شیخ صدوق صفحہ ۱۱۲ میں ہے جناب نبیؐ نے حضرت امیرؑ سے فرقہ ناجیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ تیرے محب اور تیرے شیعہ ہیں۔ دوسری روایت میں فرمایا وہ جو اولی الامر یعنی ائمہ اہل بیتؑ کی اطاعت کو مثل اطاعت خدا اور رسول واجب جانتے ہیں اس کی تائید روایت کتاب سنی سے بھی لکھی جاتی ہے تاکہ متفقہ فیصلہ ہو۔ خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں باسناد حاکم و ابو یعلیٰ وغیرہ نبی صلعم سے مروی ہے میرے اہل بیتؑ میری امت کے واسطے اختلاف سے امان کے باعث ہیں جو قبیلہ ان کے مخالف ہو وہ گروہ ابلیس میں داخل ہے۔ اصل حدیث مکمل باحوالہ فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ آئندہ میں درج ہے اور مزید وضاحت معانی الاخبار صفحہ ۵۶ میں ہے۔ امام صادقؑ نے بسلسلہ آباؤ اجداد نبیؐ سے روایت فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا میرے اصحابؓ ستاروں کی مانند ہیں عرض کیا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا میرے اہل بیتؑ جو میری امت کے باعث امان ہیں اختلاف سے جیسے ستارے ان کے لیے غرق سے باعث امان ہیں۔ ثابت ہوا فرقہ ناجیہ وہ ہے۔ جو اس طریقہ پر ہو جو رسول خدا صلعم اور آپ کے اہل بیتؑ اور ان کے

فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاٰخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھلبیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما رواہ الترمذی عن زید بن ارقم وقال اما بعد ایھا الناس

تابعداران خواص صحابہ ہیں تو وہ گروہ شیعیان امامیہ اثنا عشریہ کے بغیر کوئی نہیں۔ اہل تسنن زبان سے تو محبت و اتباع اہل بیت کا نام لیتے ہیں مگر عملاً اپنے اپنے پیشوایان غیر اہل بیتؑ کے تابع و مقلد ہیں۔ لہٰذا فقط زبانی دعویٰ اسلام جیسے منافقوں کو فائدہ نہیں دیتا سنیوں کو بھی یہ دعویٰ نفع بخش نہیں ہے۔ بنا بر تحریر بالا معیار اہل حق متابعت ثقلین کو قرار دے کر حکم اتباع ثقلین کا ثبوت فلک النجاۃ میں درج ہوا ہے۔ رہ تشریح امت سے امت دعوت مراد ہے یا امت اجابت اس کے واسطے دو سنی حضرات کی تحقیق حوالہ کیجاتی ہے ترمذی جلد ۲ ص ۸۹ حدیث افتراق امت کے حاشیہ

اور خصائص کبریٰ مؤلفہ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں ہے کہ ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا زید بن ارقمؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب کتاب اللہ اور میرے اہل بیتؑ اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۴ میں ہے اے کل لوگو! تحقیق میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو محکم پکڑو گے تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور عترت یعنی اہل بیت میرے اس حدیث کو نسائی نے جابر سے روایت کیا۔ تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے نیز فرمایا اے لوگو! میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس کو محکم پکڑو تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے کتاب اللہ ہے اور عترت میری جو اہل بیت میرے ہیں اس کو ترمذی نے جابر سے روایت کیا۔

نمبر ۱ پر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی سے لکھا ہے بعض نے امت دعوت مراد لی ہے کہ کل مذاہب غیر اسلام بھی داخل ہیں۔ اور بعض نے امت اجابت مراد لی ہے۔ اس طرح تہتر فرقے سب ہمارے اہل قبلہ میں منحصر ہوں گے انتہیٰ۔ یعنی دوسرا قول کہ اہل قبلہ کے تہتر فرقے ہوں گے۔ بہت قوی اور ظاہر ہے اور لغات الحدیث مطبوعہ لاہور پارہ اوّل ص ۴ مطبع احمدی و مطبوعہ منگلور پ ۱ ج ۹ و پ ۲ ص ۵۸ میں علامہ وحید الزمان سنی لکھتے ہیں تہتر فرقے امت اجابت یعنی اہل قبلہ ہمارے ہونے مراد ہیں اور دوزخ میں جانے سے یہ مراد ہے کہ ایک مدت تک عذاب پائیں گے پھر اگر ان کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی تو نجات حاصل ہوگی انتہیٰ۔

۱ بلکہ منہج الوصول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن ص ۱۳ میں لکھا ہے کہ حاکم ابو سعید نے حدیث موالات و حدیث خم غدیر کو متواتر کہا جاتا ہے کیونکہ بڑی جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے یہاں تک کہ محمد بن جریر نے پچھتر ۷۵ اسنادوں سے روایت کی ہے جس حدیث میں ثقلین و من کنت کا مضمون وارد ہے ۱۲ مترجم۔

۲ اس کے بعد ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو حسب بیان بعض رواۃ کے رسولؐ نے حجۃ الوداع میں عرفات

فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب
واما تارک فیکم ثقلین اولهما کتاب اللہ فیه
الهدیٰ والنور من استمسک به واخذ به
کان علی الهدیٰ ومن اخطاه ضل فخذوا
بکتاب اللہ تعالیٰ واستمسکوا به اهلبیتی
اذکرکم اللہ فی اهل بیتی رواه احمد
فی مسنده وعبد بن حمید ومسلم عن
زید بن ارقم وکرر مسلم ثلاثا اذکرکم اللہ

روروا ابن جریر و صححه کنز العمال
جلد ا ص ۹۶ وابن ابی شیبه والخطیب بلفظ ان اعتصمتم
به عن جابر والبیهقی عن ابن عباس کنز العمال جلد ا ص ۴۸ اور فرمایا
بتحقیق میں تمہارے اندر دو خلیفے چھوڑے جاتا
ہوں کتاب خدا جو ایک رسّا ہے آسمان اور زمین
کے درمیان کھنچا ہوا۔ اور عترت یعنی اہل بیت
میرے اور بتحقیق یہ دونوں آپس میں جدا نہیں
ہوں گے تا اینکہ ہمارے پاس ہوں گے
اس کو احمد نے اپنے مسند میں اور طبرانی وسعید
بن منصور نے زید بن ثابت سے روایت کیا
اور فرمایا بہ تحقیق میں تمہارے اندر چھوڑتا ہوں
وہ چیز جس کو تم محکم پکڑو گے تو میرے بعد
تم ہرگز راہ حق نہ بھولو گے ایک ان دونوں
میں سے جو بڑی ہے دوسری سے کتاب خدا
ہے جو رسی کھنچی ہوئی آسمان اور زمین کے!
درمیان ہے (یعنی خدا تعالےٰ اور انسان کے
درمیان واسطہ ہے) اور عترت میری یعنی اہل
بیت ۲ میرے اور یہ دونوں ہرگز آپس میں
جدا نہ ہوں گے تا کہ حوض پر میرے پاس آئیں
گے پس دیکھو یعنی خیال رکھنا کہ کس طرح ان دونوں
کے ساتھ برتاؤ رکھتے ہو روایت کیا اس کو
ترمذی ۳ نے زید بن ارقم سے (کنز العمال

کے موقعہ پر سنایا اور بعض روایات کے اعتبار سے مدینہ
میں مرض الوفات کے وقت فرمایا اور بعض روایات
میں غدیر خم کے موقعہ پر فرمایا اور بعض روایات میں
طائف سے واپسی پر خطبہ میں فرمایا آخر تکھا ان بیانات
میں کوئی منافات و مخالفت نہیں کیونکہ اہتمام عظمت
شان کتاب عزیز اور عترت پاک کے لیے نبیؐ نے چند
بار ان سب مقامات پر صحابہ رضؓ کے سامنے تکرار فرمایا اس
سے کون مانع ہو سکتا ہے ۱۲ مترجم ۳ ایک
مقام ہے درمیان حرمین کے۔ از منتہی الارب ۱۲ مترجم
۴ یعنی آخری حج ۱۲۔

۱ کنز العمال جلد ا ص ۴۷ میں باسناد ابی یعلیٰ وطبرانی
ابی سعید سے باسناد حاکم زید بن ثابت سے بلفظ
ما ان اخذتم به وان اتبعتموهما مروی ہے اور باسناد
ابن سعد واحمد وطبرانی ابی سعید خدری سے بھی
مثل الفاظ حدیث ترمذی کے جو صفحہ ہذا میں مذکور ہے مروی ہے دیکھو در منثور جلد ۲ ص ۶۰ وکذا فی کنز العمال
جلد ا ص ۴۸ باسناد عبد بن حمید وابن الانباری عن زید بن ثابت عن ابی سعید واحیاء المیت ص ۹ بفضائل
اهل بیت ۱۲ مترجم۔ ۲ مطبع مجتبائی جلد ۲ ص ۲۱۹/۲۲۰ اور حسن کہا اور کہا اسی
طرح ابی ذر وابی سعید خدری وحذیفہ سے مروی ہے اور اس کے ص ۲۱۹ میں الفاظ حدیث کے جو روز عرفہ
نبیؐ صلعم نے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر فرمائے یہ ہیں۔ یا ایها الناس انی تارک فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا

وقال انی اوشك ان ادعی فاجیب
وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و
وعترتی کتاب اللہ حبل ممدود من
سماء الی الارض وعترتی اهل بیتی
وان اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن
یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا
کیف تخلفونی فیهما رواہ ابن ابی
شیبۃ وابن سعد واحمد فی مسندہ
وابو یعلی عن ابی سعید وزاد الطبرانی

جلد ۱ صفحہ ۴۴) اور فرمایا اے لوگو! پس بہ تحقیق قریب ہے کہ خدا کا وکیل آئے گا اور میں دعوت قبول کروں گا اور میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑتا ہوں پہلا ان سے کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ جس نے اس سے تمسک کیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے بھلایا اس کو گمراہ ہوا پس خوب پکڑو کتاب اللہ کو اور دوسرا میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے لیے اس کو احمد نے مسند میں اور عبد بن حمید و مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کیا اور مسلم میں تین دفعہ اہل بیت میں خدا یاد دلانے کا کلمہ وارد ہے (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۵) اور فرمایا کہ بہ تحقیق قریب ہے کہ میری دعوت ہوگی اور قبول کروں گا اور بہ تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑ جاتا ہوں کتاب اللہ اور عترۃ میری کتاب اللہ آسمان و زمین کے واسطہ ہے اور عترۃ میری اہل بیت میرے ہیں اور مجھے اللہ لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کتاب اور عترت آپس میں جدا نہ ہوں گے قیامت تک تاکہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے پس دیکھنا اور خیال رکھنا کہ تم میرے بعد دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔

کتاب اللہ وعترتی واهل بیتی
۱۲ مترجم۔

۳ؔ صواعق صفحہ ۸۹ میں ترمذی کی حدیث بالا اور حدیث انہی الفاظ سے باسناد احمد مروی ہے اور بعدہ لکھا کہ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں اور کہا دوسری روایت میں ہے اہل بیت رسول کی مثال باب حطہ کی ہے جو اس میں داخل ہوا اس کے سب گناہ بخشے جائیں گے اس کے بعد لکھا اس روایت کو ابن جوزی نے علل متناہیہ میں ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ اس کا وہم ہے اور سباقی طرق اس حدیث سے اس کی غفلت ہے۔ اس کو معلوم نہیں ہوا ۱۲ مترجم۔

۴ؔ حکم اتباع عترۃ۔ فلک النجاۃ لبقیہ حاشیہ خطبہ امام حسن علیہ السلام کی تعلیق ملاحظہ ہو جس میں امام موصوف نے وجود اقدس خود کو طاہر مطہر ظاہر فرمایا اور اپنی اطاعت لوگوں پر مثل اطاعت قرآن و رسول واجب قرار دی ہے۔ خطبہ امام بیان مصالحت معاویہ میں ملاحظہ ہو۔ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۲۹۳ میں باسناد حاکم زید بن ارقم سے طویل حدیث غدیر و ثقلین میں اس طرح ہے نبیؐ نے فرمایا انی تارکت فیکم الثقلین احدهما اکبر من الاخر کتاب اللہ تعالی وعترتی فانظروا کیف تخلفونی فیهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ثم قال

وابن عساکر ان اللہ مولای وانا ولی کل مومن، من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (کذا رواہ الحاکم عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم۔ کنز العمال) وقال فانظروا کیف تخلفونی فی الثقلین قیل وما الثقلان یا رسول اللہؐ قال الاکبر کتاب اللہ سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فتمسکوا بہ ان تزلوا ولا تضلوا والاصغر عترتی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض وسالت لھما ذلک ربی ولا تقدموھما فتھلکوا ولا تعلموھما فانھما اعلم

روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اور احمد نے مسند میں اور ابو یعلیٰ نے ابی سعید سے اور نیز طبرانی اور ابن عساکر نے بازادی اس کے روایت کیا کہ بہ تحقیق فرمایا اللہ میرا مولا ہے اور میں والی ہوں ہر مومن کا۔ پس جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے خدایا اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور جو اس کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ اسی طرح حاکم نے ابی طفیل سے روایت کیا ہے۔ اس نے زید بن ارقم سے لیا۔ یہ سب روایات کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ و ۴۰۸ میں مذکور ہیں نیز فرمایا کہ پس خیال رکھو کہ ثقلین سے میرے بعد کس طرح سلوک کرتے ہو۔ عرض کیا گیا ثقلین کیا ہیں یا رسول اللہؐ؟ تو بڑا تو کتاب اللہ قرآن ہے جو اس کی ایک طرف خدا پاک کے دست قدرت میں ہے اور دوسری طرف تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے پس محکم پکڑو اس کو تو کبھی لغزش نہ ہو گی۔ اور ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور اس سے چھوٹا یعنی بعد قرآن کے عترت میری ہے۔ اور بالضرور وہ آپس میں متفق رہیں گے اور کبھی جدا نہ ہوں گے

بقیہ حاشیہ؎ ان اللہ عزوجل مولای وانا ولیؑ کل مومن ثم اخذ بید علیؑ فقال من کنت ولیہ فھذا ولیہ الخ اسی طرح خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۲۱ میں مروی ہے ایک ہی روایت میں حکم متابعت ثقلین اور حضرت علیؑ و مولا ہر مومن کے ہونے کا صریح امامت و خلافت بلا فصل کا ثبوت ہے اسی طرح حدیث ثقلین میں حدیث من کنت ولیہ او مولاہ فھذا علیؑ مولاہ او ولیہ ۔۔۔ فرمانا اور ہاتھ پکڑ کر علیؑ کو لوگوں کے سامنے دکھانا خلافت بلا فصل کی صریح دلیل ہے اس مضمون کی روایات ہر دو حدیث کا بیان فرمانا کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ میں پانچ کے قریب روایات موجود ہیں اور جلد ۳ صفحہ ۶۱ باسناد عن جریر انی مسئول وانکم مسئولون فمن کنت مولاہ ۔۔۔ انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیھما الخ ۱۲ مترجم۔

؎ مثل روایات طبرانی از زید بن ثابت بعینہ در منثور جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں زید بن ارقم کی

منکم رواہ الطبرانی عن زید بن ارقم و زید بن ثابت و بمعناہ رواہ سعید بن منصور و ابن عساکر و ابن ابی شیبۃ و الخطیب فی المتفق و المفترق عن جابرؓ و ابن جریر و صححہ و الحاکم و ابو یعلےٰ و اسحٰق بن راھویہ فی مسندہ و البزار و الدولابی انتھٰے۔

تا کہ ہمارے پاس قیامت کو حوض کوثر پر آئیں گے اور میں نے اپنے رب سے سوال ان دونوں کے لئے کیا تھا جو منظور ہوا ہے اور تم ان دونوں کے آگے ہو کر پیشوا نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان دونوں کو اپنے فکر سے تعلیم نہ دینا اور نہ ان کو کچھ سکھانا کیونکہ تم لوگوں سے وہ زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کو طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کے مضمون کو سعید بن منصور اور ابن عساکر و ابن ابی شیبہ نے اور بیہقی اور خطیب نے کتاب متفق و متفرق میں جابر سے اور ابن جریر نے کنز العمال جلد ا صفحہ ۹۶ میں اور اس نے صحیح کہا اور حاکم و ابو یعلےٰ و اسحاق بن راہویہ نے اپنے مسند میں اور بزار اور دولابی نے روایت کیا انتہےٰ من کنز العمال (و کذا فی الصواعق صفحہ ۸۹ باسناد طبرانی) حدیث میں جو کلمہ

ہے اس کی نسبت ازالۃ الخفاء مؤلفہ شاہ ولی اللہ مقصد اوّل صفحہ ۲۹۳ میں لکھا ہے کہ زیادتی قصہ مامور ہونے لوگوں کی یہ محبت مرتضیٰؑ اس جگہ مذکور نہیں اور اہل حدیث نے اس زیادتی میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ صحیح جانتے ہیں اور ایک گروہ غریب کہتے

روایت سے مذکور ہے ۱۲ مترجم

۲؎ کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۸ میں جابر کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ ترکت فیکم ما لم تضلوا ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ۱۲ مترجم۔

۳؎ رسول خداؐ کی آخری وصیت صواعق مطبوعہ مصر صفحہ ۷۵ میں حدیث وصیت ان الفاظ سے مروی ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرض موتہ ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعًا فینطلق بی وقد قدمت الیکم القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عزوجل و عترتی اھل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعھا فقال ھذا علیؑ مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسألوھما ما خلفت فیھما۔ یعنی نبیؐ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا اے لوگو قریب ہے کہ جلد جلد مجھے قبض کر لیا جائے گا۔ اور چلا جاؤں گا اور رفع عذر کے لئے میں نے پہلے سے تم لوگوں کو کہہ دیا ہے ہوا ہے۔ (پھر کہتا ہوں) خبردار بتحقیق میں تمہارے اندر کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت کو خلیفہ چھوڑ جاتا ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس دونوں حوض کوثر پر وارد ہوں گے پس تم لوگ

ہیں مگر بندہ ضعیف کا میلان اس طرف ہے کہ یہ عبادت بھی حدیث صحیح میں ہے مگر صحیح مسلم کے درجہ سے کچھ کم صحیح ہے۔ انتہٰی نیز صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ و صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر میں ابن عمر کی یہی حدیث بروایت طبرانی مروی ہے کہ رسول ؐ کا سب سے آخری کلام وصیت اہل بیت ؑ کے ساتھ نیک برتاؤ وغیرہ حقوق کی تھی جیسا کہ حدیث ثقلین میں ہے۔ اور تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ و ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ میں ہے اے لوگو! تحقیق میں تمہارے اندر دو امر چھوڑتا ہوں اگر ہر دو کی تم متابعت کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور اہل بیت میرے یعنی عترت میری تم جانتے ہو کہ میں سب مومنین سے اولےٰ ہوں ان کے نفسوں سے پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی ؑ بھی مولا ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے زید بن ارقم سے روایت کیا (صواعق میں کہا یہ روایت صحیح ہے۔) اور اس کی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۷ میں ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ میں ہے کہ طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جناب ام سلمہ رضؓ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے علی ؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی ؑ کے ساتھ ہے اور یہ حوض کوثر پر

ان دونوں سے پوچھ لینا اس چیز سے جو کچھ میں نے ان دونوں میں چھوڑا ہے۔ ایضاً رسول خدا صلعم کی آخری وصیت حوالہ صواعق محرقہ کی طرح نسیم ریاض شرح شفاء عیاض مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۳۵۹ میں ہے اوصٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی موتہ بالثقلین بعدہ و قولہ کتاب اللہ وعترتی بدل من الثقلین او عطف بیان مبین للمراد بہما ... یعنی مرض موت میں نبی ؐ نے ثقلین کی وصیت فرمائی اور ثقلین کی تشریح و تفسیر کتاب خدا و عترت کے ساتھ فرمائی ۱۲ مترجم

ل۱ اسی مضمون کی یہ حدیث بہ لفظ انی سائلکم حین تردون علیّ عن الثقلین ۔۔۔ الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۶۰ بلفظہٖ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۶۱ میں بروایت ابن جریر کے اور اسی کنز جلد ۷ صفحہ ۲۲۵ میں بروایت طبرانی و ابو نعیم فی الحلیہ اور خطیب کے لکھی ہے اور بروایت طبرانی و حکیم ترمذی کی حذیفہ سے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں ہے اور کنز العمال

الحوض. و فی کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ (مسند السید الحسن) ادعو لی سید العرب قلت الست سید العرب قال انا سید ولد ادم و علی سید العرب فلما جاء قال یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدہ ابدا هذا علی فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن الله عز و جل رواہ ابونعیم فی الحلیۃ۔

جاتے تک بھی جدا نہیں ہوں گے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں مسند سید حسنؑ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس سردار عرب کو بلا لاؤ روای کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ ہی تو سردار عرب ہیں فرمایا کہ میں سب بنی آدم کا سردار ہوں اور سردار عرب سے مراد میری علیؑ ہیں۔ جب حسب الحکم جناب حضرت علیؑ آگئے تو فرمایا اے گروہ انصار وہ یہ علیؑ ہیں پس اس کو بوجہ میری محبت کے دوست رکھو اور اس کی بوجہ میری عزت کے عزت کرو تحقیق مجھے جبرئیلؑ نے امر کیا ہے جو خدا تعالےٰ سے پیغام لایا ہے وہی ہم نے تم کو پہنچا دیا ہے اس حدیث کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔

جلد ۳ ص ۱۶۷ و جلد ۱ ص ۴۸ میں حدیث ثقلین کی ابتدا میں رسول خداؐ سے یہ الفاظ بھی ہیں کہ انی مسئول و انکم مسئولون یعنی مجھ سے سوال تبلیغ کا ہوگا اور تم سے بھی سوال ہوگا کہ تبلیغ کی گئی یا نہ اور میں تم لوگوں سے پوچھوں گا۔ اور تم سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیسے عمل کیا صواعق ص ۹۰ میں کما وقع فی روایۃ البخاری عن الصدیق من قولہ ارقبوا محمدا فی اھل بیتہ ای احفظوہ فیھم فلا تؤذوھم انتہی۔ یعنے ابوبکرؓ نے کہا محمدؐ کو آپ کے اہل بیت کے بارے میں ایذا نہ پہنچاؤ مجھے اس پر آیت یاد آگئی لم تقولون ما لا تفعلون۔ اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۶۷ سے جو نقل ہے اس میں یہ بھی اسی حدیث کا حصہ ہے کہ نبیؐ صلعم نے فرمایا انی مسئول و انکم مسئولون مجھ سے پوچھا جائے گا۔ تم سے بھی پوچھا جائے گا۔ فماذا انتم قائلون قالوا نشھد انک قد بلغت و نصحت فجزاک اللہ خیرا قال الستم تشھدون ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ فرمایا کیا تم کہو گے عرض کیا ہم گواہ ہیں کہ آپ نے حکم پہنچا دیا اور نصیحت فرمائی آپ کو جزائے خیر ملے فرمایا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ معبود حقیقی اللہ تعالےٰ اور محمدؐ اس کا بندہ و رسول ہے عرض کیا گیا بے شک پھر فرمایا ایھا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المومنین من انفسھم فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ پھر فرمایا انی سائلکم عبارت مرقومہ حاشیہ میں ہے۔ تو میں تم سے ثقلین کی نسبت پوچھوں گا دیکھنا تم ان کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرو گے اور پوچھوں گا حکم متابعت کی کس حد تک تعمیل کی ہے۔ آخر فرمایا و عترتی اھل بیتی وانہ قد نبأنی العلیم الخبیر انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہے کہ میری عترت قرآن سے تا حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔ ساتھ ہی علیؑ کے

وفی التفسیر الصافی باسنادہ انی تارک فیکم الثقلین الاکبر والثقل الاصغر فاما الاکبر فکتاب ربی واما الاصغر فعترتی اھل بیتی فاحفظونی فیھما فلن تضلوا ما تمسکتم بھما۔ وفی حیات القلوب عن الاحتجاج عن سلیم بن قیس ھلالی عن ابی ذر مرفوعا۔ بدرستیکہ من گذاشتم درمیان شما دو چیز کہ ہرگز گمراہ نشوید مادام کہ متمسک بآنہا باشید کتاب خدا و اہل بیت من۔ الحدیث۔ وکذا فی اکمال الدین بخمسۃ وعشرین اسناداً و معانی الاخبار والخصال والامالی للشیخ الصدوق و التفسیر للقمی۔ وفی حیات القلوب عن الصفار فی بصائر الدرجات۔ والعیاشی فی تفسیرہ باسانید۔ والکافی فی کتاب الحجۃ والصافی شرح الکافی ولنکتف فی تحریر معنی حدیث الثقلین بما قالہ العلامۃ ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ قال بعد ذکرہ انہ صلعم اظھر حدیث الثقلین فی مواضع کثیرۃ ولا تنافی اذ لا مانع من انہ کرر علیھم ذلک فی تلک المواطن وغیرھا

اور تفسیر[۱] صافی صفحہ ۵ میں با اسناد لکھا ہے کہ تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑتا ہوں ثقل اکبر اور ثقل اصغر بڑا ثقل کتاب خدا ہے اور چھوٹا عترت اور اہل بیت میرے ہیں خبردار ہر دو کے حقوق کو نگاہ رکھنا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے جب تک ہر دو کی متابعت میں رہو گے اور حیات القلوب مجلسی جلد ۳ صفحہ ۳۸ میں احتجاج سے نقل کیا ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی ابی ذر سے روایت کرتا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اتباع ان کی کرتے رہو تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہر دو کتاب خدا اور اہل بیت میرے ہیں۔ اسی طرح کتاب اکمال الدین میں پچیس اسنادوں[۲] سے اور معانی الاخبار اور خصال اور امالی شیخ صدوق میں اور تفسیر قمی میں اور حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۴۱ میں بروایت صفار بصائر الدرجات سے یہ حدیث ثقلین مروی ہے اور عیاشی نے چند اسنادوں سے اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ اور کافی میں کتاب الحجۃ باب ۴۲/۶ اور شرح صافی میں بھی ہے اور ہم حدیث ثقلین کے معنے و مقصود کے واسطے علامہ ابن حجر مکی کی تقریر صواعق محرقہ ص ۸۹/۹۰

بقیہ۔ اولےٰ و مولا ہونے کی تصدیق فرمائی اور حاضرین کی شہادت لی اور ضمناً تصدیق کرائی۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۷ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا جس کو یہ خوشی آئے کہ میری حیات و ممات جیسی اس کی ہو اور بہشت اور عدن میں وہ جگہ بنائے فلیوال علیا ولیقتد باھل بیتی من بعدی فانھم عترتی خلقوا من طینتی و رزقوا فھمی وعلمی فویل للمکذبین بفضلھم من امتی القاطعین فیھم یعنی پس چاہئے کہ وہ حضرت علیؑ سے دوستی رکھے اور صلتی لا انالھم اللہ شفاعتی رواہ الطبرانی۔ ....

اهتماما بشان الكتاب العزيز والعترة
الطاهرة ثم قال واخرج الملائی
سيرة حديث في كل خلف من امتي
عدول من اهل بيتي ينفون عن هذا
الدين تحريف الضالين وانتحال المبطلين
وتاويل الجاهلين الا وان ائمتكم وفد
كم الى الله عج فانظروا من توفدون۔
(ثم قال) وهذان اي الثقلان كذلك
اذ كل منهما معدن للعلوم اللدنية
والاسرار والحكم العلية والاحكام
الشرعية ولذا حث النبي ص على الاقتداء
والتمسك بهم والتعلم منهم۔
(ثم قال) ثم الذين وقع الحث
عليهم منهم انما هم العارفون
بكتاب الله
وسنت رسوله اذ هم الذين لا
يفارقون الكتاب الى الحوض و
يؤيده الخبر السابق ولا تعلموا
هم فانهم اعلم منكم و
تميزوا بذلك عن بقية العلماء
لان الله تعالى اذهب عنهم۔

سے لکھتے ہیں یہ کہ آنحضرت صلعم نے مقامات
مختلف میں بہت دفعہ حدیث ثقلین فرمائی ہے
اور اس حدیث کے اختلاف الفاظ و اسناد
میں کوئی مخالفت نہیں کیونکہ جناب رسول
اللہ صلعم نے قرآن شریف اور اپنی پاک
عترت کے شان واسطے مختلف مقامات میں
بہت دفعہ تاکیداً حکم تمسک فرمایا اور ملا نے
اپنی سیرت میں روایت کیا کہ نبی مکرم صلعم
نے فرمایا میری امت میں ہمیشہ میرے اہل بیت
سے عادلین موجود ہوں گے جو اس دین سے
گمراہوں کی تبدیلی احکام اور مجبور بناوٹ
کرنے والوں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں
کو دفع کریں گے خبردار ہو جاؤ کہ تمہارے
امام تم سے پہلے پیش خیمہ ہو کر جانے والے
ہیں جن کو تم پیشوا بنانا چاہتے ہو ان کو
خیال کر کے بناؤ پھر ابن حجر نے کہا کہ یہ ہر
دو ثقلین اسی طرح ہیں اس لئے کہ ہر ایک
ان دونوں میں سے علوم خداداد و اسرار
اور اعلیٰ حکمتیں اور احکام شرعیہ کے خزانے
و معدن ہیں اسلئے جناب نبی ص نے ثقلین کی
پیروی کرنے اور ان کو محکم پکڑنے کی ترغیب
دی اور ان سے علم سیکھنے کے واسطے فرمایا
پھر کہا کہ جس کے لئے یہ ترغیب دی گئی ہے۔ وہی
عارف و ماہر کتاب سے خدا۔

(بقیہ) میرے اہل بیت یعنی میری عترت کی میرے بعد پیروی کرے کیونکہ ان کی خلقت میری طینت سے ہے فہم اور علم میرے جیسے ان کو دیئے گئے ہیں۔ میری امت سے وہ لوگ جو میری عترت کے فضائل کو جھٹلانے والے اور میرے قریبوں کے رشتہ مودت کو توڑنے والے ہوں گے خدا ان کو میری شفاعت نصیب نہ کرے گا۔ انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم

الرجس و طهرهم تطهيرا وشرفهم بالكرامات الباهرة والمزايا المتكاثرة وقد مر بعضها وسياتي الخبر الذي في قريش وتعلموا منهم فانهم اعلم منكم فاذا ثبت هذا العموم لقريش فاهل البيت اولى منهم بذلك لانهم امتازوا عنهم بخصوصيات لا يشاركهم فيها بقية قريش وفي احاديث الحث على التمسك باهل البيت اشارة الى عدم انقطاع متاهل

اور سنت رسول صلعم کے ہیں کیونکہ وہ وہی ہیں جو کتاب خدا سے کوئی کو ترشک جدا نہیں ہو سکتے اور اسی کی مؤید یعنے تائید کرنے والی حدیث سابق ہے جس میں فرمایا کہ تم ان کو تعلیم نہ دینا کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں اور اسی بات میں وہ باقی علماء سے ممتاز ہو گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پلیدی کو دور رکھ کر ان کو حق پاک کرنے کا پاک کیا اور کرامات ظاہرہ اور خوش خصائل سے ان کو مشرف فرمایا جیسا کہ بیان فرمایا۔ اور آگے حدیث آئے گی جس میں قریش کی مدح ہے کہ ان سے سیکھو کیونکہ وہ زیادہ جانتے ہیں تم سے پس جب عام قریش کے واسطے یہ فضیلت ہے تو اہل بیت ان سے افضل ہے کیونکہ ان میں وہ خصوصیات موجود ہیں جن میں باقی قریش بالکل شریک نہیں

۱؎ (بقیہ حاشیہ) کتب شیعہ سے حدیث ثقلین کا ثبوت اس لئے لکھا ہے جو کسی نے سوال کیا تھا کہ حدیث مذکور کتب شیعہ میں نہیں ہے اس پر ایڈیٹر صاحب رسالہ اصلاح نے جواب میں ثبوت دیا تھا۔ اسی سے یہ روایات بہیں وجہ نقل کی گئی ہیں ۱۲ مترجم ۲؎ کتب شیعہ سے صاف اب حوالجات لکھنے شروع کئے گئے ہیں ۱۲ مترجم ۳؎ تقریر ابن حجر سے ہمارا مدعا بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ عارف قرآن و سنت نبوی اہل بیتؑ کے برابر کوئی بشر امت میں سے نہیں ہے اسی واسطے رسولؐ نے ان کی متابعت امت پر ضروری قرار دی ہے اور ہر زمانہ میں ایک ایسا اہل بیت سے بطور حجۃ موجود رہے گا جس کو بوجہ اعلم و اقدس ہونے کے پیشوا تسلیم کیا جائے اور دوازدہ ائمہ طہارت و اقدم و الزم بالقرآن ہونے کی ایسی صفات رکھتے ہیں جو باقی کسی میں نہیں اور وہی صفات ما بہ الامتیاز ان کی ہیں پس ائمہ حق بحکم رسولؐ وہی ہیں نہ غیر اور دیکھو عبارت مواہب و کبیر بیان ضرورت خلیفہ نبی ۔ ۱۲ مترجم

۱؎ مثل حوالہ صواعق محرقہ عبقات الانوار مجلد غدیر جزء ثانی نصف آخر صفحہ لکھنؤ میں کتاب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل مؤلفہ شہاب الدین احمد قسطلانی سنی سے حدیث میں مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے علیکم بالسمع والطاعۃ للسابقین من عترتی والمقتدین من نبوتی فانهم یصدونکم عن الغی ویدعونکم الی الخیر وهم اهل الحق ومعدن الصدق یحیون فیکم الکتاب والسنۃ ویجنبونکم الالحاد والبدعۃ یعنی تم پر میری عترت کی اطاعت

منهم للتمسك به الى يوم القيامة
كما ان الكتاب العزيز كذلك ولهذا
كانوا امانًا لاهل الارض كما
ياتي ويشهد بذلك الخبر السابق
في كل خلف من امتي عدول
من اهل بيتي الخ ثم احق من يتمسك
به منهم امامهم وعالمهم علي
ابن ابي طالب لما قدمناه من مزيد
علمه ودقائق مستنبطاته ومن
ثم قال ابوبكر علي عترة رسول اللهؐ
اي الذين حث على التمسك بهم فخصه لما
قلنا وكذلك خصه صلعم بما مر يوم غدير خم

سکتے۔ اور احادیث تمسک بہ اہل بیتؑ میں اشارہ ہے کہ تا قیامت ایک نہ ایک اہل بیت میں سے ایسا لائق موجود رہے گا اور یہ سلسلہ قطع نہ ہوگا جس کے ساتھ تمسک صحیح ہوگا جیسا کہ کتاب اللہ تا قیامت بدستور موجود رہے گی اور اسی لئے اہل بیتؑ امان ہیں زمین والوں کے لئے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور اس پر حدیث سابق بھی گواہ ہے کہ میری امت میں بعد میرے عادلین اہل بیت سے ہوں گے۔

پھر سب سے زیادہ لائق ان میں سے واسطے اتباع کے امام ان کا اور عالم ان کا علیؑ ابن ابی طالب ہے کیونکہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ بہت علم رکھتے ہیں اور دقائق مسائل جانتے ہیں۔ اور اسی واسطے ابوبکرؓ نے کہا علیؑ عترۃ رسول اللہ سے ہیں یعنی وہ ہیں جن کی اتباع پر ترغیب دی گئی ہے پس ابوبکرؓ کا مخصوص حضرت مرتضیٰؑ کو عترۃ سے واجب الاتباع ہونے کے لئے ذکر کرنے کی وہی وجہ ہے جو ہم نے پہلے مزید علم وغیرہ سے ذکر کی ہے۔ اور اسی لئے حضرت علیؑ کو غدیر خم کے دن رسول اللہ نے مخصوص فرمایا پھر ابن حجر نے کہا یقینی بات ہے کہ تبلیغ احکام و دلائل شروع

لازم و واجب ہے کیونکہ وہی میری نبوت کے علوم سے لینے والے اور تم کو گمراہی سے ہٹانے والے اور خیر کی طرف بلانے والے اور اہل حق و معاون صدق ہیں وہی تم میں کتاب خدا اور سنت کو زندہ رکھنے والے اور بے دینی و بدعت سے بچانے والے ہیں (اس کے بعد وہی مضمون ہے جو حدیث بالا کنز العمال والی میں ہے) انتہی۔ بحوالہ آیات محکمات جواب آیات بینات جلد دوم صفحہ ۱۱۱۔ (نوٹ) آیت ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ (ہم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مخصوص افراد قرآن کی تفہیم کے لئے علوم قرآن کے ماہر قرآن کے ساتھ ہونے ضروری ہیں۔ مصطفٰیؑ کا لفظ طالوت پر بھی آیا ہے جو نبی نہیں لہٰذا ائمہ اہل بیت اس آیت کے مصداق نہایت موزوں ہیں۔

نوٹ متعلق روایت سنتی۔ بے شمار سانید سے تو حدیث ثقلین اسی طرح وارد ہے جو درج کتاب ہذا ہے مگر کسی شاذ و نادر اسناد سے اہل تسنن نے بجائے عترتی اهل بیتی کے سنتی بیان کیا ہے اور اہل بیتؑ کی اطاعت کو غیر ضروری بنانے کے لئے نجدیوں اور ایڈیٹر النجم لکھنو دیگر متعصبین نے حدیث ثقلین کا جواب تیار

(ثم قال) فمن الموثوق به علیٰ ابلاغ الحجۃ وتاویل الحکم الیٰ اھل الکتاب وابناء ائمۃ الھدیٰ ومصابیح الھدیٰ ومصابیح الدجیٰ الذین احتج اللہ بھم علیٰ عبادہ ولم یدع الخلق سدیٰ من غیر حجۃ ھل تعرفونھم او تجدونھم الا من فروع الشجرۃ المبارکۃ وبقایا الصفوۃ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وبراھم من الاٰفات وا لمنھیۃ من الشارع وافترض مودتھم فی الکتاب انتھی۔

کتاب والوں کے لئے اور امام ہدایت خبر دینے کے لئے اور روشن چراغ دفع ظلمت کے لئے وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر معلمؑ بھیجنے کی حجت تمام فرمائی ہے اور مخلوق کو آوارہ بلا حجت بغیر معلمؑ کے نہیں چھوڑا تو کیا کوئی تم سوائے شجرہ نسب پاک نبویؐ کے کسی کو پہچان سکتے ہو کہ ایسا ہو سکے جیسے وہ برگزیدہ ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے پلیدی کو دور رکھا اور خوب ان کو پاک کیا ہوا ہے جیسا کہ چاہیئے تھا اور اللہ نے ان کو ممنوعاتِ شرعیہ سے بری فرمایا ہوا ہے اور ان کی محبت اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرض کردی ہے۔ بغیر انؑ کے کوئی نہیں۔ انتہیٰ من الصواعق ص۹۰۔۹۱ اور کتاب حد السارق مولفہ ایڈیٹر صاحب اصلاح کے ص۱۸۷ میں ہے کہ علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر میں۔

بقیہ حاشیہ۔ کیا ہوا ہے کہ نبیؐ نے کتاب خدا اور سنت کو چھوڑا ہے اور ہر صحابی تابعی تبع تابعی کی روایتوں پر عمل کر رہے ہیں جو ناقل ہیں لبس حدیث ثقلین پر عمل ہو گیا۔ اہل بیت کی کوئی خصوصیت نہیں۔ میں میں کہتا ہوں اولاً بے شمار احادیث واسانید صحیحہ کے خلاف کوئی روایت شاذ و مرجوح ناقابل قبول ہوتی ہے۔ اور قوت معارضہ سے معرا اس روایت کا یہی حال ہے باوجود اس کے اسناد اس کی بھی قوی نہیں۔ ثانیاً روایت کتاب اللہ واہل بیتیؑ صحیح مسلم میں وارد ہے اور صحیحین میں جو حدیث ہو اس کے مخالف کسی دوسری کتاب کی حدیث اس پایہ صحت کو نہیں پہنچتی اس طرح بھی مرجوح ہے۔ دیکھو اصول حدیث۔ ثالثاً اہل تسنن کے اندرونی اختلافات صحابہ و تابعین و مذاہب اربعہ و دیگر علماء ان کے زعم میں سب سنت نبی صلعم سے ہیں اور سب ان کے نزدیک قرآن سے ماخوذ ہیں حالانکہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے لہٰذا عقلاً باطل ہے کہ ایک ہی چیز ایک ہی حالت میں حرام بھی ہو اور حلال بھی قرآن اور متن میں قول و فعل نبی صلعم میں ایسا ہو تو یہ مزعومہ سنت اہل تسنن کی واجب الاتباع نہیں ہو سکتی ہر ایک مذہب کا معتقد مدعی ہے کہ اصل سنت کے متبع ہم ہیں رابعاً بصورت فرض تسلیم صحت روایت کے واضح ہو کہ فلک النجاۃ میں اور یہاں اس کی تعلیق میں ثابت ہو چکا ہے کہ اہل بیت کا طریقہ بحکم مخبر صادق سنت رسول خدا صلعم اور منشا قرآن کے مطابق ہے جو کبھی قرآن سے سلہ لآلی مصنوعی سیوطی طبع مصر جلد ا ص۲۹۴ میں ہے کثیر بن عبد اللہ

فی حق الصادق قال العلامۃ عبد الرؤف المناوی
فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر قال
الشریف یفهم منه وجود من یکون
اهلاً للتمسک من اهل البیت والعترۃ
الطاهرۃ فی کل زمان الی قیام الساعة
حتی یتوجه البحث المذکور الی التمسک
به کما ان الکتاب العزیز کذلک فلذلک
کانوا اماناً لاهل الارض فاذا ذهبوا
ذهب الارض کما فی العبقات مجلد
الثقلین؛ ولا یخفی ان خطاب التمسک
بالثقلین للحاضرین من الصحابة خواصهم
وعوامهم بالاصالة بحیث لا یستثنی منه
احد من الثلاثة ولا من غیرهم وللغائبین من
بعدهم ... غیرهم تنبیها لما هو قانون الشرع نقلها ان کل الاحکام عامة

کہتا ہے کہ شریف سمہودی کہتا ہے اس حدیث
سے ایک ایسے وجود کا اہل بیت و عترۃ
طاہرہ سے ہر زمان میں موجود رہنا قیامت
تک مفہوم ہوتا ہے جو پیشوائی اور واجب الاتباع
ہونے کی اہلیت و لیاقت رکھتا ہو تو ترغیب
وتاکید تمسک کا معنے صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ
قرآن ہمیشہ واجب الاتباع موجود ہے ورنہ
حکم تمسک ایسی چیز سے جو دنیا میں موجود نہیں
لغو معلوم ہوتا ہے جو معاذ اللہ نبی سے بعید ہے
اور اسی لیے اہل بیت کا وجود باشندگان زمین
کے لیے امان ہے پس جب وہ نہ ہوں تو زمین
ہی نہ رہے گی اسی طرح عبقات الانوار مجلد
الثقلین صفحہ ۸۰۷ میں ہے۔ اور یہ مخفی نہیں
ہے کہ اصالتاً خطاب حکم اتباع بہ ثقلین کا جملہ
صحابہ خاص و عام کے لیے تھا۔ جو اس وقت
حاضر تھے اس طرح کہ کوئی صحابی اس حکم سے
مستثنیٰ نہیں ہے نہ اصحاب ثلاثہ اور نہ باقی
صحابہ اور جو حاضر نہیں تھے ان کو بمقتضائے
فلیبلغ الشاهد للغائب کے تبعاً یہ حکم پہونچایا گیا جیسا
کہ قانون شرع کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کل امت
خواہ صحابہ ہوں یا دوسرے مامور باتباع ثقلین

جدا نہیں اور وہی واجب الاتباع ہے۔ وہی اہل بیت نبیؐ سنت کو زندہ کرنے والے اور بدعت کو مٹانے
والے قرآن کے لازم و ملزوم ہیں لہذا متلاشی سنت کو بھی اہل بیت ہی کی اطاعت و متابعت واجب ٹھیری۔
پس مآل و مقصود جملہ احادیث ثقلین اور خلیفتین ایک ہی ہوا کہ کتاب خدا اور عترت نبی مصطفےٰؐ واجب الاتباع
ہیں۔ ان کی متابعت سنت نبویہ کی متابعت ہے اور امت کو رسول خدا صلعم انہی کے حوالہ فرما گئے ہیں اور جو ان
سے تمسک نہیں کرتا وہ گمراہ ہے۔ اور قانون عمل بالحدیث اصول حدیث اہل تسنن میں یہی ہے کہ اگر صحیح معنے

بقیہ حاشیہ

بن عمرو کذاب ہے ابن حبان کہتا ہے لہ عن ابیہ عن
جدہ نسخۃ موضوعۃ محمد دار قطنی کہتا ہے کثیر ضعیف ہے
موطا مالک سے حدیث ترکت فیکما امرین لن تضلوا ما
تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی مرسل لکھ کر کہا گیا کہ اس کو ابن
عبد اللہ نے تمہید میں بہ طریق کثیر عن ابیہ عن جدہ
روایت کیا ابن حجر اپنی کتاب اطراف میں کہتا ہے
کہ مالک نے یہ حدیث اسی کثیر سے لی ہے۔ بہر حال یہ
روایت حدیث ثقلین سے تعارض کے قابل نہیں ۱۲ مترجم

من الصحابة وغيرهم مامورة باتباع الثقلين فكانت الامة كلها تابعة لهم لا متبوعة و متعلمة منهم لا معلمة لهم و متاخرة عنهم لا متقدمة عليهم لان الاحق بالامامة والاقدمية هم لا هي اى الامة العامة صحابة كانوا وغيرهم و ثبت ان اهل البيت وجب ان يكونوا حاكمين لا محكومين و آمرين للامة لا مامورين و رد قول من قال ان كل تقى آل محمد صلى الله عليه داخل فى الثقلين لانه يستلزم وحدة المتمسك و

ہیں پس ساری امت ثقلین کے تابع ہوگی نہ متبوع اور امت ان سے سیکھے گی نہ کہ ان کو سکھلائے گی۔ اور امت مقتدی اہل بیتؑ کی ہوگی نہ پیشوا ان کو کیونکہ لائق مذکور مستحق امامت اور پیشوا ہونے کے وہی ہیں نہ امت خواہ صحابہ ہوں یا ماسوائے ان کے اور ثابت ہوا کہ اہل بیت حاکم اور امر کرنے والے امت کے واسطے ہوں گے نہ محکوم و مامور امت کے اور قول اس شخص کا جس نے کہا ہے کہ تحقیق ہر پرہیزگار آل نبیؐ اور ثقلین میں داخل ہے مردود ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ تابع اور متبوع ایک چیز ہے (نیز بغیر ایک رہنما متبوع کے وہ پرہیزگاری کیا کریں گے۔ اگر اپنی رائے سے کریں گے تو تابع ہو لئے خود کے ہوں گے تو کسی کی اتباع نہیں ہے بلکہ خود رائی اور من گھڑت طریقہ ہوگا) اور تابع و متبوع ایک ہی ہونا باطل ہے جو اس قسم کی حدیث مشہور ہوگئی ہے وہ بہت ہی واہی ناقابل قبول ہے جیسا کہ فتح الباری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸ میں ہے

بقیہ حاشیہ

میں احادیث میں تعارض ہو یعنی ہر دو قسم کی احادیث قوت و صحت میں برابر ہوں تو بھی حتی الوسع ان میں تطبیق کرکے دونوں پر عمل کرنا چاہیے نہ یہ کہ ایک کو متروک یا منسوخ قرار دیا جائے اور دوسری پر عمل ہو۔ یعنی ایسا معنے مراد لیا جائے جس سے دونوں پر عمل ہو۔ ۱۲ مترجم۔

لے نوٹ عترت اہل بیت۔ فلک النجاۃ میں جو لفظ عترت لفظ اہل بیت کے ساتھ نبی صلعم نے اکٹھا فرمایا اس میں یہ مصلحت رکھی گئی ہے کہ لفظ اہل بیت سے اہل بیت سکنی کا مغالطہ نہ ہو۔ کیونکہ قرآن کا لازم ملزوم انہی کو قرار دیا گیا ہے جو طاہر و مطہر ہیں کسی حال میں قرآن سے جدا نہیں اور وہ آیت تطہیر کے مصداق اور حدیث ثقلین میں کتاب سے دوسری فرد ہیں اس لئے جو طاہر و مطہر نہ ہوں اس کے ساتھ تمسک کا حکم مخبر صادق ہرگز نہیں دیتے۔ اور نہ اس کو قرآن کا لازم و ملزوم قرار دیتے ہیں یہ امر اظہر من الشمس ہے تو عترتی واھل بیتی فرمانے سے نبیؐ نے باعث کا خاتمہ فرما دیا ہے کہ ازواج نبی اہل بیت مطہرین قرین قرآن و مصداق آیت تطہیر میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر آیت تطہیر میں داخل ہوتیں تو ان کی اتباع اور ان سے تمسک لازم و ملزوم قرار دیا جاتا تھا وہاں تصریح فرما دی

به وهو باطل مع ان هذا الحديث المشهور واهٍ جدا كما في الفتح و حديث انس رفعه آل محمد كل تقى اخرجه الطبرانى ولكن سنده واهٍ جدًا واخرج البيهقى عن جابر نحوه من قوله بسند ضعيف انتهى. فى الصواعق خبر آلى كل مومن تقى ضعيف فلزم ان يكون الائمة من اهل البيت وكانت بيعتهم لازمة فى اعناق المسلمين لا بالعكس كما هو مقتضى الحديث المذكور من قوله عليه السلام ولا تقدموهما فتهلكوا ولا تعلموا هم فانهم

کہ حدیث انس جو نبی تک مرفوع ہوئی ہے یعنی یہ کہ آلِ محمد ہر پرہیزگار ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے تو وہ بھی سند ضعیف سے ہے۔ لیکن سند اس کی بالکل واہی ہے اور بیہقی نے جابر سے مثل اس کے روایت کیا ہے تو وہ بھی سند ضعیف سے ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہے۔ اس طرح صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ میں ہے کہ حدیث آل میری ہر مؤمن پرہیزگار ہے کی ضعیف ہے۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ صفحہ ۸۹ میں ہے حدیث)

پس ثابت ہوا کہ پیشوا اہل بیتؑ سے ہوں گے اور ان کی بیعت لوگوں کی گردنوں میں ہونی چاہئے نہ یہ کہ اہل بیت کی گردنوں میں امت کے بعض لوگوں کی بیعت ہو جیسا کہ حدیث مذکور سے ظاہر ہے جو نبیؐ نے فرمایا تم ثقلین کے پیشوا نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کے معلّم نہ ہونا کیونکہ تم

بقیہ حاشیہ

اور رفع ابہام فرمادیا کہ اہل سے مراد میری عترۃ ہے اور کسی لغت و اصطلاح میں دیکھا یا سنا نہیں گیا کہ کسی کی بیوی اس کی عترت سے بیان ہوئی ہو۔ صراح و منتہی الارب میں عتر کا معنے اصل لکھا ہے اور منتہی الارب میں عترۃ کا معنی فرزندان واخص اقارب لکھا ہے۔ نہایہ ابن اثیر طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۶۲ لغت اول میں ہے۔ آل نبیؐ کے معنی میں فالاکثر علی انه اهل بیتی الخ اور جلد ۳ صفحہ ۲، لغت عتر میں لکھا حدیث ثقلین میں عترتی ہے عترۃ الرجل اخص اقاربه پھر کہا بعض یہی کہتے ہیں کہ آپ کے اہل بیتؑ اقرب ہیں وہ آپ کی اولاد اور علیؑ ہیں۔ اور علیؑ کی اولاد ہیں! اور صفحہ ۷۴ فلک پر اتفاق سے لکھا ملاحظہ ہو کہ رسولؐ خلیفہ فرماتے ہیں یہی چار میرے اہل بیت ہیں ۱۲ مترجم۔

ل۔ جیسا کہ نبی کا ہونا عذاب سے امان تھا چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَمَا کَانَ اللہ لیعذبهم وانت فیهم یعنی اللہ تعالےٰ اس حالت میں عذاب نہیں دیتا ہے کہ تو ان کے اندر موجود ہے پس ذریۃ نفس النبی جن کی خلقت نور واحد سے ہے ضرور باعث امان ہو سکتی ہے ۱۲ مترجم۔

ل۔ منہاج السنۃ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۲ میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے۔ هو حديث موضوع سورہ آل عمران میں ان اللہ اصطفےٰ آدم ونوحا وآل ابراهیم کی تفسیر میں فخر رازی جلد ۲ صفحہ ۵۳ و میں لکھتے

اعلم منکم وکما فی الصواعق من تاھل
منھم للمراتب العلیۃ والوظائف الدینیۃ
کان مقدما علی غیرہ ــــــ

تذنیب فی ان اھل البیت من ھم۔
اعلم ان فی اطلاق اھل البیت علی
علیؑ والحسن والحسین وسیدۃ النساء
فاطمۃ الزھراء علیھم السلام
روایات کثیرۃ شھیرۃ فی کتب
التفسیر والحدیث عند الفریقین
وجل الادلۃ علیہ ایۃ التطھیرؑ وایۃ
المباھلۃ وحدیث الکساء کما روت ام
سلمۃ اخرجہ الترمذی والدولابی
والبیھقی واحمد والطبرانی وابن
عمر اخرجہ البیھقی والحاکم وعائشۃ
اخرجہ المسلمؒ والترمذی وواثلۃ
بن الاسقع اخرجہ احمد وابوحاتم
والحاکم وصححہ والدیلمی وانس بن مالک
اخرجہ احمد والترمذی عن الحسن بن علی من
طرق بعضھا بسند حسن وانا من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس اخرجہ ابن سعد

سب سے یہ بہت واقف ہیں اور جیسا کہ
صواعق صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ جو اہل بیتؑ
سے مراتب عالیہ اور اعمال دینیہ کی لیاقت
رکھتا ہو وہ سب لوگوں سے مقدم جانا جائے گا۔

بیان حدیث ثقلین کے پیچھے یہ مضمون الحاق کیا جاتا ہے کہ اہل بیت سے مراد کون ہے،

جاننا چاہیئے کہ تحقیق اطلاق اہل بیت کا جناب علیؑ
اور حسنؑ و حسینؑ اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا
علیہم السلام پر بروایات مشہورہ بکثرت کتب تفسیر
وحدیث فریقین میں وارد ہے۔ اور بڑی
بھاری دلیل اس پر آیت تطہیر اور آیت
مباہلہ اور حدیث کساء کی ہے جیسا کہ اس
کو حضرت ام سلمہؓ سے ترمذی و دولابی اور
بیہقی و احمد و طبرانی نے روایت کیا اور
ابن عمرؓ سے بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور
حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس کو مسلم اور
ترمذی نے روایت کیا۔ اور واثلہ بن اسقع
سے احمد و ابوحاتم و حاکم و بیہقی و دیلمی نے
اور انس بن مالک سے احمد و ترمذی نے
اور جناب حسن بن علیؑ سے بچند طرق مروی ہے
جن سے بعض کی سند حسن ہے یہ کہ امام حسنؑ

بقیہ حاشیہ۔ ہیں بعض نے کہا اس جگہ آل ابراہیم سے
مراد مومنین ہیں جیسے ادخلوا آل فرعون میں ہے مگر صحیح یہ
ہے کہ مراد آل ابراہیم سے اولاد ابراہیمؑ ہے اور وہی
مراد ہیں آیت انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی
میں تو اس جگہ ظاہر ہے کہ آل سے ذریت ہی مراد ہے
اور ذریت ابراہیم میں امامت موعودہ چلی آتی ہے اور ائمہ اہل بیتؑ انہی میں سے ہیں نیز سنیوں کے نزدیک ابوبکرؓ
صاحب بعد نبیؐ سب صحابہ سے افضل ہیں اور وہ قصہ ابلاغ سورۃ براءۃ میں اہل بیت سے خارج ہو چکے ہیں پھر
ان سے کم درجہ کا شخص کون داخل آل ہو سکتا ہے۔ دیکھو خصائص نسائی صفحہ ۱۹ لا یذھب بھا الا رجل من اھل بیتی

والبوسعید الخدری اخرجہ البغوی فی تفسیرہ اخرج ابن جریر واحمد عنہ انہا نزلت فی خمسۃ وعلی اخرجہ الدیلمی وسعد بن ابی وقاص اخرجہ النسائی وجابر بن عبد اللہ اخرجہ الحاکم فی المستدرک وابن عباس اخرجہ ابوحاتم ناقلا من سیرۃ الحلبیۃ وغیرہا فی الصواعق المحرقۃ ایۃ التطہیر اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علیؑ وفاطمۃؑ والحسنینؑ الخ لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ۔ فی الصواعق قال ابوبکرؓ علی عترۃ رسول اللہؐ وفیہ اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدریؓ

نے فرمایا میں اسی اہل بیت سے ہوں جن کو اللہ تعالےٰ نے پاک کیا ہے اور پلیدی کو ان سے دور کیا ہے اس حدیث کو ابن سعد نے روایت کیا ہے اور ابوسعید خدری سے اس حدیث کو بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن جریر واحمد نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آیت تطہیر پانچ تن کے حق میں اتری ہے اور علیؑ سے دیلمی نے اور سعد بن وقاص سے نسائیؒ نے اور جابر بن عبد اللہ سے حاکم نے روایت کیا ہے مستدرک میں اور ابن عباس سے ابوحاتم نے سیرۃ حلبیہ وغیرہ سے روایت کیا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۵ میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیت تطہیر علیؑ وفاطمہؑ و حسنین کے حق میں اتری ہے الخ واسطے مذکر ہونے ضمیر کے ہو وغیرہ ضمیر ما لعبد اس کے کا مذکر ہونا بھی اس کا مؤید ہے۔ اسی طرح بعینہ فارسی ترجمہ اس کا مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ج ا صفحہ ۳۶۴ میں ہے۔

بقیہ حاشیہ

ھو منی وانا منہ اور صفحہ ۱۹۔ اسی خصائص میں دوسری روایت کے الفاظ ہیں رجل من اھلی اور رجل منی ہے۔ اور ترمذی ابواب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ میں بھی لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی یعنی نبیؐ نے آیات سورۃ برأت ابوبکرؓ کو دی تھیں کہ حج کے مقام پر تبلیغ کرے پھر وحی ہوئی کہ ان کا کام نہیں واپس لے کر علیؑ کی معرفت یہ کام انجام دو نبیؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا انہوں نے لیکر تبلیغ فرمائی اور نبیؐ نے ابوبکرؓ کو فرمایا کہ تبلیغ کا کام بجز اوس کے نہیں ہو سکتا جو میرے اہل سے ہو یا اہل بیت سے ہو یا فرمایا مجھ سے ہو یعنے میرے ساتھ اس کو یگانگت ہو۔ اور مفردات راغب اصفہانی برحاشیہ نہایہ جلد ا صفحہ ۱۳۸ میں ہے کہ لفظ اہل بیت متعارف آل نبی میں ہے تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۱۶ صفحہ ۴۱ حاشیہ نمبر ا میں ہے آل میں ازواج داخل نہیں۔ اور چچازاد بھائی آل میں داخل ہے جیسے مومن آل فرعون سے اورتا بعدار فرعون نہ تھا۔ انتہیٰ۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۱۶ و ابوالسعود صفحہ ۳۱۵۔ اور آیت سورہ آل عمران رکوع ۴ میں ذریۃ بعضہا من بعض اور سورہ حدید میں وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ بھی اس پر دال ہے کہ آل سے مراد اولاد ہے

ان النبیؐ قال وقفوهم انهم مسئولون
عن ولایة علیؑ وکان هذا هو مراد الواحدی
بقوله روی فی قوله تعالیٰ وقفوهم
الآیة ای عن ولایة علیؑ واهل البیت
ثم قال والمعنی انهم یسئلون هل
والوهم حق الموالاة کما اوصاهم النبیؐ
ام اضاعوها فتکون
علیهم المطالبة
انتهی ۔

بعدہ لکھا چنانچہ اکثر روایات دال بر آنست
صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے ۔ ابوبکرؓ نے کہا علیؑ
عترت رسول اللہؐ ہیں اور صواعق صفحہ ۸۹
میں ہے دیلمی نے ابوسعید خدری سے روایت
کی کہ نبیؐ نے فرمایا آیت
سے مراد یہ ہے کہ دن قیامت کے حکم ہوگا
کہ سب کو کھڑا کرو تحقیق ان سے ولایت علیؑ
کا سوال کیا جاتا ہے اور یہی مراد واحدی کے
اس کے اس قول سے ہے فرمان الٰہی
میں مروی ہے کہ سوال ولایت علیؑ
اور ولایت اہل بیتؑ کا ہوگا ۔ اور پھر کہا ہے
کہ معنی یہ ہیں کہ اس امر سے لوگ پوچھے
جائیں گے کہ کیا اہل بیت کو دوست رکھا
ہے حق دوستی کا جیسا کہ اس کی نبیؐ نے
وصیت فرمائی تھی یا کہ حق مودت اور وصیت
کو ضائع کیا ہے ؟ اگر ضائع کرنے والوں
پر مطالبہ اور سزا ہوگی ۔ ختم ہوئی عبارت
صواعق کی ۔

بقیہ حاشیہ

۱؎ تفسیر وحیدی برحاشیہ قرآن مترجم وحیدی مطبوعہ لاہور گیلانی پریس پ ۲۳ ص ۵۴۹ میں حاشیہ ۲ پر مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں بعضوں نے اس کو خاص رکھا ہے نبی گھر والوں سے یعنی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حسنؑ حسینؑ سے مترجم کہتا ہے صحیح مرفوع حدیثیں اسی کی تائید کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے خود بیان فرما دیا کہ میرے گھر والے یہ لوگ ہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ایک قرینہ اس کا یہ ہے کہ اس آیت کے اوّل اور آخر جمع مونث حاضر کی ضمیر سے خطاب ہے اور اس میں جمع مذکر کی ضمیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان آیتوں کے بیچ میں رکھ دی گئی ہے جن میں مطہرات سے خطاب تھا ۔ اور شاید صحابہ نے اجتہاد سے ایسا کیا واللہ اعلم انتہی ۔ اب تو راز فاش ہوگیا کہ اس آیت کو صحابہ نے کسی اپنی مصلحت سے اس موقع پر جا دیا ہے ورنہ اس کا موقع اور ہے ۔ انوار اللغہ پ ۲۲ ص ۱۵ میں مولوی صاحب موصوف بذیل حدیث کساء لکھتے ہیں ۔ صحیح یہ ہے کہ آیت تطہیر میں یہی پانچ حضرات مراد ہیں ۔ گو عرب کے محاورہ میں اہل بیت ازواج کو بھی شامل ہے ۔ اس آیت سے بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ یہ حضرات خطا اور گناہ سے معصوم تھے ۔ خیر اگر معصوم نہ تھے تو محفوظ تو ضرور تھے ۔ انتہی ۱۲ مترجم ۔

۲؎ طہارت علیؑ کی دلیل کافی ہے یہی جو رسول خداؐ نے اپنے ہمراہ خصوصیت بحالت دخول مسجد

وایۃ المباھلۃ:۔ فی الصواعق قولہ تعالٰی فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین

اور آیت مباہلہ کا بیان صواعق صفحہ ۹۳ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو تیرے ساتھ جھگڑا کرے اے نبیؐ بعد علم آجانے کے پس کہدے تو کہ آجاؤ بلالیں ہم اپنی اولاد کو اور تم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو پھر مباہلہ کریں اور ہم کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

بقیہ حاشیہ

میں حضرت علیؑ کو شریک فرمایا ہے کہ میرے اور علیؑ کے سوا کوئی جنب مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تفصیل و تصحیح اس کی روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۴۹۷ میں ملاحظہ ہو اس طرح جناب فاطمہؑ و حسنینؑ کے لئے یہی حکم آیا ہے ۱۲ مترجم

۲؎ ابی سعید خدری صواعق ص ۸۵ و صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۸۳ روایت عائشہ میں حدیث کسا کا بیان ہے کا بیان ہے ۱۲ مترجم۔

۳؎ یہ سب روایات ارجح المطالب ص ۵۶ لغایت ص ۶۰ میں اور تفسیر درمنثور میں اکثر ان سے موجود ہیں ۱۲ مترجم

۴؎ صواعق طبع مصر ص ۸۶ میں اسی طرح مرقوم ہے بلکہ اس کے آخر میں وطھرھم تطھیرا بھی ہے اور بالفاظ عن اھل البیت الذین قال اللہ فیھم انما یرید اللہ الآیۃ خطبہ امام حسنؑ میں علی بن برہان الحلبی نے سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ ص ۳۶۲ میں نقل کئے گئے ہیں اور مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۰۷ سے مصالحت معاویہ کے بیان میں مرقوم ہے اس خطبہ امام حسنؑ میں احد الثقلین کا لفظ بھی ہے کہ میں ان میں سے ایک ثقل ہوں اور شرح فقہ اکبر ملا قاری مطبوعہ محمدی لاہور ص ۱۲۸ میں ہے الا اولاد فاطمۃ فانھم یفضلون علیؓ اولاد ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ لقربھم من رسول اللہؐ فھم العترۃ الطاھرۃ والذریۃ الطیبۃ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا کذا فی الکفایۃ ۔۔۔۔۔۔ انتہٰے۔ یعنی اولاد فاطمہؑ بوجہ قرب رسولؐ کے باقی سے سب افضل ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے حق پاک کرنے کا اور پلیدی کو ان سے دور رکھا۔ نیز دیکھو حاشیہ متعلقہ خطبہ امام حسنؑ جو بیان مصالحت امام حسن با معاویہ میں لکھا گیا ہے طھرھم تطھیرا بہ صیغہ ماضی خطبہ امام حسنؑ میں اس کی کافی دلیل ہے کہ آیت تطہیر انہی کے حق میں اتری اور یہ طاہر مطہر و معصوم ہیں۔ یذھب عنکم الرجس کے بعد تاکید ویطھرکم سے پھر ذکر مفعول مطلق سے مؤکد کرنا اس پر دال ہے کہ ارادہ تکلیفی نہیں بلکہ ایقاعی ہے۔ اس پر شاہد

بقیہ حاشیہ ۹ - عادل خود امامؑ ہے کہ مقام احتجاج پر اپنی طہارت کا ذکر فرمایا۔ اور مثل عبارت شرح فقہ اکبر مندرجہ حاشیہ مذکورہ کے شرح عقاید نسفی طبع نولکشور کے حاشیہ نمبر ۵ قرہ و کمال و کفایہ سے حٹ" میں بھی ہے۔ نیز مثل فرمان امام حسنؑ کے امام حسینؑ و حضرت زینبؑ کا خطبہ بیان مصالحت معاویہ حال مروان کے حاشیہ میں بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۳۴ - ۱۱۴ - ۱۴۷ ملاحظہ ہو اور دیکھو دربیان تطہیر و مودت عبارت صواعق محرقہ و شرح فقہ اکبر و فرع نامی وغیرہ لفظ اذہب و طہر بصیغہ ماضی کا اقرار اور خطبہ امام میں طبری و کامل کا حوالہ دربیان مصالحت معاویہ اور دیکھو تقریر عبداللہ بن عباس کی تقریر مکالمہ عمر و ابن عباس میں جو خلافت کے غاصبانہ ہونے کے بارہ میں مروی ہے۔ ابن عباس نے تطہیر سے استدلال کیا ہے اور مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱ میں دربیان ادریس از اولاد امام حسنؑ لکھا ہے۔

علیٰ ان تنزیہ اہل البیت عن مثل ھذا من عقائد اہل الایمان فاللہ سبحانہ قد اذہب اللہ عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا ففراش ادریس طاہر من الدنس و منزہ عن الرجس بحکم القرآن و من اعتقد خلاف -

اس عبارت ابن خلدون متعصب سنی سے میری غرض فقط یہ ہے کہ اس میں ابن خلدون نے طہارت اہل بیتؑ کو تسلیم کیا۔ اور اس اعتقاد کو ایمان کی جزو قرار دیا ہے اور اس کے خلاف جو اعتقاد رکھے اس کو داخل در وانہ کفر سمجھا ہے اور قرآن کے حکم تطہیر کو اس بارہ میں قطعی اعتقاد کیا ہے اور کتب بالا سب میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے جو طہارت واقع شدہ کا مظہر ہے۔ پس یہ اعتراف معتبرین علماء سنیوں کے طہارت ائمہ طاہرین کی ثابت ہوتی خمسہ نجباء کے علاوہ دیگر ائمہ طاہرین کی طہارت بہ اخبار ہر امام کے اپنے مابعد امام کے واسطے اور باعتراف علماء مخالفین کے ثابت ہے کتب بالا کی عبارت بہ تفسیر آیت تطہیر سے مطلق ذریت طیبہ طاہرہ ثابت ہے اور چونکہ نبیؐ کی اولاد سب نبی نہیں ہوتے اور نہ امام کی اولاد سب امام لہٰذا علیٰ سبیل التنزل اہل بیت میں ہے چند نفوس طاہرہ کا ہونا لازمی اور علیٰ سبیل التغلیب ذریۃ طاہرہ کا اطلاق ہوتا چلا آیا ہے۔ اس کی تشخیص کہ کون کون سے ایسے ہیں مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ اپنی آپ دلیل ہوتے ہیں کہ مخالف و موافق کو اقرار طہارت و فضائل ان کے سے چارہ نہیں ہوتا اور ان کی نظیر عام افراد بلکہ خواص میں بھی نہیں ملتی ہے اور ہر معصوم اپنے مابعد کی عصمت و امامت و طہارت کی خبر دیتا ہے جو دلیل قطعی ہوتی ہے اور آیت تطہیر کی تفسیر بھی جاتی ہے جیسا کہ زیادہ حصہ احکام کا قرآن میں مجمل ہے اور تفسیر و تشریح سب کی احادیث سے ہوتی ہے انوار اللغۃ پارہ اول صفحہ ۵ طبع لاہور میں علامہ وحید الزمان سنی حدیث نقل کرتے ہیں مثل الصادقؑ من الآل فقال ذریۃ محمدؐ فقیل لہ من الاہل فقال الائمۃ پھر اسی کے صفحہ ۱۵ لغت اہل میں لکھا پھر پوچھا گیا عترت کون ہیں؟ فرمایا کملی والے (ضروری نوٹ) نسیم الریاض شرح شفا عیاض جلد ۳ صفحہ ۵۰۹ میں بعد حدیث کساء لکھا ہے آیت تطہیر میں جب ارادہ تطہیر کو خدا تعالےٰ نے ظاہر

[illegible]

فرمایا تو مراد کا پورا ہونا ضروری ہے پھر اس اظہار طہارت کا کیا ہے یا تو تاکید کے لئے ہے یا اظہار قدر کے واسطے ہے کہ لوگ سمجھیں یا دوام و ثبات کے لئے ظاہر فرمایا۔ اسی دوام کی دعا نبی ؐ نے حدیث کساء میں فرمائی۔ انتہیٰ جیسے اھدنا الصراط المستقیم ہمیشہ نماز میں پڑھا جاتا ہے اس میں جہلا ملاؤں کا جواب ہے جو کہتے ہیں مراد ارادہ تکیقی ہے۔ یا یہ کہ نبی ؐ نے دعا کیوں کی اگر وہ پاک ہو چکے تھے ۱۲۔ مترجم

لہ صراح میں ہے عترۃ بالکسر اصل و عترۃ خویشان و نزدیکان مرد تو عترتی اھل بیتی نے ہر شبہ کو دور کر دیا ہے جو سینوں کے دل میں آتے ہیں کیونکہ جو اصل اور سب سے اقرب ہیں جن سے نبی ؐ کا نام مبارک قائم رہا اور جن کو نبی ؐ نے اپنی صلب کی اولاد فرمایا بھائی دنیا و آخرت میں فرمایا ان کے بغیر کوئی اور مقصود حدیث ثقلین سے نہیں ہو سکتا۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پ ا صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں سئل الصادق من اھل بیتہ قال الائمۃ امام صادق سے پوچھا گیا اہل بیت کون ہیں فرمایا امام پھر پوچھا گیا عترت کون ہیں فرمایا کملی والے یعنی حضرت علی ؑ و فاطمہ ؑ و حسنین ؑ ۱۲ مترجم۔

لہ آیہ مباہلہ کی توضیح یہ ہے کہ آیت مباہلہ ندع ابناء الآیہ کی ضمیر متکلم مع الغیر مثل آیت تعالوا الی کلمۃ سواد بیننا و بینکم عام ہے کوئی لفظ تخصیص اقربا رسول پر دال نہیں بذریعہ نبی ؐ عام مسلمانوں اور عام نصاریٰ نجران کے درمیان قول و قرار تھا کیونکہ مقابلہ میں کوئی جھوٹا نبی اور اس کے رشتہ دار نہیں تھے بلکہ عقاید نصارٰی کے درمیان جو اختلاف تھا اس میں ہی سچوں اور جھوٹوں کا فیصلہ مباہلہ پر قرار دیا گیا۔ یہ مفسرین اہل تسنن کی خود ساختہ تغیر ہے کہ وہ صرف قریبی رشتہ داران رسول ؐ کے لئے ہی حکم تھا یہ امر قرآن سے ثابت نہیں ہوتا جب حکم عام ہے تو صحابہ میں سے بہ قبول سینوں کے عمر رسیدہ اور خدا رسیدہ اور افضل الناس یار غار جو قریبی رشتہ دار یعنی خسر بھی تھے۔ حضرت دوم بھی اسی طرح تھے ان کی دو صاحبزادیاں رسول ؐ کی ازواج میں تھیں ایک صاحب تو نبی ؐ کی غلطیوں کی اصلاح بھی کرتے تھے اور نبی ؐ کے بعد نبی ہونے کی قابلیت بھی رکھتے تھے ایک اور قریبی عزیز تھے جن کو دو چند مرتبہ شرف دامادی پیغمبر بھی حاصل تھا موجود تھے مگر مردوں سے کوئی ایسا مقبول خدا مستجاب الدعا انفسنا کا صحیح مصداق اور صدق میں بے شبہ اعلیٰ فرد بجز علی ؑ کے نبی ؐ کو معلوم نہیں ہوا اس بنا پر حضرت علی ؑ ہی مع حسنین ؑ بر مقابلہ دیگر صحابہ کونوا مع الصادقین کے صحیح مصداق اور پیشوا قابل اقتدا ہو سکتے ہیں دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں ہے اور نہ عورتیں میں بجز ایک زہرا علیہا السلام کے اس پایہ کی کوئی عورت نبی ؐ کو معلوم ہوئی جس کو مباہلہ میں شامل فرماتے کلمہ نساءنا تو ازواج کو شامل تھا بلکہ یہی معنے متبادر تھا۔ کلمہ بناتنا وارد نہیں ہوا کہ بیٹی کو ہی لے جاتے اور بقول سینوں کے ازواج میں سے محبوبہ محرم زوجہ اور دنیا کی سب عورتوں سے افضل نبی ؐ کے پاس حضرت عائشہ ؓ بھی موجود

تھیں مگر نبیؐ نے اس کو یا کسی دوسری عورت کو مباہلہ میں جناب زہرا علیہا السلام کے ساتھ شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا حالانکہ قرآنی حکم صیغہ جمع نسآء ناموجود ہے جس کی تعمیل عورتوں کی ایک فرد سے کی گئی یعنی جناب زہرا علیہا السلام دختر خود کو ہی لے گئے۔ اگر بالفرض بقول اہل تسنن نبیؐ کو اپنے قریبی رشتہ داروں یعنی بنی ہاشم کے لیجانے کا حکم تھا تو حضرت عباس چچا رسول خداؐ کا اور عبداللہ ابن عباس اور قثم ابن عباس ہر دو چچازاد بھائی آپ کے اور امامہ دختر زینب یعنی دوہتی نبیؐ کی وغیرہ فرد بنی ہاشم سے موجود تھیں۔ ان کو نبیؐ پاک نے مباہلہ میں کیوں شامل نہیں فرمایا۔ اور حضرت عباس وہ ہیں جن کو دعاء استسقاء میں حضرت عمرؓ جیسے نے وسیلہ بنایا تھا۔ (فلک فضائل جناب علیؑ جلد ۱) اگرچہ حضرت عباس نے پھر جناب امیرؑ اور حسنینؑ کو اپنے ساتھ لے کر وسیلہ بنایا اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم لوگوں سے کوئی ہمارے ساتھ اس مقام دعا میں شریک نہ ہو تم جدا رہو گویا عمرؓ کا دعا کے وقت الگ رکھنا حضرت عباسؓ نے بھی اسی طرح مناسب سمجھا جیسے رسول خداؐ نے مباہلہ میں ان کو دور رکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر مباہلہ میں صرف رشتہ داری کو دخل نہ تھا۔ اور نہ صغر سنی اور کبر سنی کو بلکہ پاک باطنی اور کمال ایمانی کو اور عین الیقین کے درجہ پر فائز ہونے کو دخل تھا۔ اور جن کے مثل نبی صادق کامل ہونے میں ذرہ بھی شائبہ کذب کا نہ تھا۔ مسلمانوں سے ایسے فردوں کی ضرورت تھی اور یہی انفسنا سے مقصود ہے ہم اور ہمارے جیسے اور چونکہ صیغہ جمع کا ہے چند اور بھی شامل ہو جاتے تو تعمیل صیغہ جمع کی احسن طریق سے انجام پا جاتی کیا حرج تھا لیکن ایسا وجود پنج تن پاک کے برابر کوئی نہ مل سکا اس لئے اور کسی کو شامل نہیں کیا گیا کیونکہ اگر آدمی ایسی ان میں شامل کر دی جاتی جس میں جھوٹ کی ذرہ برابر ملاوٹ ہوتی یعنی اس سے جھوٹ کا ظاہر ہونا ممکن ہوتا تو اُن پر بد دعا کا اثر ظاہر ہونے کا احتمال ہوتا تو بہر حال اس واقعہ سے اتنا یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ اتنی بڑی جماعت مسلمانوں میں جو درجہ خلوص اور کمال سچائی کا ان پانچ فردوں کو برابر برابر حاصل تھا اور کسی کو نصیب نہ تھا اور یہ کہ حسنینؑ کو بچپن ہی سے وہ درجہ کمال حاصل تھا جو بڑے بڑے سن رسیدہ قریبی یا بعیدی صحابہ کو نصیب نہ تھا۔ ۱۲ مترجم۔

۲ تشریح اہل بیت۔ انفسنا آیۃ مباہلہ کی تفسیر میں حدیث خاصف النعل مندرجہ فلک النجاۃ بیان فضائل علیؑ کافی ہے کہ نبیؐ نے اس میں علیؑ کو اپنے نفس جیسا فرمایا ہے۔ اور آیت مباہلہ کے وقت پنجتن پاک ہی نے یہ تعمیل کی کہ کسی غیر کو شریک نہ فرمایا۔ یہ کل کتب فریقین سے ثابت ہے چنداں ضرورت نہیں کہ حوالجات لکھوں مگر مشتے نمونہ از خروارے کچھ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح ترمذی ابواب التفسیر جلد ۲ صہ ۱۲۴ و ۲۱۴ سورہ آل عمران و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ نبیؐ نے جناب علیؑ و زہرا و حسنینؑ کو بلایا اور فرمایا اللھم ھؤلاء اھلی اور اس

قال فی الکشاف لا دلیل اقویٰ من ھٰذا علیٰ فضل اصحاب الکساء وھم علیؑ و فاطمۃ والحسنانؑ لانھم لما نزلت دعاھم صلعم فاحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمۃ خلفہ و علی خلفھما فعلم انھم المراد من الآیۃ وان اولاد فاطمۃ وذریتھم یسمون ابناءہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحۃ نافعۃ فی الدنیا والاٰخرۃ وکذا اخرجہ[1] مسلم عن سعد بن ابی وقاص والترمذیؒ والنسائی والحاکم۔ وفی تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر للسید الصدیق حسن خان المراد من الاٰل علیؑ و فاطمۃؑ والحسنان ویدل علیہ اٰیۃ المباھلۃ واٰیۃ التطہیر والکساء وکذا فی التفسیر الخازن وغیرہ۔ قال الحافظ فی الفتح قال احمد المراد باٰل محمد فی حدیث التشھد اھل بیتہ وعند الشافعی من حرم علیہ الصادقۃ وقیل المراد بالاٰل ذریۃ فاطمۃ خاصۃ حکاہ النووی فی شرح المھذب وفیہ وفی ذکر البیت معنی اٰخر ای لشو لحنہ بحلۃ بالبیت فی جنۃ) لان مرجع اھل بیت النبیؐ الیھا لما ثبت فی تفسیر قولہ تعالیٰ۔

تفسیر کشاف میں زمخشری نے کہا ہے کہ کوئی دلیل فضیلت صاحبان چادر کے واسطے جو کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہیں قصہ مباہلہ سے زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ جب آیت مباہلہ کی اتری تو ان کو نبیؐ نے بلایا جناب رسولؐ نے امام حسینؑ کو گود میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور جناب فاطمہؑ پیچھے ان کے روانہ ہوئیں اور جناب علیؑ سب کے پیچھے روانہ ہوئے پس معلوم ہوا تحقیق کہ وہی مراد ہیں اس آیت سے اور تحقیق فاطمہؑ اور ان کی ذریت پسران نبیؐ اور منسوب طرف نبیؐ کے نسبت صحیحہ سے ہیں جو نسبت دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی ہے اور اسی طرح مسلم اور ترمذیؒ و نسائیؒ و حاکم نے روایت کیا ہے اور تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر ص۴ مؤلفہ سید صدیق حسن خان میں ہے مراد آل سے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ ہیں اور اس پر آیت مباہلہ و آیت تطہیر و حدیث کساء دلیل ہے اور اسی طرح تفسیر خازن وغیرہ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے کہ امام احمد لکھتے ہیں آل محمد سے مراد حدیث تشہد میں اہل بیت نبیؐ کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مراد آل سے وہ ہیں جن پر صدقہ حرام

[1] حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے بعینہ اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۱۳ میں باسناد احمد ہے اور نور الابصار علامہ شبلنجی طبع مصر ص ۹۹ میں اہل بیتؑ کی تشریح انہی حضرات سے کر کے لکھا ہے کہ

انما یرید الله الآیۃ قالت ام سلمۃ لما نزلت دعا النبی صلی الله علیه وآله وسلم فاطمۃ وعلیا والحسنین فجللهم بکساء وقال اللهم هؤلاء اهل بیتی الحدیث اخرجه الترمذی وغیرہ ومرجع اهل البیت هؤلاء الی خدیجۃ لان الحسنین من فاطمۃ بنتها وعلیؑ نشأ فی بیت خدیجۃ رض وهو صغیر ثم تزوج بنتها بعدها فظهر رجوع اهل البیت النبوی الی خدیجۃ دون غیرها۔ انتهی۔ وفی ارجح المطالب عن جابر بن عبد الله قال انفسنا محمدؐ وعلیؑ وابناءنا الحسن والحسین ونساءنا فاطمۃؑ رواہ الحاکم وفی المعالم والخازن ان العرب تسمی ابن عم الرجل نفسه کما قال سبحانه ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم قال الفخر الدین الرازی فی تفسیرہ الکبیر۔ روی انه علیه السلام لما خرج فی المرط الاسود فجاء الحسن فادخله ثم جاء الحسینؑ فادخله ثم فاطمۃؑ ثم علیؑ ثم قال انما یرید الخ۔ وفی الشرف المؤبد لآل محمد فذهب طائفة منهم ابو سعید الخدری وجماعة من التابعین منهم مجاهد وقتادة وغیرهم کما نقل الامام البغوی وابن الخازن وکثیر من م

ہے۔ اور بعض کے نزدیک مراد آل سے ذریت فاطمہؑ بالخصوص ہے اسی کو نووی نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے۔ اور اسی فتح الباری کا جلد ۳ صفحہ ۴۲۲ میں ہے کہ ذکر بیت بشارت جنت خدیجہ رضؓ میں جو ان کو ملی تھی ایک لطیف معنے ہے کیونکہ مرجع اہل بیت نبیؐ کا اسی جناب خدیجہ رضؓ کی طرف ہے کیونکہ تفسیر قول باری تعالےٰ انما یرید الله الآیۃ میں ثابت ہے کہ جناب ام سلمہ کہتی ہیں جب یہ آیت اتری تو نبیؐ نے جناب فاطمہؑ و علیؑ و حسنینؑ کو بلایا اور ان کو چادر اوڑھادی اور فرمایا کہ خدایا یہی میرے اہل بیتؑ ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور مرجع ان سب اہل بیت کا خدیجہ رضؓ کی طرف ہے کیونکہ جناب حسنینؑ جناب فاطمہؑ کے بطن اقدس سے ہیں اور جناب فاطمہؑ جناب خدیجہ رضؓ کی بیٹی ہیں اور جناب علیؑ نے خدیجہ رضؓ کے گھر میں بچپن سے پرورش پائی اور پھر شادی بھی انہی کی بیٹی سے کی پس ظاہر ہوا کہ رجوع اہل بیت نبیؐ کا محض خدیجہ رضؓ کی طرف ہے نہ کہ اور کسی طرف فتح الباری کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

ابی سعید خدری اور ایک جماعت تابعین کی جن میں سے مجاہد و قتادہ ہیں یہی قول ہے اور اس قول پر آیت مباہلہ کی تعیین میں رسولؐ کا عمل گواہ ہے اور فخر رازی اور زمخشری آیت مودت قربیٰ کی تفسیر میں اسی طرف مائل ہوئے ہیں اور ص۹۹ میں باسناد احمد و طبرانی ابی سعید خدری سے مرفوعاً اسی طرح روایت کیا ہے ۱۲ مترجم۔

[1] کذا فی تاریخ الخلفاء . . . صفحہ ۱۱۵۔ ۱۲ مترجم۔

المفسدین انی انهم هنا رای فی اية
التطهير) اهل العباء وهم رسول الله ﷺ
وعلیؑ وفاطمة والحسنؑ والحسينؑ وروی
احمد والطبرانی عن ابی سعيد الخدری
مرفوعاً انزلت هذه الاية فی خمسة فی
وفی علیؑ وحسنؑ وحسين وفاطمه و
روی من طرق عديدة وصحيحة عن
انس ان رسول الله كان بعد نزول
هذه الاية يمر بباب فاطمة اذا خرج الی
صلوٰة الفجر يقول الصلوٰة اهل البيت
انما يريد الله - الاية۔

وفيه وذكر ابن جرير فی تفسيره
خمس عشر رواية باسانيد مختلفة
فی ان اهل البيت فی الاٰية هم النبیؐ
وعلیؑ وفاطمةؑ وحسنؑ وحسين ثم
اعقبها برواية واحدة فی ان المراد
زوجاته الطاهرات۔

ورائت الامام الجليل خاتمة
الحفاظ جلال الدين السيوطی فی
تفسيره الدر المنثور فی صدر الكلام
عن تفسير هذه الاية ثلاث روايات
فی ان اهل البيت فيها هم ازواجہ
واعقبها بعشرين رواية من طرق

اور ارجح المطالب صفحہ ۶۰ میں ہے کہ جابر بن عبد اللہ
کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد محمدؐ و علیؑ ہیں اور
ابناءنا سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں اور نساءنا
سے مراد فاطمہؑ ہیں۔ اس کو حکم نے روایت کیا
تفسیر معالم اور خازن میں ہے کہ تحقیق عرب چچا
زاد بھائی کو نفس دوسرے بھائی کا نام رکھے
ہیں جیسا کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ اپنے نفسوں کو
عیب نہ لگاؤ ارادہ اس سے یہی ہے کہ اپنے
بھائیوں پر عیب نہ لگاؤ اور فخر الدین رازی نے
اپنی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۰۰ میں لکھا ہے جناب
نبیؐ مکرم سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسول
خدا صلعم سیاہ کملی میں نکلے اور امام حسنؑ آئے
تو ان کو داخل کر لیا پھر فرمایا نبی صلعم نے
انما یرید اللہ لیذھب عنکم۔ اور شرف
المؤبد لال محمدؐ صفحہ ۶ و ۷ مطبوعہ مصر میں ہے
کہ ایک گروہ جس میں حضرت ابوسعید خدری اور
جماعت تابعین کی مجاہد اور قتادہ وغیرہ ہیں
جیسا کہ امام بغوی اور ابن خازن اور بہت
مفسرین نے نقل کیا ہے اس طرف گئے ہیں
کہ آیت تطہیر میں مقصود مراد اہل عباء و کساء
ہیں اور جناب رسول اللہ صلعم و علیؑ و فاطمہؑ
و حسنؑ و حسینؑ ہیں اور احمد اور طبرانی نے
ابی سعید خدری سے روایت کیا انہوں نے نبیؐ

[1] حدیث کساء۔ حدیث کساء نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ طبع مجتبائی دہلی
حدیث حسن صحیح۔ صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۸۵ میں ہے
آخر حدیث تک۔ اور تفسیر در منثور سیوطی جلد ۵ صفحہ ۱۹۸ و ۱۹۹ میں باسناد ابن جریر و طبرانی و ابن ابی حاتم و

مختلفة فی ان المراد منهم النبیؐ و علیؑ و فاطمهؑ و حسنؑ و حسینؑ. و فی صحیح المسلم عن زید بن ارقم فی حدیث الثقلین، فقلنا، القائل هو الراوی من النس، من اهل بیته نساءه قال لا ایم الله ان المرءة تکون مع الرجل العصر من الدهر ثم یطلقها فترجع الی ابیها و قومها الخ و کذا فی الصواعق فی الخصائص الکبری للسیوطی اخرج الحاکم عن ام سلمة قالت

فی بیتی: نزلت انما یرید الله اذہب ... فارسل الی علی و فاطمة فا...

سے فرمایا آیت تطہیر پانچ تن پاک کے حق میں اتری ہے یعنی میرے حق میں اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور بہت طریقوں سے جو حسن و صحیح ہیں۔ انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ بعد نزول آیت تطہیر کے دروازہ جناب فاطمہؑ پر گذر فرماتے ہوئے جب کہ نماز فجر کے لئے نکلتے تھے۔

تو فرماتے تھے۔ الصلوٰۃ اهل البیت انما یرید الله۔ الآیۃ

یہ یعنی نماز کا وقت ہے اے اہل بیت۔ اللہ تعالٰے کا ارادہ تطہیر آپ کے لئے ہو چکا ہے اور اسی کتاب الشرف المؤبد صفحہ ۹ میں ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ روایات باسانید مختلفہ اس مسئلہ میں لکھی ہیں کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد وہی جناب نبیؐ و جناب علیؑ و جناب فاطمہؑ و جناب حسنؑ و حسینؑ ہیں اور اس کے بعد صرف ایک روایت اسبارہ میں لکھی ہے کہ مراد ازواج ہیں۔

ابن مردویہ و باسناد ابن المنذر اور ترمذی مع تصحیح و باسناد بیہقی و حاکم مع تصحیح حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ اس میں چادر میں لاکر فرمایا ہے اللهم هؤلاء اهل بیتی و خاصتی فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرًا . . . .

تین بار فرمایا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے اپنا سر اس پردہ کے اندر کیا اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں فرمایا تو بھی اچھی ہے۔ اس میں طبرانی کی روایت کے اندر اس طرح ہے ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے پردہ اٹھایا اور اس میں داخل ہونا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پردہ کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا انک علی خیر اور اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار طبع مصر صفحہ ۸۲-۸۳ میں اس طرح ہے انک من ازواج النبی علی خیر اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ میں علی مکانک و انک علی خیر ہے نیز ربانی حاشیہ بر صفحہ ۳۷

للعہ یہ روایت انہی الفاظ سے کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۳ میں بھی باسناد ابو یعلےٰ و ابن عساکر اور مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۴ و ۳۲۳ میں دو اسنادوں سے اور ذخائر العقبیٰ للحافظ المحب الطبری مطبوعہ قاہرہ مصر ص ۲۱ میں بعینہ مروی ہے۔ بلفظ فجذبه رسول الله من یدی الخ اخرجه الدولابی فی الذریة الطاهرة۔ اور حدیث کساء باب فضائل الحسنین صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۳ میں ان الفاظ سے مروی ہے قالت عائشہؓ خرج النبیؐ غداة و علیه مرط رای کساء، مرحل (منقوش) من شعر۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه (فادخل) ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا (اسم لکل مستقتد) اور ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۹ میں ہے جب آیت تطہیر اتری تو نبیؐ نے جناب فاطمہؑ و حسنینؑ و علیؑ کو بلایا اور چادر اوڑھا کر فرمایا اللھم ھؤلاء اھل بیتی طھر ھم تطھیرا الخ ۱۲ مترجم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) ابن مردویہ اور خطیب کی روایت میں اسی طرح ہے یعنی فرمایا تو ازواج سے اپنے مرتبہ پر اچھی ہے مگر اس مخصوص منزلت اہل بیت میں نہیں مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۹۶ مسند ام سلمہ میں باسناد مروی ہے کہ جب جناب علیؑ و زہراؑ و حسنینؑ تشریف لاتے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا تو اٹھ جا اور فرمایا قنحی لی عن اهل بیتی تو ہمارے اہل بیت سے ایک طرف ہو جا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں فتنحیت فی ناحیة البیت گھر کے ایک گوشہ میں ہو گئی یا میں ایک طرف ہو گئی نبیؐ نے علیؑ و فاطمہؑ کو دائیں بائیں بٹھایا اور حسنینؑ کو گود میں لیا اور چادر اوڑھائی الخ اور مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۴ میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں نبیؐ نے فرمایا تنحی عن اهل بیتی یعنی میرے اہل بیت سے الگ اٹھ جا اور کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۳ میں باسناد ابن ابی شیبہ بعینہ مثل الفاظ روایت مسند کے قنحی لی عن اهل بیتی۔ مروی ہے اور زیادہ کیا کہ نبیؐ نے اپنا دایاں ہاتھ علیؑ کے گلے میں ڈالا اور بایاں ہاتھ حضرت زہراؑ کے گلے میں اور صواعق محرقہ طبع مصر ص ۱۴۳ میں لکھا ہے دوسری روایت میں ہے ام سلمہؓ نے جب ارادہ کیا کہ اس چادر کے اندر داخل ہو فقال صادر بعض منعه لها انت علی خیر یعنی نبیؐ نے چادر میں داخل ہونے سے منع فرما کر فرمایا تو بھی اچھی ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ اور میں تو حضور نے فرمایا وانت من اهل البیت العام تو عام گھر والوں میں سے ہے بدلیل الروایت الاخرلے دوسری روایت کی دلیل سے انتہیٰ من الصواعق اور منثور ج ۵ ص ۱۹۸ میں الفاظ یہ ہیں۔ انک الی الخیر انک من ازواج النبیؐ۔ وانت علی مکانک۔ وانک علی خیر اب معنی صاف ہو گیا کیونکہ بعض احادیث بعض کی مفسر ہوتی ہیں کسی روایت میں حضرت ام سلمہؓ کو من اهلی کسی میں علیٰ مکانک۔ کسی میں من ازواج النبیؐ کسی میں من اهل البیت العام کسی میں علےٰ خیر فرمایا حسب اعتراف ابن حجر مطلب یہ ہوا کہ تو میری ازواج میں سے اپنے مکان و مرتبہ پر بہتر ہے مگر اس مرتبہ خاص میں داخل نہیں۔ اسی لئے اس جگہ سے اٹھ جانے اور میرے اہل بیت سے دور ہو جانے کا حکم دیا لیس باوجود پاس ہونے اور درخواست کرنے کے لئے حضرت ام سلمہؓ کے ان کا اس درجہ خاص سے بہ نفس رسول مقبول صلعم خارج ہونا قاطع اس امر کی ہے کہ ازواج النبیؐ اس آیت تطہیر میں داخل نہیں ہیں اور الدین الخالص جلد ۲ صفحہ ۲ میں حدیث ابی ذر باسناد احمد کہ اہل بیت مثل سفینہ نوح کے ہیں لکھ کر سید صدیق حسن لکھتے ہیں یہاں اہل بیت سے مراد بالخصوص عترۃ طاہرہ اور ذریت مطہرہ ہیں ازواج النبی اس میں داخل نہیں

ان کے لئے اور احادیث ہیں جو ان کو کافی ہیں۔ انتہی۔ معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ پ ۲۲ میں ہے۔
وذهب ابوسعید الخدری رض وجماعة من التابعین منهم مجاهد وقتادة
وغیرهما الیٰ انهم علیؑ و فاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ۔
(**نتیجہ کا نوٹ**) حدیث ثقلین میں اہل بیت کو لازم ملزوم کتاب اللہ کا قرار دینا اور قیامت تک جدا نہ ہونے کی خبر دینا تو دلیل ان کی عصمت و طہارت کی ہے اور حدیث کے الفاظ ھٰؤلاء اھلبیتی اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں ھٰؤلاء اھلی مفسر حقانیؐ کی زبانی آیت تطہیر کی ایسی تفسیر ہے جو سب مفسرین کی تفاسیر پر ترجیح رکھتی ہے تذکیر ضمیر وغیرہ کی بحث کی بھی کوئی ضرورت نہیں مورد وحی قرآن کے معنے کو خوب جانتا ہے جس نے امت کو سمجھانے اور سنانے اور دکھانے کی غرض سے اللھم فرما کر خدا کو حاضر ناظر کرکے اور بروایت اتفاق (جو روایت اہل بیت امان ہیں کے بعد آئندہ آئے گی) حلفیہ بیان میں فرمایا کہ یہی میرے اہل بیت ہیں اگر خدا تعالےٰ کا مقصود ان اہل بیت سے کوئی دوسرا ہوتا تو کم از کم وحی کے ذریعہ اصلاح فرما دی ہوتی معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے نزدیک اور ان کے منشاء کے مطابق آیت تطہیر اور حدیث ثقلین میں اہل بیت اور عترت رسول کے یہی مخصوص افراد مراد ہیں اور ان کی نص سے ان کے مابعد مخصوص افراد مقصود ہیں۔ یہ سب اہتمام رسول اللہؐ نے اس لئے فرماتے تھے کہ لغوی معنے سے گھر میں ازواج و اولاد و کنیز و غلام سب گھر والے ہوتے ہیں مگر ظاہر فرمایا کہ اہل بیت النبوۃ اور وارث علم نبوت کے خدا اور رسول کی اصطلاح میں اس درجہ عالیہ تطہیر و قرین قرآن ہونے میں سب گھر والے مراد نہیں بلکہ یہی مخصوص افراد ہیں دیکھو لفظ اھل بیتی وخاصتی (صواعق صفحہ ۸۵ مع تصحیح) چنانچہ حضرت ام سلمہؓ زوجہ نبی نے خواہش فرمائی کہ داخل چادر ہو کر اس درجہ پر فائز ہو جائیں تو فرمایا میرے اہل بیت سے الگ اٹھ جا بہ تعمیل حکم وہ اٹھ کر گھر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھیں ان الفاظ پر خاص غور کرو۔ پھر چادر کے اندر ان افراد کو محصور فرمایا ھٰؤلاء مشارالیھم قرار دیتے ہوئے مخصوص فرمایا۔ حلف اٹھا کر فرمایا۔ رفع شبہ کے لئے مزید براں چھ ماہ یا نو ماہ متواتر دروازہ خاتون جنتؑ کو ممتاز فرمایا اس پر کھڑا ہو کر مورد و مقصود آیت کا عملی شکل میں ظاہر فرمایا خاص گھر کا نشان دیا اور ان مواقع پر اس آیت تطہیر کو تلاوت فرماتے رہے (صواعق صفحہ ۸۵ میں محب طبری سے) مکرر سہ کرر سہ نبیؐ جناب فاطمہ کے گھر میں اور کبھی حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں یہ عمل تخصیص افراد کا کرکے دکھاتے سناتے رہے۔ در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۸ میں ہے چادر سے ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا خدایا گواہ رہ یہی میرے اہل بیت اور خواص ہیں تین بار فرمایا الخ اتنے انتظامات کے بعد کیا کسر باقی تھی جو نبیؐ اور عمل میں لاتے۔ افسوس کہ مشککین پھر بھی شک کی مرض میں گرفتار ہیں۔ در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۹ و کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۳ میں باسانید کثیر معتبرہ تبصریح تصحیح

بینہما فقال ھؤلاء اھل بیتی۔
وفیہ اخرج الحاکم عن ابن
عباس مرفوعًا النجوم امان
لاھل الارض من الغرق واھل بیتی
امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفھا
قبیلۃ اختلفوا فصاروا حزب ابلیس
واخرجہ ابو یعلی وابن ابی شیبۃ من
حدیث سلمۃ بن الاکوع۔ وفیہ اخرج
البیھقی فی سننہ عن عائشۃؓ مرفوعًا انی
لا احل المسجد لحائض ولا جنب الا
لمحمد وال محمد صلی اللہ علیہ والہ
وسلم۔ وفی الصواعق قولہ تعالی
وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم
اشار صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی
وجود ذلک المعنے فی اھل بیتہ وانھم
امان لاھل الارض کما کانؐ امان لھم۔
وفیہ اخرج الثعلبی عن جعفر الصادقؑ
نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالی
واعتصموا بحبل اللہ وفی تفسیر
الاتقان اخرج الترمذی وغیرہ
عن عمر بن ابی سلمۃ وابن
جریر وغیرہ عن ام سلمۃ۔

اور میں نے امام جلیل القدر خاتم الحافظ جلال
الدین سیوطی کو دیکھا ہے کہ اپنی تفسیر درمنثور
جلد ۵ صفحہ ۱۹۸ و صفحہ ۱۹۹ میں پہلے تفسیر اس
آیت تطہیر میں تین روایات اس امر کی لکھی
ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں اور پھر
ساتھ ہی بیس روایات اسانید مختلفہ کی لکھی ہیں
کہ مراد اہل بیت سے جناب نبی صلعم و علیؑ و
فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور صحیح مسلم جلد ۲
صـ ۲۷۸ میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ
حدیث ثقلین بیان کرتے ہوئے راوی نے پوچھا
کہ (کیا ازواج نبی بھی اہل بیت سے ہیں تو زید نے
کہا کہ نہیں ہیں خدا کی قسم تحقیق عورت مرد کے
ساتھ کچھ زمانہ رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دے
دیتا ہے اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف
رجوع کرتی ہے) تو کس طرح دائمی طاہرات
سے ہو سکتی ہیں) اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۸۹
میں بھی ہے۔ اور خصائص کبرای مؤلفہ سیوطی
جلد ۲ صـ ۲۶۴ میں ہے کہ حاکم نے ام سلمہؓ سے
روایت کی ہے اُس نے کہا جب میرے گھر
میں آیت تطہیر انما یرید اللہ الآیہ اتری تو
آدمی بھیج کر رسول اللہ صلعم نے علیؑ و فاطمہؑ
و حسنینؑ کو بلایا اور فرمایا یہی میرے اہل بیت

بقیہ حاشیہ
مروی ہے کہ نبی صلعم چھ ۶ ماہ یا نو ۹ ماہ آیت تطہیر کی اس طرح تشریح فرماتے رہے کہ بوقت صبح یا ہر نماز کے
وقت (باختلاف روایات) نبی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کے دروازہ پر جاکر فرماتے رہے الصلوٰۃ
(یا) السلام علیکم ورحمۃ اللہ اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا۔ کذا فی تلخیص الصحاح مترجم جلد ۵ باب الف کتاب الفضائل باسناد ترمذی عن انس صـ ۲۳۱ مطبع صدیقی لاہور۔ ۱۲ مترجم۔

ان النبیؐ صلعم دعا فاطمہ وعلیا
وحسنًا وحسینًا لما نزلت انما یرید
اللہ فجللھم بکساء وقال یرید اللہ
فجللھم بکساء وقال واللہ ھٰؤلاء
اھلبیتی فاذھب الرجس وطھرھم
تطھیرًا - وفی تفسیر النیشا فوری جزء
۲۲ صنا وقد مر من اٰیۃ المباھلۃ
انھم اھل العباء النبیؐ لانہ اصل و
فاطمہ والحسن والحسین بالاتفاق
والصحیح ان علیًا لما شرتہ بنت
النبیؐ وملازمتہ ایاھا الخ. وفی التفسیر
لابن جریر جزو ۲۲ عن ابی سعید الخدری
قال رسول اللہؐ نزلت ھٰذا الاٰیۃ
فی خمسہ فی علیؑ وحسنؑ وحسینؑ و
فاطمۃؑ انما یرید اللہ الخ. قال
الفخر الدین الرازی فی تفسیرہ
الکبیر ان اللہ تعالیٰ طھر نفوس
الانبیاء عن الاخلاق الذمیمۃ

ہیں - اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صـ۲۶۶ میں ہے
حاکم نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے
نبی صلعم نے فرمایا ستارے زمین والوں کے لئے
غرق ہونے سے امان ہیں - اور اہل بیت میرے
امان ہیں اختلاف سے پس جب کوئی قبیلہ
اہل بیت کے مخالف ہو جائے تو آپس میں
مختلف ہو کر شیطان کے گروہ ہو جاتے ہیں۔
اور اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور ابن ابی شیبہ
نے حدیث سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے
(کذا فی احیاء المیت فضائل اہل البیت فضائل
اہل البیت للسیوطی صـ۱۵ باسانید) اور اسی
خصائص کبریٰ جلد ۲ صـ۲۴۳ و ۲۴۴ (و در منثور
جلد ۳ صـ۳۱۴ وخصائص نسائی طبع مصر صـ۱۴
باسنادہ) میں ہے کہ بیہقی نے سنن میں حضرت
عائشہ سے مرفوعاً نبی صلعم سے روایت کیا ہے
کہ نبیؐ نے فرمایا میں نہیں حلال کرتا مسجد خصائص
اور جنت کے لئے مگر محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے
حلال ہے۔ یعنی اس میں سے گذرنا اور آرام
کرنا (وباسناد الترمذی والبزار وابی یعلیٰ وابن
عساکر وزبیر بن بکار مرفوعاً) اور صواعق محرقہ
صـ۹۱ میں ہے بحق سبحانہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ

لہ حدیث کسا کو اسی صفحہ پر مؤلف الشرف المؤید
نے ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وطبرانی و
ابن مردویہ کی روایت سے باسناد جناب ام سلمہؓ
کے مرفوعاً لکھا ہے اور اسی وقت آیت تطہیر کا اترنا نقل کیا ہے ۱۲۰ مترجم

۲ صواعق محرقہ مصر صـ۱۴۰ و ۹۱ میں بروایت احمد وغیرہ حدیث امان ان الفاظ سے مروی ہے۔ النجوم
امان لاھل السماء فاذا ذھبت النجوم ذھب اھل السماء واھل بیتی امان لاھل الارض واذا
ذھب اھل بیتی ذھب اھل الارض وصح النجوم امان لاھل الارض من الغرق واھل
بیتی امان لامتی من الاختلاف ای المؤدی لاستیصال الامۃ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

بل نقول انه تعالےٰ طهر
نفوس المتصلين به عنها كما
قال انما يريد الله ۔ الآية
وفي تفسير الاكليل للسيوطي
استدل به من قال ان اجماع
اهل البيت حجة لان الخطاء
رجس فيكون منفيا عنهم ۔
وفي نهج البلاغة ص۶۳
قال الا ان مثل ال محمدؐ
كمثل نجوم السماء اذا خوى ۔

ان لوگوں کو ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا ہے کہ تم اے نبیؐ ان کے اندر موجود ہو۔ نبیؐ نے اہل بیت کے اندر اس معنی کے وجود کا اشارہ فرمایا کہ جیسے وجود نبیؐ امان ہے۔ زمین والوں کے لئے ایسی ہی اہل بیت نبیؐ کی موجودگی زمین والوں کے لئے امان ہے اور صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے کہ ثعلبی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے فرمایا ہم حبل اللہ ہیں یعنی دین خدا کا مضبوط رسا ہیں جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے واعتصموا بحبل الله فرمایا یعنے حبل اللہ کے ساتھ تمسک کرو اور اس کو مضبوط پکڑو اور تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہ ترمذی وغیرہ نے عمرو بن ابی سلمہؓ سے روایت کیا اور جریر وغیرہ نے ام سلمہؓ سے کہ تحقیق نبیؐ نے جناب فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ کو بلایا جب آیت انما یرید اللہ اتری اور نبیؐ نے ان کو چادر اوڑھائی اور فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ یہی میرے اہل بیت ہیں پس بار خدایا ان سے پلیدی کو دور رکھ پاک کر ان کو حق پاک کرنے کا! اور تفسیر نیشاپوری جزء ۲۲ صفحہ ۱۰ میں ہے بتحقیق آیت مباہلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل عبا یعنی چادر والے اہل بیت مراد ہیں

(بقیہ حاشیہ) من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابليس وجاء من طرق كثيرة يقوى بعضها بعضا مثل اهل بيتي وفي رواية انما مثل اهل بيتي وفي اخرى ان مثل اهل بيتي وفي رواية الا ان مثل اهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح في قومه من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق وفي رواية من ركبها سلم ومن تركها غرق وان مثل اهلبيتي فيكم مثل باب حطة في بني اسرائيل من دخله غفر له

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ستارے آسمانوں کے لئے امان ہیں ستارے چلے گئے تو آسمان والے بھی نہ رہیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے امان ہیں اگر وہ زمین میں نہ رہیں تو زمین والے نہ رہیں گے اور صحیح روایت میں نبی صلعم نے فرمایا ستارے زمین والوں کے لئے ڈوبنے سے باعث امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے موجب امان ہیں اور ان کا مخالف گروہ گروہ ابلیس ہے اور بہت اسنادوں سے جو ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے رہ گیا وہ غرق ہوا اور دوسری مثال ان کی بنی اسرائیلؑ کے باب

بحر طلع نجم الخ

اقول

ند ظهر الحق واكثرهم للحق
كارهون لانه قد ترك الثقل الاصغر
بحضرة النبي صلى الله عليه وآله
وسلم واكتفى بالكتاب العزيز
وفي الحقيقة جعل الكتاب جنة
الجواب بل ترك كلاهما وفعل
بهما ما فعل كما سيأتي واتبعوا
اهوائهم وآراءهم واخترعوا
ما في انفسهم في كل زمان و
تركوا اهل البيت حق الترك حتى
قالوا رشعر[له] فلعنة ربنا اعداد رمل
على من ردّ قول ابي حنيفه
وما قالوا ما هو الحق وهو هكذا
فلعنة ربنا مثقال جبل
على من ردّ قول ابي تراب
بل زعموا ان اهلبيته قد كانوا
اعتزلوا الناس وعبدوا رب الناس
بان صلوا وصاموا واكلوا و
ناموا وما ذكروا الناس وما ظهروا
ما عليهم من البلاغ واعترضوا

اور وہ نبیؐ ہیں کیونکہ وہ اصل ہیں اور فاطمہؑ
و حسنؑ و حسینؑ بھی بالاتفاق ہیں اور صحیح
مذہب یہی ہے کہ حضرت علیؑ بھی بوجہ معاشرت
دختر نبیؐ اور یگانگت اس کے ان کے ساتھ
انہی اہل بیت میں سے ہیں۔ اور تفسیر ابن
جریر جز ۲۲ میں تحت آیت تطہیر کے لکھا ہے
ابی سعید خدری نے مرفوعاً نبیؐ سے روایت
کی ہے کہ آیت انما یرید اللہ پانچ تن کے
حق میں اتری ہے میرے حق میں اور علیؑ و
حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ کے حق میں۔ اور فخر
الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۱۷ میں
لکھا ہے تحقیق اللہ نے نفوس انبیاء کو اخلاق
ذمیمہ یعنی بری صفات سے پاک کیا ہوا ہے بلکہ
ہم کہتے ہیں کہ ان نفوس کو بھی پاک کیا ہے
اخلاق ذمیمہ سے جو اس نبیؐ سے اتصال بالکمال
رکھتے ہیں۔ جیساکہ فرمایا حق سبحانہ نے انما یرید
اور تفسیر اکلیل مؤلفہ جلال الدین سیوطی میں
ہے کہ اس آیت تطہیر سے ایک گروہ اس امر
کی دلیل لیتا ہے کہ اجماع اہل بیت قطعی ہے
کیونکہ خطا ایک قسم کی رجس اور صفت ذمیمہ ہے
چاہیے کہ بمقتضائے آیت کے اہل بیت میں نہ
ہو اور نہج البلاغہ مطبوعہ طہران صفحہ ۶۴ میں ہے

اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت

بقیہ
حطہ کی ہے جو اِس دروازے میں داخل ہوا وہ بخشا گیا آخری الفاظ حدیث کے باسناد ابن ابی شیبہ
جناب علیؑ سے بھی مروی ہیں۔ دیکھو درمنثور جلد ا ص ۷۱ کذا فی کنز العمال ج ۶ ص ۲۱۵ باسناد الحاکم و
فیہ ص ۲۱۶ باسناد ابن جریر و طبرانی عن ابی ذر و البزار عن ابن عباس و عن ابن الزبیر ایضاً فیہ باسناد
ابی یعلی عن سلمۃ بن الاکوع قال النجوم امان لاھل یعنی ستارے اہل آسمانوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت
السماء واھل بیتی امان لامتی۔

علیہم فی الصوت والمکالمۃ
والمحاربۃ والمصالحۃ وھذا
من اعجب العجائب واغرب الغرائب

تکملہ

فی بیان المودۃ لقربی الرسول علیہم السلام

الاصل فیہ قولہ تعالے شانہ
عمّا شانہ قل لا اسئلکم علیہ
اجرا الا المودۃ فی القربیٰ
سورۃ شوریٰ پ۲۵ ۔ فی درالمنثور
عن ابن عباس قال لما نزلت
ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم الآیۃ
قالو یارسول اللہ ۔

کہ علیؑ نے فرمایا خبردار ہو کہ آل محمدؐ کی مثال آسمانی ستاروں کی ہے جب ایک ستارہ غروب ہو جاتے تو ایک اور طلوع کر آتا ہے یعنی کوئی زمانہ محض تاریکی کا نہیں ہوتا (مؤلف کا قول ہے میں کہتا ہوں) تحقیق حق ظاہر ہے لیکن حق کو اکثر لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسی مصیبت کے وقت ہمیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا موزون معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ ثقل اصغر ثقلین میں سے اہل بیتؑ ہیں جن کو موجودگی نبیؐ میں ترک کر دیا گیا اور صرف کتاب اللہ کو کافی کہا گیا (امیر عمر صاحب نے قصہ قرطاس میں حسبنا کتاب اللہ کہا) اور حقیقت میں کتاب کو بھی جواب کے لئے ڈھال بنا لیا گیا کہ سامعین انکار کلی میں معترض نہ ہوں ورنہ اصل میں دونوں ثقلین کو متروک کر دیا گیا (کیونکہ عارف بالقرآن کو ترک کرنا قرآن کو ترک کرنا ہے ۔) اور قرآن و اہل بیت کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو آئندہ بیان ہوگا اور مخالفین اہل بیت نے اپنی خواہشوں اور فکروں کی پیروی کی اور اختراعی مسائل اپنی طرف سے ہر زمانہ میں نکالے اور اہل بیت کو بالکل ترک کر دیا یہاں تک کہ لوگوں نے کہا رب بیت ہم پس لعنت ہمارے رب کی ریت کے برابر ۔ اس شخص پر ہے جو قول ابی حنیفہ کو سے رد کرنے

بقیہ حاشیہ

میری امت کے واسطے امان ہیں اور بحالت جنابت بھی ان کی طہارت قائم ہے ۱۲ مترجم

اور لوگوں نے وہ بات نہ کہی جو حق تھی اور وہ یہ ہے (شعر) ابلیس لعنت رب کی پہاڑ کے برابر اوس شخص پر ہو۔ جو قول ابی تراب یعنی قول جناب علیؑ کو رد کرے بلکہ لوگوں نے یہ زعم کرلیاہے کہ اہل بیت لوگوں سے کنارہ کرکے عبادت میں یعنی صلوٰۃ وصوم وغذا و نوم میں مشغول رہے اور لوگوں کو نہ تو نصیحت کی اور نہ تبلیغ احکام۔ نیز اہل بیت علیہم السلام کی ہر حالت پر لوگ معترض ہوتے چپ کرنے پر کہ کیوں حقوق نہ جتلائے بولنے پر کہ حریص ملک ہیں جنگ کرنے پر کہ لوگوں کو مفت قتل کرا رہے ہیں یا مقتول ہوتے صلح کرنے پر کہ مخالفین شرع کی حکومت کو کیوں تسلیم کرکے جنگ سے خاموش ہو گئے۔ قتل ہو جاتے تب بھی ایسے شخص کی نہ مانتے اور یہ ہر حال میں اعتراض عجیب العجائب اور بہت غریب الغرب ہے۔

تکملہ در بیان مودت ودوستی خویشان

رسول اللہ!

اس میں قول باری تعالیٰ قل لا اسئالکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یہ آیت اتری تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم سورہ شوریٰ پ۲۵ ہے یعنی سنادے اے نبیؐ کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجرت رسالت نہیں

۱؎ کذا فی الدر المختار صے مطبوعہ نو لکشور ۱۲ مترجم۔ ۲؎ مجتہدین اہل سنت شافعی مالک احمد وغیرہ بہت پر یہ اثر کرے گی کیونکہ ابی حنیفہ کے قول کو آیات واحادیث سے یہ رد کرتے رہے ہیں ۱۲ مترجم۔

طلب کرتا ہوں مگر ایک امر طلب کرتا ہوں جو تمہارے اپنے لئے مفید ہے یہ کہ میرے اہل بیت سے محبت رکھو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بوجہ محبت کے تم ان کی پیروی کروگے اور اسی میں تمہاری ہدایت اور نجات ہوگی۔ تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۷ میں باسانید مختلفہ ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا جب یہ آیت قل لا اسئلکم الاٰیۃ اتری تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم

۳۔ وجوب مودت قربیٰ رسولؐ۔ حوالہ در منثور اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور صفحہ ۲۰۴ اور اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص۱۰۸ وتفسیر ابی السعود جلد ۷ صفحہ ۴۰۴ وکبیر جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ و نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۱۶ صفحہ ۴۷ و نور الابصار صفحہ ۱۰۰ ناقلاً عن المعالم میں ہے۔ وجوب محبت اہل بیتؑ کے واسطے حسب ذیل عبارات بھی ملاحظہ ہوں اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۹۳ میں مثل عبارت صواعق محرقہ منقولہ آئندہ بیان مودت کے ہے۔ یعنی احادیث سابقہ سے معلوم ہوا کہ محبت اہل بیت رسولؐ کی واجب ہے اور ان کا بغض بہ تحریم غلیظ حرام ہے اور لزوم و وجوب محبت اہل بیتؑ پر بیہقی اور بغوی نے تصریح کی ہے بلکہ امام شافعی کی اس پر نص موجود ہے ان اشعار میں یا آل بیت رسول اللہ حبکم۔ فرض من اللہ فی القرآن انزلہ۔ الخ شافعی کے فلک النجاۃ میں ترجمہ پڑھ لیں۔ اور حوالہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳ آئندہ حال مردان اور حدیث ظنوا المومنین خیراً کے بیان میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں صاف لکھا ہے محبت اہل بیت فرائض ایمان سے ہے اور انوار اللغۃ پ۲ صفحہ ۵۸ طبع لاہور میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں (مسلمان کو چاہیے کہ) اہل بیتؑ کی محبت قلبی منجملہ لوازم ایمان سمجھے ورنہ ایک چور ہے جو آنحضرت صلعم کو ناراض کرتا ہے اور پھر آپ کی امت بن کر نجات کا طالب ہوتا ہے۔ اور فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ میں مثل مضمون کے لکھا ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے۔ لا شک ان النبیؐ کان یحب فاطمہ علیہا السلام قال فاطمہ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا وثبت بالنقل المتواتر عن محمدؐ انہ کان یحب علیاً والحسنؑ والحسینؑ واذا ثبت ذلک وجب علی کل الامۃ مثلہ لقولہ تعالیٰ واتبعوہ لعلکم تہتدون ولقولہ تعالیٰ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ولقولہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ولقولہ سبحانہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔
یعنی بلاشک رسول ان چاروں کو محبوب رکھتے تھے چنانچہ ان کے ایذا و رنج کو اپنا فرماتے ہیں اور آیات بالا میں متابعت رسولؐ کی امت پر واجب کی گئی ہے لہٰذا ساری امت پر محبت ان کی واجب ہے آخر میں فخر رازی فرماتے ہیں۔ فکل ذلک یدل علی ان حب آل محمدؐ واجب وقال الشافعی یا راکبا قف۔ الخ۔ اشعار منقولہ فلک النجاۃ۔ کشف الظلمات جواب آیات بینات جلد ۳ صفحہ ۱۹۰ میں قرۃ العینین شاہ ولی اللہ کے ص۲۳ سے یہ حدیث منقول ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں

میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا جب تک اسے میرے قریبی تم کو خدا کے اور
میرے واسطے دوست نہ رکھے روایت بغض اہل بیت نبیؐ سے نفاق کی علامت ہے صواعق صـ۱۰۲ میں
باسناد احمد اور در منثور جلد ۶ صفحہ ۷ میں باسناد ابن عدی مرفوعاً مروی ہے اور وجوب محبت اہل بیتؑ
کے لیے مخالفین کا فیصلہ یہ ہے تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور صـ۱۲۴ و صـ۳۵۵ میں لکھا ہے اہل سنت اجماع
دارند بر آنکہ محبت اہل بیت کلہم بر ہر مسلم و مسلمہ فرض و لازم و داخل در ارکان ایمان است اور
صـ۳۵۵ میں لکھا ہے نیز میدانند کہ اہل سنت حب امیرؑ و ذریت طاہرہؑ اورا از فرائض ایمان
شمار رانتہی اور حضرت علیؑ سے تفسیر آیت مودت بھی باسناد فلک صـ۵۴ میں درج ہے اس طرح تمین ائمہ
تفسیر اس آیت میں متفق ہیں منکر اگر غور کریں اور محبت اہل بیتؑ کا فرض ہونا اس سے بھی ثابت ہے جو
عبارت صواعق صـ۹۰ و ۹۱ کی ہے کہ مودت اہل بیت رسالت کی ہم پر قرآن سے فرض ثابت ہے اور
جو خطبہ امام حسنؑ و امام زین العابدین کا صواعق وغیرہ سے مروی ہے اس کے الفاظ صواعق صـ۱۳۶ و ۱۰۱
میں اس طرح ہے انا من اھل البیت الذین افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم فقال لنبینا قل لا
اسئلکم علیہ اجرا الخ اور دوسری روایت میں جو صـ۱۳۶ فقال فیما انزل علی محمد صلعم قل لا اسئلکم علیہ اجرا یعنی میں اہل بیتؑ میں سے
ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض کر دی ہے اور ہمارے نبیؐ سے خطاب فرمایا اور آیت
مودت پڑھی اور صواعق صـ۱۳۶ میں باسناد محب طبری مرفوعاً مروی ہے نبیؐ نے فرمایا خدا پاک نے میرے
اہل بیت کی مودت تم لوگوں پر میرا اجر قرار دی ہے اور میں کل قیامت کے دن تم سے اس کا سوال
کروں گا۔ اس کے بعد ابن حجر صواعق میں لکھتا ہے کہ نبیؐ سے وصیت صریحہ متعدد روایات میں اہل بیت
کے حق میں وارد ہے اور اشعار ابن عربی کے بھی صواعق سے اثبات فرضیت مودت آل رسول کے لئے
وہاں ہی منقول ہیں اور عبارت فتاویٰ عزیزی مندرجہ بیان حدیث ظنوا المومنین خیرا سے بھی اسی طرح
ثابت ہے مکرر ملاحظہ ہو اور بیان طعن تشیع قابل اعتبار نہیں ہدایۃ السائل صـ۹۶ کی عبارت ملاحظہ ہو
کہ تشیع بلا غلو صفت لازمہ مومن است و عبارت فرع نامی در بیان مودت ملاحظہ ہو اور مولوی وحید الزمان
انوار اللغۃ پ۱۱ صـ۱ میں لکھتے ہیں جو اہل بیت سے محبت نہیں رکھے گا۔ ان کا قول اور افعال اور طریقہ چھوڑ
کر اپنے غیرے اقوال کی پیروی کرے گا اس کا بھی انجام خراب ہو گا اہل بیتؑ کی محبت پر ایمان کا مدار
ہے اور اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۸۰ و صواعق صـ۱۰۳ میں باسناد دیلمی و طبرانی و ابو الشیخ
و ابن حبان و بیہقی اور تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳۵۵ میں باسناد بیہقی وغیرہ بالاتفاق مروی ہے
کہ نبیؐ نے فرمایا کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھ کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب نہ سمجھے اور
میری عترت کو اپنی عترت سے زیادہ محبوب نہ سمجھے الخ دوسری روایت ابی الشیخ میں ہے کوئی مومن
نہیں ہو سکتا جب تک مجھے دوست نہ رکھے اور میرا دوست نہیں ہو سکتا جب تک میری ذریت کو دوست

نہ رکھے اور روایت احمد میں فرمایا جس نے اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے انتہیٰ ۔ اور تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۸۲۳ کید ۹۱ میں ہے جو بغض آل محمدؐ پر مرا وہ دوزخ میں گیا اگرچہ وہ نماز روزہ کرتا ہو۔ اس حدیث کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا مثلہ فی الصواعق ص۱۰۳ وکذا فی الدر المنثور ج۶ ص۷ باسناد احمد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید مرفوعاً ۱۲۔ اور اسی صفحہ تحفہ پر اور صواعق صفحہ ۱۴۳ و ۱۰۴ مصری میں باسناد طبرانی واحمد وغیرہ سے مرفوعاً مروی ہے فرمایا اہل بیتؑ کے ساتھ بغض رکھنے والا منافق ہے اور جو ان سے حسد کرے گا تو حوض کوثر سے آگ کے دروں کے ساتھ ہانکا اور ہٹایا جائے گا انتہیٰ کذا فی الدر المنثور ج۶ ص۷ اور صواعق محرقہ ص۱۰۱ واحیاء المیت سیوطی ص۳ میں یہ تفسیر آیت ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا کے ابن عباس سے اس کی مراد مودۃ آل محمدؐ لکھی ہے اور صفحہ ۱۰۲ میں بذیل تفسیر سیجعل لھم الرحمن ودا۔ حافظ سلفی کی اسناد سے مروی ہے کہ مودت علیؑ و دیگر اہل بیتؑ کی مومن کے دل میں ضرور ہوتی ہے حدیث نقل کر کے پھر کہا صحیح روایت میں نبیؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کو میرے لئے محبوب رکھو اور در منثور جلد ۴ ص۲۸۷ میں باسناد طبرانی وابن مردویہ وابن عباس سے روایت کیا کہ آیت سیجعل لھم الرحمن ودا علی ابن ابی طالب کے حق میں اتری ہے کہ خدا تعالیٰ مومنین کے دل میں علیؑ کی محبت رکھتا ہے اور اسی میں باسناد ابن مردویہ و دیلمی براء سے مرفوعاً اور حضرت علیؑ سے بھی اور ترجمان القرآن ص۱۱۴ میں فتح البیان سے اسی طرح مروی ہے اور الدین الخالص جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں نواب سید صدیق خان حدیث ترمذی۔ احبوا اھل بیتی لحبی نقل کر کے لکھتے ہیں ویدل لہ القرآن قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ وھذہ المحبۃ لھم واجبۃ متحتمۃ علی کل فرد من افراد الامۃ ۔ الخ ۔۔ یعنی محبت اہل بیت کے لئے قرآنی حکم بھی ہے اور سنت سے بھی ثابت ہے لہٰذا ہر فرد امت پر ان کی محبت یقینی واجب ہے اور ملاحظہ ہو فلک النجاۃ علیؑ سے بغض علامت نفاق ہے۔ بغیر حب علیؑ مومن ہو نہیں سکتا اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۳ میں ہے روایت صحیح میں نبیؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اہلبیتؑ تم کو اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کے سبب سے محبوب نہ رکھیں اہل تسنن بھی محبت اہل بیت کا زبانی دعوےٰ کرتے ہیں مگر عمل ان کا اس کی تردید و تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس محبت کا اثر جو اپنے نفس سے زیادہ محبوب رکھنے کی حد پر ہو یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے ہر قول و فعل کو سب سے مقدم رکھا جاتے اور اطاعت واجب سمجھی جائے اور محبوب کے دوست اور اس کے دشمن کو دشمن سمجھا جائے لیکن سنیوں کا عمل ان امور میں بالعکس ہے بفضل خدا شیعہ اس پر صحیح عامل ہیں۔

فیصلہ ہم یہ نہیں کہتے کہ آیت تطہیر کی تفسیر یا آیت مودۃ کی توضیح یا اہل بیت کی تشریح میں ہمارے بیان کردہ معانی نہ ومصادیق و تفاسیر کے بغیر اہل تسنن نے کچھ بھی

نہیں لکھائیوں تو کوئی آیت ان کے اختلافات تفسیری اور کوئی مسئلہ ان کے تنازعات تحریری سے خالی نہیں انہوں نے چونکہ اصل معیار صداقت قرآن ناطق کے قول وفعل سے واسطہ رکھا اور اپنے موہومہ اجماعی مذاہب کو اپنا معیار قرار دیا اور اپنے خیال کی اصلاح نہ کی بلکہ ہیر پھیر کر کے کھینچ تان کر ہر آیت وحدیث کو اپنے خیال کے تابع اور اپنے اعتقاد کے مطابق ڈھال لینے کی کوشش کی۔ کوئی بات ہو جہاں رائی و فکر کو جگہ دی جائے ہر انسان کی رائے الگ ہوتی ہی ہے ایک ایک لفظ کو دس دس معانی پر تقسیم کیا ایک ایک آیت کی چالیس تک تفسیریں کیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ صحیح معیار کو چھوڑ دیا ورنہ آراء مختلفہ کے محتاج نہ ہوتے اور نہ اس قدر پریشان خیال ہوتے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے تفاسیر واحادیث ائمہ اہل بیت کے مطابق لکھا ہے جو متفقہ معیار ہیں اور ہر جگہ ایک جماعت علماء معتبرین اہل تسنن کا اعتراف اس معنے ومصداق کا اور شہادت صداقت لکھ کر اپنے بیان کی توثیق کر دی ہے اس کے بعد جو کوئی ان تشریحات پر اعتراض یا انکار کرے گا وہ اپنے بزرگوں کی تکذیب اور اپنے قول علماء کی تغلیط کرے گا بلکہ رسول خداؐ جو مفسر حقیقی ہیں کی تکذیب کرے گا اور ہم ہی اس کے اعتراضات کا نشانہ نہیں ہوں گے بلکہ اپنا ترکش پہلے اپنے گھر پر خالی کرے گا تو شاید ہمارے لئے کوئی تیر بچے گا ہی نہیں۔

ملا محمد معین محدث لاہوری صاحب دراسات کی تحقیق وثبوت طہارت وعصمت دوازدہ ائمہ اہلبیتؑ ووجوب طاعت

دراسات اللبیب مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے نبہ الشیخ القدوۃ محی الدین ابن العربی فی ھذا الکلام علی ان ثبوت العصمۃ لغیر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جائز لم یقتض دلیل من الشرع علی استحالتہا فی غیرھم الی ان قال فلیست حصمتہ من خواصہم پھر صفحہ ۲۰۱ میں لکھا کہ مجھے اس جگہ کلام کرنا ہے جو اہل انصاف قبول کریں گے وہ جو انحراف وتعصب کو دور رکھ دیں گے یہ کہ اہل بیت کی عصمت کے لئے حدیث ثقلین بھی مؤید ہے کیونکہ نبی صلعم نے کتاب اور اہل بیت دونوں کو خلیفے بنا کر ہر دو سے تمسک کی وصیت فرمائی ہے جو ہر دو کے لئے برابر ہے اور اگرچہ سب اخبار نبی صلعم وحی سے ہوتی ہیں مگر اس میں تصریح کی ہے کہ اخبرنی اللطیف الخبیر انہما لن یفترقا الخ پھر امام صادق علیہ السلام سے واعتصموا بحبل اللہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ پھر ۲۰۶ میں لکھا ہے کہ ازواج اہل بیتؑ مسکنے سے ہیں نہ اہل بیت تطہیر سے اور صفحہ ۲۰۷ میں لکھا وھذا التحقیق فی تفسیر اھل البیت بالحدیث الصحیح یعین المراد منہم فی ایۃ التطہیر امع نصوص کثیرۃ من الاحادیث الصحاح المنادیۃ علی ان المراد منہم الخمسۃ الطاھرۃ باقی حاشیہ

اگلے صفحہ پر

من هٰؤلاء الذين امرنا الله بمودتهم قال علیؑ وفاطمةؑ وابناهما اخرجه احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والبغوی وابن المنذر وابن مردویه (فی الفاظه من قرابتك هٰؤلاء الذين وجبت مودتهم الخ) وكذا فی احياء الميت بفضائل اهل البيت وزاد اخرج سعيد بن منصور فی سننه عن سعيد بن جبيرؓ وكذا فی تفسير جامع البيان وتفسير الخازن وتفسير المدارك والبيضاوی وفتح البيان وابن كثير والحقانی وروح المعانی والحسينی والسراج المنير ومعالم التنزيل والكبير والكشاف والنيشاپوری والاكليل وفی الدر المنثور اخرج ابونعيم والديلمی عن ابن عباس مرفوعًا الا المودة فی القربٰی ان تحفظونی فی اهل بيتی وتودوهم بی

کون ہیں یہ لوگ جن کے ساتھ دوستی کا حکم وجوبی اللہ تعالےٰ نے ہم کو دیا ہے رسول خداؐ نے فرمایا کہ علیؑ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں اس کو احمد و ابن ابی حاتم و طبرانی و بغوی و ابن المنذر و ابن مردویہ نے روایت کیا۔ (اسی طرح صواعق ص۱۰۱ میں باسناد حاکم وغیرہ و ترجمان القرآن جلد ۳ ص۳۶۴ میں مروی ہے) نیز یہ روایت احیاء اہل بیت بفضائل اہل بیت ص۸ (و در منثور جلد ۶ ص۷) میں باسانید سعید بن منصور وغیرہ مروی ہے۔

اور نیز یہ مضمون تفسیر جامع البیان تفسیر ابن جریر و تفسیر خازن۔ و تفسیر مدارک و بیضاوی و فتح البیان و ابن کثیر و حقانی و روح المعانی و حسینی و سراج المنیر و معالم التنزیل و تفسیر کبیر و کشاف و نیشاپوری و اکلیل میں ہے۔ اور در منثور جلد ۶ ص۷ میں ہے کہ ابو نعیم و دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ معنے فی القربیٰ کے یہ ہیں کہ حفاظت کرو حقوق میرے اہل بیت کی اور ان کو دوست رکھو میری جہت سے!

بقیہ حاشیہ ص۸۷ رضوان اللہ علیہم اجمعین ولنا رسالة فی تحقیق ذلك مجلد فی دفترنا یجب علی طالب الحق الرجوع الیه ولما وجدنا هذا فی صحیح مسلم علمنا انهم ابناءه فاذا انضم الی ذلك ما ورد من الاخبار فی الائمة الاثنی عشر مما بسطنا اكثرها فی المقامات الاربعة من كتابنا المسمی بمواهب سید البشر فی حدیث الائمة الاثنی عشر بالترتیب بسطناها حتی کہ صاحب دراسات لکھتے ہیں سلف و خلف سے اس تعداد کے منتخب اور جامع کمالات جن پر یقین ہو بانهم الاولی بصدق احادیث التمسك علیهم بغیر دوازدہ ائمہ اہل بیتؑ کے کوئی نہیں ملتا اور حدیث میں اس کا بھی اشارہ ہے کہ کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا کہ اس میں کوئی قابل تمسک موجود نہ ہو بلکہ ہر زمانہ میں ایسا وجود موجود رہتا ہے جیسا کہ ثقل ثانی کتاب خدا موجود ہے۔ پھر صواعق سے حدیث

وفیہ روی احمد وعبد بن حمید والبخاری والمسلم والترمذی وابن جریر وابن مردویہ عن سعید بن جبیر ان المراد قربیٰ آل محمدؐ اخرج البخاری عن ابی بکر الصدیقؓ قال ارقبوا محمد افی اھل بیتہ۔ وفیہ اخرج مسلم والترمذی والنسائی عن زید بن ارقم انہؐ قال اذکرکم اللہ فی اھلبیتی" وفی تفسیر الکشاف والنیشا فوری ثبت بالنقل المتواتر انہ کان یحب علیا والحسنؑ والحسینؑ واذا کان کذٰلک وجب علینا محبتھم لقولہ تعالیٰ فاتبعونی وکفیٰ شرفا لآل محمد وفخرا ختم التشھد بذکرھم والصلوٰۃ علیھم فی کل صلوٰۃ فنحن نرکب سفینۃ

اسی درمنثور ج ۶ صفحہ ۵ میں ہے کہ روایت کیا ہے احمد وعبد بن حمید وبخاری ومسلم وترمذی وابن جریر وابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے کہ تحقیق مراد ذو القربیٰ سے اقارب آل محمدؐ ہیں۔ اور درمنثور ج ۶ صفحہ ۷ میں ہے کہ مسلم وترمذی ونسائیؒ نے زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبیؐ نے فرمایا کہ میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ تم کو اپنے اہل بیت کے حق میں"؛ اور تفسیر کشاف ونیشاپوری میں ہے کہ متواتر نقل سے ثابت ہو چکا ہے کہ تحقیق نبیؐ علیؑ فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کو محبوب رکھتے تھے جب یہ ثابت ہو چکا تو تم پر ان کی محبت اللہ کے فرمان کے باعث رنبی مرنے سنایا۔ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو ہر حال میں میری پیروی کرو) واجب ہوگی اور

بقیہ حاشیہ انی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی کو نقل کیا۔ پھر حدیث غدیر وثقلین کی تصحیح وتوثیق نقل کرکے لکھا وانضمت الیہ آیۃ التطھیر بتفسیرھا التی یدل علیھا الصحیحۃ فلا وجہ لان یمتری من لہ ادنی انصاف فی ان من صدق علیھم ھذا الحدیث (الثقلین) وآیۃ (التطھیر) من غیر شائبۃ ھم الائمۃ الاثنا عشر من اھل البیت وسیدۃ نساء العٰلمین بضعۃ رسول اللہ ام الائمۃ الزھراء الطاھرۃ علیٰ ابیھا وعلیھا الصلوٰۃ والسلام ولا شائبۃ فی کونھم معصومین کالمھدیؑ منھم علیھم السلام (ثم قال) واذا ثبت ھذا علمنا ان من اقر بصحۃ حدیث التمسک الزم بعصمۃ الائمۃ حتی استحالۃ صدور الخطاء عنھم کالمھدیؑ منھم حسبما ذکر الشیخ ابن العربی رض وھذا مخصوص فی الائمۃ بائمۃ اھل البیت پھر کہا اگر حدیث اصحابی کالنجوم اور اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ وعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین سے معارضہ کیا جائے تو جواب یہ ہے قلت الحدیث الاول موضوع والا لکان قولہ اقتدوا تم فیہ فاضلۃ مما یدل علی عدم خطاء ھم۔ والثانی فیہ جواز الاقتداء بھما وھو لا یقتضی عدم خطاء ھما بخلاف حدیث التمسک فان فیہ مع الحث البلیغ علی ذالک التمسک بالعترۃ الی عدم ضلال من تمسک بھم وعدم الافتراق بینھم وبین القرآن وھو کنایۃ عن عدم خطاء ھم

(بقیہ حاشیہ چلا آرہا ہے) پھر یہ اعتراض نقل کیا اگر کہا جائے اس عصمت کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے دعوے فدک میں جناب سیدہ کی مخالفت کیوں کی اور دیگر صحابہ نے حضرت علیؑ کی مخالفت کیوں کی۔ اس کا جواب یہ لکھا کہ جب حدیث صحیح ہے تو تم کو اور ہم کو دونوں کو جواب تلاش کرنا چاہیئے۔ اچھا سنو کل صحابہ حضرت علیؑ کے مخالف نہ تھے اس طرح جو ص۲۱ میں لکھا وقد وافقہ فی توقف البیعۃ عباس بن عبد المطلب عم النبی صلعم وسائر بنی ہاشم وکذلک فی باقی الوقائع منہم پھر حدیث علی مع القرآن وادر الحق کو نقل کیا اور حدیث فدک لانورث کے لئے یہ جواب لکھا اذا الحدیث لیس نصافی مطلوب ابی بنو اذانہا رضی اللہ عنہا عن ہذا الحدیث اجوبۃ افردنا فیہا وریقات واعتقد مع ذلک اصرارہا علی رأیہا حتیٰ وصلت الی ابیہا صلوات اللہ علیہ وعلیہا کما یشہد بہ ظاہر حدیث فی البخاری ولم نکن رضی اللہ عنہا فی ذلک وحدہا بل وافقہا علی ذلک کبار الصحابۃ علی والحسنؑ والحسینؑ فقد استبان من ہذا کلہ ان ثبت الخلاف بہم لا نہا فی القول لعصمتہم و لم یثبت عندنا عن علی رضہ ان رجع عن قولہ کما رجع غیرہ من اکابر الصحابۃ کلا باقی الائمۃ الطاہرین عن ان انتہی ملخصاً۔

۱؎ معالم التنزیل سورۃ شوریٰ میں تحت آیت مودۃ کے ہے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ قرابت واجب المودۃ سے مراد کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ فاطمۃ الزہرا اور علیؑ و حسنینؑ اور انہی کے حق میں آیت انما یرید یذہب عنکم الرجس اتری ہے اور ہم نے باسناد یزید بن حیان کے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہا فرمایا رسول اللہؐ نے کہ میں ثقلین کو تمہارے اندر چھوڑ جاتا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت الخ اور بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ طبع مصر میں تحت آیت مودۃ کے سورہ حم عسق میں ہے کہ استثناء منقطع ہے

اور معنیٰ یہ ہے کہ میں کوئی اجر ہر گز نہیں مانگتا البتہ مودۃ قربےٰ مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے حب بھی خدا کے لئے ہو اور بغض بھی اسی کے لئے ہو مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ تیری قرابت کے وہ کون آدمی ہیں جن کی محبت ہم واجب ہے فرمایا کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اور آیت مابعد کی ومن یکتسب حسنۃ کے تحت لکھا اور جو طاعۃ کو عمل میں لائے بالخصوص حب آل رسول کی رکھے تو ان کے لئے حسنات کو ہم بڑھا دیتے ہیں۔ معالم میں بھی قربےٰ سے یہی حضرات مراد لئے ہیں اور مواہب الدنیہ علامہ قسطلانی مطبوعہ مصر مع شرح زرقانی جلد ۷ صفحہ ۳ میں ہے کہ باسناد ابن ابی حاتم و طبرانی وابن مردویہ کے ابن عباس سے مروی ہے کہا جب آیت مودۃ اتری تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون حضرات قرابت حضورؐ کے ہیں جن کی مودۃ واجب ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنینؑ ہیں۔ تو ابناہما جو حدیث میں وارد ہے اس کے معنے بصورت آیت مکیہ ہونے کے یہ ہیں کہ وہ دو بیٹے پیدا ہوں گے۔ پس اس طرح کوئی اعتراض آیت کے مکیہ ہونے کا اس معنے پر نہیں بلکہ تفسیر ابن عطیہ میں ہے جس کو زرقانی نے صفحہ ۶ میں فقیہ عالم بالتفسیر والاحکام کے لقب سے لکھا ہے۔ ا پھر تو بلا تکلف معنی صحیح ہوگا۔ پھر ص۴۲ میں ہے کہ کہ ابی سعید خدری سے روایت ہے کہا

حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الخ۔

فی هدایة السائل فی ادلة المسائل للسید الصدیق حسن خان روی ابو الشیخ وابن حبان عن علیؑ انه قال فینا ایة قل ما اسئلکم علیه الخ۔

وروی ابو الطفیل والطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار والبزار بنحوه وبعض طرقها حسان انه خطب الحسن علیه السلام وذکر فیه ان الایة نزلت فینا الخ۔

وکذا فی الصواعق المحرقة

واخرج الحافظ جمال الدین الزرندی والطبرانی واحمد

آل محمدؑ کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ ختم تشہد ہر نماز کا ان کے ذکر اور اُن پر درُود پڑھنے سے ہوتا ہے۔ پس ہم کشتی محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار ہیں اور ہدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل مؤلفہ سید صدیق حسن خاں صفحہ ۵۰۷ میں ہے۔ ابوالشیخ وابن حبان نے علیؑ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا آیت قل لا اسئلکم علیہ الخ ہمارے حق میں اتری ہے (وکذا فی الصواعق) اور ابوالطفیل وطبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں باختصار اور بزار نے مثل اس کے روایت کیا۔ اور ان کی بعض اسانید حسن ہیں۔ یہ کہ امام حسنؑ نے خطبہ پڑھا جس میں ذکر فرمایا کہ آیت مودۃ فی القربیٰ ہمارے حق میں اتری ہے۔

(بقیہ حاشیہ) رسول اللہ نے یہ آیت پانچ تن کے حق میں اتری ہے میرے لئے اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے حق میں پھر پڑھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اس کو ابن جریر اور احمد نے مناقب میں اور طبرانی نے روایت کیا۔ پھر صفحہ میں ابن عطیہ نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ مراد یہی حضرات ہیں پھر صفحہ ۲۰ میں ہے واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود اور ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہا جب آیت مودۃ اتری تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کون حضرات ہیں جن کی محبت رکھنے سے ہم مامور ہیں؟ فرمایا نبیؐ نے وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دو بیٹے ہیں اور نیز ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت مذکورہ مدینہ ہے اور اسی طرح اس کی تاویل کی ہے ابن جبیر و عمرو بن شعیب نے اور ابن عباس نے اسی تاویل کے مطابق کہا ہے کہ ہم انہی حضرات کی مودت کے ساتھ مامور ہیں۔ انتہے ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

(بقیہ حاشیہ) دراسات اللبیب۔ اس کے بعد مؤلف دراسات جملہ اعتراضات کے جوابات لکھ کر لکھتا ہے جو مجھ پر اس کلام سے میرے غیر سنی ہونے کا اعتراض کرے تو اس تہمت کا گناہ اسی پر ہوگا اور اُس سے خصومت کرے گا۔ یہ خوف مجھ اس نے پیدا ہے کہ علامہ ذہبی نے حافظ حسکانی کو فقط اس سبب سے

فی المناقب وابن ابی حاتم فی التفسیر والحاکم فی المناقب و الشافعی والواحدی فی الوسیط سئوال الصحابۃ من ھم وجوابہ علیہ السلام علیؑ فاطمۃؑ وابناھما؛ وھکذا فی الصواعق ص۱۰۱ وقال فی سندہ شیعی غال لکنہ صدوق؛ وکذا قال السید صدیق حسن خان فی ھدایۃ السائل وزاد وثقہ ابن حبان ولہ شواھد وذکرہ السمھودی۔ فی ارجح المطالب والصواعق عن زاذان وغیرہ عن علی قال فینا اھل البیت فی حم ایۃ لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قراء قل لا اسئلکم۔ الایۃ۔

فی مروج الذھب للمسعودی ومن خطب الحسن فی ایامہ فی بعض مقاماتہ انہ قال نحن حزب اللہ المفلحون وعترۃ رسول اللہؐ اقربون واھل بیتہ الطاھرین

اور اسی طرح بیان ابن حجر نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۱ و ص۱۳۶ میں بیان کیا اور اسی ہدایۃ السائل کے کے صفحہ مذکورہ سابقہ میں ہے کہ حافظ جمال زرندی وطبرانی نے احمد نے المناقب میں و شافعی واحدی نے الوسیط میں اس کو روایت کیا ہے کہ صحابہؓ نے سوال کیا وہ اہل قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے رسولؐ نے جواب میں فرمایا کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں اہدایۃ السائل اور اسی طرح صواعق صفحہ ۱۰۱ میں بھی ذکر کیا اور ایک روایت بیان کر دہ خود کے لئے کہا کہ اس کی سند میں شیعہ غالی ہے لیکن وہ سچا ہے اور اسی طرح اس روایت کے لئے سید صدیق حسن خان نے ہدایت السائل ہی صفحہ ۹، ۹ میں کہا اور زیادہ کہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے اور اس کے بہت شواہد ہیں جن کی سمہودی نے ذکر کیا ہے اور ارجح المطالب صفحہ ۶۲ و صواعق صفحہ ۱۰۱ میں زاذان وغیرہ سے روایت ہے علیؑ فرماتے تھے اہل بیتؑ کا حق حم میں ہے کوئی حفظ مودت ہماری نہیں کرتا مگر مومن کامل پھر آیت

ماتل بہ تشیع لکھا ہے کہ اس نے معجزہ رد الشمس لعلیؑ کے اثبات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ انتہیٰ۔ اور مولوی وحید الزمان مترجم صحاح ستہ انوار اللغۃ پارہ ۲ ص۸۷ و پارہ ۱۸ ص۱۲۹ میں لکھتے ہیں کہ علماء اہل سنت میں سے صاحب دراسات اللبیب نے ائمہ اثنا عشر کی معصومیت کو تسلیم کیا ہے۔ انتہیٰ۔ اور مؤلف انوار اللغۃ بھی کس قدر اس کا اقرار کرتا ہے اور شنا دہلی عزیزی راز شاہ عبد العزیز صاحبؒ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۴۴ و ستر ودہ عزیزی اردو ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ا ص۳۱۹ میں فخر المحدثین شاہ ولی اللہ کی کتاب تفہیمات الٰہیہ وغیرہ سے لکھا ہے صفات اربعہ کہ عصمت و وجاہت و قطبیت باطنہ است برائے حضرات ائمہ عشرہ ثابت کردہ اند۔ انتہیٰ یعنی اہل سنت

الطیبون واحد الثقلین خلفهما رسول الله والثانی کتاب وفی تفسیر ابن جریر والدر المنثور والصواعق اخرج الطبرانی عن زین العابدین رئیس الساجدین علیہ السلام انه لما جیئ به اسیرا عقب مقتل ابیه الحسین واقیم علی درج دمشق قال لبعض جفاۃ اهل الشام الحمد لله الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنة فقال علیہ السلام اما قرأت قل لا اسئلکم الخ قال و انتم هم قال نعم وللشیخ الجلیل شمس الدین ابن العربی ؎

رائیت ولائی آل طه فریضة ؞
علی رغم اهل البعد یورثنی القربی ؞
فما طلب المبعوث اجرا علی الهدی
بتبلیغه الا المودة فی القربی

فی الشرف المؤبد قال الفخر الرازی وانا اقول آل محمد ص هم الذین

کو پڑھا۔ کتاب مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی جدیدی طبع مصر ج ۲ صفحہ ۳۰۶ میں ہے کہ امام حسنؑ کے خطبوں میں سے یہ ہے جو اپنے زمانے میں انہوں نے پڑھے تھے چند مقاموں پر فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق ہم ہی اللہ کا گروہ نجات یافتہ ہیں اور عترت رسولؐ نے اپنے پیچھے ہدایت کے لئے چھوڑا ہے اور دوسرا ثقل کتاب اللہ ہے امر ایضاً دیکھو حاشیہ بیان مصالحت معاویہ) اور تفسیر ابن جریر جز ۲۵ صفحہ ۱۶ و در منثور ج ۶ صفحہ ۷، و صواعق صفحہ ۱۰۱ و صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ طبرانی نے امام زین العابدین سید الساجدین رضؓ سے روایت کی ہے جب وہ حضرت قیدی کر کے اپنے باپ امام حسینؑ کے بعد لائے گئے اور دمشق کے راستہ پر کھڑے کئے گئے تو بعض شام کے ظالموں نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور تمہارے اہل بیت کی قربیاً جڑ کال دی اور فتنہ کی شاخ کو قطع کر دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس میں آیت موجود ہے؟ اس ظالم نے کہا ہاں گروہ قربی مودت والے تم ہی ہو امامؑ نے فرمایا کہ ہاں وہ ہم ہی ہیں پر تو اب عذر کر سکے۔ کہ پھر اسلام کا دعوے کرتے ہوئے موقعہ مسکر ہے

لہ اس حدیث کے قابل حجت ہونے میں کلام نہیں ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ) صوفیہ نے عصمت کو ائمہ عشر کے لئے ثابت کیا ہے اور اسی فتاوی کے صفحہ ۲۴۵ میں عصمت کا معنی محفوظ عن الخطا ہر قرار دیا ہے ہدایہ فقہ حنفیہ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو جلد ۳ صفحہ ۳ کے مقدمہ میں مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ لوگوں نے افتراء بہتان بنالیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ امام مہدیؑ ابوحنیفہ مجتہد کی تقلید کریں گے یہ غلط ہے۔ ملا علی قاری کہتا ہے کہ وہ امام مجتہد مطلق ہوں گے کسی کی تقلید اس کو جائز نہیں ہے بلکہ شیخ ابن عربی

یؤل امرهم الیه فکل من کان امرهم
الیه اشد واکمل کانوا هم الآل ولا
شك ان فاطمة وعلیاً والحسن و
الحسین کان التعلق بینهم وبین
رسول اللهؐ اشد التعلقات وهذا
کالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب ان
یکونوا هم الآلؑ. وفی الصواعق
قال القاضی فی الشفاء ما حاصله من
سب ابا احد من ذریتهؐ ولم تقم
قرینة علی اخراجهم من ذلك قتل
وعلم من الاحادیث السابقة وجوب
محبة اهل البیت وتحریم بغضهم
التحریم الغلیظ وبلزوم محبتهم صرح
البیهقی والبغوی وغیرهما من
فرائض الدین بل نص علیه الشافعی
فیما حکی عنه من قوله ؎

یا اهل البیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزله

فی الخصائص للسیوطی اخرج
ابو یعلی والبزار والحاکم عن ابی
ذر سمعت النبیؐ یقول ا لا ۲ ن

یا جائے غم ہے) اور شیخ جیلانی شمس
الدین ابن العربی نے کہا ہے کہ میں نے معلوم
کیا ہے کہ محبت آل محمدؐ فرض ہے وہ علاوہ شرمندہ
کرنے دشمن کو میرے اندر تقرب رسول پیدا کرتی
ہے پس نبی مبعوثؐ نے ہدایت کرنے پر کوئی
مزدوری طلب نہیں کی سوائے حکم مودۃ فی
القربیٰ کے رجو در حقیقت کوئی مزدوری نہیں
بلکہ وسیلہ ہدایت ہی ہے) الشرف المؤبد صفحہ ۱۵
میں ہے فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ آل محمدؐ وہ
ہیں جن کا مرجع کل رسول خداؐ ہیں تو جن کا امر
طرف نبیؐ کے اشد و اکمل طریقہ سے راجع ہے
وہی آل نبی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جناب
فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کا تعلق رسول اللہؐ
سے سخت تعلقات کے اقسام سے ہے. (جو سب میں
سب سے فوق رکھتے ہیں) اور یہ امر گویا نقل متواتر
سے ثابت ہے پس یہ واجب ہے کہ وہی آل ہوں
اور صواعق صفحہ ۱۰۴ میں ہے کہ قاضی عیاض نے
شفا میں کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے جس نے ذریت
نبیؐ کے کسی فرد کو باپ کے حق میں گالی دی اور
کوئی قرینہ صحیح ذریت سے خارج کرنے کا نہ ہو
تو وہ شخص گالی دہندہ واجب القتل ہے.
اور احادیث سابقہ سے وجوب محبت اہل بیتؑ

بقیہ حاشیہ چلا آرہا ہے

ہیں. امام مہدی پر مسائل میں قیاس کرنا حرام ہے وہ کوئی حکم نہ دے گا مگر وہ جو اس کو اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ القا کرتا رہے گا اور نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد ۴ صـ۱۵۵ میں ہے یجوز الوحی بها لغیر انبیاء یعنی امور معینہ کی وحی بغیر انبیاء کے دوسرے مخصوص افراد کو ہو سکتی ہے. اور اسی طرح
؎ الفاظ دیکھو ابتدا احوال معاویہ میں عبارت خصائص نسائی و ترمذی. ۱۲ مترجم.

مثل اهل بیتی فیکم مثل
سفینة نوح من رکبها نجا و من
تخلف عنها غرق۔
وفیه فقال ما بال اقوام
یتحدثون فاذا راوا الرجل من
اهل بیتی قطعوا حدیثهم والله
لا یدخل قلب رجل الایمان
حتی یحبهم لله والقرابتهم منی۔
وفی الفرع النامی من الاصل
السامی۔
للسید الصدیق
ص۲ طبع بهوپال
(فی خطبة الصلوٰۃ)
وعلی آله الذین
سال الله عن عباده
مودتهم وجعل رکن
الایمان محبتهم اذهب
عنهم الرجس و
طهرهم تطهیرا و
اختارهم لشفاعة
یوم کان شره
مستطیرا۔ اقول یا
اخی انصف
فان الانصاف

اور تحریم بغض ان کا بہ صیغہ شدید التحریم معلوم ہو چکا ہے اور لزوم محبت اہل بیت کے لئے بیہقی و بغوی وغیرہ نے تصریح کیا ہے کہ یہ فرائض دین سے ہے (کذافی ترجمان القرآن جلد ۳ ص۳۶۵) بلکہ امام شافعی نے اپنے قول میں تصریح کی ہے کہ اسے اہل بیت رسول اللہ کے آپ کی محبت اللہ تعالے کی طرف سے فرض ہے جو اس نے قرآن میں اس کو نازل کیا ہے۔ اور خصائص کبرے مؤلفہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ میں ہے کہ ابویعلیٰ و بزار و حاکم نے ابی ذرؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے فرماتے تھے خبردار ہو جاؤ کہ اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو رہ گیا غرق ہوا۔ (کذافی احیاء المیت بفضائل اہل بیت للسیوطی ص۱۳ باسناد الطبرانی) اور اسی کتاب کے ص۲۵۵ میں باسناد حاکم و ابن ماجہ میں ہے۔ نبیؐ نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے؟ باتیں کرتے وقت میرے اہل بیتؑ کے کلام میں دخل دیتے اور قطع کلامی کرتے ہیں۔ بخدا کسی آدمی کے دل میں ایمان نہیں آسکتا جب تک کہ میرے اہل بیتؑ کی خیر کے سبب سے محبت اس کے دل میں نہ ہو (یا یہ معنی ہے کہ اہل بیت سے پوشیدہ باتیں کرتے ہیں جب ان سے کسی کو دیکھیں تو کلام بند کر دیتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ چلا آرہا ہے) تفسیر کبیر جلد ۵ ص۴۸۶ میں اولیاء کو وحی ہونی لکھی ہے واعلم ان الوحی قد ورد فی حق الاولیاء ایضا قال الله تعالی واذا وحیت الی الحواریین و بمعنی الالهام فی حق لبشر قال تعالی واوحینا

من خیر الاوصاف
ان ھؤلاء المذکورین
ھم اقرباؤھم الواجب
مودتھم ام غیرھم
فان کانوا ھؤلاء احد
الثقلین واھل البیت
وذالقربیٰ وسفینۃ
النجاۃ وحبل اللہ و
ھداۃ الصراط المستقیم
فما کان لنا ان نتبع غیرھم
لان غایۃ المودۃ و
غرضھا ھو اتباعھم لا
غیر کما قال عز اسمہ قل
ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی وقال علیہ
السلام لا یؤمن احدکم
حتیٰ اکون احب الیہ من
والدہ وولدہ والناس
اجمعین ولھذا الغرض
النافع لنا لا لھم الکذا
النبیؐ وار شدنا بمودتھم
لنھتدی بھدیھم
ونقتدی سبیلھم ھذا
ومن ادعیٰ حبھم بلسانہ

(وکذا فی احیاء المیت لفضائل اہل البیت مترجم
حامل المتن ۳ باسناد احمد وترمذی ونسائی
وحاکم) اور فرع نامی من الاصل السامی مؤلفہ
سید صدیق حسن خان کے صفحہ ۲ مطبوعہ بھوپال میں
خطبہ کے اور درود کے موقعہ پر لکھا ہے کہ صلوٰۃ
وسلام نبی کی آل پر ہو وہ آل جن کے واسطے
اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے مودت و
محبت رکھنے کا مطالبہ فرمایا ہے اور ان کی محبت
ایمان کا جزو اعظم قرار دیا ہے اور ان سے رجس
کو دور کر کے کمال درجہ کا پاک کیا ہے اور
ان کو ش[illegible] یامت کے لئے شفاعت کرنیکا
حق عطا فرمایا اور اس کام کے واسطے انہی کو
منتخب فرمایا۔ (تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور ص۳۵۵
میں ذریت علیؑ کو طاہرہ کی صفت سے لکھا ہے
اور محبت کو فرض تحریر کیا ہے) مؤلف کہتا ہے
اے بھائی! انصاف کر کیونکہ انصاف اچھے
اوصاف سے ہے۔ تحقیق مذکورین یہی وہ اقربا رسول
اللہ کے ہیں جن کی محبت واجب ہے یا کوئی
اور پس جب یہی ثقلین میں سے ایک اور اہل
بیت اور ذی القربیٰ اور سفینہ یعنی کشتی نجات
اور حبل اللہ اور صراط مستقیم پر چلانے والے
ہیں پس ہمیں کیا ہو گا ہے کہ ہم سوائے ان کے
اوروں کو پیشوا بنا کر غیر کی پیروی میں مبتلا ہوں
کیونکہ محبت سے ہماری اہل بیت کی متابعت مقصود

الیٰ ام موسیٰ وحق سائر الحیوانات کما فی قولہ واوحی الیٰ النحل انتہی
کی تفسیر میں علمائے اہل تسنن کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس میں بنی ہاشم سے اہل بیت نبیؐ کے مراد ہیں

فاقتدی وراءهم فقد ضل واضل عن سواء السبیل یا ایها الاحباب و یا اولی الالباب تفکروا فی الدقائق القرآنیة وتدبروا فی الحقائق الفرقانیة کیف هدانا وارانا سبحانه الصراط المستقیم بقوله قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی واعتبروا بکلماته العلیا من الصراط المستقیم اربعة عشر حرفا والمودة فی القربی اربعة عشر حرفا صراط علی حق نمسکه اربعة عشر حرفا وهذا السطر الثالث هو انتخاب الحروف المقطعات ای بعد حذف التکرار وفی هؤلاء رمز خفی لمن له قلب ذکی وفی ما سوی ذلک غایة الاشکال ونهایة المحال والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ہے۔ نہ کچھ اور جیسا کہ حق سبحانہٗ نے فرمایا اے نبیؐ کہہ دے اگر تم لوگ اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو اور فرمایا نبیؐ نے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنے باپ بیٹے بلکہ جملہ بنی آدم سے محبوب تر نہ سمجھے اور اسی غرض متابعت کے لئے جو ہمارے اپنے لئے نافع ہے ہم کو نبی صلعم نے محبت اہل بیت کے لئے اشد تاکید فرمائی تھا کہ ہم ان کے طریق حق سے راہ پا کر اس کی پیروی کریں اور جس نے محض زبانی دعوےٰ محبت آل رسولؐ کا رکھا اور پیروی اور لوگوں کی تو وہ گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بہکایا۔ اے دوستان با ہوش دقائق قرآنیہ میں فکر کرو اور حقائق فرقانیہ میں خوب غور کرو کہ کیسے احسن طریق سے ہمیں خدا نے ہدایت فرمائی اور ہم کو سیدھا راستہ دکھایا حق تعالےٰ فرماتا ہے کہہ دو یا رسول اللہؐ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف تم کو سمجھ کر بلا رہا ہوں جس پر میں ہوں اور جو میرے سچے تابعدار ہیں۔ اور عبرت پکڑو کلمات عالیہ سے جیسے الصراط المستقیم (سیدھا راہ) کے چودہ[14] حروف ہیں اور المودۃ فی القربیٰ (محبت اقربائے نبیؐ) کے چودہ[14] حروف ہیں اور صراط علی حق نمسکہ (علیؑ کا راہ حق ہے جس کو ہم پکڑے ہوئے ہیں) کے چودہ حروف ہیں (جن سے ثابت ہے کہ چودہ معصومین کی متابعت میں ہدایت ہے) اور یہ تیسری سطر منتخب حروف مقطعات قرآنیہ سے ہے بعد حذف حروف مکررہ کے اور ان میں ہر عقلمند کے لئے رمز مخفی رکھی ہوئی ہے اور سوائے اس راستہ کے غایت درجہ کی مشکل و محال ہے کہ حق کی طرف رسائی ہو اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے راہ سیدھی دکھا دیتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) اور وہی نحل ہیں اور انہی کو وحی ہوتی ہے شراب کا لفظ جو آیت میں ہے اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ دیکھو حیوٰۃ الحیوان علامہ دمیری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۱۴ ۱۲ مترجم عفی عنہ

الباب الثانی

فی بیان کیف ما عملت الامۃ بوصیۃ النبیؐ للتمسک بالثقلین والمودۃ فی القربیٰ وفیہ فصولٌ

واعلم ان مرادنا ھٰھنا من الامۃ ملوک الاسلام لان الناس تبع لھم والناس علیٰ دین ملوکھم فی الاکثر و حالات الخلفاء الثلاثۃ سنذکر فی باب الخلافۃ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وقد اخبر المخبر الصادقؐ بما یصدر عن الامۃ فی حق اھل بیتہٖ مع حثہ وتوکیدہ لا علی التمسک بھم والاقتداء بھم والاحترام لھم بحد لا یعد و لا یحصیٰ کما نبینہ الاٰن۔ کما فی البراھین القاطعۃ ص۱۲۹ والصواعق ص۷۵ روی البخاری عن علی انا اول من یجثو بین یدی الرحمٰن للخصومۃ یوم القیامۃ وفی نہج البلاغۃ ص۵۹ الا ان اخوف الفتن عندی علیکم فتنۃ بنی امیۃ فانھا فتنۃ عمیاء مظلمۃ وایم اللہ لتجدن بنی امیۃ لکم ارباب سوء بعدی۔ الخ ملخصاً[۵۱]

دوسرا باب

بیان کیفیت عمل امت میں جو وصیت تمسک بالثقلین ومودۃ فی القربیٰ پر ہوا اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

جاننا چاہیئے ہماری مراد اس جگہ امت سے بادشاہان اسلام ہیں کیونکہ لوگ عموماً تابع دین بادشاہان خود کے ہوتے ہیں۔ پس حالات خلفاء ثلاثہ کے تو باب خلافت میں ہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور باقیوں کا حال اس باب میں لکھتے ہیں، اور بے شک مخبر صادقؐ نے پیشگوئی کے طور پر خبر دی ہوئی ہے کہ امت کے لوگ باوجود اس قدر تاکید وترغیب تمسک واقتدار واحترام اہل بیت کے کیا کچھ برتاؤ ان سے کریں گے جیسا کہ ہم ابھی بیان کرتے ہیں جیسا کہ براہین قاطعہ ص۱۲۹ وصواعق صفحہ ۷۵ میں ہے بخاری حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں پہلا شخص ہونگا جو قیامت کے دن زانو کے بل ہو کر پیش بارگاہ ایزدی خصومت مدعا خود کے لئے حاضر آؤں گا۔ بخاری طبع مصری ج ۳ ص ۱۰۰ ونور الابصار ص ۷۲) اور نہج البلاغہ صفحہ ۵۹ میں ہے خبردار رہو تحقیق بڑا خوفناک فتنوں میں سے میرے نزدیک فتنہ بنی امیہ کا ہے پس تحقیق

---

۵۱ حضرت علی کی خصومت بروز قیامت۔ (حوالہ نہج البلاغہ فتنہ بنی امیہ) تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۰۹ میں بذیل آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس لکھا ہے سعید بن مسیب کہتے ہیں رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آنحضرتؐ کے منبر پر بندروں کی طرح اچکتے ہیں اور نبیؐ کو برا معلوم ہوا اسی خواب کی طرف آیت میں اشارہ ہے ابن عباس کا بروایت یہی قول ہے پھر کہا یہ کچھ بعید نہیں کہ مکہ میں نبی صلعم خواب دیکھیں اور مدینہ شریف میں منبر ہو جس پر بنی امیہ اچکتے نظر آئیں انتہیٰ۔ باقی حاشیہ صفحہ

اگلے پر دیکھیں۔

وفی الخصائص الکبریٰ للسیوطی
اخرج الحاکم وابو نعیم عن ابن
مسعودؓ واخرج الحاکم عن ابی سعید
الخدری قال رسول اللہ انا اھل
البیت اختار اللہ لنا الاخرۃ
علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون
بعدی بلاء وتطریداً وتشریداً
وھکذا فی کنز العمال الحدیث و
ھکذا فی الصواعق عن ابن ماجہ
وفی الخصائص الکبریٰ قال رسول
اللہؐ لام الفضل زوج العباس انکم
مقھورون مستضعفون بعدی
اخرجہ ابن سعد عن زید بن علی
بن الحسین علیھم السلام -
وفی کنز العمال باب الفتن حدیث
۸۲۱ یجیٔی یوم القیٰمۃ المصحف
والمسجد والعترۃ فیقول المصحف
یارب حرقونی ومزقونی ویقول المسجد
یاربِّ خربونی وعطلونی وضیعونی ویقول

وہ اندھا دھند فتنہ ہے اور قسم بخدا ضرور میرے
بعد تم نبی مبہ کو برائی کرنے والا پاؤ گے الخ
اور خصائص کبریٰ مؤلفہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ
۱۱۹ میں ہے کہ حاکم و ابو نعیم نے ابن مسعود
سے اور نیز حاکم نے ابی سعید خدری سے روایت
کی ہے فرمایا رسول اللہ نے تحقیق ہم ایسے اہل
بیت ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کو
پسند کیا ہے جو دنیا سے بہتر ہے اور تحقیق میرے
اہل بیت قریب ہے کہ میرے بعد دھکیلے ہوئے
پریشان حالی اور منتشر خیالی میں مبتلا ہونگے الخ
اور بعینہ اسی طرح کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸ میں
ہے اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۳ میں ابن ماجہ
بھی مذکور ہے اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۵
میں ہے رسول اللہ صلعم نے ام الفضل زوجہ
حضرت عباس کے لئے فرمایا کہ تم حالت مظلومی
مقہوری ضعیفی میں میرے بعد زندگی بسر کرو گے
اس حدیث کو ابن سعد نے امام زین العابدینؑ کے بیٹے
زید سے روایت کیا ہے اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۶
میں ہے باب الفتن حدیث ۸۲۱ نبیؐ نے فرمایا کہ دن
قیامت کے قرآن شریف اور مسجد اور عترت النبیؐ پیش بارگاہ ایزدی حاضر ہو کر اس طرح فریاد کریں گے۔ قرآن
شریف کہے گا یا رب مجھے امت کے لوگوں نے جلایا اور پھاڑا اور مسجد کہے گی یا رب انہوں نے مجھے خراب کیا
اور بے کار چھوڑا اور ضائع کیا۔ اور عترت کہے گی یا ربِّ انہوں نے ہمیں خانہ بدر کیا وطن سے بے وطن

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ کا) اسی طرح ازالۃ الخلفاء جلد ا صفحہ ۲۷ و تاریخ الخلفاء میں ہے اور اسی طرح حیٰوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ
۲۱۳ و ۳۱۴ میں ہے کہ بنی الحکم منبروں کی طرح اچھلنے کودنے نظر آئے اس کو حاکم نے روایت کیا اور کہا شرط صحیح مسلم پر صحیح ہے ۱۲ م
سلہ انصاف کا مقام ہے کہ جس وصیت پر نبی آخری دم تک تاکید فرماتے رہے کہ خبردار ثقلین کی متابعت کرنی ان سے محبت
رکھنی پیروی کے لئے مضبوط پکڑے رکھنا وہ ہر دو یعنی قرآن اور عترت قیامت میں شکوہ امت کا پیش کریں گے۔ مسلمانان دعویٰ
اسلام کا ہوتے ہوئے اپنے سردار اور پیشوا محمد رسول خداؐ کو کس طرح مونہہ دکھائیں گے ۱۲ مترجم۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

العترۃ یا رب طردونا وقتلونا وشردونا واجثو برکبتی للخصومۃ فیقول اللہ ذلک الی وانا اولی بذلک رواہ احمد فی المسند والطبرانی فی الکبیر وسعید بن منصور عن ابی امامۃ اقول وکفٰی باللہ شہیداً وقال الرسول یا رب الاٰیۃ وفی الصواعق وورد من سب اہل بیتی فانما یرتد عن اللہ و الاسلام ومن اذانی فی عترتی فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث

بے وطن کیا اور ہم کو انہوں نے قتل کیا اور آپس سے جدا کیا و منتشر کیا اور میں بھی زانو کے بل خصومت کے لیئے جاؤں گا پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میری طرف چھوڑو میں خوب ان سے سمجھ لوں گا۔ اس کو احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں اور سعید بن منصور نے ابی امامہ سے روایت کیا۔ (قول مؤلف) اور اللہ کی شہادت کافی ہے رسول قیامت کے روز باری تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کریں گے یارب میری قوم نے اس قرآن شریف کو چھوڑ دیا تھا۔ یا بکواس سمجھا۔ اور صواعق صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے نبیؐ سے وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کو گالی دی پس ضرور وہ اللہ اور اس کے دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے اور جس نے میری عترت کو تکلیف دینے سے مجھے ایذا پہنچائی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے الخ (اس میں تتمہ روایت یہ بھی ہے کہ جس نے مجھے عترت کے بارہ میں ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا ان کو سب کی یا ان سے جنگ کی یا ان کے دشمن کی مدد کی اس پر خدا نے بہشت کو حرام کر دیا اس روایت کی ابن حجر نے تصحیح بھی کر دی ہے۔

نہ حاشیہ ۱ے رسول صلعم کی فریاد کی شہادت قرآن کریم بھی دیتا ہے قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجوراً۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن یہ قول ہوگا کہ خدایا میری قوم نے جواب حاضر موجود ہے چھوڑ دیا تھا اور کچھ پرواہ نہ کی بیہودہ یا بکواس سمجھا اور نہ اس سے راہ ہدایت سیکھا تو اب ایک قابل غور امر یہ ہے کہ اس نے چھوڑنے یا بکواس کہنے سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ میری قوم یعنی میرے تسلیم کرنے والے اور مسلمان کہلانے والوں نے قرآن کو پڑھا یا سنا نہیں تو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کل نہیں تو اکثر مسلمانان ضرور ہیں جنہوں نے قرآن کو سنا ہے اور اس سے کچھ کم وہ ہیں جنہوں نے تبرکاً و تعظیماً و احتراماً اپنے پاس اور اپنے گھروں میں رکھا ہوا ہے اور اس سے کم کسی قدر وہ ہیں جنہوں نے اپنے پاس رکھنے کے علاوہ پڑھا ہوا ہے اور اکثر روزانہ پڑھا کرتے ہیں اور اس سے کچھ کم وہ لوگ ہیں جو حافظ قرآن شریف ہیں اور شب و روز قرآن ہی ورد زبان رکھتے ہیں اس قسم کے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہزارہا کی تعداد میں موجود ہیں پس یہ شکوہ رسولؐ کا جس کی شہادت خود کلام الٰہی و کلام رسول دیتا ہے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے بے شمار تفاسیر قرآن و علماء واعظین موجود ہیں سب کچھ ہوتے ہوئے پھر شکایت کے معنے سوائے اس کے نہیں ہو سکتے کہ قرآن کو ان نفوس قدسیہ سے نہیں سمجھا گیا جن کے لیئے وصیت رسولؐ کی تھی کہ یہ قرآن سے تا قیامت جدا نہ ہوں گے اور

باقی اگلے صفحہ پر

الفصل الاوّل

فی ذکر معاویۃ ابن ابی سفیان

روی المسلم فی صحیحہٖ عن عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ عن ابیہ قال امر معاویۃ ابن ابی سفیان سعدًا فقال ما منعك ان تسبّ ابا التراب فقال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن لہ رسولؐ فلن اسبہ لان تکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم

الحدیث

پہلی فصل:۔ ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان شاہ شام کے حال میں

مسلم نے اپنی صحیح جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سعد سے روایت کرتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو سبّ کا امر کیا پس کہا کہ کیا چیز تم کو ابی تراب (علیؑ) کے سبّ کرنے سے منع کرتی ہے! (یعنی حضرت علیؑ کو کیوں گالی نہیں[1] نکالتا؟ نکالو) تو سعد نے کہا کہ میں ہرگز حضرت ابی تراب (علیؑ) کو گالی نہیں نکالتا جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو رسول صلعم نے حضرت علی کے حق میں فرمائی ہیں البتہ اگر مجھے ان تین میں سے ایک بھی نصیب ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں کے حاصل ہو جانے سے زیادہ پسند تھی۔ الخ۔

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ کا) اور یہی عارفین قرآن ہیں تو جب اصل مقصود قرآن کا دور ہوا اور علماء کے خود ساختہ معانی غیر اس کے ہوں اور وہ بھی مختلف تو اصل معنے سے مراحل دور ہونا قرآن کو ترک کرنا ہے اور عملاً بھی اسی طریق سے متروک ہو جاتا ہے کیونکہ عمل اسی خود ساختہ معنے پر ہوگا جو قرانی مقتضائے کے مخالف ہوگا تو ثابت ہوا کہ قرآن کو عاملین و عارفین قرآن یعنے قرآن ناطق کے مصداق اہل بیت سے سمجھا جائے تب صحیح اتباع قرآن کا ہو سکتا ہے اور یہ امر بجز امامیہ مذہب کے کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اگرچہ وہ مذہب نسبتاً قلیل ہے اور سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ ممدوح قلیل ہی ہوتے ہیں اور چونکہ اکثر لوگ مخالف قرآن و اہلبیتؑ کے عمل کر رہے ہیں لہٰذا بحکم للاکثر حکم الکل شکایت بنی صلعم صحیح ہے ۱۲ مترجم

سے اس مضمون کی روایت انصار معاویہ مروان کے ذکر میں بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

[1] بے سود اور بے معنے تاویلات حضرت معاویہ کے معتقد ایسی صریح حدیث بھی کرتے ہیں لیکن حق ظاہر ہے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا لفظ اَمَرَ صاف دال ہے کہ معاویہ نے گالی دینے کا امر کیا ہے نہ یہ کہ محض سبب گالی نہ نکالنے کا پوچھ رہا ہے ورنہ لفظ سأل معاویۃ ہوتا اور نہ کوئی دیگر امر اس قصہ میں مذکور ہے جو اس نے کیا ہو اور پھر باعث طلب کیا ہو تو صاف ظاہر ہے کہ اس (معاویہ) نے گالی دینے کا امر کیا اور سعد نے انکار کیا تو اس نے وجہ پوچھی تب سعد نے بیان کیا۔ راوی نے مختصر عبارت میں کل مضمون کو ادا کیا ہے۔ اور گالی نکالنا نیز دوسروں کو امر کرنا ایک طرح کی یہ سنت جاری کرنی آئندہ معاویہ کے بیان شدہ حالات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور انصاف ہر حال میں شرط ہے روایت صحیح مسلم اَمَرَ معاویۃ سعدؓ۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ مترجم وحیدی جلد ا صفحہ ۵۲ باب فضل علیؑ میں سعد سے مروی ہے کہ حج کے موقعہ پر وہ معاویہ کے پاس گیا معاویہؓ علیؑ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفی الخصائص للنسائی باسناده هکذا وزاد فی آخره لما نزلت انما یرید الله الآیة دعا رسول الله علیاً وفاطمة وحسناً وحسیناً فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی. وروی الترمذی فی سننه باسناده هکذا وزاد فی آخره وانزلت هذه الآیة ندع ابناءنا وابناءکم الخ

اور خصائص نسائی میں باسنادہ بعینہ مضمون بالا سے ص۴ مطبع محمدی لاہور و مصری صفحہ۴ میں مروی ہے۔ لیکن اس کے آخر حدیث میں یہ عبارت زیادہ ہے کہ جب آیت انما یرید اللہ الآیۃ اتری تو رسول اللہؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں اور ترمذی نے اپنے سنن میں باسناد خود صفحہ۲۱۲ ج۲ کے اندر اسی طرح روایت کیا

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) کے حق میں گستاخی کرنے لگا۔ سعد غضبناک ہوا اور فضیلت علیؑ کی بیان کی۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰ طبع مصر میں ہے واما حدیث سعد لما امره معاویة بالسب فابی فقال ما منعک الخ۔ پھر کہا فهذا حدیث صحیح رواه مسلم فی صحیحه۔ ابن تیمیہ کی عبارت سے اس کی تصدیق مطلوب ہے کہ ما منعک ان تسب ابا تراب کا معنے یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ معاویہ نے گالی نکالنے کا سعد کو حکم دیا۔ اب کسی حیلہ و حجت کا مقام سنیوں کے لئے نہیں رہا۔ علامہ وحید الزمان نے انوار اللغۃ پ۱۲ حرف السین ص۱۱ میں اس روایت مسلم کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔ تم کو ابو تراب (یعنی حضرت علیؑ) کو برا کہنے سے کون سا امر مانع ہے (یہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا) اب اہل سنت کے علماء نے اس کی تاویل یوں کی ہے (برا نہ کہنے کا سبب پوچھا یہ تاویل لکھ کر پھر لکھا کہ) حالانکہ یہ تاویل فاسد ہے (پھر لکھا) ان لوگوں کو یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچیں کہ معاویہ برسر منبر حضرت علی کو برا کہا کرتے تھے۔ بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ ہر خطبہ میں جناب امیرؑ کو برا کہیں۔ معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں الخ اس کے بعد ابن جریر وغیرہ سے ثبوت لکھا ہے۔ اور سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ۱ ص۲۵۱ میں لکھا ہے۔ جو شخص علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہے (سب کرے) وہ کافر ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے انتہی۔ (**معاویہ کو کب عروج ہوا**) اصابہ فی تمیز الصحابہ مع استیعاب طبع مصر حرف العین جلد ۲ ص۵۰۳ میں ہے کہ معاویہ کو امیر شام اول عمرؓ صاحب نے مقرر کیا اور پھر عثمانؓ صاحب نے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے ہی بنی ہاشم کو سوچ سمجھ کر عروج دیا تھا تاکہ جہاں تک ہو سکا یہ خاندان نبوی کو اذیت پہنچانے اور کمزور کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھے گا۔ اور فتاویٰ عزیزیؒ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۳۰ میں بذیل حدیث ما منعک لکھا ہے " بلکہ بہتر ہمیں است کہ ایں لفظ را بر ظاہرش جاری باید داشت نہایت کار آنکہ ارتکاب ایں فعل شنیع یعنی سب یا امر بسب از معاویہ بن ابی سفیان لازم خواہد آمد و لیس هذا باول قارورة کسرت فی الاسلام چہ مرتبہ سب کمتر از قتل و قتال ست کما ورد فی الحدیث الصحیح سباب المسلم فسوق وقتاله کفر و ہرگاہ قتال و امر بالقتال یقینی الصدور است ازاں گزیر نیست بالجملہ اصلح ہمیں است کہ ویرا مرتکب کبیرہ باید دانست و زبان از طعن و لعن

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ع۔ یہ فتاویٰ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مصنف تحفہ اثنا عشریہ کا ہے اور یہ مضمون بعینہ سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ۱ ص۲۴۱ میں ہے

دعا رسول اللہ علیاً و فاطمۃ و حسناً و حسیناً فقال اللھم ھؤلاء اھلی ھذا حدیث حسن غریب صحیح من ھذا الوجہ قال الحافظ فی الفتح طائفۃ اخری حاربوہ ثم اشتد الخطیب فتنقصوہ واتخذوا لعنہ علی المنابر سنۃ ووافقھم الخوارج علی بغضہ . الخ۔

اور آخر میں اس کو زیادہ کیا کہ جب آیت ندع ابناءنا و ابناءکم الخ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا فرمایا خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں یہ حدیث بایں اسناد حسن غریب صحیح ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۲ صفحہ ۳۸۵ میں کہا ایک گروہ مسلمانوں کا ہے جنہوں نے حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام سے جنگ کی بعد ازاں تکلیف سخت بڑھ گئی ہے تو حضرت علی کی شان کی ہتک کرنے لگے اور حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کو سنت کے طریق پر اپنا معمول بنایا اور خوارج نے بھی بغض علیؑ میں اس گروہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ممبروں پر علانیہ لعنت کرتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) بند باید نمود الا ما تقال فی زنی و من شرب من الصحابۃ رض وبر جائے خطائے اجتہادی را دخل دادا، خالی از سماحت نیست۔ انتہیٰ۔ یقیناً معاویہ نے گالی کا حکم دیا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ ہر جگہ خطا اجتہادی کا حیلہ نہیں چلتا صحابہؓ میں سے بعض نے زنا کی شراب پی قتل و قتال ناحق کیا۔ گالی کوئی اس سے بڑھ کر نہیں ہے مگر ہم کو ان کے حق میں خاموشی چاہیئے ۱۲ مترجم۔ ۱؎ اسی طرح شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی طبع نولکشور کتاب الفتن صفحہ ۲۰۰ میں ہے۔ منہاج السنۃ لابن تیمیہ طبع مصر ج ۳ صفحہ ۱۷۳ میں ان الفاظ سے یہ مضمون ہے وقد کان من شیعۃ عثمان من یسبّ علیاً و یجھر بذلک علی المنابر وغیرھا حضرت عثمانؓ کے شیعہ جناب علیؑ کو علانیہ ممبروں پر گالیاں دیتے تھے عقد الفرید ابن عبد ربہ سنی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ میں باسناد خود لکھا ہے۔ احنف نے معاویہ کو کہا اے امیر المومنین ابھی آپ کے سامنے اس کہنے والے نے جو کچھ کہا یہ ایسا ہے کہ اگر تیری رضا مندی پیغمبروں پر لعنت (نعوذ باللہ) کرنے میں ہے تو ضرور کرے گا۔ پس تو خدا سے ڈر اور علیؑ پر بدگوئی چھوڑ دے وہ فوت ہو چکے اپنی قبر میں اکیلے اپنے عمل سے گئے (حتی کہ لکھا) پس معاویہ نے کہا اے احنف تم نے اپنی مرضی کی باتیں ناپسندیدہ بہت کچھ کہدی ہیں خدا کی قسم تم کو منبر پر علانیہ علیؑ پر کرنی پڑے گی احنف نے کہا اے امیر المومنین اگر تو مجھے اس کام سے معاف رکھے تو بہتر ہے اور اگر تو مجھے اس پر مجبور کرے تب بھی میرے ہونٹوں سے یہ کبھی نہیں نکل سکتا۔ معاویہ نے مجبور کیا کہ ضرور منبر پر جا کر تعمیل حکم کرو احنف نے کہا منبر پر چڑھتا ہوں خدا کی تعریف کروں گا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجوں گا پھر کہوں گا اے لوگو! امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ علیؑ پر کروں اور علیؑ اور معاویہ کا آپس میں اختلاف ہے (پھر کہا) اس کے بعد کہوں گا۔ خدایا تو اور تیرے فرشتے اور انبیاء ان میں سے جو باغی ہے اس پر لعنت کریں اور جو باغی گروہ ہے اس پر خدایا بہت لعنت کر اے معاویہ اس عبارت سے میں کوئی حرف نہ بڑھاؤں گا خواہ تو مجھے قتل بھی کرا دے اور معاویہ نے عقیل بن ابی طالب (برادر) باقی

حاشیہ اگلے صفحہ پر

قال الحافظ السیوطی فی تاریخ الخلفاء
کان بنو امیۃ یسبّون علیّ ابن طالب علیہ
السلام فی الخطبۃ فلما ولی عمرؓ ابن
عبد العزیز ابطلہ وکتب الی نوابہ بابطالہ
وقرأ مکانہ ان اللہ یامرؐ بالعدل
والاحسان الاٰیۃ کذا فی الکشاف
للزمخشری فاستمرت قراءتہا فی الخطبۃ
الی الاٰن. فی الصواعق المحرقۃ
ثم اشتد الخطب واشتغلت طائفۃ
من بنی امیۃ بتنقیصہ وسبہ علی المنابر
ووافقہما الخوارج لعنہم اللہ بل
قالوا بکفرہ اشتغلت جہابذۃ الحفاظ
من اہل السنۃ ببث فضائلہ حتی کثرت
نصحا للامۃ ونصرۃ للحق الخ.

حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۶ میں لکھا
ہے۔ کہ بنو امیہ علی ابن ابی طالب کو خطبہ کے اندر
گالیاں دیا کرتے تھے پس جب عمر بن عبدالعزیز کو
سلطنت ملی تو اس نے یہ حکم خطبہ میں گالی نکالنے
کا مٹا دیا اور اپنے کارندوں کو لکھا کہ گالی کی جگہ یہ
آیت پڑھا کرو اور خود بھی یہی پڑھنی شروع کی
ان اللہ یامر الخ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ عدل اور
احسان کرنے کا حکم دیتا ہے الخ (وکذا فی حیاۃ الحیوان
جلد ۱ صفحہ ۶۲ و مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۱۲) اس طرح
علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ
عا ہے۔ اور اس وقت سے ہمیشہ کے
گالی کی بجائے اس سنت کا رواج آج تک جاری
ہوگیا ہے۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ مطبوعہ مصر میں
ہے پھر جب مصیبت سخت ہوگئی اور بنی امیہ کے
لوگ شان علیؑ کی ہتک اور حضرت مرتضےٰ کو گالی دینے سے ممبروں کی زیب وزینت سمجھنے لگے اور خوارج
(خدا ان پر لعنت کرے) بھی بنی امیہ کے موافق سب وشتم کرنے لگے۔ بلکہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت علیؑ کو
کافر کا خطاب دینے تک پہنچ گئے۔ تو اکابر علماء اور حفاظ حدیث اہل سنت کے فضائل حضرت علیؑ کے شائع
کرنے میں مشغول ہوگئے۔ تاکہ بہت فضائل نصیحت امت اور مدد حق کے لئے ظاہر ہوں۔

(بقیہ حاشیہ) حضرت علیؑ کو کہا کہ تیرے بھائی نے تیرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور تو میرے پاس آ گیا۔ اب میں تم پر راضی
نہیں جبتک تو منبر پر چڑھ کر علیؑ پر نہ کرے۔ عقیل نے کہا اچھا کرتا ہوں۔ منبر پر جا کر عقیل نے خدا کی تعریف کے بعد کہا اے لوگو
امیرالمومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی ابن ابی طالب کو کروں پس اس کو لعنت کرو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب
لوگوں کی لعنت ہو یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔ معاویہ نے کہا تم نے اچھا ظاہر نہیں کیا عقیل کہنے لگے خدا کی قسم میں اس سے کچھ
کم زیادہ نہیں کر سکتا اور کلام متکلم کی نیت پر موقوف ہے۔ انتہی من العقد۔ اصل عبارت بوجہ طوالت نہیں لکھی ترجمہ پر اکتفا
کیا ہے جس کو شک ہو اصل کتاب سے مقابلہ کرے۔ (یہ کلام حضرت عقیل کا توریہ پر ہے) اور تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی
صفحہ ۳۷ میں امام غزالی سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ کو منبروں پر لعنت کرنا ایک ہزار مہینہ تک شائع رہا اور یہ سب کچھ معاویہ
کے حکم سے ہوا۔ اصل عبارت یہ ہے ثم استفاض لعن علی علیہ السلام علی المنابر الف شہر وکان ذلک معاویۃ انتہی
(قوت)، معاویہ نے خثعمی سے کہا میں علیؑ کے دین سے بیزار ہوں دیکھو حال معاویہ حاشیہ از طبری وغیرہ۔ اب جب داران

باقی اگلے صفحے پر

قال فی الذبح العظیم ص۹۶ قال الامام ابو الحسن علی بن محمد (و هو المشہور بالمدینی) فی کتاب الاحداث ما نصہ[1] کہ چوں امر سلطنت بر معاویہ استوار ایستاد فرمان گذار خویش را در امصار و بلاد فرماں داد کہ برأت ممن روی شیئاً من فضل ابی تراب و اہلبیتہ عہد خویش را شکستم و حبل بیعت و پیمان خود را گسستم ازانکہ از فضائل علی ابن طالب و اہل بیت او سخنے بر زبان آرد و روایت را حدیثے کند چوں ایں خبر در بقعہ و بلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ و بلدہ خطیبے بر منبر عروج داد نخستین زبان بلعن و شتم علیؑ و اہل بیت کشاد و برأت از حضرت ایشاں جست۔ الخ۔ و فی تاریخ الخلفاء اخرج ابن سعدؒ عن عمیرؓ بن قال کان مروان امیراً علینا فکان یسب علیاً کل جمعۃ علی المنبر و حسنؑ یسمع فلا یرد شیئاً ثم ارسل الیہ رجلاً یقول

سید اولاد حیدر نے ذبح عظیم صفحہ ۹۶ میں کہا ہے کہ امام ابوالحسن علی بن محمد مشہور مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس طرح کہا ہے کہ جب امر سلطنت معاویہ پر جم گیا تو اپنے امراء کو جو شہروں میں حاکم کر کے بھیجنے لگا احکام ضروریہ میں یہ بھی ان کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ میں اس سے بیزار ہوں جس نے کوئی فضیلت علیؑ کی یا اس کے اہل بیت کی بیان کی۔ اور ایسے شخص سے میں نے اپنی اور عہد کو توڑ لیا جو فضائل علیؑ و اہل بیت کے زبان پر لائے۔ پس جب معاویہ کا یہ حکم ہر قطعہ و شہر میں مشہور ہو گیا تو ہر بستی اور ہر شہر میں جو خطبہ پڑھنے والا ممبر پر چڑھتا تھا اپنے بادشاہ کی خوشنودی مزاج کے لئے پہلے زبان کو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر لعنت اور گالی دینے سے کھولتا تھا اور علیؑ سے تبرا اور بیزاری خود بیان کرتا تھا۔ (اسی طرح عقد الفرید جلد ۲ ص۳۳۱ میں) اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۹ از تذکرہ سبط ابن الجوزی ص۱۱۹ ص۱۲۰) میں ہے ابن سعد نے عمیر بن اسحٰق سے روایت کی ہے وہ

(بقیہ حاشیہ) معاویہ انصاف سے اس حضرت صحابی کے ایمان کا فیصلہ دیں۔ صواعق ص۱۴۳ میں بہ تصحیح روایت نبیؐ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو بغض آل محمدؐ پر مرے اگرچہ نماز روزہ کرتا ہو دوزخ میں جائے گا۔ اور جس نے میرے اہل بیتؑ کو گالی دی وہ خدا اور اسلام سے مرتد ہو گیا اور جس نے مجھے میری عترت کے بارہ میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جنت اس پر حرام ہے اور اس پر بھی جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ظلم میں اعانت کی ۱۲ مترجم

[1] تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مصر و شرح نہج البلاغۃ مولفہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ میں بروایت مالک بن اسماعیل ابی غسان النہدی باسناد خود۔ یہی عبارت مرقوم ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے بیان کیا ہے کہ میرا باپ جب خطبہ پڑھتا تھا علیؑ کی شکایت کرتا اور سب کرتا تو اس کی زبان کو لغزش ہو جاتی تھی اور چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں نے کہا اے میرے باپ تو باقی خطبہ اچھا پڑھتا ہے مگر جب ذکر علیؑ کا آتا ہے تو کچھ لغزش جیسی زبان میں آجاتی ہے اس نے کہا کیا تو سمجھ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں پس میرے باپ نے کہا کہ تحقیق جو

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھو

بعلیٍّ و بعلیٍّ و بعلیٍّ و بکَ و بکَ و بکَ وما جدت مثلک الا مثل البغلۃ۔ الخ
فی ترجمۃ التاریخ للطبریؒ۔ پس معاویہ عبد الرحمٰن بن سمرہ بن جندب را فرستاد و باین ہمہ شرطہا وفا گردد اے ما صالح علیہ الحسنؑ، مگر بے حرمتی کردن علیؑ کہ ایں بر نگیرم ولیکن چوں تو حاضر باشی لفرمایم تا بے حرمتی نہ کنند"

کہتا ہے کہ مروان معاویہ کی طرف سے ہم پہ سردار ہو کر آیا تھا اور وہ جناب برادر رسول اللہؐ حضرت علیؑ کو ہر جمعہ کے دن ممبر پہ گالیاں دیتا تھا اور امام حسنؑ بھی سنتے تھے لیکن کوئی جواب نہیں دیتے لیکن کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ پھر ایک آدمی کو مروان نے حضرت حسنؑ کی طرف بھیج کر کہلا بھیجا کہ علیؑ ایسا علیؑ ایسا اور تو دلیسا تو ایسا اور میں نے تو یہی معلوم کیا ہے کہ تیری مثال ٹھیک ایک خچر کی ہے الخ۔ اور ترجمہ فارسی تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۶۰۲ میں ہے پس معاویہ نے عبد الرحمٰن پسر عمرو عبد الرحمٰن پسر سمرہ ولد جندب کو بھیجا اور باقی شرائط صلح نامہ امام حسنؑ پہ وفا کی لیکن شرط بے حرمتی حضرت علی کے لیے کہلا بھیجا کہ اس سے میں نہیں سکتا البتہ تو اے حسنؑ جس جگہ حاضر ہوگا تیرے سامنے بے حرمتی کرنے کا حکم دے دوں گا اور ویسے تو چاہتا ہے کہ بے حرمتی علیؑ کی ہم نہ کریں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ یہ شرط بھی نہ پوری ہوئی بلکہ جیسا مذکور ہوا ہے امام حسنؑ کے روبرو بے حرمتی علیؑ کی کرتے رہے)۔

بقیہ حاشیہ) ہمارے گرد و نواح ہیں یعنے رعایا ہمارے اگر علیؑ کے فضائل کو جان لیں جو ہم جانتے ہیں تو ہم سے دور ہو کر اولاد علی کی تابعدار میں ہو جائیں گے لہذا فضائل کو چھپا کر معائب علی کو بیان کرنا ہماری بادشاہی کو قائم رکھتا ہے۔ ۱۲ المترجم۔

۵۱ کذا بعینہ فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید السنی طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵ اور مدائنی وہ علامہ ہے جس سے استیعاب میں ابن عبد البر نے صفحہ ۴۵۷ و ۳۲۵ جلد ا میں سند لی ہے۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید طبع مصر صفحہ ۱۶ میں باسناد ابو الفرج ابن جوزی کے حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہا معاویہ نے کوفہ میں خطبہ پڑھا اور حضرت حسنؑ اور حسینؑ منبر کے نیچے بیٹھے تھے کہ معاویہ نے علیؑ پہ دشنام دہی کی پھر حضرت حسنؑ کو دشنام دی الخ ۱۲ مترجم

۵۲ تاریخ طبری عربی جلد ۶ صفحہ ۹۲ میں یہ عبارت ہے کہ منجملہ شرائط صلح کے امام حسن نے یہ بھی قرار دیا کہ معاویہ کو اس طرح کرنا چاہیئے ان لا یشتم علیًا فلم یجبہ الکف عن شتم علی فطلب ان لا یشتم و ھو یسمع فاجابہ الی ذلک ثم لم یف لہ بہ ایضًا وکذا فی الکامل ج ۳ صفحہ ۱۶۲ یعنے شرط ہوئی کہ معاویہ حضرت علیؑ کو سب نہ کرے گا مگر اس نے قبول نہ کی پھر امامؑ نے فرمایا کہ کم از کم مجھے سنا کر نہ کرنا تو یہ شرط معاویہ نے منظور کر لی مگر اس پہ بھی وفا نہ کی یعنے سنا کر بھی حضرت علیؑ کو گالی نکالتا رہا اسی طرح تاریخ ابی الفداء جلد ا صفحہ ۱۹۲ و عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ و کامل میں بھی ہے۔ سیرۃ النبی مطبوعہ اعظم گڈھ بار ثالث جلد اول صفحہ ۱۶ میں شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانہ میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفی روضۃ الصفا در شرائط صلح) دیگر امیر المومنین را سب نکنند گویند کہ معاویہ مجموعہ شروط را قبول کرد الا سب امیر المومنین را اما گفت کہ در مجلسے کہ امام حسنؑ باشد امیر المومنین را سب نکنند۔ کذا فی شرح ابن ابی الحدید وفی التاریخ لابی الفداء کان خلفاء بنی امیۃ یسبون علیا من سنۃ احدیٰ واربعین وھی السنۃ التی خلع الحسنؑ فیھا نفسہ من الخلافۃ الی اول سنۃ تسع وتسعین آخر ایام سلیمان بن عبد الملک فلما ولی عمر ابن عبد العزیز ابطل ذلک وکتب الی نوابہ بابطالہ ولما خطب یوم الجمعۃ ابدل السب[6] وفیہ وکان معاویۃ وعمالہ یدعون لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعۃ و یسبون علیا ولما کان المغیرۃ متولی الکوفۃ کان یفعل ذلک طاعۃ لمعاویۃ وفی التاریخ الکامل وکذا

اور روضۃ الصفا جلد ۳ طبع نولکشور ص[5] بیان شرائط صلح میں ہے کہ ایک شرط منجملہ شرائط کے یہ مقرر ہوئی کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کو گالی نہ دیں لیکن بیان کرتے ہیں کہ معاویہ نے دوسری شرطوں کو منظور کیا مگر گالی امیر المومنینؑ کی شرط کو اس قدر منظور کیا کہا کہ جس مجلس میں امام حسنؑ موجود ہوں میں حکم دوں گا کہ اس میں گالی نہ دیا (جو یہ بھی پوری نہ ہوئی) شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۵ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور تاریخ ابی الفداء جلد ا صفحہ ۲۱۲ میں ہے کہ خلفاء بنی امیہ امیر المومنین حضرت علیؑ کو ۴۱ھ سے گالیاں دیتے تھے جس میں امام حسنؑ نے خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اول ۹۹ھ سے آخر خلافت سلیمان بن عبد الملک تک یہ طریقہ جاری رہا پھر جبکہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اس نے یہ عمل ہٹا دیا اور اپنے عاملین اور کارندوں کی طرف اس عمل کے ہٹا دینے کا حکم لکھا اور خود بھی خطبہ میں جمعہ کے دن گالی کی جگہ آیت ان اللہ یامر الخ پڑھتا تھا

(بقیہ حاشیہ) برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علیؑ پہ لعن کہلوایا الخ ۱۲ مترجم۔

[5] شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الفتن ص۳۰ بذیل حدیث حذیفہ لکھتے ہیں۔ وشر بعد از وے زمان جماعت کہ لعن مے کردند۔

[6] استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۵۵ میں ابن عبد البر نے روایت کیا ہے کہ ساٹھ سال علیؑ کو بنی سب وشتم کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ علیؑ کی شان اور بلند کرتا رہا ۱۲ مترجم۔

فی تاریخ ابن جریر الطبری وکان اذا صلے الغداۃ یقنت فیقول[1] اللھم معاویۃ وعمرا وابا الاعور وحبیبا وعبد الرحمٰن بن خالد والضحاک بن قیس والولید فبلغ ذلک معاویۃ فکان اذا قنت سب علیا وابن عباس والحسن والحسین والاشترکذا فی تاریخ الطبری وفیہ علیا۔ فی تاریخ ابی الفداء جلد ۱ فلما ولی زیاد دعی لعثمان و علیا۔ وفی روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر للعلامۃ ابی الولید بن الشحنۃ الحنفی طبع مصر علیٰ ھامش مروج الذھب ص $\frac{۲۲۳}{۲۲۵}$ ثم بعد ستۃ اشھر صالحہ (الحسنؑ) معاویۃ وترک الخلافۃ علیٰ ان لا یسب علیا ویعطیہ ما بیت المال بالکوفۃ (الیٰ ان قال) ولم یف لہ معاویۃ بشیٔ مما عاھدہ علیہ وکانت وفاتہ[2] بسم سقتہ زوجتہ جعدۃ بنت اشعث قیل فعلت ذلک بامر معاویۃ وکذا فی فی مروج الذھب[2] للعلامۃ ابی الحسن

اور اسی تاریخ ابی الفدا صفحہ ۱۹۶ میں ہے کہ معاویہ اور عاملین اس کے عثمان کے لئے جمعہ کے دن خطبہ میں دعا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کو دیا کرتے تھے اور جب اس نے مغیرہ کو کوفہ کا والی بنایا تو وہ بھی بہ تعمیل حکم معاویہ کے یہی عمل کرتا رہا۔ اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ $\frac{۱۶۹}{۱۳۳}$ اور تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۸۰ طبع مصر میں اور تذکرہ خواص الامۃ ص۵۹ و نور الابصار ص۹۸ وکنز العمال ج ۴ ص۲۰ میں ہے کہ علیؑ جب نماز فجر پڑھتے تھے تو قنوت میں اس طرح پڑھتے تھے یا اللہ معاویہ وعمرو وابی الاعور پر اور حبیب و عبد الرحمٰن بن خالد وضحاک بن قیس و ولید پر پس جب یہ بات معاویہ کو پہنچی تو اس نے بھی قنوت میں حضرت علیؑ وابن عباسؓ و حسنؑ وحسینؑ واشتر کو دینی شروع کر دیں۔ تاریخ طبری میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن اس میں یہ لفظ بھی ہے کہ وہ حضرت علیؑ پر . کرتا تھا اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ ص۹۶ میں ہے اور اسی طرح تاریخ طبری ج ۵ ص۱۹۲ میں ہے کہ جب زیاد کو والی بنایا گیا تو وہ عثمانؓ کے لئے دعا کرتا تھا اور حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا اور روضۃ المناظر فی اخبار

---

[1] کذا فی شرح نہج البلاغۃ لا بن ابی الحدید جلد ۳ ص۲۸۸ بلفظ اللھم العن معاویۃ اولا وعمرو بن عاص ثانیا وابا الاعور السلمی ثالثا وابا موسیٰ الاشعری رابعا ۱۲ مترجم۔

[2] مروج الذھب مطبوعہ بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۵۵ میں باسناد جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ہے کہ جعدہ کیطرف معاویہ نے پیغام خفیہ بھیجا کہ اگر تو حیلہ کرے اور امام حسنؑ کو قتل کر دے تو لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ پس جب امامؑ فوت ہوئے معاویہ نے مال تو بھیج دیا اور یزید کی محبت کا عذر کیا کہ میں شادی تیری اس خوف سے نہیں کرتا کہ مبادا تو یزید کو بھی کبھی قتل نہ کر دے حالانکہ وہ مجھے محبوب تر ہے مروج الذھب طبع جدید مصر ج ۲ ص۳۰ اور تذکرۃ خواص الامۃ ص۱۲۱

یہ مضمون موجود ہے ۱۲ مترجم۔

علی ابن الحسین المسعودی۔ وفی روضۃ المناظر وکان معاویۃ وعمالہ یسبون علیاً علی المنابر[۱]۔ وفی تاریخ ابن الوردی جلد اول والشرو لیعطیہ ما فی بیت مال الکوفۃ وخراج دارا بجرد من فارس وان لا یسب وھو یسمع فاجابہ وما وفا بہ رمن سرو چمن فی تاریخ الحسن) وھکذا فی التاریخ الکامل وھکذا فی تاریخ الخمیس۔ وفی النصائح الکافیۃ ص۷۰ قال ابوالفرج ابن جوزی مات الحسن شھیداً مسموماً دس معاویۃ الیہ والی سعد بن ابی وقاص حین اراد ان یعھد الی یزید ابنہ بالامر سما فماتا فی ایام متقاربۃ۔ انتھی فی ھدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل[۲] للسید الصدیق

الاوائل والاواخر مؤلفہ علامہ ابی الولید بن شحنۃ حنفی مطبوعہ مصر برحاشیہ مروج الذہب ص۲۲۲/۲۲۵ میں ہے۔ نیز برحاشیہ کامل طبع مصر ۶ ص۱۳۲/۱۳۳ پر ہے پھر چھ ماہ کے بعد امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت کو ترک فرما دیا اس شرط پر کہ معاویہ حضرت علی کو گالی نہ دے اور کوفہ کا بیت المال امام حسنؑ کو دے۔ (یہاں تک کہ اس عبارت کو لکھا) کہ معاویہ نے کسی شرط پر وفا نہ کی جو وعدہ ہوا تھا سب کی خلاف ورزی کی اور وفات امام حسنؑ کی زہر سے ہوئی جو ان کو ان کی زوجہ جعدہ دختر اشعث نے پلایا بیان کیا گیا ہے کہ یہ فعل زہر دینے کا اس عورت نے معاویہ کے حکم سے کیا تھا۔ اور اسی طرح مروج الذہب مؤلفہ اور اس میں زیادہ کیا کہ مال موعودہ معاویہ نے جعدہ کی طرف بھیجا تھا اور روضۃ المناظر جلد ۸ صفحہ ۲ و نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۳ ص۱۹۶ میں

---

[۱] فی الآثار لمحمد ص۱۳۳ باسناد ابی حنیفۃ قال ابراھیم وان اھل الکوفۃ انما اخذ القنوت عن علی کان یقنت ویدعوا علی المعاویۃ حین حاربہ واما اھل الشام فانما اخذ والقنوت عن معاویۃ قنت یدعوا علی حین حاربہ یعنی آثار امام محمد میں ہے کہ ابراہیم کہتا ہے کوفہ والے قنوت پڑھنی حضرت علیؓ سے سیکھے ہیں جو علیؑ بوقت محاربہ معاویہ پر بددعا فرماتے تھے اور شام والے معاویہ سے سیکھے کہ محاربہ کے وقت وہ علیؑ پر بددعا کرتا تھا ۱۲ مترجم۔ [۲] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی تو لوگوں نے کہا عبدالرحمن بن خالد بن ولید یزید سے اچھا ہے اسکو مقرر کیجئے معاویہ نے دل میں رکھ لیا اور جب عبدالرحمن کو مریض سنا ایک طبیب کو حکم دیا کہ دوائی میں زہر ملا کر عبدالرحمن کو کھلا دے تو طبیب نے اسی طرح کیا اور وہ زہر سے جل کر فوت ہوا۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم۔ [۳] ہدایۃ السائل کا مضمون سرور عزیزی ترجمہ فتاوئ عزیزی جلد ا ص۱۲۰/۱۲۱ اور فتاویٰ عزیزی طبع مجتبائی دہلی ص۱۹۲ میں ہے۔" و محققین اہل حدیث بعد تتبع روایات صحیحہ دریافتہ اند کہ ایں حرکات خالی از شائبہ نفسانی نبود و خالی از تہمت تعصب امویہ و قرشیہ کہ بجناب ذی النورین داشت نبودہ الست لیکن نہایت کاوش باقی

مختار شاہ عبدالعزیز در بعض افادات خودش اینست کہ حرب معاویہ با علی خالی از شائبہ نفسانیت نبود و قول بخطائے اجتہادی ضعیف است۔ و فی بغیۃ الرائد للسید الصدیق و ہر چہ از مخالفات و محاربات واقع شد از طرف معاویہ شد جنگ او خالی از حمیت و نفسانیت نیست و اینکہ گویند خطائے اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسنداں نیست۔ و فی مالابد منہ للقاضی ثناء اللہ پانی پتی ہر کہ با علیؓ منازعت[له] کردہ مخطی است"

(بقیہ حاشیہ) اینست کہ مرتکب کبیرہ و باغی باشند" اور شرح عقاید نسفی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ عصام میں لکھا ہے۔ یہ قول کہ معاویہ کا نزاع علی سے طلب قصاص میں تھا خلافت میں نہ تھا ظاہر البطلان ہے کیونکہ یہ مخفی نہیں کہ معاویہ و طلحہ و زبیرؓ کا نزاع علی سے خلافت تھا ولولا ذلک لوجب ان ینقاد لاحکامہ المعاویۃ و یطلب عنہ القصاص عن القتلۃ۔ یعنی نزاع خلافت نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ معاویہ حضرت علیؓ کے حکم کا فرمانبردار ہو جاتا پھر ان کی معرفت قاتلوں سے قصاص لیتا انتہیٰ۔

ہے معاویہ مع اپنے عاملین کے علیؑ کو ممبروں پر گالیاں دیتے تھے۔ (روضہ طبع مصر بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳) اور تاریخ ابن الوردی جلد ۱ میں ہے اور شروط صلح یہ تھیں کہ بیت المال کوفہ و محصول ابجرد فارس کا امام حسن کو دے اور حضرت مرتضیٰ کو گالی نہ دے گا اس حالت میں کہ امام حسن سنتے ہو تو اس قدر مان کر پھر بھی معاویہ نے وفا نہ کی اسی طرح سرو چمن فی تاریخ الحسن صفحہ ۱۰۶ میں ہے اور نیز اسی طرح سرو چمن فی تاریخ الحسن صفحہ ۱۰۶ میں ہے اور نیز اسی طرح تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ و طبری جلد ۵ صفحہ ۹۲ و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۶۰ میں ہے کہ ابوالفرج ابن الجوزی نے کہا جب معاویہ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنائے تو اس نے امام حسن و سعد بن ابی وقاص کی طرف خفیہ زہر بھیج کر ان کو شہید کرا دیا (کیونکہ ہر دو سے اسی ولیعہدی میں معترض ہونے کا اس کو اندیشہ تھا) اسی طرح، عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ (استیعاب مطبوعہ بر حاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ میں ہے) جو قریب قریب زمانہ کے اندر فوت ہو گئے اور ہدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل مؤلفہ سید صدیق حسن صفحہ ۵۱ میں ہے۔

[له] مروج الذہب مطبوعہ بر حاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۷۵، و طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ میں ہے جب محمد بن ابی بکر مصر میں پہنچا تو معاویہ کی طرف ایک خط لکھا کہ محمد بن ابی بکر کی طرف سے معاویہ بن صخر کی طرف بعد حمد خالق تعالیٰ کے اور مدح افضل الناس بعد النبی علیؑ کے اے معاویہ تو لعین بن لعین ہے۔ تم اور تیرا باپ رسولؐ کے نقصان پہنچانے اور دین خدا اور نور خدا کے مٹانے میں سعی کرتے رہے اور لشکر جمع کرتے رہے اب تو اپنے وجود کو اس شخص کے برابر کرتا ہے جو وارث رسول اللہ اور وصی اس کا اور اعلم از ہاشمیہ رسولؐ کا ہے اور تو اس کا دشمن اور اس کے دشمن کا بیٹا ہے۔ الخ ۱۲ مترجم

وفی شرح المواقف والذی علیہ الجمہور من الامۃ ھو ان المخطئ قتلۃ عثمان و محاربوا علیؑ. وقال السید الصدیق فی عون الباری فی حل ادلۃ البخاری ان بنی امیۃ ھم اھل الجفاء والضلال الذین عادوا ال محمدؐ واخافوھم کل مخافۃ و شردوھم کل مشرود و سیاتی و فی حیاۃ الحیوان للعلامۃ الدمیری قال ابن خلکان لما مرض الحسنؑ کتب مروان الحکم الی معاویۃ بذلک فکتب الیہ معاویۃ ان اقبل المطی الی بخبر الحسنؑ فلما بلغ معاویۃ موتہ سمع تکبیرہ من الخضراء (محل معاویۃ) فکبر اھل الشام لذلک فقالت فاختۃ بنت قریضۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینک ما الذی کبر لاجلہ فقال مات الحسنؑ فقالت اعلی موت ابن فاطمہؑ تکبر؟

کہ مختار شاہ عبدالعزیز کا جو اس کے بعض مضامین میں ظاہر ہوا ہے یہی ہے کہ معاویہ کا حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ نفسانیت سے خالی نہ تھا (یعنے قصاص عثمانؓ کا بہانہ تھا اور اصل میں غصب خلافت کی نیت تھی) اور قول بعض علماء کا کہ معاویہ اس بارے میں مجتہد تھا اور اس سے خطا اجتہادی ہو گئی (جس پر ایک اجر کا مستحق ہے) ضعیف ہے ختم ہوئی عبارت ہدایت السائل کی۔ اور بغیۃ الرائد مؤلفہ سید صدیق حسن میں بھی اسی طرح ہے کہ جو کچھ مخالفات اور جنگ معاویہ کی جانب سے واقع ہوئی ہیں وہ خود غرضی اور نفسانیت سے خالی نہیں ہیں اور جو خطائے اجتہادی سے یہ امور اس سے صادر ہونے کا بیان کرتے ہیں۔ انصاف پسند لوگوں کے نزدیک یہ قول ناپسند ہے۔ اور مالا بد منہ مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی میں ہے کہ جس نے علیؑ سے جھگڑا کیا تھا خطا کار ہے۔ اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ مطبوعہ نولکشور میں ہے کہ جمہور امت (سنیہ) کا اتفاق ہے کہ قاتلین عثمان کے اور حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والے خطا کار تھے۔ اور سید صدیق حسن نے عون الباری فی حل ادلۃ البخاری میں لکھا ہے کہ ضرور بنی امیہ اہل جفا اور ظالم ہیں اور وہ گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے آل محمدؐ سے مخالفت و عداوت اختیار کی اور بنی امیہ نے آل محمدؐ کو ہر طرح کے خطرات اور انتشارات سے ڈرایا اور منتشر کیا جس کا ذکر مفصل آئے۔ اور حیات الحیوان مؤلفہ علامہ دمیری جلد ۱ صفحہ ۵۴ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ابن خلکان نے کہا ہے جب امام حسنؑ مریض ہوئے مروان ابن الحکم نے معاویہ کی طرف لکھا تو معاویہ نے مروان کی طرف یہ لکھا کہ خبر حسن کے لئے میری طرف جلد سوار دوڑا دینا۔ جب معاویہ کو موت امام حسنؑ کی خبر پہنچی تو سبز محل معاویہ سے تکبیر

---

(۱) مروج الذہب علی حاشیہ الکامل طبع مصر جلد ۶ ص ۵۹ و مستقل جدید طبع مصر جلد ۲ ص ۳۰۵ میں باسناد ابن جریر الطبری اسی طرح مروی ہے اور زیادہ لکھا کہ فاختہ نے کہا اے امیر المومنین خدا تجھے خوش کرے کیا تجھے ایسی خبر پہنچی ہے جس سے تو اتنا خوش ہوا ہے؟ معاویہ نے کہا موت حسنؑ بن علیؑ کی ہو گئی ہے تو فاختہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور رونے لگی اور کہا کہ مسلمانوں کا سردار اور بیٹا دختر رسولؐ کا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فقال واللہ ما کبرت شماتۃ بموتہ ولکن استراح قلبی ودخل علیہ ابن عباس فقال لہ یا ابن عباس ھل تدری ما حدث فی اھل بیتک فقال لا ادری ما حدث الا انی اراک مستبشراً وقد بلغنی تکبیرک فقال مات الحسن فقال ابن عباس یرحم اللہ ابا محمد ثلاثا واللہ یا معاویۃ لن تسد حفرتک[۱] ولا یزید عمرہ فی عمرک. وکذا قال الطبری فی تاریخ بالاسناد کما فی النصائح الکافیۃ ص۶ وفی تاریخ ابی الفداءُ فرح معاویۃ بموت الحسن. وفی سرور حمن ص۱۶۱ ان معاویۃ سجد سجدۃ الشکر حین سمع موت الحسینؑ وفی کنز العمال وفد المقدام بن معدیکرب وعمرو بن الاسود الی قنسرین فقال معاویۃ للمقدام اعلمت ان الحسن بن علی توفی فاسترجع المقدام فقال لہ معاویۃ اتراھا مصیبۃ فقال ولم لا اراھا مصیبۃ وقد وضعہ رسول اللہؐ فی حجرہ فقال ھذا منی حسین من علیؑ رواہ الطبرانی قال العارف الجامی مؤلف شرح الکافیۃ.

کی آواز بلند ہوئی اور شام کے سب لوگ اسی سبب سے تکبیریں کہنے لگے فاختہ دختر قرظہ نے معاویہ کو کہا کہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے (کلمہ دعائیہ) کیا خوشی پیدا ہوئی ہے جس پر یہ تکبیریں پڑھی جا رہی ہیں. معاویہ نے کہا کہ حسنؑ فوت ہو گئے ہیں فاختہ نے کہا کیا تو موت جناب فاطمہؑ کے بیٹے پر خوشی کی تکبیر پڑھتا ہے.؟ معاویہ بولا کہ قسم بخدا میں نے صرف موت پر خوش ہونے کی وجہ سے تکبیر نہیں پڑھی ہے بلکہ میرے دل کو ٹھنڈک اور راحت پہنچی ہے اور جب ابن عباس معاویہ کے پاس گئے تو معاویہ نے ابن عباس کو کہا کیا تجھے معلوم ہے جو [illegible] ل بیت میں ایک امر ظاہر ہوا ہے. ابن عباس نے کہا نہیں معلوم کیا پیدا ہوا ہے. صرف یہ معلوم کر رہا ہوں کہ تو آج خوش ہے اور خوشی سے تکبیر کی تکبیریں کہہ رہا ہے. معاویہ نے کہا کہ حسنؑ مر گیا ہے پس ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ ابو محمد حسنؑ پر رحمت کرے تین بار فرمایا (پھر کہا) خدا کی قسم اے معاویہ تیرے گڑھے کو اس کا گڑھا پر نہیں کر سکتا اور اس کی عمر ختم ہونے سے تیری عمر زیادہ نہیں ہو سکتی. اسی طرح یعنے مثل عبارت حیوٰۃ الحیوان کے ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں باسناد خود لکھا ہے جیسا کہ اس سے نصائح کافیہ صفحہ ۶ میں منقول ہے (وکذا فی تذکرہ خواص الامۃ ص۱۲۳ والامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۱۲۷ وعقد الفرید جلد ۳ ص۱۲۵)

(بقیہ حاشیہ) فوت ہو گیا نیز ابن عباس کے مکالمہ میں زیادہ لکھا کہ اے معاویہ تیری قبر کو امام حسنؑ نے پر نہیں کیا بلکہ تو بھی اسی طرح مر جائے گا یہ کیا خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم پر یہ مصیبت ہوئی ہے تو پہلے بھی ہم برداشت کرتے آئے ہیں جو مصیبت وفات سید المرسلین اور امام المتقین رسول رب العلمین سے ہوئی پھر بعد اس کے جو مصیبت سید الاوصیاء علی کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ مصائب کو دفع کرے گا. معاویہ نے کہا افسوس ہے تیرے لئے اے ابن عباس جب میں تجھ سے کلام کرتا ہوں تجھے جھگڑے پر آمادہ پاتا ہوں انتہیٰ ۱۲ مترجم. [۱] کذا فی روضۃ الصفا جلد ۳ ص۶ ۱۲ مترجم

المشھور بشرح ملا جامی فی شواھد النبوۃ مشہور آنست کہ وے را (حسنؓ) خاتون وے جعدہ زہر دادہ است بفرمودہ معاویہ۔

وقال الخواجہ حسن نظامی فی محرم نامہ بتحویل طبری وفی یزید نامہ بتحویل طبقات الاطباء پہلا خون سیدنا حضرت امام حسن کا ہے جو تاریخ کی روایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم وجدید محاکمہ تاریخی وقانونی ان کی بریت اس قتل سے نہیں کر سکتا۔

وفی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ ص ۳۷۵ قال سم الحسن بن علیؑ سمتہ امرأتہ جعدۃ وقال طائفۃ کان ذلک منھا بدس معاویۃ الیھا و (بسببہ) ما بذل لھا فی ذلک۔ وفی تاریخ الفداء جلد ۱ ص $\frac{183}{193}$

اور تاریخ ابی الفداء صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ انصاری دہلی میں ہے معاویہ امام حسنؑ کی موت پر خوش ہوا۔ اور سرورالمحزون صفحہ ۱۶۱ میں اسی صفحہ ابی الفداء سے نقل کیا ہے کہ تحقیق معاویہ موت امام حسنؑ کو سن کر شکر کا سجدہ بجا لایا[1]۔ اور کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے مقدام بن معدیکرب وعمرو بن اسود بطور وفد قنسرین کی طرف معاویہ کے پاس آئے معاویہ نے مقدام سے کہا حسن بن علیؑ فوت ہو گئے ہیں مقدام نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو معاویہ نے کہا کہ اس کو بھی تو مصیبت شمار کرتا ہے۔ مقدام نے کہا جبکہ رسول خداؐ نے ان کو گود اپنی میں لے کر فرمایا یہ میرا ہے یعنی حسنؑ اور حسین علیؑ کا ہے (محبت کے الفاظ میں نمونہ تقسیم کا فرمایا) تو بھلا کس طرح ان کی وفات کو مصیبت نہ سمجھوں[2]۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ عارف جامی مؤلف شرح کافیہ معروف بہ شرح ملا جامی نے شواہد النبوۃ صفحہ ۱۷۳ میں لکھا ہے مشہور یہی ہے کہ ان کو یعنی امام حسنؑ کو ان کی زوجہ جعدہ نے بفرمان معاویہ زہر دیا تھا۔ اور خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ محرم نامہ صفحہ ۴۷ میں بحوالہ تاریخ طبری اور یزید نامہ صفحہ ۸۳ میں بحوالہ طبقات اطباء صفحہ ۸۲ کے لکھا ہے۔ پہلا خون سیدنا حضرت امام حسن کا ہے جو تاریخ کی روایت و درایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم وجدید محاکمہ تاریخی وقانونی ان کی بریت اس قتل سے نہیں کر سکتا۔ اور استیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ میں ہے قتادہ نے کہا ہے حسن بن علی کو ان کی بیوی جعدہ

---

[1] کذا فی الامامۃ والسیاسۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۷، ۱۴۴، ۱۲۵۔ وزادا ظھر فرحًا وسرورًا حتی سجد وسجد من معہ الخ یعنی اتنا امامت والسیاسۃ میں زیادہ لکھا ہے کہ معاویہ نے بہت خوشی ظاہر کی حتی کہ اس نے سجدہ شکر ادا کیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی سجدہ کیا۔ وکذا فی عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۲۴۔ [2] کذا فی دراسات اللبیب طبع لاہور صفحہ ۷۹۔ اور زیادہ کیا کہ اسدی نے کہا ایک انگارہ تھا جس کو خدا جانے بجھا دیا۔ مضمون دراسات کا ابوداؤد مترجم باب جلود النمور کتاب اللباس صفحہ ۱۰۴ میں مع فوائد کثیرہ مرقوم ہے ۱۲ مترجم۔ [3] اظہار حقیقت مؤلفہ سیر و سبط حسن صفحہ ۲۳ میں معاویہ کا امام حسن کو زہر سے شہید کرنا حسب ذیل کتب سے لکھا ہے (۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ص ۱۱۸ طبع اول

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

توفی الحسنؑ من سم سقته امرأته جعدہ قیل فعلت ذٰلک بامر معاویۃ وفی تاریخ حبیب السیر متون کتب و اخبار چناں اخبار می نماید کہ چوں معاویہ بن ابی سفیان خاطر براں قرار داد کہ ولید پلید یزید را ولیعہد خود گرداند و می دانست کہ باوجود امام حسن این امر تمشیت نمی پذیرد وزیرا انکہ یکے از شروط صلح آں بود کہ معاویہ در وقت وفات امر خلافت را بشورائے گذارد بہلی متوجہ ہدم قصر حیات آں صدر نشین ایوان امامت گشت و مروان بن الحکم راکہ طرید سید عالمؐ بود بمدینہ ارسال نمودہ گفت باید کہ بہر تدبیر کہ توانی جعدہ بنت اشعث راکہ زوجہ حسنؑ است فریب دہی! وکذا فی التاریخ الطبری الفارسی جلد ۴ ص۲۰۲

نے زہر دیا تھا اور ایک گروہ علماء نے کہا ہے کہ واقعہ زہر معاویہ کے پوشیدہ مکر و حیلہ کا نتیجہ ہے جو اس نے اس کی بیوی کے ذریعہ سے کیا ہے اور اسی سبب سے معاویہ نے کچھ مال بھی جعدہ کو دیا تھا اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ $\frac{۱۸۳}{۱۹۳}$ طبع قسطنطنیہ میں ہے کہ امام حسن زہر سے شہید ہوئے جو بیوی ان کی جعدہ نے حسب بیان بعض بحکم معاویہ کے امام کو پلایا تھا۔ اور تاریخ حبیب السیر میں ہے۔ متون کتب اور خبریں اس طرح خبر دیتی ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے اس امر کا ارادہ مصمم کر لیا کہ اپنے فرزند پلید یزید پلید کو اپنا ولیعہد بنائے اور سمجھا کہ زندگی امام حسن کے ہوتے ہوئے یہ کام سرانجام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ منجملہ شرائط صلح کے یہ بھی تھا کہ معاویہ وقت وفات خود کے امر خلافت کو مشورہ پر چھوڑ دے گا۔ (کسی اپنے کو ولیعہد نہ بنائے گا۔) لہٰذا بہمہ وجوہ بنیاد حیات امام عالی مقام کے گرانے کے سعی میں متوجہ ہوا اور مروان بن حکم کو جو راندہ دربار نبویؐ کا تھا معاویہ نے مدینہ میں بھیج دیا اور کہا کہ تم جس تدبیر سے ہو سکے جعدہ زوجہ امام حسنؑ کو اپنے فریب میں لاؤ جس سے یہ کام انجام پائے گا۔ اور اسی طرح تاریخ طبری ترجمہ فارسی جلد ۴ صفحہ ۲۰۲ میں ہے

(بقیہ حاشیہ) ۹۹ھ (۲) کتاب البدء والتاریخ مطہر بن طاہر المقدسی جلد ۶ ص۵ طبع پیرس (۳) تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۴۳ طبع سعادت مصر (۴) تاریخ ابن عساکر جلد ۴ ص۲۲۶ مطبوعہ روضۃ الشام (۵) تاریخ دول الاسلام مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۵۳-۱۲ انتہی۔ مترجم۔ ۱ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ۱۶ ص$\frac{۱۵}{۱۶}$ میں لکھتے ہیں آخری عمر میں بھی معاویہ نے خوف خدا نہیں کیا اور عہد شکنی پر مستعد ہو کر امام حسنؑ کی ہلاکت کی سازش کی۔ آخر یزید کی وساطت سے آپ کو زہر دلوا کر تمام کرا دیا اور اپنے نالائق نابکار فرزند یزید پلید سے بیعت کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی الخ اور پ۱۳ ص۱۴ میں لکھا مالک اشتر حضرت علیؑ کے بڑے رفیق تھے۔ آپ نے ان کو محمد بن ابی بکرؓ کی کمک کے لئے مصر کو روانہ کیا لیکن معاویہ نے ایک کسان کو معافی مالگذاری کا وعدہ کر کے اس کے ہاتھ سے مالک اشتر کو زہر پلا دیا وہ ہلاک ہو گئے حضرت علیؑ کو ان کی موت کا بڑا رنج ہوا معاویہ کو بڑی خوشی ہوئی انہوں نے خطبہ سنایا کہ علیؑ کے دو داہنے ہاتھ تھے ایک عمار وہ تو صفین میں مارے گئے دوسرے مالک اشتر وہ بھی ہلاک ہو گئے اب علی کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور ص$\frac{۲۱}{۲۲}$ میں لکھا ہے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفی النصائح الکافیة وقال ابن عبد ربه فی العقد الفرید لما مات الحسنؑ بن علیؑ حج معاویة فدخل المدینة واراد ان یلعن علیاً علی منبر رسول اللهؐ فقیل له ان ههنا سعد بن ابی وقاص ولا نراه یرضی بهذا فابعث الیه وخذ رایه فارسل الیه وذکر له ذلک فقال ان فعلت ذلک لاخرجن من المسجد ثم لا اعود الیه فامسک معاویة عن لعنه حتی مات سعد فلما مات لعنه علی المنبر وکتب الی عماله ان یلعنوه علی المنابر ففعلوا فکتبت ام سلمةؓ زوج النبیؐ الی معاویة انکم تلعنون الله ورسوله علی منابرکم وذلک انکم تلعنون علی بن ابی طالب ومن احبه وانا اشهد ان الله احبه ورسوله فلم یلتفت احد الی کلامها مع

اور نصائح کافیہ صفحہ ۷ میں لکھا ہے ابن عبد ربہ نے عقد فرید میں کہا جب حسنؑ بن علیؑ فوت ہوئے تو معاویہ حج کرنے گیا اور داخل مدینہ ہونے پر ارادہ کیا کہ منبر رسول اللہؐ پر چڑھ کر حضرت علیؑ کو کرے اس کو کہا گیا کہ تحقیق اس جگہ سعد بن ابی وقاص موجود ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ اس امر پر سخت ناراض ہوگا تو چاہیے کہ آدمی بھیج کر اس سے مشورہ کر لے۔ چنانچہ آدمی بھیج کر اس امر کا اس نے سعد سے ذکر کیا تو سعد نے کہا اگر تو ایسا کرے گا تو میں ہمیشہ کے لیے اس مسجد سے نکل جاؤں گا اور کبھی اس کے اندر داخل نہ ہوں گا۔ پس (خوف فتنہ و فساد سے) معاویہ لعنت حضرت علیؑ سے رک گیا۔ حتی کہ سعد فوت ہوگیا تو معاویہ نے اسی منبر پر حضرت علیؑ کی کی اور اپنے اہلکاروں کی طرف لکھا کہ سب ممبروں پر حضرت علی کی تعریف کیا کریں۔ چنانچہ اسی طرح ان سب نے کیا۔ پس ام سلمہ زوجہ محترمہ نبیؐ نے معاویہ کی طرف لکھا کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کو اپنے ممبروں پہ لعنت کر رہے ہو اس وجہ سے کہ تم علی ابن ابی طالب اور ان کے محبان پر لعنت کرتے ہو اور میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ تحقیق اللہ اور رسول اللہؐ نے اس کو دوست رکھا

(بقیہ حاشیہ) تو بڑی باتیں تھیں جو معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں کیں جیسے منقول ہے کہ امام حسن کی قتل کی سازش میں شریک ہونا زیاد کا نسب ابوسفیان سے ملا دینا حجر بن عدی اور مالک بن اشتر کو قتل کرانا امام وقت سے لڑنا معاذ اللہ اور صفحہ ۱۱ میں لکھا معاویہ تو اپنے قصور پر اصرار کرتے رہے اور حضرت علی پر سر ممبر لعن و طعن کرتے رہے اور حضرت علی اور اہلبیت کے رفیقوں اور ہوا خواہوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل اور تباہ کرتے رہے ۱۲ مترجم ۲؎ شرح نہج البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید مصر جلد ۴ صفحہ ۱ میں ابن جوزی کے اسناد و طریق سے بروایت مغیرہ یہی مضمون بعینہ موجود ہے بلکہ اس میں زیادہ مفصل ہے کہ معاویہ کے حکم سے جعدہ نے زہر دیا تھا کذا فی روضۃ الصفا جلد ۳ مطبوعہ نولکشور ۳۰ اور لکھا کہ زہر آلود رومال مروان کو دیا گیا اور معاویہ نے مروان کو یہ حکم دیا کہ جعدہ کی معرفت امام حسنؑ کو استعمال کرائے اور جعدہ کو پچاس ہزار درہم دینے کا وعدہ کیا جو وفات امام پر جعدہ کی طرف اس نے بھیج دیئے اور شادی یزید کا وعدہ بھی کیا تھا مگر یزید کی محبت کی وجہ سے پورا نہ کیا کہ مبادا کسی کے کہنے پر اس کو بھی زہر

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

علمهم بصحته روایتها و شرف
مقامها صم بکم عمی ماماوٰئهم
جهنم کلما خبت زدناهم سعیرا۔
وفیه قال العلامة احمد الحفظی
الشافعی فی ارجوزته (شعر)
وقد حکی الشیخ السیوطی انه
وقد کان فیما جعلوه سنة (شعر)
سبعون الف منبر و عشره
من فوقهن یلعنون حیدره
فی حیوٰة الحیوان[1] وفی آخر شفاء الصدور
لابن سبع السبتی عن علی بن عبد الله[2]

مگر معاویہ وغیرہ نے کلام بی بی ام سلمہؓ کی طرف کوئی التفات نہ کیا باوجودیکہ وہ صحت روایت کو سمجھ چکے تھے نیز یہ بھی جانتے تھے کہ بی بی صاحبہ کا مرتبہ بزرگ ہے۔ بہرے گونگے اور اندھے ہوئے۔ حق کو نہ سنا اور نہ سمجھا انکی جگہ دوزخ ہے جب کبھی آتش جہنم سرد ہونے لگی تو ان کے لئے اور تیز کر دیں گے۔ اور اسی نصائح صفویہ میں ہے علامہ احمد حفظی شافعی نے اپنے ارجوزہ میں کہا ہے۔
شیخ سیوطی حکایت کرتا ہے۔ تحقیق حضرت علیؑ کو لعنت کرنا لوگوں نے سنت بنا لیا تھا۔ چنانچہ ستر ہزار اور دس منبر تھے جن پر حضرت علی مرتضٰی حیدر کرار کو لعنت کرتے تھے۔[۴]

(بقیہ حاشیہ) نہ دیدہ ہے انتہی ۱۲۔ مترجم۔ [۱] یہ عبارت مندرجہ کتاب ہذا بعینہٖ عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ میں موجود ہے ۱۲ مترجم
[۲] تاریخ طبری طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ و کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ میں ہے۔ معاویہ نے خثعمی کو کہا کہ تو علیؑ کے حق میں کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ جو اس کے حق میں تیرا اعتقاد ہے میرا وہی ہے معاویہ نے کہا میں تو علی کے دین سے بھی تبرا کرتا ہوں بیزار ہوں جس سے کہ وہ متدین تھا خثعمی خاموش ہو گیا عقد الفرید طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ میں ہے معاویہ نے لوگوں سے اس پر بیعت لی کہ علی سے تبرا کریں اور بیزار ہو جائیں ۱۲ مترجم۔ [۳] مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مصر و طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ و سنن ابن ماجہ مترجم جلد ۱ صفحہ ۵۲ باب فضل علی میں ہے کہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے محمد بن حمید رازی سے اس نے ابی مجاہد سے اس نے محمد بن اسحاق بن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہا حج کرنے میں جب معاویہ نے طواف خانہ کعبہ کا کیا اور اس کے ساتھ سعد بھی تھا تو جب فارغ ہوا اور دار الندوہ میں معاویہ نے سعد کو اپنے ساتھ چارپائی یا تخت پر بٹھلایا معاویہ نے حضرت علیؑ کو گالی نکالنی شروع کی تو سعد ناراض ہوا اور کہا کہ مجھے تم نے اپنے ساتھ چارپائی یا تخت پر بٹھلایا اور پھر تو سب علی میں شروع ہو گیا ہے واللہ اگر مجھ میں ایک فضیلت ہوتی جو علیؑ میں تھیں تو سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔ الخ ۱۲ مترجم۔ [۴] تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۷ طبع مصر میں حسن بصری سے مروی ہے کہ چار خصلتیں ایسی معاویہ میں تھیں کہ اگر ان سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لئے کافی تھی۔ الخ ۱۲ مترجم [۱] یہ روایت ابن عباس کی بعینہٖ مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں بھی مذکور ہے ۱۲ مترجم
[۲] شرح نہج البلاغہ مولفہ علامہ ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ عباس بن بکار ضبی نے کہا مجھے ابوبکر ہذلی نے زہری سے کہا کہ ابن عباس نے معاویہ کو کہا کہ تو اس شخص (علیؑ) کو گالی نکالنے سے کیوں باز نہیں رہتا معاویہ نے کہا اس وقت تک نہیں باز آؤں گا جب تک کہ اسی طریقہ پر لڑکے جوان نہ ہو جائیں اور جوان اسی رسم و رواج پر بوڑھے نہ ہو جائیں چنانچہ اسی طرح ہوتا رہا پھر جب عمر بن عبد العزیز والی ہوا تو وہ گالی نکالنے سے باز آ گیا اس پر لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

عباس قال کنت مع ابی بعد ما کف بصرہ وھو بمکۃ فمررنا علیٰ قوم من اھل الشام فی صُفۃ زمزم فسبوا علیّا ابن ابی طالب فقال لسعید ابن جبیر وھو یقودہ ردنی الیھم فردہ فقال ایکم الساب للہ و لرسولہ فقالوا سبحان اللہ ما فینا احد سب اللہ ورسولہ فقال ایکم الساب لعلی قالوا اما ھذا فقد کان فقال ابن عباس انی اشھد لسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد ۳ ص۱۵ مطبوعہ مصر و نور الابصار طبع مصر ص۹۷ آخر شفاء الصدور ابن سبع السبتی سے منقول ہے۔ علیؑ بن عبداللہ بن عباس سے اس نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ تھا۔ جبکہ اس کی بصارت جاتی رہی تو جب مکہ میں ہم صفہ زمزم کے قریب سے گذرے دیکھا اس میں قوم اہل شام کے لوگ علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا جو ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا رہا تھا کہ مجھے ان آدمیوں کی طرف لے چل ابن عباس نے کہا کون کون جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کو گالیاں دے رہا ہے وہ لوگ کہنے لگے پاکی ہے اللہ کو کوئی آدمی ہم میں سے ایسا نہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو گالیاں دے۔ ابن عباس نے کہا کون تم میں سے ہے جو علی کو گالی دے رہا ہے؟ لوگ کہنے لگے البتہ یہ بات تو ہم کرتے ہیں۔ پس کہا ابن عباس نے تحقیق میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

بقیہ حاشیہ) کہ اس نے سنت کو ترک کر دیا ہے۔ انتہیٰ۔ نیز اسی صفحہ پر باسناد محمد بن سعید اصفہانی کے امام علی بن الحسینؑ سے مروی ہے فرمایا کہ مجھے مروان نے کہا اس قوم میں ہمارے آقا (معاویہ) کا مقابلہ کرنے والا آپ کے صاحب (علیؑ) جیسا کوئی نہیں ہے امام صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا تو پھر اس کو (علی) کو منبروں پر کھڑے ہو کر گالی کیوں نکالتے ہو مروان نے کہا کہ ہماری سلطنت اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ مضمون شرح نہج البلاغہ کا مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۶ ص۱۰۷ و مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ ص۳۳ میں بھی ہے اس کے بعد لکھا ذکر بعض الاخبار بین انہ قال لرجل من اھل الشام من زعمائھم واھل الرای والعقل منھم من ابو تراب ھذا الذی یلعنہ الامام علی المنبر قال اراہ لصا من لصوص الفتن یعنی معاویہ کے انتظام کا یہ نتیجہ تھا کہ لوگ علی کے مرتبہ اور شان سے اتنے ناآشنا ہو گئے کہ شامیوں کے عقلمند آدمی سے ابوتراب کی شخصیت پوچھی گئی کہ جس ابوتراب کو امام معاویہ لعنت کرتا ہے کون آدمی ہے؟ شامی نے کہا میرے علم کے مطابق وہ کوئی فتنہ باز چور اور ڈاکو آدمی ہے اور مروج الذہب جلد ۲ ص۳۳ میں معاویہ کی سیاسی چالوں کا ذکر کرتے ہوئے شامی لوگوں کو ناحق شناس اور حق و بے عقل بنا لینے کے ذکر میں لکھا ہے کہ صفین سے واپسی پر معاویہ کے پاس ایک شخص دمشقی آیا اور ایک کوفی آدمی کو جو اونٹ پر سوار تھا دمشقی پکڑ لایا اور معاویہ کے پاس دعویٰ کیا یا اس کے پاس میری اونٹنی ہے جو جنگ صفین میں مجھ سے چھین لی گئی تھی۔ اور اس پر پچاس دمشقی جھوٹے گواہ پیش کئے۔ کہ یہ اونٹنی اسی دمشقی مدعی کی ہے۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقول من سب علیا فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ اکبہ اللہ تعالیٰ علی منخریہ فی النار ثم ولی عنہم فقال یا بنی اذا تیتھم فقال یا ابت نظروا الیک باعین محمرۃ وفی النصائح الکافیہ وروی ابوالحسن المدائنی فی کتابہ الاحداث ثم کتب (معاویۃ) الی عمالہ نسخۃ واحدۃ الی جمیع البلدان انظروا من قامت علیہ البینۃ انہ یحب علیا واھلبیتہ فامحوہ من الدیوان واسقطوا عطاءہ ورزقہ وشفع ذلک بنسخۃ اخریٰ من اتھمتموہ بموالاۃ ھؤلاء القوم فنکلوا بہ واھدموا دارہ فلم یکن البلاء اشد واکثر منہ بالعراق ولا سیما بالکوفۃ (ثم قال)

فرمایا جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی بے شک اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔ پھر منہ پھیر کر ابن عباس چلا گیا اور اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے بتلا کہ وہ کیا کہتے تھے؟ بیٹے نے کہا اے باپ وہ لوگ تیری طرف سرخ آنکھوں سے غضب کی نظر دیکھتے تھے۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۰ میں ہے ابوالحسن مدائنی اپنی کتاب الاحداث میں روایت کرتا ہے۔ پھر معاویہ نے اپنے اہلکار ان جملہ بلاد کی طرف ایک ہی طرز کا حکم لکھا کہ دیکھنا جس پر گواہ گواہی دیں کہ وہ علی اور اس کے اہل بیت کو دوست رکھتا ہے تو اس کا نام دفتر ملازمین سے مٹا دو اور تنخواہیں ان کی ضبط کر لو اور ویسے کوئی انعام بھی ان کو نہ دینا ہوگا۔ اور اس کے بعد متصل ایک اور حکم لکھ بھیجا کہ جس پر تہمت محبت اہل بیت کی لگ جائے تو اس کو خوار کرو اس کے مکانات گرا دو

(بقیہ حاشیہ) معاویہ نے حکم دیا یعنی فیصلہ دیا۔ کہ یہ اونٹنی دمشقی کے حوالہ کر دو بس کوئی آدمی نے کہا۔ خدا تیری بھلائی کرے دیکھ! تو سہی یہ اونٹنی نہیں اونٹ نر ہے۔ کیسے فیصلہ کرتا ہے؟ معاویہ نے کہا بس فیصلہ ہو چکا۔ جب دوسرے لوگ چلے گئے۔ تو معاویہ نے کوفی آدمی کو بلایا اور کہا کہ تیرا اونٹ کتنی قیمت کا ہے۔ اس نے بتائی۔ معاویہ نے دگنی قیمت اپنی گرہ سے دیدی اور کہا کہ تم علیؑ کے پاس جا کر یہ قصہ بیان کرنا کہ معاویہ نے علیؑ کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ فوج ایسی تیار کر رکھی ہے۔ جو حمایت وطن میں اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کر سکتے اور میں نے بدھ کے دن صفین کے سفر میں جمعہ کی نماز پڑھا دی تو سب نے پڑھ لی۔ اتنے میرے مطیع ہیں نیز اس حد تک مطیع ہیں۔ کہ انہوں نے علیؑ پر لعنت کرنے کو سنت قرار دے رکھا ہے۔ اسی پر بچے چھوٹے بڑے ہوں گے۔ اور اسی پر بڑے اپنی عمر ختم کریں گے نیز مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ میں لکھا ہے کہ اہل علم افراد میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جہالت ان لوگوں کی اس حد پر پہنچی تھی کہ ہم لوگ ایک دن ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؑ و معاویہؓ کا ذکر کر رہے تھے۔ کچھ عوام شامی لوگ ہماری باتیں سننے کو آ گئے تو ان میں سے ایک جوان میں زیادہ عقلمند اور دراز ریش تھا۔ کہنے لگا کہ تم لوگ علی اور معاویہ کی بہت باتیں کرتے ہو۔ اور فلاں وفلاں کی میں نے کہا۔ تم اس میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کس کی نسبت پوچھتا ہے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فلم یبق احد من ھذہ القبیل الا وھو خائف علیٰ دمه او طرید علی الارض۔ الخ و فی النصائح الکافیۃ صفحہ ۷۰ ناقلا عن الاستیعاب قتل معاویۃ حجرا وھو من فضلاء الصحابۃ وانکر عن لعن علیؓ والبراءۃ عنه وکذا قاله ابن الاثیر و فی نھج البلاغۃ ص ۴۲ طبع مصر و من کلام له علیه السلام لاصحابه اما انه سیظھر علیکم بعدی رجل رحب البلعوم مندحق البطن یاکل ما یجد ویطلب ما لا یجد فاقتلوہ ولن تقتلوہ الا وانه سیامرکم بسبی والبراءۃ منی الخ

تو اس کے حکم سے زیادہ سخت کوئی بلا عراق میں نہ تھی خاص کر کوفہ میں (پھر کہا) پس اس قسم کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جو محبان آل رسول سے تھا مگر وہ خوف قتل سے روئے زمین پر بھاگا پھرتا تھا۔ الخ۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۷۰ میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے حجر کو قتل کیا جو کہ فضلاء صحابہ میں سے تھا کیونکہ اس نے لعنت حضرت علیؑ اور بیزاری حضرت علیؓ سے انکار کیا تھا اور اسی طرح ابن اثیر نے لکھا ہے (کہ اسی جرم عدم لعن علیؑ وعدم بیزاری علیؓ سے قتل کئے گئے) اور نہج البلاغت صفحہ ۴۲ مطبوعہ مصر میں حضرت علی کا کلام ہے جو اپنے اصحاب کو انہوں نے فرمایا تھا خبردار تحقیق قریب ہے کہ تم پر میرے بعد ایک آدمی بڑے حلق والا بڑے پیٹ والا جو ملے گا سب کھائے گا اور جو نہ ملے گا اس کو طلب کرے گا غلبہ پائے گا پس اس کو تم قتل کرنے مگر تم بالکل قتل پر قادر نہ ہو سکو گے خبردار بے شک قریب ہے کہ وہ تمہیں مجھے گالی دینے اور ہم سے بیزاری کرنے کا حکم دے گا۔

(بقیہ حاشیہ) میں نے کہا علی کی نسبت۔ اس نے کہا علیؑ تو وہی نہیں جو فاطمہ کا باپ ہے۔ میں نے کہا فاطمہؑ کونسی؟ کہا جو نبیؐ کی بیوی اور حضرت عائشہؓ ہمشیرہ معاویہ کی بیٹی ہے۔ اور کون۔ میں نے کہا پھر علیؑ کا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا وہ جنگ حنین کے اندر بیچارہ قتل ہو چکا ہے انتہیٰ ۱۲ مترجم۔

لہ حضرت علی کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا دیکھو سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۹۵ طبع مصر حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ قال رسول اللہؐ بیان کرتے ہیں حالانکہ زمانہ رسولؐ کو نہیں پایا پھر رسولؐ سے کیسے حدیث بیان کرتے ہو؟ حسن بصری نے جواب دیا جو کچھ میں اس طرح بیان کرتا ہوں وہ جناب علیؑ ابن ابیطالب سے بیان کرتا ہوں مگر ایسے زمانہ میں ہوں کہ میں علیؑ کا نام نہیں لے سکتا یعنے حجاج کے خوف سے انتہیٰ ۱۲ مترجم

وفیہ صفحہ ۱۶۵ واللہ ما معاویۃ باذھیٰ منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراھیۃ الغدر لکنت من ادھی الناس ولکن کل غدرۃ فجرۃ و کل فجرۃ کفرۃ و لکل غادر لواء یعرف بہ یوم القیامۃ واللہ ما استغفل بالمکیدۃ ولا استغمز بالشدیدۃ؛ وفی ص ۱۹۳ اللھم انا نشکوا الیک غیبۃ نبینا وکثرۃ عدونا وتشتت اھوائنا ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین. وفی صفحہ ۲۱۷ و من کتاب لہ علیہ السلام الیٰ زیاد بن ابیہ وقد بلغہ ان معاویہ کتب الیہ یرید خدیعتہ باستلحاقہ وقد عرفت ان معاویہ کتب الیک یستزل لبک ویستفل غربک فاحذرہ فانما ھو الشیطان یاتی المؤمن من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ الخ

اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۱۶۵ میں ہے قسم بخدا کہ معاویہ ہم سے زیادہ دانا نہیں لیکن وہ فریب و فجور کرتا ہے۔ اور میں اگر فریب بازی کو مکروہ نہ جانتا تو میں دراصل سب سے دانشمند تھا لیکن ہر فریب بازی فجور ہے اور ہر فجور کفران ہے اور ہر فریب باز کے لئے ا[illegible] جھنڈا دن قیامت کے شناخت کے لئے ملے گا۔ قسم بخدا میں مکر سے غافل نہیں ہوں اور نہ شدائد سے دبا ہوا ہوں (بلکہ میرے ہر کام میں مصلحت ہے) اور اسی صفحہ ۱۹۳ میں ہے یا اللہ ہم تیری بارگاہ میں نبی کی پوشیدگی [illegible] اعداء اور پریشانی خواہشوں کی شکایت [illegible] ہیں۔ اے رب تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ حق فرما دے اور تو اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۲۱۷ میں ہے اور منجملہ خطوط علیؑ کے یہ ہے جو علیؑ نے زیاد کی طرف لکھا اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تھا کہ معاویہ نے زیاد کی طرف مکر و فریب سے امیر بنانے کا خط لکھا ہے اور اور بے شک مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ضرور معاویہ نے تیری طرف ایسی تحریر بھیجی ہے جس کے ساتھ تیرے دل کو لغزش دینا چاہتا ہے۔ اور تمہاری تیزی قوت ارادی کو توڑنا چاہتا ہے۔ پس اس سے (یعنی معاویہ سے) ڈر کیونکہ ضرور وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے پیش آتا ہے۔ الخ اور وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

لہ مروج الذہب مطبوعہ مصر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص ۵۸ میں ہے کہ قیس بن سعد نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ معاویہ تو وثنی بیٹا وثنی کا ہے اسلام میں تجھ کو مجبوراً داخل کیا گیا اور اب باختیار اسلام سے نکل گیا تیرا ایمان قدیمی نہیں اور نفاق تیرا کوئی جدید نہیں ہے اور ہم اس دین کے مددگار ہیں جس دین سے تو نکل گیا اور ہم دشمن ہیں اس دین کے جس میں تو داخل ہوا ہے امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۱۱۹ میں لکھا ہے کہ جناب امیرؑ نے معاویہ اور اس کے معاونین کے حق میں فرمایا اسلام میں ان کو جبراً داخل کیا گیا۔ دشمن قرآن و سنت صاحب حرث و بدعت دین سے منحرف غادر فاسق ہیں اور اسی کے ص ۱۳۱ میں عبداللہ بن جعفر طیار کے خط بطرف معاویہ میں

باقی حاشیہ آگے صفحہ پر

تبصرہ:۔ اما کانت خلافۃ علیؓ مسلمۃ و مثبتۃً عند الفریقین فکان ھو علی الحق بلا ریب فکان مخالفہ باغیاً و طاغیاً و ما کان مجتھداً ولا خلیفۃ بل کان ملکاً کما نبینہ بعونہ تعالیٰ۔ قال القاری فی المرقاۃ قلت فاذا کان الواجب علیہ ان یرجع عن بغیہ باطاعۃ الخلیفۃ و بترک المخالفۃ و طلب الخلافۃ المنیفۃ فتبین بھذا انہ کان فی الباطن باغیاً و فی الظاہر متستراً بدم عثمان فجاء ھذا الحدیث ناعیاً و من عملہ ناھیاً کذا فی ماھیۃ۔ و فی الملل والنحل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیاً منہ صفحہ ۳۹۔ و فی کنز العمال قال سمعت علیاً یقول و

تبصرہ جب کہ خلافت علیؓ کی مسلم و مثبت فریقین کے نزدیک تھی تو ضرور وہ حق پر تھے اور مخالف ان کا باغی حد توڑنے والا نہ مجتہد تھا اور نہ خلیفہ بلکہ دنیا کا بادشاہ تھا جیسا کہ ہم بمدد الٰہی بیان کریں گے۔ ملا قاری نے مرقاۃ میں کہا ہے پس جبکہ اس پر (یعنے معاویہ پر) واجب تھا کہ اس کے (یعنے حضرت علیؓ کے) بغی سے رجوع کر آتا اور اطاعت خلیفہ کی کر کے مخالفت کو اور طلب خلافت کو ترک کر دیتا مگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ باطن میں باغی تھا اور ظاہر میں اپنے تئیں خون عثمان کے قصاص میں چھپاتا تھا پس یہ حدیث (حدیث عمار) اس کے عمل ناصواب کی صاف خبر دینے والی ہے۔ اسی طرح ماہیہ معاویہ صفحہ ۲۷ میں ہے۔ اور ملل و نحل صفحہ ۲۲ میں ہے جو شخص امام حق پر خروج کرے ایسے امام پر جس پر جماعت متفق

(بقیہ حاشیہ) اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۰۰ میں جناب امیرؑ کے ایک خط بطرف معاویہ میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح احتجاج طبرسی شیعہ صفحہ ۹ میں ہے ۱۲ مترجم۔ ۷۱ **معاویہ کا عروج کب سے ہوا؟** نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کے وقت اس کو شام کی سلطنت مل گئی تھی۔ اور بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ عمرؓ صاحب نے اس کو شام کا والی بنایا۔ بہرحال شیخین نے بنیاد رکھی اور عثمانؓ نے اس کی حکومت و اختیارات میں اضافہ کیا۔ تو اس نے جھنڈا گاڑا کیا۔ حضرت عمرؓ نے تو اس قدر معاویہ کی حمایت کی کہ لوگوں کو حکم دیا کہ جب صحابہؓ میں اختلاف ہو جائے تو تم سب معاویہ کی متابعت کرنا اور شام میں پہنچ کر معاویہ کے ساتھ ہو جانا دیکھو تطہیر الجنان لابن حجر المکی برحاشیہ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۷ ان عمر حض الناس علی اتباع معاویۃ والجوۃ الیہ الی الشام اذا وقعت فتنۃ اخرج ابن ابی الدنیا بسندہ ۳۸ الیٰ عمرؓ قال۔ الخ پھر ابن حجر عمرؓ کے اس حکم کی دلیل لکھتا ہے کہ اس لئے حکم دیا کہ معاویہ عرب کے بڑے دانشمندوں میں سے تھا اور بڑا تجربہ کار تھا اس کی تدبیر خوب ہو گی اور اس کی رائے خوب صحیح ہو گی وہ کمال عقل رکھتا تھا۔ انتہیٰ۔ اور انوار اللغۃ پ ۱۳ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے البتہ حضرت عمرؓ نے معاویہ بن ابی سفیان کو جو ایک گورنری کا عہدہ دیا تھا یہ بلحاظ مصلحت وقت تھا معاویہ پالٹیکس میں بڑے کامل اور حاذق تھے۔ انتہیٰ ملخصاً اور اسی لغت کے پ ۲۱ صفحہ ۸۵ میں مولوی وحید الزمان لکھتے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

حزبنا حزب اللہ والفئۃ الباغیۃ حزب الشیطان ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا رواہ ابن عساکر. فی الخصائص للنسائی عن ام سلمۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ. وفیہ عنہا وجاء عمار فقال (صلعم) ابن سمیۃ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ وفی روایۃ تقتلک. وفی صفحہ ۹۰ عن ابی سعید الخدری قال حدثنی من ھو خیر منی ابو قتادۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لعمار یوشک یا ابن سمیۃ ومسح الغبار عن رأسہ لعلک تقتلک الفئۃ الباغیۃ وفیہ عن ابن عمرو وابن عمر ھکذا و فی النصائح الکافیہ واخرج الامام محمد بن اسماعیل البخاری فی صحیحہ عن عکرمۃ قال قال لی ابن عباس ولابنہ علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثہ فانطلقنا فاذا ھو فی حائط یصلحہ فاخذ ردائہ فاحتبی ثم انشأ حتی اتی علی ذکر بناء المسجد۔

ہوئی ہو تو خروج کرنے والا خارجی نام رکھا جائیگا کذا فی ماھیۃ معاویہ ص۳۹۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۹ میں ہے راوی کہتا ہے میں نے سنا حضرت علیؑ سے فرماتے تھے ہمارا گروہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے اور گروہ باغی گروہ شیطان کا ہے اور جس نے ہمارے اور ہمارے دشمن کے درمیان برابری سمجھی تو وہ ہمارے فرقہ سے خارج ہے اس کو ابن عساکر نے روایت کیا. خصائص نسائی صفحہ ۸۸ میں ام سلمہؓ سے روایت ہے تحقیق رسول خداؐ نے عمار سے فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا. اسی کے صفحہ ۸۹ پر انہی سے روایت ہے فرمایا رسول صلعم نے سمیہ کے بیٹے عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا (عمار کو مخاطب کر کے فرمایا) اسی کے صفحہ ۹۰ پر ہے ابی سعید خدری سے کہا مجھے مجھ سے اچھے آدمی نے بیان کیا ہے یعنی ابو قتادہ نے کہ تحقیق رسول خداؐ نے عمار کو فرمایا اے ابن سمیہ اور اس کے سر سے غبار کو بھی جھاڑا۔ (یعنے رسول خداؐ نے عمار کے سر سے غبار کو جھاڑا اور فرمایا اے عمار قریب ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا اور اسی صفحہ پر ہے کہ ابن عمرؓ سے اسی طرح مروی ہے. اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۰ میں ہے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنے صحیح میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ مجھے اور اپنے بیٹے علی کے لئے ابن عباس نے کہا چلو ابی سعید کی طرف اور اس سے کوئی حدیث سنو ہم گئے تو وہ ایک باغیچہ کی چاردیواری کے اندر اس کی درستی کر رہے تھے آئے اور اپنی چادر لے کر چادر زانو ہو کر بیٹھے پھر حدیث بیان کرنی شروع کی یہاں تک کہ بناء مسجد نبویؐ کا ذکر آگیا۔

(بقیہ حاشیہ) ہیں جب حضرت عثمانؓ پر بلوہ ہوا اور حضرت علیؑ نے ان کو سمجھایا کہ تم نے معاویہ کو مطلق العنان کر دیا تھا وہ جو چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے تو حضرت عثمانؓ کہنے لگے کہ معاویہ کو خود حضرت عمرؓ نے حاکم بنایا تھا. اگر میں نے بھی بنایا تو کیا گناہ کیا ہے. الخ اور اسی پارہ کے صفحہ ۱۳۳ میں لکھا حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؑ سے یہی عذر کیا کہ معاویہ کو تو عمرؓ نے حاکم بنایا تھا. اگر میں نے ان کو بحال رکھا تو کیا برا کیا الخ انتہی ملخصا ۱۲ مترجم

فقال کنا نحمل لبنۃ لبنۃ و عمار لبنتین
فراٰہ النبیؐ فجعل ینفض التراب عنہ
ویقول ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ
یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار
واخرجہ الضیاء والطبرانی والترمذی
والحاکم والامام احمد فی مسندہ و
غیرھم وعدہ الحافظ جلال الدین
السیوطی فی الاخبار المتواترۃ وعزاہ
الی الشیخینؒ عن ابی سعید ولمسلم عن ابی
قتادہ و ام سلمۃ وابی لیلیٰ ولاحمد عن
عمارؓ وابنہ وعمرو بن حزم وخزیمۃ ذی
الشہادتین وللطبرانی عن عثمانؓ وانسؓ و
ابی ھریرۃ والحاکم عن حذیفۃ وابن
مسعود وللرافعی عن ابی رافع ولابن
عساکر عن جابر بن عبد اللہ وجابرؓ بن
سمرۃ وابن عباس ومعاویۃ وزید
ابن اوفی الاسلمی وابی الیسر کعب بن
عمرو وزیاد وکعب بن مالک وابی امامۃ
وعائشۃؓ ولابن ابی شیبۃ عن عمرو بن
العاص وابنہ عبد اللہ بن عمروؓ وقال
فھٰؤلاء سبعۃ وعشرون صحابیا فیھم
خزیمۃ کصحابیین۔ انتہیٰ۔

تو کہا کہ ہم مسجد کی اینٹیں اٹھاتے وقت ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے نبیؐ نے اس کو دیکھا اور اس سے غبار کو جھاڑا اور فرمایا افسوس ہے عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا عمار ان کو بہشت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ مخالف اس کو دوزخ کی طرف بلائیگا اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۱۳۷ میں ہے) اور اس حدیث کو طبرانی و ترمذی و حاکم و احمد نے اپنے مسند میں اور دیگر محدثین نے بھی روایت کیا اور حدیث عمار کو حافظ جلال الدین سیوطی نے اخبار متواترہ سے شمار کیا ہے اور شیخین (بخاری و مسلم) کی طرف نسبت کیا ابی سعید سے اور مسلم کی طرف ابی قتادہ سے اور ام سلمہ سے اور ابی لیلیٰ کی طرف نیز احمد کی طرف اور اس کے بیٹے سے نیز عمر بن حزم و خزیمہ ذی الشہادتین سے اور طبرانی کی طرف عثمان و انس و ابی ہریرہ سے اور حاکم کی طرف حذیفہ و ابن مسعود سے اور رافعی کی طرف ابی رافع سے اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ و جابر بن سمرہ و ابن عباس و معاویہ و زید بن اوفی اسلمی و ابی الیسر کعب بن مالک و ابی امامہ و عائشہ سے و ابن ابی شیبہ نے عمرو ابن عاص اور اس کے بیٹے عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت کیا کہا پس یہ ستائیس صحابی ہیں اور ہیں خزیمہ جو ہے دو صحابیوں کے برابر ہے۔ ختم ہوئی عبارت نصائح کی۔

لہ کذا فی کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۲ روایۃ البخاری و احمد عن ابی سعید و الطبرانی عن ابن عمرو ابن عساکر عن مجاھد وابن ابی شیبۃ عن مجاھد و فی لفظ وذلک فعل الاشقیاء الاشرار۔ او ذلک داب الاشقیاء الفجار یعنی یہ کام بدبخت شریر فاسق و فاجر لوگوں کا ہوگا ۱۲ مترجم۔ ؎۲ صحیح بخاری مع الفتح طبع دہلی جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ میں بعینہ حدیث مندرجہ نصائح موجود ہے۔ حدیث عمار صحیح بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۶۲ و جلد ۲ صفحہ ۸۵ و بخاری مطبوعہ میرٹھ مع حاشیہ احمد علی

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وقال حافظ المغرب ابن عبد البر تواترت اخبار عن النبیؐ انہ قال تقتل عمارا الفئۃ الباغیۃ وھذا من اخبارہ بالغیب واعلام نبوتہ وھو من اصح الاحادیث انتھی۔ وقال ابن وحیۃ لا مطعن فی صحتہ ولو کان غیر صحیح لردہ معاویۃ وانکرہ وقال الحافظ ابن حجر رواہ جمع من الصحابۃ فذکرھم انتھی ما فی النصائح۔ قال السید الصدیق فی منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول۔ وہم چنیں حدیث تقتلک یا عمار الفئۃ الباغیہ ذہبی در ترجمہ عمار در نبلاء گفتہ کہ ایں حدیث متواتر است قال الشیخ الدہلوی فی تکمیل الایمان حدیث ویح عمار الخ بر حد شہرۃ وتواتر فائز است من ماہیہ معاویہ اقول قد ثبت ان معاویۃ کان باغیا وای ثبوت اعظم من ان یشھد بذلک سیدنا محمد رسول اللہؐ وقد قال عز من قائل وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا و ایضاً قد ثبت ان رسول اللہؐ قال لعلیؑ و

کہا حافظ المغرب ابن عبد البر نے کہ متواتر اخبار نبیؐ سے آئی ہیں کہ تحقیق فرمایا نبی صلعم نے عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا اور یہ غیب کی خبر نبیؐ کی علامات نبوت سے ہے اور یہ بہت صحیح احادیث سے ہے ابن وحیۃ نے کہا کہ کوئی طعن اس کی صحت میں نہیں ہے اور اگر صحیح نہ ہوتی تو معاویہ ضرور اس کو رد کرتا اور انکار کرتا اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے اور پھر رواۃ کا ذکر کیا ہے انتہی۔ اور سید صدیق نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے اور اسی طرح حدیث عمار کی نسبت گروہ باغی کے قتل کرنے کی ذہبی نے ترجمہ عمار میں نقل کی ہے۔ کہا نبلاء میں کہ یہ حدیث عمار کی متواتر ہے (نصائح) ص۱۸۱ شیخ دہلوی نے تکمیل الایمان میں کہا ہے حدیث عمار کی حد شہرت و تواتر پر پہنچ چکی ہے۔ کذا فی ماہیۃ معاویہ صفحہ ۳۶۔ (مؤلف صاحب فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں تحقیق معاویہ باغی تھا اور اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اور تجھے اے رسولؐ ہم ان لوگوں پر گواہ کر کے لائیں

(بقیہ حاشیہ) سہارنپوری جلد ۱ ص۶۴ باب التعاون فی بناء المسجد و منہاج السنۃ ابن تیمیہ طبع مصر جلد ۲ ص۲۶۱ و صحیح مسلم جلد ۲ ص $\frac{۳۹۵}{۳۹۶}$ باب اشراط الساعۃ میں بلفظ تقتلک الفئۃ الباغیہ باقی کتب اول الذکر میں مثل حوالہ منقولہ فلک ہے اور خصائص کبریٰ جلد ۲ ص۱۳۹ میں سیوطی نے لکھا ہے یہ حدیث عمار کی متواتر ہے دس سے زیادہ صحابی اس کے راوی ہیں ۱۰ الخ ۱۲ کذا بعینہ فی الاصابہ جلد ۲ ص۵۱۲ ۱۲ مترجم

فاطمہؑ والحسنؑ والحسین انا حرب[1] لمن حاربھم وسلم لمن سالھم۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ وصواعق بایزاد، رواہ ابن ماجہ وابن حبان والحاکم۔" وقد قال اللہ تعالیٰ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف۔ الاٰیۃ وفی کنز العمال یا ام سلمۃ ھٰذا علیؑ واللہ قاتل القاسطین والناکثین والمارقین من بعدی رواہ الحاکم فی الاربعین وابن عساکر۔ وارجح المطالب وزاد رواہ الدیلمی وابن اثیر واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا الاٰیۃ قال القاری فی شرح الفقہ الاکبر اختلف اھل السنۃ والجماعۃ فی تسمیۃ معاویۃ باغیا فمنھم من امتنع ذلک والصحیح من اطلق لقولہ لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ وکان علیؑ مصیبا فی التحکیم۔ البغی فی القاموس و

گئے۔ اور نیز ثابت و مسلم ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے لئے فرمایا کہ میری جنگ ہے ان کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے اور میری صلح ہے ان سے صلح کرنے والوں سے روایت کیا اس کو ترمذی نے چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲ میں ہے اور صواعق ۱۱۲ میں بایزادی روایت ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم کے مرقوم ہے۔ اور تحقیق حق سبحانہ فرماتا ہے بجز اس کے نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ سے جنگ کریں اور زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کریں تو ان کی جزا قتل کرنا اور سولی دیا جانا اور ہاتھ پاؤں کاٹنا ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۱ میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ میرے بعد یہ علیؑ قاسطین وناکثین و مارقین کا قاتل ہے۔ روایت کیا اس کو حاکم نے اربعین میں و ابن عساکر نے نیز ارجح المطالب صفحہ ۲۷۲ میں بہ زیادت روایت دیلمی و ابن اثیر کے ہے اور فرمایا حق تعالیٰ نے قاسطین دوزخ میں لکڑی کی جگہ کام آویں گے اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے اہل سنت و جماعت نے معاویہ کے باغی نام رکھنے میں اختلاف

---

[1] اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ میں باسناد احمد و طبرانی و حاکم مروی ہے و خصائص نسائی لطبع مصر صفحہ ۲۹ اور ازالۃ الخلفا جلد ا صفحہ ۲۹۳ میں باسناد حاکم اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ میں باسناد حاکم و احمد و بخاری فی التاریخ مروی ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اذا علیا فقد اذانی ومن سب علیا فقد سبنی جس نے علیؑ کو ایذا یا گالی دی اس نے مجھے دی اور رسولؐ کو سب وایذا دینے والے کی سزا قرآن میں جو کچھ ہے اہل علم سے پوشیدہ نہیں [2] المترجم

[2] ارجح المطالب صفحہ ۴۲۲ میں بروایت ابن عساکر عن سعید بن ابی جنادۃ عن علی فرمایا علیؑ نے مجھے امر کیا گیا ہے تین فرقوں سے جنگ کرنے کا ناکثین و قاسطین و مارقین سے ناکثون اہل جمل ہیں اور قاسطون اہل شام ہیں اور مارقون اہل نہروان ہیں بحث تقیہ میں اس کا مزید ثبوت دیکھو۔

غیرہ ھو التعدی والظلم والعدول عن الحق والاستطالۃ والکذب وقال البغی عرفا الخروج عن طاعۃ الامام مغالبۃ کذا فی النصائح الکافیۃ ص۱۷ وفی الصراح بغی۔ لغا ستم وفزونی کردن۔ فی تقریب التہذیب العسقلانی عمار بن یاسرؓ بن عامر بن مالک العنسی صحابی جلیل مشھور من السابقین الاولین بدری قتل مع علی بصفین سنۃ سبع وثلثین

ولیس معاویۃ بمجتھد

قال والد بحر العلوم فی الصبح الصادق ومعاویۃ ونحوہ لم یکن مجتھدًا وکیف یکون من اشتبہ علیہ الربا وغیرھا مجتھدا من ماھیۃ معاویۃ وفی الفتاوی لعبد العزیز الدھلوی۔ پس ہر کہ اجتہاد ایشاں از معاویہ نفی کند درست است زیرا انکہ در حضور آنحضرتؐ ایشاں را آں مرتبہ حاصل نبود۔ وفی الروضۃ الندیۃ۔ معاویہ ان جنگوں میں مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا۔ وفی لغیۃ الرائد وانکہ گویند خطائے اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسنداں نیست۔ وکذا فی شرح المقاصد للتفتازانی کلھا من ماھیۃ معاویہ

کیا ہے پس بعض نے منع کیا ہے اور صحیح یہی ہے جس نے باغی کہا ہے کیونکہ رسولؐ نے عمار کے لئے فرقہ باغی سے قتل ہونے کی خبر دی تھی اور نیز صلح کرنے میں بھی حضرت علیؑ صواب پر تھے۔ بغی کا معنے قاموس وغیرہ میں حد سے گذرنا اور ظلم کرنا اور حق سے پھرنا گردن کشی کرنا اور جھوٹ بولنا ہے اور کہا بغی عرف میں امام کی نافرمانی کرنا اور اس کے مقابلہ پر خروج کرنا ہے کذا فی النصائح ص۱۷۔ اور صراح میں بغی کے معنے ظلم اور زیادتی کرنا ہے۔ اور تقریب التہذیب عسقلانی صفحہ ۲۷۶ میں ہے عمار بن یاسرؓ بن مالک عنسی صحابی جلیل القدر مشہور ہے سابقین اولین سے اور بدری بھی ہے ۳۷ھ میں حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ صفین میں شہید کئے گئے۔

اور معاویہ مجتہد نہیں ہے

چنانچہ بحر العلوم کے والد نے صبح صادق میں لکھا ہے کہ معاویہ اور مثل اس کے مجتہد نہیں ہیں اور کس طرح ہو سکتا ہے جس پر حرمت سود وغیرہ کا مسئلہ مشتبہ رہا ہو۔ ماہیہ معاویہ صفحہ ۳۵ اور فتاویٰ شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۰۳ میں ہے پس جو ان کے اجتہاد معاویہ کی نفی کرے تو درست ہے کیونکہ حضور آنحضرت صلعم میں ان کو وہ مرتبہ حاصل نہ تھا۔ اور روضہ ندیہ نے المناقب العلیہ

ملہ نووی شرح مسلم میں بہ تفسیر آیت لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کے باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول میں لکھا ہے کہ عبد الرحمن راوی نے عمرو بن عاص کو جتلایا کہ معاویہ جو حضرت علیؑ کے جھگڑے میں باوجود بیعت وخلافت منعقد ہونے علی کے اپنے لشکر یا تابعین پر مال خرچ کر رہا ہے یہ مال باطل سے کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ۱۲ مترجم۔

قال النووی فی شرح المسلم قال ابو حنیفۃ لا تصلی علی محارب و لا علی قتیل الفئۃ الباغیۃ۔ وفی الدر المختار وھی (الصلوٰۃ) فرض علی کل مسلم مات خلا اربع بغات وقطاع طریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیھم الخ

لیس معاویۃ بخلیفۃ

فی حیوٰۃ الحیوان فلم یزل معاویۃ متولیا علی الشام (الی ان قال) وفی خلافۃ علی متغلبا علیھا الخ وفی الصواعق ومن اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ ان معاویۃ لم یکن فی ایام علیؑ خلیفۃ و انما کان من الملوک واختلفوا فی امامتہ بعد موت علیؑ فقیل صار اماما وخلیفۃ وقیل لم یصر لحدیث ابی داؤد و الترمذی والنسائی الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر ملکا وقد انقضت الثلاثون بوفاۃ علیؑ انتھیٰ۔ منتخباً۔ فی تاریخ الخلفاء واول الملوک معاویۃ قال احمد بن حنبل لم یکن احد احق بالخلافۃ فی زمان علیؑ من علیؑ الخ

صفحہ ۳۴ میں ہے معاویہ ان جنگوں میں مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا۔ اور لغیۃ الرائد میں ہے کہ جو خطائے اجتہادی معاویہ کی بیان کرتے ہیں پسند خاطر اہل انصاف کے نہیں ہے۔ اور اسی طرح شرح مقاصد تفتازانی میں ہے اوپر کی جملہ عبارات ماہیہ معاویہ صفحہ ۳۵ سے لکھی گئی ہیں۔ نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ جو امام حق کے ساتھ جنگ کرنے والا ہو اور کہیں جا کر مرے یا وہ جو امام کے مقابل لڑتا ہوا وہاں قتل ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنی چاہیے اور در مختار فقہ حنفیہ جلد ۱ صفحہ ۷۰ میں ہے اور نماز جنازہ ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے چار قسم کے جن پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ان کو غسل دیا جائے وہ باغی لوگ اور ڈاکو ہیں[۱]

معاویہ خلیفہ بھی نہیں

حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۵ مطبوعہ مصر میں ہے۔ معاویہ ہمیشہ والی شام رہا (یہاں تک کہ کہا اس نے الخ) اور خلافت علی میں زبردستی سے مخالفت خلافت علیؑ پر اڑا رہا۔ اور شام پر قابض رہا۔ اور صواعق صفحہ ۱۲۹ میں ہے اور اعتقاد اہل سنت وجماعت کا یہ ہے کہ تحقیق معاویہ ایام خلافت حضرت علیؑ میں خلیفہ نہ تھا بلکہ وہ بادشاہوں میں سے تھا اور بعد موت حضرت علی کے پس بعض نے کہا ہے کہ امام اور خلیفہ ہو گیا تھا اور کہا گیا ہے کہ نہیں وہ تو بادشاہ رہا ہے کیونکہ حدیث ابی داؤد و ترمذی و نسائی میں ہے کہ خلافت میرے بعد کی تیس سال ہو گی پھر بادشاہی ہو گی اور وفات حضرت علیؑ پر تیس سال گذر گئے تھے۔ ختم ہوئی عبارت صواعق کی ملخصاً۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ میں ہے اور اول بادشاہ معاویہ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ خلافت کے مستحق زمانہ حضرت علیؑ میں جناب علی سے زیادہ کوئی اور نہ تھا الخ

---

[۱] باقی دو قسم بھی ذکر کیے ہیں لیکن بقدر حاجت نقل کیا گیا ہے ۱۲ مترجم۔

لیس معاویۃ ذا فضیلۃ

قال الامام البخاری فی صحیحہ باب ذکر معاویۃ قال فی تیسیر القاری شرح البخاری. فی النصائح الکافیۃ نقل العسقلانی فی الفتح عن ابن الجوزی عن اسحٰق بن راھویہ انہ قال لم یصح فی فضل معاویۃ شئی قال السیوطی فی اللآلی المصنوعۃ الاحادیث فی فضل معاویۃ کلھا موضوعۃ لا اصل لھا۔

معاویہ کی کوئی فضیلت نہیں[۱]

امام بخاری نے اپنے صحیح میں کہا ہے باب ذکر معاویۃ کہا مترجم نے تیسیر القاری (مؤلفہ مولوی وحید الزمان مرحوم شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ میں. (امام بخاری نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا کہ معاویہ کی فضیلت کیونکہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی. لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی الفت و محبت نہ تھی. جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا ایک انگارا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا. الخ) اور اسی طرح انوار اللغۃ پ۵ صفحہ ۶۶ میں علامہ موصوف نے لکھا ہے ۱۲ مترجم.

اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۶۲ میں ہے ابن حجر عسقلانی رح نے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۰۴ میں ابن جوزی سے نقل کیا اس نے اسحٰق بن راہویہ سے کہ اس نے کہا کوئی شئی فضیلت معاویہ میں صحیح ثابت نہیں ہوئی. سیوطی نے للآلی مصنوعہ میں کہا ہے کہ احادیث فضیلت معاویہ کی کل موضوعہ ہیں کوئی اصل ان کا نہیں ہے.

لہ استیعاب میں بذیل ترجمہ معاویہ کے لکھا ہے کہ معاویہ اور اس کا باپ ہر دو مؤلفۃ القلوب سے تھے۔ ۱۲ مترجم

۲ منہاج السنہ لابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ میں ہے. و معاویۃ لیس لہ بخصوصہ فضیلۃ فی الصحیح صفحہ بذا میں علامہ وحید الزمان کی عبارت شرح بخاری کی طرح لکھی ہے اسی علامہ نے اپنی کتاب انوار اللغۃ پارہ ۱۸ صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے حالانکہ معاویہ حضرت علی سے دشمنی اور بغض رکھتے تھے الخ اور استقصاء الافحام جلد ۲ صفحہ ۴۹ میں سبط ابن الجوزی کے تذکرہ سے منقول ہے کہ اصبغ نے معاویہ سے تم قصاص عثمان کا بہانہ کیا بناتے ہو ملک و سلطنت کے لئے جھگڑتے ہو اگر تم مدد عثمانؓ کی کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے مگر نہ کی کہ اسی کو دنیا طلبی کا بہانہ بناویں معاویہ غضبناک ہوا الخ. فتح الباری کے مضمون کو عینی نے شرح بخاری میں بھی لکھا ہے اور تذکرہ خواص الائمہ میں اسی طرح ہے. حدیث لا اشبع اللہ بطنہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ میں ہے لآلی مصنوعہ سیوطی میں اور موضوعات کبیر علی قاری حنفی مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ میں قول اسحٰق بن راہویہ کی طرح لکھا ہے. انوار اللغۃ پارہ ۲۷۰ صفحہ ۲۰

آگے باقی حاشیہ

ع انوار اللغۃ پ۱۲ ص۲۵ میں لکھا ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا معاویہ یہ چاہتا ہے کہ ہاشم کی اولاد میں سے کوئی آگ پھونکنے والا تک نہ رہے مگر وہ اس کا دل چھید ڈالے اس کو مار ڈالے) یہ معاویہ کا اصل مطلب حضرت علی نے قسم کھا کر بیان فرمایا جو شخص خاندان رسالت کا ایسا دشمن ہو کہ سارے خاندان کو فنا اور برباد کرنا چاہتا ہو کیا اس کا صحابی ہونا کچھ کام آ سکتا ہے لا واللہ کلا واللہ انتہی اسی طرح پ۲۵ ص۱۰۱ میں بھی لکھا ہے ۱۲ مترجم

قال ابن حجر و قصة النسائی فی ذلك مشهورة بانه قال ما اعرف له فضیلة الا لا اشبع الله بطنه. فی تاریخ الخلفاء وقد ورد فی فضله (معاویه) احادیث قل ما تثبت. وفی نهج البلاغة ص۱۹۳ ومن کتاب له علیه السلام الی معاویة جوابا عن کتاب منه الیه واما قولك انا بنو عبد مناف فکذلك ولکن لیس امیة کهاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان کابی طالب ولا المهاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل

کہا ابن حجر نے اور قصہ نسائیؒ کا اس بارہ میں مشہور ہے کہ اس نے کہا میں اس کی یعنے معاویہ کی کوئی فضیلت سوائے لا اشبع الله بطنه (یعنی خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے) کے نہیں جانتا ہوں۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں ہے کہ تحقیق فضیلت معاویہ میں ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جو بہت ہی کم ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور نہج البلاغت صفحہ ۱۹۳ میں ہے اور منجملہ خطوط حضرت علیؑ سے جو انہوں نے معاویہ کی طرف جواب کے طور پر لکھا تھا یہ ہے لیکن تیرا کہنا کہ میں عبد المناف کی اولاد سے ہوں تو اسی طرح ہے لیکن امیہ ہاشم کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ حرب

(بقیہ حاشیہ) مطبوعہ بنگلور میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں میرا تو اعتقاد یہ ہے کہ اللهم اجعله هادیا مهدیا کی حدیث (معاویہ کے حق میں) صحیح نہیں ہے جیسے امام احمد اور امام نسائیؒ نے فرمایا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی اور اس کی عدم صحت کے قرائن یہ ہیں کہ معاویہ نے ایسے ایسے خلاف شرع کام کئے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ ہدایت۔ مثلاً زیاد کے نسب کا الحاق ابوسفیان سے حجر بن عدی کا قتل۔ یزید سے بالجبر اور بہ مکر و فریب بیعت کرانا نقض اس معاہدہ کا جو امام حسنؑ سے کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ انتہی۔ امام شوکانی نے فواید مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں لکھا ہے اتفق الحفاظ علی انه لم یصح فی فضل معاویه حدیث۔ یعنی حدیث کے حافظ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ فتح الباری کی عبارت منقول فلک النجاۃ کے آخری الفاظ یہ ہیں ورد فی فضل معاویه احادیث کثیرة لکن لیس فیها ما یصح من طریق الاسناد وبذلك جزم اسحق بن راهویه والنسائی وغیرهما۔ معاویہ کے حق میں مرزا قادیانی کی رائے بعض صحابہ کے حالات میں دیکھو۔ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ۱۳ ص۱۰۰ میں بذیل حدیث لا اشبع الله بطنه لکھتے ہیں۔ امام نسائیؒ نے کہا معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ دوسرے حدیث کے امام سے بھی اسی طرح منقول ہے ہمارے زمانہ میں بھی اہلبیت علیہم السلام کی ایک کرامت ظاہر ہوئی۔ جیسے اولیاء اللہ سے بعد وفات بھی ایسی کرامتیں ظاہر ہوا کرتی ہیں وہ یہ کہ ایک سید محب اہلبیتؑ نے معاویہ کے حالات منقصت آیات میں ایک کتاب لکھی (نصائح کافیہ کی طرف اشارہ ہے) یہ امر جھوٹے سنیوں کو جو در حقیقت خارجی اور ناصبی ہیں ناگوار ہوا اور معاویہ کی طرفداری میں اس بچارے سید کو اخراج اور ملک بدر کرنا چاہا۔ اللہ کی قدرت چند ہی روز میں ان طرفداران معاویہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ولا المؤمن کالمدغل ولبئس الخلف
خاب یتبع سلفا ھوی فی نار جہنم۔ وفیہ
ص۱۲۱ فانما ھو (المعاویۃ) الشیطان الخ
وقد مر وسیاتی فی فضائل علیؑ مکالمتہ
فی فضائلہ اما تفضیل اہل الجماعۃ
لمعاویۃ بکونہ خال المؤمنین لکونہ
اخا ام حبیبۃ زوج النبیؐ لقولہ تعالیٰ
وازواجہ امہاتہم فعلی الراس
والعین لکنہ یلزمہم ان یکون حیؑ بن
اخطب الیہودی جد الہم لکونہ ابا
صفیۃ زوج النبی ص علیہ السلام ولیس
الجد باقل من الخال وان تکون بنات
ابی سفیانؓ وابی بکرؓ وعمرؓ خالاتہم و
المتزوج بہن متزوجا بالخالات وان
یکون عثمانؓ ذوالنورین ناکحا باختیہ و
ان یکون قولہ تعالیٰ ان امہاتہم
الا اللائی ولدنہم وانہم لیقولون
منکرا من القول وزورا الا معنی لہ

عبدالمطلب کے برابر اور نہ ابوسفیان ابی طالب
جیسا اور نہ مہاجر رہا کردہؓ کی طرح ہے اور نہ خالص
النسب مثل مشتبہ النسب کے اور نہ سچا مثل جھوٹے
کے اور نہ مومن مثل خائن مفسد کے ہے اور بری اولاد
وہ ہے جو باپ دادا یعنے سابقین بزرگوں اور ایسے
سلف کی پیروی کرے جو دوزخ میں گرے ہوئے ہوں۔
اسی نہج البلاغت ص۱۲۱ میں ہے کہ بے شک وہ (یعنے
معاویہ) شیطان ہے اور یہ گذر چکا ہے۔ اور قریب
ہے کہ فضائل علیؑ میں مکالمہ فضائل کا آئے گا۔ لیکن
اہل جماعت کا معاویہ کو اس کے ماموں مومنین ہونے
سے فضیلت دینا اس طرح کہ وہ ام حبیبہؓ زوجہ نبی ص کا
بھائی تھا بوجہ قول باری تعالیٰ کے کہ ازواج نبیؐ
مادران مومنین ہیں بس سر آنکھوں پر ہے لیکن لازم
آتا ہے کہ حی ابن اخطب یہودی کو زیادہ فضیلت
ملنی چاہیئے کیونکہ وہ نانا مومنین کا ہے جو صفیہؓ زوجہ
نبی ص کا باپ ہے اور نانا ماموں پر فوقیت رکھتا ہے
اور دختران ابی سفیانؓ وابی بکرؓ و عمرؓ خالائیں ان کی
ہیں اور ان سے شادی کرنے والا ماسیوں سے شادی

(بقیہ حاشیہ) پر عتاب شاہی نازل ہوا اور وہ سب اخراج کئے گئے... الخ اور ص۱ میں لکھتے ہیں۔ ہم اہل سنت و جماعت معاویہ
اور عمرو بن عاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ ان پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ ان کو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں۔ اور جن
لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن عاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی لفظ صحابیت
سے بدون ادائے حقوق صحبت کے کچھ نہیں ہوتا جیسے بی بی ام سلمہؓ نے آنحضرت سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا بعضے اصحاب میرے ایسے
ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد پھر مجھ کو نہ دیکھیں گے (پھر لکھا) معاویہ تو مرتے دم تک اہلبیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف ہے
اور حضرت علیؑ کو گالیاں دینے کیلئے تمام خطیبوں کو حکم دیا اور اپنی آخری عمر میں مکر و فریب اور پولیٹیکل چالوں سے یزید کے سے نالائق
فرزند کو خلیفہ بنایا حالانکہ امام حسینؑ کے موجود ہوتے ہوئے یزید ان کے پاخانہ کا لوٹا اٹھانے کے بھی لائق نہ تھا اور اوپر گذر چکا کہ
حضرت علیؑ نے معاویہ کو شیطان روبرو فرمایا اور حق بھی یہی ہے۔ انتہی ملخصاً ۱۲ مترجم۔ لہ کذا فی الاستیعاب جلد ۳ ص؟
باسناد ابی داؤد الطیالسی ۱۲ مترجم لہ ابوسفیان قید ہو کر آیا اور حضرت صلعم نے معاویہ و ابی سفیان کو رہا فرما دیا اس لئے ان کو طلقا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وان یکون قولہ تعالیٰ ولا ان تنکحوا ازواجہ
من بعدہ ابداً ضائعاً نعوذ باللہ تعالیٰ من
الغباوۃ والشقاوۃ نعم انہ تعالیٰ امر
بتعظیم ازواج النبیؐ کالوالدات وایضاً
تفضیلہم ایاہ بکونہ کاتب الوحی[1] فانہ ایضاً
لیس بشیءٍ لوجوہ احدہما انہ کان یکتب
فیہما بین النبیؐ وبین العرب کما صرح بہ
المدائنی وغیرہ کما فی المناظرۃ الامجدیۃ
ص۲۱ ثانیہا ان کتابۃ[2] الوحی لم تصح منہ
ومن ادعیٰ فعلیہ تصریح اٰیۃ اٰیۃ کتبہا
معاویۃ علیٰ ان القائلین بہ قالوا فی
وجہہ کلمۃ بالغۃ لا تدرکہا العقول.
فی معانی الاخبار صفحہ ۹۹ وجہ الحکمۃ
فی استکتاب النبیؐ الوحی من معاویۃ و
عبد اللہ بن سعد وہما عدوان ھو ان
المشرکین قالوا ان محمد انیقول ھذا القراٰن
من تلقاء نفسہ ویاتی فی کل حادثۃ باٰیۃ
یزعم انہا نزلت علیہ وسبیل من یضع
الکلام فی حوادث تحدث فی الاوقات
ان تغیر الالفاظ اذا استعید ذٰلک الکلام
ولا یاتی بہ فی ثانی الامر وبعد مرورا

کرنے والا ہوگا اور عثمانؓ ذوالنورین اپنی دو ہمشیرہ سے
نکاح کرنے والا ہوگا اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ ان کی
مائیں وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور تحقیق
وہ لوگ البتہ ناپسند قول اور جھوٹھ بولتے ہیں ر
معاذ اللہ) بے معنے ہوتا اور نہ اس قول کی ضرورت
ہوتی کہ ازواج نبیؐ سے ہمیشہ کے لئے نکاح منع
ہے (یعنی ازواج نبیؐ سے نکاح ناجائز ہے) اللہ
کی پناہ مانگتے ہیں ہم کم عقلی اور بدبختی سے ہاں اللہ تعالیٰ
نے تعظیم ازواج نبیؐ کا مثل ماؤں کے حکم دیا ہے.
اور نیز تفضیل دینا ان کا معاویہ کو کاتب الوحی بنانے
سے بھی بچند وجوہ باطل ہے ایک ان میں سے یہ
کہ وہ نبیؐ اور عرب کے سرگروہ لوگوں کے درمیان کے
خطوط لکھتا تھا جیسا کہ مدائنی وغیرہ نے تصریح
کی ہے. چنانچہ مناظرہ امجدیہ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے.
دوسرا یہ کتابت وحی معاویہ سے صحیح ثابت نہیں ہوئی
جو دعویٰ کرے وہ آیت آیت کے نام کی تصریح کرے
کہ یہ معاویہ نے لکھی ہیں علاوہ اس کے جو اس کے قائل
ہیں انہوں نے اس کی وجہ میں بڑی حکمت لکھی ہے
جس کو عام عقول نہیں پہنچ سکتے. معانی الاخبار
(کتاب شیعہ) صفحہ ۹۹ میں ہے نبیؐ کی معاویہ و عبد اللہ
بن سعد سے وحی لکھوانے کی وجہ باوجود اس کے ہر دو

بقیہ حاشیہ) بولتے ہیں کذا فی شرح نہج البلاغہ. نیز انوار اللغۃ پ۲ صفحہ ۶۸ و پ۱۳ ص۹ میں بھی اسی طرح ہے ۱۲ مترجم. ص۳ نصائح ص۱۶۷ میں اسی طرح ہے وکذا فی مدارج النبوۃ جلد ۳ ص۳۳۱ و ص۳۳۲ و ۳۴۳. کذا فی المشکوٰۃ ص۵۶۶ باب مناقب ازواج النبیؐ عن انس ۱۲ مترجم. [1] معاویہ کے کاتب وحی ہونے کا مفصل رد سہیل یمن جلد ۵ ص۱ صفحہ ۹ لغایت ص۳۹ میں ملاحظہ فرماویں. بوجہ طوالت و عدم گنجائش و ضرورت بقیہ مضامین یہاں ہم نہیں لکھ سکتے. [2] اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ میں بذیل ترجمہ معاویہ کے لکھا ہے کہ مدائنی نے کہا ہے زید بن ثابت کاتب وحی تھا اور معاویہ کاتب خطوط تھا جو نبیؐ اور عرب کے درمیان لکھے جاتے تھے ۱۲ مترجم.

الاوقات الا مغیرا عن حالہ الاولے لفظًا ومعنی او لفظ دون معنے فاستعان فی کتاب ماینزل علیہ فی الحوادث الواقعة بعدوین لہ فی دینہ عدلین عند اعدائہ لیعلم الکفار. الخ ثالثها ان مطلق الکتابۃ لم تفدہ اذا لم یصحبها الایمان کما روی فی مدارک التنزیل فی سورۃ الانعام تحت قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیٔ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ای ساقول واملی ھو عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب الوحی وقد املی النبیؐ علیہ ولقد خلقنا الانسان الی قولہ خلقا اخر فجریٰ علیٰ لسانہ فتبارک اللہ احسن الخالقین فقال علیہ السلام اکتبها فکذٰلک نزلت فشک

فی الحقیقت دشمن تھے یہ ہے کہ جو مشرکین کہتے تھے کہ محمدؐ اس قرآن شریف کو اپنی طرف سے بنا کر بیان کرتے ہیں اور ہر حادثہ میں ایک آیت لاتے ہیں. جو گمان کرتے ہیں کہ ان پر اتری ہے اور بنانے والے کا کلام میں یہ طریقہ ہوتا ہے کہ حوادث پیدا شدہ مختلف اوقات میں مکرر اسی کلام کو بیان کرے تو دوسری دفعہ اور کچھ زمانہ کے بعد ضرور پہلی حالت سے تغیر کر کے بیان کرتا ہے خواہ تغیر لفظی و معنوی ہو یا صرف لفظی. پس رسول خداؐ نے دشمنوں سے اس میں مدد لی کہ جو کچھ حوادث کے واقعات میں اترتا ہے وہ ان دشمنوں کے ہاتھ سے لکھوایا جاتا ہے جو دشمنان نبیؐ کے نزدیک عادل اور سچے تھے تاکہ کفار کو اطلاع دیں کہ محمدؐ اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں) تیسرا ان سے یہ کہ مطلق لکھنا مفید نہیں جب تک اس کے ساتھ کمال ایمان شامل نہ ہو جیسا کہ مدارک التنزیل سورہ انعام میں تحت قول باری تعالیٰ مروی ہے اور کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی ہے اور نہ وحی کیا گیا ہو اس کی طرف کچھ بھی یا جس نے کہا کہ میں ایسا قرآن اتار سکتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ اتارتا ہے یعنی میں خود کہہ سکتا ہوں اور لکھوا سکتا ہوں. وہ شخص عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی ہے کیونکہ تحقیق نبیؐ نے اس سے ولقد خلقنا الانسان تا خلقا اخر تحریر کرایا اور عبد اللہ کی زبان پر فتبارک اللہ احسن الخالقین جاری ہو گیا. نبی صلعم نے فرمایا اس آیت کو بھی لکھ دے اسی طرح اتری ہے اس کو شک ہو گیا کہ میرے کہنے سے یہ لکھی گئی ہے.

مـ۱۵ کذا فی روضة الاحباب جلد ۱ ص ۲۹۸. منهاج السنة ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ میں اسی طرح ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرح کاتب وحی تھا پھر مرتد ہوا اور نبی پر افترا کیا تو نبیؐ نے اس کا قتل مباح فرما دیا. لیکن حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں عبد اللہ مذکور کو بلا لیا اور معاف کر دیا. اسی طرح نسیم الریاض جلد ۴ ص ۱۱۹، ۱۲۷ و ص ۲۹۷ میں ہے؛ ۱۲ مترجم.

وقال ان کان محمد صادقا فقد اوحی الیہ وان کان کاذبا فقد قلت فارتد ولحق بمکۃ انتھی۔ وھکذا فی التفسیر الحسینی ولباب النقول للسیوطی بفرق یسیر فی القصۃ و سیاتی فی التکذیب علی النبیؐ بمعناہ انشاء اللہ تع فانہ کان کاتب الوحی ثم ارتد فلم تعصمہ الکتابۃ. علیٰ ان ایمان معاویۃ وابیہ معلوم ابتداءً بانھما کان من المؤلفۃ قلوبھم بلا اختلاف واما انتھاءً فلم یستحکم لھتکہ حرمۃ عترۃ النبیؐ المستلزمۃ لھتک حرمۃ النبیؐ صلعم وترکہ الاستمساک الواجب بالثقلین کما مر غیر مرۃ

فصل

فی مصالحۃ علیؑ وابنہ الحسن بمعاویۃ

فی الخصائص للنسائی عن ابن عباس رفی حدیث (طویل) نشھد ان نبی اللہؐ لیوم الحدیبیۃ صالح المشرکین فقال لعلیؑ اکتب یا علی ھذا ما صالح علیہ محمدؐ رسولؐ فلما کتب قالوا لو نعلم انک رسول اللہ لا طعناک فاکتب محمدؐ ابن عبد اللہ فقال رسول اللہؐ امح یا علی رسول اللہ: اللھم انک تعلم انی رسولک. امح یا علیؑ واکتب ھذا ما صالح علیہ محمد ابن عبد اللہ. واللہ لرسولؐ

اور کہا کہ اگر محمدؐ سچے ہیں تو میری طرف بھی ویسی ہی ہوئی ہے جیسی محمدؐ کی طرف ہوئی اور اگر جھوٹا ہے تو میں بھی ویسا کہہ سکتا ہوں لکھا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا اور مکہ میں چلا گیا۔ ختم ہوئی عبارت مدارک کی اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے۔ نیز لباب النقول علامہ سیوطی میں تھوڑے فرق کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ فصل تکذیب علی النبی میں آئے گا۔ پس تحقیق وہ کاتب وحی تھا اور مرتد ہو گیا۔ تو کتابت وحی نے اس کو کیا فائدہ دیا؟ علاوہ یہ کہ ایمان معاویہ اور اس کے باپ کا ابتدا سے معلوم ہے کہ ہر دو بلا اختلاف مؤلفۃ القلوب سے ہے۔ اور انتہا میں ان کا ایمان محکم و صحیح نہ ہوا۔ چنانچہ معاویہ نے حرمت عترت نبیؐ کی از بس ہتک کی جس سے ہتک حرمت نبیؐ کی لازم آتی اور نیز اس نے ثقلین کی اتباع جو بدلائل سابقہ واجب تھی چھوڑ دی (جو صاف نافرمانی رسول خدا صلعم کی ہے اور مودت قربیٰ نبیؐ کی جو جزو اعظم ایمان کی تھی اس میں قطعاً نہ پائی گئی)۔

فصل:۔ در صلح علی و امام حسن ابن علی با معاویہ۔

خصائص نسائی طبع لاہور صفحہ ۱۴ میں ابن عباس سے روایت ہے (حدیث طویل میں آخر کہا گیا) ہم گواہی دیتے ہیں اس کی کہ نبیؐ نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے صلح فرمائی تو علیؑ سے فرمایا یا علیؑ اس طرح تحریر کر یہ کاغذ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی۔ پس جب لکھا گیا تو کفار کہنے لگے۔ اگر ہم جانتے کہ تو رسول خدا ہے تو تیری تابعداری کیوں نہ کر لیتے؟ تو لکھ دے "محمدؐ بن عبد اللہ" اس پر رسول اللہ نے فرمایا

اللہ خیر من علی وقد محی نفسہ ولم یکن محوہ ذلک محوا من النبوۃ الحدیث کذا فی التاریخ الکامل وتاریخ الطبری جلد ۶ ص ۲۹۔

وفیہ باسنادہ عن علقمۃ قال قلت لعلیؑ تجعل بینک وبین ابن اکلۃ الاکباد حکما قال انی کنت کاتب رسول اللہؐ یوم الحدیبیۃ فکتبت ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انہ رسول اللہ ما قاتلناہ امحہا فقلت ھو واللہ رسول اللہ وان رغم انفک لا واللہ لا امحوھا فقال لی رسول اللہؐ ارنی مکانہا فاریتہ فمحاھا وقال اما لک مثلہا ستاتیہا مضطھدا (مضطرا) قال الحافظ فی الفتح فی حدیث علی عند النسائی وزاد وقال اما ان لک مثلہا وستاتیہا وانت مضطر یشیر صلعم الی ما وقع لعلیؑ یوم الحاکمین فکان کذلک۔ وفی البخاری وشرح للحافظ عن حبیب بن ثابت

یا علیؑ لفظ رسول اللہ کو مٹا دے۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ مٹا دے اے علی اور لکھ یہ صلح نامہ ہے محمد بن عبداللہ کا (نبیؐ نے علیؑ کو فرمایا تجھے مثل اس کے واقعہ پیش آئے گا) اللہ کی قسم[۱] البتہ رسول اللہؐ علی سے بہتر ہیں اور تحقیق انہوں نے اپنے لقب کو مٹا دیا مگر یہ مٹانا نبوت کا مٹانا نہیں تھا۔ آخر حدیث تک اسی طرح تاریخ کامل جلد ۲ ص ۷۷ و جلد ۳ ص ۱۲۷ وطبری جلد ۶ ص ۲۹ وسیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۲۳ میں ہے بلفظ سنۃ لبسنۃ ومثل بمثل[۲]۔ وکذا فی نور الابصار ص ۸۷ ومثلہ بالاسنادہ فی البخاری طبع مصر باب کیف یکتب ھذا ما صالح جلد ۲ ص ۱۲۸

اسی خصائص صفحہ ۱۰۹ میں باسنادِ خود علقمہؓ سے ہے کہتا ہے میں نے حضرت علیؑ سے کہا تو اپنے اور جگر کھانے والی کے بیٹے کے درمیان منصف اور حکم بناتا ہے حضرت علی نے فرمایا میں رسول اللہ صلعم کا حدیبیہ کے کاتب تھا جب میں نے لکھا یہ صلحنامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلح کرتے ہیں تو کفار نے کہا اگر ہم رسول اللہ مانتے تو اس سے جنگ نہ کرتے مٹا دو اس لفظ کو پس میں نے کہا واللہ وہ رسول اللہ

---

[۱] حدیث طویل میں بیان اعتراض خوارج کا ہے کہ حضرت علیؑ نے لفظ امیر المومنین صلحنامہ معاویہ میں مٹا کر کیوں صلح کی ہے اس کے جواب میں جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے افضل ہیں انہوں نے صلح حدیبیہ میں کفار کے فتنہ دور کرنے کے لئے ان کے کہنے پر رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا تھا تو کیا رسالت ونبوت ان کی جاتی رہی تھی؟ نہیں تو میری امامت میں فرق نہیں آسکتا جو مصلحت نبی صلعم نے سوچی تھی وہی آج بھی ہے ۱۲ مترجم۔

[۲] ہر دو کتب وسیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ علیؑ نے جب صفین میں فرمان نبوی یاد دلایا تو عمرو بن عاص نے کہا کہ سبحان اللہ تو ہم کو کفار کے مشابہ بنا رہا ہے حالانکہ ہم مومنین ہیں پس حضرت علیؑ نے فرمایا اے زانیہ مشہورہ کے بیٹے تو کب فاسقین کا دوست نہیں ہوا اور کب مومنین کا دشمن نہیں ہوا؟ آج نہیں بلکہ تو ہمیشہ ایسا رہا ہے ۱۲ مترجم۔

فی قصۃ دعوۃ عمرو ابن العاص ومعاویہ لعلی بعمل القرآن وجواب علی انا علی الحق وغلط ما فہمتم واعتراض الاصحاب کما اعترض عمرؓ فی الحدیبیۃ ومصلحۃ الصلح کما رای النبیؐ مصلحۃ وکذا فی کنز العمال رواہ احمد والعدنی وابو یعلی وابن عساکر والضیاء وفی نہج البلاغۃ فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہ ان اری فیہ ثلما او ھدما تکون المصیبۃ بہ علی اعظم الخ و فی معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۱۹۱

چوں از تحریر صلحنامہ فارغ شد حضرت رسالتؐ روئے بجانب علی آوردہ فرمود کہ یا علی ترا مثل ایں واقعہ روئے خواہد نمود و شمۂ ازیں واقعہ آنکہ در لشکر صفین کہ میاں امیر المومنین و معاویہ مدت مقاتلہ بدرو دراز کشید عاقبت مہم بصلح قرار یافت و چوں عہد نامہ می نوشتند کاتب کہ ایں کتابت مصالحہ امیر المومنین علیؑ است معاویہ گفت لفظ امیر المومنین محو ساز و بنویس ابن ابی طالب من اگر می دانستم کہ علی امیر المومنین است با وے مقاتلہ نمی کردم و متابعت او می نمودم امیر المومنین علیؑ گفت کہ صدق رسول اللہ بعد ازاں کاتب را گفت کہ ہمچنانکہ معاویہ می گوید بنویس ۱۰ الخ۔

ہیں اگرچہ تمہارا ناک رگڑا جائے اور شرمندہ ہوتے رہو۔ قسم بخدا اس لفظ کو لیں میں نہ مٹاؤں گا پس رسول اللہ نے فرمایا مجھے اس کی جگہ دکھا دے۔ میں نے حضور کو دکھایا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس لفظ کو مٹایا اور فرمایا خبردار تیرے لئے بھی مثل اس واقعہ کے پیش آئے گا۔ کہ تو لاچار مجبورًا ایسا ہی کرے گا۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۲ میں کہا ہے اور حدیث علی میں جس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے کہ فرمایا خبردار تیرے لئے مثل اس واقعہ کے ہے اور تو مجبورًا اسے اختیار کرے گا۔ اس میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جو حضرت علیؑ کے لئے جب صفین میں دو حکم مقرر ہوئے۔ پیش آیا اور بعینہٖ اسی طرح صورت پیش آئی اور بخاری اور شرح اس کی فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۴۲ میں حبیب بن ثابت سے منقول ہے قصہ دعوت عمرو بن عاص اور معاویہ میں جو حضرت علی کو عمل بالقرآن کے لئے دی گئی اور جواب علیؑ کا یہ کہ میں حق پر ہوں اور تم غلط سمجھ رہے ہو اور اصحاب علی کا اعتراض علی پر جیسا کہ امیر عمرؓ وغیرہ نے حدیبیہ کے دن نبیؐ پر کیا تھا اور مصلحت کا ذکر ہے جیسا کہ نبیؐ نے دیکھی ویسی اس جگہ ہے (فتح الباری) میں مفصل اسی طرح مذکور ہے کہ نبیؐ کی پیشگوئی کے مطابق مثل واقعہ حدیبیہ کے حضرت علی کو واقعہ صفین پیش آیا) اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۴ میں بروایت احمد و عدنی و ابو یعلی و ابن عساکر و الضیاء کے ہے اور نہج البلاغت

ونقلنا فی مدارج النبوۃ وکذا فی روضۃ الاحباب للمحدث الجمال وندا یا علیؑ ترا نیز مثل این واقعہ حسب ضرورت روئے خواہد نمود الخ ولا یخفیٰ انہ قد ظہرت غایۃ المصالحۃ بین امیر المومنین علیؑ وبین ملک الشام کما کانت بین النبیؐ وبین الکفار یوم الحدیبیۃ مثلا بمثل وان اعترض بعض الناس علی النبیؐ ووصیہ ایضا وفی مصالحتہ مصالح خفیۃ لا یعقلھا الا العالمون کما فی قصۃ موسیٰ والخضر من خرق السفینۃ وقتل الغلام فکما لا یقدح الصلح ثمہ فی نبوتہ فالنبی نبی والکفار کفار فھکذا لا یقدح ھھنا فی امامتہ فالامام امام والملک ملک متمکن علی لغاوتہ والمراد من الامر فی قولہ تعالیٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ[1] اما رجوع الی الحق واما قتل واما صلح والصلح خیر ولا یغرنک قولہ تعالیٰ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیۃ انہ دال علی ایمان فیئۃ معاویۃ

صفحہ ۲۴۳ میں ہے فتنہ پیدا ہوا تو میں ڈر گیا کہ اسلام میں رخنہ اور زوال ہو گیا تو اس کی مصیبت مجھ پر سب سے بڑی ہو گی اس لئے اسلام کی مدد اور نصرت دینی میں نے اپنا فرض سمجھا اگر میں نصرت نہ کرتا تو نقصان عظیم اسلام کے اندر آ جاتا۔ اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۹۱ میں ہے جب تحریر صلح نامہ سے (یعنی صلحنامہ حدیبیہ سے) فارغ ہوئے تو حضرت رسول خداؐ نے حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے علی تجھے مثل اس واقعہ کے ظہور پذیر ہوگا اور اس واقعہ کا حصہ ہے وہ جو لشکر صفین کے موقعہ پر امیر المومنینؑ اور معاویہ کے درمیان بعد مدت کے مقابلہ و مقاتلہ کے آخر صلح کی نوبت یہ پہونچا اور جب عہد نامہ صلح لکھنے لگے تو کاتب نے لکھا ایہ مصالحت۔ امیر المومنین حضرت علی کا مکتوب ہے معاویہ نے کہا لفظ امیر المومنین محو کر دو اور ابن ابی طالب لکھو اگر میں جانتا ہوں کہ علیؑ امیر المومنین ہیں تو میں ان سے جنگ نہ کرتا اور متابعت ان کی کر لیتا۔ امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے سچ فرمایا اور بعد اس کے کاتب کو حکم دیا کہ جیسے معاویہ کہتا ہے ویسے لکھو۔ اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ میں ہے اور اسی طرح روضۃ الاحباب مؤلفہ جمال الدین محدث جلد ا صفحہ ۴۴۳ میں ہے اور زیادہ لکھا صلح حدیبیہ کے ذکر کرنے میں نبیؐ نے فرمایا کہ اے علی تجھے

[1] حتی تفیئ الی امر اللہ۔ بخاری جلد ۳ صفحہ ۶۵ طبع مصر میں ہے۔ قاتلوھم حتی لا تکون فتنہ۔ فرقہ باغیہ سے جنگ کرو حتی کہ فتنہ رک جائے اور تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۸ میں بذیل قولہ تعالیٰ حتی تفیئ الی امر اللہ لکھا ہے یحتمل وجوھا ثانیھا الی امر اللہ ای الی الصلح فانہ مامور بہ یدل علیہ قولہ تعالیٰ فاصلحوا ذات بینکم یعنی اس وقت تک فرقہ باغیہ سے جنگ کرو کہ وہ فرقہ باغیہ امر خدا کی طرف رجوع کر آئے اور امر خدا سے مراد صلح ہے کیونکہ آیت اصلحوا ذات بینکم میں اس کا حکم ہے۔ اسی طرح منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ طبع مصر میں ہے فامر بعد القتال

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

لانہا نزلت فی طائفۃ من اصحاب ابی بن سلول رئیس المنافقین وطائفۃ من اصحاب سیدنا محمدؐ کما روی البخاری عن انس کما فی لباب النقول وغیرہ فظہر من ھذا اطلاق المومنین علی المسلمین ولو کان بعضہم من المنافقین او من باب التغلیب لعظمۃ شان المومنین کما فی الابوین

(بقیہ حاشیہ) الی ان تفیئی ان یصلح بینہما بالعدل واما اذا اجابت الی الاصلاح لم تقاتل فلو قوتلت ثم فاءت الی الاصلاح لم تقاتل لقولہ تعالیٰ حتی تفیئی ۱۰ لخ شیعہ کی کتاب علل الشرائع ص۸۶ میں امامؑ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ غرضیکہ معاویہ کے ساتھ صفین کی جنگ جناب امیرؑ نے اس لئے بند نہیں کی تھی کہ معاویہ کو مومن کامل سمجھا گیا بلکہ فرقہ باغیہ کا سردار تھا جب صلح کی طرف رجوع کیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی۔ تذکرہ خواص الامۃ ص۶۲ میں ہے کہ صلح اس پر ہوئی کہ عراق حضرت علیؓ کے پاس رہے اور شام معاویہ کے پاس رہے اور کشت و خون سے امت کو محفوظ رکھا جائے جب علیؑ نے اہل عراق کو جنگ سے گریزاں کر نیوالا خیال کیا صلح کو منظور فرمایا اور بعد فیصلہ حکمین کے غدر و مکر حکمین کا دیکھ کر حضرت علی نے جنگ کا مکرر حکم دیا لیکن لوگوں نے قبول نہ کیا۔ دیکھو تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۶۰ تا صفحہ ۱۶۲ اس میں یہ بھی ہے کہ ہر دو منصفوں کے حق میں علی نے فرمایا انہما نبذ اکتاب اللہ وراء ظہورہما ان دونوں نے خدا کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے یہی مضمون نور الابصار ص۹۱ میں ہے ۱۲ مترجم۔

بھی ایسا واقعہ صلح بسبب ضرورت کے پیش آئے گا۔ الخ (کذا فی شواہد النبوۃ طبع نولکشور صفحہ ۱۵۹) مخفی نہیں ظاہر ہوا کہ تحقیق مقصود صلح امیر المومنین حضرت علی کا جو بادشاہ شام سے ہوئی۔ اس طرح کی صلح ہے جیسے نبیؐ اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ہوئی تھی برابر اسی کی مثال ہے اگرچہ بعض لوگ نبیؐ پر اور وصی نبیؐ پر معترض رہے مگر صلح کرنے ہر دو حضرات میں ایسی حکمتیں پوشیدہ ہیں جیسی کہ قصہ موسیٰؑ و خضرؑ سے۔ کشتی کے سوراخ کرنے اور لڑکے کے قتل کرنے میں تھیں۔ پس جیسا کہ صلح اس جگہ نبوت نبیؐ میں مخل نہیں ہوئی کہ نبی نبیؐ رہے اور کفار کفار رہے پس اسی طرح اس جگہ امامت علی میں صلح مخل نہیں ہو سکتی امام امام رہے اور بادشاہ بادشاہ رہا جو نافرمانی امام پر اڑا رہا اور مراد امر سے اللہ تعالیٰ کے قول میں کہ جنگ کرو باغی فرقہ سے یہاں تک کہ امر اللہ کی طرف لوٹ آئے یہ ہے کہ یا تو رجوع الی الحق کریں یا مقتول ہو یا صلح ہو اور صلح اچھی ہے۔

اور تجھے قول باری تعالیٰ وان طائفتان من المومنین سے مغالطہ نہ ہو کہ مراد ہر دو طائفہ سے کامل مومنین مساوی درجہ کے ہیں اور معاویہ بھی انہی میں سے ہے۔

ع؎ ہمارے بیان کی تائید میں دیکھو تفسیر روح البیان مطبوعہ عثمانیہ بار دوم جلد ۹ ص۸۷ آیت تفیئی الی امر اللہ الی حکمہ الذی حکم بہ فی کتابہ العزیز وھو المصالحۃ یعنے اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف رجوع کرے جس کا خدا نے اپنی کتاب میں

باقی اگلے صفحہ پر حاشیہ

والقمرین والعمرین والظھرین مع ان قصۃ علی ومعاویۃ وقعت بعد نزول الاٰیۃ ولم تنزل فیھما خاصۃ الاٰنہ داج لقاعدۃ التنزیل ای مورد الاٰیۃ کان خاصًا والحکم بھا عامًا؛

کیونکہ آیت اصحاب ابی بن سلول رئیس منافقین اور اصحاب محمد کے تنازع میں نازل ہوئی ہے جیساکہ بخاری ومسلم نے انس سے روایت کیا جو لباب النقول جلد ۲ صفحہ ۹۸ باسناد الشیخین طبع مصر وجلالین طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ وغیرہ میں ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ اس جگہ مومنین کا اطلاق مسلمین پر ہوا ہے اگرچہ ایمان واسلام ظاہر کرتے ہوئے بھی ان میں بعض منافقین تھے (بلکہ یقینًا سردار منافقین ابی بن سلول اور اس کے ساتھی ایک طرف ہیں اور اصحاب محمد دوسری طرف) یا تغلیبًا عظمت شان مومنین کا اطلاق ہوا ہے جیساکہ ابوین اور قمرین وعمرین وظھرین کا محاورہ ہے اور قصہ علی ومعاویہ بعد نزول آیت کے واقع ہوا ہے کوئی اسی واقعہ پر خاص طور پر نہیں اتری بلکہ اس واقعہ کو بلحاظ مورد خاص وحکم عام کے اس کے تحت میں لا سکتے ہیں۔ (پس اصل شان نزول کو معنے میں مد نظر رکھا جائے گا)۔

بقیہ عہ) حکم دیا ہے اور وہ آپس میں مصالحت کر لینا ہے۔ (پھر کہا) والیضا فیھا دلالۃ علی ان الباغی اذا امسک عن الحروب ترک لانہ فاء الی امر اللہ یعنی اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ باغی جب جنگ سے باز آ جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ خدا کے امر کی طرف پھر آیا ہے۔ یعنی صلح کرنا چاہتا ہے صلح میں حکم قرآن حق تعالیٰ فرماتا ہے لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین پ۲۸ ع ۸۔ وقاتلوا فی سبیل الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ یحب المعتدین پ۲ ع ۸۔ ترجمہ پہلی آیت کا ترجمہ نذیر احمد نے یہ لکھا ہے۔ جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے تو خدا تم کو منع کرتا نہیں کیونکہ اللہ تو منصفانہ برتاؤ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے دوسری آیت کا ترجمہ۔ اور مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت) میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا اللہ کسی زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک مخالفین لڑتے رہیں لڑنا چاہیئے نہ لڑیں تو ان سے صلح کا برتاؤ اچھا ہے۔ اسی طرح معاویہ اور حضرت عائشہؓ جب تک لڑتے رہے جناب امیر لڑے جنگ فرو ہوتی دیکھی اور طرفین کو صلح کی طرف مائل ہوتا دیکھا تو مصلحت صلح کرنے میں دیکھی۔ امام حسنؑ نے بھی تیاری جنگ کی لیکن لشکر نے دغا نہ کی فریق ثانی کو جانچا تو صلح پہ مائل دیکھا صلح فرمالی۔ ۱۲ مترجم۔ ۱؎ یہ روایت بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۷۹ باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس میں موجود ہے مومن کا لفظ منافق پہ اطلاق ہوا ہے کذا فی الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۹۰ باسناد البخاری والمسلم وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی فی شعبہ وکذا فی السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۷۵۔ بعض اہل سنن اخواننا بغوا علینا کلام جناب امیرؑ سے معاویہ کی اخوۃ ایمانی پر غلط استدلال کرتے ہیں حالانکہ ظاہری اسلام کے لحاظ سے مسلمان بھائی

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ) کہا گیا ہے جملہ کلمہ گو بہ ظاہر احکام شریعت کو تسلیم کرنے والے ہونے میں ان کو مسلمان کہنا درست ہے چنانچہ منافقین کو ظاہری احکام برتاؤ میں مسلمانوں کے برابر رکھا گیا بلکہ بیان فلک النجاۃ سے ظاہر ہے کہ مومن کا لفظ بھی منافق پر ظاہری دعوٰی ایمان کے سبب اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے جناب امیرؑ نے فرمایا میں ان سے تاویل قرآن پر جنگ کر رہا ہوں جیسا کہ نبیؐ نے تنزیل قرآن پر کیا یعنی کفار نزول قرآن کے منکر تھے یہ تاویل صحیح کے منکر ہیں اور مطلق اخوت قریش کے لحاظ سے بھی اخواننا کہنا صحیح ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے والی عاد اخاھم ھودا پ۱۲ ع ۵ امام فخر رازی تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۵ میں اس کی تفسیر یہ لکھتے ہیں۔ اتفقوا علی ان ھودا ما کان اخاھم فی الدین واختلفوا فی انه ھل کان اخا قرابة قریبة ام لا (ثم قال) اخاھم ای صاحبھم والعرب تسمی القوم اخ القوم ومنه قوله تعالی کلما دخلت امة لعنت اختھا ای صاحبتھا انتھی۔ ملخصاً بقدر الحاجۃ۔ یعنی اس پر علما کا اتفاق ہے کہ ہود قوم کے بھائی دین میں تو نہیں تھے۔ یعنی الگ الگ تھا پھر اس میں ان کا اختلاف ہے کہ کیا ہودؑ قوم کے قریبی رشتہ دار تھے یا نہ (پھر کہا) بھائی سے مراد ساتھی ہے اور عرب قوم کے ساتھی کو قوم کا بھائی نام رکھتے ہیں اسی قسم میں سے خدا تعالی کا فرمان ہے جب ایک قوم داخل ہوتی ہے اپنی بہن قوم کو یعنی ساتھی قوم کو لعنت کرتی ہے۔ انتہی۔ یہ محاورہ تو ہر زبان میں ہے اور قرآن کریم میں ہے الی ثمود اخاھم صالحا پ۱۲ ع ۶ والی مدین اخاھم شعیبا پ۱۲ ع ۸۔

اور ابتدا کلام جناب علی کا جو خوارج کے مقابلہ میں فرمایا یہ ہے لم تقولوا عند رفعھم المصاحف حیلةً وغدرًا ومکرًا وخدیعةً اخواننا واھل دعوتنا استقالونا واستراحوا الی کتاب اللّٰه سبحانه فالرأی القبول منھم والتنفیس عنھم فقلت لھم ھذا امر ظاھره ایمان وباطنه عدوان واوله رحمة واخره ندامة فاقیموا علی شانکم والزموا طریقتکم وعضوا علی الجھاد بنواجذکم (الی ان قال) ولکنا اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیه من الزیغ والاعوجاج والشبھة والتاویل نہج البلاغہ ص۸۱/۸۲، ابن ابی الحدید سنی شرح اس کلام میں لکھتا ہے اس لفظ مسلمان بھائی بولنے سے مقصود فقط ذمی اور بت پرستی لوگوں سے ان کی تمیز ہے نہ حقیقی ایمان سے مومن بھائی، اور منافقوں پر اطلاق لفظ مومن کی بحث مفصل آئندہ فلک النجاۃ میں آئے گی۔ نیز حضرت امیر کے لشکریوں نے جب اخواننا کا اطلاق مخالفین پر ظاہری اسلام کی بنا پر کیا علیؑ نے ان کے ساتھ خطاب میں حسب مجازات شاکلہ و مسامحت یہی لفظ استعمال فرمایا۔ جیسے خدا پاک کے کلام میں ہے جو پیغمبر عیسٰی کی زبان مبارک سے صادر ہوا ہے تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك۔

بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ

عہ ازالۃ الخفا جلد ۱ ص۱۱ میں استیعاب سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن اشعری فقیہ شام نے معاویہ کی نسبت ظاہر کیا ای مدخل لمعاویة فی الشوریٰ وھو من الطلقاء یعنی شوریٰ خلافت میں معاویہ کو کیا دخل ہے حالانکہ وہ طلقاء سے ہے۔ اس کے حاشیہ پر طلقاء کا معنے یہ لکھا ہے الذین اسلموا یوم الفتح ومن علیھم وکان فی اسلامھم ضعف۔ یعنی جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور نبیؐ نے ان پر مروت کی چھوڑ دیا اور ان کے اسلام میں ضعف تھا یعنے معاویہ ضعیف الاسلام اور مؤلفۃ القلوب لوگوں سے تھا ۱۲ مترجم۔

فی التاریخ الکامل وکتب (الحسنؑ) الی معاویہ لو اثرت ان اقاتل احدا من اهل القبلة لبدأت بقتالك فانی ترکتك لصلاح الامة وحقن دمائها. کذا فی الامامة والسیاسة ج۲ ص۱۸۳ وکذا فی النیل. وفی الصواعق اخرج البزار وغیرہ انه لما استخلف (الحسن) بینما هو یصلی اذ وثب علیه رجل فطعنه بخنجر وهو ساجد ثم خطب[له] الناس فقال یا اهل العراق اتقوا الله فینا فانا امراؤکم وضیفانکم ونحن اهل البیت الذین قال الله فیهم انما یرید الله الاٰیة فما زال یقولها حتی ما بقی احد فی المسجد الا وهو یبکی.

اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ میں ہے امام حسن نے معاویہ کی طرف لکھا اگر میں کسی اہل قبلہ سے جنگ چھیڑتا تو پہلے تیرے ساتھ شروع کرتا (مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا) اور تجھے محض مصلحت امت اور اس کے بچاؤ قتل عام سے چھوڑ دیا ہے اور اسی طرح الامامت والسیاست جلد ۲ ص۱۸۳ اور نیل الاوطار میں ہے۔ اور صواعق صفحہ ۸۳ میں ہے بزار وغیرہ نے حسنؑ سے روایت کی ہے کہ جب ان کی خلافت کا زمانہ تھا تو حالت نماز میں امام علیہ السلام پر ایک شخص نے سجود کے وقت خنجر کا وار کیا امام علیہ السلام خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے اہل عراق خدا سے ڈرو ہمارے حقوق کی نگہداشت کرو یاد رکھو ہم تمہارے سردار اور اس وقت تمہارے مہمان ہیں اور ہم اہل بیت ہیں جن کے حق میں حق تعالیٰ نے انما یرید الله الاٰیۃ فرمایا اسی طرح کچھ وقت تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ کوئی آدمی مسجد میں ایسا باقی نہ رہ گیا تھا جو روتا نہ ہو دیکھئے لوگ مگر مخالفین میں ایسے مبتلا تھے کہ قرآن و اہل بیت کی ذرا پرواہ نہ کر کے گمراہی کے اعلیٰ پیمانہ پر پہنچ چکے تھے

(بقیہ حاشیہ) خدایا تو میرے نفس کی باتیں جانتا ہے میں تیرے نفس کی باتیں نہیں جانتا اور کلام منقولہ بالا جناب امیر سے اور فوائد بھی نکلتے ہیں یہ کہ معاویہ کے گروہ کا قرآن نیزوں پر بلند کرنا مکر و فریب و غدر کے طریق پہ تھا۔ ظاہر میں ایمان تھا باطن میں نہ تھا۔ جہاد کے لئے علی کا ارادہ تھا۔ مگر قوم نے اطاعت نہ کی۔ اخواننا فی الاسلام سے ظاہری اسلامی بھائی فرمایا۔ اسلام اس گروہ کا کجی و گمراہی و شبہات سے ملا ہوا تھا۔ اور جو دوسری جگہ حضرت امیرؑ نے فرمایا ہم دونوں گروہوں کا دعویٰ ایک ہی ہے ایمان کے بغیر ہم کچھ زیادہ نہیں چاہتے اس کا مطلب یہی ہے کہ ظاہری دعویٰ ایمان میں دونوں گروہ برابر ہیں کوئی دوسری بات مطلوب نہیں۔ فقط ایک گروہ میں تاویل فاسد اور کجی ہے باطن کچھ اور ہے ظاہر کچھ اور اسی کی درستی مطلوب ہے تاکہ منافقت دور ہو۔

اور ازالۃ الخفا جلد ۱ ص۱۵۳ میں شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں ایک ہی دعویٰ کا مطلب اس حدیث میں لا تقوم الساعة حتی یقتتل فئتان عظیمتان دعواهما واحدة یہ ہے کہ اہل مصحف بر دانند کہ درمیان ما و شما این قرآن است و حضرت مرتضیٰ فرمود کہ این قرآن صامت است و من قرآن ناطقم۔ انتہیٰ یعنی قرآن کے عامل و قائل ہونے کا دعویٰ ایک ہی ہے مگر قرآن ناطق سے معنی و تاویل سمجھنا حق اور اس کی اطاعت کے گمراہی ہے جس پہ جنگ ہوئی

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفی الفتح والکامل[۱] وتاریخ الطبری وغیرها انه لما بایع الناس الحسن بلغه مسیر معاویة فی اهل الشام الیه فتجهز هو والجیش الذین کانوا بایعوا اباه وساروا من الکوفة الی لقاء معاویة وجعل قیس بن سعد بن عبادة علی مقدمته فی اثنی عشر الفا فلما نزل الحسنؑ المدائن نادی مناد فی العسکر الا ان قیس بن سعد قد قتل فانفروا فنفروا السرادق الحسن[۲] فنهبوا متاعه حتی نازعوه بساطا کان تحته وطعن بخنجر فی بطنه۔ انتهی۔

اور فتح الباری اور تاریخ کامل اور تذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۱۲) تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۲ اور روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵) وغیرہ میں ہے کہ لوگوں نے جب امام حسن سے بیعت کی اور ان کو شام سے معاویہ کی لشکر کشی کی خبر پہنچی تو امام نے بمعہ ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت علیؑ سے بھی بیعت کی تھی تیاری کی اور کوفہ سے مقابلہ معاویہ کے لئے روانہ ہوئے اور قیس بن سعد کو امام نے آگے بارہ ہزار کا سردار بنا کر بھیجا جب امام حسنؑ مدائن میں اترے کسی نے (اندرونی دشمن نے) لشکر میں (غلط) آواز دی خبردار قیس بن سعد قتل ہو گیا ہے تم بھی بھاگ جاؤ چنانچہ سب بھاگ گئے اور اور خیمے امام حسنؑ کو بھی لے گئے بلکہ اسباب سامان امامؑ کا بھی لوٹ کر لے گئے تا اینکہ بستر و مصلے امامؑ کا بھی نیچے سے کھینچ لیا اور امام علیہ السلام کے پیٹ میں خنجر لگائی۔

(بقیہ حاشیہ) انوار اللغۃ پ ۲۱ ص ۱۶۵ میں ہے چنانچہ ایک روایت میں معاویہ سے منقول ہے وہ کہتے تھے میں جانتا ہوں کہ عثمان کے بچانے میں علی علیہ السلام نے سب سے زیادہ کوشش کی ہے مگر ہمارا مطلب بغیر جھوٹ کہے نہیں بنتا یہ معاویہ کی پولٹیکل چال تھی تاکہ شام کے لوگ حضرت علی سے لڑنے پر مستعد ہوں۔ ۱۲ مترجم۔

[۱] یہ خطبہ مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ میں ان الفاظ سے ہے۔ نحن حزب اللہ المفلحون وعترة رسول اللہ الاقربون واهل بیته الطاهرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفهما رسول اللہ والثانی کتاب اللہ لا یخطعنا تاویله بل قیقن حقائقه فاطیعونا فاطاعتنا مفروضة اذ کانت بطاعة اللہ والرسول واولی الامر مقرونة دفان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والرسول ولو ردوه الی الرسول (الآیۃ) الخ ۱۲ المترجم۔ صفحہ ہذا [۲]۔ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں بعینہ اسی طرح ہے اور کامل ص ۱۶۲ اور طبری جلد ۶ ص ۹۲ میں ہے کہ امام حسنؑ نے خطبہ فرمایا اے اہل عراق تین باتوں پر میں تم سے بیزار ہوا ہوں ایک میرے باپ کو تم نے قتل کیا دوسرا مجھے نیزہ مارا اور ارادہ قتل کیا تیسرا میرا سامان لوٹ لیا۔ ۱۲ مترجم۔ [۲] اسی طرح ہے مروج الذہب بر حاشیہ کامل جلد ۶ صفحہ ۶۱ و طبع جدید مصر جلد ۲ ص ۳۰۶ میں ہے اور زیادہ کیا کہ جب امام حسنؑ کو مخالفت اپنے ہمراہیوں کا یقین ہو گیا تو صلح کی طرف مجبوراً مائل ہو گئے۔ عقد الفرید جلد ۳ ص ۲۶۵ میں ہے اہل کوفہ پر یہ اعتراض صحیح ہے کہ انہوں نے امام حسنؑ کو نیزہ مارا اور لشکر کو لوٹا اور منتشر کیا اور امام حسینؑ کو دعوت دینے کے بعد بڑی خستہ حالت میں شہید کیا۔ نیز انوار اللغۃ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

من النصائح الکافیۃ وکذا فی الاصابہ وھکذا فی حیوٰۃ الحیوان وزاد فلما خرج الحسن عدا علیہ الجراح الاسدی قاتلہ اللہ وھو یسیر معہ فوجاہ بالخنجر فی فخذہ لیقتلہ فقال الحسن قتلتم ابی بالامس وثبتم علی الیوم تریدون قتلی زھدا فی العادلین ورغبۃ فی القاسطین واللہ لتعلمن نباءہ بعد حین ثم کتب الی معاویۃ بتسلیم الامر الیہ۔ الخ وفی تاریخ الخمیس قال مکث الحسن نحوا من ثمانیۃ اشھر لا یسلم الامر الی معاویۃ الخ

کذا فی النصائح الکافیہ صفحہ ۱۵۵ والاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۳ اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں اسی طرح ہے بلکہ زیادہ لکھا کہ جب امام حسنؑ نکلے تو جراح اسدی نے خدا اس کو خوار کرے ان پر حملہ کیا اور حالانکہ ہمراہ امام کے سفر کر رہا تھا (یعنی ان کے ساتھیوں میں سے تھا) تو اس نے قتل کرنے کے ارادہ سے امام علیہ السلام کی ران میں خنجر چلا دی امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کل میرے باپ کو تم لوگوں نے قتل کیا اور تم میرے اوپر حملہ کر رہے ہو اور میرا قتل چاہتے ہو عادلین کی جماعت سے نکل کر ظالمین کی جماعت میں رغبت سے داخل ہونے کے لئے آمادہ ہو۔ خدا کی قسم ہے کہ تم اس

بقیہ حاشیہ ۱۲ پ صفحہ ۵۵ میں مولوی وحیدالزمان لکھتے ہیں "مترجم کہتا ہے بعضے کم علم لوگ معاویہ کی خلافت کی حقیت اس وجہ سے ثابت کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے خلافت چھوڑ کر ان سے صلح کر لی۔ اور خلافت ان کے حوالہ کر دی۔ حالانکہ امام عالی مقام نے خوشی کے ساتھ یہ امر نہیں کیا۔ بلکہ مجبوری سے جب انہوں نے آپ کو زخمی کیا اور آپ کا خیمہ لوٹ لیا تو اپنے ناناؐ کی امت کی تباہی آپ نے منظور نہیں کی۔ اور مجبوراً خلافت سے دست بردار ہو گئے" اور ۱۶ پ صفحہ ۹ میں لکھا اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ ہمارے امام اور شہزادے نے اپنی خوشی سے یہ خلافت معاویہ کو نہیں دی۔ بلکہ مجبوری سے آپ نے دیکھا کہ میرے ساتھی لوگ در پردہ معاویہ سے سازش رکھتے ہیں اور معاویہ جنگ پہ تلا ہوا ہے۔ (اس کے بعد لکھا) آپ معاویہ کو ظالم اور غاصب جانتے تھے۔ اور ہرگز خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح اسی کتاب کے ۱۴ پ صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے اور سعد بن ابی وقاص صحابی منجملہ عشرہ مبشرہ کا معاویہ کو امیر المومنین نہ سمجھنا لکھا ہے یعنی اس نے معاویہ کو سلام کیا تو کہا السلام علیک ایہا الملک اور یہ نہیں کہا یا امیر المومنین۔

تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۱۳ میں ہے سدی کہتا ہے امام حسنؑ نے معاویہ سے جو صلح کی تو رغبت دنیا کے لئے نہ تھی بلکہ محض اس واسطے کہ جب اہل عراق کا غدر و مکر معلوم کیا اور یہ خوف ہوا کہ یہ لوگ امامؑ کو معاویہ کے سپرد کر دیں تو عجب نہیں ۱۲ مترجم

ب صفحہ ابدا ۵۱ کذا فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۵ طبع مصر عن الباقرؑ ۱۲ مترجم۔

وفی حیوٰۃ الحیوان خطب الحسن ثم قال اما بعد[1] فان اکیس الکیس التقی واحمق الحمق الفجور وان ھذا الامر الذی اختلفت انا و معاویۃ فیہ ان کان لہ فھو احق منی بہ وان کان لی فقد ترکتہ لہ ارادۃ لاصلاح الامۃ وحقن دماء المسلمین ثم رجع الی المدینۃ و اقام بھا فعوقب علیٰ ذٰلک فقال (علیہ السلام) اخترت ثلاثا علی ثلاث الجماعۃ علی الفرقۃ وحقن الدماء علی سنکھا والعار علی النار[2]۔ وفی الصواعق فکان اصحابہ (ای الحسن) یقولون لہ یاعار المؤمنین فیقول العار خیر من النار وقال لہ رجل السلام علیک

جدا تھوڑے وقت کے بعد پا لوگے۔ آخر امام حسنؑ نے معاویہ کی طرف امارت سپرد کرنے کے لیے لکھدیا (وکذا فی السیرۃ الحلبیہ طبع مصر جلد ۳ ص ۳۲۳) اور تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۳ میں ہے امام حسنؑ نے قریباً آٹھ ماہ تک امارت کو معاویہ کے سپرد کیا الخ۔ اور حیواۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۵۴ میں ہے۔ امام حسنؑ علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور فرمایا لیکن بعد حمد الٰہی کے پس تحقیق بڑی دانائی تو پرہیزگاری ہے اور بڑی حماقت گنہگاری ہے اور ضرور یہ امارت جس میں معاویہ اور میرا اختلاف ہے اگر اس کا حق ہے تو وہی زیادہ حقدار ہے اور میرا حق ہے تو میں نے اس کو اصلاح امت اور خون مسلمین بچانے کے لئے ارادۃً چھوڑ دیا ہے پھر امامؑ مدینہ کی طرف رجوع فرما کر وہاں ہی مقیم ہوئے اور جب لوگ زجر و عتاب کرنے لگے کہ کیوں صلح کی ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا میں نے تین امر کو تین پر پسند کیا ہے جماعت اسلام رکھنے کو تفرقہ باعث فساد پر اور خون بچانے کو خون بہانے پر اور عار و شرم کو آتش جنگ پر۔ اور صواعق صفحہ ۸۱ میں ہے اصحاب امام حسنؑ کے امام سے کہتے تھے اے باعث شرم مؤمنین کے تو آپ فرماتے تھے عار نار[3]

[1] تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۴۲ وطبری جلد ۶ صفحہ ۹۵ میں خطبہ امام حسنؑ میں زیادہ لکھا ہے کہ فرمایا اے لوگو! ہم تمہارے سردار ہیں اور مہمان ہیں اور ہم اہل بیت تمہارے نبیؐ کے ہیں وہ جن سے اللہ تعالیٰ نے پلیدی کو دور کر کے پاک کر دیا ہوا ہے اور اس کلمہ کو مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ کوئی آدمی مجلس میں نہ رہا جو روتا نہ ہو اور آہ و بکا اور چیخ کی آواز مسموع ہوئی الخ صواعق ص ۸۶ میں بھی باسانید حسنہ الفاظ حدیث کامل وطبری کے نحن اہل بیت نبیکم الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا مروی ہیں اللہ صواعق میں انا من اھل بیت الذین الخ وارد ہے اور نیز صواعق محرقہ مطبعہ مصر صفحہ ۸۱ و استیعاب جلد ا صفحہ ۱۴۴ و روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۸ و کامل وطبری وغیرہ میں الفاظ خطبہ امام حسنؑ میں یہ بھی ہے کہ معاویہ کا غلبہ ہوجانا تمہارے لئے آزمائش ہے باین الفاظ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین ۱۲ اور یہ خطبہ امام حسنؑ کا تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۱۳ میں بھی مذکور ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وطھرنا تطھیرا و نحن حزب اللہ المفلحون و عترۃ رسولہ المطھرون واھل بیتہ الطیبون الطاھرون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ فیکم فطاعتنا مفروضۃ بطاعۃ اللہ یعنی فرمایا ہم کو اللہ تعالیٰ نے خوب پاک کیا ہے ہم گروہ نجات یافتہ اور عترت

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

یا مذل المؤمنین فقال لست بمذل المؤمنین ولکنی کرھت ان اقتلکم علی الملک ثم ارتحل من الکوفۃ الی المدینۃ واقام بھا الخ۔ وھکذا فی تاریخ الخلفاء ولا یخفی ان صلح الحسن وخلعہ مما لابد منہ لہ لانہ کان اشد اضطرارًا من ابیہ لما لم یبق معہ عن عسکرہ رجل بل طعنہ رجل منہ وخالفہ اصحابہ ونھبوا متاعہ حتی لبساطہ والمصلی وکانوا یقولون بافواھہم مالیس فی قلوبہم فصالح معاویۃ بشروط ولم یف ھویھا ولم یخف نقض عھدہ ھذا مافیہ درایہ لمن لہ ھدایۃ ولنکتف بما حررنا خوفًا للاطناب ولدینا مزید۔ و الاٰن نشرع فی بیان توابعہ و لواحقہ۔

نار جنگ سے اچھی ہے اور ایک شخص نے امام کیلئے کہا تجھ پر سلام ہو اے مومنین کے خوار کرنے والے تو فرمایا میں خوار کرنے والا مؤمنین کا نہیں ہوں لیکن مینے ملک کے لئے تمہارا قتل کرانا ناپسند سمجھا ہے (خلافت نبوت میرے پاس ہی ہے) پھر کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں مقیم ہوئے اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۰ میں ہے۔ اور مخفی و پوشیدہ نہیں کہ صلح امام حسنؑ اور خلافت کا چھوڑ دینا ان کے لئے ایک ضروری امر تھا کیونکہ وہ اپنے باپ سے زیادہ لاچار و مجبور تھے اس واسطے کہ کوئی آدمی لشکر کا ان کے ساتھ بااخلاص نہ رہا بلکہ اپنے لشکر میں سے ایک آدمی نے ان کو خنجر لگا دی اور اصحاب امام کے سب مخالف ہو گئے تا اینکہ بستر و مصلے تک ان کا سامان بھی لوٹ لیا اور موںہہ سے باتیں کرتے تھے جو ان کے دل میں نہ ہوتی تھی صرف منافقانہ چالیں تھیں لہذا امام نے معاویہ سے کچھ شرطوں پر صلح کر لی۔ جن پر معاویہ نے وفا نہ کی اور وعدہ خلافی سے نہ ڈرا۔ یہ وہ امر ہے جس میں ہدایت یافتہ شخص کے لیے فہم آ جاتی ہے۔ اور ہم بخوف طوالت اپنی اتنی تحریر پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ اور بہت کچھ ذخیرہ اس مضمون کا ہمارے پاس ہے اب ہم اس مضمون کے توابع و لواحق کو شروع کرتے ہیں؛

(بقیہ حاشیہ) رسول پاک ہیں اور اس کے اہل بیت طیب و طاہر اور ثقلین کی ایک فرد جن کو رسولؐ نے تم لوگوں میں خلیفہ چھوڑا پس ہماری اطاعت اور فرمانبرداری خدا کی اطاعت کے ساتھ تم پر واجب ہے۔ ع۵ نار سے جنگ کی تشبیہ قرآنی محاورہ ہے دیکھو کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفاھا اللہ پ۶ مائدہ رکوع ۹ وجہ صلح کی مثل صواعق امامۃ و السیاسۃ جلد ا صفحہ ۱۳۰ میں بھی ہے (ع۶) امام حسنؑ نے معاویہ کو خلیفہ حق نہیں سمجھا) کتاب شیعہ علل الشرائع باب ۱۵۹ صفحہ ۸۱ میں ابی سعید سے مروی ہے کہا میں نے امام حسنؑ کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ لم داھنت معاویۃ وصالحتہ وقد علمت ان الحق لک دونہ و وانہ ضال باغ۔ اے ابن رسول آپ نے معاویہ سے کیوں ظاہرداری کی صلح فرمائی حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ حق آپ کا ہے اور

ع۵ یعنی چونکہ ایسی حالت میں کہ کوئی ظاہرًا معاون آدمی میرے ساتھ نہیں جنگ ممنوع ہے اور میں کو ارادہ کو عمل میں لاؤں تو نار دوزخ کا خوف ہے اس لئے عار کی پرواہ نہیں کی گئی ۱۲ مترجم۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الفصل الثانی

فی بیان انصار معاویۃ واعوانہ

فمنھم مروان بن الحکم والی مدینۃ النبی ص فانہ کان والیا وحاکما علی المدینۃ من معاویۃ بن ابی سفیان وفی الصواعق المحرقۃ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اھل بیتی سیلقون بعدی من امتی قتلا و تشریدا وان اشد قومنا لنا بغضا بنو امیۃ وبنو المغیرۃ وبنو مخزوم صححہ الحاکم لکن فیہ اسماعیل والجمھور علی انہ ضعیف لسوء حفظہ وممن وثقہ البخاری فقد نقل الترمذی عنہ انہ ثقۃ ومقارب الحدیث۔ ومن اشد الناس بغضا لاھل البیت مروان بن الحکم و کان ھذا ھو سر الحدیث الذی صحح الحاکم ان عبد الرحمٰن بن عوف قال

فصل دوئم:- در بیان مددگاران معاویہ۔

پس ان میں سے ایک مروان بن حکم ہے جو مدینہ پر منجانب معاویہ بن ابی سفیان حاکم وامیر مقرر تھا اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۸ میں ہے نبیؐ نے فرمایا تحقیق میرے اہل بیت قریب ہے کہ میرے بعد میری امت سے قتل اور پریشانی وتشویش کی تکالیف اٹھائیں گے اور ہمارے برخلاف سخت دشمنی کرنے والی قوم بنو امیہ اور بنو مغیرہ وبنی مخزوم ہیں اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا لیکن اس میں اسماعیل راوی ہے اور جمہور نے اس کو ضعیف کہا بسبب ضعف حافظہ کے لیکن بخاری نے اسکو ثقہ کہا ہے چنانچہ ترمذی نے اس سے روایت کیا ہے کہ وہ ثقہ اور اچھی حدیث بیان کرنے والا ہے جاننا چاہیئے کہ سخت بغض رکھنے والا اہل بیت سے مروان بن حکم ہے اور یہی راز اس حدیث میں ہے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے یہ کہ عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا۔ کوئی

(بقیہ حاشیہ) معاویہ گمراہ اور باغی ہے امام حسن فرمانے لگے اے ابا سعید کیا میں حجت خدا نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا کیا میں وہ نہیں جس کے لئے اور اس کے بھائی کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا اماماں قاما او قعدا دونوں امام ہیں حسنؑ وحسینؑ کھڑے ہوں یا بیٹھ جائیں میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا اے ابا سعید میری مصالحت با معاویہ کا سبب وہی ہے جو رسولؐ کی مصالحت کا بنی حمزہ اور بنی اشجع اور اہل مکہ سے حدیبیہ میں تھا۔ اولئک کفار بالتنزیل ومعاویۃ واصحابہ کفار بالتاویل (الی ان قال فی روایتہ) بایع الحسنؑ معاویۃ علی ان لا یسمیہ امیر المؤمنین وکذا فی مستدرک الوسائل جلد ۲ ص۴۵۴ یعنی فرمایا جن سے رسول نے صلح فرمائی وہ قرآن اترنے سے منکر و کافر تھے اور معاویہ مع جماعت خود تاویل قرآن سے ویسے ہیں پھر اس کی روایت میں ہے امام حسن نے معاویہ سے اس بات پر بیعت کی یعنے وعدہ کیا کہ اس کو امیر المومنین کے نام سے نہیں پکاریں گے۔ انتہی ملخصا ثابت ہوا کہ معاویہ کو امام نے امیر المومنین تسلیم نہیں کیا فقط سلطنت چھوڑ دی اور جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔ باقی حاشیہ

اگلے صفحہ پر

كان لا يولد لاحد مولود الا اتى به النبيؐ صلعم فيدعو له فادخل عليه مروان ابن الحكم فقال[1] هذا الوزغ ابن الملعون ابن الملعون وروى بعده لا بيسير عن محمد بن زياد قال لما بايع معاوية لابنه يزيد قال مروان سنة ابي بكر رض وعمر رض فقال عبد الرحمن بن ابي بكر[2] سنة هرقل وقيصر فقال له مروان انت الذي انزل الله فيك والذي قال لوالديه اف لكما فبلغ ذلك عائشة رض فقالت كذب والله ما هو به ولكن رسول الله لعن ابا مروان[3] ومروان في صلبه ثم روى عن

لڑکا نہیں پیدا ہوتا تھا مگر وہ نبیؐ کی خدمت میں پیش کیا جاتا اور اس کے لیئے دعا فرماتے تھے۔ لیکن جب مروان بن حکم کو لایا گیا تو فرمایا گرگٹ[1] پسر گرگٹ ہے ملعون پسر ملعون کا ہے اور اس کے بعد ہی محمد بن زیاد سے روایت ہے اس نے کہا جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیئے بیعت کرائی تو مروان کہنے لگا یہ سنت ابی بکرؓ اور عمرؓ کی ہے عبد الرحمن پسر ابی بکر رض نے کہا نہیں یہ سنت تو ہرقل وقیصر بادشاہان کی ہے۔ پس عبد الرحمن کو مروان نے جواب میں کہا تو وہ ہے کہ تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اوتاری ہے اور جس نے ماں باپ کے لیئے اف کلمہ بے ادبی کا کہا[4] تو بی بی عائشہ رض صاحبہ نے یہ سن کر کہا کہ مروان جھوٹ بولتا ہے واللہ آیت اس کے حق میں نہیں اتری لیکن رسول اللہؐ نے مروان کے باپ کو لعنت کی تھی اور مروان اس کی پشت میں تھا لعنت کا حصہ لے رہا تھا

بقیہ حاشیہ) انوار اللغت کتاب سنی سے بھی اس بات کو لکھا جا چکا ہے کہ امام حسنؑ معاویہ کو ظالم وغاصب جانتے تھے۔ ۱۲ مترجم

[1] بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے مروان کے ذکر میں اس نے بیان کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی ابو ہریرہؓ کہتا ہے میں ان سب کے نام لے سکتا ہوں کہ بنی فلاں وبنی فلاں ہیں انوار اللغۃ پ ۲۶ ص ۱۳۶ میں ہے بھلا ان دونوں (امام زین العابدین اور ابن عمرؓ) کو چھوڑ کر ایک بدمعاش مفسد شخص مروان سے کیوں بیعت کی جب اس زمانہ کے مسلمانوں کا جس وقت تک صحابہ رسولؐ زندہ تھے یہ حال ہوا تو وائے ہمارا زمانہ پھر اس زمانہ میں مسلمان جو ظلم وتعدی اور ناحق کوشش کریں وہ کچھ بعید نہیں ہے ۱۲ مترجم۔ [2] ایک جانور مکروہ شکل کی مثال فرمائی ہے ۱۲ مترجم۔ [3] اصابہ ابن حجر ترجمہ عبد الرحمن بن عبد اللہ جلد ۴ صفحہ ۱۶۸ میں اسی طرح مذکور ہے اور بعد اس کے عبد العزیز زہری سے روایت کیا کہ معاویہ نے عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کی طرف بعد دعوت بیعت یزید کے ایک لاکھ روپیہ بھیجا مگر عبد الرحمن نے واپس کر دیا اور کہا کہ میں اپنے دین کو دنیا کے عوض میں فروخت نہیں کرتا۔ ۱۲ مترجم۔ [4] کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۸ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۲۰ ۱۲ مترجم۔

عمرو بن مرۃ الجهنی وکانت له صحبة ان الحکم بن العاص استاذن علی رسول الله ص فعرف صوته فقال ائذنوا له علیه لعنة الله وعلی من یخرج من صلبه الا المؤمن منهم وقلیل ما هم یترفهون فی الدنیا ویضیعون فی الاخرۃ ذوو مکر وخدیعة یعطون فی الدنیا وما لهم فی الاخرۃ من خلاق کذا ذکر ذلک کله الدمیری فی حیوۃ الحیوان۔ انتهی من الصواعق۔

پھر روایت عمرو بن مرۃ الجہنی سے لکھی جس کو صحبت رسول ص کی بھی حاصل تھی کہ حکم بن عاص نے رسول اللہ ص کے پاس اذن حاضری کا طلب کیا تو حضرت نے فرمایا اذن اس کو دے دو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور نیز اس پر جو اس کی پشت سے پیدا ہوگا۔ سوائے مومن کے مگر وہ بہت ہی تھوڑے ہوں گے یہ لوگ دنیا کی نعمتوں پر خوش حال ہوں گے اور آخرت کو ضائع کر دیں گے بڑے مکار اور دغاباز ہوں گے دنیا میں ضرور حصہ لیں گے مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس سارے مضمون کو علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان ج ۲ صفحہ ۳۴۸ میں لکھا ہے ختم ہوئی عبارت صواعق کی۔"

(اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۱۱ ونسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۴۱۱ میں بھی ہے)

۵۵ اسی طرح تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۳۲ میں طبقات ابن سعد سے منقول ہے ابو یحیٰ کہتا ہے مروان نے حسنین ع کو کہا تم اہل بیت ملعون ہو امام حسین نے فرمایا رسول اللہ ص نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی اور تو اس کی صلب میں تھا حصہ لیتا رہا۔ ہم وہ اہلبیت ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور کیا اور حق پاک کرنے کا پاک کیا۔ اور صفحہ ۱۳۳ میں باسناد ابن سہام روایت کیا کہ ابن زیاد بوقت اسیری اہلبیت کے حضرت زینب سے کہا الحمد للہ کہ خدا نے تم لوگوں کو قتل وخوار کیا۔ جناب زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا الحمد للہ کہ خدا نے ہم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عزت دی اور ہم کو پاک کیا حق پاک کرنے کا اور فاسق شرمسار ہوگا۔ الخ ۱۲ مترجم۔

۵۶ یعنی حکم کی اولاد سب پر لعنت ہے وہ دنیا پرست آخرت سے لاپرواہ ہوں گے۔ سوائے مومنین کے جو قلیل ہوں گے یعنے اس کی اولاد سے مومنین جن کو خارج کیا گیا ہے بہت کم ہی پیدا ہوں گے۔ ۱۲ مترجم

واعلم قد ثبت ان جنازۃ الحسنؑ رمیت بالحجارۃ وغیرہا ومنع من الدفن

جاننا چاہیے۔ بتحقیق ثابت ہوا ہے کہ جنازہ امام حسنؑ کی پتھروں وغیرہ کے مارنے سے بےحرمتی کیگئی اور روضہ نبوی میں دفن کرنے سے

شیخین کا روضہ رسولؐ میں دفن ہونا اور اس پر سوال و جواب

لے واقعہ جنازہ امام حسنؑ کا اور ان کی نعش اطہر سے امت کا سلوک ایسا عبرت خیز اور درد انگیز ہے جس کو سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ امت نے فرمان رسول خداؐ کی کچھ پروانہ کی بلکہ سخت مقابلہ اور مخالفت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لحد میں بے چین کیا۔ کہاں وہ دن جب اس مدینہ طیبہ میں امام موصوف کو دوش نبویؐ کی سواری حاصل تھی اور کہاں یہ حالت جبکہ جام شہادت پی چکے ہیں کسی کو ان کی ذات بابرکات سے کسی اذیت کا وہم وگمان بھی نہیں اور باوجود اس کے مسلمانوں نے بے قصور نعش اطہر کو تیروں اور پتھروں کا نشانہ بنادیا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون تو اس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہ تھی۔ کہ روضہ نبویؐ سلطنت کے قبضہ میں تھا اور بادشاہ وقت جس کو روضہ کے اندر جانے کی اجازت دیتا وہ جاسکتا تھا دوسرے کی مجال نہ تھی اس لئے جب امام حسینؑ حسب وصیت اپنے بھائی کے ان کی نعش مبارک کو بغرض دفن قریب روضہ کے لائے تو مخالفین آل رسولؐ جن کا مقصد اعلیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے تحقیر و تذلیل اہل بیتؑ اور لوگوں کے دلوں سے محبت و عزت بلکہ عترت پاک کا مٹانا تھا مقابلہ بلکہ مقاتلہ پہ آمادہ ہو گئے۔ اور اس قدر توہین کی جو درج کتاب ہو چکی ہے۔ اب چونکہ یہ واقعہ پیش نظر رکھتے ہوئے ایک اعتراض کا جواب منکشف ہو جاتا ہے لہذا ہم صورت اسی اعتراض اور اس کے جواب کی ناظرین کی دلچسپی و تبصرہ کے لئے بہ تفصیل لکھ دیتے ہیں۔ صورت اعتراض محبان ثلاثہ کی برخلاف محبان اہل بیتؑ کے یہ ہے کہتے ہیں کہ شیعان علیؑ شیخینؓ سے محبت نہیں رکھتے بلکہ بعض شیعہ تو واقعات آل محمدؐ پڑھ کر ایسے بیتاب ہو جاتے ہیں کہ ثلاثہ کو کامل الایمان نہیں جانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ان کے برتاؤ سے جو انہوں نے آل محمدؐ سے رکھا آثار نفاق کے پائے جاتے ہیں حالانکہ حضرات ثلاثہؓ رسول کریمؐ کے حضورؐ میں تاحیات حاضر رہے اور نبیؐ نے ان کو نہ نکالا اور نہ قتل کیا بلکہ بعد وفات کے بھی شیخینؓ کو اپنے ہمراہ روضہ میں دفن کرالیا اس قدر انس کے ہوتے ہوئے ان کے برخلاف کب شبہ ناراضگی رسولؐ کا یا ان کے نفاق کا باقی رہ سکتا ہے کیونکہ آیت لئن لم ینتہ المنافقون الآیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی منافق قرب وجوار سید الابرار میں نہیں رہا تھا۔ صورت جواب کی منجانب شیعہ کے یہ ہے۔ اگرچہ منافق کا لفظ ثلاثہؓ کے حق میں مترجم استعمال نہیں کرتا۔ مگر سوال کی کمزوری جتلانے کے لئے بفرض قول نفاق کے طریق پر جواب دیا جاتا ہے۔ پس سنی صاحبان کو پڑھنے سے گھبرانا نہیں چاہیئے کہ استدلال سنیوں کا ثلاثہؓ کے عین حیات حضور صلعم آپ کی خدمت اقدس میں رہنے اور نبیؐ پاک کے ان کو نکالنے اور نہ قتل کرنے سے اس لئے بےجا ہے کہ احادیث و روایات مندرجہ کتاب ہذا سے جو دربیان نفاق بعض صحابہ کے لکھی گئی ہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ میں منافقین بھی شامل تھے اور نبیؐ نے سوائے ظاہر ایذا رساں حکم بن ابی العاص وغیرہ کے کسی کو نہ نکالا اور نہ ہی قتل کرایا اور ثلاثہؓ علانیہ ایذا رساں طبقہ میں نہ تھے بلکہ ان کی خفیہ سازشیں اور پوشیدہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

چالیس تھیں جن کا نتیجہ بعد وفات سرور کائنات کے ظاہر ہوا اور زیادہ قابل ملامت افعال بھی بعد میں ان سے ظہور پذیر ہوئے تو ان کے جلاوطن یا قتل کا حکم صادر کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ حکم رسول کا یہ تھا کہ جو توحید و رسالت وغیرہ ضروریات دین کا ظاہراً قائل ہو اس کا خون و مال محفوظ ہو جاتا ہے اور جب ایسے اشخاص کی نسبت کوئی نفاق کی علامات ظاہر ہوتیں اور کوئی کہہ دیتا تھا کہ یا حضرت اس کو قتل کیجئے تو فرماتے تھے ۔ ایسے لوگوں کو قتل کرنا مناسب نہیں کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے تحقیق محمد اپنے اصحاب کو قتل کر دیتا ہے ۔ پس اس کے قریب ہی نہ جانا چاہیئے ۔ اور اس طرح ترقی مسلمانان کی بند ہو جانے کا اندیشہ ہے دیکھو بخاری مع فتح الباری جلد ۳ ص۳۰۹ یتحدث الناس ان محمد ایقتل اصحابہ اور اس کی تفصیل کتاب ہذا میں آخر فصل نصوص خلافت علی میں اور بیان اطلاق صحابہ برمنافقین میں موجود ہے ملاحظہ فرمایئے اور اسی کی مؤید ہے آیت ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک یعنی اگر ترش رو اور سخت دل ہوتا تو تیرے گرد کوئی نہ ٹھیرتا سب دور ہو جاتے اور آیت جاھد الکفار والمنافقین کی تفسیر میں شیعہ و سنی سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان[ص] مراد ہے دیکھو جلالین وغیرہ جملہ تفاسیر، یعنی دلائل اور حجج ساطعہ سے مجاہدہ کرنا اور بکرات مرات تعلیم و تفہیم سے سرزنش کرنی مقصود ہے اور واغلظ علیھم سے بھی مراد وقتاً فوقتاً زجر و توبیخ علانیہ یا اشارات کے ذریعہ سے خجالت دینا مقصود ہے ۔ ورنہ عمر بھر میں رسول اللہ کا اس آیت پر نعوذ باللہ عمل نہ کرنا لازم آتا ہے کیونکہ کوئی جنگ منافقین سے نہیں فرمائی اور نہ قتل عام یا جلاوطنی کا حکم صادر فرمایا حالانکہ آخر حیات سرور کائنات تک منافقین کا طبقہ موجود ہونا جملہ آیات و احادیث و تواریخ سے پایا جاتا ہے ۔ اور ایسی تعلیم و تفہیم و توبیخ ثلاثہ کو بھی ہوتی رہی ہے جو کسی قدر اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے اور بوقت ضرورت کافی ذخیرہ جمع کیا جا سکتا ہے ۔

اور روضہ نبوی میں دفن کرنے سے اس واسطے استدلال غلط ہے کہ اس کے واسطے نبی کی وصیت ہوتی یا وارث علم نبوت آل محمد کا حکم ہوتا تو ضرور یہ امر باعث فضیلت اور فخر یا ثواب کا شمار کیا جاتا مگر اس کا قدہ بھر ثبوت نہیں ملتا تو فقط تسلط سلطنت اور غلبہ حکمرانی ہی اس کا سبب تھا کہ جیسا حین حیات میں عوام کو ظاہر قرب مجلس نبوی سے محبوبیت کا دھوکہ لگا رہا ہے ۔ بعد وفات بھی وہی سکہ رائج رہے اور صورت قرب مدفن سے افعال قابل ملامت پر ہمیشہ کے واسطے حجاب حاجز پیدا ہو جائے ۔ اور لوگ یہ خیال کریں کہ ان کی سرگزشت خواہ کیسی ہی گذری مگر قرب نبوی سے ضرور نجات یافتہ ہو گئے ہوں گے جو واقعی ان کی حیلہ سازی ظاہر بین اشخاص کے اعتقاد پر کارگر ہو گئی اور روایت جنازہ ابی بکر رض در خانہ روضہ مطہرہ پر لے جانے اور خود بخود دروازہ کھل جانے اور آواز حبیب حبیب کا مشتاق ہے آئی بروایت خطیب و ابن عساکر خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۸۱۔۲۸۲ میں مذکور ہے جس کے ساتھ خود سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ روایت غریب و منکر ہے اس کی اسناد میں ابوالطاہر موسیٰ بن محمد بن عطا مقدسی ہے جو بڑا کذاب ہے اور وہ عبدالجلیل مری سے روایت کرتا ہے جو مجہول ہے ۔ انتہی ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع اور جھوٹی ہے سنیوں کی من گھڑت ہے ۔ باقی اگلے صفحہ

ص تفسیر در منثور جلد ۳ ص۲۶۲ میں باسناد ابوالشیخ سدی سے اور باسناد عبد بن حمید اور ابن المنذر قتادہ سے اس آیت کی

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ ثانی از) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو یہ حکم دیا ہے کہ تلوار کے ساتھ کفار سے جہاد اور منافقین پر صرف حدود جاری کرنے سے غلظت ظاہر کرے جہاد سے ہر جگہ قرآن میں قتال مراد نہیں ہوتا۔ مجاہدہ سے کوشش و محنت مراد ہوتی ہے۔ دیکھو آیت وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ پ۱۷ ع اخیر ترجمہ رفیع الدین اور محنت کرو بیچ راہ اللہ کے حق محنت اس کی اور دیکھو والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پ۲۱ ع ۳ (ترجمہ رفیع الدین) اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھلا دیں گے ہم ان کو راہیں اپنی اور پ۱۹ ع۳ میں پڑھیئے وجاھدھم بہ جہاداً کبیرا۔ (ترجمہ نذیر احمد) اور قرآن کے دلائل سے ان کا مقابلہ بڑے زور سے کرو (ترجمہ اشرف علی تھانوی) اور قرآن سے ان کا زور شور سے مقابلہ کیجئے ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں ہے بروایت صحیح مسلم از نبیؐ مروی است از ابن مسعود قال قال رسول اللہؐ تخلف خلوف یقولون مالا یفعلون و یفعلون مالا یومرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن الخ یعنی نبیؐ نے فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو کہیں گے کچھ کریں گے کچھ اور یعنی خلاف امر خدا اور رسول کریں گے ایسے لوگوں سے جو جہاد ہاتھ سے کرے وہ بھی مومن ہے نہ ہو سکے تو زبان سے کرے تو بھی مومن ہے نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے تو بھی مومن ہے۔ یہ حدیث آیت جاھد الکفار کی تفسیر سمجھنی چاہیئے اور آیت پ۵ ع۶ سورہ نساء اس کی مؤید ہے۔ اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فاعرض عنھم وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولاً بلیغا یعنی اللہ تعالیٰ ان کے دل کی باتیں خوب جانتا ہے تو ان سے منہ پھیر لے اور ان کو نصیحت کر اور ان کو اندر اندر خوب باتیں سمجھا دو۔ اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ طبع اول مصر میں بذیل آیت یخادعون اللہ والذین آمنوا لکھا ہے۔ منافقین طمع مال غنیمت کے لئے ملے جلے رہتے تھے۔ پس اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ جناب محمدؐ کی طرف وحی فرماتا اور کیفیت مکر و خدیعت منافقین کی جتلا دیتا (یعنی سب کی کیونکہ اکثر کی تو یقیناً جتلائی) پس یہ کیوں نہ کیا اور کیوں ان کا پردہ فاش نہ کیا تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابلیس اور اس کی اولاد کے نابود کر دینے پر قادر ہے ولیکن خدا تعالیٰ نے اس کو باقی رکھا اور اس کو اتنی قوت دی کہ جس طرح چاہے لوگوں کو دھوکہ دیکر گمراہ کرتا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے اور جس کا ارادہ کرے حکم دے سکتا ہے کوئی اس سے وجہ نہیں پوچھ سکتا اور یا خدا پاک نے اس کو اس حکمت کے لئے رکھا ہے جس پر بجز خدا کے کوئی اطلاع نہیں پا سکتا انتہی۔ نیز اسی کے ص۱۸۲ میں بعد ذکر قصہ موسیٰ و خضرؑ کشتی۔ لڑکے۔ دیوار کے فخر رازی لکھتے ہیں۔ (منافقین سے جنگ اور ان کا قتل منع ہے دیکھو حاشیہ بیان وجہ عدم قتال باغ فدک):۔

قال فظھر بھذہ القصۃ ان الحکیم المحقق ھو الذی اجری علی الحقائق لا علی الظاھر فاذا رأیت مایکرھہ طبعک وینفر عنہ عقلک فاعلم ان تحتہ اسرار خفیۃ وحکما بالغۃ وان حکمتہ ورحمتہ اقتضت ذلک؛	یعنی اس قصہ خضر سے ظاہر ہوا کہ حکیم مطلق کے کاموں کی بنا فقط ظاہر پر نہیں ہوتی مخفی حقائق پر ہوتی ہے پس جب تو کوئی ایسا کام وقوع میں آیا دیکھے جس کو تیری طبیعت ناپسند کرے تیری عقل اس سے متنفر ہو تو تم یہ سمجھو کہ اس کے تحت بہت کچھ راز مخفی اور بڑی مصلحتیں ہیں۔

اور تفسیر جاھد الکفار بر طبری کی سے ہوا بڑی صلاحیت بعض صحابہ اطلاق صحابیہ بر منافقین میں ملاحظہ ہو ج ۲ نمبر ۲۰ ...

بقیہ حاشیہ بر صفحہ | خدا کی حکمت اور رحمت اسی کی مقتضی ہوئی۔ الخ

اور آیت لست علیھم بمصیطر کے مطابق پڑھئے فان اعرضوا فما ارسلناک علیھم حفیظا ان علیک الا البلاغ اور فرمایا وما انت علیھم بوکیل اور تم ان پر تعینات نہیں کہ ان کو بھٹکنے نہ دو۔ اور فرمایا فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ پ ۷ ع ۱۹ ترجمہ نذیری۔ پھر اب جو دیکھے اور سمجھے تو اس کا نفع اسی کی ذات کو ہے اور جو دیدہ دانستہ اندھا ہو تو اس کا وبال بھی اسی کی جان پر ہے اور اے پیغمبران سے کہو کہ میں تم لوگوں کا کچھ محافظ تو ہوں نہیں اور پ ۱۱ ع ۱۵ میں ہے افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین۔ ترجمہ نذیری۔ تو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں۔ سلطنت خلیفہ اول کے اختتام پر ان کے جانشین انہی کے بنائے ہوئے خلیفہ تھے اور بی بی عائشہؓ صاحبہ بہ ظاہر مجاورۂ روضہ ان کی دختر تھیں اس آرزو کے پورا ہونے میں کوئی رکاوٹ ان کو پیش آنے کا اندیشہ نہ تھا اور خلیفہ دوم کی وفات پر بنی امیہ کے عروج کی جڑ چونکہ اسی خلیفہ صاحب کی برکت سے مضبوط ہو چکی تھی کہ آپ نے جلیل القدر صحابیوں کو معزول کر کے معاویہ وغیرہ جیسے اشخاص کو امیر مقرر کر کے ان کا اقتدار پیدا کر دیا تھا۔ پھر چھ افراد کے اندر خلافت کو دائر کر کے ایک ایسا مضبوط پیچ لگا دیا تھا جس سے امیر عثمانؓ ہی خلیفہ مقرر ہوں اور جناب علیؑ محروم رہ جائیں تو ایسے ان کے ممنون و مرہون احسان حضرات کی کوشش خلیفہ ثانی کے لئے کافی تھی کہ آپ کی آرزو مثل خلیفہ اول کے پوری ہو گئی اور بی بی عائشہؓ صاحبہ کی خدمت گذاری بھی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول سے کچھ کم نہ کی تھی بلکہ ترقی دی تھی اور ویسے وہ جانتی تھیں کہ ان کے باپ ابی بکرؓ صاحب اور خلیفہ ثانی میں اتحاد یگانگت بمصداق ایک روح و دو قالب کے تھا وہ بھی مانع نہ ہوئیں۔ پھر امیر عثمانؓ مقتول ہوئے تو چونکہ مخالفین و معترضین مہاجرین و انصار وغیرہ کا جم غفیر تھا تو ان کی نعش کو روضہ نبویؐ میں کیا مسلمانوں کے قبرستان میں بھی کسی نے دفن نہ ہونے دیا ورنہ شیخین سے بڑھ کر یہ تو محبوب رسول خدا ہوتے تو بجا تھا کیونکہ بقول سنیان دو دختران محمد رسول اللہؐ کے ذریعہ شرف و سعادت دامادی پیغمبر علاوہ فضائل شیخین کے رکھتے تھے تو اگر رسول خدا کی کشش محبت شیخین کو کھینچ کر روضہ کے اندر لے گئی ہے۔ تو امیر عثمانؓ کو بطریق اولیٰ موقعہ دیا جاتا مگر لوگ بر خلاف ہو گئے تو جگہ نہ ملی۔ معلوم ہوا کہ اندر دفن ہونے کے لئے خارجی اسباب و تعلقات کا اثر تھا۔ نہ باطنی انجذاب کا۔

اور اسی طرح نعش مطہر امام حسنؑ کے لئے جب امیر مدینہ بمعہ اپنے لشکر کے بلکہ بی بی صاحبہ موصوفہ بھی مانع ہوئے تو روضہ کے گرد و نواح سے بھی نعش پاک کو بکمال بے رحمی و بے دردی کے دور کر دیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غور کا مقام ہے۔ کہ رسول الثقلین کو اپنے لخت جگر سید شباب اہل الجنۃ منصوص مطہر و معصوم کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ تھا کہ ان کو روضہ میں جگہ دینے اور طاقت نبوت کو صرف فرما کر مانعین کو عاجز کر دیتے ورنہ کم از کم روضہ مبارک کے سامنے اس قدر ظلم نہ ہونے دیتے کہ نعش اطہر پر پتھروں یا تیروں کی برسات ہونے پائے مگر حضرتؐ نے اس پر توجہ مبذول نہ فرمائی تو معلوم ہوا کہ روضہ نبویؐ میں کسی کو دفن کرنے یا کسی خود بخود گھسے ہوئے کو اس سے نکالنے میں نبیؐ نے اپنی قوت نبوت کو خرچ نہیں فرمایا اور نہ کسی فعل قبیح خلاف مرضی باقی

حاشیہ اگلے صفحہ پر

رسولؐ کو بزورِ معجزہ کے روکا بلکہ مطابق لست علیھم بوکیل و لست علیھم بمصیطر کے صرف تبلیغ احکام شریعت فرمائی نہ کہ یہ ذمہ داری اٹھائی کہ زبردستی سے لوگوں کو اعمالِ صالح پہ لگائے رکھیں۔ تو جب نبیؐ بکرات و مرات تبلیغ فرما چکے تھے کہ ثقلین کی پیروی کرنا اور ان کی محبت کو فرضِ اعلیٰ سمجھنا اور ان کے مراتب و مدارج عالیہ کا لحاظ رکھنا اور قیامت میں تم سے اس بارہ میں باز پرس ہو گی بعد ازیں تو صرف آزمائش باقی تھی کہ امت کے لوگ کس طرح تعمیل حکم کرتے ہیں۔ خدا اور اس کا حلیم ہے۔ نافرمان بندوں کی نافرمانی پر فوری سزا نہیں دیتا۔ بلکہ وقتِ مقرر تک مہلت دی جاتی ہے ورنہ جو تکالیف مکہ میں رسول خدا کو مشرکین سے پہنچی تھیں یا احد کے جنگ میں حضورؐ کو جو صدمہ پہنچا تھا اس وقت مخالفین سب ہلاک کر دیئے جاتے۔ بلکہ خدا پاک پہلے سے قادر تھا کہ کفار کو پیدا ہی نہ کرتا تاکہ اس کے محبوبین انبیاء کو تکالیف نہ ہوتیں یا شیطان کو ہی پیدا نہ کرتا اور پیدا کیا تھا تو اس کو ظاہر دکھا دیتا کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوتے اور اس کے دام تزویر میں نہ آتے مگر نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے تو جب آزمائش مطلوب ہے یہ سب نمونہ جات آزمائش کے ہیں کہ پیشوا خلائق ہمیشہ بادشاہ وقت نہ ہوں بلکہ ظاہری حالت ان کی دنیاوی عروج سے گری ہوئی اور مخالفین کی رونق دلفریب ہو پھر مومنین با اخلاص ظاہری حالات سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اور حقیقت حال پر غور کر کے اپنے ائمہ ہدیٰ کی اقتدار چھوڑیں تو تب مستحق ثواب و دخول جنت کے ہو سکتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ فلاں فرمانبردار ہوگا اور فلاں نافرمان پھر آزمائش کرتا ہے۔ فرعون کے ایمان نہ لانے کا خدا کو علم تھا مگر موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھیجا اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ جاؤ فرعون نافرمان ہو گیا ہے اس کو سمجھاؤ۔ لعلہ یتذکر او یخشیٰ ممکن ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور ڈر جائے حالانکہ معلوم تھا کہ نہ ڈرتا ہے نہ نصیحت قبول کرتا ہے۔ اسی طرح نبیؐ اگرچہ صحابہؓ میں سے مخالفین و منافقین کو پہچانتے تھے مگر شریعت کے احکام ظاہر پر مبنی ہیں لہٰذا اتمام حجت اور آزمائش اعمالی کا سلسلہ بدستور جاری رکھا۔ نیز غور کیجئے کہ جیسے روضہ نبوی میں بلا اذن و رضائے رسول اللہؐ کے شیخین کو داخل کیا گیا ہے اور ابن الرسول کو روضہ سے روک دیا گیا مگر رسولؐ نے حلم سے برداشت فرمایا اسی طرح بیت اللہ کعبہ شریف میں برخلاف مرضی خدا تعالیٰ کے بتوں کو شریک خدا تصور کر کے داخل کیا گیا اور بت پرستی ہوتی رہی مگر خدا تعالیٰ قہار و جبار نے کوئی انسداد نہ فرمایا بلکہ عرصہ دراز تک حلم کی نظر سے دیکھا جب وقت آیا تو نبیؐ اور علیؑ کے ہاتھ سے کعبہ کو صاف کرا دیا اسی طرح شیعہ کے نزدیک اگر نعشیں ہر دو کی پائی گئیں بعض کے نزدیک نعشیں منتقل ہو گئی ہیں۔ جب وقت آیا تو روضہ نبوی کو صاف کیا جاویگا اور اگر ایسے داخل ہونے سے شرف حاصل ہو جاتا ہے تو خدا کے گھر سے جو شرف بتوں کو حاصل ہوا وہی شیخین کو رسولؐ کے گھر سے حاصل ہو گا جیسا کہ صحبت نبیؐ سے زندگی میں شیخین کو ہدایت نامہ کا فیض حاصل نہ ہوا بعد موت قرب مدفن سے فیض نجات کس طرح حاصل کر سکتے ہیں علاوہ بریں اس دخول روضہ میں ایک طرح صدور جرم لازم آتا ہے کہ جیسا اہل بیت رسولؐ کے مراتب امامت وغیرہ پر شیخین نے قدم رکھا اور ان کو اپنا ماتحت بنا کر رعایا کی مانند مجبور کر رکھا علیٰ ہذا القیاس اصل وارثان روضہ کی

جگہ روضہ میں خود لے لی اور اپنے عہد سے ہی ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ آل رسولؐ کو روضہ کے قریب بھی کسی نے نہ آنے دیا یہی معنی ظلم کا ہے وضع الشیئ فی غیر محلہ یعنی کسی شئی کو اپنے محل و مرتبہ پر نہ رکھنا؛ نیز بلا اذن نبیؐ کے بیت النبیؐ میں داخل ہونا بہ آیت لا تدخلوا البیوت النبی الا ان یوذن لکم کے ممنوع ہے پس نبیؐ کا اذن دینا اس معاملہ میں بالاتفاق ثابت نہیں اور بی بی عائشہؓ صاحبہ کا اذن دینا صحیح نہیں کیونکہ بیوت النبی مشترک تھے. کسی تقسیم کے ذریعہ مقام روضہ کا واحد ملکیت بی بی صاحبہ کا نہ تھا بلکہ بعد وفات نبیؐ کے سب ازواج مستحق سکونتی جگہ لینے کی تھیں نہ کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں یا جسکو چاہیں اپنے رشتہ داران یا تعلقداران سے اس کو دیدیں نو روضہ کی جگہ بلا تقسیم میں ازواج ہی حصہ دار ہوں تو بی بی صاحبہ کا نواں حصہ تھا انہوں نے کس طرح واحد ملکیت تصور کر کے مستقل مقام بنا کر غیروں کے حوالہ کر دیا. مولوی جامی کا شعر ہے ؎

ہر کہ او روئے بہ بہبود نہ داشت ⁂ دیدن روئے نبیؐ سود نداشت

واقعی بجز ایمان کامل کے رسول خدا صلعم کسی اپنے مخالف عہد شکن کو شفاعت کا فائدہ نہیں پہنچاتے تعجب نہ کیجئے بلکہ حدیث حوض پر غور کی نظر فرمایئے. تو تصدیق ہو جائے گی پڑھو سحقاً سحقاً لمن غیّر بعدی جو نبی قیامت میں ایسے لوگوں کی نسبت فرمائیں گے دفع کرو دور کرو ان کو انہوں نے میرے بعد اپنا طرز عمل بدل لیا. تفصیل اس کی بیان حدیث مذکور میں ملاحظہ ہو. ہمارے ہمعصر مولوی ابو الکلام صاحب آزاد سنی المذہب و مسلم رکن اہل جماعت کے مضامین مطبوعہ ۱۹ صفحہ ۱۵ میں اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ حوالہ قلم کیا جاتا ہے. اور جس کو بعینہ علامہ شبلی نعمانی صاحب نے اپنی کتاب المامون مطبوعہ قومی پریس دہلی ص ۱۶۱ میں بیان کیا اور تسلیم کیا ہے قصہ یہ لکھا ہے کہ مامون رشید خلیفہ عباسی نے شہادت امام رضاؑ کے بعد حکم دیا کہ ہارون رشید کی قبر کھود کر اسی میں امام رضاؑ کو دفن کیا جاوے تاکہ امام کی برکت سے رشید کی مغفرت ہو خاندان اہل بیت کے مشہور مداح دعبل نامی( ) نے اس واقعہ کی نسبت ہجو لکھی ہے اس کے اشعار میں سے ایک یہ ہے ؎ ما ینفع الرجس من قرب الزکی ولا لہٗ اور مصرعہ ہے وما علی الزکی بقرب الرجس من ضر (یعنی قرب رجس سے زکی کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور اس کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا. انتہٰی اور اس کی قرآنی مثال ملاحظہ ہو وھو الذی مرج البحرین ھٰذا عذب فرات وھٰذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخاً وحجراً محجوراً پ ۱۹ ع ۳ ترجمہ نذیری جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا ایک کا پانی میٹھا مزے دار اور ایک کھاری کڑوا اور دونوں میں ایک روک اور اٹل آڑ بنا دی وجعل بین البحرین حاجزاً پ ۲۰ ع ۱. ترجمہ نذیری. اور میٹھے اور کھاری دو سمندروں میں حد فاصل رکھی کہ ایک دوسرے سے مل نہ جائیں. پہلی آیت پر مولوی نذیر احمد حاشیہ پر لکھتے ہیں اور کہیں ایسا بھی ہے کہ میٹھا اور کھاری سمندر ایک ہی جگہ ملا ہوا ہے اور دونوں کا پانی اس طرح بہتا ہے کہ ایک سے ایک ملنے نہیں پاتا ایک ہی جگہ دو متضاد اثر موجود ہوتے ہیں طبی طور پر مرض فالج و شقیقہ پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک ہی بدن فرد واحد کی ایک جانب برف میں اور دوسری آگ میں محسوس ہوتی ہے دیکھو بحث مرض فالج شرح اسباب و طب اکبر وغیرہ میں قول شیخ بو علی سینا قال الشیخ وقد یعرض للشق السلیم ان

یکون مشتعلاً کانہ فی نار والآخرۃ المفلوج کانہ فی ثلج اور دیکھو مسجد نبوی مقام قبور مشرکین پر بنائی گئی جہاں ابدان مشرکین خاک ہو کر خاک میں مل گئے جو ہڈی ملی اس کو نکالا گیا مگر جو خاک ہو گئے تھے زمین سے مل گئے وہاں موجود رہے تو کیا قرب نبوی اور شرف مسجد نبوی سے ان پر رحمت برستی ہے ہرگز نہیں مشرکین بدستور عذاب میں مبتلا ہیں اور مومنین کے لئے وہی مقام مورد رحمت ہے اور روضہ من ریاض الجنۃ ہے جن کو مدینہ طیبہ کی زیارت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ روضہ نبوی اور مسجد نبوی الگ الگ نہیں بالکل ایک ہی جگہ ہے جہاں مشرکین کا گورستان تھا لہذا بہت ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ بوسیدہ اجسام مشرکین کی مٹی اس مٹی میں ضرور ملی ہوئی ہے جہاں رسولؐ کی قبر مبارک یا شیخین کی قبریں بنائی گئی ہیں کیونکہ جب وہاں مسجد تیار ہوئی نبیؐ کا گھر بھی ساتھ بنایا گیا اور وہاں ہی قبور بنائی گئیں لیکن وہ خالق قادر صانع مطلق دریا کھاری اور میٹھے کو آپس میں نہیں ملنے دیتا۔ جس نے چار مختلف قسم کے پرندوں کے گوشت ملے ہوئے سے بدستور ہر جنس کے پرندے زندہ کر کے حضرت ابراہیمؑ کو دکھائے وہ اس پر قادر ہے کہ مستحق عذاب روح کو ایک ہی جگہ عذاب کرتا رہے اور مستحق ثواب روح کو آسائش دیتا ہے کسی کو اس میں شبہ نہ ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں منافقین بھی مدفون ہیں۔ اور مومنین بھی مگر کوئی ذی علم و فہم کہہ سکتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کے مطابق جو دوزخی ہیں ان کو رحمۃ اللعالمین کے قرب و جوار سے یا شفاعت سے کوئی فیض پہنچ سکتا ہے ۱۲ مترجم۔

مخالفین کا یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر خدا و رسولؐ کو یہ منظور نہ ہوتا تو شیخین کو روضہ میں دفن نہ ہونے دیتے دروازہ بند ہو جاتا وغیرہ وغیرہ یہ سوال ایسا ہے جیسے کفار نے بت پرستی کے جواز میں یہی دلیل پیش کی تھی وقالوا لو شاء الرحمٰن ما عبدناھم ما لھم بذٰلک من علم ان ھم الا یخرصون پ۲۵ ع ۸، ترجمہ نذیری۔ اور کہتے ہیں کہ خدائے رحمان چاہتا تو ہم ان کی پرستش نہ کرتے ان کو معاملہ تقدیر کی کچھ خبر تو ہے نہیں نری اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔ انتہی۔ اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ امتحان و آزمائش لینے کے سبب سے اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو نہیں روکتا اور شیعہ کی کتاب علل الشرائع ص۱۱۱ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے جو یہ مروی ہے۔ ان اللہ خلق خلقہ من ادیم الارض فمرجع کل انسان الی تربتہ اس واقعہ کو دفن شیخین سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کی مٹی سے پیدا ہوا ہو اسی کے آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں جیسے مشہور ہے کل شیٔ یرجع الی اصلہ واضح ہو کہ ہر قطعہ خورد و کلاں کا حکم الگ ہے۔ مثلاً نماز کی جگہ پاک اور متصل اس کے زمین پلید ہو تو نماز صحیح اور اس کا مقام بدستور پاک رہتا ہے اور نبیؐ کے ساتھ شیخین ایک قبر میں یقیناً دفن نہیں کئے گئے ہر ایک کی قبر الگ اور ہر مدفون کا حال و حکم الگ ہے ایک ہی مقام پر بعض کا زیر باران رحمت ہونا اور بعض کا زیر عذاب ہونا اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو علل الشرائع کتاب شیعہ ص۱۰۸ میں امام صادقؑ سے مروی ہے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ اخبرنا عن الطاعون فقال عذاب لقوم ورحمۃ للآخرین قالوا وکیف یکون الرحمۃ عذابا قال اما تعرفون ان نیران جھنم عذاب للکفار وخزنۃ جھنم معھم

فیھا وھی رحمۃ علیھم یعنی پوچھا گیا طاعون کا حال فرمایئے صادقؑ نے فرمایا کہ ایک قوم کے لیئے رحمت اور دوسری کے لیئے عذاب ہے لوگوں نے عرض کیا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز پر رحمت بھی اور عذاب بھی ہو فرمایا تم نہیں جانتے کہ آگ دوزخ کی کافروں پر عذاب ہے اور خازن دوزخ کے فرشتے انہی کے ساتھ اس میں رہتے آتے جاتے ہیں، ان کے اوپر رحمت ہے۔ انتہیٰ۔ جناب ابراہیمؑ پر جو آگ باغ ہوئی وہی دوسروں کو جلاتی تھی۔ اور شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور سیوطی ص۱۲۲ میں ہے :- فائدۃ فی البدائع لابن القیم قال جماعۃ من الناس اذا ماتت نصرانیۃ فی بطنھا جنین مسلم نزل فی ذٰلک القبر نعیم وعذاب فالنعیم للابن والعذاب للام قال ولا بعد فی ذٰلک کما لو دفن فی قبر واحد مومن وفاجر فانہ یجتمع فی القبر النعیم والعذاب۔ انتہیٰ۔ یعنی علامہ ابن قیم کتاب بدائع میں لکھتے ہیں ایک جماعت اسی کی قائل ہے کہ عورت نصرانیہ جس کے پیٹ میں مسلمان کے نطفہ سے بچہ مسلم ہو مر جائے تو اسی قبر میں عذاب اور نعمت دونوں اترتی ہیں۔ ماں کے لیئے عذاب اور بچے کے لئے نعمت اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں جیسا کہ ایک قبر میں دو آدمی دفن کئے جائیں ایک مومن دوسرا فاسق فاجر پس اس قبر میں نعمت اور عذاب دونوں جمع ہوتے ہیں۔ انتہیٰ۔ خداتعالیٰ اس پر قادر ہے کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ دوزخ اور بہشت قرآن کریم سے ایک دوسرے کے قریب معلوم ہوتے ہیں پ سورہ اعراف میں ہے ع ونادیٰ اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضو علینا من الماء اوممارزقکم اللہ ترجمہ نذیری اور دوزخی پکار پکار کر جنتیوں سے کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو یا تم کو جو خدا نے بڑی فراغت سے روزی دی ہے۔ اس میں سے ہم کو بھی دے ڈالو! ثابت ہوا کہ قرب مقام سے پانی ڈالنا آواز سنا جانا ممکن ہوگا تو اس قرب سے نفع و ضرر دوزخی بہشتیوں کا کسی کے خیال میں نہیں آتا۔

نتیجہ :- ان ادلہ سے معلوم ہوا کہ ہم مکانی سے شیخینؓ کو بصورت غیر مطیع ہونے کے پیغمبر خدا سے بلکہ خود بدن نبی یعنی اس کی پشت سے پیدا ہونے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مطلق ہم مکانی و ہم نشینی بلکہ ہم خوابی نبیؐ کے بدن مبارک سے مس ہونے سے بجز اطاعت خدا و رسول کے اگر کوئی فائدہ پہنچتا تو جناب نوحؑ اور لوطؑ کی بی بیوں یا پسر نوحؑ اور قابیل پسر آدمؑ کو نفع پہنچتا جب ان کو باوجود حصول ان صفات کے عذاب ہوا تو شیخین کو فقط ایک کمرہ میں نبیؐ کے ساتھ دفن ہونے سے کیا اثر مفید پہنچ سکتا ہے۔ اثر نہ ہونے میں قصور ذات فیاض کا نہیں بلکہ مادہ قابل نہ ہونے سے متاثر ہونے والے کی نااہلیت کا سبب ہے!

شیعہ کی طرف سے ایک اور جواب :- ممکن ہے کہ شیخین کی نعشیں قبروں سے فرشتوں نے روضہ سے منتقل کر کے ان کے ہم خیال لوگوں کے پاس پہنچا دی ہوں دیکھو کتاب المصنوع فی احادیث الموضوع مؤلفہ ملا علی قاری حنفی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص۶ ان اللہ ملائکۃ تنقل الاموات قال السخاوی لم اقف علیہ حاشیہ ع۲ ای فی المرفوع وانما ھو من قول ابی ھریرۃ رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفۃ کذا ذکرہ

الحافظ الزین العراقی فی تخریج الاحیاء واستدرک علیہ الشیخ زین الدین القرشی بل اسندہ عبدالرزاق فی مصنفہ وسعید بن منصور فی سننہ عن ابی ھریرۃ ذکرہ البخاری فی تاریخہ عنہ (ترجمہ)

حدیث اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو مردوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھالے جاتے ہیں. سخاوی کہتا ہے میں اس حدیث پر واقف نہیں ہوا یعنی روایت مرفوع نہیں اور فقط حضرت ابوہریرہؓ صحابی تک پہنچی ہے اسی کا قول ہے. اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا اسی طرح اس کو حافظ زین عراقی نے تخریج احادیث احیاء العلوم میں ذکر کیا اور اس پر شیخ زین الدین قرشی نے استدراک کیا اور کہا ہے کہ یہی نہیں بلکہ اس روایت کو باسناد عبدالرزاق محدث نے اپنے مصنف میں اور سعید بن منصور نے اپنے سنن میں اور بخاری نے تاریخ میں ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے. اگرچہ ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی نہیں ہے مگر چونکہ یہ اپنے قیاس سے کہنا صحیح نہیں اور صحابی پر حسن ظن ہے کہ ضرور نبیؐ سے اس کو پہنچا ہوگا لہٰذا حکم مرفوع میں ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مذکور ہے. اور شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور مؤلفہ سیوطی ص۱۱۵ میں ہے. وفی الفردوس للدیلمی عن انس مرفوعاً قال رسول اللہؐ من مات من امتی یعمل عمل قوم لوطؑ نقلہ اللہ الیھم حتی یحشر معھم وفی تاریخ ابن عساکر بسندہ عن عمرو بن اسلم الدمشقی قال مات عندنا بالثغر رجل فدفن فحفر علیہ فی الیوم الثالث فاذا اللبن بحالہ منصوب ولیس فی اللحد شیئ فسئل وکیع بن الجراح عن ذلک فقال سمعنا فی حدیث من مات وھو یعمل عمل قوم لوطؑ سار بہ قبرہ حتی یصیر معھم و یحشر یوم القیامۃ معھم. انتہی. خلاصہ مطلب ان ہر دو روایتوں کا یہی ہے کہ حدیث رسول میں بھی ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہوا کہ مردوں کو ان کے ہم جنس لوگوں کے پاس خدا پاک پہنچا دیتا ہے.

نبی صلعم کا کرتہ بدن مبارک منافق کے گلے میں مفید نہ ہوا — بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۵، ۱۶۰ و ص۱۵۳ طبع مصر باب الکفن فی القمیص بخاری مع فتح الباری جلد ا ص۱۵۰ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۷۹، ۷۰ و ۷۱ و روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۳۵۸-۳۵۹ و فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ ص۲۰۳ و تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۵ ص۸۵ و ص۸۲ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۸ و نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض طبع مصر جلد ۲ ص$\frac{۲۶}{۲۷}$ ۲۸ و در منثور جلد ۳ ص۲۶۶ میں ہے.

عن ابن عباس انہ لما اشتکی عبد اللہ بن ابی بن سلول عادہ رسول اللہ فطلب منہ ان یصلی علیہ اذا مات ویقوم علی قبرہ ثم انہ ارسل الی الرسول صلعم یطلب منہ قمیصہ لیکفن فیہ فارسل الیہ القمیص الفوقانی فردہ وطلب الذی یلی جلدہ لیکفن فیہ فقال عمرؓ لم تعطی قمیصک

یعنی رسولؐ نے عبداللہ بن ابی بن سلول سردار منافقوں کی بیمار پرسی فرمائی اس نے خواہش ظاہر کی کہ آنحضرت صلعم اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور دعا کریں پھر پیغام بھیجا اور آنحضرت صلعم سے آپ کا قمیص کفن کیلئے طلب کیا پس نبیؐ نے اپنا اوپر کا قمیص بھیجا. عبداللہ نے واپس کر دیا اور وہ قمیص طلب کیا جو متصل بدن مبارک آنحضرت کے تھا. تاکہ اس سے وہ کفن دیا جائے حضرت عمرؓ نے کہا آپ اپنا قمیص ایسے نجس خبیث کو کیوں دیتے ہو آپ نے فرمایا میرا قمیص اس کو

الرجس النجس فقال صلعم ان قمیصی لا یغنی
عنہ من اللہ شیئًا فلعل اللہ ان یدخل بہ
الفًا فی الاسلامؔ وکان المنافقون لا یفارقون
عبد اللہ فلما راُوہ یطلب ھذا القمیص و
یرجون نیفعہ اسلم منھم یومئذٍ الف
من الخزرج الخ یہ کبیر کی عبارت ہے۔
بخاری میں یہ بھی ہے۔ ان النبیؐ اعطا قمیصہ
لعبد اللہ بن ابی المنافق تبرکًا ونفث فیہ من
ریقہ مثل ما فی الکبیر فی شرح البخاری للعینی
جلد۴ ص۲۶ طبع مصر

کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا خدا کے عذاب سے اس کو نجات
نہیں دلا سکتا مگر میرے اس عمل سے ایک ہزار آدمی کے
اسلام میں داخل ہو جانے کی امید ہو سکتی ہے۔ چونکہ
منافقین عبداللہ سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے تھے
جب دیکھا کہ رسولؐ سے نفع کی امید پر قمیص طلب کیا
ہے ان میں سے ایک ہزار آدمی قبیلہ خزرج سے
داخل اسلام ہو گئے اور بخاری کی روایت میں
ہے کہ آنحضرتؐ نبیؐ نے تبرکا عبداللہ منافق کو دیا اور اس
پہ اپنا لعاب دہن پاک بھی لگایا۔ انتہی۔
جب نبیؐ صلعم کے بدن پاک سے مس ہوا کرتہ

اور آپ کا لعاب دہن مبارک تبرکا بدن فاسق کو لگنے سے نفع نہیں پہنچا سکتا تو قرب مقامی سے بغیر ایمان کامل وعمل صالح کے کیونکر نفع پہنچ سکتا ہے نیز رسولؐ کے منافقوں کے ساتھ سلوک رکھنے میں بہت حکمتیں و مصلحتیں پوشیدہ ہوتی تھیں جن پہ ہر فرد بشر خبر نہیں پا سکتا۔ چنانچہ تعلیق گذشتہ و اطلاق صحابہ بر منافقین میں مذکور ہے۔ اور آیت لئن لم ینتہ المنافقون کا معنے جو معترضین نے سمجھا ہے وہ غلط ہے در حقیقت اس آیت میں چند گروہ شریر منافقین کی زجر و توبیخ منظور تھی جو رسول اور مومنین کو ایذائیں پہنچاتے تھے جب یہ آیت اتری تو وہ ان شرارتوں سے باز آ گئے اور اس سزائے مشروط سے بچ گئے جو بصورت باز نہ آنے کے ان کو ملنی تھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت مذکورہ سورہ احزاب پارہ ٢٢ میں اس طرح ہے۔ لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ ترجمہ۔ منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینے میں جھوٹی جھوٹی افواہیں پھیلایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئیں گے تو اے پیغمبر ہم تم ہی کو ایک نہ ایک دن ان پر اکسائیں گے پھر یہ لوگ مدینے میں تمہارے پڑوس میں ٹھہرنے پائیں گے نہیں مگر چند دن عارضی طور پر پھر ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے (ترجمہ نذیر احمد مرحوم) اسی کا حاشیہ نمبر۲ یہ ہے ۔ جھوٹی افواہیں پھیلانے کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کے لیے جاتا تو کچھ لوگ مدینے میں بری افواہیں پھیلاتے پھرتے کہ مسلمان ہارے اور بھاگے اور مارے گئے ان افواہوں کی وجہ سے مجاہدین کے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تشویش ہوتی تھی اور یہ آیت انہی افواہ بد پھیلانے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مگر اگلی پچھلی آیتوں کی مناسبت سے ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے افک کی طرف اشارہ ہو تو عجب نہیں جس کا بیان مفصل

سورہ نور میں گذر چکا۔ مولوی نذیر احمد کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو جھوٹی افواہیں اڑاتے تھے جن میں فاذ فین بی بی عائشہؓ بھی شمار ہو سکتے ہیں اور بعض دیگر مفسرین کے نزدیک ان کے حق میں اتری ہے جو نبیؐ اور مومنین کی ازواج سے بوقت خروج قضائے حاجت کے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور اسی سبب سے رسول خدا و مومنین کو ایذا پہنچاتے تھے۔ جس پر دو قسم کا حکم پروردگار عالم نے صادر فرمایا ایک تو نبیؐ اور مومنین کے لئے کہ تم اپنی عورتوں کو حکم دو کہ با احتیاط چادروں کو اوڑھ کر پردہ کر لیا کریں تاکہ شناخت ہو سکیں اور ان کو منافقین ایذا نہ پہنچا سکیں اور پھر منافقین کو تنبیہ فرمائی کہ اگر ان شرارتوں سے باز نہ آویں تو اے نبیؐ ہم تمہیں کو ان پر مسلط کر کے حکم دیں گے کہ ان کو قتل کیا جائے یا جلا وطن کیا جائے اور ذلیل و خوار کر دیئے جائیں گے لیکن بصورت اذا فات الشرط فات المشروط کے جب منافقین ان شرارتوں سے باز آگئے تو اس سزائے مشروط کی نوبت نہ پہنچی۔ اس آیت سے ہر گز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس آیت کے بعد کوئی منافق حضرت کے پاس مدینہ میں نہ رہا ہو بلکہ سورت توبہ جو سورت فاضحہ کے نام سے بھی موسوم ہے اور آخر سورہ قرآن سے نزول میں بیان کی جاتی ہے بے شمار آیات پر مشتمل ہے۔ جن میں منافقین اس وقت کے پوشیدہ حالات و انتظامات اور ان کی حیلہ سازیاں وچالبازیاں مذکور ہیں یہ امر ساری سورۃ پڑھنے سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے جو آیت مبحوث فیہا کے بعد اتری ہے منجملہ ان کے اس جگہ چند آیات سورہ مذکورہ سے نمونہ کی لکھ دی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين یعنی اور خود مدینے کے رہنے والوں میں سے بھی جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں اے پیغمبر تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ سو ابھی تو ہم دنیا میں ان کو دوہری ماریں گے۔ (ترجمہ نذیر احمد) اسی کا حاشیہ ۱؎ دوہری مار سے شاید یہ مراد ہو کہ پہلے مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ٹھیرے۔ پھر در پردہ کافروں کا ساتھ دیا اور وہ مغلوب ہوئے۔ ازیں سو رانده وزاں سو در مانده۔ دوسری آیت ويحلفون بالله انهم لمنكم وما هم منكم یعنی اور مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں۔ تیسری آیت يحلفون بالله ما قالوا یعنی یہ منافق اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو یہ بجا بات نہیں کی؛

ولقد قالوا كلمة الكفر۔ حالانکہ ضرور انہوں نے کلمہ کفر کہا الخ وهموا بما لم ينالوا کے حاشیہ میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے منافقوں کی بہت سی شرارتوں کا ذکر کیا ہے الخ آخر آیت میں فرمایا فان يتوبوا يك خيرا لهم وان يتولوا يعذبهم الله عذابا اليما في الدنيا والآخرة یعنی سو یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کریں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر نہ مانیں تو اللہ ان کو دنیا و آخرت میں بڑا عذاب دے گا۔ ترجمہ نذیر احمد) اس سورت کی ان آیات و دیگر ہمو قسم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک منافقین سے بعض لوگ نفاق پر قائم رہے اور توبہ کے لئے تعلیم ہوتی رہی اور اگرچہ ظاہر شرارتوں سے باز آگئے یا ان خاص قسم کی شرارتوں یعنی عورتوں سے چھیڑ چھاڑ اور جھوٹی افواہیں اڑانے سے بخوف سزائے سخت کے باز آگئے۔

مگر خفیہ شرارتوں سے کہ آخر تک باز نہ آئے اور اس آیت میں باز نہ آنے پر عذاب دنیا و آخرت سے ڈرایا گیا ہے عذاب دنیا سے ویسا ہی مراد ہے جو نذیر احمد صاحب نے سنعذبھم مرتین میں بیان کیا ہے یعنی مسلمانوں میں غیر معتبر مشہور ہونا اور وقتاً فوقتاً شرمندگی حاصل ہونا اور اسلام کے بالکل مٹانے کی تجاویز میں ناکامیاب ہو کر حیران و پریشان رہنا پس بعد آیت لئن لم ینتہ المنافقون کے مخصوص شرارتوں سے وہ باز آ گئے مگر ایسے منافق باقی رہے جن سے بعض تو اس قدر پوشیدہ تھے۔ کہ نبیؐ بھی ان کو بظاہر مومن خیال فرماتے تھے نہ منافق جیسا کہ لا تعلمھم نحن نعلمھم سے ظاہر ہے تو وہ سزائے مشروط کے مستحق نہ تھے اور نہ کسی پر نافذ کی گئی۔ علاوہ تفاسیر اہل جماعت کے قرینہ قویہ سیاق آیات قرآنی کو پیش کیا جاتا ہے جس سے مغالطہ نہ رہے گا کہ آیت مبحوث فیہا میں یہ مقصود نہیں کہ کوئی منافق نہ رہے ورنہ نکال دیا جاوے گا۔ بلکہ ایذا دہندگان کو تنبیہ ہے کہ اگر ایذا دہی سے باز نہ آئیں تو یہ سزا ہوگی۔ دیگر مقامات قرآنیہ میں بھی جہاں لئن لم تنتہ وارد ہوا ہے وہاں منتہٰے عنہ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے پارہ انیسواں نوحؑ نے فرمایا ان انا الا نذیر مبین ہم تم لوگوں کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور بس۔ یعنی توحید و رسالت و قیامت کو نہ مانو گے تو تم عذاب میں گرفتار ہو گے قالوا لئن لم تنتہ یا نوحؑ لتکونن من المرجومین کہ اگر تو اے نوح اس گفتگو سے باز نہ آیا تو تم کو سنگسار کر دیا جاوے گا۔ اور لوطؑ نے فرمایا اتاتون الذکران من العلمین۔ کیا تم مردوں کے پاس ناجائز طریق سے جاتے ہو؟ یہ ایسا گناہ ہے کہ تم سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا وغیرہ۔ قالوا لئن لم تنتہ یا لوط لتکونن من المخرجین۔ پ۱۹۔ یعنی اے لوط اس کلام سے تو اگر نہ باز آیا تو تم کو جلاوطن کر دیا جائیگا۔ اور پ۱۶ میں ابراہیمؑ نے جب فرمایا یا ابت لا تعبد الشیطن۔ یا ابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمٰن۔ اے ابا جان شیطان کے کہے میں آ کر بتوں کو نہ پوجیئے۔ ابا جان مجھ کو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو خدائے رحمان کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب آ چمٹے تو قال اراغب عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک ابراہیمؑ کے باپ نے کہا کہ ابراہیمؑ کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اگر تو ایسی باتوں سے باز نہیں آئے گا۔ تو ضرور میں تجھ کو سنگسار کروں گا۔ (ترجمہ نذیر احمد) اور پ۶ میں قول کفار ان اللہ ثالث ثلثۃ کے بعد فرمایا وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم۔ یعنی اگر اس قول سے باز نہ آئے۔ جو مذکور ہو چکا ہے تو ان کو دردناک عذاب پہونچیگا۔ اور فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملک پ۲۴ ع۶ نہ رسولؐ نہ شرک کیا اور نہ عمل آپ کے حبط ہوئے۔ تو آیت مبحوث عنہا سے پہلے بھی کوئی منتہٰی عنہ ضرور مذکور ہے اور وہ صاف ثابت ہے کہ ایذائے نبیؐ و ایذائے مومنین جو عورتوں کے ذریعہ اور جھوٹی افواہوں اور تہمت لگانے کے ذریعہ منافقین سے پہونچتی تھی اس سے اگر باز نہ آئے تو یہ سزا ملے گی۔ اس آیت مبحوث فیہا کے ماقبل کو بمعہ ترجمہ نقل کر دیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۝ والذین یؤذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا ۝ یا ایھا النبیؐ

قل لازواجك وبنٰتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذٰلك ادنٰى ان يعرفن فلا يؤذين وكان الله غفورا رحيمًا ه لئن لم تنته المنافقون الخ الاٰية (ترجمہ) نذیر احمد) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت دونوں میں خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بے اس کے کہ انہوں نے قصور کیا ہو ناحق کی تہمت لگا کر ایذا دیتے ہیں تو وہ جھوٹ طوفان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیتے ہیں۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالبًا یہ الگ پہچان پڑیں گی کہ نیک بخت ہیں اور کوئی چھیڑ لگا نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں۔ آخر آیت تک بمعہ ترجمہ پہلے لکھی گئی ہے۔ اس کا ثبوت کہ سورۃ براۃ یعنی توبہ سورۃ فاضحہ کے نام سے موسوم اور احزاب کے بعد بلکہ سب سور سے پیچھے اتری ہے یہ ہے۔ تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۷ میں بروایت بخاری و مسلم کے براء بن عازب سے مروی ہے آخر سورت نزلت براۃ یعنی آخر سورت جو اتری ہے براۃ ہے اور صفحہ ۲۸ میں حدیث عثمانؓ سے ہے کہ مشہور یہی ہے کہ براۃ آخر قرآن سے ہے باعتبار نزول کے اور صفحہ ۵۵ میں ہے براۃ کا نام توبہ بھی ہے اور فاضحہ نیز اس کا نام ہے۔ بخاری نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عباس سے سورۃ توبہ کی نسبت پوچھا تو اس نے کہا توبہ کیا بلکہ یہ فاضحہ ہے (یعنی منافقین کی فضیحت کے لئے اتری ہے) جب تک اترتی رہی ہے ہر ایک کا اس میں ذکر آتا رہا ہے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے تھے کہ کوئی ہم سے نہیں بچنے لگا سب کے لئے کچھ نہ کچھ زجر مذکور ہوگی۔ عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ جس سورۃ کو تم توبہ بولتے ہو۔ یہ سورۃ العذاب ہے اور قتادہؓ سے مروی ہے کہ یہ سورہ فاضحہ المنافقین ہے اور بعض نے حفرہ کہا ہے کیونکہ اس میں منافقین کے دلی حالات کو کھود کر نکالا گیا ہے۔ اب اس کا ثبوت کہ منافقین عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے یہ ہے۔ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ مصر میں باسناد بخاری کے بی بی عائشہؓ سے مروی ہے کہ سودہؓ زوجہ نبیؐ قضائے حاجت کیلئے نکلیں تو امیر عمرؓ نے ان کو کہا تو سودہؓ ہے ہم پر مخفی نہیں (اور بخاری باب سے خروج النساء الی البراز صفحہ ۲۶ مطبوعہ کرزن پریس میں یہ الفاظ ہیں قد عرفناك یا سودۃ یعنی ضرور ہم تو پہچان گئے ہیں کہ تو سودہؓ ہے) پھر جناب سودہؓ جب واپس تشریف لائیں تو نبیؐ کے پاس شکایت کی کہ امیر عمرؓ نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں تو سودہؓ فرماتی ہیں کہ نبیؐ پر وحی ہوئی اور فرمایا قضائے حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں خروج کا اذن دیا ہے (اس کے بعد اسی صفحہ میں ہے) اور ابن سعد نے ابی مالک و حسن و محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ نبیؐ کی ازواج رات کو قضائے حاجت کے لئے نکلا کرتی تھیں اور کچھ لوگ منافقین سے بیبیوں کا تعرض کرتے تھے جس سے ان کو ایذا پہنچتی تھی۔ اس بات کا حضرت کی خدمت میں شکوہ ہوا تو آیت اتری۔ ا لخ اور تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ مصر میں باسناد عبدالرزاق و ابن المنذر کے قتادہ سے مروی ہے کہا کچھ لوگ منافقین نے ارادہ کیا تھا کہ نفاق کے ثمرات کو ظاہر کر دیویں تو ان

سے بخاری کتاب التفسیر ج ۳ صفحہ ۱۱ طبع مصر میں ان الفاظ سے ہے۔ یا سودۃ اما واللہ ما تخفین علینا۔ سے سودہؓ خدا کی قسم تو ہم پر چھپ نہیں سکتی ۱۲ مترجم

کے حق میں آیت لئن لم ینتہ المنافقون الخ اتری جب ان کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ڈرایا کتموا ذلک و اسروہ یعنی انہوں نے اپنے نفاق کو چھپالیا اور ان افعال سے باز آ گئے۔ قتلوا تقتیلا کی سزا تب تھی اذا اظہروا النفاق کہ جب منافقت کو ظاہر باہر کر دیتے اور باسناد و عبدالرزاق و عبد بن حمید و ابن المنذر کے طاؤس سے مروی ہے کہا یہ آیت بعض امور عورتوں کے بارہ میں اتری ہے اور عکرمہ و عطا سے باسانید مروی ہے۔ کہا مراد ان لوگوں سے اصحاب الفواحش ہیں؛ نیز سدی و عطا سے مروی ہے وہ لوگ مراد ہیں۔ جن کے دلوں میں زنا کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ انتہے ملخصاً۔ اصل مدار اسی پر ہے کہ جس چیز سے اس آیت میں روکنا اور نہ رکنے پر جزا قتل وغیرہ مطلوب ہے وہ زنا کے لواحق اور جھوٹی افواہ اڑانا اور بہتان لگانا وغیرہ شرارتیں تھیں نہ کہ مطلق نفاق کہ اگر نفاق سے باز نہ آئیں تو یہ سزا مذکوران کو ملے یہ ہرگز اس سے مقصود نہیں کیونکہ وسیع النظر بن علم سے مخفی نہیں کہ جو کچھ کتب احادیث و تواریخ و آیات قرآنی میں اس آیت کے بعد کی نسبت بلکہ بعد وفات نبیؐ کے قیامت تک کی نسبت ہے اس سے منافقین کا وجود پایا جاتا ہے اور نفوذ قتلوا تقتیلا کا نہیں ہوا تو وجہ یہی ہے کہ شرط عدم انتہا کی پوری نہ ہوئی اور جزا بھی وقوع میں نہ آئی۔ اب چند تفاسیر اہل جماعت سے اسی کی تائید لکھی جاتی ہے کہ مراد اس آیت میں منافقین کا اذیت رسانی سے باز آنا ہے نہ کہ منافق بالکل کوئی نہ رہے دیکھو بخاری کرزن پریس ص۱۰۵۳ باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافہ۔ عن حذیفۃ قال ان المنافقین الیوم شر منھم علی عھد النبیؐ کانوا یومئذ یسرون والیوم یجھرون۔ یعنی حذیفہ نے بعد وفات نبیؐ کے فرمایا کہ آج کل کے منافقین نبیؐ کے زمانہ سے بھی سخت ہیں کیونکہ اس وقت تو نفاق چھپائے رکھتے تھے مگر فی زمانہ وہ ظاہر کر دیتے ہیں۔

خیر منافقین کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ظاہر اور مسلم ہے اس پر مجھے وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تفاسیر کے حوالجات پیش کرتا ہوں۔ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ۲ صفحہ ۸۷ میں بذیل حدیث خروج دجال کے لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ منافق اس امت میں ہمیشہ باقی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کا شریک ہو جائے گا۔ (اس سے پہلے حدیث کے ترجمہ میں لکھا وہ دن جب مدینہ سے ہر منافق مرد اور منافق عورت نکل کر دجال کے پاس چل دیں گے۔ (جو مدینہ کے باہر ٹھہرا ہو گا) اور سچے مسلمان منافقوں سے جدا ہو جائیں گے انتہی۔ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۶ ص۵۹۱ میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کا حال بیان کیا جو اللہ و رسولؐ کو ایذا دیتا ہو اور مجاہر کا حال ذکر کیا جو مومنین کو ظاہرا ایذا دے (تاکہ کہا) کہ یہ سب اوصاف ایک شخص میں پائے جاتے ہیں جو واحد بالشخص اور کثیر بالاعتبار ہو مثل آیت ان المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات کے ہے۔ اور تفسیر ابی السعود مطبوع بر حاشیہ تفسیر کبیر بالاعتبار جلد ۷ ص۵۹۰ میں ہے لئن لم ینتہ المنافقون عوا ھم علیہ من النفاق واحکامہ الموجبۃ للایذاء۔ یعنی اگر منافقین اپنے نفاق یعنی اس احکام موجب ایذا پہنچانے سے باز نہ آئیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں فی قلوبھم مرض سے مراد فجور اور زنا لکھا ہے۔ اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ مصر میں نفاق اور فجور دونوں کو منتہا عنہ لکھا ہے اور تفسیر سراج المنیر مطبوعہ نولکشور منقول از مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۲۶۵ مؤلفہ محمد الخطیب میں ہے۔ لئن ینتہ عن

الاخذلی المنافقون ای الذین یبطنون الکفر و یظهرون الاسلام یعنی اگر منافقین جو اندر کفر رکھ کر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں ایذا دینے سے باز نہ آئیں الخ بخاری باب لا یدخل الدجال المدینۃ۔ طبع مصر ج ۴ صفحہ ۲۱ حین یخرج الدجال فیخرج اللہ کل کافر و منافق اور صفحہ میں ہے والمدینۃ تنفی خبثها یعنی دجال کے ظہور پر اللہ تعالیٰ مدینہ سے ہر کافر و منافق کو نکال دے گا اور مدینہ اس پلیدگی کو جو اس میں موجود ہوگی نکال دے گا۔ اور وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰےؐ مؤلفہ شیخ امام سید شریف نور الدین سمہودی مدنی مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۴۳ میں بحوالہ اسناد بخاری و مسلم مروی ہے کہ خروج دجال کے وقت مدینہ طیبہ میں تین زلزلے ہوں گے ہر ایک میں مدینہ ہر منافق و کافر کو باہر نکال پھینکے گا۔ اور دوسری روایت احمد و طبرانی میں ہے ہر منافق عورت کو نکال دے گا جو سب دجال سے جا ملیں گے تو مدینہ میں دجال کو جانے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اور بخاری طبع مصر ج ۴ صفحہ ۱۸۱ میں حذیفہ سے مروی ہے نبیؐ کے وقت کے منافقوں سے بعد وفات کے منافق بہت برے ہیں۔ اس زمانہ میں چھپتے تھے۔ آج نفاق کو علانیہ کرتے ہیں ؛ شل بیان سراج المنیر ودلد۔

فی روضۃ النبیؐ بامر مروانؓ او عائشۃؓ علی اختلاف الاقوال کما ذکر الطبری فی تاریخہ وکذا فی روضۃ الصفاء جلد ۳ صفحہ ۹ طبع بمبئی باختلاف الالفاظ۔ وفی تاریخ ابی الفداء وکان الحسن قد اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہؐ لما توفی ارادوا ذلک وکاد یقع بین بنی امیۃ وبنی ھاشم بسبب ذلک فتنۃ فقالت عائشۃؓ البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ۔

روکا گیا یہ سب کچھ بحکم مروان یا بی بی عائشہؓ صاحبہ کے ہوا جیسا کہ باختلاف قولین ثابت ہے اور اس کو طبری نے اپنی تاریخ جلد ۴ صفحہ ۶۲۵ میں اور صاحب روضۃ الصفا نے جلد ۳ صفحہ ۹ طبع بمبئی میں باختلاف الفاظ بھی ذکر کیا ہے۔ اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ میں ہے امام حسنؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو اپنے نانا کے پاس دفن کیا جائے تو جب فوت ہوئے متولیان جنازہ نے دفن کا انتظام حسب وصیت کیا اور بڑا بھاری فتنہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان پیدا ہونے لگا جس کو بمشکل بند کیا گیا اور بی بی عائشہؓ نے کہا کہ یہ گھر ہمارا ہے میں اس میں دفن کی اجازت نہیں دیتی ہوں۔

لہ تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۲۲ میں ہے کہ جب مروان نے دفن امام حسنؑ کو روک دیا تو اس فعل کی اطلاع معاویہؓ کو دی کہ عثمانؓ بقیع میں ہوا اور حسنؑ روضہ میں یہیں منظور لہٰذا میں نے روک دیا ہے فکتب الیہ معاویہ یشکرہ یعنے معاویہ نے جواب میں شکریہ ادا کیا۔ ابو حزم

سلہ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۷ طبع نولکشور میں ہے کہ بی بی عائشہؓ نے خچر پر سوار ہو کر جنازہ حسنؑ کو روکا کہ میں اپنے حجرہ میں امام کو دفن نہیں ہونے دیتی۔ اس پر شیعان علی نے غوغا کیا کہ کبھی تو اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کرتی ہے اور کبھی خچر پر سوار ہو کر اگر زندہ رہی ہاتھی کی سواری بھی کرے گی اور اسی طرح روضۃ المناظر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۲ میں ہے فمنعت من ذلک عائشۃؓ نقل ابو الفداء حضرت عائشہؓ کا دفن امام حسنؑ کو روضہ نبویؐ سے روکنا تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۲۳ باسناد ابن سعد اور تاریخ کوفی صفحہ ۵۵۹ میں بھی ہے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفی تذکرۃ خواص الامۃ لسبط ابن الجوزی وقال ابن سعد عن الواقدی لما احتضر الحسن قال ادفنونی عند ابی یعنی رسول اللہ ص فقامت بنو امیۃ ومروان بن الحکم وکان والیا علی المدینۃ فمنعوہ و قامت بنو ہاشم لیقاتلہم - الخ وقال الخواجہ حسن نظامی فی رسالۃ محرم نامہ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت حسنؑ کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہو گیا. اور مجبور ہو کر حضرت حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا؛ وفی تاریخ الخلفاء قال ابن عبد البرو روینا من وجوہ انہ لما احتضر (الحسن) یا اخی (الی ان قال) وقد کنت طلبت الی عائشہؓ ان ادفن مع رسول اللہ ص (الی ان قال) فمنعہم مروان فلبس الحسین ومن معہ السلاح حتیٰ ردہ ابو ہریرۃ ثم دفن بالبقیع الی جنب امہ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ وکذا فی حیوٰۃ الحیوان. ولا یخفی ما فعل معاویۃ بالحسنؑ وعاملہ

اور تذکرہ خواص لامۃ صفحہ ۱۲۲ مولفہ سبط ابن الجوزی میں ہے. ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا کہ جب حسنؑ قریب الوفات ہوئے تو فرمایا مجھے میرے باپ یعنی رسول اللہ کے پاس دفن کرنا پس کھڑے ہو گئے نبو امیہ اور مروان بن حکم جو والی مدنیہ تھا اور انہوں نے نعش کو دفن نہ ہونے دیا اور نبو ہاشم بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے الخ (لیکن لوگوں نے بند کر دیا) تذکرہ صفحہ ۱۲۲ میں ابن سعد سے مروی ہے کہ بی بی عائشہ بھی مانعین دفن میں تھی) اور خواجہ حسن نظامی نے رسالہ محرم نامہ مطبوعہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں کہا ہے اور ان کے ساتھیوں نے حضرت حسن کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہو گیا اور مجبور ہو کر حضرت حسن کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا؛ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۱ اخبار الطوال احمد بن داؤد دینوری طبع مصر صفحہ ۲۲۳) میں ہے.

ابن عبد البر نے کہا ہے کہ چند اسانید سے ہم نے روایت کیا ہے کہ تحقیق جب وقت وفات امام حسن کا قریب آیا تو اپنے بھائی امام حسین کو فرمایا اے میرے بھائی. وصیت کرتے ہوئے فرمایا آخر میں نے بی بی عائشہ سے درخواست کی تھی کہ میں رسول اللہ کے ہمراہ مدفون ہونا چاہتا ہوں (حتیٰ کہ کہا) مروان نے ان کو روک دیا پس حسین ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے اور ساتھی ان کے نیز مسلح ہوئے تا آنکہ ابو ہریرہ وغیرہ نے جنگ سے

بقیہ حاشیہ) حضرت عائشہؓ کا جناب امیر علیہ السلام سے رنج کتب ذیل میں درج ہے جس کے سبب سے ان کی اولاد سے ناراض تھیں. فتح الباری شرح بخاری پ ۳ صفحہ ۲۷۳ باب حد المریض ان لیشھد الجماعۃ اور بخاری مع شرح تسہیل القاری پ ۳ صفحہ ۵۳۶ و صفحہ ۵۸۶ میں فائدہ لکھا ہے اسماعیلی کی روایت میں اتنا زیادہ لکھا ہے لیکن حضرت عائشہؓ ان کی بھلائی سے خوش نہیں ہو سکتی تھیں (یعنی علی کی) اور ابن اسحاق کی روایت میں یوں ہے لیکن حضرت عائشہؓ بھلائی کے ساتھ ان کا ذکر نہیں کر سکتیں اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۱ میں ابن عباس سے مروی ہے بحوالہ سہیل یمن جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۱ مضمون تسہیل القاری کا شرح بخاری عمدۃ القاری جلد ہے حضرت عائشہؓ سے یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ انہوں نے علیؑ کا نام رنج سے نہیں لیا اور رد ہو گیا اس کا جس نے کہا کہ حضرت عائشہ نے دوسرے شخص کا نام اس لئے نہیں لیا کہ وہ بدلتا جاتا تھا کبھی علیؑ اسی طرح ارشاد الباری شرح البخاری جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں قسطلانی نے لکھا اور اسی تسہیل القاری صفحہ ۵۹۰ میں ہے مترجم کہتا ہے حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ بعض صحابہ دنیا میں ایک دوسرے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

لا لعنت کردن از لوازم سنت و محبت اہلبیت است
کہ از جملہ فرائض ایمانست و فی ص۱۰۶ در لعن شمر و ابن
زیاد کہ رضا و استبشار انہا باین فعل شنیع قطعی است
من غیر التعارض ہیچکس را دراں توقف نیست :
فی تاریخ الخلفاء قال ابن جریر فی تفسیرہ
باسنادہ رائی رسول اللہ ﷺ بنی الحکم بن ابی العاص
ینزون علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک
فما استجمع ضاحکاً حتی مات وانزل اللہ فی ذلک
وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الآیۃ اسنادہ
ضعیف لکن لہ شواہد من حدیث عبد اللہ
بن عمرو و یعلی بن مرۃ والحسین بن علیؑ و
غیرہم ۔ وقد وردتہا بطرقہا فی کتاب
التفسیر والمسند و اشرت الیہا فی کتاب
اسباب النزول ۱۰ انتہی ۔
و سیاتی بیان احداثہ فی الصلوۃ فی الجلد
الثانی فی باب الصلوۃ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

ومنہم عمرو بن العاص ولاہ
معاویۃ علی مصر ۔ فی نہج البلاغۃ فی ذکر
عمرو بن العاص ۔

مروان اور اس کے تابعداران بنی امیہ سب کے دشمن
ہیں کیونکہ وہ اہل بیت کے دشمن تھے ۔ اور فتاوی
شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳ میں ہے مروان کو لعنت
کرنا ضروریات سنت اور محبت اہل بیت سے ہے
کیونکہ محبت ان کی فرائض ایمان میں سے ہے اور صفحہ
۱۰۶ میں ہے شمر اور ابن زیاد پر جن کی رضامندی اور
خوشی اس فعل قبیح پر بلا کسی تعارض کے یقیناً ثابت
ہے ۔ لعنت کرنے میں کسی کو بھی دیر کرنے یا فکر کرنے
کی ضرورت نہیں اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۹ میں ہے
ابن جریر نے باسناد خود اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے حکم پسر ابی العاص کی اولاد کو منبر نبوی پر
اچکتا ہوا خواب میں دیکھا جو مثل ناچ بندروں کے
نظر آیا نبی ﷺ کو یہ امر اس حد تک برا معلوم ہوا کہ کبھی
حضرتؐ نے وفات تک اس کے بعد تبسم نہیں فرمایا
تھا ۔ یعنی اس قدر مغموم ہوئے کہ مرتے دم تک پھر نہ
ہنسے) اور اسی میں اللہ تعالیٰ نے آیت وما جعلنا
الرؤیا التی اریناک الآیۃ اتاری اگرچہ اسناد اس
کی ضعیف ہے لیکن اس کے لئے اور چند اخبار شاہد
ہیں حدیث عبد اللہ بن عمرؓ اور یعلی بن مروہ اور حسین
ابن علی وغیرہ سے اس کو میں نے بہت طریقوں سے
کتاب تفسیر اور مسند میں درج کیا ہے اور نیز کتاب اسباب
النزول میں میں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے انتہی ۔
اور قریب ہے کہ دوسری جلد میں بدعات مروان
کا جو اس نے نماز میں پیدا کی تھیں باب الصلوۃ میں آئے
گا ۔ اور ان میں سے ایک عمرو بن عاص ہے جس کو معاویہ
نے مصر کا والی بنایا تھا ۔ نہج البلاغۃ ص۲۶ ذکر عمرو بن عاص
میں ہے جناب امیر المومنین نے عمرو کو لکھا ۔

ف۱ ۔ استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۲ و ۵۱۳ میں عمرو کو
مکار مشہور لکھا ہے نیز کہا کہ مرتے وقت عمرو نے کہا کہ دین میں
نے بہت خراب کیا مگر دنیا کا فائدہ بھی پورا نہ اٹھایا ۱۲ مترجم
ف۲ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں ہے کہ معاویہ
نے عمرو بن عاص کو اپنے ساتھ مقابلہ علیؑ میں لانا چاہا کیونکہ
معاویہ کو کہا گیا کہ جب تک عمرو بن عاص جیسا مدبر تیرے ساتھ
نہ ہوگا کام سرانجام نہ ہوگا ۔ تو معاویہ نے عمرو کو بلایا عمرو نے
جواب میں کہا کہ تو علی جیسے شخص برادر رسول و وصی رسولؐ سے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مقابلہ کرا کہ مجھے دین اسلام سے خارج کرنا چاہتا ہے معاویہ نا امید ہوا کیونکہ سب فضائل علیؑ کے عمرو نے جھٹلا دیئے تھے۔ مگر عتبہ بن ابی سفیان نے کہا تم نا امید نہ ہو جاؤ اس کو حاکم بنانے کا حرص دیدو آجائے گا چنانچہ معاویہ نے پھر لکھا اور حکومت کا وعدہ دیا تو عمرو نے لکھا کہ تھوڑے مال پر میں دین کو فروخت نہیں کرتا البتہ مصر کی کل آمدنی اور حکومت دیدے تو تب تیری بیعت کروں گا۔ معاویہ نے بہ گواہی گواہان مصر کا وعدہ لکھدیا اس وقت عمرو جاکر معاویہ سے مل گیا۔ عمرو بن عاص کا مصر کی جاگیر لینے کے وعدہ پر معاویہ سے ملنا عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۳-۱۱۴ میں اور امامۃ والسیاست جلد ا صفحہ ۸۳-۷۳-۷۴ و طبع ثانی صفحہ ۱۱۶ و تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۴۹ و ۵۰ و نور الابصار صفحہ ۸۳ طبع مصر میں بھی ہے عقد فرید میں یہ بھی ہے کہ عمرو نے کہا تو متابعت خود کے لئے ہمیں کہتا ہے دنیا کے واسطے یا آخرت کے لئے آخرت تو تیرے پاس ہے نہیں اور دنیا ہے اگر تم مجھے اپنا شریک کرلو تو تمہارے ساتھ ہو جاتا ہوں اور کہا مصر کی شرط لکھ دو تب ہوگا۔ عمرو نے چند اشعار اس بارہ میں کہے جن میں سے یہ ہیں۔

معاوی لا اعطیك دینی و لم انل بہ منك دنیا فانظرن کیف تصنع

فان تعطنی مصر فاربح صفقۃ اخذت بھا شیخا یضر و ینفع

یعنی اے معاویہ میں تجھ کو اپنا دین نہیں دے سکتا جب تک اس کے عوض تم سے دنیا نہ لے لوں۔ سوچ لے کہ تو کیا کرتا ہے۔ پس اگر تو مجھے مصر دیدے تب بڑے نفع کا مالک ہو جاتا ہے کہ مصر کے عوض ایک تجربہ کار شیخ کو تم نے قبضہ میں کر لیا جو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تاریخ ابو الفداء جلد ا صفحہ ۱۸۶ کی طرح جلد ا صفحہ ۱۲۴ امامۃ والسیاسۃ میں بھی ہے۔ عمرو بن عاص کا حین حیات تک آمدنی مصر لینے رہنے کی شرط پر معاویہ سے جا ملنا (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۵۵ و ۵۶ میں لکھا ہے وذلك لان عمرو بن عاص کان صالح معاویۃ حین بایعہ علی قتال علی ابن ابی طالبؑ علی ان لہ مصر طعمۃ ما بقی الخ اس حالت پر عمرو بن عاص پر نظر رکھتے ہوئے آیت ذیل کو بھی ملحوظ رکھئے :۔ اولئك الذین اشترو الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ فلا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینصرون (پ ۱ س بقرہ ع ۱۰) انوار اللغۃ پ ۳۱ صفحہ ۲۷ میں ہے۔ عمرو بن عاص نے ایسا ہی کیا کہ برابر معاویہ کے ساتھ ہو کر حضرت علیؑ سے لڑتے رہے اور اس صلہ میں معاویہ سے مصر کی حکومت لی اور وہاں جاکر محمد بن ابی بکر کو مردہ گدھے کی کھال میں ڈال کر زندہ جلا دیا۔ اور معلوم نہیں کیا کیا ظلم کئے الخ۔ عمرو بن عاص کی دیانت داری کی مزید تفصیل (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ و طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۴ و اصابہ معہ استیعاب مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۸۱ ترجمہ محمد بن عمرو میں لکھا ہے عمرو بن عاص حضرت عثمانؓ کی موت کے بعد عورتوں کی روتا اور کہتا تھا واعثماناہ اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اس کو ناگوار گذری تھی۔ لہذا ظاہر کرتا تھا کہ یہ خالص حق پر چلتا ہے۔ اس سے فائدہ کی امید نہیں۔ لوگوں کی آوازیں سن رہا تھا کہ کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ اس کو حضرت عائشہؓ وطلحہؓ و زبیرؓ کے سفر کا پتہ ملا تو خوش ہوا۔ پھر معاویہ کا حال سنا کہ وہ حضرت مرتضیٰ کی بیعت نہیں کرتا۔ یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوا۔ اور وہ واقعہ قتل عثمانؓ کو بڑھا کر ظاہر کرتا تھا۔ نیز معاویہؓ کو حضرت علی کی نسبت محبوب تر جانتا تھا۔ عمرو نے اپنے دو بیٹوں سے مشورہ لیا کہ اس بارہ میں تم کیا کہتے ہو۔ حضرت علی کے پاس تو کوئی چیز نہیں ملتی۔ وہ فقط اپنی سبقت و فضیلت پر نازاں ہے۔

باقی اگلے صفحہ پر حاشیہ

اور مجھے کسی امر میں شریک نہیں کرے گا۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ رہنے کا مشورہ دیا۔ کہ تو کوئی دخل نہ دے اور اس کے بیٹے محمد نے کہا تو عرب کے ارکین اور شیوخ سے ہے مجھے یہ پسند نہیں کہ ایسے بڑے کام میں تیرا ذکر تک نہ ہو۔ اور تیری مطلقاً اس میں شرکت نہ ہو۔ عمرو نے عبداللہ سے کہا کہ تم نے میرے دین کے لئے بہتر کہا اور محمد سے کہا تم نے میری دنیا کیلئے اچھا کہا اگرچہ آخرت کے لئے بدتر ہے۔ پھر بمعہ پسران خود معاویہ کے پاس چلا گیا ہر چند معاویہ کو حضرت عثمانؓ کے قصاص لینے میں حق پر کہتا رہا مگر معاویہ نے اس کی طرف چنداں التفات نہ کیا۔ عمرو بن عاص نے معاویہ کو کہا میں تیری مدد کرتا ہوں اور تو ملتفت نہیں ہوتا۔ واللہ ان قاتلنا معك نطلب بدم الخلیفۃ ان فی النفس من ذلك ما فیها حیث نقاتل من تعلم سابقتہ و فضلہ وقرابتہ ولکنا انما اردنا ھذہ الدنیا فصالحہ معاویۃ الخ یعنی خدا کی قسم ہم تیرے ساتھ ہو کر قصاص خون خلیفہ کے نام پر لڑنا چاہتے ہیں اور دل میں جس بات کا خیال ہے وہ معلوم ہے کہ ہم جس سے لڑ رہے ہیں اس کی سبقت اسلام اور فضیلت و قرابت نبیؐ تم سے پوشیدہ نہیں مگر ہمارا ارادہ دنیا کا ہے (اور تو مجھ سے لاپرواہی کر رہا ہے) اس کے بعد معاویہ نے اس سے سمجھوتہ کر لیا۔ انتہی ملخصاً۔ مولوی وحید الزمان پ ص۳۲ میں لکھتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہ اور عمرو بن عاص دونوں مکار اور شریر تھے اور دونوں صاحبوں کے مناقب یا فضائل بیان کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ صرف صحابیت کا لحاظ کر کے ان کے سب و شتم سے باز رہنا ہی کافی ہے ۱۲ مترجم۔

عجبا لابن النابغۃ[1] یزعم لاھل الشام
ان فی دعابۃ وانی امرء تلعابۃ اعافس
وامادس لقد قال باطلا و نطق اثما و شر
القول الکذب انہ لیقول فیکذب و یعد
فیخلف و یسئل فیلحف و یسئل فیبخل
فیخون العھد و یقطع الال انہ لم
یبایع معاویۃ[2] حتی شرط لہ ان یؤتیہ

نابغہ کے بیٹے پر تعجب ہے جو اہل شام کو ظاہر کرتا ہے کہ میرے اندر مزاح پن ہے اور میں بہت بازی اور کھیل کرنے والا ہوں اور کھیل ہی میں مشغول رہتا ہوں۔ تحقیق عمرو نے جھوٹ کہا ہے اور گناہ کی بات کہی اور جھوٹ ہی برا ہوتا ہے تحقیق وہ بولتا ہے تو جھوٹ کہتا ہے اور وعدہ کرے تو خلاف کرتا ہے اور سوال کرتا ہے تو تشدد کرتا ہے اگر اس سے

---

[1] نابغہ ظاہر اور مشہور بالفجور تھی تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۷ میں علیؑ نے عمرو بن عاص کو ابن العاہرہ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے ۱۲ مترجم۔ [2] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۷ میں اور کامل جلد ۳ ص۱۲۶ و مروج الذہب علی الکامل جلد ۵ ص۲۲۵ و جدید طبع جلد ۲ ص۲۷۲ وابی الفداء جلد ۱ ص۱۸۶ و عقد الفرید جلد ۳ ص۱۱۲ ہے حضرت علیؑ نے فرمایا با تحقیق معاویہ اور عمرو بن عاص وابن ابی معیط و حبیب بن مسلمہ وابن ابی سرح و ضحاک نہ صاحب دین ہیں نہ صاحب قرآن نہ ان کو قرآن کی خبر کہ اس میں کیا ہے محض مکر و فریب سے نیزوں پر بلند کیا ہے میں ان کے حیلہ کو خوب جانتا ہوں (آخر میں فرمایا) لا یعلمون ما فیہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں کیا ہے۔ معاویہ مع لشکر قرآن سے بے بہرہ ہیں۔ اسی طرح نور الابصار مطبوعہ مصر ص۸۶ میں ہے اس کے الفاظ میں ہے انما اقاتلھم لیدینوا لحکم الکتاب یعنے جناب امیرؑ نے فرمایا میں ان سے اس واسطے جنگ کرتا ہوں کہ قرآن

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ابن عساکر[۱] ولا منافات بین الروایتین لان طردہ رسول اللہؐ ومروان کان صبیا معہ فکان طریدین ومن العجب ما لعنہ رسول اللہ صلعم وھو فی صلب ابیہ کما روت عائشہؓ وغیرھا ولعلہ انتقم من الحسن ابن النبیؐ علیہ السلام انتقام ابیہ النبیؐ بان کان یسبہ فی حضرتہ لعنہ اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا ومن اعجب ما قال بعض معاصری من العلماء المدرسین ان اخذ الروایۃ من مروان لیس بممنوع وان کان ھاتکا لحرمۃ عترۃ النبیؐ وھو لیس بکذا قال علی علیہ السلام فی نہج البلاغۃ لمروان بن الحکم انھا کف یھودیۃ لو بایعنی بکفہ لغدر بسبتہ ای لو بایع فی الظاھر لغدر فی الباطن قال العلامۃ وحید الزمان الحیدرابادی فی المشرب الوردی جلد ۵ ص ۱۷۱ ونحن اصحاب الحدیث اعداء مروان ومن تبعہ من بنی امیۃ لانھم کانوا اعداء اھل البیت علیھم السلام فی الفتاوی لعبد العزیز الدھلوی ص ۱۹۲ مروین

اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا اور کوئی اختلاف دو روایتوں میں یعنی حکمؑ والد مروان کے مطرود ہونے اور مروان کے مطرود ہونے میں نہیں ہے کیونکہ حکم مطرود ہوا تو مروان ساتھ ہی بحالت خورد سالی تابع اس کے خارج کیا گیا پس دونوں مطرود و ملعونین تھے اور عجب ہے کہ مروان کو بروایت عائشہؓ وغیرہ نبیؐ نے لعنت کی تھی تو شاید اس نے نبیؐ کے بیٹے حسنؓ سے نبیؐ کی لعنت کا بدلہ لیا کہ سب اور لعن امام حسنؑ و علی کو سامنے امام کے کرتا تھا خدا اسے لعنت کرے اور جس کو اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس کے لئے تجھے کوئی مددگار نہیں ملے گا اور اس سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے جو ہمارے ایک ہمعصر مدرس عالم نے مروان کی روایت مسلم ہونے کا فتویٰ دیا ہے باوجودیکہ اس نے مانا ہے کہ وہ دشمن اہل بیت تھا مگر کہا یہ کوئی ایسا سبب جرح راوی کا نہیں۔ نہج البلاغت صفحہ ۹۳ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے مروان بن حکم کے حق میں فرمایا اس کی کف یہودیہ ہے اگر اس نے میری بیعت کر بھی لی تو خباثت باطنی کے سبب سے یہ ضرور دغا کرے گا۔ علامہ وحید الزمان حیدرآبادی نے المشرب الوردی جلد ۵ ص ۱۷۱ میں کہا ہے اور ہم اہل حدیث تو

(بقیہ حاشیہ) اور تنازعات سے سکوت کریں انتہی من التسہیل اور دیکھو حالات بعض صحابہ اس کی تائید میں دیکھو شرح مواقف صفحہ ۷۲۵ میں ہے انکار الفتن والحروب بین الصحابۃ مکابرہ اور تسہیل یمن جلد ۸ ص ۳۱۲ ص ۲۶ میں انگریزی تواریخ حسب ذیل کتب سے صراحۃً حضرت عائشہؓ کا جناب علیؑ سے سخت بغض و دشمنی و کینہ منقول ہے دیکھو انوچی آف اسلام مسٹر جان ڈیون پورٹ تاریخ عروج و زوال سلطنت روم سٹر گبن انسائیکلوپیڈیا لیکچر محمڈن ص ۳۳ انگریزی امیر علی اردو ص ۳۸ ۱۲ منہ مترجم۔

[۱] ممکن ہے دونوں نے روکنے کی کوشش کی ہو ۱۲ منہ مترجم۔ صفحہ ہذا [۱] اس آیت کی تفسیر شجرہ ملعونہ سے مراد بنو امیہ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۶۹۲ میں ہے قال ابن عباس الشجرۃ بنو امیۃ۔ وکذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۴۹ و ص ۲۷۰ باسناد الحاکم والبیہقی و ابی یعلیٰ ۱۲ منہ مترجم۔

مروان من السم ومنع الدفن له فی روضة النبیؐ واللعن علیٰ ابیه علی المنابر بحضرتہ ونقض العهود وفرحه وتکبیرہ بموته.

ولنعم ما قاله خواجہ حسن نظامی فی یزید نامہ صفحہ ٩٥ طبع بیست ١٣٤٩ھ ”اگر سب بیانات تاریخی کو جھوٹا اور بہتان بھی مان لیا جائے تب بھی اس میں تو کوئی شبہ نہیں کر سکتا کہ حضرت امام حسنؑ کا زہر کے اثر سے انتقال تو ضرور ہوا تھا اور اس وقت امیر معاویہ کی حکومت بھی قائم تھی۔ اور ان کے اہل کار ادنیٰ ادنیٰ واقعات و مقدمات کی تفتیش و تحقیق بھی کرتے تھے شرعی حدود جاری رکھتے تھے مجرموں کو سزائیں ملتی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے اتنے بڑے واقعہ کی نہ معاویہ نے تحقیقات کی نہ ان کے کسی اہل کار نے۔ اگر وہ خود اس کے مجرم نہ تھے تو ان کو بحیثیت ایک حاکم کے اس مقدمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تھی۔ اور اصل مجرم کا پتہ نکالنا واجب تھا۔ مگر انہوں نے کچھ بھی نہ کیا اور اس پر اسرار واقعہ کی ذرہ بھی تحقیقات نہ ہوئی۔ انتہیٰ۔

فی مروج الذهب للمسعودی مروان هو طرید رسول اللهؐ الذی غرّبه عن المدینة ونفاه عن جواره وفی کنز العمال عن عائشةؓ کان النبیؐ فی حجرته فسمع حسا فاستنکرہ فذهبوا ونظروا فاذا الحکم کان یطلع علی النبیؐ فلعنه النبیؐ وما فی صلبه ونفاه عاما (ترجمہ)

روک لیا پھر امام حسن بقیع میں یک طرف اپنی ماںؑ کے پاس دفن کئے گئے۔ اسی طرح صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ٨٣ اور حیوٰۃ الحیوان جلد ١ صفحہ ٥٤ میں ہے۔ پس پوشیدہ نہیں جو کچھ معاویہ اور اس کے عامل مروان نے امام حسنؑ کے زہر دینے اور روضہ نبویہ میں ان کے دفن روکنے سے اور ان کے باپ علی کو منبروں پر ان کے سامنے لعنت کرنے سے اور شروط صلح کی وعدہ خلافی سے اور امام حسنؑ کی موت پر خوشی کرنے اور خوشی کی تکبیریں کہنے سے کیا۔

مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی صفحہ ٣٠٢ طبع جلد بدر مصر جلد ٢ صفحہ ٢٢٣ میں ہے مروان سطردو رسول اللہ کا ہے جس کو نبیؐ نے مدینہ سے باہر نکال دیا تھا اور اس کو اپنے پڑوس سے دور فرما دیا تھا۔ اور کنز العمال جلد ٦ صفحہ ٩٠ میں ہے روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہ نبیؐ حجرہ میں تھے باہر کچھ اور آواز کی جس کو مکروہ سمجھا پس لوگ گئے اور دیکھا اچانک معلوم کیا کہ حکم موجود ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف خبرگیری اور جاسوسی کر رہا تھا۔ پس اس پر لعنت فرمائی نبیؐ نے اس کو اور جو کچھ اس کی پشت میں پیدا ہونے والا تھا۔ اور اس کو ایک سال کی جلاوطنی کا حکم فرمایا

(بقیہ حاشیہ) سے

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ جو شخص احادیث سے واقف ہو وہ اس کی تصدیق کرے گا کہ حضرت عائشہؓ کا ملال حضرت علیؑ سے اور حضرت فاطمہؑ کا ملال حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اور معاویہؓ کی خصومت جناب امیر علیہ السلام اور جناب امام حسنؑ سے بروایات صحیح ثابت ہے اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے جو شاہ صاحب پر اعتراض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ سب صحابہ صاف دل تھے یہ دل نہیں مان سکتا واللہ علیٰ ذٰلک شہید البتہ ہمارا کام یہ ہے کہ صحابہ کے مشاجرات

باقی حاشیہ اگلے صفحہ

اتیتہ ویرضخ لہ علی ترک الدین رضیخۃ انتھیٰ ملخصًا۔ وفیہ الیہ فانک جعلت دینک تبعًا للدنیا فاذھبت دنیاک و اٰخرتک ولو بالحق اخذت ادرکت ما طلبت فان یمکنی اللہ منک ومن ابن ابی سفیان اجزکما بما قدمتما وان تعجزا وتبقیا فما امامکما شر انتھیٰ

سوال کیا جائے تو بخل کرتا ہے۔ پس خیانت کرتا ہے عہد میں اور وعدہ توڑ دیتا ہے اس نے معاویہ سے اس وقت تک بیعت نہیں کی جب تک کہ اس سے شرط نہ کرالی کہ اسے کچھ آمدنی سے دیتا رہے گا۔ اور کچھ دنیا اس کو دین حق کے چھوڑ دینے پر دیدے انتہیٰ ملخصًا۔ نیز اسی عمرو بن عاص کی طرف امیر المومنین علیؑ نے لکھا تھا جیسا کہ نہج البلاغت صفحہ ۱۲م میں ہے کہ تو نے دین کو دنیا کے تابع بنا کر دنیا اور آخرت دونوں کو خراب کر دیا اور اگر تو حق پر طلب کرتا تو مقصود کو پا لیتا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے تجھ پر مجھے موقعہ دیا اور نیز ابن ابی سفیان پر تو تم دونوں کو سزا تمہارے کئے کی دونگا اور اگر تم دونوں نے مجھے ایسا موقعہ تقدیر ایزدی نہ دیا تو جو آیندہ قیامت کو تمہارے پیش آنے والا ہے وہ تو بری ہی سزا ہے ختم ہوئی بقدر حاجت۔

بقدر الحاجۃ

بقیہ حاشیہ کے احکام سے بہ متدین نہیں۔ ابوموسیٰ اشعری کا مخالف جناب امیرؑ کے ہونا امامۃ والسیاست جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں اور فلک النجاۃ جلد ۱ میں دیکھو اور بقیہ حاشیہ میں جو طبری صفحہ ۳۸ تا صفحہ ۲۸ جلد ۴ سے لکھا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا ہم نے رجال کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو فی الحقیقت حکم بنایا وھذا القراٰن انما ھو خط مسطور بین دفتین لا ینطق انما تیکلم بہ الرجال یعنی قرآن کے حروف دو دفتیوں میں لکھے ہیں بولتا نہیں اس کے ساتھ یعنی مطلب سمجھانے میں آدمی بولتے ہیں اور مضمون طبری کا نور الابصار صفحہ ۸۶ و امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۵ میں بھی ہے ۱۲ مترجم سلے نصائح کافیہ صفحہ ۳۴ تا ۳۵ میں مروج الذہب سے منقول ہے۔ عمرو بن نے کہا میں جانتا ہوں کہ علی بن ابی طالب حق پر ہیں اور ہم کے لئے اس کی ضد یعنی باطل پر ہیں۔ معاویہ نے کہا خدا کی قسم مصر نے تم کو نابینا کر دیا ورنہ تو بینا ہوتا الخ اور مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۲ صفحہ ۶۹ لغت بیع میں لکھتے ہیں ولم یبایع عمرو بن العاص الّا بالثمن (یعنی قیمت (مصر) لے کر عمرو نے معاویہ کی بیعت کی اور مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۹ و امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۸۶ میں ہے۔ عمرو نے کہا میں اپنا دین تم کو مفت نہیں دیتا حتیٰ کہ تو دنیا ہمیں دے۔ معاویہ بولا۔ مانگو کیا چاہتے ہو؟ کہا مصر چاہتا ہوں مجھے بطور جاگیر ملے معاویہ نے تحریر کر دیا وکذا فی طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۶ اور عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۳۱۸ میں ہے۔ عبداللہ بن عباس نے عمرو بن عاص کو کہا بعت دینک من معاویۃ تو نے اپنا دین معاویہ کے پاس فروخت کر دیا ہے اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۱۴ میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ وہ معاویہ و عمرو بن عاص کے درمیان بیٹھ گیا اور کہا اس لئے درمیان بیٹھ گیا ہوں کہ نبیؐ نے تم دونوں کو اکٹھا بیٹھا دیکھا تھا اور ہم لوگوں کو حکم دیا کہ جب ان دونوں کو اکٹھا دیکھو ان کو جدا کرو یہ دونوں کبھی بہتری کے لئے اکٹھے نہ ہوں گے اور انوار اللغۃ پ ۱۶ صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے۔ مطلب یہ ہے عمرو بن عاص معاویہ کے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فی رسالۃ الطاعون صفحہ ۴۲ ناقلاً عن مدارج النبوۃ عمروؓ بن العاص مردم را گفت منفرق شوید از وے (طاعون) گفت معاذ بن جبل عجب گول (احمق) بودہ تو وہرآئینہ تو گمراہ تری از حمار اہل و ھکذا قالہ شرجیل بن حسنہ کذا فی مسند احمد باسانید اربعۃ عمرو اضل من حمار اھلہ. عمرو اضل من بعیر اھلہ عمرو اضل من جمل اھلہ فبلغ ذلک عمرو ابن العاصؓ نصدقہ انتھٰی وھکذا فی معانی الاثار وھکذا فی فتح الباری وفی الصواعق فرفع اھل الشام المصاحف یدعون الی ما فیھا مکیدۃ من عمرو بن العاص ففہم عمرو اباموسیٰؓ الاشعری مکیدۃ منہ. الخ ملخصًا

رسالۂ طاعون مؤلفہ مولوی عبد العلی حنفی مستانوی صفحہ ۴۱ پر مدارج النبوۃ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ عمرو بن عاص نے لوگوں کو طاعون کے مقام سے منتشر ہو جانے کے واسطے کہا تو معاذ بن جبل نے کہا تو عجب احمق آدمی ہے اور تو ایک شہر کے گدھے سے بھی جاہل ہے اور اسی طرح اس کو شرجیل بن حسنہ نے کہا اسی طرح مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶ میں چار اسنادوں سے ہے کہ عمرو گدھے اہلی سے گمراہ ہے۔ عمرو اونٹ سے احمق ہے پس عمرو کو یہ بات پہنچی تو اس نے تصدیق کی کہ بے شک انہوں نے سچ کہا۔ ختم ہوئی عبارت رسالہ طاعون کی نیز اسی رسالہ میں معانی الآثار طحاوی صفحہ ۷۷، ۳۰۱ اور اسی طرح فتح الباری صفحہ ۴۲۴ جزء ۲۳ سے نقل کیا ہے اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۷ میں ہے اہل شام نے

(بقیہ حاشیہ) بڑے راز دار اور مشیر اور وزیر با تدبیر، اور بڑے دوست تھے یہ عمرو بن عاص گو صحابی تھے مگر مکر اور فریب اور پولیٹکل چالوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور خود معاویہ بھی ان امور میں بڑے ہوشیار اور حاذق تھے۔ آخری عمر میں بھی معاویہ نے خوف خدا نہیں کیا۔۔۔ الخ ۔ عمرو بن عاص کا فعل قتل محمد بن ابی بکر صدیق کا برائے خوشنودی معاویہ فصل بوائق معاویہ میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔ ۲؎ استقصار جلد ا صفحہ ۷۹۳ میں ناقلاً مسند ابو یعلٰے سے با اسناد ابی برزہ کے روایت کیا۔ کہ ہم نبیؐ کے ساتھ تھے اور حضرتؐ نے سرود کی آواز سنی فرمایا دیکھو کیا ہے پس میں نے چڑھ کر دیکھا تو معاویہ و عمرو بن عاص سرود کر رہے تھے میں نے آکر نبیؐ کو خبر دی تو فرمایا کہ یا اللہ ان دونوں کو فتنہ میں ڈال اور آگ دوزخ میں دونوں کو داخل کر اسی طرح روایت کی احمد نے اپنے مسند میں بروایت عبد اللہ بن محمد عن ابی فضل باسنادہ نیز صفحہ ۷۹۹ میں طبرانی کے معجم کبیر سے باسناد خود ابن عباس سے اسی طرح بعینہ مروی ہے ۱۲ مترجم۔

۳؎ استقصار جلد ا صفحہ ۶۸۴ میں بعد بیان احادیث جنت میں عدم دخول ولد الزنا کے لکھا ہے کہ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں ہے اور کتاب جزء ۲ الشرف سے مستطرف فی کل فن مستظرف کی توثیق نقل کر کے مستطرف سے بھی اور سبط ابن جوزی کے تذکرہ خواص الامہ سے نقل کیا کہ عمرو بن عاص ایک مشہور زانیہ کا بیٹا ہے۔ جس کے ساتھ ایک طہر میں پانچ آدمی ہم بستر ہوئے ایک عاص بن وائل دوسرا ابولہب تیسرا امیہ بن خلف چوتھا ہشام بن مغیرہ پانچواں ابوسفیان بن حرب اور عمرو پر سب نے دعویٰ کیا جب نابغہ کو حکم و منصف بنایا گیا تو اس نے عاص

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وھکذا فی تاریخ الخلفاء وسیأتی فی بیان انعقاد خلافۃ عثمان ما فعل عمرو من اعظم مونفاتہ وخدیعتہ ومکیدتہ ومخالفتہ لعلیؑ۔

فی تاریخ الخلفاء قال الحسن البصری افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ۔ الخ۔

ومنھم المغیرۃ بن شعبۃ ولاہ علی الکوفۃ۔ فی النصائح الکافیۃ ناقلاً عن التاریخ الکامل ولما استعمل معاویۃ المغیرۃ بن شعبۃ علی الکوفۃ وقال لہ وقد اردت ایصاءک باشیاء کثیرۃ انا تارکھا اعتماداً علیٰ بصرک ولست تارکاً ایصاءک بخصلۃ واحدۃ لا تترک شتم علیؑ والاستغفار لہ والعیب لاصحاب علیؑ والاقصاء لھم والاطراء

قرانوں کو نیزوں پر چڑھایا اور کہا جو کچھ ان میں ہے اس پر عمل کرو اور حقیقت میں یہ عمرو بن عاص کا مکر تھا چنانچہ عمرو نے ابی موسیٰ اشعری کو بھی ایک مکر کی وجہ سے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور خلافت علی کا اس نے انکار کرکے بیعت کرکے توڑ دی اور پھر عمرو بن عاص نے تقریر کی اور بیعت ابی موسیٰ کی معاویہ سے کرالی تاکہ لوگ علیؑ سے متنفر ہو جائیں کہ ایسے صحابی نے جب بیعت توڑ دی ہے اور معاویہ سے مل گیا ہے تو وہی حق پر ہے[۴]

اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۸ میں ہے اور بیان انعقاد خلافت عثمانؓ میں عمرو کی دغابازی اور فریب و مکر اور اس کی حضرت مرتضیٰ سے مخالفت کا ذکر عنقریب آئے گا۔[۵]

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹ میں ہے حسن بصری نے کہا ہے کہ دین کے کام میں دو شخصوں نے فساد پیدا کیا ہے ایک مفسد عمرو بن عاص اور

(بقیہ حاشیہ) کا فرزند تسلیم کیا وجہ پوچھی گئی تو نابغہ نے کہا کہ عاص میری لڑکیوں پر کچھ مہربانی کرتا۔ اور خرچ کرتا ہے اس لیے میں نے سخی اور شفیق سمجھ کر اس کا نام پسند کیا ہے۔ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۱ ص۵۱ اور تذکرہ خواص الامہ ص۱۱۵ میں بعینہٖ یہ مضمون موجود ہے [۴] ابوموسیٰ اشعری کا حضرت علی کے مخالف ہونا اور اس کو معرفت عمار اور امام حسن کے معزول کرنا تاریخ کامل جلد ۳ ص۹۱ میں درج ہے نیز اسی طرح تاریخ طبری جلد ۶ ص۲۸ میں ہے کہ علیؑ نے صلح صفین میں فرمایا ابوموسیٰ کو منصف نہ بناؤ کیونکہ اس پر ہم کو اعتبار نہیں ہے یہ پہلے سے ہی لوگوں کو عثمان کی طرف مائل کرتا رہا ہے اور مجھ سے دور کرتا رہا ہے نیز مروج الذہب بر حاشیہ کامل جلد ۵ ص۱۸۵ و مستقل مطبوعہ جدید مصر جلد ۲ ص۲۴۳ میں ہے حضرت علیؑ نے ابوموسیٰ کو حکم بھیجا جس کی اس نے مخالفت کی تو حضرت علیؑ نے لکھا تم ہمارے کام سے اے ابن الحائک معزول ہو جاؤ مذموماً مدحوراً نیز یہ پہلا دن نہیں جو ہماری مخالفت کر رہا ہے اور اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۵۹۳ میں بذیل ہاشم بن عتبہ کے لکھا ہے کہ ابوموسیٰ نے بعد قتل عثمانؓ کے ہاشم کو روکا کہ بیعت علیؑ کی نہ کرے ۱۲ المترجم۔ [۵] مثل تاریخ الخلفاء کے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۴۹۵ میں ہے۔ دوسرا حوالہ تاریخ الخلفاء کا عمرو و مغیرہ کی نسبت شیخ عبدالحق دہلوی کی کتاب ما ثبت بالسنۃ ص۱۴ میں بھی اسی طرح ہے تذکرہ خواص الامۃ ص۱۱۵ میں ہے عمرو بن عاص اور ولید بن عقبہ معاویہ بن معاویہ امام حسنؑ کی ایذا رسانی کے لئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الشیعة عثمان والادناء لهم فاقام مغیرہؓ عاملاً علی الکوفة وهو احسن شئ سیرۃ غیرانه لایدع شتم علیؑ والوقوع فیه والدعاء لعثمان والاستغفار له فاذ سمع ذلك حجر ابن عدی قال بل ایاکم ذم الله ولعن (ثم قال) وامر معاویة حجرؓ ابن عدیؓ ان یقوم فی الناس فیلعن علیا فابیٰ ذلك فتوعده وقام فقال ایها الناس ان امیرکم امرنی ان العن علیؑ ابن ابی طالب فالعنوه لعنه الله فقال اهل الکوفة لعنة الله ملعون الامیر قالوا وکان المغیرة صاحب الدنیا یبیع دینه بالنفد القلیل منها یرضی بها معاویة انتهی. فقتلوه وکان من فضلاء الصحابة وفی تطهیر الجنان واللسانؑ.

دوسرا المغیرہ بن شعبہ ہے الخ انصار معاویہ میں سے ایک مغیرہ بن شعبہ ہے جس کو معاویہ نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔ نصائح کافیہ صفحہ ۷۳ میں بحوالہ تاریخ کامل (جلد ۳ صفحہ ۱۸۷ الغایۃ ص ۱۹۳) کے لکھا ہے کہ جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ پر عامل بنایا تو اس کو کہا کہ میں تجھے بہت نصیحتیں کرنا چاہتا تھا مگر تیری دانائی پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتا ہوں صرف ایک ضروری نصیحت اور وصیت ہے جس کو میں نہیں چھوڑ سکتا اور تاکیداً کہنا چاہتا ہوں یہ کہ گالی دینا (حضرت) علی کو اور برائی اس کی بیان کرنی اور دعائے رحمت اور طلب استغفار امیر عثمانؓ کے لئے کرتا رہنا اور اصحاب علی کے عیب بیان کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنی اور شیعہ عثمانؓ کی بزرگی بیان کرنی اور ان کو مقرب بنانا پس معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کا حاکم بنایا جو اچھا آدمی تھا مگر گالی دینا علیؑ کو کبھی نہیں چھوڑتا تھا اور ان کی توہین کرتا تھا۔ اور عثمان کے لئے دعا و استغفار کرتا تھا جب حجر بن عدی صحابی نے اس بات کو سنا اس نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ تمہاری مذمت کرے اور تم پر لعنت کرے (پھر کہا ہے) کہ معاویہ نے حجر بن عدیؓ کو ایک دن کہا کہ لوگوں میں کھڑا ہو کر علی کو لعنت کر مگر اس نے انکار کیا تو معاویہ نے دھمکایا اور ڈرایا تب وہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے لوگو! تحقیق تمہارے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علی بن ابیطالب کو لعنت کروں پس اس کو لعنت کرو خدا اس کو لعنت کرے اہل کوفہ نے کہا خدا اس کو لعنت کرے مراد ان کو اسی امیر کو لعنت کرنا تھا علماء نے کہا ہے

(بقیہ حاشیہ) اور جناب علی کے حق میں ہتک آمیز کلمات بولنے شروع کئے امام نے ایسا جواب سنایا جس سے دونوں شرمندہ ہوئے نیز ولید کا حال استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۸ و ۳۹۰ میں مغیرہ مہاجرین سے تھا وہ معاویہ کے پاس آیا اس نے سردار مقرر کیا۔ مغیرہ علی کے برخلاف پروپیگنڈا پھیلاتا تھا۔ تاکہ معاویہ کو شام کا والی قائم رکھا جائے۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۹۳ میں اصابہ ابن حجر سے منقول ہے کہ مغیرہ بیعتہ رضوان میں شامل تھا اسی طرح اصابہ مع استیعاب جلد ۳ ص ۴۵۲ میں ہے۔ مغیرہ بیعت یزید کا اعلیٰ معاون تھا دیکھو فلک النجاۃ مع تعلیق حال مغیرہ۔ ۵۱ اصابہ جلد ۳ ص ۴۵۲ میں ہے کہ مغیرہ ایسا مکار تھا کہ اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوتے اور بغیر مکر کے کسی سے خروج ممکن نہ ہوتا تو یہ صاحب سب سے گذر جاتے۔ نیز اس نے سب سے اول اسلام میں رشوت لی ۱۲ مترجم۔ ۵۲ کذا بعینہ فی تاریخ الطبری جلد ۶ ص ۱۴۱ ۱۲ مترجم۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(و) ابن حجر الهیثمی المکی صاحب الصواعق وجاء بسند رجاله رجال الصحیح الا واحدا فمختلف فیه لکن قوله الذهبی بقوله انه احد الاثبات وما علمت فیه جرحا اصلا ان عمرا صعد المنبر فوقع فی علی ثم فعل مثله المغیرة بن شعبة فقیل للحسن اصعد المنبر لترد علیهما فامتنع الا ان یعطوه عهدا انهم یصدقوه ان قال حقا ویکذبوه ان قال باطلا فاعطوه ذلک فصعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انشدک الله یا عمرو و یا مغیرة اتعلمان ان رسول الله صلعم لعن السائق والقائد احدهما فلان قالا بلی ثم قال انشدک الله یا معاویة و یا مغیرة الم تعلما ان النبی صلی الله علیه واٰله وسلم لعن عمرا بکل قافیة قالها لعنة قالا اللهم بلی ثم قال

کہ مغیرہ دنیا پرست تھا اپنے دین کو دنیا کے بدلے معمولی چیز پر بیچ دیتا تھا جس سے وہ معاویہ کو خوش کرتا تھا. انتہیٰ پس حجر کو معاویہ خیلوں نے قتل کر دیا تھا۔ اور حالانکہ وہ بزرگ صحابہ سے تھا۔ اور تطہیر الجنان واللسان (مطبوعہ بر حاشیہ صواعق)

مولفہ ابن ہیثمی مکی صاحب صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ میں حدیث ایسی سند سے ہے جس کے روات صحیح کے ہیں مگر ایک راوی مختلف فیہ ہے جس کی بھی ذہبی نے توثیق کی ہے۔ اس عبارت سے کہ وہ ایک پختہ اور معتبر آدمی ہے اور میں بالکل اس میں کوئی جرح نہیں سمجھتا اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے تحقیق عمرو بن عاص ممبر پر چڑھا اور توہین حضرت علی کی شروع کردی پھر مغیرہ بن شعبہ نے اس طرح کیا جب امام حسن کو کہا گیا کہ آپ ممبر پر چڑھ کر اس کا رد فرمائیں۔ تو امام نے انکار فرمایا. مگر اس شرط پر کہ وہ لوگ وعدہ کریں کہ اگر امام سچ فرمائے تو اوس کی تصدیق کریں اور باطل بیان کرے تو ٹوک دیں چنانچہ لوگوں نے وعدہ دیا تب ممبر پر چڑھے اور صفت وثنا اللہ تعالیٰ کی بیان فرما کر فرمایا میں خدا یاد دلا کر تم دونوں سے اے عمرو اور مغیرہ پوچھتا ہوں کیا۔

(بقیہ حاشیہ) ۳؎ استیعاب جلد ۳ ص ۳۸۸ میں مغیرہ کو مہاجر لکھا ہے ۱۲ مترجم. ۴؎ فی الاستیعاب بذیل ترجمہ معاویہ جلد ۳ صفحہ ۴۰۰ ھو اول من قتل مسلما صبرا حجرا واصحابہ ۱۲ مترجم. ۵؎ تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۵۲ میں ہے بحکم معاویہ وکیل معاویہ کا حجر بن عدی وغیرہ کے پاس آیا کہ علیؑ سے تبرا کرو اور لعنت کرو انہوں نے منظور نہ کیا اور وہ سات آدمی قتل کئے گئے ۱۲ مترجم. کذا فی تاریخ الکامل جلد ۳ ص ۱۹۲ ۶؎ استقصا منہج ثانی جلد ۱ ص ۲۰ میں روض المناظر فی علم الاوائل والاواخر ص ۱۳۳ بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ سے ہے کہ سلطان عماد الدین نے کہا کہ شافعی سے مروی ہے اس نے ربیع کو کہا کہ چار صحابیوں کی گواہی قبول نہ کی جاوے معاویہ وعمرو بن عاص ومغیرہ وزیاد کی ۱۲ مترجم. ۷؎ وکذا فی تذکرہ خواص الامہ ص ۱۱۵ اسی تاریخ طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷ میں ہے کہ ابوسفیان گدھے پر سوار تھا اس کا بڑا بیٹا یزید گدھے کو ہانکتا تھا اور چھوٹا بیٹا معاویہ گدھے کو آگے سے کھینچتا تھا اس وقت نبیؐ نے لعن فرمایا۔ بحوالہ سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ دوم ص ۳۸۱ شائع شدہ از دفتر اصلاح ۱۲ مترجم۔

اتشرك بالله يا عمرو ويا معاوية الم تعلما ان النبي لعن قوم هذا قالا بلى قال الحسن فاني احمد الله الذي جعلكم فيمن تبرأ من هذا اي علي مع انه لم يسبه قط وانما كان يذكره بغاية الجلالة والعظمة. الخ.

ومنهم سمرة بن جندب

وفي النصائح الكافية ذكر ابو جعفر الطبري باسناده وقد قتل (سمرة) ثمانية الاف من الناس. وفيه قتل سمرة سبعة واربعين رجلا كلهم قد جمع القرآن.

تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ؐ نے سائق اور قائد پر لعنت کی اور ان دونوں میں سے ایک فلاں صاحب ہیں (اشارہ بہ معاویہ) انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے پھر فرمایا خدا یاد دلا کر تم سے پوچھتا ہوں اے معاویہ و مغیرہ آیا تم نہیں جانتے کہ تحقیق نبی ؐ نے عمرو کو ہر مضمون سے لعنت فرمائی ہے تو دونوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے اور خدا گواہ ہے پھر فرمایا اللہ کو یاد دلا کر میں پوچھتا ہوں اے عمرو و معاویہ کیا تم نہیں جانتے کہ تحقیق نبی ؐ نے اس کی (یعنی مغیرہ کی) ساری قوم کو لعنت فرمائی ہے دونوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے امام حسن ؑ نے فرمایا تو تحقیق میں حمد کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے تم کو اے ہر سہ مخاطبین علی ؑ سے بیزار ہونے والوں میں بنایا ہے باوجود اس کے کہ نبی ؐ نے ہرگز کبھی حضرت علی کو گالی نہیں دی بلکہ بجز اس کے نہ تھا کہ حضرت علی کو بڑی عظمت اور بزرگی کے ساتھ یاد فرماتے تھے اور انصار معاویہ سے سمرہ بن جندب ہے۔ نصائح کافیہ صفحہ ۵۲ میں ہے ابو جعفر طبری نے اپنے اسناد سے کہا کہ تحقیق سمرہ نے آٹھ ہزار آدمی قتل کیا۔ اور اسی میں ہے کہ ایک دن میں سمرہ نے ایسے سنتالیس آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے قرآن شریف جمع کیا تھا۔ کذا فی تاریخ الطبری جلد ۶ ص ۱۳۲

۱؎ نصائح کافیہ صفحہ میں ہے کہ معاویہ نے سمرہ بن جندب کو حاکم بنا کر اس کو چار لاکھ درہم اس غرض سے دیئے تھے کہ آیت ومن الناس من يعجبك قوله في الحيوة الدنيا الاية (الى) ليفسد فيها ويهلك الحرث الخ کو علی ابن ابی طالب کے حق میں اتری ہوئی بیان کرے۔ یعنی اہل شام میں خطبہ پڑھ کر اسی طرح شان نزول اس آیت کا بیان کرے جو معاویہ نے اس کو تعلیم دی تھی۔ پھر صفحہ ۵۲ میں ابو جعفری طبری کے اسناد سے بیان کیا کہ معاویہ نے چھ ماہ کے بعد سمرہ کو معزول کر دیا تو سمرہ نے کہا کہ معاویہ پر اللہ کی رحمت ہو خدا کی قسم جیسی میں نے معاویہ کی اطاعت کی اگر ایسی خدا کی اطاعت کر لیتا تو کبھی وہ مجھے عذاب نہ دیتا معلوم ہوا کہ عمداً مخالفت خدا میں اس نے اطاعت معاویہ کی کر لی تھی اسی طرح مثل نصائح کے انوار اللغۃ پ ۱۸ ص ۱۳۳ میں مذکور ہے (وحید الزمان صاحب نے اس کے بعد لکھا ہے۔ انس بن سیرین نے کہا سمرہ نے بے حد اور بے حساب مسلمانوں کو قتل کیا۔ کہنے لگے اللہ معاویہ پر لعنت کرے اگر میں اللہ کی ایسی اطاعت کرتا جیسی معاویہ کی میں نے اطاعت کی میں نے اطاعت کی۔ تو وہ مجھ کو کبھی عذاب نہ کرتا۔ باسناد ابن سعد اور بیہقی و طبرانی و ابو نعیم وغیرہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ ابو محذورہ اور ابو ہریرہ اور سمرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو فرمایا جو تم تینوں میں سے آخر میں مرے گا

قال العلامة وحيد الزمان في المشروب الوردي ومن اقوى الشبه المؤثرة على الاقدام لقبوله وهي كونه من مرويات سمرة الذي جد واجتهد في الفتنة ومخالفته امير المؤمنين سيدنا علي ابن ابي طالب وعداوته لا ارادة لوجه الله بل لاغراض تقدح في عدالته لا يسع المقام ذكرها وقد نقلت عنه اشياء منكرة ومن ثم اختلف الائمة في توثيق من على مذهب سمرة ومعاوية۔ الخ۔ وقال ايضا فيه وفي نفسي من سمرة شئ لا اعتمد على روايته۔ الخ۔

ومنهم بسر بن ارطاة كما في النصائح الكافية ناقلا عن ابي جعفر الطبري في تاريخه باسناد وجه بسر

علامہ وحید الزمان نے المشروب الوردی صفحہ ۱۵۸ میں لکھا ہے بہت قوی شبہ اور شک موثر اس حدیث کے قبول پر یہ ہے کہ یہ مرویات سمرہ سے ہے جس نے فتنہ و مخالفت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب اور عداوت اس کی میں جد و جہد کیا۔ نہ واسطے رضائے الٰہی کے بلکہ ایسی اغراض سے جو اس کی عدالت کو مضر ہیں مگر ایسی اغراض کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہے اور تحقیق میں نے اس سے چند منکر و ناپسند اشیاء کو نقل کیا ہے اور اسی وجہ سے ائمہ نے اس شخص کی توثیق میں اختلاف کیا ہے جو مذہب سمرہ اور معاویہ پر ہوا الخ۔ اور علامہ موصوف نے صفحہ ۱۸۳ میں کہا کہ میرے دل میں سمرہ سے ایسی خلش ہے۔ کہ اس کی روایت پر میں اعتبار نہیں کر سکتا ہوں الخ

اور ان میں سے بسر بن ارطاۃ ہے اور وہ بڑا مفسد ہے جیسا کہ نصائح کافیہ ص۵۳ میں بحوالہ تاریخ ابی جعفر طبری کے اس کی اسناد سے ہے کہ

بقیہ حاشیہ) وہ دوزخی ہے۔ ابو ہریرہؓ پہلے مر گئے۔ اس کے بعد ابو محذورہ اور سمرہ اخیر میں مرے حال سمرہ بن جندب میزان شعرانی طبع مصر جلد ا صفحہ ۵۸ میں ہے امام ابو حنیفہ کہتے ہیں میری رائے کو حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کی مخالفت میں یا باقی صحابہؓ کی رائے سے کبھی چھوڑ دو سوائے ابی ہریرہؓ و انس بن مالک و سمرہ بن جندب کے (ترجمہ بسر بن ارطاۃ صحابی)

حاشیہ ع۲ اصابہ ابن حجر جلد ا ص۱۴۸ ترجمہ بسر بن ارطاۃ میں ہے دار قطنی کہتا ہے بسر صحابی ہے۔ ابن یونس کہتا ہے بسر اصحاب رسول اللہؐ میں سے تھا۔ وکان من شیعة معاوية معاویہ کے تابعداروں سے تھا استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ا ص۱۵۶ میں ہے معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کے ذمہ شیعیان علیؑ کے قتل کی خدمت لگائی تھی اور وہ اسی پر تعینات رہا۔ اسی میں ہے بسر صحابی کو بعد وفات نبیؐ کے استقامت نہ رہی۔ انتہی۔ یعنی حسب فرمان پیغمبرؐ حدیث حوض کے تحت آگیا۔ معاونین معاویہ میں سے ایک حبیب بن مسلمہ صحابی تھا ایک دفعہ اس کو امام حسنؑ نے فرمایا بہت سفر خدا کی نافرمانی میں ہوتے ہیں حبیب نے مطلب سمجھ کر کہا لیکن تیرے باپ کی طرف تو میں نہیں جاتا پس امام حسنؑ نے اس کو فرمایا خدا کی قسم تم نے معاویہ کی متابعت محض دنیا کے واسطے کی اور اس کی مہاد و حرص کی اطاعت میں دوڑا۔ لیکن یاد رکھو کہ تمہارے دین کو وہ لے کر بیٹھ گیا۔ الخ دیکھو استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ا صفحہ ۳۳۰ ایضاً صفحہ ۹۸ ترجمہ شرجبیل؛ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

قوما من بنی کعب وغلمانهم علی بئرهم فالقاهم فی البئر هم واقام بالمدینة شهرا قتل معاونی قتل عثمان وقتل عبد الرحمٰن وقثم بنی عبید الله بن العباس فی حجر امهما فجنت ووسوست۔ الخ وفی تقریب التهذیب بسر نزیل الشام من صغار الصحابة۔

وفی النصائح فکان بسر والیا علی البصرة من معاویة) یشتم علیا علی المنبر فخطب یوما وشتم ثم قال ناشدت الله رجلا علم انی صادق الاصدقنی او کاذب الا کذبنی فقال ابو بکرة اللهم انا لا نعلمك

بسر نے قوم بنی کعب اور ان کے لڑکوں کو ان کے کنوئیں پر پایا تو اسی کنوئیں میں ان کو پھینک دیا اور مدینہ میں ایک ماہ مقیم رہ کر معاونین قتل عثمانؓ کو قتل کیا اور نیز عبد الرحمٰن و قثم پسران عبید اللہ بن عباس کو ایسی حالت میں کہ وہ ماں کی گود میں تھے قتل کیا جس سے مجنونہ ہو گئی تھی الخ؛ اور تقریب التہذیب ص۵ میں ہے بسر مقیم شام چھوٹے اصحاب نبیؐ میں سے ہے؛ اور نصائح کافیہ صفحہ ۵ میں ہے کہ بسر بصرہ میں منجانب معاویہ کے حاکم تھا اور علیؑ کو برسر منبر گالی دیتا تھا اس نے ایک دن خطبہ پڑھا اور علیؑ پر سب و شتم کی پھر کہا حاضرین کو خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ جو بشر مجھے سچا سمجھے وہ میری تصدیق کرے اور جو مجھے جھوٹا سمجھے

بقیہ حاشیہ) دیکھو امامت والسیاست ابن قتیبہ جلد ا صفحہ ۶۲ کہ یہ خلافت معاویہ کا بانی اور رکن تھا اور یہ بھی صحابی رسولؐ؛

ل۵ اصابہ ابن حجر جلد ۳ ص۹ میں بذیل ترجمہ عمرو بن عمیس کے لکھا ہے کہ یہ عامل حضرت علیؑ کا تھا اور اس کو بسر بن ارطاۃ نے قتل کیا کیونکہ اس کو معاویہ نے اسی لئے تعینات کیا تھا کہ عاملین علی کو غارت کرے چنانچہ اس نے عاملین اور اصحاب علیؑ کو جو اہل حجاز اور یمن سے تھے قتل کر دیا تھا۔ اور مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۴ میں ہے کہ بسر بن ارطاۃ کو معاویہ نے تین ہزار لشکری کے ساتھ مدینہ میں بھیجا وہ منبر پر چڑھا اہل مدینہ کو قتل کی دھمکی دی اور معاویہ کے لئے بیعت لی جو کوئی اس کو علیؑ کی طرف مائل ملا تو اس نے قتل کر دیا او سے، اور اسی مروج الذہب ج ۳ ص۸۲ میں مذکور ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت میں علی اور آپ کی اولاد سے عداوت کا اظہار باعث قرب سلاطین ہوتا تھا اور اس کو ایک منقبت خیال کیا جاتا تھا چنانچہ ایک شخص عبد اللہ یمنی نے حجاج کے سامنے اپنے فضائل و مناقب بیان کرنے شروع کئے کہ ان اسباب سے تمہارا فرض ہے کہ تم ہماری عزت کرو ان مناقب میں سے شمار کیا کہ ہمارے قبیلہ کے ستر آدمی جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ تھے اور ہم میں سے فقط ایک آدمی ابو ترابؑ کے ساتھ ہوا جو بہت ایسا برا معلوم نہیں ہوتا تھا حجاج نے کہا فی الواقع قسم بخدا یہ منقبت ہے پھر اس نے کہا کوئی بھی ہم میں سے ابو تراب کو دوست نہیں رکھتا حجاج نے قسم بخدا یہ بھی منقبت ہے پھر کہا کوئی عورت ہماری ایسی نہ تھی جس نے یہ منت نہ مان لی تھی کہ اگر حسینؑ قتل ہو جائے تو دس اونٹ قربانی کرے گی جیسا کہ پھر اس نذر کی وفا کی ہے حجاج نے کہا بخدا یہ بھی منقبت ہے پھر کہا کوئی ہمارا ایسا آدمی نہیں مل سکتا جس نے اپنے باپ سے ابو تراب کو گالی دینے کی تعلیم لی ہو اور پھر اس پر عمل نہ کیا ہو پھر کہا میں تو اس پر اور اضافہ بھی کرتا ہوں کہ علی کے دونوں بیٹوں حسن و حسینؑ اور ان کی ماں کو بھی گالی دینے میں علی کے ساتھ شریک کرتا ہوں حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ منقبت ہے الخ

الا کاذبا قال فامر به فخنق الخ ملخصا.
ومنهم شرجيل بن السمط الكندى
الشامى عمل على حمص لمعاوية كما
فى التقريب وفى النصائح قال ابو عمرو هو
معدود فى طبقة بسر بن ارطاة وابى الاعور
السلمى (اى مثله فى عداوته لعلیؓ) (كذا فى
الاستيعاب على الاصابة) ومنهم عمرو
بن سعيد بن امية القرشى الاموى المعروف
بالاشدق تابعى ولى امرة المدينة لمعاوية
ولابنه قتله (قيل ذبحه بيده) عبد الملك
بن مروان سنة سبعين (دمشق) وهم من
زعم ان له صحبة وكان عمرو مسرفا على
نفسا وليست له فى مسلم رواية الا فى
حديث واحد كذا فى تقريب التهذيب و
ذكر فى النصائح هو متكبر جبار رعف على
منبر النبیؐ وبشره عبيد الله بن زياد بقتل
الحسينؑ فقرأ كتابه على منبر النبیؐ وانشد
رجزا ثم اومأ الى القبر الشريف وقال يا
محمدؐ يوم بيوم بدر فانكر عليه قوم من
الانصار وغيرهم وهؤلاء كانوا من
الصحابة المشهورين او التابعين.

وہ جھٹلائے ابوبکرہ نے کہا اللہ گواہ ہے کہ ہم تجھے جھوٹا
جانتے ہیں تو بسر نے حکم دیا کہ اس کو پھانسی دیا جائے
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ الخ ملخصا (کذا العینہ فی تاریخ
الطبری جلد ۶ صفحہ ۹۶)، اور ان میں سے شرجیل بن
سمط کندی شامی ہے۔ جو حمص پر منجانب معاویہ
عامل تھا جیسا کہ تقریب صفحہ ۱۶۸ میں ہے اور
نصائح صفحہ ۵۳ میں ہے ابو عمرو نے کہا کہ شرجیل بھی
بسر بن ارطاۃ و ابی الاعور سلمی مخالفین علیؑ کے طبقہ
سے ہے۔ یعنی عداوت علی میں مثل بسر وغیرہ کے ہے
(جیسا کہ استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲/۱۴۳ میں لکھا ہے)
اور ان میں سے عمرو بن سعید بن عاص بن امیہ قرشی اموی
معروف عبد الملک بن مروان نے ۷۰ھ میں دمشق کے
اندر قتل کیا اور کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ ہاتھ سے اس نے
ذبح کیا تھا اور اس کے صحابی ہونے کا زعم وہم ہے بلکہ عمرو
مذکور مجرم شخص تھا اور اس سے مسلم میں صرف ایک حدیث
ہے چنانچہ تقریب صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵ میں ہے اور نصائح
صفحہ ۵۰ میں ہے کہ وہ متکبر اور جابر تھا اس کو منبر نبوی
پر نکسیر پھوٹی اور عبید اللہ بن زیاد نے اس کو قتل امام حسینؑ
کی بشارت دی تو اس نے اس خط کو منبر نبویؐ پر پڑھا
اور کچھ اشعار بھی پڑھے پھر قبر شریف نبیؐ کی طرف اشارہ
کیا اور کہا یا محمدؐ اس دن سے بدلہ دن بدر کا آگیا تو اس پر
قوم انصار نے اعتراض کیا اور ان کے سوا بھی ایسے لوگ
معاونین معاویہ کے ہوئے ہیں جو صحابہ مشہورین یا تابعین
سے تھے۔

(بقیہ حاشیہ) بسر بن ارطاۃ کے ترجمہ میں ابن عبد البر نے
استیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ میں لکھا ہے۔
دار قطنی نے کہا کہ بسر کو صحبت رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم حاصل تھی مگر بعد نبیؐ کے استقامت اس کو حاصل رہی اور وہ معاویہ کی جانب سے امیر مقرر ہوئے تھا
اس کام پر کہ شیعیان علی کو قتل کرے چنانچہ اس نے مسلمین سے اس قدر قتل کئے کہ دو چھوٹے بچے عبید اللہ بن عباس
کے یعنی عبد الرحمن و قثم کو بھی قتل کر دیا انتہی۔ وکذا فی مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۸۲ ۱۲ مترجم۔

فصل فی بوائق معاویۃ ابی سفیان علیہ ما علیہ۔

ومن اکابر بوائقہ واعاظم قبائحہ استخلافہ ابنہ یزید.

فی استخلاف معاویۃ ابنہ یزید.

فی تاریخ الخلفاء وفی سنۃ خمسین فتحت قوھستان عنوۃ وفیھا دعا معاویۃ اھل الشام الی البیعۃ بولایۃ العھد من بعدہ لابنہ یزید فبایعوہ وھو اول من عھد بالخلافۃ لابنہ واول من عھد بھا فی صحتہ ثم انہ کتب الی مروان بالمدینۃ ان یاخذ البیعۃ فخطب مروان فقال ان امیر المؤمنین رای ان یستخلف علیکم ولدہ یزید سنۃ ابی بکر وعمر فقام عبد الرحمن بن ابی بکر فقال بل سنۃ کسری وقیصر ان ابا بکرؓ وعمرؓ لم یجعلاھا فی اولادھما ولا فی احد من اھل بیتھما انتھی. قال الامام ابن عبد البر المکی فی الاستیعاب وکان معاویۃ قد اشار بالبیعۃ لیزید فی حیاۃ الحسن کذا فی الذبح العظیم. وفیہ فی الاستیعاب لما اراد معاویۃ لبیعۃ الیزید خطب اھل الشام وقال یا اھل الشام قد کبرت سنی وقرب اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم الخ. فی البخاری قال کان مروان علی الحجاز استعملہ معاویۃ فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویۃ لکی یبایع لہ فقال لہ.

فصل: در مہلکات معاویہ بن ابی سفیان علیہ ما علیہ:۔ بڑے مہلکات

اس کے اور بڑے بڑے قبیح افعال اس کے سے اس کا اپنے بیٹے یزید کو خلافت کا ولیعہد بنانا ہے۔

بیان خلیفہ بنانے معاویہ کے یزید جیسے بیٹے کو۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ میں ہے اور ۵۰ھ میں کوہستان عنوہ فتح ہوا اور اس میں معاویہ نے اہل شام کو بیعت یزید کے لئے دعوت دی یعنی اس نے یزید کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور اہل شام نے ولیعہدی اس کی منظور کر کے بیعت کر لی اور معاویہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے بیٹے کے لئے عہد خلافت لیا اور پہلا شخص ہے جس نے اپنی صحت کی حالت میں خلافت کا عہد لیا پھر معاویہ نے مروان اہل کار مدینہ کی طرف لکھا کہ وہ بیعت یزید لوگوں سے منظور کرائے تو مروان نے ایک خطبہ پڑھا اور کہا تحقیق امیر المومنین معاویہ نے مناسب سمجھا ہے کہ تمہارے اوپر بہ سنت ابی بکرؓ و عمرؓ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائے۔ یہ سن کر عبد الرحمن بن ابی بکرؓ نے کھڑے ہو کر کہا نہیں بلکہ یہ تو سنت بادشاہ کسریٰ و قیصر کی ہے تحقیق ابوبکرؓ و عمرؓ نے خلافت کو اپنی اولاد میں نہیں رکھا تھا اور نہ کسی فرد کو اپنے اہل بیت کے اندر مقرر کیا انتہی و کذا فی ماثبت بالسنۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی صفحہ ۱۳ بالتفصیل؛ امام ابن عبد البر مکی نے استیعاب میں کہا ہے اور معاویہ نے زندگی امام حسن میں ہی بیعت یزید کے لئے اشارہ کر دیا تھا اسی طرح ذبح عظیم صفحہ ۱۱۳ میں ہے۔ اور اسی کے صفحہ ۱۱۷ میں بحوالہ استیعاب کے لکھا کہ جس وقت معاویہ نے بیعت یزید کا ارادہ مصمم کر لیا تو خطبہ پڑھا اور اہل شام کے لئے کہا اے اہل شام تحقیق

عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ شیئا فقال خذوہ
فدخل بیت عائشۃ فلم یقدروا فقال
ان ھذا الذی انزل اللہ فیہ والذی قال
لوالدیہ اف الایۃ قال الحافظ فی الفتح فی
روایۃ الاسماعیلی من الطریق المذکور فاراد
معاویۃ ان یستخلف یزید یعنی ابنہ فکتب
الی مروان بذلک فجمع مروان الناس
فخطبھم فذکر یزید ۔الخ

قال الحافظ فی الفتح عن نافع ان معاویۃ
اراد ابن عمر علی ان یبایع لیزید فابی و
قال لا ابایع لامیرین فارسل الیہ معاویۃ
بمائۃ الف درھم فاخذھا فدس
الیہ رجل فقال لہ ما یمنعک ان تبایع
فقال ان ذاک لذاک یعنی عطاء ذلک المال
لاجل وقوع المبایعۃ ان دینی عندی لرخیص
فلما مات معاویہ کتب ابن عمر الی یزید
ببیعتہ فلما خلع اھل المدینۃ یزید بن
معاویۃ جمع ابن عمرؓ حشمہ وولدہ فقال
انی سمعت النبیؐ یقول ینصب لکل غادر لواء
یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ھذا الرجل
علی بیع اللہ ورسولہ ۔الخ
وفی الفتح لم یبایع ابن عمر علیا وبایع یزید
وفی الامامۃ والسیاسۃ (ما حاصلہ) ان معاویۃ

میری عمر بڑی ہوگئی اور موت قریب آگئی ہے۔
ضرور میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا انتظام ایک آدمی
کے سپرد کر جاؤں۔ الخ۔ اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۳۱ و
مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ میں ہے راوی نے کہا مروان
حجاز پر معاویہ کی طرف سے امیر تھا تو مروان نے خطبہ
پڑھا اور یزید بن معاویہ کے ذکر کو شروع کیا تاکہ اس
کے لئے بیعت کرائے مگر اس سے عبدالرحمٰن بن ابی
بکرؓ نے کچھ انکار کی گفتگو کی تو مروان نے کہا عبدالرحمٰن
کو پکڑو لیکن وہ عائشہؓ بی بی کے گھر میں داخل ہوگیا۔
اور پکڑنے والے قادر نہ ہوسکے پس مروان نے کہا تحقیق
یہ تو وہی ہے جس کے بارہ میں خدا نے اتارا ہے کہ وہ
شخص جو والدین کے لئے اف کہتا ہے آخر آیت تک
حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ روایت
اسماعیلی میں طریق مذکور سے اس طرح ہے معاویہ نے
ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائے تو اس نے
مروان کی طرف اس مضمون کو لکھا۔ اور مروان نے لوگوں
کو جمع کر کے ان کو خطبہ پڑھ کر سنایا اور یزید کا ذکر کیا
الخ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۵۵۵ میں لکھا
ہے بروایت نافع ثابت ہے کہ معاویہ نے ابن عمرؓ
صحابی سے بیعت یزید لینے کا ارادہ کیا اور ابن عمرؓ نے
انکار کیا کہ میں دو امیروں کی ایک وقت میں کیسے بیعت
کروں۔ (یعنے پہلے معاویہ کی ہوئی اور دوسری یزید کی
ہوجائے) تو معاویہ نے ابن عمرؓ کی طرف ایک لاکھ درہم بھیج
دیا اور ابن عمرؓ نے قبول کر لیا۔ پھر معاویہ کے فریب حیلہ

له استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ و اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸ میں بذیل ترجمہ عبدالرحمٰن کے لکھا ہے بیعت یزید کے واسطے معاویہ نے ایک لاکھ روپیہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے پاس بھیجا مگر اس نے انکار کر دیا کہ میں اپنے دین کو عوض دنیا کے فروخت نہیں اور مکہ کی طرف ہجرت کر گیا اس سے معاویہ کی حیلہ سازی ظاہر کرنی مقصود ہے۔ ۱۲ مترجم۔

لما جوز عزل مغیرة ابن شعبة من الکوفة
وتفطن هو به فذهب الی دمشق واعتذر
ثم بکبر سنة واستعفی الامارة ووصل
الی یزید فتملقه وقال له ان اکابر الصحابة
قد ماتوا وما بقی احد منهم ولیس
احد بمثلك فناسب ان یعهد الیك ابوك
ویدعوا الناس الی بیعتك حتی یستقر د
عبك فی قلوب الناس فتقبل منه یزید
وذهب الی ابیه وطلب معاویة المغیرة
وسئله اسی ار افقال له ناسب ان یکون
ولی عهد لك فی حیاتك ففوض معاویة
الکوفة الیه فذهب الی الکوفة وارضی
العشر ببیعة یزید واعطا کل واحد منهم
ثلثة الاف دراهم وارسلهم الی
معاویة بموسی ابنه فساله معاویة
کیف اشتری ابوك دین هؤلاء فقال
ماکان فاستبشروا واما اهل الشام۔

سے ایک شخص کی معرفت ابن عمرؓ کو کہا اب تجھے کیا مانع
ہے کہ یزید کیلئے بیعت کرے اس نے کہا معلوم ہوتا
ہے کہ یہ نقدی اسی لئے یعنی یہ مال اسی بیعت کرانے
کے عوض میں مجھے ملا ہے پھر تو میرا دین میرے نزدیک
بہت سستا ہوا کہ اتنی رقم پر دے دوں۔ خیر جب
معاویہ مر گیا۔ تو ابن عمرؓ نے یزید کی طرف اس کی
بیعت کا اقرار تحریر کر کے بھیج دیا پھر جب مدینہ
کے لوگوں نے بد اعمالی یزید کی وجہ سے بیعت
یزید کو توڑ دیا تو ابن عمرؓ نے اپنے کنبہ اور اولاد
کو جمع کیا اور وعظ کرنا شروع کیا کہ میں نے رسولؐ
سے سنا ہے کہ جو وعدہ خلافی کرے۔ اس کے لئے
نشان عذر قیامت میں کھڑا کیا جائیگا اور تحقیق ہم
لوگ اس شخص یزید کے ساتھ خدا و رسول والی
بیعت کر چکے ہیں۔ الخ اور فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۵۴۴
میں ہے کہ ابن عمرؓ نے علیؑ سے بیعت نہ کی تھی اور
یزید سے بیعت بخوشی کر لی رد کذا فی مروج الذہب
طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ وزاد وبایع الحجاج
بعبد الملك بن مروان۔ اور امامت والسیاسۃ جلد ۱
صفحہ ۱۳۸ اور روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۲۵/۲۶ طبع نولکشور
میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معاویہ نے جب مغیرہ
بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کرنے کی تجویز کی اور مغیرہ
بھی عقلمندی سے سمجھ گیا کہ مجھے معزول کرنے کا ارادہ
رکھتا ہے تو مغیرہ دمشق میں معاویہ کے پاس پہنچا اور
اور وہاں اپنی کبر سنی کا عذر پیش کر کے استعفا امارت
کا پیش کیا اور یزید کو مل کر اس چاپلوسی کی اور کہا کہ تحقیق

لے ابن عمرؓ نے نقدی کو بہر صورت حلال کر دیا اگرچہ رقم کی کمی سے
بعد وفات معاویہ کے بیعت کی مگر بلا استدعا بخوشی لکھ کر عہد
نامہ بھیج دیا اور یزید کی حمایت میں لوگوں کو نصیحت کرتے رہے
اور علیؑ جیسے امام کی بیعت نہ کی کذا فی الاستیعاب فی ترجمہ معاویہ
جلد ۳ صفحہ ۳۹۷ ۱۲ مترجم۔ ۲ے دراسات اللبیب مطبوعہ لاہور
صفحہ ۲۷ میں ہے کہ معاویہ جبراً لوگوں کو علیؑ کے مذہب پر عمل کرنے
سے روکتا تھا ۱۲ روضۃ الصفا کی عبارت میں آخر یہ بھی ہے
کہ معاویہ نے خوش ہو کر کہا اس جماعت کے نزدیک تو دین وملت
کی چنداں قدر و قیمت نہیں تھی سطر اول روایت خلع اہل مدینہ بخاری طبع مصر جلد ۹ صفحہ ۱/۴ میں ہے اور فتح الباری کا مضمون
ابن عمرؓ کا بیعت یزید و عدم بیعت علیؑ تاریخ کامل کے حاشیہ پر مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۲۷۸ و ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ و طبری جلد ۵

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

بڑے صحابہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہا اور فی زمانہ تیرے جیسا کوئی آدمی نظر نہیں آتا پس مناسب ہے کہ تیرا باپ تجھے اپنا ولیعہد بنا کر لوگوں سے تیرے لئے بیعت منوا لے تاکہ اس کی زندگی میں ہی لوگوں کے دلوں میں تیرا رعب بیٹھ جائے تو یزید نے قبول اور پسند کیا اور اپنے باپ جا کر ذکر کیا اس نے مغیرہ کو طلب کیا اور پوشیدہ پوچھا تو مغیرہ نے معاویہ کو کہا مناسب ہے۔ کہ تیری زندگی میں تیرا ولیعہد ہو جائے پس معاویہ نے پھر کوفہ کی حکومت اسی مغیرہ کے سپرد کر دی اور اس نے کوفہ میں جا کر دس آدمیوں کو بیعت یزید پر راضی کیا اس طرح کہ ہر ایک کو تین ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ ان کو معاویہ کے پاس بھیجا تو موسیٰ بن مغیرہ سے معاویہ نے پوچھا کہ تیرے باپ نے دین ان لوگوں کا کتنے کو خرید کیا ہے موسیٰ نے وہ حال ظاہر کیا جو اس کا باپ عمل میں لایا تھا تو معاویہ خوش ہوا کہ بہت خوب یہ تو آدھا کام ہو گیا اور اہل شام تو پہلے سے ہی معاویہ کے فرمانبردار اور اعلیٰ درجہ کے مطیع تھے۔

فقد کانوا منقادا لامرہ قبل ولم یتعسر لھم۔ بل خطبھم علی المنبر فقبلوہ احسن القبول و بایعوا یزید علی الرأس والعین وکان عبد الرحمن ابن خالد ابن الولید مدعیا للخلافۃ وکان عاملا علی الحمص فمرض فامر معاویۃ طبیبا ان یسقیہ السم ففعل بہ فمات وفرغ معاویۃ منہ کذا ذکرہ فی الاستیعاب وما فی معاویۃ

لہذا ان سے بیعت منوانا کچھ مشکل نہ تھا پس معاویہ نے ان کو خطبہ میں ارادہ ظاہر کیا اور ان لوگوں نے فوراً منظور کر لیا اور بیعت یزید کی بسر و چشم منظور کر لی۔ اور عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کے دعوئے خلافت کا گمان تھا اور وہ حمص پر اہلکار تھا اتفاق سے مریض ہو گیا تو معاویہ نے طبیب کو حکم دیا کہ اسے زہر پلا دے چنانچہ یہی کیا گیا اور وہ مر گیا اس سے معاویہ

(بقیہ حاشیہ) صفحہ ۱۵۳ و کامل جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ میں بھی بحوالہ اصلاح ۶۷ و ۶۵ نیز مروج الذہب میں ہے کہ ابن عمرؓ نے عبد الملک بن مروان کے لئے حجاج کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ ایضاً حوالہ امامۃ والسیاستہ کا مضمون تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۱۳۹ میں بھی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ معاویہ کا عامل تھا معاویہ نے معزولی کا حکم لکھا مغیرہ کچھ دیر کر کے کوفہ سے معاویہ کی طرف تیاری کی وجہ پوچھی گئی مغیرہ نے ایک امر کی تیاری میں دیر ہوئی معاویہ نے کہا وہ کیا ہے مغیرہ نے کہا بیعت یزید کا انتظام کیا ہے کہ تیرے بعد خلیفہ ہو۔ معاویہ خوش ہوا کہا اچھا یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں معاویہ نے کہا خوب پھر تو بدستور کوفہ کا والی قائم رہ۔ جب مغیرہ باہر چلا گیا تو اسی سے اس کے دوستوں نے حال پوچھا مغیرہ کہنے لگا میں نے معاویہ کے پاؤں ایسے خواری کی تہ میں اتار دیئے ہیں جو قیامت تک نہ نکل سکے۔

(۱) مطابق عبارت روضۃ الصفا، جلد ۳ صفحہ ۲۴ مطبوعہ نولکشور کہ معاویہ لوگوں کا دین خرید کرتا تھا۔ روپیہ دے کر ان کو بے دین کرتا تھا چنانچہ خود اقرار کرتا ہے۔ دیکھو تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۳ وقائع ۵۶ھ زیاد نے وفد احنف بن قیس و جاریہ بن قدامہ وغیرہ کا معاویہ کے پاس بھیجا (بیعت یزید کیلئے) اور معاویہ نے وفد کے ہر کس کو ایک لاکھ انعام دیا لیکن حتات نامی ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستر ہزار دیا۔ راستہ میں جاتے وقت وہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تمہیں کیا کچھ ملا ہے حتات باوجود صحابی دوسروں سے اپنا انعام کم سمجھ کر معاویہ کے پاس واپس آیا۔ معاویہ نے وجہ پوچھی۔ حتات نے کہا آپ نے

باقی اگلے صفحہ پر

بطبیب باعطاء اجرہ وولی سعید ابن عثمٰن علیٰ خراسان واعطاہ اربعین مائۃ درھم وجیشا مناسبا وارسلہ وفرغ منہ ومن انکر من اھل البصرۃ فقتل او صلب او نفی او عمی او ظلم علیہ حتی اقر ببیعۃ یزید واما اھل المدینۃ فقد کان مروان عاملا علیھم فسعی لبیعۃ یزید وقال اھل المدینۃ لا نبایع حتی یبایع عبد اللہ بن عمرؓ فکتب مروان الی معاویۃ فاعطی معاویۃ مائۃ الف درھم عبد اللہ بن عمر وقد مر ذکرہ من الفتح۔

فارغ ہو گیا جیسا کہ استیعاب[1] میں مذکور ہے مگر معاویہ نے طبیب سے وعدہ انعام دینے کا وفا نہ کیا اور دوسرا سعید بن عثمان کے دعوٰے خلافت کا بھی گمان تھا اس لئے اس کو معاویہ نے خراسان پر سردار بنا کر روانہ کیا اور چار ہزار درہم اور لشکر مناسب بھی اسے دیا اس کو بھیج کر بھی فارغ ہو گیا پھر تو اہل بصرہ سے جس نے انکار بیعت کیا اس کو قتل کیا گیا یا جلا وطن کیا گیا۔ یا اندھا کیا گیا یا دوسرے قسم کے ظلم کئے تا اینکہ سب سے اقرار بیعت یزید کا لے لیا اور اہل مدینہ پس ان پر مروان اہلکار تھا اس نے بیعت یزید کیلئے بڑی سعی کی اہل مدینہ نے کہا جب تک عبد اللہ بن عمرؓ بیعت نہ کرے ہم نہیں کرتے۔ تو معاویہ کو مروان نے جب یہ اطلاع دی اس نے ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن عمر کو عطا کر کے خاموش کر دیا۔ جس کا ذکر فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) مجھے اپنی قوم بنی تیم میں شرمندہ کیا ہے۔ کیا میں حسب ونسب میں بلند مرتبہ نہیں ہوں یا لوگ میرے تابع نہیں ہیں کہ آپ مجھے دوسروں کی نسبت تھوڑا انعام دے کر میری ہتک کی ہے معاویہ نے کہا انی اشتریت من القوم دینھم ووکلتک الی دینک ورایک فی عثمانؓ بن عفان وکان عثمانیا فقال وانا فاشتر منی دینی فاسر لہ بتمام جائزۃ القوم یعنی معاویہ نے کہا میں نے اس قوم کا دین خرید کیا ہے۔ اور تجھے میں عثمانی سمجھتا ہوں۔ اس لئے کسی جدید توجہ کی ضرورت نہیں سمجھی، حتات نے کہا میرا دین تو جس طرح خرید کرنا چاہتا ہے کرے اور انعام پورا کر۔ اس پر معاویہ نے حکم دیا کہ اس کو دوسروں کے برابر انعام دیا جاوے انتہی ملخصا۔ اسی طرح استیعاب ابن عبد البر اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۱ ترجمہ حتات بن یزید میں باسناد مرقوم ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:
فرجع الحتات فقال لمعاویۃ فضلت علی محرقا ومخۃ الخ قال اشتریت منھما دینھما قال فاشتر منی دینی الخ
اور اصابہ میں بھی مثل اس کے با دنٰی تغیر ترجمہ حتات میں لکھا ہے ۱۲ مترجم۔

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء طبع اول مطبع وہبیہ سنہ ۱۲۹۹ھ ص ۱۱۷ میں ہے ابن اثال حکیم ادویہ مفردہ کا ماہر تھا۔ اور مختلف قسم کی زہروں سے بھی واقف تھا اسی وجہ سے معاویہ اس کی بڑی قدر کرتا تھا اور اس کو مقرب رکھتا تھا۔ اور اکابر مسلمین اور امراء کی بڑی جماعت عہد معاویہ میں زہر سے ہلاک ہوئی (بحوالہ اظہار حقیقت) ۱۲ مترجم۔

[2] استیعاب علی الاصابہ جلد ۳ ص ۴۰۹ میں بعینہ اسی طرح مرقوم ہے ۱۲ مترجم

ومن اهل المدينة خالفه عبد الرحمن بن ابی بکرؓ فتخاصما وتنازعا حتى اتت عائشةؓ فصار ما صار وكتب الى معاوية عمر ابن عثمان حالة الحسينؑ واعراضه عن بيعة يزيد فكتب معاوية اليه وهو كتب اليه وفيه طول ان شئت فارجع الى المطولات وانكر عبد الله بن الزبير من اهل مكة بيعة يزيد فلما سمع معاوية اراد الحرمين بنفسه فاتى المدينة فاول من لاقاه الحسين عليه السلام فقال له لا مرحبا ولا اهلا وغضب عليه وعلى عبد الرحمن بن ابی بکرؓ وعبد الله بن الزبيرؓ وابن عمرؓ وغضب على ابی قتادة لعدم استقباله اياه فاعتذر بعدم المركب ولما اشتد غضبه على اربعة المذكورين ولم ياذن لهم عنده ناسب لهم ان هجروا مدينة ودخلوا مكة تقية لانفسهم ثم صعد معاوية على منبر النبیؐ فخوف الناس وبالغ وقال فيهم ان تبايعوا يزيد فهو المراد والا فنفعل بهم ما نفعل كذا قال ابن قتيبة فی الامامة والسياسة ثم بقی فی المدينة ابن عباس وابن عمر وعائشة فدعاهم على حدة ليلا وكان ابن عباس قد ذهب بصره واقام بالطائف وزرع فيه فما كان منه خوف لمعاوية واما ابن عمر فاعطاه وتراضيا فيما بينهما واما عائشة فقد كانت ساخطة عليه لقتله اخاها

اہل مدینہ سے عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے مخالفت کی جس سے مروان اور عبد الرحمٰن کے درمیان مخاصمت اور جھگڑا پیدا ہوا تا اینکہ بی بی عائشہؓ آئی اور ناراضگی ظاہر کی اور ہوا جو کچھ ہوا۔ پھر عمر بن عثمانؓ نے معاویہ کی طرف امام حسینؑ کا بیعت یزید کو ناپسند کرنا لکھا جس پر معاویہ اور مروان کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی مگر اس میں طوالت ہے اگر تفصیل مطلوب ہو تو بڑی کتب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اہل مکہ سے عبد اللہ بن زبیر نے بیعت یزید کا انکار کیا اور معاویہ نے معلوم کیا تو اس نے حرمین کی طرف آنے کا ارادہ کیا اور مدینہ میں اول آکر امام حسین سے ملا معاویہ نے کہا کہ نا مبارک ہے تیرا آنا اور ملنا اور امام پر غضب ظاہر کیا اور نیز عبد الرحمٰن بن ابی بکر و عبد اللہ بن زبیر و ابن عمر پر و ابی قتادہ پر بھی غصہ ظاہر کیا کہ کیوں استقبال نہیں کیا اس نے سواری نہ ملنے کا عذر کیا اور چار مذکورین پر غصہ زیادہ کیا تو وہ بچاؤ کے لئے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں چلے گئے۔ پھر معاویہ منبر نبوی پہ چڑھا اور لوگوں کو خوف دلایا کہا کہ اگر یزید کی بیعت کر لیں تو یہی مراد ہے ورنہ تو ہم ایسا ویسا کریں گے اسی طرح ابن قتیبہ نے امامۃ والسیاست جلد ا صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے پھر مدینہ میں ابن عباس و ابن عمرؓ و عائشہؓ باقی رہے جن کو معاویہ نے رات کے وقت بلایا اور ابن عباس کی چونکہ نظر جاتی رہی تھی اور طائف میں مقیم تھے اور زراعت بھی انہوں نے وہاں کی اس واسطے معاویہ کو اس سے کوئی خوف نہ تھا اور ابن عمر نے عطیہ لے کر خاموشی نیم رضا کا معاملہ بنا رکھا تھا۔

محمد وابنه انه اخاها عبد الرحمن فروی
السیوطی فی الاوائل والزمخشری فی ربیع
الابرار ومولف کامل السفینة ان عائشة رض
اخرجت راسها من الحجرة وقالت صه صه
هل استدعی الشیوخ لبنیهم البیعة قال معاویة
لا قالت فیمن تقتدی انت فخجل ونزل عن
المنبر وبنی لها حفرة فوقعت فیها وماتت
وقد اعترف به الحکیم السنائی فی حدیقته
ثم ارتحل معاویة الی المکة المبارکة
فتلون بالوان مختلفة من التملق وارسال
التحائف والتخویف والتذکیر وقال اهل
الشام من عسکره والله لا نرضی حتی یبایعوا
له علی رؤس الاشهاد والا ضربنا اعناقهم
کذا اورده السیوطی فی تاریخ الخلفاء
هذا ما انتخبناه من الذبح العظیم
للسید اولاد حیدر سلمه الله سبحانه و
افاض علینا برکاته. اقول وقد نقض
معاویة عهده الذی صالح به الحسن ع و
لیس لمعاویة ان یعهد الی احد من بعده
عهد الخ کما مر من الصواعق وسیاتی ذکر
یزید علیه اللعنة. و منها تسمیة الحسن ابن
علی وقد مر. ومنها قتل حجر ابن عدی
وقد مر. ومنها تسمیمه مالک الاشتر و
عبد الرحمن بن خالد. ومنها قتل محمد
بن ابی بکر الصدیق رض واحراقه فی جیفة
حمار. فی النصائح الکافیة وقتل عمرو بن
العاص ومعاویة بن خدیج محمد ابن

البتہ عائشہ رض بی بی معاویہ پر غضبناک تھی کیونکہ اس نے
عائشہ رض کے بھائی محمد کو ایذا پہنچا کر قتل کیا ہوا تھا اور
عبدالرحمن کو بھی ایذا ہی پہونچائی تھی چنانچہ سیوطی
نے اوائل میں روایت کیا اور زمخشری نے ربیع
الابرار میں اور مولف کامل السفینہ نے بھی لکھا کہ
عائشہ رض نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا کہ بس چپ رہو
کیا پہلے مشائخ نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت طلب
کی تھی معاویہ نے کہا نہیں! عائشہ نے کہا پس تو کس
کے ساتھ اقتدا کر رہا ہے؟ تب معاویہ شرمندہ ہو
کر منبر سے اتر آیا اور ایک گڑھا تیار کرایا جس میں گر
کر عائشہ رض کی وفات ہوئی. جیسا کہ حکیم سنائی نے اپنے
حدیقہ میں بھی تسلیم کیا ہے. پھر معاویہ نے مکہ مبارکہ
کی طرف رجوع کیا اور مختلف قسم کی چاپلوسی اور تحفہ
تحائف دینے اور دھمکی دینے اور نصیحت کرنے سے
کام لیا اور اہل شام کے لوگ لشکر معاویہ کے سپاہیوں
نے کہا قسم بخدا ہم کبھی راضی نہ ہوں گے جب تک علانیہ
روبروئے عام مجلس کے اس کی یہ لوگ بیعت نہ کریں
گے اور اگر نہ کریں تو ہم ان کی گردنیں کاٹیں گے.
اسی طرح کہا ہے اس کو سیوطی نے تاریخ الخلفا صفحہ
۱۴۳ میں لکھا ہے یہ مضمون بالا ہم نے ذبح عظیم
سید اولاد حیدر صاحب سے منتخب کیا ہے اللہ تعالی
ان کو سلامت رکھے اور ہم پر ان کے برکات جاری
رکھے (قول مولف) میں کہتا ہوں کہ معاویہ نے اس
عہد کو بھی توڑ دیا جو صلح امام حسن میں کیا تھا کہ معاویہ
کو معاویہ کو اپنے ولیعہد بنانے کا کوئی حق نہ ہوگا
الخ. جیسا کہ صواعق صفحہ ۸۱ سے گذر چکا ہے.
اور قریب ہے کہ اس کا ذکر آگے آئے گا. یعنی یزید

ابی بکرؓ الصدیقؓ بعد فتحہم مصر لمعاویۃ وکیف قتلوہ منعوہ الماء حتی اشتد عطشہ ثم ادخلوہ فی جیفۃ حمار و احرقوہ بالنار ولما بلغ معاویۃ قتلہ اظہر الفرح والسرور و بلغ علیاً قتلہ و سرور معاویۃ فقال جزعنا علیہ علیٰ قدر سرورہم ابل یزید اضعافا ولما بلغ ذٰلک عائشۃؓ جزعت علیہ جزعا شدیدا و قلنت دبر الصلوٰۃ تدعو علیٰ معاویۃ وعمرو ولم تاکل من ذٰلک الوقت شواء حتی توفیت۔ انتھیٰ۔ ملخصًا

و فی حیواۃ الحیوان ذکر ابن خلکان و غیرہ ان علیؑ ابن ابی طالب ولی محمد ابن ابی بکرؓ الصدیق علیٰ مصر فی خلہا سنۃ سبع و ثلاثین واقام بہا الی ان بعث معاویۃ بن ابی سفیان عمرو بن العاص فی جیوش اہل الشام (الیٰ ان قال) فامر معاویۃ (ابن خدیج) وکان من عسکر عمرو ابن العاص۔

ملعون کا حال آیندہ مذکور ہوگا۔ اور منجملہ افعال اس کے امام حسن کو زہر دلانا ہے جس کا ذکر سابقاً گذر چکا ہے۔ اور منجملہ اس کے افعال کے قتل حجر ابن عدی کا ہے جو پیر بھی لکھا جا چکا ہے۔ اور منجملہ اس کے افعال کے اس کا زہر دلانا مالک الاشتر و عبدالرحمٰن بن خالد کو ہے۔ اور منجملہ اس کے افعال کے قتل محمد بن ابی بکرؓ الصدیق کا ہے اور اس کا مردہ گدھے میں ڈال کر جلا دینا ہے نصائح کافیہ صفحہ ۶۲ و تذکرہ خواص الائمہ صفحہ ۶۲ و مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ ص ۲۸۷ میں ہے اور عمرو بن عاص اور معاویہ بن خدیج نے محمد بن ابی بکر صدیق کو بعد اس کے کہ مصر معاویہ کے لئے فتح ہو چکا تھا اس طرح قتل کیا کہ اس کا پانی بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پیاس اس کی غایت درجہ کو پہنچی پھر انہوں نے اس کو گدھے کے مردار میں داخل کر کے آگ سے جلا دیا اور جب خبر اس کے قتل کی معاویہ کو پہونچی تو اس نے خوشی و خورمی ظاہر کی اور حضرت علیؑ کو خبر قتل محمد کی اور معاویہ کے خوش ہونے کی پہنچی؛ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قتل محمد بن ابی بکرؓ پر ہم اتنا ہی غم ظاہر نہیں کرتے جتنی کہ انہوں نے خوشی کی ہے بلکہ اس سے کئی حصے زیادہ اور یہ خبر بی بی عائشہؓ کو پہونچی تو اس نے اس نے محمد پر بہت بڑا غم ظاہر کیا اور بعد نماز کے معاویہ و عمرو بن عاص

بقیہ حاشیہ) ؎۱ حجر بن عدی کو اصابہ فی تمیز الصحابہ طبع مصر جلد ۱ ص $\frac{329}{365}$ و استیعاب ص $\frac{250}{359}$ میں صحابی رسولؐ کا لکھا ہے کہ حجر کو معاویہ کے حکم سے قتل کیا گیا اور حجر نے قتل ہوتے وقت کہا کہ میرے زنجیروں کو نہ کھولنا اور میرے خون کو نہ دھونا کیونکہ میں معاویہ سے فردا روز قیامت اسی حال میں ملاقات کروں گا۔ اور اس سے خصومت کرونگا ۱۲ مترجم ؎۲ نصائح ص $\frac{61}{62}$ میں ابن اثیر اور طبری کے حوالہ سے زہر دلانا ہر دو کا مذکور ہے ۱۲ مترجم

؎۱ تاریخ طبری جلد ۶ ص ۶۰ میں یہ قصہ بعینہٖ مروی ہے اور اسی کتاب کے جلد ۶ ص ۱۲۸ میں معاویہ کا عبدالرحمٰن بن خالد کو معرفت ابن آثال کے قتل کرانا لکھا ہے کہ وہ حکیم تھا اور فریب سے زہر دیا اور اس کو اس پر معاویہ نے انعام دیا ۱۲ مترجم۔

کو بددعا کرتی تھی نیز اس نے اس وقت سے گوشت بریاں کا کھانا مرتے دم تک بند کر دیا تھا۔ انتہی ملخصاً۔ اور حیوٰۃ الحیوان جلد اصفحہ ۲۲ میں ہے ابن خلکان وغیرہ نے بیان کیا کہ تحقیق علی ابن ابی طالب نے محمد بن ابی بکر صدیق کو ۳۷ھ میں مصر کا حاکم بنایا اور وہاں مقیم رہا حتیٰ کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عمرو بن عاص کو اہل شام کے لشکروں میں بھیجا (یہاں تک کہا) پس معاویہ (ابن خدیج) نے جو اسی لشکر عمرو بن عاص میں تھا حکم دیا۔

فدخلوا الیہ (محمد)[1] وربطوہ بالجبال وجروہ علی الارض وامر معاویۃ ان یجرفی الطریق وامربہ ان یحرق بالنار فی جیفۃ حمار ووجد علیہ رای علی قتل محمد) علیؑ ابن ابی طالب وجدا عظیما وقال کان لی ربیبا وکنت اعدہ ولدا ولبنی اخا و ذلک لان علیا کان قد تزوج امہ اسماء بنت عمیس بعد وفات الصدیق ورباہ کما تقدم۔ انتہی ملخصاً۔ فی نہج البلاغۃ فلقد کان (محمد) الی حبیبا وکان لی ربیبا وفی البہجۃ حاشیۃ نہج البلاغۃ۔ ام محمد ھی اسماء بنت عمیس وکانت عند جعفر بن ابیطالب ولما قتل جعفر یوم موتہ تزوجھا ابوبکر فولدت لہ محمد اثم تزوجھا امیرالمومنینؑ ونشا محمد فی

اس کو رسّوں سے باندھا اور زمین پر کھینچتے ہوئے اس کو لے گئے معاویہ نے کہا کہ اس کو راستہ میں اسی طرح کھینچتے ہوئے لے آئیں اور امر کیا کہ مردار گدھے میں ڈال کر اس کو جلا دیا جائے اور علیؑ بن ابی طالب نے قتل محمد پر بہت غمناک ہو کر فرمایا کہ وہ میرا پرورش یافتہ تھا میں اس کو اپنے بیٹوں میں شمار کرتا تھا اور میرے بیٹوں کا بھائی تھا اور یہ اس لئے کہ علی نے محمد بن ابی بکرؓ کی مادر اسمار بنت عمیس سے بعد وفات صدیق کے نکاح کیا تھا اور محمد بن ابی بکرؓ کی پرورش حضرت علیؑ نے کی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ انتہی۔ ملخصاً۔ نہج البلاغت صفحہ ۳۷ میں ہے۔ علی نے فرمایا تحقیق محمد بن ابی بکرؓ میرا حبیب اور ربیب تھا۔ اور بہجہ حاشیہ نہج البلاغت میں ہے محمد کی ماں اسمار بنت عمیس ہے جو جعفر بن ابی طالب کے پاس تھی جب جعفر قتل

[1] قتل بن ابی بکر کا حال مثل حیوٰۃ الحیوان کے منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ اور نور الابصار صفحہ ۸۲ و اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۵۷ میں ہے محمد بن ابی بکر ربیب علی کے تھے دیکھو صفحہ ۱۵۷ اسعاف الراغبین۔ [2] تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۵۲ و مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ صفحہ ۳۰۸ میں کہ زیاد بن ابی سفیان نے حجر بن عدی کندی وغیرہ ۱۲ اکس کو قید کر کے معاویہ کی طرف بھیجا اور خط میں لکھا کہ یہ لوگ تبرا بہ سبائیہ ہیں ان کا سردار حجر بن عدی ہے انہوں نے امیرالمومنین (معاویہ) کی مخالفت کی ہے (پھر کہا یعنی معاویہ نے) زیاد ہمارے نزدیک حجر سے بہت سچا ہے (پھر کہا راوی نے) پس حجر اور اس کے ساتھیوں کو معاویہ کے وکیل نے کہا ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ علیؑ پر لعنت کرنا اور تبرا کرنا ہم تمہارے پیش کریں گے اگر تم اس پر عملدرآمد کرو تو بہتر اور اگر تم اس سے انکار کرو تو ہم تمہیں قتل کریں گے امیرالمومنین

حجرۃ دوضع الولاء والتشیع۔ انتہٰے۔
ومنہا تولیتہ زیاداً علی الکوفۃ قال المسعودی فی المروج والبیہقی فی المحاسن والمساوی جمع (زیاد) الناس بالکوفۃ بباب قصرہ یحرضہم علیٰ لعن علیؑ فمن ابی ذٰلک عرضہ علی السیف۔ انتہیٰ۔

ہوا اس سے ابوبکر نے تزویج کی اور محمد بیٹے ابو بکر کا تولد ہوا پھر بعد وفات ابی بکر کے امیر المومنینؑ سے تولا۔ اور تشیع کو تعلیم پایا۔ انتہی اور منجملہ افعال معاویہ سے اس کا زیاد کو کوفہ پر حاکم بنانا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے مروج الذہب میں اور بیہقی نے محاسن ومساوی میں لکھا ہے کہ زیاد نے لوگوں کو کوفہ میں اپنے محل کے دروازہ پر جمع کیا اور لوگوں کو لعنت حضرت علی کی ترغیب دی اور کرائی گئی اور جس نے لعنت کرنے سے انکار کیا اس کو تلوار سے قتل کیا۔ انتہی

(پچھلے صفحہ پر صفحہ کا حاشیہ شروع ہوا ہے) (معاویہ) کہتے ہیں کہ قتل تمہارا حلال ہوگیا ہے کیونکہ شہر کے لوگ سب تم پر گواہ ہیں۔ البتہ اب بھی معافی اسی پر موقوف ہے کہ اگر اس آدمی (حضرت علیؑ) سے تبرا کرو تو ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ حجر اور اس کے ہمراہیوں نے کہا ہم یہ تو نہیں کریں گے اس پر معاویہ کا حکم ہوا کہ ان کی قبریں کھودی جائیں اور کفن ان کے سامنے رکھے جائیں تاکہ ان کو عبرت ہو اسی طرح کیا گیا جس پر حجر وغیرہ نماز میں مشغول ہو گئے پھر معاویہ کے خدام نے سوال کیا کہ نمازیں تو تم نے بڑی لمبی پڑھی ہیں مگر بتاؤ تم امیر عثمانؓ کے حق میں کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حجر وغیرہ نے کہا امیر عثمانؓ نے ہی پہلے ظلم کی بنیاد رکھی ہے (کہ معاویہ کو اس قدر عروج ہوا۔ اور حق کے مخالف عمل کیا پھر معاویہ کے اصحاب نے کہا آخر تم حضرت علی سے تبرا کرتے ہو۔ یا نہ حجر وغیرہ نے کہا نہیں ہم تو حضرت علی کو دوست رکھتے ہیں اور جو اس سے تبرا کرے ہم اس سے تبرا کرتے ہیں۔ پس ازاں معاویہ کے سپاہیوں نے ایک ایک کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ انتہی۔
اور مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے زیاد نے لوگوں کو کوفہ میں جمع کیا اور حضرت علیؑ پر لعنت کرنے پر آمادہ کیا اور جس نے اس سے انکار کیا اس کو زیاد نے موت کے گھاٹ اتار دیا زیاد کا حجر بن عدی کو قید کرنا جلد ۵ ص ۱۵۲ تا ۱۵۵ طبری اور عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۵۱ میں بھی ہے: تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۹۲ میں دربیان اصحاب حجر بن عدی لکھا ہے۔ خثعمی اور عبد الرحمن بن حسان عنزی نے معاویہ پر اعتراض کیا کہ حضرت علی عابد عادل شخص ہے ان کا کیا قصور ہے کہ تو لعن کراتا ہے اس نے کہا عثمانؓ کو تم کس طرح جانتے ہو؟۔ اس نے کہا وہ پہلا شخص ہے جس نے ظلم کا دروازہ کھولا معاویہ نے اس کو پھر زیاد کی طرف بھیجا۔ اور لکھا اس کو سب سے زیادہ عذاب دے کر قتل کرو زیاد کے پاس پہنچایا گیا تو اس نے عبد الرحمن عنزی کو زندہ دفن کرا دیا۔ انتہی ۱۲ مترجم

فصل[۱]: فی نبذۃ حالات بعض الصحابۃ وفی انہ ھل یجوز ذکر الجرح علیھم والتعدیل لھم

فنقول یجب ان نفتش احوالھم کما ھو مجری فی احوال سائر الرواۃ لما قال الحافظ عبد العزیز فی کوثر النبیؐ وعن ابن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم رواہ مسلم والترمذی فی الشمائل لان کل من حضر عند النبیؐ واظھر اسلامہ لیس بصحابیٍ فی الحقیقۃ ولیس بمومن وان کان مومنا فلیس بمعصوم بحیث لا یصدر عنہ ذنب مطلقاً کما لا یخفی لان من بقی عند وفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد کان مائۃ الف واربعۃ عشر الف ممن یعد صحابیاً وھذا العدد ذکرہ النووی وابن الصلاح کما فی الصواعق ولیسوا بسواء کما نبینہ انشاء اللہ تعالیٰ قال اللہ عزوجل لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم علی

فصل: بعض حالات صحابہ میں اور اس میں کیا بیان جرح و تعدیل صحابہ کا جائز ہے یا نہ:

پس ہم کہتے ہیں واجب ہے کہ ہم ان کے حالات کی تفتیش کریں جیسا کہ یہی صورت باقی راویان احادیث میں جاری ہے کیونکہ لکھا ہے حافظ عبد العزیز پر ہاروی نے کتاب کوثر النبیؐ صفحہ ۴ میں کہ ابن سیرین نے کہا ہے کہ تحقیق یہ علم دین کا ہے دیکھ بھال لیا کرو کہ دین کو کیسے شخص سے سیکھ رہے ہو اس کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا اس واسطے تفتیش کی ضرورت ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو اسلام ظاہر کر کے نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا ہو اس کو ضرور ہی صحابی مخلص کہا جائے اور نہ وہ ہر شخص مومن کامل کہلا سکتا ہے اور اگر کوئی مومن بھی ہو تو معصوم نہیں ہو سکتا اس طرح کہ اس سے کوئی گناہ مطلقاً صادر نہ ہو جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ جو وفات نبی صلعم کے بعد صحابہ موجود تھے وہ قریباً ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے۔ چنانچہ نووی اور ابن صلاح نے ذکر کیا ہے جیسا کہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳ میں لکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سب برابر نہ تھے جیسا کہ ہم اس کو بہ تفصیل بیان کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ

---

[۱] اس فصل کے مضمون سے دفع دخل مقدر کا کیا گیا ہے کہ معاویہ عمرو بن عاص و مغیرہ وغیرہ چونکہ صحابہ میں سے ہیں ان پر زبان طعن کیوں کھولی گئی ہے اور خلاصہ مقصود اس فصل کا یہ ہے کہ مطلق حضرت صلعم کی خدمت میں باظہار اسلام حاضر ہونا صحابی کی مشہور تعریف میں داخل کر دیتا ہے لیکن اخلاص ایمان و اعتقاد سے اطاعت اللہ و رسولؐ میں اول سے آخر تک ثابت قدم رہنا اور ذرہ بھر مخالفت نہ کرنی یہ سوائے بعض مخصوصین صحابہ کے عوام مسلمین مومنین بہ صحابہ میں نہیں پایا جاتا جس سبب سے وہ اس مرتبہ ادب و اتباع سے گرے ہوئے ہیں جس کے مستحق مقبولین صحابہ ہیں اور ہر سہ نامبردگان بالا اسی سلسلہ میں غیر مخلصین سے ہے اس لئے اپنے نفس کو اور نیز دوسروں کو ان کے حالات سے متنبہ کر کے ان کی مودت و متابعت سے بچانا

باقی حاشیہ آگے

القاعدین درجۃ الآیۃ۔ سورۃ النساء وقال اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ۔ الآیۃ سورۃ التوبہ وقال لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔ الآیۃ۔ سورۃ الحدید۔

الشرک۔ قال رسول اللہ لابی بکر الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل رواہ ابن کثیر وابو یعلےٰ والحکیم الترمذی وغیرھم۔

النفاق۔ فی تفسیر ابن کثیر روی احمد عن جبیر بن مطعم مرفوعًا ان فی اصحابی منافقین۔ فی الخصائص للسیوطی اخرج مسلم عن حذیفۃ ان النبیؐ قال فی اصحابی اثنا عشر

نے فرمایا ہے کہ مومنین سے آرام بلا تکلف بیٹھے رہنے والے اور جو خدا کی راہ میں اپنے نفس اور مال سے جنگ کرنے والے ہوں۔ برابر نہیں ہیں بلکہ بلحاظ درجہ کے اللہ تعالےٰ نے مجاہدین کو قاعدین پر فضیلت دی ہے یہ آیت سورت نساء میں موجود ہے اور فرمایا کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور عمارت کرنا مسجد حرام کا مثل اس شخص کے ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور قیامت کی تصدیق کی اور خدا کی راہ میں جنگ کی! (آیت سورہ توبہ) اور فرمایا مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کئے اور جنگ کی وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے (آیت سورہ حدید)

فعل شرک

ابوبکرؓ صاحب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر شرک چیونٹی کی رفتار سے بھی بہت پوشیدہ چلتا ہے روایت کیا اس کو ابن کثیر وابو یعلےٰ وحکیم ترمذی وغیرہ نے اور ایمان ابی بکرؓ میں اس کا مکمل ذکر آئے گا۔

صحابہ میں نفاق کا بیان۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۵۹ میں ہے احمد نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا (کذا فی مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳) مرفوعًا نبی سے تحقیق میرے اصحاب کے اندر منافقین بھی ہیں!

(بقیہ حاشیہ) ضروری ہے ورنہ طریق مخالف ثقلین پر چلنا ہوگا جو غیر سبیل المومنین ہے ۱۲ مترجم۔ ؎۲ کتاب دلیل الطالب علی ارجح المطالب للسید الصدیق ص ۲۱۵ میں شعر قابل ملاحظہ ہے ؎ ہر کرا او روے بہ بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت ۱۲ مترجم۔

؎۱ مذہب اہل سنت کی تفسیر لطائف البیان ترجمان القرآن مرتبہ مؤلف فتح البیان میں صفحہ ۳۴۴، ۴۴۴ پر تحت آیت ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم کے لکھا ہے جتنے منافق حضرت کے پاس تھے سب کو علی التعین حضرتؐ نہیں جانتے تھے صرف یہ جانتے تھے کہ اہل مدینہ جو ہم سے مخالطت رکھتے اور ملتے جلتے ہیں ان میں بعض اہل نفاق وشک بھی ہیں (پھر کہا) طبری نے بھی تعین نہیں کیا اور یہی راجح ہے۔ وکذا فی تفسیر الخازن

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

تھے ۱۲ مترجم۔ ۲؎ کذا فی الدر المنثور ج ۳ ص ۲۴۲ باسناد ابن مردویہ عن ابن مسعود وقال ثم قال ان منکم وان منکم فسلوا اللہ العافیۃ الخ۔

نفاق بعض صحابہ:۔ یہ روایت بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۳ میں ہے اور بغض علیؑ ۳؎ کا نشانی منافقت کی ہے۔ دیکھو فلک جلد ہذا بیان فضائل علیؑ پھر معاویہ و معاویین اس کے زیر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ یہ علامت ان میں کس پایہ کی ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے حاطب بدری کو منافق کہا۔ دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۴ کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح حدیث اول و کتاب الجہاد باب الجاسوس حدیث اول و بخاری طبع مصر جلد ۲ ص ۱۰۶ و جلد ۳ ص ۳۷ و بخاری مع تیسیر الباری پ ۱۲ ص ۲۲ و پ ۱۷ ص ۳۲ میں یہ مروی ہے حضرت عمر نے سعد انصاری کو منافق کہا۔ دیکھو تاریخ طبری طبع اسلامبول جلد ۳ ص ۲۱۶ حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو منافق کہا دیکھو تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۲ و ۱۷۳ ہر دو بحوالہ سہیل بمبئی ص ۱۲ جلد ۵ بسر بن راعی العیر اشجعی صحابی منافق تھا دیکھو اصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ مع استیعاب اور منافق کی تین یا چار علامتیں جو نفاق پر دال ہوتی ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں بحث فدک کی تعلیق فلک النجاۃ الفاظ کاذباً غادراً خائناً ملاحظہ ہوں: منافق کی دو قسمیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب الفوز الکبیر اصول التفسیر مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۱ میں لکھی ہیں ایک گروہ زبان سے توحید و نبوت کے قائل دل مطمئن بہ کفر دوسری قسم وہ جو داخل اسلام ہوئے مگر نہ تحقیق سے بلکہ تبعیت قوم خود یا برائے طلب لذات دنیاوی وغیرہ اور ایسے طبقہ ضعیف الاسلام کو رسالت حضرت پیغمبرؐ میں ظنون واہیہ و شبہات رکیکہ دلوں میں گذرتے رہے وہر چند آنجا نمی رسند کہ خلع ربقہ اسلام کنند وازاں باب بکلی درایند یعنی ایسا طبقہ یہاں تک نہیں پہنچا جو بالکل اسلام سے نکل کر کافروں میں مل جائیں۔ بلکہ نیم مسلمان رہتے ہیں (پھر کہا) وایں قسم نفاق عمل ونفاق اخلاق است ونفاق ثانی کثیر الوقوع است واشارہ ہمیں نفاق است در حدیث ثلاث من کن فیہ کان منافقاً خالصاً الخ یعنی دوسری قسم کا نفاق اعمال واخلاق کثیر الوقوع ہے جو بہت پایا جاتا ہے۔ انتہی (حدیبیہ کا شک اور توریت کی محبت وغیرہ اور معاویہ اور اس کے باپ کا اسلام زیر نظر رکھیے ۱۲) (ایک شبہ کا جواب) ایک ملاں نے کہا تھا کہ مدینہ شریف میں منافق پیدا ہوئے مکہ میں نہیں تھے لہذا جو آیات اتری ہیں لکھی جاتی ہیں:۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ میں بذیل آیت فما لکم فی المنافقین فئتین لکھا ہے نزلت فی قوم اظہروا الاسلام بمکۃ وکانوا یعینون المشرکین علی المسلمین یعنی یہ آیت ان لوگوں کے حق میں اتری جنہوں نے مکہ میں اسلام ظاہر کیا اور خفیہ مدد مشرکوں کو دیتے تھے۔ اخنس بن شریق مکی منافق تھا جس کا صحابی اور منافق ہونا کتب ذیل میں ہے۔ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی۔ حاشیہ جلالین مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۹ پ ۲ و تفسیر حسینی آیت الا انہم یثنون صدورہم لیستخفوا منہ پ ۱۱ سورہ ہود واصابہ مع استیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۵ و ۲۶ و جلالین آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا پ ۲ صفحہ ۲۸ و ص ۱۷۸ مقام دیگر آیت یثنون صدورہم پ ۱۱ اور تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۳۷ ۱۳۸ آیت یستغشون ثیابہم کی تفسیر میں لکھا ہے ای یعلموا استغشاءہم ثیابہم ونفاقہم غیرنا فع عنہ وقیل نزلت فی المنافقین

منافقا لا یدخلون الجنۃ حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط (الحدیث) وفیہ اخرج البیھقی عن ابن مسعود قال خطبنا رسول اللہ صلعم فقال فی خطبتہ ایھا الناس ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلان قم یا فلان حتی عد ستا وثلاثین[له] وفی البخاری عن حذیفۃ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منھم علی عھد النبی صلعم کانوا یومئذ یسرون والیوم یجھرون. وفی الفتح لان النفاق[عه] اظھار الایمان واخفاء الکفر ووجود ذلک ممکن فی کل عصر وانما اختلف الحکم لان النبی صلعم کان یتألفھم ویقبل ما ظھروہ من الاسلام ولو ظھر احتمال خلافہ. الخ۔

خصائص کبریٰ سیوطی جلد ا صفحہ ۲۸۰ میں ہے کہ مسلم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے تحقیق نبی صلعم نے فرمایا میرے اصحاب میں بارہ منافق ایسے ہیں جو بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل نہ ہو۔ آخر حدیث تک (یعنے محال ہے) اور اسی خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہا کہ ہمکو رسول اللہ صلعم نے خطبہ سنایا اور فرمایا اے لوگو! تحقیق تمہارے اندر منافقین ہیں جس کا نام لوں چاہیئے کہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے کھڑا ہوا ے فلاں کھڑا ہوا ے فلاں تا کہ چھتیس[۳۶] کو شمار کیا۔ اور بخاری مع فتح جلد ۶ جزو ۱۳ ص ۵۵ میں حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہا تحقیق منافقین آج کل کے زمانہ نبوی صلعم کے منافقین سے بدتر ہیں کیونکہ وہ بہت مخفی طور پر نفاق رکھتے ہیں؛ اور فتح الباری شرح حدیث مذکور میں لکھا ہے کیونکہ نفاق اظہار ایمان کا اور چھپانا کفر کا ہونا ہے اور اس بات کا وجود ہر زمانہ میں ممکن ہے البتہ حکم مختلف ہوگیا ہے کیونکہ نبی صلعم تالیف قلوب مسلمین کے لئے ان لوگوں سے جو اسلام کو ظاہر کر کے اعمال کرتے تھے۔ اس کو منظور فرما لیتے اور کوئی چنداں اعتراض نہ کرتے اگرچہ اسلام حقیقی کے خلاف بھی ان لوگوں سے کوئی امر ظاہر ہو جاتا تھا۔ اور فی زمانہ اس انداز کی تالیف کی ضرورت نہیں بلکہ ٹوکنا چاہیئے۔ الخ۔

عه کذا فی صحیح المسلم جلد ۲ ص ۳۶۹ ۱۲ مترجم
له کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۳۶۱ ۱۲

رحیمیہ جلد ۲ ص ۱۶ طبع مصر اور تفسیر ابن کثیر جلد ا ص ۵ میں ہے اس شخص کی سند جو اس کا قائل ہے کہ نبی صلعم بعض منافقین کو علی التعین جانتے تھے حدیث حذیفہ بن یمان کی ہے جس میں ۱۲ منافقین کے نام غزوہ تبوک میں بیان فرمائے لیکن سوائے ان کے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن حولکم الایۃ ولئن لم ینتہ المنافقون الآیۃ ان آیات میں اس پر دلیل ہے کہ حضرت صلعم ان کو اجنبی نہیں جانتے تھے اور نہ علی التعین ان کو جانتے تھے صرف صفات سے بعض کو پہچانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو نشاء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم الآیہ اور در منثور جلد ۶ ص ۶۶ مطبوعہ مصر میں ہے ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید و ابن مسعود سے روایت ہے کہ تم لوگ علی ع کے بغض سے ان منافقین کو پہچان لوگے اور صحابہ سے مروی ہے کہ ہم رسول صلعم کے زمانہ میں منافقین کو بغض علی سے پہچانتے

سورۃ ھود۔ اسی مدارک میں ہے کہ سورہ ہود مکی ہے اور اسی کے جلد ۳ صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ سورہ عنکبوت مکی ہے اور صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ونزلت فی المنافقین ومن الناس من یقول امنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جزع من ذلک کما یجزع من عذاب اللہ الخ۔ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خاں جلد ۱۰ صہ ۳۲ سورہ عنکبوت آیت منافقین کی ذیل میں ہے یہ ضعیف الایمان لوگوں کے حق میں ہے اور ضحاک نے کہا یہ آیت ان منافقوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مکہ میں تھے وہ ایمان ظاہر کرتے تھے (کذا فی الدر المنثور جلد ۵ صہ ۱۴۲ باسناد ابن جریر) تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۴۹ میں ہے سورہ مدثر مکی میں کفار اور منافقوں دونوں گروہوں کا ذکر ہے۔ ولیقول الذین فی قلوبھم مرض والکافرون۔ الآیۃ فاما الذین فی قلوبھم مرض ھم المنافقون والذین کفروا یحتمل المشرکین لان السورۃ مکیۃ فقد جمع الفریقان ھھنا۔ اور اسی کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۶۲ سورہ مدثر میں اس قول کی تردید ہے جو اس لفظ مرض سے نفاق مراد نہیں لیتے اس لئے کہ مکہ میں نفاق نہ تھا۔ پھر مرض سے مراد شک لکھا تو ظاہر کیا لان اھل مکۃ کان اکثرھم شاکین و بعضھم کانوا قاطعین بالکذب یعنی اکثر اہل مکہ قرآن میں شک رکھتے تھے اور بعض یقینی جھوٹ جانتے تھے (پھر کہا) مرض سے مراد نفاق موزوں ہے وہ مکی لوگ اکثر بہ ظاہر قرآن کو خدا کا کلام کہتے تھے جو فقط زبانی دعوے تھا اور کفار ظاہر و باطن قرآن کے کلام خدا نہ ہونے کے قائل تھے اور اس پر استدلال بھی پیش کرتے تھے۔ تفسیر ابی السعود بر حاشیہ کبیر جلد ۸ صہ ۳۶۱ میں مرض سے مراد شک یا نفاق لکھا ہے۔ ترجمان القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۰ میں ہے سورہ ہود قول حسن وعکرمہ وعطا وجابر ومجاہد بن زبیر کے قول میں مکی ہے ابن عباس وقتادہ نے کہا مگر ایک آیت واقم الصلوٰۃ طرفی النہار مقاتل نے لکھا ہے مگر یہ آیت فلعلک تارک واولئک یومنون بہ۔ الآیۃ۔ حاصل یہ ہے کہ ابن عباس کے نزدیک ایک آیت اور مقاتل کے نزدیک دو آیتیں مدنی ہیں جو مذکور ہوئیں اس سورت کی باقی سب آیات مکی ہیں۔ سورہ حدید پ ۲۷ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم میں بھی منافقین مکہ کا ذکر ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲۔ درمنثور سیوطی جلد ۵ صفحہ ۱۴۱ میں ہے سورہ عنکبوت مکی ہے اس آیت کو تفسیر درمنثور ج ۳ صہ ۳۲۰ میں باسانید کثیرہ منافقین کے حق میں لکھا ہے اور سورہ ہود کی جملہ آیات کا مکیہ ہونا بیان کیا ہے۔۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷) آیت ومن الناس من یقول امنا باللہ فریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم مجاہد سے روایت کرتے ہیں ولیعلمن المنافقین سے مراد ہے قال اناس یومنون بالسنتھم فاذا اصابھم بلاء الخ یعنی زبانی مومن مراد ہیں سدی کا قول بھی یہی ہے اور ابن جریر نے ضحاک سے بھی اسی طرح روایت کیا کہ مکہ کے منافقوں کے بارہ میں اتری ہے تفسیر سراج المنیر جلد ۴ صفحہ ۴۴۲ سورہ مدثر میں فی قلوبھم مرض سے مراد شک اور نفاق لکھا ہے نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۸۸ میں اور درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۸۴ میں نفاق ہی مراد ہونا لکھا ہے عن قتادۃ اخرجہ عبد بن حمید وابن المنذر اور شان مہاجرین میں فلک النجاۃ دیکھو اس جگہ بھی ظاہری مومن منافقوں کا ذکر ہے۔ جب منافقین پر بھی اصحاب کے لفظ کو استعمال کرنا رسول خدا کے ارشاد

سے ثابت ہے پھر تو کوئی جھگڑا باقی نہ رہا دیکھو صحیح بخاری کتاب التفسیر جب عبداللہ بن ابی رئیس منافقین نے ایک مہاجر و انصاری کے جھگڑے میں برہم ہو کر یہ کہا کہ مدینہ سے ہم مہاجرین کو نکال دیں گے تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال النبیؐ دعہ لا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ یعنی حکم دیجئے تو اس منافق کی گردن اڑادوں آنحضرتؐ نے فرمایا جانے دو کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں صحابی کی تعریف رسولؐ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا اور خود اس لفظ کو منافقین پر استعمال فرما رہے ہیں صحیح بخاری کا حوالہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ بخاری و ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲ ص۵۵ وصحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۳۲۱ باب نصرۃ الاخ ظالماً او مظلوماً میں ہے سیرت نبویہ و آثار محمدیہ لابن دحلان مفتی السادۃ الشافیعتہ بمکۃ المشرفہ بر حاشیہ سیرت حلبیہ جلد ۲ طبع مصر ص۳۷۶ وسیرت حلبیہ جلد ۳ ص۱۶۳ میں دربیان واقعہ عقبہ مابین مدینہ و تبوک اور منافقین کے ارادہ قتل نبیؐ کے مذکور ہے آخری دونوں کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے اسید بن حضیر کو جواب دیا۔ انی اکرہ ان یقول الناس ان محمداً قاتل بقوم حتی اظھرہ اللہ بھم اقبل علیھم یقتلھم فقال یا رسول اللہ ھؤلاء لیسوا باصحاب فقال رسول اللہ الیس یظھرون للشھادۃ انتھی بعینہ وکذا فی الدر المنثور جلد ۳ ص۲۶ اور اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۴ ص۶۸۶/۶۶۹ میں ہے اس میں قاتل بقوم کی جگہ قاتل باصحابہ ہے اور اس میں اس اعتراض کے جوابات بھی ہیں کہ جب منافقین تصدیق نبوت دل سے نہیں کرتے تھے۔ تو ان کو ڈر کیوں ہوتا تھا کہ ہمارے دل کی باتیں حضرت محمدؐ بتادیں گے۔ یحذر المنافقون ان ینبئھم اللہ بما فی قلوبھم۔ ترجمہ عبارت کبیر و سیرت ابن دحلان کا خلاصہ یہی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں محمدؐ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر جنگ کرتے رہے جب خدا نے ان کو غلبہ دیا تو اپنے انہی اصحاب کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے (یہاں مضمون سیرت حلبیہ کا ہے)، اسید نے کہا یا حضرتؐ یہ اصحاب نہیں کہلا سکتے ہیں۔ فرمایا کیوں نہیں کیا شہادت توحید و رسالت نہیں دیتے کہ اصحاب میں شمار نہ ہوں۔ انتہی۔ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۷ میں حدیث رجع ناس من اصحاب النبیؐ من احد یعنی کچھ لوگ اصحاب نبیؐ کے جنگ احد سے واپس چلے آئے اس پر حاشیہ قسطلانی شرح بخاری سے لکھا ہے۔ وھم عبد اللہ بن ابی المنافق واتباعہ وکانوا ثلاث مائۃ یعنی یہ اصحاب نبیؐ کے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین مع اپنی جماعت کے ہیں جو تین سو نفر تھے اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۴ میں بذیل حدیث معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی امام نووی لکھتے ہیں فھذا ھی العلۃ وسلك معہ مسلکہ مع غیرہ من المنافقین الذین اذوہ وسمع منھم فی غیر موطن ما کرھھم لکنہ صبر استقباءً لانقیادھم وتالیفاً لغیرھم لئلا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ فینفروا وقد رای الناس ھذا الصنف فی جماعتھم وعدوہ من جملتھم انتھیٰ۔ یعنی نبیؐ نے اسی سبب سے ایسے منافقوں کے ساتھ بھی سلوک دوسرے مسلمانوں جیسا رکھا جنہوں نے نبیؐ کو ایذا پہنچائی اور ان سے بہت جگہ ناپسند باتیں سنیں لیکن اس واسطے صبر فرمایا کہ یہ ظاہری تابعداری پر باقی رہیں اور دوسرے نئے لوگوں کی الفت کا باعث ہوگا وہ یہ کہہ کر متنفر

ہوں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں حالانکہ ان لوگوں نے اس قسم کے منافقوں کو جماعت صحابہ کے اندر دیکھا اور انہی میں سے شمار کیا ہوا ہے گویا بظاہر مومنین و منافقین کے درمیان کوئی تمیز نہیں تھی۔ سب صحابہ کی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ جہاد بھی کرتے تھے۔ نبیؐ ان منافقین کو تالیف قلوب کی غرض سے مشوروں میں بھی شامل رکھتے تھے۔ دیکھو سیرت حلبیہ طبع مصر ج ۱ ص ۲۳۱ مگر بھر ناری اور منافق تھے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۶ بذیل آیت ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا۔ الآیۃ۔ سورۃ توبہ میں لکھا ہے۔ والمقصود من ذکر ھذا الشرط ان المجاھد قد یجاھد ولا یکون مخلصا بل یکون منافقا باطنہ خلاف ظاہرہ۔ الخ یعنی مجاہد کبھی نجات یافتہ نہیں ہوتا بلکہ منافق اور اس کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے سیرۃ حلبیہ طبع مصر ج ۲ ص ۲۹۳ میں در بیان غزوہ بنی مصطلق مذکور ہے وخرج معہ صلعم ناس کثیر من المنافقین منھم عبد اللہ بن ابی سلول سورت آل عمران پ ۴ رکوع ۱۶ میں ہے۔ یقولون لو کان لنا من الامر شیئ ما قتلنا ھھنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین الخ منافقین جہاد میں قتل ہوئے۔ مزید برآں تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۶۶۹ میں بذیل آیت ومنھم من یلمزک فی الصدقات لکھا ہے وروی ابوبکر الاصم رضی اللہ عنہ فی تفسیرہ انہ صلعم قال لرجل من اصحابہ ما علمک ای بفلان فقال مالی بہ علم الا انک تدنیہ فی المجلس وتجزل لہ العطاء فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ منافق اداری عن نفاقہ واخاف ان یفسد علی غیرہ فقال لو اعطیت فلانا ما تعطیہ فقال انہ مومن اکلہ الی ایمانہ واما ھذا فمنافق اداریہ خوف افسادہ یعنی نبیؐ نے اپنے اصحاب میں سے فرمایا ایک کو تو فلاں شخص کو کیسا جانتا ہے اس نے عرض کیا مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ اس کو مجلس میں اپنے قریب جگہ دیتے ہیں اور کچھ تقسیم کرنا ہو تو اس کو زیادہ دیتے ہیں پس نبی صلعم نے فرمایا یہ تحقیق وہ منافق ہے میں اس سے زیادہ سلوک کرتا ہوں کہ دوسروں کو خراب نہ کر دے (ممنون ہو کر دبا رہے) راوی صحابی نے عرض کیا جو اس کو دیتے ہو کچھ اس میں سے فلاں کو دیدیتے وہ بہتر تھا جنابؐ نے فرمایا وہ مؤمن ہے اس کو اس کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں اور یہ منافق ہے اس کے خوف شر پیدا کرنے کی وجہ سے اس سے مدارات اور نیک سلوک کرتا ہوں۔ انتہی۔ نیز دیکھو تعلیق تشریح آیت جاہد الکفار والمنافقین وشیخین کا روضہ میں دفن۔ بخاری بحاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ میں حدیث لا یتحدث الناس انہ کان یقتل اصحابہ کے حاشیہ میں لکھا قال الخطابی فیہ باب عظیم من سیاسۃ الدین والنظر فی عواقب وذلک ان الناس انما یدخلون فی الدین ظاھرا ولا سبیل الی معرفۃ ما فی نفوسھم فلو عوقب المنافق علی باطن کفرہ لوجد اعداء الدین تنفیر الناس عن الدخول فی الدین بان یقولوا ما یومنکم اذا دخلتم فی دینہ ان یدعی علیکم کفر الباطن فیستبیح بذلک دماءکم واموالکم فلا تسلموا انفسکم الیہ للھلاک فیکون ذلک سببا لنفور الناس عن الدین۔ انتھی۔ ناقلا عن اکثر الشراح وخیر الجاری والکرمانی. یعنی اس حدیث سے امر دین کی سیاست کا ایک بڑا قانون ثابت ہوتا ہے کہ عاقبت اندیشی پر نظر کرنی چاہیے ظاہراً

مسلمانوں کے اندرونی حالات کی معرفت مشکل ہے. پس اگر اندرونی کفر پر منافقوں کو عذاب دیا جائے تو دین کے دشمنوں کو لوگوں کے نفرت دلانے کا موقعہ ملتا ہے اس طرح کہ کہیں گے اسلام میں داخل ہو کر اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے کہ تم پر باطن میں کفر رکھنے کا الزام لگا کر تمہارا خون و مال مباح سمجھ کر تمہیں قتل کر دیں گے اور مال لوٹ لیں گے. بلکہ قدیمی مسلمان صحابہ سب بدظن ہو جاتے کہ آج ان کو اندر کی تہمت لگا کر قتل کیا گیا ہے تو ممکن ہے کل ہماری باری آ جائے اور قتل کر دیں کیونکہ باطن سے بجز خدا اور رسول کے دوسرا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا. انوار اللغتہ پ۲۱ صفحہ ۲۵ پ ص۱۱ میں ہے حدیث اکثر منافقی امتی قرؤھا بیان کر کے لکھتے ہیں. میری امت کے اکثر منافق قاری ہوں گے جو ظاہر میں قرآن بڑی تجوید کے ساتھ پڑھیں گے تاکہ لوگ ان کو مخلص اور سچا مسلمان سمجھیں مگر دلوں پر قرآن کا ذرا اثر نہ ہوگا. نہایہ میں ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں منافقوں کی یہی صنعت تھی میں کہتا ہوں ہمارے زمانہ میں بھی اکثر قاری ایسے پائے جاتے ہیں. انتہی. صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ باب نصرۃ الاخ ظالما او مظلوما میں ہے عمر دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال دعہ لا یتحدث الناس ان محمدؐ یقتل اصحابہ امام نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں. ولم یقتل المنافقین لھذا المعنے ولا ظہارھم الاسلام وقد امر بالحکم بالظاھر واللہ تیولی السرائر ولانھم کانوا معدودین فی اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم ویجاھدون معہ اما حمیۃ واما لطلب الدنیا او عصبیۃ لمن معہ من عشائرھم یعنی نبی صلعم نے منافقوں کو اسی سبب سے جو حدیث میں ہے قتل نہ فرمایا: اور اس لئے بھی کہ وہ لوگ اسلام ظاہر کرتے تھے اور نبی کو اسی ظاہر پر خدا کی طرف سے حکم جاری کرنے کا امر تھا اور مخفی امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اسی کے سپرد ہیں اور اس لئے بھی قتل نہ فرمایا کہ وہ لوگ اصحاب النبیؐ میں شمار ہوتے تھے اور حضرت کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کرتے رہے. خواہ نبیؐ کی حمایت میں خواہ دنیا طلبی کی غرض سے خواہ ان کی امداد کی نیت سے جو ان منافقین کے قریبی رشتہ دار یا قبیلہ کے لوگ نبیؐ کے ساتھ ایماناً شریک تھے. بخاری کتاب الشہادات باب الشہداء العدول جلد ۲ ص۶۲ طبع مصر میں ہے عمر نے کہا وحی بند ہو گئی ہم تو ظاہری اعمال پر کسی کو پکڑتے ہیں جو اچھا کرے گا امن میں رہے گا اور مقرب ہوگا ولیس الینا من سریرتہ شئی اللہ یحاسبہ فی سریرتہ الخ اس کے باطن کا حساب ہمارے ذمہ نہیں اس کا حساب خدا لے گا. اور اسی حدیث کی شرح میں امام نووی صفحہ مذکورہ صحیح مسلم پر لکھتے ہیں. اس حدیث سے نبیؐ کا حلم معلوم ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پسندیدہ امور کو ترک کرنا اور بعض مفاسد و ناپسندیدہ امور پر صبر کرنا اس وقت ضروری ہے جب اس امر مختار کو عمل میں لانے سے کسی زیادہ فساد کے پیدا ہونے کا خوف ہو اور نبی صلعم لوگوں کی تالیف فرماتے اور جفاء عرب اور منافقین وغیرہ پر صبر فرماتے رہے تاکہ اسلام کا دبدبہ اور شوکت قائم رہے اور دعوت اسلام تمام لوگوں کو پہنچے اور مؤلفۃ القلوب کا ایمان قرار پکڑے اور جو داخل اسلام ہو گئے ہیں ان کے ماسوا دوسرے لوگ رغبت اسلام سے داخل اسلام ہو جائیں پس نبی صلعم ان منافقین کو اسی واسطے

بہت سا مال انعام فرمانے اور اسی واسطے ان کو قتل نہ فرمایا۔ انتہی۔ ایضاً صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ میں باب مداراۃ من یتقی فحشہ کی شرح میں نووی نے لکھا ہے فیہ مداراۃ من یتقی فحشہ وجواز غیبۃ الفاسق المعلن بفسقہ الخ اور ظاہری حال پر حکم جاری ہونا اور باطنی احوال خدا کے سپرد کرنا۔ ظاہری مسلمان پر حکم اسلام نافذ رکھنا نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۴۶ میں بھی لکھا ہے۔ فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۷۹ میں ہے فیہ تاخیر الحد عمن یختشی من ایقاعہ بہ الفتنۃ۔ نبہ علی ذلک ابن بطال مستند الی ان عبد اللہ بن ابی کان ممن قذف عائشۃؓ ولم یقع فی الحدیث انہ ممن حد۔ اور درمنثور ج ۵ صفحہ ۲۸ میں بھی عبد اللہ کو قاذفین سے شمار کیا گیا ہے یعنی فتنہ کا خوف ہو تو حد ملتوی کی جا سکتی ہے جیسے عبد اللہ بن ابی منافق قاذفین حضرت عائشہؓ سے تھا مگر اس کو حد مارنا ثابت نہیں۔ تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۲ بذیل آیت جاھد الکفار والمنافقین لکھا ہے اگر کوئی کہے کہ نبیؐ نے منافقین سے کیوں جنگ نہ کی۔ فکیف ترکھم مقیمین بین اظھرا صحابہ مع علمہ بھم اور کیسے ان کو اپنے اصحاب کے اندر شامل رہنے دیا باوجودیکہ ان کو جانتے تھے تو یہ جواب دیا جائے گا کہ جنگ کا حکم انہی کے لئے ہے جو کلمہ کفر کا اظہار کرے تو اسی کا عامل ہو اور جو کفر کا انکار کرے اور اس سے رجوع کرے اور جو کہے میں مسلمان ہوں نیز زبان سے اسلام ظاہر کرے تو خدا کا حکم اس کے لئے یہ ہے کہ اس کا خون اور مال محفوظ رکھا جاوے اگر اس کا اعتقاد قلبی ظاہر کے خلاف ہو۔ باطن کا مالک خدا ہے۔ خلقت کے ذمہ اندر کی بحث نہیں لگائی گئی ہے۔ اسی واسطے باوجودیکہ خدا نے اپنے نبیؐ کو منافقین کے باطنی و قلبی حالات جتلا دیئے تھے۔ مگر نبیؐ نے منافقین کو اپنے اصحاب کے اندر قرار دیا اور ان سے وہ جہاد نہ کیا جو مشرکین سے کیا کیونکہ جب نبیؐ کو اطلاع ملتی کہ فلاں نے کلمہ کفر کہا ہے۔ اور پوچھتے تو منافقین انکار کر دیتے تھے اور زبان سے اسلام و اطاعت ظاہر کرتے تھے۔ پس آنحضرتؐ ان کے ظاہر پر احکام جاری رکھتے تھے۔ پس نہ اس قول پر جس سے انہوں نے انکار کیا ہوتا اور باطن میں ان کا اعتقاد ہوتا تھا اس واسطے کہ خدا نے کسی کو اس کی اجازت نہیں دی کہ باطن کے حالات پر ظاہری احکام نافذ کرے اس کا مالک تو خدا ہی ہے۔ انتہی۔ نیز دیکھو آیت من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ ۔۔ ویعذب المنافقین پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۳ اس میں بھی مومنین میں منافقین کو شامل کر کے لفظ مومن اطلاق کیا گیا ہے اور آیات اس کے ثبوت کی حاشیہ صفحہ ۲۳ میں دیکھو! نبی صلعم نے منافقین کو قتل کیوں نہیں فرمایا۔ واضح ہو کہ حضرت صلعم نے ایسے منافقین کو بھی قتل نہیں فرمایا جو ارادہ رکھتے تھے کہ نبیؐ کو قتل کر ڈالیں۔ بلکہ ایسے اصحاب کو عام لوگوں کے سامنے شرمندہ اور مشہور بھی نہیں فرمایا۔ اس طرح کے مصالح مخفیہ رسولؐ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو کہتے ہیں کہ اگر فلاں فلاں کو نبی جانتے تھے کہ ہمارے مخالف ہیں تو ان کو دور کیوں نہ کر دیا لوگوں کو کیوں نہ سمجھا دیا کہ یہ میرے دشمن ہیں ان سے بچنا۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ اس میں بیان واقعہ عقبہ میں مذکور ہے کہ ان بارہ منافقین کے نام حضرت حذیفہؓ و عمار یاسرؓ کو نبیؐ نے معلوم کرائے جنہوں نے نبیؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا پوچھا گیا۔ افلا تامر بھم یا رسول اللہ

فنضرب اعناقهم قال اکرہ ان یتحدث الناس ویقولون ان محمد اوضع یدہ فی اصحابہ الخ یعنی یارسول اللہ آپ کیوں ان کے حق میں ہمیں یہ حکم نہیں دیتے کہ ان کی گردنیں اڑادی جائیں فرمایا میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلعم نے اپنے اصحاب کے اندر ہاتھ ڈال دیا اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے: یہ روایت باسناد بیہقی عروہ سے اور دوسری اسناد میں حذیفہ یمانی سے مذکور ہے اور شروع حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ مکر برسول اللہ ناس من اصحابہ یعنی رسول اللہؐ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے مکر کیا۔ اور آخر حدیث میں ہے فسماهم وقال اکتماهم یعنی رسول اللہؐ نے حذیفہؓ و عمارؓ کو ان اصحاب کے نام بتلا کر فرمایا کہ ان کو چھپائے رکھنا مشہور نہ کرنا دیکھو تفسیر آیت هموا بمالم ینالوا۔ کتاب مذکور۔ ایضاً ص۱۰۸ مجاہدین منافقین کا ذکر۔ قرآن کریم کے پارہ ۴ رکوع ۷ میں بھی ایسے مجاہدین کا ذکر ہے پڑھئے وطائفۃ قد اهمتهم انفسهم یظنون باللہ ظن الجاهلیۃ یخفون فی انفسهم مالا یبدون لک یقولون لو کان لنا من الامر شیئ ما قتلنا ههنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیهم القتل الی مضاجعهم۔ الآیۃ۔ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب نے یہ لکھا ہے اور بعض منافق تھے۔ جن کو اس وقت بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور اللہ کی جناب میں ناحق و ناروا جاہلیت کے وقت ایسی بدگمانیاں کر رہے تھے اور کہتے تھے الخ جی ہی جی میں کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ بس بھی چلتا ہوتا تو ہم یہاں سے مارے ہی نہ جاتے اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا گھروں سے نکل کر خود اپنے اپنے بچھڑنے کی جگہ آ موجود ہوتے۔ معاویہ کے حال میں عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کا مومنین میں شمار ہونا مذکور ہے نیز علاوہ بریں تفسیر کبیر جلد ۶ ص۳۵۰ میں بذیل آیت ان الذین جاؤ بالافک عصبۃ منکم لکھا ہے جماعۃ منکم ایها المومنون لان عبداللہ کان منجملۃ من حکم لہ بالایمان ظاهراً (تفسیر رازی) یعنی اے مومنو تم میں کی ایک جماعت ہے جنہوں نے بہتان اٹھایا ہے کیونکہ عبداللہ بن ابی ان میں سے ہے جن کے لئے ظاہری ایمان کے اعتبار پر مومنین کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ یعنی مومن بولا جاتا ہے۔ نسیم الریاض شرح شفاء عیاض جلد ۴ ص۱۶۳ میں ہے کہ منافقین کو نبیؐ جانتے تھے مگر قتل اس واسطے نہیں کیا فان الامر ای نفاقهم کان سراً و باطناً و ظاهرهم الاسلام والایمان (پھر کہا) وقد شاع ای سمع واشتهر بین الناس عن المذکورین ای من کان منافقا یظهر اسلامہ فی العرب کون من نیتهم بالنفاق من جملۃ المومنین وصحابۃ سید المرسلین وانصار الذین نصروا رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اعدائہ ظاهراً وهذا انما هو الحکم علی ظاهرهم الی ما یظهر من حالهم لانا لا نطلع علی سرائرهم فلاجل هذا لم یقتلهم۔ انتهی ملخصاً۔ اس کے بعد شارح شفا نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر ایسے لوگوں کو نبیؐ قتل کر دیتے تو نفرت دلانے والے لوگوں کو موقعہ ملتا تھا کہ جو لوگ نئے اسلام میں داخل

ہونا چاہئے ان سے کہتے کہ یہ نبی تو سفاک ہے اپنے اصحاب کو اندرونی شہادت پر قتل کر دیتا ہے تو اس کا ضروری نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگ اسلام میں داخل ہونے اور نبیؐ کی صحبت میں حاضر ہونے سے خوف کرتے اور متردد ہوتے جس سے ترقی اسلام میں بڑا خلل واقع ہو جاتا۔ اور خلاصہ ترجمہ عبارت بالا یہ ہے کہ منافقوں کا نفاق باطن میں چھپا ہوا تھا ظاہر میں وہ مومن اور مسلمان تھے اور ان کا اسلام اور ایمان لوگوں میں مشہور تھا اور یہ منافقین علاوہ مومنین میں شمار اور مشہور ہونے کے صحابہ سید المرسلین اور ان کے انصار سے مشہور تھے جنہوں نے مخالفین کے مقابلہ میں رسولؐ کریم کی مدد کی تھی اور احکام شریعت ظاہر پر مبنی ہیں کیونکہ ہم سب ان کے باطن سے مطلع نہیں ہو سکتے۔ پس اسی واسطے رسول خداؐ نے ان کو قتل نہ فرمایا کہ ان کے خلاف عام لوگوں کی نظر میں واجب القتل ہونے کی کوئی شہادت نہ تھی ۱۲ مترجم۔

قال النووی فی شرح المسلم قال البخاری فی صحیحہ قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبیؐ کلھم یخاف النفاق علی نفسہ۔ وفی نہج البلاغۃ ولقد قال لی رسول اللہ انی لا اخاف علیٰ امتی مومناً ولا مشرکاً اما المومن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرک فیقمعہ اللہ لشرکہ ولکنی اخاف علیکم کل منافق الجنان عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون۔ وفی احیاء العلوم للغزالی لقد کان عمر یبالغ فی تفتیش قلبہ حتی کان یسئل حذیفۃ انہ ھل یعرف بہ من اثار النفاق شیئاً وکذا فی المدارج والمعارج وغیرھما وسیاتی انشاء اللہ

نووی نے شرح مسلم جلد صفحہ ۲۶ میں کہا کہ بخاری نے صحیح میں کہا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا میں نے تیس صحابیوں کو مل کر معلوم کیا کہ وہ سب اپنے نفاق کا خدشہ رکھتے تھے اور نہج البلاغت صفحہ ۱۹۹ میں ہے علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا ہے تحقیق میں اپنی امت کے مومن اور مشرک سے خوف نہیں کرتا کیونکہ مومن کو اللہ تعالیٰ اوس کے ایمان کے باعث ممنوعات سے بچا لیتا ہے اور مشرک کو خدا تعالےٰ اس کے شرک کے باعث ہلاک کرے گا لیکن ایسے شخص کے فتنہ سے مجھے زیادہ خوف ہے جو دل سے منافق ہو اور زبان سے باتونی۔ باتیں تو ایسی کرے جو تم اچھی سمجھتے ہو گے مگر افعال ناپسندیدہ کرے گا۔ اور احیاء العلوم غزالی جلد ۴ صفحہ ۸۰ میں ہے تحقیق عمر بن خطاب تفتیش اپنے دل کے لئے مبالغہ کرتا تھا اور حذیفہ سے سوال کرتا تھا کہ کیا عمر میں کچھ منافقت کے آثار تجھے معلوم ہوتے ہیں یا نہ اسی طرح مدارج و معارج وغیرہ میں ہے اور آئندہ بیان ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ

الردۃ[۱] قد بوب السیوطی فی الخصائص اخبارہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالردۃ بعدہ۔ وکفاک بہ شہید احدیث الحوض وسیاتی۔ وفی التاریخ الکامل کان مع مسیلمۃ نہار الرجال بن عنفوہ وکان قد ھاجر الی النبیؐ وقرا القران وفقہ فی الدین وبعثہ معلما لاھل الیمامۃ ولیشغب علی مسیلمۃ فکان اعظم فتنۃ علی بنی حنیفۃ من مسیلمۃ شھد ان محمدًا یقول ان مسیلمۃ قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوا لہ۔ انتھی **الاحداث فی الدین بعد النبیؐ** اخرج مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعًا الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذاد البعیر الضال فانا دیھم الا ھلم فیقال انھم قد بدلوا فاقول سحقا سحقا۔ فی الخصائص للسیوطی اخرج الشیخان عن ابن عباس مرفوعًا الا انہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح[۲] وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم الایۃ فیقال انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم وفیہ اخرج البخاری عن عقبۃ بن عامر

مرتد ہونے کے بیان میں۔ اور تحقیق سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک باب رکھا ہے جس میں بعض لوگوں کی نسبت نبیؐ نے اپنے بعد مرتد ہونے کی خبر دی ہے اور تمہیں حدیث حوض شہادت کے لئے کافی ہے جس میں ردت کلی وجزئی کی خبر دی ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگی۔ اور تاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۳۱/۱۴۲ میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ نہار الرجال بھی تھا جو عنفوہ کا بیٹا تھا اور تحقیق اس نے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور قرآن پڑھا دین میں فقیہ ہوا اور اس کو نبیؐ نے یمامہ کے لوگوں کی طرف معلم بنا کر بھیجا اور اس لئے کہ مسیلمہ پر حجت تمام کر کے فیصلہ کرے۔ پس بنی حنیفہ پر الٹا مسیلمہ سے بھی زیادہ بڑے فتنہ کا سبب ہوا اور شہادت دی کہ محمد کہتے ہیں تحقیق مسیلمہ میرے ساتھ نبوت میں شریک ہے اس کو سچا مانو پس لوگوں نے سچ مان کر قبول کر لیا۔ انتہی (وطبری ج ۳ صفحہ ۲۲۳) انتہی (رسالہ اصلاح سے لکھا گیا ہے) **بیان احداث اور تغیر دین نبوی میں بعد نبی صلعم کے** مسلم نے ابی ہریرہ سے مرفوعًا روایت کیا خبردار رہو کہ کچھ آدمی حوض کوثر سے ہانکے جائیں گے جیسا کہ اجنبی یعنی غیر کا اونٹ اپنے اونٹوں سے ہانک دیا جاتا ہے۔ میں بلاؤنگا میری طرف لاؤ تو سنایا جائیگا کہ تحقیق ان لوگوں نے تیرے احکام کو بدل دیا تھا اور میں بھی کہوں گا کہ اچھا ایسے لوگ دور رہیں دور۔

---

[۱] استیعاب علی الاصابہ جلد صفحہ ۳۷۵۔۳۷۶ و اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۶ و صفحہ ۳۱۷ و در منثور جلد ۳ صفحہ ۳۰ میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا مرتد ہونا اس طرح لکھا ہے اسلم قبل الفتح وھاجر وکان یکتب الوحی لرسول اللہؐ ثم ارتد مشرکا وصار الی قریش بمکۃ فقال لھم انی کنت اصرف محمدؐ احیث ارید کان یملے علی عزیز حکیم فاقول او علیم حکیم فیقول

باقی حاشیہ آگے

رفی حدیث طویل) واللہ ما اخاف[۵۱]
علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف
علیکم ان تنافسوا[۵۲]. وکذا فی المسلم۔

اللہ خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ و مسلم ج ۲ ص ۲۴۹
و بخاری طبع مصر ج ۳ ص ۷۹ میں ہے بخاری اور مسلم
نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے خبردار رہو
کہ چند آدمی میری امت کے بائیں ہاتھ کے اعمالنامہ
والے پکڑے ہوئے لائیں جائیں گے میں کہوں
گا یہ تو میرے اصحاب ہیں. کہا جائے گا کہ تو نہیں
جانتا جو کچھ انہوں نے تیرے بعد کیا ہے؟ میں
کہوں گا اس طرح جیسا کہ عبد صالح عیسیٰ نے کہا کہ
خدایا جب تک میں ان میں رہا اس وقت کی شہادت
دے سکتا ہوں اور فوت ہونے کے تو خوب جانتا
ہے. کہا جائیگا کہ یہ لوگ تیری وفات ہوتے ہی اپنی ایڑیوں
کے بل پھر گئے تھے. اسی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۲۶۹
میں ہے. بخاری نے عقبہ بن عامر سے حدیث طویل
میں روایت کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا قسم بخدا مجھے
تمہارے لئے اپنے بعد مشرک ہو جانے کا اتنا خوف
نہیں جتنا یہ ہے کہ رغبت دنیا سے لالچ دنیا میں پھنس
کر فتنہ پیدا کرو گے. اسی طرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۰۔

(بقیہ حاشیہ) نعم کل صواب فلما کان یوم
یوم الفتح امر رسول اللہؐ بقتلہ الخ یعنے
عبداللہ بن ابی سرح اسلام لاکر مہاجر ہوا اور کاتب
وحی رسولؐ کا تھا پھر مرتد ہو گیا اور قریش مکہ کے پاس
جاکر بیان کیا کہ محمدؐ کو جس طرف میں پھیرتا تھا اسی
طرف پھر جاتا تھا جو الفاظ میں بولتا تھا وہ قرآن
میں لکھے جاتے تھے چنانچہ میں نے علیم حکیم
بجائے عزیز حکیم کے کہا تو نبیؐ نے فرمایا ٹھیک ہے
یہی لکھ دو پھر فتح مکہ میں نبیؐ نے عبداللہ کے قتل کا حکم
دیا وہ مفرور ہو گیا اور امیر عثمانؓ برادر رضاعی خود کے
پاس جاکر اس نے پناہ لی اور نبیؐ سے معافی لی گئی
الخ ۱۲ مترجم۔

۵۱ بخاری باب غزوہ احد ص ۵۸۵ طبع کرزن پریس
میں ان الفاظ سے وارد ہے فرمایا انی لست اخشی علیکم
ان تشرکوا ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا ھا یعنے مجھے تم لوگوں کے مشرک اور بت پرست ہو جانے کا اتنا خوف
نہیں جتنا یہ ہے کہ تم لالچ دنیا میں بگڑ جاؤ گے چنانچہ یہی ہوا کہ مرتد مشرک اس قدر نہ ہوئے جس قدر سلطنت اور روپیہ
کے لالچ میں استقامت اور اطاعت رسولؐ کو ترک کر کے گمراہ ہوئے ۱۲ مترجم۔ ۵۲ حدیث حوض کا ترجمہ شیخ عبدالحق
محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۴ مطبوعہ نولکشور میں یوں لکھا ہے جو بلفظہ نقل کیا جاتا ہے "پس تیر برآمد بر منبر
و فرمود من پیشرو شما ام و شہید ام بر شما و موعد شما حوض است و من نظر میکنم بسوئے حوض ہم درینجا کہ ایستادہ ام (یہاں تک
کہ لکھا ہے) فرمود نمی ترسم من بر شما کہ مشرک شوید بعد از من ولیکن مے ترسم بر شما دنیا را کہ رغبت کنید در اں و در رفتہ
افتید و ہلاک شوید چنانکہ ہلاک شدند آں کسانیکہ پیش از شما بودہ اند۔ اس عبارت سے ثابت ہے کہ حدیث حوض میں احداث
سے مراد ہر دو قسم تبدیل ایمان بہ کفر و تبدیل اطاعت احکام نبوی بہ عصیان و عدم مبالات بہ فرمان شارع ہے جیسا
کہ ملوک اسلام صحابہ وغیرہ سے صادر ہوا اور ارتداد و تغیر دین سے مطلب مطلق مشرک اور کافر ہونا ہی نہیں بلکہ دنیا

باقی حاشیہ آگے

(فی حدیث الحوض) والفاظہ ولکنی اخشی
علیکم الدنیا ان تنافسوا فیہا وتقتلوا
فتہلکوا کما ہلک من کان قبلکم۔ وفی
کنز العمال وفیہ فاقول یارب اصیحابی
اصیحابی رواہ البیہقی واحمد والترمذی
والنسائی۔ وفیہ عن ابی سعید مرفوعاً
(فی حدیث طویل) وانی ایہا الناس فرط
لکم یوم القیمۃ علی الحوض وان رجالا
یقولون یارسول اللہ ؐ انا فلان بن فلان
فاقول فاما النسب فقد عرفتہ ولکنکم
احدثتم بعدی وارتدتم القہقری رواہ
ابن النجار وفی البخاری عن العلاء بن المسیب
عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب
فقلت طوبی لک صحبت النبیؐ وبایعتہ
تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا
تدری ما احدثنا بعدہ۔ وفی المؤطا
لمالک فی باب فضل الشہداء فی سبیل اللہ
مالک عن ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ
انہ بلغہ ان رسول اللہ قال لشہداء احد
ہٰؤلاء اشہد علیہم فقال ابوبکر یارسول
اللہ السنا اخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاہدنا

حدیث حوض میں ہے الفاظ اس کے یہ ہیں لیکن مجھے
تمہارے اوپر دنیا کا خوف ہے کہ اس کی محبت میں تم
ایک دوسرے سے لڑوگے اور ہلاک ہوگے جیسے تم
سے پہلے ہلاک ہوئے دنیا اور خزانے زمین کی طرف
رغبت کرکے پھسل جاؤگے مسلم مع شرح نووی جلد
۲ صفحہ ۲۵ اور اسی طرح کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰ میں ہے
بہ لفظ یارب اصیحابی اصیحابی اس کو بیہقی واحمد
وترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے اور نیز کنز العمال
جلد ۱ صفحہ ۹۸ میں ابی سعید سے مرفوعاً ایک حدیث
طویل میں ہے۔ تحقیق میں تم لوگوں سے پیشتر حوض کوثر
پر ہونگا اور تحقیق چند آدمی کہیں گے میں فلاں بیٹا
فلاں کا ہوں میں کہوں گا ٹھیک ہے نسب تو مجھے
معلوم ہے لیکن تم نے میرے بعد نئے کام نکالے
اور مجھ سے ہٹ کر پیچھے کو پھر گئے اس کو ابن نجار نے
روایت کیا ہے۔ اور اسی میں جلد ۷ صفحہ ۲۲۱ پر اسی
طرح ہے۔ اور بخاری جلد ۳ طبع مصر صفحہ ۳۰/۲۸ میں
ہے علاء بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے
وہ کہتا ہے میں براء بن عازب سے ملا میں نے کہا بڑی
خوشی کی بات ہے کہ تم نے نبیؐ سے ملاقات کی اور
ان سے درخت کے نیچے بیعتؐ کی براء نے کہا اے
بھتیجے تحقیق تو نہیں جانتا جو کہ ہم لوگوں نے نبیؐ کے

(بقیہ حاشیہ) کی محبت اور لالچ میں راہ حق سے لغزش اور افعال کفریہ وقوع میں آنا مراد ہے جو انصار معاویہ وغیرہ بے
شمار صحابہ سے حسب پیشگوئی وقوع میں آیا دیکھو بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۵۴ و جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ما اخاف علیکم ان تشرکوا
بعدی اور بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ میں ہے ولکن اخشیٰ علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان
قبلکم۔ وتہلکم کما اہلکتہم یعنی تم پر دنیا کی فراخی کا ڈر ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر دولتمندی ہوئی اور اس دنیا نے
ان کو ہلاک کیا تم کو بھی فراوانی دنیا کی ہلاک کرےگی۔ اور نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ میں یہ حدیث تنافسوا
فیہا کے لفظ سے ہے اور شرح میں لکھا ہے۔ اخاف علیکم من رغبتکم فی نفائس الدنیا وانہا کم فی

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

کماجاھدوا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بلیٰ ولا ادری ما تحدثون بعدی قال فبکے ابوبکر رضہ ثم بکیٰ ثم قال ائنا لکا ئنون بعدک وھکذا یعنے بالتاء فی کشف المغطا ترجمۃ الموطا۔ قولہ ما تحدثون اقول قد رُوی فی الموطا المطبوع فی المجتبائی الدھلی یحدثون[۱] بالیاء لکن فی المؤطا الذی صححہ العلماء بامر السلطان المسلم المطبوع علےٰ ھامش شرحہ للقاضے ابی الولید الباجے الاندلسی المسمے بالمنتقیٰ من اعیان الطبقۃ العاشرۃ من علماء السادۃ فی مطبع السعادۃ بجوار محافظۃ مصر جلد ثالث باب الشھداء فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ ولکن ادری[۱] ما تحدثون

بعد کیا کیا نئے کام کئے ہیں۔ اور موطا امام مالک صفحہ ۱۶۳ مطبع فاروقی دہلی باب فضل الشہداء فی سبیل اللہ میں ہے مالک نے ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ سے روایت کی ہے کہ اس کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ تحقیق رسول اللہ نے واسطے شہداء احد کے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں ان پر کہ یہ سب مطلب کو پہنچے ہیں ابوبکر رضہ نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم انہی کے بھائی نہیں ہم اسلام بھی لائے جیسا کہ وہ لائے اور جہاد بھی کیا جیسا کہ انہوں نے جہاد کیا رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہاں یہ تو ہے مگر میں کیا سمجھوں نہیں جانتا کہ میرے بعد تم کیا کیا امور پیدا کروگے؟ راوی کہتا ہے ابوبکرؓ رونے لگا اور بہت رویا پھر کہا کیا ہم تیرے بعد موجود ہوں گے؟ اسی طرح (بتشدید نون تا فوقانی سے) کشف المغطا ترجمہ موطا صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ میں ہے۔ قول آنحضرت ما تحدثون میں کہتا ہوں تحقیق دیکھا گیا ہے کہ موطا مطبوعہ مجتبائی دہلی میں یحدثون یاء سے لکھا ہے لیکن محض غلط ہے کیونکہ وہ موطا جس کو بامر بادشاہ مسلم کے صحیح کر کے منتقیٰ شرح موطا کے حاشیہ پر مصر میں طبع کرایا گیا ہے اور اس کی شرح مسمے منتقیٰ قاضی ابوالولید باجی اندلسی نے کی ہے جلد تیسری باب الشہداء فی سبیل اللہ صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا لیکن مجھے کیا معلوم

(بقیہ حاشیہ) تحصیلہا حتی یردیکم ای یہلکم انتہی

[۱] موطا مطبع فاروقی وکشف المغطا و موطا مصحح علماء مطبوعہ مصر اور اس کی شرح منتقیٰ میں خطاب کو بجانب ابی بکر تسلیم کیا جا چکا ہے لہٰذا کسی کو وہم غلطی مطبع مجتبائی سے نہ پیدا ہو کہ یحدثون بالیاء ہے اور خطاب نہیں جیسا کہ تحقیق مندرجہ کتاب سے ثابت ہو گیا ہے نیز یحدثون سے جواب دینا رسول صلعم کا ابوبکر کے سوال پر بالکل فصاحت کے خلاف ہے اور ادنیٰ عربی دان اس کی غلطی کو سمجھ سکتا ہے کہ اپنی نسبت ابوبکر پوچھے اور حضرتؐ دوسرے لوگوں کا حال بیان کریں ایسے تو سوال گندم جواب چنیا کا مصداق ہوتا ہے جو شان نبی کے خلاف ۱۲ مترجم۔ [۱] موطا مترجم علامہ وحید الزمان مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۳۰۱ میں تحدثون بالتاء الفوقانیہ ہے اور ترجمہ یہ لکھا ہے مگر مجھے معلوم نہیں کہ بعد میرے کیا کرو گے زرقانی شرح موطا مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۱۷ تحت اس حدیث کے زرقانی لکھتا ہے کہ اگرچہ مرسل ہے۔ لکن معناہ یستند من وجوہ صحاح کثیرۃ لا ادری ما تحدثون بعدی (بالتاء) قال ابوبکر ۱۲ اور یہ روایت ترجمہ فتوحات ولندی ص ۲۲۹ جذب القلوب ص ۲۸۳

باقی حاشیہ اگلے صفحہ

ربالثناء) بعدی فبکیٰ ابو بکرؓ ثم بکیٰ ثم قال ائنا لکائنون بعدک فی شرح المنتقیٰ و قول ابی بکرؓ السنا یا رسول اللہؐ باخوانھم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا علیٰ وجہ الاشفاق لما رای من تخصیصھم بحکم کان یرجوان یکون حظہ منہ وافرًا (الیٰ ان قال)، فقال صلعم ولٰکن لا ادری ما تحدثون بعدی قال قوم ان الخطاب وان کان متوجھًا الیٰ ابی بکر فان المراد الخ قال الامام الواقدی فی کتابہ المغازی رباب غزوہ احد) وکان طلحۃ بن عبداللہ وابن عباس وجابر ابن عبداللہ الانصاری یقولون صلے رسول اللہؐ علیٰ قتلی احد وقال انا علیٰ ھٰؤلاء شھید فقال ابو بکر یا رسول اللہؐ الیسوا اخواننا اسلموا کما اسلمنا وجاھدوا کما جاھدنا وصلوا کما صلینا وصاموا کما صمنا قال بلیٰ ولٰکن ھٰؤلاء لم یاکلوا من اجورھم شیئًا ولا ادری ما تحدثون بعدی فبکیٰ ابو بکر بکاءً شدیدًا فقال انا لکائنون بعدک وکذا فی جذب القلوب للشیخ الدھلوی. وفی المسلم عن ابی حازم قال سمعت سھلا یقول النبیؐ یقول انا فرطکم علی الحوض من ورد شرب ومن شرب لم یظما ابدًا ولیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفونی

کہ تم میرے بعد کیا کیا افعال پیدا کرو گے پس رویا ابو بکرؓ پھر رویا اور کہا ہم تیرے بعد بھی ہوں گے۔ اس کی شرح منتقیٰ میں ہے۔ اور قول ابی بکرؓ کا کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں اے رسول خداؐ ہم اسلام لائے جیسا اسلام یہ لوگ لائے اور ہم نے جہاد کیا جیسا انہوں نے جہاد کیا بطریق خوف کہا کہ ہم کو باوجود اسلام و اعمال کے کیوں اس موقعہ پر یاد نہیں فرمایا اور شہداء احد کے لئے اس شہادت کو مخصوص فرمایا ہے۔ حالانکہ ابو بکرؓ صاحب کو بھی امید تھی کہ اس بارہ میں اس کا بہت حصہ ہوگا۔ تا اینکہ شارح نے کہا کہ، پس رسولؐ نے فرمایا لیکن میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کچھ کرو گے قوم محدثین نے کہا ہے تحقیق خطاب اگرچہ متوجہ بجانب ابی بکرؓ کے ہے مگر مراد غیر ابی بکرؓ کے ہوں گے۔ الخ امام واقدی نے کتاب المغازی ص۱۰۲ باب غزوہ احد میں کہا ہے بروایت طلحہ بن عبداللہ و ابن عباس و جابر بن عبداللہ انصاری کے مروی ہے کہ نبی صلعم نے شہداء احد پر نماز پڑھی اور فرمایا میں ان لوگوں پر گواہ ہوں ابو بکرؓ نے کہا اے رسول اللہؐ کیا وہ بھی ہمارے بھائی نہیں اسلام لائے ہیں جیسا ہم اسلام لائے اور انہوں نے جہاد کیا جیسا ہم کیا اور نمازیں پڑھی ہیں جیسی ہم نے پڑھی ہیں اور روزے رکھے جیسے ہم نے رکھے فرمایا نبیؐ نے ہاں و لیکن یہ لوگ کچھ ثمرہ اپنے کئے کا نہیں کھا گئے اور تمہارا معلوم نہیں کہ میرے کہ میرے بعد کیا کرو گے پس رویا ابو بکرؓ سخت رونا اور

(بقیہ حاشیہ) فاء الوفاء جلد ۲ ص۱۱۱ میں بھی ہے۔ بحوالہ سوانح حضرت ابو بکرؓ ج ۲ ص۱۲۳ مطبوعہ دفتر اصلاح زرقانی نے تصحیح روایت کی بھی بیان کر دی ہے ۱۲ مترجم

ثم یحال بینی وبینہم قال ابو حازم فسمع نعمان بن ابی عیاش وانا احدثہم ہذا الحدیث فقال ہذا سمعت سہلا یقول قال فقلت نعم وانا اشہد علی ابی سعید الخدری لسمعتہ یزید فیقول انہم منی فیقال انک لا تدری ما عملوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدی

وفیہ قالت اسماء بنت ابی بکر مرفوعًا انی علی حوضی انظر من یرد علیّ منکم و سیؤخذ اناس دونی فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال اما شعرت ما عملوا بعدک واللہ مابرحوا بعدک یرجعون علی اعقابہم قال فکان ابن ابی ملیکۃ یقول اللہم انا نعوذ بک ان نرجع علی اعقابنا او ان نفتن عن دیننا۔ وفیہ تقول عائشۃؓ سمعت رسول اللہؐ یقول وھو بین ظہر انی اصحابہ انی علی الحوض انتظر من یرد علیّ منکم فواللہ لیقتطعن دونی رجال فلاقولن ای رب منی ومن امتی فیقول انک لا تدری ما عملوا بعدک مازالوا یرجعون علی اعقابہم۔ وفیہ عن ام سلمۃ مرفوعًا انی لکم فرط علی الحوض فایای لا یاتین احدکم فیذب عنی کما یذب البعیر الضال فاقول فیم ھذا فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا۔ وفیہ من عبد اللہ مرفوعًا اذا فرطکم علی الحوض ولا

کہا کیا ہم بعد تیرے بھی ہوں گے ؟ اسی طرح جذب القلوب مؤلفہ شیخ عبد الحق دہلوی صفحہ ۲۸۲ میں ہے اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ دہلی میں ابی حازم نے کہا کہ میں نے سنا نبیؐ سے فرماتے تھے میں تم سے پہلے حوض کوثر پہ جانے والا ہوں۔ اور جو وہاں وارد ہوگا اور جس نے اس سے پیا وہ ہمیشہ کے لئے پیاسا نہ ہوگا اور میرے پاس کچھ لوگ وارد ہوں گے میں ان کو جانتا ہوں گا اور وہ مجھے جانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ کیا جائیگا ابو حازم نے کہا نعمان بن ابی عیاش نے سنا اور میں حدیث بیان کر رہا تھا اس نے کہا اسی طرح تو نے سہل سے سنا ہے میں نے کہا ہاں سہل نے کہا میں گواہی دیتا ہوں ابی سعید خدری پہ کہ میں نے اس سے سنا وہ اتنا زیادہ بیان کرتا تھا کہ نبیؐ فرمائینگے تحقیق یہ میری جماعت کے ہیں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا جو عمل انہوں نے تیرے بعد کئے ہیں میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو اس کے لئے جس نے آپنے عمل میرے بعد تبدیل کیئے۔

اور اسی طرح صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر سے مرفوعًا روایت ہے نبیؐ نے فرمایا میں حوض کوثر پہ انتظار کروں گا اوس کی جو تم سے ہمارے روبرو وارد ہوگا اور کچھ آدمی میرے قریب سے پکڑے جائیں گے اور میں کہونگا یارب یہ میری جماعت سے ہیں اور میری امت سے کہا جائے گا۔ نہیں جانتا تو کہ انہوں نے تیرے بعد کیا عمل کیا ہے قسم بخدا تیرے بعد ہمیشہ اپنی ایڑیوں پہ واپس پھرتے رہے ابن ابی ملیکہ کہتا ہے خدایا ہم تیری ذات کی مدد کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں اس سے

نا ذعن[۱] اقوام ثم لا غلبن علیھم فاقول یا رب اصحابی اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک[۲] قال النووی قال القاضی عیاض احادیث الحوض صحیحۃ والایمان بہ فرض والتصدیق بہ من الایمان وھو علیٰ ظاھرہ عند اھل السنۃ والجماعۃ لا یتاول ولا یختلف فیہ وقال القاضی حدیثہ متواتر النقل رواہ خلائق من الصحابۃ

کہ ہم ایڑیوں کے بل پھر جائیں اور ہم کو دین میں فتنہ پہنچنے سے بچائے رکھ۔ اور اسی مسلم میں ہے بی بی عائشہؓ کہتی تھی میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے اپنے اصحاب میں بیٹھ کر فرما رہے تھے تحقیق میں حوض کوثر پر اپنے پاس آنے والوں کا انتظار کروں گا اور قسم بخدا ضرور جدا کئے جائیں گے کچھ لوگ میرے قریب کے آدمیوں سے میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میری اپنی جماعت کے آدمی اور میری امت سے ہیں۔ جواب ملیگا کہ تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا عمل کئے ہیں ہمیشہ ایڑیوں کے بل واپس پھرتے رہے؟ اور اسی طرح صحیح مسلم میں جناب ام سلمہ سے مرفوعاً ہے کہ تحقیق میں تمہارے لئے حوض پہ پہلے جانیوالا ہوں میرے پاس ایسا کوئی تم سے نہ آئے جو میرے پاس سے ہانکا جائے جیسا کہ غیر کا اونٹ گم شدہ ہانکا جاتا ہے اور کہوں گا کس سبب سے ایسا کیا جاتا ہے کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا عمل پیدا کئے ہیں میں کہوں گا۔ دوری ہو ان سے۔ نیز اوسی صحیح مسلم میں عبداللہ سے مرفوع ہے فرمایا نبی نے میں آگے جانے والا ہوں حوض پر اور البتہ کچھ لوگوں کی بابت جھگڑا کروں گا مگر میں ان پہ غلبہ نہ پاؤں گا میں کہونگا یا رب یہ تو میرے اصحاب ہیں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا جو کچھ انہوں نے تیرے بعد نئی باتیں نکالی ہیں۔ نوویؔ نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا احادیث حوض کی صحیح ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لانا فرض ہے اور تصدیق اس

[۱] فیض الباری ترجمہ بخاری پ ۲۷ ص ۱۶ میں ابو ہریرہ کی روایت سے یہ حدیث ہے ترجمہ اس طرح لکھا ہے میں کہوں گا ان کو کدھر لے جاتے ہو وہ کہے گا خدا کی قسم دوزخ کی طرف الخ انا سامن اصحابی یوخذ بھم دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ و ۱۵۹ جلد ۳ ص ۹ و جلد ۴ ص ۹۵ باب الحوض بلفظ اعرفھم و یعرفونی اور صفحہ ۸۸ میں حل شعرت ما عملوا بعدک واللہ ما برحوا یرجعون علیٰ اعقابھم۔

(نوٹ) ہم نے حدیث حوض میں اصحابی کے لفظ سے بہت احادیث اس لئے نقل کی ہیں کہ سنیوں کا عذر لنگ نہ چل سکے کہ ایک روایت میں اصیحابی وارد ہے تصغیر سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی قسم کے صحابہ مخاطب ہیں جب زیادہ تر روایات میں اصحابی وارد ہوا تو معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑے صحابہ کو شامل ہے ۱۲ مترجم

[۲] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ میں ہے۔ لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتھم ورفعوا الی اختلجوا دونی فلاقولن ای رب اصحابی فلیقالن لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک ترجمہ وہی مندرجہ کتاب ہے یعنی میرے اصحاب سے ایسے لوگ ہوں گے جو حوض سے ہانکے جائیں گے اور دور کئے جائیں گے اور مجھے کہا جائیگا کہ تیرے بعد یہ لوگ تیرے فرمان پر نہیں رہے نیز بخاری و مسلم ج ص ۲۹۶ ابواب التفسیر باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا میں بھی ہے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فذكره مسلم من رواية ابي سعيد
وسهل بن ابي سعيد وجندب و
عبد الله بن عمرو وابن عمرو بن العاص
وعائشة ؓ وام سلمة وعقبة بن
عامر وابن مسعود وحذيفة وحارثة
بن وهب والمستورد وابي ذر وثوبان
وانس وجابر بن سمرة ورواه غير
مسلم من رواية ابي بكر ؓ الصديق
وزيد بن ارقم وابي امامة وعبد الله
بن زيد وابي برزة وسويد بن جبلة
وعبد الله بن صنابحي والبراء بن
عازب واسماء بنت ابي بكر وخولة
بنت قيس وغيرهم قلت ورواه
البخاري ومسلم ايضا من رواية
ابي هريرة ورواه غيرهما من
رواية عمر ابن الخطاب وعائذ بن
عمرو واخرين وقد جمع ذلك
كله الامام الحافظ ابو بكر البيهقي فی
كتاب البعث والنشور باسانيده و
طرقه المتكاثرات قال القاضي كون
الحديث متواترا انتهى. قال السيد الصديق
فی منهج الوصول وسخاوی گفتہ شیخ ما منجملہ
احادیث را ذکر کردہ است یعنی حدیث شفاعت و
حوض چہ در عدد روایتش از صحابہ زیادہ بر چہل نفر اند انتہی

کی جز ایمان ہے اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک
اپنے ظاہر معنے پر ہے نہ اس کی تاویل کیجاتی ہے اور
نہ اس میں کوئی اختلاف ہے اور قاضی عیاض نے
کہا ہے حدیث حوض کی متواتر النقل ہے اس کو بڑی
جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے۔
پس اس کو ذکر کیا ہے مسلم نے روایت ابی سعید وسہل
بن ابی سعید وجندب وعبد اللہ بن عمرو وابن عمرو بن
عاص وعائشہؓ وام سلمہ وعقبہ بن عامر وابن مسعود
وحذیفہ وحارثہ بن وہب ومستورد وابی ذر وثوبان
وانس وجابر بن سمرہ سے اور مسلم کے سوا بھی اور محدثین
نے ابی بکر صدیق وزید بن ارقم وابی امامہ وعبد اللہ بن
زید وابی برزہ وسوید بن جبلہ وعبد اللہ بن صنابحی
وبراء بن عازب واسماء بنت ابی بکر وخولہ بنت قیس
وغیرہم سے روایت کیا۔ میں کہتا ہوں اس کو بخاری
ومسلم نے بھی روایت ابی ہریرہ سے اور غیر مسلم و
بخاری نے روایت عمر ابن خطاب سے اور عائذ بن
عمرو اور دوسروں سے روایت کیا اور تحقیق اس کے
کل طرق اسناد کو امام حافظ ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب
بعث والنشور میں جمع کیا ہے: قاضی کہتا ہے اور بعض
ان اسانید کے مقتضی ہیں اس حدیث کے متواتر ہونے
کو۔ انتہی من شرح المسلم للنووی سید صدیق نے منہج
الوصول صفحہ ۱۲ میں کہا سخاوی نے کہا ہے ہمارے
شیخ نے منجملہ احادیث موصوفہ بہ تواتر کے ان احادیث حوض
کو بھی شمار کیا ہے یعنی حدیث شفاعت وحوض کو کیونکہ رواۃ
اس کے صحابہ سے چالیس آدمیوں سے زیادہ ہیں انتہی۔

(بقیہ حاشیہ) وان اناسا من اصحابی یوخذ بھم ذات الشمال فاقول اصحابی اصحابی فیقول انھم لم یزالوا مرتدین
علی اعقابھم منذ فارقتھم فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا۔ اور کتاب الحوض میں

باقی حاشیہ آگے

بھی ہے یا رب صحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعض اصحاب کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عذاب کی طرف کھینچا جائے گا۔ فرمایا نبیؐ نے کہ میں پکاروں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب مگر جواب ملے گا کہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا ہے ورائمہ دکیا ہے اس کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری سے لکھا ہے خطابی نے کہا معنے اس کا یہ ہے کہ حقوق واجبہ سے کوتاہی کی نہ یہ کہ اسلام سے بالکلیہ مرتد ہوئے ۱۲ مترجم

لہ نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۴۴ میں ہے وقال السیوطی حدیث الحوض مروی عن اکثر من خمسین صحابیا یعنی حدیث حوض کے راوی پچاس صحابیوں سے بھی زیادہ ہیں۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ میں ہے نبیؐ نے فرمایا میرے بعد ایسے امراء ہوں گے کہ جو ان کی تصدیق کرے گا۔ حالانکہ وہ جھوٹے ہوں گے اور ان کے ظلم میں ان کی اعانت کریگا۔ نیز ان کے پاس آمد و رفت رکھیگا پس وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے ہوں اور میں اس سے بیزار ہوں وہ میرے حوض پر نہ آئے گا ۱۲ ابن جریر و بیہقی نے روایت کیا۔ خلیفہ اول سے عباسیوں تک حالات پر غور کرو مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹۸-۳۱۲، ۲۰۷ میں باسناد خود حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں نبی صلعم نے فرمایا میرے اصحاب میں سے ایسے بھی ہیں جن کو میری موت کے بعد نہ میں دیکھوں گا اور نہ کبھی وہ مجھے دیکھیں گے کہا یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچی تو جلدی اور تیزی سے آئے اور جناب ام سلمہؓ سے پوچھا کیا میں ان میں سے ہوں بی بی صاحبہ نے فرمایا نہیں لیکن اب تیرے بعد میں کبھی کسی کی برئیت اس سے بیان نہیں کروں گی کیونکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ ان میں سے ہے یا نہیں انتہی۔ کذا البعینہ فی انوار اللغۃ پ۱۴ ص۱۸ اسی طرح نہایہ ابن اثیر لغت بلا جلد ۱ صفحہ ۱۴ میں ہے ان من اصحابی من لا یرانی بعد ان فارقنی فقالت لھا عمر الحدیث۔ مسند و انوار اللغۃ کی روایت میں بعد ان امرت ابدا بھی ہے اگرچہ کسی محب ثلاثہ نے حضرت عمرؓ کو اس حدیث سے نکالنے کی دم لگائی ہے مگر بشرط صحت اس حصہ روایت کے عمر صاحبؓ کا خیال کہ میں ان میں سے ہوں اور حضرت ام سلمہؓ کی طرف سے ایک عمرؓ کے سوا سب پہ اس وبال کا خطرہ اس کو ثابت کرتا ہے کہ بڑی قسم کے صحابہ پر بھی یہ خطرہ تھا اور نیز ممکن ہے کہ ام سلمہؓ نے عمرؓ صاحب کی تیز مزاجی اور تند مزاجی سے ڈر کر بطور تقیہ استثنار کر دیا ہو یا حسن ظن سے کہا ہو۔ انوار اللغۃ پ۱۴ ص۱۸ میں ان الفاظ سے بھی لکھا ہے۔ لیردن علی الحوض رجال ممن صحبنی ورانی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول رب اصحابی الخ کچھ لوگ قیامت کے دن حوض کوثر پر آئیں گے یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو میری صحبت میں رہے دیکھونگا کہ فرشتے ان کو بائیں جانب والوں میں (دوزخیوں میں) لیجائیں گے میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں یا یہ میرے چند اصحاب ہیں (تصغیر قلت کے لئے ہے) پھر مجھ کو جواب ملے گا تم نہیں جانتے جو کچھ انہوں نے تمہارے بعد کیے۔ انتہی بلفظہ نیز ملاحظہ ہو انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پ۲ ص۲ و پ۱۴ ص۱۸۔ فلک النجاۃ میں ہمل النعم حدیث حوض میں ہے۔ نہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۰ لغت ہمل میں ہے۔ ای ان الناجی منھم قلیل فی قلۃ النعم الضالۃ۔ یعنی ان میں سے ناجی بہ نسبت کم ہوں گے۔ اور حدیث خصائص کبریٰ فانکرنا قلوبنا منذ ابن

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

قال النووی اما اصیحابی فوقع فی الروایات مصغرًا مکررًا وفی بعض النسخ اصحابی اصحابی مکررا. و فی البخاری کتاب الفتن عن ابی ھریرۃ وفیہ باب الحوض. قال الحافظ فی الفتح ولاحمد والطبرانی من حدیث ابی بکرۃ رفعہ لیردن علی الحوض رجال ممن صحبنی ورانی وسندہ حسن و للطبرانی من حدیث ابی الدرداء نحوہ و زاد فقلت یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادع اللہ ان لا یجعلنی منھم قال لست منھم وسندہ حسن وقال ابن التین یحتمل ان یکون من منافقین او من مرتکبی الکبائر (تم قال) ولا یبعد ان یدخل فی ذلک ایضًا من کان فی زمنہ من المنافقین وسیاتی فی حدیث الشفاعۃ وتبقی ھذہ الامۃ فیھا منافقوھا فدل علی انھم یحشرون مع المومنین فیعرف اعیانھم الخ ایضا فیہ.

نووی نے کہا ہے لیکن لفظ اصیحابی پس روایات میں مصغر مکرر طور پر واقع ہوا ہے اور بعض نسخہ جات میں اصحابی اصحابی مکرر واقع ہے اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۷۴ کتاب الفتن میں ابوہریرہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے نیز جلد ۴ صفحہ ۹۵ باب الحوض میں اسی طرح ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری جز ۲۷ صفحہ ۱۷۰ میں بشرح حدیث مذکور لکھا ہے کہ احمد و طبرانی نے حدیث ابی بکرہ سے مرفوع روایت کیا ہے ضرور حوض پہ کچھ لوگ آئیں گے ان لوگوں میں سے جنہوں نے میری صحبت حاصل کی ہے اور ہم کو دیکھا ہے آخر حدیث تک اور سند اس کی حسن ہے اور طبرانی نے حدیث ابی الدرداء سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے اللہ سے دعا مانگیں کہ مجھے ان لوگوں سے جو حوض پہ ایسے طریق سے وارد ہوں گے ذکر ہے فرمایا رسول اللہ نے کہ تو ان سے نہیں ہے اور سند اس کی بھی حسن ہے. کہا ابن تین نے احتمال ہے کہ ان سے مراد منافقین ہوں یا مرتکب کبائر مراد ہوں اور پھر کہا کچھ بعید نہیں کہ اس میں زمانہ نبیؐ کے منافقین بھی داخل ہوں اور عنقریب حدیث شفاعت میں آئے گا کہ اس امت میں منافقین باقی رہیں گے پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ وہ منافقین مومنین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے پھر ان مومنین سے شناخت کر کے الگ کئے جائیں گے الخ.

(بقیہ حاشیہ) ما حیہ مترجم وحیدی جلد ا صفحہ ۵۵۰ میں بھی ہے ترجمہ یوں لکھا ہے اسی وقت سے دلوں کا حال بدلا ہوا پایا. فتح الباری کا مضمون مراد تغیر قلوب اسی طرح لمعات شرح مشکوٰۃ باب وفات النبیؐ الفصل الثانی صفحہ ۵۴۹ میں حاشیہ مشکوٰۃ پہ لکھا ہے کنایۃ عن عدم وجدان النورانیۃ والصفاء الا اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۰ میں بہ ترجمہ اس حدیث انکرنا کے لکھا ہے دلہائے ما متغیر گشت و پردہ ما فرو ہشت کہ انکار کردیم دلہائے خود را اور دیکھو آخر حدیث و لاینت نصوص خلافت طلب دنیا کی صفت صحابہ میں تھی. نہایہ ابن اثیر جلد ۳ ص ۸ طبع مصر میں ہے و فیہ انہ قال لعلی رضی اللہ عنہ انت الذائد عن حوضی یوم القیامۃ تذود عنہ الرجال کما یذاد البعیر الصاد یعنی الذی بہ الصید و ھو داء یصیب الابل

فی دؤسہا فتسیل انوفہا۔ الخ یعنی یا علی تو میرے حوض سے ان لوگوں کو جن کو ہٹانا ہے ایسا بہکائیگا جیسے بیماری والے اونٹ کو اونٹوں سے دور بہکایا جاتا ہے۔ مزید برآں تعلیق صفحہ آئندہ فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ حوض سے بہکانے والے ہوں گے اور خود محافظ ہوں گے؛ سلہ شاید کوئی کہے کہ سیدنا محمد رسولؐ کی شان میں فرق آتا ہے کہ باوجود کوشش ان کی کے مؤمن کامل بہت تھوڑے ثابت ہوئے اور زیادہ کو تبلیغ سے فائدہ نہ پہنچا تو سمجھنا چاہیئے کہ نبیؐ بشیر و نذیر تھے؛ زبردستی اور بجبر راہ حق پہ لانا ان کا کام نہ تھا پڑھیئے لست بمصیطر ولست علیھم بوکیل وما انت علیھم بجبار نبیؐ کی نصیحت کا اثر اپنے قریبی چچے ابولہب کو نہ ہونا یا رئیس المنافقین وغیرہ بہت افراد کو فائدہ نہ پہنچنا رسولؐ کی شان کو کم نہیں کرتا انبیاء سابقین کی امثلہ موجود ہیں اور عام فہم مثال یہ ہے کہ باران رحمت زمین پر برابر برستا ہے مگر جو قطعہ اس کا شور نا قابل ہوتا ہے اس کو نفع نہیں پہنچتا کیونکہ اس میں استعداد سبزہ زار ہونے کی نہیں اور جہاں قابلیت ہوتی ہے؛ وہاں قسم قسم کی سبزیاں اور پھول گوناں گوں کے پیدا ہوتے ہیں۔ اثر صنعت مادہ کے قابل ہونے پر موقوف ہے ایک استاد کے شاگرد سب برابر کامیاب نہیں ہوتے، لائق استاد کا کوئی قصور نہیں شمار ہوتا۔ ع زمین شور سنبل بر نیارد ؛ دراں تخم و عمل ضائع مگرداں۔ نبیؐ اتمام حجت فرماتے رہے؛

ان علیک الا البلاغ کی تعمیل ہوتی رہی جن کی فطرت نا قابل تھی۔ فیض انوار نبوت سے محروم رہے جامی صاحب کا شعر قابل دید ہے۔ چہ ہر کرا ورو ئے بہ بہبود نداشت ؛ دیدن روئے نبی سود نداشت۔ حضرت نوحؑ اولو العزم انبیاء میں سے تھے نوسو پچاس ۹۵۰ برس آپ نے تبلیغ فرمائی مگر چند افراد جو ایک کشتی میں سوار کئے مومن بناسکے باقی ان کے بیٹے اور زوجہ تک قریبی اور دیگر ان سب غرق اور دوزخی ہوئے۔ اور یہ کوئی امر جدید و غریب نہیں ہے کہ اصحاب النبی نے نبیؐ کے حکم کی نافرمانی کی دیکھیئے۔ موسیٰؑ چند ایام کا وعدہ کر کے کوہ طور پہ گئے اور اپنے بھائی ہارونؑ پیغمبر کو اصحاب میں جانشین چھوڑ گئے مگر اصحاب نے احکام کی کچھ پرواہ نہ کی اور گوسالہ پرستی شروع کردی اور یہ لوگ قریباً ستر ہزار کی تعداد میں تھے تو جب ایک رسول اولو العزم نے چند ایام کا وعدہ واپسی کیا اور ایک نبی اصحاب کے اندر موجود تھے پھر بھی سوائے چند کے باقی سب حق سے روگردانی کر گئے اور معمولی مخالفت نہیں بلکہ بت پرستی کرنے لگے اور نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک بہت کم افراد کو ہدایت کر سکے تو جائے تعجب نہیں کہ مثیل ہارونؑ یعنی حضرت علی کے موجود ہوتے ہوئے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد صحابہ نے حقیقی جانشین کے سوا اپنا من گھڑت جانشین مقرر کر لیا اور اس سبب سے راہ ہدایت سے دور ہوگئے اور یہاں دنیا کی لالچ بھی موجود تھا جو کہ اصحابؓ موسیٰؑ کو گوسالہ پرستی سے یہ دنیوی فائدہ مرتب نہ تھا اور حدیث مشکوٰۃ وغیرہ سے ثابت ہے کہ امت محمدؐ کی بنی اسرائیل سے مطابقت کرے گی اور اس کے برابر بداعمالیوں سے سب کچھ کرے گی۔ ہارونؑ کو اصحاب میں جانشین چھوڑ گئے مگر اصحاب موسیٰ نے احکام کی پرواہ نہ کی۔ دیکھو کبیر فخر رازی جلد ۴ صفحہ ۲۹۴ اور امت موسوی سے امت محمدی کی مشابہت حسب ذیل احادیث و آیات سے واضح ہے۔ آیت انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ سورہ مزمل۔ لوگو! جس طرح ہم نے فرعون کی طرف موسیٰ پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ تمہاری طرف بھی محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جو

سلہ اس کی تائید کی احادیث ارجح المطالب صواعق محرقہ کنز العمال میں ہے ۱۲ مترجم۔

باقی حاشیہ صفحہ پر

قیامت کے دن تمہارے مقابلے میں گواہی دیں گے ! (احادیث) احادیث اس بارہ میں کثرت سے شیعہ وسنیوں کی کتب میں متقارب المعنی وارد ہیں حوالجات کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے درمنثور ج ۵ ص۴۲ میں باسناد ابن ابی شیبہ واحمد وحاکم و صحیح عن حذیفہ مرفوعاً ہے۔ ولتسلکن طریق من کان قبلکم حذو القذۃ بالقذۃ وحذو النعل بالنعل الخ اور مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۰ باب تغیر الناس کتاب الرقاق باسناد واحمد وترمذی وابوداؤد وبخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ و بخاری باب لتتبعن سنن من قبلکم جلد ۴ ص۱۶۲ و ترمذی جلد ۲ ص۸۹ و کنز العمال جلد ا ص۵۶/۵۲ و خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ کتب سنیہ میں ہے نبی ؐ نے فرمایا لتتبعن سنن من قبلکم کسی روایت میں شبراً بشبراً کسی میں ذراع بذراع۔ کسی میں حذو النعل بالنعل کسی میں ہے حتی ان من اتی امہ (علانیۃ) لکان فی امتی حتی کہ کسی نے اگلی امتوں میں ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں بھی ہوگا۔ ص۲۲ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ کسی میں تصریح یہود ونصاریٰ کی ہے کہ انہی کی طرح سب کچھ میری امت بھی کرے گی !! اور کسی میں یہ ہے کہ اگر اگلوں میں سے کوئی سوسمار (گوہ) کے سوراخ زمین میں داخل ہوا ہے تو میری امت سے بھی ویسا ہوگا۔ بالشت برابر بالشت کے یا گز برابر گز کے یا جوتا برابر جوتے کے مثل مثل کے ساتھ بالکل برابر ہوگی۔ نہایہ ابن اثیر جلد ا صفحہ ۴۴۲ لغت حذو میں ہے لترکبن سنن من قبلکم حذو النعل بالنعل ای تعملون مثل اعمالھم یعنی تم اگلے لوگوں یہود ونصاریٰ جیسے عمل کرو گے اور سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر برحاشیہ شرح روض الانف جلد ۲ ص۲۸۹ غزوہ حنین کے ذکر میں لکھا ہے حارث بن مالک کہتے ہیں ہم صحابہ جناب رسول اللہ کے ساتھ حنین کی طرف جارہے تھے ہم صحابہ نے ایک درخت سرسبز بڑے قد کا دیکھا ہم صحابہ نے ہر طرف سے آواز دی یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی اس درخت کو ذات انواط بنادے جیسا کہ قریش کے کفار نے ایک درخت مقرر کیا ہوا ہے جس کے پاس قربانیاں چڑھاتے ہیں اور وہاں تبرکاً رات دن بیٹھتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم تم لوگوں نے وہی فرمائش کی ہے جو موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰؑ سے فرمائش کی تھی کہ اے موسیٰؑ جیسے کافروں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ایک معبود بنادے۔ یہ ان کا طریقہ تھا مجھے خوب معلوم ہے کہ تم لوگ ان (کفار یہود وغیرہ) کا طریقہ اختیار کروگے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور کتاب شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان مؤلفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ باہتمام منشی غلام قادر صاحب فصیح صفحہ ۲۶ و ۲۷ میں بذیل تفسیر آیت مذکورہ بالا لکھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مماثلت سے سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم ص۸۲۶/۸۲۷ (الہامی) فتح اسلام۔ طبع امرتسر میں ہے سیدنا محمدؐ بطور پیش گوئی فرما چکے ہیں۔ میری امت یہودیوں کے سارے کام کرے گی۔ اگر یہودی چوہے کے سوراخ میں داخل ہوئے تو وہ بھی داخل ہوگی۔ ۱۲۔ ملخصاً۔ مراد مماثلت تام ہے نہ کہ مماثلت ناقصہ کیونکہ اگر مماثلت ناقصہ مراد ہو تو پھر اس صورت میں آنحضرت کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی (پھر کہا) غرض ہمارے نبیؐ کی خصوصیت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب مماثلت سے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مماثلت نام مراد ہو الخ انتہیٰ۔ یعنی بعض امور میں سب انبیاء کو مماثلت ہوتی ہے خصوصیت ذکر موسیٰ کی تب موزون و صحیح ہو سکتی ہے جبکہ مشابہت تامہ باقی انبیاء زیادہ ہو۔ چنانچہ احادیث مذکورہ بالا سے بھی یہی ثابت ہے؛ اور احادیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ مندرجہ نصوص خلافت۔ اور روایت دعا جناب محمدؐ اللھم ان اخی موسیٰ سالک فقال رب اشرح لی الایۃ پھر دعا فرمائی اجعل لی وزیرًا من اھلی علیا اشدد بہ ظھری دیکھو نصوص خلافت فلک حاشیہ ۲ اور حدیث خصومت ایک انصاری کی جس نے نبیؐ پر تہمت غیر عادل ہونے کی لگائی۔ اس میں فرمایا رحمۃ اللہ علیٰ موسیٰ لقد اوذی باکثر من ھذا فصبر ان سے بھی ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ نبیؐ نے حضرت علی کو بمنزلہ ہارون برادر موسیٰؑ اپنا بھائی اور امت میں خلیفہ فرمایا اور جیسے موسیٰؑ نے ہارونؑ کے شریک امر کرنے کی دعا فرمائی جناب محمدؐ نے علیؑ کے لئے ویسی دعا فرمائی۔ پھر لوگوں سے ایذا پہنچی تو فرمایا جس نبیؐ سے میری مشابہت تامہ ہے اس کو اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور اس نے صبر کیا۔ تو ہم کو بھی اس سے زیادہ ایذا پر صبر ہی کرنا پڑے گا۔ نصوص خلافت میں حاشیہ حدیث بمنزلہ ہارون اسی جلد میں دیکھو اور بارہ خلفاء محمدی کی مشابہت بارہ نقباء بنی اسرائیل سے بیان بارہ خلفاء کے حواشی میں دیکھو اور جناب محمدؐ کو موسیٰ سے مشابہت اس آیت میں مذکور ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولًا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا پ۲۹ ع اور مسجد نبوی میں بحالت جنابت صرف علیؑ اور آپ کی ذریت کو اجازت تھی جیسے مسجد موسوی میں ہارون اور ان کی ذریت کو اجازت تھی دیکھو در منثور جلد ۳ صـ۳۱۲ فلک بیان آیت تطہیر۔ اب ائمہ اہل بیت کی روایت امامیہ سے مزید توضیح و تائید ملاحظہ فرمایئے۔ عن سلمان الفارسیؓ قال سمعت رسول اللہ یقول لترکبن امتی سنۃ بنی اسرائیل حذو القذۃ بالقذۃ و حذو النعل بالنعل شبرًا بشبرٍ و ذراعًا بذراعٍ و باعًا بباعٍ وقال سلمان ان الناس بعد رسول اللہؐ بمنزلۃ ھارون ومن تبعہ و بمنزلۃ العجل ومن تبعہ فعلی سنۃ ھارون دیکھو احتجاج طبرسی صـ۴۹ اور اسی طرح امام حسنؑ سے روایت۔ اسی احتجاج صفحہ ۱۴۸ میں ہے اور احتجاج صـ۲۹ میں امام محمد باقرؑ سے ایک طویل روایت میں ہے جس میں قصہ غدیر اور تبلیغ حکم ولایت اور اس پر بیعت لینے کا ذکر ہے اس کے بعد فرمایا فنکثوا البیعۃ واتبعوا العجل والسامری سنۃ لسنۃ و مثلًا بمثل بعدہ فرمایا وکانوا سبعین الف انسان او یزیدون علی نحو اصحاب موسیٰ السبعین الف الذین اخذ علیھم بیعۃ ھارون فنکثوا لبیعۃ الخ ملخصًا۔ خلاصہ مقصود ان روایات کا یہ ہے کہ بہ فرمان پیغمبرؐ امت محمدی بنی اسرائیل کے بالکل مطابق عمل کرے گی چنانچہ غدیر کے واقعہ میں جناب علیؑ کے لئے رسول خدا صلعم نے تبلیغ ولایت فرمائی اور حاضرین سے عہد لیا کہ تسلیم کریں اور اطاعت کرتے رہیں جیسے موسیٰ نے ہارون کے لئے عہد لیا اور جانشین چھوڑا اور امت موسوی نے سامری کی متابعت میں عہد موسیٰ کو توڑا اور بچھڑے کی پرستش شروع کی اسی سنت پر امت محمدی کے افراد نے عہد محمدیؐ کو توڑا اور مثیل ہارونؑ کی اطاعت نہ کی تھی تعداد ناکثین عہد کی بھی ملتی جلتی ہے

باقی حاشیہ آگے

جو ستر ہزار کے قریب ہر دو امتوں میں ایسے ہوئے اور کل تعداد اصحاب موسیٰ کا شمار حیواۃ الحیوان کتاب سنی جلد ا صـ۲۱۲ میں ستر ہزار سے زیادہ لکھا ہے۔

وقد اخرج ابو یعلی بسند حسن عن ابی سعید سمعت رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) فذکر حدیثا فقال یا ایھا الناس انی فرطکم علی الحوض فاذا جئتم قال رجل یا رسول اللہ صـ انا فلان بن فلان وقال اخر فلان بن فلان فاقول اما النسب فقد عرفته ولعلکم احدثتم بعدی وارتددتم ولاحمد والبزار نحوہ من حدیث جابر وفیه لیردن علی اقوام اعرفھم و یعرفونی . ثم یحال بینی وبینھم فاقول اللھم منی فیقال انك لاتدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی . وفیه وفی روایة علی ادبارھم القھقری . وفیه زاد فلا اراه یخلص فیھم الا مثل ھمل ابل بلاراع (النعم یعنی الاقلیل) وفیه وروی الطبرانی عن سمرة اصیحابی اصیحابی وقد اخرج ابن عساکر وابن عبد البر فی الاستیعاب واحمد فی المسند والطبرانی فی الکبیر وابو النصر السنجری فی الابانة و ابو داؤد الطیالسی وعبد ابن حمید وابو یعلے والحاکم فی المستدرك وابن ابی شیبة والدیلمی وغیرھم اوروفی الخصائص للسیوطی اخرج البزار بسند صحیح عن ابن

نیز اسی میں ہے اور تحقیق ابو یعلے نے سند حسن سے بروایت ابی سعید بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا اور ذکر کیا اس حدیث کو تحقیق میں تم سے آگے حوض پر جاؤں گا پس جب تم آؤ گے تو کوئی آدمی کہیگا کہ میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں اور دوسرا کہے گا میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں پس کہوں گا تحقیق میں نے تمہارے نسب کو تو سمجھ لیا ہے مگر غالباً تم میرے بعد نئے کام پیدا کر کے میرے احکام سے پھر گئے ہو گے ہو اور احمد و بزار نے حدیث جابر سے مثل اس کے روایت کیا ہے۔ اور اسی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ میں ہے ضرور میرے پاس چند قسم کے لوگ وارد ہوں گے جن کو میں شناخت کروں گا اور وہ مجھے شناخت کر لیں گے پھر ان کے اور میرے درمیان پردہ کیا جائے گا۔ اور میں کہونگا تحقیق یہ تو میری جماعت کے آدمی ہیں جواب میں کہا جائے گا تحقیق تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا نئے کام پیدا کئے ہیں تب کہوں گا دوری ہو دوری ہو اس کے لئے جس نے میرے بعد احکام میں تغیر کر دیا ہے اور اسی کے جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ میں بروایت دیگر لکھا ہے کہ اپنی پشتوں پر واپس پھر ہی گئے رجعت قہقری سے۔ اور اسی میں ہے کہ روایت دیگر میں زیادہ ہے۔ پس نہیں گمان کرتا میں کہ ان میں سے کوئی خلاصی پائے مگر مثل اونٹ بلا چرواہے کے یعنی بہت تھوڑے اور اسی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۲۵۰۲۲ میں ہے۔ روایت

سعید قال ما عدا ان وار ینا رسول اللہؐ فی التراب فانکرنا قلوبنا و بمعناہ اخرج ابن سعد والحاکم والبیہقی عن انس وھکذا فی الفتح وزادلہ یرید انھم وجدوھا تغیرت عما عھدوہ فی حیاتہ من الالفۃ والصفاء والرقۃ الخ۔ وفی المسلم عن ابی ھریرۃ ر فی حدیث طویل فی الوضوء) وانی لاصد الناس عنہ (عن الحوض) کما یصد الرجل ابل الناس عن حوضہ قالوا یارسول اللہؐ اتعرفنا یومئذ قال نعم لکم سیما لیست لاحد من الامم تردون علی غرا محجلین من اثرالوضوء و فیہ عنہ مرفوعًا ترد علی امتی الحوض وانا اذود الناس عنہ (الی ان قال) فاقول یارب ھٰؤلاء من اصحابی فیجیبنی ملک فیقول وھل تدری ما احدثوا بعدک فی الکنز المکتوم ناقلا

طبرانی میں سمرہ سے لفظ اصیحابی اصیحابی وارد ہے اور تحقیق اس کو روایت کیا ابن عساکر وابن عبدالبر نے استیعاب میں اور احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ابوالنصر سنجری نے ابانہ میں اور ابوداؤد طیالسی و عبد بن حمید و ابویعلی وحاکم فی المستدرک وابن ابی شیبہ ودیلمی وغیرہ نے۔ اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں ہے بزار نے بسند صحیح ابن سعید سے نکالا کہتا ہے کہ اس سے زیادہ نہ گذرا کہ جونہی ہم نے رسول اللہؐ کو خاک میں پوشیدہ کیا تو ہمارے دلوں میں ان سے انکار پیدا ہو گیا اور اسی معنی کی حدیث ابن سعد اور حاکم اور بیہقی نے انس سے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۰۹ میں ہے اور زیادہ کیا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے یعنی صحابہ نے اپنے دلوں کو ایسا پایا کہ اس عہد سے متغیر ہوئے اور پھر گئے تھے جو رسولؐ سے ان کی حیات میں کیا ہوا تھا۔ یعنی الفت اور صفائی اور نرمی کے طریق سے متغیر ہو گئے۔ اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ میں ابوہریرۃ سے روایت ہے۔ باب وضو کی لمبی حدیث میں کہ میں لوگوں کو حوض سے ہٹاؤں گا جیسے آدمی اجنبی اونٹ کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ اس دن آپ ہمیں شناخت کر لینگے فرمایا ہاں تمہارے لئے نشان ہوگا جو دوسری امتوں میں نہیں۔ تم میرے پاس آؤ گے اور تمہارے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے اور اسی مسلم میں ہے مرفوعًا فرمایا نبی نے میرے پاس امت کے لوگ حوض پر وارد ہوں گے اور میں لوگوں کو حوض

لہ فتح الباری میں یہ الفاظ ہیں وقد قال ابوسعید فیما اخرجہ البزار بسند جید وما نفضنا ایدینا من دفنہ حتی انکرنا قلوبنا ومثلہ فی حدیث ثابت عن انس عند الترمذی وغیرہ یرید انھم۔ الخ کما ھو فی متن ھذا الکتاب ۱۲۰ مترجم

عہ یعنی ابھی ہم نے اپنے ہاتھ غبار دفن سے نہیں جھاڑے تھے اور نہ صاف کئے تھے کہ ہمارے دل پھر گئے ۱۲۰ مترجم۔

عن العلامۃ الزرندی من کتاب الاعلام
بسیرۃ النبیؐ علیہ السلام انہ روی عن
عائشۃ لما احتضرتها الوفاۃ قیل لها اهل
ندفنک فی روضۃ النبیؐ فقالت بل ادفنونی
فی البقیع مع اخواتی فانی قد احدثت امورا
بعدہ. وفی ازالۃ الخفاء عن ابن مسعود قال
ماکان بین اسلامنا وبین ان عاتبنا اللہ
بهذہ الآیۃ الم یأن للذین آمنوا ان
تخشع قلوبهم لذکر اللہ الا اربع سنین و
عن ابن مسعود قال لما نزلت الحدیان.
الآیۃ اقبل بعضنا علی بعض ای شیء
احدثنا ای شیء صنعنا. عن ابن عباس
قال ان اللہ استبطأ قلوب المهاجرین
فعاتبهم علی راس ثلثۃ عشر سنۃ من نزول
القرآن فقال الم یأن. الآیۃ. انتهی.
وفی تاریخ الخلفاء اخرج ابو نعیم فی
الحلیۃ عن ابی صالح قال لما قدم اهل
الیمن زمان ابی بکرؓ وسمعوا القرآن جعلوا
یبکون فقال ابوبکر هکذا کنا ثم قست[1]

سے مانگتا ہوں گا پھر فرمایا پس کہوں گا یارب
میرے یہ لوگ میرے اصحاب سے ہیں تو فرشتہ
مجھے جواب دے گا۔ اور کہے گا کہ تو کیا جانے کہ کیا
اعمال نئے انہوں نے تیرے بعد کئے۔
کنز مکتوم فی نکاح ام کلثوم کے صفحہ ۱۸۴ پر ہے
علا زرندی اپنی کتاب اعلام جو فضائل نبیؐ میں
ہے لکھتے ہیں جب عائشہ قریب الموت ہوئی
کہا گیا تجھے روضہ اقدس میں دفن کریں کہا جنت
البقیع میں باقی بہنوں کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ
میں نے چند امور نبیؐ کے بعد احداث کئے ہیں۔
اور ازالۃ الخفاء مقصد اول صفحہ ۲۲۳ میں ابن
مسعود سے روایت ہے کہا کہ ہمارے اسلام اور
اس وقت کے درمیان جب اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں
کو عتاب فرمایا اس آیت سے کیا مومنین کے لئے ابھی
وقت نہیں آیا اس بات کا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے
واسطے ڈر کر عجز اختیار کریں صرف عرصہ چار سال
کا گذرا تھا اور ابن مسعود سے روایت ہے کہا جب
نازل ہوئی آیت الم یأن آخر تک تو ہمارے بعض
صحابہ بعض پر متوجہ ہوئے کہ ہم نے کیا چیز عمل میں

[1] آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا الخ اسی معنی
معنی کی مؤید ہے کیونکہ جن کو استقامت راہ حق پر نہیں رہی وہ بلا خوف وخطر نہیں رہ سکتے اور سابقاً گذر چکا ہے بخاری
وغیرہ کی احادیث سے کہ حضرتؐ نے فرمایا مجھے تمہارے مشرک یا کافر ہو جانے کا اتنا خوف نہیں جتنا یہ ہے کہ تم لوگ دنیا کے
لالچ میں پڑ کر اپنے ایمان میں خلل ڈال کر دوزخ کی طرف جانے کے قابل ہو جاؤ گے اور شیخ عبدالحق کی عبارت سے بھی
یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اسلام سے خروج نہیں بلکہ استقامت سے خروج ہے جیسا کہ حقوق اہل بیت کو نگاہ نہ رکھنا
اور رعایت ادب ان کی ملحوظ نہ رکھنی اب اہل انصاف حضرات ثلاثہ اور معاویہ وعمرو عاص وعبدالرحمن بن عوف وغیرہ
وابوموسیٰ اشعری وابن عمرو ولید وغیرہ کے اعمال کا موازنہ کریں کہ کہاں تک انہوں نے حقوق اہل بیت کو ملحوظ رکھا اور کس
طرح تابعداری کی ۱۲ مترجم۔

القلوب وکذا فی التفسیر الکبیر للفخر الرازی.
قال الشیخ الدہلوی فی شرح المشکوٰۃ مراد بردت رجوع از دین[1] مسلمانی نیست بلکہ خروج از حد استقامت در بعض حقوق و صلاح سریرت در بعض امور و رجوع از مرتبہ حسن اخلاق و صدق نیت و تقصیر در بعض حقوق در رعایت اہلبیت و در ادب با ایشاں بجہت ابتلار بدنیا و فتنہ چہ آنحضرت صلعم فرمودہ بود کہ من نمی ترسم بر شما کفر را و بت پرستی را و لیکن من ترسم از مداخلت دنیا و آفات آں

لائی ہے یا کیا کام ہم نے کیا جس پر ایسا عتاب آگیا ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے دلوں کو اعمال خیر کے لئے سست معلوم کیا تو ان پر تیرہ سال شروع قرآن اترنے کے بعد عتاب کیا اور فرمایا کیا ابھی تک مومنین کے سمجھ جانے کا وقت نہیں آیا۔ انتہیٰ۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۶ میں ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے ابی صالح سے کہ جب یمن کے لوگ زمانہ ابی بکرؓ صاحب میں آئے اور انہوں نے قرآن کو سنا تو رونے لگے ابوبکرؓ نے کہا ہم بھی ایسے ہی نرم دل تھے لیکن بعد میں سیاہ دل ہو گئے ہیں اسی طرح تفسیر کبیر مولفہ فخر الدین رازی میں ہے۔ جلد ۸ صفحہ ۱۳۲ میں بلفظ حتیٰ قست القلوب لکھا ہے اور شیخ دہلوی نے شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۸۹ طبع نولکشور لکھنؤ میں لکھا ہے اس ردت سے دین مسلمانی سے بالکل پھر جانا مراد نہیں ہے بلکہ حد استقامت سے نکل جانا اور بعض ضروری حقوق (جیسے حق مودت قربائے رسول اور اطاعت ان کی کا) اور بعض امور کے لئے صفائی باطن اور بعض حقوق و رعایت ادب اہل بیتؑ میں قصور کرنا بسبب فتنہ رغبت دنیا میں مبتلا ہونے کے مراد ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے واسطے کفر و بت پرستی کا اتنا خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد کرو گے ولیکن مجھے خوف زیادہ یہ ہے کہ دنیا اور اس کے آفات کی مداخلت سے تم ہلاکت میں داخل ہو جاؤ گے۔

[1] نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے حدیث حوض کی مرتدین سے تاویل کرنی ذکر کر کے کہا ہے کہ حدیث کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ یہ لوگ حوض سے ہانکے جائیں گے اور دور کئے ہوئے دو قسم کے ہوں گے ایک گناہ گار راہ حق سے پھرے ہوئے نہ اسلام سے بلکہ مسلم ہوں گے مگر طریق استقامت سے مرتد ہوں گے کہ انہوں نے اعمال صالحہ یعنی اطاعت رسول کو اعمال سئیہ سے تبدیل کیا ہو یعنی مخالفت حکم نبوی کی ہو اور دوسری قسم کے وہ لوگ جو کفر حقیقی کی طرف مرتد ہو گئے ہوں اور احادیث حوض میں بعدی یا غیر بعدی جو آیا ہے تو تبدیل یا تغیر دونوں قسموں کو شامل ہے یعنی عام ہے خواہ کلی تغیر ہو یا جزوی مگر معتد بہ ہو۔
ناقلاً و مترجماً عن شرح المسلم ۱۲ مترجم

كذا قالوا[له]. انتهى. قال العلامة التفتازاني في شرح المقاصد واما ما وقع بين الصحابة من المحاربة والمشاجرات على الوجه المسطور في كتب التواريخ والمذكور على السنة الثقات يدل بظاهره على ان بعضهم قد حاد عن طريق الحق وبلغ حد الظلم والفسق.

اسی طرح علماء نے کہا ہے۔ انتہیٰ۔ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے لیکن جو جنگ اور جھگڑے صحابہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں جس طرح کہ کتب تواریخ میں لکھا ہوا ہے اور زبانی ثقہ اور معتبر لوگوں کے مذکور ہوتے ہیں وہ بظاہر اس بات پر دلالت رکھتے ہیں کہ بعض اصحاب طریق حق سے گذر کر حد ظلم و فسق کو پہنچ گئے تھے۔

سلہ ایضاً حوالہ شرح مشکوٰۃ کہ ارتداد اصحاب و رجعت قہقری و صدور احداث سے مراد خارج از اسلام اور کافر بت پرست ہونا مراد نہیں بلکہ حد استقامت و صدق نیت سے پھر جانا مراد ہے۔ نہایہ ابن اثیر لغت ردد جلد ۲ ص۸ طبع مصر میں ہے۔ وفی حدیث القیامۃ والحوض فیقال انہم لن یزالوا مرتدین علی اعقابہم ای متخلفین عن بعض الواجبات ولم یرد ردۃ الکفر ولہذا قیدہ باعقابہم لانہ لم یرتد احد من الصحابۃ بعدہ وانما ارتد قوم من حفاۃ العرب انتہی۔ یعنی اس حدیث حوض میں صحابہ کے ارتداد سے مراد ردۃ کفر نہیں ہے بلکہ بعد واجبات کو ترک کرنا مراد ہے اسی واسطے نبیؐ نے اس ارتداد کو باعقابہم سے مقید کیا ہے کہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جائیں گے اسلام سے بالکل مونہہ پھیر کر ظاہر کافر و مشرک ہونا نہیں فرمایا کیونکہ صحابہ میں سے کوئی بعد نبیؐ ایسا مرتد نہیں ہوا بعد نبیؐ ایسے مرتد وہ لوگ ہوئے تھے جو عامی اور معمولی عقل کے اعراب میں سے تھے غرض کہ یہاں وہ مرتد مراد ہیں جو اسلام کی طرف توجہ رکھیں گے نام کے مسلمان بظاہر تابع شریعت محمدیہ ہو کر اخاف ان تنافسوا ولیکن می ترسم از مداخلت دنیا کے مطابق دنیا کی محبت میں اطاعت خدا و رسول و صحیح جانشین رسولؐ سے خارج ہو کر ثم استقاموا کی صفت سے موصوف نہ ہوئے اور یہ واجبات سے تھا جس کو ترک کیا۔ جیسے استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۵۶ ترجمہ بسر بن ارطاۃ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور جس حد تک صحابہ مسلمان رہے جو برسر اقتدار ہوئے اپنی سلطنت اور اسی اسلام کی ترقی بھی کرتے رہے۔ نمونہ حالات بعض کا فلک النجاۃ میں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے اور نہایہ[٥] لغت قہقر جلد ۳ ص ۳۲۲ طبع مصر میں ہے قہقر ہو المشی الی خلف من غیر ان یعید وجہہ الی جہۃ مشیہ یعنے رجعت قہقری حدیث حوض سے مراد ہے پیچھے کو اس طرح چلنا کہ منہ اس کی طرف کو نہ پھیرے جس طرف کو چل رہا ہے۔ انتہی یعنی دیکھنے میں اس کا منہ دوسری طرف ہو اور حقیقت میں دوسری طرف چل رہا ہو۔ مطلب صاف ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص ۱۳۱ میں ہے۔ نبی صلعم کے بغیر خواہ اولیاء ہوں یا علماء و اصفیاء کسی کی موت ایمان پر ہونے کا ہم یقین نہیں کر سکتے اگرچہ ان سے خوارق عادات اور کمال

باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر

حالات اور بہت خوب طاعات ظاہر ہوں کیونکہ اس کی بنار ظاہر پر ہے اور حقیقت امر افراد انسان سے مخفی ہوتی ہے۔ اسی واسطے عشرہ مبشرہ اور ان کے امثال اپنے انقلاب احوال اور سور مال و آمال سے خائف رہے۔ انتہیٰ۔ یعنی اصحاب عشرہ مبشرہ وغیرہ کے احوال خراب ہونے اور بری بازگشت اور ان میں بری آرزوؤں کے پیدا ہونے کا خطرہ باقی رہ سکتا ہے ان کے خاتمہ بالایمان پر ہم یقین نہیں کر سکتے البتہ ایک جناب محمدؐ کے خاتمہ بالایمان پر یقین ہو سکتا ہے۔

بعض روایات میں جو بجائے اصحابی اصیحابی وارد ہے اس سے بعض مخالفین یہ مراد لیتے ہیں کہ چھوٹے قسم کے اصحاب۔ مراد ہیں بڑے صحابی مستثنےٰ ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ ظاہر بینوں کی نظر میں جو بڑے ہیں ان سے جب بدعات و حرکات خلاف فرمان خدا و رسول صادر ہیں وہ اس وقت سے صغیر قسم کے صحابیوں میں داخل ہو گئے اور قیامت کو مورد صحیح اس کلمہ کے ہوں گے۔ اور زیادہ روایات میں اصحابی وارد ہے چنانچہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۲۸۳ میں ہے۔ مطرودین منافقین و مرتدین کے اقسام سے ہوں گے لکونہم اظہروا الاسلام و توضؤا و صلوا فیکونون غرا محجلین وان ادعاہم و نادا بہم بدا لہ بعد ذلک انتی غیروا وبدلوا وارتدوا عالم تعہم لا منہم انتہی۔ یعنی وہ لوگ حدیث حوض سے مراد ہیں جو بظاہر مسلمان تھے وضو کرتے نماز پڑھتے تھے اسی واسطے ان کے مقامات وضو سے آثار ظاہر ہوں گے اور آنحضرت صلعم اپنے آدمی سمجھیں گے مگر پکارا جائیگا انہوں نے تیرے بعد تبدیلی کر لی یعنی تیری سنت اور تیرے طریقہ کو تبدیل کر دیا اور جن باتوں پر ان سے آپ نے عہد لیا تھا اس کو توڑ کر انہوں نے اپنی مرضی پر عمل کیا (یہ ہمارے مطلب کے لئے بالکل صاف ہے) حامترجم ؎ بعض صحابہ نے رسولؐ کے حکم کی پرواہ نہ کی قضیہ قرطاس و جنگ احد و حنین و خندق و صلح حدیبیہ ملاحظہ ہو۔ خصوصاً حاشیہ فلک النجاۃ بحوالہ بخاری جلد ۵ ص۲۷ کو نبیؐ صلعم نے تین دفعہ حدیبیہ میں حکم دیا قربانی ذبح کرو اور سر منڈاؤ الیں کسی نے تعمیل نہ کی (بیان ایمان عمرؓ میں دیکھو) ۱۲ مترجم۔

ع ؎ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ص۲۶ میں لکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی ایڑیوں کے بل دا اسلام کے بعض واجبات پھرے ہی رہے (یہ حوض کوثر کی حدیث میں ہے اور یہ ہے کہ اسلام کے بعض واجبات انہوں نے چھوڑ دیئے۔ اور ارتداد سے کفر یہاں مراد نہیں ہے) ۱۲ مترجم

لعہ پھر لکھا دفی بعض احادیثہا فاقول یارب امتی فیقال انہم کانوا یمشون بعدک القہقری ای رجع القہقری اہل بیت بہ حدیث ثقلین متبوع و لازم ملزوم قرآن اس سے مستثنےٰ ہیں جن کو اہل بیت کی متابعت و اطاعت کا حکم دیا ان کے واسطے یہ فرمایا۔ اور بعض روایات میں حدیث بلفظ اصیحابی وارد ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چند اصحاب ایسے ہوں گے کیونکہ تصغیر جمع سے اکثر مراد قلت عدد ہوتی ہے۔ یعنی کچھ لوگ۔ دیکھو جار بردی ص۲۶ الثانی تقلیل ما یجوزان یتوہم کثرتہ وہذا المختص بالمجموع تو مراد حدیث سے یہ ہوئی کہ کل صحابہ ایسے نہ ہوں گے۔ بلکہ کچھ ایسے ہوں گے تصغیر کل کے مقابلہ میں ہے۔ و فی الحقیقت ایسے صحابہ کی بھی کافی جماعت ہو گی جس پر الفاظ حدیث کے باختلاف اسانید والفاظ دلالت کرتے ہیں جن میں اناس۔ اقوام زمرہ۔ طائفہ وارد ہوئے ہیں ان کے معنے ایک جماعت کے ہیں۔ اور دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۴ ص۹۵ اس میں نبیؐ سے کہے بعد دیگرے الیسی متعدد جماعتیں دوزخی صحابہ کی نبی صلعم

وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد والاداء وطلب الملك والریاسۃ والمیل الی اللذات والشهوات اذ لیس کل صحابی معصوم ولا کل من لقی النبیؐ بالخیر موسوما انتهی. اقول قد ثبت مما ذکرنا من حدیث الحوض المتواتر الاحداث فی الدین بعد النبیؐ قد وقع کثیرا من الصحابۃ من اکابرهم واصاغرهم وما استثنی منهم احد لا ابوبکرؓ اول الخلفاء ولا غیره الا من رحمه الله عزوجل کما بینا من حدیث الموطا من خطاب النبیؐ ابا بکرؓ لا ادری ما تحدثون بعدی وثبت منهم من هتك حرمۃ عترۃ النبیؐ والمنازعات بینهم وترك ضروریات الدین وفرائضهم والتغیر فی احکامه کالاستمساك بالثقلین والمودۃ فی القربیٰ وهما من فرائض الدین کما مر وقد ذم الله سبحانه الاحداث فی کل زمان کما قال لقوم لوط انکم لتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بها من احد من العالمین وقال النبیؐ کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث واتبع الناس اهوائهم ومن اتخذ الهه هواه الا فقد اضله الله واتخذوا احبارهم ورهبانهم

اور اس کا سبب حسد اور دشمنی اور بغض اور شرارت تھا اسی طرح شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی صفحہ ۹۷ میں ہے) یا طلب ملک اور بادشاہی کی اور محبت لذات اور شہوات دنیا کی کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے اور نہ ہر وہ شخص جو نبیؐ سے ملاقات کرے نیک شمار ہو سکتا ہے۔ انتہیٰ۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ ہمارے مذکورہ مضمون سے اور حدیث حوض سے جو متواتر ہے ثابت ہوا کہ دین محمدیؐ میں بہت صحابہ سے بڑے ہوں یا چھوٹے احداث واقع ہوا ہے اور اس سے کوئی مستثنےٰ نہیں نہ ابوبکرؓ اول الخلفاء اور نہ غیر اس کا مگر جس پر خاص رحم الہٰی ہوا ہو جیسا کہ ہم نے حدیث مؤطا اور خطاب نبیؐ بابی بکرؓ کہ "میں کیا سمجھوں کہ تم میرے بعد کیا کروگے" سے بیان کر دیا ہے اور ان اصحابہ سے ہتک حرمت و عزت عترت نبیؐ اور ان سے تنازع کرنا ثابت ہو چکا ہے اور ترک ضروریات دین اور فرائض اور تغیر احکام نبویہ مثل تمسک ثقلین اور مودۃ ذوالقربیٰ وغیرہ کے اور حالانکہ ہر دو فرائض دین سے قرار دیئے ہوئے ہیں جیسا کہ گذرا اور بہ تحقیق اللہ حدث و بدعت پیدا کرنے کی ہر زمانہ میں مذمت فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا قوم لوط کے لئے کہ تم ایسے فحش کو کرتے ہو کہ تم سے پہلے سارے عالم میں کسی نے نہیں کیا اور نبیؐ نے فرمایا ہر بدعت

(بقیہ لعہ) کے سامنے گذرنے اور ان کے ارتداد قہقری کا ذکر بتصریح فرمایا ہے اور مولوی وحید الزمان صاحب انوار اللغۃ پ ۱۲ ص ۱۸ و پ ۱۲ ص ۷۳ میں اس طرح تصریح کرتے ہیں۔ لکھا ہے حدیث میں اصیحابی تصغیر کا لفظ ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے پہلے لکھا۔ رافضیوں نے یہ خیال کیا ہے کہ معاذ اللہ کل صحابہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے الخ انتہیٰ شیعہ کا خیال یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کو لغزش ہوئی ہاں یہ کہتے ہیں کہ بہت کو ہوئی ۱۲ مترجم۔

اربابًا من دون اللہ وھو من اصناف الشرک وایضًا قد ثبت ان کل صحابی لیس بمعصوم ولا کل من رای النبیؐ وصحابہ الخیر موسوۃ ابل انھم رجال کسائر الرجال وفیھم ما فیھم من الحسنات والسئیات واما الذین مدحھم اللہ ورسولہ فالمراد منھم اخص الخواص لعترۃ النبیؐ وتابعیھم وھم الذین اوفو بما عاھدوا اللہ ورسولہ الی ان ماتوالان لامال بالزاتیہ والسلام۔

الشک فی النبوۃ قد شک عمر یوم الحدیبیۃ فی النبوۃ وسیأتی فی المغازی انشاء اللہ تعالیٰ۔

التکذیب علی النبیؐ فی الخصائص

للسیوطی اخرج البیھقی عن اسامۃ بن زید قال بعث رسول اللہؐ رجلا فکذب علیہ فدعا علیہ رسول اللہؐ فوجد میتا قد انشق بطنہ ولم تقبلہ الارض. اخرج الشیخان واحمد والبیھقی عن انس ان رجلا کان یکتب الوحی لرسولؐ فکان یملی علیہ علیما حکیما فیقول اکتب سمیعًا بصیرا فیقول اکتب کیف شئت ویملی علیہ سمیعا بصیرا فیکتب علیمًا حکیما فارتد ذٰلک الرجل ولحق بالمشرکین وقال

گمراہی ہے آخر حدیث تک اور لوگ تابع اپنی خواہش کے ہو کر اپنی خواہش کو معبود بنالیا کرتے ہیں پس ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کردیا اور لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنالیا ہے یعنی احکام الٰہی کو ترک کر کے اپنے علماء کی متابعت کرتے ہیں اور وہ اقسام شرک میں سے ہے اور نیز ہر صحابی نہ معصوم ہے اور ہر نبیؐ کے دیکھنے والا اور صحبت میں رہنے والا نیک سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بھی آدمی تھے جیسے دوسرے ہیں اس طرح کہ ان میں نیکیاں اور بدیاں ہوتی ہیں لیکن وہ صحابہ جن کی مدح اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ نے فرمائی ہے مراد ان سے اخص الخواص ہیں جیسے عترۃ النبی اور ان کے مخلص تابعداران اور وہ جنہوں نے معاہدہ اللہ ورسول اللہ کو وفاداری سے مرتے دم تک نباہا ہو کیونکہ مسلم و مثبت ہے کہ اعمال کی مدار خاتمہ پر ہے والسلام۔ **منجملہ اعمال صحابہ[ل] کے شک فی النبوۃ ہے۔** تحقیق عمر صاحب نے حدیبیہ کے دن نبوۃ نبیؐ میں شک کیا جیساکہ مغازی اور ایمان عمرؓ کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور منجملہ اعمال کے جھوٹھ بولنا نبی صلعم پر ہے

خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۷۸ میں ہے بیہقی نے اسامہ بن زید سے روایت کی ہے اس نے کہا رسول اللہ نے کسی آدمی کو بھیجا اور اس نے حضرتؐ پر جھوٹ بولا اور اس کو رسول خدا صلعم نے بد دعا دی تو وہ شخص مردہ پایا گیا اور اس کا پیٹ پھاڑا ہوا تھا۔

ل یعنی صحابہ نے رسولؐ کے حکم کی پرواہ نہ کی قضیہ قرطاس وجنگ احد وحنین وخندق و صلح حدیبیہ ملاحظہ ہو۔ خصوصًا حاشیہ فلک النجاۃ بحوالہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶ کہ نبی صلعم نے تین دفعہ حدیبیہ میں حکم دیا قربانی ذبح کرو اور سر منڈوا ڈالیں کسی نے تعمیل نہ کی دیکھو ایمان عمرؓ۔ دیکھو ہوم

وقال انا اعلم بمحمد ان کنت لاکتب ما شئت فمات ذلک الرجل فقال رسول اللہؐ ان الارض لاتقبلہ ندفن فلم تقبلہ الارض قال ابوطلحۃ فقد مت الارض التی مات فیہا فوجدتہ منبوذا فقلت ماشان ھذا فقالوا دفناہ فلم تقبلہ الارض واخرج عبد الرزاق فی المصنف والبیہقی عن سعید بن جبیر قال جاء رجل الی قریۃ من قری الانصار فقال ان رسول اللہ صلعم ارسلنی الیکم وامرکم ان تزوجونی منکم فلانۃ ولم یکن ارسلہ فبلغ النبیؐ ذلک فارسل علیا والزبیر فقال اذھبا فان ادرکتماہ فاقتلوہ ولا اراکما تدرکانہ فذھبا فوجداہ قد لدغتہ حیۃ فقتلتہ واخرج البیہقی من طریق عطا بن السائب عن عبد اللہ بن الحارث ان جدجد الجندعی اتی الیمن فعشق بھما امرءۃ فقال ان النبیؐ یامرکم ان تبعثوا الی تقباتکم فقالوا عھدنا برسول اللہؐ وھو یحرم الزنا ثم بعثوا الی النبی موحلا فبعث علیا فقال اسۃ فان وافقتہ حیا فاقتلہ ولا د وجدتہ میتا فاحرقہ بالنار فخرج حدجد من اللیل لیستقی من الماء فلدغتہ افعی فقتلتہ انتھی من الخصائص۔

اور زمین نے اسے قبول نہ کیا اور بخاری و مسلم و احمد و بیہقی و ابونعیم نے انس سے روایت کی ہے تحقیق ایک آدمی جو وحی رسول اللہ کو کہتا تھا اور حضرت صلعم اس کو علیما حکیما لکھواتے تو وہ کہتا سمیعا بصیرا لکھتا ہوں پس فرمانے جیسا چاہتا ہے لکھ دے اور سمیعًا بصیرا لکھواتے تو لکھتا تھا علیما حکیما۔ اور وہ شخص آخر مرتد ہوگیا اور مشرکین سے جا ملا اور کہا کہ میں محمدؐ کے حال سے خوب واقف ہوں تحقیق میں اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا تھا لکھتا تھا وہ شخص مرگیا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس کو زمین قبول نہ کرے گی وہ دفن کیا گیا مگر زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔ ابوطلحہ نے کہا کہ میں اس زمین کے پاس گیا۔ جہاں وہ فوت ہوا تھا اور میں نے اس کو باہر نکلا پڑا دیکھا میں نے کہا اس کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا ہم نے تو دفن کیا تھا۔ مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا؛ اور عبدالرزاق نے مصنف میں اور بیہقی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا کہا ایک آدمی انصار کی ایک بستی میں آیا اس نے کہا کہ تحقیق رسول اللہؐ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور تم کو امر کیا ہے کہ اپنی فلاں عورت سے میری شادی کردو جب نبیؐ کو یہ بات پہنچی تو علیؑ اور زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا جاؤ اور اگر اس شخص کو پاؤ تو قتل کردو مگر میرا گمان ہے کہ تم اس کو نہ پاؤ گے پس دونوں گئے اور اس کو اس حالت میں پایا کہ اسے سانپ نے کاٹا اور قتل کردیا تھا اور بیہقی نے طریق عطار بن سائب سے عبداللہ بن حارث

ومن المتواترات قوله م من کذب علیَّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.

سوء الظن علی النبی ؐ بالخیانة

فی الجلالین نزل لما فقدت قطیفة حمراء یوم بدر فقال لبعض الناس لعل النبی صلعم اخذها وما کان لنبی ان یغل یخون فی الغنیمة فلا تظنوا به ذٰلک وفی لباب النقول اخرج ابوداؤد والترمذی وحسنه عن ابن عباس قال نزلت هذه الآیة الخ وهکذا فی سنن الترمذی.

التهمة علی النبی ؐ بعدم العدل

روی الشیخان عن عروة قال خاصم الزبیر رجلا.

سے روایت کیا کہ جد جد جندعی یمن میں گیا ان کی ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور کہا تحقیق نبی ؐ تم کو امر کرتے ہیں کہ اپنی جوان عورتیں میرے پاس بھیجو تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ سے عہد لے چکے ہیں کہ وہ زنا کو حرام فرماتے ہیں۔ پھر لوگوں نے ایک آدمی اس حال ظاہر کرنے کے لئے نبی ؐ کی طرف بھیجا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو بھیجا اور فرمایا اس کے پاس جا اگر مل جائے تو اسے قتل کر دو اور مردہ پاؤ تو آگ سے اس کو جلا دو پس جد جدرات کو زراعت میں پانی لگانے گیا اس کو سانپ نے کاٹا اور قتل کیا۔ انتہی من الخصائص قول رسول صلعم کا بہ تواتر ثابت ہے کہ جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی۔

نبی صلعم پر خیانت کی بدظنی کرنی

تفسیر جلالین میں ہے کہ جب چادر سرخ بدر کے دن گم ہوئی تو بعض لوگوں نے کہا غالباً نبی ؐ نے لی ہو گی تب یہ آیت نازل ہوئی وما کان لنبی ان یغل یعنی نبی ؐ کبھی غنیمت وغیرہ میں خیانت نہیں کرتا پس اس پر بدظنی نہ کرو۔ لباب النقول میں ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی نے باسناد حسن بروایت ابن عباس اس آیت کا شان نزول یہی بیان کیا۔ نیز اسی طرح سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ میں ہے

نبی صلعم پر غیر منصف ہونے کی تہمت

روایت کیا بخاری مسلم نے عروہ سے کہا کہ زبیر نے ایک آدمی انصاری سے کھیتی کے پانی لگانے میں جھگڑا

۵ تہمت علی النبی بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۲۔۳۴۔ ۱۲۴ و جلد ۴ صفحہ ۷۳ بلفظ ما اراد محمد بهذا وجه اللّٰه فتغیر وجهه ثم قال رحمة اللّٰه علی موسیٰ لقد اوذی باکثر من هذا فصبر۔ اسی طرح نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۱۲۹ و صفحہ ۴۴ میں ہے اور اسی نسیم کے صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ یہ انصاری پانی کے تنازع میں معترض بر نبی ؐ بدری تھا۔ یعنی انصاری نے کہا محمد نے خدا کی رضامندی میں یہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ رعایت رشتہ کی ہے۔ نبی صلعم یہ سن کر غصہ میں آئے چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا موسیٰ ؑ پر خدا کی رحمت ہو وہ اس سے بھی زیادہ ستائے گئے اور صبر کیا۔ اس جگہ آیت منع ایذاء خدا اور رسول اور اس کی سزا یاد فرمائیے اور خط ۱۳ میں ہے پانی کے جھگڑے میں ثابت بن قیس انصاری ہے یا ثعلبہ بن حاطب انصاری ہے یا حمید انصاری ہے یہ حدیث مندرجہ فلک النجاۃ بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۵ و جلد ۲ صفحہ ۳۲ و ۳۳ و صفحہ ۱۷ و ۲۷ کتاب الصلح

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

باب اذا شار الامام بالصلح فابیٰ مطبوعہ مصر میں ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہ انصاری بدری تھا یعنی جنگ بدر میں شامل تھا۔ بدریوں کے مداح اعملوا ما شئتم کے معتقد اس پر غور کریں اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ میں بھی باسانید بخاری و مسلم و عبد الرزاق و احمد و ابوداؤد و ترمذی اسی طرح نسائی مترجم وحیدی جلد ۲ صفحہ ۵۵۶ میں ہے) اور اخیر اسی روایت میں ہے حضرت زبیر کہتے ہیں خدا کی قسم آیت فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم الخ اسی واقعہ میں اتری ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں بن سکتے جب تک تجھے اپنے تنازعات کا منصف و حاکم نہ بنائیں۔ اور جو تو فیصلہ کرے اس پر راضی نہ ہو جائیں۔ ایسے دلوں میں کچھ کدورت نہ پائیں صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ میں ہے رسولؐ نے کچھ مال تقسیم فرمایا حضرت عمر معترض ہوئے کہ ان سے زیادہ مستحق اور لوگ ہیں جن کو آپ نے دیا۔ نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۱۳۰ میں اس انصاری کا نام بھی مذکور ہے جس نے تقسیم میں نبیؐ پر تہمت لگائی وہ بقول علامہ ذہبی مغیث بن بشیر ہے۔ ذہبی نے کہا کہ ذوالخویصرہ خارجی مراد نہیں اس کا قصہ جدا ہے جو تقسیم پر معترض ہوا تھا۔ اور اعدل کہا تھا۔ دوسرے بروایت بخاری مغیث انصاری نے تقسیم میں ما اراد محمد بھذا وجہ اللہ کہا۔ انتہیٰ من نسیم الریاض ملخصاً۔ جلد ۴ صفحہ ۱۳۰ نیز یہ قصہ پانی کے تنازع زبیر اور انصاری بدری کا تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ میں باسناد بخاری و مسلم و عبد الرزاق و احمد و عبد بن حمید و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و بیہقی عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔ حدث عن الزبیر بن العوام انہ خاصم رجلا من الانصار قد شھد بدراً مع رسول اللہ الی رسول اللہ فی شراج من الحرۃ کان یسقیان بہ کلاھما النخل الخ یاد رہے کہ یہ انصاری بہ تحقیق بدری ہے جس نے نبیؐ پر تہمت لگائی اور جس نے کہا کہ یہ انصاری منافق تھا۔ اس کی خدمت میں عرض ہے کہ پھر ثابت ہوا کہ کل انصار مومن نہ تھے بعض منافق تھے اور بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۰ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ سے ثابت ہے کہ وہ بدری ہے اس طرح بدر میں منافق بھی تھے تو اعملوا ما شئتم کو کیا کریں گے اور مہاجرین و انصار کی شان برابر ہے۔ پھر ان میں بھی یہی صورت تسلیم کرنی پڑے گی۔ پس شیعہ و سنی دونوں متفق ہو گئے۔ کوئی تنازع باقی نہیں رہتا۔ اور واضح رہے کہ پانی کے تنازع میں جو انصاری بدری نے نبیؐ کو غیر عادل سمجھتے ہوئے ایذا پہنچائی۔ وہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں بلکہ وہ علماء کے نزدیک بلکہ خداوند کریم کے نزدیک جرم عظیم مرادف بے ایمانی کے ہے۔ دیکھو نسیم الریاض شرح شفا عیاض ۴ جلد صفحہ ۳۸۵ اس قصہ کو بیان کر کے نزول آیت فلا وربک لا یؤمنون الآیہ بیان کر کے لا یؤمنون کی تفسیر میں لکھا ہے ای ینتفی الایمان الی ھذہ الغایۃ وھی تحکیمک وعدم وجدانہم الحرج وتسلیمھم لامرک۔ انتہیٰ۔ پھر حدیث کو بخاری سے نقل کیا۔ ان الزبیر بن العوام خاصم رجلا من الانصار بدریاً فی امر الماء الذی یشرح الحرۃ فاغضب رسول اللہ کما تقدم فانزلت ھذہ الآیۃ پھر صفحہ ۳۸۶ پر لکھا نفی الایمان عمن لم یرض حکمہ لما فیہ من الاذیۃ لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما اشار الیہ بقولہ فسلب اللہ تعالیٰ ونفی اسم الایمان عمن وجد فی صدرہ حرجا ای

خیفًا او قلنا من قضاءہ و لم یسلم لہ۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب تک یہ صفت کسی میں نہ پائی جائے کہ نبی ؐ کے حکم سے اس کو قلق اور حرج دل میں نہ محسوس نہ ہو بلکہ راضی و خوش ہو جائے تو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جس نے فیصلہ نبی ؐ پر اعتراض کیا تھا۔ اور نبی ؐ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نے غیر منصفانہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کی طرفداری کی ہے اس سے خدا نے ایمان کا نام سلب کر لیا ہے کیونکہ اس نے نبی ؐ کو ایذا دی اور ایذائے نبی ؐ موجب کفر ہے ۱۲ مترجم۔

من انصارؓ فی شراج (سیل الماء من الحرۃ الی السہل ۱۲ لمعات) من (الحرۃ رھی ارض ذات حجارۃ) فقال النبی ؐ اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارک فقال الانصاری ان کان ابن عمتک فتلون وجہہ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل الماء الی جارک فاستوعی (استحفظ ۱۲) النبی ؐ للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین (حفظہ (اغضبہ) الانصاری وکان اشار علیھما بامر لھما فیہ سعۃ کذا فی المشکوۃ باب احیاء الاموات قال فی اللمعات اما القول بکونہ (ای الانصاری) یہودیًا فبعید جدًا و اما عدم قتلہ اما لتالیفہ او لصبرہ علی اذی

کیا۔ نبیؐ نے فرمایا اے زبیر تو پلا لے اور پھر اپنے ہمسایہ کی طرف پانی چھوڑ دے۔ انصاری نے کہا یہ حکم آپ نے اس لئے دیا ہے کہ یہ تیرا پھوپھی زادہ ہے۔ پس نبی ؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا اے زبیر پلا لے اور بند کر لے پانی کو حتیٰ کہ دیواروں کی حدود تک بھر جائے۔ اس کے بعد پانی اپنے ہمسایہ کو دیدو۔ اس میں نبی ؐ نے حق زبیر کا صریح حکم میں محفوظ رکھا تھا مگر جب انصاری نے حضرت صلعم کو غضبناک کیا تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ ان دونوں کی نسبت اس امر میں اتنا وسیع اختیار ہے جو عمل میں لایا گیا ہے اسی طرح مشکوۃ صفحہ ۲۵۱ باب احیاء الاموات میں ہے۔ لمعات شرح مشکوۃ میں ہے کہ اس انصاری کو یہودی کہنا بہت ہی بعید ہے ولیکن اس کو قتل نہ کرنا یا تو بسبب تالیف قلب کے تھا یا حضرت ؐ

سلہ انصار ہوں یا مہاجرین ہوں جو وفادار تابعدار آخر تک رہے ہوں وہ فضائل مندرجہ قرآن کے مستحق ہیں۔ ورنہ نہیں اول اس امر کے اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں مہاجرین و انصار کا حال حدیث متن سے اور کاروائی سقیفہ سے ظاہر ہے اور علاوہ بریں حدیث ابی داؤد مترجم وحیدی صفحہ ۵۹۰ وغیرہ کتب حدیث قابل ملاحظہ ہیں المہاجرین ھجر مانہی اللہ عنہ یعنی مہاجر وہ ہے جو منہیات الہٰی کو چھوڑ دے ورنہ نہیں۔ یعنی جس سے خدا اور رسول ؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرے اس کو کرے یا بخلاف امر عمل کرے۔ تو مہاجر نہیں ۱۲ مترجم۔

المنافقین حتی لا یتحدث ان محمداً یقتل اصحابه الخ. وفی لباب النقول اخرج الائمة الستة عن عبد الله بن الزبیرؓ قال خاصم الزبیر رجلا فنزلت فلا وربك لا یومنون الآیة الحدیث و اخرج الطبرانی فی الکبیر والحمیدی فی مسنده عن ام سلمة قالت خاصم الزبیر رجلا الخ فنزلت فلا وربك الآیة واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن المسیب فی قوله فلا وربك الآیة قال نزلت فی الزبیر ابن العوام وحاطب بن ابی بلتعه اختصما فی ماء الحدیث وفی لباب النقول روی البخاری عن ابی سعید الخدری بینما رسول اللهؐ یقسم قسما اذ جاءه ذو الخویصرة فقال اعدل فقال ویلك من یعدل اذا لم اعدل فنزلت ومنهم من یلمزك فی الصدقات واخرج ابن ابی حاتم عن جابر نحوه ا. انتهی۔

کا منافقین کے ایذا دینے پر صبر کرنا ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ جناب محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔ الخ اور لباب النقول میں ہے صحاح ستہ میں عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ زبیر نے ایک شخص سے جھگڑا کیا تو آیت فلا وربك لا یومنون الخ نازل ہوئی اور طبرانی نے کبیر میں اور حمیدی نے مسند میں ام سلمہ سے روایت کی کہا کہ زبیر کا ایک شخص سے جھگڑا ہوا تو آیت فلا وربك الخ نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ سعید بن مسیب شان نزول فلا وربك الآیہ میں کہتا ہے کہ یہ آیت زبیر بن عوام اور حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں اتری دونوں پانی کے بارہ میں جھگڑتے تھے تو حکم ہوا کہ تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک نبیؐ کے فیصلہ پر بلا تردد مطمئن نہ ہو جاؤ۔ اور لباب النقول جلد ۱ صفحہ میں ہے بخاری نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے درآں حالیکہ رسولؐ کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ اچانک ذوالخویصرہ آیا ہے اور کہا یا محمدؐ تقسیم کرتے ہوئے انصاف کر رسول نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر عدل کون کرتا ہے آیت ومن یلمزك فی الصدقات واخرج اتری یعنی بعض ان میں سے تجھے صدقات کی تقسیم میں تہمت لگاتے ہیں۔ اسی طرح ابن حاتم نے جابر سے روایت کیا ہے۔ انتہی۔

ملہ اور در منثور جلد ۱ صفحہ ۲۸۰ میں باسناد بخاری ونسائی وابن جریر وابن منذر وغیرہ بھی اسی طرح مروی اور اس میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کہا یا نبیؐ حکم دو تو اس کی گردن اڑا دوں۔ حضرت نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس کے اصحاب ایسے ہیں کہ تم لوگوں کی نمازیں اور روزے ان کے نماز روزے سے حقیر معلوم ہوتی ہیں اور دین سے اس طرح خارج ہوتے ہیں جیسے تیر کمان سے جدا ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا رحم الله موسیٰ قد اوذی باکثر من هذا فصبر ہے (مخالفت خدا و رسول) آیت ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ الآیۃ سورہ نساء رکوع ۱۷ وغیرہ آیات سے ثابت ہے کہ نافرمان رسول

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الزناء روی الشیخان اتفاقاً وانفراداً قصۃ
ماعز الاسلمی۔ وفی الاکمال فی اسماء
الرجال ماعز بن مالک الاسلمی معدود
فی المدنیین وھو الذی رجمہ النبی صلعم
روی عنہ ابنہ عبد اللہ حدیثاً واحداً
وفی ازالۃ الخفا اقامۃ الحد (عمرؓ) من علی
ابنہ ابی شحمۃ (فی الزناء) **السرقۃ**۔
فی الخصائص للسیوطی اخرج البیھقی
عن زید بن خالد الجھنی ان رجلاً من
رسول اللہؐ توفی یوم خیبر فقال صلوا
علی صاحبکم فتغیر وجوہ الناس
لذلک فقال ان صاحبکم غل فی
سبیل اللہ ففتشنا متاعہ فوجدنا خرز
الیھود لا نساوی درھمین۔ وقد قطع
ید السارق (وکان من الصحابۃ) من
مشکوٰۃ **الرباء** فی ازالۃ الخفاء مالک
عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان
معاویۃ بن ابی سفیان باع سقایۃ ظرف
آبۃ من ذھب او ورق باکثر من وزنھا

زنا کا فعل۔ بخاری و مسلم نے متفقاً و منفرداً قصہ
رجم ماعز اسلمی کو روایت کیا اور اکمال فی اسماء الرجال
صفحہ ۳۲ میں ہے ماعز بن مالک اسلمی مدنیوں
میں شمار کیا ہوا ہے اور وہی ہے جس کو نبی صلعم
نے رجم کرایا تھا اس سے اس کے بیٹے عبد اللہ
نے ایک حدیث روایت کی ہے؛ اور دیکھو فلک
حاشیہ معاویہ کا حکم سب علی حوالہ فتاویٰ عزیزی)
اور ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۰ میں امیر عمر کا اپنے
بیٹے ابی شحمہ پر حد زنا قائم کرنا لکھا ہے؛ **چوری
کا عمل**۔ خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ میں ہے
بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے کہ ایک
آدمی اصحاب رسول اللہ سے خیبر کے دن فوت ہوا
رسولؐ نے فرمایا تم لوگ اپنے ہمراہی پر نماز جنازہ
پڑھو اس سے لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے (کہ
جناب خود کیوں نہیں پڑھتے) تو فرمایا کہ تحقیق تمہارے
اس دوست نے خدا کے راستہ میں خیانت کی ہے
پس ہم نے اس کے سامان سے جستجو کی تو ایک جوہر
جواہر سے یا ایک مہرہ مہرہ ہا یہود سے اس کے
سامان میں پایا جس کو دو درہم کے برابر قیمت کا

(بقیہ حاشیہ) کے لیے نصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ سزا ہے۔ اصحاب ثلاثہ نے جہاد میں ہر موقعہ پر جو کچھ کیا روشن ہے اور لشکر
اسامہ سے جو تخلف کیا اور باوجود سخت حکم کے نہ گئے اس کی سزا شرح مواقف طبع نو لکشور صفحہ ۷۴۷ میں نبی صلعم سے یہ لکھی ہے
لعن اللہ من تخلف عنہ، خدا اس کو لعنت کرے جو اس سے رہ جائے اور نہ جائے۔ یعنی جن کو حکم جانے کا ملا اور نہ گیا نہ یہ کہ
کل اہل مدینہ اور ثلاثہ کا محکوم جیش اسامہ کا ہونا کتب سنیہ میں پوشیدہ نہیں۔ دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۴۸ طبع مصر
و طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ وغیرہ۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۹) **شہادت زور**۔ اول اسلام میں جھوٹی گواہی عشرہ مبشرہ کے
افراد نے دی۔ دیکھو مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ و سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ وغیرہ طلحہ و زبیر جنگ جمل میں بی بی عائشہؓ
کو لیے جا رہے تھے جب حواب کے کتے بھونکے بی بی عائشہؓ کو رسولؐ کا فرمان یاد آیا اور واپسی کا ارادہ کیا۔ طلحہ وغیرہ نے جھوٹی
قسم اٹھائی کہ کسی نے غلط کہا یہ حواب نہیں اور پچاس جھوٹا گواہ اور بھی پیش کیا۔ شعبی نے کہا فکان ذالک اول شھادۃ زور اقیمت فی

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فقال لہ ابوالدرداء سمعت رسول اللہ ص
ینھی عن مثل ھذا الا بمثلہ فقال معاویۃ
ما اری بمثل ھذا باسا الخ وقد مرفی بیان
معاویۃ انہ لا یعلم مسئلۃ الرباء ولیس
بمجتھد۔ ا الکذب ب[1] کذب الولید بن عقبۃ
ونزل فیہ قولہ تعالیٰ ان جاء کم فاسق
بنبأ الایۃ وقد ولاہ عثمانؓ علی الکوفۃ
وکان شارب الخمر وقد حد بامر امیر
المومنین علی کما ذکرہ البخاری وغیرہ فی
القران الکریم واللہ یعلم انھم لکاذبون

سورۃ التوبہ

قذف المحصنات فای القذف ا

اعظم من قذف ام المومنین عائشۃؓ
فی الجلالین قولہ تعالیٰ ان الذین جاؤا
بالافک۔ ا سوء الکذب علی عائشۃؓ ام
المومنین بقذفھا عصبۃ منکم جماعۃ
من المومنین قالت حسان[2] بن ثابت و
عبداللہ ابن ابی و مسطح وحمنۃ بنت
جحش۔ وفی الجلالین مسطح وھو ابن
خالتھا مسکین مہاجر بدری۔ وکذا فی
لباب النقول بقول عائشۃؓ انہ بدری
وفی المدارک احتجموا وھم عبداللہ
بن ابی راس النفاق وزید بن رفاعۃ و

بھی ہم شمار نہیں کرتے تھے۔ ۱ رچوری میں صحابہ
میں سے بعض کا ہاتھ کاٹا گیا جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے
۲ ربا یعنی بیاج۔ ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۰۷
میں ہے مالک نے زید بن اسلم سے اس نے عطار
بن لیسار سے روایت کی ہے تحقیق معاویہ بن ابی
سفیان نے ایک برتن سونے یا چاندی کا بنا ہوا اس
سے زیادہ وزن سونے یا چاندی کے عوض فروخت
کیا ابوالدرداء نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا
ہے کہ... ایسے معاوضہ سے منع فرماتے تھے مگر یہ
کہ برابر وزن سے ہو معاویہ نے کہا میں اس میں کوئی
ڈر نہیں سمجھتا الخ اور گذر چکا ہے کہ معاویہ کو سود کا
مشہور مسئلہ معلوم نہ تھا اور نہ وہ مجتہد ہے۔ ا جھوٹ
بولنا۔ ولید بن عقبہ نے جھوٹ بولا تو آیت ان جاء کم
فاسق بنبأ الایہ اتری اور اس کو امیر عثمانؓ نے کوفہ کا
والی بنایا تھا حالانکہ وہ شراب خوار تھا اور تحقیق بامر
امیر المومنین حضرت علی کے اس کو شراب کی حد لگائی
گئی جیسا کہ بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور قرآن
کریم میں بعض صحابہ کا ذکر ہے کہ خدا جانتا ہے
تحقیق وہ جھوٹ بولتے ہیں (سورہ توبہ)
تہمت زنا کی لگانا۔ ام المومنین بی بی عائشہؓ
کو تہمت لگانے سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے جیسا
کہ تفسیر جلالین میں ہے قولہ تعالیٰ ان الذین جاؤ
بالافک الخ یعنی جو لوگ برا طوفان عائشہ ام المومنینؓ

[1] بقیہ حاشیہ الاسلام انتہی۔ یہ اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی قائم ہوئی مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۹ ص ۱۲ میں
لکھتے ہیں زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے درخواست کی تم بصرے چلو ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کی وجہ سے بہت
لوگ حضرت علی کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے انہوں نے نہ مانا لیکن باتیں بنا کر آخر حضرت عائشہؓ کو پھسلا لیا ان کو نکلنے پر راضی کر لیا
آخر عورت ذات تھیں زبیر کے پھسلانے میں آگئیں انتہی ملخصاً۔ [2] حسان بن ثابت صحابی وغیرہ کا قذف عائشہؓ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص ۲۶ میں مروی ہے ۱۲ مترجم

حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثه وحمنة
بنت جحش (اخت ام المومنين زينب) و
فيه ولقد ضرب النبي ابن ابي وحسانا و
مسطحا الحد وفي التقريب حسان الانصاري
الخزرجي. وفي الاكمال مسطح بن اثاثه بن
عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف
القرشي المطلبي شهد بدرا واحدا و
المشاهد بعده وهو الذي قال في عائشة
ام المومنين ما قال من حديث الافك
وجلده النبي فيمن جلد انتهى. و في
الخصائص للسيوطي عن ابن عباس قرأ
ان الذين يرمون المحصنات الاية قال
هذه في عائشة وازواج النبي و لم
يجعل لهم التوبة فجعل التوبة
لمن قذف امرءة من المومنين ولم
يجعل التوبة لمن قذف امراءة من
ازواج النبي توبة.

الغيبة في الدر المنثور للسيوطي
قال (ابوبكر وعمر) لخادمهما ان هذا
(سلمان الفارسي) لنوم وجاء الى النبي
فقال النبي م اني لارى لحمه بين ثناياكما

الغلول. (هو الخيانة في الغنيمة) في
الخصائص للسيوطي اخرج البيهقي عن
زيد بن خالد الجهني الخ وقد مر في السرقة.
وفيه اخرج الشيخان عن ابي هريرة (في
حديث طويل) انه جاءه (مدعما وهو
عبد اهدى للنبي) سهم فقتله فقال

پر تہمت زنا کا باندھ رہے ہیں تمہاری جماعت
مومنین میں سے ہیں کہا اس نے کہ وہ حسان بن
ثابت و عبداللہ بن ابی و مسطح و حمنہ بنت جحش
ہیں اور جلالین میں ہے مسطح اس کا خالہ زادہ
مسکین مہاجر بدری ہے اور اسی طرح لباب النقول
میں بقول عائشہ وہ (مسطح) بدری ہے اور
مدارک میں ہے کہ عبداللہ بن ابی نفاق کا سردار
اور زید بن رفاعہ و حسان بن ثابت و مسطح بن
اثاثہ و حمنہ بنت جحش ہمشیرہ ام المومنین زینبؓ تہمت
لگانے میں متفق تھے۔ اور اسی میں ہے کہ تحقیق
نبیؐ نے ابن ابی و حسان و مسطح کو حد لگائی اور
تقریب التہذیب میں ہے کہ حسان انصاری خزرجی
ہے۔ اور اکمال فی اسماء الرجال میں ہے مسطح بن اثاثہ
بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف قریشی مطلبی
بدر اور احد میں حاضر تھا بلکہ بعد کے جنگوں میں
بھی شامل تھا اور وہی ہے جس نے بی بی عائشہؓ
ام المومنین کے حق میں تہمت زنا کی لگائی اور نبیؐ
نے اس کو باقی قاذفین کے ہمراہ حد لگائی۔ اور
خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ میں ابن عباس
سے روایت ہے پڑھا ان الذین یرمون المحصنات
الآیہ اور کہا کہ یہ آیت عائشہؓ بی بی و دیگر ازواج
نبیؐ کے حق میں ہے اور ان کے لئے توبہ بھی منظور
نہیں کی گئی پس توبہ اس کے لئے ہے جو دوسری
کسی عورت کو تہمت لگائے اس کے لئے توبہ نہیں
ہے جو کسی بی بی منجملہ ازواج نبیؐ کو تہمت لگائے
غیبت یعنی شکایت ممنوع۔ در منثور جلد ۶
ص ۹۵ سیوطی میں بروایت ضیاء مقدسی و ابن

الناس هنيئا له الجنة فقال رسول الله ص كلا والذی نفسی بيده ان الشملة التی اخذها يوم خيبر من المغانم لم تصبها المقاسم لتشتعل عليه نارا فی الصراح شملة (گليم خرد).

وفيه عن عمرؓ ابن الخطاب قيل يا رسول الله ان فلانا قد استشهد قال كلا قد رايته فی النار بعباءة قد غلها قال قم يا عمر فناد انه لا يدخل الجنة الا المومنون ثلاثا رواه الترمذی و حسنه وصححه وغربه.

ترك الزكوٰة. فی الجلالين قوله تعالٰی ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين وهو ثعلبة بن حاطب سال النبی ص ان يدعو له ان يرزقه الله مالا ويؤدی منه كل ذی حقه فدعا له فوسع عليه فانقطع عن الجمعة والجماعة ومنع الزكوٰة وكذا فی المدارك وغيره وفی الصحيحين والله لا قاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكوٰة والله لو منعونی عقالا كانوا يؤدونه الی رسول الله صلعم لقاتلتهم علی منعه قاله ابوبكرؓ

الخيانة فی السر. فی لباب النقول اخرج ابن جرير عن السدی قال كانوا يسمعون من النبی ص الحديث فيفشونه حتی يبلغ المشركين فنزلت

ابی حاتم وحکیم الترمذی کے ہے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے اپنے خادم کے حق میں کہا تحقیق یہ یعنی سلمان فارسیؓ بہت سونے والا آدمی ہے پھر حضرت نبیؐ کے پاس آئے تو نبیؐ نے فرمایا کہ تحقیق میں تمہارے دانتوں کے اندر اس کا (یعنی سلمانؓ کا) گوشت دیکھ رہا ہوں (کذا فی ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۲۴) اور سدی کہتا ہے اسی واقعہ پر آیت ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا اتری (غنیمت میں خیانت کرنا).

خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۵۶ میں ہے بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے جو سرقہ کے بیان میں گذری ہے. اسی کی جلد ا صفحہ ۲۵۶ میں ہے بخاری ومسلم نے ابی ہریرہ سے لمبی حدیث میں روایت کی ہے جب مدعم نامی نبی ص کے غلام کو تیر لگا اور قتل ہوا لوگوں نے کہا مبارک ہو اس کے لئے بہشت مبارک ہو تو فرمایا رسول اللہ نے ہرگز نہیں قسم بخدا جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق ایک کملی جو اس نے خیبر کے دن غنیمت کے مال سے لی تھی اس حالت میں کہ وہ مال تقسیم نہیں ہوا تھا وہ چھوٹی سی کملی اس پر آگ کے شعلے ہو جاتے گی.

اسی کی جلد ا صفحہ ۱۹۱ میں عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہا گیا یا رسول اللہ ص تحقیق فلاں شہید ہوا ہے فرمایا نہیں میں نے اس کو آگ میں دیکھا ہے بسبب ایک چادر کے جو اس نے خیانت کی ہے. فرمایا اے عمرؓ منادی کر دے کہ بہشت میں مومنین کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا تین دفعہ فرمایا اس کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح وغریب کہا (و بخاری مطبوعہ مصر

یا ایھا الذین امنوا لا تخونوا اللّٰہ والرسول[1]
الآیۃ

التولی عن الزحف

کفی الکتاب الکریم والقرآن الحکیم شھیداً۔ اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم الایۃ فی الجلالین یقول الی عباد اللّٰہ الی عباد اللّٰہ۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ر الی ان قال، ثم ولیتم مدبرین فلا تولوھم الادبار و من یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللّٰہ وماواہ جھنم وبئس المصیر۔ وفی الخصائص للسیوطی غزوۃ حنین (فی حدیث طویل) ثم قال ص یا عباس اصرخ بالمھاجرین الذین بایعوا تحت الشجرۃ وبالانصار الذین اووا ونصروا الحدیث وقد ثبت ان آخر الغزوات حنین فالذین تولوا عنہ لم یتوبوا و لم یوعدھم بالمغفرۃ کما فی الایۃ واما غزوۃ الطائف التی بعدھا فلم یکن القتال فیھا کما فی الخصائص وھکذا غزوۃ تبوک مثلھا ومن المسلمات بین الفریقین ان التولی من اکبر الکبائر۔

جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)۔ **زکواۃ کا چھوڑنا۔** تفسیر جلالین میں ہے قولہ تعالیٰ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ ہم کو مال عطا فرمائے تو ہم صدقہ دیں گے اور نیک لوگوں میں ہو جائیں گے۔ وہ شخص ثعلبہ بن حاطب ہے نبیؐ سے سوال کیا کہ اس کے لئے دعا کریں تاکہ اللّٰہ تعالیٰ اس کو مال دے تو یہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرے گا رسول ص نے دعا کی اور رزق اس پر وسیع ہو گیا تو وہ جمعہ اور جماعت سے بند ہو گیا۔ اور زکواۃ بھی نہ دی اسی طرح مدارک وغیرہ میں ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے ابوبکرؓ نے کہا قسم بخدا اس کے ساتھ میں ضرور جنگ کروں گا۔ جس نے نماز وزکواۃ میں فرق کیا یعنی زکواۃ نہ دی قسم بخدا جس نے سالانہ صدقہ مجھے نہ دیا جو رسول ص کے وقت دیتے، تھے تو میں ان سے جنگ کرونگا۔ یہ مضمون ابوبکرؓ صاحب نے کہا۔ **خیانت راز۔** لباب النقول میں ہے ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہا کہ کچھ لوگ نبیؐ سے باتیں سنتے تھے اور مشہور کر دیتے تھے تاکہ مشرکین تک پہنچ جائیں تو یہ آیت اتری کہ اے ایماندار لوگو اللّٰہ ورسول کی خیانت نہ کرو الخ **جنگ سے مونھ پھیرنا۔** کتاب کریم وقرآن حکیم اس کی شہادت میں کافی ہے اللّٰہ تعالیٰ نے فرماتا ہے جب تم جنگ سے ہٹ کر جا رہے تھے اور پیچھے پھر کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے تھے اور حالانکہ رسول ص تم کو بلاتا تھا الخ تفسیر جلالین میں ہے رسول خدا

[1] نیز سورہ تحریم میں رسول کے راز کو حضرت عائشہؓ وحفصہ کا خیانت کرنا ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

نکث البیعۃ۔ قال اللہ تعالیٰ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ۔ الآیۃ۔ وقد کان من بعض الصحابۃ وھو التولی یوم الزحف وقد مر سابقا۔ وقد نکث طلحۃ والزبیر بیعۃ علیؑ ولا حاجۃ الی التبیان۔

لعن بعض الصحابۃ بعضاً

استمر من زمن معاویۃ الیٰ زمان عمرؒ بن العزیز لعن علیؑ وسبہ علی المنابر کما مر من الصواعق وتاریخ الخلفاً وغیرھما وقد لعنت عائشۃؓ معاویۃ و عمرو بن العاص اذا اقتلا اخا ہ۔ **ایذاء بعض الصحابۃ بعضا** قد اذی عثمانؓ عمارا بحضرۃ النبیؐ حین بناء المسجد وابا ذر بعد وفات النبیؐ وسیاتی مفصلاً انشاء اللہ تعالیٰ۔

احراق الثقلین۔ روی البخاری عن انس رفی حدیث طویل) رد عثمانؓ الصحف الی حفصۃ وارسل الیٰ کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القران فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق الحدیث۔ کذا فی المشکوٰۃ باب فضائل القران۔ فی شرح المسلم للنووی السابعۃ عشرۃ جواز احراق ورقۃ فیھا ذکر اللہ تعالےٰ لمصلحۃ کما فعل عثمانؓ والصحابۃ بالمصاحف التی غیر مصحف الذی اجمعت الصحابۃ

فرماتے تھے میری طرف پھر آؤ اے اللہ کے بندو میری طرف پھر آؤ اے اللہ کے بندو (مگر بھاگنے والے متوجہ نہیں ہوتے تھے) اور حق تعالیٰ نے فرمایا حنین کے دن کو یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر غرہ ہوتے تھے (یہاں تک کہ کہا) پھر تم پیٹھ دکھا کر جنگ سے واپس پھر گئے اور فرمایا تم ان کو پیٹھ دکھا کر پھر نہ جاؤ جو ایسا کرے گا سوائے اس کے کہ وہ جنگی چال کے ذریعے حرکت کرے یا اپنے گروہ کی طرف پناہ لے تو تحقیق وہ زیر غضب الٰہی آگیا اور اس کی جگہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ رہائش کی ہے اور خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۷۰ میں غزوہ حنین کے قصہ میں ایک طویل حدیث میں ہے فرمایا رسول صلعم نے اے ابن عباس مہاجرین کو آواز دے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور انصار کو جنہوں نے مجھے جگہ اور مدد دی تھی آخر تک حدیث بیان کی (یعنی بیعت اور نصرت یاد دلا کر پکار کہ تمہیں برخلاف بیعت واعتقاد نصرت کے اب کیا ہو گیا کہ مجھے چھوڑ گئے ہو اور تحقیق ثابت ہے۔ کہ آخری جنگ ان غزوات کا جن میں قتال واقع ہوا ہے حنین تو جو لوگ اس میں بھاگے نہ ان کی توبہ ثابت ہوئی ہے نہ ان کے لئے وعدہ مغفرت آیت بصراحت مذکور ہوا ہے پس بھاگنے والے زیر وعید باقی رہے لیکن غزوہ طائف یا تبوک جو بعد حنین کے ہوئے ان دونوں میں جنگ واقع نہیں ہوئی جیسا کہ خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۷۲ میں ہے اور مسلمات فریقین میں سے ہے کہ جنگ سے بھاگنا مونہہ پھیرنا بڑے

کبیرہ گناہوں میں سے ہے (جو آخری جنگ یعنی حنین تک اکثر صحابہ سے وقوع میں آیا اور خدا سے زجر و عید آتا رہا اس کے بعد تبوک و طائف میں کوئی ایسا لڑنا نہ پڑا ورنہ وہی حالت ہوتی جو قبل ازیں ہوتی رہی تھی) بیعت توڑنا حق تعالیٰ نے فرمایا جو بیعت کی وعدہ خلافی کرے وہ اپنے نفس پر بیعت توڑنے کا بوجھ ڈالتا ہے الخ اور یہ نکث بیعت بعض صحابہ سے اکثر جنگ میں پیٹھ دکھا کر واپس لوٹ جانے کے ذریعہ وقوع میں آیا جیسا کہ گذرا ہے اور طلحہ اور زبیر نے بیعت حضرت علیؑ کو بھی توڑا اس سے زیادہ بیان کی حاجت نہیں ہے۔ لعنت کرنا بعض صحابہ کا بعض کو۔ زمانہ معاویہ سے زمانہ عمر بن عبد العزیز تک لعنت حضرت علیؑ پر اور گالی دینا منبروں پر جاری رہا جیسا کہ صواعق محرقہ و تاریخ الخلفاء وغیرہ سے مذکور ہوا ہے اور عائشہؓ نے معاویہ و عمرو بن عاص کو لعنت کی جبکہ دونوں نے عائشہؓ کے بھائی محمد کو قتل کیا۔ ایذا بعض صحابہ کا بعض کو۔ تحقیق امیر عثمانؓ نے عمار بن یاسر کو بحضور نبیؐ کے وقت بنار مسجد نبوی کے ایذا پہنچائی اور ابو ذر غفاری کو بعد وفات نبیؐ کے ایذا دی اور اس کا بیان قریباً آگے گا انشاء اللہ (بلکہ امیر عثمانؓ نے اپنے عہد میں دونوں کو ایذا پہونچائی)۔ ثقلین کو جلانا۔ بخاری نے انس سے حدیث طویل میں روایت کیا کہ امیر عثمانؓ نے صحیفے قرآنی حفصہؓ بی بی کی طرف واپس کئے اور ہر طرف اپنا جمع کیا ہوا اور لکھوایا ہوا قرآن

علیہ واما احراق الثقل الآخر اے بیت البتول صلوات اللہ علیہا فمما لم ینکرہ احد ممن لہ ذوق من الکتب من کنز العمال و الاستیعاب وتاریخ الخمیس[1] والکامل والامامۃ والسیاسۃ وغیرہا وسیاتی مکملا انشاء اللہ ومن موبقاتہ مخاصمۃ العترۃ یوم القیٰمۃ عند اللہ سبحانہ وقد مر

توہین اہل البیتؑ کے سب

قد مر سب اہل البیت ولعنہم غیر مرۃ۔ فی تاریخ الخلفاء اخرج عن عبد الرزاق عن حجر المدری قال قال لی علی ابن ابی طالب کیف اذا امرت ان تلعننی قلت وکائن ذلک قال نعم۔ وفی الخصائص للنسائی باسنادہ قال معاویۃ لسعد بن ابی وقاص ما یمنعک ان تسب[عہ] ابن ابی طالب۔

عہ امام حسن و حسین کی جو توہین ہوئی وہ کسی سے مخفی نہیں ۱۲ مترجم

[1] تاریخ خمیس مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۰ سطر ۳۱ میں ہے کہ عثمانؓ نے مصحف ابن سعود و مصحف ابی بن کعب کو جلا دیا اور لوگوں کو مصحف زید بن ثابت پر جمع کیا ابن مسعود کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اہل کوفہ میں اپنا ایک نسخہ محفوظ رکھا اور کہا کہ ہم نے ستر سورت پڑھی ہے اور زید بن ثابت ایک لڑکا ہے لڑکوں سے ۱۲ مترجم

البغی علی الامام

بغاوۃ معاویۃ وطلحۃ والزبیر علی علیؑ مما ھولا بد من التسلیم۔ قال علیؑ فی دیوانہ ؎

ان یومی من الزبیر ومن طلحۃ فیما یسوءنی لطویل
ظلمانی ولم یکن علم اللہ الی الظلم لی للخلق سبیل

وفی نہج البلاغۃ کتاب علیؑ الی طلحۃ والزبیر فارجعا ایھا الشیخان عن رایکما فان الان اعظم امرکما العار من قبل ان یجتمع العار والنار۔ والسلام۔ وقد مر مفصلاً۔

رفع الصوت عند النبیؐ۔

قد رفع الشیخان صوتھما[1] عند النبیؐ ونزل لا ترفعوا الایۃ کما فی البخاری والمدارج والدروازالۃ الخفا وغیرھا وسیاتی موضحاً انشاء اللہ۔

عدم الخشوع فی الصلوۃ

قال اللہ تعالیٰ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون۔ الایۃ فی لباب النقول روی الترمذی والنسائی والحاکم وغیرھم عن ابن عباس قال کانت امرءۃ تصلی خلف

بھیج دیا اور حکم دیا کہ باقی قرآن جتنے صحیفوں میں ہیں جلا دیئے جائیں جیسا کہ مشکواۃ باب فضائل القرآن صفحہ ۱۸۵ میں ہے۔ اور شرح مسلم نووی طبع دہلی جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ میں ہے سترہواں فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس ورق میں ذکر الٰہی ہو اس کو کسی مصلحت پر جلا دینا جائز ہے جیسے کہ امیر عثمانؓ اور دیگر صحابہ نے بغیر مصحف عثمانیؓ کے باقی سب مصاحف کو جلا دیا تھا۔ اور دوسرے ثقل اہل بیت یعنی خانہ پاک بتول صلوات اللہ علیہا کا جلانا ایسی بات ہے جس کا کوئی انکا کر سکتا۔ جس کے لئے کچھ بھی مذاق کتب بینی کا ہے کنز العمال۔ استیعاب تاریخ خمیس تاریخ کامل وامامۃ والسیاست وغیرہ سے اس کا بیان مفصل آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اس کی موید وہ حدیث بھی ہے جو پہلے لکھی جا چکی ہے کہ قرآن کریم اور عترت قیامت کے دن خدا کے حضور میں فریادی ہوں گے۔ توہین اہل بیت نبیؐ۔ تحقیق گذر چکا ہے کہ اہل بیتؑ کو بنی امیہ نے عرصہ تک سب و لعن کیا۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱ میں ہے عبد الرزاق نے حجر مدری سے روایت کی کہتا مجھے علی ابن ابی طالب نے فرمایا تو کس طرح کرے گا جب کہ تجھے امر کیا جائے گا کہ تو مجھے لعنت کرے؟ راوی کہتا ہے میں نے

---

[1] کذا فی الاصابۃ فی تمیز الصحابہ لابن حجر فی ترجمۃ خالد بن مالک جلد ۱ ص ۱۲۱ ۱۲ مترجم

[2] اسی طرح درمنشور جلد ۴ صفحہ ۹۶ میں باسانید طیالسی وسعید بن منصور و احمد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن خزیمہ وابن حبان وحاکم مع تصحیح وابن مردویہ و بیہقی فی سننہ عن ابن عباس مروی ہے ۱۲ مترجم۔

رسول اللہ ص حسناء من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصحف الاول لئلا یراھا ویستاخر بعضھم حتی یکون فی الصف الموخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیہ فانزل اللہ تعم ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین و رواہ ابن عساکر واخرج ابن مردویہ عن داؤد بن صالح انہ سال سھل بن حنیف الانصاری ولقد علمنا الاٰیۃ انزلت فی سبیل اللہ قال لا ولکنھا فی صفوف الصلوٰۃ۔ وکذا فی سنن ابن ماجہ وکذا فی الخازن والمعالم تحت ھذہ الاٰیۃ وزاد وذٰلک ان نساء کن یخرجن القصنۃ فعنہ ذٰلک قال صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ خیر صفوف الرجال اولھا اخرجہ مسلم و قصۃ خشوع علیؑ فی الصلوٰۃ مشھورۃ

ترک النبی ص علی المنبر و الذھاب الی البیع۔

فی لباب النقول اخرج الشیخان عن جابر قال کان النبی ص یخطب یوم الجمعۃ اذا قبلت عیر قد قدمت فخرجوا الیھا حتی لم یبق معہ الا اثنا عشر رجلا فانزل اللہ تعالیٰ واذا راوا تجارۃ او لھو انفضوا الیھا و

کہا یہ بھی کبھی ہونے والا ہے کہا ہاں ہوگا۔ خصائص نسائی صفحہ ۳۷ میں اپنی اسناد سے روایت کیا ہے معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو کہا کہ تم کو علی ابن ابی طالب کو گالی نکالنے سے کیا مانع ہے؟ (کذا فی صحیح مسلم **امام حق پر باغی ہونا**۔ بغاوت معاویہ و طلحہ و زبیر کی حضرت علیؑ پر ایسی چیز ہے جس کو تسلیم کرنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے حضرت علی نے دیوان میں ظاہر فرمایا ہے کہ طلحہ و زبیر کی جانب سے آج جو مجھے رنج پہنچ رہا ہے وہ بہت بڑا ہے اور دونوں نے میرے اوپر ظلم کیا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق مجھ پر ظلم خلقت کا کوئی حق نہیں ہے اور نہج البلاغت صفحہ ۱۳۴ میں خط علیؑ کا طلحہ و زبیر کی طرف ہے کہ اے ہر دو شیخ اپنے خیال سے پھر آؤ کہ آج کے وقت تو صرف عار تمہارے لئے جمع ہو جائیں گی۔ والسلام اور یہ مفصل گذر چکا ہے۔ **آواز بلند کرنا نبی ص کے پاس**۔ تحقیق ابوبکرؓ و عمرؓ صاحبان نے نبی صلعمؐ کے پاس آواز بلند کی تو یہ آیت (لا ترفعوا الخ) آواز بلند نہ کرو الخ اتری جیسا کہ بخاری و مدارج و در منثور ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۲۳۹ وغیرہ میں ہے۔ اور عنقریب بالوضاحت اس کا ذکر آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ **صحابہ کا نماز میں خشوع و خضوع نہ کرنا و عدم اخلاص عمل**۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ مومنین نجات یافتہ ہیں جو اپنی

لہ اہل انصاف غور فرمائیں کہ کونسی غرض شرعی نماز میں اتنے تکلف سے دیکھنے کی ان کو پیش آتی تھی جو لوگ مطلق صحابہ کے بیان شان میں بے ہوش جاتے ہیں اس حال کو پڑھ کر ان کو شرم سے ڈوب کر مرجانا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترکوک قائمًا الآیۃ واخرج ابن جریر عن جابر ایضًا قال کان الجواری اذا نکحوا کانوا یمرون بالکبر والمنیر امیرو یترکون النبی ص قائمًا علی المنبر و ینفضون الیھا فنزلت وکانھا نزلت فی الامرین معًا۔ و فی جلالین و ضرب لقد و مھا الطبل علی العادۃ فخرج لھا الناس الخ وذکر البغوی فی تفسیرہ انہ اثنا عشر رجلًا وامرءۃً

نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں الخ لباب النقول[5] جلد۲ صفحہ ۱۲ میں ہے ترمذی و نسائی و حاکم وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس نے کہا ایک عورت حسنا جو بہت خوبصورت تھی رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی اور بعض لوگ پہلی صف میں ہو جاتے تھے تاکہ اس کے فتنہ سے بچ رہیں اور بعض پچھلی صف میں عمدًا ہو جاتے تاکہ اس عورت کو دیکھتے رہیں اور جب رکوع کرتے تھے اپنی بغلوں کے نیچے نظر دوڑا کر اس عورت کو دیکھتے رہتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی تحقیق ہم نے معلوم کر لیا ہے ان لوگوں کو جو آگے ہونے والے ہیں۔ تم میں سے اور ان کو بھی سمجھ لیا ہے جو تم میں سے پیچھے کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور اس کو ابن عساکر اور ابن مردویہ نے داؤد بن صالح سے روایت کیا تحقیق اس نے سہل بن حنیف انصاری سے سوال کیا کہ آیت ولقد علمنا المستقدمین الخ صفوف جنگ وغیرہ میں ہے یا نہ اس نے کہا نہیں یہ صفوف نماز کے لئے نازل ہوئی ہے۔ یعنی محض صفوف کے مقدم و موخر کھڑے ہونے کے بارہ میں اتری ہے اور اسی طرح ابن ماجہ جلد۱ صفحہ ۳۵۴ مترجمہ[6] مولوی وحید الزمان میں ہے اور اسی طرح تفسیر خازن و معالم میں تحت آیت مذکورہ کے اور زیادہ کیا کہ عورتیں جماعت کے لئے نکلتی تھیں اور اس وقت رسول اللہ نے فرمایا اچھی صفوں سے مردوں کے لئے پہلی ہے اس کو مسلم نے روایت کیا اولہ

(بقیہ حاشیہ) چاہیئے کہ صحابہ رسول خدا ص جیسے امام کے پیچھے کیسی نماز پڑھ رہے ہیں ۱۲ مترجم۔

[1] مولوی وحید الزمان نے اس کے ترجمہ میں فائدہ اس عبارت سے لکھا ہے نفس و شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے صحابہ کے بھی ساتھ تھا باوجود اس کے کہ آنحضرت کی صحبت ان کو حاصل تھی مگر شیطان کے شر سے وہ معصوم نہ تھے اور اس قسم کے واقعات عوام صحابہ سے کئی مقام میں منقول ہوئے ہیں جیسے قہقہہ نماز کے اندر اندھے کے گرنے پر۔ خطبہ پڑھنے میں آنحضرت ص کو چھوڑ کر چلے جانا وغیرہ وغیرہ جب صحابہ کا یہ حال ہو جو خیر القرون تھے تو اور لوگوں کو اپنے نفس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے انتہی بلفظہ۔ ثبوت قہقہہ۔ دلیل الطالب للسید الصدیق ص۲۳۱ میں ناقلاً عن الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی قال بینما النبی ص یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرۃ کانت فی المسجد وکان فی بصرہ ضرر فضحک کثیر من القوم وھم فی الصلوۃ الخ خلاصہ ترجمہ۔ ایک اندھا گڑھے میں گرا اور جناب نبی صلعم کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قصہ خشوع حضرت علی کا نماز میں مشہور ہے کہ کس طرح ہوا تھا اس کو دوسرے صحابہ سے مقابلہ دیں۔ قصہ تیر کھینچنے کا پڑھو) نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ممبر پر چھوڑ کر خرید و فروخت کی طرف چلا جانا۔ لباب النقول میں ہے کہ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳ و مسلم نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبی جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے اچانک خبر ہوئی کہ تجارت کا قافلہ آگیا ہے تو سب صحابہ نبی کو خطبہ میں چھوڑ کر اس قافلہ کی طرف چلے گئے اور کوئی نبی کی خدمت میں سوائے بارہ اشخاص کے باقی نہ رہا اور یہ آیت اتری واذا رأوا تجارۃ الخ یعنی سوداگری کا موقع دیکھتے ہیں یا کسی کھیل کا وقت دیکھتے ہیں تو ادھر چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ نیز ابن جریر نے جابر سے روایت کی ہے جب لڑکیوں کا لوگ نکاح کرتے تھے اور اپنے شان و شوکت اور ساز و راگ سے گذرتے تو لوگ نبی صلعم کو ممبر پر کھڑا چھوڑ جاتے اور اس کھیل کی طرف چلے جاتے تھے تب یہ آیت اتری و ترکوک قائماً اور گویا دونوں موقعہ کے لئے اتری ہے اور جلالین میں ہے کہ قافلہ کی آمد پر عادتاً جب ڈھول بجایا گیا تو لوگ اس کی طرف چلے گئے تھے۔ اور معالم بغوی میں ہے کہ سوائے بارہ اشخاص کے مردوں سے اور ایک عورت کے عورتوں میں سے باقی سب چلتے بنے۔

الخدیعۃ والمکیدۃ فی الدین

قال اللہ تعالیٰ یخادعون اللہ والذین امنوا الایۃ۔ فی تاریخ الخلفاء قال الحسن البصری رح افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص یوم اشار علی معاویۃ برفع المصاحف والمغیرۃ بن شعبۃ فانہ کان عامل معاویۃ

دین میں مکر و فریب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین اللہ اور مومنین سے فریب کرتے ہیں الخ۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۹ میں ہے حسن بصری نے کہا کہ لوگوں کے دینی امر میں سارا فساد و فتنہ دو شخصوں کا ہے عمرو بن عاص کا جب اس نے معاویہ کو قرآنوں کے نیزوں پر بلند کرنے کا اشارہ کیا اور مغیرہ بن شعبہ کا جو کوفہ میں اہل کار منجانب

(بقیہ حاشیہ) اصحابہ مقتدیوں نے نماز کے اندر قہقہہ لگایا ۱۲ مترجم ۲؎ حضرت عمر رض کے خشوع نماز کا حال بیان میں حضرت موصوف میں حاشیہ پر دیکھو ۱۲ مترجم۔

۱؎ مکر و خدیعت عمرو بن عاص۔ تفسیر آیت یخادعون اللہ الایہ میں فخر رازی کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۲ میں لکھتے ہیں خدیعہ کی حد یہ ہے کہ سلامت و سداد و انصاف کو ظاہر کیا جائے اور جس سے غیر کو ضرر پہنچے وہ باطن میں مخفی رکھا جائے یعنی ایسی تدبیر کی جائے جس پر ظاہر درستی کرنا معلوم ہوا اور باطناً کسی کو ضرر پہنچانا مقصود ہو۔ فھو بمنزلۃ النفاق فی الکفر والریاء فی الافعال الحسنۃ وکل ذلک بخلاف ما یقتضیہ الدین لان الدین یوجب الاستقامۃ والعدول عن الغرور والاساءۃ الخ اور اس سے پہلے لکھا ہے اعلم انہ لا شبھۃ فی ان الخدیعۃ مذمومۃ الخ یعنی خدیعت ضرور بلا شبہ مذموم ہے

باقی حاشیہ صفحہ پر

علی الکوفۃ. وفیہ فرفع اھل الشام المصاحف یدعون الی ما فیھا مکیدۃ من عمرو بن العاص فتقدم عمرو ابا موسی الاشعری مکیدۃ منہ الخ وقد مر وسیاتی انشاء اللہ۔ وھکذا فی الصواعق وھکذا فی فتح الباری. وفی مروج الذھب للمسعودی کتب محمد بن ابی بکر الصدیق الی معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر انت اللعین ابن اللعین لم تزل انت و ابوک تبغیان لرسول اللہ الغوائل وتجھدان فی اطفاء نور اللہ وانت عدوہ وابن عدوہ فتمتع فی دنیاک ما استطعت بباطلک ولیمدک ابن العاص فی غوایتک الخ انتھی ملخصاً وفی النصائح نقل ابن عبد ربہ باسنادہ علم معاویۃ واللہ ان لم یبایعہ عمرو لم یتم لہ امر فقال لہ یا عمرو اتبعنی قال لاحتی اکون شریکک فیھا قال فانت شریکی فیھا الخ وفیہ والصحبۃ الصادقۃ ما قادتھا الخداع والنفاق

معاویہ کے تھا اور اسی کے صفحہ ۱۱۸ میں ہے پس اہل شام نے قرآن نیزوں پر اٹھائے اور اس کے مضمون کی طرف بلاتے تھے جو عمرو بن عاص کے مکر کی بناء پر تھا اور عمرو نے ابی موسیٰ اشعری کو فریب و مکر کی نیت سے آگے کیا اور یہ تحقیق گزر چکا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۷ میں ہے اور اسی طرح فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۳ میں ہے اور مروج الذہب مسعودی طبع جدید مصر جلد ۲ ص ۳۱۵ میں ہے محمد بن ابی بکر صدیق نے معاویہ کی طرف خط لکھا اس میں یہ تھا کہ محمد بن ابی بکرؓ کی طرف سے یہ خط غاوی معاویہ بن ابی سفیان بن صخر کی طرف ہے کہ تو لعین بن لعین ہے ہمیشہ تو اور تیرا باپ نبی کے لئے آفت ناگہانی کے طالب تھے اور نور الٰہی کے بجھانے کے واسطے کوشش کرتے رہے اور تو نبیؐ کا دشمن اور اس کے دشمن کا بیٹا ہے تم حتی الوسع اپنے جھوٹ سے دنیا کا نفع اٹھا لو اور عاص کا بیٹا عمرو بھی تیری گمراہی تیری مدد کرے الخ انتہیٰ ملخصاً اور نصائح صفحہ ۸۴ میں ہے ابن عبدربہ نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ

(باقی حاشیہ) اور بمنزلہ منافقت ہے جو ظاہر میں اسلام باطن میں کفر ہے اور بمنزلہ افعال حسنہ میں ریا کرنے کے ہے اور یہ سب مقتضئ دین کے مخالف ہیں۔ دین کی تعلیم اس کے برعکس ہے ۔ ۱ وباقی حال عمرو بن عاص کا اور ابو موسیٰ کا معاونین معاویہ میں مذکور ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔ ۲ تاریخ الخلفاء کے ص۱۱۸ میں ابو موسیٰ اشعری کا حال خلع بیعت اور مکر عمرو بن عاص کا مفصل لکھا ہے اور جو مومن کے ساتھ مکر کرے وہ بحکم خدا ملعون ہے دیکھو بیان ثبوت لعن و تبرا از لغت کتاب ہذا ۱۲ مترجم ۳ محمد بن ابی بکر کے اسی خط میں لکھا ہے تو اپنے نفس کو علیؑ کے برابر خیال کرتا ہے تو ایسا ہے جو میں نے لکھا ہے اور علیؑ وارث رسول اللہ کا اور وصی رسولؐ اور رسول فرزندوں کا باپ ہے جو سب سے اول حضور کا تابعدار وغیرہ وغیرہ صفات کا بیان کیا ہے ۱۲ مترجم ۴ صحابہ کی دین فروشی کی تفصیل انصار معاویہ کے بیان اسی کتاب فلک میں ملاحظہ ہو

والعداء لہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ولاھل بیتہ و ارتکاب المخالفات لعدہ واقتراف الکبائر کصحبۃ عبد اللہ بن ابی وثعلبۃ والحکم بن ابی العاص والولید بن عقبۃ وحبیب بن مسلمۃ ومعاویۃ وعمرو بن العاص وسمرۃ بن جندب وبسر بن ارطاۃ وذی الثدیۃ الخارجی والمغیرۃ بن شعبۃ وامثالہم۔ وفی الخصائص للسیوطی ذکر فی ھجرۃ الحبشۃ باخراج البیہقی مکر عمرو بن العاص بعمارۃ رفیقہ وھٰھنا قصہ طویلۃ وفیہ اخرج الطبرانی عن ابی موسیٰ الاشعری مرفوعًا یکون فی ھذہ الامۃ حکمان ضالان ضال من تبعہما قال سوید بن غفلہ فقلت یا ابا موسےٰ انشدک اللہ الیس انما عناک رسول اللہ ص فقال انہا ستکون فتنۃ فی امتی فیہا یا ابا موسیٰ قائمًا خیر منک قاعدًا وقاعدًا خیر منک قائمًا خیر منک ماشیًا[1]

معاویہ نے معلوم کیا خدا کی قسم اگر عمرو نے بیعت نہ کی تو کام تمام نہیں ہوتا معاویہ نے اس کو کہا اے عمرو میری متابعت کر عمرو نے کہا نہیں جب تک میں اس بادشاہی میں تیرا شریک نہ ہو جاؤں معاویہ نے کہا تو میرا اس میں شریک ہو چکا۔۱۲

اور اسی نصائح کے ص۱۲۸ میں ہے اور صحبت ضرر دہندہ وہ ہے جس کے ساتھ فریب و نفاق شامل ہوا اور نبی صلعم اور اس کی آل کے ساتھ تجاوز اور زیادتی کرنا اور بعد نبیؐ کے مخالفت احکام نبویؐ کی کرنا اور کبیرہ گناہوں تک عمل میں لانا مثل صحبت عبداللہ ابن ابی و ثعلبہ و حکم بن ابی العاص و ولید بن عقبہ وحبیب بن مسلمہ و معاویہ و عمرو بن عاص و سمرہ بن جندب و بسر بن ارطاۃ و ذی الثدیہ یہ خارجی و مغیرہ بن شعبہ اور امثال ان کے ہے اور خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۴۹ میں ہجرت حبشہ کے بیان میں مکر عمرو بن عاص کا جو اس نے اپنے رفیق عمارہ سے کیا بروایت بیہقی مذکور ہے۔ اس جگہ ایک طویل قصہ ہے اور اسی کتاب کے جلد ۲ ص۱۲۷ میں ہے۔ طبرانی نے ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعًا روایت کیا ہے اس امت میں دو حکم (فیصلہ کنندہ) گمراہ ہوں

(بقیہ حاشیہ) خصوصًا بیان عمرو بن عاص اور ولیعہدی یزید میں دیکھو۔۱۲ مترجم۔

[1] تاریخ طبری جلد ۶ ص۴۰ میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کو جب عمرو بن عاص نے فریب دیا اور جناب علیؑ کی بیعت کا خلع کیا تو ابو موسیٰ نے عمرو کو کہا لا وفقک اللہ غدرت وفجرت انما مثلک کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث قال عمرو انما مثلک کمثل الحمار یحمل اسفارا (خلاصہ ترجمہ) خدا تجھے توفیق خیر نہ دے تم نے فریب و دغا کیا تیری مثال ایک کتے کی ہے جو زبان لٹکاتا ہے عمرو نے کہا ہاں تیری مثل گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں اسی طرح یہ مکالمہ ص۵۹ تذکرہ خواص الامۃ و نور الابصار مطبوعہ مصر ص۸۹ و امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۱۱۶ و کامل ابن اثیر جلد ۳ ص۱۶۹ و عقد الفرید طبع مصر جلد ۳ ص۱۱۵ میں مذکور ہے و مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ ص۲۷۹ بتغیر الفاظ اول بقول عمرو بحق ابی موسیٰ و ثانی بقول ابی موسیٰ

بحق عمرو و نیز عمرو کا ابو موسےٰ کو زمین پر گرا دینا مذکور ہے ۱۲ مترجم

فخصک رسول اللہ ص ولم یعم الناس
کتمان الحق قال الحافظ فی
الفتح وحمل العلماء الوعاء الذی
لم یبثہ علی الاحادیث التی فیہا
تبیین اسامی امراء السوء واحوالہم
وزمنہم وقد کان ابوہریرۃ
یکنی عن بعضہ ولا یصرح بہ
خوفا علی نفسہ منہم و فی
حد السارق روی ابوجعفر الطبری
فی تاریخہ کان عمر یقول جردوا
القرآن ولا تفسروہ واقلوا الروایۃ
عن رسول اللہ ص وانا شریککم الخ
ناقلا عن الفاروق وانہ نقل عن
العلامۃ الذہبی الذی ہو شیخ
الحافظ ابن حجر والسخاوی وغیرہما
من تذکرۃ الحفاظ انتہی۔
حب الدنیا قال الحافظ فی الفتح عن
نافع ان معاویۃ اراد ابن عمر علی
ان یبایع لیزید فابی وقال لا ابایع
لامیرین فارسل الیہ معاویۃ بمائۃ
الف درہم فاخذہا فدس الیہ
رجل فقال لہ ما یمنعک ان تبایع
فقال ان ذاک لذاک یعنی عطاء

گے اور وہ بھی گمراہ ہوگا جو ان کی متابعت کرے گا۔
سوید بن غفلہ نے کہا اے ابوموسیٰ میں تجھے خدا
یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا یہی نہیں کہ رسول صلعم
نے تم کو ہی اس سے مراد رکھا ہے۔ پس کہا رسول
صلعم نے تحقیق قریب ہے کہ میری امت میں
فتنہ پیدا ہوگا اے ابوموسیٰ سونیوالا تجھ بیٹھنے والے
سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا کھڑا رہنے والے سے
بہتر ہوگا اور کھڑا ہونیوالا تم چلنے والے سے بہتر
ہوگا۔ پس خاص کیا تھا تجھ کو رسول صلعم نے اور
باقی لوگوں کو عام نہیں فرمایا تھا۔ **حق کا چھپانا**
حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ میں
کہا ہے علماء نے اس ظرف سے جس سے ابوہریرہ
نے احادیث کو شائع نہیں کیا وہ احادیث مراد لی
ہیں جن میں برے امرا کا نام اور احوال اور زمانہ
ان کا بیان کیا ہوا ہے اور تحقیق ابوہریرہ کنایہ
سے بعض کا حال بیان کرتا تھا اور اپنے نفس
پر خوف کرنے کی وجہ سے ظاہراً نام نہیں لیتا تھا
دبذیل حدیث ابی ہریرہ حفظت عن رسول اللہ ص
وعائین فاما احدہما فبثثتہ واما الآخر فلو
بثثتہ قطع ہذا البلعوم۔ فصل تقیہ میں اس
روایت کو مکمل دیکھو) اور حد السارق ص ۱۳۱–۱۳۲ میں
ہے کہ ابوجعفر طبری نے اپنی تاریخ میں روایت
کیا عمرؓ کہتا تھا کہ خالی رکھو قرآن کو اور تفسیر اس کی
بیان نہ کرو اور روایات رسول اللہ صلعم کی کم بیان
کیا کرو میں بھی تمہارے اس کام میں شریک ہوں اس
روایت کو مؤلف حد السارق نے رسالہ الفاروق
ص ۲۲۳ مؤلفہ شبلی نعمانی سے نقل کیا اور اس نے

ع قرآن میں صحابہ کے دو قسم مذکور ہیں منکم من یرید الآخرۃ
اور دین فروشی صحابہ کی معاویہ کے حال
میں ملاحظہ ہو۔

ذٰلک المال لاجل وقوع المبایعۃ ان دینی عندی لرخیص (الیٰ ان قال) فلما خلع اھل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبیؐ یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا بایعنا ھٰذا الرجل علیٰ بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علیٰ بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احدًا منکم خلعہ ولا تابع فی ھٰذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینہ۔ انتھٰی۔

شرب الخمر

فی الجلالین ولما نزلت (قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس الآیۃ) شربھا قوم وامتنع اخرون ونیہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکارٰی من الشراب لان سبب نزولھا صلاۃ جماعۃ فی حال السکر۔ قال الحافظ فی الفتح وقدامۃ بن مظعون حین شرب الخمر فے ایام عمر وحدہ عمر فھاجر بسبب ذٰلک وکان قد امہ بدریا (فال قبل ھٰذا) فی قول عدم وقوع الذنب منھم (ای من البدریین) نظر

علامہ ذہبی سے نقل کیا جو حافظ ابن حجر وغیرہ کا استاد ہے یعنی کتاب تذکرۃ الحفاظ مؤلفہ ذہبی سے لیا۔

محبت دنیا۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ و جلد ۲ ص۲۹۵ میں نافع سے روایت کی ہے کہ تحقیق معاویہ نے ابن عمرؓ سے یزید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ کیا ابن عمرؓ نے انکار کیا اور کہا کہ میں ایک وقت دو سرداروں کی بیعت نہیں کرتا معاویہ نے ایک لاکھ درہم ابن عمرؓ کی طرف بھیجا اور اس نے وہ دراہم قبول کر لئے پھر خفیہ طور پر ایک شخص ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا اب تم کو اس سے کیا چیز منع کرتی ہے کہ تو یزید کی بیعت کرے ابن عمرؓ نے کہا تحقیق یہ انعام مال کا اسی واسطے ہے کہ بیعت کر لوں تو میرے دین کا بہت تھوڑا بدلہ ہے یعنی سستا ہے (یہاں تک کہ کہا) پس جب مدینہ والوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا تو ابن عمر نے اپنے کنبہ کے لوگ اور اولاد کو جمع کر کے کہا میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ بے وفا کے لئے قیامت کے دن جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔ اور ہم نے اس شخص یزید سے بیعت اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے عہد پر کی ہے اور میں اس سے زیادہ کوئی فریب بازی اور بے وفائی نہیں جانتا کہ ایک شخص سے بیعت عہد اللہ و رسول اللہ پر کی جائے پھر اس کے خلاف جنگ قائم کی جائے اور میں جس کو سمجھونگا کہ بیعت یزید کی اس نے توڑ دی ہے تو میرا اور اس کا

سلہ اصابہ جلد ۳ ص۲۳۰ طبع مصر میں قصہ قدامہ اور اس کے محدود بہ شرب خمر ہونے اور بدری مہاجر ہونے کا سبب ابن حجر عسقلانی نے بہ تفصیل لکھا ہے ۱۲ مترجم۔

ظاهر لما سياتي في قصة قدامة بن مظعون الخ. وقد مر و سياتي انشاء الله تعالى وفي مسلم عن انس بن مالك ان النبي صلعم اتى برجل قد شرب الخمر فجلده الحديث. في تاريخ الخلفاء والتاريخ الكامل وولى (اى عثمان رض) الوليد بن عقبة بن ابي معيط وهو صحابي اخو عثمان لامه وذلك اول ما نقم عليه لانه اثر اقاربه بالولايات. وحكى ان الوليد صلى بهم الصبح اربعا وهو سكران ثم التفت اليهم فقال ازيدكم. في شرح الفقه الاكبر وكان ابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عقبة بن ابي معيط وكان يشرب الخمر حتى انه صلى بهم الصبح مرة اربعا ثم قال ازيدكم فقال ابن مسعود ما زلنا معك منذ اليوم في زيادة. وفي مروج الذهب للمسعودي في حق وليد بن عقبة واشاعوا بالكوفة فعله وظهر فسقه ومداومته شرب الخمر فهجم عليه جماعة من المسجد حتى قال فوجدوه سكران مضطجعا على سويرة

بالکل تعلق قطع ہو جائے گا انتہی.

شراب نوشی. جلالین میں ہے جب آیت تو کہہ دے اے نبیؐ کہ جوا اور شراب میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں (اتری) تو اس شراب کو ایک قوم نے پیا اور اس سے کچھ لوگ بچ رہے اور اسی جلالین میں ہے کہ تم لوگ بحالت سکر کے شراب پی کر نماز کے نزدیک مت جاؤ کیونکہ سبب نزول اس کا چند لوگوں کا حالت مستی میں نماز پڑھنا تھا۔ حافظ ابن حجر نے جلد ۴ ص۱۲ فتح الباری میں کہا ہے قدامہ بن مظعون نے جب ایام خلافت عمر میں شراب پی اور عمر رض نے اس کو حد ماری تو اسی سبب سے قدامہ عمرؓ سے ترک موالات کر کے باہر چلا گیا اور قدامہ جنگ بدر میں شامل رہنے والوں میں سے تھا اور اس سے پہلے ابن حجر نے یوں لکھا ہے (یعنی اس قول پر اعتراض ہے کہ بدریوں سے گناہ وقوع میں نہیں آتا) جیسا کہ قصہ قدامہ بن مظعون میں آگے آتا ہے (اور یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اور قریبًا آئے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ در بیان اعملوا ما شئتم) اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۷۱ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق نبیؐ کے پاس ایک شخص شرابی لایا گیا اس کو حضرتؐ نے دُرّے لگائے آخر حدیث تک اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵ اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۴۱ میں ہے حضرت عثمانؓ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو حاکم بنایا اور وہ صحابی ہے جو ماں کی طرف سے عثمانؓ کا بھائی ہے اور یہ پہلی بات ہے جو عثمانؓ پر باعث غضب صحابہ اور اعتراض کی ہوئی کیونکہ اس نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدوں کے لئے منتخب کیا

لہ کرمانی شرح بخاری میں اسی طرح ہے دیکھو بخاری از مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ ص۵۲۷ اور عقد الفرید جلد ۳ ص۹۶ میں یہی ہے ۱۲ مترجم۔

الا بحقل فایقظوہ من رقدتہ فلم یستیقظ ثم تقیأ علیہ ما شرب من الخمر۔ وفی الصحیح لمسلم قال (ابو ساسان) شہدت عثمان اتی بالولید ثم قال ازیدکم فشہد علیہ رجلان احدھما حمران (وھو مولیٰ عثمانؓ) انہ شرب الخمر یث۔ وکذا فی الفتح وزاد ونقل بروایۃ عمر بن شبۃ فی اخبار المدینۃ من طریق الشعبی اشعار منھا قال الولید ؎

نادی وقد تمت صلوتہم ازیدکم
سفہا وما یدری۔

الفسق[1] فی لباب النقول فی اسباب النزول اخرج الواحدی وابن عساکر من طریق سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال قال الولید بن عقبۃ بن ابی معیط لعلی ابن ابی طالب انا احد منک فقال لہ علی اسکت فانما انت فاسق فنزلت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔ اخرج ابن جریر عن عطاء بن یسار نحوہ و اخرج ابن عدی والخطیب فی تاریخہ

اور حکایت کی گئی ہے کہ ولید نے لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز چار رکعت پڑھی اور وہ مستی کی حالت میں تھا مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اور زیادہ کروں اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور ہندو پریس صفحہ ۹۲ میں ہے کہ ابن مسعود وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ ولید شراب پیتا تھا اس نے صبح کی نماز ایک دفعہ چار رکعت پڑھائی پھر کہا کیا اور بڑھا دوں؟ تو ابن مسعود نے کہا ہمیشہ ہم تیرے ساتھ زیادتی میں آج کے دن سے شامل رہیں گے۔ (لعینہٖ اسی طرح سیرت حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص ۲۹۹ مع زیادہ اس کے کہ رکوع و سجود میں کہتا تھا۔ خود پی اور مجھے پلاؤ موجود ہے اور مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۳۰۳ و تذکرہ خواص الامہ ص ۱۱۷ میں ہے بیان ولید بن عقبہ کے اندر لکھا ہے کہ کوفہ میں لوگوں نے ولید کی نسبت فسق اور شراب خوری کی خبر مشہور کر دی اور مسجد کی ایک جماعت اس پر ٹوٹ پڑی۔ زنا اینکہ کہا) اور لوگوں نے ولید کو مستی کی حالت میں لیٹا ہوا اپنی چارپائی پر بالکل بیہوش پایا لوگوں نے اس کو جگایا نیند بیہوشی سے نہ جاگ سکا اور جو شراب اس نے پی ہوئی تھی وہ بذریعہ قے خارج ہونے لگی اور

[1] فسق، لباب النقول کا مضمون تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۱۵ میں بھی ہے اور شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۷۲۷ میں ہے قاتلین عثمانؓ اور حارب بن علیؑ کے خاطی ہیں کیونکہ دونوں امام حق تھے دونوں کی مخالفت اور قتل قطعاً حرام تھا جس کے وہ مرتکب ہوئے مگر بعض علماء مثل قاضی ابوبکر کے کہتے ہیں یہ خطائیں حد تفسیق تک نہیں پہنچی ہیں اور بعض علماء جیسے شیعہ اور ہمارے اکثر اہل جماعت اسی طرف ہیں کہ ایسے مخطیوں کو فاسق کہا جاتا ہے انتہی۔ اور اصابہ کے حاشیہ بر استیعاب ج ۲ ص ۶۳۲ میں ولید بن عقبہ کیلئے لکھا کان فاسقا شریب خمر وقال لا خلاف فی ذلک یعنی اس میں اختلاف نہیں کہ ولید بلا فاسق اور شرابی تھا اور ولید دوزخی

من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مثلہ انتھی۔

وفی النیشاپوری. وفی الدر اخرجہ ابو الفرج والواحدی وابن عدی وابن مردویہ والخطیب وابن عساکر من طرق عن ابن عباس واخرجہ ابن اسحق وابن جریر عن عطاء بن یسار وابن ابی حاتم عن السدی وعن عبد الرحمن ابن ابی لیلی واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ قال لا یستوون لا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ۔ انتھی۔

وفی المعالم مثلہ. وفی الکشاف مثلہ وقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الآیۃ نزلت فی الولید المذکور کما فی لباب النقول وغیرہ باتفاق المفسرین والمحدثین

وفی التقریب للعسقلانی الولید بن عقبۃ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیۃ القرشی الاموی اخو عثمانؓ لامہ لہ صحبۃ وعاش الی خلافۃ معاویۃ فی الحاشیۃ انہ اسلم یوم فتح مکۃ ولہ حدیث. وکذا علم العسقلانی لعلامۃ والدال علی ابی داؤد۔

الهجران الممنوع

ثم ان النبیؐ وجد خفۃ فی نفسہ و

صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۷ میں ہے ابو ساسان نے کہا میں حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھا جب ولید کو لایا گیا اور اس نے کہا تھا کہ نماز کو بڑھا دوں اور اس پہ دو شخصوں نے گواہی دی ایک ان میں سے حمران غلام عثمانؓ کا تھا۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی طرح فتح الباری جلد ۳ ص۳۷ میں ہے اور بروایت عمر بن شیبہ اخبار مدینہ میں طریق شعبی سے کچھ اشعار کو نقل کیا ہے جن سے یہ ہے کہ ولید نے بحالت بیہوشی کہا کیا نماز کو میں اور بڑھا دوں حالانکہ وہ نماز کو تمام کر چکے تھے۔ **فسق**. لباب النقول فی اسباب النزول میں ہے واحدی وابن عساکر نے طریق سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے علی ابن ابی طالب کو کہا کہ میں تجھ سے تیز نیزہ رکھتا ہوں اور تجھ سے زیادہ زبان ور ہوں اور زیادہ منشی ہوں پس حضرت علیؑ نے فرمایا چپ رہ تم تو فاسق آدمی ہو اس پر یہ آیت اتری جو شخص مومن ہو کیا وہ کچھ فاسق کی مانند ہو سکتا ہے؟ بالکل برابر نہیں ہو سکتے اور ابن جریر نے عطا بن یسار سے مثل اس کی روایت کی ہے اور ابن وخطیب نے اپنی تاریخ میں طریق کلبی سے اس نے ابی صالح سے اس نے ابن عباس سے مثل اس کے روایت کیا انتہی۔ اور نیشاپوری جزا ۲ صفحہ ۷۲ اور در منثور جلد ۵ ص۱۷۸ میں ہے ابو الفرج وواحدی وابن عدی وابن مردویہ وخطیب وابن عساکر نے چند اسنادوں سے بروایت ابن عباس بیان کیا۔ اور ابن اسحاق وابن جریر نے عطار سے اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے اور

خرج بین رجلین احدهما العباس الخ فقلت اسمعت رعائشۃ لک الرجل الذی کان مع العباس قلت لا قال هو علی متفق علیہ مشکوٰۃ باب ما علی الماموم فی عون الباری فی حل ادلۃ البخاری للسید الصدیق ومن ثم صرحت عائشۃ بالعباس وابهمت الاٰخر والمراد بہ علیؓ ولم تسمہ لما کان عندها منہ مما یحصل للبشر مما یکون سببا للاعراض عن ذکر اسمہ انتہی۔ وهکذا فی مدارج النبوۃ۔ و فی لباب النقول رفی حدیث طویل فی قصۃ الافکم ودعا رسول اللہ صلعم علی بن ابی طالب واسامۃ بن زید حین استلبث الوحی یستشیرهما فی فراق اهلہ فاما اسامۃ فاشار علیہ بالذی یعلم من براءۃ اهلہ واما علی رعلیہ السلام فقال لن یضیق اللہ علیک والنساء سواها کثیرۃ الخ وهکذا فی مدارج النبوۃ وفی روضۃ الاحباب ودل عائشہؓ از جانب علی غبارے داشت برائے آنکہ در قضیہ افک با پیغمبر درشان عائشہؓ گفتہ بود والنساء سواها کثیرۃ واللہ اعلم۔ وفی تفسیر ابن کثیر واستشار النبی صلعم علیا واسامۃ فی فراق عائشہ۔ ع

عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس کو روایت کیا اور کہا کہ بالکل برابر نہیں ہو سکتے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ اور معالم التنزیل ص۲۰۷ میں اسی طرح ہے۔ نیز کشاف میں مثل اس کے مذکور ہے اور قولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الخ یعنی اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو تفتیش کر لیا کرو کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ اسی ولید مذکور کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ لباب النقول وغیرہ میں باتفاق مفسرین و محدثین کے مذکور ہے۔ اور تقریب التہذیب مؤلفہ عسقلانی صفحہ ۳۸۶ میں ہے ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیۃ قریشی اموی عثمانؓ کا ماں کی طرف سے بھائی ہے اس کو صحبت رسول حاصل تھی اور خلافت معاویہ تک زندہ رہا۔ حاشیہ میں ہے کہ اس نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور اس سے حدیث روایت کی گئی ہے اور ابن حجر عسقلانی نے دال کے حرف سے نشان دیا ہے کہ سنن ابی داؤد میں اس سے روایت لی گئی ہے۔

ایک دوسرے سے قطع تعلقی ہونا جائز ہے

جب کہ نبی صلعم کو بیماری سے آرام ہوا تو دو آدمیوں کے درمیان نکلے ایک ان سے عباس تھا الخ راوی نے کہا کہ کیا بی بی عائشہؓ نے دوسرے کا نام لیا ہے جو عباس کے ہمراہ تھا میں نے کہا وہ ہیں حضرت علی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۲ باب ما علی الماموم میں ہے رب بی صآ:

سه یعنی بی بی عائشہ کے دل میں علی کے ساتھ اس دن سے غصہ رہتا تھا ۱۲ ۔

نے جناب علیؑ سے ہجران کیا) اور عون الباری فی حل ادلۃ البخاری مؤلفہ سید صدیق جلد ۲ ص۱۵ میں ہے اور اسی سبب سے حضرت عائشہؓ نے عباس کے نام کی تصریح کی اور دوسرے نام کو مبہم کیا یعنی چھپایا۔ اور مراد اس سے علیؑ ہے اور عائشہؓ بی بی نے نام اس واسطے نہیں لیا کہ اس کو وہ بات جو کچھ عوارض بشریہ یعنی غصہ سے آدمی کو نام نہ لینے کا سبب ہوتی ہے لاحق تھی اور اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۲۸ پر ہے لباب النقول میں دوبارہ بیان افک کے ایک طویل حدیث میں ہے (جلد ۲ ص۲۵) کہ رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا جبکہ وحی کو دیر ہو گئی تھی اور ان دونوں سے اپنی اہلیہ کے جدا کرنے میں مشورہ لیا تو اسامہ نے برائت اہلیہ رسولؐ کا حسب علم خود بیان کیا اور حضرت علیؑ نے یہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے اور عورتیں اس کے سوا یعنے عائشہؓ کے سوا بہت مل سکتی ہیں الخ اور مدارج جلد ۲ ص۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۶ میں اور روضۃ الاحباب جلد ۳ ص۸ میں لکھا ہے و در دل عائشہ از جانب علی غبارے داشت برائے آنکہ در قصہ افک با پیغمبر در شان عائشہ گفتہ بود والنساء سواہا کثیرہ یعنے عائشہؓ کے سوا عورتیں بکثرت مل سکتی ہیں۔ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۰۶ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ

ولیس من هذا الباب هجران البتول صلوات علیها ابابکرؓ وسیاتی انشاء الله تعالیٰ **تتمة** فی رد استدلال من قال ان الصحابة کلهم عدول وما فی معناه اعلم ان هذا القول لیس بسدید علی العموم بان لا یصدر عن احد من الصحابة ذنب مطلقا کما مر او بان یکون کلهم ثقة فی الروایة لما ثبت ان الولید بن عقبة الصحابی فاسق بالقران وقد امر الله سبحانه ورسوله بالتبین . و فی نزل الابرار من فقة النبی المختار لوحید الزمان الحیدرآبادی وتحری فی خبر الفاسق فی الحاشیة المنهیة من المصنف لقوله تعالیٰ ان جاءکم فاسق الایة نزلت

واسامہؓ سے عائشہؓ کے جدا کرنے میں مشورہ کیا۔ الخ اور یہ مضمون یعنی ہجران ممنوع سے نہیں وہ ترک کلام و قطع تعلقات جو جناب زہرا علیہا السلام کا ابی بکرؓ سے کہا تھا اور قریب ہے کہ آئے گا اس کا بیان انشاء اللہ تعالےٰ۔ **مضمون سابق کا تتمہ**۔ اس شخص کے استدلال کی تردید میں جس نے کہا کہ اصحاب جتنے ہیں کل عادل ہیں یا اس کے ہم معنی اقوال۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق یہ قول عام طور پر درست نہیں اس طرح کہ کسی صحابہ سے کبھی کوئی گناہ مطلق وقوع میں نہیں آسکتا جیسا کہ حالات گذشتہ سے واضح ہے اور نہ اس طرح کہ کل صحابہ روایت میں قابل اعتبار ہیں کیونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ ولید بن عقبہ صحابی قرآن کی خبر سے فاسق ہے اور خدا نے امر فرمایا ہے کہ فاسق کی خبر تحقیقات کے بغیر کوئی قبول نہ کرو۔ امنافقین

فی ولید بن عقبۃ وکذلک قولہ تعالیٰ افمن کان مومنا الاٰیۃ ومنہ یعلم ان من الصحابۃ من ھو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویۃ وعمرو ومغیرۃ وسمرۃ الخ وفی ازالۃ الخفا اخرج البیھقی عن ابن عمر قال کان عمر یامرنا ان لا ناخذ الا عن ثقۃ قال عبد العزیز الدھلوی فی فتاواہ الصحابۃ کلھم عدول مراد آنست کہ صحابہ کلہم در روایت حدیث مامون و معتبر اند نہ آنکہ مصدر گناہے نشدہ اند کہ بعضے از ینہا در حضور آنحضرتؐ بارتکاب کبائر محدود گشتہ. وفی منہج الوصول للسید الصدیق نقل عن ابی الحسن ابن قطان ولید بادہ نوشی نمود پس حرفے از وے خلاف عدالت ظاہر شد بروے اسم صحبت واقع نشود ولید صحابی نباشد زیرا آنکہ صحابہ ہمانند کہ بر طریقہ وے صلعم بودند انتہیٰ۔

بھی صحابہ میں شمار ہوتے آئے ہیں تو کلہم عدول فضول نہیں تو اور کیا ہے اپنے مقام پر اس کو ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے) اور نزول الابرار من فقہ النبی المختار مؤلفہ وحید الزمان حیدرآبادی جلد ۳ صفحہ ۹۴ مطبوعہ بنارس میں ہے کہ خبر فاسق میں جستجو کر لینی چاہیئے. پھر حاشیہ منہیہ مؤلف مذکور نے لکھا ہے یہ اس لئے ہے کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے الخ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارہ میں اتری اور اسی طرح قولہ تعالیٰ مومن فاسق کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ تحقیق اصحاب نبی سے ایسے بھی ہیں جو فاسق ہیں مثل ولید کے اور امثال اس کے جیسا کہ معاویہ و عمرو بن عاص و مغیرہ و سمرہ کے حق میں اسی طرح کہا گیا ہے۔ انتہی۔ اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۸۶ میں ہے بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہا عمر ہم کو امر کرتا تھا کہ ہم حدیث کو ثقہ اور معتبر آدمی کے بغیر کسی سے نہ لیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا کہ صحابہ کلہم عادل ہیں سے مراد یہ ہے کہ صحابہ روایت حدیث میں معتبر اور امین ہیں نہ یہ کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کیونکہ بعض ان میں سے حضور آنحضرتؐ کے پیش ارتکاب کبیرے گناہوں کے باعث محدود

ؔ تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور ص۳۱۹ مطاعن عثمان طعن پنجم میں لکھا ہے۔ نزد اہل سنت عصمت خاصہ انبیاء است صحابہ را معصوم نمی دانند لہٰذا حضرات امیر و شیخین بعض از صحابہ را حد زدہ اند و خود جناب پیغمبر مسطح را کہ از اہل بدر بود و حسان بن ثابت را نیز حد قذف گرفتہ و بعدہ گفتہ و ماعز اسلمی را بہ جرم فرمودہ اند و بسیارے را تعزیر زدہ و حد شرب خمر جاری فرمودہ انتہیٰ۔ نیز دیکھو حاشیہ بیان معاویہ کا حکم سب علی از فتاویٰ عزیزی ص۱۳۰ اور انوار اللغۃ پ۱۸ ص۲۹ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اب رہے عام صحابہ تو وہ معصوم نہ تھے ان میں بعضوں سے کبیرہ گناہ جیسے زنا خون شرب خمر وغیرہ صادر ہوئے ہیں پھر لکھا کہ مغیرہ اور معاویہ و عمرو بن عاص نے کیا کیا گل کھلائے جن کی وجہ سے ان کو ہرگز معصوم نہیں کہہ سکتے ۱۲ منہ

ليت شعري ان الذي لا يجتنب الكبائر
كيف لا يكذب في الرواية والكذب
من اكبر الكبائر بل كاد الكذب
ان يكون كفرا وقد ذم الله سبحانه
كل انواع الكذب من القول والحلف
والوعد والشهادة وسماعه كما قال
في كتابه المجيد واجتنبوا قول الزور
حنفاء لله غير مشركين به واتخذوا
ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله
والموفون بعهدهم اذا عاهدوا -
واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا
والذين لا يشهدون الزور وسماعون
للكذب. بل امر عباده يا ايها الذين
امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين
وقد اوعد رسوله صلعم من كذب
على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار وعد
الكذب من اية النفاق. وظني انه ما
من ذنب يكون جزئيا نه اكثر من
الكذب الا الخمر فانه اكثر المنافع و
مصدر المأثم وام الخبائث تتلوث
به عشرة اشخاص كما في الحديث و

کئے گئے۔ اور منہج الوصول مؤلفہ سید صدیق ص ۱۶۳
میں ہے ناقلاً عن ابی الحسن بن القطان کہ ولید
نے شراب خواری کی پس جس سے کوئی کام خلاف
عدالت ہو اس پر صحبت نافعہ کا نام واقع نہیں ہو
سکتا اور ولید اس اعتبار سے صحابی نہ ہوگا کیونکہ
صحابہ وہی ہیں جو طریقہ نبیؐ پر قائم رہتے تھے انتہی
افسوس ہے کہ جو کبیرہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ
روایت میں جھوٹ سے کس طرح پرہیز کر سکتا ہے!
اور جھوٹ بھی اکبر کبائر سے ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر
تک پہنچائے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے جملہ اقسام
جھوٹ کی کلام کرنے اور وعدہ کرنے قسم اٹھانے
گواہی دینے میں اور سننے جھوٹ کی مذمت فرمائی
ہے جیسا کہ فرمایا قرآن مجید میں واجتنبوا قول
الزور الخ یعنی پرہیز کرو جھوٹ بولنے سے اور
محض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھو اور اس سے
شرک نہ کرو۔ اور فرمایا کہ منافقین نے اپنی قسموں
کو ڈھال بنا رکھا ہے اور خدا کے راستہ سے پھرے
ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔
اور مومنین اپنے عہد کی وفا کرتے ہیں اور عہد کی
وفا کرتے ہیں اور عہد کی وفا کیا کرو تحقیق عہد سے
سوال ہوگا۔ اور مومنین وہ ہیں جو جھوٹ کے پاس

قد ستنقذ في الله سبحانه من حضرة
الحنفية الى سفينة الحنيفية بسبب
الكذب في الشهادة من امام المسجد
وتنفري منه وتنائي بعد مجاز
الصلوٰة خلفه وفيه قصة طويلة
والحمد لله على ذلك. وقد قال في

نہیں جاتے اور منافقین جھوٹ کو بہت سنتے ہیں
بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امر کیا ہے کہ اے
مومنو! خدا سے ڈرو اور سچے آدمیوں کے ہمراہ ہو
اور تحقیق رسول اللہؐ نے ڈرایا کہ جس نے عمداً مجھ
پر جھوٹ باندھا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنائے
اور جھوٹ کو نبیؐ نے علامات نفاق سے شمار فر

النیل جلد ا ص۳۵۵ وفی البدر المنیر قیل لم نر الصالحین فی شیئ الکذب منھم فی الحدیث. ومن ھذا قولھم حکایۃ عن اللہ سبحانہ اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم لاھل البدر[۲]

ہے اور میرا گمان ہے کہ کوئی گناہ جھوٹ کے برابر کثرت جزئیات میں سوائے خمر کے نہیں ہے البتہ خمر باوجود منافع کے بہت گناہوں کی پیدائش کا سبب ہے اور ماں پلیدیوں کی ہے جس سے دس آدمی مبتلا بہ گناہ ہو جاتے ہیں. جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور تحقیق مجھے اللہ تعالےٰ نے مذہب حنفیہ سے کشتی حنیفی مذہب کی طرف اسی جھوٹی شہادت امام مسجد کے سبب سے نکالا ہے کہ مجھے اس شخص سے نفرت ہو گئی اور میں نے فتویٰ دیا کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کا طویل قصہ ہے اور خدا کا شکر ہے کہ مجھے حق کا راستہ مل گیا اور تحقیق شوکانی نے نیل الاوطار جلد ا ص۳۵۵ میں کہا کہ بدر منیر میں لکھا ہے نیک لوگوں کو کسی شئی میں ہم اتنا جھوٹا نہیں دیکھتے جیسا کہ حدیث بیان کرنے میں زیادہ جھوٹ بولتے ہیں[۱] اور اسی مضمون کلہم عدول سے اہل سنت کا یہ قول ہے بحکایت قولہ تعالیٰ عمل کرو جیسے چاہو ہم نے سب اہل بدر کو بخش دیا ہے[۲]۔

[۱] کذب صحابہ کا عنوان بعض اعمال صحابہ میں دیکھو طلحہ و زبیر کا جھوٹ بولنا حالانکہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور پچاس آدمی سے جھوٹ کہانا وہاں مذکور ہے عمرو بن عاص و عبدالرحمٰن کا انعقاد خلافت حضرت عثمانؓ میں جھوٹ بولنا معاویہ کی صلح اور معاویہ کی صلح صفین میں عمرو کا جھوٹ بولنا ہر دو موقعہ پر مکر و خدیعت کرنا اور حضرت عمرؓ کا حلفیہ جھوٹ انکار موت نبیؐ کے وقت اور حسّان صحابی کی دین فروشی معاویہ کے سامنے وغیرہ وغیرہ حالات سب اپنے موقعہ پر تحریر ہو چکے ہیں پس یہ خیال کہ صحابہ دوسرے سب گناہ کبیرہ کرتے تھے مگر جھوٹ نہیں بولتے تھے محض خوش اعتقادی ہے جو سارا دین بیچ دیتا ہو. جھوٹ سے اس کو کیا پرہیز ہے بے شمار قصے موجود ہیں کتب تاریخ ملاحظہ ہوں ۱۲ مترجم [۲] بدری لوگ سب بخشے جائیں گے، عجب اعتقاد ہے کہ نبیؐ کو حکم ہے لئن اشرکت یحبطن عملک واذا لاذقناک ضعف الحیوٰۃ وضعف الممات یعنی معلوم ہے کہ تو معصوم ہے تم سے شرک نہیں ہوتا لیکن اگر تو شرک کرے تو تیرے نیک عمل رائگان ہو جائیں گے اور اس وقت تم کو دو چند عذاب ملے گا. واذا فات الشروطفات للشروط اگر ہوتا تو سزا ہوتی نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا مگر یہ کلمے جو بدریوں کے واسطے خوش اعتقادوں نے بنائے ہیں نبیؐ سے بدریوں کو بڑھا دیتے ہیں کہ خواہ کچھ کرو ہم نے بخش دیا. اور آیت سورہ ممتحنہ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء. تا ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل کی تفسیر میں یہ کلمات اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم بیان ہوتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرفوع القلم ہو گئے مگر آیت اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ آیت مذکورہ کا نزول حاطب بن بلتعہ بدری کے واقعہ میں بیان ہوتا ہے تو خطاب اولاً اس میں بدریوں کو ہے جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل اگر تم میں سے کوئی یہ فعل کرے تو وہ راستہ حق سے گمراہ ہو گیا کہاں جو چاہو کرو اور کہاں یہ حکم. تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۵۷۲

باقی حاشیہ آگے

میں بذیل آیت ولولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم لکھا ہے یہ کہنا بدریوں میں سے کسی کو خدا عذاب نہ کرے گا مشکل ہے کیونکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ بدری لوگ کفر یا دیگر گناہوں زنا و شراب کے عقاب سے بھی بری تھے وذلک یوجب سقوط التکالیف عنہم ولا یقولہ عاقل وایضاً فلو صاروا کذالک فکیف اخذھم اللہ تعالیٰ فی ذلک الموضع بعینہ فی تلک الواقعۃ بعینہا وکیف وجہ علیہم العذاب القوی۔ یعنی اس طرح بدری غیر مکلف ہو جائیں گے حالانکہ کوئی عقلمند اس کا قائل نہیں اگر ایسے ہوتے تو اسی واقعہ میں خدا تعالےٰ ان کے واسطے عذاب سخت کیوں تجویز فرماتا تو گناہوں کی ان کو اجازت دینا مراد لینا جائز نہیں صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں عامر بن سعد سے مروی ہے کہا میں نے رسولؐ سے کسی زندہ کے لئے نہیں سنا کہ فرمایا ہو یہ بہشت میں ہے مگر ایک عبداللہ بن سلام کے لئے فرمایا (یہ بدریوں اور عشرہ مبشرہ کی حدیث کے مخالف ہے، اور تعلیق فلک النجاۃ میں گذر چکا ہے کہ انصاری بدری نے نبیؐ پر اعتراض کیا اور آیت لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم اتری غور فرمایئے۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ بذیل آیت ولا یاتل اولو الفضل منکم لکھا ہے اجمعوا علی ان مسطحا کان من البدریین یعنی اس پہ اجماع ہے کہ مسطح بدریوں میں سے تھا۔ (پھر افعلوا ما شئتم کا ذکر کرکے لکھا) فکیف صدر الکبیرۃ منہ۔ اسی طرح طیبی شرح مشکوٰۃ میں حاطب کے فعل کو کبیرہ لکھا بعد ان کان بدریا والجواب انہ لا یجوز ان یکون المراد منہ افعلوا ما شئتم من المعاصی الخ (مثل مضمون بالا کبیر صفحہ ۵۶۲ جلد ۴ کے ہے) لیکن اس جگہ اتنا زیادہ لکھا ولانہ لو کان کذلک لما جاز ان یحد مسطح علی ما فعل ویلعن الخ یعنی اگر کسی امر پر ان کا اخذ نہ ہوتی تو مسطح کو حد نہ ماری جاتی اور اس پر لعن جائز نہ ہوتا جو قرآن میں موجود ہے۔ نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں لکھا ہے قاضی عیاض کہتا ہے ضرب النبیؐ مسطحا الحد وکان بدریا نیز دیکھو فلک النجاۃ قذف المحصنات وحدیث خیر القرون اور انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۷۳ میں علامہ حلبی فرماتے ہیں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہی ساتھ شامل تھا انتہیٰ اس طرح وہ بھی فعلوا ما شئتم میں داخل اور جنتی ہے صحابہ سے گناہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ فلک جلد ۱ صفحات گذشتہ میں مذکور ہے۔ اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور مطاعن عثمان طعن پنجم صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے ونزد اہل سنت عصمت خاصہ انبیاء است صحابہ را معصوم نمے دانند ولہذا حضرت امیر و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند وخود جناب پیغمبرؐ مسطح را کہ از اہل بدر بود وحسان بن ثابت را بر حد قذف گرفتہ (بعدہ نوشتہ) وماعز اسلمی را رجم فرمودہ اند وبسیاری را تعزیر و حد شرب خمر جاری فرمودہ انتہیٰ۔ اسی طرح سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ میں ہے حوالہ کبیر عبارت مندرجہ سے پہلے لکھا ہے:-

اجمعوا ان المراد من قولہ اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ مسطح یعنی مسکین مہاجر فی سبیل اللہ سے اس جگہ مراد مسطح صحابی ہے جو بدری بھی ہے اور مسطح مہاجر صحابی بدری کے لئے تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۲۱ تفسیر واولئک ھم الفاسقون میں لکھا ہے کہ یہ کلام دو امور پر دلالت کرتا ہے الاول ان القذف من

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

جملة الكبائر لان اسم الفسق لا يقع الا على صاحب الكبيرة. الثاني انه اسم لمن يستحق العقاب لانه ۱۰ الخ یعنی ایک یہ امر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قذف محصنات کبائر گناہوں سے ہے فسق صاحب کبیرہ پر ہی اطلاق ہوتا ہے دوسرا امر یہ ثابت ہوتا ہے کہ لفظ فاسق اس پہ اطلاق ہوتا ہے جو مستحق عذاب ہوتا ہے اور اس جگہ فلک میں حدیث خیر القرون کے متن و حاشیہ سے شاہ عبد العزیز کے فتاوے کی عبارت بھی پڑھ لیں ۱۲ مترجم

هو من الموضوعات الواهيات لكونه مخالفاً للقوانين الشرعية التي يدور عليها رحى الاسلام لاطلاق الخطابات لكل من آمن بغير استثناء اهل بدر وغيره كما قال سبحانه واعتصموا بحبل الله جميعا واقيموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة وكتب عليكم الصيام. وهذا هو القانون الكلي من الشارع مع انه صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه.

قد حدوا البدريين الذين شربوا الخمر او قذفوا المحصنات وغير ذلك وما من امر شرعي يستثنى منه الانبياء في الاكثر ولما جاء في كنز العمال عن ابن عباس مرفوعاً من صام رمضان ايماناً احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر رواه الخطيب. ولما قال الحافظ في الفتح تحت قوله من قام رمضان ايماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه الحديث زاد قتيبة عن سفيان عند النسائي وما تاخر وكذا زادها

یہ واہیات موضوعات سے ہے کیونکہ قوانین شرعیہ کے ظاہر مخالف ہے وہ قوانین جن پر چکی اسلام کی پھر رہی ہے کیونکہ خطابات الہٰی ہر مومن کے لئے سوائے استثناء کرنے اہل بدر وغیرہ کے ہیں جیسا کہ فرمایا سب لوگ حبل اللہ کے ساتھ تمسک کرو اور نماز کو قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو اور تم سب پر بلا استثناء روزے فرض کئے گئے ہیں اور یہ قانون کلی شارع کی طرف سے ہے جیسا کہ رسول اور ان کے اصحاب نے

بدری لوگوں کو شراب پینے اور دشنام دہی محصنات وغیرہ کی حد لگائی اس کے علاوہ امور شرعیہ سے انبیاء بھی مستثنے نہیں ہیں۔ اور اس لئے بھی یہ قول ضعیف ہے کہ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۹۷ میں ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے روزے رمضان شریف کے ایمان اور رضا جوئی خدا کے لئے رکھے تو اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ سب بخشے جائیں گے اس کو خطیب نے روایت کیا۔ اور اس لئے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جزء ۷ صفحہ ۲۱۵ میں تحت حدیث من قام رمضان الخ کے لکھا ہے یعنی جس نے ایمان اور

[1] دلیل الطالب علی ارجح المطالب مطبوعہ بھوپال مؤلفہ سید صدیق حسن خان قنوجی صفحہ ۹۳۸ لغایت صفحہ ۹۴۸ میں چند اعمال درج کئے ہیں جن پر وعدہ مغفرت ذنوب ما تقدم وما تاخر کا احادیث صحیحہ میں آیا ہے مثل اسباغ وضو و اجابت مؤذن۔ و توافق تامین وصلاۃ الضحیٰ و فضل القراۃ بعد صلاۃ الجمعۃ و فضل صلاۃ التسبیح و قیام رمضان و قیام عشرہ اخیر رمضان۔ و فضل صوم یوم عرفہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

حامد بن بن یحییٰ عن قاسم بن اصبغ والحسین بن الحسن المروزی فی کتاب الصیام له وهشام بن عمار فی الجزء الثانی عشر من فوائده و یوسف بن یعقوب النجاحی فی فوائده کلهم عن ابن عیینة وردت هذه الزیادة من طریق ابی سلمة من وجه اٰخر اخرجها احمد من طریق عامر بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرةؓ وعن ثابت وعن الحسن کلاهما عن النبیؐ ووقعت هذه الزیادة من روایة مالك نفسه اخرجها ابو عبد الله الجرجانی فی امالیه من طریق بحر بن نصر عن ابن وهب عن مالك ویونس عن الزهری (الیٰ ان قال) فقد ورد فی غفران ما تقدم وما تاخر من الذنوب عدة احادیث جمعتها فی کتاب مفرد فقد استشکلت هذه الزیادة من حیث ان المغفرة تستدعی سبق شیٔ یغفر و المتاخر من الذنوب لم یأت فکیف یغفر والجواب عن ذلك یأتی فی قولهؐ حکایة عن الله تعالیٰ انه قال فی اهل بدر اعملوا ما شئتم فقد غفر لکم

ثواب کے لئے رمضان کی راتوں میں نوافل ادا کئے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے الخ اور قتیبہ نے سفیان سے نسائی کی روایت میں زیادہ کیا کہ نیز جو آئندہ گناہ ہوں وہ بھی بخشے جائیں گے اور اسی طرح زیادہ کیا اس روایت قاسم بن اصبغ و حسین بن حسن مروزی سے کتاب الصیام میں اور ہشام بن عمار نے جزء بارہ[12] اپنے فوائد میں اور یوسف بن یعقوب نجاحی نے فوائد اپنے میں کلھم نے ابن عیینہ سے روایت کیا ہے اور یہ زیادتی طریق ابی سلمہ سے دوسرے اسناد سے بھی آئی ہے جس کو احمد نے طریق عامر بن سلمہ و ابن سلمہ عن ابی ہریرۃ اور ثابت و حسن سے دونوں نے نبیؐ سے روایت کیا اور یہ زیادتی روایت مالک سے بھی ہے جس کو ابو عبد اللہ جرجانی نے امالی میں بحر بن نصر سے اس نے ابن وہب عن مالک و یونس عن الزہری کے روایت کیا (تا اینکہ) اور تحقیق بخشش پہلے اور پچھلے گناہوں کے لئے بہت احادیث وارد ہیں جن کو میں نے ایک علیحدہ کتاب میں جمع کر دیا ہے اور مشکل سمجھی گئی ہے یہ زیادتی اس طرح کہ بخشش چاہتی ہے کسی جرم گذرنے کو جو بخشا جائے اور جو گناہ نہیں آئے وہ کس طرح بخشے جائیں اور جواب اس کا قول رسولؐ میں آئے گا جو حکایۃً اللہ تعالیٰ سے

(بقیہ حاشیہ) دا بال من المسجد الاقصیٰ و فضل حج مبرور و صلوٰۃ مقام ابراہیم و نظر الیٰ بیت اللہ و قراۃ آخر سورت حشر و تعلیم قرآن اولاد کو و فضیلت تسبیح و تکبیر و تہلیل و قود الاعمیٰ و فضیلت مصافحہ باسانید خود و فضیلت حمد بعد از لباس و طعام بروایت ابو داؤد وغیرہ باسانید حسنہ وغیرہ اعمال صالحہ بیان کئے جس سے ثابت ہوا کہ اہل بدر و شجرہ وغیرہ سب کا حال بعد النبیؐ قابل غور ہوگا اور اس قسم کے کلمات بعض احادیث محض اعمال کے واسطے بطور ترغیب و مبالغہ کثرت ثواب کے لئے آنحضرتؐ

ومحصل الجواب انه قيل انه كناية من حفظهم من الكبائر فلا تقع منهم كبيرة بعد ذلك وقيل ان معناه ان ذنوبهم تقع مغفورة وبهذا اجاب جماعة. منهم الماوردي في الكلام على حديث صيام عرفة وانه يكفر سنتين سنة ماضية وسنة آتية انتهى. قال في الفتح قد استشكل قوله اعملوا ما شئتم فان ظاهره للاباحة وهو خلاف عقد الشرع واجيب بانه اخبار عن الماضي اي كل عمل كان لكم فهو مغفور ويؤيده انه لو لما يستقبلونه من العمل لم يقع بلفظ الماضي ويقال فسأغفره لكم وتعقب به لو كان للماضي لما حسن الاستدلال به في قصة حاطب لانه خاطب به عمر منكرا عليه ما قال في امر حاطب وهذه القصة كانت بعد بدر بست سنين ولفظ الماضي مبالغة في تحقيقه (ثم قال) فيه (اي قول عدم وقوع عدم الذنب منهم) نظر ظاهر لما سيأتي في قصة قدامة بن مظعون حين شرب الخمر في ايام عمر وحده فهاجر بسبب ذلك

بیان ہوا کہ اہل بدر کے حق میں فرمایا جیسا چاہو کرو پس تحقیق میں نے تمہارے لئے بخش دیا اور حاصل جواب کا یہ ہے کہ کہا جائے تحقیق اس سے مراد کبیرہ گناہوں سے بچا لینا ہے اور کوئی گناہ اس کے بعد وقوع میں نہ آئے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ معنے یہ ہیں کہ گناہ واقع ہو تو بخشش بھی ساتھ ہی واقع ہو جاتی ہے اور یہی جواب ایک جماعت نے دیا ہے۔ ان سے علامہ ماوردی بھی ہے اس نے کلام صیام عرفہ کے اندر لکھا ہے کہ وہ دو سال کے گناہ معاف کرا دیتے ہیں ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے۔ انتہی۔ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۴۱ میں کہا کہ تحقیق قول نبیؐ کا جو چاہو کرو مشکل سمجھا گیا ہے کیونکہ تحقیق ظاہر اس حکم کا مباح کرنے سب چیز کے لئے ہے اور یہ خلاف عقیدہ شریعت کے ہے اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ گذشتہ کی خبر ہے یعنی جو عمل تمہارے پہلے تھے وہ بخشے گئے ہیں اور اس کی مؤید یہ بات ہے کہ آئندہ کے لئے ہوتا تو لفظ ماضی کا واقع نہ ہوتا اور اس طرح ہوتا کہ آئندہ کے گناہ بھی قریبا بخش دوں گا اور اس پر پھر اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ماضی کے معنے لئے جائیں تو قصہ حاطب میں اس دلیل پکڑنی خوب نہ ہوگی جس میں عمر کو مخاطب کر کے نبیؐ نے اس پر انکار کے طور پر فرمایا جو کچھ اس نے حاطب کے حق میں کہا تھا اور یہ قصہ بدر کے

بقیہ حاشیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہوں تو ممکن ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا یا کسی گناہ کی ان کو مغفرت نہیں ہو سکتی ۱۲ مترجم۔

فرأی عمر فی المنام من یا مرہ بمصالحتہ وکان قدامۃ بدریا۔ وفیہ وقد استشکلت اقامۃ الحد علی مسطح بقذف عائشۃ مع انہ من اھل بدر۔ وفیہ استعملہ رای قدامۃ[ف] عمر علی البحرین

چھ سال بعد میں واقع ہوا اور لفظ ماضی مبالغہ تحقیق وقوع کے لئے آیا ہے (پھر کہا) اس میں (یعنی قول ان سے نہ واقع ہونے گناہ میں) ظاہر اعتراض ہے جو قصہ قدامہ بن مظعون میں آئے گا جب اس نے زمانہ عمرؓ میں شراب پی اور عمرؓ نے اس کو حد لگائی تو وہ عمرؓ سے ترک تعلقات کر کے اسی ناراضگی سے باہر چلا گیا عمرؓ نے خواب میں کسی کو دیکھا کہ قدامہ سے صلح کرنے کا امر کرتا ہے تب صلح کی اور قدامہ بدری تھا (کذا فی الاستیعاب) اور اسی فتح الباری جلد ۱۴ صفحہ ۹۹ میں ہے کہ تحقیق مشکل سمجھی گئی ہے مسطح پر دشنام دہی عائشہ میں حد مارنی کیونکہ وہ اہل بدر سے تھا اور اسی فتح الباری جلد ۱۴ صفحہ ۲۱ میں ہے قدامہ کو عمرؓ نے بحرین پر عامل بنایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ) [ف] جب لفظ ماضی سے زمانہ ماضی کے گناہ معاف ہونے پر اور معنی وقوع تحقیقی پر بھی اعتراض باقی رہتا ہے تو اعملوا ما شئتم پر علمائے سفیان کیوں ناز کرتے ہیں اور معلوم نہیں کہ مکلفین کو کس طرح تکالیف شرعیہ سے مستثنے کرتے ہیں اور جملہ ذنوب مغفور ہونے ہوئے بدریوں کو پھر محدود فی الخمر و محدود فی القذف کیوں بناتے ہیں مگر درحقیقت کذب ظاہر ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ حدیث اعملوا ما شئتم وضع کر کے خود اہل تسنن معنے سمجھانے میں حیران و سرگردان بلکہ قطعاً عاجز ہیں ۱۲ مترجم۔ [ف] قدامہ بن مظعون کے ترجمہ میں مؤلف استیعاب جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ پر لکھتے ہیں کہ قدامہ ہمراہی عثمانؓ و عبداللہ برادران خود حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا تھا پھر بدر اور باقی جنگوں میں حاضر رہا اصابہ مع استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں ہے کہ قدامہ بن مظعون سابقین اولین سے تھا جس نے دو ہجرتیں کیں اور بدر میں شامل تھا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ میں ہے قدامۃ خال حفصۃ۔ کنز العمال (قدامہ حفصہ کا ماموں تھا حضرت عمرؓ کا سالا) حدیث آخری صفحہ ۱۳۳ بحوالہ مشکوٰۃ بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۱۸۳ و مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ میں بھی بلفظہ ہے نیز بلفظ اعمل ما شئت فقد غفرت لک صحیح مسلم میں ہے اور مثل مشکوٰۃ کے منہاج السنۃ ابن تیمیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ میں ہے۔ نیز مشکوٰۃ فصل اول وثانی باب اول بیان ایمان میں بخاری و مسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کی شہادت دے یا توحید و نبوت کی تو داخل جنت ہوگا خواہ زنا کرے یا چوری کرے تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ اعمال اس کو معاف ہیں جو چاہے سو کرے۔ حاشیہ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ جو علامہ سندی نے بخاری پر لکھا ہے اس میں بھی حدیث اعملوا ما شئتم پر لکھا ہے۔ ولیس المقصود بہ الاذن لھم فی المعاصی کیف شاؤ واللہ تعالیٰ اعلم۔ انوار اللغۃ پ ۲ صفحہ ۱۳ مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ میں جہاں اور غلط فہمیاں پھیلی ہیں وہاں ایک یہ بلا بھی پھیلی ہے کہ جس شخص نے آنحضرتؐ کو صرف دیکھ لیا ہو گو وہ آپ سے ذرا بھی محبت و الفت نہ رکھتا ہو نہ آپکے باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۳ پر

وكان شهد بدرا وهو خال حفصة
(وهكذا في البخاري) وقد اوردها
عبد الرزاق في مصنفه عن معمر عن
الزهري فزاد فقدم الجارود العبدي
على عمر فقال ان قدامة سكر
فقال من يشهد معك قال ابوهريرة
نشهد ابوهريرة انه راه سكران يقيئ
فارسل الى قدامة فقال له الجارود
اقم عليه الحد فقال له عمر ا
خاصم انت ام شاهد فصمت
ثم عاوده فقال لتمسكن اولاسوءنك
فقال ليس في الحق ان يشرب ابن
عمك وتسوءني (الى ان قال) ثم
امر به فجلد فغضب قدامة الخ.

اور یہ قدامہ بدر میں حاضر تھا اور وہ حفصہؓ بنت
دختر امیر عمرؓ کا ماموں تھا (اصل صحیح بخاری
میں اسی طرح ہے) اور شرح میں ابن حجر نے
کہا ہے اور تحقیق اس روایت کو عبدالرزاق نے
اپنے مصنف میں معمر سے اس نے زہری سے
لکھا ہے اور یہ زیادہ کیا کہ جارود عبدی سے
عمرؓ کے پاس آیا اور کہا تحقیق قدامہ شراب سے
مخمور ہے پس عمرؓ نے کہا تیرے ساتھ کون شہادت
دیتا ہے اس نے کہا ابوہریرہ بھی گواہ ہے۔ پھر
ابوہریرہ نے گواہی دیدی کہ میں نے اس کو مست
دیکھا ہے اور شراب کی قے کر رہا تھا تو عمرؓ نے
قدامہ کی طرف کسی کو بھیجا اور جارود نے عمرؓ کو
کہا کہ اس پر حد قائم کرو عمرؓ صاحب نے کہا کیا تو
جھگڑا کرنے آیا ہے یا صرف گواہ ہے پھر خاموش

(بقیہ حاشیہ) اہل بیت ہے بلکہ انکا قاتل دشمن ہو اس کی صحابہ کی طرح تعظیم و تکریم ضرور جانتے تھے حقیقت میں صحابی وہ ہے جس نے آنحضرتؐ کے حقوق صحبت کو ادا کیا ہو آپ کے وفات کے بعد آپ کی آل اور اولاد کا عاشق اور محب رہا ہو۔
(نوٹ) بعض کہتے ہیں شیعہ کی کتاب میں بھی یہ روایت ہے پھر کیوں نہیں مانتے۔ اور مجمع البیان طبرسی سے روایت پیش کرتے ہیں۔ ہم نے ابطال الاستدلال میں ظاہر کیا ہے کہ مجمع البیان کا نام اس پر دال ہے اور اس کے مطالعہ کرنے والے پر روشن ہے کہ طبرسی نے اس میں سنیوں اور شیعہ کی روایات تفسیر قرآن کو جمع کیا ہے شیعہ کے لئے ائمہ اہل بیت سے روایات لکھی ہیں اور سنیوں کے لئے ان کے علماء و رواۃ سے لکھی ہیں۔ یہ اعملوا ما شئتم مقاتل بن حبان کی روایت سے البخاری و مسلم سے لکھی ہے جو در منثور سیوطی وغیرہ میں بعینہ درج ہے نہ کہ شیعہ کے نزدیک مقبول ہے۔ مجمع البیان موجود ہے ہر عربی خواندہ اس کو دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے اور احتجاج طبرسی صفحہ ۸۰ میں جناب امیرؑ سے اصحاب جمل کی مذمت میں بہ تصریح بدریوں اور عشرہ مبشرہ کی تردید اور ان میں سے ناری ہونا مروی ہے ۱۲ مترجم۔ سلہ کذا بعینہ فی الاصابہ جلد ۳ ص۲۲۹ الی اخر القصہ وکذا فی الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ص۱۵۹ ۱۲ مترجم سنہ ۱۵۲ اس

وذکرہ فی ازالۃ الخفا عن المحب الطبری مفصلاً ومطولاً۔ وفی البخاری عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ قال ان عبدا اصاب ذنبا وربما قال اذنب ذنبا فقال رب اذنبت ربما ان قال فی المرۃ الثالثۃ) قال اللہ غفرت لعبدی ثلاثا فلیعمل ماشاء مشکوٰۃ باب الاستغفار، اقول قد ظہر وضعہ ونسجہ کنسج العنکبوت وھکذا حال قولھم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم الخ

ہو گیا پھر جارود نے کہا کہ حد قائم کر امیر عمرؓ نے کہا کہ تو اس جھگڑے سے باز آجا ورنہ میں تم سے برا سلوک کرونگا۔ جارود نے کہا اس کا تجھے کوئی حق نہیں کہ شراب تیرا بھائی پیئے اور برا سلوک تو مجھ سے کرتا ہے (تا) اینکہ لکھا اخیر عمر صاحبؓ نے حکم دیا اور قدامہ کو حد لگائی گئی اور اسی وجہ سے قدامہ عمرؓ پر غضبناک ہو گیا اور شاہ ولی اللہ نے اس مضمون کو ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں محب طبری کے حوالہ سے مفصلاً و طویلاً لکھا ہے اور بخاری میں ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا میں نے سنا ہے رسول اللہؐ سے فرمایا تحقیق بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے خدایا میں نے گناہ کیا ہے (تا) کہ آخر تیسری دفعہ کہا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے تین دفعہ اسی طرح فرمایا پس جو عمل چاہے کرے۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار ص ۱۹۶ بروایت بخاری و مسلم۔ (قول مؤلف) اب میں کہتا ہوں کہ اس قول کا موضوع اور بناوٹی ہونا ثابت ہو چکا اور پردہ اس کا مثل جالے مکڑی کے ہے۔ اور یہی حال ہے ان کے قول کا کہ حضرتؐ نے فرمایا اچھا قرن میرا قرن پھر جو اسکے متصل ہوگا۔ الخ۔

ف۱ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گنہگار استغفار کنندہ کے لئے یہی الفاظ وارد ہوئے ہیں جو بدریوں کے وارد ہیں پھر یا تو عامۃ الناس سب مغفور و مبشر بالجنۃ ہیں یا سب کو ترغیبی طور پر کہا گیا ہے بشرطیکہ حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے اور اصل مدار خاتمہ پر ہے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ فلاں کام کے بعد جملہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ در منثور جلد ۲ ص ۷۶ میں باسناد عبد بن حمید و بخاری و مسلم ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے جو شخص گناہ کرکے ایک دفعہ پھر دوسری دفعہ پھر تیسری دفعہ استغفار کرتا ہے تو تیسری دفعہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے جو چاہے سو کرے قد غفرت لعبدی فلیعمل ماشاء وکذا فی تخلیص الصحاح مترجم جلد ۴ کتاب ص ۱۹۳ العفو والمغفرت باسناد بخاری و مسلم ۱۲ مترجم۔ ف۲ حدیث خیر القرون بخاری کتاب الشہادۃ باب لا یشھد علی شہادۃ جور اذا اشھد جلد ۲ صفحہ ۹۳ طبع مصر و صفحہ ۱۲۸ میں ہے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے خیریۃ القرن لا تستلزم خیریۃ کل واحد من اھلہ کیف وقد کان فی القرن اھل النفاق وایضاً لم ینقل احد بان کل تابعی مفضل ممن بعدہ وکل من تبع التابعی خیر ممن بعدہ فافہم

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فی الصواعق قال ابو عمرو ابن عبد البر وخبر خیر الناس قرنی لیس علی عمومہ لانہ جمع المنافقین واھل الکبائر الذین قام علیھم وعلی بعضھم الحدود۔ انتھی۔ وصحح الحاکم وحسن وغیرہ خبر یا رسول اللہ ھل احد خیر منا اسلمنا معک وجاھدنا معک قال قوم یکونون من بعدکم یؤمنون بی ولم یرونی اخرج الانصاری عن انس ان رسول اللہ قال یا ابا بکرؓ لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی اخوانی الذین لم یرونی وصدقوا بی واحبونی حتی لانی لاحب الی احدھم من ولدہ ووالدہ قالوا یا رسول اللہ نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی۔ انتھی من الصواعق روی الترمذی عن انس مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ مشکوٰۃ باب

صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۷ میں ہے ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حدیث خیر القرون قرنی عام حکم نہیں رکھتی کیونکہ اس میں منافقین بھی اور اہل کبائر جن پر حدود قائم ہوئیں نیز شامل ہیں۔ انتہیٰ اور صحیح کہا حاکم نے اور حسن کہا غیروں نے اس حدیث کو کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہوگا ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بہتر ہیں جو تمہارے ایک قوم میرے ساتھ ایمان لائے گی اور حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا اور انصاری نے انس سے روایت کی ہے تحقیق رسول اللہ نے فرمایا اے ابا بکرؓ میری آرزو ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا پس کہا ابوبکرؓ نے یا رسول اللہؐ بھائی تو آپ کے ہم ہیں فرمایا نہیں تم میرے ساتھ رہنے والے اصحاب ہو بھائی میرے وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں اور میری تصدیق کی اور مجھے دوست رکھا اس حد تک کہ میں ان کے نزدیک ان کے بیٹے باپ سے زیادہ محبوب ہونگا دیگر صحابہ نے پھر عرض کی ہم بھی آپ کے بھائی ہیں

(بقیہ حاشیہ) واللہ تعالیٰ اعلم یعنی اس خیریت زمانہ سے اس زمانہ کے ہر فرد کی خیریت لازم نہیں کیونکہ اسی قرن اول میں اہل نفاق بھی موجود تھے وہ بعد کے مومنین سے کیسے افضل ہوں اور اس کا بھی کوئی قائل نہیں کہ ہر تابعی یا تبع تابعین اپنے مابعد سے افضل ہے انتہی۔ اسی فلک النجاۃ کے مطالعہ سے معاویہ سے صحابہ و تابعین کے اعمال کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح علامہ خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۹۵ میں بہ تشریح لکھا ہے کہ ہر فرد ان قرون کا اچھا نہیں گذرا اور نہ یہ مراد ہے سے انوار اللغۃ پ ۲۱ ص میں بذیل حدیث ثم الذین یلونہم مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان زمانوں میں کا ہر شخص اس کے بعد زمانہ والوں سے بہتر ہوگا ورنہ لازم آئیگا کہ یزید پلید یا مسلم بن عقبہ یا حجاج بن یوسف جنید اور بایزید

باقی حاشیہ آگے

ثواب هذه الامة روی احمد عن ابی امامة مرفوعاً طوبیٰ لمن رانی وطوبیٰ سبع مرات لمن لم یرنی وامن بی مشکوٰۃ وفی الدر اخرج البزار وابو یعلیٰ والمرهبی فی فضل العلم والحاکم وصححه عن عمر ابن الخطاب قال کنت جالساً مع النبیؐ فقال انبئونی با فضل اهل الایمان ایماناً قالوا یارسول اللهؐ الملائکة ثم قالوا الانبیاء ثم قالوا الشهداء ثم قالوا فمن یا رسول اللهؐ قال اقوام فی اصلاب الرجال یاتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی ویصدقونی ولم یرونی یجدون الورق المعلق فیعملون بما فیه فهؤلاء افضل اهل الایمان واخرج مثله البیهقی فی الدلائل والاصبهانی فی الترغیب والطبرانی وابن ابی شیبة وابن عساکر واحمد والدارمی والبخاری فی تاریخه وابن حبان باسانیدهم۔ انتهیٰ قال عبد العزیز الدهلوی فی فتاویٰ۔ نہ آنکہ صحابہ کلہم معصوم اند کہ ہیچ وجہ از وجوہ طعن نداشتند چہ از بعضے شرب خمر ثابت شدہ چنانچہ در مشکوٰۃ است ودیارہا

فرمایا نہیں تم میرے پاس رہنے والے اصحاب ہو۔ انتہیٰ۔ صفحہ ۱۲۸ صواعق محرقہ طبع مصر ترمذی نے کہ اول اس کا اچھا ہے یا آخر اس کا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۸ باب ثواب ہذہ الامۃ اور احمد نے ابی امامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا خوشخبری ہے اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا اور سات دفعہ خوشخبری اس کے لئے ہے جس نے مجھے نہیں اور میرے ساتھ ایمان لایا (مشکوٰۃ ص ۵۷۵ اور در منثور جلد ۱ ص ۲۶ میں ہے بزار وابو یعلیٰ و مرہبی نے فضیلت علم میں اور حاکم نے صحیح کہکر حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت کی ہے کہا اس نے میں نبی صلعم کے ساتھ بیٹھا تھا کہ نبی صلعم نے فرمایا خبر دو مجھے کہ سب سے افضل ایمان والے کون ہیں؟ عرض کیگئی یا رسول اللہ فرشتے ہیں پھر انہوں نے کہا شہید ہیں پھر انہوں نے کہا اچھا آپ فرما دیجئے یا رسول اللہؐ وہ کون ہیں۔ تو فرمایا کہ لوگوں کی پشتوں میں قوم موجود ہے میرے بعد آئیں گے اور میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور حالانکہ مجھے انہوں نے دیکھا بھی نہ ہوگا اور بغیر دیکھے میری تصدیق کریں گے اور جو کچھ میری جانب سے احکام لکھے پائیں گے۔ ان پر عمل کریں گے پس افضل ایمان والے وہ ہوں گے اسی طرح بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور اصبہانی نے ترغیب میں اور طبرانی وابن ابی شیبہ وابن

(بقیہ حاشیہ) بسطامی سے افضل ہوں حالانکہ یہ صراحتاً باطل ہے ۱۲ مترجم انتہیٰ۔

۲؎ پس کس طرح وہ منافقین اور اہل کبائر کہ ان کے بعد کے متبعین نبیؐ اور پرہیزگاروں سے بہتر ہو سکتے ہیں ۱۲ مترجم

۳؎ ایضاً اس کی تائید میں دیکھو حاشیہ کتاب ہذا بیان ایمان حضرت ابی بکرؓ مضمون شان مہاجرین وانصار کی تشریح ۱۲ مترجم

آنحضرت ﷺ اقامت حدود بر آنہا کردہ ، نیز از حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ قذف ثابت شدہ و بر آنہا حد نیز جاری کشتہ و از ماعز اسلمی زنا صادر شدہ و مرجوم گردیدہ۔[1] الخ. وفی منهاج السنة لابن تیمیة الحنبلی والذی قتل عمار بن یاسر هو ابو الغادیة وقد قیل انه من اهل بیعة الرضوان ذکر ذلك ابن حزم فنحن نشهد لعمار بالجنة ولقاتله ان کان من اهل بیعة الرضوان بالجنة[2] انتهی. قال الحافظ فی الفتح خیر امتی قرنی واقتضی هذا الحدیث ان تکون الصحابة افضل من التابعین والتابعون افضل من اتباع التابعین لکن هل هذه الافضلیة بالنسبة الی المجموع او الافراد محل بحث. انتهی.

عساکر ، احمد و دارمی و بخاری نے تاریخ میں کہا ہے یہ نہیں کہ کل صحابہ معصوم ہیں اور ان پر کوئی وجہ طعن کی نہ ہو کیونکہ بعضے ان سے وہ ہیں جن سے شراب خواری ثابت ہوئی ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے اور بارہا حدود ان پر آنحضرت ﷺ نے قائم کی ہیں۔ اور حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ سے دشنام دہی ثابت ہے اور ان پر حد بھی جاری ہوئی اور ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا صادر ہوا ہے اور اس کو رجم کیا گیا الخ۔ اور منہاج السنۃ مؤلفہ ابن تیمیہ حنبلی جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ میں ہے۔ جس نے عمار بن یاسر کو قتل کیا وہ ابو الغادیہ ہے اور تحقیق کہا گیا ہے کہ وہ اہل بیعت رضوان سے ہے اس کو ابن حزم نے ذکر کیا ہے۔ پس ہم عمار کے لئے بہشت کی شہادت دیتے ہیں اور اس کے قاتل کے لئے چونکہ اہل رضوان سے ہے نیز بہشت کی گواہی دیتے ہیں انتہی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۵۳ میں کہا ہے کہ خیر امتی قرنی کی حدیث مقتضی اس کی ہے کہ صحابہ تابعین سے اور تابعین اتباع تابعین سے افضل ہیں لیکن اگر غور کی جائے کہ یہ فضیلت بہ نسبت کل کے ہے یا فرد فرد کے ہے تو اس میں اعتراض ہے۔ انتہی۔

[1] ترجمہ فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۲۴۳ میں بعینہ اس عبارت مندرجہ کا ترجمہ موجود ہے اور سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۲۴ جوابات سوالات عشرہ میں شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بعضے صحابہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں مثلاً ماعز اسلمی کہ زنا کیا تھا اور حسان بن ثابت کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قذف میں شریک ہوئے الخ ۱۲ مترجم

[2] ایضاً منہاج السنۃ طبع مصر جلد ۳ ص ۲۲۱ و جلد ۴ ص ۱۶ میں ہے وان قاتل عمار بن یاسر هو ابو الغادیة وکان ممن بایع تحت الشجرة وهم السابقون الاولون ذکر ذلك ابن حزم وغیره یعنی اس جگہ ابن تیمیہ نے بالجزم لکھا ہے کہ وہ بیعت شجرہ میں داخل اور سابقین اولین سے تھا پھر قاتل عمار بھی وہی ہے اس کو ابن حزم وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اصابہ مع استیعاب جلد ۴ صفحہ ۱۵۱ میں باسناد مروی ہے ابو الغادیہ کہتا ہے بایعت رسول اللہ ﷺ الخ نیز اس میں ہے قال البخاری ابو الغادیة الجهنی قاتل عمار له صحبة وسمع من النبی ﷺ اور استیعاب صفحہ مذکور میں مثل اصابہ کے ہے اور زیادہ لکھا وکان محبا فی عثمان وهو قاتل عمار بن یاسر یعنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محب اور

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اقول وهو المستعان وعليه التكلان يرد تعميمه قوله تعالى يا ايها الذين امنوا ما لكم اذا قيل لكم انفروا فى سبيل الله اثاقلتم الايات الى اخرها وغير هؤلاء الدالة على توبيهم وسائر افعالهم كما مر وايضاً تعميمه يستلزم تفضيل يزيد والحجاج وابن زياد اذ فى الخمسين الاخير كانت ولاية يزيد وقتل الحسين وذريته وخيار شيعته واستباحته المدينة المكرمة وقلع ممبر النبىؐ وهتك ساكنى حرمها وقتل اكابر الصحابة والزنا بالجبر وفض البكارة اهلها ومحاصرة مكة ورمى الكعبة وشرب الخمور وارتكاب الفجور وقتل المسلمين وسبى حرمهم ولعن علىؑ على المنابر وتسميم الحسن ومنعه عن الدفن فى روضة جده الاطهر والظلم الفاحش على عترة الرسول فى كل قرن وغير ذلك وقد اتفق على ان كل صحابى ليس بمجتهد وليس بمعصوم فظهر من هذا وهن هذا القول المشهور على السنتهم ان يقولون

(قول مؤلف رحمہ اللہ) میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پہ توکل ہے کہ اس حدیث کے تعمیم معنے کو قول اللہ تعالیٰ کا رد کرتا ہے ایمان دار دکیا ہے تمہارے لیے جب تم کو کہا گیا کہ خدا کے راستہ میں جنگ کے لئے نکلو تو تم گرانی سمجھ کر سستی کرتے ہو الخ وغیرہ آیات جو جنگ سے بھاگنے وغیرہ افعال پہ دال ہیں نیز تعمیم حدیث کی مستلزم ہے افضلیت یزید و حجاج و ابن زیاد کو کیونکہ قرنؐ اول کے اخیر میں بادشاہی یزید کی تھی اور قتل امام حسینؑ مع ذریت طاہرہ اور متقین شیعہ امام کا یزید نے مباح کر دیا تھا نیز مدینہ مکرمہ میں محرمات کو حلال کر دیا اور منبر نبوی کی بے ادبی کرنا اور ہتک ساکنان مدینہ اور قتل مشہور صحابہ کا اور زنا بالجبر اور باکرہ عورتوں کی عصمت میں خلل اندازی اور محاصرہ مکہ معظمہ اور کعبہ شریف کو سنگسار کرنا اور شراب پینے اور باقی سب اقسام گناہ کا جائز بنانا اور قتل مسلمین ظہور میں آئے اور ان کی مستورات کا قید کرانا اور منبروں پر حضرت علیؑ کو لعنت کرنا اور امام حسنؑ کو زہر دلانا اور پھر دفن نعش اطہر کا ان کے جد امجد کے روضہ سے روکنا اور ظاہر ظلم عترت رسول پر ہر قرن میں ہوتا رہتا وغیرہ کیا

(بقیہ حاشیہ م) قاتل عمار تھا۔ کل اصحاب شجرہ چودہ۱۴ سو تھے دیکھو منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶ عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ سب ایک ہی مرتبہ کے مومن مخلص و متقی اور بہشتی تھے حالانکہ بعد بیعت کے حالات پوشیدہ نہیں۔ طلحہ و زبیر حضرت عثمانؓ کے محاصرہ میں پانی بند کرنے اور قتل میں شریک تھے اور خود عشرہ مبشرہ سے اور بدری تھے دیکھو امامۃ والسیاسۃ طبع مصر صفحہ ۳۱ تعلیقہ صفحہ ۵۳۔ اور عبدالرحمٰن بن عدیس مصری امیر جیش قاتلین عثمان بیعت رضوان میں شامل تھا دیکھو اصابہ مع استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ ۱۲ مترجم۔ ۵۳ اس جگہ حدیث بخاری کی ملاحظہ فرمایئے کہ عمار کو دوزخ کی طرف بلائیں گے اور عمار ان کو بہشت کی طرف بلائیگا اور وہ فرقہ باغیہ اس کو قتل بھی کر دیگا دیکھو کتاب ہذا میں م

م بیان حال معاویہ ۱۲ مترجم - باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الا کذابا۔ وهکذا حال قولهم عن النبی اصحابی کالنجوم[1] بایهم اقتدیتم اهتدیتم فهو ایضاً ضعیف بل موضوع لما بینا من اعمالهم ولمخالفته لحدیث الثقلین وهو متواتر وهذا ضعیف او موضوع لما فی منهاج السنة فهذا الحدیث ضعیف ضعفه ائمة الحدیث قال البزار هذا حدیث لا یصح من رسول اللہؐ ولیس هو فی کتب الحدیث المعتمدة وکما فی شرح مسلم الثبوت من بحر العلوم عبد العلی اللکھنوی هذا الحدیث فلم یعرف قال ابن حزم فی رسالته الکبری مکذوب موضوع باطل وکذا قال احمد والبزار

خوبی قرن اول کی دلیل ہے اور اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ کل صحابی مجتہد بھی نہیں اور نہ معصوم ہیں تو ظاہر ہوا کہ یہ لوگوں کا قول ضعیف اور بہت سست ہے جو زبان زد ہو گیا ہے مگر حقیقت میں جھوٹ کہتے ہیں (کہ ہر فرد قرن اول کا متاخرین سے بہتر ہے) اور اسی طرح ان کے اس قول کا حال ہے جس کو نبیؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی اور اقتدار کرو ہدایت پاؤ گے تو یہ بھی ضعیف بلکہ موضوع ہے کیونکہ ہم نے اعمال بعض صحابہ کے ابھی بیان کر دیئے ہیں (تو کیا ان اعمال والوں کی انہی اعمال میں اقتدا، باعث ہدایت ہو سکتی ہے؟ کوئی ذی عقل ہاں نہیں کہے گا) اور اس لئے کہ حدیث ثقلین متواتر ہے اور یہ حدیث ضعیف یا موضوع حدیث ثقلین کے مخالف مرجوح ساقط عن الاعتبار ہے کیونکہ منہاج السنۃ ابن تیمیہؒ میں ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم ضعیف ہے اس کو ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے اور بزار نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ کتب معتبرہ حدیث میں ہے اور شرح مسلم الثبوت بحر العلوم عبد العلی لکھنوی میں ہے کہ یہ حدیث معتبر معلوم نہیں ہوتی ابن حزم نے اپنے رسالہ کبریٰ میں کہا ہے کہ جھوٹی اور بناوٹی ہے اسی طرح احمد و بزار نے کہا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) [1] قرن اول کے اخیر اور پچاس آخری کے اول میں بادشاہت یزید کی تھی جو صدی اول اور خیر القرون سے ہے صحابہ رسول کے اس وقت موجود تھے اہل اسلام اس زمانہ کے خیر یا شر ہونے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں!! مترجم

[1] (حدیث اصحابی کالنجوم) اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ان اصحاب سے مراد اہل بیت رسول اور ان کے خالص تابع وفادار مراد ہیں چنانچہ امامیہ کی کتاب معانی الاخبار صفحہ ۵۰ میں امام صادقؑ بسلسلہ اپنے آباؤ اجداد کے روایت فرماتے کہ نبیؐ نے فرمایا میرے اصحاب سے مراد میرے اہل بیت ہیں اس سے اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے جو تہتر فرقے امت کے بیان فرما کر ما انا علیہ واصحابی ناجی فرقہ کے بیان میں فرمایا اگر کل صحابہ پیروی کے واسطے مراد ہوں تو معاویہ مع معاونین خود (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۴۷) جن کا ذکر اسی کتاب فلک النجاۃ میں آ چکا ہے اور معاونین یزید تھے سب کی متابعت باعث ہدایت ہو حالانکہ ان کے حالات پڑھنے سے کسی کو ان کی گمراہی

کا شبہ نہیں رہتا۔ نیز ملاحظہ ہو امامیہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۸ شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیرالمومنین روایت کردہ است کہ آنحضرتؐ فرمود کہ وصیت میکنم شمارا باصحاب پیغمبر شما کہ ایشاں را دشنام ندہید و اصحاب پیغمبرؐ شما آنا نند کہ بعد از و بدعتے در دین پیدا نہ کردہ باشند و صاحب بدعت را پناہ ندادہ باشند الخ اور موضوعیت حدیث اصحابی کالنجوم بہ قول ابن حزم و بزار بحوالہ دراسات اللبیب مجموعہ ثلث رسائل عبدالحی نزہتہ الفکر فی سبحۃ الذکر کے حاشیہ ۲۶ میں منقول ہے اور طبقات الانوار حدیث مدینۃ العلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ لغایت صفحہ ۲۵۷ میں موضوعیت اس کی ثابت ہے اور نسیم الریاض شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۶۸ لہ میں ہے اس حدیث کی کل اسنادیں ضعیف ہیں بلکہ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ موضوع ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے (اور مولوی عبدالحی و دیگر بعض علماء کا قول ہے کہ بالمعنی یہ حدیث صحیح ہے اگر صحت تسلیم ہو تو معنی وہی صحیح ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے اور ابھی لکھا جائیگا اور انوار اللغۃ[۱۲] پ صفحہ ۱۵ میں محدث وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے بلکہ بعضوں نے اس کو موضوعات میں شریک کیا ہے اور اس کا مطلب بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے اس کے موضوع ہونے کی کیونکہ بعض صحابہ نے ایسے برے کام کئے ہیں جو شرعاً اور عقلاً ہر طرح مذموم ہیں۔ مثلاً معاویہ کا بغاوت کرنا امام برحق سے لڑنا۔ ناحق خون کرنا زیاد کو زبردستی اپنا بھائی بنا لینا۔ عمرو بن عاص کا محمد بن ابی بکر کو مردہ گدھے کی کھال میں ڈلوا کر جلوا دینا مغیرہ بن شعبہ کا یزید کی خلافت جمانا۔ تو ہر صحابی کی پیروی کیونکر ہدایت ہو سکتی ہے۔ انتہی ۱۲ المترجم۔

قال عبد الحی اللکنوی فی رسالۃ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار حدیث اصحابی کالنجوم الخ معناہ صحیح وقال الشہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض روی من طرق کلہا ضعیفۃ حتی جزم ابن حزم بانہ موضوع وقال البزار لا یصح وقال البیہقی ھذا الحدیث مشہور المتن واسانیدہ کلہا ضعیفۃ لم یثبت فیہ اسناد وفی الصواقع فی مسلم الثبوت وشرحہ لمولانا ولی اللہ

اور عبدالحی لکھنوی نے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم الخ کا معنے اگرچہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں جو شرح شفا قاضی عیاض کی ہے اس حدیث کو چند طرق سے روایت کیا ہے جو سب ضعیف ہیں حتیٰ کہ ابن حزم نے یقین کیا ہے کہ یہ موضوع ہے اور بزار نے کہا کہ صحیح نہیں اور بیہقی نے کہا یہ حدیث مشہور المتن ہے مگر اسناد اس کے سب ضعیف ہیں ایک بھی ثابت نہیں ہے اور صواقع میں ناقلاً مسلم الثبوت مع شرح اس کی

سلہ حدیث اصحابی کالنجوم کی وضعیت کے لئے مفصل بحث استقصار الافہام جلد ۱ صفحہ ۴۷۷ لغایت ۵۰۹ میں ہے۔ ۱۲ مترجم

سلہ فی الدین الخالص للسید الصدیق جلد ۲ ص ۲۵ قلت حدیث النجوم ضعیف جداً ولم یصح عند اہل التحقیق یعنے حدیث اصحابی کالنجوم سخت ضعیف ہے اور محققین کے نزدیک صحیح نہیں ۱۲ مترجم۔

اللکنوی حدیث خذوا شطر دینکم عن الحمیراء ای عائشۃ واصحابی کالنجوم ضعیفان قال الذہبی ہو من الاحادیث الواہیۃ۔ الحاصل ان ہذا الحدیث قد اخرجہ بالفاظ متقاربۃ جمع من اصحاب کتب الحدیث بطرق کلہا ضعیفۃ وقد اختلف فی کونہ موضوعًا انتہی ملخصًا۔

وفی اعلام الموقعین لابن القیم حدیث اصحابی کالنجوم الخ قال ابن عبد البر باسنادہ عن محمد بن ایوب الصموت قال لنا البزار واما ما یروی عن النبیؐ اصحابی کالنجوم الخ فہذا الکلام لا یصح عن النبیؐ الخ واعلم انہ لا یستدل علی کمال الایمان بالفتوحات الملکیۃ مطلقًا۔ ولا یستدل بہا علی ان الفاتح مستحق للاقتداء بہ بحیث یہتدی بہ لانا نقول ان الفتوحات الملکیۃ مطلقا فلیست مما تدل علی کمال الایمان و رفع المدارج ولم یجعلہا النبیؐ جزءًا منہ بل قد یقع ان اللہ یوید ہذا الدین بالرجل الفاجر کما فی کنز العمال عن ابی ہریرۃ مرفوعًا ان اللہ لیوید ہذا الدین بالرجل الفاجر رواہ احمد فی مسندہ

مولانا ولی اللہ لکھنوی سے بیان کیا کہ حدیث نصف دین اپنے کو حمیرا یعنے عائشہؓ سے سیکھو اور حدیث اصحابی کالنجوم الخ دونوں ضعیف ہیں اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیث واہیات سے ہے حاصل یہ کہ یہ حدیث مختلف الفاظ متقارب المعنی سے ہے جس کو ایک جماعت نے اصحاب کتب حدیث سے روایت کیا ہے مگر ایسے طرق سے کہ سب ضعیف ہیں. بلکہ تحقیق اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ انتہے ملخصًا من تحفۃ الاخیار۔ اعلام الموقعین مؤلفہ ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ میں ہے حدیث اصحابی کالنجوم الخ ابن عبد البر نے اپنے اسناد سے محمد بن ایوب صموت سے روایت کی ہے کہ ہمیں بزار نے کہا روایت اصحابی کالنجوم الخ کلام نبیؐ سے صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اور جاننا چاہیے کہ کمال ایمان کا صرف ملکی فتوحات سے ثابت نہیں ہوتا۔

اور نہ اس سے اس پر دلیل پکڑی جا سکتی ہے کہ فاتح مقتدا ہونے کے قابل ہے اور اس سے ہدایت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں تحقیق محض فتوحات ملکیہ رفع مدارج اور کمال ایمان کی دلیل نہیں اور نہ اس کو نبیؐ نے جزو ایمان قرار دیا ہے۔ بلکہ کبھی اس دین کو ایک فاسق سے مدد مل سکتی ہے جیسا کہ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۸ میں ابی ہریرہؓ سے مرفوعًا مروی ہے تحقیق اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق آدمی سے تائید اور مدد پہنچا دیتا ہے۔ اس

لہ بعض حضرات کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ یا فلاں فلاں صحابیوں کے ذریعہ ملکی فتوحات ہوئی ہیں جن سے اسلام کی ترقی منصور ہوتی ہے اس واسطے خواہ وہ کچھ کر گئے ان پر زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے ان کی تشفی خاطر کے واسطے یہ بحث لکھ دی گئی ہے کہ کبھی دین کو اللہ تعالی بذریعہ فاسق و فاجر کے ترقی دیتا ہے از دیہ فاسق اپنے مالی اعمال کے ذریعہ

والنسائی. وفیہ ان اللہ تبارک و تعالیٰ
یوید الدین بالرجل الفاجر رواہ
الطبرانی عن عمر بن النعمان واللہ تبارک
وتعالیٰ یوید الدین باقوام لا خلاق لہم
رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ عن
انس واحمد والطبرانی عن ابی بکرۃ
وان اللہ تبارک وتعالےٰ لیوید الاسلام
برجال ہم من اھلہ رواہ الطبرانی عن ابن
وفی الاتقان عن ابی موسی الاشعری قال نزلت
سورۃ نحو براءۃ ثم رفعت وحفظ منہا
ان اللہ سیوید ھذا الدین باقوام
لا خلاق لہم وھکذا فی روضۃ
الاحباب وفی البخاری عن سہل بن
سعد الساعدی ان رسول اللہ ص التقی
ھو والمشرکون فاقتتلوا فلما مال
رسول اللہ الی عسکرھم و مال
الاخرون الی عسکرھم وفی اصحاب
رسول اللہ ص رجل لا یدع لہم شاذۃ
ولا فاذۃ الا اتبعہا یضربہا بسیفہ
فقالوا ما اجزاء منا الیوم احد کما اجزاء
فلان فقال رسول اللہ اما انہ من

کو احمد نے مسند میں روایت کیا اور عیسائی نے بھی روایت
اور اسی کے جلد ۵ صفحہ ۲۱۲ میں ہے تحقیق اللہ تبارک
وتعالےٰ ضرور دین کو فاسق آدمی سے بھی امداد فرما
دیتا ہے اس کو طبرانی نے عمر بن نعمان سے روایت
اور تحقیق اللہ تبارک وتعالےٰ تائید اس دین کی ایسی
قوموں سے بھی کر دیتا ہے جن کے افعال ناگفتہ بہ ہوتے
ہیں ۔ اس کو نسائی ابن حبان نے اپنے صحیح میں انس سے
اور احمد طبرانی نے ابی بکرہ سے روایت کیا اور تحقیق اللہ
تبارک وتعالےٰ ضرور اسلام کی امداد ایسے اشخاص
کے ذریعہ سے پہنچا دیتا ہے جو وہ اس کے لائق نہیں
ہوتے روایت کیا اس طبرانی نے ابن عمر سے ۔ اور
تفسیر اتقان جلد ۲ صـ۳۵ میں ابی موسےٰ اشعری
سے روایت ہے کہ ایک سورۃ مثل سورہ برات
کے اتری تھی پھر اٹھالی گئی مگر یہ آیت اس سے محفوظ
رہ گئی کہ اللہ تعالےٰ اس دین کی امداد ایسے لوگوں
کے ذریعہ کر دیتا ہے جن کے افعال اچھے نہیں ہوتے
اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۳۸ میں ہے
اور صحیح[۲] مع فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۳ صـ۸۶ میں
سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ تحقیق
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرکین سے جنگ
کرنے کا اتفاق ہوا جب قتال کرنے لگے اور ایک
دوسرے کی طرف لشکر والوں نے میلان تو اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص تھا جو
کسی اکیلے یا اکٹھے کو نہیں چھوڑتا تھا مگر اس کے پیچھے
جا کر تلوار سے اسے مار دیتا تھا صحابہ نے کہا آج
کے دن اتنا کافی کام ہمارے کسی نے نہیں کیا
جیسا کہ اس شخص نے کر دکھایا ہے تو رسول اللہ نے

(بقیہ حاشیہ) میں چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسلم ظالمین کے
عہد میں جو اسلامی فتوحات ہوئی ہیں وہ بھی بطور نمونہ کے
لکھ دی گئی ہیں ۱۲ مترجم ۔ [۱] دیکھو موسیٰ کی پرورش
فرعون کے گھر میں ہوئی جس سے گویا فرعون نے اسلام کی
تائید امداد کی ۱۲ مترجم [۲] بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ $\frac{۹۵}{۹۶}$
صـ $\frac{۱۱۲}{۱۱۳}$ وجلد ۳ صـ ۳۱ وجلد ۴ صـ ۹ و تحفہ اثنا عشریہ صـ ۲۱۶ میں بھی ہے
۱۲ مترجم

اهل النار فقال رجل من القوم انا صاحبه فخرج معه كلما وقف وقف معه واذا اسرع اسرع معه قال فجرح الرجل جرحًا شديدًا فاستعجل الموت فوضع نصل سيفه بالارض وذبابه بين ثدييه ثم تحامل على سيفه فقتل نفسه فخرج الرجل الى رسول الله فقال اشهد انك رسول الله قال وماذاك قال الرجل الذى ذكرت آنفًا انه من اهل النار فذكر قصته فقال رسول الله عند ذلك ان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة فيما يبدو للناس وهو من اهل النار وان الرجل ليعمل عمل اهل النار فيما يبدو للناس وهو من اهل الجنة وفيه ثم امر بلالا فنادى فى الناس انه لا يدخل الجنة الا نفس مسلم وان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر ومثله فى روضة الاحباب. وفى الخصائص للسيوطى. اخرج الشيخان فقال اما انه من اهل النار فاعظم القوم ذلك فقالوا اينا من اهل الجنة ان كان هذا من اهل النار. الحديث. واخرج البيهقى عن زيد بن خالد الجهنى ان رجلا من اصحاب رسول الله توفى يوم خيبر فقال صلوا على صاحبكم فتغيرت وجوه الناس لذالك فقال ان صاحبكم

فرمایا لیکن یہ شخص دوزخی ہے ایک شخص نے قوم میں سے کہا میں اسکے ساتھ رہونگا چنانچہ وہ اس کے ساتھ نکلا جب وہ کھڑا ہوتا تھا یا تیز چلتا تھا تو یہ اس کے ہمراہ رہتا کہتا ہے پس وہ شخص سخت زخمی ہو گیا اور موت کو جلدی حاصل کرنے کیلئے تلوار کی نوک کو اپنے سینہ میں اور دستہ کو زمین پر رکھ کر زور دیا اور خودکشی کر لی وہ ساتھی اس کا رسول اللہؐ کے پاس آیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے کہا جس شخص کا ابھی ابھی آپؐ نے ذکر فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اس کا یہ ماجرا ہے اور قصہ جیسا گذرا تھا اس نے ذکر کیا، تو اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ آدمی لوگوں کی نظروں میں بہشتیوں کا کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ درحقیقت دوزخی ہوتا ہے اور اسی طرح کبھی لوگوں کی نظر میں دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور حالانکہ وہ بہشتی ہوتا ہے۔ اور اسی بخاری کے ص۱۳ میں ہے کہ حضرتؐ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کر دے کہ کوئی شخص بغیر مسلم کامل کے بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور دین کو تو اللہ تعالیٰ گنہگار بدکار لوگوں کے ذریعہ بھی مدد پہنچا دیتا ہے اسی طرح یہی قصہ روضۃ الاحباب جلد۱ صفحہ ۵۳ ۴ میں بھی ہے۔ اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد۱ ص۲۵۵ میں ہے کہ بخاری و مسلم نے اس قصہ کو روایت کیا کہ رسولؐ نے فرمایا یہ دوزخی ہے تو لوگوں کو بڑی تعجب خیز بات معلوم ہوئی اور کہنے لگے کہ ایسی حالت ہے کہ یہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں سے بہشتی کون ہے؟! الخ اور بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے تحقیق ایک شخص اصحاب رسول اللہؐ میں سے خیبر کے دن

غلّ فی سبیل اللہ ففتشنا متاعہ فوجدنا خرزاً من خرز الیہود ولا تساوی درہمین. روی البخاری عن ابی ہریرۃ قال شہدنا مع رسول اللہ حنیناً فقال رسول اللہ لرجل ممن یدعی الاسلام ہذا من اہل النار الحدیث. انتہٰی۔ الا تری ان الفتوحات الملکیۃ قد وقعت من الخلفاء الاموئیہ والعباسیۃ بغیر عدد وما ہم لا یخفٰی ولنکتب منہا انموذجاً بعونہٖ سبحانہ فتحت فی خلافۃ عبد الملک بن مروان ہرقلہ و حصن سنان من ناحیۃ المصیصۃ و فتحت المصیصۃ واودیہ من المغرب وحصن تونق وحصن الاخزم. و فتحت فی خلافۃ الولید بن عبد الملک فتوحات عظیمۃ افتتح الہند[۱] والاندلس و بنی مسجد دمشق و فتحت بیکند و بخاری و سردانیۃ و مطمورۃ و قمیقم و بحیرۃ الفرسان وجرثومہ وطوانۃ وجزیرۃ منورقۃ ومیورقۃ ونسف و کش و شعرمان و مدائن وحصون من اذربیجان واقلیم الاندلس باسرہٖ ومدینۃ وادمایل وقترلون والدبیل

فوت ہوا اور رسولؐ نے فرمایا جاؤ اپنے یار پر نماز پڑھو اس پر لوگوں کے چہرے تبدیل ہو گئے رکہ حضرت خود کیوں نہیں پڑھتے. تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اس تمہارے یار نے خدا کی چیز سے خیانت کی ہے. ہم لوگوں نے اس کا اسباب دیکھا تو یہود کے مہرہ ہا سے ایک خیانت شدہ مہرہ دیکھا جو دو درہم کا بھی نہیں تھا. بخاری نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہا ہم رسول اللہ صلعم کے پاس جنگ حنین میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے ایک شخص مدعی اسلام کے لئے فرمایا کہ یہ دوزخیوں سے ہے آخر حدیث تک انتہٰی من الخصائص. کیا تو نہیں دیکھتا تحقیق فتوحات ملکیہ خلفاء بنی امیہ و عباسیہ سے بے انداز واقع ہوئی ہیں اور ان کا حال کسی سے مخفی نہیں اور ان فتوحات کا کچھ نمونہ بعونہٖ تعالےٰ ہم لکھ دیتے ہیں جیساکہ زمانہ عبد الملک بن مروان میں ہرقلہ اور قلعہ سنان مصیصہ کے نواحی سے اور مصیصہ اور وادی مغربی اور قلعہ تونق واخزم فتح ہوئے تھے. اور خلافت ولید بن عبد الملک میں بڑی فتوحات ہوئی ہیں جیسے ہند اور سندھ و اندلس کی فتح ہوئی اور اس نے مسجد دمشق کو بنا کیا اور بیکند و بخارا و سردانیہ و مطموزہ و قمیقم و بحیرہ غرسان و جرثومہ و طوانہ و جزیرہ منورقہ و میورقہ و نسف و کش

[۱] کذا فی حیوٰۃ الحیوان وزاد فی حیاۃ الحیوان جلد ا صلاے والسندھ ۱۲ مترجم۔ [۲] اور تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۵۲ میں ذکر فتوحات کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے. وکان الولید جباراً ظالماً واجہل مما کان یعنے ایک جاہل اور جابر ظالم آدمی تھا. اور مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۹۶ ۹۷ میں علاوہ بریں لکھا ہے کہ دمشق میں بڑی مسجد عالی شان اسی ولید نے تیار کرائی جو ابتک موجود ہے اور سنہری خط میں تحریر کرایا ربنا اللہ لا نعبد الا اللہ اور حجاج بن یوسف کا حال روشن ہے اور اس نے خانہ کعبہ تعمیر کرایا گیا ان

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

والکرخ وبرھمو باجنة والبیضاء وخوارزم وسمرقند والشغد وکابل وفرغانة و الشاش وسندرة والموقان ومدینة الباب وطوس وغیرھا وفتحت فی زمنه الفتوحات العظیمة کایام عمر ابن الخطابؓ (تاریخ الخلفاء بعینه) و فتح فی ایام سلیمان بن عبد الملک جرجان وحصن الحدید وسرداو شقا وطبرستان ومدینة السقالبة. وفی خلافة ھشام بن عبد الملک فتحت قیصریة الروم وخنجرة وحرسنة . . فتح قونیة مروان الحمار . وفی خلافة المنصور فتحت طبرستان وغیرہ. وفی خلافة الھارون الرشید فتحت مدینة دبسة وحصن الصفصاف وھرقلة وغیرھا. وفی خلافة المامون فتحت حصن قرۃ وماجد ودمشق وغیرھا وفتح المعتصم ثمانیة فتوح کلھا من تاریخ الخلفاء للسیوطی. لایقال علی ما ذکرنا من ذکر بعض الصحابة بسوء انه سب والسب منھی عنه لانه قال لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اخرجه البخاری فی صحیحه لانا نقول ان الحدیث لیس علی العموم بل ھو مقید بمن لیس اھله کما قال الحافظ فی الفتح و قد نقدم ان عمومه مخصوص واصح ما

وشعرمان ومدائن اور قلعے آذربیجان اور اندلس کی تمام ولایت اور مدینہ ارمابیل دفتربون و دبیل وکرخ وبرہم وبیضا وخوارزم وسمرقند وسغد وکابل وغرغانہ وشاش وسندرہ وموقان ومدینۃ الباب وطوس وغیرہ بہت فتوحات عظیمہ اس کے زمانہ میں مثل زمانہ عمرؓ بن الخطاب کے حاصل ہوئی ہیں تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۲. ۱۵۳. بعینہ. اور ایام سلیمان بن عبد الملک میں جرجان و قلعہ حدید وسرداو شقا وطبرستان ومدینۃ السقالبۃ فتح ہوئے. اور خلافت ہشام بن عبد الملک میں بادشاہی روم کی اور خنجرہ و حرسنہ کی فتح ہوئی. اور مروان الحمار نے قونیہ کو فتح کیا. اور خلافت منصور میں طبرستان وغیرہ فتح ہوا. اور ہارون رشید کے زمانہ میں شہر دلبسہ اور قلعہ صفصاف وہرقلہ وغیرہ فتح کیا گیا اور خلافت مامون رشید میں قلعہ قرہ وماجد ودمشق وغیرہ. اور معتصم خلیفہ کے زمانہ میں آٹھ ملک فتح ہوئے. یہ سب تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہر خلیفہ کے ذکر میں مذکور ہے (اور) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جو بعض صحابہ کے افعال ذمیمہ لکھے گئے ہیں یہ سب یعنی بحق صحابہ دشنام یا گالی ہے اور وہ ممنوع ہے لا تسبوا الخ کے یعنی مردوں کو گالی نہ نکالو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی پاداش کو پہنچ چکے ہیں. اس کو بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے. ہم پر اعتراض اس واسطے نہیں کیا جا سکتا کہ حدیث عموم پر باقی نہیں بلکہ مقید ہے اس سے کہ اس کے حق میں کچھ نہ کہا جائے جو

بقیہ حاشیہ) ان اعمال سے وہ بہشتی ہو گئے ہیں ہرگز نہیں ان سب امور میں ان کی سیاسی اغراض مخفی تھیں ۱۲ مترجم.

قیل فی ذلک ان اموات الکفار والفساق یجوز ذکر مساویہم للتحزیر منہم والتنفیر وقد اجمع العلماء علی جواز جرح المجروحین من الرواۃ احیاءً واموا تًا. وفی الشرح للقسطلانی ھکذا بعینہ قال العلامۃ وحید الزمان فی المشرب الوردی بقی کلام وھو ان الشکل الاول بدیہی الانتاج وقال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہما اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مھینا فاذا قلنا ان معاویۃ ویزید وعمرو ابن العاص وشمر وعمر بن سعد وسنان وخولی اذوا اللہ ورسولہ وکل من کان کذلک فھو ملعون ینتج انھم ملعونون وبھذا جوز بعض اصحابنا لعن یزید وامثالہ منہم امامنا احمد بن حنبلؒ والمخلص من ھذہ الاشکال یعرف مما قدمنا بانہم ملعونون من جھۃ انہم

جو اس کے مستحق نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۶ صـ۷ میں لکھا ہے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ تحقیق عموم اس کا مخصوص منہ البعض ہے اور بہت صحیح قول جو اس بارہ میں کہا گیا ہے یہ ہے کہ کفار یا فساق مردوں کے برے افعال کا ذکر جائز ہے تاکہ لوگ ان کی پیروی نہ کریں اور ڈر جائیں اور ان سے نفرت کریں جیسا کہ تحقیق علماء نے جواز جرح رواۃ مجروحین پر اجماع کیا ہے خواہ زندہ ہوں یا مردہ بہر وجہ جائز ہے کہ حال راویوں کا لکھا جائے کہ فلاں نیک اور سچا ہے اور فلاں برا اور جھوٹا ہے اسی طرح شرح بخاری قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۸ میں بعینہ موجود ہے[1] اور علامہ وحید الزمان نے المشرب الوردی صفحہ ۲۵۱ میں لکھا ہے باقی رہا یہ کلام جو شکل اولیٰ ظاہر نتیجہ دینے والی کی صورت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے عذاب خوار کرنے والا ان کے لئے تیار کیا ہے پس جب ہم

[1] (لاتسبوا الاموات جرح میت) تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۵ صـ۹۵ باب ثناء الناس علی المیت میں ہے نبیؐ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا۔ لوگوں نے کہا نیک آدمی تھا حضرتؐ نے فرمایا اس کے جنت واجب ہو گئی۔ پھر دوسرا جنازہ گذرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی حضرتؐ نے فرمایا اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ تو نبیؐ کے سامنے مردے کی برائی بیان ہوئی اور نبیؐ نے اس کا ذکر جائز سمجھا۔ اس کے حاشیہ ۱ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اور گو مردوں کو برا کہنا دوسری حدیث میں منع ہے مگر مراد وہی مردے ہیں جو مومن اور صالح ہوں. بخاری مع فتح الباری جلد ۳ صـ۳۶۲ طبع دہلی میں حدیث لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم الخ کی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں فیہ اشعار بان المراد بقولہ اصحابی اصحاب مخصوصون والا فالخطاب کان للصحابۃ الخ (بعدہ لکھا) وغفل من قال ان الخطاب بذلک لغیر الصحابۃ الخ یعنے خطاب جب انہی صحابہ کو ہے تو بعض خواص صحابہ کی سب سے نہی فرمائی۔ اور جو کہتا ہے کہ غیر صحابہ کو خطاب ہے کہ صحابہ کو گالی نہ دیں وہ حقیقت معنے سے غافل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے جو افعال بد کے مرتکب ہوئے۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اذوا الله ورسوله وغیر ملعونین من جهة الایمان ولا مشاحة فی ذلک اذ الاحکام تختلف باختلاف الحیثیات وبه یرتفع نزاع الفریقین انتهی۔

وقال الشیخ الدهلوی فی شرح المشکوٰة بذیل حدیث سباب المسلم فسوق وقتاله کفر مقصود اسلام کامل است چنانچہ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده بر آں دلالت دارد الخ وکذا فی الشرح القسطلانی قال النووی فی شرح المسلم فالجواب ان النهی عن سب الاموات هو فی غیر المنافق وسائر الکفار وفی غیر المتظاهر بفسق او بدعة فاما هؤلاء فلا یحرم ذکرهم بالشر للتحذیر من طریقتهم ومن الاقتداء باثارهم والتخلق باخلاقهم الخ قال السیوطی فی الجلالین فی قوله تعالیٰ لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم الایة فلا یؤاخذه بالجهر به بان یخبر عن ظلم ظالمه ویدعو علیه

کہیں کہ معاویہ اور یزید و عمرو بن عاص و شمر و عمرو بن سعد و سنان و خولی نے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کو رنج پہنچایا اور جو اس طرح کرے وہ ملعون ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سب ملعون ہیں اور اسی واسطے ہمارے بعض اصحاب حدیث نے لعنت یزید اور ہم جنس اس کے کو جائز رکھا ہے ان اہل حدیث سے ہمارے پیشوا احمد بن حنبل بھی ہیں اور اس اعتراض سے خلاصی اس طرح ہے جو ہمارے سابق مضمون سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سبب سے لعنتی ہیں کہ انہوں نے اللہ و رسول کو ایذا پہنچائی نہ باعتبار ایمان کے اور اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ اختلاف حیثیات سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں اور اسی معنے سے جھگڑا فریقین کا رفع ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۴۶ میں تحت حدیث مسلم کو گالی نکالنا فسق اور قتل اس کا کفر ہے کے لکھا ہے کہ مراد و مقصود اسلام سے اسلام کامل ہے جیسا کہ حدیث دوسری کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمین بچے رہیں اسی پر دلالت کرتی ہے اور اسی طرح شرح بخاری قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ میں ہے۔ نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۸ میں کہا ہے جواب یہ ہے۔ کہ تحقیق مردوں کی سب وشتم بغیر منافق و کافر اور ظاہر فاسق یا بدعتی کے باقی مومنین کے لئے منع ہے لیکن مذکورین اقسام کے لوگوں کی برائی بیان

(بقیہ حاشیہ) ان پر لعن و سب ممنوع نہیں۔ خصوصاً وہ صحابہ جو خواص صحابہ بلکہ اہل بیت نبی ص پر سب و لعن کرتے رہے۔ ۱۲ ؎ یعنے لعنت جائز ہے اس اعتبار سے کہ انہوں نے ایذا پہونچائی اور لعنت بوجہ ایمان کے جائز نہیں واقعی ایمان ایسا فعل نہیں کہ اس کے سبب سے لعن ہو مگر ایذا اللہ و رسول کی ضرور ایسا فعل ہے جس پر مطابق آیت کے لعنت کی جائے ۱۲۔ مترجم۔

دفع المغالطہ اما اللعن و التبری

فلیسا بمرادفین للسب کما زعم بعض المعاصرین لان السب فی اللغۃ دشنام دادن کما فی الصراح وغیاث اللغات وگالی وبرا کہنا کما فی لغات فیروزی واللعن بمعنے الطرد والابعاد فی الصراح لعن راندن و دور کردن از نیکی و رحمت و فی لغات فیروزی لعنت دوری رحمت سے پھٹکار و فی منتہی الادب فی لغات العرب لعنت راندگی لاعن دعائے بد کنندہ ملعون راندہ و دور کردہ از نیکی و رحمت والتبری بیزار شدن کما فی الصراح. و فی الغیاث و تبرا بوزن تمنا بمعنی بیزاری از لطائف. و فی لغات فیروزی. تبرا نفرت کرنا. بری ہونا بیزار ہونا و فی منتہی الادب براء بیزار یقال انا براء منہ تبرأ منہ بیزار شد ازاں. فظہر ان السب منہی عنہ کما قال اللہ جل شانہ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم. وقال النبی ص لا تکونوا سابین فالسب لا یستحسن ان ان یعتاد بہ.

کرنی یا ان کو برا کہنا حرام نہیں ہے اس واسطے کہ لوگ ان کے طریقہ و اعمال کی پیروی نہ کریں اور ان کی خصال ذمیمہ کے متصف ہونے سے بچیں الخ اور سیوطی نے جلالین میں تحت آیت لا یحب اللہ الجھر بالسوء الخ کے ہے یعنی خدا تعالےٰ کسی برائی ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے ناپسند نہیں کہ کسی کی برائی بیان کرے یا اس پر بددعا کرے یا اس کے ظلم کی خبر دے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ **ایک غلط فہمی کا دفعیہ** جاننا چاہیئے کہ لعن اور تبرا ہم معنی گالی کے نہیں ہے جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین نے زعم کیا ہے کیونکہ سب لغت میں برا کہنے اور گالی دینے کو کہتے ہیں جیسا کہ صراح و غیاث اللغات و لغات فیروزی میں ہے اور لعن بمعنی ہانکنے اور دور کرنے کے ہے۔ صراح میں لعن کے معنے ہانکنا بھلائی اور رحمت سے دور کرنا لکھا ہے اور لغات فیروزی میں لعنت کا دوری رحمت سے اور پھٹکار لکھا ہے اور منتہی الادب فی لغات العرب میں ہے لعنت ہانکنا لاعن بددعا کرنے والا۔ نیز اس میں ہے ملعون ہانکا ہوا بھلائی و رحمت سے۔ دور کیا ہوا اور تبرا کا معنے بیزار ہونا جیسا کہ صراح میں ہے۔ اور غیاث میں ہے۔ تبرا تمنا کے وزن پر بمعنی بے زار رہنے کے ہے لطائف سے یونہی منقول ہے اور

١ سب اور لعن میں فرق ہونے کے واسطے یہ کافی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں سب سے منع کی گئی ہے اس حد تک کہ مشرکین کو بھی نہ کرنی چاہیئے اور واقعی تہذیب کے خلاف ہے پھر قرآن پہ غور کریں تو بہت جگہ کفار و مشرکین پر لعنت وارد ہے جو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کا معمول ہے بلکہ اس کی تعلیم دی گئی ہے پس اس سے صاف ثابت ہے کہ کلام الہیٰ بد تہذیبی سے پاک اور منزہ ہے اور اس میں سب کی نہی وارد ہے اور لعن اس میں جا بجا وارد بلکہ اس کی تعلیم دی گئی ہے تو بالضرور سب اور لعن دو الگ فعل ہیں امید ہے کہ اہل تسنن جو شیعہ پر عام اعتراض سب صحابہ کا رکھتے ہیں اس سے عبرت حاصل

کریں گے ۱۲ مترجم

واما اللعن[۱] والتبری فیھما ثابتان جائزان علی المستحقین بالکتاب والسنۃ وعمل اکابر الامۃ ولیس لنا مجال فی تحلیل الاشیاء وتحریمھا لانہ تعالیٰ قال ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام۔ اما الکتاب[۲] فقولہ تعالیٰ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم الایۃ۔ وقد ذکر ان قاذف عائشۃ مسطح بن اثاثۃ البدری وغیرہ من الصحابۃ ونزلت ھذہ الایۃ فی شانھم واقام النبی ص علیھم الحد ایضا۔ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا۔

اور لغات فیروزی میں ہے تبرا نفرت کرنا۔ بری ہونا۔ بیزار ہونا اور منتہی الارب میں ہے بلار بیزار جیسا کہ جس جگہ کوئی کہے میں اس سے بیزار ہوں یا وہ اس سے بیزار ہوا اس کے موقع انا برار منہ تبرا منہ کہا جاتا ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ تحقیق گالی جس سے بفرمان خدا منع کیا گیا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو گالی نہ دو جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں کیونکہ شائد وہ لوگ اپنے جہل اور حد شکنی کے سبب سے اللہ تعالیٰ کو گالی نکالینگے اور نبیؐ نے فرمایا تم لوگ گالی کہنے والوں سے نہ ہو جاؤ پس سب یعنی گالی نکالنے کی عادت بنا لینی ناجائز ہے لیکن لعنت اور تبرا یہ دونوں کتاب و سنت و عمل اکابر امت سے مستحقین پر ثابت اور جائز ہیں اور ہمارے لئے کسی چیز کے از خود حلال یا حرام کرنے کی قوت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تمہاری زبان سے جھوٹا کلام نکلے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح مت کہو کیونکہ اس کا کوئی تمہیں حق حاصل نہیں۔ کتاب اللہ سے ثبوت لعن کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ لوگ جو مومنات منکوحات عفیفہ کو تہمت زنا کی لگا دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا الخ اور ذکر ہو چکا ہے کہ بی بی عائشہؓ پر تہمت لگانے والے مسطح بن اثاثہ وغیرہ صحابہ میں سے تھے جن کو نبیؐ کے حکم سے حد لگائی گئی اور یہ آیت بھی انہی کے قصہ میں اتری ہے۔ نیز آیت ومن یقتل الخ یعنی جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی جزا دوزخ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

[۱] کتاب التعریفات للسید الشریف الجرجانی مطبوعہ مصر ص۱۲۹ میں ہے لعن خدا سے ہو تو بندہ کو رحمت سے دور کرنا مراد ہوتا ہے اور غضب کرنا اور لعن انسان سے مراد بددعا ہے کہ فلاں پر خدا کا غضب ہوا انتہی جیسے مومن صالح کے لئے دعائے رحمت ہوتی ہے اسی طرح فاسق کے لئے بددعا یعنی رحمت سے دوری کی دعا ہوتی ہے ۱۲ مترجم

[۲] ایضاً قال تعالیٰ پ۲ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون وقال تعالیٰ پ کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وجاءهم البینٰت واللہ لا یهدی القوم الظالمین اولٰئك جزاءهم ان علیهم لعنة اللہ والملائكة والناس اجمعین۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ آیات ظاہرہ اور ہدایت کو بعد ظہور کے چھپا رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اور باقی لعنت کرنے والے سب لعنت کرتے ہیں۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح ہدایت کرتا ہے جو ایمان لا کر اور رسولؐ کو حق مان کر دلائل کو سمجھ کر پھر انکار کر بیٹھے ایسے ظالموں کو خدا ہدایت سے محروم رکھتا ہے اور ان کی جزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم۔ تفسیر کبیر میں فخر رازی جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ میں لکھتے ہیں کہ مسطح بدری اس لعن میں شامل ہے۔ دیکھو حاشیہ بدری جو چاہیں کریں فلک النجاۃ اور کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۴ بیان شان ملائکہ میں لکھا علیهم لعنة اللہ والملائكة لعن ملائکہ سے کیا مراد ہے وہ تو ہر وقت تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں لعنت کیسے کرتے ہوں گے پھر عبداللہ بن حارث کا کعب الاحبار سے سوال لکھا جو باسناد شعب الایمان ہے۔ کعب احبار نے جواب دیا تسبیح ملائکہ بمنزلہ ان کے سانس کے ہے جیسے ہمارا سانس آتا ہے۔ اور کلام کر سکتے ہیں ایسے ہی تسبیح ان کی باقی اعمال سے مانع نہیں پھر کہا کیا بعید ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو چند زبانیں عطا فرمائی ہوں بعض سے تسبیح کرتے ہوں اور بعض کے ساتھ خدا کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہوں۔ انتہی۔ معلوم ہوا کہ دشمن خدا پر لعنت کرنا فعل ملائکہ اور عبادت ہے۔ جیسے ملائکہ کافر و فاسق پہ لعنت کرتے ہیں ایسے ہی مومنین کے لئے طلب مغفرت و رحمت کرتے ہیں دیکھو آیت یستغفرون للذین امنوا سورہ مومن پ ۲۴ ع ۶، پ ۲۵ سورہ شوریٰ ابتدا۔ تفسیر جلالین و کبیر و ترجمان القرآن ملاحظہ ہو۔ معلوم ہوا جیسے انسان بعض پر صلوات اور ان کے لئے طلب رحمت کرتے ہیں اور بعض پر لعنت اور بددعا کرتے ہیں مثل عبادت ملائکہ ہر دو فعل عبادت میں داخل ہیں۔ اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۱۱ میں بذیل آیت فاذن مؤذن بینهم ان لعنة اللہ علی الظالمین لکھا ہے وقال القاضی المراد منه کل من کان ظالما سواء کان کافرا او کان فاسقا تمسکا بعموم اللفظ یعنی مراد ظالمین سے مطلق ظالم ہے خواہ کافر ہو خواہ فاسق کیونکہ یہ لفظ عام ہے کسی قید سے مقید مقید نہیں اس سے زیادہ صاف حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ دہلی میں بہ شرح حدیث صحیفہ علیؑ جس میں فمن اخفر مسلما فعلیه لعنة اللہ والملائكة ہے لکھا ہے فیه جواز لعن اهل الفسق عموما ولو كانوا مسلمین۔ یعنی فسق کے سبب بلا کسی قید کے لعنت جائز ہے مسلمان ہو یا کوئی دوسرا چنانچہ اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

وغضب اللہ علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما۔ قال السیوطی فی جلالین عن ابن عباس	اور اس پر خدا کا غضب ہوگا اور اس کو اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور بڑا عذاب اس کے تیار کر رکھا ہے۔

۱؎ اس سے ظالم بالقتل پر لعنت ثابت ہے کفر کی شرط بظاہر کوئی معلوم نہیں ۱۲ مترجم

انها على ظاهرها وانها ناسخة لغيرها
من آيات المغفرة. ايضاً آية اللعان
في المتلاعنين لعنة الله عليه ان كان
من الكاذبين[1]. ايضاً فهل عسيتم ان
توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا
ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله
فاصمهم واعمى ابصارهم. ايضاً
ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله
في الدنيا والآخرة واعد لهم عذاباً
مهيناً. ايضاً يوم لا ينفع الظالمين
معذرتهم ولهم اللعنة ولهم سوء
الدار. ايضاً لعنة الله على الظالمين
وقد قال عز اسمه ان الشرك لظلم
عظيم. فقد ثبت ان الظلم له قسمان
شرك وغير شرك فمطلقه ايضاً
يستحق اللعن كسائر اصناف المعاصي
المستلزمة للظلم على النفس كما مر
وسياتي. واما السنة فقد اخرج
احمد وابو داؤد والنسائي والترمذي
وحسنه مرفوعاً لعن الله زائرات القبور
والمتخذين عليها المساجد والسرج كذا
في الروضة الندية. وفي الترمذي
عن ابي هريرة ان رسول الله صلعم لعن
زوارات القبور عن انس بن مالك
قال لعن رسول الله صلعم في الخمر عشرة

سیوطی نے جلالین میں ابن عباس سے روایت کی
ہے کہ تحقیق یہ آیت اپنے ظاہر معنے پر ہے اور یہ
باقی آیات مغفرت کے لئے ناسخ ہے. نیز آیت
متلاعنین میں یہ حکم آیا ہے اگر اس نے جھوٹ کہا
ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو. نیز حق تعالیٰ فرماتا
ہے اگر تم حق سے روگردانی کرکے زمین میں فساد
پھیلاوگے اور قطع رحمی کروگے تو عنقریب تم
جیسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے یعنی
اپنی رحمت سے دور کیا اور حق سننے سے بہرا اور
حق دیکھنے سے اندھا بنا رکھا ہے. (یعنے ایسی حالت
پر چھوڑ دیا ہے کہ گویا بہرے اور اندھے ہیں کہ راہ
نہیں پاتے) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے. تحقیق وہ
لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو رنج دیتے
اور ایذا پہنچاتے اور ناراض کرتے ہیں ان کو اللہ
تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان
کے لئے عذاب خوار کرنے والا تیار کر رکھا ہے.
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن ظالموں
کو عذر کرنا سود مند نہ ہوگا. اور ان کے لئے لعنت
ہے اور ان کی رہائش کی جگہ بہت بری ہوگی.
نیز فرمایا ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے. اور فرمایا
پروردگار عالم نے تحقیق شرک بڑا ظلم ہے. پس
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظلم کی دو قسمیں ہیں.
شرک اور غیر شرک اور لعنت مطلق ظلم کے لئے
آئی ہے جیسا کہ اقسام گناہوں پر جو اپنے نفس
پر ظلم کے موجب ہیں لعن وارد ہے جس طرح
کہ بیان ہوچکا ہے اور آئے گا.

[1] لعن شخص پر اور سوائے کفر و نفاق کے صرف ایک جرم بہتان وکذب کے باعث لعنت کرنے پر آیت لعان دلیل کافی و برہان وافی ہے ۱۲ مترجم.

عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبایعھا واٰکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتراۃ لہ رواہ الترمذی وقد روی نحو ھذا عن ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن عمرؓ عن النبیؐ عن جابر قال لعن رسول اللہ صلعم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم مشکوٰۃ۔

عن ابی ھریرۃ قال لعن رسول اللہ صلعم الراشی والمرتشی فی الحکم رواہ الترمذی عن عمر عن النبی صلعم قال المحتکر ملعون رواہ ابن ماجۃ والدارمی۔ مشکوٰۃ۔ عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن عشرۃ اٰکل الربوٰ وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ والواشمۃ والمتوشمۃ للحسن ومانع الصدقۃ والمحلل والمحلل لہ رواہ ابن حبان واحمد والنسائی وابو یعلی والدارقطنی وابن جریر کذا فی کنز العمال۔ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً اتقوا اللاعنین قالوا وما اللاعنان یارسول اللہ ص قال الذی یتخلی فی طریق الناس او فی ظلھم رواہ مسلم مشکوٰۃ عن علی قال ان رسول اللہ ص لعن المحلل والمحلل لہ رواہ الترمذی۔ عن ابی بکر الصدیقؓ مرفوعا ملعون من ضار مومنا او مکر بہ۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ

سنت سے ثبوت یہ ہے۔ کہ احمد و ابوداؤد ونسائی وترمذی نے باسناد حسن مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت پر جانے والی عورتوں کو اور قبروں پر مساجد بنانے اور ان پر دیا سے روشنی کا مستقل انتظام رکھنے والے مردوں پر لعنت کرتا ہے۔ اسی طرح روضہ ندیہ مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۱۱۹ میں ہے اور ترمذی جلد ا ص۱۲۵ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ ص نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو زیارت قبروں کے لئے جاتی ہیں۔ اور انس بن مالک سے ترمذی جلد ا ص۱۵۵ میں روایت ہے رسول اللہ صلعم نے شراب کے بارہ میں دس اشخاص کو لعنت فرمائی نچوڑنے والیکو اور نچوڑنے میں مدد دینے والیکو اور پینے والے کو اور اٹھانے والے کو اور جس کے لئے لے گیا ہے اس کو اور پلانے والے کو اور بیچنے والے کو اور اس کی قیمت کھانے والے کو اور خریدنے والے کو اور جس کے لئے خرید کی گئی ہے۔ اس کو ترمذی نے بصفحہ مذکورہ روایت کر کے کہا کہ مثل اس کی ابن عباس وابن مسعود و ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے اور جابر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلعم نے سود کھانے والے کو اور کھلانے والے کو اور لکھنے والے پر اور اس کے ہر دو گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں اس کو مسلم نے روایت کیا دیکھو مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۴۶ اور ابی ہریرہ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلعم نے کسی فیصلہ میں رشوت دینے اور لینے والے کو لعنت فرمائی اس کو ترمذی نے جلد ا

عن ابی هریرۃ مرفوعًا اذا دعی الرجل امرأته الی فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملائکۃ حتی تصبح متفق علیه مشکوٰۃ۔ عن واثلۃ بن الاسقع قالت سمعت رسول صلعم یقول من باع عیبًا لم یتبه لم یزل فی مقت الله اولم تزل الملائکۃ تلعنه رواه ابن ماجه مشکوٰۃ۔ فی تاریخ الخلفا قال صلی الله علیه وآله وسلم من اخاف اهل المدینۃ اخافه الله وعلیه لعنۃ الله والملئکۃ والناس اجمعین، رواه مسلم[له] وفی تاریخ الخلفاء قالت عائشۃ ولکن رسول الله صلعم لعن ابا مروان ومروان فی صلبه فمروان نفیض من لعنۃ الله انتهی۔

وفی تطهیر الجنان واللسان لابن حجر المکی علی الصواعق وجاء بسنۃ رجالہ رجال الصحیح الا واحد فیختلف فیه لکن قواه الذهبی بقوله احد الاثبات وما علمت فیه جرحا اصلا۔

صفحہ ۱۵۹ میں روایت کیا۔ اور عمر سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنس غلہ وغیرہ کو بند رکھنے والا اور باوجود ضرورت نہ بیچنے والا ملعون ہے اسکو ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ جناب علی سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ نے دس شخصوں کو لعنت فرمائی بیاج کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کے دو گواہان و کاتب کو اور خوبصورتی بڑھانے کے لیے خال کے نشان لگانے اور لگوانے والی عورت کو اور مانع زکوٰۃ کو اور حلالہ نکالنے والے اور نکلوانے والے[له] اس حدیث کو ابن حبان اور احمد و نسائی و ابو یعلے و دارقطنی و ابن جریر نے روایت کیا چنانچہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ میں ہے۔ اور ابو ہریرہ سے مرفوعًا مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو فعل باعث لعنت سے بچتے رہو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دو کام کیسے ہیں ایک وہ جو لوگوں کے راستے میں پاخانہ پھرے یعنی قضائے حاجت کرے دوسرا وہ جو لوگوں کے سائے میں قضا حاجت کرے اسکو مسلم نے روایت کیا کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴ نیز علی سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حلالہ نکالنے والے کو اور جس کے لیے حلالہ نکالا گیا ہو لعنت کی ہے اس کو ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۱۳۴ میں روایت کیا ہے اور ابی بکر صدیق سے مرفوعًا مروی ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو مومن کو ضرر دے یا اس کے ساتھ مکر کرے روایت کیا اسکو ترمذی نے اسی طرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰ طبع بمبئی میں ہے اور ابی ہریرہ سے مرفوعًا مروی ہے جس وقت کوئی آدمی اپنی عورت کو اپنے بستر کیطرف بلائے اور وہ انکار

[له] نسائی وابن حبان کی اسناد سے یہ حدیث مرفوعًا فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ جزء ۷ مطبوعہ دہلی میں بھی ہے اور بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۱۰ میں یہ حدیث موجود ہے۔ نیز دوسری حدیث ہے جس میں فرمایا جو مسلمان عہد شکنی کرے یا اس کی بے عزتی کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے ۱۲۰ منہ ترجم۔

اور خاوند اس کا ناراضگی میں رات بسر کرے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے صبح تک اس عورت کو لعنت کرتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲ واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے جس نے عیب دار چیز بیچ کر عیب ظاہر نہ کیا ہو وہ خدا کے غضب میں رہتا ہے یا اس پر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۱۔ اور تاریخ الخلفا صفحہ ۲۰۱ میں ہے فرمایا نبیؐ نے جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس کو اللہ ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۸ میں ہے عائشہؓ نے کہا رسول اللہؐ نے مروان کے باپ کو لعنت کی اور مروان اس کی پشت میں تھا تو مروان اللہ تعالیٰ کی لعنت سے حصہ لیتا رہا ہے۔ انتہی۔ اور تطہیر الجنان واللسان مولفہ ابن حجر مکی مطبوعہ بر حاشیہ صواعق صفحہ ۱۲۰ میں ہے کہ یہ ایسی سند سے مروی ہے جس کے رجال رجال صحیح کے ہیں سوائے ایک جو مختلف فیہ ہے لیکن ذہبی نے اس کی تقویت کی ہے اس قول سے کہ وہ ایک معتبرین سے ہے اور قطعاً میں اس میں کوئی جرح نہیں سمجھتا روایت یہ ہے۔ کہ عمرو بن

ان عمرو (ابن العاص) صعد المنبر فوقع فی علی ثم فعل مثله المغیرة بن شعبة فقیل للحسن (ابن علی) اصعد المنبر لترد علیهما، فامتنع الا ان یعطوه عهدا انهم یصدقوه ان قال حقا ویکذبوه ان قال باطلا، فاعطوه ذلک فصعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انشدک الله یا عمرو ویا مغیرة اتعلمان ان رسول الله صلعم لعن السائق والقائد (همّا ابوسفیان و معاویة) احدهما فلان قالا بلی ثم قال انشدک بالله یا معاویة ویا مغیرة الم تعلما ان النبی صلعم لعن عمرا بکل قافیة قالها لعنة قالا اللهم بلی ثم قال انشدک بالله یا عمرو ویا معاویة اتعلمان ان النبیؐ لعن قوم هذا قالا بلی قال الحسن فانی احمد الله

عاص منبر پر چڑھا اور وہ علی علیہ السلام کے حق میں بدگوئی کرنے لگا اور عیب بیان کرنے لگا پھر اس کی مثل مغیرہ بن شعبہ نے کیا تو امام حسن کو عرض کی گئی کہ آپ منبر پر جا کر اس کا جواب ان دونوں کو دیجئے امامؑ نے قبول نہ فرمایا ہاں اس شرط پر منظور فرمایا کہ امام کے ساتھ عہد کریں کہ وہ سچ بیان فرمائیں تو سب اس کی تصدیق کریں اور اگر جھوٹ (نعوذ باللہ) کہیں تو انکو (نعوذ باللہ) جھٹلائیں۔ پس حاضرین نے وعدہ دیا اور امام حسنؑ منبر پر چڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کر کے پھر فرمایا میں قسم کے طور پر اللہ تعالیٰ یاد دلا کر تم سے پوچھتا ہوں اے عمرو و مغیرہ تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے سائق (پیچھے سے ہانکنے والا) اور قائد (آگے کھینچنے والا) کو (یعنی ابوسفیان و معاویہ کو) لعنت فرمائی۔ ایک ان میں سے فلاں ہے کہا دونوں نے ہاں معلوم ہے پھر فرمایا قسم دے کر پوچھتا ہوں تم سے اے معاویہ اور مغیرہ کیا تم نہیں جانتے تحقیق

الذی جعلکم فیمن تبرا من هذا ای علیؑ مع
انه لم یسبه قط و انما کان یذکرہ بغایة
الجلالة و العظمة ۔ انتھیٰ۔
عن عائشةؓ مرفوعًا ستة لعنتهم و
لعنهم الله (الی ان قال) والتارک
لسنتی رواہ البیهقی فی المدخل و رزین
فی کتابه مشکوٰة۔

و اما عمل اکابر الامة فقد
روی الحاکم فی المستدرک باسنادہ عن
مسروق قالت عائشة (بعد قتل اخیها
محمدٍ) لعن الله عمرو بن العاص فانه
زعم لی انه قتله بمصر کذا فی استقصاء
الافهام منهج ثانی۔ وقد ثبت ان علیا
علیه السلام قد کان اذا صلی الغداة یقنت
فیقول اللهم العن معاویة و عمرو
الخ نقله ابن الاثیر وغیرہ و سیاتی
فی القنوت۔ وقد مر ذکر لعن معاویة
و انصارہ (لعنهم الله) علیؑ و اصحابه
علیهم السلام۔ وقد لعنت ام المؤمنین
عائشةؓ معاویة بعد قتل اخاها محمدًا
و فی روضة الاحباب باجمال بعض ازین
امور مذکورہ حال و باعث شد مر عائشہ را
کہ در شان عثمانؓ گفت لعن الله نعثلا و
قتل نعثلا۔ الخ و اخرج ابن جریر
عن ابن عباس انه قال لعن الله
فلانا (معاویة) انه کان ینهی عن
التلبیة فی هذا الیوم۔ یعنی یوم عرفة

نبیؐ نے عمرو کو ہر طرز سے لعنت کی ہے دونوں نے
کہا خدا حاضر ہے بے شک معلوم ہے پھر فرمایا
قسم دے کر پوچھتا ہوں اے عمرو و معاویہ
کیا تم دونوں جانتے ہو کہ تحقیق نبیؐ اس شخص
کی ساری قوم کو لعنت فرمائی ہے دونوں نے کہا
ہاں۔ امام حسنؑ نے فرمایا پس میں حمد کہتا ہوں
اس اللہ تعالیٰ کی جس نے تم لوگوں کو ان میں سے
بنایا ہے جو علی علیہ السلام سے بیزاری رکھتے ہیں
باوجود اس امر کے کہ نبیؐ نے کبھی علیؑ کو ہرگز سبّ
نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ اس کا ذکر بہت تعظیم اور بزرگی
کے ساتھ فرماتے تھے انتہی۔ بی بی عائشہؓ سے
مرفوعًا روایت ہے چھ شخص ہیں جن کو میں بھی لعنت
کرتیؓ ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے (شمار
کر کے فرمایا ایک ان سے) والتارک لسنتی یعنی
میری سنت کو چھوڑنے والا ہے (یعنی طریقہ نبویؐ
جو اہل بیت کے ذریعہ صحیحہ سے پہنچے اس کو ترک
کرنیوالا) اس کو بیہقی نے مدخل میں روایت کیا اور
رزین نے اپنی کتاب میں۔ کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱
ص۴۲ طبع بمبئی۔ **لیکن بزرگان امت کے عمل
سے ثبوت یہ ہے۔** تحقیق حاکم نے مستدرک
میں اپنے اسناد سے بروایت مسروق لکھا ہے
کہ عائشہؓ نے بعد قتل اس کے بھائی محمد کے کہا
اللہ تعالیٰ عمرو بن عاص کو لعنت کرے کیونکہ میرا ظن
ہے کہ اس نے محمد کو مصر میں قتل کر دیا ہے اسی طرح ہے
استقصاء الافہام منہج ثانی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ میں۔ اور
تحقیق ثابت ہوا ہے کہ علیؑ نماز فجر میں قنوت پڑھتے
فرماتے تھے یا اللہ لعنت کر معاویہ کو اس کو ابن اثیر

ن علیا کان یلیے فیہ. وکذا فی کنز العمال وکذا فی سنن البیھقی ونقل ابن الاثیر قال لما عزل معاویہ سمرۃ عن ولایۃ البصرۃ قال سمرۃ لعن اللہ معاویہ واللہ لو اطعت اللہ کما اطعتہ ما عذبنی ابداً۔ نصائح۔ وقد لعن عمر ابن الخطاب خالد بن الولید حین قتل مالک بن نویرۃ. نصائح کافیہ وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر نقل ان اباحنیفۃ سئل عن الکلام فی الاعراض والاجسام فقال لعن اللہ عمرو بن عبید ھو فتح علی الناس الکلام انتھی۔

وغیرہ نے نقل کیا ہے جو بیان قنوت میں آئے گا اور حال معاویہ میں ثبوت اس کا گذر چکا ہے)

اور تحقیق معاویہ اور اس کے انصار کا بیان لعنت مذکور ہو چکا ہے (اللہ تعالیٰ ان کو لعنت کرے) کہ حضرت علی و اصحاب علیؑ کو لعنت کرتے تھے اور تحقیق ام المومنین عائشہؓ معاویہ کو لعنت کرتی تھیں جبکہ اس نے محمد بن ابی بکرؓ کو قتل کرایا تھا۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض ان امور مذکورہ کے بی بی عائشہؓ کے لئے اس کا باعث ہوئے کہ شان عثمانؓ میں اس نے کہا اللہ تعالیٰ لعنت کرے (نعثل دراز ریش یعنے) لمبی ڈاڑھی والے کو اور خدا قتل کرے نعثل کو[1] الخ اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ تحقیق اس نے کہا کہ اللہ فلاں کو لعنت کرے (یعنے معاویہ کو) کہ وہ عرفہ کے دن لبیک لبیک کہنے سے اس سبب سے منع کرتا ہے کہ اس دن میں علی علیہ السلام لبیک کہتے تھے اسی طرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰ اور سنن بیہقی میں ہے اور ابن اثیر نے کہا جب معاویہ نے سمرہ کو ولایت مصر سے معزول کیا۔ سمرہ نے کہا معاویہ پہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے قسم ہے اللہ کی اگر میں معاویہ جیسی اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرتا تو کبھی مجھے عذاب نہ کرتا۔ کذا فی النصائح صفحہ ۸۔۹۔ اور تحقیق عمر ابن الخطاب نے خالد بن ولید کو جب اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا لعنت کی ہے کذا فی النصائح الکافیہ صفحہ ۱۱۔ اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے منقول ہے کہ ابو حنیفہؒ سے اعراض و اجسام میں کلام کرنے کا سوال کیا گیا

[1] شرح نہج البلاغۃ علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں ہے اول من سمی عثمان نعثلا عائشۃ (پہلے عائشہؓ نے عثمان کا نام نعثل رکھا. وکانت تقول اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً اور پہلے ہم اس کتاب کے صفحہ ۱۳۳ میں محمد بن ابی بکرؓ کا خط نقل کر چکے ہیں جس میں اس نے معاویہ کو لعین بن لعین لکھا ہے وہاں دیکھو اور علاوہ بریں دیکھو صفحہ ۱۵ ۱۲ مترجم

[2] (اکابر امت کا آپس میں سب و لعن کرنا) ہمارے مذہب میں نہ گالی دینے کا حکم ہے اور نہ کوئی گالی دینا عبادت ہے مگر کسی صحیح واقعہ کو کسی بزرگ سنی کی نسبت کوئی شیعہ بیان کرے تو یہی ہمارے سنی بھائی اس کو گالی دینے سے تعبیر کرتے ہیں اور مذہب شیعہ کو گالی دینے والا مذہب کہہ کر بدنام کرتے ہیں اس واسطے ہم سنی مذہب کی تعلیم سے ان کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں [3] بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر جلد ۳ صفحہ ۱۰ میں ہے فاستب علی و عباس باقی حاشیہ اگلے صفحہ

نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں دیہ سنیوں کا خیال ہے اگر ان کے نزدیک جواز سب تو ثابت ہوا) صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ا صفحہ ۱۸۳ باب خروج النساء الی المسجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ و مترجم جلد ۲ صفحہ ۵۷۳ میں فاقبل علیہ عبد اللہ بن عمر فسبہ سیئًا ما سمعتہ سبہ مثلہ قط۔ یعنی ابن عمرؓ نے بلال ابن عبد اللہ کو بڑی قبیح گالیاں دیں کہ میں نے ایسی گالیاں دیتے ہوئے اس کو کبھی نہیں سنا تھا۔ معاویہ و مغیرہ جو بیعت شجرہ میں بھی داخل تھا جناب امیر المومنین علی کو گالیاں دیتے تھے۔ دیکھو فلک النجات جلد ا حال معاویہ مع معاونین ۱۰ اصابہ مع استیعاب جلد ۳ صفحہ ۵۹۸ میں ہے والصواب ما قال الزبیر بن بکار ان ھبار اما اسلم وقدم المدینۃ جعلوا یسبونہ فذکر ذلک لرسول اللہ ص فقال سب من سبک فانتھوا عنہ واخرج ابن شاہین نحوہ۔ یعنی زبیر بن بکار سے روایت ہے جب ہبار اصحابی اسلام لا کر ہجرت کر کے مدینہ آئے لوگ ان کو گالیاں دیتے تھے اس نے رسول ص کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا حضرت صلعم نے فرمایا جو تم کو گالی دے تم بھی اس کو گالی دیا کرو۔ اس کے بعد لوگ گالی دینے سے بند ہو گئے۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۱ میں اسی طرح ہے (نبیؐ نے خود گالی دی ایک مختصر چشمہ پانی کو دو کس نے ہاتھ لگایا دونوں کو نبی ص نے گالیاں دیں۔ دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۶) اسی طرح باب المرخص من السب کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں چند اسانید سے اور صفحہ ۱۷۴ باب مرخص السب میں ہے رخصت گالیاں کا خاص باب رکھا گیا ہے۔ اور مقدمہ ابن خلدون طبع مصر صفحہ ۲۶۷ باسناد طبرانی عن علی عن النبی ص نبی نے فرمایا فلا تسبوا اھل الشام ولکن سبوا اشرارھم الحدیث یعنی کل اہل شام کو گالیاں نہ دو بلکہ جو ان میں سے برے اور شریر ہیں ان کو گالیاں دو۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴ میں ہے فقال لہ ابو بکرؓ امصص بظر اللات الخ حاشیہ امر است از مص بمعنے مکیدن و بظر بفتح موعدہ پارہ از گوشت فرج۔ یعنے ابو بکرؓ صاحب نے کہا تو لات دیبتا کے فرج کو چوس۔ اور بخاری باب السمر من الضیف پارہ ۳ صفحہ ۳۳۲ و پارہ ۱۴ باب علامات النبوۃ و مع فتح الباری جزء ۱۴ صفحہ ۳۳۳ میں و طبع مصر جلد ا صفحہ ۱۶۴/۱۷۱ میں بلفظ غنثر وسب وحیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ میں ہے۔ ابو بکرؓ صاحب نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو غنثر وغیرہ کہا۔ فتح الباری میں غنثر کا معنی جاہل کمینہ لکھی لکھا ہے اور انوار اللغت مولفہ وحید الزمان سنی پ ۱۹ صفحہ ۷۷ میں اور پ ۵ صفحہ ۱۹ میں اس لفظ کو عرب کی گالی لکھی ہے۔ اور بخاری کا لفظ وسب اس کا موضح ہے۔ کہ گالیاں دیں۔ حیوٰۃ الحیوان میں غنثر لکھا ہے۔ تسہیل القاری شرح بخاری پارہ ۳ صفحہ ۲۲۸ میں یہ روایت ہے۔ اور صفحہ ۲۳۰ میں یہ اس کا ترجمہ لکھا ہے اے پاجی تیرے ناک کان کاٹے جائیں اور برا کہا الخ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷ میں ہے۔ استب عقیل بن ابی طالب وابو بکرؓ قال وکان ابو بکر سبابًا یعنی عقیل اور ابو بکرؓ نے آپس میں گالیاں دیں اور ابو بکرؓ گالی دینے کے بڑے ماہر تھے۔ بعض خوش اعتقادوں نے لفظ سبابا پر نسخہ نسابا لکھا ہے۔ یعنی ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نسب دان تھے مگر اس کو ابتدا کلام رد کرتا ہے کیونکہ یہاں ذکر گالیاں دینے کا ہے۔ نہ نسب کی پڑتال کا پڑھیے۔ استب الخ جس کا فاعل بالعطف ابو بکرؓ ہے اور عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳۶۹ حدیث الافک مسائل مستنبط حدیث میں علامہ

ھ حدیث بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۵ میں ہے اور اس کے جلد ۴ صفحہ ۱۲ میں ہے معاذ بن جبل صحابی نے دوسرے صحابی کو جس نے نماز کو مختصر پڑھا تھا

عینی لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی متعصب کو گالی دینا جائز ہے جیسا کہ اُسید صحابی نے سعد بن عبادہ انصاری بدری کو منافق کہا۔ اس معنے سے کہ منافقوں کا کام کرتا ہے۔ اور منافق کہنے والا بھی انصاری تھا۔ اور اسی طرح فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۷۳ پ ۱۹ میں ہے اور اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ میں ہے صحیح بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ میں ہے۔ جاء عمر یوم الخندق فجعل یسب کفار قریش (عمر آئے اور کفار قریش کو گالیاں دینی شروع کیں۔) اسی بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ میں ہے حضرت عمرؓ نے سعد بن عبادہ صحابی انصاری کو کہا قتلہ اللہ (بمنزلہ لعنہ اللہ) اسی طرح نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ میں ہے اور زیادہ کیا اقتلوا سعداً قتلہ اللہ اس کو قتل کرو (فتوئی قتل ناحق بھی یاد رکھیے) اور اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ میں ہے اس میں زیادہ ہے کہ عمر نے سعد کے حق میں یہ بھی کہا انہ منافق (یہ منافق ہے) گالی کا انداز سمجھئے اور سعد انصاری کا درجہ (بحوالہ طبری) بحوالہ سہیل یمن جلد ۲ نمبر ۹ اور امامۃ والسیاست جلد ۱ صفحہ ۱۲ میں ہے حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف مہاجر و عشرہ مبشرہ کے فرد کو کہا انک فرعون ھذہ الامۃ کہ تو اس امت کا فرعون ہے۔ فرعون جیسے کافر سے تشبیہ ملاحظہ ہو۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۴ قصہ حاطب بن بلتعہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے حاطب کے حق میں منافق کا لفظ اطلاق فرمایا اور حاطب بدری تھا۔ اور تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۳۰۲ طبع مصر میں ہے۔ المحادی عشر نقلوا انہ قال لعبد الرحمن بن عوف انہ منافق وذلک ان الصحابۃ لما نقموا علی عثمان ما احدثہ وعاتبوا عبد الرحمن فی تولیتہ ایاہ فی اختیارہ فندم علی ذلک فقال انی لا اعلم ما یکون وان الامر الیکم فبلغ قولہ عثمان فقال ان عبد الرحمن منافق وانہ لا یبالی ما قال فحلف ابن عوف لا یکلمہ ما عاش ومات علی ھجرتہ وقالوا فان کان ابن عوف منافقاً کما قال فما صحت بیعتہ ولا اختیارہ لہ وان لم یکن منافقاً فقد فسق بھذا القول وخرج عن اھلیتہ الامامۃ انتہیٰ (رجشم دید کتب خانہ مدینہ منورہ) یعنے عثمانؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اس وقت منافق کہا جبکہ لوگوں نے عبدالرحمٰن کو عثمان کے احداث بدعات میں ملامت کی کہ ایسے کو کیوں امیر بنایا عبدالرحمٰن نے کہا اس طرح مجھے معلوم نہ تھا۔ اب جو چاہو کرو۔ یہ سنکر عثمانؓ نے کہا عبدالرحمٰن منافق ہے۔ مونہہ آئی بات کہہ دیتا ہے۔ اس پر عبدالرحمٰن نے قسم اٹھالی کہ عثمان سے مرتے دم تک کلام نہ کرونگا اور اس ترک موالات اور مہاجرت مرتے دم تک قائم رکھی۔ لوگوں نے کہا اگر عبدالرحمٰن منافق ہے۔ مونہہ آئی بات کہہ دیتا ہے۔ اس پر عبدالرحمٰن نے قسم اٹھائی کہ عثمانؓ سے مرتے دم تک کلام نہ کروں گا اور اور اس سے ترک موالات اور مہاجرت مرتے دم تک قائم رکھی۔ لوگوں نے کہا اگر عبدالرحمٰن منافق ہے جیسے عثمانؓ کہتے ہیں تو اس کا عثمان کو منتخب کرنا اور امیر بنانا صحیح نہیں اور منافق نہیں تو عثمان اس گالی دینے سے فاسق ہو کر امارت کے قابل نہیں رہا۔ اور نور الابصار طبع مصر صفحہ ۶۶ میں ہے شتم (علی) محمد بن طلحۃ یعنی محمد بن طلحہ کو علیؑ نے گالی دی بخاری مطبوعہ

(بقیہ) تھا منافق کہا ۱۲ مترجم ص ۵۲ سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۸۶ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۸ میں بھی عثمان کا عبدالرحمٰن بن عوف کو منافق کہنا مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

مصر جلد ۲ صفحہ ۵۶ باب من اھدی الی صاحبہ و تحری بعض نسائہ میں ہے رسولؐ کی ازواج دو پارٹیوں میں تھیں ایک پارٹی بی بی عائشہؓ و حفصہؓ والی دوسری ام سلمہ والی تو حضرت زینبؓ بنت جحش نبیؐ کی خدمت میں گئیں بی بی عائشہؓ کے بارہ میں عدل کا عرض کیا اور بی بی عائشہؓ کو گالیاں دیں عائشہؓ نے سنکر ان سے سخت الفاظ میں زیادہ گالیاں سنائیں اور چپ کرا دی۔ نبیؐ نے فرمایا کیوں نہ ہو ابوبکرؓ صاحب کی بیٹی ہے (جو بڑے گالی دینے والے ہیں) ازالہ اوہام طبع کاشی رام پریس لاہور ۱۳۰۸ھ حصہ اول صفحہ ۹۰ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر رکھا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں جیسے کہ فرماتا ہے فلا تطع المکذبین ولا تطع کل حلاف الخ ترجمہ مرزا سے اصل ترجمہ میں ہے ان سب باتوں کے بعد ولد الزنا بھی ہے۔ عنقریب ہم اس کی ناک پر جو سور کی طرح بہت لمبی ہو گئی ہے داغ لگا دیں گے اور حضرت عائشہؓ کا حضرت عثمانؓ کو قتل اللہ نعثلا اقتلوا نعثلا کہنا فلک النجاۃ حال ایمان عثمانؓ میں دیکھو۔ ایک یہودی مصری دراز ریش سے مشابہت دی۔ حضرت موسیٰ اشعری صحابی نے عمرو بن عاص صحابی کو کہا تیری مثال کتے کی سی ہے عمرو بن عاص نے کہا تیری مثال گدھے کی سی ہے۔ دیکھو عقد الفرید ابن عبدربہؒ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ و امامۃ والسیاستہ جلد ۱ صہ؁ و تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۵۹ و مروج الذہب طبع جدید جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ مؤلف تحفہ شاہ عبد العزیز نے فتاویٰ عزیزی میں مروان کو شیطان لکھا دیکھو تعلیق آئندہ اور حدیث ظنوا المومنین خیرا کے حاشیہ میں گذر چکا ہے۔ (نتیجہ) حدیث میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر تم کو عمل لازم ہے اور حدیث اصحابی کالنجوم کا معنی سنیوں میں اگر مسلم ہے تو اس کے اعتبار سے نبیؐ کی قولی حدیثیں اور خلفاء اربعہ اور ازواج النبی و اصحاب النبی کا عمل سب جواز سب پر دال ہیں۔ اسی سنت پر عمل کریں اور حدیث لا تسبوا اصحابی کا معنی پہلے ہم لکھ آئے ہیں باقی منع سب کے دلائل کی تاویل و تطبیق کی جائے گی۔ جس سے ہر دو قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(لعنت شخصی) نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۶۶ میں ہے و شتم (علیؑ) محمد بن طلحۃ و لعن عبد اللہ بن زبیر و خرج علیؑ و ھو غضبان الخ یعنی ؑ نے محمد بن طلحہ کو گالی دی اور عبد اللہ بن زبیر کو لعنت کی اور غصہ کی حالت میں نکلے الخ۔ اسی طرح امامۃ والسیاستہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۳ میں ہے۔ ابوحنیفہؒ صاحب کے متعلق محدثین کی رائیں دیکھو اس میں ابی حنیفہ پر بعض محدثین کا لعن شخصی ملاحظہ ہو اور ابن ملجم عبد الرحمٰن قاتل جناب امیرؑ پر جس کے مداح عمران بن حطان سے بخاری میں حدیث موجود ہے لعن شخصی تحفہ اثنا عشریہ میں موجود ہے دیکھو صـ۳۵ تحفہ اثنا عشریہ ابن ملجم علیہ اللعنۃ الخ لکھا ہے۔ اور پھر لکھا۔ وحدیث اشقی الآخرین در حق آں ملعون در جمیع کتب اہل سنت مرویست انتہی۔ اور عمران پر لعنت شخصی آخر بیان انعقاد و خلافت میں دیکھو۔ ظاہر ہے کہ قتل امیر المومنین کو اہل سنت موجب کفر نہیں جانتے البتہ موجب فسق جانتے ہیں۔ چنانچہ اس کے قتل کرنے

سلہ عینی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۱ میں باسناد نسائی و ابن ماجہ بی بی عائشہؓ کو نبیؐ نے حکم دیا کہ تو بھی زینبؓ کو گالیاں دے دگالی کا جواب دے) پس عائشہؓ نے زینبؓ کو اس قدر گالیاں دیں کہ زینبؓ کے لب خشک ہو گئے جس پر رسولؐ کا چہرہ بشاش ہو گیا ۱۲۔ سلہ اسی طرح عمرو بن عاص کا ابوموسیٰ کو گدھے کی مشابہت دینا اور ابوموسیٰ کا عمرو کو کتے سے مشابہت دینا طبقات ابن سعد مطبوعہ برلین جلد ۴ صـ۵ میں باسناد مروی ہے ۱۲ منہ

پر عمران مقبول راوی نے قاتل کی تعریف بھی کی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کو مسلمان فاسق سمجھا جائے گا جس پر شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ جیسی کتاب میں شیعہ کی تردید میں لکھی ہے۔ بالصراحت لعن شخصی کو استعمال کیا ہے اور لعنت مروان صحابی پر بھی فتاوی عزیزی جلد ا ص ۱۹۳ میں استعمال کیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام ص ۹۰ حاشیہ منہیہ مذکورہ بالا میں عبارت مذکورہ سے پہلے لکھتے ہیں۔ قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اولئك عليهم لعنة الله والملائكة۔ ويلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون۔ انتہی۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی سب سے منع بھی فرماتا ہے اور پھر لعنت و دیگر گالیاں دیتا ہے۔ اور فرشتوں اور آدمیوں کی جانب سے بھی ظاہر فرماتا ہے۔ بہر حال اپنے اپنے مقام پر جواز و منع کو حمل کرنا پڑیگا۔ چونکہ ان میں ولید کو گالیاں دی ہوئی ہیں اور وہ بھی مسلمان صحابی تھا اس کو قرآن میں فاسق بھی کہا گیا ہے اور نبیؐ اور صحابہ کی گالیاں بھی مسلمان صحابہ کو دی ہوئی ہیں۔

اور قرآن میں کفار کی گالی کی منع اس وجہ سے وارد ہے کہ مبادا وہ اللہ تعالی کو گالیاں دیں اور مسلمانوں سے اللہ تعالی کو گالیاں دینے کا خوف نہ تھا تو اس لئے شاید صحابہ کا ایسا عمل رہا۔ اور حدیث میں جو سب مسلم فسوق ہے وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلم صالح کو بغیر جرم شرعی کے گالی دینا فسق ہے مگر جرم شرعی پر جائز ہے۔ جیسے قتالہ کفر اسی حدیث میں ہے یعنی مسلمان سے جنگ کرنی کفر ہے۔ پھر ابوبکرؓ صاحب نے عدم ادائے زکوٰۃ پر مسلمانوں سے جنگ کی اور جناب علیؑ اور معاویہ کی جنگ میں تمام صحابہ شریک تھے نیز جنگ جمل اور قتل حضرت عثمانؓ میں بھی اسی طرح ہوا مگر کفر کا فتویٰ ان میں سے کسی پر سنی علماء نے نہیں دیا کہتے ہیں۔ ہر ایک کے پاس وجہ شرعی تھی۔ چنانچہ حدیث تین دن سے زیادہ بغض رکھنے کی منع غیبت کی منع۔ سب کی منع و منع لعن وغیرہ میں بیان ہوگا۔ کہ بعض مستحق افراد ان میں سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حکم گالی میں ہے۔ اس کے بغیر تطبیق احادیث و آیات کی نہیں ہو سکتی۔ ایک موٹی بات پر غور کرو سباب المسلم فسوق بھی صحیح مسلم میں ہے اور امر سب معاویہ کا بھی مسلم میں ہے اور بخاری میں سب حضرت عباس کی بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور ابو موسیٰ اشعری کا لعنت کرنا اور گالی دینا عمرو بن عاص کو اور عمرو کا لعنت کرنا اور گالی دینا ابو موسیٰ کو ذیل میں لعنت کے ذکر میں دیکھو اور مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۱۵ میں محمد بن ابی بکرؓ نے ایک خط میں معاویہ کو لکھا تو لعین بن لعین ہے۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جزو ششم صفحہ ۳۴۳ طبع ایران میں ہے بہت سے صحابہ نے عثمانؓ پر لعن کیا حالانکہ وہ خلیفہ تھا ان میں سے ایک بی بی عائشہؓ ہیں جنہوں نے لعن اللہ نعثلا وغیرہ کہا۔ نیز عبداللہ بن مسعود ہیں۔ اور معاویہ نے حضرت علیؑ بن ابیطالب اور حسنین پر لعن کیا (پھر لکھا) اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے سعد بن عبادہ پر لعن کیا اور اس سے بیزار ہوئے اور اس کو شام کی طرف مدینہ سے نکال دیا۔ نیز عمرؓ صاحب نے خالد بن ولید کو لعن کیا جب کہ اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ اسی طرح اسلام میں ایسے شخص پر لعن ہوتا چلا آیا ہے جس سے گناہ قابل لعن و تبرا ہوا ہو۔ انتہی۔ امامۃ والسیاسۃ جلد ا ص ۱۰۱ و عقد الفرید جلد ۳ ص ۱۱۶ و تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۵۹ و مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ میں قصہ تحکیم صفین میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری صحابی نے عمرو بن عاص کو کہا لعنك الله یا کہا عليك لعنة الله یا کہا لا وفقك الله غدرت وفجرت مثلك كمثل الكلب۔ عمرو نے جواب میں کہا لعنك الله

دیا کہا، بل اباك يلعن الله فان مثلك كمثل الحمار ان تحمل عليه يلهث وان تتركه يلهث. یعنی ابوموسیٰ اشعری صحابی نے عمرو پر لعنت کی اور کتے سے مثال دی اور عمرو نے ابوموسیٰ پہ لعنت کی اور گدھے سے مثال دی۔ انتہی۔ اور مروج الذہب ص۲۸ جلد ۲ میں ہے ابوموسیٰ نے عمرو کو کہا فعلتها لعنك الله فتسابا اور دیکھو فلک النجاۃ حال معاویہ لعن علیؑ و معاویہ اور حدیث ثقلین کے بیان میں درمختار سے ابی حنیفہ کے مخالف پر اور مروان کے باپ اور مروان پر اس کے حال میں اور عمرو و معاویہ و مغیرہ پہ مغیرہ کے حال میں اور خدیعت و مکر کے ذکر میں ابوموسیٰ کے حال میں عمرو و ابوموسیٰ کی گالی ایک دوسرے کو اور عمران بن حطان پہ لعن بیان بارہ خلفاء سے پہلے چند سطور پہ فلک جلد ہذا میں ملاحظہ ہو اور اور دیکھو تعلیق مضمون بدری جو چاہیں کریں حوالہ کبیر جلد ۷ صفحہ ۳۶۵ صحابی بدری پہ لعنت اور دیکھو فلک النجاۃ حال مغیرہ بن شعبہ حجر بن عدی کی مغیرہ شامل بیت شجرہ پہ لعنت اور دیکھو حدیث لا تسبوا الاموات کے بیان میں جواز لعنت بر معاویہ و عمرو عاص و مغیرہ۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۶۰ میں حجاج پہ اس طرح لعنت لکھی ہے فامر اللعين الحجاج اخزہ ․ قبحہ

(نوٹ) لعنت شخصی کا جواز اولاً آیت لعان مندرجہ متن فلک النجاۃ سے ثابت ہے اور وہ بھی ایک مسلمان کے جرم جھوٹی تہمت یا ایک گناہ پہ نہ یہ کہ کافر پہ اور دیگر آیات و احادیث متضمن لعنت عامہ بھی اس فعل کے مرتکب پہ ثابت ہے جو افعال ان آیات و احادیث میں وارد ہیں اور تصریح اس کی تفسیر کبیر سے اوپر لکھی جا چکی ہے کہ لعنت عامہ سے لعنت شخصی ثابت ہے اور عمل صحابہ و دیگر علماء کا یہاں بطور نمونہ درج کر دیا ہے اس سے زیادہ ضرورت نہیں اور تعصب و ضد مخالفین کا علاج تو خدا کے پاس ہے۔ مؤلف تحفہ اثنا عشریہ نے فتاویٰ عزیزی اور در سرور عزیزی جلد ۱ ص۲۵۳ میں لکھتے ہیں البتہ شمر و ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پہ جائز ہے۔ اس واسطے کہ قطعی طور پہ ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پہ امام علیہ السلام کے راضی تھے۔ (پھر لکھا) بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پہ ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بدنہاد پہ لعن کرنا جائز ہے۔ اور فتاویٰ عزیزی فارسی ص۱۰۶ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور مروان پہ لعنت شخصی کا حکم و عمل فلک ص۱۰۴ میں فتاویٰ عزیزی سے منقول ہے مکرر ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم۔

وفی السبیل الجلیہ فی اباء العلیہ للسیوطی وقد نقلت من مجموع بخط الشیخ کمال الدین الشمنی والد شیخنا ما نصہ سئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان اب النبیؐ فی النار فاجاب بانہ ملعون لان اللہ تع یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا

سیوطی نے رسالہ السبیل الجلیہ (مطبوعہ محمدی لاہور) جو آباء نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اسلام میں اس نے تالیف کیا ہے صفحہ ۱۱ پہ لکھا ہے کہ قاضی ابوبکر سے جو ایک ائمہ مالکیہ سے ہے ایسے شخص کی نسبت پوچھا گیا جس نے کہا نبی صلعم کا باپ دوزخ میں ہے تو اس نے جواب دیا تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید پہ لعنت کرے۔ جس نے لوگوں پر اس کلام کا دروازہ کھول دیا ہے۔ انتہی۔

والآخرۃ الاٰیۃ قال و لا اذیٰ اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار. وفی الجوا مع القادریۃ فی معتقدات اہل السنۃ و الجماعۃ اما اللعن علیٰ یزید فقد جوزہ الحافظ السیوطی والعلامۃ التفتازانی قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللّٰہ علیہ وعلیٰ انصارہ و اعوانہ ذکر فی الصواعق ان عمر بن عبد العزیز قد ضرب عشرین سوطا لمن سمی یزید امیر المؤمنین (و قال) و اجاز قوم لعنہ منہم ابن الجوزی ونقلہ عن احمد وغیرہ ونقل ابن الجوزی عن القاضی ابی یعلی باسنادہ الیٰ صالح بن احمد حنبل قال قلت لابی ان قوما ینسبونا الی تولی یزید فقال یا بنی و ھل یتولی یزید احد یومن باللّٰہ ولم لا نلعن[1] من لعنہ اللّٰہ فی کتابہ ۱۰ الخ وفی الفتاوے لعبد العزیز مروان را لعنت کردن از لوازم سنت و محبت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمان است۔

کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یوذون اللہ ورسولہ الخ کہا کہ اس سے زیادہ رسولؐ کو کیا رنج پہونچانا ہے کہ آپ کے باپ کو دوزخی کہا جائے۔ اور جوامع قادریہ فی معتقدات اہل السنۃ والجماعۃ ص۳۷ میں ہے لیکن یزید پر لعنت پس تحقیق اس کو حافظ سیوطی اور علامہ تفتازانی نے جائز رکھا ہے علامہ تفتازانی نے شرح عقاید ص۱۷۱ میں لکھا ہے کہ ہم یزید کے حال بلکہ ایمان میں توقف نہیں کر سکتے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے یاروں مددگاروں پر بھی. صواعق صفحہ ۱۳۲ میں ہے تحقیق عمر بن عبد العزیز نے اس شخص کو جس نے یزید کو امیر المومنین کہا بیس درّے لگائے (پھر لکھا ہے) کہ ایک قوم نے یزید پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے جن میں سے ابن جوزی نے قاضی ابی یعلے سے باسناد خود صالح بن احمد بن حنبل سے نقل کیا اس نے کہا میں نے اپنے باپ کو کہا تحقیق ہم کو قوم تولّا یزید کی نسبت دیتی ہے احمد نے کہا اے بیٹے کیا کوئی یزید کو بھی دوست رکھتا ہے بشرطیکہ وہ اللہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اور ہم کیوں ایسے شخص کو لعنت نہ کریں جس کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں لعنت کرتا ہے الخ اور فتاویٰ مؤلفہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳۔ ۱۸۴ میں ہے مرواں[2] کو لعنت کرنا لوازم سنت اور محبت اہل بیت میں سے ہے جو منجملہ فرائض ایمان کے ہے (جواب سوال خامس) اور سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ا ص۲۲۴ جواب سوال خامس میں ہے. مروان علیہ اللعنۃ کو

[1] بیان حدیث لا تسبوا الاموات میں ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۰ پر علامہ وحید الزمان کی کتاب المشرب الوردی ص۲۵۱ سے لکھا گیا ہے. کہ آیت ان الذین یوذون اللہ ورسولہ کے مطابق جب معاویہ و عمرو بن عاص وغیرہ پر ایذا دینا اللہ و رسول کا ہم ثابت کہتے ہیں تو نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ ملعون ہیں ۱۲ مترجم

[2] مروان صحابی ہو یا تابعی آخر سنیوں کے نزدیک مومن تو ضرور ہے. معاویہ جیسے صحابی نے اس کو مدینہ طیبہ کا عامل رکھا. صحابہ کا امیر و خطیب و پیش نماز رہا. اگر اس کا قصور ہے تو یہی عداوت اہل بیت کا اور ان کی حرمت کی رعایت نہ کرنا اس سے فاسق ہوگا اور فاسق مومن کو سنیوں کے عام قاعدہ کے مطابق ہی حدیث گالی

(جواب سوال خامس م وفیہ در لعن شمر و ابن زیاد که رضا و استبشار آنہا باین فعل شنیع قطعی است من غیر التعارض ہیچکس را دراں توقف نیست انتہی

لا یقال قد نہی اللہ تعالیٰ عن سوء الظن بقولہ کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الایۃ فاذا کان الظن منہیا عنہ فکیف یجوز اللعن و ھو اکبر منہ لانا نقول لیس مطلق الظن ممنوعا عنہ بل ظن السوء باھل الخیر کما قال السیوطی فی الجلالین اثم ای مؤثم وھو کثیر کظن السوء باھل الخیر من المومنین وھم کثیر بخلاف الفساق[1] منھم فلا اثم فیہ فی نحو ما یظھر منھم انتہی۔

برا کہنا چاہیئے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیئے (پھر لکھا اس خیال سے اس شیطان سے بیزار رہنا چاہیئے)۔ اور اسی کے صفحہ ۱۰۶ میں ہے شمر اور ابن زیاد پر لعنت کرنے میں جو رضا و خوشنودی ان کی اس فعل شنیع پر قطعی ثابت ہے کسی کو بلا تعارض اس میں توقف نہیں ہے انتہی۔ (دوسرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ا ص ۲۹۳ میں کہا یہ سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے سوء ظن یعنی بُرے گمان سے منع فرمایا ہے۔ بقولہ تعالیٰ اے ایمان دارو بہت گمان کرنے سے بچ رہو تحقیق بعض ظن گناہ ہوتے ہیں الخ تو جب بُرے گمان سے بھی منع کیا گیا ہو تو لعنت کرنا کیسے جائز ہوگا جو اس سے بڑا کام ہے۔ یہ اعتراض اسلئے نہ کیا جائے کہ ہم کہتے ہیں مطلق ظن ممنوع نہیں ہے بلکہ ظن سوء یعنی بدگمانی نیک اعمال والے لوگوں پر منع ہے جیسا کہ سیوطی نے جلالین میں کہا ہے اثم ہے یعنی گناہگار بنانے والا ہے اور وہ بہت ہے جیسا کہ نیکوں کے ساتھ جو مومنین سے ہوں برا گمان کرنا اور وہ بہت ہیں بخلاف اس گمان کے جو گناہگاروں کے ساتھ کرتے ہیں پس اس میں کوئی گناہ نہیں اس کام کی نسبت جو ان سے ظاہر ہو۔ انتہی۔

(بقیہ حاشیہ) لعن نہیں کیا جاتا پس یا عداوت اہل بیت کا اور ان کی کسر شان سے آدمی کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاوی عبد العزیز سے معلوم ہوتا ہے اور یا فاسق پر بلا دریغ لعنت جائز ہے ہر دو صورتوں میں ہمارا مدعا حاصل ہے اور شیعہ جس پر لعن کریں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے ۱۲ مترجم۔

[1] فی ریاض الصالحین للنووی ص ۳۰۳ وفی الصحیح المسلم جلد ۲ ص ۲۰۵ عن ابن مسعود قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ فقالت لہ امرءۃ فی ذلک فقال ومالی لا العن من لعنہ رسول اللہ م وھو فی کتاب اللہ تعم وما اتاکم الرسول فخذوہ۔ الایۃ متفق علیہ۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۰۵ اور ریاض الصالحین مؤلفہ نووی بروایت بخاری و مسلم ابن مسعود سے ہے کہ ابن مسعود نے کہا اللہ تعالیٰ واشمات (نقطہ لگانیوالی) مستوشمات (نقطے لگوانے والی) کو اور منہ سے باریک بالوں کو منڈوانے والیوں کو اور دانتوں کے فاصلہ میں دانت جوڑنے والیوں کو جو خوبصورتی کے لیے اصل خلقت میں تغیر کرتی ہیں لعنت کرے۔ پس ایک عورت نے اس بارہ میں ابن مسعود پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے لئے کون مانع ہے

باقی اگلے صفحہ پر

وفی شرح البخاری للقسطلانی قال الفراء
هو ظنک[1] باهل الخیر سوءً واما اهل
الفسق فلنا ان لا نظن فیهم مثل الذی
ظهر منهم وفیه والنهی انما هو من ظن
السوء بالمسلم السالم فی دینه و
عرضه. انتهی. وقد قال الله تعالی
لا یحب الله الجهر بالسوء من القول
الا من ظلم ففی هذه الآیة اجازة
للمظلوم بذکر مساوی الظالم جهراً
واعلاناً اعلاماً للمؤمنین واذا امعنا النظر
فی الذین ظلموا آل محمد وارادوا اطفاء
انوارهم وکتمان احادیثهم فقد
ظلمونا قلنا ان نذکر مساویهم للتحذیر
عنهم والتنفیر منهم ونتبرء منهم
وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون لا یخفی ان اللعن قد ثبت من
الله ورسوله واکابر الامة علی الکفار و
المشرکین وعلی من قتل مومنا متعمداً او
علی من قذف العفیفة وعلی من افسد
فی الارض وقطع الارحام وعلی من
اذی الله ورسوله وعلی من ظلم و
علی من زارت القبور ومن اتخذ علیها
السرج والمساجد وعلی اهل الخمر و

اور شرح بخاری قسطلانی جلد ۹ صفحہ میں ہے فراء نے
کہا کہ مراد اس سے نیک مردوں سے تمہارا برا گمان ہے
لیکن فاسقوں کے لئے ہم کو کوئی مانع نہیں جس کے
باعث سے ہم اس کام کا گمان ایسے اشخاص پر نہ
کریں جو ان سے ظاہر ہوتا ہو۔ اور اسی کے جلد ۹ صفحہ
میں ہے اور برے گمان کی منع محض مسلم سالم
دین وآبرو والے کے لئے ہے۔ انتہی۔ اور تحقیق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدائے عزوجل کسی برے
کلام ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے
پس اس آیت میں مظلوم کے لئے ظالم کی برائیاں
بیان کرنا ظاہراً بغرض اطلاع مومنین کے اجازت
ہے۔ اور جب ہم گہری نظر سے ان لوگوں کے حال کو
دیکھیں جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اور ان کے نور کو
مٹانے کی کوشش کی ہے اور ان کی احادیث کو چھپانے
کی چارہ جوئی کی تو اس لحاظ سے انہوں نے ہمارے
اوپر بھی بڑا ظلم کیا ہے لہذا ہمارے لئے جائز ہے کہ
ہم ان کی برائیاں بیان کریں تاکہ لوگ ان سے خوف
کریں اور نفرت کریں اور ان کی اقتدا نہ کریں اور ہم
ایسے لوگوں سے بیزار رہیں اور عنقریب ظالموں کو
معلوم ہو جائے گا کہ کیسی جگہ پر پہنچیں گے۔ مخفی نہ
رہے کہ تحقیق اللہ اور رسول اور بزرگان امت سے
کفار پر اور قاتل مومن پر جو عمداً کرے اور مومنہ عفیفہ
کو تہمت لگانے والے اور جو زمین پر فساد پھیلائے

(بقیہ حاشیہ) کہ میں لعنت کروں اس کو جس کو رسول اللہ صلعم نے لعنت کی ہے اور یہ تو کتاب اللہ میں ہے جہاں فرمایا ہے
جو رسول تم کو دے اس کو پکڑو الخ یعنے ہر حکم قول یا فعل کی پیروی کرو ۱۲ مترجم۔ [1] فی الجلالین مع الکمالین تحت آیت ان
بعض الظن اثم کے حاشیہ ۳ میں صاحب کمالین نے لکھا ہے کما ورد فی الحدیث جس کا ترجمہ یہ ہے کہ غیبت یعنی
گلا فاسق کا غیبت نہیں ہے۔ اس کو بیہقی وطبرانی نے روایت کیا ہے اور زجاج نے کہا ہے برا گمان نیکوں پر منع ہے اہل فسق پر منع

باقی حاشیہ آگے

الربوا والرشوة وعلى من احتكر وعلى من تخلى
فى الطريق او فى الظل وعلى المحلل وعلى
المحلل له وعلى من اخاف اهل المدينة
وعلى من ضار مومنا ومكربه وعلى
من اسخطت زوجها وعلى الواشمة و
المستوشمة وعلى مروان وابيه الحكم
وعلى معاوية وابنه يزيد وعلى عمرو
بن العاص وعلى من ترك السنة وعلے
غير هؤلاء فهل كانوا كلهم كفارًا والمشركين
كلا بل كانوا اكثرهم مسلمين فثبت بلاريب
جواز اللعن على من استحقه ولو كان مسلمًا
ناقص الايمان ظالمًا على نفسه لعصيان
الله ورسوله واذا دعوا الى الله ورسوله
ليحكم بينهم اذا فريق منهم معرضون.
ويؤيد لما قلنا ماروى البخارى فى صحيحه[1]
من اخفر مسلما فعليه لعنة الله
والملائكة والناس اجمعين لا يقبل
منه صرف ولا عدل. قال الحافظ فى
شرحه وفيه جواز لعن اهل الفسق
عمومًا ولو كانوا مسلمين. قال النووى
فى شرح المسلم ويخرج منه اللعن
المباح وهو الذى ورد الشرع به وهو

اس پر اور قطع رحم کرنے والے پر اللہ و رسول اللہ کو ایذا
دینے والے پر اور ظالم پر اور قبور کی زیارت کرنے والی
عورت پر اور جو قبور پر چراغ جلائے اس پر اور قبور
پر مساجد بنانے والے پر اور شرابیوں پر اور بیاج
ور شوت والے پر اور دانہ وغیرہ بند رکھنے والے
پر اور راستہ یا سایہ میں قضا حاجت کرنے والے
پر اور حلالہ کرنے والے پر اور اہل مدینہ کو ڈرانے
پر اور مومن کو ضرر دینے والے اور اس سے مکر کرنے
والے پر اور عورت اپنے مرد کو غضب میں لانے
والی پر اور واشمہ متوشمہ پر اور مروان اور اس کے باپ
حکم پر اور معاویہ اور اس کے بیٹے یزید پر اور عمرو
بن عاص پر اور تارک سنت وغیرہ پر لعنت ثابت
ہوئی۔ پس کیا یہ سب کافر تھے یا مشرک تھے ہرگز نہیں
بلکہ اکثر مسلمانوں ہی میں سے ہیں تو بلاشک اس پر لعنت
کا جواز ثابت ہوا جو اس کا مستحق ہو اگرچہ مسلم ناقص
الایمان ہے جس نے بوجہ نافرمانی امر اللہ تعالیٰ و
رسول اللہ کے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جب بلائے
جاتے ہیں طرف اللہ و رسول اللہ ص کے تاکہ ان میں وہ
فیصلہ کر دے تو ناگاہ ایک فریق ان سے مونہہ پھیر
لیتا ہے اور ہمارے بیان مذکور کی روایت بخاری
کی تائید کرتی ہے جو اس کے صحیح جلد ۲ ص ۳۱۰ میں ہے
نبی ؐ نے فرمایا جس نے عہد شکنی کر کے مسلم کو شرمندہ کیا

(بقیہ حاشیہ) نہیں ہے بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ذکر کرنا جائز ہے انتہی ۱۲ مترجم۔ [1] کذا فی المشکوٰۃ ص ۲۳۱ باب حرم المدینۃ عن
علی لعینہ وہی روایت ہے اور کہا ہے متفق علیہ یعنے بخاری مسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لعنت مخصوص
کفار کے لئے نہیں بلکہ بجز اس کے ایسے افعال ہیں جن کے کرنے سے مسلم پر لعنت کیجا سکتی ہے اور صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۲ میں
ہے۔ وذمۃ المسلمین واحدۃ یسعے بہا ادناھم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین الخ نووی نے
اس کی شرح میں لکھا ہے۔ یعنی اس کا یہ ہے جس نے امان مسلم کا نقض عہد کیا اس طرح کہ ایک مسلم نے کافر کو امان دی ہو تو دوسرے مسلمان پر

باقی حاشیہ آگے

لعنة الله على الظلمين. الخ اما النبوی فقد مر معناه وهو ليس لسبب بل هو فی الحقيقة غيرة وهی رکن الدين لما روی عن ابی هريرة مرفوعًا ان الله يغار والمؤمن يغار وغيرة الله ان ياتی المومن ما حرم عليه رواه الترمذی وقال وفی الباب عن عائشةؓ وعبد الله بن عمرو قد روی عن يحيیٰ بن ابی کثير عن ابی سلمة عن عروة عن اسماء ابنة ابی بکرؓ عن النبیؐ هذا الحديث وکلا الحديثين صحيح۔ الخ

فی رياض الصالحين للنووی عن جابر مرفوعًا من اکل ثوما او بصلا فليعتزلنا متفق عليه۔ وعن ابی سعيد الخدری عن رسول اللهؐ قال من رای منکم منکرًا ای ما انکره الشرع مرقاة فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان رواه مسلم وکذا فی المشکواة وکنز العمال وفی الجلالينؒ وهم الثلاثة الاتون بعد مرارة بن ربيع وکعب بن مالک وهلال بن امية تخلفوا

پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اس سے کوئی توبہ و عمل فدیہ قبول نہ ہوگا یا اس کے فرائض و نوافل قبول نہ ہوں گے حافظ ابن حجر نے اس کی شرح فتح الباری جلد ۶ مذکور میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے اہل فسق پر عمومًا لعنت کرنیکا جواز ثابت ہوتا ہے اگرچہ مسلمان ہوں نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ میں لکھا ہے کہ لعن ممنوع ہے وہ لعن مستثنیٰ ہے جو شرعًا جائز ہے جیسے ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے الخ

تبرا کا ثبوت۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق معنی اس کا اور یہ کہ یہ سب نہیں ہے مذکور ہو چکا ہے بلکہ وہ تو فی الحقیقت غیرت ہے جو جزء اعظم دین کی ہے کیونکہ ابی ہریرہ سے روایت ہے مرفوعًا کہ تحقیق اللہ غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت اس طرح ہے کہ مومن کا فعل حرام کرنا اللہ کو ناپسند ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے جلد ا صفحہ ۱۲۹ میں اور کہا کہ اس باب میں عائشہ و عبد اللہ بن عمرؓ سے اور یحییٰ بن ابی کثیر سے بروایت ابی سلمہ عروہ سے بروایت اسماء بنت ابی بکر کے نبی سے یہی حدیث مروی ہے اور دونوں صحیح ہیں الخ ریاض الصالحین مؤلفہ نووی صفحہ ۲۱۲ میں جابر سے مرفوعًا آیا ہے جس نے

(بقیہ حاشیہ) واجب ہے کہ اس کی امان کے عہد کو پورا کرے اور اس کا فرمان دادہ کو کوئی تکلیف نہ دے اور اگر اس عہد کی پرواہ دوسرا مسلمان نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں اور کل بندوں کی لعنت ہو ۱۲ مترجم۔ ۵۱ اسی طرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۵۰ اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۵۶ باب من يسلم على من اقترف ذنبا میں ہے ان النبیؐ لم يرد السلام حتی تبين توبتهم۔ یعنی بخاری میں ایک باب اس پر رکھا ہے کہ جو گناہ کا مرتکب ہوا اس کے سلام کا جواب نہ دیا جائے۔ اور نہ اس پر ابتداء سے سلام کیا جائے اور نبیؐ نے متخلفین سے اسی طرح کیا اور ظاہر ہے کہ وہ مومن صحابہ تھے فقط ایک گناہ ان سے ہوا۔

ایضًا حوالہ مدارج النبوۃ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۷ و تفسیر ابو السعود جلد ۴ صفحہ ۷۵ برحاشیہ کبیر و بخاری جلد ۳ صفحہ

باقی حاشیہ اگلے پہ

کسلاً و میلاً الی الدعۃ لا نفاقاً و لم یعتذروا الی النبی ص کغیرھم فوقف امرھم خمسین لیلۃ و ھجرھم الناس حتی نزلت توبتھم بعد۔ انتھٰی۔

و فی مدارج النبوۃ رسول خدا صحابہ را منع کرد از صحبت داشتن و سخن کردن با ما پس ہمہ از ما اعراض کردند و حال بر ما متغیر شد پنجاہ روز گذشت اگر گاہے برائے کارے بیروں مے رفتم ہیچ مسلمانے با من سخن نمی کرد و بر من سلام نمی کرد۔ پس بخانہ رفتم و دیدم کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کس فرستادہ است کہ از زن اعراض کنم گفتم فرمودہ است کہ طلاق دہ گفت نہ بلکہ فرمودہ است کہ صحبت مدار پس زن را بخانہ پدرش فرستادم و در بعضے روایات آمدہ کہ زنان ایشاں را ہم امر کردہ بود کہ خدمت ایشاں نکنند و با ایشاں معاشرت نمایند۔ الخ۔ فی تطہیر الجنان لابن حجر المکی علی حاشیۃ الصواعق قال الحسن فانی احمد اللہ الذی جعلکم فیمن تبرأ[1] من

لہسن یا پیاز کو کھالیا وہ ہم سے دور رہے! روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے! اور ابی سعید خدری نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی ص نے فرمایا جو تم میں سے کسی شرعی ناجائز امر کو دیکھے چاہیئے کہ ہاتھ سے اس کی اصلاح کرے اگر قدرت نہ ہو تو زبان سے ورنہ دل سے اسے برا جانے اور یہ آخری درجہ بہت کمزوری ایمان کی حالت ہے کذا فی المسلم جلد ا ص۵۱ و مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۵۵۔ اور جلالین صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰ میں ہے اور وہ تین متخلفین جو مرارہ بن ربیع ہے اور کعب بن مالک و ہلال بن امیہ جو سستی اور آرام طلبی کے طور پر جنگ سے باز رہے نہ بطور نفاق کے اور نہ کوئی جائز عذر انہوں نے پیش کیا ان کا امر پچاس رات تک موقوف رہا اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے بیزار ہوگئے یہاں تک کہ ان کی توبہ کی آیت بعد میں اتری۔ انتھٰی

اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ میں ہے رسول خدا ص نے صحابہ کو منع کر دیا کہ ان صحابہ متخلفین از جنگ تبوک کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی نہ کیا کریں۔ چنانچہ انہی متخلفین میں سے ایک کا بیان ہے کہ سب صحابہ نے ہم سے روگردانی کرلی اور ہماری حالت متغیر ہوگئی حتی کہ پچاس دن گذر گئے اور اگر ہم کسی کام کے لئے باہر جاتے تو کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ ہم پر سلام دیتا تھا پس ہم گھر میں گئے تو دیکھا کہ

بقیہ حاشیہ[1] جلد ۴ صفحہ ۳۹ باب ما یجوز من الھجران لمن عصے یعنی جس نے گناہ کیا اس سے مہاجرت و ترک موالات و قطع تعلق جائز ہے ۱۲ مترجم۔ [1] آیت لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم تبرا کو ثابت کرتی ہے اس طرح کہ ایسے لوگوں سے نفرت کرنے اور دوستی نہ رکھنے کا حکم جو اللہ اور رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہوں خواہ کتنی مخالفت ہو اور کیسے ہی قارب ہوں اور آیت و من یتولھم منکم فانہ منھم عام ہے جس کو کوئی دوست رکھے انہی میں سے ہوتا ہے تو دشمنان آل محمد کو جو دوست رکھے انہی میں سے ہوتا ہے اس لئے ان سے ترک موالات ضروری ہے نیز حضرت علیؑ کے تابعداران کی خاص علامت تولا و تبرا کرنے کے ثبوت میں دیکھو تاریخ طبری مطبوعہ لنڈن جلد ۲ ص۳۲۸ و جلد ۶ ص۳۴ طبع مصر و ص۳۶ جس کی اصل عبارت بہ تفصیل بیان لفظ شیعہ میں جو شروع کتاب ہذا میں درج

هذا یعنے علیؑ الخ وقد مر مستوفیً مرتین فهنا خاطب الحسنؑ معاویة والمغیرة وعمرو بن العاص واثبت تبریهم عن علیؑ هذا. وقد مر من عون الباری وروضة الاحباب ذکر عدم تسمیة عائشة علیًا لما کان لها علیه وهذا هو من اعاظم اصناف التبری کما لا یخفے۔ قال الله تعالیٰ وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه الآیة۔ قال الله عز اسمه یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء. الآیة.

رسولخداؐ نے کسی کو بھیجکر فرمایا بھیجا ہے کہ ہم اپنی زوجہ سے بھی تعلق نہ رکھیں ہم نے عرض کی یا حضرتؐ کیا حکم ہے کہ طلاق دی جائے؟ کہا نہیں حکم ہے کہ صحبت سے دور رہیں پس ہم نے زوجہ کو اس کے باپ کے گھر بھیجدیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کی عورتوں کو حکم دیا تھا۔ کہ ان کی خدمت نہ کریں۔ اور ان سے ترک موالات رکھیں۔ الخ۔ اور تطہیر الجنان مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ برحاشیہ صواعق صفحہ ۱۲۰ میں ہے امام حسنؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کی شان یہ ہے کہ تم کو یعنی معاویہ وعمرو بن عاص ومغیرہ کو علی علیہ السلام سے تبرا کرنے والوں میں بنایا ہے اور یہ مفصل دو دفعہ گذر چکا ہے۔ پس اس موقعہ پر امام حسنؑ نے معاویہ ومغیرہ وعمرو بن عاص کو خطاب میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ علی علیہ السلام سے تبرا کرنے تھے اور پھر انہوں نے اس امر سے انکار بھی نہ کیا اس کو خوب یاد رکھو۔ اور تحقیق عون الباری جلد ۲ صفحہ ۱۵۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۸ سے بی بی عائشہؓ کا حضرت مرتضےٰ سے کدورت رکھنا اور علیؑ نام لینا بھی پسند نہ کرنا مذکور ہو چکا ہے اور یہ تبرا بڑے اقسام تبرا میں سے ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ابراہیمؑ کا استغفار اپنے چچا کیلئے ایک وعدہ کی بنا پر تھا جو اس نے اس سے کیا تھا جب ابراہیمؑ کے لئے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے۔ الخ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان دارو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔ الخ۔

(بقیہ حاشیہ) ہے لکھی گئی ہے وہاں حاشیہ میں ملاحظہ ہو اتی علیا اصحابه وشیعته فبایعوه فبایعوه وقالوا نحن اولیاء من والیت واعداء من اعدیت یعنے شیعیان علی نے حضرت علی سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم ان کے دوست جو آپ کے دوست ہیں اور ہم ان کے دشمن جو آپ کے دشمن ہیں۔ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۴۴ میں ہے کہ عمرو بن عاص نے صفین میں کہا کہ میں علیؑ سے بیزار ہوں اور امام شافعیؒ کا تبرا کرنا ہماری کتاب ہذا کے بحث لفظ شیعہ میں پہ ملاحظہ ہو۔ اور فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی جلد اول صفحہ ۱۸۹ میں ہے جواب سوال خواص آنکہ مروان علیہ اللعنۃ را بد گفتن و بدل ازو بیزار بودن خصوصًا در سلوکیکہ با حضرت امام حسنؑ واہلبیت می نمود وعداوت مستمرہ ازاں بزرگوار در دل داشت از لوازم سنت و محبت اہل بیت است اس سے صاف ثابت ہے کہ تبرا مروان یا ضحاک کے سے لوازم محبت سے ہے ۱۲ مترجم۔

وکفیٰ لنا قدوۃ واسوۃ حسنۃ ھجر سیدتنا فاطمۃ الزھراء صلوات اللہ علیھا ابا بکرؓ حتی ماتت وسیاتی مکملاً فی بیان فدک انشاء اللہ تعالیٰ۔ وعن ابی امامۃ مرفوعا من احب[1] للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمانؑ رواہ ابو داؤد ورواہ الترمذی بتقدیم وتاخیر۔ عن ابی ذر مرفوعا افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ رواہ ابو داؤد۔ مشکوٰۃ باب الایمان وفی کنز العمال عن ایاس بن سھل الجھنی قال قال معاذ یا نبی اللہ ای الایمان افضل قال تحب للہ وتبغض للہ رواہ ابن مندہ وابو نعیم وعن البراء ان رسول اللہؐ سئل ای عری الایمان اوثق قال الحب للہ و البغض للہ۔ وعن ابن عباس قال لابی ذر یا ابا ذر ای عری الایمان اوثق قال اللہ ورسولہ اعلم۔ قال الموالاۃ فی اللہ والحب فی اللہ و البغض فی اللہ رواہ البیھقی انتہیٰ۔

اور ہمارے لئے قابل تقلید طریقۂ حسنہ سیدہ معصومہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام والصلوٰۃ کا ابی بکرؓ سے بیزار رہنا ہے جو وفات تک اس عمل کو قائم رکھا اور یہ مکمل بیان فدک میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ اور ابی امامہ سے روایت ہے نبیؐ فرماتے ہیں کہ جس نے دوستی بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے رکھی اور دیا تو اللہ کے لئے اور نہ دیا تو اللہ کیلئے اس نے اپنا ایمان کامل بنا لیا اس کو ابو داؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی کچھ لفظ مقدم و مؤخر سے روایت کیا! اور ابی ذر سے روایت ہے نبی صلعم فرماتے ہیں کہ سب اعمال سے افضل اللہ کے راستہ میں محبت رکھنی اور دشمنی بھی اللہ کے راہ میں رکھنی ہے اس کو ابو داؤد نے روایت کیا جیسا کہ مشکوٰۃ باب الایمان صفحہ ۱۷ میں ہے اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۳۷ میں ایاس بن سہل جہنی سے روایت ہے کہ معاذ نے عرض کی یا نبی اللہ کونسی قسم ایمان کی افضل ہے؟ فرمایا کہ تو اللہ کے لئے دوستی رکھے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے اس کو ابن مندہ اور ابو نعیم نے روایت کیا۔ اور براء سے روایت ہے تحقیق رسول اللہؐ سے سوال ہوا کہ کونسی دستاویز ایمان کی زیادہ پختہ ہوتی ہے! فرمایا کسی سے دوستی اللہ کے لئے اور دشمنی اللہ کے لئے رکھنی۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ابی ذر سے فرمایا یا اباذر کیا دستاویز ایمان کی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اوس نے کہا اللہ اور رسول اس کا زیادہ واقف ہیں فرمایا وہ خدا کے راہ میں دوستی اور دشمنی رکھنی ہے اس کو بیہقی نے روایت کیا۔ انتہیٰ من کنز العمال۔

[1] مولوی محسن علی شاہ صاحب لاہوری مرحوم اپنے رسالہ ازالہ اشتباہ صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں اور نیز فتح الباری میں جلد اول صفحہ ۲۶ پر ہے لایجد العبد صریح الایمان حتی یحب للہ ویبغض للہ یعنی بندہ خالص ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک محبت خدا کے لئے نہ رکھے اور دشمنی بھی خدا کے لئے نہ رکھے۔ احیاء العلوم امام غزالی مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۱۹ بیان البغض للہ میں ہے اعلم ان کل من یحب فی اللہ لابد ان یبغض فی اللہ فانک ان احببت انسانا لانہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مطیع للہ ومحبوب عند اللہ فان عصاہ فلا بد ان تبغضہ لانہ عاص للہ و ممقوت عند اللہ (ثم قال) فان قلت فکل مسلم فاسلامہ طاعۃ منہ فکیف البغضہ مع الاسلام فاقول تحبہ باسلامہ وتبغضہ لمعصیتہ۔ فان قلت فیما ذا یمکن اظہار البغض فاقول اما فی القول فیکف اللسان عن مکالمتہ ومحادثتہ مرۃ والتغلیظ والاستخفاف فی القول اخری (بعدہ قال) وھو بحسب درجات الفسق والمعصیۃ (ثم قال) وطرق السلف قد اختلف فی اظہار البغض مع اھل المعاصی وکلھم اتفقوا علی اظہار البغض للظلمۃ والمبتدعۃ وکل من عصی اللہ بمعصیۃ متعدیۃ منہ الی غیرہ (ثم قال) فقد کان احمد بن حنبل یھجر الاکابر فی ادنی کلمۃ حتی ھجر یحیی بن معین بقولہ الخ (پھر صفحہ ۹۴ پر لکھا ہے ظلم وغضب اور شدید گناہ کیلئے) فالاستحباب فی اہانتہم والاعراض عنہم مؤکد جدا" ۱۰۱ انتہے ملخصاً۔ یعنی جاننا کہ بہ تحقیق جو خدا کے واسطے دوستی رکھے ضروری کہ وہ خدا کی راہ میں دشمنی بھی رکھے پس تحقیق تو اگر کسی انسان کو بسبب اس کے مطیع و فرمانبردار خدا اور اس کے محبوب ہونے کے دوست رکھے تو جب وہ اس خدا کی نافرمانی کرے پس ضروری ہے کہ بسبب اس کے نافرمان اور مبغوض خدا ہونے کے تو اس کے ساتھ بغض رکھے (پھر کہا) اگر تم سوال کرو کہ ہر مسلمان بوجہ اسلام لانے کے فرمانبردار خدا ہے پس اس سے باوجود اسلام کے بغض کس طرح رکھ سکتا ہوں۔ تو جواب دیتا ہوں کہ تم اس کے اسلام کے سبب اس سے دوستی رکھو مگر بسبب نافرمانی اور گناہ کے اس کو برا سمجھو۔ پس اگر تم کہو اس بغض کو کس طرح ظاہر کریں۔ میں کہتا ہوں یا تو اس شخص سے بات چیت کرنا چھوڑ دی جائے۔ اور یا بات چیت کرنے میں اس کے ساتھ سخت کلامی اور تحقیر عمل میں لائی جائے (پھر کہا) باعتبار گناہ و درجات فسق کے بغض کے بھی مدارج ہیں (پھر کہا) اگلے علماء کے گناہگاروں کے ساتھ اظہار بغض کے طریقے مختلف ہیں۔ مگر اس پر سب متفق ہیں کہ ظالموں اور بدعتیوں اور ہر اس گناہگار سے جس کے گناہ کا اثر دوسروں کو پہنچے بغض ظاہر کرنا چاہیئے۔ (پھر کہا) امام احمد بن حنبل بڑے بڑے علماء سے تھوڑے کلمے ناجائز کے سبب سے بھی قطع تعلق کر لیتے تھے (پھر کہا) ظلم وغضب وغیرہ شدید گناہ کے لئے پس شرعاً ایسے لوگوں کی اہانت اور ان سے روگردانی سخت تاکیدی امر ہے۔ انتہیٰ۔ اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۹۰ میں ہے پس عبد الرحمٰن نے عثمانؓ کو کہا خدا کی قسم میں ہمیشہ کے لئے تم سے کلام نہ کروں گا اور عبد الرحمٰن اسی قطع تعلقی و ترک کلام کی حالت میں فوت ہو گیا۔ نیز دیکھو تعلیق شیخین کا دفن فلک النجاۃ۔ بعض صحابہ ایک دوسرے سے صاف دل نہ تھے حضرت علیؑ کا معاویہ اور اس کے معاونین سے بلکہ ثلاثہ سے بھی تبرا رہا۔ (معانی الاخبار صفحہ ۲۱۲ کتاب شیعہ) میں ہے امام صادقؑ سے مروی ہے کذب من زعم انہ یعرفنا وھو متمسک بعروۃ غیرنا یعنی جو گمان کرے کہ وہ ہم کو پہچانتا ہے اور پھر ہمارے سوا کسی کو دستاویز سے تمسک کرتا ہے تو وہ اس بات میں جھوٹا ہے کہ ہم پر وہ اعتقاد رکھتا ہے یا اس کو ہماری معرفت حاصل ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۸۹ کتاب سنی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا جس نے ہم کو ہمارے دشمنوں کے ساتھ برابر سمجھا وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ سنی صاحبان اسی طرح کے مدعی ہیں کہ ہم ائمہ اہل بیتؑ کے بڑے حب دار و تابع دار ہیں اور عملاً ابو حنیفہ و شافعی و وکیع و نخعی وغیرہ لوگوں کے قول و فعل

باقی آگے

پر عمل کرتے ہیں اور کسی کی نہیں سنتے۔ حدیث منقولہ ابوداؤد مترجم صفحہ ۱۹۷ میں ہے دوسری حدیث ابوداؤد مترجم ص۱۱۷۲ میں ہے اور مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ صفحہ ۴۱۹ میں حضرت ابی ذر سے روایت ہے کہ نبیؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا جانتے ہو کونسا عمل خدا کو زیادہ پسند ہے۔ کسی نے نماز و زکوٰۃ کا نام لیا اور کسی نے جہاد کا آپؐ نے فرمایا ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ رواہ ابوداؤد یعنی سب سے پسندیدہ عمل خدا کے نزدیک خدا کی راہ میں محبت رکھنا اور خدا کی راہ میں بغض رکھنا ہے۔

ایضاً۔ حاشیہ ۱ صفحہ ۲۱۶ میں حدیث لا یجد العبد الخ صحیح مسلم جلد ا ص۱۹ میں بھی ہے۔ بلفظ ثلاث من کن فیہ وجد طعم الایمان من یحب المرء او وجد حلاوۃ الایمان ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔ الخ اور دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۳۵ و ۳۶ باب الحب فی اللہ اور تبرا و قطع تعلقی کا جواز بلکہ وجوب ان روایات سے ثابت اور نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۴۶ میں ہے ومنہ حدیث[1] عائشہؓ وھجرتہ ای ابن الزبیر فبلای ما کلمتہ۔ یعنی حضرت عائشہؓ نے ابن زبیر سے مہاجرت و مقاطعت کی اور اس سے قطعاً کلام نہ کیا۔ اور صفحہ ۲۴۵ اسی کتاب میں ہے فان ھجرۃ اھل الاھواء والبدع دائمۃ علی مر الاوقات مالم تظھر منھم التوبۃ والرجوع الی الحق فانہ صلعم لما خاف علی کعب بن مالک واصحابہ النفاق حین تخلفوا عن غزوۃ تبوک امر بھجرانھم خمسین یوما وقد ھجر نساءہ شھرا وھجرت عائشۃؓ ابن الزبیر مدۃ وھجرۃ جماعۃ من الصحابۃ جماعۃ منھم وماتوا متھاجرین ولعل احد الامرین منسوخ بالاخر انتھی۔ یعنی اہل اہواء اور بدعتیوں سے ہمیشہ مہاجرت و قطع تعلق رکھنا چاہیئے جب تک ان سے توبہ اور حق کی طرف رجوع نہ ثابت ہو جیساکہ نبیؐ نے کعب بن مالک وغیرہ متخلفین جنگ تبوک سے صحابہ کو حکم دیا اور پچاس دن تک متخلفین سے قطع تعلقی رکھی اور نبیؐ نے اپنے ازواج سے ایک ماہ تک مہاجرت رکھی اور حضرت عائشہؓ نے ابن زبیر سے مدت تک مہاجرت رکھی اور ایک جماعت صحابہ کی دوسری جماعت صحابہ سے مرتے وقت تک بیزار رہی۔ شاید ایک امر دوسرے سے منسوخ ہو گیا ہو۔ انتہی۔ یعنی جواز یا نہی مہاجرت جواز مہاجرت سے منسوخ ہے مگر یہ تاویل فاسد ہے اس کی ضرورت نہیں۔ جب تطبیق ممکن ہو قول بر فسخ احتمالی فضول ہے دیکھو بیان نسخ فصل تکبیرات جنازہ صحیح وجہ وہی ہے۔ جو فلک النجاۃ میں لکھی جا چکی ہے۔ یعنی شرعی امر کے لئے جائز بلکہ ضروری ہے اور نبیؐ کی وفات سے بعد واقعات صحابہ اس کی مزید تائید کرتے ہیں کہ نہی مہاجرت منسوخ ہے بصورت اس کے کہ نسخ کہا جائے۔ ورنہ صحیح وجہ وہی ہے کہ ضروریات شرعی میں جائز ہے یا واجب ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ابن زبیر سے تبرا۔ تفسیر در منثور جلد ا ص۳۵۰ ۳۵۱ میں باسناد بخاری و عبدالرزاق عوف بن حارث مادری برادر زادہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ عائشہؓ نے عبداللہ بن زبیر سے ابداً ترک کلام کرنے کا معاہدہ کیا تھا اور ان لفظوں سے نذر کی تھی فھو للہ نذر ان لا اکلم ابن الزبیر کلمۃ ابداً۔ یعنی اللہ کے لئے نذر کرتی ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ابن زبیر سے

[1] در منثور جلد ا ص۳۵۰ ۳۵۱ میں باسناد عبدالرزاق و بخاری کے عوف بن حارث سے جو عائشہ کا مادری بھائی ہے مروی ہے کہ زبیر اور عائشہؓ کا نزاع تھا اور عائشہ نے ابن زبیر سے ابداً ترک کلام کی نذر کر لی تھی الخ مفصل قصہ مذکور ہے ۱۲ منہ حو۔

ہرگز کلام نہ کروں گی پھر ابن زبیر نے مصالحت کی کوشش کی لیکن بی بی عائشہؓ نے کہا واللہ لا اشفع فیہ ابداً ولا احنث نذری الذی نذرت ابداً۔ یعنی خدا کی قسم ہمیشہ کے لئے اس امر میں نہ میں کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ ہمیشہ کے لئے جو میں نے حلفیہ نذر کی ہے۔ اس قسم کو توڑوں گی۔ پھر بڑے طویل عرصہ کے بعد چند کس کی سفارش پر مصالحت کا ہو جانا مروی ہے۔ احیاء العلوم طبع نولکشور جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ نہی ہجرت یعنی قطع تعلقی تین دن سے زیادہ عام[1] مخصوص منہ البعض ہے۔ اور لکھا محمد بن عمر الواقدی کے پاس کسی کا کسی سے قطع تعلق بیان ہوا اور اس نے کہا ایسے پہلے بھی گذرے ہیں۔ سعد بن ابی وقاص صحابی عمار بن یاسر سے مہاجرہ ہا حتیٰ کہ قطع تعلقی پر دونوں فوت ہوئے۔ اور عثمانؓ بن عفان عبد الرحمٰن بن عوف سے مہاجر و بیزار رہے پھر کہا طاؤس وہب بن منبہ سے مہاجر رہے حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔ انتہی (صحابہ و تابعین کا عمل اہل سنن کے لئے قابل تقلید ہے) پہلے اسی کتاب میں ہم تسہیل القاری شرح بخاری صفحہ ۵۳۸ سے نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عائشہ کو جناب علی سے رنج تھا اور صفحہ ۵۴ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ دنیا میں ایک دوسرے سے صاف دل نہ تھے۔ اور بمقتضائے بشریت دلوں میں کدورت تھی حضرت عائشہؓ کا ملال حضرت علیؑ سے اور حضرت فاطمہؑ کا ملال حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اور معاویہ کی خصومت جناب امیر اور جناب امام حسن سے بروایات صحیحہ ثابت ہے۔ الخ۔ نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۵۰۷ میں ہے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تین دن سے زیادہ مہاجرت (مقاطعہ) جائز نہیں۔ مگر یہ حکم ظاہر ظلم کرنے والے اور مبتدع اور متجاہر بالفسق کے ماسوا مسلمانوں پر محمول ہے اور اس کے بھی ماسوا پر جس میں شرعی اعتراض موجب ہو یعنی ایسے مسلمانوں سے مقاطعہ و بے تعلقی و مہاجرت جائز ہے۔ اور اسی پر وہ محمول ہے جو ابن صلاح نے روایت کیا کہ حضرت عائشہ نے حفصہؓ سے قطع تعلقی کی (شاید جب جنگ جمل میں عائشہؓ صاحبہ نے حفصہؓ صاحبہ کو لیجانا چاہا اور ابن عمرؓ نے روک رکھا اس وقت ہوا ہو گا) اور حضرت عثمان بن عفان نے عبد الرحمٰن بن عوف سے بے تعلقی و ترک موالات کیا اور اور بھی اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں۔ انتہی۔ اور جناب سیدۃ النساء زہرا علیہا السلام کا غضبناک ہو کر تا وفات شیخین سے ترک سلام و کلام بتواتر ثابت ہے صحیح بخاری میں غضبت ولم تتکلم حتی ماتت وارد ہے عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں ہے خالد بن ولید زمانہ عمرؓ بن خطاب میں فوت ہوا۔ وکان بینھما ھجرۃ فامتنع النساء من البکاء علیہ الخ تو چونکہ عمرؓ صاحب اور خالد کے درمیان قطع تعلقی و مہاجرت تھی عورتوں نے امیر عمرؓ کے لحاظ سے خالد پہ ماتم نہ کیا اور نہ روئیں۔ اور فتاویٰ عزیزی اردو سرور عزیزی جلد اول صفحہ ۲۳۷ میں ہے مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا چاہیئے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیئے۔ (پھر لکھا) اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیئے۔ ابو داؤد

---

[1] انوار اللغۃ پ ۲۷ صفحہ ۹ میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں لیکن دینی وجوہ سے تو ترک موالات اس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک وہ شخص توبہ نہ کرے اور حق کی طرف رجوع نہ کرے (بعدہٗ صحابہ کے حالات سے امثلہ پیش کی ہیں) ۱۲ مترجم بقیہ حاشیہ

مترجم صفحہ ۱۷۳ باب ترک السلام علی اھل الاھواء میں عمار بن یاسر سے روایت ہے کہا میرے ہاتھوں پہ زعفران لیتھڑا ہوا تھا۔ صبح میں نے رسول صؐ پر جا کر سلام کیا آپ نے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا جا اپنے ہاتھوں کو اس سے دھو آ۔ اسی میں ہے کہ حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب کے پاس فالتو اونٹ تھا نبیؐ نے فرمایا اس کو دیدے حضرت زینب نے کہا میں اس یہودیہ کو کیوں دوں پس نبیؐ غضبناک ہو گئے اور حضرت زینب سے مہاجرت کر لی حتی کہ ذوالحج اور کچھ صفر کا ماہ گذر گیا اور آپ نے حضرت زینب سے بات کرنا چھوڑ دی۔ ا انتہیٰ۔ اور اسی ابوداؤد صفحہ ۲۰۸، ۱ میں حضرت زینب زوجہ نبیؐ کا حضرت عائشہؓ کو اور بحکم نبیؐ حضرت عائشہ کا زینب کو گالی دینا اور غالب آجانا مروی ہے۔ نیز اسی طرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۶ مطبوعہ مصر میں ہے ۱۲۔ مترجم۔

۲؎ نیز ملاحظہ ہو آیت لاتتولوا قوما غضب اللہ علیھم اور حدیث اغضاب فاطمہؑ بھی زیر نظر رکھئے پس جس پر اہل بیتؑ کا غضب ہوا اس پر رسول خدا اور خدا تعالیٰ کا غضب ہوا ایسے شخص سے دوستی و محبت ایمان کو مضر ہے۔

ایضاً قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا۔ الآیۃ۔ سورہ ہود پ ۱۲ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذرا بھی میلان نہ رکھو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ہو۔ الخ ۱۲ مترجم۔

لا یقال ان المھجران فوق ثلاث ممنوع لما روی عن ابی ایوب الانصاری ان رسول اللہ ص قال لا یحل للمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث رواہ الترمذی لا نقول ان المھجران الممنوع مالیس لامر شرعی ومالیس کذلک فھو لیس بممنوع کما قال الحافظ فی الفتح تحت حدیث لا یحل الخ۔

یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے۔ کہ تین دن سے زیادہ ایکدوسرے سے بے تعلقی منع ہے جو تبرا کے مخالف ہے۔ اس واسطے کہ ابی ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی مسلم کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے یعنی غصہ رکھے اس کو ترمذی نے جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں روایت کیا۔ ہم پہ اعتراض اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں۔ تحقیق قطع تعلقی وہ ممنوع ہے جو امر شرعی کے لئے نہ ہو مگر جو امر شرعی کے واسطے ہو وہ منع نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۷۱ میں تحت حدیث لا یحل الخ نے لکھا ہے

۱؎ انوار اللغۃ پ ۲۷ ص ۹ میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں لیکن دینی وجوہ سے تو ترک موالات اس وقت ہو سکتا ہے جب تک وہ شخص توبہ نہ کرے اور حق کی طرف رجوع نہ کرے (بعدہ صحابہ کے حالات سامنے پیش کی ہیں) ۱۲ مترجم۔ ۲؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لعلی القاری الحنفی مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۷۶ میں لکھا ہے قال الخطابی رخص للمسلم ان یغضب علی اخیہ ثلاث لیال ولا یجوز فوقھا الا اذا کان الھجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ فیجوز فوق ذلک (الی ان قال) فان ھجرت اھل الاھواء والبدع واجبۃ علی مر الاوقات مالم یظھر منہ التوبۃ والرجوع الی الحق۔ الخ یعنے خطابی کہتا ہے قطع تعلق مسلمان سے تین دن سے زیادہ جائز نہیں مگر خدا تعالیٰ کی حقوق تلفی کے سبب سے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ

قال ابن عبد البر اجمعوا علی انہ لا یجوز الھجران فوق ثلاث الا لمن خاف من مکالمتہ مایفسد علیہ دینہ او یدخل منہ علی نفسہ او دنیاہ مضرۃ فان کان کذلک جاز ورب ھجر جمیل خیر من مخالطۃ موذیۃ وقد استشکل علی ھذا ما صدر من عائشۃ فی حق ابن الزبیر وفیہ قولہ باب[۱] ما یجوز من الھجران لمن عصی اراد بھذہ الترجمۃ الھجران الجائز لان عموم النھی مخصوص بمن لم یکن لھجرہ سبب مشروع فتبین ھنا السبب المسوغ للھجر وھو لمن صدرت منہ معصیۃ فیسوغ لمن اطلع علیھا منہ ھجرہ علیھا لیکف عنھا۔ وقال الطیبی فی حاشیۃ الترمذی تخصیصۃ بالذکر اشعار بالعلیۃ والمراد بہ اخوۃ الاسلام و یفھم منہ انہ ان خالف ھذہ الشریطۃ وقطع ھذہ الرابطۃ جاز ھجرانہ فوق ثلاثۃ ۱۰ انتھی۔

وقال رسول اللہ ؐ کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم رواہ ابوداؤد

ابن عبد البر نے کہا کہ علماء نے عدم جواز ہجران فوق ثلاث پر اجماع کیا ہے مگر اس شخص سے جس کی ہمکلامی سے فساد دین یا ضرر نفس یا دنیا کا خوف ہو ایسی حالت میں اس سے مہاجرت جائز ہے اور بہت دفعہ بعض اشخاص کے میل جول سے ضرر ہوتا ہے اور دور رہنے میں بہتری ہوتی ہے اور منع بائیکاٹ پر ایک واقعہ بی بی عائشہ کا مشکل سمجھا گیا ہے۔ جو بی بی صاحبہ نے ابن زبیر سے تین دن سے زیادہ مہاجرت رکھی (وہ بھی شرعی بائیکاٹ سمجھ کر جائز رکھا ہوگا) اور فتح الباری جلد ۵ صـ۵۲۷ میں ہے بخاری کا قول باب اس مسئلہ میں ہے کہ عاصی سے بائیکاٹ جائز ہے۔ بخاری نے اس باب بندی سے بیان ہجران جائز کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ عموم منع قطع تعلقی کا ایسی بے تعلقی سے مخصوص ہے۔ جس کا سبب شرعی نہ ہو بس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں بائیکاٹ کرنے کا سبب امر شرعی ہو جیسے کسی ایسے شخص سے بائیکاٹ کر لینا جس سے شرع کی نافرمانی صادر ہوئی ہو تو جو شخص اس نافرمانی پر مطلع ہوگیا۔ اس کو ایسے شخص سے تبرا اور بے تعلقی کر لینی جائز ہے تاکہ وہ ایسے کام سے باز آجائے (غنیہ مؤلفہ شیخ عبد القادر جیلانی صـ۲۳ مترجم مطبوعہ نولکشور کتاب آلاداب میں ہے کہ مسلمان سے بائیکاٹ تین دن سے زیادہ نہ کرنا چاہیے۔ مگر بدعتی

(بقیہ حاشیہ) ہو تو جائز ہے۔ چنانچہ بدعتی لوگوں پر ہوا و حرص و خواہشات کے تابع اشخاص سے دوری و قطع تعلقی واجب ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور حق کی طرف رجوع نہ کرے ۱۲ مترجم۔ [۱] بخاری طبع کرزن پریس دہلی صـ۸۹۷ باب مایجوز من الہجران لمن عصی میں ہے کعب بن مالک کہتا ہے جب ہم جنگ سے بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے نبی ؐ نے مسلمانوں کو روک دیا کہ کوئی ہم سے کلام نہ کرتا تھا اسی حالت میں ہم نے پچاس راتیں بسر کیں انتہیٰ اس کے حاشیہ ۱۲ میں اس کی شرح قسطلانی سے لکھا ہے امام طبری کہتے ہیں یہ حدیث قانون اور دلیل ہے کہ اہل معاصی فاسق اور مبتدع سے ہجران اور ترک موالات کرنا چاہیے۔ اور کافر سے باوجود اس کے زیادہ مجرم ہونے کے اس قدر ہجران اس واسطے نہیں کیا جاتا کہ ہجرت اور ترک محبت دل اور زبان سے ہوتی ہے پس کافر سے ترک تعاون و تناصر و موالات دل کیا

باقی حاشیہ آگے

وابن ماجہ عن ابی هریرۃ واحمد و
الطبرانی کذا فی کنز العمال . فی ریاض
الصالحین للنووی . باب تحریم
الهجران بین المسلمین فوق ثلاثۃ
ایام الا لبدعۃ فی المهجور او تظاهر
فسق او نحو ذلک (قال فی آخرہ) قال
ابو داؤد اذا کانت الهجرۃ لله تعالیٰ فلیس
من هذا فی شیء قال النووی فی شرح
المسلم الحادیۃ عشرۃ استحباب
هجران اهل البدع والمعاصی الظاهرۃ
وترک السلام علیهم ومقاطعتهم
تحقیرا لهم وزجرا .

فظهر من هذا ان من حقر مسلما
فقد ضیع حق اخیہ المسلم فیجوز
هجرانہ .

ولا یقال ان ذکر مساوی المسلمین
غیبۃ وهی منهیۃ بالنص .

لانا نقول ان ذکر المساوی لیس بمنهی
علی الاطلاق بل هو مقید بما لم یدع
الیہ ضرورۃ مجوزۃ کما قال ولی الله

اور گمراہ اور گنہگار سے دائمی قطع تعلقی مستحب ہے
اور طیبی نے حاشیہ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵ نمبر ۳ میں کہا
ہے بہ ذکر تخصیص اخوت اسلام علت منع سے اطلاع
دیگئی ہے کہ اگر کوئی اخوت اسلامی کے رابطہ کی خلاف
ورزی کرے یا اسلام کے احکام کی مخالفت کرے
تو تین دن سے زیادہ اس سے ہجران جائز ہے ۔ انتہیٰ
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل مسلمان مسلمان
پر حرام ہے مال اس کا اور عزت اس کی اور خون اس
کا آدمی کی برائی کو کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی
تحقیر کرے[۵۶] اس کو ابوداؤد ابن ماجہ نے ابی ہریرہ سے
اور احمد وطبرانی نے روایت کیا کذا فی کنز العمال جلد ۱
ص ۲۴/۲۵ ۔ ریاض الصالحین مؤلفہ نووی ص ۲۰۱ باب
تحریم الهجران بین المسلمین فوق ثلاثۃ ایام الخ میں ہے
یعنی باب اس میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں میل جول
اور موالات ترک کرنا تین دن سے زیادہ ہو تو حرام ہے
مگر کوئی بدعت کسی میں موجود ہو یا ظاہر فسق یا اور ایسی
شرعی قباحت اس میں ہو تو تب اس سے ہجران جائز ہے
آخر میں کہا کہ ابوداؤد کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے
کسی سے دوری کیگئی ہو تو وہ ممنوع نہیں ۔ اور نووی
نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ میں لکھا ہے گیارھواں
یہ کہ اہل بدعت اور ظاہر گنہ گاروں سے بے تعلقی اور ان پر
سلام ترک کر دینا اور ان سے جدائی اختیار کرنی ان کی
تحقیر اور زجر کے لئے مستحب ہے ۔ تو اس سے ظاہر ہوا
کہ جس نے کسی مسلمان کی تحقیر کی ہو اس نے بھی حق اخوت
مسلم کا ضائع کیا اور ایسے شخص سے ہجران جائز ہے ۔

(بقیہ حاشیہ) جاتا ہے زبانی ترک کلام نہیں ہوتا اس لئے کہ اس
سے اس کی امید کفر چھوڑنے اور باز آنے کی چنداں نہیں ہوتی
اور مسلمان عاصی غالباً اس قدر زجر سے عبرت پکڑتا ہے اور تائب
ہوجاتا ہے ۱۲ مترجم انتہی۔

۵۶ اعداء اہل بیت نے جو تحقیر وتذلیل آل رسول ﷺ
کی ہے اور حق اخوت کو بھی ضائع کیا ہے ۔ ایسے اشخاص سے بیزاری کرنی یقیناً وشرعاً جائز ہے بلکہ غیرت
شرعی اور جزو ایمان سے ہے ۱۲ مترجم ۔

الدھلوی فی حجۃ اللہ البالغۃ قال العلماء یستثنیٰ من تحریم الغیبۃ امور ستۃ التظلم لقولہ تعالیٰ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم والاستعانۃ علیٰ تغییر المنکر ورد المعاصی الی الصواب کاخبار زید بن ارقم بقول عبد اللہ بن ابی واخبار ابن مسعود فی مغانم حنین. والاستفتاء کقول ھند ان ابا سفیان رجل شحیح وتحذیر المسلمین من الشر کقولہ علیہ السلام بئس اخو العشیرۃ وکجرح المجروحین من الرواۃ والشھود. الخ وکذا بعینہ فی شرح المسلم للنووی وزاد ومنھا جرح المجروحین من الرواۃ والشھود والمصنفین وذلک جائز بالاجماع بل واجب صونا للشریعۃ

اور یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے۔ کہ مسلمانوں کی برائی بیان کرنے میں غیبت ہے اور وہ بنص ممنوع ہے۔ اس لئے کہ ہم جواب دیتے ہیں۔ تحقیق ذکر برائیوں کا مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ اس سے مقید ہے کہ ضرورت شرعیہ داعی نہ ہو۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۳ میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے تحریم غیبت سے چھ امور مستثنیٰ ہیں۔ مظلوم ہونا بسبب فرمان الٰہی کے اللہ تعالیٰ برائی ظاہر کرنے کو پسند نہیں رکھتا مگر مظلوم سے اور مدد یعنے ممنوع شرعی کے تبدیل کرنے اور گناہ کو صواب کی طرف پھیر دینے میں جیسا کہ زید بن ارقم نے عبد اللہ بن ابی کے قول کی خبر دی اور ابن مسعود نے مغانم حنین میں خبر دی۔ اور فتویٰ لینا مثل قول ہندہ کے ابو سفیان بخیل مرد ہے۔ اور مسلمانوں کو شر سے ڈرانا مثل فرمان نبیؐ کے کہ بھائی اس قبیلہ کا برا ہے اور مثل جرح کرنے راویوں کے اور گواہوں پر کہ اس کی روایت یا شہادت اس وجہ سے مقبول نہیں کہ فلاں عیب رکھتا ہے۔ الخ۔ اور اسی طرح بعینہ شرح مسلم مؤلفہ نووی جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے۔ اور زیادہ کیا اس عبارت کو کہ ان میں سے ہے جرح رواۃ مجروحین کی اور جرح گواہوں اور مصنفین کی ہے جو حفاظت شریعت

۱؎ رسالہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل مؤلفہ مولوی عبد الحی لکھنوی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔ "ذکر النووی فی ریاض الصالحین والغزالی فی احیاء علوم الدین وغیرھما ان غیبۃ الرجل حیا ومیتا تباح لغرض شرعی لا یمکن الوصول الیہ الا بھا وھی ستۃ. الخ مثل شرح مسلم نووی بعینہ لکھا ہے یعنی نووی ریاض الصالحین میں اور غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ کسی شخص کی غیبت اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد شرعی غرض کیلئے جائز ہے ۱۲ مترجم۔ ۲؎ اور صحیح مسلم مع نووی مطبوعہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں اس کا ایک باب مستقل لکھا ہے دیکھو باب ان الاسناد من الدین وان الروایۃ لا تکون الا عن الثقات وان جرح الرواۃ بما ھو فیھم جائز بل واجب وانہ لیس من الغیبۃ المحرمۃ بل من الذب عن الشریعۃ المکرمۃ. یعنی راویوں پر جرح جائز بلکہ واجب ہے اور یہ غیبت حرام سے نہیں بلکہ از قسم تحفظ شریعت مکرمہ کے ہے تو صحابہ چونکہ ناقل و راوی شریعت ہیں اور باتفاق فریقین معصوم نہیں ہیں ان کے حالات کو لوگوں پہ ظاہر کرنا ہم پہ واجب ہے تاکہ نااہل امامت کو اپنا پیشوا تسلیم کر کے اس کی روایت تسلیم کر کے گمراہی میں نہ پڑیں اور طالب دنیا صحابہ کی خود غرضی سے خود ساختہ روایات پہ عمل کرنے سے بچ رہیں ورنہ ہم ان کا باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ومنها ان یکون له ولایة لا یقوم بها علی وجهها لعدم اهلیته او لفسقه فیذکره لمن له علیه ولایة لیستدل به علی حاله فلا یغتر به. الخامس ان یکون مجاهراً بفسقه او بدعته و مصادرة الناس وتولی الامور الباطلة فیجوز ذکره بما یجاهر به ولا یجوز بغیره الا بسبب اخر. الخ.

کیلئے جائز بلکہ واجب ہے (یعنے تاکہ شریعت میں خلل نہ آئے کہ غیر مستحقین کی روایت مان کر حق کے خلاف ہونا پڑے) اور ان سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو حکومت حاصل ہو جائے جو قوانین شرعیہ پر بوجہ عدم لیاقت علمی اس کی کے یا بسبب فسق اس کے کے حکم نہ چلا سکے تو اس کا حال اس سے بالاتر حاکم کے سامنے بیان کرنا تاکہ اس کے حال پر آگاہ ہو کر اس کے فریب میں نہ آئے اور اس پر فریفتہ نہ رہے بلکہ اس کا انتظام کرے. پانچواں یہ ہے کہ جو اپنے گناہ یا بدعت یا لوگوں پر زیادتی کرنے کو اور جھوٹے امور کا متولی ہونے کو ظاہر اور علانیہ کرے تو ایسے امور کا ذکر کرنا جن کو وہ ظاہر بظاہر کرتا ہو جائز ہے اور جن کو ظاہر نہ کرتا ہو وہ کسی اور سبب سے ذکر کئے جا سکتے ہیں.

(بقیہ حاشیہ) ذکر ہرگز نہ کرنے قرآن گواہ ہے فرمایا اے صحابہ منکم من یرید الدنیا ومنکم یرید الأخرة بعض تم میں سے دنیا کے طالب ہیں اور بعض آخرت کے طالب ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا میرے بعد مجھے تمہارے مشرک بن جانے کا اتنا ڈر نہیں جتنا تمہارے دنیا کے طالب ہو کر ہلاک ہونے کا ڈر ہے اصلی حدیث حالات صحابہ احداث فی الدین کے بیان میں دیکھو ۱۲ مترجم سلہ فتح الباری طبع مصر جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۳ باب ما یجوز اغتیاب اہل الفساد میں ہے. نفع المفتی والسائل مؤلفہ عبدالحی لکھنوی صفحہ ۱۲۹ میں ہے. نعم غیبته ای الفاسق جائزة البتة قال الفقیه ابو اللیث انما جازت غیبته لیتحرز الناس عن شره ویطلعوا علی ضرره قلت هذا الوجه لا یستقیم الا فی غیبة الفاسق المخفی واما فی الفاسق المجاهر فلا فالوجه الشامل هو ان الله تعالیٰ لا یحب الفاسق فحکم عباده بعدم محبته وافشاء سره وهتک ستره وتذلیله الخ یعنی ہاں غیبت فاسق کی ضرور جائز ہے. فقیہ ابو اللیث کہتا ہے کہ یہ اس لئے جائز ہے کہ لوگ اس پر مطلع ہو کر اس کے شر سے محفوظ رہیں اور پرہیز کریں. میں کہتا ہوں یہ وجہ چھپے ہوئے فاسق کے لئے تو ٹھیک ہے مگر جو معلن بالفسق ظاہر لچا ہو اس کے واسطے نہیں پس وجہ شامل ہر دو کو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فاسق کو پسند نہیں کرتا اس واسطے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ نہ محبت رکھیں اور نہ اس کے عیب چھپائیں. بلکہ اس کے راز کو ظاہر کریں اور پردہ فاش کر کے اس کو ذلیل کریں انتہیٰ. اور تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۶۰۲ میں ہے والفاسق یجوز ان یذکر بما فیه عند الحاجة یعنی فاسق کا عیب حاجت کے وقت بیان کرنا جائز ہے. بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۳۷ میں خاص باب ہے باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب. یعنی باب اس بیان میں کہ اہل فساد و فسق کا گلہ کرنا جائز ہے اس میں نبی صلعم کا ایک شخص

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وکذا ذکرہ السید الصدیق فی ہدایۃ السائل. وفی تفسیر ابن کثیر تحت قولہ تعالیٰ الجہر بالسوء وقد روی الجماعۃ سوی النسائی والترمذی عن عقبۃ بن عامر مرفوعًا اذا انزلتم بقوم فامروا لکم بما ینبغی للضیف فاقبلوا منہم وان لم یفعلوا فخذوا منہم حق الضیف الذی ینبغی لہم واخرج عبد الرزاق باسنادہ عن مجاہد قال ضاف رجل رجلا فلم یود الیہ حق ضیافۃ فلما خرج اخبر الناس فقال ضفت فلانا فلم یؤد الی حق ضیافتی الخ وکذا فی الدر للسیوطی وزادوا اخرجہ عبد

اور اسی طرح سید صدیق نے ہدایۃ السائل صفحہ ۲۲۲ میں بیان کیا ہے اور تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ میں تحت قولہ تعالیٰ الجہر بالسوء کے لکھا ہے کہ تحقیق جماعت صحاح ستہ نے سوائے نسائی و ترمذی کے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا جب تم کسی قوم کے پاس اترو اور وہ تمہاری قابل قدر مہمانی کریں تو قبول کرو اور اگر ایسا نہ کریں تو ان سے حق مہمانی کا جو مناسب ہو لے اور عبد الرزاق نے اپنے اسناد سے بروایت مجاہد لکھا ہے کہا جس نے مہمان کی مہمانداری مناسب طور پر نہ کی ہو تو مہمان اس کی خبر لوگوں کو بطور شکایت کے پہنچائے کہ فلاں نے میرے لائق خدمت نہیں کی تو اس میں مضائقہ نہیں الخ اسی آیت لایحب اللہ الجہر سے استدلال کیا ہے۔ اور اسی طرح در منثور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ اور زیادہ کیا کہ اس کو عبد ابن حمید و ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔ اور سیوطی نے لباب النقول صفحہ ۱۰۲ میں

(بقیہ حاشیہ) کے حق میں غیبت کرنا اور روبرو نرم کلامی مروی ہے (ایضاً حوالہ نووی شرح مسلم) اسی باب مداراۃ من یتقی فحشہ (یعنی باب اس بیان میں کہ جس کے فحش سے بچاؤ مطلوب ہو اس سے نرم کلامی کی جائے) میں امام نووی لکھتے اس حدیث سے ثابت ہوا جس کے فحش سے بچاؤ مطلوب ہو اس سے اچھا سلوک کیا جائے اور ثابت ہوا کہ غیبت فاسق معلن بالفسق (جو اپنے گناہ کو ظاہر کرتا ہو) کی یا جس سے لوگوں کو ڈرانا اور دور رکھنا مطلوب ہو اس کی جائز ہے اور مسلم باب تحریم الغیبۃ میں لکھا ہے تباح الغیبۃ الغرض شرعی الخ یعنی شرعی غرض سے غیبت (وگلہ) جائز ہے۔ اور بیان حدیث لا تسبوا الاموات میں فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۷ سے مذکور ہو چکا ہے کہ عموم مخصوص البعض ہے کفار فساق رواۃ اخبار کا حال بیان کرنا جائز ہے۔ ایضاً حوالہ ابن کثیر) اسی طرح تفسیر آیت لا یحب اللہ الجہر کی بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں ہے۔ اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۹۵ تفسیر اس آیت میں حدیث طبرانی مندرجہ صفحہ ۱۷۰ فلک النجاۃ لکھی ہے اور تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں باسناد بیہقی سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہا امام جائر اور معلن بالفسق کی غیبت کو غیبت نہ سمجھے۔ فاسق و ظالم کی غیبت غیبت نہیں ۱۲ مترجم۔ سلہ جب معمولی حق مسلم کا ضیافت کما حقہ ادا نہ ہونے سے ذکر برائی حق ضائع کرنیوالے یعنی میزبان کا بنص قرآنی بمقتضائے شان نزول کے جائز ہوا تو جس نے حق مومنین کا بایذاء ائمہ مومنین کے تحقیر و تذلیل ان کی اور کشش اطفاء انوار ان کے سے اور اشاعت بدعات سے ضائع کیا ہو اس کی مسلم اور ثابت شدہ برائی بیان کرنی بدرجہ اولیٰ جائز ثابت ہوئی۔

ابن حبیب وابن جریر و ذکر السیوطی
فی لباب النقول فی سبب نزول
الآیة فی رجل اضاف رجلاً
بالمدینة فاساء قراءه - الخ.
فی کنز العمال باب رخص الغیبة ثلاثة
لا تحرم علیك اعراضهم المجاهر فی
الفسق والامام الجائر والمبتدع
رواه ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة
عن الحسن، اترعون عن ذکر الفاجر
ان تذکروه فاذکروه یعرف الناس
رواه الخطیب عن ابی هریرة وابن ابی الدنیا
والحکیم فی نوادر الاصول والحاکم
فی کنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی
والطبرانی والخطیب عن بهز بن حکیم
عن ابیه عن جده بلفظ فاذکروا
الفاجر لما فیه یحذره الناس ولیس
للفاسق غیبة رواه الطبرانی. عن معاویة
ومن لاحیاء له فلا غیبة له رواه
الخرائطی فی مساوی الاخلاق وابن
عساکر ابن عباس انتهی. فقد تبین
من ذکرنا جواز ذکر مساوی المسلمین
احیاءً اکانوا اوامواتاً سلفاً کانوا او
خلفاً لنصرة شرعیه لئلا یقتدی
الناس باثار من لا یستحق بالامامة و
لئلا یمدح من لا یلیق بالمدح وفالیس

بذیل سبب نزول آیت کے مجاہد سے لکھا ہے.
کہا اس نے کہ آیت لا یحب اللہ الجھر الخ
ایک شخص کے حق میں اتری ہے جو مدینہ میں ایک شخص
کا مہمان ہوا اور اس نے اس کی پوری مہمانی نہ کی الخ.
کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ باب رخصت ہائے غیبت
میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تین شخص ہیں جن کا غیبت میں
حال بیان کرنا تیرے لئے حرام نہیں ہے. ظاہر گناہ
کرنے والا. اور امام ظالم. اور مبتدع اس کو ابن ابی
الدنیا نے بیان برائی غیبت میں حسن سے روایت
کیا. دوسری حدیث میں ہے. تم بیان حال فاجر سے
کیوں ڈرتے ہو پس بے شک اس کا حال بیان کیا کرو
تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور لوگ اس سے احتراز
کریں. اس کو خطیب نے ابی ہریرہؓ سے اور ابن ابی
الدنیا و حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور حاکم
نے کنیتوں کے بیان میں اور شیرازی نے القاب
میں اور ابن عدی و طبرانی و خطیب نے بہز بن حکیم
اور اس کے باپ دادا سے روایت کی ہے بایں
عبارت کا فاجر کا حال جو کچھ اس میں عیب ہے بیان
کر دیا تاکہ لوگ اس سے ڈر کر پرہیز کریں اور فرمایا فاسق
کے حال بیان کرنے میں غیبت یعنی گناہ نہیں ہے اس کو
طبرانی نے معاویہ سے روایت کیا اور فرمایا جس کو حیاء
نہیں اس کی حالت بیان کرنا غیبت نہیں ہے.
اس کو خرائطی نے برے اخلاق کے بیان میں اور ابن
عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا انتہی. من
کنز العمال پس ہمارے مذکورہ بیان سے برائی حال

(بقیہ حاشیہ) کیونکہ ضیافت کو بدن اور دنیا سے تعلق ہے اور ایمان اور اعمال شرعیہ کو روح اور آخرت سے تعلق ہے
جس کے حق میں نقصان پہونچانے سے بہ نسبت بدنی و دنیوی ضرر کے ضرر اعظم متصور ہے ۱۲ مترجم.

بغيبة ولا يظن سوء المنهي عنها وجاز الهجران عنه والتبري منه بل هو واجب لقوله ؐ من ابغض الله فقد استكمل الايمان كما مر ومن استحق اللعن عليه لما ذكرنا انفا وانما اطلنا الكلام في هذا المقام لدفع اوهام الانام وافهام العوام واذا فرغنا من هذا فلنشرع في المرام الذي نحن بصدده من ذكر ملوك الاسلام.

فصل :. في احوال يزيد بن معاوية وخليفته.

لا يخفى على احد حاله ولنكتف على قليل من احواله. في الشرف المؤبد لآل محمد قال العلامة الصبان في اسعاف الراغبين ان الامام احمد يقول بكفر يزيد وناهيك به ورعًا وعلمًا يقتضيان انه لم يقل ذلك الا لما ثبت عنده من امور صريحة وقعت منه توجب ذلك ووافقه على ذلك جماعة كابن الجوزي وغيره واما فسقه فقد اجمعوا عليه و اجاز قوم من العلماء لعنه بخصوص اسمه انتهى.

وفي شرح العقائد للتفتازاني و بعضهم اطلق اللعن عليه،

مسلمین کا بیان کرنا ثابت ہو گیا زندہ ہوں یا مردہ گذرے ہوئے یا پیچھے آئے ہوئے جو کسی ضرورت شرعیہ کی بنا پر ہو تاکہ لوگ ایسے اشخاص کی ایسی مدح نہ کریں جس کے وہ مستحق نہ ہوں اور یہ غیبت ممنوع نہیں ہے اور نہ بدظنی منہی عنہ ہے اور ایسے اشخاص سے بے زاری اور قطع تعلقی کرنی جائز ہے بلکہ واجب ہے. مطابق فرمان نبیؐ کے کہ جس نے اللہ کے لئے دشمنی رکھی اس نے اپنا ایمان کامل بنا لیا جیسا کہ گذرا ہے اور مستحق لعنت پر لعنت بھی جائز ثابت ہو گئی. انہی دلائل سے جو ابھی ذکر ہو چکے ہیں اور ہم نے اس کلام میں اس جگہ اس لئے طوالت کی ہے تاکہ لوگوں کے اوہام دفع ہوں اور تمام عوام بھی سمجھ جائیں اور جب ہم اس سے فارغ ہو گئے ہیں. تو اپنا روئے سخن اس طرف پھیرتے ہیں جس میں ہمارا سیاق کلام تھا یعنی پھر ذکر بادشاہان اسلام شروع کرتے ہیں.

فصل ۷ احوال یزید بن معاویہ میں جو معاویہ کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ چونکہ حال یزید کسی سے مخفی نہیں لہذا ہم اس کے تھوڑے احوال کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں. الشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۹۶ طبع مصر میں ہے علامہ صبان نے اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ تحقیق امام احمد کفر یزید کا قائل ہے اور تیرے لئے اس کے تقویٰ وعلم کا حال کافی ہے جو ہر دو اس امر کے متقضی ہیں کہ اس نے بلا ثبوت نہیں کہا بلکہ اس کے نزدیک ایسے امور صریحہ یزید سے سرزد ہوئے پایہ ثبوت کو پہنچے ہیں جو موجب کفر ہیں اور اس فتویٰ پر اس کے ساتھ

(یزید[1]) لما انہ کفر حین امر بقتل الحسینؑ واتفقوا علیٰ جواز اللعن علیٰ من قتلہ او امر بہ او اجازہ ورضی بہ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واھانۃ اھل البیت مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احادا فنحن[2] لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وانصارہ واعوانہ۔ انتھیٰ

وفی حیوۃ الحیوان (فی ذکر شہادۃ الحسینؑ) وما اعتمدوہ من سبی الحریم وقتل الذراری مما تقشعر من ذکرہ الابدان وترتعد منہ الفرائص۔ انتھیٰ

وفی نور العین فی مشھد الحسینؑ للعلامۃ ابی اسحٰق الاسفرائینی فی مکتوب یزید الیٰ عبید اللہ بن زیاد عاملہ واعلم ان الحسینؑ ارسل الیٰ اھل الکوفۃ والعراق مسلمًا یصلی بھم ویخطب لھم ویقضی بینھم فاسرع الیہ واقتلہ وارسل الیٰ راسہ وانظر جمیع من یحب الحسینؑ او یذکرہ علیٰ لسانہ او دخل فی بیتہ۔

ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے مثل ابن جوزی وغیرہ کے لیکن فسق اس کا تو بتحقیق اس پر علماء نے اجماع کیا ہے اور ایک جماعت علماء نے یزید پر بتخصیص نام اس کے لعنت کرنی بھی جائز رکھی ہے۔ انتہیٰ۔

اور شرح عقاید تفتازانی صفحہ ۱۱۷ میں ہے اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے اس لئے کہ وہ قتل امام حسینؑ کے اور آمر بالقتل اور اجازت قتل دینے والے اور اس پر راضی ہونے والے کی لعنت پر اتفاق کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ تحقیق رضامندی یزید کی قتل حسینؑ پر اور اس کا اس فعل پر خوش ہونا اور اس کی اہلبیت کے حق میں اہانت کرنی یہ ایسی باتیں ہیں جو تواتر معنوی سے ثابت ہو چکی ہیں اگرچہ تفصیل اس کی احاد سے ثابت ہے پس ہم تو اس کے حال بلکہ اس کے ایمان میں کسی مزید تحقیق کیلئے توقف نہیں کرتے بلکہ صاف کہتے ہیں۔ کہ اس پر اور اس کے یاران و مددگاران پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ انتہیٰ۔ اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۵ ذکر شہادت امام حسینؑ میں ہے اور جو افعال ان یزیدیوں نے حرموں کے قید کرنے اور ذریت پاک کے قتل کرنے وغیرہ سے کئے ہیں وہ ایسے ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اعضا کانپنے لگتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اور نور العین فی مشہد الحسین مؤلفہ علامہ استاذ ابی اسحٰق اسفرائینی صفحہ ۹۱ مکتوب یزید میں لکھا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد عامل کی طرف لکھا اور یاد رکھو تحقیق حسینؑ نے اہل کوفہ و عراق کی طرف مسلم بن عقیلؑ کو بھیجا ہے وہ ان کو نماز پڑھاتا ہے

[1] علماء اہل جماعت کے اعتقاد سے تعجب آتا ہے کہ اس قدر فاسق و فاجر عامل افعال کفر کو بھی بری نگاہ سے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۴۴ میں باسناد ابن عساکر کے عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اصحاب ثلاثہ سے ہر ایک اپنے مرتبہ پر اچھا ہے اور معاویہ اور اس کا بیٹا یزید و سفاح و منصور وغیرہ کلہم صالح لا یوجد مثلہ۔ یعنی یہ سب بے مثل نیک ہیں ذہبی کہتا ہے کہ اس کے لئے چند طرق اسناد کے ہیں۔ انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم باقی حاشیہ

فانهه وان لم ینته فاقتله واقتل عیاله وانهب ماله واسب حرمته واحتل فی قتل الحسین وجمیع من معه والحذر ثم الحذر ان تتهاون فی قتل الحسین واصحابه انتهی۔ منتخباً۔

وقد ثبت ان یزید زنی بامه مرجانۃ وقد اثبته الخواجہ حسن نظامی فی رسالتہ طمانچہ بر رخسار یزید۔ اقول قد اخبر النبی علیہ السلام بذلك كما روی الترمذی عن عبد الله بن عمرو مرفوعا لیاتین علی امتی كما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل ان كان منهم من اتی امه علانیة لكان فی امتی من یصنع ذلك الحدیث كذا فی المشکوٰۃ فی الصواعق و علی القول بانه (یزید) مسلم فهو فاسق شریر سکیر جائر کما اخبر به النبی ص فقد اخرج ابو یعلی فی مسنده لا بسند لكنه ضعیف عن ابی عبیدة مرفوعًا

اور ان کے لئے خطبہ پڑھتا ہے اور ان کے اندر فیصلے کرتا ہے پس اس کی طرف جلد توجہ کر اور اس کو قتل کرا اور اس کا سر اتار کر میری طرف بھیج دے اور خوب تحقیقات کر لینی جو حسینؑ کو دوست رکھے یا اس کا ذکر خیر زبان پہ لائے یا اس کے گھر میں داخل ہوتا ہو تو اس کو منع کر دو اور اگر باز نہ آئے تو ایسے آدمی کو بمعہ اس کے عیال کے قتل کر دو اور اس کا مال لوٹ لو۔ اور اس کی زوجہ وغیرہ کو قید کر دو اور ایسی تدبیر کرو کہ حسینؑ کو قتل کیا جائے نیز جو اس کے ہمراہی ہوں سب کو قتل کر دو خبردار رہو اور خیال رکھو کہ حسینؑ اور اس کے اصحاب کے قتل کرنے میں تم سستی نہ کرو انتہی منتخباً۔ اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ یزید نے اپنی ماں مرجانہ کے ساتھ زنا کیا ہے جس کو خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے رسالہ طمانچہ بر رخسار یزید صہ ۳۰ میں ثابت کیا ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق نبی صلعم نے اس بات کی خبر دی ہے جیسا کہ ترمذی نے عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہماری امت پر وہی زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا برابر جیسے جوتا ایک پاؤں کا دوسرے کے مطابق ہوتا ہے تا اینکہ کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا

(بقیہ حاشیہ) ۲؎ انسان العیون مطبوعہ مصر جلد ۱ صہ ۱۹۵ میں علامہ علی بن برہان الحلبی نے بڑے بسط سے تصریح یزید پر لعنت کرنے کے استدلالات تحریر فرمائے ہیں اور یزید کی نسبت مولوی وحید الزمان کی تحقیق اصلاح نمبر ۲ جلد ۳۳ صہ ۳۲ میں عجیب لکھی ہے اور اصلاح نمبر ۲ جلد ۳۵ صہ ۳۱ لغایت صہ ۴۲ میں اس سے عجیب لکھی ہے نیز اس کا ثبوت کہ قاتل امام حسینؑ کا فی الحقیقت یزید ہی ہے ۱۲ مترجم۔ ۳؎ حوالہ حیوٰۃ الحیوان اسی کے صفحہ ۲۸ میں ہے ذکر الحافظ ابن عبد البر ان الكعبة رمیت بالمنجنیق مرة اخری حین حصرها مسلم بن الولید بن عقبة بن ابی معیط فی ایام یزید بن معاویه فی وقعة الحرة فمات یزید ورجع مسلم الی الشام یعنی زمانہ یزید میں کعبہ شریف پتھروں سے توڑا گیا۔ اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۷ میں امام غزالی سے اس شخص کی تردید نقل کی ہے جو یزید کی قتل امام حسینؑ پر رضامندی سے انکار کرتا ہے۔ منہاج السنۃ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ میں لکھا ہے۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو یزید کو اپنا نبی مانتا ہے اور ایک فرقہ اس کو صحابی اور خلیفہ خلفاء راشدین

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ (رخنہ کرنے ۱۲) رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید وفیہ ووقع من ذلک الجیش من القتل والفساد العظیم والسبی واباحۃ المدینۃ ما ھو مشہور حتی فض نحو ثلث مایۃ بکر وقتل من الصحابۃ نحو ذلک ومن قراء القرآن نحو سبع مائۃ نفس وابیحت المدینۃ ایاما وبطلت الجماعۃ من المسجد النبوی ایاما واختفت اھل المدینۃ ایاما فلم یمکن احد ادخول مسجدھا حتی دخلتہ الکلاب والذئاب وبالت علی منبرہ صلعم تصدیقا لما اخبر النبیؐ ولم یرض امیر ذلک الجیش الا بان یبایعوہ لیزید۔ الخ وفی تاریخ الطبری لما جیئ براس الحسین جمیع اھل الشام وجعل ینکث الراس الشریف بالخیزران وانشد ابیاتا سہ لیت اشیاخی ببدر شھدوا (الی ان قال) لاھلوا واستھلوا

ہے تو میری امت میں بھی ویسا ہی ہوگا جو یہ فعل بھی کرے گا الخ کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۴۲ اور صواعق طبع مصر صفحہ ۱۳۲ میں ہے اور اس قول پہ بھی یزید ملعون ہے پس فاسق خنزیر شرابی ظالم تو ضرور ہے جیسے اس کی نبیؐ نے خبر دی ہے تحقیق ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں لبسند ضعیف ابی عبیدہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہمیشہ میری امت کا حال عدل پہ ہوگا حتیٰ کہ اول اس میں رخنہ ڈالنے والا ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا جسکو یزید کہتے ہوں گے۔ اور صفحہ ۱۳۲ میں اسی صواعق کے اندر لکھا ہے کہ اس لشکر یزیدی سے قتل اور فساد عظیم واقع ہوا اور قید کرنا اور مدینہ کو مباح کرنا جو مشہور ہے تاکہ تین سو باکرہ کا بکر توڑنا اور قتل صحابہ کا مثل اسی تعداد کے اور قاریان قرآن مجید سات سو کا قتل کرنا وقوع میں آیا اور چند ایام مدینہ ایسے افعال کے لئے مباح سمجھا گیا اور مسجد نبوی میں بہت دن جماعت نہ ہوئی اور مدینہ والے بہت دن چھپ کر جان بچاتے رہے اور کسی کو مسجد نبوی میں داخل ہونا ناممکن تھا اتنکہ کتے اور بھیڑیے اس میں داخل ہوتے تھے اور منبر نبویؐ پہ پیشاب کرتے تھے یہ صورت

(بقیہ حاشیہ) میں سے شمار کرتا ہے اور شذرات الذہب مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۶۹ میں باسناد ابن عساکر اور ذہبی سے نقل کیا اس لئے کہا کہ یزید ناصبی تند مزاج شرابی تھا منکرات کا عامل تھا اپنی سلطنت کو اس نے امام حسینؑ کے قتل سے شروع کیا اور خاتمہ سلطنت کا واقعہ حرہ سے کیا لہٰذا لوگوں نے اس پہ اظہار غصہ کیا۔ حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ لغت فہد میں امام غزالی کا قول منقول ہے کہ یزید کے واسطے دعائے رحمت جائز بلکہ مستحب ہے بلکہ اللھم اغفر للمومنین والمومنات میں داخل ہے کیونکہ وہ مومن تھا (حاشیہ نوٹ) قاتل امام حسینؑ و مستبشر بر قتل امام حسین و دشمن آل رسول مقبول صلعم اور مدینہ منورہ کو برباد کرنے والا صحابہ کرام کا قاتل بیت اللہ شریف کو مسمار کرانیوالا اگر مومن ہو سکتا ہے تو دنیا میں کافر و منافق کوئی نہیں (ماہر عفی عنہ) سلہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲ میں یہ اشعار سبط ابن جوزی کے حوالہ سے

فجار ثم قال) لست من خندف ان لم انتقم. من بنی احمد ما کان فعل. لعبت هاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحی نزل. هکذا فی النصائح الکافیۃ وفی شرح الفقه الاکبر للقاری و اختلف فی اکفار یزید قیل نعم یعنی لما روی عنه ما یدل علی کفرہ من تحلیل الخمر ومن تفوهه بعد قتل الحسین واصحابه انی جازیتهم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدهم فی بدر وامثال ذلك ولعله وجه ما قال الامام احمد بتکفیرہ لما ثبت عندہ نقل تقریرہ. الخ وکذا نقله القاری فی شرح قصیدۃ الامالی. ونختم هذا الفصل بقولنا لعنة الله علیه و اعوانه واحزابه۔

حدیث نبی صلعم کی تصدیق کرتی ہے اور سردار کا لشکر سوائے اس کے راضی نہ ہوا کہ لوگ یزید سے بیعت کریں. الخ.
اور تاریخ طبری صفحہ ۲۱۷ طبع لندن ۱۹۶۲ء میں ہے جب سر مبارک امام حسینؑ کا لایا گیا تو یزید نے اہل شام کو جمع کیا اور سر مبارک امام علیہ السلام کے ساتھ ایک بید کی چھڑی سے بے ادبی کرتا تھا یعنی دندان مبارک اور سر مبارک پر ٹھکراتا تھا اور دہن مبارک کو اس سے کھولتا تھا اور اس وقت یہ اشعار پڑھتا تھا. آرزو ہے کہ میرے بزرگان بدر والے آج دیکھتے الخ یا ایک کہا اگر دیکھتے تو خوش ہوتے اور خوشی کے نعرے لگاتے پھر کہا میں خندف سے نہیں تھا اگر اولاد احمدؐ سے ان کے افعال بدر وغیرہ کا بدلہ نہ لیتا. بنی ہاشم ملک میں کھیل بنائی پھرے ہیں ورنہ تو نہ کوئی وحی اتری ہے اور نہ کوئی خبر آئی ہے. اسی طرح ہے نصائح کافیہ صفحہ ۲۲ میں اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۸۸ مطبوعہ ہندو پریس لاہور میں ہے کہ کفر یزید میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے کہا ہاں کافر ہے بسبب اس کے کہ یزید سے ایسے افعال واقوال مروی ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں شراب کے

(بقیہ حاشیہ) درج ہیں۔ اسی طرح شذرات الذہب فی اخبار من ذہب مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۶۹ میں یہ اشعار باسناد حافظ ابن عساکر مروی ہیں ۱۲ مترجم لہ وکذا فی مروج الذہب طبع جدید جلد ۳ صفحہ ۱ ۱۲ مترجم۔ ؎۲ لیکن اسی شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع گلزار محمدی لاہور صفحہ ۸۳ میں ہے مع ان الرضی بقتل الحسینؑ لیس بکفر لما سبق من ان قتله لا یوجب الخروج عن الایمان بل هو فسق وخروج عن الطاعۃ الی العصیان. یعنی قتل امام حسینؑ پر رضامندی کفر نہیں ہے جیسا کہ گذرا ہے کہ قتل حسین سے خروج عن الایمان لازم نہیں بلکہ فسق و خروج لازم آتا ہے (اس سے پہلے لکھا ہے صفحہ ۸۲ میں ولان الامر بقتل الحسین لا یوجب الکفر یعنی حکم دینا قتل امام حسین کا موجب کفر نہیں ہو سکتا واہ رے سنیوں کی محبت و مودت۔ اور دوسری جگہ صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے ایمان یزید کا محقق ہے اور کفر دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتا اسواسطے اس کے نام پر لعنت جائز نہیں ہے انتہی۔ دیکھئے سنی بھائیوں کی اہلبیت کے حق میں جو قلبی الفت اور عظمت ہے وہ اس قابل ہے کہ اس پر تمسخر کیا جائے۔ ۱۲ ناہ بتر شجو بماینہ ۔ مترجم

فصل. فی ذکر معاویہ بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان فهو

رجل صالح زاهد کما یشهد خطبته بعد موت ابیه اللعین و ترك خلافته ولما کان فی خطبته تعلق عظیم بما اعترف من فضائح آبائه وجب علینا ذکرها. فی حیوٰۃ الحیوان وذکرها غیر واحد ان معاویۃ بن یزید لما خلع نفسه صعد المنبر فجلس طویلا ثم حمد الله واثنی علیه الی ان قال، علی ان جدی معاویۃ قد نازع فی هذا الامر من کان اولی به منه و من غیره لقرابته من رسول اللهؐ وعظم فضله و سابقته فرکب جدی معه ما تعلمون و رکبتم معه ما لا تجهلون حتی انتظمت لجدی الامور فلما جاءه القدر المحتوم و اخترمته ایدی المنون بقی مرتهنا بعمله فریدا فی قبره ووجد ما قدمت یداه ورأی ما ارتکبه واعتداه ثم انتقلت الخلافۃ الی یزید ابی فتقلد امرکم لهوی کان ابوه فیه و لقد کان ابی یزید لسوء فعله واسرافه علی نفسه غیر خلیق بالخلافۃ علی امۃ محمدؐ فرکب هواه واستحسن خطاه واقدم علی ما اقدم من جرأته علی الله وبغیه علی من استحل حرمته

کے حلال کرنے اور بعد قتل حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے اس کے بکواس کرنے سے کہ میں نے ان کو اس فعل کی سزا دی ہے جو انہوں نے بزرگان و امرار قریش کے ساتھ بدر وغیرہ میں کیا تھا اور غالبًا امامؒ احمد کا فتوی کفر یزید اسی وجہ سے ہے کہ اس کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچی ہے اور اسی طرح علی قاری نے شرح قصیدہ امالی صفحہ ۳ میں نقل کیا ہے اور ہم اپنے اس فصل کو اپنے اس قول سے ختم کرتے ہیں کہ یزید اور اس کے گرویدہ مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

فصل۔ بیان معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان میں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ یہ معاویہ نیک اور زاہد آدمی تھا جیسا کہ اس کا ایک خطبہ شہادت دیتا ہے جو اس نے اپنے باپ ملعون کی وفات کے بعد پڑھا اور خلافت کو چھوڑ دیا تھا اور چونکہ اس کے خطبہ کو ہمارے مضمون سے تعلق عظیم ہے کیونکہ اس میں ایسے الفاظ مذکور ہیں جن سے معاویہ بن یزید نے اپنے آباء کے قبائح اعمال کو تسلیم کیا ہے لہذا اس خطبہ کا ذکر کرنا ہمارے لیئے واجب ہے۔ حیوٰۃ الحیوان علامہ دمیری جلد ا صفحہ ۵۵ میں ہے بہت علمار نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق معاویہ بن یزید جب اپنی خلافت سے مستعفی ہوا تو ممبر پر چڑھا اور دیر تک بیٹھ کر حمد الٰہی اور ثنا پڑھی ذنا اینکہ خطبہ کو یہاں تک پہنچایا اور پڑھا کہ) میرے دادا معاویہ نے اسی خلافت کیلیئے اس شخص سے جھگڑا کیا جو میرے دادے سے زیادہ مستحق تھا کیونکہ قرابت رسولؐ اور فضیلت میں سب پر فوق اور سبقت رکھتا تھا (یعنی علیؑ) تو میرا دادا اس کے

من اولاد رسول اللہ ص فقلت مدتہ وانقطع اثرہ ضاجع عملہ وصار حلیف حفرتہ رھین خطیئتہ وبقیت اوزارہ وتبعاتہ وحصل ما قدم وندم حیث لا ینفعہ الندم فلقد خلعت بیعتی من اعناقکم والسلام انتھیٰ ملخصًا. وھکذا فی الصواعق المحرقۃ وفیہ فاستمر مریضا الیٰ ان مات ولم یخرج الی الناس ولا صلی بھم ولا ادخل نفسہ فی شیٔ من الامور. الخ۔

ونقل الدمیری فی حیوۃ الحیوان ثم ان بنی امیۃ قالوا للمؤدبہ (ای استاذ معاویۃ) عمر المقصوص انت علمتہ ھذا ولقنتہ ایاہ وصددتہ عن الخلافۃ وزینت لہ حب علی ع واولادہ وحملتہ علی ما وسمعنا بھا من الظلم وحسنت لہ البدع حتے نطق بما نطق وقال ما قال فقال واللہ ما فعلتہ ولکنہ مجبول ومطبوع علی حب علی فلم یقبلوا منہ ذٰلک واخذوہ ودفنوہ حیا حتی مات. الخ قال الشیخ الخواجہ حسن نظامی الدھلوی فی یزیدنامہ

برخلاف اس چیز کا مرتکب ہوا جو تم جانتے ہو اور تم بھی اس کے ہمراہ اسی طریق پر چلے جو تم لوگوں سے مخفی نہیں ہے حتیٰ کہ میرے دادا کے لئے امور خلافت کا انتظام پختہ ہو گیا اور جب اس کو تقدیر مقرر کے مطابق موت کے ہاتھوں نے پکڑا تو اپنی قبر میں اکیلا اپنے اعمال میں گروی پڑا ہے اور اس نے جو عمل کا توشہ بھیجا ہوا تھا اس کا مزہ پا لیا اور اپنے ارتکاب معاصی و تعدی کا ملاحظہ کر لیا۔ پھر خلافت میرے باپ یزید کی طرف منتقل ہوئی اور اس نے تمہاری سرداری کا پٹہ اپنے گلے میں محض اس حرص و ہوا کی بنا پر پہنا جو اس کے باپ کے دل میں تھا اور میرا باپ یزید اپنی بدفعلی اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کے سبب سے خلافت اور امت محمدی پر سرداری کے لائق نہیں تھا مگر اس نے حرص پہ سوار ہو کر اپنے گناہوں کو مستحسن اور اچھا خیال کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس پر بغاوت کی جس کے مقابل اس کی کوئی قدر نہ تھی یعنی اولاد رسول اللہؐ پر تو مدت اس کی کم ہوئی اور نشانی اس کی منقطع ہوئی اور اپنے گڑھے قبر کو یار بنا کر اعمال خود کو گلے لگا کر اپنے گناہ میں گروی ہو کر جا سویا مگر اس کے گناہوں کے نشانات دنیا میں باقی موجود رہے اور جو اس نے آخرت کے لئے بھیجا تھا وہ اس کو مل گیا اور اس وقت پشیمان ہوا ہو گا کہ اسے پشیمانی کوئی نفع نہ دے گی۔ پس تحقیق میں نے تو تم لوگوں کی گردنوں میں سے اپنی بیعت کا پٹہ نکال لیا ہے۔ بس سلام۔ انتہیٰ ملخصًا۔ قریبًا یہی مضمون صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر میں ہے اور اس میں یہ ہے کہ پھر معاویہ بن یزید اتنے تک مریض رہا

وفی قصہ خلع معاویۃ
اس واسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوتا ہوں اور سلطنت کے تاج و تخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جس کو چاہو یہ دے دو مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ الخ

فصل: فی ذکر مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ علیہم ما علیہم۔

ویقال لہ ابن الطرید وقد یقال لہ طرید الرسول والتوفیق انہ طرد صغیراً الیا بیہ وقد طردھما رسول اللہ الی الطائف و طردہ الشیخان و اقامہ عثمان وھو صھرہ وکاتبہ سرا وبسببہ جری علیہ ما جری وخلافتہ عشرۃ اشھر روی الحاکم فی کتاب الفتن والملاحم من المستدرک مرفوعاً انہ ص قال فی حقہ الوزغ الملعون بن الملعون وصح اسنادہ وقد ذکر تعاملہ باھل البیت۔ ثم ابنہ عبد الملک۔ فانہ حبس امام الساجدین زین العابدین باثقلۃ من حدید ووکل بہ حفظۃ وجعل الاغلال فی یدیہ و جلیہ کذا ذکرہ فی الصواعق

کہ مر گیا اور لوگوں کی طرف نہ نکلا اور نہ ان کو نماز با جماعت پڑھائی اور نہ ان کے ساتھ کسی کام دینی دنیاوی میں شامل ہوا۔ الخ اور دمیری نے حیواۃ الحیوان میں نقل کیا ہے کہ اس خطبہ کے بعد بنی امیہ نے استاذ معاویہ عمر المقصوص کو کہا کہ تو نے یہ باتیں اس معاویہ کو پڑھائی ہیں اور تو نے سکھایا ہے اور تو نے ہی خلافت سے اسے روکا ہے اور تو نے ہی محبت علیؑ اور اولاد علی کی خوبی اس پر ظاہر کی ہے اور تو نے اسے اس پر برانگیختہ کیا ہے جو اس نے مظالم کے نشان دیئے ہیں اور نئے امور برخلاف باپ دادا کے جو اس نے ظاہر کئے ہیں تو نے اس کو دھوکہ میں لاکر اور رنگ چڑھا کر دکھائے ہیں تاکہ اس نے اپنے کلام میں جو ہو سکا ظاہر کیا اور کہا جو کہا عمر مقصوص نے کہا قسم بخدا میں نے یہ کام نہیں کیا۔ ولیکن وہ تو فطرۃً اس محبت علی علیہ السلام پر مخلوق ہے مگر بنی امیہ نے اس عذر کو اس سے قبول نہ کیا اور اس کو پکڑ کر انہوں نے زندہ ہی دفن کر دیا تاکہ اندر ہی مر گیا الخ۔ شیخ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے یزید نامہ صفحہ ۸۹ بیان قصہ خلع معاویہ میں بیان کیا ہے اس واسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوتا ہوں اور سلطنت کے تاج و تخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جس کو چاہو دیدو۔ مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ الخ

فصل۔ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ علیہم ما علیہم کے بیان میں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بیٹا طرید رسول کا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ خود بھی طرید رسول ہے اور تطبیق یہ ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں بھی اپنے باپ کے ساتھ بحکم رسول اللہ مطرود ہوا اور طائف کی

وصحیفۃ العابدین ناقلاً عن روضۃ الاحباب
وروضۃ الصفا والتاریخ الکامل وتذکرۃ
خواص الامۃ وغیرھا. وکفی بہ من
مساویہ تولیتہ الحجاج بن یوسف
الثقفی علی العراق وحالہ مما لا
یخفی علی من لہ نظر فی الکتب و
من جملۃ احکامہ منع الناس
العمل بفتاوی علی علیہ السلام
کما نقلہ المسعودی فی مروج الذھب
انہ طلب شریح القاضی وسال
عنہ فی مسئلۃ مذاھب الخلفاء
الراشدین فاجاب القاضی باداء
الخلفاء الثلاثۃ ثم بین حکم امیر
المؤمنین علیؑ فیھا فمنعہ الحجاج و
قال لا تنقل برای اھل الجبن
وافتی بفتوی عثمان رض کذا

اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی عمل رکھا مگر امیر عثمانؓ نے اسے
بلوالیا اور اپنے پاس مقیم رکھا اور وہ اس کا داماد
اور رازدار منشی تھا اور اسی کے سبب سے امیر عثمانؓ
پر واقع ہوا جو کچھ ہوا۔ اور خلافت مروان کی دس ماہ
رہی اس کے حال میں حاکم نے کتاب فتن و ملاحم
کتاب مستدرک میں مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے مروان
کے حق میں فرمایا کہ یہ گرگٹ یا مینڈک ہے بیٹا گرگٹ
یا مینڈک کا ملعون بن ملعون ہے اور اسناد اس کا
صحیح ہے اور اس کا برتاؤ جو اہل بیت نبیؐ سے رکھتا
تھا پہلے مذکور ہو چکا ہے (معاوین معاویہ کے
بیان میں) اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک
خلیفہ ہوا۔ تو تحقیق اس نے امام الساجدین زین
العابدین علیہ السلام کو بڑے بھاری آہن زنجیروں
سے قید کیا جو امام علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں میں
ڈال کر ان کو زیر پہرہ اپنے سپاہیوں کے کر دیا کذا فی
الصواعق ص۱۱۹ و صحیفۃ العابدین صفحہ ۱۷۹ ناقلاً
روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا و تاریخ کامل و
تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے ص۱۸۳ ناقلاً عن تذکرۃ
ابن حمدون عن الزہری۔ اور کافی ہے اس کی برائیوں
میں سے اس کا حجاج بن یوسف ثقفی کو عراق پر حاکم
بنانا جس کے ظلم کا حال کسی سے مخفی نہیں۔ جس کو کچھ
بھی کتب کا مطالعہ حاصل ہو۔ منجملہ اس کے احکام
کے تھا کہ فتاوئ علیؑ پر کوئی عمل نہ کرے جیسا کہ

[1] مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۳ ص۳۶ میں ہے اہل کار عبدالملک
کے عبدالملک کے مذہب پر تھے حجاج عراق کا والی ہوا اور سب اہل
کاروں میں سے حجاج بڑا ظالم اور مسلمانوں کی ناحق خونریزی کرنے والا
اور قاتل تھا اور ص۹۴-۹۵ میں لکھا کہ بنی عامر سے حجاج کے پاس قیدی
آئے تو جو کفر کا اقرار کرتا تھا اس کو رہا کرتا تھا نہیں تو قتل کرتا تھا
ایک پر شبہ ہوا کہ کفر نہیں کیا حجاج نے پوچھا تو اس نے کہا اگر کفر
سے کوئی چیز سخت ہے تو میں اس کے کرنے پر بھی آمادہ ہوں حجاج
نے اس کو بھی رہا کر دیا۔ اور اسی مروج کے صفحہ ص۱۰۳ میں لکھا ہے جب حجاج سعید بن جبیر صحابی کو قتل کرنے لگا سعید نے بعد کلمہ
شہادت توحید و نبوت کے کہا اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ حجاج اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔ حیاۃ الحیوان جلد ا ص۲۱ میں ابن خلکان
سے بر ترجمہ شریح منقول ہے کہ انہ سئل عن الحجاج اکان مؤمنا قال نعم بالطاغوت کافر باللہ تعالیٰ یعنے شریح سے پوچھا
گیا کہ حجاج مومن تھا اس نے کہا ہاں (بت) طاغوت کے ساتھ ایمان رکھتا تھا اور خدا کے ساتھ کفر کرتا تھا اور صراحت عین الملک و

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فی صحیفة العابدین. و فی حیٰوة الحیوان وتاریخ الخلفاء کون الحجاج عاملا علی العراق فامر اللعین الحجاج اخزاه الله وقبحه بصلب جسده ای جسد ابن الزبیر وقال السیوطی فی تاریخه فی ذکر عبد الملک قال العسکری و هو اول من غدر فی الاسلام واوّل من نهی عن الامر بالمعروف وفیه فی ذکر وصیة لابنه الولید وانظر الحجاج فاکرمه فانه هو الذی وطألک المنابر وهو سیفک یا ولید ویدک علی من ناواک فلا تسمعن فیه قول احد قال السیوطی قلت لو لم یکن من مساوی عبد الملک الا الحجاج وتولیته علی المسلمین وعلی الصحابة یهینهم ویذلهم قتلا وضربا و شتما وحبسا وقد قتل من الصحابة واکابر التابعین مالا یحصی فضلا عن غیرهم وختم فی عنق انس وغیره من الصحابة ختما یرید بذلک ذلهم فلا رحمه الله ولا عفا عنه. و سیاتی ان الناس

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ اس نے شریح قاضی کو بلا بھیجا اور اس سے ایک مسئلہ میں خلفاء راشدین کا مسلک پوچھا تو ہر سہ خلفاء کے مختلف خیالات سے قاضی نے جواب دیا پھر ابن نے اس مسئلہ میں حکم امیر المومنین کا بیان کیا حجاج نے قاضی کو منع کیا اور کہا کہ ایسے بزدل شخص کے مذہب کو بیان نہ کیا کر اور خود فتویٰ امیر عثمان کے قول کے مطابق دیا یہ صحیفۃ العابدین صفحہ ۱۶۹ سے منقول ہے اور حیاۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۷۰ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۶ میں حجاج کا عامل عراق ہونا لکھا ہے اور کہا کہ حجاج لعین نے خدا اسے خوار اور ذلیل کرے۔ ابن زبیر کو سولی چڑھانے کا حکم دیا۔ اور سیوطی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۴۸ ذکر عبد الملک میں لکھا ہے عسکری کہتا ہے کہ عبد الملک پہلا بے وفا عہد اسلام میں ہے اور وہ اول ہے جس نے امر بالمعروف سے منع کر دیا۔

اور صفحہ ۱۵۰ پر اس کی ذکر وصیت میں لکھا جو اس نے ولید پسر خود کو بتاکید وصیت کی کہ اے بیٹے تم حجاج کا خیال رکھنا اور اس کی بڑی تعظیم کرنی کیونکہ تحقیق یہی حجاج ہے جس نے تیرے لئے ممبروں کو زیر قدم کر رکھا ہے (یعنی سلطنت پر قدم جمایا) اور اس قدر سلطنت میں ترقی کی اے ولید بس یہی حجاج تیرے مخالف پر تیری تلوار اور تیرا بازو ہے بس اس کے بارہ میں تم کسی کی شکایت نہ سننا۔ سیوطی کہتا ہے میں کہتا ہوں اگر کوئی برائی عبد الملک میں سوائے حجاج کے نہ ہوتی (تو یہی کافی ہے) اس طرح کہ اس کو عام مسلمانوں پر بلکہ صحابہ پر بھی حاکم بنایا۔ جوان کو خوار اور ذلیل کر کے قتل

(بقیہ حاشیہ) و حجاج کی عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۱ میں دیکھو کہ وہ اس کو قتل کرتے تھے جونکا فر ہوتا تھا۔ اور حیاۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳ میں عبد الملک کا لوگوں کو حج سے منع کرنا اور اسی کے صفحہ ۱۵۳ جلد ا میں عبد الملک و حجاج کا حال دیکھو حجاج کی نسبت ترجمہ عبارت مروج الذہب اندر حال بسر بن ارطاۃ معاون معاویہ ملاحظہ ہو مترجم ۱۵۲

یختفون فی اداء الصلوٰۃ زمن الحجاج
لما کان یریدون ان یؤدوا کما ابدعہ
ومن[1] مظالمہ انہ ما ترک احدا
من شیعۃ علیؑ الا وقد قتلہ و قد
قتل سعید بن جبیر کما قال السیوطی
ولعن قاتلہ وقد قتل قنبر خادم
علیؑ وقد قارب قتلہ مائۃ الف رجل
قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی فی
تہذیب التہذیب قال ابن سعد
کتب الحجاج الی محمد بن القاسم ان
یعرضہ ای یعنی عطیۃ بن سعید علی
سب علیؑ فان لم یفعل فاضربہ
اربع مائۃ سوط واحلق لحیتہ فاستدعاہ
فابی ان یسب فامضی حکم الحجاج
فیہ. کذا فی النصائح۔ واورد الحافظ
جمال المزی فی التہذیب باسناد
عن یوسف بن عبید قال سالت
الحسن البصری یا ابا سعید (کنیتہ)
انک تقول قال رسول اللہ ص وانک
لم تدرکہ قال یا ابن اخی سالتنی
عن شئی ما سالنی عنہ احد قبلک
ولولا منزلتک عندی ما اخبرتک
انی فی زمان کما تری (وکان فی عمل
الحجاج) سمعتنی اقول قال رسول اللہ ص
فھو من علیؑ غیر انی فی زمان لا استطیع

کرتا تھا مار پیٹ کرتا اور گالی دیتا اور قید کرتا تھا
اور اس نے اتنے صحابہ اور اکابر تابعین قتل کیے
جو شمار میں نہیں آ سکتے دوسرے عام لوگوں کا کیا
ذکر کیا جائے یہ دیکھیے کہ اس نے انس وغیرہ
صحابہ کی گردنوں میں ایسی مہر لگادی جس سے ان
کا ذلیل دکھانا منظور تھا یہی ایک بات ہوتی تو بھی
اس کے لیے کافی تھی کہ خدا اس کو رحمت نہ کرتا
اور نہ کرے اور نہ اس کو معاف کرتا اور نہ کرے
اور عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ تحقیق لوگ زمانہ
حجاج میں اصل طریق نماز ادا کرنے سے خوف کرتے
تھے اور چھپ کر نماز پڑھتے تھے کیونکہ وہ چاہتا
تھا کہ اس طریقہ پر نماز پڑھیں جس کو حجاج نے
خود ایجاد کیا تھا۔ اور اس کے مظالم سے ہے کہ
اس نے کسی شیعہ علی کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑا جیسا
کہ اس نے سعید بن جبیر کو قتل کیا اس کو سیوطی نے
لکھا ہے اور اس کے قاتل پر لعنت لکھی ہے اور
اس نے قنبر خادم علیؑ کو بھی قتل کیا بلکہ اس سے قتل
مسلمین کی نوبت ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ حافظ
ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے
کہ ابن سعد حجاج کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا
ہے کہ حجاج نے محمد قاسم کو لکھا کہ تم عطیہ بن سعید پر
سب علیؑ کی پیش کرنا اگر وہ نہ کرے تو اس کو چار سو درے
لگاؤ اور اس کی ڈاڑھی منڈوا دو اس نے عطیہ کو بلایا
اور تعمیل حکم کی مگر عطیہ نے سب کرنے سے انکار کیا
تو محمد بن قاسم نے عطیہ کے سزا دینے میں حکم حجاج

[1] تحفۂ اثنا عشریہ ص... میں ہے حجاج شہرۂ عالم است در سفک دماء و قتل ناحق و خون ریختن علی الخصوص شرفا و سادات و منسوبان خاندان اہلبیت الخ اور حجاج کی نسبت حاشیہ بسر بن ارطاۃ کے حال میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

ان اذکر علیاً. کذا فی تذھیب تھذیب الکمال۔

ثم قام بالامر الولید بن عبد الملک.

فی حیوۃ الحیوان فی ذکر الولید انه قال لولا ان الله تعالیٰ ذکر اللواط فی کتابه ما ظننت ان احدا یفعله وکان جبارا ظالما و قد تواتر ظلمه حتی قال عمر بن عبدالعزیز وکان الولید بالشام والحجاج بالعراق وعثمان بن بالحجاز وقرة بن شریک بمصر امتلأت الارض والله جوراً۔ کذا فی تاریخ الخلفاء. وقد سم الولید سید الساجدین علیه السلام کذا فی الصواعق. وکذا فی تذکرة خواص الامة لسبط ابن الجوزی وفصول المهمة لابن الصباغ المالکی وفی صحیفة العابدین۔

وقد تولی هشام ابن عبد الملك

فانه سمّ ابا جعفر محمد الباقر کما حقق فی مآثر الباقریة. وفی الصواعق توفی الباقر مسموما کابیه و فی بدر الدجی. بعض مورخ کہتے ہیں کہ آپ بھی زہر سے شہید ہوئے وفی تاریخ الخلفاء مات فی ایامه ابو جعفر الباقر وقد قاتل هشام مع زید ابن علیؑ

کی تعمیل کر دی. کذا فی النصائح صفحہ ۱۹۳. اور حافظ جمال مزنی نے تہذیب میں باسناد یوسف بن عبید سے روایت کی ہے کہا میں نے حسن بصری سے پوچھا. کہ اے ابی سعید (جو کنیت حسن کی ہے) تو کہتا ہے رسول اللہ ص نے فرمایا حالانکہ تو نے زمانہ رسول ص کو نہیں پایا. کہا اے بھتیجے تو نے وہ بات مجھ سے پوچھی ہے جو تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی تھی. اور میں تیری قدر اچھی سمجھتا ہوں ورنہ تجھے خبر نہ دیتا. تحقیق میں ایسے زمانہ میں ہوں جس کو تو دیکھ رہا ہے. یعنی حجاج کی عملداری ہے تو تم مجھ سے قال رسول اللہ جو سنتے ہو وہ حضرت علی علیہ السلام سے کہتا ہوں صرف اتنی وجہ ہے کہ ایسے زمانہ میں ہوں کہ بوجہ خوف کے علیؑ کا نام لینے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں. کذا فی تذہیب تہذیب الکمال۔

پھر امر خلافت پر ولید بن عبد الملک قائم ہوا.

حیوۃ الحیوان صفحہ ۱۶۱ میں بذیل ذکر ولید کے لکھا ہے کہ تحقیق ولید کہتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لواطت کرنے والے کا ذکر قرآن میں نہ کرتا تو میرا گمان بالکل نہیں ہے کہ پھر کوئی یہ کام کرتا اور ولید جابر اور ظالم تھا اور ظلم اس کا بتواتر ثابت ہے حتی کہ عمر بن عبد العزیز نے ولید اور حجاج و عثمان کا حال دیکھ کر کہا کہ قسم بخدا زمین ظلم سے پر ہو گئی ہے یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ولید شام میں اور حجاج عراق میں اور عثمان بن حبارہ حجاز میں اور قرہ بن شریک مصر میں حاکم تھے نیز تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲ میں اسی طرح ہے (اور مروج الذہب جلد ۳ ص ۹۶ میں ہے ولید بن عبد الملک جبار عنید اور ظالم تھا) اور تحقیق ولید نے سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر دیا جیسا کہ صواعق ص ۱۲۰

ابن الحسین فمات ھو شھیداً کما نقلہ الخواجہ محمد پارسا فی فصل الخطاب ما عبارتہ پس از حکم ابو حنیفہ کوفی وقتال ہشام زید بقتل رسید۔ وفی الصواعق باسناد ابی نعیم والسلفی لما حج ہشام ابن عبد الملک ولم یمکنہ تقبیل الحجر الاسود دا قبل زین العابدین فتنحی لہ الناس حتی استلم قال اھل الشام لھشام من ھذا قال لا اعرفہ مخافۃ ان یرغب اھل الشام فی زین العابدین فقال الفرزوق انا اعرفہ ثم انشد قصیدۃ طویلۃ فلما سمعہا ھشام غضب وحبس الفرزوق بعسفان۔ انتھے ملخصاً وکذا فی حیوۃ الحیوان وفی ارجح المطالب ص۶۰۷ وھکذا ذکرہ الحافظ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء۔ کذا فی صحیفۃ العابدین

میں ہے۔ اور اسی طرح تذکرہ خواص الامہ مؤلفہ سبط ابن الجوزی وفصول المہمہ مؤلفہ ابن صباغ مالکی میں ہے جس کو صحیفۃ العابدین ص۱۸۶ میں نقل کیا گیا ہے (اسی طرح نور الابصار مطبوعہ مصر ص۱۲۶ میں فصول المہمہ سے منقول ہے) اور پھر اپنے وقت میں ہشام بن عبد الملک والی ہوا۔ تو اس نے ابی جعفر محمد الباقرؑ کو زہر دیا جیسا کہ اس کی تحقیق سید اولاد حیدر صاحب نے مآثر باقریہ ص۹۷ میں لکھی ہے اور صواعق ص۱۲۰ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ امام باقرؑ شش اپنے باپ کے زہر سے شہید ہوئے ہیں۔ اور بدر الدجی ص۱۲۷ میں ہے بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ آپ بھی (۔۔۔) زہر سے شہید ہوئے اور تاریخ الخلفاء ص۱۶۹ میں ہے کہ ابو جعفر باقر علیہ السلام ایام ولید میں فوت ہوئے اور تحقیق ہشام نے زید بن علی بن حسین سے جنگ کی اور زید شہید ہوئے جیسا کہ اس کو خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں اس عبارت سے ذکر کیا پس بحکم ابو حنیفہ کوفی اور جنگ ہشام کے زید کے قتل کی نوبت پہونچی۔ اور صواعق ص۱۱۹ میں[ك] باسناد ابی نعیم وسلفی کے ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے حج کیا اور اس کو بوسہ حجر اسود کا بوجہ ہجوم لوگوں کے میسر نہ ہوا امام زین العابدینؑ تشریف لائے تو لوگ ہٹ گئے اور جگہ دی تاکہ امامؑ نے بوسہ فرمالیا تو اہل شام نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے جس کی لوگ اتنی تعظیم کر رہے ہیں؟ ہشام نے کہا میں نہیں جانتا کون ہے اور یہ لاعلمی اس خوف سے بیان کی کہ مبادا اہل شام امامؑ کی طرف رغبت کر جائیں۔ تو فرزدق شاعر نے کہا اگر تو نہیں جانتا تو میں جانتا ہوں اور ایک طویل قصیدہ مدح امام میں پڑھا جب اس کو ہشام

ل اسی طرح نور الابصار ص۱۲۸ میں درالاصداف اور فصول المہمہ سے منقول ہے ۱۲ مترجم

ك اسی طرح نور الابصار ص۱۲۵ و تذکرہ خواص الامہ ص۱۸۵ میں باسناد ابی نعیم فی الحلیہ مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

وكان المنصور اول من اوقع الفتنة بين العباسيين والعلويين وكانوا قبل ذلك شيئاً واحداً واذى خلقا من العلماء ممن خرج معهما او امر بالخروج قتلا وضربا وغير ذلك. وفي آثار الجعفرية قد توفي جعفر مسموماً من جانب المنصور بتوسط محمد بن سليمان والي المدينة من المنصور. وفي ارجح المطالب قال ابن الصباغ المالكي مات جعفر الصادق مسموما في ايام المنصور ناقلا عن تذكرة خواص الامة

ومنهم هارون الرشيد فانه سم موسى الكاظم فتوفي عليه السلام مسموما وقد حبس الامام مرات كثيرة. كما في الصواعق فجعل له سما في طعامه وقيل في رطب فتوعك ومات بعد ثلاثة ايام وفيه وحمله معه الى بغداد وحبسه فلم يخرج الا ميتا مقيداً. انتهى وكذا في روضة الصفا وفي حيٰوة الحيوان وتوفي موسى الكاظم ببغداد مسموماً وقيل انه

جس نے عباسیوں اور علویوں کے درمیان فتنہ و فساد پیدا کیا اور اس سے پہلے ایک شئے تھے یعنی اتفاق رکھتے تھے اور ان علماء کو جنہوں نے ہمراہ ہر دو فریق کے خروج کیا یا امر بالخروج کیا قتل اور مار پیٹ وغیرہ سے اس نے ایذا پہنچائی۔ اور آثار جعفریہ ص۱۳۸ میں ہے کہ تحقیق امام جعفر صادقؑ منصور کی جانب سے بتوسط محمد بن سلیمان والی مدینہ کے زہر سے شہید کیے گئے اور ارجح المطالب ص۴۱۹ میں ہے کہ ابن صباغ مالکی کہتا ہے جناب امام جعفر صادقؑ زہر کے باعث زمانہ منصور میں شہید ہوئے ناقلاً تذکرہ خواص الامۃ سے ارجح المطالب میں مذکور ہے۔ **اور ان میں ہارون رشید ہے۔** تحقیق اس نے موسے کاظمؑ کو زہر دیا اور زہر سے شہید ہوئے اور اس نے امام علیہ السلام کو چند مرتبہ قید میں رکھا۔ جیسا کہ صواعق ص۱۲۲ در روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ ص۱۶۳ میں ہے کہ اس نے امام کے کھانے میں زہر ڈالا اور کہا گیا ہے کہ اس نے تازہ کھجوروں میں ملا کر دیا اور امام کو سخت بخار ہوا جس سے تین دن بعد فوت ہو گئے (و نور الابصار ص۱۳۲) اور اسی میں ہے کہ ہارون رشید نے امام علیہ السلام کو بغداد میں مقید کر کے بھیجا اور مقید رکھا یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں فوت ہوئے انتہی۔

۱؎ تاریخ بغداد مطبوعہ مصر جلد ۱۳ ص۲۷ میں حافظ خطیب بغدادی ترجمہ موسیٰ ابن جعفر میں لکھتے ہیں ہارون رشید امام موسیٰ کاظم کو مدینہ سے بغداد میں لایا اور بغداد میں ہی قید کر دیا حتی کہ اسی قید میں آپ نے وفات پائی۔ اور تاریخ ابوالفداء جلد ۲ ص۱۷ میں اسی طرح ہے ۱۲ مترجم۔ ۲؎ روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۲ میں ہے کہ یحییٰ ابن خالد برمکی نے بر اغوا ہارون رشید کے قید خانہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کو زہر دیا ۱۲ مترجم ۳؎ وکذا فی وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۲ ص۱۳۲ ۱۲ مترجم وکذا فی روضۃ المناظر علی الکامل ج ۱۱ ص۱۶۳ ت فی موسیٰ الکاظم ببغداد فی حبس الرشید۔

توفی فی الحبس الخ و الجمع انه یمکن انه سم فی الحبس فمات ثمہ علیہ السلام وفی الصواعق قال الرشید له رای الکاظم حین راٰہ جالسًا عند الکعبۃ انت الذی تبایعك الناس سرا فقال انا امام القلوب وانت امام الجسوم[1] الخ وذکرہ السید فی العلوم الکاظمیۃ مفصلاً و مکملاً۔

ومنهم مامون الرشید فانه سم علی الرضا فی رمانة او عنب کما فی الصواعق وکذا فی روضة الصفا[2] و ذکرہ السید فی التحفة الرضویۃ وکذا فی شواھد النبوۃ و نور الابصار۔ و **منهم المعتصم بالله**. فانه سم محمد ن الجواد التقی کذا فی تحفة المتقین۔ و فی ارجح المطالب ناقلا عن تذکرۃ خواص الامۃ یقال ان ام الفضل بنت المامون سقته بامر ابیها الخ والحاصل ان الامام قد مات مسمومًا کذا فی الصواعق و غیرہ و سمہ المعتصم او المامون علی الاختلاف **ومنهم المتوکل علی الله**

اور اسی طرح روضۃ الصفا میں ہے اور حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد ا صفحہ ۱۱۹ میں ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ بغداد میں زہر کے ذریعہ فوت ہوئے۔ (وکذا فی مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۷۳) اور کہا گیا ہے کہ وہ قید خانہ ہی میں فوت ہوئے الخ اور تطبیق یہ ہے کہ ممکن ہے امام علیہ السلام کو قید خانہ میں ہی زہر دیا گیا ہو اور وہیں فوت ہوئے۔ اور صواعق صفحہ ۱۲۲ میں ہے کہ ہارون رشید نے امام کاظم سے جبکہ وہ کعبہ کے پاس تشریف رکھتے تھے کہا کہ کیا تو لوگوں سے خفیہ بیعت لیتا رہتا ہے؟ امام نے فرمایا امام قلوب میں ہوں یعنی باطن کا اور تو امام ہے اجسام کا یعنی ظاہر کا۔ الخ اور اس کا حال سید صاحب نے علوم کاظمیہ میں مفصل و مکمل ذکر کیا ہے۔ **اور ان میں سے مامون رشید ہے۔** تحقیق اس نے امام علی رضاؑ کو انار یا انگور میں زہر دیا۔ جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۲۲ میں ہے اور اسی طرح روضۃ الصفا میں ہے جس کو سید اولاد حیدر نے تحفہ رضویہ صفحہ ۱۲۲ میں ذکر کیا ہے نیز اسی طرح شواہد النبوۃ و نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۲ میں ہے۔ **ان میں سے معتصم باللہ ہے۔** تحقیق اس نے محمد جواد نقی علیہ السلام کو زہر دیا۔ جیسا کہ تحفۃ المتقین صفحہ ۶۲ میں اور ارجح المطالب صفحہ ۴۶۳ میں ناقلا عن

---

[1] اخیر اس عبارت میں ہے کہ اسی سبب سے ہارون رشید نے امام کو قید کیا ۱۲ مترجم۔ [2] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۵ وشواہد النبوۃ طبع نولکشور صفحہ ۲۰۲ میں ابو الصلت کا قصہ جیسا کہ تحفہ رضویہ میں ہے مرقوم ہے اور مامون کا انگور میں زہر دینا اور باوجود انکار کرنے امام کے باصرار حکم دیکر کھلانا لکھا ہے ۱۲ مترجم [3] مضامین ابو الکلام آزاد ۱۹ صفحہ ۵ میں لکھا ہے اس میں شک نہیں کہ آپ کو (رضاؑ کو) انگور میں زہر ملا کر دیا گیا۔ اس امر کی اس زمانہ میں کافی شہرت ہو گئی تھی کہ انتقال زہر کی وجہ سے ہوا چنانچہ کاتب عباسی لے کر ابن اثیر وغیرہ تک سب زہر خورانی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کس نے دیا؟ انصاف یہ ہے کہ اس بارہ میں مامون رشید کا دامن مشتبہ ضرور ہے پھر صفحہ ۲ میں لکھا ہے۔ مسموم انگور کو کھانا ایک مسلم واقعہ ہے مامون کو معلوم نہیں ہو گیا تھا کہ میں سادات کی دوستی کے ساتھ کسی طرح تخت خلافت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ انتہی ملخصاً۔ ۱۲ مترجم۔

ثم تولی الولید بن یزید بن عبد الملک۔ فی تاریخ الخلفاء[1] وکان فاسقا شریبا للخمر منتهکا لحرمات اللہ قال الذہبی لم یصح عن الولید کفر ولا زندقة بل اشتہر بالخمر والتلوط ورشق المصحف بالسہام وفسق ولم یخف الآثام وقد ورد فی مسند احمد حدیث لیکونن فی ہذہ الامة من فرعون لقومہ وقد قال الولید لابن میادة اراک وقدمت علینا آل محمد انتہی ملخصاً وفی ہذا حیوة الحیوان ... فی ادب الدین والدنیا ان الولید بن یزید بن عبد الملک تفاءل یوماً فی المصحف فخرج لہ قولہ تعالی واستفتحوا وخاب کل جبار عنید فمزقہ وانشأ یقول اتوعد کل جبار عنید فہا انا ذاک جبار عنید اذا ما جئت ربک یوم حشر فقل یارب مزقنی الولید فلم یلبث الا ایاماً یسیرة حتی قتل شر قتلة وصلب رأسہ علی اعلی سور بلدہ انتہی۔

اقول قد ثبت من ہذا الخلیفة مصداق قولہ علیہ السلام فی خصومة القرآن مزقونی وفیہ انہ واقع جاریة لہ وہو سکران وجاءہ المؤذنون یؤذنونہ بالصلوٰة فحلف ان لا یصلی بالناس الا ہی فلبست ثیابہ وتنکرت وصلت بالمسلمین

نے سنا تو غضبناک ہوا اور فرزدق کو عسفان میں قید کر دیا۔ انتہی ملخصاً۔ نیز اسی طرح حیوٰۃ الحیوان جلد ا صـ۹۔ اور ارجح المطالب صـ۶۰۰ میں ہے اور اسی طرح ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے جیسا کہ صحیفۃ العابدین صـ۱۹۱ میں ہے۔ پھر ولید بن یزید بن عبد الملک حاکم مقرر ہوا۔ تاریخ الخلفاء صـ۱۷۱ میں ہے کہ ولید مذکور فاسق اور بہت شراب پینے والا اور خدا تعالیٰ کے حدود محرمات کو توڑنے والا تھا۔ ذہبی نے کہا ہے کہ ولید سے کفر صحیح ثابت نہیں ہوا اور نہ بے دینی۔ مگر شراب پینے اور عمل لواطت کرنے اور قرآن شریف کو تیروں کا نشانہ بنانے اور دیگر اقسام گناہوں میں مشہور تھا۔ اور گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں میں ذرا خوف نہ کرتا تھا اور تحقیق مسند احمد میں حدیث مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ اس امت میں ولید نامی ایک شخص پیدا ہوگا جو اس امت کے لیے فرعون سے بھی سخت تر مضر ہوگا۔ اور ولید نے ابن میادہ کو زجر کے طور پر کہا کہ کیا تم آل محمدؐ کو ہم پر فضیلت دیتے ہو؟ البیانہ چاہیئے الخ انتہی ملخصاً۔ اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صـ۸۶ میں ہے کہ اوردی نے کتاب ادب الدین والدنیا میں ولید بن یزید بن عبد الملک کی حکایت لکھی ہے کہ اس نے ایک دن قرآن شریف سے فال لی تو اس میں قول اللہ تعالیٰ کا کہ انہوں نے فتح پائی اور ہر جبار سرکش نے خسارہ پایا فال میں نکلا تو ولید نے مصحف پھاڑ ڈالا اور اس شعر کو پڑھا کہ کیا اے قرآن تو ہر جبار سرکش کو ڈراتا

[1] ولید فرعون اس امت کا ہے۔ اسی طرح نسیم الریاض شرح شفا عیاض جلد ۴ صـ۱۴۱ و حیوٰۃ الحیوان جلد ا صـ۷۶ و تاریخ خمیس صـ۳۰۵ میں ہے اور حیوٰۃ الحیوان کے اسی صفحہ پر لغت اوز میں یہ بھی لکھا ہے کہ ولید نے ایک حوض تیار کر رکھا تھا جو ہر وقت شراب سے بھرا رہتا تھا۔ جب ولید فرط خوشی میں آجاتا تو اس حوض کے اندر کود پڑتا تھا اور اس قدر شراب پیتا تھا کہ حوض کے کناروں سے نشانات کمی کے ظاہر ہوں۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

وھی جنب سکرا ۱.۱نتھی۔

واٰخر خلفائھم مروان الحمار۔ وقد انقضت

دولتھم بہ فی حیوۃ الحیوان ولما انقضت دولتھم علم ما قال الحسن بن علی بن ابی طالب لما قیل لہ ترکت الخلافۃ للمعاویۃ فقال لیلۃ القدر خیر من الف شھر وکان مدۃ خلافتھم نیفا و ثمانین وھی الف شھر۔

ہے یہ لے میں ہوں جبار سرکش جب تو قیامت کے دن خدا کے پاس جائے گا۔ اس سے بے شک کہہ دینا کہ اے رب مجھے ولید نے پھاڑ دیا تھا پھر تھوڑے دن زندہ رہا حتیٰ کہ اس کو بری طرز سے قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا اور اس کا سر اسی کے بالاخانہ اور اس شہر کے سب سے بڑے قلعہ پر لٹکایا گیا۔ انتھی ۱۱ اور اسی طرح مروج الذہب بر حاشیہ کامل جلد ۷ ص ۱۵۹ و مطبوعہ مصر جدید مستقل جلد ۳ ص ۱۲۹ میں ہے اور اس نے ولید کے یہ دو شعر بھی زیادہ لکھے ہیں۔ تلعب بالخلافۃ ھاشمی بلا وحی اتاہ ولا کتاب ؛ فقل للہ یمنعنی طعامی. وقل للہ یمنعنی شرابی۔ یعنی ہاشمی نے خلافت کا کھیل بنا رکھا ہے نہ اس کے پاس وحی آئی اور نہ کتاب۔ اے قرآن تو خدا کو کہہ دے کہ اگر کر سکتا ہے تو میرا کھانا پینا بند کر دے ۱؎ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق اس خلیفہ کے حال سے مصداق فرمان نبیؐ کا دربارہ خصومت قرآن اور قیامت میں فریاد کرنے کے کہ انہوں نے مجھے پھاڑا تھا ثابت ہوا جس کی مکمل حدیث انتدار ذکر سلاطین میں گذر چکی ہے۔ اور اسی کتاب ؎ حیاۃ الحیوان کے جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ ولید ایک کنیز سے بحالت مستی شراب کے ہم بستر ہوا اور اسی حالت میں اطلاع دینے والوں نے نماز کی اطلاع دی تو ولید نے حلف اٹھائی کہ آج لوگوں میں سوائے اس کنیز کے کوئی نماز نہ پڑھائے یعنی یہی امامت کرائے گی۔ چنانکہ اس کنیز نے ولید کے کپڑے پہن کر شکل تبدیل کر لی اور اسی نے بحالت جنابت و مستی کے مسلمانوں کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ **اور آخری خلیفہ ان سے مروان الحمار ہے** اور بنی امیہ کی بادشاہی اسی مروان پر ختم ہوئی ہے تو فرمان امام حسنؑ بن ابی طالب کی تصدیق ہو گئی جب ان کے لئے کہا گیا کہ آپ نے خلافت معاویہ کے لئے کیوں چھوڑ دی؟ تو فرمایا کہ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے ۱۱ اس میں اشارہ تھا کہ مدت خلافت بنی امیہ کی ہزار ماہ ہو گی چنانچہ مدت خلافت بنی امیہ کی کچھ اوپر اسی سال تھی جو ہزار ماہ ہوئی۔

ومن الخلفاء العباسیۃ المنصور

توفی جعفر الصادق مسموما بعملہ کما فی حلیۃ الاولیاء۔ وفی تاریخ الخلفاء

اور منجملہ خلفاء عباسیہ کے منصور ہے

امام جعفر صادقؑ کو اسی منصور کی حیلہ سازی سے زہر پلا کر شہید کیا گیا جیسا کہ حلیۃ الاولیاء میں ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص ۱۷۸ میں ہے کہ منصور پہلا شخص ہے

۵۲ بقیہ حاشیہ اس حدیث کو لآلی مصنوعہ جلد ۱ ص ۵ میں باسناد حاکم مع تصحیح روایت لکھا اور روایت احمد کو حسن لکھا اور طبرانی سے اس کا شاہد اور حدیث کو لکھا ۱۱ مترجم۔ فموق المصحف والشاہ لیقولا توعن

(بقیہ حاشیہ) بہ نیت اہانت و ہتک بذریعہ ایک مخنث کے حضرت علیؑ کا سوانگ نکلواتا جو سر سے گنجا تھا اور پیٹ پر تکیہ باندھ کر پڑا پیٹ بنا کر دکھلاتا تھا اور ناچتا نیز ایسے اشعار گاتا تھا جن میں حضرت علیؑ کی ہتک شان تھی یہ سب اس میں مذکور ہے اور مروج الذہب و معادن الجوہر للمسعودی طبع جدید ص۸۲ میں لکھا ہے۔ کہ متوکل کے وقت آل ابی طالب محنت عظیم اور سخت خوف میں تھے۔ ہر وقت ان کو جان کا خطرہ تھا (کامل جلد ۷ ص۱۵ و ابی الفداء جلد ۲ ص۳۸) زیارت قبر امام حسینؑ سے ان کو سخت منع ہو گئی تھی بلکہ آل ابی طالب کے جو شیعہ ان کا لعدادتھے سب کے لئے زیارت مشاہد مقدسہ سے ممنوع تھی تھی اور ۲۳۶ھ میں متوکل نے قبر امام حسینؑ کے گرا دینے اور نشان مٹا دینے کا حکم صادر کر دیا تھا۔ اور جو زیارت پہ گیا معلوم ہوتا اس کو سزا دینے کا حکم جاری کیا تھا۔ حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۷۰ لغت اوز میں ابن خلکان سے منقول ہے کہ لما ولی المتوکل احیی السنۃ و امات البدعۃ و کتب للآفاق برفع المحنۃ و اظہار السنۃ (الیٰ ان قال) و کان المتوکل یبغض علیا رضی اللہ عنہ و ینتقصہ (ثم قال) کان یغلو فی بغض علی و یکثر الوقیعۃ فیہ والاستخفاف بہ الخ یعنی متوکل والی ہوا تو اس نے سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو مٹایا اور وہ حضرت علیؑ سے بغض رکھتا تھا اور اس میں غلو کرتا تھا اور ہر وقت خفت اور ہتک جناب مرتضیٰ میں منہمک تھا۔ (سبحان اللہ سنیوں میں محی السنۃ ایسے ہی لوگوں کا لقب ہوتا ہے) ۱۲ مترجم۔

ہے اور واقعی مسعودی نے سچ کہا ہے کیونکہ امام رضاؑ خلافت مامون میں بالاتفاق فوت ہو چکے تھے اور زمانہ متوکل کو نہیں پایا۔ انتہیٰ من الصواعق؛

اور صواعق ص۱۲۳ میں ہے اور موافق اس کے ہے جو مسعودی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ کہ یحییٰ بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط نبیؐ جب دیلم کی طرف مفرور ہوئے۔ اور ہارون رشید کے پاس لائے گئے اس نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو اور ایک حویلی یا حوض کے اندر بھوکے درندوں کے آگے یحییٰ صاحب کو ڈال دیا گیا۔ مگر درندوں نے ان کے جسم مبارک کو کوئی ایذا نہ دی بلکہ ان کے آس پاس پناہ لینے کی صورت میں آئے اور زیادہ قریب ہونے سے وہ درندے ڈرتے تھے۔ تب اس حوض پہ ایک عمارت پتھر اور چونہ سے بنوا دی گئی اور یحییٰ رض زندہ مدفون ہوئے اور تاریخ الخلفاء سیوطی ص۲۳۷ میں ہے اور ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ قبر امام حسینؑ کو مسمار کر دو گرا دو۔ مٹا دو اور گردو نواح کی دیواریں بھی گرائی جائیں اور اس جگہ کوئی زراعت کاشت کر دی جائے اور لوگوں کو زیارت قبر مبارک سید الشہداءؑ سے منع کر دیا اور خرابہ بنا کر جنگل بنا دیا (اس سے بھی ظاہر ہوا اور ویسے بھی) یہ متوکل ناصبی ہونے میں مشہور تھا اس لئے مسلمان اس کی اس حرکت سے نہایت آزردہ ہوئے الخ

وفی سنۃ اربع واربعین قتل یعقوب بن السکیت الامام فی العربیۃ فانہ ندبہ

اسی تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ۲۴۴ھ میں متوکل نے عربی زبان کے امام یعقوب بن سکیت کو قتل کیا

الیٰ تعلیم اولادہ فنظر یوما الیٰ ولدیہ فقال لابن السکیت من احب الیک ھما او الحسن والحسین فقال قنبر یعنی مولیٰ علیؑ خیر منھما فامر الاتراک فداسوا بطنہ حتی مات وقیل امر لسل لسانہ فمات وھکذا فی حیوٰۃ الحیوانؔ وفیہ ایھما احب الیک ابنای ھذان ام الحسن والحسین فقال واللہ ان قنبرا خادم علی خیر منک ومن ابنیک فقال سلوا لسانہ من قفاہ کذا حکاہ ابن خلکان فی ترجمتہ۔ انتھیٰ۔

ومنھم المعتمد علی اللہ

فی تاریخ الخلفاء وذکر الصولی انہ قتل من المسلمین الف الف وخمس مائۃ الف رجال وقتل فی یوم واحد بالبصرۃ ثلث مائۃ الف وکان لہ منبر فی المدینۃ یصعد علیہ ویسب عثمان وعلیا ومعاویۃ وطلحۃ والزبیر وعائشۃ انتھیٰ۔

اس طرح کہ تحقیق اس نے یعقوب کو اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اور ایک دن متوکل نے اپنے بیٹوں کو دیکھا اور ابن سکیت کو کہا کون تیرے نزدیک زیادہ پیارے ہیں آیا یہ دونوں یا حسن و حسین تو یعقوب نے کہا کہ قنبر یعنی غلام حضرت علی کا ان دونوں سے بہتر ہے۔ اس پر متوکل نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور انہوں نے اس کا پیٹ دبایا اور لتاڑا۔ تا اینکہ فوت ہوگیا اور کہا گیا ہے کہ اس نے زبان نکلوا دینے کا حکم دیا اور اس طرح قتل کیا گیا انتہی۔ اسی طرح حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ میں ہے نیز اس میں ہے کہ متوکل نے کہا یہ دونوں میرے بیٹے تم کو زیادہ محبوب ہیں یا حسنؑ و حسینؑ یعقوب نے کہا تحقیق قنبر خادم علیؑ کا تجھ سے اور تیرے دونوں فرزندوں سے اچھا ہے پس متوکل نے حکم دیا کہ اس کی زبان کو اس کی پشت کی طرف سے کھینچ کر نکالو۔ اسی طرح ابن خلکان نے جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۱ ترجمہ یعقوب میں بیان کیا ہے۔ انتہی۔ اور ان میں سے معتمد علی اللہ ہے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۹ میں ہے کہ صولی بیان کرتا ہے تحقیق معتمد نے ہزار ہزار مسلمین کو قتل کیا بلکہ پانچ لاکھ کو قتل کیا اور ایک دن میں بصرہ کے اندر تین لاکھ آدمی کو قتل کیا اور اس کا مدینہ میں ایک ممبر تھا اس پہ چڑھ کر عثمانؓ و علیؑ و معاویہؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ انتہی۔

؎۱ حیوٰۃ الحیوان و تاریخ ابن خلکان و روضۃ المناظر بر کامل جلد ۱۱ صفحہ ۷۰ میں یعقوب کی گردن کے پیچھے سے چیر کر زبان نکالنا لکھا ہے ۱۲ مترجم۔

؎۲ اسی طرح شذرات الذہب مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ و تفسیر روح البیان مطبوعہ مطبع عثمانیہ بار دوم جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔

في الصواعق نقل بعض الحفاظ ان امرءة زعمت انها شريفة بحضرة المتوكل فسأل عمن يخبره بذلك فدل على على الرضا فجاء فاجلسه معه على السرير و ساله فقال ان الله حرم اولاد الحسنين على السباع فلتلق للسباع فعرض عليها بذلك فاعترفت بكذبها ثم قيل للمتوكل الا تجرب ذلك فيه راى في على الرضا) فامر بثلاثة من السباع فجئ بها في صحن قصره ثم دعاه فلما دخل بابه اغلق عليه والسباع قد اصمت الاسماع من زئرها فلما مشى في الصحن يريد الدرجة مشت اليه وقد سكنت و تمسحت به ودارت حوله وهو يمسحها بكمه ثم ربضت فصعد للمتوكل و تحدث معه ساعة ثم نزل ففعلت معه كفعلها الاول حتى خرج فاتبعه المتوكل بجائزة عظيمة فقيل للمتوكل افعل كما فعل ابن عمك فلم يجسر عليه وقال اتريدون قتلي ثم امرهم ان لا يفشوا ذالك ونقل المسعودي ان صاحب هذا القصة هو ابن ابن على الرضا و هو على العسكري وصوّب لان الرضا توفي في خلافة المامون اتفاقا ولم يدرك المتوكل. انتهى. و في الصواعق ويوافقه ما حكاه المسعودي وغيره

تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھا ہے کہ تحقیق ام الفضل بیٹی مامون نے اپنے باپ کے حکم سے امام تقیؑ کو زہر پلا دیا الخ اور حاصل یہ ہے کہ امام مذکور بھی زہر سے ہی شہید ہوئے جیسا کہ صواعق ص ۱۲۳ وغیرہ میں ہے اور زہر ان کو معتصم یا مامون نے علی الاختلاف القولین دیا تھا۔ (و نور الابصار ص ۱۴۷ و مروج الذہب جلد ۳ ص ۳۲۶ میں لکھا ہے کہ مامون کی خلافت میں علی بن موسیٰ الرضا طوس میں زہر سے فوت ہوئے اور وہاں دفن ہوئے۔ مامون نے امامؑ پر نماز جنازہ پڑھی)

اور ان میں سے متوکل علی اللہ ہے صواعق ص ۱۲۳ میں ہے۔ بعض حافظ احادیث نے نقل کیا ہے کہ تحقیق ایک عورت متوکل کی کچہری میں آئی اور دعوٰے کیا کہ وہ سیدہ ہے سوال ہوا کہ اس بات کی کون خبر دے سکتا ہے؟ ظاہر کیا گیا کہ امام علی رضا پتہ دے سکتے ہیں۔ ان کو بلایا گیا اور وہ تشریف لائے۔ متوکل نے ان کو اپنے پاس کرسی پر بٹھا دیا اور ان سے وہ سوال کیا تو بجواب اس کے امامؑ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولاد حسنینؑ کو درندوں پر حرام فرمایا ہے پس اس کو درندوں کے آگے ڈالنے سے معلوم ہو جائے گا جب اس عورت پر یہ بات پیش کی گئی تو اپنے جھوٹ کو اس نے تسلیم کر لیا پھر متوکل کو کہا گیا کہ تو اسی امام پر کیوں نہیں تجربہ کر لیتا؟ متوکل نے تین درندے منگائے اور اس کے محل کے صحن میں داخل کئے گئے۔ پھر اس نے امام علیہ السلام کو بلایا۔ جب امام علیہ السلام اس صحن میں داخل ہوئے متوکل نے ان پر دروازہ بند کر دیا حالانکہ درندوں نے اپنی آواز ہائے گرجنے سے کانوں کو بہرہ بنا دیا تھا تو

ان یحیٰی بن عبد اللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط لما ھرب الی الدیلم ثم اتی بہ الرشید و امر بقتلہ القی[1] فی برکۃ فیھا سباع قد جوّعت فامسکت عن اکلہ و لاذت بجانبہ و ھابت الدنو منہ فبنی علیہ رکن بالجص والحجر و ھو حی توفی بسر من رای۔ الخ فی تاریخ الخلفاء و فی سنۃ ست و ثلاثین امر المتوکل، بھدم[1] قبر الحسین[2] وھدم ماحولہ من الدور ان یعمل مزارع و منع الناس من زیارتہ و خرب و بقی صحراء و کان معروفا بالنصب فتالم المسلمون من ذلک۔ الخ

جب امام علیہ السلام صحن میں چلتے تھے کہ کہیں سیڑھی یا زینہ کا ارادہ فرماتے تو درندگان اسی طرف پیچھے آتے تھے اور بالکل آرام اور تحمل سے آپ کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنا بدن حضور امام سے مس کرتے اور گرد اگرد امام کے طواف کرتے تھے۔ اور امام علیہ السلام اپنے آستین سے پیار کرتے۔ اور ان پر ہاتھ پھیرتے تھے پھر ان درندوں کو قابو کیا گیا اور امام چڑھ کر کچھ وقت کے لئے متوکل سے ہم کلام ہوئے پھر اترے تو پہلے کی طرح وہ درندے امامؑ سے نرمی اور پیار کرنے لگے یہاں تک کہ امامؑ باہر تشریف لائے اور پیچھے سے متوکل نے معقول انعام امامؑ کی طرف بھیج دیا۔ بعد اس کے متوکل کو لوگوں نے کہا کہ تیرے چچازاد بھائی نے جو کچھ کر دکھایا ہے وہ تم بھی کر دکھاؤ مگر اس نے اس بات پر دلیری نہ کی اور کہا کیا تم میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو پھر ان کو امر کیا کہ اس میرے راز کو ظاہر مت کرو (تاکہ میرے اس تجربہ پر دلیری نہ کرنے سے لوگ متنفر نہ ہو جائیں) اور مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ امام نقیؑ کے ساتھ واقع ہوا

[1] لہ اذا فی تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ و روضۃ المناظر بر کامل جلد ۱ ص۱۷۵ ۱۲ مترجم۔ [2] قبر مبارک امام حسینؑ کو متوکل نے گرایا۔ ابن خلکان ترجمہ ابن بسام طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۵۲ میں بسامی کے اشعار لکھے ہیں ؎

تاللہ ان کانت امیۃ قد اتت ٭ قتل ابن بنت نبیھا مظلوما فلقد اتاہ بنو ابیہ بمثلہ ٭ ھذا لعمرک قبرہ مھدوما ٭ اسفوا علی ان لا یکونوا شارکوا ٭ فی قتلہ فتتبعوہ رمیما ٭ یعنی خدا کی قسم بنو امیہ نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو مظلوم قتل کیا۔ لیکن اس نواسے کے جدی بھائیوں نے بھی ویسا ہی کیا دیکھئے اس کی قبر گری پڑی ہے یہ جدی بھائی گویا افسوس میں ہیں کہ کیوں اس قتل میں بنی امیہ کے شریک نہ ہوئے تو ان کو قبر کی مٹی ملی ہے اسی سے لڑ رہے ہیں تذکرہ خواص الامہ ص۲۰۲ میں ہے کہ متوکل نے امام نقیؑ کو مدینہ سے اس لئے بغداد کی طرف نکالا کہ متوکل جناب علی اور آپ کی اولاد سے بغض رکھتا تھا۔ ایضاً ص۱۸۳ حوالہ تاریخ الخلفاء۔ اسی طرح ابن خلکان نے جلد ۱ ص۳۵۳ وفیات میں لکھا کہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے قبر امام حسینؑ کو گرا کر اس پر تخم ریزی اور آبپاشی کا حکم دیا اور لوگوں کو زیارت سے روک لیا تفصیل اس کی اصلاح نمبرہ جلد ۲ صفحہ ۵ میں بحوالہ تاریخ کامل جلد ۷ ص۱۸ درج ہے یعنی اس میں بغض متوکل مفصل مذکور ہے حتیٰ کہ اس کا اپنے اجلاس میں

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الباب الثالث

فی بحث الخلافۃ و الامامۃ : وفیہ فصول

الفصل الاوّل : فی معنے الخلافۃ والامامۃ و شروطھما

۔ فی المصباح خلافت بالکسر بجائے کسی بودن درکارے و بجائے کسے خلیفہ کردن کسے را ومنہ قولہ تعالیٰ ھارون اخلفنی فی قومی متعد لازم و پس کسے آمدن من ضرب استخلاف خلیفہ کردن کسے را بجائے خود و یقال جلست خلفہ ای بعدہ ۔ وفی منتہی الادب خلافت بجائے وے شد درکارے و باقی ماند بعدوے وفی الغیاث خلافت بکسر بجائے کسے بعد وے بودن از صراح و منتخب و کشف ۔ وفی الغیاث خلیفہ از پس کسے آیندہ و در کارے قائم مقام کسے شوندہ و بادشاہ و ولیعہد ۔

الامامۃ ۔ فی منتہی الادب امامت پیش روے و پیش نمازے امام ۔ پیش نماز ۔ و مقتدا رئیس باشد یا غیر رئیس ۔ فی الصراح امام بالکسر پیش رو جمعہ ایمہ ۔ وفی الغیاث امام بالکسر بمعنے پیشوا ۔

تیسرا باب ۔ بحث

خلافت وامامت میں ہے

اور اس میں چند فصول ہیں

پہلی فصل ۔ معنی خلافت وامامت اور اس کی شرائط میں

لغت کی کتاب صراح میں ہے خلافت حرف خا کے کسرہ سے بمعنے کسی کی کسی کام میں جانشینی ہے اور کسی کی جگہ کسی کو جانشین بنانا اور اسی معنے سے قول اللہ تعالیٰ کا ہے یا رب ہارون کو میرا خلیفہ میری قوم کے اندر بنا دے یہ متعدی اور لازم دونوں طرح مستعمل ہے جیسے کسی کے پیچھے آنا باب ضرب سے ہے ۔ استخلاف کسی کو اپنی جگہ خلیفہ بنانا اور یہ بھی محاورہ ہے کہ میں فلاں کے خلف یعنی اس کی جگہ اس کے پیچھے بیٹھا ۔ اور منتہی الارب میں ہے خلافت کسی کام میں وہ اس کی جگہ قائم ہوا اور اس کے بعد وہ باقی رہا ۔ اور غیاث میں ہے خلافت بہ کسر کسی کے بعد بجائے اس کے ہونا صراح اور منتخب وکشف سے لکھا گیا ہے ۔ غیاث میں ہے خلیفہ کسی کام میں کسی کے پیچھے آنے والا اور کسی کے قائم مقام ہونے والا اور بادشاہ و ولیعہد ؛

منتہی الارب میں ہے ۔ " امامت " آگے چلنے کو کہتے ہیں اور نماز میں آگے کھڑے ہونے کو امام ۔ آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھانے والا

وفی لغات فیروزی پیشوا بادشاہ ہادی۔ امامت پیشوائی۔ فنقول مقتبسًا من انوار فیوض بدر الہدیٰ کالشمس فی السماء الشریف الاشراف المنتخب من معاصریہ الفاضل السید محمد سبطین مما افاد فی کشف الاسرار والخلافۃ الالہیۃ فالامام من یؤتم بہ ویقتدی وھو اما امام حق وھدایۃ کما قال اللہ عز اسمہ وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا الآیۃ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا الآیۃ واما امام باطل ومضل کما قال سبحانہ وجعلنا ھم ائمۃ ... یدعون الی النار والامامۃ فی اصطلاحنا ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم والتفصیل مطولات کالعبقات والخلافۃ الالھیۃ وکشف الاسرار وغیرھا واما ما اشتھر فیما بین اھل الجماعۃ من ان الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی امور الدین والدنیا نیابۃ عن النبی ص کما فی شرح المواقف فلیس بسدید لان ابراھیم الخلیل کان اماما ولم یکن نائبا للنبی وان ارادوا بھا السلطنۃ الظاھریۃ۔ والحکومۃ الدنیاویۃ[1]

اور وہ شخص جس کی پیروی کی جائے خواہ بظاہر سردار قوم ہو یا نہ۔ صراح میں ہے۔ امام بالکسر آگے چلنے اس کی جمع ائمہ ہے۔ اور غیاث میں ہے۔ امام بالکسر پیشوا۔ اور لغات فیروزی میں ہے۔ امام پیشوا بادشاہ ہدایت کرنے والا۔ امامت۔ پیشوائی ہے۔ تو ہم انوار فیوض ہدایت کے روشن چاند سے اقتباس کرتے ہیں جو مثل سورج آسمانی کے جلوہ گر اور شریف اشرف اپنے ہم زمان علماء سے برگزیدہ ہیں یعنی مولانا مولوی فاضل سید محمد سبطین صاحب غفر اللہ لہٗ ورحمہٗ کے انوار سے اقتباس کرتا ہوں جو مولانا صاحب نے اپنی کتاب کشف الاسرار اور خلافت الٰہیہ میں ظاہر فرمائے ہیں پس امام وہ ہے جس کے ساتھ اقتدا اور پیروی کی جائے۔ اور وہ یا تو امام حق و ہدایت کا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں الخ اور فرمایا اور ہم نے ان سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور تکالیف پہ صبر کرتے تھے الخ اور یا امام باطل اور گمراہ کرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ نے اور ہم نے بعض لوگوں کو ایسی حالت پر رکھا کہ وہ دوزخ میں لے جانے کے پیشوا ہیں اور آگ کی طرف بلاتے ہیں۔

اور امامت ہماری اصطلاح میں ریاست عامہ ہے بحیثیت علم اور قدرت اور حکم میں مقدم ہونے کے اور تفصیل کے لئے اس مضمون کی لمبی کتابیں ہیں جیسے طبقات الانوار اور خلافت الٰہیہ اور کشف الاسرار وغیرہ (جو چاہے ان میں دیکھ لے۔ اس جگہ

[1] انبیا یا ائمہ اگرچہ مسلم عند الفریقین پیشوا اور مقتدا واجب الاطاعت گذرے ہیں لیکن دنیاوی حکومت سوائے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

العامة فلا یصدق علیهم ولا علی امیر المومنین علی علیه السلام ایضاً فالحق انها ریاسة عامة من حیث التقدم واحاطة العلم من الله بما یحتاج الیه وقوة التسلط والتصرف والحکم علی المامومین والامامة ما صغری وهی ما قام صاحبها بالصلوٰت والجمع والاعیاد ولیس بامام مطلق ونحن لا نتعدی بذکرها واما کبری فهی صاحبها من تقتدی به فی الدین کله ویطاع مطلقا ولا یصدر عنه ما یسخط الله. وقد مر معنی الخلافة من اللغة وفی اصطلاحنا هی نیابة النبوة وهی ایضاً علی نوعین خلافة راشدة وهی خلافة الٰهیة والثانیة خلافة ضالة لان صاحبها اما تابع لمستخلفه فی الاولی واما لا فی الثانیة فخلیفة النبی هو من کان موصوفا باوصاف النبی الا النبوة ومن قال سوی ذلک

اتنا کافی ہے جو لکھ دیا ہے۔) اور جو اہل جماعت میں مشہور ہے کہ امامت ریاست عامہ امور دین و دنیا میں بصورت نائب نبی ہونے کے ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۲۹ میں ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ تحقیق ابراہیم خلیل اللہ امام تھے۔ اور نائب نبی نہ تھے بلکہ خود نبی تھے۔ اور اگر ارادہ اہل سنت کا اس سے بادشاہی ظاہری اور حکومت دنیا وبہ عامہ محیط ہے تو یہ معنی نہ ان کے خلفاء پر صادق آتا ہے اور نہ ہی امیر المومنین علی علیہ السلام پر۔ پس حق یہی ہے۔ کہ امامت ریاست عام ہے۔ بحیثیت مقدم ہونے اور احاطہ علم وہبی جملہ ضروریات کے اور باعتبار مقتدیوں پر تسلط و تصرف اور حکم کے۔ اور امامت یا صغریٰ ہے اور وہ یہ ہے۔ جس سے شخص نماز پنجگانہ اور جمعہ اور عید قائم کرنے کے لئے مقرر ہو۔ مگر وہ امام مطلق نہیں ہے اور نہ ہم اب اس کے ذکر کے درپے ہوتے ہیں۔ اور یا کبریٰ ہے تو ایسا امام وہ ہوتا ہے جس کی سارے دین میں پیروی کی جائے۔ اور مطلق واجب الاطاعت ہو اور اس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہ ہوتا ہو جو اللہ تعالیٰ کو

بقیہ حاشیہ) قلیل افراد کے کسی کو میسر نہیں ہوئی اور جن کو حاصل ہوئی وہ بھی اکثر جزوی حصہ کی نہ حکومت عامہ۔ پس معلوم ہوا کہ بادشاہی امامت کی لازمی جزو نہیں ہے البتہ اگر حاصل ہو جائے تو تسلط ملکی موجب ترقی و تکمیل ترویج احکام شرعیہ کا ہو سکتا ہے مگر چونکہ قانون قدرت عموماً ابتدائی ہے بفرمان لیبلوکم ایکم احسن عملاً (پ ۲۹) یعنی تم کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے اور فرمایا فمن شاء فلیکفر (پ ۱۵) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے وما علینا الا البلاغ المبین (پ ۲۲) ہمارے ذمہ صرف صاف حکم پہنچا دینا ہے نیز فرمایا فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب (پ ۱۳) اور نہیں بس تیرے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے اس لئے انبیاء اور ائمہ راہ حق دکھا دیتے ہیں عمل کرنا نہ کرنا انسان کے اختیار میں ہے اکراہ وجبر کا حکم نہیں ہے اور نہ اس کا چنداں فائدہ ہے کیونکہ جب تک قلبی تصدیق نہ ہو ظاہری عمل پر ثواب مرتب نہیں ہوتا ۱۲ مترجم۔

فقد بعد عن الحق بمراحل وضل و
اضل جبلاً کثیراً افلم تکونوا تعقلون
واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم
ولما کانت الخلافۃ والامامۃ مما
تستلزم طول البیان ولکنہ لزم علینا
ذکرھا بقدر الحاجۃ لان مالا یدرک
کلہ لا یترک کلہ فلنذکرھا بعونہ تعالی
اعلم انہ قد وقع النزاع قدیماً و
حدیثا فیما بین اھل السنۃ والجماعۃ
والشیعۃ الامامیۃ فی مسئلۃ الخلافۃ
وافتی کل واحد منھم بزعمھم
بتفسیق الاخر وتکفیرہ وادعی باثبات
دعواہ من القران والحدیث وسبب
المغالطۃ لاھل السنۃ اشتراط شروط
فاسدۃ[1] للامامۃ والخلافۃ القائمۃ
مقام النبوۃ توجب ان نبین لولا
ضرورۃ النبوۃ والامامۃ فاقول ان
من البدیھیات والمسلمات انہ لا
بد للانسان من قانون کلی یتمیز بہ
من البھائم والسبل لانہ اذا کان
مطلق العنان والجاھل عن قوانین

غضب میں لائے (یعنی معصوم عن السیئات ہو) اور
کوئی نافرمانی حکم الہٰی اس سے سرزد نہ ہو؛ اور تحقیق
معنے خلافت کا کتب لغت سے مذکور ہو چکا ہے
اور ہماری اصطلاح میں وہ قائم مقامی نبی کی
ہے اور وہ دو قسم کی ہے ایک خلافت راشدہ
صحیحہ جو وہی خلافت آلٰہیہ ہے اور دوسری خلافت
موجب گمراہی ہے کیونکہ خلیفہ یا تو بہمہ وجوہ تابع
صادق اپنے مستخلف کا ہے جو پہلی قسم ہے اور
یا وہ صحیح متابعت اپنے مستخلف کی نہیں کرتا
تو وہ دوسری قسم سے ہے پس خلیفۃ النبی وہ ہوگا
جو بجز نبوت کے متصف بصفات نبوت ہو اور
جو اس کے بغیر خلیفۃ النبی سمجھے اور مقرر کرے تو وہ
بمراحل حق سے دور ہے اور وہ گمراہ ہوا اور بہت
دوسروں کو گمراہ کیا۔ افسوس ہے کہ تم لوگ متعصبین
کیوں نہیں سمجھتے ہاں اللہ تعالے جس کو چاہے
صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔
اور اگرچہ خلافت وامامت ہر دو مستلزم طوالت بیان
کی ہیں لیکن ہم بقدر حاجت بیان کرنا لازم سمجھتے ہیں
کیونکہ جو چیز سب حاصل نہ ہو سکے تو سب متروک بھی
نہ کرنی چاہیئے جو حاصل ہو جائے وہی بہتر ہے پس
اب ہم بامداد الٰہی شروع کرتے ہیں؛ جاننا چاہیئے

[1] شرح مقاصد جلد ۲ ص ۲۷۲ میں ہے اگر کوئی سوال کرے کہ خلیفہ نبی تو وہ ہو سکتا ہے جس کو نبی ص اپنا خود جانشین مقرر کرے اور بغیر اس کے جس سے لوگ بیعت کرلیں وہ نائب ریاست عامہ میں کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ استخلاف یعنی خلیفہ کرنا عام ہے اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ انتہیٰ تو گویا نبیؐ نے لوگوں کو اپنا قائم مقام بنایا تھا کہ تم خود کسی کو امام بنا لینا۔ ثلاثہ کو بالواسطہ خلیفہ نبی ص ہی نے بنایا تھا۔ اگر غور
کی جائے تو یہ کس قدر بیہودہ جواب ہے جس کے لئے نہ کوئی
دلیل شرعی ہے اور نہ واقع میں صحیح ہے ۱۲ مترجم

التمدن بعسر بل لا یمکن معیشتہ فی الدنیا فضلا عن الآخرۃ فاذا یحتاج فی حوائجہ الی معلم ما تعذر من انتظامہ تمام ضروریاتہ بنفسہ من الاکل والشرب والقول والفعل والقیام والقعود وغیرہا فمما لابد لہ من ان یکون تابعا لمتبوع ولو ادعی بظنہ استغنائہ فظنہ فاسد ودعواہ کاسد کما لا یخفی والعقل وان ادرک حسن الاشیاء وقبحہا ومنافعہا ومضادہا لکنہ قد لا یدرکہا لعلۃ خفیۃ مانعۃ لہ لکون اہلہ مرکبا من القوی النفسانیۃ من الشہوانیۃ والغضبیۃ وغیرہا و لما خلق الانسان اشرف المخلوقات واکرمہا یرتقی المنازل العلیا ویحصل المدارج القصوی مع وجود العلائق المانعۃ وکون العوائق الکاملۃ فکان احری ان یمدح مدحا جمیلاً[۱] بخلاف سائر الحیوانات واذا ثبت عجزہ عن الکمالات باسرہا لحاجز عقلہ ثبت بل لزم احتیاجہ الی معلم کامل

کہ تحقیق زمانہ قدیم و جدید میں مابین اہل سنت و شیعہ امامیہ کے مسئلہ خلافت میں نزاع چلا آتا ہے اور ہر ایک نے ان میں سے اپنے گمان پر دوسرے فریق کے کافر یا فاسق ہونے کا فتوےٰ دیدیا ہے اور ہر فریق نے اپنے دعوےٰ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور بسبب مغالطہ امامت کا خلافت النبی ؑ اور امامت کے لیئے شروط فاسدہ کا مقرر کرنا ہے لہذا واجب ہے کہ ہم اول ضرورۃ النبوۃ و امامت کو بیان کریں تاکہ مقصود امامت کا ظاہر ہو جائے لہذا میں کہتا ہوں تحقیق یہ امر بدیہیات اور مسلمات سے ہے کہ انسان کے لیئے ایک قانون کلی کی ضرورت ہے جس پر عمل کرنے اور حدود قانون قائم رکھنے کے ذریعہ سے وہ چارپایوں اور درندوں سے ممتاز ہو جائے کیونکہ جب بے لگام اور قوانین معاشرت سے انسان جاہل ہو تو دنیا میں اس کی زندگی بسر کرنی مشکل ہے چہ جائیکہ آخرت کی بہتری متصور ہو پس ایسی حالت میں انسان اپنی حاجات میں ایک معلم کا محتاج ہے کیونکہ تمام ضروریات خود کو ہر شخص اپنے انتظام سے پورا نہیں کر سکتا مثلاً کھانے پینے یا قول و فعل اور نشست برخاست وغیرہ افعال کو کسی خاص طرز پر ضرور کسی متبوع کے تابع ہو کر کرتا ہے اگرچہ اپنے گمان میں کوئی مدعی ہو کہ میں اپنے خیال پر کر رہا ہوں کسی سے نہیں سیکھا اگر تاہم درحقیقت دوسروں کی طرز عمل کا مقلد ہوتا ہے اور یہ گمان کہ از خود کر رہا ہے فاسد ہے اور یہ دعوےٰ اس کا فضول ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حسن و قبح اور

---

[۱] یعنی انسان اشرف المخلوقات کو کیوں ایسا محتاج پیدا کیا گیا ہے کہ ہر فعل میں معلم کا محتاج ہے اور قوائے شہوانیہ و غضبیہ سے مرکب بنایا گیا جو اس کی عقل کو ادراک حسن و قبح جملہ اشیاء سے حائل ہوتی ہیں تو یہ اس لئے ہے کہ قوائے متضادہ اور موانع کے ہوتے ہوئے پھر قانون الٰہی کی پابندی اور اطاعت پر جس قدر قابل مدح ہو سکتا ہے اس قدر اس حالت میں نہ ہوتا کہ جس میں کوئی مانع نہ ہوتا اور افعال حسنہ خود بخود اس سے مجبوراً صادر ہوتے ۱۲ مترجم۔

یجتمع فیه علم مصالح کل فرد و کل مکان و کل زمان حالاً و مآلاً ما لم یحط کل واحد لا تجربة ولا بقوة ذهنه ولا یبلغه عمر کل انسان ولا یقال بامکان التقنن بالاجتماع لانا نقول ان العجزة عجزة والجهلة جهلة ولو اجتمعوا کما قال عز اسمه قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون به ولو کان بعضهم لبعض ظهیرًا ویشهد علیه ترمیم قوانین سلاطین کل زمان ولا مبدل لکلمات الله لانه تعالیٰ قدیم حی قادر علام الغیوب عادل سمیع بصیر علیم حکیم حلیم ولما ثبت ان کل انسان لیس بمحیط علم جمیع مصالحه فی کل الازمنة بل هو عاجز من ادراك الکلیات والجزئیات باسرها فلا بد له من ان یتمسك بقانون یصدر من حکیم قدیم حی قیوم دائم قائم قادر عادل سمیع بصیر بسیط محیط جامع لجمیع الصفات الکاملة ومن البین ان لا یتعلم من الله تعالیٰ قوانینه کل فرد لکونه محجبا بالظلمات المادیة ومغلوبًا بتسلط القوی المتضادة والعلائق الدنیویة مع عجزه فی نفسه وجهله فی ذاته لزم ان تکون بینه وبین الله تعالیٰ ای بین العبد

منافع و مضار بعض اشیاء کے اگرچہ عقل سے بھی معلوم ہوں لیکن کبھی پوشیدہ اسباب پر عقل مطلع نہیں ہوسکتی اور قاصر رہ جاتی ہے کیونکہ عقلمند بھی قوائے نفسانیہ شہوانیہ و غضبیہ وغیرہ سے مرکب ہوتا ہے۔ (جن سبب سے اس کی لغزش ممکن ہے) اور جب (انسان اشرف المخلوقات اور بزرگ ترین مخلوقات مراتب علیا اور مدارج عالیہ پر ایسی حالت میں ترقی کرکے کہ علائق دنیوی اس کو مانع ہوں اور موانع خفیہ اس کو روکنے والے ہوں تو اس صورت میں انسان زیادہ مستحق مدح وثنا کے ہوسکتا ہے بخلاف باقی حیوانات کے کہ ان میں یہ صفت نہیں) اور جب عقل پر حاجب کے احتمال سے انسان کا جملہ کمالات سے عجز ثابت ہوا تو اس کا ایک معلم کامل کی طرف محتاج ہونا ضروری ہے۔ جس کو مصالح ہر فرد اور ہر مکان اور ہر زمان کا موجودہ اور آئندہ کے لئے علم حاصل ہو جس کا ہر فرد کو احاطہ میسر نہ ہو تو قوت ذہنی سے اور نہ طول عمر و تجربہ سے نیز اجتماع افراد کے ذریعہ سے قانون بنانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کل کا اجتماع محال ہے اور بہر حال عاجزین عاجز ہیں اور جاہلین جاہل ہیں اگرچہ وہ اکثر مجتمع ہو جائیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہدے اے نبی اگر جن اور انسان جمع ہو جائیں کہ مثل اس قرآن کے بنا لائیں تو ہرگز نہ بنا سکیں گے اگرچہ بعض ان کے دوسرے بعض کے مددگار بھی ہو جائیں۔ اور نیز ہر زمانہ کے بادشاہان کی ترمیم قوانین اسی کی مؤید ہے۔ اور جو جو کلمات اللہ و قوانین الٰہیہ ہیں انہیں کوئی تبدیل نہیں کرسکتا کیونکہ مقنن ان کا اللہ تعالیٰ قدیم ہے زندہ اور قادر ہے پوشیدہ باتیں جاننے والا اور عادل

المخلوق و بین اللہ الخالق واسطۃ نورانیۃ ذات جھتین لھا تعلق خاص بالنور البحت القدیم۔ و تعلق بالانسان المادی محل الحوادث من بنی آدم لیستأنس بہ ابناء جنسہ اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم و یتمثل بہ ویقتدی ویتوسل بہ الیٰ ربہ لقولہ سبحانہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ولا یتوحش عنہ ولا ینتفر فیحرم من فیضہ۔ و ھو عالم فائق فطرۃً ممتاز عنھم موصوف بالصفات الحمیدۃ الالٰھیۃ معلم لاوامرہ ونواھیہ و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث و یخرجھم من الظلمات الی النور و یھدیھم الیٰ صراط مستقیم فھو نبیٌ لکونہ منبئًا ای عن ربہ[1] تعالیٰ او لعلو مقامہ۔ و رسولٌ لتبلیغہ

ہے سننے والا دیکھنے والا ماہر علیم حکیم حلیم وغیرہ صفات کمالیہ سے متصف ہے۔ اور جب ثابت ہوا کہ ہر انسان کا علم اپنے جمیع مصالح کو محیط نہیں ہو سکتا جو ہر زمانہ میں اس کے لئے موزوں ہیں۔ بلکہ ادراک کلیات وجزئیات ان مصالح تمامہا سے عاجز ہے۔ تو ضروری ہوا کہ وہ ایسے قانون سے تمسک کرے جس کا بنانے والا حکیم قدیم زندہ بذاتہ قائم ہمیشہ رہنے والا بےمثل قائم ہر شے پر قادر عدل کرنے والا سننے والا دیکھنے والا بے پرواہ بہمہ صفات کمالیہ موصوف پوشیدہ باتیں جاننے والا سب پر احاطہ کرنے والا جمیع صفات کاملہ کا جامع ہو۔ اور ظاہر ہے کہ قوانین آلہیہ کو ہر فرد بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے نہیں لے سکتا بسبب اس کے ظلمات مادیہ سے محتجب ہونے کے اور بوجہ اس کے مغلوب اور زیر اثر ہونے تسلط قوی متضادہ اور علائق دنیویہ کے اور باوجود اس کے وہ خود سمجھنے سے عاجز اور جاہل ہے تو ثابت ہوا کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان یعنے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ نورانیہ ذو جہتین ہو کہ اس کو نور محض قدیم سے بھی تعلق عظیم ہو اور انسان مادی محل حوادث سے بھی اس کو تعلق ہو اور ہو بھی بنی آدم سے تاکہ ہم جنس اس کے اس سے انس کرکے تعلیم حاصل کر سکیں جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کا بندوں پر بڑا احسان ہے کہ ان میں انہی جیسا انسان رسول کرکے بھیجا ہے۔ اور اس کی متابعت اور اقتدا کریں اور اپنے رب کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ حاصل کریں بہ فرمان الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ

[1] منتہی الارب فی لغات العرب میں نبی کو نباء اور نبوت دونوں سے مشتق لکھا ہے اسی واسطے ہر دو معنی وجہ تسمیہ میں ظاہر کر دیئے گئے ہیں یعنی مخبر ہونے کے سبب سے یا مجاز خلق سے رفیع الشان ہونے کی وجہ سے نبی کو نبی کہا جاتا ہے مگر آخری معنے زیادہ موزوں ہے۔

[2] ان آیات سے اقتباس کی غرض یہ ہے کہ درجہ نبوت و رسالت و امامت سب اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے مل سکتا ہے۔ لوگوں کو اختیار میں نہیں اسی لئے ہر جگہ ان خطابات کے عطا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے ۱۲ مترجم۔

احکامه۔ وخلیفة لکونه معلما من جانب الله لخلقه وامام لکونه مقتدی الخلق وهو خلیفة الله فی الارض ونائب علی خلقه لکونه مظهراً لصفات الله تعٰ وهو واجب الاطاعة ذوا لعصمة لئلا یخالف مستخلفه بل یطابقه فی الصفات فوق الطاقة البشریة الغیر الشاقة علیه لیمتاز عن سائر ابناء جنسه لانه یمتنع ان یکون الجاهل للعالم والاعمیٰ البصیر والخبیث للطیب اماماً۔ الله یجتبی من یشاء ویهدی الیه من ینیب۔ وربك یخلق ما یشاء ویختار۔ ما کان لهم الخیرة انی جاعل فی الارض خلیفة۔ یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض۔ انی جاعلك للناس[له] اماماً۔ الله اعلم نمبر ۲ حاشیہ صفحہ ۳۱۳ پر دیکھو حیث یجعل رسالته فافهم وکن من الشاکرین۔

فصل۔ فی انموذج تطابق الصفات المحمدیة بالصفات الالهیة۔

قال تعالیٰ فی شانه ورحمتی وسعت کل شیئ۔ وقال فی حقه علیه السلام وما ارسلناك الا رحمة للعالمین قال فی حقه ان رحمة الله قریب من المحسنین

ڈھونڈو اور تاکہ اس سے کوئی انسان خوف زدہ نہ ہو اور نفرت نہ کرے اور اس کے فیض سے محروم نہ رہے اور وہ رسول ابتدائے خلقت سے بہ نسبت عام افراد کے اعلم ہونے کے سبب سے ممتاز ہو اور موصوف بہ صفات جمیدیہ آلہیہ ہو اور معلم امور آلہیہ اور اس کے مناہی کا ہو اور پاک چیزوں کو ان کے لئے یعنے بنی آدم کے واسطے حلال کرے اور پلید چیزوں کو ان پر حرام کرے اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور سیدھے راہ کی جانب ان کی رہنمائی کرے تو وہ نبی ہے کیونکہ وہ اپنے رب کی جانب سے خبر دینے والا ہے اور یا اس لئے کہ عام افراد سے بالاتر مرتبہ رکھتا ہے اور رسول ہے واسطے پہنچانے احکام رب کے اور خلیفۃ اللہ ہے واسطے اس کے منجانب اللہ مخلوق خدا کے لیے معلم ہونے کے اور امام ہے واسطے پیشوا خلقت ہونے کے اور خلیفۃ اللہ فی الارض اور نائب اس لئے ہے کہ وہ مظہر صفات آلہیہ کا مافوق عوام افراد انسان کے ہے اور وہ واجب الاطاعۃ اور معصوم ہوگا تاکہ خلیفۃ اللہ اپنے مستخلف کے مخالف نہ ہو بلکہ اس کی صفات کے مطابق ہو جو طاقت بشریہ سے زائد ہوں اور اس پر کچھ مشکل نہ ہوں تاکہ اپنے ہم جنس افراد ممتاز ہو کیونکہ یہ ممتنع ہے کہ جاہل عالم کے لئے اور نابینا بینا کے لئے اور پلید پاک کے لئے امام ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف راہ دکھاتا ہے اس کو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرمایا رب تیرا جیسا چاہے پیدا کرتا ہے اور

[له] تفسیر کبیر جلد ۳ ص۱۱۵ میں بذیل آیت وشاورهم فی الامر روایت لکھی ہے تخلقوا باخلاق الله یعنی خدا کے اوصاف سے متصف ہونے کی کوشش کرو جب ہر بشر کو یہ حکم ہے تو بدرجہ اولیٰ مخلوق اول و سید المخلوقات سید الانبیا ر کمال درجہ کا متصف بہ صفات آلہیہ ہونا ضروری ہے ۱۲ مترجم۔

وقال فی حق نبیہ ؐ بالمؤمنین رؤف رحیم۔ قال فی حقہ اللہ نور السموات والارض وقال فی حق نبیہ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ قال فی حقہ واللہ یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ وقال فی حق نبیہ ؐ انک الی صراط مستقیم۔ وداعیًا الی اللہ۔ قال فی حقہ ان ربی علی صراط مستقیم۔

وقال فی حق نبیہ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔ قال فی حقہ انہ کل شئ شہید۔ وقال فی حق نبیہ وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدًا۔ ویکون الرسول علیکم شہیدًا قال فی حقہ وھو العلی العظیم وقال فی حق نبیہ وانک لعلٰے خلق عظیم۔ قال فی حق وھو اللطیف الخبیر۔ وقال فی حق نبیہ فاسئل بہ خبیرا۔ قال فی حقہ المومن المھیمن یقال یعنے امین۔ وقال فی حقہ نبیہ مطاع ثم امین۔ وقال فی حق نبیہ وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنًا علیہ۔ قال فی حقہ العزیز وقال فی حق نبیہ عزیز وللہ العزۃ ولرسولہ۔

قال فی حقہ فاللہ ھو الولی و

کرتا ہے اور فرمایا رب تیرا جیسا چاہے پیدا کرتا ہے اور ان سے جس کو چاہے پسند کر لیتا ہے۔ اور فرمایا لوگوں کے اختیار نہیں۔ میں زمین کے اندر خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ بنایا ہے (اور ابراہیم کے لئے فرمایا) تحقیق میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اللہ خوب جانتا ہے جس جگہ رسالت کو رکھنا مناسب ہوتا ہے تو غور کرنی چاہیئے اور سمجھ کر شکر بجا لانا چاہیئے۔ **فصل۔ بیان نمونہ مطابقت صفات محمدیہ بہ صفات آلہیہ بہ مصداق اس کے کہ خلیفۃ اللہ متصف بہ صفات آلہیہ ہوتا ہے۔** اللہ تعالےٰ نے اپنی شان میں فرمایا: میری رحمت ہر شئے پر احاطہ رکھتی ہے۔ اور نبی ؐ کے حق میں فرمایا کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ تو کل اجناس عالم کے لئے رحمت ہے۔ اور اپنے حق میں فرمایا تحقیق رحمت حق تعالیٰ کی محسن مومن لوگوں کے قریب ہے۔ اور نبی صلعم کے حق میں فرمایا کہ وہ مومنین کے ساتھ نہایت مہربان رحمت کرنے والا ہے۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (روشن کرنے والا) اور اپنے نبی ؐ کے حق میں فرمایا۔ تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ہے (یعنے نبی ؐ) اور کتاب ظاہر۔ اور اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ بہشت کی طرف بلاتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اس کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے اور نبی کے حق میں فرمایا۔ تحقیق تو اے نبی ہدایت کرتا ہے صراط مستقیم کی طرف اور اللہ کی طرف بلانے والا ہے۔ اور اپنے حق میں فرمایا تو

قال فی حق نبیہ وصیہ انما ولیکم
اللہ ورسولہ والذین آمنوا الآیۃ
وقال علیہ السلام انا ولی کل مومن
وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ،
قال فی حقہ وحق نبیہ قل اعملوا
فسیری اللہ عملکم ورسولہ۔ وقال
من یطع الرسول فقد اطاع واطیعوا اللہ
ورسولہ وقال استجیبوا للہ وللرسول
اذا دعاکم وما رمیت اذ رمیت ولکن
اللہ رمیٰ۔ وان الذین یبایعونک انما
یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ
وقال فی حقہ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم
وقال علیہ السلام ان عینی[1] تنامان ولا
ینام قلبی۔ اخرجہ الشیخان والحاکم
وابو نعیم وابن سعد وغیرہ۔ فقد ثبت
ما قلنا مما قلنا

بتا دے کہ میرا رب صراط مستقیم پر ہے اور اپنے نبیؐ
کے حق میں فرمایا تحقیق تو اے نبی ضرور پیغمبروں میں
سے اور صراط مستقیم پر ہے اور اپنے حق میں فرمایا
تحقیق وہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر شاہد ہے اور اپنے نبیؐ
کے حق میں فرمایا اور ہم تجھے اے نبیؐ ان لوگوں پر شاہد
بنا کر لائیں گے اور اے لوگو تم پر رسول شاہد ہو گا
اور فرمایا اپنے حق میں کہ شان اس کی بلند ہے اور وہ
عظیم الشان ہے اور اپنے نبیؐ کے حق میں فرمایا تحقیق
تو اے نبیؐ بڑے پسندیدہ اخلاق پر ہے۔ آپ اپنے
حق میں فرمایا اور وہ لطیف خبیر ہے اور نبیؐ کے حق
میں فرمایا اے سائل تو اس امر کو خبیر (خبردار) سے
پوچھ لے اور اپنے حق میں مومن مہیمن بمعنے امین فرمایا
اور اپنے نبیؐ کے حق میں فرمایا قابل اطاعت اور
امین ہے۔ نیز نبیؐ کے حق میں فرمایا ہم نے تیری طرف
کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے جس سے پہلی کتب کی تو
تصدیق کرنے والا ہے اور اس پر مہیمن ہے۔ اپنے حق فرمایا
عزیز تو نبیؐ کے حق میں بھی عزیز فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ
کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے عزت ہے
اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ ولی یعنی متصرف مالک ہے
اور اپنے نبیؐ اور اس کے وصی کے حق میں فرمایا اے لوگو
تمہارا ولی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اور وہ جو ایمان
لائے الخ اور فرمایا رسولؐ نے میں ہر مومن کا ولی ہوں
اور جس کا میں مولا ہوں پس علیؑ بھی اس کا مولا ہے اور
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے نبیؐ کے حق میں
قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا

[1] حدیث ولا ینام قلبی مشکوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ میں حدیث
ابی ہریرہ باسناد احمد نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا میں پیچھے سے
ایسا ہی دیکھ سکتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھ سکتا ہوں۔ اور
خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۵ میں باسناد ترمذی و ابن ماجہ و ابی نعیم
حضرت ابی ذرؓ سے اسی طرح مروی ہے انی اریٰ ما لا ترون و اسمع ما
لا تسمعون میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا
ہوں جو تم نہیں سنتے۔ شیخ دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث مذکورہ
مشکوٰۃ پر لکھتے ہیں الصواب انہ محمول علیٰ ظاہرہ وان ہذہ

• الابصار ادراک حقیقی بحاسۃ العین خاص بہ صلعم علیٰ خرق العادۃ فکان یری من غیر مقابلۃ الخ یعنے یہ دیکھنا حقیقی دیکھ
ہے جیسے آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور نبی صلعم سے بطور خرق العادت مخصوص ہے جو سامنے نہ ہو اس کو بھی دیکھ لیتے تھے ۱۲ مترجم۔

رسول بھی دیکھے گا اور فرمایا جو شخص رسول کی اطاعت کرے اس نے خاص اللہ کی اطاعت کی اور اطاعت کرو تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اور فرمایا دعوت اور حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا قبول کرو جب تم کو بلائیں۔ اور فرمایا جب تم تھے اے نبی تیر یا پتھر دشمنوں کو مارا تھا وہ تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی مارا تھا اور فرمایا تحقیق وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں خدا سے بیعت کر رہے ہیں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے اور نہیں بولتا نبی ص اپنی ہوا اور حرص سے بلکہ محض وحی الٰہی سے بولتا ہے جو اللہ تعم کی طرف سے اس کو پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ کو اونگھ اور نیند نہیں ہوتی اور فرمایا رسول ص نے تحقیق میری آنکھیں بظاہر سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا دیکھو خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۶۹ اس کو بخاری و مسلم نے نیز حاکم و ابو نعیم و ابن سعد وغیرہ نے روایت کیا۔ پس تحقیق ہمارا مدعا اس ہمارے بیان سے ثابت ہوا۔

ان خلیفة الله هو المتصف بصفات الله تعالیٰ ولا یصدر عنه قول ولا فعل ولا حرکة ولا سکون الا برضائه تعالیٰ فیکون مطاعاً مطلقاً۔ و اطاعته اطاعة الله تعالیٰ بلا مریة. **فصل۔ فی ضرورة خلیفة النبی و شرائطه۔** الآن نبحث فی ان بعد وفات النبی ص هل تبقی ضرورة خلیفة النبی ص القائم مقامه فی جمیع صفاته الا ما اختص به النبی ص و هو واجب الاطاعة حجة الله فی ارضه ام لا فالثانی مردود بالادلة النقلیة و العقلیة المذکورة سابقاً والاول اما فی کل عصر او فی زمان معین ای خاص فالثانی مردود بوجوه مذبورة فانتج انه یجب فی کل عصر ضرورة ان یکون معلماً حجة علی الخلق من الله تعم واعترف بهذه الضرورة علماء الامة کلهم کما فی ازالة الخفاء جلد ۱ ص ۳ این قسم استخلاف

کہ خلیفۃ اللہ متصف بہ صفات الٰہیہ ہوتا ہے اور اس سے کوئی قول و فعل اور حرکت و سکون بغیر رضائے و امر الٰہی کے صادر نہیں ہوتا اور پیشوائے مطلق ہے اور اس کی اطاعت بلا شک عین اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ **فصل۔ ضرورت و شرائط، خلیفۃ النبی ص کے بیان میں۔** اب ہم اس میں بحث کرتے ہیں کہ تحقیق بعد وفات نبی ص کے ضرورت ایسے خلیفۃ النبی ص کی ہمیشہ باقی ہے جو جمیع صفات میں بجز نبوت کے قائم مقام نبی ص کا ہو اور وہی خلیفہ مطلقاً واجب الاطاعت اور حجۃ اللہ زمین خدا میں ہو یا ضرورت نہیں ہے پس زمین کا حجت خدا اور معلم سے خالی رہنا دلائل نقلیہ و عقلیہ مذکورہ سابقہ سے مردود ہے اور ضرورت باقی ہے۔ تو یا ہر زمان میں یا زمانہ معین میں پس کسی وقت معین میں ضرورت کا ہونا اور پھر نہ ہونا باوجود ضرورت معلم کے مردود ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ہر زمانہ میں ضرورت ہے کہ معلم اور حجت خدا خلقت پر اللہ تعم کی طرف سے موجود ہو اور اس ضرورت کے لئے

اور ہر ملت واقع شدہ. وفی شرح المواقف ای الامام علینا سمعًا فلوجهین انه تواتر اجماع المسلمین.

جملہ علماء امت کے معترف ہیں جیسا کہ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ جلد ا صفحہ ۵ میں ہے کہ اس قسم کا ایک دوسرے کو خلیفہ کرنا ہر ملت میں واقع ہوا ہے اور شرح مواقف صفحہ ۷۲۹ میں ہے کہ امام کا ہمارے لئے نقلاً وسماعاً واجب ہونا دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ اس پر اجماع مسلمین کا بتواتر ثابت ہے۔

۵۱ شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ میں ہے لنا علی الوجوب الاول وهو العمدة اجماع الصحابة حتی جعلوا ذلك (ای وجوب الامامة) اهم الواجبات واشتغلوا به عن دفن الرسول وكذا عقيب موت كل امام یعنی وجوب امام کے لئے چند دلائل سے عمدہ دلیل صحابہ کا اجماع اور دفن نبی ص سے بھی زیادہ ضروری سمجھنا ہے اور پھر ہر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ضروری سمجھنا ہے اور پھر ہر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ضروری سمجھا گیا انتہی تو اس سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں امام کی ایسی ضرورت ہے جیسی بعد وفات نبی ص کے ضرورت تھی پس موجودہ زمانہ میں سنیوں کا امام خدا جانے کون ہے؟ ایک امام کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ضروری ہے. شرح عقائد نسفی طبع نولکشور صفحہ ۱۰۹ میں ہے ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب یعنی ایک امام کا ہونا واجب ہے مجمع علیہ و متفق علیہ ہے۔ پھر لکھا اس میں البتہ اختلاف ہے کہ امام کو خدا بناتا ہے یا لوگ خود بنا لیں اور دلیل میں یہ حدیث بھی لکھی ہے لقولہ من مات ولم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلية یعنی نبی ص نے فرمایا جو اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مر گیا وہ کفر کی موت مرا. دیکھو دو جمع بین الصحیحین للحمیدی، شرح عقاید صفحہ ۱۰۹ الغایت صفحہ ۱۱۱ مع حاشیہ اس حدیث کے بعد شرح عقاید میں دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ امت بعد وفات نبی ص واجبات سے زیادہ ضروری اسی واجب نصب امام کو قرار دیا ہے حتی کہ دفن نبی ص سے بھی مقدم سمجھا وکذا بعد موت کل امام اور اسی طرح ہر امام کی موت کے بعد آج تک یہی عمل زیادہ ضروری قرار پایا ہے. علامہ تفتازانی اس حدیث سے مراد یہی امام و خلیفہ بعد النبی مراد لیتا ہے جس کا ذکر اس نے اسی جگہ کیا ہے لہٰذا جس نے اس سے مراد نبی کا جاننا لیا ہے اس نے غلطی کی. علامہ مذکور کا پایہ بلند اور جس کے فہم کو ضرور فوق ہے اور اسی کی مؤیدہ وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب الامارۃ صفحہ ۱۳۲ میں باسناد صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ مروی ہے کہ نبی ص نے فرمایا من مات ولیس فی عنقه بیعة (للامام ۱۲ مرقاۃ) مات میتة جاهلية مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا. کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں باسناد طبرانی و ابو نعیم و صفحہ ۱۹۸ میں باسناد احمد و طبرانی و سعید بن منصور اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ میں بھی یہ حدیث باد فی اختلاف الفاظ موجود ہے اور شہادۃ القرآن علی نزول مسیح الموعود فی آخر الزمان طبع پنجاب پریس سیالکوٹ صفحہ ۳۸ میں مرزا صاحب قادیانی بہ تفسیر آخر آیت استخلاف لکھتے ہیں. واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے وہ حدیث مطابق ہے جو پیغمبر خدا ص فرماتے ہیں من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلية یعنی جیسے جیسے ہر ایک زمانہ میں امام پیدا ہوں گے اور جو لوگ ان کو شناخت نہیں کریں تو ان کی موت کفار کی موت کے مشابہ ہو گی انتہی. اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف ربانی حاشیہ بر صفحہ

الائمہ مطبوعہ بر حاشیہ میزان شعرانی طبع مصر جلد ۲ ۱۵۱ میں ہے اتفق الائمۃ علی ان الامامۃ فرض ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام کا ہونا فرض ہے فانہ لابد للمسلمین من امام یقیم شعائر الدین و ینصف المظلومین من الظالمین. یعنی تحقیق ضروری ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایک امام موجود ہو جو احکام دین قائم رکھے اور مظلوم کا ظالم سے انصاف کرے اس بات سے ثابت ہوا کہ احکام دین کا عالم ہو اور سب سے علم میں فوقیت رکھے نہ اپنے ماتحت لوگوں کا مسائل میں محتاج نہ ہو اور عادل ہو کہ خود ظلم سے بری ہے تو دوسروں کا انصاف تب ہی کرے گا پھر اسی میں لکھا ہے وان الامام الکامل یجب طاعتہ فی کل مایامر بہ مالم یکن معصیتہ الخ اور تحقیق امام کامل کی فرمانبرداری ہر اس امر میں واجب ہے جب تک گناہ نہ ہو الخ یہ لفظ گناہ نہ ہو کا اعتقاد سنیوں کے مطابق ہے ورنہ صفات امام یہ ہیں. کہ عالم. عادل واجب الاطاعۃ ہر امر میں معصوم ہو جس سے گناہ ممکن نہ ہو چنانچہ کتب سنیہ سے ثابت کیا گیا ہے تفسیر کبیر میں ہے جلد ۴ ص۲۷۲ بذیل آیت وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ھذہ الایۃ تدل علی انہ لا یخلو زمان البتۃ عمن یقوم بالحق و یعمل بہ و یھدی الیہ الخ یعنی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی زمانہ کبھی ایک حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتا جو خود حق کو قائم رکھے اس پر عمل کرے اور دوسروں کو حق کی ہدایت کرے اور کنز العمال جلد ۵ ص۲۳۱ میں باسناد ابن الانباری فی المصاحف والمرہبی فی العلم ونصر فی الحجۃ وابو نعیم فی الحلیۃ وابن عساکر و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۸۳ و مطالب السئول صفحہ ۴۸ میں بھی مروی ہے فرمایا لا تخلوا[1] الارض من قائم للہ بحجۃ اما ھو ظاھر مشھور واما خائف معمور لئلا تبطل حجج اللہ وبیناتہ. انتھیٰ. یعنی زمین ایک حجت قائم للہ سے خالی نہیں ہو سکتی یا وہ ظاہر اور مشہور ہوتا ہے یا خائف اور پوشیدہ ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں اور دلائل مخلوق پر باطل نہ ہو جائیں اور حجت تمام ہو. اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۷۶۱ میں بذیل آیت وکونوا مع الصادقین سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ. لکھا ہے. قلنا نعترف بانہ لابد من معصوم فی کل زمان الا انا نقول ذلک المعصوم ھو مجموع الامۃ وانتم تقولون ذلک المعصوم واحد منھم الخ یعنی ہم کہتے اور مانتے ہیں کہ امام معصوم کا ہونا ہر زمانہ میں ضروری ولازم ہے اگر ہم کہتے ہیں کہ یہ معصوم مجموعہ امت کا ہے اور تم (یعنی شیعہ) کہتے ہو کہ ان میں سے ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے. بہر حال یہ متفق علیہ ہوا کہ ایک معصوم ضرور ہر زمانہ میں موجود ہونا چاہیئے. تفسیر آیت صادقین میں فخر رازی کا مجموع امت مراد لینا اس لئے باطل ہے کہ باعتراف رازی آیت کا مدلول یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں وجود کسی صادق قابل اتباع کا ضروری ہے ورنہ حکم اتباع بغیر وجود متبوع کے لغو اور تکلیف مالا یطاق ہے. اور یہ کہ صادق معصوم ہو ورنہ کوئی بھی ایسا نہیں جو کبھی سچ نہ بولا ہو مگر ایسا ہر صادق قابل تقلید مطلق نہیں ہوتا لہذا جو ہر حال میں صادق ہو بغیر معصوم کے نہیں ہو سکتا اور حکم ہے کہ افراد صادقین کے ساتھ ہو جاؤ اور مجموع امت میں ہر فرد معصوم نہیں جو قابل تقلید ہو اور آیت

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷ ص۲۹۵ مطبوعہ مصر میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں حضرت عیسےٰؑ کے اس امت کے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو آخر زمانہ قریب قیامت میں ہوگا. صحیح ترین قول پر دلالت ہے ان الارض لا تخلو عن قائم للہ بحجۃ کہ زمین قائم حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی ۱۲۰ منہ

فی الصدر الاول بعد وفاۃ النبی ص علی امتناع خلو الوقت عن خلیفۃ و امام حتی قال ابوبکرؓ فی خطبتہ المشہورۃ الا ان محمد اقد مات ولا بد لھذا الدین ممن یقوم بہ فبادر الکل الی قبولہ ولم یقل احد لا حاجۃ الی ذٰلک بل اتفقوا علیہ وبکروا فی سقیفہ بنی ساعد وترکوا لہ اھم الاشیاء وھو دفن رسول اللہ ص الخ وھکذا فی شرح العقائد وزاد وکذا بعد موت کل امام لان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ تتوقف علیہ کما اشار الیہ بقولہ المسلمون لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم و اقامۃ حدودھم وسد ثغورھم وتجہیز جیوشھم واخذ صدقاتھم وقھر المتغلبۃ والمتلصصۃ وقطاع الطریق واقامۃ الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعۃ بین العباد وقبول الشھادات القائمۃ علی الحقوق وتزویج

کہ زمانہ اول میں سے بعد وفات نبی ص کے کوئی وقت خلیفہ اور امام سے خالی رہنا ممتنع ہے۔ تاکہ ابوبکر رض صاحب نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا ہے۔ خبردار ہو کہ محمدؐ فوت ہو گئے۔ مگر امت کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کے قائم رکھنے والا ایک نہ ایک موجود ہو تو سب نے اس قول کو قبول کیا۔ اور کسی نے یہ نہ کہا کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ سب اس پر متفق ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے اور اپنا امام مقرر کرایا اور اس کام کے لئے سب سے زیادہ مہتم بالشان کام دفن رسول اللہ صلعم کو بھی صحابہؓ نے چھوڑ دیا تھا۔ الخ اور اسی طرح شرح عقائد صفحہ ۱۰۹/۱۱۰ میں ہے۔ اور زیادہ لکھا کہ ہر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ہوتا رہا۔ کیونکہ بہت سے واجبات شرعیہ کا بجا لانا اس پر موقوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ (خلیفہ اول نے) اس کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا۔ کہ مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کا کوئی ایسا امام ہو جو احکام شرعیہ وحدود شرعیہ جاری کرے اور ان کے رخنہ بند کر دے اور ان کے لشکروں کو تیار کر دے اور ان سے صدقات وصول کرے اور ان کے مغرور سرکش آدمیوں کو زیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۵) سے مجموع امت من حیث المجموع کا اتباع ثابت نہیں ہوتا نیز جو مجموعہ غیر صادقین و غیر معصومین کا ہو یا اس مجموعہ میں کچھ صادقین اور کچھ غیر صادقین ہوں اس مجموعہ کے افراد کا اتباع مطلقاً جائز نہیں تو بہر صورت اصل میں واجب الاتباع وہی افراد معصومین ہوں گے لہٰذا مجموع امت مراد لینے کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہوا اور نہ وہ صحیح ہے اور مجموع متبوع ہے تو تابع کون ہوگا اور اگر وہی متبوع اور وہی تابع ہوں گے تو ایک دوسرے کے تابع و متبوع ہوں گے جس کی لغویت اور مہمل ہونا مخفی نہیں۔ حصول المامول من علم الاصول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن خان مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۱ میں ہے: قال الزبیری لم تخلو الارض من قائم للہ بالحجۃ فی کل وقت ودھر وزمان وذلک قلیل فی کثیر قال ابن دقیق العید ھذا ھو المختار عندنا۔ انتھیٰ۔ یعنی ایک حجت خدا قائم اللہ سے کوئی زمانہ ہرگز خالی نہیں رہ سکتا ابن دقیق العید کہتا ہے یہی مذہب مختار ہے ۱۲ مترجم۔

الصغار و الصغائر الذین لا اولیاء لھم و قسمۃ الغنائم و ھو ذلک من الامور التی لا یتولاھا احاد الامۃ انتھیٰ۔

قال الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر و الثانی ان کل جمع و قرن یحصل فی الدنیا فلابد ان یحصل فیھم واحد یکون شھیدا علیھم اما الشھید علی الذین کانوا فی عصر رسول اللہ ص فھو الرسول بدلیل قولہ تعالیٰ و کذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا ایضا انہ لابد فی کل زمان الرسول من شھید فحصل من ھذا ان عصرا من الاعصار لا یخلو من شھید علی الناس و ذلک الشھید لابد و ان یکون غیر جائز الخطاء والا لافتقر الی شھید اخر و یمتد ذلک الی غیر النھایۃ و ذلک باطل فثبت انہ لابد فی کل عصر من اقوام تقوم الحجۃ بقولھم[1]

رعب رکھے اور چوروں، ڈاکوؤں کا انسداد کرے۔ اور جمعے وعیدوں کو قائم رکھے۔ اور متنازعہ مقدمات لوگوں کا بعد شہادت لینے کے فیصلہ کرے۔ اور حق دار کی حق رسی کر دے اور چھوٹے لڑکے لڑکیوں کی شادی کا انتظام کر دے اور غنیمت کے اموال تقسیم کرنے وغیرہ سب امور کا انتظام اس طرح کرے جو ہر ایک نہیں کر سکتا۔ انتہیٰ۔ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۵ ص۵۰۶ میں لکھا ہے (طبع ثانی ص۴۴۳) دوسرا یہ کہ ہر جماعت اور ہر زمانہ جو دنیا میں حاصل ہو ضروری ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص موجود ہو جو ان پر حجت اور شاہد ہو اور جو زمانہ رسول ص میں تھے ان پر تو رسولؐ شاہد ہو گا بہ دلیل اس کے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی طرح ہم نے تم کو امت وسطا اور عادل بنایا تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہوں گے اور رسولؐ تم پر شاہد ہو گا اور نیز اس سے ثابت ہوا کہ تحقیق ہر زمانہ میں بعد زمانہ رسولؐ کے بھی ایک ایسے شاہد کی ضرورت ہے جو معائنہ کی قوت رکھتا ہو تاکہ اس کو شہید کہا جا سکے تو اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی زمانہ منجملہ ازمنہ کے لوگوں پر ایک شہید موجود ہونے سے خالی نہیں ہو سکتا اور وہ شہید ضروری ہے کہ ایسا ہو جس سے خطا سرزد ہونی ممکن نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک دوسرے شہید کی طرف محتاج ہو گا اور اسی طرح وہ بھی ایسا ہی ہو تو اور کی طرف محتاج ہو گا پھر یہ سلسلہ غیر منتہی ہو گا اور یہ صورت باطل ہے پس ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں ایسے افراد کی ضرورت ہے جن کا قول بلاشک خلق پر حجت ہو۔ الخ۔

[1] اس عبارت تفسیر کبیر سے صاف ثابت ہے کہ امام معصوم کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے جو اعمال امت پر شاہد ہو۔ اور قول اس کا خلقت پر حجت ہو۔ نیز دیکھو بیان آیت تطہیر میں ابن حجر کا قول از صواعق۔ اور تفسیر کبیر جلد ۳ ص۳۵۶ لغایت ۳۵۸ تفسیر آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔ اعلم ان قولہ و اولی الامر منکم یدل عندنا ان اجماع الامۃ حجۃ والدلیل علیٰ ذلک ان اللہ تعالیٰ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

بطاعة اولی الامر علی سبیل الجزم فی هذه الاٰیة ومن امر الله بطاعة علی سبیل الجزم والقطع لابد وان یکون معصوما عن الخطاء اذ لو لم یکن معصوماً عن الخطاء کان بتقدیر اقدامه علی الخطاء یکون قد امر الله بمتابعته فیکون ذلك امرا بفعل ذلك الخطاء والخطاء لکونه خطاء منهی عنه الخ فهذا یفضی الی اجتماع الامر والنهی فی الفعل الواحد بالاعتبار الواحد وانه محال فثبت ان الله تعالیٰ امر بطاعة اولی الامر علی سبیل الجزم وثبت ان کل من امر الله بطاعته علی سبیل الجزم وجب ان یکون معصوماً عن الخطاء فثبت قطعاً ان اولی الامر المذکور فی هذه الاٰیة لابد وان یکون معصوماً۔ الخ۔

یعنے جاننا چاہیئے کہ آیت میں اولی الامر کا لفظ ہمارے نزدیک اس پر دال ہے کہ اجماع امت دلیل شرعی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت وفرمانبرداری کا اس آیت میں یقینی حکم دیا ہے (کہ ہر حال میں ان کی اطاعت واجب ہے جیسے خدا اور رسول کی واجب ہے) اور جس کی اطاعت کا خدا تعالیٰ قطعی اور یقینی واجبا حکم دے ضروری ہے کہ وہ ہر خطاء سے معصوم ہو کیونکہ اگر وہ معصوم عن الخطا نہ ہو تو بفرض اس کے کہ وہ خطا کرے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس میں بھی متابعت کا حکم دیا ہو تو اس خطا پر عمل کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور خطا بسبب خطا ہونے کے منہی وممنوع ہے۔ پس اس سے ایک ہی کام میں ایک ہی اعتبار سے حکم کرنے اور نہ کرنے کا لازم ہوا اور یہ محال ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی پیروی کا قطعی حکم دیا اور جس کے لئے خدا تعالیٰ قطعی اور ہر حال میں اطاعت واجب کرے ضروری اور لازمی ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو۔ پس ثابت ہوا کہ اولی الامر جو اس آیت میں مذکور ہے واجب ہے کہ وہ معصوم ہی ہو۔ انتہی۔ یہ بھی کبیر میں ہے کہ فکان حمل اولی الامر الذی هو مقرون بالرسول علی المعصوم اولی من حمله علی الفاجر الفاسق۔ اور پہلے کہا واما طاعة الامراء والسلاطین فغیر واجبة قطعاً یعنے جو اولی الامر رسول ؐ کے ساتھ مقرون ہے اس کا معصوم پر محمول کرنا اس سے بہتر ہے کہ فاسق وفاجر پر محمول ہو۔ اور اطاعت حکام وسلاطین وقت کی شرعی امور میں ہرگز ہرگز واجب نہیں لہذا وہ مراد نہیں ہو سکتے۔ اور کبیر جلد اصنك میں بذیل آیت انی جاعلك للناس اماما لکھا ہے الامام هو الذی یوتم به ویقتدی فلو صدرت المعصیة منه لوجب علینا الاقتداء به فی ذلك فیلزم ان یجب علینا فعل المعصیة وذلك محال لان کونه معصیة عبارة عن کونه ممنوعا من فعله وکونه واجبا عبارة عن کونه ممنوعاً من ترکه والجمع بینهما محال۔ معنی ومطلب اس عبارت کا وہی ہے جو اولی الامر کی تفسیر میں گذرا ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام وہ ہے جس کی پیروی ہر حال میں واجب ہے اور اگر اس سے گناہ صادر ہو تو واجب ہوا کہ اس کی گناہ میں بھی پیروی کی جائے حالانکہ ترک گناہ واجب ہے۔ پس امر ونہی ایک ہی وقت ایک چیز واجب ہونا محال ہے۔

امام اہل جماعت کا اعتراف (اس کا کہ اولی الامر کی اطاعت اس آیت میں قطعی اور ہر حال میں ہے جیسے خدا ورسول کی اور ضروری ہے کہ اولی الامر معصوم ہو تب آیت کا معنی صحیح ہو سکتا ہے) ہمارے لئے بر خلاف اہل تسنن کافی دلیل ہے

کہ آیت کے حکم سے ثابت ہے کہ اولی الامر سے غیر معصوم مراد نہیں ہو سکتا اور نہ حکام وقت جیسا کہ بعض کم فہم مراد لیتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ اجماع امت فخر رازی کے نزدیک مراد ہے تو یہ اس کی اعانت و حمایت مذہب خود کی دلیل ہے نہ یہ کہ فریق مخالف پر حجت ہو سکے اور نہ اجماع بالاتفاق حجت ہے اور بغیر شمول فرد معصوم کے تو کسی کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ اجماع معتبر وہی ہے۔ جس میں کل افراد امت اور تمام اہل حل وعقد شامل ہو تو ضروری ہے کہ معصوم بھی شامل ہوگا تو اصل مدار اسی معصوم پر رہی جو ایک مستقل واجب الاطاعت ہوگا کسی جائز الخطاء غیر معصوم کے اس کے ساتھ شامل کرنے کی ضرورت نہیں وہی مطاع مطلق ولی الامر و امام خلق ہوگا۔

اور اس ولی الامر کی تائید و تشریح آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ بھی کرتی ہے اس کی تفسیر فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو اور صیغہ اطیعوا ایک خالق کی اطاعت کے لئے آیت میں مستعمل ہوا ہے دوسرا مخلوق کے لئے چونکہ اولی الامر کی ایک جگہ تصریح کردی گئی ہے اس لئے فان تنازعتم کے بعد ردوا الی اللہ والی الرسول پر اکتفا کیا گیا اور رسول کے ذکر میں اولی الامر کا ذکر منطوی کردیا گیا ہے پھر جب ذکر آیا اور ذکر اولی الامر کو کافی فاصلہ ہو چکا تھا لوردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم میں پھر تصریح لفظ اولی الامر کی ضرورت ہوئی اور ترک لفظ اولی الامر فان تنازعتم میں یا بنظر اختصار فی اللفظ ہے۔ کہ قریب پہلے ذکر آچکا یا اس سبب سے ہے کہ اصل شریعت لانے والے رسول خدا صلعم ہیں اور مطیع و مطاع دو قسم کی مخلوق آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں بیان ہوئی ہے اور مخلوق مطاع کی دو قسمیں ہوئیں ایک شریعت لانے والا دوسرا اس کے حکم کے مطابق بطور نیابت احکام پہنچانے والا۔ تو رسول ؐ کے پاس یا نائب کے پاس اطاعت کرنے والی مخلوق کو آپس کے تنازعات لاکر فیصلہ کرانے کا حکم ہوا مگر ممکن تھا کہ مطیعین کا کبھی کسی مسئلہ میں تنازع اولی الامر کے ساتھ بھی ہو جائے بلکہ خود تشخیص اولی الامر میں تنازع ہو تو ہر دو صورتوں میں ضروری تھا کہ خالق کی طرف یعنی کتاب اللہ کی طرف اور رسول اصل شریعت لانے والے کی طرف یا اس کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے پڑھیئے لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم تاکہ آیات کتاب خدا کے اشارات و سرور کائنات کی تصریحات و تشریحات و تلمیحات کی روشنی میں اولی الامر فیصلہ سنا سکیں کیونکہ نائب کا فیصلہ منیب کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا کہ واجب الاطاعت ہونا اور معصوم ہونا اولی الامر کا ضروری نہیں جب ائمہ اہل بیت کے پاس لوگ مسئلہ متنازعہ پیش کرتے تھے تو ائمہ قرآن و فرمان پیغمبر سے استدلال پیش کرکے ان کو خاموش کرتے تھے اپنے اولی الامر اور واجب الاطاعت ہونے پر بھی اسی طرح استدلال کرتے تھے۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ غیر معصوم تھے یا خدا تعالیٰ نے حتمی اور لازمی حکم اطاعت کسی غیر معصوم کا دیا ہے اور نہ یہ صورت عصمت کے مخالف ہے۔ فقط نائب اور منیب اور اصل شارع اور اس کے وزیر کا فرق ہے جیسا کہ غیر مسلم کے تنازع کے وقت رسول کو خدا کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا دیکھو آیت مباہلہ اطاعت ہر سہ مذکورین کی فرض اور وقت تنازع رجوع الی اللہ والی الرسول کا معنی یہ ہے

کہ قرآن سنت سے جو اولی الامر استنباط کرکے تعلیم دیں اسی سے رفع اختلاف تاویلات وغیرہ کا کیا جائے اور اسی کی اطاعت واجب ہے اس سے اولی الامر کی عصمت میں کوئی خلل نہیں آتا اور نہ مطاع مطلق ہونے میں کوئی شبہ ہوتا ہے۔ وہ تو ایک ہی صیغہ اطیعوا سے جو رسولؐ اور اولی الامر کے لئے استعمال ہوا ہے ظاہر ہے اور کوئی مانع بھی نہیں کہ عقلاً ایک کی اطاعت واجب مطلق ہو اور دوسرے کی کسی حال میں ہو اور کسی میں نہ ہو۔ اور بوقت تنازع نہ رجوع الی اللہ و الی الرسول کا ذکر ہے اور اجماع کی طرف رجوع کرنے کا ذکر نہیں۔ حالانکہ فخر رازی نے اولی الامر سے مراد اجماع لیا ہے اور اس کو معصوم بھی مانا ہے تو جیسے فان تنازعتم میں اجماع کے مذکور نہ ہونے سے اس کی عصمت و اطاعت مطلقہ میں فرق نہیں آتا اسی طرح اولی الامر سے ائمہ اہل بیت مراد لینے پر ان کی عصمت میں بھی فرق نہیں آتا۔ اولی الامر سے مراد ائمہ اہلبیتؑ ہونا مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ بر حاشیہ نہایہ ابن اثیر طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔ بعدہ لکھا وکل ھذہ الاقوال صحیحۃ یعنے دیگر تفسیروں کے ساتھ اس کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور ترجمان القرآن ص۶۸۵ میں فتح البیان سے ہے کہ مراد اولی الامر سے اہل قرآن و علم ہیں۔ مجاہد۔ مالک ضحاک کا قول ہے ابن عباس نے کہا فقہا و علماء جو لوگوں کو معالم دین کی تعلیم کرتے ہیں۔ یہی قول حسن۔ مجاہد ضحاک کا بھی اس طرح معالم التنزیل جلد ۲ ص۲۳۵ میں ہے اور زیادہ لکھا کہ حسن کا قول بھی یہی ہے۔ اور اسی ترجمان صفحہ ۶۸۷ میں تفسیر ابن کثیر سے لکھا ہے۔ اولی الامر سے مراد اہل فقہ و دین ہیں۔ مجاہد و عطا و حسن بصری و ابوالعالیہ و ابن کا قول یہی ہے۔ انتہی۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ اہل قرآن اور اہل علم فقہا و علما مراد ہیں۔ پس جو ان صفات میں قولاً و فعلاً کل افراد مطیعین پر فوق رکھتا ہو وہی مراد ہو گا اور بجز ائمہ اہل بیت کے کوئی نہیں ہو سکتا اور آیت اذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ سے جو بالخصوص جنگ کے واقعات مراد لے کر اولی الامر سے بالخصوص افسران جنگ مراد لیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں[۵]۔ کیونکہ امن یا خوف آخرت کی پیشینگوئیاں یا آنے والے واقعات

۵؎ تفسیر آیت امر من الامن او الخوف۔ ازالۃ الخفا جلد ۱ ص۱۷۲ و ص۱۷۳ و ص۲۴۹ و ص۲۵۰ و ج ۲ ص۱۶۲ میں باسناد مسلم حضرت ابن عباس حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ص اپنی ازواج سے کنارہ میں بیٹھ گئے تھے عمر صاحب نے نبی ص سے دریافت کیا کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنے ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ کیا یہ درست ہے یا غلط؟ حضور نے فرمایا کہ یہ غلط ہے حضرت عمر کہتے ہیں میں نے نکلکر بلند آواز سے پکارا کہ نبی ص نے اپنی بی بیوں کو طلاق نہیں دی اس پر یہ آیت اتری واذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ الآیۃ فکنت انا استنبطت ذلک الامر انتہی ملخصاً اس اظہار سے پہلے لوگوں میں افواہ اڑ گئی تھی کہ نبی ص نے ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ امن و خوف سے واقعات جنگ اس آیت مراد لینا اور اولی الامر سے بالخصوص افسران جنگ مراد لینا غلط ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب مذکورہ بالا میں اس آیت کی تفسیر کو حضرت عمر کے اولی الامر میں داخل ہونے کے استدلال میں پیش کیا ہے اور اس میں لعلمہ الذین یستنبطونہ کے مصداق حضرت عمر قرار دیئے گئے ہیں اگرچہ ان کا کوئی استنباط نہیں بلکہ اعلیٰ فرد اولی الامر

جنگ و صلح و فتح کی پیشنگوئیوں کو بے سمجھے بوجھے اڑا دینا اس سے مراد ہو سکتا ہے۔ واقعہ حدیبیہ کو ہی یاد فرمایئے کہ رسول خدا صلعم نے مکہ میں با امن داخل ہونے کی خبر دی تھی اور کفار نے روک رکھا۔ صلح ہوئی تو حضرت عمر جیسی بڑی ہستیوں کو شک در نبوت ہوا خبر تو اڑا دی مگر حقیقت معلوم نہ کی کہ اسی سال کے لئے حکم نہیں وہ ضرور ہو گا مگر آئندہ سال۔ ادھر ادھر پھرے ابوبکرؓ کے پاس اس شک کو لے گئے۔ رسول خدا ص کے پاس لے گئے۔ آخر حقیقت کھلی کہ آئندہ سال پیشنگوئی پوری ہونے کا وقت مقرر ہے۔ اس آیت میں اولی الامر سے مراد بھی معالم جلد اصفحہ ۲۲۱ میں علماء کا مراد ہونا لکھا ہے۔ شرح عقائد سے پہلے لکھا گیا ہے اور رد المختار شرح در مختار جلد اصفحہ ۵۰۴ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ میں بھی اسی طرح لکھا ہے امامت ایک کبریٰ ہے ایک صغریٰ۔ کبریٰ امامت یہی ہے جو مسلمانوں کا پیشوا مطلق و امیر ہو۔ اس کے لئے لکھا و نصبہ اھم الواجبات فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات۔ الخ امام کا مقرر کرنا بڑا ضروری واجبات سے ہے اسی واسطے صحابہ نے دفن رسولؐ سے اس کام کو مقدم رکھا پھر مواہب سے نقل کیا کہ یہ سنت اب تک باقی ہے کہ جب تک نیا امام مقرر نہ کر لیا جائے پہلے امام کو دفن نہیں کیا جاتا۔ انتہی۔ اور علامہ قاضی نور اللہ تستری شیعی کتاب لاجواب احقاق الحق مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں۔ قد صرح القاضی البیضاوی فی مبحث الاخبار من کتاب المنهاج وجمع من شارحی کلامہ بان مسئلۃ الامامۃ من اعظم مسائل اصول الدین الذی مخالفتها توجب الکفر والبدعۃ یعنی قاضی بیضاوی کتاب منہاج میں اور شارحین اس کتاب کے اس کے قائل ہیں کہ مسئلہ امامت بڑے مسائل اصول دین سے ہے ایسے کہ مخالفت ان کی موجب کفر و بدعت کی ہے۔ اور شرح عقائد نسفی طبع نولکشور صفحہ ۱۱۰ میں ہے اگر سوال ہو کہ ایک صاحب ثروت و شوکت جو ہر جگہ ہو سکتا ہے ہو تو کام مسلمانوں کا چل سکتا ہے۔ امامت بمعنے ریاست عامہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح ایسے جھگڑے پیدا ہونے کا خطرہ ہے جن سے دین اور دنیا کے امور میں خلل آتا ہے۔ پھر اگر کوئی سوال کرے کہ ایک بڑے رئیس سے یہ کام چل سکتا ہے جس کو ریاست عامہ حاصل ہو اماماً کان او غیر امام۔ امام ہو یا نہ ہو جیسا کہ انتظام سلطنت ترکوں کے عہد میں قائم رہا تو ہم کہتے ہیں امور دنیا کا انتظام تو اس طرح حاصل ہو جاتا ہے مگر دین میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔ وھو الامر المقصود الاھم والعمدۃ العظمیٰ۔ اور حقیقت میں وہی مقصود اہم اعظم ہے پھر اگر سوال ہو کہ جیسا مذکور ہوا ہے کہ مدت

(بقیہ حاشیہ) رسول ص کے اظہار پر شنیدہ خبر کو انہوں نے ظاہر کیا۔ مگر پھر بھی شاہ صاحب نے ان کو مصداق آیت کا قرار دیا ہے اور امن اور خوف کے امور سے طلاق ازواج نبی ص کا مشہور ہونا مراد لیا ہے۔ پس اس سے ہمارا مدعا بخوبی ثابت ہوا کہ آیت اولی الامر سے افسران جنگ یا ہر قسم کے بادشاہان وقت مراد نہیں۔ اور نہ امر سے مراد فقط کام سلطنت ہے۔ عمرؓ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس سے دریافت کرنا بلکہ اولی الامر کے اعلیٰ فرد کو اصل حال معلوم تھا جو استفسار پر ظاہر فرمایا اور آئندہ کے لئے ہدایت ہوئی کہ پہلے کیوں افواہیں اڑاتے ہو۔ ابتدا سے ہی اولی الامر سے دریافت کر لیا کرو وہ صحیح خبر تم کو دیدینگے ۱۲۔ سلہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں۔ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواران اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل را محکم نگیرند ہیچ

مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود۔ الخ۔ ۱۲ مترجم۔

خلافت کی تیس ۳۰ سال تھی تو خلفاء راشدین اربعہ کے بعد زمانہ امام سے خالی ہو جائے گا۔ اور کل کی کل امت کفر کی موت مرے گی (لفظ امت پر حاشیہ نمبر ۷ اس طرح ہے اس لئے کہ ترک واجب گناہ ہے اور گناہ گمراہی و ضلالت ہے اور امت ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی جب کہ اختیار و قدرت سے ہو الخ ۱۲ خیالی)

تو ہم کہتے ہیں خلافت سے مراد کاملہ ہے اور مطلق خلافت ہی مراد ہو تو شاید دور خلافت ختم ہو گیا اور دور امامت چل رہا ہو کیونکہ امامت خلافت سے عام ہے لیکن قوم کے کسی سے اس اصطلاح کو ہم نہیں پاتے۔ بلکہ شیعہ سے بعض اس کے قائل ہیں کہ خلیفہ امام سے عام ہے اسی واسطے اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے قائل ہیں لیکن ان کو امام نہیں مانتے۔ (خیر یہ تشکلات خلفاء عباسیہ تک کوئی توجیہ رکھتی ہیں) واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل انتھٰی۔ شرح العقائد لیکن خلفاء عباسیہ کے بعد پس امر مشکل ہے (دیکھئے پھر ہمارے زمانہ میں امام حق نہ ہونے کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور بغیر امام موت کفر کا خطرہ بدستور باقی ہے) الامر مشکل پر حاشیہ شرح مقاصد سے لکھا ہے۔ اس واسطے مشکل ہے کہ اگر وجوب امام بعد خلفاء عباسیہ کے ہم قائل ہیں تو ایسا امام متصف بہ صفات امامت کوئی نہیں اور ترک واجب لازم آتا ہے اور ترک واجب گناہ اور ضلالت ہے اور امت ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔ البتہ جواب یہ ہے کہ ہم نے اختیار سے امام کو نہیں چھوڑا عجز و اضطراب کے سبب سے متروک ہوا ۱۲ شرح مقاصد۔

(۱۰ نتیجہ) اس طویل بحث سے اس قدر ضرور ثابت ہو گیا کہ امام ہر زمانہ میں ہونا ضروری ہے ورنہ امت کی موت کفر پر ہے اور فقط انتظام سلطنت سے یہ امامت تمام نہیں ہوتی بلکہ مقصود دین کی امامت ہے کہ اس میں خلل نہ آنے پائے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیتؑ کو تو سنی اپنا امام مان نہیں سکتے کہ ان کا شیرازہ اعتقادات خود ساختہ بکھر جاتا ہے اس حیران و سرگرداں ہیں کہ کیا جواب دیں کوئی بن نہیں سکتا۔ لہٰذا امر مشکل ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جیسے اول امامت کی ضرورت تھی کہ دفن نبیؐ سے اس کو مقدم رکھا گیا ہمیشہ قیامت تک ضرورت باقی ہے۔ خلفاء عباسیہ کے بعد نہایت مشکل پیش آئی۔ اس سے خلاصی نظر نہیں آتی مگر ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا لیا کہ ہم کو امام کوئی ملتا نہیں۔ ورنہ یہ تو مانتے ہیں کہ ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں ہمارا مدعا فقط یہی ہے کہ سنیوں کو مسلم ہے ہر زمانہ ایک امام واجب الاطاعت کا ہونا واجب و لازم ہے۔ مگر شیعہ ہو جانے کے ڈر سے امام غائب کا نام لے نہیں سکتے۔

(ایک سوال کا جواب) بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے کسی امام کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر قرآن ایک ہی کافی ہوتا تو رسول خدا صلعم تمسک ثقلین کا حکم نہ دیتے اور ہر عربی دان قرآن کے صحیح معنی اللہ ملے قرآن کریم نور ہے مگر دوسرے نور کا محتاج ہے جیسے چشم بینا میں نور ہے مگر اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا چراغ یا ستاروں یا سورج یا چاند کی روشنی میں آنکھ کا نور کام دیتا ہے۔ اور قرآن میں ہر شے کی تفصیل ہے مگر ہر خواندہ ناخواندہ یا ہر عربی دان اس کی تفصیل کو نہیں سمجھ سکتا ورنہ تفسیر دیکھنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی یا سب ایک ہی طرح کی تفسیر کرتے لیکن اس کا عکس ظاہر ہے کلام الملک العلام تو کہیں منتہٰ ارفع و اعلیٰ ہے باقی فنون مثلاً ہندسہ یا علم ہیئت یا طب یا نجوم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مراد متکلم کو سمجھ لیتا حالانکہ زمانہ رسول اللہ صلعم میں صحابہ کے حالات اور زمانہ کے جملہ خواص و عوام کے طرز عمل سے واضح ہے کہ سب ایک مفسر کے محتاج ہوتے آئے ہیں۔ اور اگر بغیر مبین قرآن کا صحیح معنے ہر ایک جان لیتا تو ہر ایک اپنے مذہب و خیال کی تائید میں ایک ہی آیت کا نیا معنے نہ تراش لیتا سب ایک ہی معنے و مقصود متکلم کو ایک ہی طرح سمجھتے اور ایسے اختلافات جو قرآن کو کلام خدا ہونے سے نکال دیتے ہیں مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتے پڑھئے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اور آیات مندرجہ حال شان امام فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ قرآن کے ساتھ ایک نہ ایک مبین و مفسر کی ضرورت ہے جو زمانہ رسول ص میں بذات اقدس خود موجود تھے اور بعدہ ہر زمانہ میں آپ کے اہلبیت ؑ سے ایک نہ ایک فرد اس ضرورت کو پورا فرماتے ہے اور حدیث ثقلین کے لفظ لن یتفرقا قرآن اور اہلبیت قیامت تک جدا نہ ہوں گے۔ اور علی مع القرآن والقرآن مع علی اور حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اہلبیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین مندرجہ بیان ائمہ دوازدہ حاشیہ ہر زمانہ میں امام کی ضرورت فلک النجاۃ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور آیت لو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اعلم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور بلاشبہ نائب رسول وہی ہوگا جو کل افراد زمانہ خود سے اعلم ہوگا اور معصوم ہوگا۔ ورنہ بحکم ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا کے غیر معصوم سے دریافت کرکے اس کی رائے لے کر بدستور احتیاج تفتیش باقی رہتی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہوکر آخر معصوم کی حاجت پڑتی ہے۔ کیونکہ غیر معصوم سے پوچھ کر ہر ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنا پڑتا ہے۔ جب معمولی خبر کی تصدیق کر لینے کا حکم ہے تو جملہ امور شرعیہ کا کسی کو جس سے فسق اور کذب کا احتمال ہو کس طرح متکفل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں غیر معصوم عادل روایت کر سکتا ہے۔ جس کی بھی تصدیق اوروں سے احتیاطاً کر لی جاتی ہے مگر مستقل مفسر قرآن ہونا اور امت کا پیشوا مطلق ہونا یہ ہر راوی کا کام نہیں۔ اہلبیت کی احادیث اس پر شاہد عدل ہیں۔ دیکھو کتب امامیہ نہج البلاغہ صفحہ ۸۳ و احتجاج طبرسی صفحہ ۹۳۔ اور سنیوں کی کتب تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ و ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۱۵۳ و تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۷ طبع مصر و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۵۷ و نور الابصار صفحہ طبع مصر میں ہے۔ جناب امیر المومنین علی ؑ فرماتے ہیں۔ ھذا القرآن انما ھو مسطور بین الدفتین لا ینطق بلسان ولا بد لہ من ترجمان وانما ینطق عنہ الرجال۔ یعنی فرمایا

بقیہ حاشیہ۔ ورمل و جفر و نقرہ وغیرہ فارسی وغیرہ و اردو میں اگرچہ بہ تفصیل تحریر شدہ موجود ہیں مگر بغیر اس کے جو اس علم کی اصطلاحات خاصہ کا کامل ماہر ہو دوسرا زبان داں ان تحریرات کا ایک مسئلہ بھی حل نہ کر سکیگا تا وقتیکہ ماہر کامل سے نہ لے وہ معمولی چیز نظر آتی ہے علی ہذا القیاس قرآن کے رموز و نکات و تعلیمات کے واسطے مبین و مفسر حقیقی و ماہر معنے جلی و خفی کی ضرورت ہے اور نبی صلعم نے ایسے مفسر کو تمسک میں قرآن کا لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔ تفسیر اتقان سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ میں باسناد فریابی مروی ہے نبی صلعم سے مروی ہے لکل آیۃ ظہر و بطن و لکل حرف حد و لکل حد مطلع و باسناد دیلمی مروی ہے ان للقرآن ظہرا و بطنا و باسناد طبرانی و ابو یعلی و بزار ابن مسعود سے مرفوعا فلیس منہ حرف الا لہ حد و لکل

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

یہ قرآن دو دفتیوں میں لکھا ہوا ہے بولنے والی زبان نہیں رکھتا اور نہیں بولتا اس کے واسطے ایک ترجمان کی ضرورت ہے اور اس میں سے آدمی اس کو سمجھنے والے بولتے اور سمجھاتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اور جناب علیؑ قرآن ناطق ہیں۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان علم علیؑ اور نہج البلاغہ ص١٠٥ میں ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا اس قرآن کو بلاؤ تو یہ نہیں بولے گا اور ہرگز نہیں بولے گا لیکن اس سے میں تم کو خبر دے سکتا ہوں۔ اس میں گذشتہ حالات اور آئندہ کے حالات اور تمہاری امراض کے ادویہ اور تمہارے درمیانی مقدمات کے فیصلے ہیں۔ اسی میں خان تنازعتم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کتاب خدا کے اور سنت رسول کے زیادہ ماہر ہم اہل بیت ہیں جو سچا فیصلہ چاہے وہ کتاب اور سنت سے سنا سکتے ہیں اس لئے تنازع کے وقت ہماری طرف رجوع کرو۔ اصول کافی ص٩٥ و علل الشرائع (کتب شیعہ) ص٧٧ میں ہے۔ منصور بن حازم سے روایت ہے۔ کہا میں نے جناب صادق آل محمدؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے لوگوں پر اس طرح حجت قائم کی ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا صلعم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر حجت تھے انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا جب آپ رحلت فرما گئے پھر خلق پر کون حجت ہے انہوں نے کہا قرآن حجت ہے۔ جب میں نے قرآن میں نظر کی معلوم ہوا کہ اس سے مرجیہ و قدریہ و زندیق جو اس پر ایمان نہیں رکھتے سب اسی کے ساتھ جھگڑا کرتے اور حجت پکڑتے ہیں حتیٰ کہ ظاہر میں کبھی وہ غالب آ جاتے ہیں اس لئے قرآن بغیر مبین مسلم القول واجب القبول کے حجت نہیں ہو سکتا۔ پس میں نے لوگوں سے کہا سمجھانے والا کون ہے انہوں نے کہا ابن مسعود ہے اور حضرت عمرؓ و حذیفہؓ ہیں میں نے کہا وہ سارے قرآن کو سمجھے ہوئے ہیں کہا نہیں پس کوئی ان سے کسی کو بجز حضرت امیر المومنین علیؑ کے سارے قرآن کا ماہر نہیں کہہ سکا کیوں جس کا ذکر چلے کوئی کہتا ہے میں فلاں آیت نہیں جانتا دوسرا کوئی اور نہیں سمجھا تیسرا کسی اور سے ناواقف ہے اس لئے میں شہادت دیتا ہوں کہ قیم و متکفل تعلیم قرآن کے جناب امیرؑ ہیں وہی حجت خدا اور واجب الاطاعۃ ہیں جن کا قول تفسیر وغیرہ احکام شرعیہ میں حجت ہے۔ یہ سن کر امام صادقؑ نے فرمایا خدا تجھے رحمت فرماتے (خوب کہا) (نیز دیکھو حاشیہ بحث قرطاس میں علامہ سندی کی تقریر بر حاشیہ بخاری مع حاشیہ مترجم)

(بقیہ حاشیہ) حد مطلع یعنی ہر آیت کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی اور ہر حرف کا ایک انتہائی معنی مراد متکلم ہے اور ہر اس حد کا کوئی سمجھنے والا ہے اور بعدہ علامہ سیوطی کہتا ہے اس کی موید وہ روایت ہے جو ابن ابی حاتم نے باسناد خود ابن عباس سے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں تحقیق قرآن کے کئی شعبے ہیں اور اس میں کتنے فنون ہیں اور اس کے ظاہری معانی اور باطنی معانی ہیں لا تنقضی عجائبہ ولا تبلغ غایتہ الخ اس کے عجائب مطالب کبھی ختم نہیں ہوتے اور اس کے مقاصد کی کوئی انتہا نہیں۔ انتہیٰ۔ اہل انصاف غور کریں کہ قرآن کے الفاظ پڑھنے اور ترجمہ معمولی دیکھ لینے پر ہر کس قرآن فہمی کا دعویٰ کر سکتا ہے نہیں تو مخصوص افراد کی ضرورت ہے دیکھو اتقان کے صفحہ مذکورہ میں ابن سبع کی کتاب شفاء الصدور سے منقول ہے علماء کہتے ہیں ہر آیت کے واسطے ساٹھ ہزار معانی ہیں انتہیٰ۔ اور اتقان جلد ٢ ص٣١ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا سلونی مجھ سے پوچھو بتا سکتا ہوں کتاب اللہ سے پوچھو تو خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر بیان نہ کر سکوں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور نہج البلاغہ صفحہ ۲۴۰ میں حضرت علیؑ نے ابن عباس کو نصیحت فرمائی ہے لا تخاصمھم بالقرآن فان القرآن حمال ذو وجوہ تقول ویقولون ولکن حاجھم (خاصمھم) بالسنۃ فانھم لن یجدوا عنھا محیصا۔ یعنی لوگوں سے تم فقط قرآن کے ساتھ مباحثہ مت کرو کیونکہ قرآن چند وجوہ و معانی کے احتمالات رکھتا ہے تم ایک معنی بیان کرو اور وہ بھی کچھ بیان کریں گے لیکن تم ان سے سنت کے ساتھ مباحثہ کرو تو ان کو خلاصی کی جگہ نہ ملے گی۔ ۱۰ انتہی۔ بعینہ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۱ ص۲۹۱ میں عن علیؑ و نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۷ میں عن ابن عمرو نہایہ ابن اثیر جلد ۲ ص۹۳ میں ہے عن ابن الزبیر قال لہ الزبیر اور تفسیر اتقان للسیوطی طبع مصر جلد ۱ ص۱۴۲ میں باسناد ابن سعد عن ابن عباس عن علیؑ لا تحاجھم بالقرآن فانہ ذو وجوہ الخ وبروایت دیگر بعینہ بالفاظ نہج البلاغت مروی ہے اور اتقان جلد ۲ ص۱۷۹ میں ہے وفی الحدیث القرآن ذلول ذو وجوہ (نہ) مطیع لحاملیۃ تنطق بہ السنتھم۔ ۱۰ انتہی۔ اور انوار اللغۃ پ۲۳ ص۳۲ میں وحید الزمان عبد اللہ ابن زبیر اور حضرت عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ جب تم خارجیوں سے بحث کرو تو قرآن سے مباحثہ مت کرو (قرآن کی آیتیں مجمل اور ذو معنیین ہیں) بلکہ حدیث شریف سے دلیل لاؤ۔ ۱۰ لخ۔ انتہی۔ (نوٹ) حسبنا کتاب اللہ کے قائلین حکم رسول کے نافرمان ہیں رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں ایسے آدمی کو دیکھنا نہیں چاہتا جس کو میرا حکم پہنچے اور وہ کہے میں اس کا واقف نہیں ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں ملے گا بس اسی کی پیروی کریں گے۔ اس کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ (بیہقی) نے روایت کیا۔ دلائل النبوۃ میں۔ دوسری روایت میں فرمایا۔ خبردار رہو مجھے قرآن کے ساتھ اس کے برابر اور بھی بہت کچھ دیا گیا ہے (یعنی حدیث) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ تیسری روایت میں فرمایا مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل یا اس سے بھی زیادہ اور مجھے دیا گیا ہے۔ آخر حدیث تک اس کو ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے دیکھو مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۲۱ مطبوعہ بمبئی۔

نیز ضرورت امام فلک النجاۃ مع حاشیہ تعلیق میں ملاحظہ ہو اور تفسیر کبیر جلد ۳ ص۱۵۵ میں بذیل آیت ماکان اللہ لیطلعکم علے الغیب لکھا ہے ویحتمل ایضا ان یکون المعنی وما کان اللہ لیجعلکم کلکم عالمین من حیث یعلم الرسول حتی تصیروا مستغنین عن الرسول بل اللہ یخص من یشاء من عبادہ بالرسالۃ ثم یکلف الباقین طاعۃ ھؤلاء الرسل۔ ۱۰ انتھے۔ یعنے خدا تعالیٰ نے تم سب کو ایسا عالم نہیں بنایا کہ تم رسول سے بے پرواہ ہو جاؤ مگر اپنے بندوں میں بعض کو رسالت سے مخصوص کرتا ہے۔ پھر دوسروں کو

(بقیہ حاشیہ) خواہ رات میں اتری ہے یا دن میں۔ پہاڑوں میں اتری ہے۔ یا میدان میں۔ اور ابن مسعودؓ سے باسناد ابو نعیم روایت کیا کہ قرآن سات حروف پر اترا ہے اور کوئی حرف ایسا نہیں جس کا ظاہر اور باطن نہ ہو۔ وان علی ابن ابیطالب عندہ منہ الظاھر والباطن اور علیؑ ایسے ہیں جن کے پاس ہر حرف کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ اور دوسری روایت میں علیؑ سے روایت کیا خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں اتری جو مجھے معلوم نہ ہو کہ کس کے حق میں کس کے بارہ میں اور کہاں اتری ہے خدا نے مجھے دل سمجھنے والا دیا ہے۔ ۱۲ منہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

تکلیف دیتا ہے کہ سب ان کی اطاعت کرو۔ یعنی اپنے محبوب بندوں کے لئے دوسروں کو محتاج کر کے اپنے محبوبوں کی قدر بڑھاتا ہے۔ اسی طرح قرآن فہمی میں مخصوص افراد و برگزیدگان خود کا دوسروں کو محتاج کیا اور عام فہم نہ ہونے میں غالباً یہی راز مضمر رکھا ہے چونکہ تفاسیر اہل اسلام کی بے شمار اور متضاد ہیں اس لئے کسی تفسیر کا دیکھ لینا بھی قرآن فہمی کے لئے کافی نہیں جب تک صداقت کا کوئی معیار نہ ہو اور معیار بہ فرمان سید الابرار حدیث ثقلین قرار دیگئی ہے اور کہ لن یتفرقا حتیٰ علی الحوض شاہد صدق (**ایک اور شبہ کا جواب**) تفسیر آیت واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں شیعہ صاحب تفسیر صافی صفحہ ۱۰۸ میں باسناد عیاشی جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یہ آیت حضرت علیؑ بن ابیطالب و حضرت حسنینؑ کے بارہ میں اتری ہے عرض کیا گیا لوگ کہتے ہیں کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیت ؑ کے اسماء بالتعیین اپنی کتاب میں ذکر نہیں کئے۔ جناب امامؑ نے فرمایا تم ان لوگوں کو یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو قرآن میں اتارا ہے اور لوگوں کو تین رکعت یا چار رکعت کی تفصیل و تعیین ذکر نہیں فرمائی حتیٰ کہ رسول اللہؐ نے ان کے لئے اس کی تفسیر فرمائی اور حکم زکوٰۃ کو نازل فرمایا مگر ہر چالیس درہم سے ایک درہم دینا قرآن میں ذکر نہ فرمایا حتیٰ کہ رسولؐ نے ان کے لئے تفسیر فرمائی اور حکم حج کو قرآن میں نازل فرمایا لیکن یہ نہ فرمایا کہ سات مرتبہ خانہ کعبہ کے گرداگرد طواف کرو حتیٰ کہ رسولؐ نے ان کے لئے تفسیر فرمائی اور آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم حضرات علی و حسنینؑ کے بارہ میں اتری تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور فرمایا اوصیکم بکتاب اللہ واھل بیتی۔ کتاب اللہ اور اہل بیت کی نسبت میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور میں نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ حوض کوثر تک ان دونوں کو جدا نہ کرے خدا تعالیٰ نے یہ منظور و مقبول فرمالیا ہے تم ان کو تعلیم نہ دینی یہ اہل بیت تم لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ یہ تم لوگوں کو گمراہی میں ہرگز نہیں جانے دیں گے پس اگر رسولؐ اپنے اہل بیت کی تشریح نہ فرماتے تو آل فلاں و فلاں اہل بیت ہونے کا دعویٰ کرتے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی تصدیق کے لئے آیت تطہیر نازل فرمائی اور حضرت علی و حسنین و فاطمہ علیہم السلام مراد تھے کہ رسول خداؐ نے ان کو خانہ حضرت ام سلمہؓ میں ایک چادر کے اندر داخل فرمایا اور فرمایا خدایا ہر نبی کے اہل ہوتے ہیں میرے اہل بیت یہ ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی میں آپ کے اہل سے نہیں؟ تو فرمایا تو اچھی ہے۔ لیکن یہ میرے اہل بیت اور ثقل ہیں۔ آخر حدیث تک انتہی۔ مثل نماز و زکوٰۃ و حج وغیرہ کے اصل حکم اطاعت

بقیہ حاشیہ سلہ ازالۃ الخفاء ص۵ میں شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں خلفائے راشدین کو تسلیم کرنا اصول دین سے ہے یہ اصل محکم دہو تو شریعت کا ایک مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اکثر احکام قرآن عظیم میں مجمل ہیں بغیر تفسیر سلف صالحین کے حل نہیں ہوتے اور احادیث اکثر اخبار آحاد اور محتاج بیان ماہر کے ہیں ۱۲ مترجم۔ سلہ میزان شعرانی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۴۹ میں علی الخواص سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصین صحابی کو کہا میرے ساتھ قرآن کے بغیر کوئی بات نہ کرو۔ عمران نے کہا تم تو احمق ہو کیا قرآن میں فرائض نماز کی رکعات یا جہر فلاں نماز اور آہستہ پڑھنے فلاں نماز کا بیان ہے اس نے کہا نہیں۔ اس طرح عمران نے اس کو شرمندہ کیا ۱۲ مترجم۔

ائمہ اہل بیت کا قرآن میں مذکور ہے اور تفصیل مبین قرآن کے بیان سے واضح ہے۔ یہ تین نام اولی الامر کے اولاً رسول ص نے بیان فرمائے اور ہر ایک اپنے عہد میں واجب الاطاعت تھے۔ پھر ایک نے ان میں سے اپنے بعد آنے والے اولی الامر کی خبر دی اور تشریح و تعیین فرمائی جس کی اطاعت اسی آیت کے حکم سے فرض ہے اسی طرح جملہ ائمہ اہل بیت ع کی اطاعت کا اجمالاً حکم اسی آیت میں مذکور ہے اور مبین قرآن کے بیان سے تفصیل مذکور ہے۔ چنانچہ امامیہ کی بحث میں تو نبی ص سے جملہ ائمہ کی تفصیل مروی ہے۔

وفی السیرۃ الحلبیۃ ص ۳۹۵ والصحیح انہ ع مکث بقیۃ یوم الاثنین ولیلۃ الثلاثاء وبعض لیلۃ الاربعاء وکان السبب فی تاخرہ ما علمت من اشتغالھم ببیعۃ ابی بکر حتی تمت۔ وفی الصافی فی المجمع والقمی عن الصادق لکل زمان وامۃ امام یبعث کل امۃ مع امامھا والقول بنفی ضرورۃ الخلیفۃ او تقیید کون الخلیفۃ بزمان خاص ادعاء بلا دلیل قال اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

اور سیرۃ حلبیہ ص ۳۹۵ میں ہے صحیح یہ ہے۔ کہ تحقیق نبی ص کی نعش پاک کچھ حصہ سوموار کا اور رات منگل کی اور بعض حصہ رات بدھ کا دفن ہونے سے روک رکھی گئی اور سبب اس دیر کا وہی ہے۔ جو تم نے سمجھا ہے یعنی صحابہ کا بیعت ابی بکر رض میں مشغول ہو جانا اس حد تک کہ وہ تمام ہو گئی۔ اور شیعہ کی تفسیر صافی ص ۲۵۱ میں ہے۔ مجمع اور تفسیر قمی میں امام صادق ع سے روایت ہے کہ ہر زمان اور ہر جماعت کے لئے ایک امام ہوتا ہے اور ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور قول نفی ضرورت خلیفہ کا یا تقیید خلیفہ کا زمانہ خاص ہے دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول نہ بھیجیں۔

لہ مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی کی شرح زرقانی جلد ۷ ص ۸ مطبوعہ مصر میں بعد ذکر حدیث ثقلین کے لکھا ہے۔ قال الشریف السمھودی ھذا الخبر یفھم وجود من یکون اھلا للتمسک بہ من عترتہ فی کل زمن الی قیام الساعۃ حتی تتوجہ الحث المذکور علی التمسک بہ کما ان الکتاب کذلک فلذا کانوا امانا لاھل الارض فاذا ذھبوا ذھب الارض۔ یعنی حدیث ثقلین میں تمسک ثقلین کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہستی عترت پاک سے ہر زمانہ میں ایسی ضرور موجود ہو گی جو بہمہ وجوہ واجب الاتباع احکام شرعیہ میں اور قابل تمسک کے ہو۔ چنانچہ کتاب ہر زمانہ میں قابل تمسک موجود ہے اور اسی واسطے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت باشندگان زمین کے لئے امان ہیں جب یہ باعث امان موجود نہ ہوں گے تو زمین اور زمین والے نہ رہیں گے۔ انتہیٰ۔ تو اہل بیت امان اسی طرح ہیں کہ ایک نہ ایک وجود ان سے ایسا ہر زمانہ میں موجود ہو جو طاہر اور معصوم اور واجب الاتباع ہو اور اس کے جملہ اقوال و افعال قابل تمسک ہوں اور اس کی برکت سے امان ہو نیز اس کی وجہ سے ہدایت ہو اور محض گمراہی نہ رہے اس وجہ سے بھی باعث

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

امان ہو کیونکہ جب گمراہی محض ہو گی تو زمین اور اہل زمین ہلاک ہو جائیں گے۔ پس اس سے امام زمان کا موجود ہونا اظہر من الشمس ثابت ہو گیا صرف انصاف کی ضرورت ہے۔ نیز دیکھو بعینہ اسی طرح دربیان آیت تطہیر عبارت صواعق اور دربیان تشریح اہل البیت احادیث از صواعق وغیرہ و قول ابن حجر دیکھو فلک جلد ۱ ص۳۸ ۳۹ اور قول ابن حجر تفسیر آیت ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم طبع مصر ص۹۱ میں دیکھو جو حاشیہ بارہ خلفاء کے بیان میں آئے گا۔

ولئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل والقرآن کلام مالک الملوک و کلام الملوک ملک الکلام قال فی شانہ تفصیلا لکل شیٔ وتبیانا لکل شیٔ لکن ھو کتاب صامت ولیس بناقص لکن عقول کل الناس لا یدرکہ حق ادراکہ بمجرد السماع عنہ علیہ السلام او ممن بعدہ کما یشہد علیہ حال کبراء الصحابۃ فضلا عمن بعدھم من الصحابۃ والتابعین وغیرھم بل الذین قال عزو جل فی شانہم ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم من قبل اذا یتلی علیہم یخرون للاذقان سجدا۔ الآیۃ۔ احق بادراکہ ومنہم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا۔ شاھد صدق علی ما قلنا وا لتفصیل سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ فی علم الشیخین فالذین اوتوا العلم من قبل ومن قیل فی حقہ وعلمک مالم تکن تعلم وعلمناہ من لدنا علماً ھم واقفوا الرموز القرآنیۃ وعالموا اسرارہ لکون علومہم وھبیاً کما قال سید الاوصیاء امام الائمۃ ابو الائمۃ

اور تاکہ اللہ تعالیٰ پر رسول بھیجنے کے بعد حجت باقی نہ رہ جائے اور قرآن کلام بادشاہ بادشاہان کا ہے اور کلام بادشاہان کا بادشاہ کلام کا ہوتا ہے اس کی شان میں فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر شئے کی تفصیل ہے اور ہر شئے کا بیان ہے۔ لیکن وہ کتاب خاموش ہے اگرچہ کامل ہے اور ناقص نہیں لیکن عقول جملہ لوگوں کے اس کا ادراک جیسا کہ چاہیئے نہیں کر سکتے۔ اس طرح کہ محض سننے سے کماحقہٗ سمجھ جائیں خواہ وہ نبیؐ کی زبان پاک سے سنیں یا کسی دوسرے سے جیسا کہ اس پر حال اکابر صحابہ کا گواہ ہے۔ چہ جائیکہ ان کے بعد کے صحابہ یا تابعین وغیرہ کا ذکر کیا جائے بلکہ وہ لوگ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ظاہر آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم منجانب اللہ عطا کیا گیا ہے۔ اور جن کو پہلے سے ہی علم عطا کیا گیا ہوتا ہے۔ وہ جس قرآن کو سن لیتے ہیں۔ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ الخ زیادہ مستحق ادراک قرآن کے ہیں) اور فرمایا بعض ان حاضرین خدمت نبیؐ سے ایسے ہیں اے نبیؐ کہ تیری طرف متوجہ ہو کر سنتے ہیں۔ اور جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کو منجانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے کہ اب نبیؐ نے کیا فرمایا ہے اور اس کا مطلب کیا ہے یہ آیت ہمارے مدعا

علی علیہ السلام وھب لی عقلا ولو وضعت لی وسادۃ وجلست علیھا لا خبرت ۔ الخ ۔ وسیاتی فی علمہ مستوفی وقد الف الامام الغزالی رسالۃ فی العلم الوھبی واما الذین علمھم کسبی نبعد جھدھم البلیغ و تحصیلھم القواعد العربیۃ من النحو اللغۃ وغیرھما قل ما یطلعون علی بعض مدرکاتہ الظاھریۃ ویعبرون منہ علی قدر عقولھم وفھومھم واختلاف تفاسیرھم شاھد صدق علی عدم علمھم بالیقین کما ان الامام للرازی والزمخشری والسیوطی مع جلالۃ قدرھم فی العلوم لم یفتوا القول واحد بل قد جاوزوا الاربعین او الخمسین قولاً بل قالوا یحتمل ویمکن واعترض علیہ ۔ وھھنا بحث وفیہ شیٔ وما شابہ ذلک ویرد بعضھم قول بعض وھذا لیس من شان القرآن الحکیم وحاشاہ ثم حاشاہ لانہ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۔ ولتبین لھم الذی اختلفوا فیہ ۔ والغرض من نزول القرآن دفع الاختلاف ومن البین ان التفسیر بالرای ردعہ اللہ منہ مذموم دال علی عدم اخذھم علم القرآن من الذین اوتوہ ۔ وقول النبی ص من غیر مرۃ ،

پر سچا گواہ ہے جس کی تفصیل قریباً انشاء اللہ تعالی بیان علم شیخین میں آئے گی۔ پس وہ لوگ جن کو ابتدا سے علم عطا کیا گیا ہے اور جن کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ نے تم کو وہ کل علم دے دیا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور ہم نے اپنی طرف سے اس کو علم عطا کیا ہے وہ واقفین رموز قرآنیہ کے اور عالمین ماہرین معانی قرآن اور اسرار کے ہیں۔ کیونکہ ان کا علم بہ القاء الہی ہوتا ہے جیسا کہ سید الواصلین امام امت اور والد ائمہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے ایسی عقل بخشی ہے کہ اگر میرے لئے فرش تکیہ رکھا جائے اور میں اس پر بیٹھ کر بیان کرنا چاہوں توسب اشیاء کی خبر دیدوں۔ اور اس کا بیان مفصل علم علی ؑ میں آئے گا۔ اور تحقیق امام غزالی نے ایک مستقل رسالہ علم وہبی کے بیان میں تالیف کیا ہے اور جن اشخاص کا علم کسبی ہو وہ بعد کوشش بلیغ اور تحصیل قواعد عربیہ نحو اور لغت وغیرہ کے پھر بھی بہت کم بعض معلومات ظاہریہ پر اطلاع پاتے ہیں چہ جائیکہ دقائق ولطائف اصلیہ پر واقف ہوں اور اس سے اپنے عقل وفہم کے مطابق سب معانی مختلفہ اخذ کرتے ہیں اور ان کا اختلاف تفاسیر میں ان کے قرآن کے عدم علم یقینی پر گواہ صادق ہے جیسا کہ امام رازی اور زمخشری وسیوطی نے باوجود ان کے علوم میں جلیل القدر ہونے کے ایک قول پر فتویٰ نہیں دیا بلکہ چالیس یا پچاس اقوال تک ایک آیت کے معانی کو پہنچا دیتے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں بلکہ پھر کہتے ہیں احتمال ہے یا ممکن ہے کہ یہ معنے اور بھی ہو یا اس معنے پر

انی تارك فیکم الثقلین ولن تیفرقا حتے یردا علے الحوض فلا تسبقو هما و لا تعلموا هما وهو خبر متواتر۔ رکما ذکر دال علے ان عالم القران عترته علیهم السلام و علی مع القران و القران مع علیؑ لن تیفرقا حتی یردا علی الحوض وانا مدینة العلم وقال علیؑ بابها لو وقرت سبعین بعیرا من تفسیر ام القران سلونی قبل ان تفقدونی وقال تجدوه هادیا مهدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم فمن استمسك به فقد استمسك بالعروة الوثقے لا انفصام لها. واعتصموا بحبل الله جمیعا و لا تفرقوا ومن شذ شذ فی النار لا حول ولا قوة الا بالله. ولا یرد ان الاحادیث مفسرة للقران الکریم فلا حاجة الی الامام من اهل البیت النبیؐ لانها محتاجة الی للروات وهم ثقات او ضعفاء او کذابون او وضاعون او سیئ الحفظ او لین او لیس بقوی او لیس بحجة او لیس بذالك وغیرها فالان کما کان فر من المطر ووقف تحت المیزاب. فتفسیر الائمة والاحادیث الصحیحة المرویة منهم مقبولة واجبة العمل بمعیا ولن یفترقا فاحتیج فی کل زمان بعد النبیؐ الی خلیفته فوجب

اعتراض کیا گیا ہے یا اس میں بحث ہے یا اس میں کچھ خدشہ ہے یا مشابہ اس کے کہتے ہیں اور بعض دوسرے بعض کے قول کو رد کرتے رہتے ہیں اور یہ امور شان قرآن کریم سے بمراحل بعید ہیں کیونکہ اگر وہ غیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑے اختلاف ہوتے۔ جب کلام الہٰی ہے تو اتنے اقوال قرآن کے خلاف ہیں۔ اور فرمایا کہ اے نبی تجھے اس لئے بھیجا کہ تو اس امر کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہو فیصلہ کر دے۔ اور غرض نزول قرآن کی رفع اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ تفسیر اپنے رائے سے کرنی باوجود مذموم ہونے کے اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان مفسرین نے علم قرآن کو ان سے نہیں لیا جن کو منجانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے ورنہ اس قدر اختلاف نہ کرتے اور نبیؐ نے بہت دفعہ فرمایا کہ میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑے جاتا ہوں جو ہرگز آپس میں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئینگے (قرآن و عترت) پس ان ہر دو پر سبقت نہ کرو اور نہ ان ہر دو کو سکھلاؤ یہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ حدیث متواتر ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے تو یہ قول نبیؐ کا اس پر دلالت رکھتا ہے کہ عالم قرآن کے اہل بیت نبیؐ ہیں جیسا کہ فرمایا نبیؐ نے علیؑ قرآن کے ساتھ ہے ہر دو حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔ اور فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور حضرت علی اس کا دروازہ ہے۔ اور فرمایا علیؑ نے میں ستر اونٹ کا بار تفسیر سورہ فاتحہ سے سنا سکتا ہوں اور فرمایا مجھ سے جو چاہو پوچھو اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پاؤ گے۔

نیز رسول اللہ ص نے بحق علی ع جامع الفاظ سے فرمایا اگر حضرت علی ع کو خلیفہ بناؤ تو اس کو راہ حق دکھانے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ تم کو صراط مستقیم پر چلائے گا۔ پس تحقیق جس نے حضرت علی سے تمسک کیا اس نے دستاویز محکم سے تمسک کیا جو ٹوٹنے والی نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے رسی اللہ تعالیٰ کی متفق ہو کر مضبوط پکڑو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ اور حضرت نے فرمایا جو جماعت حق سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جائیگا۔ گناہ سے بچاؤ اور قوت نیکی پر بجز امداد الٰہی کے ممکن نہیں۔ اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ قرآن کو سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ احادیث قرآن کریم کی مفسر ہیں۔ اور امام کی جو اہل بیت نبی سے ہو حاجت نہیں۔ اس واسطے کہ احادیث خود رواۃ کی جرح و توثیق کی طرف محتاج ہیں اور رواۃ یا ثقات ہیں یا ضعفاء یا جھوٹے یا احادیث وضع کرنے یا حافظے کے قصور والے یا نرم یا غیر قوی یا غیر جید یا کچھ غیر معتبر وغیرہ ہیں تو قرآن فہمی میں پھر بھی اسی طرح عاجز رہنا پڑتا ہے بلکہ بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے ٹھہرنے کا مصداق ہونا پڑتا ہے۔ پس تفسیر ائمہ معصومین کی نسبت غیر معصومین کے اور ان سے احادیث مرویہ بمعیار لن یتفرقا یعنے قرآن اور اہل بیت ہرگز جدا نہ ہوں گے مقبول و واجب العمل ہوں گی۔ تو ہر زمانہ میں بعد نبی ص کے خلیفہ نبی ص کی احتیاج ثابت ہوئی اور یہ بھی ضروری ہوا کہ اس کی معرفت ہو اور اس کی معرفت کے لئے علامات ہیں جو مجملاً مذکور ہو چکی ہیں اور تفصیلاً اب ہم ذکر کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ ذکر علامات معرفت خلیفہ کا ضروری ہے تاکہ سچا جھوٹے سے جدا ہو جائے۔ پس بعض ان علامات سے یہ ہے کہ وہ جامع صفات مستخلف اپنے کا ہو جیسے عصمت اور علم و شجاعت وغیرہ ہے تاکہ کمالات اس میں بھی بجز نبوت کے مکمل ہوں اور وہی اغراض جو نبی ص پوری کرتے تھے اس خلیفہ سے بھی پوری ہوں کیونکہ حضرت ص نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی ص نہ ہو گا۔

معرفتہ و لمعرفتہ علامات قد ذکرناھا من قبل مجملاً و لنفصلھا ثانیاً۔ اعلم انہ لابد من ذکرنا علامات معرفۃ الخلیفۃ[۱] لتمیز الصادق من الکاذب فمنھا انہ لیستجمع صفات مستخلفہ من العصمۃ و العلم و الشجاعۃ و غیرھا لتکمیلہ کما لاتہ ولا تمامہ اغراضہ الا النبوۃ لقولہ لا نبی بعدی و ھو فی قولہ و فعلہ واجب الامتثال و لازم الاقتداء للاھتداء و الا ستخلاف لا یکون الا بانتخاب من اللہ تعالے کما قال عز من قائلہ

اور وہ خلیفہ اپنے قول و فعل میں واجب الاتباع ہے اور اس کی پیروی واسطے ہدایت کے ہر حالی میں لازم ہے اور خلیفہ اور امام بنانا محض اللہ کے انتخاب سے ہو سکتا ہے جیسے فرمایا رب تمہارا پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے۔ نیز فرمایا لوگوں کا اختیار اس بارہ میں کچھ نہیں۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی طرف جسے چاہے چن لیتا ہے اور فرمایا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ نیز فرمایا تحقیق ہم نے تجھے اے داؤد خلیفہ بنایا

[۱] امام حق۔ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۹ میں بذیل آیت انی جاعلک للناس اماماً لکھا ہے والخلفاء ایضاً

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وربك يخلق ما يشاء و يختار وما كان لهم الخيرة والله يجتبي اليه من يشاء وانى جاعل فى الارض خليفة وانا جعلنا لك خليفة فى الارض ليستخلفنهم فى الارض واتاه الله الملك والحكمة. وليس للانسان فيه دخل تما لا فى الاستخلاف ولا فى العزل نعم يجب ان يكون معصوماً وافضل زمانه مختصاً بنص الله و منتخباً بجعل الله

نیز فرمایا زمین کے اندر مومنین کو خلیفہ بنائیگا۔ نیز قصہ طالوت میں اللہ تعالیٰ نے اسے ملک اور حکمت دی۔ اور انسان کے لئے کچھ بھی دخل اس میں نہیں ہے نہ خلیفہ بنانے اور نہ معزول کرنے میں۔ ہاں یہ واجب ہے کہ خلیفہ معصوم ہو اور اپنے اہل زمان سے افضل اور من جانب اللہ مقرر ہوا ہو اور منتخب بہ جعل الٰہی ہو نہ بانتخاب ناقصین کیونکہ اجتماع ناقصین کا ناقص ہی ہوتا ہے۔ اور خلیفہ

(بقیہ حاشیہ) ائمة لانهم دنوا فى المحل الذى يجب على الناس اتباعهم وقبول قولهم واحكامهم (ثم قال) فثبت بهذا ان اسم الامام لمن استحق الاقتداء به فى الدين وقد يسمى بذلك ايضاً من يؤتم به فى الباطل قال الله تعالىٰ وجعلنا هم ائمة يدعون الى النار الا ان اسم الامام لا يتناوله على الاطلاق بل لا يستعمل فيه الا مقيداً ۱ھ الخ یعنی خلفاء بھی امام ہیں کیونکہ وہ اسی مقام پر ہیں کہ ان کی متابعت واجب ہے اور ان کے قول وحکم کو ماننا بھی واجب ہے (پھر کہا) دین میں جو مستحق اقتدا کے ہو وہ امام ہوتا ہے۔ کبھی یہ نام امام اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے جو جھوٹ میں مقتدا ہوا جیسے آیت ائمہ یدعون الی النار میں ہے۔ مگر یہاں مطلق نہیں بلکہ مقید ہوتا ہے جس سے اس کا جھوٹا اور ناری ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حدیث بارہ خلفاء سے بارہ امام مراد ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ ۵۱ یہ آیت پارہ ۲۰ سورہ قصص رکوع ۷ میں ہے ترجمہ اس کا مولوی نذیر احمد صاحب نے یوں لکھا ہے۔ "اے پیغمبر تمہارا پروردگار جیسے لوگ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے" انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ۱۲ مترجم۔ ۵۲ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ یا امام کا جعل یعنے بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اسی کے اختیار میں ثابت ہے جیسا کہ علاوہ ازیں آیت پ رکوع ۱۵ میں ہے انی جاعلك للناس اماما اور جس جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے جعل کو اپنی طرف نسبت فرمایا ہے وہ اسی سے مخصوص ہے پس امامت بھی انہی امور سے ہے مثلاً دیکھو وجعلنا البيت مثابةً للناس۔ پ۔ لكل جعلنا منكم شرعةً ومنهاجاً ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة پ وجعلنا له نوراً يمشي به پ وجعلنا لهم معايش۔ پ ثم جعلناكم خلائف فى الارض پ فجعلناها حصيداً كان لم تغن۔ پ۔ وجعلنا عاليها سافلها۔ پ۔ وجعل منهم القردة والخنازير۔ پ وجعل الله الكعبة البيت الحرام۔ پ وجعل الظلمات والنور۔ پ هوالذى جعل الشمس ضياءً والقمر نوراً پ وجعلنا هم ائمة يهدون بامرنا پ وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا پ۔ ونجعلهم الوارثين پ ایسے امور کی دعا بھی خدا تعالیٰ سے کی جاتی ہے۔ دیکھو آیت واجعل لى وزيراً من اهلى هارون اخى

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

لا بانتخاب الناقصین لان اجتماع الناقصین ناقص ولا یکون کالعوام مثل الانعام بل یکون ممتازا من ابناء جنسه فطرۃ وماھرا برموز کتاب تعالیٰ وعالما بکنوز حقائقه ودقائقه بعلم وھبی لا کسبی وعلمناه من لدنا علما وذلک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔ وھو الذی قال فی حقه انا مدینة العلم وعلی بابھا وانه وصی ووزیری وخلیفتی ومنجز وعدی وقال لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی قاله لعلی کذا فی کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳ وانه اول من آمن واول من صدق به وکمالاته اظھر من الشمس فی نصف النھار والقمر لیلة البدر ان لم یحجب التعصب کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ فی موازنة الصفات۔ ثم بعده ذریته باظھار وصیة من سبق لمن لحق الی قیام الساعة فقد ثبت ما ادعیناه من ضرورۃ الامام وخلیفة الله فی کل زمان عند اھل السنة ایضاً.

عوام کالانعام کی طرح نہ ہو بلکہ اپنے ابناء جنس سے فطرتاً ممتاز ہو اور ماہر رموز کتاب اللہ اور عالم کنوز دقائق وحقائق قرآنی کا علم وہبی سے ہو نہ کسبی سے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کو اپنی طرف علم عطا کر دیا تھا اور یہ فضل خدائی ہے جس کو چاہے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے تو خلیفہ وہی ہے جس کے حق میں نبی ؐ نے فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور یہ دروازہ اس کا۔ نیز فرمایا یہ میرا وصی اور وزیر ہے اور میرا خلیفہ اور وعدہ پورا کرنے والا ہے اور فرمایا نہیں مناسب کہ میں جاؤں مگر یہ ضروری ہے کہ تم میرا خلیفہ موجود ہو۔ اس کو حضرت علی کے حق میں فرمایا۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں ہے اور نبی نے فرمایا تحقیق یہ علی اول شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے سچا مانا اور دیگر کمالات اس کے اظہر من الشمس یا چاند کی چودھویں سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ اگر تعصب کا پردہ مانع نہ ہو۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ موازنہ اوصاف میں بیان ہوگا۔ اور ان کے بعد علی کی ذریت پاک بہ اظہار وصیت سابق بحق لاحق کے تا قیام قیامت ہے پس تحقیق ہمارا مدعا کہ امام وخلیفۃ اللہ ہر زمانہ میں ہونا نزدیک اہل السنت کے بھی ضروری ثابت ہوا۔

(بقیہ حاشیہ) اشدد بہ ازری۔ پ ۱۶۔ موسیٰ علیہ السلام اگر خود وزیر کو بنا سکتے تو اس دعا کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے نبی ص کو موسیٰ ع سے کمال مشابہت ہے جو احادیث سے بکثرت پایا جاتا ہے کہ فرمایا میری امت بنی اسرائیل کے مطابق طابق النعل بالنعل ہوگی۔ اور موسیٰ ع کے اثنا عشر نقیب تھے تو محمد ص کے اثنا عشر خلیفہ ہوں گے۔ موسیٰ ع کا بھائی ہارون ع خلیفہ تھا تو علی ع کو فرمایا انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ۔ ائمہ کے دنیا میں ضعفاء شمار ہونے میں بھی مساوات ہے اور ہارون ع کے ہوتے ہوئے امت موسیٰ ع نے مخالفت کر کے گوسالہ پرستی کی تھی تو علی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امت محمد ص نے بھی مخالفت کر کے شیخ پرستی کر لی۔ ثبوت تشابہ ہر دو امت کا پہلے بیان حدیث حوض میں ذکر ہو چکا ہے ۱۲ مترجم۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۔۔۔)

وانما الفرق بین الفریقین ان اهل السنة لم یشترطوا ان یکون الامام اعلم و افضل اهل زمانه بل اجمعوا بصحة امامة المفضول مع وجود الفاضل واستدلوا لصحة خلافة عثمان مع وجود علیؑ و اختلافهم فی فضیلة عثمان علی علیٍ ثابت فی کتبهم من الصواعق وغیرہ۔ فی شرح العقائد للتفتازانی وان یکون الامام افضل اهل زمانه لان المساوی فی الفضیلة بل المفضول الاقل علماً وعملاً ربما کان اعرف بمصالح الامامة ومفاسدها ولهذا جعل عمر الامامة شوریٰ بین ستة مع القطع بان بعضهم افضل من بعض انتهیٰ منتخباً وکذا قال القاری فی شرح الفقه الاکبر وکذا فی الصواعق وکذا فی شرح المواقف۔ اقول فاذا استقر عندهم عدم اشتراط الافضل ثبت عندهم عدم عصمة من الافعال الذمیمة بل الفاسق والفاجر والظالم یصلح ان

اور فرق فریقین میں صرف یہ ہے کہ اہل سنت اپنے امام کے لئے یہ شرط نہیں کرتے کہ وہ اپنے ہم زمان افراد سے اچھا ہو بلکہ کم درجہ امام کی امامت کے صحیح ہونے پر ان کا اجماع ہے خواہ زیادہ درجہ کا یعنی افضل سب سے اس وقت موجود ہو اور انہوں نے بناء الفاسد علی الفاسد کے طریقہ پر اپنے اس مدعا پر صحت خلافت عثمانؓ سے سند لی ہے۔ جو موجودگی علیؑ میں مقرر ہوئے حالانکہ ان کے نزدیک اختلاف ہے اس میں کہ عثمانؓ افضل ہیں یا علیؑ چنانچہ صواعق وغیرہ کتب میں ثابت ہے۔ شرح عقائد تفتازانی صفحہ ۱۱۳ میں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ امام اپنے ہم زمان افراد سے افضل ہو کیونکہ فضیلت میں مساوی بلکہ فضیلت میں کم درجہ کا تھوڑے علم والا امامت کے مصالح ومفاسد کو کبھی بہت اچھا سمجھ سکتا ہے اسی لئے عمرؓ نے امامت کو چھ اشخاص کے درمیان مشورہ پر چھوڑا باوجود یقین رکھنے کے کہ بعض سے انتہیٰ منتخباً اور اسی طرح علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۷ میں اور صواعق محرقہ صفحہ ۲۶ اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ میں لکھا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ۱؎ انتخاب ناقصین (نیز انتخاب لوگوں کے اختیار ہو تو وہ اپنے آراء مختلفہ اور تعلقات واغراض خود کے لحاظ سے ضرور الگ الگ اپنی مرضی کے مطابق خلیفہ بنانا پسند کریں گے۔ (جیسے سقیفہ میں منا امیر ومنکم امیر کی آواز آئی) اور اختلاف پیدا ہوگا اور غرض رفع اختلاف تھی جو مفقود ہوگی۔ فی زمانہ جو انتخاب ہو رہے ہیں کسی میں لائق ممبری کا لحاظ چنداں نہیں ہوتا بلکہ ووٹر اپنی اغراض اور تعلقات کی بنا پر ووٹ دے دیتے ہیں اسی طرح زمانہ سابق میں ہوتا رہا اس لئے خدا ورسول کی طرف سے دین خدا میں نائب وحجت بجز اس کے نہیں ہو سکتا جس کو خدا ورسول اس منصب کے لئے مناسب جان کر منتخب فرمائیں ۱۲ المترجم۔ ۲؎ ترجمہ حدیث کا اس لئے کیا ہے کہ متن میں حدیث سے اقتباس کیا گیا ۱۲ مترجم۔ ۳؎ (امام افضل ہونے کی ضرورت) سنیوں کے نزدیک افضل ہونے کی ضرورت نہیں حالانکہ امامت جزویہ نماز میں بھی بفرمان سید الانس والجان افضل ہونے کی ضرورت ہے دیکھو (باقی حاشیہ صفحہ ۳۵۳)

یکون اماماً کما قالوا ولا ینعزل بالفسق کذا فی شرح العقائد و شرح الفقه الاکبر و شرح المواقف واستدلوا بانه قد ظهر الفسق وانتشر الجور من الائمة والامراء واختاره عند ابی حنیفة وقال الشافعی ان الامام ینعزل بالفسق والجور وکذا کل قاضی وامیر

(قول مولف) میں کہتا ہوں پس جب اہل سنت کے نزدیک افضل ہونے کی شرط ضروری نہیں تو ان کے نزدیک برے افعال سے بچنا یا معصوم ہونا بھی، ضروری نہ ہوا بلکہ فاسق و فاجر و ظالم بھی ان کے نزدیک امام ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ انہوں نے صاف لکھدیا ہے کہ امام فاسق ہونے کے سبب سے معزول نہیں ہو سکتا کذا فی شرح العقائد صفحہ ۱۱۴ اور اسی طرح شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۷ اور شرح مواقف صفحہ ۷۳۲ میں ہے اور اس پر انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ فسق وجور ائمہ وامراء سے ظاہر و منتشر ہوتا رہا اور ہمارے سلف اس کو مانتے رہے ہیں جیسا کہ نزدیک ابی حنیفہ کے ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ امام فسق وجور کے سبب سے معزول ہو سکتا ہے اور اسی طرح ہر امیر و قاضی،

(بقیہ حاشیہ) سنن ابی داؤد مترجم باب امامة البر والفاجر صفحہ ۱۵۴ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں صحیح حدیث میں ہے دیلمی نے حیا رکم اس کو حاکم نے روایت کیا اور دار قطنی نے روایت کیا اجعلوا ائمتکم خیارکم انتہی۔ یعنی نبی نے فرمایا اپنے امام وہ بنایا کرو جو تم میں سے دین میں زیادہ پسندیدہ یعنی افضل ہوں ۱۲ مترجم۔

۵۲ یہ مضمون قابل غور اہل انصاف کے ہے کہ اعمال و ایمان میں جو اعلم ہو اس کا پیشوا کم علم کسی ذی عقل کے نزدیک ہو سکتا ہے تو رہنمائی اور پیشوائی کا معنی کیا ہوگا؟ صاف مثال اس کی یہ ہے کہ اندھا رہنما بینا کا ہوگا اور مصالح کا زیادہ واقف ہونا بھی اس حالت میں غلط ہوگا جبکہ علم امام کا مقتدیوں سے کم ہے مگر غرض اہل سنت کی چونکہ مطابق اغراض اپنے ائمہ کے بادشاہی دنیائی ہے لہذا علم دین کی کمی بیشی کی ضرورت انہوں نے نہیں سمجھی بلکہ جو دنیاوی مملکت کا انتظام کر سکے خواہ شرح محمدی میں جس سے وہ امیر المومنین کہلا رہا ہے اپنے مقتدیوں کا محتاج ہو مگر پھر بھی ان کا امام اور پیشوا ہوگا افسوس ہے ایسے تعصب پر کہ جیسے ان کے خلفا نے اپنی خلافت حیلہ گری سے لے لی تھی ویسی قانون صحت امامت کا انہوں نے مقرر کر لیا ہے خواہ عقل و نقل ہر دو کے خلاف ہو ۱۲ مترجم۔ ۵۳ شرح وقایہ مع عمدۃ الرعایہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ میں ہے جاہل کی تقلید صحیح ہے (حنفیہ کے نزدیک) کیونکہ زمانہ حال میں جب قاضی صاحب علم و عدالت ملتا نہیں ... کام چلتا نہیں اور ابن ہمام کی فتح القدیر سے لکھا ہے جاہل اور فاسق کی قضا نافذ و صحیح ہے یہی ہمارا ظاہر مذہب ہے ... اعتقاد عجب اور دلیل اس کی بھی عجیب ہے ۱۲ مترجم ۵۴ اسی طرح ہے شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۱۴ جس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے۔ امام فسق کے سبب سے معزول نہیں ہو سکتا یعنی خروج از طاعت الہی اور نافرمانی کے سبب سے یا جور ... سبب سے جو بندگان خدا پر کرے معزول نہیں ہو سکتا کیونکہ تحقیق فسق وجور ائمہ وامراء سے بعد ... کے ظاہر ہوا اور سلف ان ائمہ کے تابعدار رہے اور جیسے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور عیدین انہی کے اذن سے قائم کرتے رہے اور ان پر خروج نہ کیا۔ اور نیز اس لیے کہ عصمت کی شرط تو امامت کے واسطے ابتداءً ہی کوئی نہیں پھر امامت باقی رہنے کے واسطے بطریق اولی شرط نہیں ہوگی اور امام شافعی سے مروی ہے کہ امام فسق وجور کے سبب سے معزول کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح ہر قاضی وامیر معزول ہوتا ہے۔ اور اصل مسئلہ یہ ہے۔ کہ فاسق لائق ولایت وامامت کے امام شافعی کے نزدیک نہیں کیونکہ جو اپنے نفس کو پورا نہیں سنبھال سکتا وہ دوسروں کے لیے کیا عدل کرے گا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فاسق لائق ولایت کے ہے۔ الخ انتہی ترجمہ من شرح العقائد۔ وکذا فی شرح الفقہ الاکبر طبع گلزار محمدی لاہور ص۱۸۱ اور آخر اس عبارت میں زیادہ لکھا۔ فکان اجماعا منہم علی صحۃ امامۃ اھل الجور والفسق لنتہاءً بل ابتداءً یعنے حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ ابتداء سے ہی فاسق اور ظالم کو امام مقرر کیا جائے چہ جائیکہ پہلے اس کی صفات اچھی ہوں اور بعد امام ہونے کے ظالم ہو جائے تو ایسی صورت میں بطریق اولی امامت کے درجہ پر فائز رہ سکتا ہے ۱۲ مترجم۔

وقال التفتازانی فی شرح المقاصد انعقدت الخلافۃ بالقہر والغلبۃ وکذا ان کانت فاسقا او جاھلا علی الاظہر۔ بیت
شعری ان محبۃ الخلفاء لتسلط امراء بنی امیۃ قد رکزت فی قلوب الناس خلفا عن سلف ونسلاً بعد نسل نفو لھم الناس علے دین ملوکھم و حبک الشیئ یعمی ویصم فعکسوا النتیجۃ و ما خافوا ھھنا من الدور الباطل لان صحۃ الخلافۃ النبویۃ دائرۃ علی الادلۃ المجوزۃ وصحۃ الادلۃ موقوفۃ علی صحۃ الخلافۃ فلم تصح الخلافۃ ولا الادلۃ واعلم ان انعقاد الخلافۃ الاولی بالاجماع لا بالنص کما فی شرح المواقف اما النص فلم یوجد وفی ازالۃ الخفاء خلافت باجماع ووصیت خلیفہ متقدم کلام محقق است وفی شرح العقائد

اور تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ خلافت قہر اور غلبہ سے منعقد ہو سکتی ہے اور اسی طرح فاسق یا جاہل ہو تو اظہر قول یہی ہے کہ منعقد ہو سکتی ہے۔
افسوس ہے کہ تسلط امراء بنی امیہ کے سبب سے لوگوں کے دلوں میں خلفا کی محبت پشت بر پشت نسلاً بعد نسل ایسی مرکوز ہوئی ہے جیسا کہ مشہور ہے لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں اور محبت تیری کسی شے سے اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے کہ انہوں نے نتیجہ الٹا نکال لیا۔ اور دور باطل سے بھی خوف نہ کیا کہ صحت خلافت نبویہ کو اپنی ادلہ مجوزہ پر دائرہ رکھا اور صحت ادلہ کی صحت خلافت پر موقوف ہوئی تو نہ خلافت ان کی صحیح ثابت ہوئی اور نہ ادلہ۔ اور جاننا چاہیے کہ خلافت کا انعقاد جو خلیفہ اول کے لیے ہوا وہ اہل سنت کے نزدیک اجماع سے ہے نص سے نہیں ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۷۴۳ میں ہے کہ نص تو اس پر نہیں ملی۔ اور ازالۃ الخفا صفحہ ۵۶ میں ہے خلافت کا اجماع سے ہونا اور پہلے خلیفہ

وذلک الصحابة قد اجتمعوا یوم توفی رسول اللہ ص فی سقیفة بنی ساعدة واستقروا الیھم بعد المشاورة والمنازعة علی خلافة ابی بکر فاجمعوا علی ذلک وفی الصواعق و شرح المواقف قال جمہور اھل السنة والخوارج والمعتزلة لم ینص علی احد۔ وفی فتح الباری

کی پچھلے کے لئے وصیت سے ہونا یہ کلام تحقیق شدہ ہے اور شرح عقائد ص۱۰ میں ہے کہ جس دن رسول اللہ ص فوت ہوئے تو صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور بعد مشورہ و جھگڑے کے ان کی رائے خلافت ابی بکرؓ پر قرار پا گئی اور انہوں نے اس پر اجماع کر لیا۔ صواعق محرقہ صفحہ ۵ او شرح مواقف ص۷۳۲ مطبوعہ نولکشور میں ہے جمہور اہل السنة اور خوارج اور معتزلہ نے کہا ہے کہ نص خلافت کی کسی پر نہیں ہے۔ اور فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ میں ہے۔

سا۱ (حوالہ شرح مقاصد) اوراق موتبہ میں پوری عبارت شرح مقاصد کی اس طرح لکھی ہے والثالث القھرؔ و

الاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامامة من یستجمع شرائطھا من غیر بیعة واستخلاف و قھر الناس بشوکة انعقدت الخلافة لہ وکذا ان کان فاسقا او جاھلاً علی الاظھر (ثم قال) واذا ثبت الامامة بالقھر والغلبة ثم جاء آخر فقھر الغزل وصار القاھر اماما۔ یعنی تیسری صورت انعقاد خلافت و امامت کی قہر و غلبہ ہے۔ جب ایک امام فوت ہو اور جو جامع شرائط امامت ہو بغیر بیعت لینے اور بغیر استخلاف پہلے خلیفہ کے فقط دبدبہ سے لوگوں پر قہر و غلبہ کے متسلط ہو جائے تو خلافت اس کے لئے منعقد ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح فاسق و جاہل بھی قوی مذہب پر امام حق ہو سکتا ہے اور ایک امام غلبہ و قہر سے امام ہو چکا ہو پھر اور آ جائے اور اس پر وہ دوسرا غالب آ جائے تو پہلا معزول ہو کر قاہر ثانی امام حق سمجھا جائے گا۔ ایضا ابی بکرؓ صاحب کی خلافت پر کوئی نص نہیں اس پر گواہ حضرت عمرؓ ہیں۔ قال عمران استخلفت فقد استخلف من ھو خیر منی ابوبکر وان اترک فقد ترک من ھو خیر منی رسول اللہ ص دیکھو بخاری جلد ۴ ص۱۵۲ مطبوعہ مصر و صحیح مسلم مترجم جلد ۵ کتاب الجہاد والسیر باب الاستخلاف ص۱۹۶ و جامع ترمذی جلد ۲ ص۱۱۲ و سنن ابو داؤد مترجم ص۳۳۸ و فیض الباری شرح بخاری پارہ ۲۹ ص۱۵۷۔ اور نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۱۲۰ میں ہے۔ وفی الحدیث دلیل ان النبی ص لم ینص علی خلیفة وھو اجماع اھل السنة۔ یعنی نبی ص کی کسی خلیفہ کے لئے نص نہ ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے انتہی۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے بعد مہمل نہیں چھوڑا بلکہ جناب علی مرتضیٰ کو اپنا نائب مقرر فرما کر امت کی رہبری و بہبودی کا سامان فرما دیا ہوا ہے

عہ اسی طرح ازالۃ الخفا جلد اص ۳ میں ہے۔ ۱۲

للہ عبارت اس کی یہ ہے اما النص فلم یوجد۔ ۱۲

واستدل بقول الانصار منا امیر ومنکم امیر علی ان النبی ص لم یستخلف وبذلک صرح عمر کما سیاتی وعن عائشۃ قالت رفی قصۃ البیعۃ) فما کانت من خطبتہما من خطبۃ الا نفع اللہ بہا لقد خوف عمر الناس رواہ البخاری کما فی الفتح بقول المذکور، وقاسوا علی زعمہم ہذا الاصول الفاسدۃ ولم یوجبوا کونہ علویا ولا فاطمیا ولا ہاشمیا ولا ذا فضیلۃ لکون خلفائہم غیر الموصوفین بہذہ الصفات ولئلا یطعن علی خلافۃ الخلفاء الظلمۃ والفسقۃ من بنی امیۃ والعباسیۃ لظہور صفاتہم وبروز حالاتہم قال العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار لابن تیمیہ صح امامۃ الفاسق والظالم[1] لان الصحابۃ کانوا یصلون خلف امراء بنی امیۃ وکانت الدولۃ اذذاک لبنی امیۃ وحالہم وحال امراءہم لا یخفی. فغایۃ اہل السنۃ من خلافۃ النبویۃ انتظام السلطنۃ والرعب ورفع الفساد لا الخلافۃ الالٰہیۃ وقال اللہ تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون دہی بالمطابقۃ لا تحصل بدون تعلیم خلیفۃ اللہ فی الارض وہو النبی الامین علیہ صلوات

اور اس نے قول انصار سے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے امیر ہو۔ اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ نبی ص نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور اسی بات کو امیر عمر رض صاحب نے بھی ظاہر کیا جیسا کہ بیان ہوگا۔ اور بی بی عائشہ رض سے روایت ہے انہوں نے قصہ بیعت میں کہا ہر دو کے خطبہ میں کوئی ایسا خطبہ نہیں جس سے خدا نے نفع نہ دیا ہو۔ تحقیق ضرور عمر رض نے لوگوں کو ڈرا دیا تھا اس کو بخاری نے روایت کیا جیسا کہ فتح الباری میں انہی الفاظ سے مذکور ہے پس انہوں نے اپنے زعم کے مطابق ان اصول فاسدہ کی بنا رکھی اور انہوں نے خلیفہ کا علوی ہونا اور یا فاطمی ہونا اور یا ہاشمی ہونا یا افضل ہونا ضروری نہ سمجھا کیونکہ ان کے خلفاء ان صفات سے متصف نہ تھے اور اس لیے کہ عدم صحت خلافت کا طعن خلافت خلفاء ظالمین اور فاسقین پر خصوصاً جو بنی امیہ اور عباسیہ سے ہوئے ہیں وارد نہ ہو کیونکہ ان کی صفات اور حالات کسی سے مخفی نہیں جیسا کہ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابن تیمیہ جلد ۱ ص ۱۲۴ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ امامت فاسق اور ظالم کی صحیح ہے کیونکہ صحابہ امراء بنو امیہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور اس وقت بادشاہی بنی امیہ کی تھی اور حال شاہان بنی امیہ اور ان کے امراء کا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تو مقصود اہل سنت کا خلافت نبویہ سے انتظام سلطنت و رعب و رفع فساد دنیا ہی ہے نہ خلافت الٰہیہ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے جن اور آدمیوں کو

[1] فی شرح المسلم النووی جلد ۲ ص ۱۲۵ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ مذہب جماہیر فقہاء و محدثین و متکلمین اہل سنت کے اندر بوجہ فسق و ظلم و تعطیل حقوق کے خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا ہے ۱۲ مترجم۔

الله رب العلمين وحصول الامور السياسية والمعاشرة الدنيوية منه بالتضمن والانبياء وبعدهم خلفاءهم واجب انقيادهم في اقوالهم وافعالهم۔ الا ترى ان العقل الصحيح كيف يحكم بامتثال الفاسق والفاجر والظالم والاقتداء باقواله وافعاله كلا. والقول باقتداء البعض في بعض الاحوال وبالاخر في الاخر فصاعدا ولتميز هم فيما بينهم يستلزم الحكم وما هذا الا التسلسل وهو باطل۔ فعلى هذا لا يكون الثاني اماما مطلقا واللازم ان يكون، الامام من يؤتم به في جميع اقواله وافعاله وذا لا يستحق الا معصوم لانه تعالى قال لا ينال عهدى الظلمين۔

نہیں پیدا کیا مگر عبادت کے لئے تو یہ غرض خلقت انسانی کی مطابق مرضی الہٰی کے بغیر تعلیم خلیفۃ اللہ فی الارض کے پوری نہیں ہو سکتی اور وہ نبی امین ہوتا ہے اس پر خدا کی صلوات اور اس کے جانشین ہوں اور حصول امور سیاسیہ اور معاشرت دنیا کا اس سے بالتضمن ہوتا ہے اور انبیاء اور ان کے بعد خلفاء جملہ اقوال و افعال میں واجب الاتباع ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ عقل صحیح فرمانبرداری فاسق و فاجر و ظالم کے لئے اور اس کی اقوال و افعال میں متابعت کرنے کے لئے کیسے حکم دیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قول کہ بعض افعال میں یا بعض احوال میں بعض کی اقتداء کی جائے اور بعض احوال میں دوسرے بعض کی یا تیسرے چوتھے کی الیٰ غیر النہایت پیروی کی جائے اور پھر ان میں تمیز کرنے کے لئے کہ فلاں کی اقتدا اس فعل میں واجب ہے اور فلاں کی دوسرے فعل میں ایک منصف ثالث کی رہنمائی ضرورت ہے پھر ثالث کے واقعی عادل ہونے کے لئے اور کی ضرورت اور اس سے تسلسل لازم آتا ہے جو باطل ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ دوسرا امام مطلق یعنے ہر حال میں واجب الاتباع نہ ہوا۔ اور لازم یہ تھا کہ امام پیشوا مطلق ہوتا اور اس کے ساتھ جمیع افعال و اقوال میں اقتدا کی جاتی اور واقعی کوئی شخص بجز معصوم کے اتباع کلی کے مستحق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرا عہدہ امامت ظالمین کو نہیں ملتا۔

في الكشاف[1] وكيف يجوز نصب الظالم للامامة والامام انما هو لكف الظلمة فاذا نصب من كان ظالما في نفسه فقد جاء المثل السائر من استرعى الذئب ظلم۔

تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۲۳۲ میں ہے اور کس طرح امامت کے لئے ظالم کا مقرر کرنا جائز ہوا حالانکہ امام ظالموں کے ظلم بند کرنے اور روکنے کے لئے ہوتا ہے پس جب ظالم کو ہی امام مقرر کیا جائے تو مثل مشہور کا مصداق ہوگا کہ جس نے بھیڑیئے کو بکریوں کو چروا پا بنا دیا اس نے ظلم کیا۔

[1] اب اہل سنت کی کتب سے بر خلاف اصول مسلمان کے عصمت کی شرط بھی ثابت کی جاتی ہے کیونکہ حق وہی ہے جو دشمن کی زبان سے نکل آئے ۱۲ منہ مترجم۔

وفی التفسیر الکبیر[۵۱] قوله تعالیٰ انی جاعلك للناس اماماً یدل علی انه علیه السلام کان معصوماً عن الذنوب لان الامام هو الذی یؤتم به ویقتدی فلو صدرت المعصیة منه لوجب علینا الاقتداء به فی ذلك فیلزم ان یجب علینا فعل المعصیة وذلك محال الخ. وفی التفسیر البیضاوی لانها امانة من الله وعهد والظالم لا یصلح لهما وانما ینالهما البررة والاتقیاء منهم والفاسق لا یصلح الامامة. وفی ترجمان القرآن- ایک جماعت علماء نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس

(اسی طرح مدارک التنزیل جلد ۱ ص۵۸ طبع مصر میں ہے) اور تفسیر کبیر میں قول باری تعالیٰ تحقیق میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ دلالت کرتا ہے اس پر کہ ابراہیمؑ گناہوں سے معصوم تھے کیونکہ امام وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی پیروی واقتدار کی جائے۔ پس اگر اس امام سے گناہ صادر ہو تو اس کی پیروی بھی ہم پر واجب ہوگی کہ ہم گناہ بھی کریں (کیونکہ امام ہر حال میں واجب الاتباع ہے) پس لازم آیا کہ گناہ کرنا بھی ہم پر واجب ہو گیا۔ حالانکہ یہ محال ہے الخ۔ اور تفسیر بیضاوی مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۱۰۴ میں ہے اس لئے کہ امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت اور عہدہ ہے اور ظالم ہر دو کے لائق نہیں ہے بلکہ ان دونوں امروں کو پرہیزگار نیکوکار لوگ سنبھال سکتے ہیں لہذا فاسق امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور تفسیر ترجمان القرآن پ۱ ص۱۶۴ میں ہے۔ ایک جماعت علماء نے اس آیت سے اس پر دلیل پکڑی ہے کہ امام کا اہل عدل و عامل بالشرع ہونا ضروری ہے جب اس عدل و عمل سے دور ہوگا تو ظالم ہوگا۔

۵۱ اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۴۱۲/۴۱۰ و طبع ثانی ص۴۶۹/۴۶۸ میں بھی ہے اور اس میں یہ خوب لکھا ہے ومقتضی الایۃ ذالك (ای وجوب العصمة ظاهرا وباطنا) الا انا ترکنا اعتبار الباطن. یعنی آیت کا مطلب و مفہوم یہی ہے۔ کہ ظاہری و باطنی عصمت امامت میں شرط ہے مگر ہم نے باطن کا اعتبار چھوڑ دیا ہے پس ظاہر اچھا ہو۔ انتہیٰ۔ مگر یہ ظاہر کا اچھا ہونا بھی اعتقاد اہل سنن کے خلاف ہے کیونکہ وہ فاسق وجاہل کی امامت منعقد ہونے کے قائل ہیں۔ تو یہ عقیدہ سنیوں کا آیت کے مخالف ثابت ہوا۔ تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۰۶ میں ہے۔ قلت ومن شرط الامام ان یکون معصوما لئلا یقع فی الخطاء او یحتاج الی مثقف فیتسلسل الی ما لا نهایة له وانه محال ولانهم حجج الله علیٰ عبادہ ومن شرط الحجة العصمة فی کل وصمة انتهی ناقلا من الخصفکی وصدقه الخطیب. یعنی امام کے لئے معصوم عن الخطا ہونا شرط ہے ورنہ دوسروں کے محتاج ہوگا اور یہ تسلسل غیر منتہی ہوگا جو محال ہے اور اس لئے بھی شرط ہے کہ وہ ائمہ خدا کی طرف سے دلیلیں ہیں اور جو خلق پر حجت ہو ہر حال میں اس کی عصمت ضروری ہے خصفکی اور خطیب اسی طرح کہتے ہیں۔ اور تفسیر کبیر جلد ۱ ص۴۱۲ میں ہے جمہور فقہاء ومتکلمین کا یہ قول ہے کہ فاسق کے لئے بحالت فسق امامت کا انعقاد جائز نہیں رہتی کہا، وکل عاص فانه ظالم لنفسه فکانت الایۃ دالة علیٰ ما قلنا اور ہر گنہگار اپنے نفس پر ظالم ہے۔ آتی حاشیہ صفحہ

ہے پس آیت ہمارے مدعا پر دلالت کرتی ہے۔ انتہیٰ اس کی تائید آیت ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ سے ہوتی ہے جو حدود و اوامر و نواہی کو توڑے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور ظالم ہوا پ۲۸ ع ۷، یہ اس پر نص ہے کہ ہر فاسق ظالم ہے اور خروج عن الطاعۃ اور نافرمانی ہی فسق کی تعریف ہے۔ اور ظلم کی تعریف ہے وضع الشیٔ فی غیر محلہ دیکھو کتاب التعریفات یعنی بے موقع و ناجائز طریق پر کسی شئے کو استعمال کرنا۔ سید شریف جرجانی نے اپنی کتاب التعریفات مطبوعہ مصر صفحہ ۹۶ میں ظلم کی تعریف میں حد سے گذرنا و تعدی بھی لکھا ہے۔ اور پڑھئے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا۔ الایۃ پ۸ ع ۹۔ دیکھو کانوا بآیاتنا یظلمون پ۸ ع ۸ (ترجمہ نذیر احمد) ہماری آیتوں کی نافرمانی کرتے تھے۔ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیۃ پ۵ ع ۶ من یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ پ۵ ع ۱۲۔ رب انی ظلمت نفسی پ۲۰ ع ۵۔ سبحانک انی کنت من الظالمین پ۱۷ ع ۶ آخری آیت میں وہی لفظ ہے جو لا ینال عہدی الظالمین میں ہے اور ظلم کے معنے اگر شرک مراد لئے جائیں تو انبیاء نے شرک تو بالاتفاق کبھی نہیں کیا لامحالہ مطلق معصیت کو ظلم قرار دینے پر ظلم کا اعتراف کیا گیا ہے پھر چونکہ ترک اولیٰ کو انبیاء کی شان کے لحاظ سے ان کی اصطلاح میں معصیت سمجھا جاتا ہے لہذا اس کو ظلم سمجھا گیا۔ ثابت ہوا کہ ہر گناہ ظلم ہے اور درجہ مخصوصہ عہدہ امامت اس کو نہیں مل سکتا جس سے ظلم یعنی معصیت صادر ہو سکے اور انبیاء سب اپنی اپنی امت کے اگرچہ لغوی معنے کے اعتبار سے امام ہیں مگر اصطلاحی عہدہ امامت مطلقہ عامہ جو ابراہیم کو بعد رسالت ملا اور ائمہ اہل بیت کو ملا ہے وہ جملہ انبیاء کے لئے حاصل نہیں وہ مخصوص عہدہ ہے جو دعا ابراہیم ومن ذریتی کی اجابت میں فرمان لا ینال عہدی الظالمین سے معصومین کے حق میں قبول ہوئی اور غیر معصوم کے لئے نامقبول ہوئی۔

(جواب شبہ) بعض مخالفین عصمت شرط نہ ہونے کے ثبوت میں جناب امیرؑ کا فرمان پیش کرتے ہیں۔ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعنی لوگوں کے واسطے ایک امیر نیک یا بد کا ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیرؑ نے ان خوارج کے مقابلہ میں یہ فرمایا جو نصب رئیس و امیر کے منکر تھے نہ معاویہ کے قائل اور نہ جناب امیرؑ کے معتقد تھے اس لئے بدلیل عقلی ان کی تردید فرمائی کہ ریاست و انتظام سیاست بھی بغیر نصب رئیس کے ناممکن ہے خواہ نیک ہو یا بد تو تم بالکلیہ امیر مقرر ہونے سے کیونکر انکار کر سکتے ہو در حقیقت حضرت امیرؑ نے امامت فاجر کی حقانیت بیان نہیں فرمائی ورنہ معاویہ کی امامت کو تسلیم فرماتے اور جنگ نہ کرتے اور اس قدر مذمت اس کی جو فرمائی نہ فرماتے اور نیک نہیں تو فاجر امیر تو تھا اور بہ تواتر احادیث ائمہ اشتراط عصمت امام پر دال ہیں جن کے مقابلہ میں یہ قول قوت معارضہ نہیں رکھتا۔ اگر صحت اس کی ثابت ہو تو وہی معنے ہوگا جو بیان ہوا ہے۔ اسی واسطے یہاں امیر کا لفظ فرمایا نہ امام کا ۱۲ مترجم۔

وفی التفسیر الخازن والمعنی لا ینال ما عاہدت الیک من النبوۃ والامامۃ من کان ظالما

اور تفسیر خازن میں ہے اور معنے آیت کا یہ ہے کہ تیری ذریت اور اولاد سے ان ہر دو عہدوں کو جو تجھے

لذریتك وولدك وهكذا في المعالم والمدارك وفتح البيان. وفي التفسير لابن جرير قال مجاهد لا اجعل اماما ظالما يقتدى به وعن عكرمة مثله وفي تفسير النيشافوري بعد ذكر ان الفاسق لا ينعقد ولا يجوز امامته عند جمهور الفقهاء والمتكلمين قال فان كل عاص ظالم. وفي منهاج السنة فانه تعالى لا يامر بالاقتداء بالظالم فان الظالم لا يكون قدوة يؤتم به بدليل قوله تعالى لا ينال عهدي الظالمين. فدل على ان الظالم لا يؤتم به والائتمام هو الاقتداء وفي الدر المنثور اخرج ابن حميد وابن جرير عن ابن عباس وعن الربيع في قوله تعالى اني جاعلك للناس اماما يقتدى بدينك وهديك وسنتك قال ومن ذريتي اماما لغير ذريتي اي قال ابراهيم ومن ذريتي فاجعل من يؤتم به ويقتدى به. وفي اللغة الظلم وضع الشيء في غير موضعه وفي الفتح والذي يظهر من

بیٹے عطا کئے ہیں یعنی نبوۃ و امامت ظالم نہیں لے سکتا (ناقلا عن فتح البیان) اور اسی طرح تفسیر معالم و مدارک و فتح البیان میں ہے۔ اور تفسیر ابن جریر میں ہے مجاہد نے کہا ہے یہ معنے ہے میں ایسا امام نہ بناؤنگا جو ظالم ہو اور پھر اس کی پیروی کرنے کا بھی حکم دیا جائے اور عکرمہ سے مثل اس کے اس کی تفسیر میں مروی ہے۔ اور تفسیر نیشاپوری میں بعد ذکر اس کے کہ فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی اور نہ جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک جائز ہو سکتی ہے۔ کہا کہ تحقیق ہر گناہگار ظالم ہے اور منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ میں ہے پس تحقیق اللہ تعالیٰ اقتداء ظالم کا امر نہیں کرتا اور تحقیق ظالم پیشوا نہیں ہو سکتا جس کی پیروی کی جائے بہ دلیل فرمان اللہ تعالیٰ کے کہ یہ عہدہ پیشوائی کا مجھ سے وہ نہیں لے سکتا جو ظالم ہو۔ پس آیت اس پہ دلالت کرتی ہے کہ ظالم کی اقتدا نہ کی جائے اور ائتمام کا معنے اقتدا ہے۔ اور در منثور جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ میں ہے ابن حمید و ابن جریر نے ابن عباس اور ربیع سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما میں روایت کی ہے کہ تجھے ایسا پیشوا بنانے والا ہوں کہ تیرے دین اور ہدایت اور طریقہ کی پیروی کیجائے عرض کی اور میری اولاد سے بھی امام بنا یعنی ابراہیمؑ نے عرض کی کہ میری ذریت سے بھی ایسا بنا جس کی پیروی اور اقتدا کی جائے اور لغت میں کسی شئے کے اپنے محل پہ نہ رکھنے کو ظلم کہتے ہیں۔ اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔ سیرت امیر عمرؓ صاحب سے ظاہر ہے کہ وہ جن امرا کو

۱؎ فی الحاشیۃ للعصام علی شرح العقاید صفحہ ۱۱۳ حاشیہ ۱۰ قولہ غیر المعصوم لا یلزم ان یکون ظالما من العجائب یعنی قول تفتازانی کہ غیر معصوم ضروری نہیں کہ ظالم ہو عجیب ہے۔ الخ کہا اور جو کہا گیا ہے کہ ظلم غیر پہ زیادتی کرنے کو کہتے ہیں تو یہ عصمت سے اخص ہے پس اس قول کو تفسیر ظلم کی کہ کسی شے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ہے۔ رد کرتی ہے اور جو کہا گیا ہے کہ مراد عہد سے لا ینال عہدی میں نبوت ہے یہ بھی عدول عن الظاہر یعنے ظاہر معنے سے پھر جانا ہے پس ظاہر معنے سے استدلال امامت میں عصمت شرط ہونے کو دفع

باقی آگے

سیرۃ عمرؓ فی امرائه الذین کان یؤمرھم فی
البلاد انه کان لا یراعی الافضل فی الدین
فقط بل یضم الیه مزید المعرفة بالسیاسة
مع اجتناب ما یخالف الشرع منها فلاجل ھذا
استخلف معاویةؓ والمغیرة بن شعبة وعمرو
بن عاص مع وجود من ھو افضل من کل
منھم فی امر الدین والعلم کابی الدرداء
فی الشام وابن مسعود فی الکوفة. الخ واما
عمر فعلمه وعمله الشغل فی صفق الاسواق
کما فی البخاری فقام ابوسعیدؓ الخدری فقال
کنا نؤمر بھذا فقال عمر خفی علیّ ھذا من
امر النبیؐ الھانی الصفق بالاسواق. عن
ابی ھریرةؓ کان المھاجرون یشغلھم الصفق
بالاسواق وکانت الانصار یشغلھم القیام
علی اموالھم فشھدت رسول الله ؐ الخ
وفی حیوٰة الحیوان ان عمرؓ کان دلالاً و
سیأتی مکملاً انشاء الله تعالیٰ فالظاھر ان
خلفاء اھل السنة ما کانوا معصومین و
لھذا لیست العصمة بشرط عندھم کما فی
شرح العقائد للتفتازانی ولا یشترط ان
یکون ھاشمیًا او علویًا لما ثبت بالدلائل

شہروں میں امیر مقرر کرتے تھے ان میں یہ رعایت نہیں کرتے
تھے کہ جو صرف دین میں افضل ہو اس کو امیر بنایا جائے
بلکہ اس کے ساتھ یہ ضروری خیال کرتے کہ وہ سیاسی امور
کی بہت معرفت رکھتا ہو اور مخالف شرع سے پرہیز کرتا
ہو پس اسی لئے امیر عمرؓ نے معاویہ و مغیرہ بن شعبہ و عمرو
بن عاص کو بجائے ابی الدردا و ابن مسعود وغیرہ کے
امیر بنا کر بھیجا۔ باوجودیکہ دین اور علم میں ان تینوں سے
افضل ابوالدردا شام میں اور ابن مسعود کوفہ میں موجود
تھے۔ الخ اور خود امیر عمرؓ صاحب کا علم و عمل بازاروں میں
گشت لگانے کا شغل تھا۔ جیسا کہ بخاری میں لکھا ہے ایک
دن ابوسعید خدری کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ہم فلاں مسئلہ
میں اس طرح آنحضرت صلعم سے مامور ہیں۔ امیر عمرؓ
نے کہا یہ امر نبی کا مجھ سے مخفی رہا ہے کیونکہ مجھے بازاروں
کی گشت نے مشغول رکھا ہوا تھا۔ اور ابی ہریرہ سے
بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین کو بازاروں کی گشت مشغول
رکھتی تھی اور انصار کو اپنے مال مویشی کا انتظام مشغول
رکھتا تھا۔ اور میں ہر وقت رسول اللہؐ صلعم کی خدمت
میں حاضر رہتا تھا۔ الخ۔ اور حیات الحیوان میں ہے
تحقیق امیر عمرؓ صاحب دلالی کا کام کیا کرتے تھے اور
آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ علم عمرؓ کے بیان میں مکمل لکھا جائیگا۔
پس ظاہر یہ ہے کہ خلفاء اہل سنت کے معصوم نہ تھے۔

بقیہ حاشیہ) نہیں کر سکتا۔ انتہی۔ یعنی امامت میں عصمت کی شرط بظاہر ثابت ہے ۱۲ مترجم۔ ﴿۳﴾ ہر سہ اشخاص کا حال بیان ہو چکا ہے
کہ مشہور دشمن اہل بیت کے تھے اور خصوصاً دشمن علیؑ کے تھے اسی لئے دوسروں کو معزول کر کے سیاسی غرض کو مد نظر رکھ کر امیر عمرؓ
صاحب نے ان کو امیر مقرر کیا تو امیر عمرؓ کی غرض انتظام سلطنت کی بہ نسبت اشاعت حق کے اہم ترین تھی کیونکہ جو دین کی معرفت
کم رکھتے تھے بہرصورت ان اشخاص کی نسبت جو ان سے اعلم تھے مسائل شرع کم جانتے تھے پس جن مسائل سے وہ جاہل تھے۔
ان میں امیر ہونے کی وجہ سے گمراہی پھیلاتے ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ کچھ حصہ گمراہی کا اشاعت پا جائے تو اچھا ہے مگر سیاسی
امور میں ذرا خلل نہ آئے اس سے خود امیر عمرؓ کی دیانت داری کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اپنی علمی لیاقت ان کی موازنہ اوصاف میں

باقی حاشیہ آگے

من خلافة ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ مع انه لم یکونوا بنی هاشم ولا یشترط ان یکون معصومًا لما مر من الدلیل علی امامة ابی بکر مع عدم القطع بعصمته. وفی شرح المواقف الخامسة ان یکون معصومًا شرط الامامیة والاسماعیلیة و یبطله ان ابابکر لا یجب عصمته اتفاقًا مع ثبوت امامته۔ الخ۔

والتعجب کل التعجب علی بعضهم اجاز الخطاء[له] علی رسول الله ص کما قال النووی فی شرح المسلم جلد ۲ ص۲۳۹ اکثر العلماء علی انه یجوز علیه الخطأ فیما لم ینزل علیه وحیٌ وفی کنز العمال قال ابوبکرؓ ان استقمت

اور ان کے نزدیک اسی واسطے عصمت کی شرط ہی نہیں رکھی گئی جیساکہ شرح عقائد تفتازانی ص۱۱۲ طبع نولکشور میں لکھا ہے کہ امامت و خلافت میں یہ شرط نہیں کہ ہاشمی یا علوی ہو کیونکہ با دلائل ثابت ہے کہ خلافت ابی بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کی مسلم ہو چکی ہے۔ باوجودیکہ وہ بنی ہاشم سے نہیں تھے۔ اور نہ یہ شرط ہے کہ معصوم ہو کیونکہ اس کی دلیل گذر چکی ہے کہ امامت ابی بکرؓ کی صحیح ہے باوجودیکہ اس کی عصمت پر یقین نہیں ہے۔ اور شرح مواقف صفحہ ۷۳۲ میں ہے پانچویں یہ کہ امام معصوم ہو یہ شرط شیعہ امامیہ و اسماعیلیہ نے رکھی ہے مگر اس کو امامت ابی بکرؓ کی باطل کرتی ہے کیونکہ وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اور عصمت اس کی بالاتفاق ضروری نہیں سمجھی گئی۔ الخ

اور تعجب پر تعجب اس بات کا ہے کہ بعض علماء اہل تسنن کے

(بقیہ حاشیہ) معلوم ہوگی۔ اصل میں عداوت اہل بیتؑ جس میں زیادہ تھی وہ منتظم سلطنت کا اچھا سمجھا گیا کیونکہ سلطنت کو خطرہ ہمیشہ عترت نبی سے رہا ہے کہ لوگ اگر اہل بیت کی طرف مائل ہو گئے تو سلطنت ان کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ چنانچہ یہی عمل خلافت اولی سے شروع ہو کر خلفاء بنی امیہ و خلفاء عباسیہ تک سلطنت کی جزو اعظم متصور ہوتا رہا جیساکہ حالات سلاطین اسلام کے ملاحظہ سے ظاہر ہے ۱۲ مترجم [له] شرح مسلم الثبوت اصل اول باب النسخ مطبوعہ نولکشور ص۳۵۵ میں ہے۔" ان کے قول کی طرف ذرا میلان نہ کرو جو احکام خدا میں انبیاء کو خطا کرنے والا نہیں سمجھتے کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعت روافض وغیرہ کا ہے اور اہل حق اہل سنت و جماعت قامعین بدعت کثرہم اللہ کو تو نہیں دیکھتا کہ وہ اس کو جائز جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام خطا کریں۔ جیساکہ قیدیوں بدر کے بارہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا ظاہر ہوئی"۔ انتہی اور شرح عقائد طبع نولکشور صفحہ ۱۰۱ میں ہے۔ سہواً گناہ کبیرہ انبیاء سے صادر ہونا اکثر متکلمین اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ اور صغیرے گناہ خواہ عمداً ہوں وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک انبیاء سے عمداً صادر ہو سکتے ہیں اور جمہور اس کو جائز کہتے ہیں اور سہواً صغائر کا انبیاء سے صدور بالاتفاق جائز ہے یہ بھی بعد نزول وحی کی نسبت ہے۔ لیکن قبل نزول وحی کے کبیرہ صغیرہ سب گناہ پیغمبروں سے سرزد ہو سکتے ہیں اس کے منع کی کوئی دلیل نہیں۔ انتہی۔ پیغمبر بھی اہل تسنن کے نزدیک خطا کرتے ہیں۔ مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام شرح مختصر اصول ابن حاجب مؤلفہ قاضی بیضاوی قلمی ص۲۸۰ میں بھی ہے الاکثر علی انه لا یمتنع المعاصی عن الرسل وخالفهم الروافض والمعتزلة۔ الخ حصول المامول من علم الاصول للسید الصدیق طبع مصر ص۳۳ میں ہے ونقل القاضی عیاض تجویز الصغائر ووقوعها عن جماعة من السلف منهم ابوجعفر الطبری وجماعة

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فاعینونی وان زغت فاقیمونی الحدیث۔
وفی تاریخ الخلفاء قال ابوبکرؓ لست
بخیر من احدکم وان لی شیطانًا یعترینی.
وفی شرح العقائد ولا ینعزل الامام بالفسق
ای الخروج عن طاعت اللہ تعالیٰ والجور
ای الظلم علی عباد اللہ لانہ قد ظھر
الفسق وانتشر الجور من الائمۃ والامراء
بعد الخلفاء الراشدین والسلف کانوا
ینقادون لھم ولان العصمۃ لیست
لشرط الامامۃ ابتداءً فبقاء اولیٰ۔ الخ و
کذا فی شرح المواقف وتقیید الشارع
علیہ السلام الخلفاء بالراشدین یبطل
اطلاقھم کما فی المشکوٰۃ علیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث۔
ونعم ما قیل ؎ آنکس کہ گمرہست کرا رہبری کند
وانہ تعالیٰ قال کبر مقتا عند اللہ ان
تقولوا ما لا تفعلون۔

ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم پر خطا کو جائز رکھا
ہے چہ جائیکہ خلفاء ان کے معصوم ہوں۔ جیسا کہ نووی
نے شرح مسلم میں لکھا ہے اکثر علماء کا یہ مذہب ہے
کہ نبیؐ سے ایسے معاملہ میں خطا ہو سکتی ہے جس میں
وحی نہ اتری ہو۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ میں ہے
کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر میں سیدھے راستہ پر رہوں تو میری
مدد کرو اور راہ میں سے ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا
کردیا کرو۔ آخر حدیث تک۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹
میں ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں تمہارے کسی سے
اچھا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بھی شیطان ہے جو مجھے
پکڑ لیتا ہے اسی طرح امامۃ والسیاست جلد ۱ ص ۱۴ اور
صواعق ص ۴ اور بخاری پ ۳ ص ۲۳ و پ ۱۴ ص ۲۳ مترجم
میں ہے اور اسی طرح سیرت ابن ہشام بر حاشیہ روض
الانف طبع مصر جلد ۲ ص ۳۷۴ میں ہے جس کے الفاظ
یہ ہیں لست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان
اساءت فعرفونی۔ اور شرح عقائد ص ۱۱۴ میں ہے
امام فسق یعنی خروج اطاعت الٰہی سے یا بندگان خدا پر
ظلم کرنے کے سبب سے معزول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تحقیق فسق اور ظلم ائمہ اور امراء سے بعد خلفاء راشدین کے ظاہر
ہوا اور پھیلا۔ اور بزرگان سابقین ان کی فرمانبرداری کرتے رہے اور اس لئے کہ عصمت امامت کے لئے ابتداءً ہی
شرط نہیں پس بقاء امامت کے لئے بطریق اولیٰ شرط نہ ہوگی۔ الخ۔ اور اسی طرح شرح مواقف ص ۳۲۷ میں ہے اور
شارع کا خلفاء کو راشدین سے مقید کرنا اہل سنت کے قانون عدم عصمت کو باطل کرتا ہے جیسا کہ حدیث مرفوع،
مشکوٰۃ میں ہے۔ فرمایا میری سنت اور سنت خلفاء راشدین کا تمسک تم پر لازم ہے آخر حدیث تک۔ اور کسی نے خوب
کہا ہے کہ جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے؟ تعجب اس پر ہے کہ اہل تسنن یہ کس عقل سے کہتے ہیں کہ
فاسق یا مفضول اور کم علم بلکہ جاہل امام ہو سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بڑے غضبِ خدا کی بات ہے کہ تم وہ کہتے ہو
جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

بقیہ حاشیہ) من الفقہاء والمحدثین۔ یعنی انبیاء سے جواز صغیرہ گناہ ہو جانے کی ایک جماعت فقہاء و محدثین سلف سنیوں
کی قائل ہے ۱۲ ترجم سلہ غرض یہ ہے کہ تفاسیر اہل سنت سے عصمت و عدالت کا ضروری ہونا ثابت ہو چکا ہے اور خلفاء کے ساتھ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ولما ثبت ان خلفائهم ما كانوا منصوصين بل بالاجماع فالخلافة والامامة ليست محتاجة عندهم الى النص بل الاجماع كاف فى صحتها واستدلوا بصحة خلافة ابى بكرؓ بالاجماع كما فى شرح المواقف[1]۔ اما النص فلم يوجد وقد مر۔ وفى شرح العقائد للجلالى ولم ينص رسول اللهؐ على امامة احد وفى تاريخ الخلفاء والذى وقع ان الناس قد اجتمعوا على ابى بكرؓ

فالاجماع احد الادلة عندهم۔

قلنا الاجماع ليس بحجة لصحة الخلافة والامامة لانها نائبة مناب النبوة والنبوة من فضل الله، يعطيه من يشاء الله اعلم حيث يجعل رسالته۔ ما كان لهم الخيرة۔ ولان فعل الناقصين ناقص كما ان من جماعة العمياء لا يكون بصيرًا ولا من الحمقاء

اور جب ثابت ہوا کہ خلفاء ان کے نص سے مقرر نہیں ہوئے بلکہ اجماع سے بنائے گئے ہیں۔ تو خلافت وامامت ان کے نزدیک نص کی محتاج نہیں بلکہ اجماع اس کی صحت کیلئے کافی ہے۔ اور انہوں نے خلافت ابی بکرؓ کی صحت پر اجماع سے ہی استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۷۳۴ میں ہے اور شرح عقاید جلالی میں ہے۔ رسول اللہؐ نے کسی کی امامت پر نص نہیں فرمائی اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۷ میں ہے۔ وقوع میں یہ آیا ہے کہ لوگوں نے تحقیق ابی بکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا۔

پس اجماع ان کے نزدیک صحت خلافت کی ایک دلیل ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اجماع دلیل صحت خلافت وامامت کی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ قائم مقام نبوت کے ہے اور نبوت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس جگہ عہدہ رسالت کا رکھنا مناسب ہوتا ہے اور فرمایا اس میں ان کو کوئی اختیار نہیں ہے اور اس لئے کہ

(بقیہ حاشیہ) راشدین کی قید بھی مطابق حدیث علیکم لسنتی الخ کے تسلیم کرتے ہیں پھر فاسق یا جس سے فسق ممکن ہو یعنی یقیناً معصوم نہ ہو اس کی اتباع بھی واجب جانتے ہیں۔ حالانکہ حدیث مذکور سے راشدین کی متابعت ضروری معلوم ہوتی ہے اور فاسق کی امامت یا اس کی متابعت باطل ہے لہذا اہل تسنن آیت لم تقولون ما لا تفعلون کے مصداق ہیں ۱۲ مترجم

[1] شرح مواقف کے صفحہ مندرجہ میں اور شرح عقائد وغیرہ میں صحت خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ پر محض اسی اجماع سے دلیل پکڑی ہے ۱۲ مترجم۔

لبيبا. على انه ليس من امر يتفق ويجتمع عليه كل فرد انسان حتى لا يخرج منه احد وقالوا والشرط[1] اجماع الكل وخلاف الواحد مانع كخلاف الاكثر لان لفظ الامة فى قوله عليه السلام لا تجتمع امتى على الضلالة لا يتناول الكل فيحتمل ان يكون الصواب مع المخالف كذا فى نور الانوار بعينه وكذا قال النووى فى شرح المسلم وقال وهذا هو الصحيح المشهور فلا اقل من ان يكون للملل الاسلامية متفقة او مسلموا ملك واحد او مصر واحد وهذا مما لا يوجد فى العصر الاول فما بعده كما لا يخفى.

وفى فتح البيان ولا حجة فى الآية (اى قوله تعالى ويتبع غير سبيل المؤمنين) على حجية الاجماع لان المراد بغير سبيل المؤمنين ههنا هو الخروج من دين الاسلام الى غيره كما يفيده اللفظ ويشهد به السبب.

ناقصین کا فعل ناقص ہوتا ہے۔ جیساکہ اندھوں کی جماعت کو اکٹھا ہونے سے بینائی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ احمق مل کر دانا ہو سکتے ہیں؛ اور علاوہ بریں ایسا کوئی امر نہیں جس پہ سب کا اتفاق ہو جائے اور کل مجتمع ہوں۔ حالانکہ اہل سنت نے کہا ہے اجماع میں شرط یہ ہے کہ کل کا اجماع ہو۔ اور ایک کا مخالف ہونا بھی مثل بہت کے مخالف ہونے کے مانع اجماع ہے۔ کیونکہ لفظ امت کا قول نبی ﷺ میں کہ میری امت گمراہی پہ جمع نہ ہوگی سب کو شامل ہے اور ایک کی مخالفت سے بھی احتمال رہجاتا ہے کہ شاید صواب مخالف کے ساتھ ہو۔ جیساکہ نورالانوار مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ص۲۲۱ میں بعینہ اسی طرح لکھا ہے اور مثل اس کی نووی نے شرح مسلم جلد ا ص۱ و ص۲۴۵ میں کہا۔ اور نووی اس کے بعد کہتا ہے کہ یہی صحیح اور مشہور مذہب ہے۔ پس ایک امر پہ اجماع میں جملہ ملل اسلامیہ متفق ہونے چاہئیں۔ یا کم از کم ایک ملک کے مسلمین یا ایک شہر کے تو ضرور متفق ہوں اور اس قسم کا اجماع نہ زمانہ اولی میں اور نہ اس کے بعد خلافت وغیرہ پہ واقع ہوا۔ جیساکہ مخفی نہیں۔ اور فتح البیان جلد ۲ ص۲۱۵ میں بذیل آیت ویتبع غیر سبیل المومنین کے لکھا ہے کہ اس میں اجماع کے حجت ہونے پہ کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ غیر سبیل المومنین سے غیر دین اسلام کی طرف خروج کرنا مراد ہے جو لفظ قرآن اور سیاق یہی مستفاد ہوتا ہے۔ اور سبب نزول بھی اسی پر شاہد ہے۔

[1] قولہ والشرط اجماع الکل سے صواب مع المخالف تک عبارت نورالانوار کی لکھی گئی ہے۔ نیز مؤلف نورالانوار نے ص۲۲۹ پر اس میں بحث کی ہے کہ معتزلہ کا قول ہے کہ اکثر کے اتفاق سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن کہا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں۔ پھر معتزلہ کے قول کا جواب دیتے ہوئے اپنے قول کی تائید میں یوں رقمطراز ہے کہ معتزلہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ید اللہ علی الجماعۃ فمن شذ شذ فی النار یعنے جماعت پہ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے جو اس سے خارج ہو وہ دوزخ میں گیا۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ وعید مخالف جماعت کا اس وقت عاید ہوتا ہے جب اجماع منعقد و محقق ہو جائے۔ مگر قبل اس کے جو دلیل شرعی سے اجماع میں شامل ہی نہ ہو وہ اس وعید کی تحت میں نہیں آ سکتا۔ اور کتاب الایمان مؤلفہ ابن تیمیہ طبع مصر ص۱۵ میں

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فلا يصدق على عالم اجتهد في بعض
المسائل فاداه اجتهاده الى مخالفة
من بعصره من المجتهدين فانه انما
رام السلوك في سبيل المومنين وهو
الدين القويم والملة الحنيفية ولم
يتبع غير سبيلهم. انتهى. وفي جامع
البيان ومعالم التنزيل ومدارك
التنزيل وترجمان القرآن قوله تعالى
ويتبع غير سبيل المؤمنين اي غير طريقهم
وفي التفسير الكبير اي غير ما هم عليه
اجمعون من اعتقاد او عمل الخ وفيه
فهو ترك متابعة سبيل المومنين لاجل
انه ما وجد على وجوب متابعتهم دليلاً
فلا جرم لم يتبعهم فهذا الشخص لا
يكون متبعاً لغير سبيل المومنين فهذا
سؤال قوي على هذا الدليل الخ. وفي
ترجمان القرآن. امام اہل سنت احمد بن حنبل
نے انکار اجماع کیا کیونکہ بعد قول بحجیت وامکان
اجماع وجود اس کا امت میں نہایت مشکل پڑ گیا ہے
جس کسی مسئلہ میں بظاہر مخالفت غیر قائل کی
نہ دیکھی اس کو اجماع کہہ بیٹھے سو وہ حقیقت
میں اجماع نہیں ہے۔ لا اعلم فیہ خلافاً
ہے۔ قال ابن حزم في المحلى رحمہ الله احمد
بن حنبل فلقد صدق اذ يقول من ادعى

پس اس آیت کا مفہوم اس عالم پر صادق نہیں آتا
جو بعض مسائل میں اجتہاد کرے اور اس کی وجہ
سے وہ اپنے معاصرین مجتہدین کی مخالفت کرے
کیونکہ وہ سبیل مومنین میں چلنے کی قصد سے کوشش کر
رہا ہے۔ جو دین مستقیم اور ملت حنفیہ ہے۔ اور غیر
سبیل مومنین کی متابعت کرنا ہرگز نہیں چاہتا۔
انتہیٰ۔ اور جامع البیان و معالم التنزیل و مدارک
التنزیل و ترجمان القرآن (جلد ۱ صفحہ ۲۹۷) میں
فرمان اللہ تعالیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین سے
یہ غرض ہے کہ جو طریقہ مومنین (اسلام) کے مخالف
راہ لے (وہ جہنمی ہے) اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۷
میں بہ ذیل تفسیر اس آیت کے لکھا ہے۔ یعنی غیر
اس طریق کی متابعت کرے جس پر سب مسلمین کا
اعتقاد یا عمل ہو۔ الخ۔ اور اسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ
۶۲۸ (مذکور) میں ہے کہ جس نے متابعت طریق مومنین
کو (کسی بات میں) اس سبب سے چھوڑ دیا کہ ان کے وجوب
متابعت پر اس کو کوئی دلیل نہ ملی ہو اس واسطے اس
نے ان کی متابعت نہ کی تو یہ شخص تابع غیر سبیل المومنین
نہیں کہلا سکتا۔ پس اس دلیل (حجیت اجماع) پر یہ
قوی سوال ہے۔ الخ۔ اور ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۹۱
میں ہے۔ اہل سنت کے امام احمد بن جنبل نے
اجماع کا انکار کیا کیونکہ بعد قول بحجیت و امکان
اجماع وجود اس امت میں نہایت مشکل پڑ گیا ہے
جس کسی مسئلہ میں بظاہر مخالفت غیر قائل کی نہ دیکھی

(بقیہ حاشیہ) الصواب التفصيل بين ما يقطع به من الاجماع ويعلم انه ليس فيه منازع من
المومنين اصلاً فهذا يجب القطع بانه حق یعنی جس اجماع کا یقیناً بالکل کوئی ایک مومن بھی مخالف نہ ہو وہ ضرور
حق ہے اور یقینی ہے۔ یعنی کل افراد شامل ہوں تب اجماع مقبول ہے۔ ۱۲ مترجم۔

الاجماع فقد کذب وقال علامہ ابن القیم فی اعلام الموقعین. وکذلک شافعی ایضاً نص فی رسالتہ الجدیدۃ علی ان ما لا یعلم فیہ بخلاف لا یقال لہ الاجماع ولفظہ ما لا نعلم فیہ خلافاً فلیس اجماعاً وقال عبد اللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ما ادعی فیہ الرجل بالاجماع فھو کذب ومن ادعی الاجماع فھو کاذب. وقال العلامۃ الشوکانی فی رسالتہ ابطال الاجماع علی مطلق تحریم السماع والقول بعدم حجیۃ الاجماع ھو الذی ارجحہ لامور لا یتسع لھا المقام وقد استوفیتھا فی غیرہ

کو اجماع کہہ بیٹھے سو وہ حقیقت میں اجماع نہیں ہے (علم نیہ خلافاً ہے یعنی مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں. انتہٰی) (اسی طرح مرصاد الافہام قلمی ص۳۰ میں قاضی بیضاوی نے امام احمد سے نقل کیا ہے) ابن حزم محلّی میں کہتا ہے. اللہ تعالیٰ احمد بن حنبل کو رحمت کرے اس نے سچ کہا ہے کہ جو اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹ کہتا ہے اور علامہ ابن القیم اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے بھی اپنے رسالہ جدیدہ مطبوعہ دہلی ص۲۳۸ مطبوعہ مصر ص۳۳۵ میں اسی طرح ظاہر کیا ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر نہ ہو اسے اجماع نہیں کہا جاتا. اور عبارت اس کی یہ ہے. کہ جس میں ہم کو اختلاف معلوم نہ ہو وہ اجماع نہیں ہو جاتا. اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا کسی مسئلہ میں اگر کوئی اجماع کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹ ہے. اور جس نے دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے. اور علامہ شوکانی رسالہ ”ابطال الاجماع علی مطلق تحریم السماع“ میں لکھتے ہیں. قول عدم حجیت اجماع کا ایسا ہے جس کو میں بھی ترجیح دیتا ہوں بسبب انہی وجوہ کے جن کے لئے اس مقام میں گنجائش نہیں اور دوسرے موقعہ پر میں نے اس کو مکمل دلائل سے بیان کر دیا ہے

لہ منہاج السنۃ لابن تیمیہ طبع مصر جلد ۱ ص۱۲۳ میں ہے. وقال فی روایۃ اسحٰق بن منصور وقد سئل عن حدیث النبی صلعم من مات ولیس لہ امام مات میتۃ جاھلیۃ ما معناہ فقال تدری ما الامام الذی یجمع علیہ المسلمون کلھم یقول ھذا امام فھذا معناہ. اس سے ثابت ہو کہ امام احمد کے نزدیک امام کل مسلمانوں کے اجماع سے مقرر ہو سکتا ہے نہ بعض کے اجماع سے پس اس طرح ابو بکرؓ صاحب کی خلافت صحیح نہیں تھی. ۱۲ مترجم

وقال ابن حزم في المحلى في سفر الخامس والسابع في مسئلة نسخ القرعة ولعنة الله على كل اجماع خرج منه على ابن ابيطالب ومن بحضرته من الصحابة وقال العلامة الشوكاني في نيل الاوطار ولا يخفى على المنصف ما في حجية الاجماع من النزاع والاشكالات التي لا مخلص عنها. وقال فيه ايضاً لا يخفى على المنصف ما ورد على اجماع الامة من الايرادات التي لا يكاد ينتهض معها للحجية بعد تسليم امكانه ووقوعه. وفي كتاب الاعلام بقواطع الاسلام لابن الحجر المكي على هامش الزواجر له طبع مصر ان النظام وغيره انما انكروا كون الاجماع حجة زعماً منهم انه لا يستحيل الخطأ على اهل الاجماع وانه لا دليل على عصمتهم قطعاً۔

اور ابن حزم نے محلی سفر الخامس و سابع بیان مسئلہ نسخ قرعہ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے۔ اس اجماع پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس سے علی ابن ابی طالب اور ان کے ساتھ کے صحابہ خارج ہوں۔ اور علامہ شوکانی نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۶۶ میں لکھتے ہیں کہ جو حجیت اجماع میں جھگڑا ہے وہ منصف پر مخفی نہیں اس میں ایسے مشکل اعتراضات ہیں جن سے خلاصی نہیں ہو سکتی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۵ میں کہا کہ جو اجماع امت پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں وہ منصف پر مخفی نہیں اور وہ ایسے ہیں جن کے ہوتے ہوئے بعد تسلیم امکان و وقوع اجماع کے بھی اجماع حجت کے قابل نہیں رہ سکتا (مگر اول اس میں بحث ہے کہ اجماع کا ہونا ممکن ہے یا کسی مسئلہ میں واقع ہوا)۔ اور کتاب اعلام بقواطع الاسلام مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ بر حاشیہ زواجر مؤلفہ ابن حجر مذکور جلد ا صفحہ ۶۴ میں ہے۔ تحقیق نظام وغیرہ نے حجت ہونے اجماع کا اس زعم سے انکار کیا ہے۔ کہ اہل اجماع سے خطا کا ہونا کوئی محال نہیں ہے۔ کیونکہ تحقیق ان کی عصمت پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔

لے امام احمد کے نزدیک اجماع کا دعویٰ جھوٹا ہے جیسا کہ مرصاد الافہام للقاضی البیضاوی قلمی صفحہ ۳۰ میں ہے۔ بغیر علی اجماع صحیح نہیں سہیل القاری شرح بخاری پارہ ۳ صفحہ ۶۸ میں ہے (خلاف منقول ہے) حضرت علیؑ اور زید بن علی وغیرہم میں سے اور یہ اجلہ علماء ہیں ان کے خلاف کے ساتھ اجماع کا منعقد ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور دراسات اللبیب صفحہ ۶۹ میں اور تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۲۹ میں لکھا ہے امام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا اور اجماع کو چھوڑ دینا اس سے بہتر ہے کہ اجماع کے ساتھ حدیث کو ترک کیا جائے۔ کبیر میں ہے کہ اختلاف کے بعد اجماع نہیں جبکہ فلاں فلاں و حضرت علی اس میں مخالف ہیں۔ اور اسی دراسات ص ۲۴۹ میں لکھا ہے۔ لا اجماع بمخالفة اہل البیت بنی م شامل نہ ہوں وہ اجماع معتبر نہیں۔ مولوی احمد علی سہارنپوری حاشیہ ۸ بخاری طبع میرٹھ باب الجمعة فی القری جلد ا ص ۱۲۳ میں حدیث لا جمعة ولا تشریق پر لکھا ہے ابن ہمام حنفی نے کہا ہے وکفیٰ العلی قدوتنا واماماً علیٰ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

امام اور پیشوا ہونے کے لئے کافی ہیں. اور حصول المامول ص۶۳ میں ہے اجماع الائمة الاربعة والخلفاء الاربعة
لیس بحجة لانهم لبعض الامة وبعض الائمة وذهب الیه الجمهور، انتهی ملخصاً یعنی اجماع ہر چہار
اماموں اور ہر چہار خلیفوں کا حجت نہیں. کیونکہ ساری امت وائمہ اس میں نہیں آجاتے اور اسی طرح مرصاد الافہام
الی مبادی الاحکام مؤلفہ قاضی بیضاوی قلمی ص۳۳ اور تفسیر کبیر جلد ۶ ص۳۲۹ میں بھی قریباً یہی مضمون ہے تسہیل
القاری پارہ ۳ ص۲۱۲ میں مولوی وحید الزمان نے وجود اجماع اور اس کے حجت ہونے کا انکار کیا ہے. حقیقۃ الفقہ
ص۱۲۷ میں شرح وقایہ اردو ص۲۷۴ سے منقول ہے کہ ایک شخص کا مخالف ہونا بھی مانع انعقاد اجماع ہے. محلّی ابن حزم
مطبوعہ مصر ادارہ منیریہ دمشقیہ طبع اول جلد ۵ ص۱۲۷ میں اس طرح لکھا ہے قال ابو محمد ابن حزم اف لکل اجماع
یخرج عنه علی بن ابی طالب الخ (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) اور احقاق الحق بیان تکبیرات جنازہ میں محلّی سے مثل
عبارت مندرجہ متن بالفاظ منقول ہے (اجماع میں شمول کل افراد کی ضرورت ہے) محلّی ابن حزم مطبوعہ مصر جلد ۱ مسئلہ
۹۷ میں لکھا ہے والاجماع انما هو اجماع جمیع المومنین لا اجماع لبعضهم الخ یعنی اجماع بس وہی مقبول
ہے جس میں کل مومنین متفق ہوں نہ بعض کا اجماع پھر اس کی دلیلیں بیان کی ہیں. اور اسی محلّی مسئلہ ۹۷ میں ابن حزم
کی یہ عبارت بھی موجود ہے وما صح فیه خلاف من واحد منهم (الصحابة) اولم یتیقن ان کل واحد منهم
عرفه ودان به فلیس اجماعاً لان من ادعی الاجماع فیها فقد کذب وقفا ما لا علم به والله تعالی
یقول ولا تقف ما لیس لك به علم یعنی کسی مسئلہ میں صحابہ میں سے کسی کا اختلاف کرنا ثابت وصحیح ہو یا اس کا
یقین نہ ہو کہ ان میں سے ہر ایک نے اس مسئلہ کو سمجھ کر اپنے دین کا معمول بہ بنایا ہے تو اس مسئلہ کو اجماعی نہ کہا جائے گا.
اگر کسی نے ایسے مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کیا ہو تو وہ جھوٹا ہے. اور جہالت کے تابع ہوا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اس کے پیچھے نہ چلو جس کا تمہیں علم نہ ہو. تفسیر کبیر جلد ۲ ص۳۲۹ میں ہے فالاجماع الحاصل عقیب الخلاف
لا یکون حجة یعنی جس اجماع کے ابتدا میں اختلاف ہو وہ قابل حجت نہیں ہو سکتا. نووی شرح مسلم جلد ۱ ص۱۸۰
میں لکھا ہے ان الاجماع بعد الخلاف هل یرفع الخلاف ویصیر المسئلة مجمعاً علیه والاصح عند
اصحابنا انه لا یرفعه بل یدوم الخلاف ولا یصیر المسئلة مجمعاً علیها ابداً وبه قال القاضی ابوبکر
الباقلانی. اختلاف کے بعد اجماع ہو جائے تو وہ اختلاف رفع ہو جاتا ہے اصح یہی ہے رفع نہیں ہوتا اور نہ اس
امر کو اجماعی سمجھا جا سکتا ہے قاضی ابوبکر باقلانی بھی اسی طرح کہتا ہے ۱۲ مترجم

وفی نور الانوار ص۲۲۰ بل لابد فیه (ای فی
الاجماع) من اتفاق الکل من الخواص والعوام
حتی لو خالف واحد منهم لم یکن اجماعاً
کنقل القرآن واعداد الرکعات. وفی نیل الاوطار

اور نور الانوار کتاب اصول فقہ حنفیہ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ
صفحہ ۲۲۰ میں لکھا ہے اجماع میں یہ ضروری ہے
کہ خواص و عوام اس میں کل متفق ہوں حتی کہ اگر ان
میں سے کوئی ایک بھی مخالف ہو تو وہ اجماع نہیں

قال النووی اجمع المسلمون علٰے ان الضب حلال (ثم قال) قال الحافظ قد نقل (ای حرمۃ الضب) ابن المنذر عن علی فاین یکون الاجماع مع مخالفتہ وفی حصول المامول ص۵۳ اذا خالفہ اھل الاجماع واحد من المجتھدین فقط فذھب الجمہور الی انہ لایکون اجماعاً ولا حجۃً. قال الغزالی المذھب انہ لا ینعقد مع مخالفۃ الاقل وقیل حجۃ و لیس باجماع ورجحہ ابن الحاجب و قیل لا مع مخالفۃ الاثنین دون الواحد وقیل مع الثلاثۃ دون الواحد و فی قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار والامام مالک شرط فی الاجماع اجماع اھل المدینۃ لشرفھا وبعضھم الصحابۃ لشرفھم وبعضھم عترۃ الرسول لفضلھم وفی منھج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ النواب صدیق حسن خان السید القنوجی وخود ثبوت اجماع باوجود آں در احکام جلے عسیراست ولہذا امام احمد بن حنبل انکار وجودش کردہ وجمعے از محققین قائل بحجیت آں نشدہ وھو الحق والبحث فی ذلک یطول ولیس ھذا موضعہ انما موضعہ علم اصول الفقہ۔

ہوگا۔ جیساکہ نقل قرآن اور عدد رکعات پر اجماع کلی ہو چکا ہے اور نیل الاوطار جلد ۸ صفحہ ۳۳۸ میں مرقوم ہے نووی کہتا ہے مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ گوہ حلال ہے۔ (پھر شوکانی لکھتا ہے) کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے تحقیق ابن المنذر نے حضرت علی علیہ السلام سے گوہ کی حرمت نقل کی ہے۔ تو باوجود مخالفت علیؑ ہو کے اجماع کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور حصول المامول فی علم الاصول مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۵۳ (کتاب اصول اہل سنت) میں ہے کہ جب فقط ایک مجتہد بھی مجتہدین سے اہل اجماع کے مخالف ہو تو مذہب جمہور کا یہ ہے کہ وہ نہ اجماع ہے اور نہ حجت ہو سکتا ہے؛ امام غزالی نے کہا ہے مذہب معتبر یہ ہے کہ تھوڑے آدمیوں کی مخالفت ہوتے ہوئے بھی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ حجت تو ہو سکتا ہے مگر اجماع نہیں کہلا سکتا ابن حاجب نے اسی کو ترجیح دی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر دو تک مخالف ہوں تو وہ قابل حجت نہیں۔ اور اگر ایک مخالف ہو تو اس سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے اگر تین مخالف ہوں تو حجت نہیں۔ اور ایک مخالف ہو تو اس کی مخالفت مضر نہیں۔ اور قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار صفحہ مذکورہ سابق میں ہے کہ امام مالک نے اجماع میں بوجہ شرف مدینہ شریف کے اہل مدینہ کے اتفاق کی شرط رکھی ہے۔ اور بعض نے اتفاق صحابہ کی ان کی بزرگی کے سبب سے شرط کی ہے۔ اور بعض نے عترتؑ رسول مقبول صلعم کی بوجہ فضیلت ان

---

[1] اجماع خلافت میں نہ اہل مدینہ کا اجماع ہوا اور نہ جملہ اصحاب النبی کا اور نہ عترت رسولؐ کا لہٰذا من کل الوجوہ اجماع باطل ہے چنانچہ آئندہ بیان کیا جائیگا ۱۲ مترجم

کے شرط قرار دی ہے۔ اور منہج الوصول الیٰ اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن خان قنوجی مطبوعہ شاہجہانی ۱۲۹۲ھ صفحہ ۲۷ میں ہے۔ کہ باوجود باقی اعتراضات کے احکام میں اجماع کا ثابت ہونا بہت مشکل ہے۔ اور اسی لئے امام احمد بن حنبل نے وجود اجماع کا انکار کر دیا ہے۔ اور ایک جماعت محققین کی اجماع کے دلیل ہونے کی قائل نہیں ہے اور یہی حق ہے اور اس میں طویل بحث ہے جس کا یہ مقام نہیں بلکہ اس کا مقام علم اصول فقہ ہے۔

قال النووی فی شرح المسلم الاجماع لا ینعقد اذا خالف من اهل الحل والعقد واحد وهذا هو الصحیح المشهور. وفیه والاجماع بعد الخلاف لیس باجماع. وفی منیر اللبیب شرح التهذیب اجماع العترة حجة لقوله تعالیٰ انما یرید الله ۔ الآیة. ولقوله علیه السلام انی تارک فیکم الثقلین الحدیث. وقال السیوطی فی تفسیره الاکلیل استدل به ای بقوله تعالیٰ انما یرید الله الآیة من قال ان اجماع اهل البیت حجة لان الخطأ رجس فیکون منفیا عنهم انتهیٰ. وفی ازالة الخفاء اصل ثابت از اصول شریعت اجماع است بازا اجماعے کہ متخیل اہل زمان ماست بمعنے اتفاق جمیع امت مرحومہ بحیثیت لا یشذ منہ فرد واحد منہم نصا من کل واحد منہم خیال محال است ہرگز واقع نشدہ مسئلہ نیست ازانچہ ادرا اجماعیات مے نامند مگر فی الجملہ خلافے دراں نقل کردہ مے شود وفی کتاب الاعلام لابن حجر المکی انکار الاجماع من اصلہ او حجیتہ او المجمع علیہ الغیر الضروری لا یکون کفرا لانہ

اور شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳ میں امام نووی لکھتے ہیں کہ اہل حل و عقد (معتبرین[1]) سے ایک بھی مخالف ہو جائے تو بے شک اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور مذہب صحیح و مشہور یہی ہے اور اسی کے صفحہ ۴۵۰ میں لکھا کہ اجماع بعد اختلاف کے اجماع نہیں رہتا۔ (انتہیٰ بمعناہ) اور منیر اللبیب شرح تہذیب (کتاب شیعہ) صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ اجماع عترت کا حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے انما یرید اللہ لیذہب الخ (آیت تطہیر) اور رسول صلعم فرماتے ہیں۔ انی تارک فیکم الثقلین[2] الخ۔ (یعنی ان کی طہارت کی شہادت اور ان کی متابعت کا حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہے)۔ اور علامہ سیوطی سنی محدث نے اپنی تفسیر اکلیل میں لکھا ہے کہ جس نے کہا اجماع اہل بیت کا قابل حجت ہوتا ہے اس نے اسی آیت تطہیر انما یرید الآیہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ خطا ایک طرح کی رجس ہے جس کی اہل بیت سے بدلیل اس آیت کے نفی کیجا چکی ہے۔ انتہیٰ۔ (دراسات اللبیب ص ۲۲۹) اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ جلد ۲ ص ۸۵ میں ہے۔ کہ اصول شریعت سے اجماع ایک اصل ثابت ہے۔ مگر جو اجماع متخیل اہل زمان کا بمعنے اتفاق جمیع امت مرحومہ کے ہے اس طرح کہ کوئی فرد بھی ان میں سے

[1] انوار اللغۃ پ ۵ ص ۹۸ میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں اجماع اصطلاح شرح میں اس کو کہتے ہیں کہ تمام مجتہدین امت ایک امر پر اتفاق کریں ایک کا بھی اختلاف منقول نہ ہو ۱۲ مترجم۔ [2] نور الانوار مولفہ شیخ احمد مؤلف تفسیر احمدی حنفی مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ مع قمر الاقمار

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

لا تہم جمیع المسلمین بل ولا بعضہم وانما ینکر اجتماعہم وتوافقہم علیٰ شیٔ۔ وفی شرح المواقف خرق الاجماع مطلقاً لیس بکفر۔ وفی ازالۃ الخفاء قال عمر لابی بکرؓ اوَ کلّ المسلمین سألت وسیأتی انشاء اللہ فی انعقاد خلافۃ ابی بکر وفی قول عمرؓ دلالۃ علیٰ ان اجماع کل المسلمین ضروری وفی کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ذکر بعض الاصولیین ان ھذا الاٰیۃ (و تیبع غیر سبیل المومنین) لیست بقاطعۃ فی وجوب متابعۃ الاجماع لاحتمال ان یکون المراد و تیبع غیر سبیل المومنین فی متابعۃ النبیؐ او مناصرتہ اوالاقتداء بہ اوفی الایمان بہ لا فیما اجمعوا علیہ و مع الاحتمال لا یثبت القطع۔

خارج نہ ہو اور ہر ایک کی طرف سے اس پر نص اقرار ہو تو اس قسم کا اجماع خیال محال ہے. ہرگز نہیں ہوا ایسا کوئی مسئلہ نہیں جس کو اجماعی کہہ سکیں بلکہ ضرور اس میں اختلاف منقول ہوگا. اور کتاب الاعلام مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۷۳ میں ہے اجماع کا بالکلیہ انکار یا اس کے حجت ہونے یا کسی امر غیر ضروری متفق علیہ سے انکار کرنا موجب کفر نہیں ہوتا. کیونکہ انکار کنندہ جمیع مسلمین کو متہم نہیں کرتا بلکہ بعض کو بھی اتہام نہیں لگاتا صرف ان کے کسی مسئلہ میں اتفاق اور اجتماع کا انکار کرتا ہے. اور شرح مواقف صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے. اجماع کی مخالفت مطلقاً کفر نہیں اور خود امیر عمرؓ کے قول سے اجماع میں کل افراد کی شمولیت ضروری شرط معلوم ہوتی ہے. جیسا کہ ازالۃ الخفاء میں ہے. امیر عمرؓ نے حضرت ابی بکرؓ سے کہا کیا تو نے کل مسلمانوں سے پوچھ لیا ہے؟ الخ

اور یہ روایت انعقاد خلافت ابی بکر میں انشاء اللہ مفصل مذکور ہوگی. اور یہ قول امیر عمرؓ کا اس پر دلالت کرتا ہے. کہ اجماع میں کل مسلمانوں کا اتفاق ہونا ضروری ہے. اور کشف الاسرار شرح اصول البزدوی جلد ۳ صفحہ ۹۹۴ میں ہے بعض اصولیین نے کہا ہے. تحقیق آیت و تیبع غیر سبیل المومنین وجوب متابعت اجماع پر دلالت یقینی نہیں کرتی کیونکہ اس میں یہ احتمال باقی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جو غیر طریقہ مومنین کی اس طرح متابعت کرے کہ متابعت نبیؐ یا آپ کی مدد یا ان کی پیروی یا ان کے ساتھ ایمان لانے میں مومنین کی مخالفت کرے (یعنی دین اسلام کا مخالف ہو) اور جس پر از خود مومنین نے اتفاق اور اجماع کر لیا ہو اس کی متابعت نہ کرنے سے کوئی شخص اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتا. اور باوجود اس احتمال کے یقین ثابت نہیں ہوتا.

(باقی حاشیہ) مؤلفہ مولوی عبد الحلیم والد مولوی عبد الحی لکھنوی صـ۲۳ میں ہے وقال بعضہم لا اجماع الا لعترتہ صلعم ای نسلہ واھل قرابتہ لانہ علیہ السلام قال انی ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی یعنی بعض علماء نے کہا ہے کہ اجماع بغیر عترت نبیؐ اور ان کی اہل قرابت کے منعقد نہیں ہو سکتا کیونکہ نبیؐ فرماتے ہیں میں تمہارے اندر دو چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اس سے تمسک کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے. ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت. انتہیٰ۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفی التوضیح اعلم ان ھذا الاستدلال علی ان اجماع حجۃ لیس بقوی۔ اقول قد ثبت ھتک حجاب الاجماع فنفی لم یثبت الاجماع بیان الاجماع لا سیما فی الخلافۃ الالٰھیۃ والامامۃ النبویۃ علی ان علیاً علیہ السلام لم یشمل الاجماع وقد ثبت ان خلافہ یخرق الاجماع مع ان الاجماع اذا خالف النص متی لقی اثرہ الم تران اجماع الملائکۃ ما افاد حین قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا الایۃ۔ وقال عز اسمہ انی اعلم ما لا تعلمون فصارت خلافۃ الخلیفۃ الاول بلا حجۃ وان وقع الامن وارتفع الشر المصلحۃ الوقتیۃ کما قال عمر ولکن اللہ وقی شرھا۔

اور توضیح جلد ۲ صفحہ ۴ (اصول فقہ حنفی) میں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ استدلال اجماع کی حجیت کے لیئے قوی نہیں (قول موئف) میں کہتا ہوں تحقیق اجماع کا پردہ فاش ہوگیا اور جب خود اجماع بالاجماع ثابت نہ ہوا تو وہ چیز جو اجماع سے ثابت کرنی ہو خصوصاً خلافت الٰہیہ و امامت نبویہ جس میں انسان کو اختیار ہی نہیں کس طرح صحیح ثابت ہو سکتی ہے؟ پھر علاوہ بریں جبکہ علیؑ اس اجماع میں برضا شامل نہیں ہوتے (تو یہ اجماع کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا) اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ حضرت علیؑ کا مخالف ہونا اجماع کو توڑ دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ اجماع مخالف نص ہے۔ اور جب مخالف نص ہو (تو ایسے اجماع کا مقبول نہ ہونا مسلم کل ہے) پس اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے؟ تو نہیں دیکھتا کہ فرشتوں کا اجماع (باوجودیکہ ان کو طاہر کہا جاتا ہے) مقابل نص کے جب انہوں نے کہا تھا خدایا تو زمین کے اندر اس کو پیدا کرتا ہے جو فساد کرے گا الخ مفید نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے تو خلافت خلیفہ اول کی بلا دلیل قائم ہوگی اگرچہ مصلحت وقت کے سبب سے شر و فساد پیدا نہ

فصل۔ فی توضیح کیفیۃ انعقاد

خلافۃ الخلفاء الثلاثۃ اذا تعسر اجماع الکل بل الاکثر و انعقدت خلافۃ ابی بکر بالاجماع دون النص ترکوا شرط الکل والاکثر واکتفوا باجماع رجلین ورجل کما فی شرح المواقف اذا ثبت حصول

(بقیہ حاشیہ) اس حدیث پر قمر الاقمار میں حاشیہ پر لکھا ہے وارد ہ الاصولیون ومنھم ابن الملک یعنی اس حدیث کو ابن الملک وغیرہ اصولیوں نے بھی اپنی کتب میں لکھا ہے ۱۲ مترجم۔ ہ؎ خلاصہ یہ کہ اولاً اجماع کا دلیل ہونا ثابت نہیں بلکہ اس میں کلام ہے اور بفرض تسلیم حسب مفاد عبارات سابقہ اتفاق کل افراد کا ضروری ہے اور خلافت حضرات ثلاثہ میں ظاہر ہے کہ کل افراد کا اتفاق نہیں ہوا جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا بلکہ خلافت خلفاء اربعہ میں ایسا اجماع نہیں ہوا اور اس دلیل کے اعتبار سے سب خلافتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ اور سب کا اتفاق نہیں تو اہل مدینہ سب کا اتفاق نہیں تو اہل مدینہ سب کا اتفاق ہو جاتا اور سب افراد کا نہیں تو سب اہل حل وعقد کا اتفاق ہو جاتا۔ مگر کسی طرح نہیں ہوا جیسا کہ عنقریب لکھا جائیگا اور باوجود مطلق اہل حل وعقد کی مخالفت کے عترت نبی ص کی مخالفت ثابت ہے جن کی طہارت و فضیلت مسلم ہے۔ اور حالانکہ بحدیث

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الامامۃ بالاختیار والبیعۃ فاعلم ان ذلک الحصول لا یفتقر الی الاجماع من اهل الحل والعقد اذ لم یقم علیه (ای علی هذا الافتقاد) دلیل من العقل والسمع بل الواحد والاثنان من اهل الحل والعقد کاف فی ثبوت الامامۃ ووجوب الاتباع للامام علی اهل الاسلام وذلک لعلمنا ان الصحابۃ مع صلابتهم فی الدین اکتفوا فی عقد الامامۃ بذلک کعقد عمرؓ لابی بکرؓ وعقد عبد الرحمن بن عوف لعثمان ولم یشترطوا فی عقدها

ہوا۔ اور امن قائم ہو گیا جیسا کہ امیر عمرؓ صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ بیعت ابی بکرؓ صاحب کی بلا سوچے سمجھے قائم ہو گئی۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا کہ فساد پیدا نہ ہوا۔

فصل۔ توضیح کیفیت انعقاد خلافت خلفائے ثلاثہ میں۔ جب اجماع کل بلکہ اکثر افراد کا بھی مشکل نظر آیا اور خلافت حضرت ابی بکرؓ کی بغیر نص کے منعقد ہو گئی تو اہل سنت نے شرط کل یا اکثر کو چھوڑ دیا۔ اور (چونکہ اس خلافت کو بہر وجہ صحیح قرار دینا تھا) ایک دو آدمیوں کے اجماع کر لینے پر ہی اکتفا کر لی۔ جیسا کہ شرح مواقف ص ۷۲۳ میں ہے جب حصول امامت کا اختیار اور بیعت سے ہوا تو حصول امامت اجماع اہل حل وعقد کا محتاج نہیں کیونکہ اس کی احتیاج کی عقل و سمع سے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ (جس طرح خلافت ان کے خلفا کی قائم ہوتی رہی ہے اسی طرح اپنے قانون کو موم کا ناک بنا کر پھیر لیتے رہے ہیں جیسا کہ کہا) بلکہ ایک دو آدمی اہل حل وعقد سے ثبوت امامت کے واسطے کافی ہیں اور اس امام کی سب اہل اسلام پر اس سے اتباع واجب ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ صحابہ نے باوجود ان کے دین میں مضبوط ہونے کے عقد امامت میں انہی ایک دو پر اکتفا کر لی ہے۔ جیسا کہ ایک امیر عمرؓ نے حضرت ابی بکرؓ صاحب

(بقیہ حاشیہ) ثقلین انہی کی اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ سابقاً ثابت ہو چکا ہے پس ثابت ہوا کہ اہل تسنن کی قرارداده خلافت انہی کے دلائل سے باطل ہے۔ واللہ اعلم۔ نیز اجماع ہیں ایک ہی وقت میں اتفاق کل افراد کا ہو تو معتبر ہوتا ہے۔ تدریجی یکے بعد دیگرے اجماع قائم ہونے سے اس کا امکان ہے کہ جماعت سابقہ کل یا بعض افراد اس پہلے خیال سے رجوع کر گئے ہوں اس طرح متاخرین کے اتفاق سے پہلے اجماع ناقص سے خلافت باطل قرار پائے گی یا بصورت رجوع سابقین کے بعد اتفاق متاخرین کے بھی باطل ہو گی اور یہ معلوم ہے کہ اہل حل وعقد سے جناب امیرؑ مع بنی ہاشم کلہم یا اکثر و سعد بن عبادہ وغیرہ یقیناً مدت تک اور بعض عمر بھر تک اس اجماع خلافت سے خارج رہے ۱۲ مترجم۔

؎۱ مدیر اصلاح سوانح عمر ۲ ص ۱۹ میں فتح الباری شرح بخاری پ ۲۸ سے نقل کرتے ہیں علامہ داودی یہ بھی کہتے تھے انہ لم یکن مع ابی بکرؓ حینئذ من المہاجرین الا عمرؓ و ابو عبیدہ اس وقت جماعت مہاجرین سے ابوبکرؓ کی بیعت سوائے عمرؓ و ابی عبیدہ کے کسی نے بھی نہیں کی ۱۲ مترجم۔

اجتماع من فی المدینۃ من اھل الحل والعقد فضلاً من اجماع الامۃ من علماء الامصار و مجتھدی اقطارھا ولم ینکر علیہ احد انتھی ولما قبض رسول اللہ ص واشتغل علیؓ بتجھیزہ وتکفینہ وتدفینہ واجتمع الناس فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وسمع الشیخان اجتماعھم فانطلقا یتقادوان (یکدیگر را می کشیدند) حتی اتوھم فتکلم ابوبکرؓ ھکذا اخرج احمد بروایۃ حمید بن عبد الرحمٰن وذکر خطبۃ ابی بکرؓ کذا فی ازالۃ الخفاء وفی روایۃ عمرؓ قال ابوبکرؓ الا وقد رضیت لکم احد ھذین الرجلین لی (لعمرؓ) ولابی عبیدۃ بن الجراح ثم قال (عمر) قلت یا معشر انصار یا معشر المسلمین ان اولی الناس بامر رسول اللہ ص من بعدہ ثانی اثنین و قال ابوبکرؓ لعمرؓ انت اقوی منی کذا فی ازالۃ الخفاء بروایۃ البخاری وابن ابی شیبہ فی البخاری قال ابوبکرؓ فبایعوا عمر او ابا عبیدۃ بن الجراح فقال عمر بل نبایعک انت فانت سیدنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(کی خلافت و امامت کو پختہ کر دیا۔ اور ایک عبد الرحمٰن بن عوف نے ہی امیر عثمانؓ کے واسطے امامت کا حکم جما دیا۔ الا عقد امامت میں صحابہ نے اہل حل و عقد سے ان کے اجماع کی شرط بھی نہ رکھی جو مدینہ میں موجود تھے۔ چہ جائیکہ جملہ علماء امصار (شہروں) یا مجتہدین اطراف کا اجماع امت ہوتا اور کسی نے اس پہ اعتراض نہ کیا۔ انتہی۔ (اگرچہ انکار صحابہ کا مشہور و معروف ہے جیسا کہ مذکور ہو گا۔ مگر اہل تسنن کو حب خلفا نے شاید فراموش کرا دیا ہو گا) اور جب رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور حضرت علیؑ ان کو تجہیز و تکفین و تدفین[1] میں مشغول ہوئے اور لوگ سقیفہ[2] بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ شیخین نے لوگوں کا اجتماع سنا ہر دو صاحبان ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ان مجتمعین کے پاس پہنچ گئے۔ اور ابوبکرؓ صاحب نے تقریر شروع کی۔ الخ۔ اسی طرح احمد نے بروایت حمید بن عبد الرحمٰن نقل کیا اور ابی بکرؓ صاحب کا خطبہ بھی اس نے ذکر کیا ہے۔ بعینہ یہ عبارت ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے اور روایت امیر عمرؓ میں ہے ابوبکر صاحب نے کہا خبردار تحقیق میں واسطے دو آدمیوں سے ایک پر راضی ہوں۔ امیر عمرؓ کہتے کہ ایک میرا نام لیا اور دوسرا ابی عبیدہ بن جراح کا۔ پھر امیر عمرؓ کہتے ہیں

[1] حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وفات نبی صلعم کے وقت حاضر جنازہ و دفن کفن نہ ہوئے۔ چنانچہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ میں عروہ سے مروی ہے کہا تحقیق ابوبکرؓ و عمرؓ دفن نبی ص کے وقت حاضر نہ ہوئے اور وہ دونوں انصار میں موجود رہے اور نبی ص ان کے آنے سے پہلے دفن ہو چکے۔ نیز تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ میں باسناد ابراہیم سے مروی ہے کہ جب رسول خدا ص فوت ہوئے ابوبکرؓ صاحب غائب تھے لجا (؟) بعد ثلاث یعنی تین دن کے بعد آئے۔ باقی حاشیہ صفحہ ۳۶۲ پر دیکھو۔

[2] سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کا ہونا بھی ایک دلیل ظاہری بطلان اس خلافت کی ہے کیونکہ وہ مقام عرب کے جھوٹے مشوروں

کے لیے مقرر تھا۔ اسی لیے بہتان اور جھوٹے مشورہ کو بھی سقیفہ بولا جاتا ہے۔ اور لغت میں سقیفہ کا معنے پوشیدہ مکان بھی لکھا ہے اور منتخب و غیاث و بہار عجم و لغات فیروزی میں صاف طور پر لکھا ہے کہ سقیفہ وہ محل تھا جہاں عرب کے لوگ مشورہ ہائے باطل کے لیے جمع ہوتے تھے۔ لہذا مجازاً مشورہ اور سخن بیہودہ کو سقیفہ کہتے ہیں۔ اور بعد تحریر معنی سقیفہ کے بہار عجم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہے۔ و جناب سراج المحققین مے فرمایند ایں ظاہراً اشارت است با حوال صحابہ موافق مذہب امامیہ کہ بعد فوت آنحضرت صلعم در سقیفہ بنی سعدہ نشستہ با ابوبکر بیعت کردند و برین تقدیر بمذہب سنیان سوء ادب باشد۔ یعنی ظاہراً اس لفظ سے صحابہ کے احوال کی نسبت اشارہ ملتا ہے کہ بیعت ابوبکر کا مشورہ بھی اسی قسم کا تھا مگر طرح مذہب سنیوں کی بے ادبی متصور ہوتی ہے ۱۲ مترجم ۲؎ ابوبکر کا عمرؓ و ابو عبیدہؓ کا نام پیش کرنا صرف ظاہر داری اور پالیسی کے لیے تھا تاکہ لوگ اس کو حریص سلطنت نہ سمجھیں اور آپس میں سمجھوتہ کے سبب یقین تھا کہ یہ ہر دو میرے لیے بیعت کی کوشش کریں گے اور مجھے خلیفہ مقرر کریں گے چنانچہ شاہ عبدالعزیز اپنے فتاویٰ عزیزی میں اس کا اقرار کرتے ہیں۔ دیکھو سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۳۹ ۱۲ مترجم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) تیسیر الباری ترجمہ بخاری مطبوعہ احمدی پریس لاہور پارہ ۶ کتاب الجنائز صفحہ ۴ باب موت الاثنین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا میں ابی بکرؓ صاحب کے پاس گئی۔ ابوبکرؓ نے کہا بیان کیجئے نبی صلعم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا بی بی عائشہؓ نے کہا تین کپڑوں میں پھر ابوبکرؓ کہنے لگے کس دن رسولؐ فوت ہوئے؟ عائشہ صاحبہ نے کہا پیر کے دن فوت ہوئے۔ رسول صلعم کے کفن اور روز وفات سے بھی یہ یار غار بے خبر تھے۔ ثابت ہوا کہ آپ دفن و کفن میں شریک نہ ہوئے تھے۔ اور نہ ان کو وفات رسولؐ کا دن معلوم تھا۔ اور جس نے کہا ہے کہ ابوبکرؓ صاحب نے بھی جنازہ پڑھا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ تیسرے دن آکر پڑھا ہے دیکھو کتاب جاء الحق و زہق الباطل مؤلفہ علامہ احمد یار خان صاحب بدایونی در رد فرقہ نجدیہ مطبوعہ گجرات پنجاب صفحہ ۲۷۵۔ ایضاً حوالہ بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ میں ہے (عدم حاضری جنازہ کا سبب) حضرات شیخین کے عدم حاضری جنازہ و غسل و کفن رسول خدا صلعم کی وجہ سے جب داران ثلاثہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انسداد باب فتنہ و استحکام دین کی نیت سے سقیفہ کی کاروائی میں مشغول ہوئے میں کہتا ہوں کہ احد کے دن حضرت عمر مفرور ہوئے اور حنین کے دن ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے اور استحکام و مضبوطی دین کی کوشش نہ فرمائی۔ مگر سقیفہ میں غصب حقوق اہلبیت میں بہت تدبیریں سوجھیں۔ موت نبی صلعم سے باوجود تیقن و ثبوت نقشہ ماتم حلفاً انکار کر کے تلوار گھماتے رہے کہ نبی صلعم فوت نہیں ہوئے۔ کہیں گئے ہیں۔ واپس آجائیں گے۔ آیت سے بھی انکار کیا باوجود دعویٰ حسبنا کتاب اللہ کے علم قرآن کا یہ حال کہ معانی و رموز و نکات تو کجا الفاظ ہی سب معلوم نہیں کہ قرآن میں کونسی آیت ہے، اور یا نہیں ہے۔ نسیم الریاض طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۱۳ میں ہے قال عمر واللہ لم اسمع بہا فی کتاب اللہ انک میت وانہم میتون۔ یعنی خدا کی قسم ہے میں نے قرآن میں کبھی نہیں سنا تھا کہ یہ آیت انک میت الخ بھی موجود ہے۔ اسی طرح بخاری میں ہے حضرت عمرؓ نے موت کے انکار میں چند مصلحتیں سوچی

تھیں۔ مگر کسی نے ان کا کہا نہ مانا۔ پھر سقیفہ میں خلافت کی بحث چھڑ چکی تھی فوراً ادھر دوڑے۔ ہاتھ پاؤں مار کر کام بنایا۔ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ میں ہے مات رسول اللہ ص و ابوبکر بالسنح[۵] الخ رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے اور ابوبکرؓ سنح میں تھے اور حضرت علیؑ و عباسؓ نے نماز جنازہ رسول ص پر پڑھی ہے۔ دیکھو جلد ثانی فلک النجاۃ بیان تکبیرات جنازہ وفات رسولؐ پر شیخین کی کارگذاری اور حصول خلافت کے لئے رسول خداؐ کی وفات سے حضرت عمرؓ کے انکار کی کیفیت حضرت عمرؓ وفات رسولؐ خدا سے حلفیہ انکار کر کے تلوار گھمانے اور لوگوں کو دھمکاتے تھے۔ کوئی نہ کہے رسول ص فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ قتل کر دونگا۔ وہ رب کے پاس گئے ہیں آ جائیں گے کہا جاتا ہے کہ جذبہ عشق رسول ص میں ان کی وفات سن کر حضرت عمرؓ بے ہوش ہو گئے۔ اور جنون میں موت کا انکار کر دیا۔ ہوا خواہان عمر صاحب کی یہ ایسی لچر اور بے حقیقت تاویل ہے جو بہ چند وجوہ باطل ہے۔ (۱) یہ کہ کوئی لفظ حضرت عمرؓ کے منہ سے مہمل بے معنے بے جا نہیں نکلا۔ جو نکلا کوئی راز مخفی سے خالی نہ تھا۔ (۲) سوائے انکار موت کے اور کوئی حرکت پاگلانہ اس عرصہ میں ان سے سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ جو کچھ کیا سیاسی نقطہ نگاہ سے برمحل کیا۔ اور یہی ان کا نصب العین تھا۔ (۳) اپنی بات کو حسب قاعدہ عرب حلف سے پختہ بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ تا کہ وہ تسلیم کریں اور ان کو اس میں جھوٹا نہ سمجھیں۔ (۴) دوسرا طریق لوگوں سے منوانے کا تہدید و تخویف ہوتا ہے۔ جو تلوار دکھا کر نہایت ہوشیاری سے کہنے لگے کہ رسول ص فوت نہیں ہوئے خدا کے پاس گئے ہیں۔ واپس آ جائیں گے۔ اور منافقین قائلین موت رسولؐ کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے (۵) اپنی بات منوانے کا ایک ذریعہ تمثیلات پیش کرنا بھی ہوتا ہے۔ تو یہ بھی ان کے ذہن رسا سے زائل نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال پیش کی کہا جیسے وہ آسمان پر گئے تھے ہمارے رسول ص کو بھی خدا نے اٹھا لیا ہے (حالانکہ اس وقت نعش اطہر نبی صلعم کی اپنے گھر میں موجود تھی۔ اور حضورؐ کے اقربا گریہ وزاری میں مشغول تھے مگر حضرتؓ عمرؓ کو تھوڑے عرصہ کے لئے دفع الوقتی منظور تھی) اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح واپس آ جائیں گے دیکھو ملل والنحل شہرستانی مطبوعہ بمبئی جلد ۱ صث پھر یہ مثال موزوں نہ معلوم ہوئی تو اور مثال پیش کی کہا۔ نبی ص حضرت موسیٰ کی طرح اپنے رب کے پاس گئے ہیں اور حضرت موسیٰ کے متعلق بھی کہا گیا تھا کہ فوت ہو گئے مگر جیسے وہ چالیس روز کے بعد واپس آ گئے تھے یہ بھی واپس آ جائیں گے دیکھو سیرۃ ابن ہشام و طبری وغیرہ اصل عبارات اس کتاب کی بحث تقیہ میں دیکھو (۶) ابوبکرؓ صاحب نے سمجھا کہ حضرت عمر کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوگا۔ کیونکہ جسد اطہر موقع پر موجود ہے اور باقی علامات تجہیز و تکفین اور گریہ وزاری عیاں ہیں۔ یہ بات کب تک صیغہ اخفا میں رہ سکتی ہے۔ چند منٹوں میں کذب ظاہر ہوگا اور پہلے سے زیادہ خرابی پیدا ہوگی۔ انہوں نے فرمایا اے عمرؓ تحمل کرو انبیاء سابقین بھی فوت ہو گئے اور ہمارے نبی ص کی وفات بھی قرآن میں مذکور ہے ساتھ ہی ایک دو آیات تلاوت فرمائیں اور کہا کہ لوگو نبی ص فوت ہو گئے ہیں۔ تو کیا تم کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ پچھتائے۔ اور سوچا کہ واقعی یہ تدبیر بیکار

---

[۱] الفاروق مطبوعہ توحید پریس دہلی جلد ۱ صلا میں علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ انکار موت نبی ص میں حضرت عمرؓ نے مصلحت سمجھی۔ اصل الفاظ شبلی کے ہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے مصلحۃً اس خبر کے پھیلنے کو روکا گیا ہوگا ۱۲ مترجم۔ [۵] سنح ایک مقام باہر مدینہ کے ہے۔ ۱۲

پا اور نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ کہہ دیا کہ یہ آیات گویا میں آج سن رہا ہوں۔ اس سے پیشتر ان کو یہ خیال تھا کہ نبی ص صلعم کی موت کی خبر لوگوں کے دل میں متیقن نہ ہوگی تو ان کی اس پریشان خیالی میں ہم اپنی کوئی تدبیر حصول خلافت کی سرانجام کر لیں گے ایسا نہ ہو کہ ابھی ان کی وفات رسول ص کا یقین ہو جائے اور یہ کوئی ایسی تدبیر کر لیں کہ خلافت و امامت ہمیں نہ ملے اور کسی دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے جب مجوزہ تدبیر کارگر ہوتی معلوم نہ ہوئی اور ساتھ ہی سنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار موجود ہیں اور اسی خلافت کا تذکرہ ہو رہا ہے تو دونو صاحب سقیفہ کی طرف اس شان سے روانہ ہوئے۔ کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے تھے کہ جلد پہنچیں کہیں کام بگڑ نہ جائے (اس کا ثبوت فلک انعقاد خلافت میں دیکھو) ان کو یہی خیال ہوا کہ ہم لشکر اسامہ سے اسی واسطے باز رہے اور موت رسول ص سے انکار کا پروپیگنڈہ بھی اس لئے کیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسا نہ ہو کہ ہماری عرصہ کی تدابیر پر انصار پانی پھیر دیں اور ہماری محنت رائیگان ہو جائے اور ہماری امیدیں خاک میں مل جائیں۔ (۷) انکار موت کے بعد بلا توقف اہتمام بالا سے سقیفہ کی طرف روانہ ہونے کے علاوہ حضرت عمر رض کی بیان کردہ روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راستہ میں وہ چلتے تھے۔ تو دل میں من گھڑت باتیں بناتے جاتے تھے۔ اور بناوٹی الفاظ تقریر کے دل میں سوچتے چلے جا رہے تھے۔ جب پہنچے تو ابوبکرؓ صاحب کو ان کی تندمزاجی کا علم تھا اس لیے انہیں بولنے نہیں دیا اور خود نرمی سے تقریر شروع کی اور حضرت عمر صاحب کے الفاظ مجوزہ قلبی بھی سلسلہ بیان میں ظاہر کر دیئے جس کی تصدیق حضرت عمر صاحبؓ یوں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گویا ابوبکر صاحب رض غیب پر مطلع ہو گئے تھے کہ میں نے جو الفاظ اپنے دل میں بنائے تھے وہ سب اور اس سے بہتر بیان کیے پھر فرماتے ہیں کہ میں نے انصار کو ابوبکر صاحب کی تقریر کے جواب کا موقعہ نہ دیا۔ بلکہ اختتام تقریر پر ہی جلدی سے ابوبکر رض کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس پر اور لوگوں نے بھی بیعت کرنی شروع کر دی۔ بعینہٖ انہی الفاظ کی عربیہ عبارت ملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ۱ ص ۹ میں دیکھو اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۶ میں یہ الفاظ ہیں۔ فقد کنت زورت مقالۃ اعجبتنی اردت ان اقولہا الخ (وکذا فی سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ روض الانف طبع مصر جلد ۲ ص ۳۷۳ وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ ص ۳۹۵) (پھر کہا) واللہ ما ترک من کلمۃ اعجبتنی فی تزویری الا قالہا فی بدیھتہ وافضل) اور نہایہ ابن اثیر لغت زور میں زور کے معنی جھوٹ لکھ کر اس روایت کو بھی حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے۔ اور معنی میں یہ تاویل کی ہے کہ اس کا معنی ہے۔ تقریر تیار کی اور بنائی۔ (۸) ابوبکر صاحبؓ سے بیعت کرنے کے بعد حضرت عمر نے جو لوگوں سے بحث کی یا سخت کلامی کی اور چند شریروں کو ہمراہ لے کر لوگوں کو ڈرایا اور دھمکایا حتیٰ کہ حضرت علی کے گھر جلانے کا انتظام کیا اور جبراً سکہ سلطنت جمایا۔ اس کو شبلی نعمانی صاحب الفاروق میں حضرت عمرؓ کی دانشمندی اور سیاست دانی پر محمول فرماتے ہیں۔ ان کارروائیوں کے بعد کون عقلمند ہے جو حضرت عمر رض کو رسول صلعم کی وفات پر بے ہوش و مجنون اور از خود رفتہ خیال کر سکتا ہے اور ان سب باتوں کو ایک مجنون کی پاگلانہ حرکات سمجھتا ہے ہرگز نہیں یا یہ کہو کہ چند منٹوں کے لئے وہ مجنون تھے اور نام خلافت کا تذکرہ سننے کی دیر تھی کہ فوراً ہوش میں آ گئے۔ اور ایک مدبر سیاست دان کی چالیں استعمال کر کے سلطنت لے گئے گویا ان کے ہوش میں لانے کا یہی علاج تھا یا یہی ان کا نصب العین تھا چنانچہ

مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ صـ۶۱ میں اس کا یوں اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بڑے سیاسی اور پولیٹیکل سردار تھے انہوں نے پہلے اس خیال سے کہ کہیں اسلام کے مخالفین ایک دم کوئی فساد نہ کر بیٹھیں آنحضرت ص کی وفات کو چھپالیا اور فرمایا کہ آپ زندہ ہیں اور عنقریب اٹھ کر منافقین کی گردنیں اڑائیں گے جب ایک گونہ اطمینان ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اصل حال لوگوں پر کھول دیا اور آنحضرتؐ کی وفات ظاہر کردی انتہٰی۔ اور مدیر اصلاح سوانح عمر جلد ۲ صـ۱۲۸ میں، الفاروق صـ۶۵ سے علامہ شبلی کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں اس لئے مصلحتاً حضرت عمر نے اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہوگا لیکن مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے اس معیار سے مطابق نہیں ہوسکتیں۔ انتہٰی ۱۲ مترجم۔

فاخذ عمر بیدہ فبایعہ وبایعہ الناس۔ وفی الفتح وفی روایۃ ابن عباس عن عمر فکثر اللغط وارتفعت الاصوات حتی خشینا الاختلاف فقلت ابسط یدک یا ابا بکر فبسط یدہ فبایعتہ وفی تاریخ الخلفاء وبرایہ رای عمرؓ فی ابی بکرؓ کان اول من بایعہ۔ وفی الصواعق اخرج النسائی وابو یعلیٰ والحاکم وصححہ عن ابن مسعود قال لما قبض رسول اللہ ص قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فاتاھم عمرؓ ابن الخطاب الخ وفیہ ان الانصار کرھوا بیعۃ ابی بکر وقالوا منا امیر ومنکم امیر فدفعھم ابو بکرؓ بخبر الائمۃ من قریش[1] ولا یقدح فی حکایۃ الاجماع تاخر علیؑ والزبیر والعباس وطلحۃ مدۃ الخ ملخصاً۔ وفیہ ان علیاً

دریں کہکر امیر عمر صاحبؓ نے ابوبکر صاحبؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی پھر دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کرنی شروع کردی۔ فتح الباری شرح بخاری میں بروایت ابن عباس امیر عمرؓ سے اس طرح وارد ہوا ہے کہ وہاں شور و غوغا بہت ہوگیا اور آوازیں بلند ہوئیں حتی کہ ہم اختلاف پیدا ہونے سے ڈر گئے اور میں نے ابی بکرؓ سے کہا کہ یا ابابکرؓ! آپ ہاتھ بڑھائیے۔ ابوبکر صاحبؓ نے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور میں نے اس سے بیعت کرلی۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۲ میں ہے صرف اپنی ہی فکر سے امیر عمرؓ نے ابی بکرؓ کی بیعت کرلینے میں سبقت کی یعنے کسی سے مشورہ نہ لیا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۶ میں نسائی و ابو یعلیٰ و حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح بھی کہا کہ ابن مسعود کہتا ہے۔ جب رسول اللہ صلعم فوت ہوئے تو انصار نے کہا ایک ہماری قوم سے امیر ہونا چاہیئے اور ایک تم میں سے بھی ہوجائے تو ان کے پاس عمر خطابؓ آئے الخ اور اسی کے صـ۸ میں ہے کہ بتحقیق انصار نے بیعت ابی بکرؓ سے کراہت کی اور کہنے لگے۔ ایک ہم میں سے اور ایک تم میں سے امیر ہونا چاہیئے تو ان کو ابوبکرؓ نے اس حدیث سے جواب دیا کہ امام قریش سے ہونا چاہیئے۔ اور حکایت

[1] ھکذا فی شرح المواقف صـ۷۳۳ ۱۲ مترجم [2] کذا فی عقد الفرید لابن عبد ربہ جلد ۳ صـ۶۳ طبع مصر کہ علیؑ و عباسؓ و زبیر و سعد بن عبادہ متخلفین سے تھے ۱۲ مترجم۔

والزبیر ومن معہما تخلفوا فی بیت فاطمۃ ع وتخلفت[1] الانصار عنا باجمعہا فی سقیفۃ بنی ساعدۃ. وفی البخاری واجتمعت الانصار الیٰ سعد[2] بن عبادۃ فی سقیفۃ بنی ساعدۃ فقالوا منا امیر ومنکم امیر. فی الامامۃ والسیاسۃ فلما قبض رسول اللہ م قال العباس لعلی ابن ابی طالب لبسط یدک ابایعک فیقال عم رسول اللہ م بایع ابن عم رسول اللہ م ویبایعک اھل بیتک فان ھذا الامر اذا کان لم یقل (من الاقالۃ لا من القول) فقال لہ علی ومن یطلب ھذا الامر غیرنا. وفیہ وان بنی ھاشم اجتمعت عند بیعۃ الانصار

اجماع میں علیؑ اور زبیر و عباس و طلحہ کا مدت تک بیعت نہ کرنا کوئی ضرر نہیں دیتا۔ انتہیٰ ملخصًا۔ اور اسی کے صفحہ ۶ میں ہے تحقیق حضرت علیؑ اور زبیر اور ان کے ساتھی ابی بکرؓ کی بیعت سے ہٹ کر جناب فاطمہؑ زہرا کے گھر میں بیٹھ گئے اور انصار بھی سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور بیعت نہ کی. اور بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۸۰ میں ہے کہ انصار سعد بن عبادہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور کہنے لگے ایک ہمارے گروہ سے اور ایک تمہارے گروہ سے امیر ہونا چاہیئے۔ اور امامت والسیاست مطبوعہ مصر صفحہ ۴ میں ہے جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی حضرت عباس نے حضرت علیؑ سے عرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ سے بیعت کر لوں اور لوگ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے چچا زاد بھائی رسول م سے بیعت کر لی ہے اور آپ کے اہل بیت بھی آپ سے بیعت کر لیں کیونکہ ایسا امر مہلت کے قابل نہیں ہوتا. لہٰذا مہلت نہ کرنی چاہیئے تو جناب علی م نے حضرت عباس سے فرمایا (جلدی کی کیا ضرورت ہے) کیونکہ ہمارے سوا اس کا کون مستحق ہے اور کون لے سکتا ہے اور کون خواہش کرے گا. اور اسی کے صفحہ ۱۱ میں ہے کہ تحقیق بنی ہاشم بیعت انصار کے وقت

---

[1] تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ و تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں اسی طرح ہے اور نیز لکھا قالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا. یعنی انصار نے کہا ہم تو حضرت علی م کے بغیر کسی کی بیعت نہیں کرتے۔ انتہیٰ. غور فرمایئے کہ اجماع اور کل مسلمانوں کی رضامندی حضرت ابی بکرؓ کے لئے اسی کا نام ہے! ۱۲ مترجم

[2] فی سیرۃ ابن ہشام علیٰ ہامش روض الانف طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۷۴ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ و طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۸ قال عمر و نزونا علی سعد بن عبادۃ فقال قائل منہم قتلتم سعد بن عبادۃ قال فقلت قتل اللہ سعد بن عبادۃ یعنی عمر نے کہا اللہ اس کو قتل کرے تو اچھا ہے یا اس کا معنے اللہ اس کو لعنت کرے. چنانچہ کتب لغت میں ہے اور طبری میں ہے سعد کو قتل کرو خدا اس کو قتل کرے اور عمر سعد کے سر پر کھڑا ہو گیا کہا کہ ارادہ کرتا ہوں تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں. سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا اگر تو میرا ایک بال بھی اکھاڑے گا تو تیرے سارے دانت منہ سے نکال دوں گا...... الخ عینی شرح بخاری طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۳۶۶ میں ہے سعد بن عبادہؓ بدری ابوبکرؓ و عمرؓ کے تابع نہ ہوا شام کی طرف مقام حوران میں قیام پذیر ہوا اور وہاں

۱۵ھ میں مردہ پایا گیا یعنی قاتل معلوم نہ ہوا انتہی۔ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ کی خفیہ تدبیر سے قتل ہوئے۔ حوالہ بخاری میں یہ بھی ہے فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ فقال عمر قتلہ اللہ۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ قال عمر فقلت قتل اللہ سعد بن عبادۃ۔ وکذا فی کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۹ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ و سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۳۹ میں ہے اقتلوا سعد اقتلہ اللہ حضرت عمر کا فتویٰ قتل ایک اصحابی انصاری بدری کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ اس نے فقط ووٹ ان کی مرضی کے مطابق نہیں دیا اور کوئی وجہ نہ تھی۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ میں بھی اسی طرح ہے بلکہ عمر نے سعد کے حق میں کہا یہ منافق ہے بحوالہ سہیل نمبر ۹ جلد ۶ ص ۹ منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ میں سعد بن عبادہ کے ساتھ حباب بن منذر صحابی کا بیعت ابی بکرؓ سے منکر ہونا بھی لکھا ہے اور سعد کے حق میں لکھا ہے ھو من اھل الجنۃ السابقین الاولین من الانصار۔ جب سعد باوجود انکار خلافت حضرت ابی بکرؓ و عمرؓ کے بہشتی ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ شیعہ خلافت شیخین کے انکار سے مستحق فتویٰ کفر سمجھے جانے ہیں بعض ضدی ملاؤں کے نزدیک۔[۲]

الی علیؓ ابن ابی طالب ومعھم الزبیر ابن العوام وتخلف سعد بن عبادۃ فکان سعد لا یصلی بصلاتھم ولا یجمع بجمعتھم ولا یفیض بافاضتھم ولو یجد علیھم اعوانا لصال بھم ولو یبایعہ احد علی قتالھم لقاتلھم فلم یزل کذلک حتی توفی ابوبکرؓ وولی عمرؓ ابن الخطاب فخرج الی الشام فمات بھا ولم یبایع لاحد رحمہ اللہ تعالیٰ وحکی ابن عبد البر فی الاستیعاب ان سعداً ابی ان یبایع ابابکرؓ حتی لقی اللہ ھکذا فی الصواعق وفی حیوۃ الحیوان ومما اشتھر ان سعد بن عبادۃ لما بایعہ الناس ای بایعوا ابابکر سار الی الشام فنزل حوران واقام بھا حتی مات فی سنۃ خمس

علی بن ابی طالب کے پاس جمع ہو گئے اور زبیر بن عوام بھی ان کے ساتھ تھا۔ اور سعد بن عبادہ بھی بیعت ابی بکر سے ہٹ رہا۔ اور سعد ان لوگوں کے ساتھ جو بیعت کرنے کرانے والے تھے۔ نہ نماز پڑھتے اور نہ جمعہ ان کے ساتھ پڑھتے تھے اور نہ وہ ان کی نقل و حرکت میں اتفاق کرتے۔ اور اگر ان پر کوئی اپنا مددگار پاتے تو ضرور حملہ کر دیتے۔ اگر کوئی اس سے ان کے ساتھ جنگ پر بیعت کرتا تو ضرور سعد ان سے جنگ بھی کرتے۔ پس سعد فوت ہونے تک مخالفت کی حالت پر رہے۔ اور جب ابوبکرؓ صاحب فوت ہوئے اور امیر عمرؓ والی ہوئے تو حضرت سعد شام کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی فوت ہوئے اور کسی سے بیعت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ اور ابن عبد البر نے استیعاب میں بیان کیا ہے کہ تحقیق حضرت سعد نے بیعت ابی بکر سے انکار کیا حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔ اسی

[۲] تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۹۹ میں امیر عمر صاحبؓ سے مروی ہے کہا جب لوگوں نے ابی بکر کی بیعت کر لی تو حضرت علیؑ و زبیر نے ابی بکر کی بیعت سے انکار و تخلف کیا اور زبیر نے تلوار کھینچ کر کہا کہ میں تلوار کو تب تک میان میں نہ رکھوں گا جب تک کہ لوگ حضرت علیؑ کی بیعت نہ کر لیں جب

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

عشرۃ (ثم قال) ووقع فی صحیح مسلم ان
سعدا شهد بدرا۔ فی تقریب التهذیب سعد
بن عبادۃ بن دلیم بن حارثۃ الانصاری الخزرجی
احد النقباء وسید الخزرج واحد الاجواد
وفی شرح الفقہ الاکبر لعلی القاری ثم
الانصار کلهم بایعوا ابابکر الا سعد بن
عبادۃ۔ فی الامامۃ والسیاسۃ والتاریخ
الکامل ثم بعث الیه (ای الی سعد) ابوبکر
ان اقبل فبایع فقد بایع الناس وبایع
الناس وبایع قومك فقال اما واللہ حتیٰ
ارمیکم بکل سهم فی کنانتی من نبل و
اخضب منکم سنانی ورمحی واضربکم
بسیفی ما ملکته یدی واقاتلکم بمن معی من
اهلی وعشیرتی (الی ان قال) قال عمر
لا تدعه حتیٰ یبایع فقال لهم قیس بن

طرح صواعق محرقہ صفحہ ۷ میں ہے۔ اور حیوٰۃ الحیوٰۃ
جلد ا صفحہ ۱۸۸ میں ہے کہ یہ بات مشہور اور غیر مخفی ہے
کہ سعد بن عبادہ لوگوں کے ابی بکرؓ سے بیعت کر لینے
کے وقت شام کی طرف چلا گیا۔ اور (ملک) شام کے
حوران شہر میں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ وہاں
ہی ۱۵ھ میں فوت ہوا۔ (پھر کہا) اور صحیح مسلم میں
ہے کہ سعد جنگ بدر میں حاضر تھا۔ تقریب التہذیب
میں ہے۔ کہ سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ انصاری
خزرجی ایک نقیب اور سردار قبیلہ خزرج کا اور سخیوں
میں سے تھا (کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۲
ص۳۶) اور شرح فقہ اکبر مؤلفہ علی قاری صفحہ ۷۵ میں ہے
پھر سوائے سعد بن عبادہ کے کل انصار نے ابی بکر
سے بیعت کر لی (وکذا فی الاصابہ جلد ۲ ص۳۰ والاستیعاب
علی الاصابہ جلد ۲ ص۳۶) اور امامت والسیاست اور
تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ اور سیرۃ حلبیہ جلد ۳
ص۳۹۷) میں ہے پھر ابوبکر نے سعد کی طرف کسی کو بھیجا کہ ہمارے پاس آکر بیعت کر جیسا کہ دوسرے لوگوں
نے بیعت کی ہے۔ بلکہ تیری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم میں بیعت نہ کروں گا جبتک
تم پر اپنے تیر اماں کے سب تیر نہ چلالوں اور اپنی تلواروں اور نیزوں کو تمہارے خون سے نہ رنگ لوں۔ اور تم
کو اپنی تلوار سے ماروں گا جبتک کہ میرے ہاتھ میں رہی۔ اور میں اپنے اہل اور قبیلہ کی معیت سے تمہارے ساتھ

(بقیہ حاشیہ) یہ خبر ابوبکرؓ و عمرؓ کو پہنچی امیر عمرؓ نے کہا کہ زبیر کی تلوار پکڑ کر پتھر پہ مار دو۔ پھر امیر عمرؓ صاحب حضرت علیؑ اور زبیر کی طرف
سختی سے گیا اور کہا تم دونوں خوشی یا بیزاری (خوشی سے) بیعت کر لو ورنہ تم کو ایسی حالت میں بیعت کرنی پڑے گی کہ تم مجبور ہو گے اگر چہ
ناپسند کرو تاہم بیعت کر لو گے۔ انتہیٰ۔ افسوس کہ ایسے اہل حل وعقد کی مخالفت کو قادح و مخالف و مضر اجماع خلافت نہیں
سمجھا گیا۔ یعنی علیؑ و زبیر و بنی ہاشم و انصار کی مخالفت کو۔ پھر تعجب اس پر ہے کہ قتل عثمانؓ کو جو باجماع مومنین مہاجرین و انصار
اہل مدینہ و مصر یین وغیرہم کے واقع ہوا اس کو کیوں جرم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ صرف مروان وغیرہ دو تین آدمی عثمانؓ کے مددگار
اس اجماع سے خارج تھے ۱۲ مترجم۔ ؎ کہا فی تاریخ ابن جریر جلد ۳ ص۲۰۳ ۱۲ مترجم۔ ؎ غور کا مقام ہے کہ خلافت اولیٰ کو اجماع کی
دلیل سے صحیح کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار جس کو منتخب کر لیں اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہوتی ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سعد انه قد ابی والح ولیس یبایعك حتی یقتل ولیس بمقتول حتی یقتل معه ولده واهلبیته وعشیرته ولن تقتلوهم حتی تقتل الخزرج ولن تقتل الخزرج حتی تقتل الاوس فلا تفسدوا علی انفسکم امرا قد استقام لکم فاترکوه ۔ الخ. وفی کنز العمال بمعناه وزاد فقبل ابوبکر نصیحة بشیر ابن سعد. فی الامامة والسیاسة واما علی ع والعباس بن عبد المطلب ومن معهما من بنی هاشم فانصرفوا الی رحالهم و معهم الزبیر بن العوام فذهب الیهم عمر فی عصابته فیهم اسید بن حضیر وسلمة بن اشیم فقالوا انطلقوا فبایعوا ابابکر فابوا فخرج الزبیر رض بن العوام بالسیف فقال عمر علیکم بالرجل فخذوه فوثب علیه سلمة بن اشیم فاخذ السیف من یده فضرب به الجدار وانطلقوا به فبایع الخ (ثم قال) ثم ان علیا اتی به الی

جنگ کروں گا۔ (تا کہ کہا) امیر عمر نے کہا یا ابا بکر اس کو ہرگز نہ چھوڑو جب تک تم سے بیعت نہ کرے۔ یہ سن کر قیس بن سعد نے کہا کہ تحقیق اس نے یعنے سعد نے انکار کیا ہے اور سخت انکار کیا وہ بالکل بیعت نہ کرے گا اگرچہ مقتول ہو جائے اور مقتول نہیں ہو سکتا جب تک اس کے بیٹے اور اہل بیت و قبیلہ اس کا بھی ہمراہ اس کے مقتول نہ ہوں اور ان سب کو تم قتل نہیں کر سکتے جب تک قبیلہ خزرج مقتول نہ ہو اور خزرج مقتول نہیں ہو سکتا جبتک اوس کا قبیلہ بھی مقتول نہ ہو۔ تو اپنے بنے ہوئے کام کو خراب نہ کرو اور اس سے درگزر کرو۔ الخ۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ میں یہی مضمون نصیحت کا بشیر بن سعد سے مروی ہے۔ اور زیادہ کیا کہ ابوبکر نے بشیر بن سعد کی نصیحت کو قبول کر لیا۔ امامت والسیاست ص۱۲ میں ہے، لیکن علیؑ و عباسؓ بن عبد المطلب اور جو ان کے ہمراہ بنی ہاشم سے تھے اپنے مسکن کی طرف لوٹ گئے اور زبیر بن عوام بھی ان کے ہمراہ تھا ان کی طرف امیر عمرؓ ایک جماعت کو ہمراہ لے کر گیا جن میں اسید بن حضیر و سلمہ بن اشیم

(بقیہ حاشیہ) پس دیکھئے کہ انصار نے بیعت ابی بکر رض کو مکروہ سمجھا اور خصوصاً سعد بن عبادہ انصاری کی باقی فضیلت کے علاوہ بقول اہل سنت وہ بدری بہشتی بھی تھا اس نے آخر دم تک بیعت ابی بکر رض و عمر رض کی اختیار نہ کی اور جنگ کے لئے تیار رہا مگر امداد نہ ملی تو یا اس کو بحدیث من مات ولم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیة موت جاہلیت پر کہیں یا خلافت کو صحیح نہ مانیں۔ اور اس کے بیٹے بشیر و قیس کی مستعدی جنگ بھی پیش نظر رہے۔ اور طلحہ و زبیر فرد عشرہ مبشرہ اہل جماعت کے علاوہ بنی ہاشم بھی خلافت اولی پر معترض تھے تو اس کا نام مشورہ یا اجماع کس طرح ہو سکتا ہے۔ پھر ایک جتھا جوانوں کا ہمراہ لے کر امیر عمر رض پکڑ پکڑ کر بیعت کراتا پھرا کیا اسی کو رضامندی مومنین کہتے ہیں۔ کہ کسی کو قتل کی دھمکی کسی کو گھر جلانے کی دھمکی کسی کو گھر جلانے کی دھمکی دی کیا کوئی ذی عقل اس طرح کے انتخاب و اجماع سے خلافت کا صحیح ہونا قبول کریگا؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ کامل میں یہ بھی لکھا ہے کہ سعد نے کہا اگر جن اور آدمی سب تمہارے ساتھ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابی بکرؓ وھو یقول انا عبد اللہ اخو رسول اللہ فقیل لہ بایع ابا بکرؓ فقال انا احق بھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولی بالبیعۃ لی اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبی ص وتاخذونہ منا اھل البیت غصبا الستم زعمتم للانصار انکم اولی بھذا الامر منھم لما کان محمد ص منکم فاعطوکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ فاذا احتج علیکم بمثل ما احتججتم

بھی تھے اور انہوں نے متخلفین سے کہا اب چل کر ابی بکر سے بیعت کر لو مگر سب متخلفین موجودین نے انکار کیا۔ اور زبیر بن عوام تلوار لے کر نکلا تو امیر عمرؓ نے کہا اس آدمی کو پکڑو پکڑو چنانچہ سلمہ بن اشیم نے حملہ کر کے زبیر کے ہاتھ سے تلوار لے کر دیوار پر ماری اور زبیر کو پکڑ کر لے گئے اور اس سے بیعت کرالی۔ الخ (پھر کہا ہے) پھر تحقیق حضرت علیؑ ابی بکر کی طرف لائے گئے حالانکہ حضرت علیؑ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ ہوں اور رسولؐ کا بھائی۔ جب ان کے لئے کہا گیا کہ ابی بکرؓ کی بیعت کرو تو حضرت علیؑ نے فرمایا اس کام کے لئے میں تم سے بہت زیادہ مستحق ہوں۔ اور تم لوگوں کو بہت مناسب ہے کہ میرے ساتھ بیعت کرو۔ تم نے اس امر خلافت کو انصار سے اس طرح لیا کہ تم نے ان پر قرابت نبوی کی حجت قائم کی ہے اور ہم اہلبیت سے تم غصب کر کے لے رہے ہو۔ کیا تم نے انصار کے لئے یہی گمان نہیں کیا کہ تم انصار سے خلافت میں اس طرح فوق رکھتے ہو کہ محمد صلعم تم میں سے ہیں تو انہوں نے تمہارے ہاتھ لگام دے کر امامت کو تمہارے سپرد کر دیا پس اس وقت میں وہی حجت تم پر قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر قائم کی ہے۔

علی الانصار نحن اولی برسول اللہ ص حیا ومیتا فانصفونا ان کنتم تؤمنون والا فبوءوا بالظلم وانتم تعلمون فقال لہ عمر انک لست متروکا حتی تبایع فقال لہ علی ع احلب حلبا لک شطرہ وشد لہ الیوم

(یعنی قرابت وغیرہ کی) اس طرح کہ ہم زندگی اور موت میں رسول اللہ صلعم کے اقرب ہیں۔ اگر تمہارا مومن ہونے کا سچا دعوے ہے تو تم کو ہمارے لئے انصاف کرنا چاہیئے ورنہ یاد رکھو کہ تم عمداً ظلم کر رہے ہو۔ پس امیر عمر نے علی علیہ السلام سے کہا تحقیق تجھ کو نہیں چھوڑا

(بقیہ حاشیہ ا) ہو جائیں تب بھی میں مرتے دم تک تمہاری بیعت نہ کروں گا۔ ۱۲ مترجم۔ لہ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ مصر میں باسناد خود ابن عباس سے ہے کہ عمر نے کہا تحقیق علیؑ و زبیر اور جو ان کے ہمراہ تھے فاطمہؑ کے گھر میں بیعت سے کنارہ کر بیٹھے اور انصار باسرہا یعنے تمام انصار بیعت سے ہٹ رہے تو ہم نے اس طرح کیا (یعنے ابوبکر کو خلیفہ بنا ہی دیا) الخ ۱۲ مترجم۔

۲ه بالکل صحیح فرمایا کیونکہ مطابق فقرہ مشہورہ (من ترا حاجی بگویم تو مرا زاہد بگو) کے ابوبکر عمر کو پسند کرتے رہے کہ نہیں جی آپ کو بنانا چاہیئے کیونکہ آپ قوی ہیں۔ اور امیر عمر صاحب حضرت ابوبکر کو پسند کرتے رہے کہ نہیں جی آپ صاحب غار ہیں آپ کے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے۔ اور محض اپنی فکر سے بیعت کر کرا لی مگر اصل ان کا معاہدہ یہی تھا کہ حتی الوسع خلافت اولی میں امیر عمر کے مشورہ کے بغیر کوئی حکم صادر نہ ہو اور بعد وفات ابی بکرؓ کے امیر عمرؓ کو خلافت ملنی چاہیئے۔ چنانچہ اسی طرح عمل رہا کہ ابی بکر صاحبؓ باقی حاشیہ اگلے

صفحہ پر

يردده عليك غدا ثم قال والله يا عمر لا اقبل قولك ولا ابايعه فقال له ابو بكرؓ فان لم تبايع فلا اكرهك (ثم قال) علي في جواب ابي عبيدة ابن الجراح) فقال عليؑ يا معشر المهاجرين لا تخرجوا سلطان محمد في العرب من داره وقعر بيته الى داركم وتعود بيوتكم وتدفعون اهله عن مقامه في الناس وحقه، فوالله يا معشر المهاجرين لنحن احق الناس به لانا اهل البيت ونحن احق بهذا الامر منكم ما كان فينا القارى لكتاب الله الفقيه في دين الله العالم بسنن رسول الله المتطلع لامر الرعية الدافع عنهم الامور السيئة القاسم بينهم بالسوية والله انه لفينا فلا تتبعوا الهوى فتضلوا عن سبيل الله فتزدادوا من الحق بعدا وقال بشير بن سعد الانصاري لو كان هذا الكلام سمعته الانصار منك يا عليؑ قبل بيعتها لابي بكر ما اختلفت عليك (ثم قال) يقول عليؑ افكنت ادع رسول اللهؐ في اهلبيته لم ادفنه واخرج انازعؓ الناس

جائیگا۔ جب تک کہ تو بیعت نہ کرے گا۔ علیؑ نے فرمایا دودھ لے خوب دود ھنا کہ تیرا بھی اس میں حصہ ہے (یعنے خلافت میں تو اس کا شریک ہے) اور اس کے لئے اس کام کو خوب مضبوط کر کیونکہ پھر کل تیری طرف پھیر دے گا۔ پھر فرمایا قسم ہے اللہ کی میں تیرا قول قبول نہیں کرتا اور نہ اس کی بیعت کرتا ہوں ابوبکر نے کہا اچھا تمہارے بیعت نہ کرنے پر ہم تمہیں مجبور نہیں[1] کرتے۔ پھر ابی عبیدہ بن جراح کے جواب میں علیؑ نے فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین سلطنت محمد صلعم کی جو عرب میں ہے اس کو آنحضرتؐ کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں کی طرف نہ لے جاؤ۔ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا جو مرتبہ لوگوں میں ہونا چاہیئے اس کو تم مقام حق سے ہٹا رہے ہو۔ اے گروہ مہاجرین اللہ کی قسم ضرور ہم سب لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کیونکہ ہم اہل بیت نبی ہیں اور ہم ہی تمہاری نسبت اس امر کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ جو قاری کتاب اللہ اور فقیہ دین اللہ اور عالم سنت رسول اللہؐ اور خبردار امر رعیت کے اور ان سے برائی دفع کرنے والے اور ان میں برابر تقسیم کرنے والے۔ خدا کی قسم تحقیق یہ سب صفات ہم اہل بیت میں ہیں پس اپنی

(بقیہ حاشیہ) سوائے کسی خاص موقعہ کے جہاں مصلحت سمجھا کر خاموش کرا دیا ہو۔ امیر عمر کے زیر اثر رہے اور بعد میں امیر عمر کو خلیفہ بھی بنا گئے۔ زیر اثر ہونے کا قصہ آگے آئیگا۔ جو اراضی بارانی کاشت کے لئے ابوبکرؓ صاحب بلا اجازت امیر عمر صاحبؓ کے حکم دے بیٹھے تو زجر ابوبکر صاحب کو امیر عمر سے ملی ہے وہ حاکم محکوم کی طرز سے ہے اور خلافت عمر کو دیدینا بھی لوگوں کو پہلے سے معلوم تھا جیسا کہ آئے گا کہ ایک قوم نے ابا بکرؓ سے کہا ہم تجھ سے نہیں ڈرتے بلکہ اس سے ڈر رہے ہیں جو تمہارے بعد آنیوالا ہے ۱۲ مترجم

[1] سختی کے بعد نرمی کر دی کہ کسی طرح کام سدھر جائے ۱۲ مترجم۔ [2] جناب علیؑ خلافت ثلاثہ کو غصبی تصور فرماتے تھے جس پر مختلف کلمات امیر المومنینؑ کے

باقی اگلے صفحہ پر

سلطانہ. وکذا ذکرہ الاعثم الکوفی.　　ہوا و حرص کی متابعت نہ کرو ورنہ خدا کے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے دوری میں بڑھ جاؤ گے اس پر بشیر بن سعد انصاری نے کہا۔ یا علیؑ اگر انصار یہ کلام آپ سے پہلے سنتے تو کبھی اور کسی طرف نہ جاتے۔ تیری ہی بیعت کر لیتے اور کوئی اختلاف نہ کرتے (پھر اس گفتگو کے بعد بشیر نے کہا کہ تو کیوں بیٹھ رہا۔ اور پہلے یہ باتیں نہ سنائیں علیؑ نے فرمایا) کیا تو چاہتا ہے کہ میں رسول صلعم کو گھر میں بے گور و کفن چھوڑ آتا اور لوگوں کے ساتھ سلطنت کے جھگڑے کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ نیز اسی طرح تاریخ اعثم کوفی صـ۴ میں مذکور ہے

(بقیہ حاشیہ) مندرجہ کیفیت انعقاد خلافت ثلاثہ پر اظہر من الشمس دلالت کرتے ہیں دیکھو صـ۲۲۰ تا نحن ورثہ منا اھل البیت غصبا۔ مگر ایک کلمہ علاوہ ان کے اور باقی ہے جس کو ناظرین کے پیش کرتا ہوں۔ صحیح مسلم جلد ۲ صـ۹۱ میں قول جناب علیؑ کا مروی ہے جو ابو بکر رضہ کو مخاطب کر کے فرمایا ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ صلعم و بخاری جلد ۳ صـ۳۵۔ یعنے تم نے اپنی رائے سے بلا رضا مندی ہم اہل بیت رسولؐ کے خلافت پر تسلط کر لیا بحالیکہ ہم بوجہ قرابت رسول اللہ صلعم کے اپنا حق جانتے تھے۔ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۳ صـ۲۰۲ میں ہے کہ علیؑ نے ابی بکر سے کہا کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددت بہ علینا ثم ذکر قرابتہ من رسول اللہ صلعم وحقہم فلم یزل علیؑ یقول ذلک حتی بکی ابو بکر رضہ الخ یعنے ہم اس کام میں اپنا حق سمجھتے تھے اور تم نے ہمارا کام پریشان کر کے ہمارے حقوق پر غلبہ کر لیا پھر قرابت رسول خدا صلعم کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ابو بکر رضہ صاحب رونے لگے الخ باقی کتب میں یہ لفظ مختلف حیثیت میں وارد ہوا ہے لیکن کتب حدیث سے صحیح تر کتاب اور کتب تواریخ سے بھی صحیح تر کے حوالہ پر اکتفا کر کے ہم اس کے معنی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ منتہی الارب اور صراح میں ہے بدد تبدید اپریشان کردن آں را تبدد پریشان گردید۔ استبد بہ بخودی خود باں کار ایستاد۔ متفرد شد باں ومنہ استبد برایہ ضل وفی حدیث علی کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددتم علینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو خود رائے ہو کر کسی کام کو متفرد کرے اس کو محاورہ عرب میں ضَلَّ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یعنی گمراہ ہوا اور یہ محض استبد برایہ اپنے فکر سے متفرد ہوا کا مفاد ہے جب استبد کا صلہ علیٰ ہے ہو وہاں یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فلاں نے خود پسندی یا خود رائی سے ہمارے اوپر جابرانہ تسلط کیا کیونکہ جس کام میں رضا خاطر مدخول علیٰ کی نہ ہو ظاہر ہے کہ اس کے برخلاف کسی کا خودی سے کام کرنا جبر یا غصب سے موسوم ہوتا ہے دیکھو غیاث اللغات۔ استبداد تنہا بر سر کارے استادن و منع کسے قبول نہ کردن از کشف وکنز۔ یعنے اکیلے کسی کام کو کر لینا اور کسی روکنے والے کی پرواہ نہ کرنی۔ حاصل معنے اس کا یہی ہے کہ جابرانہ کام کر لینا۔ اب ابی بکر صاحبؓ کی استبدادی حکومت کو جبری یا غصبی حکومت نہ کہا جائے تو اور کیا نام رکھا جا سکتا ہے؟ جب کہ خود امیر المومنین علیہ السلام بھی استبدادی حکومت فرما رہے ہیں۔ اور دیگر روایات میں لم تستشرنا ولم ترع لنا حقا کا لفظ بھی آیا ہے یعنی تم نے ہم سے نہ مشورہ لیا اور نہ ہمارے حقوق کی رعایت کی بلکہ ہمارے خلاف

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

خودرائی سے ہمارے حقوق پر قبضہ کر لیا۔ اس کی تائید و تشریح ایک اور عبادت سے ہوتی ہے۔ جو کتاب مروج الذہب[1] مسعودی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل ص۱۷۵ میں لکھی ہے اور مسعودی وہ ہے جس سے صاحب صواعق محرقہ سند لیتا ہے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ محمد ابی بکر نے معاویہ کی طرف زجر و توبیخ کا خط لکھا جس کے جواب میں معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو لکھا جس کا مفصل ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ اور اصل عبارت مخالفین کی تسکین خاطر کیلئے حسب ضرورت یہ ہے۔ کان ابوک و فاروقہ اول من ابتزہ حقہ و خالفہ علی امرہ علٰی ذلک اتفقا و اتسقا ثم انہما دعواہ الی بیعتہما فابطأ عنہما و تلکأ علیہما فہمابہ الہموم و ارادا بہ العظیم الخ ترجمہ لکھنے سے پہلے میں اس لفظ کی تحقیق معنوی لغت سے لکھتا ہوں کہ پھر خلافت کے غصبی اور ظالمانہ طریق پر لے لیا۔ دیکھو منتہی الارب ابتز الشیئ ربود آں را و گرفت بستم۔ اب ترجمہ مفصل ملاحظہ ہو۔ مروج الذہب مطبوعہ مصر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۵۸ لغایت صفحہ ۷۸ میں مروج الذہب مطبوعہ مصر جدید جلد ۲ ص۳۱۶ میں ایک خط مروی ہے جو معاویہ بن ابی سفیان نے محمد بن ابی بکر والی مصر کے جواب میں محمد کی طرف لکھا ہے جس کا ترجمہ بعینہ لکھا جاتا ہے یہ کہ اے محمد جو تو فضیلت علیؑ کی جتلاتا ہے یہ ہم اول سے جانتے ہیں جب کہ تیرا باپ بھی موجود تھا مگر جب نبی صلعم فوت ہوئے تو تیرا باپ اور عمر فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے حق علی علیہ السلام کا غصب کر کے ہر دو آپس میں یکجان اور متفق ہو گئے تھے پھر علیؑ کو شیخین کی بیعت کرنے پر دعوت دی گئی۔ جب اس نے کچھ دیر کی تو دونوں نے علی علیہ السلام کے برخلاف سخت ارادے کئے تاکہ علی علیہ السلام ان دونوں کی بیعت کرے خلاف ان کے سپرد کر دیا اور وہ دونوں اس حالت میں رہے کہ نہ علی کو اپنے کام میں شریک کرتے اور نہ اپنے راز پر مطلع کرتے تھے حتیٰ کہ دونوں فوت ہو گئے تو تیسرا امیر عثمان قائم ہوا اور وہ اسی راہ پر چلا جس پر دونوں چلتے تھے پس تو اور تیرا دوست علی علیہ السلام اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس کے معائب تلاش کرتے رہے تاکہ وہ فوت ہوا (آخر لکھا) کہ اگر ہم ثواب پر ہیں تو پہلا تیرا باپ ثواب پر ہوا اور ہم اس کے شریک ہیں۔ اور اگر ہم غلطی پر ہیں تو اگر یہ تیرا باپ یہ غلطی نہ کرتا ہم بھی علی بن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور خلافت اسی کے سپرد کر دیتے۔ لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو غصب خلافت کا یہ فعل کرتے دیکھا ہم نے بھی اس کی پیروی اس بات پر کر لی۔ پس اگر الزام و عیب لگاتا ہے تو پہلے اپنے باپ پر لگا یا اس کو جانے دے۔ والسلام ع فابوک استبق بہ و نحن شرکاءہ تیرے باپ نے استبداد کی ہے اور ہم اس کے شریک ہیں۔ انتہی۔

---

[1] اسی طرح عقد الفرید جلد ۲ ص۳۱۹ و بلاغات النساء مطبوعہ مصر ص۳۲ (از کتب خانہ نصیف جدہ حجاز) مکالمہ معاویہ و ابن عباس میں مذکور ہے۔ معاویہ نے جو ابن عباس کو جواب دیا اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال و لعمری لبنو تیم و عدی اعظم ذنوبا منا الیکم اذا صرفوا عنکم ہذا الامر یعنی معاویہ نے کہا اے ابن عباس مجھے اپنی عمر کی قسم بنو تیم (ابو بکرؓ) اور بنو عدی (عمرؓ) تمہارے ہماری نسبت زیادہ گنہگار ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہی بنی ہاشم سے اس امر کو (خلافۃً) پھیرا ہے۔ اور یہ سنت قائم کی۔ اس کی تائید

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ حاشیہ ثانی صفحہ گذشتہ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۸/۱۲۸ وطبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ سے ہوتی ہے۔ باسناد لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ اور معاویہ کے درمیان ایسی خط وکتابت ہوتی رہی ہے جس کو ذکر کرنا مجھے یہاں ناپسند ہے۔ کیونکہ ان میں ایسی باتیں ہیں جن کو عوام سن کر برداشت نہیں کر سکتے۔ اور آیات محکمات جواب آیات بینات جلد ا صفحہ ۵۵ میں تاریخ بلاذری سے منقول ہے کہ یزید بن معاویہ نے عبداللہ بن عمر کو جواب میں لکھا۔ فابوک اول من سن ھذا وابتزا واستاثر بالحق علیٰ اھلہ ۱۲ مترجم۔

۵ اما زع الناس سلطانہ کے بعد یہ بھی ہے فقالت فاطمۃ ما صنع ابوالحسن الا ماکان ینبغی لہ ولقد صنعوا ما اللہ حسیبھم وطالبھم یعنے حضرت زہراؑ نے فرمایا جو کچھ ابوالحسنؑ نے کیا وہی ان کو مناسب تھا اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے خدا اس کا ان سے حساب لے گا۔ اور امامۃ والسیاستہ جلد ا صفحہ ۹ سنی واحتجاج طبری شیعہ صفحہ ۵۲ میں ہے جناب امیرعؑ نے فرمایا احق بھذا الامر منہ اھل البیت غصبا یعنے میں ابوبکر سے زیادہ مستحق ہوں اور تم کو میری بیعت کرنی چاہیئے تم ہم اہل بیعت سے غصباً اس امر کو لے رہے ہو۔ اور تاریخ ابن جریر طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹، ۲۷ لغایت ۲۷۷۱ ومطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۳۱ و ۳۲ وتاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴ - ۲۵۰ - ۳۱ طبع مصر طبع ثانی میں ایک دلچسپ مکالمہ عبداللہ ابن عباس وحضرت عمر کا منقول ہے جس کو طبری نے باسناد خود عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ وہ ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ مشاعرہ کے اثنا میں حضرت ابن عباس نے چند اشعار میں حاسدین پر زجر کر کے اشارہ کیا۔ ابن عباس کہتا ہے میں نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور کہا۔ تم جانتے ہو۔ عمر صاحب نے کہا۔ لوگوں نے یہ ناپسند کیا ہے کہ وہ تمہارے ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں کو جمع کر دیں۔ اسلئے تمہیں علیحدہ کر کے قریش نے خلافت کو اپنے لیئے اختیار کر لیا اور اس باب میں قریش کی رائے صحیح ہے۔ ابن عباس نے کہا اگر اجازت ہو۔ اور آپ خفا نہ ہو تو کچھ عرض کر دوں۔ حضرت عمر نے کہا کہو۔ ابن عباس نے کہا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ قریش نے اپنے لیے خلافت اختیار کرنے میں صائب تھے صحیح نہیں ہے البتہ یہ اس وقت صحیح ہوتا کہ خدا عزوجل بھی انکو خلافت کیلئے اختیار کرتا اور انھیں مستحق قرار دیتا۔ اب رہا یہ کہ قریش نے ہم میں خلافت ونبوت کے جمع ہونے کو ناپسند کیا اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ خداوند عالم ایک قوم کی کراہیت وناپسند کرنے کی نسبت فرماتا ہے۔

ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم (یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو خدا نے اتارا جس سے ان کے اعمال کو خدا نے ساقط اور ضائع کر دیا) حضرت عمر نے کہا ہیہات خدا کی قسم اے ابن عباس تمہاری بعض باتیں مجھے معلوم ہوجایا کرتی ہیں مگر میں اس لئے ان کی چھان بین نہیں کرتا کہ کہیں تمہاری وقعت میرے دل سے زائل نہ ہو جائے۔ ابن عباس نے کہا فرمایئے تو سہی وہ کون سی باتیں ہیں اگر وہ باتیں درست اور بجا ہیں تو آپ کے دل سے میری منزلت زائل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ اقوال باطل ہیں تو ان سے میں اجتناب کروں گا۔ فقال عمر بلغنی انک تقول انما صرفوھا عنا حسدا وظلما فقلت اما قولک یا امیرالمؤمنین ظلما فقد تبین للجاھل

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

والعلیم واما قولک حسداً فان ابلیس حسد آدم فنحن ولدہ المحسودون فقال عمر هیهات ابت والله قلوبکم یا بنی هاشم الا حسدا ما یحول وضغنا وغشا ما یزول فقلت مهلا یا امیر المومنین لا تصف قلوب قوم اذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا بالحسد والغش الخ۔ یعنی حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو ظلماً اور حسداً بنی ہاشم سے لوگوں نے خلافت چھین لی۔ ابن عباس نے کہا ظلماً لینا تو ہر جاہل وعلیم پر روشن ہے۔ اور حسد کو کہئے تو اس میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد ہیں۔ ہم پر بھی حسد کیا گیا تو کون سا محل استبعاد ہے۔ حضرت عمر نے کہا افسوس ہمیشہ بنی ہاشم کے دلوں میں حسد و کدورت وکینہ ہی بھرا رہا ابن عباس نے کہا۔ بس اس قوم کے دلوں کی مذمت نہ کیجئے جن سے خدا نے رجس کو دور کیا ہے اور جن کو کامل طور پر پاک کیا۔ اور یہ بھی سمجھئے کہ قلب محمدؐ رسول اللہ بھی قلوب بنی ہاشم میں محدود ہے۔ حضرت عمر صاحبؓ نے کہا جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ ابن عباس کہنے لگے ابھی جاتا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ کہکر میں اٹھنے لگا۔ مگر حضرت عمرؓ مجھ سے کچھ نادم سے ہوئے اور فرمایا نہیں نہیں بیٹھ جاؤ۔ الخ کتاب محاضرات الابرار مؤلفہ محی الدین ابن عربی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۸۲

بیان حدیث سقیفہ میں حضرت علیؑ کی تقریر جو آپ نے عمر وابو عبیدہ کے جواب میں فرمائی ان الفاظ سے مروی ہے وفی النفس کلام لولا سابق قول وسالف عهد لشفیت غیظی بخنصری وبنصری والی ان قال، نکنی ملجم الی ان القی ربی عزوجل دعند لا احتسب ما نزل بی ثم قال) وصابر علی ما ساءنی وسرکم لیقضی الله امرا کان مفعولا وکان الله علی کل شیئ شهیداً۔ انتهٰی۔ یعنی میرے اندر بات ہے اگر مجھے عہد و قول قرار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ ہوتا تو اپنی چھوٹی دو انگلیوں سے میں اپنا غصہ کا علاج کر لیتا (حجت کرکے فتح کرتا) لیکن عہد بھی مجھ سے ملنے تک نہ جب درباب چیز تم کو خوشی آئی اور مجکو بری معلوم ہوتی ہے صبر کرتا ہوں تاکہ جو کچھ ہونا ہے ہو جائے۔ ۱۲۔

بعد نبی کے جو اختلاف کرتے ہیں ان میں سے جھوٹے غالب آجاتے ہیں

کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۷ میں باسناد طبرانی فی الاوسط حضرت عمر سے مروی ہے فرمایا۔ ما اختلف امة بعد نبیها الا ظهر اهل باطلها علی اهل حقها۔ یعنی ہمیشہ جس امت نے اپنے نبی کے بعد اختلاف کیا اس کے اہل باطل (جھوٹے لوگ) اہل حق پر غالب آجاتے ہیں۔ اور کتب شیعہ سے ہماری اس کتاب کے آخر اسی مضمون کے جلد ۱ میں بحوالہ روضہ کافی مختصراً خلافت ابو بکرؓ صاحب کا ناحق ہونا لکھا گیا ہے۔ اس کی تفصیل بقول امیر المومنین علی علیہ السلام نص ولیعهدی خم غدیر کے اور شیطان کے اس دن غمناک ہونے کے اور بیعت ابی بکرؓ کے وقت شیطان کا خوش ہونا اور اکثر لوگوں کا مرتد اور سب سے پہلے ابلیس کا بیعت کرنا روضہ کافی صفحہ ۱۵۹/۱۶۰ میں مذکور ہے۔ (وجہ عدم قتال جناب علی مرتضیٰ با ثلاثہ) حضرت علی علیہ السلام نے اس وجہ سے جنگ مناسب نہ سمجھی کہ لوگ قریب العہد باسلام بعد وفات پیغمبرؐ اس قدر بڑے اختلاف کشت و خون کو دیکھ کر بالکل ہی مرتد نہ ہو جائیں بکلمہ گوئی اور ظاہر شعار اسلام پر رکھنا لوگوں کا مطلق کفر اور بت پرستی سے بہتر تصور فرما کر جنگ سے پہلو تہی کی۔ مگر

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

سلہ یہ مکالمہ ابن عباس اور عمر کا شبلی نعمانی نے الفاروق جلد ۲ صفحہ ۳۵ میں بھی نقل کیا ہے بحوالہ اصلاح جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۱۲ مترجم۔

اپنا حق ہمیشہ ظاہر فرماتے رہے۔ اور خلافت ثلاثہ کو ایک مصیبت گراں تصور فرماتے رہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۲۳ جلد ۱ کتاب ہذا اور دیگر چند مقامات کتاب ہذا سے ظاہر ہے۔ اور اب عنوان بالا کی تائید میں ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔ علامہ ابن عبدالبر استیعاب مطبوعہ بر اصابہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲ حرف الراء ترجمہ رفاعہ بن رافع بن مالک میں باسناد خود شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحارث الی علیؑ بخروجہم فقال علی العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عزوجل لما قبض رسول اللہ صلعم قلنا نحن اہلہ واولیاءہ لاینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا وولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم الخ یعنے حضرت علیؑ نے فرمایا بعد وفات نبی صلعم کے ہم نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور ولی یعنی وارث ہیں اور ہمیں خیال بھی نہ تھا۔ کوئی ہم سے رسول کی خلافت میں جھگڑا کرے گا۔ مگر قوم قریش نے اس سے انکار کیا۔ اور ہمارے غیر کو سردار مقرر کر لیا۔ خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ سخت تفرقہ پیدا ہو گا اور لوگ کفر محض کی طرف پلٹ جائیں گے اور دین اسلام کے بغیر دوسرا دین (بت پرستی وغیرہ) رائج ہو جائیگا تو میں قتال کرتا اور اپنے حق کو سنبھال لیتا۔ پس ہم نے تو ان تکلیفات جھیلیں اور مصیبت پر صبر کیا۔ الخ اس کی تائید شیعہ کی کتاب کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۵ میں ہے۔ اس میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ قال ان الناس لما صنعوا اذا بایعوا ابابکر لم یمنع امیرالمومنین من ان یدعوا الی نفسہ الا نظرا للناس وتخوفا علیہم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا الاوثان ولا یشہدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ وکان الاحب الیہ ان یقرہم علی ما صنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام وانما ہلک الذین رکبوا (الی ان قال) فلذلک کتم علیؑ امرہ وبایع مکرہا حیث لم یجد اعوانا۔ یعنی امام صاحب فرماتے ہیں جب لوگوں نے ابوبکرؓ صاحب کی بیعت کر لی تو امیرالمومنین کو انتہائی کوشش اپنے حق لینے کیلئے کرنے سے مانع ہوا کہ لوگ اسلام میں نو وارد تھے اور بعد وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے متصل اختلاف عظیم اور جنگ و فساد مسلمانوں میں چھڑ جاتا تو خوف تھا کہ وہ اسلام سے مطلقاً پھر جاتے اور اپنے ادیان باطلہ کی طرف پلٹ جاتے اور بت پرستی شروع کر دیتے اور اسی ظاہری شہادت توحید و رسالت سے بھی منکر ہو جاتے اسلئے جناب امیر علیہ السلام کو یہ غنیمت معلوم ہوئی اور پسند ہوا کہ ان کو اسی حال ظاہری اسلام پر ہی قائم رکھا جائے۔ اور جنہوں نے حضرت امیر کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوئے (تا اینکہ فرمایا) پس اسی واسطے جناب امیر نے اپنے معاملہ کو نہاں رکھا اور مجبور ہو کر بیعت کی انتہی ملخصاً۔ نیز اس کی تائید میں ملاحظہ ہو کتاب ہٰذا بیان انعقاد خلافت ابی بکر عبارت نہج البلاغہ اور عبارت علاق الہند و کنز العمال ۱۲ مترجم

اور اس مضمون مکاتبہ محمد و معاویہ کی تائید تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ و تاریخ کامل جلد ۳ ص۱۰۸ طبع مصر میں باسناد موجود ہے مگر حسب بیان ابن حجر مکی کتاب تطہیر الجنان میں حسب قواعد اہل سنت و جماعت کے پردہ ڈال کر دبی زبان سے اقرار کیا اور نرم تحریر سے اتنا لکھا کہ محمد بن ابی بکرؓ جب والی مصر ہوا اس کے اور معاویہ کے درمیان ایسے مکاتبات جاری ہوئے

باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں

جن کا بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ان میں وہ مضامین ہیں جن کو سنکر اکثر لوگ برداشت نہیں کریں گے۔ یعنی ان کے اعتقاد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ اس واسطے ہم ان کو ظاہر نہیں کرتے۔ دوسری عبارت اس کی مؤید وہ ہے۔ جو تاریخ اسماعیل ابی الفداء مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ میں ناقلاً تاریخ قاضی جمال الدین بن واصل سے اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ ابن الشحنہ حنفی مطبوعہ مصر بر حاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۱۳۳ میں در میان حلم امیر معاویہ کے لکھی ہے کہ وہ ایسا حلیم تھا جس نے ایک عورت ہاشمیہ سے یہ کلام سنکر نرمی سے جواب دیا جس کا قصہ یہ ہے اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب معاویہ کے پاس آئی۔ معاویہ نے مرحبا کہا اور سبب آنے کا دریافت کیا اس بی بی نے کہا تم نے کفران نعمت کیا اور صحبت اپنے چچازاد بھائی کی بری طرح کی اور اپنا وہ نام رکھا جس کا تو مستحق نہیں (خلیفہ) یا کہ دوسرے کا حق لے لیا ہم اہل بیت دین میں عظیم الشان تھے اور دین کے لئے بہت تکالیف ہم نے برداشت کی ہیں حتیٰ کہ نبی صلعم اس حالت میں فوت ہوئے کہ آپ کی سعی مقبول اور مراتب بلند ہوئے پھر ہم بنی ہاشم پر تیم اور عدی اور امیہ کے قبائل کود کر مسلط ہوئے اور ہمارے حقوق کو ظلم سے لے لیا۔ ہم تم لوگوں کے اندر اس حالت میں ہو گئے جیسے کہ بنی اسرائیل آل فرعون کے اندر وقت بسر کرتے تھے اور حضرت علیؑ ابن ابیطالب بعد ہمارے نبی صلعم کے بمنزلہ حضرت ہارون علیہ السلام کے بجانب موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔ اتنا قصہ سن کر عمر بن عاص بولا اے بیعقل بوڑھی کلام بند کر تیری عقل ٹھکانے نہیں۔ اس بی بی نے کہا۔ اے زانیہ کے بیٹے تو ہم سے کلام کرتا ہے تیری ماں مشہور زانیہ تھی اور بہت تھوڑی اجرت پر یہ فعل کرتی تھی تیرے واسطے پانچ مدعی قوم قریش سے ظاہر ہوئے۔ ہر ایک تجھے اپنا بیٹا تصور کرتا تھا جب تیری ماں سے پوچھا گیا اس نے کہا جس سے اس کی شکل زیادہ مشابہت رکھتی ہے اسی سے الحاق کر دو۔ اور فی الحقیقت یہ پانچوں اس عرصہ میں میرے ساتھ اس فعل میں برابر کے تھے۔ تیری شباہت عاص سے زیادہ ملتی ہوئی دیکھ کر تجھے اس سے ملحق کیا گیا یہ سنکر معاویہ بولا بس جی جانے دو۔ خدا گزری باتوں کو معاف کرے۔ اب آپ کی کیا حاجت ہے۔ بی بی نے دو ہزار دینار کی ضرورت ہے تاکہ اس سے ایک چشمہ پانی فقراء بنی عبدالمطلب کے لئے تیار کراؤں۔ معاویہ نے دلا دیا اور رخصت کیا انتہیٰ

معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کی عالمہ نساء بھی حقوق بنی ہاشم اور بالخصوص جناب علیؑ کے حقوق سے واقف اور ظلم و ستم مخالفین سے علم رکھتی تھیں بلکہ حسب موقعہ مخالفین کے روبرو بے دھڑک اظہار کر دیتی تھیں۔ ابوالفداء کے الفاظ قصہ میں فاتبذونا حقنا ولیتم علینا وارد ہے جس کا معنے لکھا گیا ہے۔ اور قبیلہ تیم سے ابی بکرؓ تھے اور عدی سے امیر عمرؓ اور امیہ سے امیر عثمانؓ و معاویہ تھے جن کا اشارہ اس واقعہ میں دیا گیا ہے۔ اہل بصیرت تامل و تدبر سے کام لیں۔ اور تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۱ میں باسناد جناب علیؑ سے مروی ہے فرمایا جب نبیؐ فوت

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

---

[1] قصہ عورت ہاشمیہ کا اسی طرح عقد الفرید جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ میں باسناد مروی ہے اور آخر میں لکھا کہ ہاشمیہ نے کہا مجھے کوئی حاجت نہیں اور چلی گئی اور قصہ بطرح ... المنار مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲ میں بھی ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) ۱۲ مترجم

ہوئے آپ کے بعد اس امر خلافت کے واسطے میں اپنی ذات سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں جانتا مگر لوگوں نے ابی بکر رضہ کی بیعت کی اور آخر مجھے بھی کرنی پڑی جیسے انہوں نے کی۔ پھر ابو بکر رضہ ہلاک ہوا اور مجھ سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا مگر لوگوں نے عمر رضہ کی بیعت کر لی اور مجھے بھی کرنی پڑی پھر وہ ہلاک ہوا اور مجھ سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا مگر عمر نے میرا چھٹا حصہ رکھا تھا کہ لوگوں نے امیر عثمان رضہ کی بیعت کی اور میں نے بھی کی پھر لوگوں نے عثمان کو قتل کیا اور اپنی خوشی سے بلا اکراہ میری بیعت کی۔ اب نکث بیعت اور قتال پر آمادہ نظر آتے ہیں اس لئے مجھے ضروری ہے کہ ان سے جنگ کروں۔ انتہیٰ۔ ہر سہ خلافتوں میں علیؑ کا اپنے جیسا کسی کو مستحق خلافت نہ جاننا ہر سہ کے غیر مستحق اور خلافت کے لئے نااہل ہونے پر دال ہے۔ اور باوجود ایک فرد اہل اور مستحق خلافت ہونے کے جب دوسرا نااہل قابض ہو جائے اس کو ہوشمند اور دیانت کا پابند حقیقی جانشین رسول خداؐ کا اور امام حق تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور جو خطبہ حضرت امیرؑ نے بعہد خلافت خود سب سے اول ارشاد فرمایا اس کے الفاظ ہم نے آئندہ صفحہ پر کتاب ہی لکھے ہیں جو روضۃ الاحباب جلد سوم سے بایں الفاظ الحمد للہ علیٰ احسانہ قد رجع الحق الیٰ مکانہ منقول ہے وہ بھی ہمارے مدعا کا موئد ہے۔ انصار کا بیعت ابی بکر کے مخالف و منکر ہونا ایسا یقینی ہے جو محتاج دلیل نہیں ہے پھر صحت بیعت ابی بکر رضہ معلوم نہیں کہ اجماع کی دلیل سے کس طرح قرار دی جاتی ہے۔ حالانکہ جناب رسول خداؐ سے بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ میں مروی ہے۔ فرمایا انصار مجھے بہت محبوب ہیں اور اختلاف کے وقت حق کا انصار کے ساتھ ہونا بیان فرمایا۔ دیکھو صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ دہلی نبیؐ فرماتے ہیں لو سلک الناس وادیا و سلکت الانصار وادیا او شعبا لسلکت وادی الانصار و شعبہا۔ اگر تمام آدمی ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے وادی یا شعب (راستہ) کو اختیار کریں تو میں انصار کے راستہ کو اختیار کروں گا اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا۔ دوسری اسناد سے حسن کہا۔ گو ڈرا دھمکا کر آخر میں انصار سے بیعت لی گئی ہو۔ مگر بطیب خاطر سے انہوں نے خلافت ابی بکر رضہ کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے راستہ کو پسند کیا اس لئے یہ بھی بطلان خلافت ابی بکر رضہ کی دلیل ہے۔ امامۃ والسیاست جلد ا صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۳ میں ہے ابو بکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہ رسول خدا صلعم کے چچے عباس کے پاس گئے اور خلافت کے لئے تقریر کی حضرت عباسؓ نے کہا فان کنت برسول اللہ طلبت فحقنا اخذت وان کنت بالمومنین طلبت فنحن منہم متقدمون فیہم وان کان ہذا الامر انما یجب لک بالمومنین فما وجب اذ کنا کارہین یعنی اگر تم نے قرابت رسولؐ کے لحاظ سے خلافت کو لیا ہے تو ہمارا حق لیا۔ تم کو قرابت حاصل نہیں جو ہم کو ہے اور تم نے مومنین کے ذریعہ اس کو لیا ہے تو ہم سب سے پہلے مومن ہیں اور اجماع مومنین نے تجھ کو خلیفہ بنا لیا ہے تو ہم پسند نہیں کرتے پس باوجود ہمارے انکار کے اجماع مومنین کامل نہ ہوا کس طرح خلافت صحیح ہو سکتی ہے ۱۲ مترجم

و فی روضۃ الاحباب بعد ازاں انصار
مبایعت نمودند الا طائفہ قلیلہ کہ بعضے گفتند کہ بیا بیعت
با ہیچکس نکنیم الا بعلی ابن ابیطالب و گویا شیخ فرید
الدین عطار از زبان آں جمع گفتہ ؎
ز مشرق تا بمغرب گر امام است ٭ علیؑ و آلِ
اولادش تمام است ٭ و بعد ازاں سعد بن عبادہ
از روئے تعصب و حمیت تا زندہ بود بیعت نہ
کرد و روایتے ضعیف است کہ آخر الامر از وے
باکراہ بیعت گرفتند. نقل است کہ روزے دیگر
سائر اہل مدینہ بیعت نمودند الا علیؑ کہ بروایت
صحیح تا فاطمہؓ زندہ بود بیعت نہ کرد چہ خاطر وے
غبارے یافتہ بود. و اکثر بنی ہاشم با علیؑ اتفاق
نمودہ بیعت نہ کردند و جمعے از قریش مثل زبیرؓ
و طلحہؓ و خالدؓ بن سعد بن العاص و گروہے از انصار
کہ بعد چند[1] یوم بیعت کردند و فیہ ابو بکرؓ علیؑ را در
مجمع مہاجرین و انصار خواند علیؑ آمد موجب دریافت
کرد عمر فاروقؓ گفت کہ چنانچہ سائر اصحاب با ابوبکرؓ
بیعت کردہ اند تو ہم بیعت کنی علیؑ گفت من
ہماں سخن کہ شما بر انصار حجت ساختہ اید و ایں
را اگر فتید بر شما حجت مے گردانم راست گوئید کہ
بحضرت رسالتؐ کہ اقرب بود کیست. عمر گفت
ترا نگذاریم تا بیعت نکنی. علی فرمود. اول ایں
سخن مرا جواب با صواب بگوئید بعد ازاں از من
بیعت جوئید. ابو عبیدہ گفت اے ابو الحسن تو
بواسطہ سبقت در اسلام و فضل و فراست و
قرابت قریبہ با سید انام علیہ السلام سزاوار حکومتی

اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ میں ہے بعد
اس کے انصار نے ابی بکر کی بیعت کر لی مگر تھوڑے
طائفہ انصار نے کہا کہ ہم اس سے بیعت نہیں کرتے
بلکہ ہم تو حضرت علیؑ ابن ابیطالب سے بیعت کریں گے
اور گویا شیخ فرید الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان
سے ترجمہ کر کے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اگر
کوئی امام ہے تو وہ جناب علیؑ اور اس کی آل و اولاد
سے ہیں دوسرا کوئی نہیں۔ اور بعد اس کے سعد بن
عبادہ نے بروئے تعصب و حمایت اپنی زندگی تک
بیعت نہ کی اور وہ روایت ضعیف ہے جس میں
مذکور ہے کہ آخر الامر سعد سے بالجبر بیعت کرا لی گئی
تھی۔ منقول ہے کہ دوسرے دن باقی مدینہ کے
لوگوں نے بیعت کر لی مگر علیؑ نے نہ کی جو بروایت
صحیح جب تک جناب فاطمہؑ زندہ رہے انہوں نے
بیعت نہ کی کیونکہ ان کے دل میں رنج پیدا ہو گیا
تھا۔ اور اکثر بنی ہاشم نے حضرت علیؑ سے اتفاق
کر کے بیعت ابی بکرؓ نہ کی۔ اور ایک جماعت قریش
مثل زبیرؓ و طلحہؓ و خالدؓ بن سعد بن عاص اور ایک
گروہ انصار نے بھی کچھ عرصہ تک بیعت نہ کی
اور صفحہ ۴ جلد ۲ کتاب مذکور و روضۃ الصفا جلد ۲
صفحہ ۲۲۳ و امامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۵ و روضۃ الاحباب
مؤلفہ جمال الدین محدث میں ہے کہ حضرت ابو بکر
نے جناب علی کو مجمع مہاجرین و انصار میں بلایا۔ جب
علیؑ تشریف لائے اور سبب بلانے کا دریافت
فرمایا تب عمر فاروق بولے وجہ یہ ہے کہ جس طرح
باقی صحابہ نے ابی بکر سے بیعت کر لی ہے تو بھی

[1] حضرات اہل جماعت فرمائیے چھ ماہ یا کم و بیش کچھ جماعت کے بیعت نہ کرنے سے اس عرصہ میں ابی بکر صاحبؓ کی خلافت پر اجماع ہوا یا نہ ہوا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

و خلافتی ولیکن چوں صحابہ بر ابوبکر اجماع و اتفاق نمودہ اند۔ مناسب آنست کہ تو نیز قدم در دائرہ وفاق درآری۔ علیؑ گفت اے ابوعبیدہ تو امین ایں امتی لقبول رسول مختارؐ و مقتضائے امانت راستیست در گفتار و کردار موہبتی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بخاندان نبوت کرامت فرمودہ دربند آں مباشید کہ بجائے دیگر نقل مے کنید مہبط قرآن و وحی و مورد امر و نہی و منبع فضل و علم و معدن عقل و حلم مائیم و لواسطہ ایں امور خلافت را شائستہ و امامت راسزائیم لبشر بن سعد انصاری گفت اے ابوالحسن اگر ایں داعیہ کہ تو امروز ظاہر می کنی پیش ازیں معلوم مردم شدے ہر آئینہ کہ با تو مضائقہ و منازعہ نمی کردند و با تو بیعت می نمودند۔ لیکن چوں درخانہ خود نشستی و در اختلاط با مردم لستی ایشاں راگماں ایں شد کہ تو از خلافت کنارہ می کنی و دفع اغنار ایں امور از خود چارہ می کنی اکنوں کہ جماعتے مسلمانان کسے دیگر را قبول کردہ اند و بیشوائی از پئے در می آئی و خود را درطراز

کرے علیؑ نے فرمایا میں وہی بات تم پر بطور حجت پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار پر پیش کر کے اس خلافت کو لے لیا ہے سچ کہو کہ حضرت رسول اللہؐ سے زیادہ قریب کون ہے؟ امیر عمرؓ نے کہا (کیا تقریر شروع کر دی) ہم تجھے کبھی نہ چھوڑینگے جبتک تم سے بیعت نہ کرا لیں گے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اس میری بات کا جواب باصواب دیدو اس کے بعد مجھ سے بیعت کرانے کی خواہش کرنا۔ ابوعبیدہ بولا کہ اے ابوالحسن آپ بواسطہ سبقت اسلام اور فضیلت و دانائی اور نہایت قریبی قربت سردار دو جہاںؐ کے لائق حکومت اور خلافت کے بے شک ہیں لیکن جب صحابہ نے ابوبکر پر اجماع و اتفاق کر لیا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ بھی موافقت کے دائرہ میں آجائیں۔ جناب علیؑ نے فرمایا اے ابوعبیدہ تو امین اس امت کا بقول رسول مختار صلعم کے ہے اور امانت کا مقتضی یہ ہے کہ بات اور کام میں سچ ہونا چاہیے پس چاہیئے کہ جو انعام فضیلت کا حق تعالیٰ نے خاندان نبوت کو بخشتا ہے تم اس خیال میں نہ جاؤ کہ اس کو کسی دوسری جگہ نقل کر کے لے جاؤ۔ قرآن اور

(بقیہ حاشیہ) یقینًا نہ ہوا پس اتنے عرصہ میں خلافت غصبی اور باطل رہی یا کس طرح اور سعد بن عبادہ انصاری کے عمر بھر بیعت نہ کرنے سے اجماع کی شرط (کہ کوئی ایک بھی اس اتفاق سے خارج نہ ہو تب اجماع صحیح ہوتا ہے) موجود ہے یا مفقود! اور مفقود ہے تو خلافت بوجہ عدم نص و فقدان اجماع باطل ہوئی یا نہ اپنے دل سے مشورہ لے کر فیصلہ کیجئے۔ ۱۲ مترجم۔

سلہ صفحہ ہذا۔ یہ ابوعبیدہ وہی ہیں کہ ابوبکر صاحبؓ نے ان کے لئے خوشامد فرمائی تھی کہ یا تو عمرؓ صاحب خلیفہ بن جائیں اور یا ابوعبیدہ بن جراح ہو جائیں۔ اور عمرؓ صاحب نے کہا نہیں جی آپ کے ہوتے ہوئے دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ تب ابوعبیدہ نے بھی امیر عمر کی تائید کر دی ۱۲ مترجم

سلہ۲ یہ تمام تقریر اول سے آخر تک شل روضۃ الاحباب کے بعینہٖ تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ میں ہے ۱۲ مترجم۔

دیگر ملتمائی علیؑ فرمود اے بشر تو رو امید اری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل[۱] ناداده تجہیز و تکفین[۲] وے نہ نمودہ واز دفن وے فراغت حاصل ناکردہ دم در طلب خلافت و حکومت زدمی و با مردم در منازعت و خصومت شدمی ابوبکر صدیق چوں دید کہ کلمات علیؑ جملہ محکم و استوار و ہر یکے از انہا مقابل صد کلمہ بل ہزار است از طریق رفق و مدارا آمد و گفت اے ابوالحسن مرا گمان ایں بود کہ ترا با من دریں امر مضائقہ نباشد پس علیؑ از مجلس برخاست و متوجہ خانہ خویش گشت۔ انتہی ملخصًا۔ وفی صفحہ ۴ جلد ۳ گو بند اول خطبہ کہ در غایت بلاغت و فصاحت انشار فرمودہ ایں بود کہ الحمد للہ علیٰ احسانہ قد رجع الحق الیٰ مکانہ۔

وحی اترنے کی جگہ اور مورد امر و نہی کی جگہ اور چشمہ فضیلت اور علم کا اور معدن عقل و حلم کی ہم اہل بیت ہیں اور بواسطہ انہی صفات کے خلافت اور امامت کے لائق ہم ہی ہیں۔ بشر بن سعد انصاری نے کہا۔ اے ابوالحسن اگر یہ دلائل دعویٰ جو تو آج پیش کر رہا ہے اس سے پہلے لوگوں کو معلوم ہو جاتے تو ضروری تھا کہ تیرے ساتھ بیعت کر لینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے اور نہ جھگڑا کرتے۔ بلکہ ضرور آپ سے بیعت کر لیتے۔ لیکن جب آپ اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اور لوگوں کی آمد و رفت کا دروازہ بند کر لیا تو ان کو گمان ہوا کہ آپ خلافت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور ان امور کو اپنی ذات سے بوجہ استغنا کے دفع کرنے کا چارہ کرتے ہیں۔ جبکہ جماعت مسلمانان نے کسی دوسرے کو قبول کر لیا ہے تو آپ دروازہ کے پیچھے سے آگے آتے ہیں اور اپنے آپ کو دوسری طرز میں دکھلاتے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا کیا تو اس بات کو روا رکھتا ہے کہ جسد پاک اور قالب نورانی سردار دو عالم صلعم کو نہ میں غسل دیتا اور نہ ان کی تجہیز و تکفین کرتا اور نہ ان کے دفن سے فراغت حاصل کرتا اور اس سے پہلے خلافت و حکومت کی طلب میں دوڑتا اور لوگوں سے نزاع و خصومت و جھگڑا شروع کر دیتا۔ ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ کلمات علیؑ سب محکم اور مضبوط ہیں اور ہر ایک کلمہ مقابل سو کلمہ بلکہ ہزار کے ہے تو اس نے نرمی اور صلح کی طرز اختیار کی اور کہا کہ اے ابوالحسنؑ مجھے تو یہ گمان تھا کہ تجھے اس میری خلافت میں کوئی مضائقہ نہ ہو گا۔ پس علیؑ اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے انتہی ملخصًا۔ اور کتاب مذکور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۴ میں ہے کہ اپنی خلافت کے وقت علیؑ نے پہلا خطبہ جو نہایت فصاحت و بلاغت سے فرمایا یہ تھا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی اس کے احسانؑ پر کہ حق اب اپنے مکان کی طرف لوٹ آیا ہے۔

---

[۱] حضرت علی کے سوائے غسل کی اجازت کسی کو نہ ہونا اور نہ وقوع میں آنا اس لیے تھا کہ پیغمبر یا امام کو بجز امام کے کوئی غسل نہیں دیتا۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے جس کو شواہد النبوۃ کے مؤلف نے ص۱۸۱ میں لکھا ہے تو یہ بھی امامت علیؑ کی دلیل ہے ۱۲ مترجم۔ [۲] حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو حضور رسولؐ کے تجہیز و تکفین و جنازہ کی پرواہ نہ تھی چنانچہ نبیؐ کی وفات کے تیسرے دن حاضر ہوئے دیکھو کنز العمال جلد ۳ ص۱۴۰ عروہ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دفن نبیؐ کے وقت حاضر نہ تھے وہ دونوں انصار میں تھے اور نبیؐ ان کی واپسی سے پہلے دفن ہو چکے تھے اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ۱۲ مترجم۔ [۳] روضۃ الاحباب کی عبارت کا ملخص لکھا گیا ہے۔ اور اس جگہ اس کی اصل مفصل عبارت میں یہ بھی مذکور ہے۔ باقی حاشیہ صفحہ

قال مولانا وامامنا امام الامۃ ابو الائمۃ وصی رسول اللہ علی ابن ابی طالب فی دیوانہ ص ۱۰۶ لنا ما تدعون بغیر حق ٭ اذا میز الصحاح من المراض ٭ عرفتم حقنا فجحدتموہ ٭ کما عرف السواد من البیاض ٭ کتاب اللہ شاہدنا علیکم ٭ وقاضینا الالہ فنعم قاض ٭ وفی ص ۱۵۱ مخاطبا بشیخ عتیق ابی بکر الصدیق رض تعلم ابا بکر ولا تک جاہلا ٭ بان علیا خیر حاف وناعل ٭ وان رسول اللہ اوصے بحقہٖ ٭ واکد فیہ قولہ فی الفضائل ٭ ولا تبخسنہ حقہ واردد الورے ٭ الیہ فان اللہ اصدق قائل ٭ وفی نہج البلاغۃ۔ اما بعد فان اللہ سبحانہ بعث محمد ام نذیر اللعالمین

اور سب امت کے سردار اور امام اور ائمہ کے باپ اور وصی رسول اللہ یعنے علی ابن ابی طالب نے اپنے دیوان کے صفحہ ۱۰۶ میں فرمایا ہے۔ اگر صحیح باتوں سے جدا کردیا جائے۔ تو یہ ہمارا حق ہے جس کا تم نا حق دعوے کررہے ہو۔ میرے حق کو تم خوب جانتے ہو اور پھر انکار کرتے ہو۔ اور حالانکہ ایسا جانتے ہو جیسے سیاہی سفیدی سے جدا معلوم ہوتی ہے۔ کتاب خدا تم پر ہمارا گواہ ہے۔ اور حاکم ہمارا اللہ تعالیٰ ہے جو بہت اچھا حاکم ہے۔ اور صفحہ ۱۵۱ میں شیخ عتیق ابی بکر صدیق سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ سمجھ جا اے ابوبکر اور جاہل نہ بن کہ علی ع ہر خاص وعام سے بہتر ہے۔ اور یہ کہ رسول اللہ ع علی ع کے حق میں وصیت فرمادی ہوئی ہے۔ اور اپنے حکم کو علی ع کے فضائل میں مضبوط و موکد

(بقیہ حاشیہ) کہ ابو بکر صاحب نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اس پر اعتراض کریں گے تو میں اس خلافت کو نہ لیتا۔ مگر جبکہ مسلمانوں نے مجھے منظور کرلیا ہے چاہیئے کہ آپ بھی اس میں موافقت فرمالیں علی ع نے انکار فرمایا تو ابی بکر کہنے لگے اچھا آپ کو مہلت دی جاتی ہے سوچ لو پھر بیعت کرنی ۱۲ مترجم ۔ اس خطبہ میں حضرت علی ع نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ خلافت ثلثہ میں میرا حق مغصوب رہا۔ اب خدا نے احسان فرمایا کہ حق اپنی جگہ لوٹ آیا ہے اس کی کچھ تاویلات شاید اہل سنت کریں گے جو لغو ہیں کیونکہ رجوع کا صلہ الی ان کے شرم دلانے میں کافی ہے۔ معنے رجوع کے صراح وغیرہ سے دیکھو اور غور کرو ۱۲ مترجم۔ ۔ نیز خطبہ شقشقیہ مندرجہ نہج البلاغۃ میں پردہ خلافت کو علی ع نے اٹھا کر دکھا دیا ہے کہ حقیقت میں حق علی ع کا تھا اور غصب سے ثلاثہ نے اس کو لیا ہے انصاف سے ملاحظہ کیجئے اور اس خطبہ کی توثیق کے لئے کہ واقعی کلام امیر کا ہے دیکھو حاشیہ ترجمہ نہج البلاغۃ حامل المتن مطبوعہ کجھوہ ضلع ساون ص ۳۸ اس میں سبط ابن جوزی کا تذکرہ خواص الامہ میں تمام خطبہ درج کرانا لکھا ہے اور علامہ ابن اثیر نے نہایہ کے ۱۵ مقامات میں اس کو تسلیم کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اور امام شوکانی نے اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر میں اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں اس کو تسلیم کیا ہے نیز ابن ابی الحدید نے اس قول کو رد کیا ہے جس نے شبہ کیا ہے کہ یہ کلام علامہ رضی رح کا ہے تذکرہ خواص الامہ ص ۷۳ میں یہ خطبہ موجود ہے اور نہایہ باب الشین مع القاف ص ۲۴۹ جلد ۲ اور منتہی الارب ص ۶۷ میں اس کا ذکر ہے۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ

ومهيمنا على المرسلين فلما مضى عليه السلام
تنازع المسلمون الامر من بعده فوالله
ما كان يلقى في روعي ولا يخطر ببالي
ان العرب تزعج هذا الامر من بعده
عن اهل بيته ولا انهم منحوه عني من
بعده فما راعني الا انثيال الناس على
فلان (ابوبكر) يبايعونه فامسكت يدي
حتى رأيت راجعة الناس قد رجعت عن
الاسلام يدعون الى محق دين محمد ص
فخشيت ان لم انصر الاسلام واهله ان
ارى فيه ثلما او هدما تكون المصيبة به
علي اعظم من فوت ولايتكم التي
انما هي متاع ايام قلائل يزول السراب
او كما يتقشع السحاب فنهضت في تلك
الاحداث حتى زاح الباطل وزهق واطمأن
الدين وتنهنه - انتهى -

کر دیا ہوا ہے۔ اور علیؑ کے حق کا نقصان نہ کر اور بندگان خدا کو اسی کی طرف پھیر دے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ بہت سچ کہنے والا ہے۔ اور نہج البلاغہ صفحہ ۲۷ مطبوعہ طہران میں ہے۔ بعد حمد الٰہی کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو جہان والوں کے لئے ڈرانیوالا کر کے اور گواہ صادق باقی پیغمبروں کا بھیجا جب محمدؐ فوت ہوئے تو مسلمانوں نے بعد نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلافت کا جھگڑا کیا حالانکہ خدا کی قسم میری عقل و فکر میں نہیں آتا تھا اور نہ دل میں کبھی خیال گذرا کہ عرب اس امر خلافت کو اپنے مکان سے نکال کر دوسری جگہ لے جائیں گے یعنی بعد نبیؐ کے اہل بیت نبیؐ سے نکال کر اس کو دیگر قریش کے گھر میں جگہ دیں گے اور نہ کبھی یہ گمان تک ہوا تھا۔ کہ بعد نبیؐ خصوصاً مجھ سے دور کر کے کسی دوسرے کو بنا دیں گے۔ پس ہمکو اور کسی چیز کا خیال مانع نہ ہوا مگر یہ کہ لوگ ہجوم کر کے فلاں (یعنی ابوبکرؓ) پر ٹوٹ پڑے اور اس کی بیعت کرنے لگے تو میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا اس لئے کہ میں نے ایسے آدمیوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو تحقیق اسلام سے پھر گئے ہیں اور دین محمدؐ کے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پس میں اس سے ڈر گیا ہوں کہ اگر اب اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں تو میں دیکھتا ہوں کہ اسلام میں رخنہ پڑ جائیگا یا بالکل ویران ہو جائے گا تو اسلام کے مٹ جانے کی مصیبت مجھ پر اس تمہاری امیری کے ہاتھ سے چلے جانے سے بہت سخت ہوتی۔ کیونکہ یہ سرداری بہت تھوڑے دنوں کا سامان ہے جیسے دور سے شور اور صاف چمکیلی زمین پانی معلوم ہوتی ہے اور قریب جا کر دیکھو تو خشک پائی جاتی ہے۔ یا مثل بادل کے ہے جو دکھائی دیکر متفرق ہو کر ہوا صاف ہو جائے حتیٰ کہ میں ان حادثات میں کھڑا ہوا تو جھوٹ دفع اور معدوم ہو گیا اور دین اسلام اطمینان پکڑ کر مسلمانوں کے اندر قیام کر گیا۔ انتہیٰ۔

(بقیہ حاشیہ) کہ علیؑ کے خطبہ میں یہ لفظ ہے اسی طرح مولوی وحید الزمان نے انوار اللغۃ پ ۱۲ صفحہ ۹۶ میں اس خطبہ کو حضرت علیؑ کا کلام تسلیم کیا ہے ۱۲ مترجم ؎ دیوان حضرت علیؑ کا مشہور منسوب بطرف علیؑ کے ہے جس کو شیعہ و سنی ہر دو فریق مانتے چلے آئے ہیں۔ مدارس عربیہ میں پڑھا جاتا رہا ہے اس کے ترجمے و شروح علماء اہل سنت نے بھی کئے ہیں۔ بعض شروح میں اس کی توثیق (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وانه علیه السلام کان یکرہ الاختلاف ما لم یجتمع الناس علیه وینقادوا لحکمه کما فی البخاری[۱] عن عبیدۃ عن علی قال اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعة او اموت کما مات اصحابی وفی الفتح قلت وقد وقعت فی روایة حماد بن زید اخرجها ابن المنذر عن علی بن عبد العزیز عن ابی نعیم عنه وعندہ قال لی عبیدۃ بعث الی علیؓ والی

اور تحقیق علیؓ جیساکہ ارتداد کے خوف سے سکوت فرما گئے ایسا ہی اختلاف شریعت کو مکروہ سمجھتے تھے اور اتنے تک کوئی جدید حکم برخلاف خلفائے ثلاثہ کے اپنے وقت میں شائع نہ فرمایا۔ جب تک کہ سب لوگ حضرت پر متفق نہ ہو لیں اور سب فرمانبردار حکم علیؓ کے نہوں جیساکہ بخاری مع الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۸۷ میں عبیدہ سے مروی ہے کہ علی نے اپنے عہد میں اپنے قاضی کی طرف اس کے سوال پر کہ اب جدید احکام آپ جاری کریں گے یا نہ لکھا کہ جس طرح پہلے

(بقیہ حاشیہ) نسبت امیرالمومنین کی گئی ہے اور کلمات مندرجہ دیوان کی کرامات بھی دیکھی گئی ہیں۔ عبقات حدیث ولایت ۲۷۵ میں ہے محمود بن سلیمان کفوی نے طبقات حنفیہ موسومہ کتاب اعلام الاخیار میں لکھا ہے کہ میں نے آخر فاتحہ مجھے فواتح میبذی شرح دیوان علی ابن ابی طالب میں دیکھا ہے جو حسین ابن مولانا معین الدین میبذی نے تالیف کی ہے اور کشف الظنون میں بذکر میبذی لکھا ہے۔ کتاب فواتح شرح دیوان علی ہیں ۔۔۔ جو مولانا حسین بن معین المیبذی نے تالیف کی ہے جو امام شافعی کا داماد ہے۔ نیز کشف الظنون میں ہے کہ دیوان حضرت علیؓ کا ہے جس کی شرح حسین بن معین ترمذی نے کی ہے متوفی ۸۷۰ھ ۱۲ مترجم　ع یعنے شرک و بت پرستی ۱۲۔

[۱] حوالہ بخاری جلد ۳ مع فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ میں ہے تیسیر الوصول الی جامع الاصول کے ترجمہ تلخیص الصحاح جلد ۱ صفحہ ۴۳ میں بخاری کی اس حدیث کا ترجمہ یوں لکھا ہے تا آنکہ سب لوگ ایک گروہ ہو جائیں الخ یعنے سب مطیع و فرمانبردار ہو جائیں اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔ سیوم بیان آنکہ خلافت خاص در ایام حضرت مرتضےٰ[۱] منتظم نشد ہرچند حضرت مرتضےٰ متصف بہ صفات کمال بود کہ در خلافت خاص درکار است لیکن باوجود آں اوصاف در سابق ازل نصرت او مصمم نگشت و مد خارج بروفق ہماں مقدر انتظام نیافت بسبب حکمت موزع بر زمان ۔۔۔ صفحہ ۲۳۲ میں لکھا ہرچند ایں معنے درحق وے رضی اللہ عنہ نقصے پیدا نہ کرد زیر آنکہ وے ساعی بود در اقامت دین اگرچہ میسر نشد پھر لکھا) و مرتضےٰ در ایں خلافت مانند نے در دہان نائے نبود و نہ مانند جارحہ برائے اتمام مراد حق و قوم مامور نہ شدند کہ تحت رایت او قتال کنند چنانچہ مامور شدند بہ قتال تحت رایت مشائخ ثلاثہ (پھر لکھا) تمکین فی الارض برائے او واقع نہ شد و در تمام مسلمین حکم او نافذ نہ شد مسلمین کلہم تحت حکم او در نیامدند و ہیچ عاقلے بریں معنے انکار نمی تواند کرد انتہی۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ میں ہے وعلی رضی اللہ عنہ تولی الخلافۃ ولم یمکن تصرفہ وانبساطہ تصرف قبلہ وانبساطہم یعنے علی اگرچہ خلافت ظاہری کے مالک ہوئے مگر ان کو وہ تصرف حاصل

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

نہ ہوا جو پہلے خلفا کو ہوا تھا۔

شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۲۷۰ میں جناب امیرؑ سے مروی ہے۔ لو قد استوت قدمای من ھذہ المداحض لغیرت الاشیاء۔ یعنی اگر میرے پاؤں جم گئے تو بہت اشیاء قابل اصلاح ہیں ان کو تغیر دوں گا۔ سب عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اس بات میں حضرت امیرؑ لوگوں کے مطیع ہونے کے منتظر تھے ورنہ بہت احکام میں تغیر دینے کا ارادہ رکھتے تھے مگر جب تک لوگ مانتے نہ تھے کس کو احکام جدیدہ سناتے۔ اسی طرح حدیث صحیح مرفوع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ میں بھی ہے۔

(حضرت امیرؑ کی سلطنت و سیاست میں اکثر لوگ ان کے مخالف کیوں ہو گئے)

جناب علیؑ کے عہد میں لوگ ان کے زیادہ تر اس لئے مخالف ہو گئے کہ وہ لوگ عہد ثلاثہ میں دنیاوی نفع اٹھا کر ان کے احکام کے دلدادہ ہو چکے تھے۔ گویا ہر سہ خلفاء نے لوگوں کے دل دنیا کے عوض خرید لئے تھے۔ جس کو دیکھا یہ چوں چرا کرے گا اس کا وظیفہ مقرر کر دیا یا وظیفہ میں اضافہ کر دیا۔ یعنی اپنی پارٹی کے قائم رکھنے یا بڑھانے کی خاطر دلجوئی و مدارات کر کے خوش کر لیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کی سلطنت و سیاست دینی محض تھی بیت المال سے نہایت انصاف سے مستحقین کی جانچ پڑتال کر کے ہر حق دار کو حق سے زیادہ ایک کوڑی بھی نہیں دیتے تھے۔ طلحہ و زبیر کی مخالفت کا سبب کتب تاریخ میں تلاش کرو فقط یہی تھا کہ ان کا وظیفہ کم کرنا مناسب سمجھا گیا اور کم کیا اور تین خلافتوں میں کافی پیسہ لینے کے عادی ہو چکے تھے۔ چنانچہ معاویہ نے اسی سیاست دنیوی پر عمل کیا تو اکثر صحابہ حریص دنیا اسی کے تابع ہو گئے۔ کیونکہ علیؑ شریعت کے متبع کامل و خالص حق پر عامل تھے ان سے ناجائز رعایت کی کوئی امید نہ تھی۔ اگر علیؑ عمرو بن عاص کو مصر دیدیتے اور معاویہ کو ملک شام دیدیتے۔ طلحہ و زبیر کا وظیفہ کم نہ کرتے۔ حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بڑھا دیتے۔ سب کی خواہشات پوری کر دیتے تو خدا تعالےٰ ناراض ہوتا مگر یہ لوگ مخالف نہ ہوتے۔ عمرو بن عاص کا حال اور حضرت خنات صحابی کی دین فروشی معاویہ اور اس کے معاونین کے حال میں پڑھئے۔ بلکہ حضرت عقیل برادر حقیقی جناب امیرؑ کا قصہ پڑھنا کافی ہوگا۔ دیکھو صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۷۹ لکھا ہے۔ سب مفارقت عقیل برادر علیؑ کا یہ ہے کہ علیؑ عقیل کو یومیہ خوراک دانہ جو اس قدر دیتے تھے کہ اس کا مع عیال صرف قوت پورا ہو جاتا تھا۔ اولاد عقیل نے خواہش کی کہ ہم کو اس سے بہتر غذا ملنی چاہیئے۔ چنانکہ تھوڑا تھوڑا غلہ جو قوت سے بچا کر اس سے کچھ گھی خرید کیا اور کچھ کھجور خرید کی۔ پھر اس پر انہوں حضرت علیؑ کو بھی دعوت دی جب وہ تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا یہ چیزیں کہاں سے آگئیں انہوں نے بیان کیا کہ دانہ بچا کر یہ مرغوب غذا ہم نے تیار کی ہے۔ آپ نے پوچھا اس غلہ سے جو بچایا تھا باقی غلہ تم لوگوں کے قوت کے لئے کافی ہو جاتا رہا انہوں نے کہا ہاں کافی ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد جناب امیرؑ نے دانہ جو کم کر دیا تا کہ ضرورت سے زیادہ نہ ہو اور فرمایا مجھے اس سے زیادہ دینا حلال نہیں۔ اس پر حضرت عقیل غضبناک ہو گئے۔ جناب امیرؑ نے ایک سیخ لوہے کی گرم کر لی اور عقیل کے رخسارہ کے قریب کی یا لگا دی۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

عقیل چیخ اٹھے کہ یہ کیا کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا تم اس سے فریاد کرتے ہو اور مجھے آتش جہنم میں بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا ہمارے اوپر تم کو رحم نہیں آتا۔ عقیل نے کہا۔ اچھا میں اس کے پاس جاؤں گا جو چاندی کے ٹکڑے مجھے دے گا اور گھوڑ دکھلائیگا۔ پھر حضرت عقیل معاویہ کے پاس چلے گئے۔ ایک دن معاویہ نے کہا اگر عقیل کا بھائی اس کے واسطے اچھا ہوتا تو عقیل ہمارے پاس کیوں آکر مقیم ہوتا عقیل نے کہا میرا بھائی میرے لئے دین کے لحاظ سے عزلد اچھا ہے مگر تو میرے لئے دنیا کے لحاظ سے اچھا ہے اور میں نے دنیا کی لذت کو اختیار کر لیا ہے۔ خاتمہ بالخیر کی دعا اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں۔ انتہیٰ۔ اس کی تائید مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ میں بھی مرقی ہے۔ لکھا معاویہ نے کہا اے عقیل تم نے علیؓ کو کیسے چھوڑا ہے۔ عقیل نے کہا اس کو میں نے ایسی حالت پر چھوڑا ہے جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے اور تم کو ایسی حالت میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے۔ دوسری روایت صواعق میں اس طرح ہے کہ عقیل نے بے موقع طلب کیا علیؓ نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے عقیل نے تنگ کیا حضرت علیؓ نے ایک شخص کو فرمایا اس کو لے جا کہیں کسی کا تالا توڑ کر دروازہ کھول لے اور کوئی چیز نکال لے عقیل نے کہا تو چاہتا ہے کہ میں چوری کروں اور سزا دے۔ علیؓ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ میں مسلمانوں کے مال میں چوری کر کے تجھے دوں۔ عقیل نے کہا میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں۔ فرمایا یہ تمہاری مرضی۔ جب عقیل معاویہ کے پاس گیا معاویہ نے کہا ممبر پر جاکر اپنا حال لوگوں کو سنا۔ عقیل منبر پر گیا۔ کہا خدا پاک کی تعریف کے بعد میں تم لوگوں کو خبر دیتا ہوں۔ کہ میں نے حضرت علیؓ کے دین پر غلبہ کرنا چاہا مگر علیؓ نے دین کو پسند کیا اور معاویہ کے دین پر غلبہ کرنا چاہا تو اس نے مجھے دین کی نسبت زیادہ پسند کیا ہے۔ انتہیٰ۔ اس کی تائید استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۷ سے ہوتی ہے۔ مروی ہے کہ علیؓ کوئی چیز کسی دوست یا رشتہ دار کو حق سے زیادہ نہ دیتے تھے اور کسی شخص کو کسی جگہ بجز دیانتدار اور امین کے مقرر نہ کرتے تھے۔ الخ انتہیٰ۔ ابو موسیٰ اشعری کو امارت سے معزول فرمایا تو وہ مخالف ہو گئے وغیرہ وغیرہ حالات۔ اس قسم کے واقعات ہی مخالفت لوگوں کے اسباب میں حضرت علی کی سیاست کا قصور نہیں ان کی سیاست دینی مقاصد و قوانین شریعت کے ماتحت تھی اور لوگ سیاست مطالب دنیا و اغراض نفسانیہ کے ماتحت چاہتے تھے ۱۲ مترجم۔

شریح فقال انی ابغض الاختلاف فاقضوا کما کنتم تقضون[۱] فذکرہ الی قولہ و اصحابی قال فقتل علی قبل ان یکون جماعۃ قولہ فانی اکرہ الاختلاف ای الذی یودی[۲] وقال ابن التین یعنی مخالفۃ ابی بکرؓ و عمرؓ

آپ قضا کرتے چلے آئے ہو (فی الحال) اسی طرح کرتے رہو۔ کیونکہ میں اختلاف اور جھگڑے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس مدت تک (اسی طرح کرتے رہو) کہ سب لوگ ہم پر متفق ہو جائیں اور یا (بصورت دیگر) مثل اپنے باقی گذشتہ ساتھیوں کے فوت ہو جاؤں گا۔

---

[۱] بحث فدک میں اس حدیث کو بعبر ایک مثال کے لکھا جائے گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند مسائل میں جناب امیر علیہ السلام

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وقال غیرہ المراد المخالفۃ التی تؤدی الی النزاع والفتنۃ ویؤیدہ قولہ بعد ذلک حتی یکون الناس جماعۃ وفی روایۃ الکشمیہنی حتی یکون جماعۃ وفی البخاری قال عمر فی الخطبۃ؏

تو پھر مجبوراً کچھ نہ ہو سکے گا) اور فتح الباری میں بذیل شرح اس روایت کے لکھا ہے کہ روایت حماد بن زید میں اس طرح وارد ہے جس کو ابن المنذر نے علی بن عبد العزیز سے اس نے ابی نعیم سے اس نے عبیدہ سے روایت کیا کہتا ہے مجھے عبیدہ نے کہا کہ حضرت علیؑ نے میری اور شریح کی طرف حکم بھیجا اور فرمایا تحقیق میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں پس حکم قضا اسی طرح چلاؤ جیسا کہ قضا کرتے چلے آئے ہو۔ پھر اس روایت کو مثل روایت بخاری کے آخر لفظ و اصحابی تک ذکر کیا پھر کہا لیکن حضرت علیؑ لوگوں کے جماعت اور متفق ہونے سے پہلے قتل کر دیئے گئے۔ قول علیؑ کا کہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں مراد اس سے وہ اختلاف ہے جو جھگڑا اور فساد کی طرف پہونچا وے۔ ابن التین کہتا ہے مراد مخالفت ابی بکرؓ و عمرؓ کی ہے اور دوسروں نے کہا کہ وہ مخالفت مراد ہے جو جھگڑے اور فتنہ فساد کی طرف پہونچا وے۔ اور اسی معنے کا موید حضرت علیؑ کا وہ قول ہے جو اس کے بعد فرمایا حتیٰ کہ لوگ متفق ہو لیں اور روایت کشمیہنی میں ہے تھی کہ لوگوں کے لئے اتفاق کی صورت پیدا ہو لے۔ (حضرت علیؑ اسی لئے اپنے نئے احکام اس واسطے جاری نہ فرمائے کہ پہلے ہر طرف سے لڑائی کی آواز آ رہی تھی پھر اگر حضرات ثلاثہ کے سلسلہ مروجہ کو یک لخت تبدیل فرما دیتے تو لوگوں کے دلوں میں چونکہ محبت ثلاثہ کی مرکوز ہو چکی تھی اس کے سبب سے جو لوگ حضرت علیؑ کے مطیع ہوئے تھے ان میں سے بھی بہت مخالفت کر کے فساد پیدا کر دیتے۔ اس واسطے جناب علیؑ نے انتظار کی کہ اگر سب مطیع ہو کر اتفاق کر لیں تب مکمل اصلاح کر دی جائے گی۔ اور اگر پہلے موت آ گئی تو جو کچھ شعار اسلام سے ہو رہا ہے وہی غنیمت ہے) اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ و مطبوعہ مصر جلد ۸ صفحہ ۱۱ میں امیر عمر کا یہ خطبہ مروی ہے کہ کہا

؏ بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت میں یہ عبارت موجود ہے۔ اسی لفظ اسی طرح خطبہ فلتۃ کا نقل روایت بخاری کے مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے ۱۲ مترجم

(لہ بقیہ حاشیہ) نے اپنا جدید حکم آزمائشی طور پر ظاہر فرمایا مگر مسلمانوں نے اظہار ناراضگی کیا تو برائے رفع فساد حضرت امیرؑ خاموش ہو گئے حضرت علیؑ کے کلام سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ احکام میں کچھ تغیر و تبدل فرمانے کا منشاء رکھتے تھے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اختلاف کی ناپسندی کی معذرت با جماعت ہونے تک کی مہلت بیان کرنے کی ان کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر جب مصلحت بیان فرما دی تو ثابت ہوا کہ اگرچہ ضرورت اصلاح کی تھی مگر آپ نے ظاہر کیا کہ بنا بر مصلحت ایک وقت خاص تک اصلاح نہیں کی جا سکتی ورنہ یہی کافی تھا کہ فرما دیتے جو کچھ شیخین یا ثلاثہ کے عہد میں احکام رائج ہوئے ہیں وہی صحیح ہیں کسی تبدیلی کی

باقی ضمیمہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ثم انہ بلغنی ان قائلا منکم یقول واللہ لو مات عمر بایعت فلانا فلا یغترن امرء ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ و تمت الا وانہا قد کانت کذلک و لکن اللہ وقی شرہا (ثم قال) وخالف عنا علی ع و الزبیر ومن معہما (ثم قال) فکثر اللغط وارتفعت الاصوات حتی فرقت (ای خفت فرق تر سیدن) من الاختلاف فقلت ابسط یدک یا ابابکر فبسط یدہ فبایعتہ۔ وفی الفتح قولہ کانت کذلک الفلتۃ اللیلۃ التی یشک فیہا ھل ھی من رجب او شعبان وھل من المحرم او صفر. قولہ وقی اللہ شرہا ای وقاھم ما فی العجلۃ غالباً من الشر وقال الداودی معنے قولہ، فلتۃ انہا وقعت من غیر مشورۃ مع جمیع من کان ینبغی ان یشاور وقال ابن حبان معنی قولہ کانت فلتۃ ان ابتداءھا کان من غیر ملأ کثیر۔
قولہ وخالف عنا علی والزبیر فی روایۃ مالک ومعمر وان علیاً والزبیر ومن کان معہما تخلفوا فی بیت فاطمۃ بنت رسول اللہ وکذا فی روایۃ سفیان

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تحقیق تم میں سے کوئی یہ کہنے والا ہے خدا کی قسم اگر عمرؓ مر گیا تو ہم فلاں کی بیعت کریں گے۔ مگر کسی کو اس پر غرہ نہ ہونا چاہیئے کہ اچانک بے سوچے سمجھے ابی بکر صاحب کی بیعت کر لینے سے خلافت قائم ہو گئی تھی۔ (اسی طرح ہم بھی فلاں کو خلیفہ بنا لیں گے) خبردار بے شک وہ اسی طرح ہو گئی تھی لیکن خدا نے اس کو شر سے بچا لیا (پھر اسی خطبہ میں امیر عمرؓ نے کہا) اور جناب علیؑ اور زبیر اور ان کے ہمراہی اس معاملہ میں ہمارے مخالف ہو گئے۔ (پھر کہا) آوازیں بلند ہوئیں اور شور و غوغا پیدا ہوا اور میں اختلاف ہو جانے سے ڈر گیا اس لئے میں نے ابوبکرؓ سے کہا آپ ہاتھ بڑھایئے چنانچہ ابوبکر نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس سے بیعت کر لی۔ اور فتح الباری میں بذیل شرح اس کے لکھا ہے۔ قولہ قد کانت کذلک. فلتۃ کے معنے وہ رات ہے جس میں شک ہو کہ رجب سے ہے یا شعبان کی اور یا محرم کی یا صفر کی۔ اور قولہ وقی اللہ شرہا یعنے ان کو اس شر سے بچا لیا جو غالباً ایسے کاموں میں جلدی کرنے سے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور داؤدی نے معنے قول عمرؓ فلتۃً کا یہ کیا ہے کہ تحقیق بیعت ابی بکرؓ کی بغیر مشورہ کے واقع ہوئی۔ اور ابن حبان نے معنے فلتۃً کا یہ کیا ہے کہ تحقیق ابتدا سے بیعت بغیر بڑی جماعت کے قائم کر لی گئی تھی۔ اور قول امیر عمر کا کہ

(بقیہ حاشیہ) ضرورت نہیں بلکہ ثانیوں کو دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن جب ان کو آثار سے حضرت علیؓ کا منشار مخالف ثلاثہ کے معلوم ہوا تو ان کو ضروریات دریافت کی محسوس ہوئی۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم۔ لہٰذا تواریخ سے متخلفین کا جو حال لکھا گیا وہ بالکل صحیح ہے۔ بخاری کی یہ روایت بھی اس کی مؤید ہے گویا اصل مضمون بخاری و مسلم میں موجود ہے اور تفصیل اس کی دیگر کتب میں مذکور ہوئی۔ باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۳

لکن قال العباس بدل الزبیر ثم قال) قال الداؤدی فیما نقلہ ابن التین عنہ حیث اطلق انہ لم یکن مع ابی بکرؓ

جناب علیؓ و زبیرؓ ہمارے مخالف ہو گئے اور بیعت سے ہٹ رہے۔ اور روایت مالک اور معمر میں اس طرح ہے کہ علیؓ و زبیرؓ اور ان کے ساتھی سب بیعت سے ہٹ کر خانہ پاک جناب فاطمہ زہراؑ میں جا کر پناہ گزیں ہوئے اسی طرح سفیان کی روایت میں بھی ہے۔ لیکن اس نے زبیر کی جگہ عباس کا نام لیا ہے۔ پھر حسب نقل ابن التین کے داؤدی نے اس طرح لکھا ہے کہ اس وقت ابو بکرؓ کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ) ہے۔ چنانچہ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ میں بہ تفصیل مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

۵۲ شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۷ میں ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر الذی یعمل فجائۃ من غیر تردد ولا تدبر وھکذا کانت بیعۃ ابی بکر لان الامر لم یکن شوریٰ بین المسلمین وانما وقعت بغتۃ لم تمحص فیھا الآراء ولم یتناظر فیھا الرجال وکانت کالشیٔ المستلب المنتھب۔ الخ یعنی جوہری نے صحاح میں ذکر کیا ہے کہ فلتۃ وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر تدبر و تفکر کے کیا جائے۔ اور بیعت ابی بکر کی اسی طرح واقع ہوئی۔ کیونکہ مسلمین کے مشورہ سے منعقد نہ ہوئی تھی بلکہ اچانک ہو گئی۔ جس میں کچھ غور نہ کی گئی تھی اور نہ گفتگو اور نہ انتخاب باضابطہ ہوا بلکہ اس طرح منعقد ہوئی جیسے کوئی چیز غصب کی ہوئی اور چھینی ہوئی ہوتی ہے۔ بعینہ اسی طرح انوار اللغتہ پ ۲۰ صفحہ ۱ میں کانت فلتۃ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ اور بخاری باب رجم الحبلی من الزنا طبع کرزن پریس صفحہ ۱۰۰۹ میں فلتۃ کے لفظ پر حاشیہ ۲ میں شرح قسطلانی سے لکھا ہے ای فجأۃ ای من غیر تدبر یعنے اچانک بے سوچے سمجھے ہو گئی۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۴ میں باسناد بخاری و مسلم خطبہ حضرت عمر کا درج ہے جس میں فلتۃ وارد ہے۔ اسی کے حاشیہ پر لکھا ہے کار ناگاہ و بے اندیشہ یقال کان الامر فلتۃ اے بلا تدبر و تفکر ۱۲ از صراح۔ اسی طرح نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ میں ہے۔ ایضاً صفحہ ۲۳۱/۲۴۴ حاشیہ ۲ اس کی تائید کافی جلد ۱ صفحہ ۶۱۵ اصول سے ہوتی ہے (شیعہ کی کتاب) حضرت صادقؑ نے فرمایا قد عمد عمر الی ابی بکر فبایعہ ولم یشاور فیہ احدا ثم ردھا ابو بکر علیہ ولم یشاور فیہ احدا ثم جعلھا عمر شوریٰ بین ستۃ واخرج عنھا جمیع المھاجرین والانصار غیر اولئک الخ یعنے عمرؓ نے ابو بکرؓ کو بلا مشورہ خلیفہ بنایا اور ابو بکر نے عمر کو بلا مشورہ بنایا اور عمر نے چھ افراد کے درمیان مشورہ مقرر کیا اور سب مہاجرین و انصار کو مشورہ سے خارج کیا۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ میں فلتۃ پر علامہ سندی کا حاشیہ لکھا ہے مضت بیعتہ علی حال فجاءۃ (اچانک ۱۲) وانما کانت فلتۃ لانہ لم یکن فی اول الامر جمیع خواص الصحابۃ ولا عوامہم انتھیٰ۔ یعنے اچانک اس لئے ہوئی کہ پہلے پہلے نہ خواص صحابہ اس امر پر جمع تھے اور نہ عوام۔ فرمایئے پھر اجماع صحیح سے یہ خلافت کیسے منعقد ہوئی۔ خود حضرت عمر ایسی بیعت کو حق کی دلیل نہیں جانتے۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ طبع مصر میں ہے من بایع رجلا من غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ھو ولا الذی بایعہ تغرۃ (مخافۃ) ان یقتلا حضرت

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

عمرؓ نے کہا ہے جو شخص کسی کی بیعت بغیر مشورہ مسلمانوں کے کرے تو ایسی بیعت نہ کرے نہ کرنے والا نہ وہ جس کی ہو رہی ہے اس خوف سے کہ مبادا دونوں قتل ہو جائیں اسی طرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ میں ابن عباس حضرت عمرؓ سے روایت کرتا ہے فکانت لعمری فلتۃ کما اعطے اللہ خیرھا وقی اللہ شرھا فمن دعا الی مثلھا فھو الذی لا بیعۃ لہ ولا لمن بایعہ رواہ ابن ابی شیبۃ۔ جو اس قسم کی بیعت کی طرف بلائے جیسے ابی بکر کی ہوئی پس اس کی کوئی بیعت نہیں نہ کرنے والے کی اور نہ اس کی جس کے ساتھ ہو رہی ہو۔ انتہی۔ تو گویا یہ قانون بے سوچے سمجھے بیعت کر کے خلیفہ بنا لینے کا ایک ابوبکر صاحب کے لئے نافذ و جائز ہوا پھر قیامت تک منسوخ ہے اور نہ کبھی ایسا پہلے ہوا تھا۔ اس طرح انہی سے مخصوص ہوا۔ اور یہ خلافت کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ۱۲ مترجم۔

عـہ اسی طرح یہ حدیث الملل والنحل مطبوعہ بمبئی صـ۸ـ میں مروی ہے اس میں اس عبارت سے پہلے یہ الفاظ ہیں۔ ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃً (الی ان قال) فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ فایما رجل بایع رجلا الخ یعنی جو پھر ایسی بیعت کرے اسے قتل کر دو۔ اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ طبع نول کشور صـ۲۷ـ میں بھی ہے۔ اور لکھا در روایت بخاری الفاظ دیگر اند کہ حاصل معنی آں ہمیں است بخاری ایں کلام مذکور ست (بعدہٗ گفتہ) ہر کس را بر ابوبکر قیاس نتواں کرد۔ بلکہ اگر دیگرے ایں قسم بیعت نماید اور القتل باید رسانید۔ انوار اللغۃ پ ۱۲ صـ۵۶ـ میں مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی خلافت صلاح اور مشورے سے منعقد ہوئی تھی اکثر لوگوں کا اس پہ اتفاق ہو جائے گو دو تین شخص مخالف بھی رہیں تو یہ اختلاف ضرر نہیں کرتا جیسے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں ہوا۔ جو شخص بلا صلاح اور مشورہ دھینگا مشتی سے حاکم بن جائے اور اس کے حاکم بن جانے کے بعد لوگ ڈر کے مارے اس سے بیعت کر لیں تو ایسی خلافت ہرگز صحیح نہیں ہے۔ انتہیٰ ملخصاً ۱۲ مترجم۔

حینئذ من المھاجرینؓ الا عمرو ابو عبیدۃ۔ فی الصراح فلت فلتۃ کار ناگاہ بے اندیشہ یقال کان الامر فلتۃ ای بلا تدبر و تفکر۔ فی الخصائص للنسائی صـ۲۲ـ عن ابی ذر (فی حدیث طویل) قال عمر لرسول اللہ ص من تعنی قال ما ایاک اعنی ولا صاحبک قال فمن تعنی قال خاصف النعل و کان علیؓ یخصف النعل الحدیث۔

مہاجرین سے سوا امیر عمر و ابی عبیدہ کے کوئی نہ تھا۔ صراح میں ہے۔ فلت۔ فلتۃ کام اچانک بے اندیشہ کہا جاتا ہے کہ فلاں امر فلتۃً ہو گیا۔ اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ بے سوچے سمجھے ہو گیا خصائص نسائی صـ۲۴ـ میں ابی ذر سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ امیر عمر نے رسول اللہ ص سے پوچھا کہ آپ کا اس سے کون آدمی مراد ہے۔ جناب نے فرمایا کہ تو اور تیرا صاحب (ابوبکر) میری مراد نہیں ہے۔ پھر عمر نے سوال کیا پھر

لہ فتح الباری پ ۲۸ صـ۲۶۵ـ کی عبارت سے صاف ثابت ہے کہ مہاجرین سے ابی بکر کی بیعت کے وقت کوئی مشورہ دینے والا یا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اقول قد ظہر مما سبق من ان عمرؓ لبیعۃ ابی بکرؓ من ھذا الحدیث و من استخلاف ابی بکر لعمر مع انکار الصحابۃ علیہ کما سیأتی۔ و بکتابۃ عثمان من نفسہ لفظ عمر کما سیاتی۔ ان المودۃ والاخوۃ والموانسۃ والمعاونۃ بین الشیخین کانت مشھورۃ مؤکدۃ غیر مخفیۃ بحیث یجلب کل واحد منھما المنافع للآخرۃ کنفسہ وامرھما واحد فی جمیع الامور کما مر من قول علیؑ من الامامۃ والسیاسۃ وکان عمر اشد واقوی علی ابوبکر وزاد عب علیہ بحیث یخاف ابوبکر منہ ویقتدی بہ فی اثارہ۔ کما فی کنز العمالؒ رمسند عمر عن عبیدۃ قال جاء عیینۃ بن حصین والاقرع بن حابس الی ابی بکرؓ

آپ کا اور کون آدمی مراد ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ جوتے کو پیوند لگانے والا میری مراد ہے۔ اور حضرت علیؑ بفرمان نبوی آنحضرتؐ کے نعلین شریفین کو پیوند لگا رہے تھے۔ آخر حدیث تک۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں۔ بتحقیق گذشتہ تحریر سے امیر عمرؓ کا بیعت ابی بکر کے لئے کوشاں رہنا اور اعانت کرنا ثابت ہوا اور اس حدیث مذکورہ سے ہر دو شیخین کا متحد الامر مشہور ہونا ظاہر ہوا (کیونکہ لفظ صاحبک بولنا اور ابوبکر معلوم ہو جانا اس پر شاہد ہے) اور استخلاف ابی بکر کا امیر عمرؓ کے لئے باوجود انکار صحابہ کے نیز اس پر دال ہے جیسا کہ مذکورہ ہوگا۔ اور امیر عثمانؓ کا خود بخود اپنی جانب سے بوقت کتابت وصیت استخلاف کے لفظ عمرؓ کا لکھ لینا بھی اس بات کا گواہ ہے جیسا کہ آئے گا کہ تحقیق محبت اور برادری اور دوستی اور ایک

(بقیہ حاشیہ) اس میں اتفاق کرنے والا ابتدا میں نہ تھا اگرچہ بعد میں کسی مصلحت یا خوف سے شامل ہو گئے۔ اور انصار کا حال جملہ کتب سے اظہر من الشمس اور مشہور عام ہے کہ وہ سب مخالف تھے۔ ابتدا میں صرف امیر عمرؓ و ابوعبیدہ ابی بکرؓ صاحب کے حامی تھے۔ اسی واسطے حضرت ابی بکر نے بھی اپنی تقریر میں یہی ظاہر کیا ہے کہ یا امیر عمرؓ کو خلیفہ بنا دو اور یا ابوعبیدہ کو اور وہ دونوں ابوبکرؓ صاحب کے لئے کوشاں ہوئے تھیں جو لوگ خلافت ابی بکر کا شوریٰ اور اجماع سے منعقد ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی رائے کا بطلان ثابت ہو گیا۔۱۲ مترجم۔ ؎۲ اس جگہ حدیث بخاری سے امیر عمرؓ کا خلافت ابی بکر کے فلتۃً قائم ہونے کی نسبت اعتراف پڑھیئے۔ اور لغت اور فتح الباری سے معنی فلتۃً کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ پھر سب کے شورہ اور اجماع کل اور رضامندی اہل مدینہ سے ابی بکر صاحب کو منتخب کر کے خلیفہ تسلیم کرنے کے اعتقاد سے توبہ کیجئے۱۲ مترجم۔

؎۱ سوانح حضرت ابوبکر از دفتر اصلاح جلد ۲ ص ۳۹ میں یہی قصہ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲ سے منقول ہے اور یہی روایت باسناد اصابہ مع استیعاب مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۵۵ اور جوہرہ نیرہ شرح قدوری فقہ حنفیہ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۶ میں بھی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۳۲۶ و ص ۳۳ میں بھی یہ روایت بتغیر چند الفاظ کے ہے اس جگہ یہ الفاظ ہیں قال بل عمرو لکنہ ابیٰ یعنی بلکہ خلیفہ تو وہی عمرؓ ہے لیکن اس نے انکار کیا ہے۔ انتہیٰ۔ اس سے انکار کیا کہ ابھی میں تخت نشین ہوں اور ظاہرا خلیفہ ہو جاؤں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فقال یا خلیفۃ رسول اللہ ان عندنا ارضًا سبخۃً لیس فیہا کلاءٌ ولا منفعۃٌ ان رئیت ان تقطعناھا لعلنا نحرثہا ونزرعہا ولعل اللہ ان ینفعنا، فاقطعہا ایاھما وکتب لہما علیہ کتابًا وشہد فیہ عمر ولیس فی القوم فانطلقا الی عمر لیشہداہ فلما سمع عمر ما فی الکتاب تناولہ من یدیہما ثم تفل فیہ ومحاہ فتذمرا فقالا مقالۃً سیئۃ قال عمر ان رسول اللہ ص کان یتألفکما والاسلام یومئذٍ ذلیل وان اللہ قد اعز الاسلام فاذھبا فاجہدا جہدکما لا رعی اللہ علیکما ان رعیتما فاقبلا الی ابی بکر وھما یتذمران فقالا واللہ ما ندری انت الخلیفۃ[۲] ام عمر فقال بل ھو ولو شاء[۳] فکان فجاء عمر مغضبًا۔

دوسرے کی اعانت شیخین میں ایسی مشہور و مضبوط تھی جو کسی سے مخفی نہیں تھی۔ اس طرح کہ ہر ایک ان سے دوسرے کے لیئے منافع دنیوی مثل اپنی ذات کے کھینچتا تھا اور ہر دو کا امر سب کاموں میں ایک ہی تھا جیسا کہ قول علیؑ منقول امامت والسیاست سے گذر چکا ہے اور امیر عمر ابی بکر صاحب پر بہت اثر اور رعب رکھتے تھے۔ اس طرح کہ ابوبکر صاحب اس سے خوف کرتے اور اس کی پیروی کرنے تھے جیسا کہ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۸۹ و در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ باسناد ابن ابی حاتم (میں ہے (مسند عمر) عبیدہ سے روایت ہے کہا عینیہ بن حصین اور اقرع بن حابس ابی بکرؓ کے پاس آئے اور ہر دو نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ کے تحقیق ہمارے پاس ایک شور زمین خالی پڑی ہے جس میں کوئی گھاس وغیرہ کا نفع نہیں پہنچتا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اور وہ زمین ہمیں

(بقیہ حاشیہ) کیونکہ جانتے تھے کہ جب تک تسلط مکمل نہ ہو جائے عمر کی تند مزاجی اور بد خلقی سے بغاوت عام ہو جائے گی۔ کنز العمال کی اس روایت میں ابوبکر کے یہ الفاظ بھی ہے انا لا نجیز الا ما اجاز عمر یعنے ہم کسی چیز کی اجازت نہیں دے سکتے مگر جس کی عمر صاحب اجازت دیں رواہ ابو عبید فی الاموال ۱۲ مترجم [۱] دوسرا قصہ خوف ابی بکر صاحب کا امیر عمر سے اور بطرز ماتحت کے اپنے خیال کو پوشیدہ پورا کرنا کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۹ میں مسند ابی بکر سے بروایت عروہ کے اس طرح مروی ہے۔ عروہ کہتا ہے حضرت ابوبکر نے اپنے داماد زبیر کو ایک جائداد بطور جاگیر کے دیدی اور سند لکھ دی جس کا کاتب میں تھا۔ لکھتے وقت امیر عمر آ گئے ان کو دیکھ کر ابوبکر صاحب نے وہ سند مکتوبہ مجھ سے لے لی اور اپنے بستر کے نیچے دبا لی مگر امیر عمر کچھ آثار سے سمجھ گئے اور (تہذیب سے) کہا کہ شاید آپ کوئی خاص بات کر رہے تھے؟ ابوبکر نے کہا ہاں جب امیر عمر باہر چلے گئے ابوبکر صاحب نے اس سند کو نکالا اور میں نے اس کو تمام کیا خاتمہ تک لکھا اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے ۱۲ مترجم

[۲] بعینہ یہ قصہ بروایت بخاری در تاریخ صغیر و محاملی در امالی باسناد در کمل اصابہ فی تمیز الصحابہ مولفہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۵۵ بذیل ترجمہ عینیہ بن حصین مرقوم ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۹ پر) [۳] اس عبارت ابی بکر صاحب سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے عہد میں بھی دراصل امیر عمر خلیفہ تھے اگر چاہتے تو مسند خلافت پر بیٹھ جاتے اور ابی بکرؓ صاحب کو بٹھا دیا تو یہ بھی ان کی مرضی ۱۲ مترجم۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۹۳ کا) اور نہایہ ابن اثیر جلد اصفحہ ۳۵۰/۲۵۱ بحث لفظ خلف میں ہے (وکذا فی مجمع البحار طبع نولکشور صفحہ ۳۷ جلد ا و مثلہ فی کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۲۲۔ وفی حدیث ابی بکر جاءہ اعرابی فقال لہ انت خلیفۃ رسول اللہ صلعم فقال لا قال فما انت قال انا الخالفۃ بعدہ الخلیفۃ من یقوم مقام الذاھب ویسد مسدہ فاما الخالفۃ فھو الذی لا غنی عندہ ولا خیرہ فیہ وکذالک الخالف وقیل ھو کثیر الخلاف یعنی ابوبکر صاحب سے کسی اعرابی نے پوچھا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے خلیفہ ہیں؟ ابوبکر صاحب نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر آپ کیا ہیں؟ ابوبکر نے کہا میں خالفہ ہوں۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو مستخلف کے قائم مقام اس کی جگہ پر اسی طرح کا کام انجام دے اور خالفہ وہ ہوتا ہے جس پر اکتفا نہ ہو سکے اور اس میں خیر و برکت نہ ہو بلکہ اکثر اس کے مخالف ہو جس کا خلیفہ بنا ہوا ہے۔ انتہٰے۔ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۷ صفحہ ۹۹ میں لکھتے ہیں خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کچھ بھلائی اور تو انگری نہ ہو۔ اس عبارت میں مخالف کی زبان سے عجیب انصاف ظاہر ہوا ہے بشرطیکہ زبانہ حال کی تاویلات سے بچ جائے تو متلاشیان حق کے لئے بہت مفید ہے۔ اور یہ کسر نفسی پر محمول نہیں کیونکہ خلیفہ کا فرض منصبی تھا کہ اپنا قدر خبلانے جیسے انبیاء و اوصیا اپنے دعویٰ کا اظہار کرتے رہے ہیں انبیاء نے کبھی نبی نہ ہونے سے کسر نفسی ظاہر نہیں کی نہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نبی صلعم کا جانشین نہیں ہو سکتا بلکہ ظاہر فرماتے رہے ہمارا حق ہے ہیں اولی بالامامت والخلافت ہوں اور نہ مقام تقیہ تھا کہ اس پر محمول ہوتا ۱۲ مترجم۔

کاشت کے لئے دیدیں تو ہم اس کو آباد کریں گے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے ہم کو نفع دیگا۔ ابوبکرؓ صاحب نے حسب خواہش ان کے وہ زمین ان کو دیدی اور ایک سند بھی لکھدی۔ مگر اس میں امیر عمر صاحب کی شہادت رکھدی۔ باوجودیکہ امیر عمر اس وقت موجود نہ تھے۔ سائلان امیر عمر کی طرف برائے تحریر شہادت گئے۔ حضرت عمر نے جب اس مکتوب کو سنا ان کے ہاتھ سے سند مذکور لے کر اس پر تھوک دیا اور حکم کو مٹا دیا۔ جس سائلان نہایت غضبناک ہوئے اور امیر عمر کے حق میں بدگوئی شروع کردی امیر عمر کہنے لگے رسول اللہ صلعم بحالت کمزوری اسلام تمہارے ساتھ الفت کرتے تھے۔ اب اسلام کو خدا نے عزت دیدی ہے (تمہاری کچھ پرواہ نہیں) چلے جاؤ اور جو تمہارا اجارہ ہے کرلو۔ خدا تمہارا کوئی لحاظ نہ کرے گا۔ اگرچہ تم اپنے دل میں رعایت کا گمان رکھتے ہو۔ ہر دو یہ سن کر بڑے جوش و خروش سے حضرت ابی بکر کے پاس آئے۔ اور کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر خلیفہ ہیں؟ ابوبکرؓ صاحب نے کہا سچ پوچھو تو وہی ہے اگر چاہتا تو خود ہو جاتا۔ اتنے میں امیر عمر بھی غضبناک ہو کر آگیا۔ اور ابی بکر سے کہا بتاؤ یہ زمین جو تم نے

فجاء عمر مغضبًا حتی وقف علی ابی بکر فقال　　ان دونوں کو دیدی ہے یہ محض تیری ہے یا جملہ
اخبرنی عن ھذہ الارض التی اقطعتھا ھذین　　مسلمانوں کی ہے۔ ابوبکر صاحب بولے نہیں صاحب

لہ یہ موعودہ روایت ہے جو اجماع کی شرط رضا مندی کل افراد کے بیان میں مختصرًا لکھی گئی تھی۔ اس روایت کے پڑھنے سے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الرجلين ارض هي لك خاصة ام هي بين المسلمين عامة قال بل هي بين المسلمين عامة قال فما حملك ان تخص هذين بها دون جماعة المسلمين قال استشرت هؤلاء الذين حولي فاشاروا علي بذلك قال فاذا استشرت هؤلاء الذين حولك او كل المسلمين اوسعت مشورة و رضا فقال ابوبكر قد كنت قلت لك انك اقوى على هذا مني ولكنك غلبتني. رواه ابن ابي شيبة والبخاري في تاريخه ويعقوب بن سفيان والبيهقي وابن عساكر. وهكذا في ازالة الخفا وفيه فقال ابوبكر من حوله من الناس ما ترون قالوا فكتب لهما بها كتابا واشهد فيه شهودا و عمر وما كان حاضرا فانطلقا اليه ليشهد في الكتاب فوجداه قائما يهنأ بعيرا (قطران مالبين) فقالا ان خليفة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم۔

میری نہیں سب مسلمانوں کی ہے۔ امیر عمر نے کہا پھر تجھے کس چیز نے اتنا دلیر کر دیا کہ تم نے بغیر اجازت کہ تم نے بغیر اجازت دیگر مسلمانوں کے ان کو دیدی ہے۔ ابوبکر کہنے لگے میں نے ان سب حاضرین مجلس سے مشورہ لیا اور انہوں نے مشورہ دیدیا ہے۔ عمر صاحب بولے انہی سے مشورہ لیا ہے یا کل مسلمانوں سے مشورہ اور رضامندی لے لی ہے؟ ابوبکر صاحب نے کہا میں نے تجھے پہلے کہا تھا کہ اس خلافت پر خود قدم جماؤ کیونکہ تم مجھ سے خلافت پر قوی اور زبردست ہو ولیکن تو نے زبردستی مجھے بٹھا دیا اس کو ابن ابی شیبہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور یعقوب بن سفیان اور بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا (اس روایت سے خلافت ثلاثہ کا چہرہ مکدر و معتبر معلوم ہوتا ہے اور اس سے خفیہ سازشوں کا بخوبی پتہ چلتا ہے) اور اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد اول ۲ صفحہ ۱۹۲/۱۹۵ میں ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں۔ ابوبکر صاحب نے اپنے حاشیہ نشینان سے کہا۔ کیوں صاحبان تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں تب ابوبکر صاحب نے ان کو سند لکھدی اور گواہوں کی گواہی اس میں لکھدی جنمیں امیر عمر کو بھی شامل کر دیا باوجودیکہ امیر عمر وہاں حاضر نہ تھے۔ وہ دونوں حضرت عمر کی طرف اس مکتوب پر دستخط کرانے کے لئے گئے اور انہوں نے امیر عمر کو اسحالت میں پایا کہ وہ اونٹ کو گندھک وغیرہ خارش کا تیل لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا تحقیق خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے ہمارے لئے یہ دستاویز لکھدی ہے۔ اب

(بقیہ حاشیہ) اہل بصیرت پر روشن ہو جائے گا کہ ایک ٹکڑے زمین کے واسطے جب کل مسلمانوں کی رضامندی یعنی ضروری تھی تو جملہ علاقہ تحت سلطنت رسول خدا حضرت ابی بکر کے حوالہ میں بلا رضامندی جملہ مسلمانوں بالخصوص بلا رضا بنی ہاشم کے اور خصوصاً بغیر اجازت اہل بیت نبی صلعم کے کس طرح کر دیا گیا اور وہ کس طرح جائز جانشین نبی ص کے احکام دین و دنیا میں قرار دیئے گئے ۱۲ مترجم ۵۲ امیر عمر صاحب اپنے لئے اتنی کوشش کر کے خود خلیفہ بن جاتے تو یہ خطرہ تھا کہ

كتب لنا هذا الكتاب وجئناك لتشهد على ما فيه فتقرأه ام نقرءه عليك قال اعلى الحال التي تريان ان شئتما فاقرأه وان شئتما فانتظرا حتى افرغ قال بل نقرءه عليك فلما سمع ما فيه اخذه منهما ثم تفل فيه ۔الخ۔ في البخاري قال ابوبكر ۔الخ ولما اعترض حباب بن المنذر على ابي بكر فاجاب ابوبكر بما نقله ابن قتيبة في الامامة و السياسة قال ابوبكر امنا تخاف يا حباب قال ليس منك اخاف ولكن ممن يجئ بعدك قال ابوبكر فاذا كان ذلك كذلك فالامر اليك والى اصحابك ليس لنا عليك طاعة ۔الخ۔ وفي ازالة الخفاء ان ابابكر حين حضرة الموت ارسل الى عمر يستخلفه فقال للناس تستخلف علينا فظا غليظا واوقد ولينا كان افظ واغلظ فما تقول لربك اذا لقيته وقد استخلفت علينا عمر ۔الخ وفي كنز العمال عن ابن عباس قال قال عمرؓ بن الخطاب انه كان من خبرنا حين توفي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان الانصار خالفونا

ہم تیرے پاس تحریر گواہی کے لئے آئے ہیں۔ تو خود پڑھ لے یا ہم پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ امیر عمر نے کہا جس حال میں ہوں دیکھ رہے ہو۔ یا تم پڑھ دو اور یا انتظار کرو کہ میں فارغ ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا اچھا ہم تیرے سامنے پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ جب امیر عمر نے سن لیا ان کے ہاتھوں سے لے لیا اور اس پر تھوک دیا۔ الخ (مثل روایت کنز العمال آخر قصہ تک بیان کیا) بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۳۶۵ میں ہے۔ ابوبکر صاحب نے کہا الخ۔ (یعنے اصل حدیث اعتراض صحابہ کی دو بارہ استخلاف امیر عمر بخاری میں ہے) اور جب حباب بن منذر نے ابی بکر کی خلافت پر اعتراض کیا۔ ابوبکر صاحب نے کہا اے حباب کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں لیکن جو تیرے بعد آنے والا ہے۔ اس سے خوف کر رہے ہیں۔ ابوبکر صاحب نے کہا۔ جب یہ صورت ہو گی اس وقت تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو اختیار ہو گا ہماری تم پر کوئی اطاعت نہیں ہوگی) الخ اور ازالۃ الخفاء (جلد ا صفحہ ۵۵/۲۱۲ میں ہے جب ابوبکر صاحب کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے امیر عمر کی طرف کسی کو بھیجکر بلایا تاکہ اس کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد مقرر کرے۔ لوگوں نے کہا ہم پر

(بقیہ حاشیہ) لوگ اس کو طمع نفسانی پر محمول کر کے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے تند مزاجی بھی معلوم تھی اس لئے ایسا نمونہ بنا کر دکھایا کہ ظاہر میں دوسرا معلوم ہو اور حقیقت میں خود خلیفہ رہے۔ تو ابوبکر صاحب کی زندگی میں بھی در حقیقت امیر عمر خلیفہ تھے اور بعد ان کے ظاہرا و باطناً وہی رہے اس طرح ان کی ساری عمر بادشاہی میں بسر ہوئی ۱۲ المترجم۔ [۵] تلخیص الصحاح مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں باسناد بخاری و مسلم مروی ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا کیا حضرت علیؑ نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم نہ انہوں نے بیعت کی تھی نہ بنی ہاشم میں سے کسی نے بیعت کی تھی۔ انتہے بعینہ ۱۲ المترجم۔

واجتمعوا باسرهم في سقيفة بني ساعدة وخالف عنا علي ع والزبير ومن معهما وذكر تخلف سعد بن عبادة الحديث. رواه احمد في مسنده والبخاري وابو عبيد في الغرائب والبيهقي وفي ازالة الخفاء علی و زبیر رض خارج از بیعت شدند اخرجه الحاکم. وفیہ زبیر وجمعے از بنی ہاشم درخانہ حضرت فاطمۃ زہرا ع جمع شد درباب نقض خلافت مشورت ہابکار می بردند فلما بلغ ذلك عمر ابن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال دحتى قال) ان امر بهم ان يحرق عليهم البيت.

تم ایسے تند مزاج اور سخت خو آدمی کو خلیفہ بنا رہے ہو جو پہلے ایسا ہے۔ اور جب تو نے صرف اسی کو ہمارا سردار بنانا ضروری ہے کہ پہلے سے اور زیادہ سخت اور تند مزاج ہو جائے گا۔ اور جب تو عمر جیسے شخص کو ہمارا سردار بنا کر خدا کے سامنے جائیگا۔ اس کو کیا جواب دے گا؟ الخ۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ میں ابن رض سے روایت ہے کہ عمر رض بن خطاب بیان کرتے تھے کہ جب نبی ص فوت ہوئے اس وقت کی ہماری خبروں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمام انصار ہمارے مخالف ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور حضرت علی ع و زبیر اور ان کے ہمراہی بھی ہمارے مخالف ہو گئے۔ پھر سعد بن عبادہ کا بیعت ابی بکر سے انکار کرنے کا ذکر کیا آخر حدیث تک اس کو احمد نے اپنے مسند میں اور بخاری نے اپنے صحیح جلد ۴ ص۱۱۱ کتاب الحدود باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت میں اور ابو عبید نے غرائب میں اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۲۷ میں ہے کہ حضرت علی و زبیر بیعت ابی بکر سے خارج ہو گئے جس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ زبیر اور جماعت بنی ہاشم جناب فاطمۃ الزہراء ع کے گھر میں دوبارہ توڑنے خلافت ابی بکر رض کے مشورے کر رہے تھے۔ جب عمر بن خطاب کو یہ اطلاع ملی تو نکلا اور جناب فاطمۃ الزہراء ع کے پاس آیا اور کہا مجھے اس سے کوئی مانع نہیں کہ اگر یہ لوگ بیعت میں نہ داخل ہوں۔ تو ان کے برخلاف یہ حکم دے دوں گا کہ ان پر گھر کو بمعہ ان کے جلا دیا جائے گا۔ یہ سنکر فاطمہ زہراء ع نے ان مخالفین کو حکم دیا۔ کہ جاؤ اور پھر

فاطمۃ ع آنانرا فرمود کہ بروید ولا ترجعوا الي لئن عدتم لمحرقن عليكم البيت فانصرفوا عنها فلم يرجعوا اليها حتى بايعوا لابي بكر اخرجه ابن ابي شيبة وكذا في ص۱۷۹ وقال باسناد صحيح. وفي الامامة والسياسة (كيف كانت بيعة ابي بكر) قال وان ابا بكر تفقد اقوامًا

میری طرف لوٹ کر آنا ورنہ تمہارے اوپر یہ اس گھر کو جلا دے گا۔ وہ چلے گئے اور واپس نہ آئے حتیٰ کہ ابی بکر رض سے بیعت کر لی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اسی ازالہ کے ص۱۷۹ میں بھی یہ روایت لکھی ہے اور اس کے بعد کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے۔ اور الامامت والسیاست مطبوعہ

---

[1] تلخیص الصحاح مترجم جلد ۲ ص۳۲ میں باسناد بخاری و مسلم مروی ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا کیا حضرت علی ع نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم نہ انہوں نے بیعت کی تھی نہ بنی ہاشم میں سے کسی نے بیعت کی تھی۔ انتہیٰ لفظہ ۱۲ المترجم

تخلفوا عن بيعته عند علي فبعث اليهم
عمر فجاء فناداهم وهم في دار علي فابوا
ان يخرجوا فدعا بالحطب وقال والذي
نفس عمر بيده لتخرجن اولاحرقنها على
من فيها فقيل له يا ابا حفص ان فيها
فاطمة (عليها السلام) فقال وان فخرجوا
فبايعوا الا عليا فانه زعم انه قال
حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبي على
عاتقي حتى اجمع القران فوقفت فاطمة
على بابها فقالت لا عهد لي بقوم حضروا
اسوء محضر منكم تركتم رسول الله جنازة
بين ايدينا وقطعتم امركم بينكم لم
تستامرونا ولم تردوا لنا حقا فاتى عمر
ابا بكر فقال له الا تاخذ هذا المتخلف
عنك بالبيعة فقال ابوبكر لقنفذ وهو
مولى له اذهب فادع لنا عليا قال
فذهب الى علي فقال له ما حاجتك
فقال يدعوك خليفة رسول الله ص
فقال علي لسريع ما كذبتم على رسول الله
فرجع فابلغ الرسالة فبكى ابوبكر طويلا فقال
عمر الثانية ان لا تمهل هذا المتخلف
عنك بالبيعة فقال ابوبكر لقنفذ عد اليه
فقل له امير المومنين يدعوك لتبايع
فجاءه قنفذ فادى ما امر به فرفع علي
صوته فقال سبحان الله لقد ادعى ما
ليس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالة فبكى
ابوبكر طويلا ثم قام عمر فمشى معه جماعة

بصرحت[13] بیان کیفیت بیعت ابی بکر میں ہے۔ کہا
تحقیق ابی بکر نے ایک قوم کو بیعت سے مفقود
پایا جو متنفر ہو کر حضرت علیؑ کے پاس بیٹھ گئے تھے
ابوبکر صاحب نے ان کی طرف امیر عمر کو بھیجکر بلایا
اور امیر عمر ان کے پاس گئے جو لوگ حضرت علیؑ کے
گھر میں جمع تھے۔ (ان کو نکلنے اور بیعت کے لئے)
پکارا انہوں نے نکلنے سے انکار کیا جس پر امیر عمر نے
کچھ لکڑی منگائی اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے
قبضہ میں عمر کی جان ہے ضرور تم باہر نکلو یا میں اس
گھر کو بمعہ ان کے جو اس کے اندر ہیں جلادوں گا۔
اس کو کہا گیا اے ابا حفص (عمر) تحقیق اس میں
فاطمہ زہراء بھی ہیں۔ اس نے کہا اگرچہ وہ بھی ہوں
(تب بھی جلادوں گا) پس جو اندر تھے وہ بجز حضرت
علیؑ کے باہر نکلے اور انہوں آکر بیعت کرلی اور
حضرت علیؑ باہر نہ آئے اور یہ خیال ظاہر کیا کہ میں
نے قسم اٹھائی ہے کہ اتنے تک باہر نہ نکلوں گا۔
اور چادر کندھوں پر نہ رکھونگا۔ جب تک قرآن کو
جمع نہ کرلوں اور جناب فاطمہ زہراؑ دروازہ پر کھڑے
ہو کر فرمانے لگیں ہمارا کوئی عہد اور تعلق اس قوم
سے نہیں رہا جو تم سے بری طرح ہمارے سامنے
حاضر ہوئے۔ تم نے رسول اللہ کا جنازہ ہمارے
آگے چھوڑ کر امر خلافت وریاست کو اپنے لئے
فیصلہ کر لیا۔ نہ ہم سے مشورہ لیا اور نہ ہمارا حق
ہم کو دیا۔ پس امیر عمر ابی بکر صاحب کے پاس
آئے اور کہا کیا تو اس متخلف (علیؑ) سے بیعت
نہیں لیتا؟ حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا
کہ جاکر حضرت علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب

حتیٰ اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت اصواتھم نادت باعلی صوتھا یا ابت یا رسول اللہ ص ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافۃ فلما سمع القوم صوتھا و بکائھا انصرفوا باکین وکادت قلوبھم تنصدع واکبادھم تنفطر و بقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا

وہ حضرت علیؑ کے پاس گیا۔ آپ نے اس کے آنے کا سبب پوچھا۔ غلام نے کہا مجھے رسول اللہ ص کا خلیفہ بلاتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگوں نے بہت جلد رسول اللہ ص پر یہ افترا کیا ہے۔ غلام واپس گیا اور یہ پیغام پہونچایا۔ ابوبکر یہ سن کر دیر تک روتے رہے عمر صاحب نے مکرر کہا کہ اس متخلف (علیؑ) کو مہلت نہ دیجئے۔ پھر ابوبکر نے قنفذ کو کہا کہ پھر علی کی طرف جا کر کہدو کہ تجھے امیر المومنین اس لئے بلاتا ہے کہ بیعت کر لے۔ جب قنفذ حضرت علیؑ کے پاس پہونچا۔ اور پیغام مامور بہ سنایا تو حضرت علیؑ بلند آواز سے کہنے لگے سبحان اللہ اس شخص نے وہ دعویٰ کیا ہے جس کا مستحق نہیں۔ قنفذ واپس آیا اور جواب سنایا تو ابوبکر صاحب پھر رونے لگے اور بہت روئے اس کے بعد امیر عمر کھڑے ہو گئے اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ کر لیا حتی کہ دروازہ جناب فاطمہ زہراؑ پر آئے اور دق الباب کیا جب فاطمہ زہراؑ نے ان کی آوازیں سنیں تو آپ بلند آواز سے پکارنے لگیں۔ اے بابا اے رسول اللہ ص ہم کو عمر بن خطاب اور ابن ابی قحافہ (ابی بکر) سے کیا کیا مصائب پہونچ رہے ہیں جب قوم حاضرین نے بی بی صاحبہ کی آواز اور رونا سنا تو اکثر روتے واپس ہو گئے اور اتنے روئے کہ ان کے دل اور جگر غم سے پھٹ جانے کے قریب تھے۔ مگر امیر عمر صاحب معہ کچھ حصہ اپنی جماعت

علیاً فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ (چہ شود) قالوا اذاً واللہ الذی لا الٰہ الا ھو نضرب عنقک قال اذاً تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ صلعم قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تأمر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شئی ما کانت فاطمۃ فی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہ ص یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ الخ ویوید قولہ ما کانت فاطمۃ فی جنبہ ما قال

کے جمے رہے اور انہوں نے حضرت علیؑ کو نکالا اور ابی بکر صاحب کی طرف لے گئے اور کہا کہ ابی بکر سے بیعت کر لے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر نہ کروں تو کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس صورت میں ہم تیری گردن اڑا دیں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اس طرح تم ایک بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو قتل کرو گے؟ امیر عمر نے کہا بندہ خدا تو خیر ہم مانتے ہیں کہ ہے لیکن بھائی رسول خدا ص کا ہم نہیں مانتے۔ ابوبکر اس مکالمہ کی حالت میں خاموش بیٹھا رہا اور کوئی کلام نہ کیا عمر صاحب نے اس کو کہا تو اس کے حق میں کیوں اپنا حکم نہیں دیتا ابوبکر نے کہا میں اس کو کسی چیز

فی المسلم کان لعلی من الناس جھۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علیؑ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر و مبایعتہ الخ۔ ففی ھذا الحدیث دلالۃ علی بیعتہ علی نہج الاضطراب لما خوفوہ بالقتل وکانوا امھلوہ قبل الی حیاتھا فی الامامۃ والسیاسۃ قالت (فاطمۃ حین اتاھا ابوبکر لیرضیھا) فانی اشھد اللہ وملٰئکتہ انکما (ابابکر و عمر) اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن بقیت النبی صلعم لاشکونکما الیہ (الی ان قالت) واللہ لادعون اللہ علیک (یا ابابکر) فی کل صلوٰۃ اصلیھا و فی کنز العمال والامامۃ والسیاسۃ قال ابوبکر (وقت وفاتہ) فلیتنی ترکت[1] بیت علی وان کان اُعلن علی الحرب

پر مجبور نہیں کرتا جبتک فاطمہ زہراؑ ان کے پاس ہے۔ پس علیؑ قبر رسول اللہ سے لاحق ہوئے چیختے اور روتے ہوئے آواز دیتے تھے کہ اے میرے بھائی تحقیق قوم نے مجھے کمزور بنا دیا اور قریب ہے کہ ہمکو قتل کر دیں۔ الخ۔ قول ابی بکر کا جب تک فاطمہ زہراؑ علیؑ کے پاس ہے اس کا موئد وہ ہے جو مسلم جلد ۲ ص ۹۱ میں لکھا ہے کہ علیؑ کی قدر و منزلت لوگوں کی نگاہ میں زندگی فاطمہ زہرا کے وقت تھی۔ جب بوی صاحبہؓ فوت ہو گئیں تو علیؑ نے لوگوں کے چہرے متغیر ہوئے دیکھے یعنے وہ قدر و منزلت کو کم کرنے لگے۔ تب علیؑ ابوبکرؓ سے صلح کے خواہشمند ہوئے اور بیعت کرنی چاہی۔ پس اس حدیث میں اشارہ ہے علیؑ کے مضطر اور لاچار ہو کر بیعت کرنے پر (کہ وعدہ ماکانت فاطمہ فی جنبہ کا گذر گیا ہے۔ اور لوگوں نے روگردانی کر لی ہے شائد اب نضرب عنقک کو عمل میں لائیں تو کچھ بعید نہیں ہے) کیونکہ انہوں نے تخویف قتل تو پہلے دی تھی اور ان کو مہلت صرف زندگی فاطمہ زہراؑ تک دیگئی تھی۔ اور الامامت والسیاست ص ۱۵ میں ہے کہ جب ابوبکر صاحب جناب زہرا کے پاس لاضی کرنے کے لئے آئے۔ زہراؑ نے فرمایا تحقیق میں اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتوں کو گواہ رکھتی ہوں کہ تحقیق تم دونوں (ابوبکر و عمر) نے مجھے ناراض اور غضبناک کیا اور اور مجھے راضی نہ کیا اور جب نبیؐ سے جا ملوں گی تو تم دونوں کی حضرتؐ کے پاس شکایت کروں گی۔" تا اینکہ فرمایا۔ قسم اللہ تعالٰی کی میں تجھ پر اے ابا بکر ہر نماز میں جو پڑھتی ہوں بد دعا کرتی ہوں۔ اور کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۵ اور الامامت والسیاست ص ۱۹ میں ہے کہ ابوبکر صاحب نے اپنی وفات کے وقت کہا مجھے افسوس ہے کہ علیؑ کے گھر کو میں چھوڑ دیتا اگرچہ[2] میرے ساتھ جنگ کا اعلان بھی کیوں نہ ہو جاتا۔

---

[1] اسی طرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۵ طبع مصر باب غزوہ خیبر میں ہے اور اخیر روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ نے چھ ماہ تا حیات جناب زہراؑ بیعت ابوبکر کی نہ کی تھی اور مصالحت کے وقت فرمایا عمر تمہارے ساتھ نہ آئیں کراہیۃ محضر عمر بن الخطاب یعنے عمر کے سامنے آنے کو علیؑ نے مکروہ و ناپسند فرمایا۔ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۴ لغت وجہ صفحہ ۲۱ میں ہے۔ باقی حاشیہ

اگے صفحہ پہ

وفی مروج الذھب للمسعودی جلد اول لما بویع ابوبکر فی یوم السقیفۃ و جددت البیعۃ لہ یوم الثلاثاء علی العامۃ خرج علیؑ فقال افسدت علینا امورنا ولم تستشر ولم ترع لنا حقا فقال ابوبکر بلٰی ولکن خشیت الفتنۃ حتیٰ ماتت فاطمۃ (ثم قال) وقد تنوزع فی بیعۃ علی ابن ابیطالب ایاہ فمنھم من قال بایعہ بعد موت فاطمۃؑ بعشرۃ ایام وذلک بعد وفات رسول اللہ ص بنیف و سبعین یوما وقیل بثلاثۃ اشھر وقیل ستۃ اشھر وقیل غیر ذلک۔ فی اعلام الھدیٰ فی رد اسرار الھدیٰ فی مناقب الخوارزمی ومناقب ابن مردویہ بسندھما الی ابی الطفیل عامر بن واثلہ قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات بینھم فسمعت علیًا یقول بایع الناس

ثم قال ولم یبایعہ احد من بنی ہاشم

اور مروج الذہب مسعودی جلد اول صفحہ ۲۸۸ و مطبوعہ مصر جدید مستقل جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ میں ہے جب ابوبکر صاحب کی بیعت سقیفہ کے دن ہوئی پھر تجدید بیعت منگل کے روز عوام سے ہوئی تو حضرت علیؑ باہر تشریف لائے اور فرمایا ہمارے کاموں کو تم نے بگاڑ دیا ہے اور تم نے ہم سے مشورہ بھی نہیں لیا اور ہمارے حق کی رعایت بھی نہ کی. ابوبکر صاحب نے کہا ہاں. لیکن میں فتنہ سے ڈر گیا ہوں (پھر کہا) بنی ہاشم سے کسی نے ابوبکر سے بیعت نہ کی حتی کہ جناب فاطمہؑ فوت ہوگئیں. (پھر کہا) تحقیق بیعت علی بن ابی طالب جو ابوبکر سے ہوئی اس میں اختلاف ہے. بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت علی نے ابوبکر صاحب سے بعد موت جناب فاطمہؑ کے دس دن گزرنے پر بیعت کی اور یہ وفات رسول اللہؐ کے کچھ زیادہ ستر دن گزرنے پر ہوئی اور بعض کے نزدیک تین ماہ گزرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک چھ ماہ کے بعد۔ اور بعض کے نزدیک کچھ کم مدت

(بقیہ حاشیہ) وفی حدیث عائشۃ وکان لعلی وجہ من الناس حیاۃ فاطمۃ ای جاہ و عز (عزۃ) فقد ھما بعدھا یعنی حضرت علی کی زندگی جناب زہراؑ میں لوگوں میں عزت تھی جس کو بعد وفات زہراؑ کے جناب امیرؑ نے نہ پایا. یعنی لوگ بے قدری کرنے لگے. فیض الباری ترجمہ بخاری پ ۱۷ صفحہ ۳۹ مطبوعہ محمدی لاہور میں ہے فاطمہؑ کی زندگی میں لوگوں کو علی مرتضٰی کی طرف توجہ تھی تو مراد یہ ہے کہ لوگ حضرت فاطمہؑ کی خاطر اور لحاظ سے علی مرتضٰی کی عزت کرتے تھے سو جب وہ مر گئیں اور ان کے مرنے کے بعد بھی حضرت علی مرتضٰی صدیق اکبرؓ کے پاس حاضر نہ ہوئے تو لوگوں نے ان کی عزت کرنے میں قصور کیا یعنی ان کی عزت کرنی چھوڑ دی واسطے ارادے داخل ہونے ان کے کے اس چیز میں جس میں لوگ داخل ہوئے انتہیٰ بمن عینیہ ۱۲ مترجم.

؎۲ عبارت مندرجہ متن الامامۃ والسیاست کی ہے اور عبارت کنز العمال بروایت ابی عبیدہ و عقیلی خیثمہ و طبرانی و ابن عساکر و سعید بن منصور کے یہ ہے اور کہا کہ حدیث حسن ہے. ابوبکر نے کہا کہ تین اشیاء ہیں جو دوست رکھتا ہوں کہ میں نہ کرتا. ایک ان (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر).

ابابکر وانا اولیٰ بالامر واحق منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً یضرب بعضہم اعناق بعض بالسیف ثم بایع ابوبکر لعمر وانا واللہ اولیٰ بالامر منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذاً لا اسمع ولا اطیع ثم قال انشدکم اللہ۔ الخ وکذا فی کنز العمال بروایۃ العقیلی وزاد من قول علیؑ انہ قال وایم اللہ لو اشاء ان اتکلم ثم لا یستطیع عربیہم ولا عجمیہم ولا المعاھد منہم ولا المشرک رد خصلۃ منہا لفعلت ثم بین حقوقہ وفضائلہ۔ وفی التاریخ الکاملؒ فبایعہ (ای ابابکر) عمر وبایعہ الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً قال وتخلف علی وبنو ھاشم والزبیر وطلحۃ للبیعۃ وقال الزبیر لا اغمد سیفاً

کے بعد ہوئی۔ اعلانؒ المدیٰ رد اسرار المہدیٰ صفحہ ۲۶۷ میں ہے مناقب خوارزمی ومناقب ابن مردویہ میں ان کی اسناد سے بروایت ابی الطفیل عامر بن واثلہ کے ہے کہا۔ میں مشورے کے دن دروازہ پر تھا۔ لوگوں کے اندر آوازیں بلند ہوئیں میں نے حضرت علیؑ سے سنا کہ فرماتے تھے۔ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی ہے۔ حالانکہ میں اس کی نسبت امر خلافت کے لیے زیادہ مستحق تھا پس میں نے سنا اور مان لیا اس ڈر سے کہ لوگ کفر کی طرف نہ لوٹ جائیں اور ایک دوسرے کو تلوار سے نہ مار دیں پھر ابوبکر نے عمر کی بیعت لی اور قسم بخدا میں اس سے زیادہ مستحق تھا تو بھی میں نے اس ڈر سے سنا اور مان لیا کہ لوگ کفر کی طرف رجوع نہ کر جائیں پھر اب تم ارادہ رکھتے ہو کہ امیر عثمان سے بیعت کریں اب میں تمہاری بات نہیں سنتا اور فرمانبرداری نہیں کرتا۔ پھر فرمایا میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں۔ الخ (فضائل مخصوصہ خود بیان فرمائے) کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ میں بھی اسی طرح ہے اور زیادہ ہے کہ حضرت علی نے فرمایا قسم بخدا اگر میں چاہوں تو ایسی تقریر کروں کہ کوئی عربی و عجمی اور ذمی ان میں سے یا مشرک ان سے ایک خصلت کے رد کرنے کی جرأت نہ کر سکے تو میں ایسا کر سکتا ہوں پھر اپنے چند فضائل بیان کیے۔ الخ اور تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ میں ہے پس جب عمر نے ابوبکر سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تو جملہ انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم سوائے حضرت علی کے دوسرے سے بیعت نہیں کرتے راوی نے کہا ہے۔ کہ حضرت علی اور بنی ہاشم اور زبیر و طلحہ بیعت ابوبکر سے منحرف ہوئے ہٹ رہے۔ اور زبیر نے کہا میں اپنی تلوار کو

(بقیہ حاشیہ) سبب ہے کہ میں گھر فاطمہ زہراؑ کو نہ کھولتا اور اس کو چھوڑ دیتا اگرچہ میں جنگ پر مجبور کیا جاتا۔ الخ ۱۲ مترجم ؎ کذا فی مروج الذہب بر حاشیہ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۰ نیز زیادہ کیا کہ اس خلافت کو میں نہ لیتا اور عمر یا عبیدہ کے گلے میں ڈالتا ۱۲ مترجم۔ ؎ مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل طبع مصر جلد ۵ صفحہ ۱۰ میں یہی عبارت ہے ۱۲ مترجم۔ ؎ حوالہ مناقب خوارزمی اسیطرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ میں ہے اور بقیہ (باقی حاشیہ اگلے

صفحہ پر

حتیٰ یبایع علیؑ فقال عمر خذوا سیفہ واضربوا بہ الحجر ثم اتاھم عمر فاخذھم للبیعۃ (ثم قال) والصحیح ان امیر المومنین ما بایع الا بعد ستۃ اشھر. وفیہ قال الزھری بقی علیؑ وبنو ھاشم والزبیر ستۃ اشھر لم یبایعوا ابابکر حتیٰ ماتت فاطمۃ فبایعوہ وھکذا فی تاریخ الطبری. وفی ازالۃ الخفاء چوں روز دیگر بیعت عام منعقد شد سادات اہل بیت تخلف نمودند وایں اشکال دیگر بہم رسید وفیہ در ہمیں ایام مشکلے دیگر کہ فوج جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد وآں ایں بود کہ زبیر وجمعی از بنی ہاشم درخانہ حضرت فاطمہ زہرا جمع شدہ درباب

بند نہ کرو نگا جب تک کہ جناب علیؑ کی بیعت نہ کی جائے تو امیر عمر نے کہا اس کی تلوار پکڑو اور اس کو پتھر مارو پھر امیر عمر ان کے پاس آیا اور ان کی بیعت کے لئے پکڑا (پھر کہا) صحیح یہ ہے کہ امیر المومنین علی نے چھ ماہ کے بعد ابی بکر سے بیعت کی اور اسی کے ص۱۶۰ و ص۱۲۶ جلد ۲ میں ہے. زہری نے کہا کہ حضرت علی اور بنی ہاشم اور زبیر نے چھ ماہ تک بیعت ابی بکر سے نہ کی تھی حتیٰ کہ جناب فاطمہ زہراؑ فوت ہوئیں. تب باقیماندگان نے بھی بیعت کر لی. اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۰۲ میں بھی ہے. اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ ص۳۹۸ میں ہے وفی کلام المسعودی لم یبایع ابابکر احد من بنی ھاشم حتی ماتت فاطمۃ رضؓ وکذا ادری

(بقیہ حاشیہ) کی کتاب خصال شیخ صدوق باب اثنا عشریہ میں متخلفین د باز رہنے والے بیعت ابی بکر سے باسناد بارہ شمار کئے گئے ہیں. مہاجرین سے خالد بن سعید بن عاص اور مقداد بن اسود اور ابی بن کعب اور عمار بن یاسر اور ابوذر غفاری وسلمان فارسی وعبداللہ بن مسعود وبریدہ اسلمی اور انصار سے خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین وسہل بن حنیف وابوایوب انصاری وابوالہیثم بن تیہان وغیرہ ۱۲ مترجم. ۲ے حوالہ تاریخ کامل اسی طرح تذکرہ خواص الامہ ص۳۶ میں سر العالمین امام غزالی سے منقول ہے. ایضاً ص۲۳ بدا رسالہ المامون مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی مطبوعہ قومی پریس دہلی ص۵ حصہ اول میں ہے آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد جب خلافت کی نزاع پیدا ہوئی تو گو فوری طور پر صدیق اکبر پر اتفاق عام ہو گیا لیکن بنو ہاشم دیر تک اپنے ادعا پر رکے رہے اور ان کو اپنی ناکامی پر تعجب اور افسوس دونوں ہوا حضرت ابوبکر صدیق کے بعد شاید بنی ہاشم کے دعوے نئے سرے سے پیش ہوتے لیکن عمرؓ کے باضابطہ ولیعہدی نے اس کو موقع نہ دیا. انتہیٰ. اس سے ثابت ہوا کہ بنی ہاشم حضرت ابوبکر کی بیعت سے منکر رہے اپنا دعویٰ خلافت نہ چھوڑا اور حضرت عمرؓ کے وقت بھی دعویٰ دار ہوتے مگر ان کو موقع نہ دیا گیا اور پہلے ہی زندگی ابوبکر صاحب میں عمر کا سکہ جما دیا گیا ۱۲ مترجم. لہ تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۲۲ طبع مصر میں اسی طرح ہے اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مولفہ علامہ ابن شحنہ حنفی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ ص۱۱۲ میں ہے (ترجمہ) امیر عمر نے ابی بکر سے بیعت کر لی اور دوسرے لوگ بھی بیعت میں شامل ہو گئے مگر جماعت بنی ہاشم و زبیر و عتبہ بن ابی لہب و خالد بن سعید بن عاص و مقداد بن اسود و سلمان فارسی و ابوذر و عمار بن یاسر و براء بن عازب و ابی بن کعب نے بیعت نہ کی اور وہ سب جناب علی کی بیعت کے خواہشمند ہوئے اور اسی طرح ابوسفیان بن

[illegible]

نقض خلافت مشورتہا بکار می بردند حضرات شیخین آنرا تدبیرے کہ بایستے برہم زدند۔ انتہی۔ وفی رسالۃ الزہراء عن ابی الفداء فی تاریخہ وامثال الناس یبایعونہ (ابابکر) خلا جماعۃ، من بنی ہاشم والزبیر و عتبۃ بن ابی لہب وخالد بن سعید ابن العاص والمقداد[عہ] وسلمان الفارسی وابا ذر و عمار بن یاسر والبراء بن عازب و ابی بن کعب ومالوا مع علی ابن ابی طالب وکذلک تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابو سفیان من بنی امیۃ ثم ان ابا بکر، بعث عمر ابن الخطاب الی علیؑ و من معہ لیخرجہم من بیت فاطمۃ الزہراءؑ فقال ان ابوا علیک فقاتلہم فاقبل عمر بشیٔ من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمۃؑ وقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم۔ الخ۔ **ذکر احراق عمر بیت فاطمۃ صلوات اللہ علیہا** یا اسفیٰ ان النبی ص قد اکد بالتمسک بالثقلین وقال لن یفترقا حتی یردا علی الحوض

عن الزہری اور دیکھو مروج الذہب طبع مصر جلد ۲ ص ۱۹۴ لعینہٖ) اور ازالۃ الخفاء ص ۲۷ جلد ۲ میں ہے جب دوسرے دن عام بیعت منعقد ہوئی تو سادات اہل بیت اس میں شامل نہ ہوئے اور یہ دوسری مشکل پیدا ہو گئی تھی اور صفحہ ۲۹ جلد ۲ میں ہے کہ ان ایام میں دوسری مشکل پیش آئی جو سب سے بڑی مشکل سمجھنی چاہیئے اور وہ یہ تھی کہ زبیر اور جماعت بنی ہاشم حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں جمع ہو کر خلافت ابوبکر کے توڑنے کے بارہ میں مشورے کر رہے تھے مگر حضرات شیخین نے مناسب تدبیر سے وہ مجمع منتشر کر دیا۔ انتہی اور رسالہ الزہرا رسیدا اولاد حیدر میں تاریخ ابو الفدار سے نقل کیا کہ اکثر لوگ ابوبکر کی بیعت کر رہے تھے سوا جماعت بنی ہاشم کے اور زبیر و عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید بن عاص اور مقداد و سلمان فارسی و ابی ذر و عمار بن یاسر اور براء بن عازب و ابی بن کعب کے۔ کیونکہ یہ سب علی بن ابی طالب کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اور اسی طرح بیعت ابوبکر سے ابوسفیان منجملہ بنی امیہ کے ہٹ رہا پھر تحقیق ابوبکرؓ نے عمرؓ خطاب کو علیؑ کی طرف بھیجا تاکہ اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو حضرت زہراءؑ کے گھر سے نکال دے اور کہا اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرو۔ پس امیر عمرؓ کچھ آگ اس خیال پر لے کر روانہ ہوا کہ گھر کو جلا دے جب جناب فاطمہؑ سامنے آئیں اور فرمایا۔ اے ابن خطاب کیا کرتا ہے۔ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارا گھر جلا دے؟ عمر صاحب نے کہا ہاں۔ (جناب فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کا بیان) ہائے افسوس کہ تحقیق نبی ص نے تمسک بالثقلین کے لئے تاکید مزید فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونے تک ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔

عہ شرح مقاصد تفتازانی ص ۲۸۶ میں ہے کہ علی و زبیر و مقداد و سلمان و ابوذر بیعت ابی بکر سے باز رہے ۱۲ مترجم۔

ولقد احرق الخلیفة الثانی ثانی الثقلین
واحرق الخلیفة الثالث اول الثقلین فما
اعظم ادبهما وما اجل قدرهما وما
قدروا الله حق قدره والانکار انکار
المتواترات لانه قد روی هذا بطریق
کثیرة واسانید شهیرة وفی کتب لا
تعد ولا تحصی - فی کنز العمال عن اسلم
انه حین بویع لابی بکر بعد رسول الله م
کان علیّ والزبیر یدخلون علی فاطمة
بنت رسول الله م ویشاورونها ویرتجعون
فی امرهم فلما بلغ ذلک عمر ابن الخطاب
خرج حتی دخل علی فاطمة فقال یا بنت
رسول الله م ما من الخلق احب الیّ من
ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک
منک وایم الله ما ذاک بمانعی ان اجتمع
هؤلاء النفر عندک ان امرتهم ان
یحرق علیهم الباب فلما خرج عمر
جاؤها قالت تعلمون ان عمر قد
جاءنی وقد حلف بالله لئن عدتم
لیحرقن علیکم البیت وایم الله لیمضین
لما حلف علیه فانصرفوا راشدین فروا
رأیکم ولا ترجعوا الیّ (امر من الروية
مؤلف) فانصرفوا عنها ولم یرجعوا الیها
حتی بایعوا لابی بکر رواه ابن ابی شیبة
وهکذا فی ازالة الخفاء ابوبکر عن اسلم
باسناد صحیح علی شرط الشیخین انه حین
بویع - الحدیث کما مر - قوله علی شرط

اور تحقیق خلیفہ ثانی (حضرت عمرؓ) نے دوسرے
ثقل (اہل بیت م) کو جلایا اور خلیفہ ثالث (امیر
عثمانؓ) نے ثقل اول (قرآن کریم) کو جلایا پس دونوں
نے ثقلین کی کیا تعظیم سمجھی اور کیا ادب نگاہ رکھا!
انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قدر حق سمجھنے کا نہ سمجھا اور انکار
ان واقعات سے انکار متواترات کا لازم آتا ہے۔
کیونکہ یہ واقعہ طرق کثیرہ اور اسانید مشہورہ سے مروی
ہے اور بے شمار کتب میں مرقوم ہے کنز العمال جلد
۳ صفحہ ۱۳۹ میں اسلم سے روایت ہے جب بعد
رسول اللہ م کے ابوبکر صاحب کی بیعت کی گئی۔
تب حضرت علی ع و زبیر جناب فاطمہؑ دختر پاک رسول
اللہ م کے پاس گئے۔ اور بی بی صاحبہ سے مشورہ
کرتے تھے اور مکرر سہ کرر اس کام میں غور کرتے
تھے جب یہ بات عمر بن خطاب کو پہونچی وہ چل
پڑا حتیٰ کہ جناب فاطمہؑ زہرا کے پاس پہونچا
اور کہا کہ اے دختر نبی م خلقت سے تیرے باپ
کے برابر مجھے کوئی پیارا نہیں اور بعد نبی م کے کوئی
تجھ سے بھی زیادہ پیارا نہیں مگر خدا کی قسم یہ باتیں
مجھے اس سے نہیں روکتیں کہ جو لوگ تیرے پاس جمع
ہو گئے ہیں ان کے لئے میں حکم دوں کہ دروازہ سے
آگ لگا کر ان پر گھر جلا دیا جائے۔ جب امیر عمر کے
نکلنے پر وہ لوگ بی بی صاحبہ کے پاس آئے۔ بی بی
صاحبہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو تحقیق عمر نے میرے
پاس آکر قسم اٹھائی ہے کہ اگر تم اس گھر میں رجوع
کرو تمہارے اوپر گھر کو جلا دے گا۔ اور خدا کی قسم
کہ جس پر اس نے قسم کھائی ہے وہ کر کے رہیگا۔ پس
سیدھے چلے جاؤ اور اپنے فکر کے مطابق عمل کرو

الشیخین ای صحته علی شرط صحة الشیخین لا انه مذکور فی الصحیحین فتدبر۔ قال الامام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ فی تاریخ الامم والملوک حدثنا ابن حمید ثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر ابن الخطاب منزل علی ع وفیه طلحة والزبیر ورجال من المهاجرین فقال والله لاحرقن[1] علیکم او لتخرجن الی البیعة فخرج علیه الزبیر[2]۔ الخ

اور میری طرف لوٹ کر نہ آنا۔ یہ سن کر سب چلے گئے اور بی بی صاحبہ کے گھر واپس نہ آئے حتیٰ کہ انہوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اسی طرح بعینہ ازالۃ الخفار جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں بھی ہے۔ اور ازالۃ الخفار صفحہ ۱۷۹ جلد ۲ میں بھی اسی روایت کو اس لکھا ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اسلم سے باسناد صحیح بر شرط شیخین روایت کرتا ہے یعنی اس کی صحت شرط صحت شیخین کے مطابق ہے نہ یہ کہ وہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے پس فکر کر اور سمجھ لے۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے تاریخ الامم والملوک طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں کہا ہم کو حدیث بیان کی ابن حمید نے اس کو جریر نے اس نے مغیرہ سے سنا اس نے زیاد بن کلیب سے اس نے کہا عمرؓ بن خطاب علی ع کے مکان پر آئے اور اسکے اندر طلحہ و زبیر اور کچھ آدمی مہاجرین کے تھے۔ پس امیر عمر نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ضرور تم پر گھر جلا دونگا یا تم بیعت کے لئے نکل آؤ۔ تب زبیر نکلا۔ الخ۔

[1] الفاروق مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی جلد ۱ ص ۳۲ خواجہ پریس دہلی میں ہے یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنو ہاشم اور حضرت علی سے بہ زور منوانا چاہا گو بنو ہاشم نے آسانی سے ان کی خلافت تسلیم نہیں کی الخ۔ پھر صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پہ رکے رہے اور حضرت فاطمہؓ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کرتے رہتے تھے حضرت عمرؓ نے بہ زور ان سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے (دیکھو ابن ابی شیبہ و طبری سے واقعہ آگ لکھ کر کہا) اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہم کو نہیں معلوم ہو سکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت عمرؓ نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کاروائیاں کیں ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ انہی بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا بنو ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم [2] تتمہ اس عبارت کا تاریخ طبری میں اس طرح مرقوم ہے کہ زبیر تلوار لے کر نکلا مگر لغزش کھا کر گر پڑا تو عمر کے ساتھیوں نے حملہ کر کے اس کو پکڑ لیا ۱۲ مترجم۔

وفی عقد الفرید[1] وفی تاریخ المختصر فی اخبار البشر المسمٰی بتاریخ ابی الفداء حتیٰ بعث الیہم ابوبکرؓ عمرؓ ابن الخطاب فاقبل بقبس من نار علیٰ ان یضرم علیہم الدار وقد ذکر فی التاریخ الکامل والامامۃ والسیاسۃ ومروج الذہب والاستیعاب علی الاصابہ وتاریخ الخمیس قال السید فی رسالۃ الزہرا قال العلامۃ ابن خرابۃ فی کتابہ الغرر وقال زید بن اسلم کنت ممن حمل الحطب مع عمر الیٰ باب فاطمۃ قال وفی البیت علیؑ وفاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ وجماعۃ من اصحاب النبیؐ قال العلامۃ البلاذری باسنادہ فجاء عمر ومعہ قبس وان شئت مزید توضیح فارجع الیٰ رسالتی النار الموقدۃ والنار الحاطمۃ تجدہما کافیہ۔ وکذا تشیید المطاعن فہو مجلد ضخیم وفیہ نفع عظیم لمن اراد التحقیق فلیرجع الیہ

اور عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ طبع مصر میں۔ نیز تاریخ المختصر فی اخبار البشر مسمیٰ بہ تاریخ ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۵۶ میں ہے حتی کہ ان کی طرف ابوبکرؓ نے عمرؓ بن خطاب کو بھیجا اور وہ کچھ آگ اس خیال پر لے گیا کہ گھر کو ان پر جلا دے۔ الخ اور یہی روایت تاریخ کامل جلد ۱۱ ص ۱۱۳ اور امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۰ اور مروج الذہب بر کامل جلد ۹ ص ۱۵۹ اور استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ ص ۲۵۵ میں اسلم سے اور تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۶۹ میں لکھی ہے۔ اور سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ زہرا ص ۱۳۰ میں لکھا ہے علامہ ابن خرابہ نے اپنی کتاب الغرر میں کہا ہے کہ زید بن اسلم نے کہا میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے امیر عمرؓ کے ساتھ دروازہ زہراؑ پر لکڑی جمع کی تھی اور اس گھر اطہر میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ایک جماعت اصحاب نبیؐ سے تھی اور علامہ بلاذری نے اپنے اسناد سے کہا پس عمر آیا اور اس کے ساتھ کچھ آگ بھی تھی۔ اگر اس کی زیادہ توضیح مطلوب ہو تو رسالہ النار الموقدہ والنار الحاطمہ دیکھو ان دونوں کو اس باب میں کافی پاؤ گے اور تشیید المطاعن مجلدات ضخیمہ میں تالیف ہو چکی ہے جس میں طالب تحقیق کیلئے نفع عظیم ہے جو چاہے دیکھے۔

---

[1] عقد الفرید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۶۳ میں یہ عبارت میری چشم دید ہے۔ فاما علی والعباس والزبیر فقعدوا فی بیت فاطمۃ حتیٰ بعث الیہم ابوبکر عمر بن الخطاب لیخرجہم من بیت فاطمۃ وقال ان ابوا فقاتلہم فاقبل بقبس من نار علیٰ ان یضرم علیہم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ۔ الخ۔ ترجمہ اس کا یہ ہے جب حضرت علیؑ و عباسؓ و زبیرؓ جناب فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھ گئے۔ ابوبکرؓ نے ان کی طرف عمر بن خطاب کو بھیجا کہ ان کو اس گھر سے نکال کر لے آؤ اور اگر آنے سے انکار کریں تو بے شک ان کے ساتھ جنگ کرو۔ پس عمر کچھ آگ لے کر چلا کہ ان لوگوں کو اس گھر کے اندر جلا دے۔ حضرت فاطمہؑ ان کے سامنے آئیں اور فرمایا اے ابن خطاب کیا تو ہمارا گھر جلانے آیا ہے عمرؓ نے کہا ہاں یا بیعت کر لو۔ اور الامامۃ والسیاست میں لکڑی دروازہ پر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

جمع کرنے کا ذکر بھی ہے مگر متن کتاب میں بنظر اختصار اصل عبارت اس کی نہیں لکھی گئی کیونکہ پہلے فلک میں تحریر ہو چکی ہے اور العقد الفرید اور امامۃ والسیاسۃ کے اختلاف جلد و صفحہ کی غلطی نہیں ہے بلکہ دو دفعہ کے طبع مصر سے اختلاف نمبر جلد و صفحہ کا آگیا ہے ۱۲ مترجم۔ ۵۲ کذا فی شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ ص ۱۳۰ ۱۳۴ ایضاً جلد ۲ ص ۱۹ بزیادہ تفصیل ۱۲ مترجم۔ ۵۳ روضۃ المناظر میں علامہ ابن شحنہ حنفی نے وقعہ احراق کو اس عبارت سے لکھا ہے ثم ان عمر جاء الی بیت علیؑ لیحرقہ علی من فیہ فلقیتہ فاطمۃ فقال ادخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ۔ اگرچہ الفاظ تھوڑے فرق سے وارد ہیں مگر آل و مقصود سب کا ایک ہے جو مضمون الامامۃ و السیاسۃ کا موید ہے اور اس سے ملتا جلتا ہے ۱۲ مترجم (نوٹ) واقعہ احراق بیت فاطمہؑ تواریخ انگریزی سے کتب ذیل میں بھی مرقوم ہے۔ سکٹرز اوف محمد واشنگٹن اردنگ مطبوعہ لنڈن ص ۴۷ ڈیون پورٹ کے اردو ترجمہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۳ مسٹر گبن کی مشہور کتاب ڈیکلائن اینڈ فالی اوف دی رومن امپائر (زوال سلطنت روم) مطبوعہ فریڈرک وارن اینڈ کمپنی لنڈن جلد سوم ص ۵۱۹۔ اوکلی کی ہسٹری اوف دی سیراسنز (تاریخ اسلام) مطبوعہ جارج بل اینڈ سنز لنڈن ص ۸۳۔ ابوالفرج ملطی نصرانی متوفی ۶۸۶ھ کی عربی تاریخ مختصر الدول ۱۲ مترجم۔

۵۴ (مروج الذہب بر کامل جلد ۶ ص ۱۵۹ میں ہے۔ و مطبوعہ مصر طبع جدید جلد ۳ ص ۲۳ ۲۲ جب عبداللہ بن زبیر کے بنی ہاشم سے محمد بن حنفیہ کو قید کرنے اور لکڑیاں اس کے جلانے کے لئے جمع کرنے کا ذکر آتا تھا تو عروہ بن زبیر عبداللہ کا بھائی کی طرف سے عذر کے طور پر کہتا تھا کہ صرف انکا دھمکانا مطلوب تھا جو اطاعت ابن زبیر کی نہ کرتے تھے جیسا کہ انہی بنی ہاشم کے لئے انکار بیعت ابی بکر صاحب کے وقت لکڑیاں جمع کی گئی تھیں یہ واقعہ باسناد مروج الذہب میں مروی ہے ترجمہ مروج الذہب کی اصل عبارت یہ ہے۔ عن ابن عائشۃ عن ابیہ عن حماد بن سلمۃ قال کان عروۃ ابن الزبیر یعذر اخاہ اذا جری ذکر بنی ھاشم وحصرہ ایاھم فی الشعب وجمعھم الحطب لتحریقھم ویقول انما اراد بذلک ارھابھم لیدخلوا فی طاعتہ کما ارھب بنوھاشم وجمع لھم الحطب لاحراقھم اذھم ابوالبیعۃ فی ما سلف وھذا خبر لا یحتمل ذکرہ ھنا وقد اتینا علی ذکرہ فی کتابنا فی مناقب اھل البیت واخبارھم المترجم بکتاب حدائق الاذھان ۔۱۲ مترجم۔

قال السیوطی فی الدر اخرج ابن مردویہ عن انس بن مالک وبریدۃ قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذہ الآیۃ۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع فقام الیہ رجل فقال ای بیوت ھذا یا رسول اللہؐ قال بیوت الانبیاء فقام الیہ ابوبکرؓ

اور سیوطی نے در منثور میں لکھا ہے ابن مردویہ نے انسؓ بن مالکؓ اور بریدہ سے روایت کی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا (فی بیوت اذن اللہ) یعنی ایسے گھر جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے کہ بلند کئے جائیں تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہؐ

فقال یا رسول اللہ ھذا البیت منها بیت علیؑ و فاطمۃؑ قال نعم من افاضلها وھکذا رواہ الثعلبی۔ فی کنز العمال قال ابوبکر فی مرض موتہ فاما التی فعلتها وددت انی لم افعلها وددت انی لم اکن اکشف بیت فاطمۃ وترکتہ وان اغلق علی الحرب[1] وددت انی یوم سقیفہ بنی ساعدۃ کنت قذفت الامر فی عنق احد الرجلین ابی عبیدۃ بن الجراح او عمر فکان امیرا وکنت وزیرًا الخ۔ رواہ ابوعبید فی کتاب الاموال و خثیمۃ بن سلیمان الطرابلسی فی فضائل الصحابۃ والطبرانی وابن عساکر وسعید بن منصور وقال انہ حدیث حسن۔

واما استدلال اھل السنۃ بامامۃ ابی بکرؓ

واما استدلال اھل السنۃ والجماعۃ بامامۃ ابی بکر فی الصلوٰۃ یوم مرض النبیؐ فلیس بسدید لوجوہ منها ان ھذا الحدیث فی کتبھم فلا حجۃ علی الخصم ومنها ان ھذا الحدیث انکان حجۃ ونصًا للخلافۃ لاحتج بہ ابوبکرؓ علی المنازعین والمتخلفین عن بیعتہ ولم

وہ کونسے گھر ہیں حضرت نے فرمایا پیغمبروں کے گھر ہیں پھر ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر کہا یہ گھر ان میں سے گھر علیؑ و فاطمہؑ کا ہے۔ رسول پاک نے فرمایا ہاں یہ ان سب گھروں سے افضل ہے اسی طرح اس کو ثعلبی نے بھی روایت کیا ہے۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۵ میں ہے ابوبکرؓ نے اپنی مرض موت میں کہا لیکن جو کچھ میں کر چکا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ میں اسے نہ کرتا یہ ہے کہ فاطمہؑ کے گھر کو نہ کھولتا اور اس کو چھوڑ دیتا اگرچہ میں جنگ پر مجبور کیا جاتا اور دوست رکھتا ہوں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن میں اس امر خلافت کو دو شخصوں سے یعنی ابی عبیدہ بن جراح یا عمر ایک کے گلے میں ڈال دیتا وہ امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا الخ اس کو ابوعبید نے کتاب الاموال میں اور خثیمہ بن سلیمان طرابلسی نے فضائل صحابہ میں اور طبرانی وابن عساکر و سعید بن منصور نے روایت کیا۔ اور حدیث کو حسن کہا ہے۔ **استدلال اہل سنت کا امامت ابوبکر سے نماز میں۔** اور استدلال اہلسنت و جماعت کا امامت نماز ابوبکر سے جو مرض نبیؐ میں ہوئی بچند وجوہ صحیح نہیں ہے۔ ایک ان سے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف کتب اہل سنت میں ہے۔ شیعہ کی مسلم نہیں۔ لہٰذا خصم پر حجت نہیں ہو سکتی اور دوسری یہ کہ اگر یہ حدیث حجت اور نص ہوتی تو خلافت

---

[1] اسی طرح عقد الفرید طبع مصر جلد ۳ ص ۶۹ میں ہے۔ نیز شرح نہج البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ص ۱۹/۲۰ جلد ۲ میں باسناد ابوبکرؓ جوہری مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا لیتنی لم اکشف بیت فاطمۃ ولو اغلق علی الحرب وکذا فی الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۱۵ وکذا فی مروج الذھب جلد ۲ ص ۱۹۴/۱۹۵ طبع جدید مصر بلفظ لم اکن فتشت بیت فاطمۃ ۱۲ مترجم۔

یثبت احتجاجہ بہ ولا من انصارہ و اعوانہ و منھا ان الحدیث مضطرب ؎ اشد اضطراب

کے وقت حضرت ابوبکر تنازع کرنے والوں پر اور بیعت سے ہٹ رہنے والوں پر اس سے حجت قائم کرتے مگر حجت پکڑنا ثابت نہیں ہوا اور نہ ان کے یاروں اور مددگاروں نے اس سے حجت پکڑی تھی اور تیسری یہ کہ یہ حدیث مضطرب باضطراب شدید ہے۔

؎ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ مصر میں مذکور ہے کہ رسول ص نے حضرت علیؑ کو نماز پڑھانے کے لئے طلب فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے کہا اگر ابوبکر کو بلاتا تو کیا حرج ہے۔ حفصہؓ نے کہا اگر عمر کو بلائے تو اچھا ہے ہر دو نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا تینوں جمع ہو گئے نبی ص نے سب کو رخصت کر دیا۔ فرمایا ضرورت ہوئی تو بلا لوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ حکم ابوبکر کو نماز پڑھانے کا بی بی عائشہؓ نے دیا اور لوگوں میں مشہور کیا کہ اندرون پردہ سے سرور عالم نے اسی طرح حکم دیا ہے اور یہ کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ بی بی صاحبہ کو ادنیٰ مصلحت یعنی اپنی سوتن (سوکن) کے برخلاف نبی ص کو نفرت دلانے کی غرض سے جب خلاف واقعہ آنحضرت پر بدبوئے مغافیر کو ظاہر کر دینے کی جرأت ہو گئی تھی جس کا قصہ سورت تحریم میں موجود ہے۔ اور برخلاف حکم قرآن کریم کے موضوع حدیث لا نورث کی بپاس خاطر اپنے والد ابوبکر کے دلیرانہ تائید کر دی اور برخلاف حکم الٰہی قرن فی بیوتکن کے جنگ جمل میں سپاہ سالار ہو کر سردار باغیوں کی بن کر امیر المومنین علیؑ سے جنگ چھیڑ دی تو آپ کا امامت کے واقعہ میں جو ان کے والد بزرگوار کے واسطے بہت مفید تھا بنابر مصلحت خلاف واقعہ بیان کر دینا کوئی جائے تعجب نہیں ہے واللہ اعلم دیکھو کتاب شیعہ جلاء العیون مجلسی بیان وصیت رسول صفحہ ۲۳ طبع ایران نیز اس میں ہے کہ جب رسول ص کو دریافت پر معلوم ہوا کہ عائشہؓ و حفصہؓ نے امامت نماز سے ابوبکرؓ کے ذریعہ فتنہ بپا کرنا چاہا ہے معلوم کیا کہ میرے حکم کے خلاف ابوبکرؓ و عمرؓ لشکر اسامہؓ میں نہیں گئے۔ غمگین ہوئے اور اس خوف سے کہ یہ امر لوگوں کو شبہ میں ڈالے بڑی تکلیف سے عباس و حضرت امیرؑ کے دوش پر سہارا لے کر مسجد میں گئے اور خود امامت کرائی اور پھر شیخین و دیگر مسلمانوں کو طلب کر کے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم لشکر اسامہ کے ساتھ باہر چلے جاؤ؟ الخ شیخین اور ان کی پارٹی کے جملہ صحابہؓ کو اسامہ کے ماتحت مدینہ سے نکل جانے کا حکم نبی ص نے اسی واسطے دیا تھا کہ فتنہ پردازوں سے مدینہ فارغ ہو جائے اگر یہ خیال ہوتا کہ ابوبکرؓ کے برابر دوسرا پیش نماز نہ ملے گا یا خلافت کا اشارہ اسی صیغہ میں کرنا ہے تو جیسے حضرت علیؑ کو مستثنیٰ فرمایا ابوبکرؓ کو جیش اسامہؓ سے مستثنیٰ فرماتے مگر نہ فرمایا۔ غور کا مقام ہے اور انصاف شرط ہے ۱۲ مترجم۔

لانہ جاء فی مقام ان النبی ص صلعم کان اماما وابوبکر کان مقتدیا بالنبی ص وھذا ھو الصحیح عند ھما ان صح کما قال النووی

کیونکہ بعض جگہ آیا ہے کہ نبی ص امام تھے اور ابوبکرؓ نبی ص کا مقتدی تھا اور علماء اہل سنت کے نزدیک یہی روایت صحیح ہے بشرطیکہ واقع صحیح ہو جیسا کہ نوویؒ

فی شرح المسلم واحتجوا بان النبی صلعم
صلے فی مرض وفاته بعد هٰذا قاعداً
وابوبکرؓ والناس خلفه قیاماً وانکان
بعض العلماء زعم ان ابابکر کان هو
الامام والنبی مقتدٍ به لکن الصواب
ان النبی علیه السلام کان هو الامام
وقد ذکره مسلم بعد هٰذا الباب
صریحاً انتهٰی۔ وجاء فی مقام اٰخر ان
النبی والناس کانوا مقتدین وان ابابکرؓ
کان اماماً لهم والقول بالتعدد فلم
یثبت علٰے (علاوه، مؤلف) ان النبی کان
مریضاً مغشیاً علیه وقد علیه الوجع
عندهم فکیف امر بالامامة وکیف
یکون هٰذا الحکم فی هٰذه الحالة حجة
ولم یکن النبی صلعم یکتب لغلبة الوجع
عندهم۔ ومن ثمّ منع عمر ما سئل النبیؐ
عنهم لقوله ائتونی۔ وفی نیل الاوطار
وقد اختلف فی ذلک رای فی امامة الصلوٰة
وفی مرض النبی لابی بکر اختلافاً شدیداً
کما قال الحافظ فقی روایة لابی داؤد ان

نے شرح صحیح مسلم جلد اول ص۱۷۷ میں کہا ہے۔ انہوں
نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مرض
الوفات میں بعد اس کے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی
اور ابوبکر معہ دیگر لوگوں کے نبی م کے پیچھے کھڑے
تھے۔ اور اگرچہ بعض علماء نے زعم کیا ہے کہ ابوبکرؓ
امام تھا اور نبی م اس کے مقتدی تھے لیکن صواب
اور صحیح یہ ہے کہ نبی م امام تھے۔ اور تحقیق مسلم
نے بعد اس باب کے اس بات کو صریح بیان کیا
ہے۔ انتہی۔ اور دوسری جگہ آیا ہے کہ نبی م اور
دوسرے لوگ ابوبکر کے مقتدی تھے اور بہت دفعہ
یہ واقعہ ہونا کہ کبھی ابوبکرؓ امام ہو اور کبھی مقتدی
ہو ثابت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے تحقیق جب نبی م
علیہ السلام بقول امیر عمر ایسے مریض تھے کہ ان پر
غشی طاری تھی۔ اور انہی اہل سنت کے نزدیک
درد کے غلبہ سے نعوذ باللہ بیجا کلمات ان سے نکل
رہے تھے۔ پس امر امامت ابی بکر کا کیسے زبان
پاک سے صحیح صادر ہو گیا۔ اور ایسی حالت میں
بقول ان کے یہ حکم کیسے قابل حجت ہو سکتا ہے
کیونکہ درد کے غلبہ سے حکم کتابت وغیرہ کے قابل
نہ تھے اسی واسطے عمر صاحب نے جب رسول اللہ م
نے ان سے قرطاس (کاغذ) طلب فرمایا تعمیل نہ ہونے دی۔ اور نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۳۹ میں ہے اس میں
یعنی روایت امامت صلاۃ ابی بکرؓ میں بوقت مرض نبی علیہ السلام کے سخت اختلاف ہے جیسا کہ حافظ ابن
حجر نے کہا ہے۔ پس روایت ابی داؤد میں ہے کہ تحقیق رسول اللہ م ابی بکرؓ کے پیش نماز تھے اور

سلہ روض الانف شرح سیرۃ نبویہ ابن ہشام جلد ۲ ص۲۹۹ میں ہے کہ ابوبکر کا امام ہونا اور رسول اللہ م کا مقتدی ہونا بحدیث مرسل وارد ہے مگر معروف و مشہور صحاح میں یہ روایت ہے کہ نبی م امام تھے اور ابوبکر مقتدی تھا انتہی۔ تعجب ہے کہ نبی م کا جنازہ بقول اہل تسنن فرداً فرداً پڑھا گیا ہے اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ نبی م بحالت حیات و ممات امام تھے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

رسول اللہ ص کان المقدم بین یدے ، ابی بکر وفی روایۃ لابن خزیمۃ فی صحیحہ عن عائشہؓ انھا قالت من الناس من یقول کان ابوبکر المتقدم بین یدی رسول اللہؐ ومنھم من یقول کان النبی ص المقدم (الی ان قال فی الفتح) تضافرت الروایات عن عائشہؓ بالجزم بما یدل علی ان النبیؐ کان ھو الامام فی تلک الصلوٰۃ ثم قال بعد ان ذکر الاختلاف فمن العلماء من سلک الترجیح فقدم الروایۃ التی فیھا انہ کان اماماً ومنھم من سلک الجمع فحمل القصۃ علی التعدد وردّ قدم ان التعدد لم یثبت۔ مؤلف) والظاھر من روایۃ الباب المتفق علیھا ان النبیؐ کان اماماً وابوبکرؓ کان موتما ویؤید ذلک روایۃ مسلم۔ الخ۔ وفی المیزان الکبری للشعرانی ویؤید الامام مالکاً فی ذلک

روایت ابن خزیمہ جو اس کی صحیح میں ہے بی بی عائشہؓ سے اس طرح مروی ہے کہ تحقیق وہ کہتی تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ صاحب پیش نماز رسول اللہ کا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نبی ص امام تھے۔ تا اینکہ فتح الباری میں کہا بہت تقویت یافتہ وہ روایات ہیں جو بی بی عائشہؓ سے بالیقین اس طرح مروی ہیں کہ نبی علیہ السلام اس نمازؐ میں امام تھے۔ پھر بعد ذکر اختلاف کے لکھا ہے پس علماء ترجیح کے طریق میں اس روایت کو مقدم سمجھتے ہیں کہ نبیؐ امام تھے اور بعض احادیث کی جمع یوں کرتے ہیں کہ چند دفعہ یہ واقعہ ہوا کبھی نبیؐ امام کبھی ابوبکرؓ امام) اور ظاہر روایت باب سے جو روایت متفق علیہ ہے یہ ہے کہ نبی ص امام تھے اور ابوبکرؓ مقتدی۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو مسلم نے روایت کی ہے الخ انتہی من النیل ناقلاً عن الفتح۔ اور میزان شعرانی جلد ا ص۱۶۹ میں ہے ابی بکرؓ کے پیچھے رسول اللہ ص کے نماز پڑھنے میں جو صحابہ کا اختلاف ہے وہ امام مالک کی اس بارہ میں تائید کرتا ہے۔ کیونکہ تحقیق ایک جماعت صحابہ کی یہ کہتی ہے کہ رسول اللہ ص ہی امام

(بقیہ حاشیہ) کوئی ان کے سامنے بحالت میت ہونے کے بھی امام نہیں ہو سکتا اور پھر زندگی میں رسول ص کے امام ابوبکر اور ابن مکتوم دمعاذ وغیرہ کو قرار دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد ۱۲ مترجم۔ ؎۲ فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد اول جزء ثالث ص۲۳۷ میں ہے اس پر تعقب کیا گیا ہے اس بات سے ابوبکر تکبیر پہونچانے والا تھا جیسا کہ باب من اسمع التکبیر کی دوسری روایت اعمش میں مذکور ہوگا۔ اسی طرح اس کو مسلم نے ذکر کیا ہے اور اس طرح پر پس معنی اقتدا لوگوں کی آواز ابی بکرؓ سے تھی نہ فات ابی بکر سے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی ص بیٹھے تھے۔ اور ابوبکر کھڑا تھا۔ پس بعض افعال نبیؐ کے مقتدیوں پر مخفی ہوتے تھے۔ جو قریب کھڑا ہونا ظاہر کرتا تھا تو گویا ابوبکر لوگوں کے حق میں امام کا کام دے رہا تھا۔ پھر ص۲۳۸ میں لکھا ہے مانع امامت ابی بکر نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ رسول علیہ السلام کے آگے ہونا واسطے منع فرمانے اللہ تعالیٰ کے بقول لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ کے جائز صحیح نہیں ہو سکتا (باقی حاشیہ

اگلے صفحہ پر)

اختلاف الصحابۃؓ فی صلوٰۃ رسول اللہ ص خلف ابی بکر فان طائفۃ من الصحابۃ کانت تقول ان رسول اللہ ص کان اماماً۔ الخ ومن البدیہیات ان مطلق الاجماع لیس بدلیل الصحۃ للخلافۃ ولا بمستلزم لنفی الضلالۃ والا فقد اجمع اکثر الناس علی قتل عثمان واجمع بعضہم علی قتل علیؑ واکثرہم علی قتل حسین ولیس بقائل ان عمر فی انعقاد بیعۃ ابی بکر وان عبد الرحمٰن بن عوف فی انعقاد بیعۃ عثمان کانا معصومین ، صائبین فی الفکر وان سائر الصحابۃ المدعیین والمنکرین کانوا علی الخطاء مع ان کثیرا من کبراء الصحابۃ وکملائہم

تھے۔ اور بدیہیات سے ہے کہ مطلق اجماع دلیل صحت خلافت کی جو مستلزم نفی ضلالت ہو نہیں سکتا ورنہ تو اکثر لوگ صحابہ میں سے قتل عثمانؓ پر اجماع کر گئے تھے اور بعض لوگ قتل علیؑ پر اتفاق کر گئے اور بہت لوگ قتل امام حسین پر متفق ہوئے حالانکہ ان کے اس اجماع کو صحیح تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور کوئی بھی قائل نہیں کہ امیر عمرؓ بیعت ابی بکرؓ کے منعقد کرنے میں اور عبد الرحمٰن بن عوف بیعت امیر عثمانؓ کی منعقد کرنے میں معصوم اور صائب فی الفکر تھے اور دیگر صحابہ مدعیان خلافت یا منکرین خلافت ابی بکرؓ خطا پر تھے۔ باوجودیکہ بہت بڑے صحابہ کامل وزاہد مثل علیؑ اور ان کے ہمراہیوں اور اور سعد بن عبادہ وغیرہ کے غضبناک تھے اور خلافت ابو بکرؓ کو ناجائز سمجھتے تھے حتیٰ کہ مرتے دم

(بقیہ حاشیہ) اور اس واسطے بقول نبی ص کے امام (پیش نماز) شفیع ہوتا ہے اور نبی ص کا کوئی آدمی شفیع نہیں ہو سکتا۔ انتہی۔ ابن حجر نے اس کے بعد روایت موضوعہ عبد الرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھنے کی لکھی ہے جس کو اپنے زعم میں برخلاف قرآن کے صحیح سمجھا حالانکہ ظاہر قرآن کے مخالف کوئی مومن تسلیم نہیں کر سکتا۔ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ میں بدلائل قاضی عیاض وغیرہ سے ثابت کیا یہ خواص نبی ص سے ہے کہ کسی کو جائز نہیں کہ نبی صلعم کی امامت نماز کی کرائے خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو پھر مثل فتح الباری کے لکھا ہے جو اوپر لکھا گیا ۱۲ مترجم۔ [1] تسہیل القاری شرح بخاری پ ۳ ص ۵۳۶ میں صحیح مسلم وغیرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ نبی ص نے غزوہ تبوک میں عبد الرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی اور ص ۵۹۰ میں لکھا ہے یہ بالاتفاق ثابت ہے یعنی امامت ابن عوف تو کیا اہل تسنن ابن عوف کو بھی خلیفہ رسول اور امام واجب الاطاعۃ بہر حال تسلیم کرتے ہیں۔ جس کو فلک میں ہم نے ثابت کر دیا ہے اور تسہیل القاری پارہ مذکورہ ص ۵۳۶/۵۳۷ میں بھی اس کو ثابت کیا ہے کہ ابو بکر مقتدی تھے اور رسول ص امام تھے لیکن اگر ابو بکرؓ نے امامت نماز کرائی ہو تو عبد الرحمٰن بن عوف کا مرتبہ لے گا نہ زیادہ بلکہ کم کیونکہ ابو بکر کی امامت نماز مختلف فیہ ہے اور ابن عوف کی بقول سفیان متفق علیہ ہے ۱۲ مترجم [2] جب اس قدر حدیث امامت صغریٰ کی مضطرب اور مختلف فیہ ہے تو اس سے امامت کبریٰ ابی بکر پر دلیل پکڑنا خلاف عقل ہے ۱۲ مترجم [3] اور بیان کیفیت انعقاد خلافت ابی بکر سے ثابت و ظاہر ہے کہ کوئی اجماع نہیں ہوا۔ صرف امیر عمرؓ کی کارپردازی ہے اور جو اجماع سکوتی ہوا ہے یہ اجماع صحیح ومسلم بقوانین اصول نہیں

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وزهادهم کعلیؑ ومن معه وسعد و غیرهم کانوا ساخطین کارهین علیٰ ذلك حتیٰ ماتوا وقد سلمان خروج علیؑ عن الاجماع مبطل للاجماع کما ذکر من قبل واما استدلالهم بکتابؑ علیؑ الیٰ معاویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ علیٰ ما بایعوهم علیه۔ الخ کما فی نهج البلاغة وما شابه ذلك فلیس بسدید لانه علیه السلام قال هذا علیٰ زعمهم کما هو داب الجواب فی مقابلة الخصم مسلمات الخصم لا بما عنده علیه السلام کما هو ظاهر کالشمس فی نصف النهار من احادیث ائمتنا کلهم فی مواضع کثیرة۔ وعدم محاربته علیه السلام بالثلاثة فی زمن

تک ان کا یہی حال رہا اور یہ قول بھی مسلم مذکور ہو چکا ہے کہ علیؑ کا اجماع سے خارج رہنا اجماع کو باطل کرتا ہے اور جو خط علیؑ سے استدلال کرتے ہیں کہ معاویہ کی طرف انہوں نے لکھا کہ تحقیق میری بیعت ان لوگوں نے اسی طریق پر کر لی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان سے کر لی تھی جیسا کہ نہج البلاغہ ص۱۸۹ طبع ایران میں ہے یا مشابہ اس کے سے، استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علیؑ نے مخالفین کے زعم کے مطابق خط لکھا تھا جیسا کہ طریقہ جواب کا مقابلہ خصم میں ہوتا ہے کہ جو مسلمات خصم ہوں ان سے جواب دیا جاتا ہے۔ خواہ خود مجیب نہ مانتا ہو یہ نہیں کہ اپنا عندیہ علیؑ نے بیان فرمایا ہو جیسا کہ ہمارے تمام ائمہ کی احادیث سے بہت مقامات میں مثل سورج کے ظاہر ہے۔ (اور بعض احادیث مفسر بعض کی ہوتی

(بقیہ حاشیہ) ہے جیسا کہ قول نودی و نور الانوار سے لکھا جا چکا ہے کہ جب تک کل افراد کا اجماع نہ ہو قابل حجت نہیں ہو سکتا ۱۲ منترجم۔

ے نیز بعض لوگ استدلال کرتے ہیں اس سفارت حضرت علی سے جو مسلمانوں کی طرف سے انہوں نے امیر عثمانؓ کو پہونچائی۔ اور نہج البلاغت میں مذکور ہے کہ تو کیا نہیں جانتا جو میں سمجھاؤں تم نے رسولؐ کی صحبت میں سب کچھ سنا سو یہ استدلال بھی غلط ہے۔ کیونکہ بعض الفاظ اس میں معتقدین عثمانؓ عام مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؑ نے بیان فرمائے نہ اعتقاداً جیسا کہ سفیر کا کام پیغام پہونچانا ہوتا ہے اور بعض الفاظ حکمت آمیز مصلحت وقت پر نصیحت کی بنا پر فرمائے۔ زیادہ قابل تشریح ایک کلام ہے جس کو میں علامہ ابن ابی الحدید سنی کی شرح سے لکھتا ہوں تاکہ شبہ معنیٰ کا جاتا رہے۔ شرح نہج البلاغہ ص۲۸۳ ابن ابی الحدید جلد۲ طبع مصر میں علامہ مذکور لکھتا ہے۔ قوله (ما اعرف شیئاً تجهله) (ش) (اقسم علیٰ ذلك انه لا یعلم ماذا یقول له لانه لا یعرف امرا یجهله ای من هذه الاحداث خاصة وهذا حق لان علیاً لم یکن یعلم منها ما یجهله عثمان یعنی میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا جو تجھے معلوم نہ ہو۔ ان بدعات سے جو تو نے نکالی ہیں کیونکہ تم نے باوجود ان کے علم ناجائز بدعات ہونے کے عمداً عمل میں لائی ہیں پس میں تجھے کیا بتاؤں۔ یہ بالخصوص علم بدعات کے واسطے فرمایا نہ یہ کہ کمال علم علی سے مطلقاً امیر عثمان کا علم مساوی تھا چنانچہ خود شارح نے سیاق کلام سے مطابق شرح میں تسلیم کیا ہے ۱۲ منترجم

خلافتهم لانه علیه السلام کره الاختلاف فی الدین متیٰ ما اظهروا السلام ولم یرتدوا عنه کما روی فی روضة الکافی من فروعه. اول من بایعه[1] رای ابابکر) ابلیس لعنه الله وکان احب الیٰ امیرالمومنین ان یقرهم علیٰ ما صنعوا یعنی لا اله الا الله محمد رسول الله من ان یرتدوا[2] عن جمیع الاسلام فلذلک کتم علےٰ امره. وفیه فی خطبة امیرالمومنین وزعموا من اختاروا من آل ابی قحافة اولےٰ بمقام رسول الله صلے الله علیه واله وسلم ممن اختاره الرسول لمقامه

ہیں) اور علیؑ نے خلفائے ثلاثہ سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ اختلاف کرنا اور فساد دین میں ناپسند کرتے تھے جب تک کہ لوگ اسلام کو ظاہر کریں اور مرتد محض نہ ہو جائیں۔ یہ نہیں کہ ان کی خلافت کو حق سمجھا تھا۔ جیسا کہ خلافت ابی بکر کی حقیقت پہ یہ روایت روشنی ڈالتی ہے۔ جو روضہ کافی جلد ۳ فروع کافی ص ۱۵۹/۱۶۰ میں صادق علیہ السلام سے ہے کہ اول جس نے ابوبکر سے بیعت کی تھی وہ ابلیس تھا۔ خدا اس پہ لعنت کرے اور امیرالمومنین کو یہ پسند تھا کہ ان کو اس قرار پر رہنے دیں جو کہتے ہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے نہیں ہے۔ اور محمد رسول اللہ ہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کلی اسلام[3] سے مرتد ہو جائیں لہٰذا اپنے کام کو مخفی رکھا۔ اور اسی روضہ کتاب شیعہ کے ص ۱۲ میں امیرالمومنین کے خطبہ میں ہے اور لوگوں نے گمان کیا ہے کہ جس کو انہوں نے اولاد ابی قحافہ سے پسند کیا ہے وہ جانشین رسول اللہ کا بہتر ہے اس سے جس کو رسول اللہ نے اپنی جانشینی کے لئے پسند کیا ہے۔

---

[1] روضہ کافی جلد ۳ ص ۱۱۵ و ص ۱۳۹ ومرآۃ العقول جلد ۴ ص ۳۵۶/۳۷۸ بھی ملاحظہ کریں ۱۲ مترجم۔ [3] فی نہج البلاغہ ص ۲۶۱ باب المختار من حکم امیرالمومنین وقال علیه السلام واعجباه اتکون الخلافة بالصحابة والقرابة وروی له شعر فی هذا یعنی فان کنت بالشوریٰ ملکت امورهم ❊ فکیف بهذا والمشیرون غیّبُ ❊ وان کنت بالقربیٰ حججت خصیمهم ❊ فغیرک اولیٰ بالنبی م واقرب ❊ وفی ص ۱۳ من کلام له علیه السلام. فوالله ما زلت من فوعاً عن حقی مستأثرا علی منذ قبض الله نبیه صلعم حتی یوم الناس هذا (ترجمہ) نہج البلاغہ میں امیرالمومنین سے ہے فرمایا عجب ہے کہ خلافت صحابیت سے ہو سکتی ہے اور صحابیت اور قرابت سے نہیں ہو سکتی۔ اور اس بارہ میں شعر علیؑ کے مروی ہیں۔ اگر تو شوریٰ سے مالک امور لوگوں کا ہو گیا ہے۔ پس کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مشورہ دینے والے غائب ہوں۔ اور اگر تو نے قرابت کے ذریعہ خصم پر حجت پکڑی ہے پس بغیر تیرے دوسرا تجھ سے زیادہ قریب اقرب بہ نبی م موجود ہے۔ نیز اسی میں علی ؑ کے کلام سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمیشہ مجھے حق سے دھکیلا گیا ہے اور دوسروں کو مجھ پر پسند کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جب سے اپنے نبی م کو قبض کیا ہے۔ آج کے دن تک لوگ یہی کرتے رہے۔ انتہیٰ۔ اس عبارت سے علی کا اپنے استحقاق خلافت کو ہر سہ خلفاء کے وقت ظاہر کرنا اور ان کو غاصب تصور فرمانا ثابت ہوتا ہے اور احتجاج طبرسی صفحہ ۹۵ میں ہے۔ قال امیرالمومنین ع والله انی لاولی الناس فیما

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

زلت مظلوما منذ قبض رسول اللہ صلعم وکذا فی معانی الاخبار ص۱۲۱ - احتجاج طبرسی صفحہ ۲۹ میں ہے امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے ابوبکر و عمر کے ساتھ کیوں جنگ نہیں کی جیسے طلحہ و زبیر و معاویہ سے کی پس حضرت علیؑ نے فرمایا میں ہمیشہ سے مظلوم رہا ہوں میرے حق پر دوسروں کو مقدم رکھا گیا ہے پس اشعث بن قیس کھڑا ہوا اور کہا یا حضرت آپ کیوں تلوار مار کر حق نہ لے لیا۔ علیؑ نے فرمایا اے اشعث تم نے جو کہا اس کا جواب سن مجھے اس بات میں چھ انبیاء کی اقتدا ہے پہلے حضرت نوحؑ ہیں۔ انہوں نے کہا رب انی مغلوب فانتصر یا رب میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔ پس وصی نبیؐ ان سے زیادہ معذور ہے دوسرے حضرت لوطؑ جنہوں نے کہا لو ان لی بکم قوۃ الخ مجھے قوت ظاہری ملتی اور مضبوط جا پناہ ملتی تو میں کچھ کر دکھاتا اور تیسرے ان کے حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے کہا میں تم لوگوں سے کنارہ کر لیتا ہوں اور تمہارے معبودوں سے بھی اور چوتھے ان کے حضرت موسیٰؑ انہوں نے کہا میں تم لوگوں سے بھاگ گیا۔ پانچویں حضرت ہارونؑ بھائی موسیٰؑ کے کہا اے بھائی تحقیق قوم نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ قتل کریں اور چھٹے ان کے میرے بھائی حضرت محمد صلعم ہیں جو وطن چھوڑ کر غار میں چھپے پس ان کا وصی خاموشی میں زیادہ معذور ہے انتہی۔ اور جب کچھ ظاہری قوت ملی معاویہ وغیرہ سے جنگ کی اور دیکھو کتب امامیہ سے احقاق الحق ص۱۳۷ میں جناب امیرؑ سے یہ خطبہ مروی ہے۔ اجمعوا علی منازعتی حقا کنت اولیٰ بہ من غیری (الیٰ ان قال) فنظرت فاذا لیس لی رافد و لا ذاب و لا مساعد الا اہل بیتی فضننت بہم عن المنیۃ فاغضیت علی القذی و جرعت ریقی علی الشجی و صبرت علی کظم الغیظ علی امر من العلقم و الم للقلب من حز الشفار خلاصہ مطلب یہ ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا لوگوں نے متفق ہو کر میرے ساتھ ایسے حق میں تنازع شروع کر دیا جس کا سب سے زیادہ مستحق میں ہوں جب میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ چلنے والا اور مخالفین کا دفعیہ کرنے والا اور میری موافقت و مدد کرنے والا بجز میرے اہل بیت کے کوئی نہ تھا اس لئے میں نے ان کو موت سے بچانا بہتر سمجھا اور چشم پوشی کی حالت میں آنکھ میں خس و خاشاک چبھتا رہا غصہ کا گھونٹ بھر لیا اس حالت کہ کانٹا چبھتا رہا مگر غصہ کھا کر صبر کیا جو نہایت تلخ معلوم ہوتا رہا اور غار کی تپش سے دل کو رنج و درد پہنچ پہنچتا رہا۔ انتہی۔

۵۳ انوار اللغۃ پ۱۸ ص۳ میں لکھا ہے مترجم کہتا ہے اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؑ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابت قریبہ اور فضیلت علم اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبرؐ کی قائم مقامی کے مستحق تھے مگر چونکہ آنحضرت نے کوئی صاف صریح نص خلافت کے باب میں د۔ت کے وقت نہیں فرمایا اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورے سے بلحاظ مصلحت وقت ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنا لیا تو آپ صبر کر کے خاموش ہو رہے اگر اس وقت تلوار اٹھاتے تو دین اسلام مٹ جاتا۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

دفیہ قلت لابی جعفر علیہ السلام ان العامۃ یزعمون ان بیعۃ ابی بکر حیث اجتمع الناس کانت رضاء للہ عز ذکرہ وما کان اللہ لیفتن

اور اس کے صفحہ ۱۲۷ میں ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے باقر علیہ السلام سے عرض کی عوام گمان کرتے ہیں کہ بیعت ابی بکر کی جبکہ لوگ اس پر اتفاق کر گئے تھے۔

امۃ محمد من بعدہ فقال ابو جعفر او ما
یقرءون کتاب اللہ اولیس اللہ یقول
افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم
الآیۃ۔ قال فقلت لہ انہم یفسرون
علی وجہ اخر فقال اولیس قد اخبر
اللہ عج عن الذین من قبلہم من الامم
انہم قد اختلفوا من بعد ما جاءتہم
البینات ولکن اختلفوا فمنہم من امن
و منہم من کفر۔ انتہی۔

فی الحجۃ البالغۃ ثم ان استولی من لم
یجمع الشروط لا ینبغی ان یبادر الی
المخالفۃ لان خلعہ لا یتصور غالباً الا
بحروب ومضایقات وفیہا من المفسدۃ
اشد مما یرجیٰ من المصلحۃ وسئل
رسول اللہ صلعم عنہم فقیل افلا
ننابذہم قال لا ما اقاموا فیکم
الصلوٰۃ وقال الا ان تروا کفراً بواحاً
(ظاہر) عندکم من اللہ فیہ برہان
انتہی۔ والحدیث متفق علیہ کما فی
المشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء ورواہ
مسلم ایضاً۔

نتائج ہذا الفصل

(۱) وقوع خلافۃ ابی بکر بالاجماع لا
بالنص۔ (۲) اجماع رجلین لا اجماع
الکل (۳) بطلان الاجماع وخروج
علی ع عن الاجماع مبطل للاجماع
(۴) خرق الاجماع لیس بکفر عندہم
(۵) انعقاد خلافۃ ابی بکر کان بعہد عمر

خدا تعالیٰ کی پسندیدہ ہو گئی تھی اور خدا یا کہ
امت محمدی کو فتنہ میں نہیں ڈالتا امام علیہ السلام
نے فرمایا کیا کتاب خدا کو نہیں پڑھتے آیا اللہ تعالیٰ
نہیں فرماتا اگر نبیؐ فوت ہو جائے یا قتل کیا جائے
تو اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے الخ راوی نے کہا میں
نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ تحقیق وہ لوگ
اس آیت کی تفسیر اور طریقہ پر کرتے ہیں۔ پس فرمایا۔
آیا اللہ تعالیٰ نے خبر نہیں دی جو پہلے گذر چکے ہیں۔
اگلی امتوں سے تحقیق انہوں نے ظاہر دلائل پہونچ
جانے کے بعد اختلاف پیدا کر دیا الخ اور فرمایا
لیکن انہوں نے اختلاف کیا پس بعض نے کفر کیا
اور بعض ایمان لائے انتہی۔ اور حجۃ اللہ البالغہ
مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص۳۳ میں ہے پھر جب
غلبہ حاصل کرے وہ شخص جو شروط خلافت کو
کما حقہ اپنے اندر نہیں رکھتا تو یہ لائق نہیں ہے۔
کہ اس کی مخالفت میں جلدی کی جائے کیونکہ خلع
اس کی خلافت کا سوائے اس کے متصور نہیں کہ
اس سے جنگ کئے جائیں یا اس کے احکام کی مخالفت
کی جائے اور اس میں اور زیادہ سخت فساد ہے
اس مصلحت سے جس کی مخالفت کی حالت میں امید
کی جاتی ہے اور رسول اللہ صلعم سے ایسے خلفاء کی
نسبت سوال کیا گیا کہ کیا ہم ان سے خلع خلافت کر کے
مخالفت نہ کریں فرمایا نبیؐ نے نہیں جب تک وہ
نماز کو قائم رکھتے ہوں۔ اور فرمایا مگر یہ کہ تم ان سے
ظاہر اور خالص کفر کو دیکھو۔ تو تمہارے پاس خدا
سے دلیل خلاف کرنے کی کافی ہے انتہی۔ اور یہ
حدیث متفق علیہ ہے جیسا کہ مشکوٰۃ ص۳۲۱ کتاب

وحدہ (۶) انکار الانصار عن بیعۃ ابی بکرؓ (۷) تخلف بعض الصحابۃ من اھل بدر عن بیعۃ ابی بکر حتی الممات (۸) عدم احتجاج ابی بکر و انصارہ بنص امامتہ فی الصلوٰۃ (۹) احتجاج علیؑ باستحقاقہ و عجز الصحابۃ عن جوابہ (۱۰) تشدد عمر علی علیؑ للبیعۃ و عدم بیعتہ حیاۃ

لامارۃ والقضاء میں ہے اور مسلم نے بھی الگ روایت کیا ہے اور سکوت حضرت علیؑ کا اسی قسم سے ہے!

نتائج اس فصل کے

(۱) خلافت ابی بکرؓ کا وقوع اجماع سے ہے نص سے نہیں۔ (۲) اجماع ایک دو آدمیوں کا ہے۔ کل کا نہیں (۳) بطلان اجماع کا۔ اجماع سے حضرت علی کا خروج اجماع کے بطلان کی دلیل ہے (۴) اہل سنت کے نزدیک اجماع کا خرق کفر نہیں۔ (۵) ابی بکر کی خلافت کا انعقاد کیلئے امیر عمرؓ صاحب کی رائے سے ہوا اتفاق رائے صحابہ سے نہیں ہوا۔ (۶) بیعت ابی بکر سے انصار کا انکار (۷) بیعت ابی بکر سے بعض صحابہ کا جو اہل بدر سے تھے آخر دم تک منکر رہنا (۸) ابوبکرؓ اور ان کے مددگاروں کا امامت فی الصلوٰۃ کی نص سے حجت نہ پکڑنا۔ (۹) اپنے استحقاق پر علیؑ کا حجت پکڑنا۔ اور صحابہ کا جواب سے عاجز ہونا (۱۰) علی پر بیعت ابوبکرؓ کے لئے امیر عمرؓ کا تشدد کرنا اور زندگی جناب فاطمہؓ تک حضرت علیؑ کا بیعت نہ کرنا بعد ازاں لاچار اور مضطر ہو کر بیعت کرنا (۱۱)

فاطمۃؓ ثم بعدھا بایعہ مضطراً (۱۱) تخویف عمر باحراق بیت فاطمۃ ع (۱۲) سخط البتول علی الشیخین حتی الممات (۱۳) قول علیؑ بالخلفاء کذبتم علی رسول اللہؐ بقولکم لانفسکم امیر المومنین و خلیفۃ

بی بی زہراؑ کا گھر جلانے کے واسطے امیر عمرؓ کی دھمکی دینا اور جلانے کا سامان جمع کرنا (۱۲) جناب زہراؑ کا شیخین پر مرتے دم تک غضبناک رہنا (۱۳) حضرت علی کا یہ فرمانا کہ تمہارا اپنے تئیں امیر المومنین اور خلیفہ رسول اللہ کہنا نبیؐ پر جھوٹ باندھنا

ف۱ نتائج خلافت باطلہ سے امام فخر الدین رازی استحقاق لعنت اور غضب کو بھی لکھتے ہیں تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۲۱ بذیل آیت والسابقون الاولون لکھا ہے وجب ان یکون ابوبکرؓ اماما حقا بعد رسول اللہؐ ذلو کانت امامتہ باطلۃ لاستحق اللعن والمقت یعنی ابوبکر صاحب کو ضرور ہم بعد رسولؐ کے حق کا امام سمجھیں گے کیونکہ اگر ان کی خلافت کو ہم باطل تسلیم کر لیں۔ تو اس طرح وہ لعنت اور غضب الٰہی کے مستحق ٹھیر جاتے ہیں ۱۲۔ مترجم۔ ف۲ شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۵ میں تحت کلام امیر المومنین علی کے مجواب معاویہ کے لکھا ہے تو جو اعتراض رکھتا ہے اقاد کما یقاد الجمل المخشوش یعنی بیعت ثلاثہ کے لئے اونٹ کی طرح ناک میں مہار ڈال کر کھینچا گیا ہوں۔ تو یہ اعتراض مجھ پر نہیں کیونکہ مظلوم پر عیب نہیں لگایا جاتا۔ اس کی شرح میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ یہ کلام امیر المومنین علی کا ثابت ہے پھر کہا میں نے نقیب ابی جعفر یحییٰ بن ابی زید سے پوچھا کہ علیؑ کا کیا اعتقاد تھا اس نے کہا لکھ میں نے اسی کلام کو لکھا۔ پھر کہا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس نے رحمہ اللہ تعالیٰ کی معاویہ کی چال تھی کہ علی سے تحریک کر کے ان کے دل کا حال ظاہر کرانا چاہتا تھا کہ جو حضرت علی ع کا اعتقاد ابی بکرؓ و عمرؓ کے حق میں غصب حق کا ہے یہ علی کی کلام سے ظاہر ہو جائے اس غرض کے لئے ہمیشہ مکر کرتا تھا۔ خط و کتابت کے ذریعہ تحریک و اشتعال کرتا تھا کہ کسی طرح ان کی کلام سے ان کا مافی الضمیر ظاہر ہوا اور پھر اس کو شامی لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان لوگوں کو برخلاف علی کے اشتعال دے اس قسم کی روایات جبر و اکراہ سے بیعت و دیگر متعلقہ روایات سب کو ہم نے ابطال الاسنند لال مفصل لکھا ہے اس میں ملاحظہ فرمائیے یہ بھی اس میں مذکور ہے کہ اکثر شیعہ کے نزدیک بیعت علی کی نہیں اور اگر بقول بعض ہوئی ہے تو جبر و اکراہ سے جو فی الحقیقت بیعت نہیں دفع شر ہے جیسے بیعت جابر انصاری کی معاویہ کے لئے تقیہ سے ہوئی جلد ۲ فلک النجاۃ،

رسول اللہ ص (۱۴) قول علیؑ للصحابۃ کنت مشغولا بغسل النبی ص و تجہیزہ و تکفینہ و دفنہ فہل یستحسن لی ان اترکہ و خاصمت للبیعۃ (۱۵) توقف علیؑ للبیعۃ و وجہ سکوت علیؑ و امتناعہ عن المحاربۃ (۱۶) قول عمر کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃً (۱۷) اتحاد ابی بکر و عمر فی جمیع الامور (۱۸) رعب عمر علی ابی بکر (۱۹) قول ابی بکر ان عمرؓ خلیفۃ و قد غلبنی (۲۰) محو عمرؓ سند ابی بکر (۲۱) تفل عمر رض علی سند ابی بکر رض۔ (۲۲) انکار الصحابۃ عن ابی بکرؓ عند موتہ باستخلافہ عمرؓ (۲۳) تاسف ابی بکر رض علی خلافتہ (۲۴) مجادلۃ عمرؓ و زبیرؓ للبیعۃ (۲۵)

ہے (۱۴) علی کا صحابہ کے لئے یہ کہنا کہ میں غسل و کفن و دفن نبی ص میں مشغول رہا جو سب کاموں سے مقدم اور ضروری تھا۔ پس میرے لئے کب مناسب تھا کہ ایسے ضروری کام کو چھوڑ کر بیعت کے لئے آکر جھگڑا کرتا (۱۵) بیعت سے علیؑ کا توقف اور ان کا سکوت اور جنگ سے بچاؤ کرنے کی وجہ جو بیان کی گئی ہے (۱۶) امیر عمر کا یہ کہنا کہ بیعت ابی بکر رض کی اچانک بے سوچے سمجھے ہو گئی (۱۷) ابوبکر رض و عمر رض کا سب کاموں میں یکجان دو قالب ہونا (۱۸) ابوبکر پر امیر عمر کا رعب تھا اور وہ اس کے زیر اثر تھا (۱۹) ابوبکر کا یہ کہنا کہ امیر عمر رض نے مجھ پر خلیفہ بنانے میں زبردستی کی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت وہی خلیفہ ہے (۲۰) ابوبکر نے جو ارالضی کی سند تحریر کی تھی امیر عمر کا اسے مٹا دینا (۲۱) ابوبکر کی سند کو امیر عمر کا تھوک کر مٹا دینا امیر

لہ استقصار الافہام جلد اول ص ۶۱۹ / ۶۳۵ میں ہے کہ محاضرات راغب اصفہانی میں ہے جس کی مدح سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں کر کے کتاب محاضرات کا بھی ذکر کیا ہے۔ راغب اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے۔ ابن عباس کہتا ہے کہ میں عمر بن خطاب کے ساتھ سیر کر رہا تھا امیر عمر نے کہا خدا کی قسم تمہارے درمیان حضرت علی مجھ سے خلافت کا زیادہ مستحق تھا بلکہ ابوبکر سے بھی زیادہ مستحق تھا میں نے کہا پھر دونوں نے کیوں حملہ کر کے غصب کر لی تو امیر عمر نے کہا ہم نے عداوت سے نہیں لی بلکہ ہم اس لئے ڈر گئے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

امامۃ ابی بکر للصلوات للنبیؐ لیست بثابتۃ فاذا رأیت حال اکبر ادلتھم و اولھا ای الاجماع فانظر الی ثانیھا فھو وصیۃ السلف للخلف وھو نص واجب العمل عند ھم الکنا قد اثبتنا۔

عمر کے اصل بادشاہ ہونے کی دلیل ہے (۲۲) خلافت عمر پر ابو بکر کے سامنے صحابہ کا انکار (۲۳) ابی بکر کا اپنی خلافت پہ افسوس کرنا مگر صرف زبان سے کیونکہ استخلاف عمر میں اپنے اعتقاد اور محبت کو امیر عمر کے لئے بدستور ظاہر کیا (۲۴) بیعت کے لئے عمر و زبیر کا مجادلہ کرنا۔ (۲۵) نماز میں ابو بکر کی امامت نبی صلعم کے آگے ثابت نہیں جب تو نے ان کی بڑی دلیل اور اول ادلہ کا یعنی اجماع کا حال دیکھ لیا ہے تو اب ان کی دوسری دلیل صحت خلافت کو دیکھ لیجئے اور وصیت پہلے کی پچھلے کے لئے ہے جو اہل سنت کے نزدیک گویا نص واجب العمل ہے لیکن جب ہم نے ثابت کر دیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ہیں۔ کہ اکثر لوگ عرب ان کے دشمن ہیں نہ اس پہ اتفاق کریں گے اور نہ جمع ہوں گے اور نیز حضرت علی کم سن ہے کام نہ کر سکے گا۔ ابن عباس نے کہا تو اور تیرا یار حقیر سمجھ رہا ہے ورنہ رسول کریمؐ تو قریش میں سردار مقرر کر کے بھیجتے تھے اور اس وقت اس کو کوئی حقیر نہ سمجھتا تھا۔ نیز اس مضمون کو نظم درر السمطین محمد بن یوسف زراوندی سے نقل کیا اور یہ زیادہ کیا کہ ابن عباسؓ نے کہا بغض قریش کا کچھ نہیں کر سکتا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے اور کم سنی کا تو ذکر کرتا ہے تمہیں معلوم ہے کہ سورہ براۃ اتری اور ابو بکر کو دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا کہ اس کو وہ آدمی پہونچائے جو نبیؐ سے ہو تب علی کو روانہ کیا گیا کیا اللہ تعالیٰ کو اس وقت صغر سنی کا خیال نہ آیا اس کے بعد عمر نے کہا چپ کر اور اس بات کو چھپا رکھ ۱۲ مترجم

ان خلافۃ الخلیفۃ الاول ما کانت نیابۃ النبیؐ وما ھو بخلیفۃ بل کان ملکا اجماعیًا بتدبیر عمرو ما کان منصوصًا من اللہ ورسولہ والا لم یحتج الی الاجماع وما کان مجمعا علیہ من الامۃ کما ذکر فھو بناء الفاسد علی الفاسد۔ فی الصواعق المحرقۃ اخرج الدارقطنی ان الحسنؑ جاء الی ابی بکر وھو علی منبر رسول اللہ صلعم فقال انزل عن منبر ابی فقال صدقت واللہ انہ لمجلس ابیک ثم اخذہ واجلسہ

کہ خلیفہ اول کی خلافت نبیؐ کی نیابت نہیں ہے اور نہ وہ خلیفہ نبوی ہے بلکہ امیر عمر کی تدبیر سے اجماعی بادشاہ ہے اور منصوص من اللہ ورسولہ نہیں تھا ورنہ حاجت اجماع کی بھی نہ ہوتی اور اگر اجماع سے کہا جائے تو اجماع صحیح امت کا اس پر نہیں ہوا جیسا کہ گذرا ہے، تو دوسرے کو اس کا خلیفہ بنانا کیسے صحیح ہو۔ اگر امیر عمر کو اس کے استخلاف سے خلیفہ مانا جائے تو بنار فاسد بر فاسد ہے۔ صواعق محرقہ طبع مصر ص ۱۰۵ میں ہے۔ دار قطنی نے روایت کی ہے تحقیق امام حسنؑ ابو بکر کی طرف آئے جبکہ وہ ممبر نبوی پہ بیٹھے تھا

فی حجرہ وبکی۔ وھکذا رواہ ابو نعیم۔ کذا فی کنز العمال۔ ووقع من الحسینؑ مع عمرؓ بخو ذلک فقال لہٗ منبر ابیك لا منبر ابی۔ وکذا فی تاریخ الخلفاء وزاد اسنادہ صحیح۔ وکذا فی ازالۃ الخفاء وزاد فقال عمرؓ لم یکن لابی منبر فی شرح المواقف وانہا د الامامۃ) تثبت بالنص من من الرسول ومن الامام السابق بالاجماع۔

تو امام حسن نے فرمایا۔ میرے باپ کے ممبر سے اتر جا۔ ابوبکرؓ صاحب نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ خدا کی قسم یہ تیرے باپ کا مقام ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے امام حسن کو لے کر اپنی گود میں بٹھلایا اور رویا اسی طرح روایت کیا اس کو ابو نعیم نے جیسا کہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ میں ہے (و اسعاف الراغبین صفحہ ۱۲۳ ومطبوعہ مصر بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۹۶) اور امام حسین سے بھی اسی طرح کا واقعہ عمرؓ صاحب کے ساتھ ثابت ہے جس پر امیر عمرؓ نے کہا واقعی تیرے باپ کا ممبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۷ میں ہے اور زیادہ کیا کہ اس کا اسناد صحیح ہے (وکذا فی تذکرہ فی تذکرۃ خواص الامۃ صفحہ ۱۳۲ باسناد طبقات ابن سعد اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸ میں اسی طرح ہے اور زیادہ کیا کہ امیر عمرؓ نے کہا میرے باپ کا ممبر تو کوئی نہیں ہے۔ شرح مواقف صفحہ ۷۳۲ میں ہے کہ تحقیق امامت نص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور نص امام سابق سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ امر با جماع ثابت ہے۔

(نوٹ) میزان الاعتدال طبع مصر حرف المیم میں حدیث ابوبکر وعمر سید اکہول اہل الجنۃ کو بوجہ محمد کثیر راوی کے ضعیف لکھا ہے ۱۲ مترجم۔ سلہ اس کی مفصل روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اپنے باپ کے ممبر پر جا یہ تو میرے باپ کا ممبر ہے تو اس سے اتر جا امیر عمر نے کہا میرے باپ کا تو منبر نہیں ہے اور ہر دو واقعہ ابی بکر و عمر میں علی نے فرمایا کہ میں نے ان (حسنین) کو یہ بات نہیں سکھلائی شیخین نے کہا ہاں ہم تمہارے ذمہ نہیں لگاتے اس سے معلوم ہوا کہ حسنین شریفین خلافت شیخین کو ناحق تصور فرماتے تھے اور جو شان نبوت و امامت کو جانتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ زمانہ طفولیت سے ہی نبیؐ اور امام معصوم کے حرکات و سکنات اقوال و افعال خلاف رضا خدا کے لغو یا کھیل سے نہیں ہوتے اور بڑے بھائی کا بڑے شیخ کو اور چھوٹے بھائی کا چھوٹے شیخ کو (بزمانۂ خلافت) حکم دینا کہ ہمارے باپ کا مقام ہے۔ تو اپنے باپ کی جگہ تلاش کر اور عمر نے کہا ہمارے باپ کا کوئی ممبر نہیں واقعی تیرے باپ کا منبر ہے بیجا اور بے معنی گفتگو نہیں ہے یہی وجہ تھی کہ مفہوم گفتگو سے خلافت کا صریح بطلان ہو رہا تھا تو حضرت علی نے برائے دفع مظنہ فساد وتنازع کے ہر دو مقام پر اپنی جانب سے بریت ظاہر فرمائی کہ یہ نہ سمجھو کہ میں نے ان کو اب سکھلا کر بھیجا ہے تاکہ تم سمجھ کر دست بردار ہو جاؤ اور میرا حق واپس کرو کیونکہ میں تو پہلے حجت پوری کر چکا ہوں یہ حسنین شریفین اپنی طرف سے حجت پوری کر رہے ہیں اگر کوئی متعصب کہے کہ مراد حسنین کی منبر نبوی سے یہ تھی کہ ہمارے باپ محمدؐ کا ممبر ہے اس سے اتر جاؤ اور محض محبت

(بقیہ حاشیہ) محمدی کا نتیجہ تھا تو ذرا انصاف فرمائیے کہ پھر شیخین نے حضرت علی کو جواب میں کیوں کہا کہ تم اس کی تہمت تم پر نہیں لگاتے۔ اتہام کے لفظ کو صواعق محرقہ سے بغور پڑھیئے حضرت علی کو کیا فکر پیدا ہوئی کہ اس کلام سے نعوذ باللہ غلط معنیٰ تصور کر کے فریاد یا میں نے ان کو تعلیم نہیں دی از خود کہتے ہیں اور شیخین نے بھی یہ نہ کہا کہ اس میں کیا حرج ہے یہ تو سچ کہتے ہیں کہ ممبر ان کے جد امجد حضرت محمدؐ کا ہے اور اس بات کو حضرت علی کے سکھانے پر فرماتے تب بھی کوئی مضائقہ کسی کو معلوم نہ ہوتا۔ خلفاء کی اس پر کیا کسر شان تھی جس سے معانی طلب کرنے کی ضرورت تھی اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ میں امام حسینؑ سے بروایت ابن سعد و ابن راہویہ و خطیب کے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں امیر کے عمر کے پاس ممبر پر گیا اور اسکو کہا میرے باپ کے ممبر سے اتر ہو جا اس نے کہا میرے باپ کا کوئی ممبر نہیں اور مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر جب اپنے مکان پر گیا تو مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ بات جو آپ نے فرمائی آپ کو کس نے سکھائی ہے میں نے کہا کسی نے نہیں سکھلائی الخ غور کیجیے اگر یہ بات قابل التفات نہیں تھی۔ تو اس قدر اہتمام علیحدگی میں پوچھنے کا کیوں کیا کس کا خطرہ تھا؟ صاف ثابت ہے کہ اس کو حضرت علیؑ سے فکر تھی اور حضرت علیؑ نے دفع شر کے لیئے پہلے ہی سمجھا دیا کہ میں نہیں کہا مگر امامین ہمامین حسنین شریفین کی زبانی استحقاق ممبر نبوی حضرت مرتضیٰ کا ثابت ہوا اور شیخین کا تصرف بیجا ظاہر ہوا۔ ۱۲ مترجم

وفی شرح العقائد ثم ان ابابکر لما یئس من حیاته دعا عثمان و املی علیه کتاب عهده لعمر فلما کتب ختم الصحیفة واخرجها الی الناس فامرهم ان یبایعو لمن فی الصحیفة[۱] فبایعوا حتی مرت بعلیؑ فقال بایعنا لمن فیها و ان کان عمر۔ وفی الحاشیة للعصام وجه قول علیؑ و ان کان عمر انه اراد و ان کان البیعة صعبة[۲] وفی تاریخ الخمیس بایعت

اور شرح عقائد صفحہ ۱۰۸ میں ہے جب ابوبکرؓ صاحب اپنی حیات سے مایوس ہوئے تو امیر عثمان کو بلایا اور اپنا عہد نامہ امیر عمر کے لئے لکھوایا جب لکھا گیا تو صحیفہ پر مہر لگائی اور اس کو لوگوں کی طرف روانہ کیا اور ان کو امر کیا کہ اس بیعت کر لیں جس کا نام صحیفہ میں ہے۔ پس لوگوں نے بیعت کر لی حتیٰ کہ وہ صحیفہ حضرت علی کے پاس گذرا تو حضرت علی نے فرمایا ہم نے اس کے ساتھ بیعت کر لی جو اس صحیفہ میں ہے اگرچہ عمر جیسا شخص بھی ہو جائے

---

[۱] اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ ذکر شدید مولی ابی بکر میں مروی ہے کہ عمر صاحب ایک کھجور کی چھڑی ہاتھ میں لے کر لوگوں کو بٹھاتے پھرتے تھے اور کہتے تھے خلیفہ اول کی وصیت سنو اور شدید صحیفہ سناتا تھا کہ صحیفہ میں جس کا نام لکھا ہے۔ اس کا حکم مانو ۱۲ مترجم۔ [۲] اس حاشیہ میں بعد اس کے لکھا ہے کہ غرض یہ ہے حضرت علی نے فرمایا اگرچہ بیعت عمر کی مشکل ہے بوجہ اس کی صلابت اور سختی اور تند مزاجی کے اور صلابت سے مراد صلابت دین کی لکھی ہے یعنے دین میں سخت

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

لمن فيها وانكان عمر۔ وكذا في روضة الصفا
وفي الامامة والسياسة تخرج عمر بالكتاب
فقال له رجل ما في الكتاب يا ابا حفص
قال لا ادري ولكني اول من سمع واطاع
قال ولكني والله ادري ما فيه امرته
عام اول وامرك العام۔ وفيه قال
له لعمر عليؑ احلب حلبا لك
شطره وشده له اليوم يرده عليك
غدا۔ وفيه استخلف عمر فقالوا القائل
طلحة وغيره) نراك استخلفت علينا
عمر وقد عرفته وعلمت بوائقه فينا
وانت بين اظهرنا فكيف اذا وليت
عنا وانت لاق الله فسائلك فما انت
قائل۔ وفيه قال اهل بالشام وقت خبر
مرض ابي بكرؓ فان كان عمر هو الوالي
فليس لنا بصاحب وانا نرى خلعه و
في ازالة الخفاء تستخلف علينا فظا غليظا
وقد مر

اور حاشیہ شرح عقائد میں ملا عصام نے لکھا ہے۔ قول علیؑ اگرچہ عمر بھی ہو کی یہ وجہ ہے کہ حضرت علی نے ارادہ کیا اگرچہ بیعت اس کی مشکل ہے تب بھی ہم سکوت کرتے ہیں۔ اور تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۲۴۱/۲۶۸ میں ہے حضرت علی نے کہا میں نے اس کی بیعت کی جو اس صحیفہ میں ہے۔ اگرچہ عمر بھی ہو اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۳۲ میں ہے۔ اور الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۰ میں ہے۔ امیر عمر وہ صحیفہ لے کر نکلا تو اس کو ایک شخص نے کہا۔ اے ابا حفص (کنیت امیر عمر) اس کتاب میں کیا ہے؟ امیر عمر نے کہا میں نہیں جانتا کہ کیا لکھا ہے لیکن میں پہلا ماننے والا ہوں اور اس حکم کی پہلے اطاعت کرنیوالا ہوں۔ جو کچھ بھی ہے اس شخص نے کہا ولیکن اللہ کی قسم ہے تو نہیں جانتا تو اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے امیر عمر کو فرمایا (وہ نے خلافت کو خوب دوہنا کہ تیرا بھی اس میں حصہ ہے۔ اور آج اس کے لیے خلافت کو محکم کرتا کہ وہ کل تیری طرف پھیردیگا۔ اور اسی کتاب کے ص ۱۹ میں ہے ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا تو لوگوں نے کہا ہم نے معلوم کیا ہے کہ تونے عمر کو ہم پر خلیفہ بنایا ہے اور اس کے افعال کو جانتا ہے جب کہ تو ہمارے اندر موجود تھا کہ وہ کیسا ہے۔ پس تیرے بعد جب یہ خود مختار ہو گیا تو معلوم نہیں کیا کچھ کریگا۔ اور تو خدا کے پاس جانیوالا ہے پس وہ اس بارہ میں تجھ سے پوچھے گا اس وقت تو کیا جواب دے گا؟۔ اور اسی کتاب کے ص ۲۰ میں ہے اہل شام نے ابی بکر کے مریض ہونے کے وقت کہا کہ اگر امیر عمر والی بنایا گیا تو نہ وہ ہمارا سردار ہے اور نہ اس سے ہمارا عہد ہے بلکہ ہم عہد توڑ دیں گے اور ازالۃ الخفا ص ۳۱۲ میں ہے (صحابہ نے ابوبکر پر اعتراض کیا) تو ہمارے اوپر سخت و تند مزاج کو (یعنی عمر کو) خلیفہ بناتا ہے؟ اور یہ گذر چکا ہے

(بقیہ حاشیہ) ہے کہ کسی کی پرواہ اور رعایت نہیں کرتا پس میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا فضول جواب ہے کیونکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ دین میں خام اور کار دین میں سست اور شریعت کی پرواہ نہ کرنے والا اور لوگوں کی رعایت کرنے والا درکار تھا۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور دیا نتدار سے گھبرا گئے ؟ اور فرمایا اگرچہ دین کا پختہ بھی ہو جائے تب بھی ہم منظور کرتے ہیں ورنہ مطلوب تو خلیفہ دین کا کچا ہی تھا افسوس ہے ایسی کج فہمی پر جو تعصب کی مرض کا نتیجہ ہے ۱۲ مترجم ۔ لے استخلاف عمر ازالۃ الخفار جلد ۱ صلا میں ہے اما بعد فقد استخلف علیکم ایں سخن بگفت و بیہوش شد۔ پس عثمان آنچہ ابو بکر گفتہ بود بقلم آورد و از پیش خود نوشت کہ عمر ابن الخطاب را خلیفہ ساختہ الخ۔ یعنی چونکہ معلوم تھا کہ حضرت عمر نے ابو بکر کے لئے کوشش کی اور حقیقت میں خود خلیفہ رہے بعد وفات ابو بکرؓ اور کون ہو سکتا ہے۔ اس احسان کا بدلہ ضرور ابو بکرؓ عمرؓ صاحب کو دیں گے۔ لہذا حضرت عثمان نے قرائن پر عمر کا نام خود بخود لکھ دیا حالانکہ ابو بکر بے ہوش تھے۔ جب ہوش میں آئے کہا خوب کیا میں یہی چاہتا تھا علاوہ ازالۃ الخفا کے باقی کتب میں بھی اسی طرح ہے (رسول کی وصیت آخری کو ہذیان کہا گیا مگر ابو بکر بے ہوش تھے تو بھی وصیت صحیح سمجھی گئی) صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ میں ہے ابن عباس نے عمر کو بوقت قریب الموت ہونے کے جزع فزع کرتے دیکھا ابن عباس نے کہا کیوں جزع کرتا ہے۔ عمرؓ نے کہا واما ما تری من جزعی فھو من اجلك واجل اصحابك الخ یعنی میری جزع فزع تیرے اور تیرے اصحاب کے سبب سے ہے۔ یعنی اقربا رسول پر ظلم کرنے کے سبب سے اب خوف کھا رہا ہوں کہ کیا ہو گا یہ اسی طرح کا افسوس ہے جو ابو بکرؓ صاحب نے کیا کہ میں گھر حضرت فاطمہؑ کو نہ کھولتا مگر بیجا اور بے وقت ظاہری افسوس جو عمل سے خالی ہو کیا فائدہ رکھتا ہے حوالہ امامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۹ طبع ثانی کے صفحہ ۱۶ میں ہے اور یہ بھی ہے۔ ودخل علیہ المھاجرون والانصار حین بلغھم انہ استخلف عمر فقالوا نراك استخلفت علینا وقد عرفتہ وعلمت بوائقہ فینا اس کے طلحہ وغیرہ کا قول مندرجہ متن کتاب ہے۔ یعنی مہاجرین اور انصار ابو بکر کے پاس شکایت لائے کہ تم عمر کی حالت جانتے ہو اور ہم نے سنا ہے کہ اس کو آپ ہمارے اوپر سردار اور خلیفہ بنا رہے ہیں اور صفحہ ۱۷ اسی کتاب میں ہے کہ ایک شامی نے عمر کے پاس ظاہر کیا کہ اہل شام تیری سرداری کو پسند نہیں کرتے اور تیرے شر سے ڈرتے ہیں۔ ایضاً ازالۃ الخفار مندرجہ صفحہ ۲۷۹ کا مضمون تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ میں بھی ہے اور صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ میں حضرت عمر کے حق رسول خدا صلعم کے سامنے حاضرین نے کہا انت افظ واغلظ یعنی تو بہت بڑا بدخلق اور تندمزاج ہے تو یہ حدیث تقریری امیر عمرؓ صاحب کو افظ واغلظ ثابت کرتی ہے۔ استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ ترجمہ عمر میں ہے وکان فظاً غلیظا یعنی وہ بدخلق وتندمزاج تھے (وکذا فی ازالۃ الخفار جلد ۱ ص ۱۶ ص ۳۲ و ص ۵۸) اس پر شہادت صحابہ و رسول خدا صلعم کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ ایسے شخص کا نتیجہ کیا ہوتا ہے دیکھو مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الرفق والحیاء وحسن الخلق ص ۴۲۳ قال رسول اللہ لا یدخل الجنۃ الجواظ ولا الجعظری قال الجواظ الغلیظ الفظ رواہ ابو داؤد فی سننہ والبیھقی فی شعب الایمان وصاحب الاصول فیہ عن حارثۃ الخ یعنی نبیؐ نے فرمایا فظ غلیظ بہشت میں داخل نہیں ہو گا۔ اور جواظ وجعظری کا معنے فظ غلیظ ہے ۱۲ مترجم ۔ لے کذا بعینہٖ فی تاریخ الکامل جلد ۲ ص ۱۶۳ وتاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری جلد ۴ ص ۵۲ ۱۲ مترجم۔ سنہ بوقت انعقاد خلافت ابی بکر کے فرمایا جیسا کہ گذرا ہے ۱۲ مترجم

وفی الامامۃ والسیاسۃ قال ابوبکر لحباب امنا تخاف یا حباب؟ قال لا ولکن من یجیٔ بعدک. وفی کنز العمال عن عائشۃؓ قالت لما حضر ابوبکر الوفاۃ استخلف عمرؓ فدخل علیہ علیؑ وطلحۃؓ فقال من استخلف قال عمر قال فما ذا انت قائل لربک رواہ ابن سعد وفی روایۃ وزاد غداً وقد استخلفت ابن الخطاب. و فی شرح المواقف وذلک لانہ (ابوبکر) دعی فی مرضہ عثمان بن عفان وامرہ ان اکتب ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ اخر عھدہ من الدنیا (حتی قال) استخلف علیکم عمر ابن الخطاب. وفی ازالۃ الخفاء قال عمر واللہ ما ادری اخلیفۃ انا ام ملک. وکذا فی تاریخ الخلفاء فھذا حال الوصیۃ فی حقہ واستخلافہ و انکار الصحابۃ علیہ وکونہ فظاً غلیظا

اور الامامۃ والسیاسۃ ص۱۱ میں ہے کہ ابوبکرؓ نے حباب کو کہا کیا ہم سے تو ڈرتا ہے کہ میری خلافت پر کراہت ظاہر کر رہا ہے؟ حباب نے کہا نہیں تجھ سے نہیں ڈرتا لیکن جو تیرے بعدؓ آنے والا معلوم ہوتا ہے اس سے ڈرتا ہوں۔ کنز العمال جلد ۳ ص۱۴۶ میں بی بی عائشہؓ سے روایت ہے ابوبکرؓ صاحب جب قریب الوفاۃ ہوا تو امیر عمرؓ کو خلیفہ بنایا پس حضرت علیؑ و طلحہؓ اس کے پاس گئے اور دونوں نے کہا کس کو خلیفہ بنایا؟ کہا عمر کو۔ دونوں نے کہا پھر تو اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟ اس کو ابن سعد نے روایت اور دوسری روایت اسی مضمون کی ہے جس میں زیادہ کیا کہ کل اپنے رب کو کیا جواب دے گا۔ جب تو نے ابن خطاب جیسے کو خلیفہ بنا دیا ہے؟ اور شرح مواقف ص۷۳ میں ہے اور یہ اس لیے ہے کہ ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت میں حضرت عثمانؓ بن عفان کو بلایا اور حکم دیا اس کو کہ لکھدے یہ وہ عہد نامہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا سے جاتے وقت آخری عہد کیا (تا اینکہ) میں نے تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ا ص۲۲۷ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا صرفؑ بادشاہ ہوں۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۹۵ مطبوعہ محمدی لاہور میں ہے (کذا فی کنز العمال جلد ۶ ص۳۳۱-۳۳۲) پس یہ اس وصیت کا حال ہے جو امیر عمر کے حق میں ہوئی اور اور وہ خلیفہ ہوا اور صحابہ نے اس پر انکار ظاہر فرمایا اور اس کی تیزی و تند مزاجی کو بھی ظاہر کیا

لہ اس سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ابتداءً خلافت ابی بکرؓ سے ہی معلوم کر گئے تھے کہ امیر عمرؓ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے اور پھر ابوبکرؓ عمرؓ کو خلیفہ بنائے گا ۱۲ خود جس کو یہ معلوم نہیں یا یقین نہیں کہ میں خلیفہ بنی کا ہوں اس کو دوسرے لوگ خلیفہ نبیؐ نہ مانیں تو اس پر اہل سنت والجماعت ناراض کیوں ہوتے ہیں؟ دوسری روایت تاریخ الخلفاء میں ہے حضرت سلمان فارسی سے امیر عمرؓ نے پوچھا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ سلمانؓ نے کہا اگر تو نے ایک درہم بھی خلق اپنے تصرف میں لیا تو تم بادشاہ ہو پس اس قانون کو اپنی ذات سے مطابقت دے لو۔ یعنی تم ایک درہم کی جگہ کروڑوں حقوق ضبط کر چکے ہو پس سمجھ سکتے ہو کہ تم کون ہو ۱۲ مترجم

وقد قال الله عز اسمہ ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولك وسائرحالاته من ایمانه وعلمه وشجاعته واطاعته الله ورسوله وایذاءه اهل بیت النبی م سیاتی انشاء الله۔ **والثالث الشوریٰ** هو ما انعقدت به خلافة عثمان وهذا مما لم یوجد کالاجماع لابی بکر دون عمر الا من عبد الرحمٰن بن عوف فی شرح العقائد ولهذا جعل عمر الامامة شوریٰ بین ستة مع القطع بان بعضهم افضل من بعض۔ وفی شرح المواقف فان عمر لم ینص علیٰ احد بل جعل الامامة شوریٰ بین ستة وفی شرح العقائد ص۱۰۸ ثم استشهد عمر وترك الخلافة شوری بین ستة۔ وفی تاریخ الخلفاء (قال عمر وقد جعلتها (الخلافة) شوریٰ فی عثمان وعلیؑ وطلحة والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد وامر صهیباً ان یصلی بالناس واجل الستة ثلاثاً اخرجه الحاکم وهکذا فی الصواعق وفی تاریخ الخلفا ولما جلس عبد الرحمٰن للمبایعة حمد الله واثنی علیه وقال فی کلامه انی رأیت الناس یأبون الا عثمان۔ وفی روایة اما بعد یا علیؑ فانی قد نظرت فی الناس فلم ارهم

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تو تند مزاج سخت دل ہوتا تو تیرے قرب وجوار سے لوگ دور ہو جاتے تو خلیفہ نبی چونکہ متصف بصفات نبی ہوتا تھا لہٰذا علاوہ دیگر صفات کے اس صفت سے بھی امیر عمر کے ایمان وعلم وشجاعت واطاعت اللہ تعالیٰ ورسول کی کیفیت اور اس کا ایذا دینا اہلبیت نبیؐ کو آگے آئیں گے۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ **اور تیسری دلیل اہل سنت** کے نزدیک حقیقت خلافت کی شوریٰ ہے۔ وہ یہ ہے جس سے امیر عثمان کی خلافت منعقد ہوئی اور یہ بھی اجماع مذکورہ کی مثل جو واسطے ابوبکر کے عمر کے سوا نہ ہوتا تھا مکمل نہ پایا گیا کیونکہ شوریٰ کا دارومدار عبدالرحمٰن عوف کے سوا کسی پر نہ تھا۔ شرح عقائد ص۱۰۸ میں ہے اسی واسطے امیر عمر نے امامت کو چھ اشخاص کے درمیان رکھ دیا تھا باوجود یقین رکھنے کے کہ ان میں بعض سے بعض افضل ہیں (یعنی امام کے افضل ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ امیر عمر صاحب جانتا تھا کہ فلاں افضل تھا مگر اس کی پروا نہ کی اور چھ اشخاص میں خلافت مشورۃً رکھدی کہ ان میں سے کوئی خلیفہ بن جائے۔ اور شرح موافقت ص۴۲ میں ہے تحقیق عمر نے ایک کسی کے بارہ میں ظاہر حکم نہ دیا بلکہ امامت کو چھ آدمیوں کے مشورہ پر رکھ دیا اور شرح عقائد ص۱۰۸ میں ہے پھر امیر عمر صاحب شہید کیا گیا اور خلافت کو چھ اشخاص کے شوریٰ پر چھوڑ گیا اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۱ میں ہے امیر عمر نے کہا میں مشورہ خلافت کو عثمان وعلی وطلحہ وزبیر عبدالرحمٰن بن عوف وسعد کے درمیان رکھ دیا ہے اور صہیب کو حکم دیا کہ لوگوں کو باجماعت

نوٹ: اہل سنن کہتے ہیں کہ خدا کا حکم ہے وشاورھم فی الامر لہٰذا مشورہ سے خلیفہ بنالینا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے ربانی حکایہ

اگلے صفحہ پر

يعدلون بعثمان فلا تجعلن على نفسك سبيلاً ثم اخذ بيد عثمان فقال نبايعك على سنة الله وسنة رسوله وسنة الخليفتين بعده فبايعه عبد الرحمن وبايعه المهاجرون والانصار

نماز پڑھائے اور چھ اشخاص کو تین دن تک فیصلہ کرنے کی مہلت دی اسکو حاکم نے روایت کیا اور اسی طرح صواعق محرقہ صہ ۶۳ میں بھی ہے اور تاریخ الخلفا کے صفحہ ۱۰۴ پر ہے کہ جس وقت عبدالرحمن بن عوف بیعت لینے کیلئے بیٹھا کہ اللہ تعالی احمد و ثنا کی اور کہا تحقیق میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ سوا امیر عثمان کے کسی دوسرے سے بیعت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے یا علی میں نے لوگوں کو دیکھ لیا ہے کہ عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے پس تو مجھے اپنے نفس پر راستہ نہ دے (یعنی اب تو تسلیم کرلے ورنہ ہم سختی کرینگے) پھر عثمان کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت اللہ و سنت رسول و سنت خلیفہ اول و ثانی پر تیری بیعت کرتے ہیں۔ پس عبدالرحمن بن عوف و مہاجرین و انصار نے بیعت کرلی۔ اور مسند احمد میں ابی وائل سے ہے کہ میں نے

وفي مسند احمد عن ابي وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف كيف بايعتم عثمان وتركتم عليا فقال ما ذنبي قد بدأت بعلي فقلت ابايعك على كتاب الله وسنة رسوله وسيرة ابي بكر وعمر فقال فيما استطعت ثم عرضت ذلك على عثمان فقال نعم. انتهى. وهكذا في الصواعق المحرقة وروضة الاحباب والامامة والسياسة. وفتح الباري شرح البخاري. وفي شرح فقه الاكبر للملا على القاري

عبدالرحمن بن عوف کو کہا تم نے کس طرح حضرت عثمان سے بیعت کرلی اور حضرت علی جیسے شخص کو چھوڑ دیا تو عبدالرحمن نے کہا یہ میرا گناہ نہیں ہے۔ میں تو پہلے علی سے شروع ہوا تھا اور میں نے کہا ہم تیری کتاب اللہ و سنت رسول ص اور سیرت عمر و ابوبکر پر کرتے ہیں حضرت علی نے فرمایا۔ سیرت ابی بکر و عمر حتی الوسع چلونگا۔ نہ من کل الوجوہ۔ جیسا کہ دیگر روایات میں مفصل ہے۔ پھر میں نے یہی سوال امیر عثمان کے سامنے پیش کیا تو اس نے کہا ہاں اسی طرح کروں گا۔ انتہی ام دیگر خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت

بقیہ حاشیہ۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہر امر میں مشورہ کا حکم ہے یا امور خاصہ حرب وغیرہ میں۔ اگر ہر امر میں حکم ہو تو لازم آتا ہے کہ کبھی نبوی مشورہ سے نبا لینا چاہیے یا نبی ص کی تصدیق کیلئے امت مشورہ کرے اگر پاس کرے اسی کو نہیں ماننا چاہیے بے فائدہ ہم پر ایک سیاست قائم کرے گا پابند ہم احکام سے مقید کرے گا تو حسب الحکم مشورہ کے یہ عمل انکار نبوت صحیح ہو۔ حالانکہ صحیح نہیں اور خلیفہ اول و دوم بغیر مشورہ کیونکر حق پر ہوئے حالانکہ اس امر آیت کے خلاف مقرر ہوئے حقیقت میں اس کا مشورہ کا حکم امور جنگ اور دیگر دنیاوی امور کیلئے ہے نہ امامت کبری جیسے امور دینی میں جس کیلئے باطنی علوم و صفائی کی ضرورت ہے جس کو خدا کے بغیر کوئی جانتا۔ یا جیسے

فاخذ عبد الرحمٰن بید علی ع وقال اولّیک
ان تحکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ
الشیخین فقال علی ع احکم بکتاب اللہ
وسنۃ رسولہ ص واجتہد رأی ثم قال
لعثمان مثل ذلک فاجابہ وعرض
علیہما ثلاث مرات وکان علی ع یجیب
بجواب الاوّل وعثمان یجیب الیٰ ما
یدعوہ ثم بایع عثمان فبایعہ الناس
وفی ازالۃ الخفاء قال عبد الرحمٰن ا
فتجعلونہ الیّ واللہ علیّ لا الو عن افضلکم
قال نعم فلما اخذ المیثاق قال
ارفع یدک یا عثمان فبایعہ وھٰکذا
فی الصواعق المحرقۃ۔ وفی الامامۃ
والسیاسۃ ثم اخذ بید علی فقال
لہ ابایعک علیٰ شرط عمر ان لا
تحمل احداً من بنی ہاشم علیٰ
رقاب الناس فقال علی عند ذٰلک
مالک ولھذا اذاً جعلتہا فی عنقی فان
علیّ الاجتہاد فی بنی ہاشم اوغیرہم
قال عبد الرحمٰن لا واللہ حتی تعطینی ھذا
الشرط قال علیؑ واللہ لا واللہ لا اعطیکہ
ابداً نترکہ فقاموا من عندہ۔ الخ۔

عثمان نہ تو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے اور
نہ سیرت شیخین کے پابند رہے) اسی طرح ،
صواعق محرقہ ص۶۳ و روضۃ الاحباب جلد ۲
ص۱۶۵ والامامۃ والسیاسۃ ص۲۵ و فتح الباری
شرح بخاری جلد ۶ ص۶۲۱-۶۲۲ میں ہے رد بخاری
مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۸۳) اور شرح فقہ اکبر مولفہ
علی قاری حنفی کے ص۸۰ میں ہے۔ عبد الرحمٰن
بن عوف نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا
میں تجھے والی بناتا ہوں اس شرط پر کہ کتاب اللہ
وسنت رسول ص و سیرت شیخین (ابی بکرؓ و عمرؓ)
پر حکم کرے۔ حضرت علی نے فرمایا کتاب اللہ و
سنت رسول اللہ پر حکم کروں گا۔ پھر اپنے اجتہاد
کے مطابق حکم دوں گا پھر عبد الرحمٰن نے عثمانؓ
کو اسی طرح کہا تو عثمان نے اس شرط کو قبول
کرلیا۔ تین مرتبہ اس سوال کو دونوں پر مکرر پیش کرتا رہا
تو حضرت علی پہلی طرح جواب دیتے رہے۔ اور
عبد الرحمٰن کی باتیں امیر عثمان مانتا رہا تب عبد الرحمٰن
نے عثمان کی بیعت کرلی اور دوسرے لوگوں نے بھی
امیر عثمان کی بیعت کرلی۔ اور ازالۃ الخفاء ص۲۱۳
جلد ا میں ہے۔ عبد الرحمٰن نے کہا۔ کیا اس کام خلافت
کو میرے سپرد کرتے ہو تو اللہ کی قسم ہے میں افضل
کا نقصان نہ کرونگا اور جسے لائق سمجھونگا اسی

(بقیہ الحاشیہ) نبوت اسی طرح ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ ذیل آیت وشاورھم فی الامر۔ قال الکلبی و
کثیر من العلماء ھذا الامر مخصوص بالمشاورۃ فی الحروب یعنی کلبی اور بہت علماء اسی کے قائل ہیں کہ یہ امر مشورہ
جنگ کے کاموں سے مخصوص ہے، پھر لکھا اس مشورہ سے نبی کو کسی سے رائے و علم لینے کی فی الحقیقت ضرورت نہ تھی اللہ نہ
آپ کو اس کی احتیاج تھی فقط تالیف قلوب کے لئے یہ حکم تھا کہ سب کے مشورہ میں شامل کرنے سے ہر ایک اپنا کام سمجھے گا۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفیہ جلد ا (تولیتہ عمرؓ شوریٰ بین ستۃ) فقالوا قل فینا یا امیر المومنین مقالۃً نستدل فیہا برأیک ونقتدی بہٖ؛

کو دوں گا۔ حضرت علیؑ و عثمان رضؓ نے کہا منظور ہے جب اس نے دونوں سے پختہ وعدہ لے لیا۔ تو کہا۔ اے عثمان اپنا ہاتھ اٹھا۔ اور اس کی بیعت
اسی طرح صواعق محرقہ صت‌۶۳ میں بھی ہے اور امامۃ والسیاستہ صت۲۵ میں ہے پھر علی کا ہاتھ پکڑا اور عبدالرحمن نے علی رضؓ کو کہا تیرے ساتھ میں اس شرط پر بیعت کروں گا۔ کہ تو کسی بنی ہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر نہ چڑھا دے حضرت علی نے فرمایا ایسی حالت میں کہ مجھے خلیفہ بنا دے تو پھر تمہیں اس سے کیا غرض ہے کیونکہ پھر میں اجتہاد سے معلوم کروں گا خواہ بنی ہاشم سے مستحق امارت ملے گا تو اسے دونگا اور دوسروں سے ملا تو اس کو بناؤں گا عبدالرحمن نے کہا نہیں قسم ہے اللہ کی تجھے نہ دوں گا جب تک تو مجھے اس شرط کا اقرار نہ دے گا۔ حضرت علیؑ نے کہا نہیں یہ پابندی تمہاری تو میں کبھی نہ کروں گا۔ پس عبدالرحمن نے جناب علی کو چھوڑ دیا اور دوسرے لوگ بھی جو پاس بیٹھے تھے اٹھ گئے۔ الخ اور جلد ا صت۲۴ عمرؓ کے شوریٰ چھ کس کے بیان میں) انہوں نے کہا یا امیر المومنین (عمرؓ) ایسی بات کہہ کہ اس سے تیری رائے ہم معلوم کریں اور اس کی اقتدار کریں۔

فقال واللہ ما یمنعنی ان استخلفک یاسعد الا شدتک وغلظتک مع انک رجل حرب وما یمنعنی منک یا عبد الرحمٰن الا انک فرعون ھذہ الامۃ وما یمنعنی منک یا زبیر الا انک مومن الرضیٰ کافر الغضب وما یمنعنی من طلحۃ الا نخوتہ وکبرہ ولو ولیہا وضع خاتمہ فی اصبع امرأتہ وما یمنعنی منک یا عثمان الا عصبیتک وحبک قومک وما یمنعنی منک یا علیؑ الا حرصک علیہا وانک احری القوم ان ولیتہا ان تقیم علی الحق المبین والصراط المستقیم۔ وفیہ (ماکتب علیؑ :ع

امیر عمرؓ نے کہا قسم ہے اللہ کی مجھے کوئی چیز مانع نہیں اے سعد کہ میں تمہیں خلیفہ بنا دیتا مگر تیری سختی اور بدمزاجی ڈراتی ہے اور نیز تو جنگجو شخص ہے اور تیرے واسطے اے عبدالرحمن کہ مانع بجز اس کے نہیں کہ تو اس امت کا فرعون ہے۔ شاید یہ الفاظ رسول مؐ نے عبدالرحمن کے حق میں فرمائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے) اور تیرے واسطے اے زبیر سوائے اس کے کوئی مانع نہیں کہ تو رضامندی میں مومن اور ناراضگی میں کافر ہوتا ہے۔ اور تیرے واسطے اے طلحہ کوئی مانع نہیں سوائے تیرے فخر اور تکبر کے اگر خلافت کا مالک ہو جائے تو مہر اپنی زوجہ کی انگلی میں دیدیگا

(بقیہ حاشیہ) دلی توجہ سے جنگ کریں گے یہ نہ سمجھیں گے کہ ہم کسی تو شمار میں لیتے نہیں۔ ہم کیا سر کٹاتے پھریں۔ پھر فخرالدین رازی اسی کبیر صت۱۴۲ میں اس حکم کے مشار الیہم ابوبکرؓ و عمرؓ کا قول بیان کرکے اس کی تردید کرتا ہے جاحظم۔ لہ اے حضرت علی ع کا اظہار دعویٰ حقوق خلافت اس سے ظاہر ہے نیز عمرؓ نے تسلیم کیا ہے کہ علیؑ زیادہ مستحق ہے ۲۲ ع افسوس ہے کہ حق طلبی کا نام حرص رکھا ہے ۲۲ مولانا

الیٰ اهل العراق فی بیعته عثمان رض)
ثم قالوا لی هلم فبایع عثمان رض
والا جاهدناك فبایعنا مستکرها
وصبرت محتسبا وقال قائلهم انك
یا ابن ابی طالب علی الامر لحریص
قلت لهم انتم احرص ما
انا اذا طلبت میراث ابن ابی وحقه
وانتم دخلتم بینی وبینه وتصرفون
وجهی دونه اللهم انی استعین بك
علیٰ قریش فانهم قطعوا رحمی وصغروا
عظیم منزلتی وفضلی واجتمعوا علیٰ
منازعتی حقا کنت اولیٰ به منهم ۔ الخ
وفی البخاری فقال (عبد الرحمٰن)
ابایعك علیٰ سنة الله ۔ الخ ۔ وفی
الفتح واخرج الذهلی فی الزهریات
وابن عساکر فی ترجمة عثمان من
طریقه ثم من روایة عمران بن
عبد العزیز عن المسور قال کنت اعلم
الناس بامر الشوریٰ لانی کنت رسول
عبد الرحمٰن بن عوف فذکر قال
علیٰ ء لاو لکن علی طاقتی فاعادها
ثلاثا فقام عبد الرحمٰن واعتم و
لبس السیف فدخل المسجد ثم
رقی المنبر ثم اشار الی عثمان فبایعه
وفی حیوٰة الحیوان وذکر ابن خلکان
وغیره ان عمر لا طعن اختار من الصحابة
ستة نفر وهم المتقدم ذکرهم۔

یعنی جو وہ کرے گی تو اسی کو عمل میں لائے گا۔ اور
اے عثمانؓ تیرے واسطے مجھے اور کوئی مانع
نہیں سوائے تیری محبت و حمایت قومی کے
جو بہت کرتا ہے اور اے علی تیرے واسطے
کوئی مانع سوائے اس کے نہیں کہ تو اس کا
بہت حرص رکھتا ہے اور تحقیق تو اگر والی ہو
جائے تو واقعی تو قوم سے لائق تر ہے کہ حق پر
قائم رہے گا اور صراط مستقیم پر چلے گا اور ص ۱۳۰
اسی امامۃ والسیاستہ پر ہے جو خط حضرت
علیؑ نے اہل عراق کی طرف بیعت عثمان کے
حال میں لکھا تھا وہ یہ تھا۔ "پھر لوگوں نے مجھے
کہا اب آجا اور عثمان کی بیعت کر لے ورنہ تجھ
سے جنگ کریں گے پس ہم نے مجبور ہو کر بیعت
کر لی اور بغرض اور بغرض ثواب صبر کیا اور ان
سے کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب
امر خلافت پر تو بڑا حرص رکھتا ہے تو میں نے
کہا کہ نہیں بلکہ تم اس کا بڑا حرص کرتے ہو کیونکہ میں
نے اس وقت اپنے چچا زاد بھائی کا میراث طلب
کیا ہے جو وہ میرا حق ہے اور تم جو ہو تو میرے اور ان کے
درمیان ناحق داخل ہو گئے ہو اور اس سے
مجھے محروم کرتے ہو خدایا میں تجھ سے قریش پر
مدد لیتا ہوں پس تحقیق انہوں نے مجھ سے قطع
رحمی کی ہے اور میری قدر و عظمت و فضیلت کم بنا
رکھی ہے اور میرے ساتھ جھگڑا کرنے کے لئے
متفق ہو گئے ہیں کہ میرے حق میں دخل دیں حالانکہ
میں ان سے زیادہ حق دار اس حق کا ہوں ۔ الخ۔
اور بخاری جلد ۲ ص ۶۲۲ میں ہے۔ پس عبد الرحمٰن نے

کہا میں تیری (عثمان) بیعت کرتا ہوں سنت اللہ وغیرہ پر (مثل عبارات سابقہ) اور فتح الباری میں ہے کہ ذہلی نے زہریات میں اور ابن عساکر نے ترجمہ عثمان میں اپنے اسناد سے بہ روایت عمران بن عبدالعزیز سے بروایت مسور کے نقل کیا اس نے کہا ہے کہ شوریٰ کا علم مجھے سب سے زیادہ ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن عوف کے بلانے یا گفتگو کرنے کا اس وقت وکیل تھا۔ پس اس نے ذکر کیا کہ علیؑ نے کہا اے عبدالرحمٰن ہمیں تیری یہ شرط منظور نہیں ولیکن حتی الوسع کوشش کروں گا اس نے تین مرتبہ مکرر سہ کرر ان شرائط کو کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور دستار باندھ کر تلوار پہن لی اور مسجد میں داخل ہو کر ممبر پر چڑھا اور امیر عثمانؓ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی بیعت کر لی۔ اور حیاۃ الحیوان جلد ۱ ص ۳۱۲ میں ہے ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب امیر عمر کو نیزہ مارا گیا اس نے صحابہ سے چھ اشخاص کو پسند کیا اور وہ وہی ہیں جن کا ذکر گزرا ہے۔

وساق القصة وقال ونقل ان العباس بن المطلب قال لعلیؑ یا ابن اخی لا تدخل نفسك فی الشوریٰ مع القوم فانی اخاف ان یخرجوك منها فتبقی وصمة فیك وهكذا فی التاریخ الكامل وغیره۔ وقد مر من فتح الباری شرح هذا الحدیث وفیه ما حاصله ان عبد الرحمٰن جمع صنادید العرب وامراءه۔ وفی الفتح قوله امراءه ای عمرو بن العاص ومعاویة وابوموسیٰ الاشعری وامثالهم۔ وفی شرح فقه الاکبر لعلی القاری ص ۸۳ فابی علیؑ ان

اور قصہ کو بیان کیا اور کہا منقول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے حضرت علی کو کہا اے بھتیجے تو اپنے تئیں قوم کے شوریٰ میں داخل نہ کر کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ تجھے اس خلافت سے نکال دیں گے اور تیرے اندر اس رنج سے شگاف باقی رہے گا۔ نیز اسی طرح تاریخ کامل وغیرہ میں ہے۔ اور فتح الباری جلد ۶ ص ۶۲۲ میں حدیث شوریٰ کی شرح لکھی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن نے امراء عرب کو بلا کر جمع کر کے اپنے ساتھ مشورہ میں رکھا تھا۔ اور فتح الباری میں قولہ امراء کے تحت میں لکھا ہے یعنی عمرو بن

ف۱ مذکورین جیسے اشخاص عبدالرحمٰن نے ہم خیال جمع کئے تھے جو سب دشمن جناب علیؑ کے تھے: تاکہ مشورہ کا نام بنائے اور مجمع کی ہیبت دکھا کر اپنی مرضی کے مطابق کام کرے۔ جن امرا کو شوریٰ کے فیصلہ کے لئے بلایا اور جمع کیا وہ بھی سب بنی امیہ کے سردار اور معاون تھے جو عثمان کے حق میں کثرت رائے اور قوت رائے کے حامی تھے اور یہ بھی عبدالرحمٰن کے حسن انتظام کا نتیجہ تھا دیکھو بخاری مع الفتح جلد ۲ ص ۶۲۲ و عقد الفرید جلد ۳ ص ۲۶-۷۳ ۱۲ المترجم۔

ف۲ بعض علماء فرقہ سنیہ کے جواب دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ شیخین کی سیرت پر معترض نہ تھے مگر مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں اس لئے انہوں نے اتباع سیرت شیخین سے انکار کیا۔ اگرچہ یہ جواب فی نفسہ باقی حاشیہ

اگلے صفحہ پر

یقلد ھما ای الشیخین ورضی عثمان۔ الخ۔
وفی حیوٰۃ الحیوان قولہ وساق القصۃ وھو ھٰذا اقام المسور بن مخرمہ وثلاثین نفسا من الانصار وقال ان اتفقوا علیٰ واحد الی ثلاثۃ ایام والا فاضربوا رقاب الکل فلا خیر للمسلمین فیھم وان افترقوا فرقتین فالفرقۃ التیؐ فیھا عبد الرحمٰن بن عوف واوصٰی ان یصلی صھیب بالناس ثلاثۃ ایام فاخرج عبد الرحمٰن بن عوف نفسہ من الشورٰی واختار عثمان فبایعہ الناس۔ الخ۔

بن عاص و معاویہ و ابوموسیٰ اشعری اور امثال ان کے بلائے گئے۔ اور شرح فقہ اکبر طبع محمدی لاہور صـ۸۳ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اس سے انکار کیا کہ وہ شیخین کی تقلید کریں اور عثمان اس بات پر راضی ہو گیا اور حیواۃ الحیوان جلد ا صـ۳۱۲ میں قول ابن خلکان کہ قصہ بیان کیا یعنی امیر عمر نے مسور بن مخرمہ اور تیس آدمی انصار سے مقرر کیے اور کہا اگر ایک پر تین دن کے اندر اتفاق کر جائیں تو فبہا ورنہ سب کو قتل کرو کہ مسلمانوں کی بہتری ان میں نہیں ہے کہ دو فرقہ ہو جائیں اور جس فرقہ کے اندر عبد الرحمٰن بن عوف ہو اس کی حمایت کرو اور وصیت کی کہ صہیب تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پس عبد الرحمٰن بن عوف نے اپنے آپ کو شورٰے سے نکالا اور عثمان کو پسند کیا۔ اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی۔ الخ۔

(بقیۃ الحاشیۃ) ایسا کمزور ہے کہ کسی جواب الجواب کی ضرورت نہیں۔ مگر مزید تشفی کے واسطے اتنا یاد رکھیں کہ شیخین کی سیرتؐ واجب الاتباع تھی یا نہ؟ اگر نہ تھی تو حدیث موضوع آپ کی اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر کا کیا معنے ہوگا۔ اور اگر اپنے عہد میں حضرت علی چونکہ خود واجب الاتباع ہو جاتے اس واسطے متابعت ضروری نہ تھی تو امیر عثمان اپنے عہد میں کیا واجب الاتباع نہ تھے؟ اگر نہ تھے تو ان کا امام ہونا چہ معنیٰ دارد۔ اور اگر مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور اسی واسطے جناب علیؑ نے انکار فرمایا تھا تو امیر عثمان کے تقلید بلا تامل تسلیم کر لینے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درجہ اجتہاد کو نہیں پہونچے ہوئے تھے۔ اور بایں صورت وہ امام ابو حنیفہ و امام محمد و امام مالک وغیرہ سے کم درجہ کا علم رکھتے تھے۔ پس نیابت نبوی و خلافت مصطفوی کا پیراہن انہوں نے کس شیخی پر زیب تن فرمایا تھا؟ کہ خود مقلد تھے اور پھر ساری امت کے پیشوا اور قائم مقام رسول خداؐ کے تھے۔ ذرا تعصب کی پٹی کھول کر گہری نظر سے غور کیجئے۔ ۱۲ المترجم

۵۳ کیفیت انعقاد خلافت امیر عثمان پر ایک نظر

قولہ فالفرقۃ التی فیھا عبد الرحمٰن بن عوف خلافت اولے وثانیہ کا حیلہ بہانہ تو معلوم ہو چکا ہے۔ مگر خلافت ثالثہ میں جس کو بہ ظاہر ایمانداری پر مبنی دکھایا گیا ہے اس میں حیلہ سازی و فریب بازی ہوئی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اس کی تفصیل تاریخ طبری و کامل سے لکھی جاتی ہے تاکہ جو یندہ حق کے لئے واضح ہو جائے کہ ہر دفعہ ہر لحظہ بعد وفات رسول ص کے یہ کوشش ہوتی رہی ہے کہ حضرت علیؑ و سائر اہل بیتؑ کو ظاہری خلافت سے محروم رکھا جائے ورنہ ہر مسلمان کہلانیوالا انہی کی طرف رجوع کرے گا دوسرے کسی کو کوئی پوچھے گا ہی نہیں دیکھئے عمر بن خطاب نے ظاہر میں تو شوریٰ نام رکھا کہ ان میں سے جس کو چاہو بنالو مگر تدبیر کی کہ حضرت علی کو خلافت نہ ملے باوجودیکہ تسلیم کیا کہ اگر اس کو بنایا گیا تو صراط مستقیم پر چلائے گا۔ تاہم یہ حکم دیا کہ جس طرف عبدالرحمن بن عوف قریبی امیر عثمان کا ہو آخری فیصلہ اس کے مطابق کرنا۔ چنانچہ اس قصہ کو ترجمہ ہر دو کتب مذکورہ سے لکھا جاتا ہے اور تائید میں دوسری کتب کا ترجمہ بھی اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ طالب بصیرت کو پھر ضرورت کسی دوسری کتاب دیکھنے کی نہ رہے۔ تراجم کتب اصل عبارات کو بچشم خود دیکھ کر لکھے ہیں کسی کو غلطی اور تحریف کا اندیشہ نہ ہونا چاہیئے تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مصر مؤلفہ علامہ ابن الاثیر۔ و تاریخ الامم والملوک مؤلفہ امام حافظ ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۳۳ لغایت ص ۴۲ میں مروی ہے کہ امیر عمر نے صہیب کو تین دن کے لئے امامت نماز کا حکم دیا اور کہا کہ تین دن تک اس شوریٰ کا فیصلہ کر لینا اور عبداللہ بن عمر (فرزند امیر عمر) کو ثالث بنانے کا اشارہ کرکے پھر کہا اگر اس پہ راضی نہ ہوں تو تم اس طرف ہو جانا۔ جس جانب عبدالرحمن بن عوف ہو اور باقی مخالفین کو بصورت ان کے تسلیم کرنے کے قتل کر دینا۔ جب جناب علی نے یہ ماجرا دیکھا اور سنا۔ بنی ہاشم کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے اس قصہ کی کیفیت دریافت کی تو حضرت علی نے فرمایا کہ امامت آپ لوگوں کو نہیں ملتی ہے یعنی بنی ہاشم کو نہیں ملتی۔ پھر حضرت عباس بالخصوص دریافت کیا۔ تب امیر المومنین علی نے فرمایا میرے مقابلہ پر عثمان کو کھڑا کیا گیا ہے اور امیر عمر نے کہا ہے کہ اول دشش اصحاب شوریٰ سے) جس طرف اکثر ہوں اس پہ فیصلہ کریں اور اگر دو ایک کو پسند کریں اور دو ایک کو یعنی برابر ہوں تو تم لوگ ان کے ساتھ ہو جانا جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہو۔ پس سعد بن ابی وقاص اپنے چچازاد بھائی امیر عثمان کی مخالفت نہیں کرے گا اور عبدالرحمن ہمشیرہ عثمان کا خاوند بھی ہرگز مخالفت اس کی نہیں کرتا اس واسطے یقیناً وہ امیر عثمان کو مقرر کرنا چاہتے ہیں اور امام بنائیں گے۔ پس بایں صورت اگر دوسرے میری موافقت کریں تب بھی وہ مجھے نفع نہیں پہونچا سکتے کیونکہ فیصلہ عبدالرحمن پہ ہونا ہے جس طرف ہو اور وہ عثمان کی طرف ہوا۔ حضرت عباس نے کہا کہ آپ میرے کہنے پر تو چلتے نہیں ورنہ آپ ایسے شوریٰ میں ہرگز داخل نہ ہوں (مگر حضرت علی محض حجت پوری کرنے کی غرض سے کہ جو فریب اور دھوکہ میرے ساتھ کر رہے ہیں اس کے عمل پیرا کر اپنی مکمل سزا کے مستحق ہو جائیں۔ داخل شوریٰ ہو کے) اور ان کو کہہ دو کہ ہمارا حق ہے۔

سلہ (خلافت عثمان) حکم عمر کہ جس طرف عبدالرحمن ہو اسی طرف حق ہے اسی طرف میلان کرو۔ اسی طرح فتح الباری

شرح بخاری میں ہے دیکھو حاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ا ص ۵۲۴ کتاب المناقب قصۃ البیعۃ حاشیہ نمبر ۱ ان عمر قال لهما اذا اجتمع ثلاثة على رأى وثلاثة على رأى فحكموا عبد الله بن عمر فان لم يرضوا بحكمه فقدموا من معه سعد وعبد الرحمن بن عوف اس سے ثابت ہے کہ عمرؓ کو یقین تھا کہ ابن عمرؓ سعد و عبدالرحمن کی رائے ایک ہے اور عبدالرحمن ہرگز عثمان کو نہیں چھوڑ سکتا اسی طرح وہی خلیفہ ہوگا۔ اسی طرح امامت والسیاست جلد ا ص ۲۰ میں ہے اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ میں مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا۔ بایعوا لمن بایع له عبد الرحمن بن عوف فمن ابى فاضربوا عنقه دعاله ابن عساکر یعنی کہا اس کی بیعت کرنی جس کی عبدالرحمن کرے جو اس سے انکار کرے اس کو قتل کرنا معلوم ہوا چھ ۶ افراد میں مشورہ رکھنا سب دکھلاوے کی بات تھی۔ اصل میں عثمان ہی کو خلیفہ بنانا منظور تھا۔ اور لوگوں سے عمر کو اندیشہ تھا کہ شاید علی کو بنالیں اس لئے تدابیر سوچنی پڑیں۔ اس اندیشہ کا ثبوت دیکھو روایت بخاری درمیان انعقاد خلافت ابی بکر اس میں قائل کو مبہم چھوڑا گیا ہے مگر ابن ابی الحدید نے تصریح کی ہے۔ دیکھو سہیل یمن جلد ا ص ۱۷ نمبر ۱۵ اس میں منقول ہے کہ عمار بن یاسر نے کہا تھا کہ عمر کے بعد ہم علی سے بیعت کریں گے۔ یہ عمر کو ناگوار گذرا اور کہا ایسا کلمہ کوئی نہ کہے۔ اور نہج البلاغہ ص ۱۱ میں خطبہ شقشقیہ کے کلمات فیا لله وللشوریٰ ملاحظہ ہوں۔ جن سے خدا کے سامنے اس شوریٰ مصنوعی و ملمع کی فریاد ہے۔ ثبوت خلافت حصہ دوم صفحہ ۴۵ میں منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ سطر ۱۹ سے حذیفہ کی روایت ہے قال قیل لعمر بن الخطاب بالمدینة یا امیر المومنین من الخلیفة بعدک قال عثمان بن عفان یعنی عمر سے بعد خلیفہ کا سوال ہوا اس نے کہا عثمان بن عفان ہوگا۔ بعینہٖ انہی الفاظ سے حذیفہ کی روایت کنز العمال جلد ۳ ص ۱۵۸ میں ہے اور ابی مجلز سے ایک دوسری روایت میں ہے عمر نے حاضرین مجلس سے پوچھا میرے بعد تم کس کو خلیفہ بناؤ گے جرح و قدح کے بعد ولید عثمان کے مادری بھائی نے کہا ہم سمجھ گئے جو تمہارے بعد خلیفہ ہوگا عمر اٹھ بیٹھے اور کہا بھلا کون ہوگا اس نے کہا عثمانؓ بن عفان اور عمر صاحب کا منشا عثمان کے حق میں ہونا اور علی کے خلاف ہونا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے دیکھو سرور عزیزی ترجمہ اردو فتاوی عزیزی مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ جلد ۲ ص ۳۹ لکھا ہے اور حضرت فاروق نے بوقت شہادت چھ صاحبوں کو نامزد کیا اور یہ فرمایا کہ اہل اسلام کے مشورہ سے ان صاحبوں میں خلیفہ مقرر کئے جائیں تا خلیفہ کے تقرری کے آپ ذمہ دار نہ ہوں ورنہ حضرت عمر سے منقول ہے کہ آپ کا بارہا یہ اشارہ تھا کہ آپ کے بعد حضرت عثمان خلیفہ ہوں۔ انتہیٰ کیوں نہ کرتے وصیت ابوبکر کی تحریر کے وقت قبل از اظہار ابی بکر کے عثمان نے از خود عمرؓ کا نام تحریر کر دیا تھا جب وہ اس قدر عمرؓ کے حامی تھے تو عمر صاحب کیوں احسان فراموشی کرتے بڑی گہری چال سے اس کو خلیفہ بنا گئے رہ جناب امیرؑ کیوں شامل ہوئے۔ بعض لوگوں کا میلان حضرت علیؑ کی طرف سمجھ کر عمر نے علی کو شامل شش افراد رکھا تاکہ ان کے طرفدار یہ سمجھیں کہ عمر نے کوشش کی تھی مگر قدرتی اتفاق سے لوگوں نے علی کو خلیفہ نہ مانا اور اس دھوکے سے بے خبر رہ کر اور حضرت عباس کے روکنے کے باوجود جناب امیر شامل شوریٰ کیوں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ سقیفہ کی سازش میں

لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ ہم نے سمجھا آپ خلافت لینا نہیں چاہتے اس واسطے آپ لوگوں سے کنارہ کر کے گھر میں بیٹھ گئے حالانکہ وہ بیٹھنا حضرت کا غسل وکفن و دفن نبی ؐ کے شغل سے تھا مگر تب بھی یہ خیال بعض کو پیدا ہوا اس دفعہ حضرت امیرؑ نے لوگوں کے اس عذر کو توڑ دیا اور آخر تک اتمام حجت کیا تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ شامل نہ ہوئے ورنہ ہمارا ارادہ تو آپ کے لیئے ہی تھا ۱۲ المترجم۔

(بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ) دے دو تو بہتر ورنہ تمہارے شوریٰ میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس گروہ سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ جو ہم لوگوں (بنی ہاشم) سے امر خلافت کو ہمیشہ دفع کرتے رہتے ہیں اور غیروں کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ اب بھی ایسے شخص کو مقرر کریں گے جس سے خیر کی امید نہیں (پھر کہا) عبدالرحمٰن نے کہا شوریٰ میں اگر صاحبان ہمیں منصف و مختار کر دیں تو جس کو میں افضل اور اس کام کے واسطے بہترین اور لائق خیال کروں گا اسی کو مقرر کروں گا امیر عثمانؓ نے کہا میں سب سے اول اس بات پر رضامند ہوں پھر دوسری قوم نے بھی امیر عمر نے قانون طرفداری عبدالرحمٰن کو مدنظر رکھتے ہوئے) کہا اچھا ہم لوگ بھی اس پر راضی ہیں۔ مگر جناب امیر المومنین ؑ نے سکوت فرمایا عبدالرحمٰن کہنے لگا یا ابا الحسن آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس کو اس شرط پر مان جاؤں گا کہ تم مجھے مضبوط عہد دو کہ تو حق پر فیصلہ کرے گا اور اپنے ہوا و حرص کو دخل نہ دے گا اور اپنی قرابت کی جنبت نہ کرے گا یہ سن کر عبدالرحمٰن نے حلفیہ عہد حضرت علی کو دیا اور سب کی طرف سے مختار و حکم مقرر ہوا۔ پھر عبدالرحمٰن ہر ایک سے سرگوشی کرنے لگا۔ جب حضرت علی سے سرگوشی کی تو ایسی مداہنت کی کہ حضرت علی کو بظاہر کوئی شک نہ رہا کہ خلافت آپ کو ہی ملے گی۔ پھر امیر عثمان سے مشورہ کیا اور جب فیصلہ کا وقت آیا اور اجلاس عام میں لوگوں سے مشورہ لیا اس وقت حضرت عمار بن یاسر نے کہا۔ اگر تیرا ارادہ ہے کہ مسلمین کی جماعت میں اختلاف وتفرقہ نہ ہو تو حضرت علی سے بیعت کر لو۔ پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بولے کہ عمار رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اور اسی طرح کرنا چاہیئے یہ سنتے ہی ابن سرح بول اٹھا۔ نہیں صاحب عثمان سے بیعت ہونی چاہیئے حضرت عمارؓ کہنے لگے ارے تو مسلمانوں کی مصلحت کو کب سمجھ سکتا ہے اور کب تو نے اسلام کی بھلائی کا ارادہ کیا اور مصلحت کا کلمہ کب تیرے منہ سے نکلا؟ اس پر بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان کشمکش اور ترش کلامی شروع ہو گئی تو حضرت عمار صاحب نے کہا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے نبی ؐ اور دین اسلام سے عزت دی ہے۔ پس آنحضرت صلعم پیغمبر خدا کے اہل بیت سے جن کو آپ لوگ جانتے ہیں امر خلافت کو پھیر کر کیوں کسی دوسرے کو دینا چاہتے ہو؟ اتنے میں ایک بنی مخزوم کا آدمی بولا۔ کہا اے ابن سمیہ (عمارؓ) تجھے کیا مقدور کہ قریش کی امامت میں دخل دیتا ہے پس سعد بن ابی وقاص چچا زاد بھائی عثمان کا بولا اور کہا اے عبدالرحمٰن یہ لوگ کام بگاڑ دیں گے تو جلدی سے کام کو سرانجام کر کے فارغ ہو جا۔ مبادا لوگ فتنہ پیدا کر دیں۔ تب عبدالرحمٰن نے حضرت علی سے کہا اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین (ہر دو خلیفے سابقین) پر عمل کریں گے؟

(اور بلفظ طبری کا یہ ہے کہ فعل ابی بکرؓ و عمرؓ کے مطابق عمل کرنا ہوگا) حضرت علی نے فرمایا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر ضرور عمل کروں گا۔ مگر فعل ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق (اللھم لا ولاکن علی جھدی و طاقتی) نہیں ہو سکتا البتہ حتی الوسع خیال رکھوں گا۔ پھر عبدالرحمٰن نے حضرت عثمانؓ کو یہی کلمات سنائے اس نے فوراً منظور کر لیا اور عبدالرحمٰن نے مسجد کی چھت کی طرف دھیان کیا اور عبدالرحمٰن کا ہاتھ امیر عثمان کے ہاتھ میں تھا (یعنی اوپر کو دیکھا اور بلا توقف اپنا ہاتھ حضرت م) پھر کہا یا اللہ سن اور گواہ ہو کہ جو عہد میرے ذمہ تھا وہ میں نے امیر عثمان کی گردن میں ڈال دیا ہے اور اس سے بیعت کر لی حضرت علی نے فرمایا کہ تم نے رشتہ کی پاسداری کی ہے مگر یہ کوئی پہلا دن نہیں کہ تم لوگ ایک دوسرے کی مدد کر کے سازشوں اور منصوبہ بازی سے ہم پر غلبہ کر رہے ہو (یعنی وفات رسول مقبول سے لے کر اسی طرح کرتے آئے ہو) اور فرمایا بیس ھٰذا اول یوم تظاھرتم علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ماتصفون۔ یعنی میں اس تمہاری کاروائی پر اچھا صبر کرتا ہوں اور اس پر خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم اے عبدالرحمٰن تم نے حضرت عثمان کو اس لئے سردار بنایا ہے کہ کل اس امر کو تیری طرف پھیر دے حالانکہ اللہ تعالیٰ (کل یوم ھو فی شأن) ہر دن میں کوئی جدید حال پیدا کر دیتا ہے (یعنی تجھے یہ خلافت نہیں ملے گی) یہ سن کر عبدالرحمٰن (غصہ سے) کہنے لگا۔ یا علی م تو اپنے نفس پر ان باتوں سے ہمیں حجت اور راہ نہ دے (یعنی اپنے لئے ہمیں سلوک قانونی کا موقع نہ دے کیونکہ اگر ایسی باتیں کرے گا تو ہم امیر عمر کے فرمان کی تعمیل کریں گے انہوں نے کہا تھا جو فیصلہ عبدالرحمٰن کی مخالفت کرے اسے قتل کر دیا جائے) پس حضرت علی ؑ اس حالت میں اس مجلس سے نکلے کہ فرماتے تھے (سیبلغ الکتاب اجلہ) امر مقدر اپنا وقت پورا کرے گا۔ اور حضرت مقداد نے کہا اے عبدالرحمٰن خدا کی قسم تو نے اس شخص کو چھوڑ دیا جو عدل اور حق پر فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔ کوئی اہل بیت رسول خدا کے برابر نہیں۔ مجھے تعجب ہے جو سب سے بڑا قضا کا ماہر یعنی اقضیٰ اور سب سے زیادہ عالم اعلم ہے اس کو قریش نے چھوڑ دیا ہے۔ نہایت افسوس ہے خدا کی قسم اگر ہمیں مددگار ملتے تو میں تم لوگوں کی خبر لیتا۔ یہ سنکر عبدالرحمٰن کہنے لگا اے مقداد خدا سے ڈر مجھے خوف ہے کہ (تیری ان باتوں پر) تیری اوپر فتنہ نہ کھڑا ہو جائے (یعنی ہماری حامی سپاہ تجھ پر لوٹ پڑے گی اور تجھے ہلاک کر دیں گے) ایک شخص نے مقداد سے کہا خدا تجھے رحمت کرے یہ اوصاف جو تم نے بیان کئے کس کے ہیں؟ مقداد نے جواب دیا کہ جناب حضرت م ابن ابی طالب کے واسطے کہہ رہا ہوں۔ پھر علی نے فرمایا لوگ قریش کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کیا کر رہے ہیں اور قریش آپس میں دیکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم پر بنی ہاشم سردار ہو گئے تو پھر ان میں سے کبھی ریاست باہر نہ نکلے گی۔ (کیونکہ بحیثیت نام مسلمانی کے کچھ نہ کچھ پہلے بھی لوگوں کو خاندان رسول م کی عزت معلوم تھی اور بحالت ریاست لوگوں کا مستقل رجوع انہی کی طرف ہو جاتا ہے نسلاً بعد نسل یہی سلسلہ جاری رہتا اھ) اور بغیر بنی ہاشم کے اگر دوسروں میں رہی تو تم لوگوں کے اندر دست بدست پھرتی رہے گی۔ کبھی کسی قبیلہ میں اور کبھی کسی میں دور کرتی رہے گی۔

[illegible]

لہ رسالہ المامون مولفہ علامہ شبلی نعمانی صفحہ میں لکھا ہے اور جب عبدالرحمٰن بن عوف نے جو اس نزاع (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) کے طے کرنے کے لئے ثالث مقرر ہوئے تھے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا تو حضرت علی نے صبر جمیل کہا اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے اور کتاب محاضرات الابرار مطبوعہ عثمانیہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۵ مؤلفہ شیخ اکبر العارف باللہ محی الدین ابن عربی بیان حدیث سقیفہ میں لکھا ہے جناب امیر نے فرمایا انی ما علمت ان التظاھر علی واقع ولا عن الحق الذی سبق دافع یعنی میں نہیں سمجھتا تھا کہ میرے خلاف آپس میں منصوبے کر کے ایک دوسرے کی پشت پناہی کریں گے اور نہ معلوم کہ سابقاً جو میرا حق ظاہر ہو چکا ہے اس سے مجھے ہٹا دیا جائے گا ۱۲ مترجم

(بقیہ مضمون) (یعنی اس سے بھلا تمہاری باری فائدہ اٹھائیں گے۔ انتہیٰ ملخصاً۔ مضمون بالا تاریخ کامل اور تاریخ طبری سے ترجمہ کر کے لکھا گیا ہے اور بعینہٖ اسی طرح تاریخ ابوالفدا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ا صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۵۸ تا صفحہ ۱۶۶ وعقد الفرید مولفہ علامہ ابن عبد ربہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۷۵ دروضتہ الصفا مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ وشرح مقاصد تفتازانی صفحہ ۲۹۶ وشرح نہج البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ مصر میں ہے اور شرح نہج البلاغہ میں بروایت عوانہ از اسماعیل بن ابی خالد از شعبی کتاب الشوریٰ و مقتل عثمان ہیں اور بروایت ابی بکر احمد بن عبدالعزیز جوہری زیادات عفیفہ میں ہے اور اس میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ جناب علی پریشان حال اور آزردہ خاطر اٹھے اور فرمایا لیس ھذا باول یوم تظاھرتم علینا من دفعنا عن حقنا والاستئثار علینا یعنی یہ کوئی پہلا دن نہیں کہ تم نے سازشیں اور منصوبے کر کے ہمارے حق پر غلبہ کیا اور ہمیں محروم کر دیا اور دوسروں کو منتخب کر لیا۔ انتہیٰ باقی عبارت اس کی مثل کامل و طبری کے ہے صرف لفظ من دفعنا عن حقنا والاستئثار علینا زیادہ روایت کیا بباعث اس کے زیادہ مشرح ہونے کے ہم نے اس سے بعینہٖ یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں اور معنے تظاھرتم کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن کریم میں سورۂ تحریم کے اندر یہ لفظ وارد ہوا ہے وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ الخ جس کا ترجمہ نذیر احمد صاحب نے اس طرح لکھا ہے اور اگر پیغمبر کے خلاف میں سازشیں کرو گی تو ان کا حامی مددگار اللہ اور جبرائیل اور نیک مسلمان ہیں۔ الخ۔ علی ھذا القیاس حضرت علیؑ کی کلام میں یہ لفظ مطابق مورد قرآن کے وارد ہوا ہے۔ جس کا معنے یہ ہے۔ یہ پہلا دن نہیں جس میں تم نے ہمارے برخلاف سازشیں کر کے منصوبے باندھے اور ہماری حق غصب کر کے ہمیں محروم کر دیا۔ قرآن کے اس کلمہ کے تفصیل میں مفسرین نے اس طرح لکھا ہے تعاونا علیہ بما یسوءہ او بالایذاء یعنی اگر تم دونوں (عائشہؓ وغیرہ) ایک دوسری کی مدد کر کے آنحضرتؐ کو ایذا پہونچاؤ اور وہ کرو جو نبیؐ کو ناگوار گذرے۔ الخ دیکھو تفسیر بیضاوی وکشاف وکبیر وسراج المنیر اور منتہی الارب فی لغات العرب میں ہے ظھر بہ علیہ چیرہ گردید بروے۔ اور غیاث میں ہے استبداد باہم پشتی دادن ومددگاری کردن اور منتخب اللغات میں ہے تضافر و تظاہر بیکدیگر رایاری دادن وہم پشت شدن۔ لغات فیروزی میں ہے استبداد ہٹ کرنا۔ اصرار کرنا۔ ضد کرنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت ثلاثہ کی استبدادی تھی استبداد کا لفظ بھی حضرت علی نے آخر بیعت کی اور

فرمایا۔ مکر اور فریب ہوا ہے اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اول صـ۶۳ میں یہ بھی لکھا ہے کہ طلحہ عثمان کی طرف مائل اور علی سے منحرف تھا اس لئے کہ وہ تیمی اور چچازاد بھائی ابی بکر صاحب کا تھا اور بنی ہاشم بنی تیم سے بوجہ غصب خلافت کے غصہ تھا اور اسی طرح بنی تیم کو بنی ہاشم سے بالمقابل غصہ رہتا تھا جیسا کہ عرب کا دستور تھا اور تاریخ کامل جلد ۳ صـ۲۸ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کا خاوند تھا اور وہ امیر عثمان کی ماں کی جانب سے بہن تھی انتہیٰ۔ اس رشتہ کی پاسداری، عبدالرحمٰن کو منظور تھی جو عمل میں لائی اور امیر عمر صاحبؓ کی دوراندیشی بھی قابل قدر ہے کہ سعد بن ابی وقاص چچازاد بھائی عثمان کو اور عبدالرحمٰن بن عوف بہنوئی حضرت عثمان کو شوریٰ کا ممبر قرار دیا کہ یہ دو ضرور اس کے حق میں رہیں گے اور طلحہ کا حضرت علی سے انحراف معلوم تھا کہ یہ بھی غالبًا حضرت علی کی رائے نہ دے گا۔ اور کثرت رائے سے امیر عثمان مقرر ہوگا پھر مزید اہتمام کے طور پر حکم دیا کہ اگر دو ایک طرف اور دو دوسری طرف ہوں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہو فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا اور اس کے مخالف کو قتل کر دینا یہ حکم اس بنا پر تھا کہ امیر عثمان کے بغیر کسی کو خلیفہ بنانے کی گنجائش نہ رہے۔ مضمون بالا کتب مذکورہ بالا میں سے ہم نے بچشم خود دیکھ کر لکھا ہے جو چاہے اصل کتاب سے مقابلہ کر سکتا ہے صرف بعض کتب مذکورہ میں کسی قدر اختصار سے یہ قصہ لکھا ہے اور بعض میں کچھ مفصل۔ لیکن بہرحال ہے سب کی عبارات مترادف ہیں۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ۱۶۶ـ۱۶۷ میں باقی قصہ مثل کامل وغیرہ کتب کے صرف ادنیٰ تغیر سے لکھا ہے اور عمرو بن عاص کا دخل و مکر دربارہ اس خلافت کے بہ نسبت دوسری کتب کے بتصریح مزید لکھا ہے اور حضرت علی کا مجلس عام میں اپنے فضائل اور استحقاق بیان کرنا بھی بہ تفصیل مرقوم ہے جب یہ ثابت ہوا کہ امیر عثمان کی خلافت کا انعقاد باعانت معاندین آل رسول صـ کے ہوا اور محض عبدالرحمٰن نے بہ حمیت قومی اور پاسداری رشتہ داری کے اس کو انجام دیا نہ کہ اصحاب حل و عقد کے مشورہ سے انعقاد ہوا تو اہل تسنن نے قانون پیدا کر لیا کہ امامت کو کسی کے لئے ایک یا دو آدمی بھی منعقد کر سکتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف مطبوعہ نولکشور صـ۶۳۳ میں ہے۔ اکتفوا فی عقد الامامۃ بذلک من الواحد والاثنین کعقد عمر لابی بکر وعقد عبدالرحمٰن ولم یشترطوا اجتماع من فی المدینۃ من اہل الحل والعقد فضلا من اجماع الامۃ الخ یعنی صحابہ نے انعقاد امامت میں ایک دو پر اکتفا کی ہے۔

جیسا کہ امیر عمر کے اوپر ابی بکر صاحبؓ کی امامت کے لئے اور عبدالرحمٰن کے اوپر امیر عثمان کے لئے امامت منعقد کرنے میں انہوں نے اکتفا کی اور معتبرین مدینہ کے اتفاق کرنے کی بھی پرواہ نہ کی چہ جائیکہ اجماع امت کی ضرورت سمجھتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ خلافتیں امت کے اجماع سے منعقد نہیں ہوئیں۔ اور کلمہ فظا ہو تہ علینا جو اوپر حضرت علی کے کلام سے لکھا گیا ہے اس کا معنی باعتبار کتب لغت کے یہ ہے

ع۵۔ اسی طرح نسیم الریاض جلد ا صـ۳۳۵ میں ہے۔ ۱۲

کہ تم نے ایک دوسرے کی امداد کر کے اور مل کر ہمارا حق ضائع کیا اور ظلم کے معنی یہی ہیں وضع الشئی فی غیر محلہ تو جب ایک کا حق دوسرے کو دیا جائے یہی بے محل رکھنا اور ظلم ہے جس کو حضرت علی ظاہر فرما رہے ہیں اور کلمہ فصبر جمیل سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ خلافت خلفاء ثلاثہ کو مصیبت و ظلم سمجھتے تھے کیونکہ بجز مصیبت کے صبر کا لفظ غیر موزون اور بے جا ہوتا ہے جو مشہور فصیح بلیغ معدن علوم ظاہر و باطنیہ حضرت علی سے بعید ہے کہ بے جا استعمال کریں۔ پس اس مضمون کو پڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کے بخوشی خلفاء ثلاثہ کو خلافت پر بٹھانے اور برضاء خاطر ان کی بیعت کرنے کے قائلین کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ہے ۱۲ مترجم۔ ع ظلم کے معنی لغت میں بڑھانے اور کم کرنے کے آتے ہیں یعنی ہر دو صورت کمی بیشی میں ظلم بولا جاتا ہے ۱۲ مؤلف۔

فی البخاری قال المسور طرقنی عبد الرحمٰن بعد ھجع من اللیل فضرب الباب حتی استیقضت فقال اراک نائما فواللہ ما اکتحلت ھذہ الثلاث بکثیر نوم انطلق فادع الزبیر وسعد ا فدعوتھما فشاورھما ثم دعانی فقال ادع لی علیاء فدعوتہ فناجاہ حتی ابھار اللیل (ای انتصف) ثم قام علی من عندہ وھو علی طمع و قد کان عبد الرحمن یخشی من علی شئیا ثم قال ادع لی عثمان. الخ وفی الفتح والذی یظھر لی انہ خاف ان یبایع لغیرہ الا بطاوعۃ والی ذلک الاشارۃ بقولہ فیما بعد فلا تجعل علی نفسک سبیلا ووقع فی روایۃ سعید بن عامر فاصبحنا۔

صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۶۲۱ ومطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ مسور کہتا ہے کچھ حصہ رات کے گزرنے پر عبد الرحمٰن نے دروازہ کھٹکایا اور مجھے جگایا میں بے دار ہوا اس نے کہا میں تجھے سویا ہوا دیکھتا ہوں اور قسم ہے اللہ کی ان تین راتوں میں کچھ ایسی بہت نیند میری آنکھوں میں نہیں آئی۔ پس جا کر زبیرؓ اور سعد کو بلاؤ میں نے دونوں کو بلایا اس نے ہر دو سے مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا حضرت علی کو میرے پاس بلاؤ میں نے حضرت علی کو بلایا اور ان سے اس نے سرگوشی میں باتیں کیں یہاں تک کہ آدھی رات ہوگئی۔ پھر حضرت علی عبد الرحمٰن کی جگہ سے اٹھے۔ بحالیکہ وہ اس امید پر تھے۔ کہ انہیں خلافت ملتی ہے اور عبد الرحمٰن بھی علی علیہ السلام سے ہی کچھ ڈر رکھتا تھا۔ پھر مجھے کہا کہ اب میرے پاس امیر عثمان کو بلا لے آؤ۔ الخ فتح الباری میں تحت شرح اس کے لکھا ہے اور جو کچھ مجھے اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر عبد الرحمٰن کسی اور سے بیعت کرلے تو شاید علی اطاعت نہ کرے (یہ مراد خوف عبد الرحمٰن کی ہے اور اسی طرف بعد میں قول عبد الرحمٰن مندرجہ صحیح بخاری میں اشارہ ہے کہ یا علی اب فیصلہ ہو چکا ہے مخالفت کرکے اپنی جان کو راہ نہ دو) یعنی بصورت عدم اطاعت بتعمیل حکم عمر کی کرکے ہم تجھے قتل کریں گے یہ آخر فیصلہ کے وقت

کہا اور روایت سعید بن عامر میں ہے کہ جتنے مشورے ہوئے۔

وما ادارہ یا بایع الا بعلی یعنی مما ظھرلہ من قرائن نقض بیعہ. وفی روضۃ الاحباب ما حاصلہ ان عمرو بن عاص قال لا تحزنوا انی ادبر ھذہ اللیلۃ انشاء وافوض الخلافۃ بلطائف الحیل الی عثمان ثم ذھب الی علی فاظھر عندہ محبتہ و وفاقہ وقال لہ اذا تعرض علیک امر الخلافۃ من عبد الرحمن فلا تجبہ اول مرۃ لئلا یظن الناس رغبتک لھا واذا اشترط علیک باتباع سیرۃ الشیخین تجبہ نعم ما استطعت ولعل عثمان یقول فکذا واذا تعرض علیک ثانیا اجبہ ثم ذھب الی عثمان وقال لہ اذا تعرض علیک شرائط الخلافۃ تقبل بلا وقفۃ والا ذھبت الخلافۃ الی علی واما الزبیر فقال لعبد الرحمن لعلی فنکہ رمنہ عثمان ابدا فلما اصبحوا واجتمعوا فی المسجد رقی عبد الرحمن علی المنبر وفعل ما فعل و قد ذکر من شرح فقہ الاکبر منہ و فی روضۃ الاحباب کہ علی مرتضی تامل وتملل ورزیدہ فرمود سوگند میدہم شمارا وحی خواہم کہ

ظاہرا ہمارا عبد الرحمن پر کوئی گمان سوا اس کے نہ تھا کہ علی سے بیعت کرے گا اور کسی کی نہیں کرنا یعنی جو کچھ مداہنت اور چاپلوسی وغیرہ قرائن سے عبد الرحمن نے ظاہر کیا وہ حضرت علیؑ کے حق میں تھے اور اپنا اندرونی خیال عثمانؓ کے حق میں رکھ کر انتظام کرتا رہا اور روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۱۶۷ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرو بن عاص نے کہا ذرا غم نہ کرو میں آج رات ایسی تدبیر لطائف الحیل سے کروں گا کہ اگر خدا نے چاہا تو خلافت عثمانؓ کو ہی ملے گی۔ پھر عمرو جناب علیؑ کے پاس گیا۔ اور اپنی محبت ودوستی اور اتفاق کو ظاہر کیا اور کہا کہ میں نصیحت کرتا ہوں۔ آپ عمل کریں یہ کہ امر خلافت کو کل کے دن جب عبد الرحمن پیش کرے تو جلدی منظور نہ کر لیں تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اس کو خلافت کے لینے کی بڑی حرص ہے اور جب شرط سیرت شیخین کی پیش کرے تو وہ بھی حسب توفیق قبول کرنی اور امید ہے کہ عثمانؓ بھی جلدی قبول نہیں کرے گا پھر دوبارہ کہ بعد عثمان کے تیری طرف رجوع کرے اور پیش کرے تب قبول کریں پھر عثمان کے پاس گیا اور اسے کہا اگر تم پر عبد الرحمن خلافت کی شرائط پیش کرے تو بلا

۱؎ اس مکار صاحب یعنی عمرو بن عاص کو پہلے قرائن سے معلوم تھا کہ حضرت علیؑ اتباع سیرت شیخین بالکلیہ منظور نہ کریں گے اگر میں بھی ویسا کہہ دوں تو میرے اس مشورہ سے مجھے اپنا مکمل ہمراز و ہمخیال تصور فرمائیں گے۔ اس مکر عمرو بن عاص کو جس طرح روضۃ الاحباب میں اور خواجہ حسن نظامی دہلوی نے محرم نامہ میں مفصل لکھا ہے وہ قابل دید ہے کہ حضرت مرتضیٰ کے پاس عمرو نے ظاہر کیا کہ میرا اور عبد الرحمن و دیگر ہر کس کا ارادہ آپ کے حق میں ہے باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

با من راست گوئید پس جملہ حقوق را بیان
فرمود کہ کیست این چنین و این چنین جمیع حضار
صحابہ گفتند دیگر ہیچ برابر نے ہمہ فضائل [۵۲]
بیان فرمود عبدالرحمن نادم شد و گفت ہمہ
فضائل را جمیع معترف اند لیکن اکثر میل
بعثمان دارند تو موافقت نمائی علی فرمود کہ
بخدا سوگند کہ شما میدانید کہ احق بخلافت
کیست و مع ذلک بمقتضائے علم خود عمل نمی
نمائید بنا بر ملاحظہ اغراض و مصالح دنیوی
خود واللہ کہ من مسلم داشتم این امر را بہ غیر
خود زیرا کہ من می دانم کہ سلامت مسلمانان
ترک منافشہ و منافسہ کردم طلباً للاجر والموجر
فیہ و این ابیات آبدار کہ ازان ابر گہر بار بر
صفحہ روزگار یادگار ماندہ مناسب این گفتار
است۔ شعر قد یعلم الناس انا خیرھم نسباً

تو فقط قبول کر لیں ورنہ علی کی طرف خلافت
چلی جائے گی اور زبیر نے عبدالرحمن کو حضرت
علی کی خلافت کے لئے مشورہ دیا تو عثمان نے اس
سے ہمیشہ کے لئے دل میں کدورت رکھ لی اور جب
صبح کے وقت مسجد میں جمع ہوئے تو عبدالرحمن
نے ممبر پر چڑھ کر جو کچھ کیا جو شرح فقہ اکبر کے صفحہ
۸۰ سے بھی مذکور ہو چکا ہے اور روضۃ الاحباب
جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ میں ہے کہ علی مرتضیٰ نے فکر اور ملال
سے فرمایا میں حاضرین سے قسم دے کر پوچھتا ہوں
کہ سچ کہو اور مجھے بتاؤ اور پھر اپنے سب حقوق
و فضائل بیان فرمائے کہ کون ہے اس طرح
اور اس طرح کون ہے جملہ حقوق و فضائل پر
حاضرین صحابہ کہتے رہے کہ کوئی آپ کے برابر
نہیں ہے تو عبدالرحمن پشیمان ہوا اور کہا تمام
فضائل کے سب معترف ہیں لیکن اکثر عثمان کی
طرف میلان رکھتے ہیں لہذا آپ بھی موافقت کر لیں جناب علی نے فرمایا تم جانتے ہو کہ زیادہ مستحق خلافت کا
کون ہے اور باوجود اس علم کے اپنے علم پر تم عمل نہیں کرتے یہ سب کچھ اپنی اغراض و مصالح دنیاوی کے لئے
کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں اس امر کو غیر کے لئے تسلیم کر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سلامتی مسلمانوں کی
خلافت ظاہری کے چھوڑ دینے میں اور غیر کی خلافت مان لینے میں ہے کیونکہ اس مان لینے میں صرف افسوس
یا ظلم خاص میرے ہی اوپر ہے اور اسلام و مسلمانوں پر جھگڑا اور فساد کو بپا کرنا تو اب کی خاطر میں نے
چھوڑ دیا ہے جس میں اجر ملتا ہے اور یہ ابیات بارونق ابر موتیوں کے بارش کرنے والے سے زمانہ
کے اندر نشان باقی رہ گئے جو مناسب ان باتوں کے ہیں۔ تحقیق لوگ جانتے ہیں کہ میں سب سے نسب میں

(بقیہ حاشیہ) مگر آپ جلدی نہ کریں۔ پھر عبدالرحمن کو یہ حال سنا کر عثمان کے پاس گیا کہ تم کام خراب نہ کرنا جو کچھ
عبدالرحمن کہے جلد مان لینا ذرا دیر نہ کرنا ورنہ خلافت علی لے جائیگا ۱۲ مترجم۔ [۵۲] منجملہ فضائل کے جو روضۃ الاحباب
میں بذیل تقریر حضرت امیر کے مرقوم ہیں یہ بھی کوئی ہے جس سے رسول علیہ السلام نے مواخات کی ہو اور پڑھا۔ انت
اخی فی الدنیا والآخرۃ یا جس کے حق میں فرمایا ہو من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور انت منی بمنزلۃ ھارون

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

والارض تعلم انا خیر ساکنہا ÷ کما بہ یشہد
البطحاء والمدرو ÷ والبیت ذوالستر والارکان
لو سألوہ نادی بذلک رکن البیت والحجر۔
انتہی ملخصًا۔ وفی الامامۃ والسیاسۃ
ان عائشۃؓ لما اتاھا انہ بویع لعلی وکانت
خارجۃ عن المدینۃ فقیل لہا قتل عثمانؓ
وبایع الناس علیًا فقالت ماکنت ابالی
ان تقع السماء علی الارض قتل واللہ،
مظلومًا وانا طالبۃ بدمہ فقال لہا
عبید ان اول من طعن علیہ واطمع الناس
فیہ لانت ولقد قلت اقتلوا نعثلًا فقد
فجر فقالت عائشۃ قد واللہ قلت
وقال الناس واخر قولی خیر من اولہ
فقال عبید عذر واللہ ضعیف یا ام المومنین
وھکذا فی روضۃ الاحباب وفیہ اقتلوا
نعثلًا فانہ قد کفر و قتل اللہ نعثلًا
ولعن اللہ نعثلًا (اقول) لاحاجۃ
لنا الی ان نکشف حالۃ شوری فوق
ھذا لانا قد اثبتنا ان صنادید العرب
یعنی معاویۃ بن ابی سفیان وعمرو بن
العاص وابا موسی الاشعری قد اجتمعوا
وشاوروا ولیس معہم احد من ھاشم
فکفی الشوری بہم وشادت الخلافۃ لعثمانؓ
بمشورۃ عبد الرحمن وحدہ۔

اچھا ہوں۔ الخ اور زمین جانتی ہے کہ اس کے
کل باشندوں سے اچھا ہوں جیسا کہ وادی
مکہ اور زمین کے ڈھیلے گواہی دیتے ہیں (اور
خانہ کعبہ) پردہ دار جس میں ارکان حج بجا لائے
جاتے ہیں اس بات کا گواہ ہے۔ اگر پوچھیں تو
بتا دیگا اور خانہ کعبہ کی دیواریں اور حجر اسود
پکار کر گواہی دیں گے اور الامامۃ والسیاسۃ
جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں ہے کہ جب بی بی عائشہؓ کو حضرت
علیؑ کی بیعت کی خبر پہونچی اور وہ مدینہ سے باہر
تھی اس کو کہا گیا کہ عثمانؓ قتل کیا گیا ہے اور
لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کرلی ہے اس نے
کہا مجھے پرواہ نہیں کہ آسمان زمین پر آجائے خدا
کی قسم وہ مظلوم مقتول ہوا ہے میں اس کے خون
کا بدلہ لوں گی پس اس کو عبید نے کہا تو پہلی ہے
وہ جس نے عثمان رضؓ پر طعنہ کیا تھا اور لوگوں
کو طمع دلایا تھا اور کہا تھا کہ نعثل کو قتل کرو وہ
ضرور فاسق ہوگیا ہے۔ عائشہؓ نے کہا خدا کی قسم
میں نے کہا تھا اور لوگوں نے بھی کہا تھا۔ اور آخری
میرا آج کا قول پہلے سے اچھا ہے عبید نے کہا۔
خدا کی قسم اے ام المومنین یہ ضعیف عذر ہے۔ اور
روضۃ الاحباب کے جلد ۳ صفحہ ۵ میں اسی طرح ہے
اور اس میں ہے نعثل کو قتل کرو اور خدا تعالیٰ
نعثل کو قتل کرے اور نعثل کو لعنت کرے (ایسا
کلام بی بی عائشہؓ کا ہے) (ایمان عثمان کا حال دیکھو)
(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس سے زیادہ

(بقیۃ الحاشیۃ) من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ۔ اور انا مدینۃ العلم وعلیؑ
بابہا وانا دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا وغیرہ وغیرہ ۱۲ مترجم۔

والرابع عندهم التسلط و
المغلبة - وهو ليس بدليل الحق
نعم لابد من هذه الاربعة للسلطنة و
هي غاية عند اهل السنة فقط لان
الملك لمن غلب والماء لمن طلب
وخلافة النبوة والامامة وطريق
الحق وتعليم الدين والتقرب الى الله
سبحانه لا تحصل بالتسلط المحض بل
لها شرائط اخرى. في حجة الله البالغة
لولي الله الدهلوي وتنعقد الخلافة
بوجوه بيعة اهل الحل والعقد من
العلماء والرؤساء وامراء الاجناد
ممن يكون له رأي ونصيحة للمسلمين
كما انعقدت خلافة ابي بكر وبان يوصي
الخليفة الناس به كما انعقدت خلافة
عمر او يجعل شورى بين قوم كما كان
عند انعقاد خلافة عثمان بل علي ايضاً

شوریٰ کی حالت بیان کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ
ہم نے ثابت کردیا ہے کہ امرار عرب کے معاویہ
بن ابی سفیان وعمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری
جمع ہوئے۔ اور مشورہ کیا اور بنی ہاشم سے کسی
کو اس خاص مشورہ میں شامل نہ کیا اور وہی ،
مخالفین شوریٰ میں مکتفی ہوئے (یا بلفظ دیگر
امیر عثمان کو اکیلے عبدالرحمن کے مشورہ سے خلافت
مل گئی) اور چوتھی دلیل اہل سنت کے نزدیک
حقیقت خلافت کی تسلط اور غلبہ ہے
اور وہ کوئی دلیل حقیقت کی نہیں ہے ہاں ہر
چہار امور سلطنت کے لئے ضروری ہوتے اور
وہی اصل غرض اور مقصود محض اہل سنت کے
نزدیک ہے کیونکہ مشہور و مسلم ہے کہ ملک اس
کا ہے جو غالب ہوجائے اور پانی وہ لے جس کو
خواہش ہو اور خلافت نبوت راہ حق پر چلنا
دین کی تعلیم دینا۔ تقرب الی اللہ حاصل کرنا۔
یہ سب صفات محض تسلط اور غلبہ سے حاصل
نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کے لئے اور شرائط ہیں۔ اس کا ثبوت کہ اہل سنت کے نزدیک یہی چار دلائل ،
خلافت کے حق ہونے کی ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ البالغہ کے ص ۳۴۶ میں لکھا
ہے اور خلافت بچند وجوہ منعقد ہوتی ہے ایک تو اہل حل وعقد کی بیعت سے یعنی علماء و رؤسار
اور جرنیلوں سے جن کی رائے دینے اور نصیحت مسلمانوں کا حق حاصل ہو جیسے ابی بکر کی خلافت ،
منعقد ہوئی۔ تیسرا شوریٰ یعنی مشورہ قومی جیسے عثمان کی خلافت منعقد ہوئی۔ بلکہ حضرت علیؑ
کی خلافت میں بھی اسی طرح ہوا۔

او استيلاء رجل جامع للشروط على
الناس وتسلطه عليهم كسائر الخلفاء
بعد خلافة النبوة ثم ان استولى
من لم يجمع الشروط لا ينبغي ان يبادر

چوتھا لوگوں پر غلبہ کسی شخص کا جو جامع شرائط
ہو اور اس کا تسلط کرلینا ان پر جیسا کہ باقی خلفاء
کا خلفاء اربعہ کے بعد ہوتا رہا ہے پھر اگر ایسا
شخص بھی غلبہ حاصل کرلے جس میں کل شروط

الی المخالفۃ ۱۰ انتہیٰ۔ وفی منہاج السنۃ جلد الامامۃ عند ھم ای اھل السنۃ تثبت بموافقۃ اھل الشوکۃ الذین یحصل بطاعتھم لہ مقصود الامامۃ فان المقصود من الامامۃ انما یحصل بالقدرۃ والسلطان فاذا بویع بیعۃ حصلت بھا القدرۃ والسلطان۔ وفیہ ومن غلبھم بالسیف[1] حتی صار خلیفۃ وسمی امیر المومنین الخ۔ (نا قلاً عن الامام احمد) وفی مجمع البحار علی حاشیۃ الترمذی قیل شرطہ ای شرط الامیر الاسلام والحریۃ والقرشیۃ وسلامۃ الاعضاء قلت نعم لو انعقد باھل العقد والحل اما من استولی بالغلبۃ بحرم مخالفتہ وتنفذ احکامہ ولو عبداً او فاسقاً مسلماً انتہیٰ قال النووی فی شرح المسلم فان قیل کیف یکون العبد اماماً وشرط الامام ان یکون حراً قرشیاً سلیم الاطراف فالجواب من وجھین احدھما

موجود نہ ہوں تو اس کی اطاعت بھی کرنی چاہیئے اور مخالفت نہ کرنی چاہیئے انتہیٰ۔ اور منہاج السنہ میں جلد ا صفحہ ۱۳۱ میں ہے اہل سنت کے نزدیک امامت اہل رعب لوگوں کی موافقت سے ثابت ہوتی ہے اور کوئی آدمی امام نہیں ہو سکتا جب تک اہل رعب لوگ اس کے موافق نہ ہوں جن کے مطیع ہونے سے مقصود امامت پورا ہو سکے کیونکہ مقصود امامت بجز سلطنت و قدرت کے حاصل نہیں ہو سکتا پس جب بیعت کرنے سے تسلط حاصل ہو جائے وہ امام ہو جاتا ہے تو امامت بادشاہی اور سلطنت ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ میں ہے اور جو ان لوگوں پر تلوار کے ساتھ غالب ہو جائے اور خلیفہ بن جائے۔ اور امیر المومنین موسوم ہوا الخ تو وہ بھی خلیفہ برحق ہوتا ہے (امام احمد سے نقل کیا) اور مجمع البحار سے حاشیہ سنن ترمذی مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد ا صفحہ ۲۴۳ میں لکھا ہے کہا گیا ہے کہ امیر کی شرط اسلام اور حریت اور قرشیت اور سلامت اعضاء کی ہے میں کہتا ہوں ہاں درست ہے مگر یہ اس

---

[1] امامۃ قہر و غلبہ سے منعقد ہوتی ہے دیکھو شرائط امامت فلک النجاۃ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ طبع مصر جلد ا صفحہ ۱۴۱ قال ائمۃ السنۃ من صار لہ قدرۃ و سلطان یفعل بھما مقصود الولایۃ فھو من اولی الامر الذین امر اللہ بطاعتھم الخ پھر صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ومن غلبھم بالسیف حتی صار خلیفۃ و سمی امیر المومنین فدفع الصدقات الیہ جائز براً کان او فاجراً یعنی اہل سنت کے پیشوا کہتے ہیں جس کو قدرت و سلطنت حاصل ہو جس سے سرداری کر سکے پس وہ ان اولی الامر سے ہے (سنیوں کے نزدیک اولی الامر فاسق فاجر بھی ہوتے ہیں اور وہی واجب الاطاعۃ ہیں) جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر کہا جو تلوار کے ساتھ غالب ہو کر خلیفہ اور امیر المومنین ہو جائے خواہ نیک ہو یا بد (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان هذه الشروط وغيرها انما تشترط فيمن تعقد له الامامة باختيار اهل الحل والعقد واما من قهر الناس لشوكته وقوة بأسه واعوانه واستولى عليهم وانتصب اماماً فان احكامه تنفذ وتجب طاعته وتحرم مخالفته في غير معصية عبداً كان او حراً او فاسقاً بشرط ان يكون مسلماً۔ الخ۔

حالت میں ہے کہ اہل حل و عقد سے امارت منعقد ہو لیکن جب کوئی تسلط اور غلبہ سے امیر اور والی ہو جائے تو (کسی طرح کا) ہو مخالفت اس کی حرام ہے اور احکام اس کے نافذ ہوتے ہیں اگرچہ غلام یا مسلم فاسق بھی ہو انتہے۔ اور نووی نے شرح مسلم جلد ۲ ص۲۳۱ میں لکھا ہے اگر سوال کیا جائے کہ غلام کس طرح امام ہو سکتا ہے حالانکہ امام کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ حر، قریشی اور سلیم الاعضا ہو پس اس کا جواب دو وجہ سے دیا جاتا ہے ایک یہ کہ جملہ شرائط صرف اس جگہ ملحوظ ہوتی ہیں جہاں اختیار اہل حل و عقد سے امام کی امامت منعقد ہو۔ لیکن وہ امام جو اپنے رعب و شوکت و قوت بازو اور لشکر سے قہراً لوگوں پر غالب ہو کر امام قائم ہو جائے۔ تحقیق اس کے احکام نافذ ہوتے ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہو جاتا ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ البتہ وہ کسی گناہ کا امر کرے تو اس میں پہلو تہی کرنی چاہیئے گو وہ امام غلام یا حر یا بدمعاش بھی ہو صرف شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ الخ۔

(بقیۃ الحاشیۃ) زکواۃ وغیرہ صدقات اس کو دینے جائز ہیں اور تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱ ص۲ میں ہے قرطبی وغیرہ نے کہا (طرق انعقاد امامت سے) یا اس طرح کہ ایک آدمی لوگوں کو اپنی طاعت پر مقہور کرے کہ اس صورت میں بھی اس کی طاعت واجب ہو جاتی ہے تاکہ شقاق و اختلاف پیدا نہ ہو اسی طرح ازالۃ الخفا مقصد اول ص۵ طریق چہارم استیلاء است الخ میں ہے اصل غرض اس فرقہ دنیا پرست کی دنیا اور نظام قائم رکھنا ہے اسی واسطے دین کا امامت میں دخل نہیں جانتے اور اولی الامر واجب الاطاعت فاسق و فاجر کو جانتے ہیں اور شیعہ کے نزدیک مقصود اہم و اعظم دین ہے۔ چنانچہ شرح عقاید سنیوں کی کتاب سے بھی ہم نقل کر آئے ہیں اس واسطے جو دین میں سب پر فوق رکھتا ہو اور خدا اور رسول نے اس کو پسند کیا ہو اس کو امام جانتے ہیں ۱۲ مترجم۔

وفی شرح المقاصد للتفتازانی. الثالث القھر والاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامامۃ من یستجمع شرائطھا من غیر بیعۃ واستخلاف وقھر الناس شوکۃً انعقدت الخلافۃ لہ وکذا ان کان فاسقاً علی الاظھر۔

اولم یتفکروا اذا کان الحق بالغلبۃ[1] فاذا غلبت الکفرۃ فھل کان الحق معھم واذا کان الاحمق الجاھل المتمرد غالباً علی العالم المتعبد لیکون ھو القائم مقام النبی و خلیفۃ دین وامام شریعۃ فھذا ھی النتیجۃ الباطلۃ الفاسدۃ من غلط تقنینھم الامور السیاسیۃ وعدم استلزامھم لامام الحق واجب الاقتداء شرط کونہ ذا العصمۃ عن الخطاء ومن ثم تحیرت عقولھم وبھتت فھومھم فی خلیفتھم یزید بن معاویہ لاجتماع الشروط الاربعۃ المذکورۃ فیہ معاً دون غیرہ - ای الاجتماع من المسلمین

اور شرح مقاصد تفتازانی میں ہے تیسری دلیل قہر اور غلبہ ہے پس جب امام مرجائے اور امامت کے درپے وہ شخص ہو جائے جو جامع شرائط ہو لیکن بیعت اہل حل وعقد یا استخلاف کے سوا اپنے رعب ودبدبہ سے قہرًا لوگوں پر غلبہ وتسلط حاصل کرے تو اس کی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور اسی طرح اگر وہ فاسق یا جاہل ہو تو نیز قول اظہر پر اس کی خلافت منعقد ہو جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ اہل تسنن فکر نہیں کرتے اگر حق محض غلبہ سے حاصل ہو جاتا ہے تو کفار قہر و استیلا (غلبہ) کے باعث کیا اہل حق ہو جاتے ہیں؟ اور اگر احمق جاہل سرکش کسی عالم عابد پر غالب ہو جائے وہی قائم مقام نبیؐ اور خلیفہ دین نبیؐ اور امام شریعت مصطفوی کا ہو جاتا ہے! پس یہ نتیجہ باطلہ فاسدہ اہل سنت کی غلط قانون سازی کا ہے جو امور سیاست کے لئے انہوں نے قائم کیا اور امام حق معصوم علی الخطا واجب الاتباع کی ضرورت نہ سمجھی۔ اور اسی واسطے عقل اور فہم ان کے یزید اور معاویہ کے بارہ میں جو ان کا مسلم خلیفہ ہے حیران

[1] اس شرط تسلط میں پھر عقول اہل جماعت متزلزل ہوئے ہیں اور بعض سے کلمہ حق ظاہر ہو گیا ہے چنانکہ جلد اول منہج ثانی ص۲۸ کتاب استقصار الافحام میں ابو شکور سلمی حنفی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے تمہید فی بیان التوحید میں کہا ہے یہ قول غلط ہے کہ جب امام کو غلبہ حاصل نہ ہو اور اس کی کوئی اطاعت نہ کرے تو امام نہیں ہو سکتا کیونکہ امام کی اطاعت فرض ہے اور اگر لوگوں کی سرکشی سے امام کو غلبہ حاصل نہ ہو تو یہ امر امام کو امامت سے معزول بھی نہیں کر سکتا اور امت کی نافرمانی امامت کو مضر نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبیؐ ابتدا اسلام میں باوجود نبی ہونے کے مطاع نہیں تھے یعنی لوگ ان کی متابعت نہیں کرتے تھے اور نہ کفار واعدا پر رسولؐ کو قہر وغلبہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

کابن عمرو غیرھم من اھل المدینۃ والوصیۃ من معاویۃ ابیہ لہ لانہ سعی لہ فی حیاتہ بالحیل من تالیف القلوب باحسن المطاعم واعطاء الدنانیر والدراھم والترغیب والترھیب والترغیب کما مروالشوری لہ. والتسلط والقھر والجبر والظلم منہ علی عترۃ النبی وغیرھم۔

رہ گئے ہیں کیونکہ دوسرے خلفا رہیں ان کی ایک ایک دلیل حقیقت کی پائی گئی ہے اور یزید میں ہر چہار ادلہ حقیقت خلافت کی موجود ہیں یعنی اجماع[۵] مسلمین مثل ابن عمر وغیرہ اہل مدینہ کا ہونا اور معاویہ خلیفہ سابق باپ یزید کی وصیت اپنے بیٹے یزید کے واسطے ہوئی کیونکہ اس نے بڑی کوششیں اور حیل اپنی زندگی بھر میں کئے تھے جو علاوہ استخلاف کے بدنی و مالی، امداد بھی کی تھی یعنی مختلف رنگا رنگ کے کھانے کھلا کر اور دراہم و دینار خرچ کر کے ترغیب دینی اور تالیف قلوب کرنی اور بعض موقعہ پر شان و شوکت دکھا کر مرعوب کرنا اور بہت نیک لوگوں کا ناحق قتل کرنا) جیسا کہ معاویہ کے حال میں گزر چکا ہے۔ اور تیسری دلیل معاویہ نے اپنے سب معتبرین اہل رائے سے مشورہ بھی کر لیا تھا اور تسلط و قہر و جبر و ظلم اس کا رعایا پر خصوصاً خاندان نبوت پر بھی بتواتر ثابت ہے

(بقیہ الحاشیۃ) حاصل تھا تاہم اس بات سے نبوت نبی میں کچھ نقص نہیں آیا تھا اور نہ وہ نبوت سے اس باعث معزول ہوئے تو امام بھی چونکہ نبی ہے اگر تمام مسلمان فرمانبردار اس کے نہ ہوں تو یہ امر اس کو امامت سے معزول نہیں کرتا اگرچہ سب لوگ معاذ اللہ مرتد ہو جائیں تب بھی امام معزول نہیں ہوتا بلکہ نافرمانی کا گناہ مخالفین پر ہوگا جیسا کہ علیؑ جمیع مسلمانوں کے مطاع نہیں ہوئے تھے۔ اور امام تھے انتہی۔ ابو شکور سلمی نے اس تقریر میں حضرت علی کی مثال اس طرح لکھی ہے کہ خلافت رابعہ کے زمانہ میں باوجود مخالفت معاویہ وغیرہ جماعت کثیرہ کے جناب علیؑ بدستور امام و خلیفہ نبیؐ رہے اگرچہ غلبہ تام ان کو حاصل نہ ہوا اور میں کہتا ہوں بلکہ جناب علیؑ بذا القیاس وفات نبیؐ سے ہی امام حق بعد نبیؐ مقرر رہے اگرچہ اکثر مخالفین سوائے افراد معدودین کے مخالف رہے مگر یہ ان کی مخالفت امامت کو مضر نہیں تھی بلکہ مخالفین کو مضر تھی ۱۲ مترجم [۵] اجماع کی کافی دلیل یہ ہے جو بیان معاویہ و یزید میں فتح الباری میں سے نقل ہو چکی ہے کہ ابن عمر نے حضرت علی کی بیعت اس لئے نہیں کی تھی کہ ان پر کافی اجماع نہیں ہوا تھا پھر معاویہ سے بیعت کی کیونکہ اس پر مکمل اجماع ہوا ابن حجر لکھتا ہے کہ وجہ اس کی یہی ہے کہ ابن عمر کے مذہب میں مکمل اجماع کے بغیر بیعت ضروری نہیں ہوتی تو یقیناً ثابت ہوا کہ یزید پر اجماع مکمل ہوا کیونکہ بخاری سے ذکر ہو چکا ہے کہ ابن عمر نے مدینہ میں خطبہ پڑھ کر لوگوں کو بھی ہدایت کی کہ یزید کی بیعت نہ توڑو اور خود بھی اس کی بیعت کی تو وہ بغیر اجماع مکمل کے کیسے بیعت کرتا تھا اور امام حسینؑ کا بیعت نہ کرنا اسی طرح مخل نہیں سمجھتے جیسے کہ ابوبکرؓ صاحب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ

فاذا اجتمعت الاربعۃ فیہ بحسب قاعدتھم الموسستۃ منھم کان اولیٰ واحق بالخلافۃ من سیدنا السبط الحسینؑ علیہ وعلیٰ ابائہ الصلوٰۃ والسلام کما قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء ثم اجتمعوا علیٰ ولدہٖ یزید ولم ینتظم للحسین امر الخ ولعل من اجل ذلک افتیٰ بعض علماء ھم ان الحسین قد بغیٰ علیٰ خلیفۃٍ فجاز قتلہ نعوذ باللہ من ذٰلک کما فی نیل الاوطار لقد افرط بعض اھل العلم کالکرامیۃ ومن وافقھم فی الجمود علیٰ احادیث الباب حتیٰ حکموا بان الحسین السبط رضی اللہ عنہ وارضاہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) باغٍ علی الخمیر السکیر الھاتک لحرم الشریعۃ المطھرۃ یزید بن معاویۃ فیا للہ العجب من مقالات تقشعر منھا الجلود ویتصدع من سمھا کل جلمود انتھیٰ۔

پس جبکہ ہر چہار دلائل یزید میں مجتمع ہیں تو وہ مطابق قاعدہ بنا کردہ اہل سنت کے سب سے زیادہ خلافت کے لئے مستحق اور امام حق تھا. اور اپنے وقت میں بہر چہار ادلہ مذکورہ حضرت سبط النبیؐ جگر گوشہ علی امام حسینؑ سے بھی بقواعد مذکورہ احق بالخلافت تھا جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفا صـ۳ میں کہا ہے۔ پھر سب لوگ معاویہ کے بیٹے یزید پر متفق ہوئے۔ اور امر خلافت کا امام حسین کے لئے نہ انتظام نہ ہوا الخ شاید اسی واسطے بعض علمار اہل سنت نے فتویٰ دیا تھا. کہ امام حسینؑ باغی ہوگئے تھے (اور معاذ اللہ!) ان کا قتل جائز تھا جیسا کہ نیل الاوطار جلد ۷ صـ۲۴۵ میں ہے تحقیق بعض علمار مثل کرامیہ اور موافقین ان کے نے افراط کیا ہے جو احادیث باب میں جمع ہوگئے ہیں۔ اور انہوں نے حکم دیا ہے تحقیق امام حسین سبط نبیؐ یزید بن معاویہ پر جو کہ بدمست شرابی ہاتک حرمت شریعت مطہرہ کا تھا. مخالفت کرکے باغی ہوئے پس ایسی باتوں سے بڑا تعجب ہے جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بڑے پتھر بھی ایسے زہر سے پھٹتے ہیں اور مثل اس کی شرح فقہ اکبر صـ۸۲ میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ) کی خلافت میں حضرت علیؑ کے یا سعد بن عبادہ وغیرہ کے بیعت کے ذکر کرنے کو مخل نہیں جانتے ۱۲ مترجم

۱؎ شرح عقائد طبع نولکشور صـ۱۱۷ حاشیہ پر شکور سلمی سے منقول ہے فاما یزید بن معاویۃ قال بعض الناس بان خلافتہ کانت باستخلاف معاویۃ وتبعہ المسلمون من الصحابۃ وغیرھم فمن طریق القیاس ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسین وجمیع المسلمین الخ۔ یعنی یزید بن معاویہ کے واسطے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی خلافت اس کو معاویہ کے خلیفہ بنانے اور مسلمانوں کے اجماع سے منعقد ہوئی جس میں صحابہ وغیرہ شامل تھے جو قانون وقیاس کے لحاظ سے اس کی اطاعت امام حسینؑ اور (باقی حاشیہ

اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) سارے مسلمانوں پر واجب تھی الخ یہ قوانین انعقاد امامت اہل تسنن کا ثمرہ ہے۔ انصاف فرمایئے۔ (یزید بن معاویہ کی خلافت حسب قوانین سنیہ خلفار اربعہ کی خلافت سے زیادہ صحیح ہے) پہلی خلافت اجماع سے ہوئی۔ صرف حضرت علیؑ اور سعد بن عبادہ اور چند افراد بنی ہاشم اس اجماع سے خارج تھے لیکن اکثر کو کل کا حکم دیا گیا اور جائز بھی گئی۔ یزید کی خلافت میں بجز امام حسینؑ کے سب اس پر متفق تھے چنانچہ بارہ خلفار کے شمار میں علمار اہل سنت نے ثم اجتمعو علی ولدہ یزید اطلاق کیا ہے تو یہاں اجماع میں اختلاف خلافت اولےٰ کی نسبت قلیل کالمعدوم ہے۔ اگر یہاں کسی نے اعتراض کے لئے معمولی لب کشائی بھی کی تو اسے مثل انعقاد خلافت اولےٰ کے زجر و توبیخ و تہدید سے خاموش کر دیا گیا۔ دوسری خلافت میں استخلاف و نص خلیفہ سابق صحت خلافت کی دلیل ہے۔ اجماع نہیں۔ مگر یزید کے لئے اجماع بھی موجود ہے اور نص معاویہ بحق یزید بھی قوی موجود ہے چنانچہ خلیفہ اول نے فقط مرض الموت میں آخری وقت وصیت و نص فرمائی اور یزید کے لئے معاویہ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ اس نص کے استحکام میں صرف کیا اور بڑے بڑے اہتمامات و انتظامات کئے جو ناظرین تاریخ پر مخفی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے لئے چند جلیل القدر صحابہ کو موت کے گھاٹ آتار دینا پڑا۔ تیسری خلافت اہل حل و عقد کے شورے سے ہوئی تھی گئی تو معاویہ نے بھی اپنے اراکین سے عرصہ تک اس مہم کو حل کرنے کی خاطر مشورے کئے۔ گفت و شنید کے بعد انتخاب خلافت صرف یزید کے واسطے موزوں قرار دیا گیا۔

تیسری خلافت میں جناب علیؑ اور مقداد وغیرہ قلیل افراد نے عام اجلاس میں اس انتخاب پر اعتراض کا اعلان کیا۔ لیکن دبا دیا گیا۔ یزید کے لئے بجز امام حسینؑ کے کوئی بھی علانیہ معترض نہ ہوا۔ اگر کسی نے کیا بھی تو نہایت دبی زبان سے کیا۔ جو نظر انداز کر دیا گیا اور علاوہ شوریٰ کے اجماع اور نص مستخلف بھی یزید کی صحت خلافت کے لئے پہلے موجود ہے جو خلیفہ ثالث میں موجود نہیں۔ چوتھی دلیل صحت خلافت تسلط و غلبہ ہے یہ بھی یزید میں پہلے پانچوں خلفار سے زیادہ مستحکم پائی جاتی ہے۔ پہلے خلفار میں سے کوئی اس پر قادر نہ ہوا کہ اپنے مقابل دعویدار خلافت کو قتل کرا کے خلافت پر قبضہ جمائے مگر یزید کا تسلط و غلبہ اس حد تک پہنچ گیا کہ سبط رسولؐ کو شہید کرا کے آل رسولؐ پر قسم قسم کے ظلم کئے مگر کسی کو چون و چرا کی جرأت نہ ہو سکی۔ محرمات شرعیہ کو حلال کر دیا گیا تو بھی کوئی زبان نہ ہلا سکا۔ اسی واسطے تو علمار اہل تسنن نے یزید کو چھٹا خلیفہ شمار کر کے بارہ خلفار کے بیان میں خلفار اربعہ کی صف میں ان کے برابر کھڑا کر دکھایا ہے اگر خلافت راشدہ کچھ اور تھی تو دوسرے خلفار کی صف خلافت کچھ اور ہوتی اب بارہ کی خلافت ایک جیسی از اول تا آخر دکھائی دیتی ہے بلکہ ان دلائل کی بنا پر یزید کی خلافت جناب امیرالمومنین علیؑ کی خلافت سے تو بدرجہا صحیح تر معلوم ہوتی ہے کیونکہ نہ اس میں اجماع مکمل ہوا اور نہ غلبہ و تسلط تام۔ چنانچہ زیادہ حصہ اس زمانہ کی امت موجودہ کا بالکل ہی حضرت امیرؑ سے منحرف رہا اور بیعت ہی نہ کی اور کچھ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) حضرات نے منافقانہ بیعت کر کے آخر اظہار ناراضگی کر دیا اور نہ ہی استخلاف و نص خلیفہ سابق موجود ہے۔ نہ ہی شوریٰ کی تکمیل ہوئی لہٰذا ہر لحاظ سے یزید بن معاویہ کی خلافت سنیوں کے قوانین پر اس سے سابقہ خلافتوں کی نسبت صحیح تر ہے باقی سب ناقص و نامکمل ہیں خصوصاً جناب امیرؑ کی خلافت سے (معاذ اللہ) مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ۲ ص۵۶ میں لکھتے ہیں معاویہ کی خلافت پر یہ مشورہ کہاں سے ہوا بلکہ زور اور زبردستی سے وہ حاکم بن گئے اس کے بعد لوگوں نے ڈر کر ان سے بیعت کر لی۔ ایسی خلافت ہرگز نہیں صحیح ہو سکتی ورنہ مروان اور یزید کی بھی خلافت تسلیم کرنی ہوگی۔ کیونکہ ان دونوں پہ بھی لوگوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

وقد ذکر فی شرح الاکبر بغاوۃ الحسینؑ۔ واما لقدماء من المسلمین فکانوا علٰے اصناف فمنہم من سکت عن بیان فضائل عترۃ النبیؐ خوفاً فسلم ونجا عن شدائد الاعداء واخفی محبتہم فی قلبہ کالشافعی ومنہم من صرح او اشار الٰی فضائلہم وتحمل من المکارہ والمصائب کالامام النسائی وعزل کثیر وعذّروضرب وقتل وحبس ونفی ودفن حیًا ورفض وشیع وکفر ولم یرو عن بعضہم شیٔ وان روی نقد قیل انہ تشیع مع انہ ثقہ ثبت ضبط وما ھٰذا الا تنقیص عترۃ النبیؐ وتحقیر ھم وقد اخرجوا الاحادیث من الخوارج حتی فی الصحیحین فضلاً عما فی المسانید والسنن وغیرھا فحینئذ تحیرت العقلاء حتی لم یمیزوا بین الصدق والکذب والحق والباطل والباعث علٰے ھٰذا التقلید المحض الذی من شانہ العمی وھو زعمہم،

قول بعض علما کا (جن کو خارجی کہنا چاہیئے) یہ ہے کہ امام حسینؑ باغی ہیں (معاذ اللہ) اور سابقہ مسلمانوں سے کئی اقسام پر ہوئے ہیں بعض تو وہ ہیں جو عترت نبیؐ کے فضائل بیان کرنے سے سکوت کر کے شدائد اعداء سے سلامتی اور نجات پائی اور محبت اہل بیت کو اپنے دل میں مخفی رکھا جیسا کہ امام شافعی نے بھی کچھ ایسا ہی کیا ہے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے فضائل اہل بیتؑ کو کچھ صراحتہً یا اشارۃً بیان کیا اور تکالیف و مصائب کی برداشت کی جیسا کچھ امام نسائی نے کیا اور بعض کو عہدہ سے معزول کیا گیا یا تعزیر لگائی گئی یا پیٹا گیا یا قتل کیا گیا یا قید کیا گیا۔ یا جلاوطنی کی سزا دی گئی یا زندہ دفن کیا گیا۔ رافضی کا خطاب دیا گیا یا شیعہ نام رکھا گیا۔ اور کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ اور بعض سے کوئی روایت نہ لی گئی۔ اگر لی گئی تو کہا گیا کہ یہ ثقہ ہے معتبر ہے لیکن تشیع رکھتا تھا (لہٰذا روایت کمزور ہے) اس طرح کے اعتراض سے عترت نبیؐ کی تحقیر و تنقیص نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ محدثین نے خوارج سے تو احادیث،

الراسخ بل قالوا انا وجدنا علیہ اباءنا
الی التوارث من الاباء والاجداد کما
فی منہج الوصول الی احادیث الرسول
للسید الصدیق ولیکن قومیکہ عارف بسنت
نبودہ ایں شیوہ برگزیدند وقرون متطاولہ
دراں گذشت

روایت کی ہیں حتی کہ صحیحین بخاری ومسلم میں
بھی علاوہ کتب مسانید وسنن وغیرہ کے ایسی
روایات موجود ہیں (مگر محبت ومتابعت اہل
بیتؑ کو سبب جرح راوی کا قرار دیا گیا) پس
ایسی روایات کے خلط ملط ہوجانے سے ان
کے عقلاء حیران رہ گئے ہیں تا اینکہ صدق وکذب
کے درمیان اور حق وباطل کے اندر تمیز نہیں کرسکتے اور اس کا سبب محض تقلید ہے جس کی شان سے
اندھاپن ہے یہ ان کا زعم راسخ ہے کہتے ہیں ہم نے اسی مذہب پر اپنے آباء اجداد کو پایا اور اسی پر قائم
رہیں گے۔ ان کا زعم موروثی ہے جو آباء اجداد سے ان کے دلوں میں مرکوز ہوچکا ہے۔
جیساکہ منہج الوصول مولفہ سید صدیق حسن خاں کے ص۱۵۳ میں ہے۔ ولیکن وہ قوم جو عارف سنت
نبوی کی نہیں ہوئی اور اپنا طریقہ مروجہ منتخب کرلیا ہے اور عرصہ طویل اس پر گذر گیا۔

وعوام واسلاف خود دراں طریقہ مستمر یافتہ
دانستند کہ دین ہمیں است پس بس ولنعم ما قیل
عمر ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمانی شد۔ وفی نیل الاوطار
وفی البدر المنیر لذلک قیل لم نر الصالحین
فی شئی اکذب منہم فی الحدیث وتھذیب
المحدثین کالشیخین وابی داؤد وغیرھم
من سبع مائۃ الف حدیث او خمس
مائۃ الف حدیث (حتی صح عن البخاری
انہ لخص صحیحہ من ستۃ مائۃ الالف
حدیث) وبخوھا ینادی باعلی صوت علی
وضع الاحادیث ولیس عند احدھم
علم محقق یتمیز بہ الصحیح عن غیرہ
بل غایۃ امرھم ما عندھم لانا
اذا وجدنا حدیثا صحیحا عند احدھم
فھو ضعیف عند الاخر او موضوع
عند بعض انتہی کما سیاتی انشاء اللہ تعالی

اور اکثر لوگ عوام اپنے بزرگوں کو اسی طریق پر ہمیشہ
سے عامل جانتے رہے تو انہوں نے سمجھا کہ دین
حق بس یہی ہے (اس کے خلاف سب ناحق ہے
اور بہت اچھا کہا گیا ہے کہ جو کفر پرانا ہوگیا ہو
وہ مسلمانی ہوجاتی ہے اور نیل الاوطار جلد ا
ص۳۵۵ میں البدر المنیر سے منقول ہے۔ کہ اسی
لئے کہا گیا ہے ہم صالحینؒ لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی
بات میں نہیں دیکھتے جتنا کہ وہ حدیث میں جھوٹے
ہوتے ہیں انتہی۔ اور چھان بین محدثین کی شیخین
وابی داؤد وغیرہ کی مانند سات لاکھ یا پانچ
لاکھ احادیث سے جیساکہ بخاری سے مروی
کہ اس نے اپنی صحیح کو چھ لاکھ احادیث سے
ملخص کیا اور اس کی مثل بلند آواز سے احادیث
کی بناوٹ پر پکار رہی ہے اور کوئی نشان اہل
سنت کے نزدیک نہیں جس کے ساتھ صحیح کو غیر
صحیح سے جدا کریں بلکہ غایت الامر اور بڑا مقصود

قال ابو داؤد لیس فی اهل الاهواء
اصح حدیثا من حدیث الخوارج وفی
البخاری وغیرہ مالا یحصی من المبتدعین
وکفاک انموذجا ما روی البخاری الذی
هو اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری
من عمران بن حطان الخارجی
المادح لقاتل امیر المومنین وهو الذی
دعی الی الخروج کذا قال السید الصدیق
فی الحطہ فی بیان الاحادیث الصحاح
الستۃ وهدایۃ للسائل ومنهج الوصول
بقول القرانی۔ وفی تقریب التهذیب
للعسقلانی عمران بن حطن بامر
الحاء وتشدید الطاء المهملتین
السدوسی صدوق الا انه کان علی
مذهب الخوارج من الثالثۃ مات
سنۃ اربع وثمانین وقال الوفن فی
الحاشیۃ فی صحیح امام الائمۃ فرد حدیث۔

ان کے خیال میں اپنا عندیہ قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ہم جس وقت ایک حدیث کو ان میں سے کسی کے نزدیک صحیح دیکھیں تو دوسرے اس کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں جیسا کہ اصول حدیث میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ ابوداؤد نے کہا ہے اہل بدعت میں خوارج کے برابر کوئی صحیح حدیث بیان نہیں کرتا اور بخاری وغیرہ میں بے شمار اہل بدعت سے روایات لی گئی ہیں اور نمونہ کے طور پر تیرے لئے کافی ہے وہ جو بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری میں عمران بن حطان خارجی امیر المومنین کے قاتل کے مدح کرنے والے سے روایت لی گئی ہے اور وہ شخص داعی الی بدعۃ الخروج تھا جیسا کہ سید صدیق نے حطہ فی بیان احادیث صحاح ستہ اور ہدایۃ السائل ص۵۰۵ اور منہج الوصول ص۱۱۹/۱۲۱ میں قرانی کے قول سے لکھا ہے اور تقریب التہذیب عسقلانی کے ص۲۸۹ میں ہے عمران بن حطان بکسرۂ حاء و تشدید طا مہملتین سدوسی سچا شخص ہے صرف یہ ہے کہ مذہب خوارج پر تھا۔ تیسرے طبقہ سے ہے ۸۴ھ میں فوت ہوا اور الوفن نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس عمران سے ایک حدیث کتاب صحیح امام الائمہ یعنی صحیح بخاری میں بھی ہے رواہ رے بخاری تیری عجب ایمانداری ہے (پھر بھی شان کتاب اصح الکتب بعد کتاب الباری ہے)۔

(بقیہ صفحہ ۴۶۴) لے تسہیل القاری شرح بخاری پارہ ۳ ص۲۳۵ میں ہے اور منکر روایتیں اکثر نیک لوگوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ راویوں کو جانچتے نہیں اور اسی لئے کہا گیا کہ صالحین کو اتنا جھوٹا کسی امر میں نہیں دیکھا گیا جتنا حدیث میں انتہی۔ اسی طرح صحیح مسلم جلد ا ص۱۳ و ص۱۱ میں یحیٰ بن سعید القطان سے مروی ہے اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۴ ص۱۲ میں ہے فان الخوارج لا یکادون یکذبون بل هم من اصدق الناس مع بدعتهم وضلالهم یعنے خوارج جھوٹ نہیں بولتے بلکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ سچے ہیں باوجود کہ ان میں بدعت وگمراہی پائی جاتی ہے

وفی حیٰوۃ الحیوان وذکر ابن الجوزی فی الاذکیاء وغیرہ ان عمران بن حطان هذا کان احد الخوارج وهو القائل ، یمدح عبد الرحمن بن ملجم لعنهم الله علی قتل علی ابن ابیطالب ؎ یا ضربۃً من تقی ما اراد بها ÷ الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا فبلغت القاضی ابا الطیب الطبری هذه الابیات فقال مجیبًا له ؎ انی لابرء مما انت قائله ÷ فی ابن ملجم الملعون بهتانا۔ انی لاذکره یومًا فالعنه ÷ دینًا والعن عمران بن حطانا ÷ علیك ثم علیه الدهر متصلا ÷ ملاعن الله اسرارًا واعلانا ÷ فانتم من کلاب النار جاء لنا نص الشریعۃ برهانًا وتبیانًا اشار ابو الطیب الی قوله علیه السلام الخوارج کلاب النار۔ انتھٰی۔ ومن البین ان اجتماع الضدین من المحالات

اور حیوٰۃ الحیوان جلد اول ص۳۲ میں ہے اور ابن جوزی نے اذکیا وغیرہ میں ذکر کیا کہ تحقیق عمران بن حطان ایک صاحب خوارج سے تھا۔ اور وہی عبد الرحمٰن بن ملجم لعنهما الله کی قتل علیؑ بن ابی طالب پر مدح کرتا ہے۔ اس طرح کہ پرہیزگار کی کیا خوب ضرب چلی ہے جس کا ارادہ سوا اس کے نہ تھا کہ صاحب عرش یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرے۔ جب یہ ابیات قاضی ابو الطیب طبری کو پہنچے تو اس نے اس کے جواب میں کہا تحقیق میں بیزار ہوں اس سے جو تو ابن ملجم ملعون کی مدح میں بہتان کے طریقہ پہ کہہ رہا ہے تحقیق میں اس کو جس دن یاد کروں تو عبادت سمجھ کر اس کو اور عمران بن حطان کو لعنت کرتا ہوں اور اس پہ اور تجھ پر ہمیشہ لگاتار اللہ کی لعنتیں ظاہراً و باطناً نازل ہوں کیونکہ تم دوزخ کے کتے ہو۔ اور ہمارے لئے نص شریعت کی اس بارہ میں بین دلیل ہے۔ اس سے اشارہ کیا ہے۔ ابو

(بقیہ حاشیہ) نیز دیکھو جلد ۲ اصول حدیث فلک النجاۃ۔ اور تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور ص۴۵ میں ہے آرے در بخاری روایت از مروان آمدہ است باوجودیکہ او نیز از جملہ نواصب بلکہ رئیس آن گروہ نتقاوت پژوہ بود۔ شاید بخاری اسی واسطے زیادہ صحیح سمجھی جاتی ہے کہ زیادہ تر خوارج سے حدیثیں لیتا ہے مروان کے بغیر اور بھی بہت ہیں چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا ۱۲ مترجم ع؎ اصابہ مع استیعاب طبع مصر جلد ۳ ص۱۷۹ میں ہے واعتذر ابوداؤد عن التخریج له بان الخوارج اصح اہل الاہواء حدیثاً ثم ذکر عمران والنظارہ یعنی بخاری کی طرف سے ابوداؤد نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ عمران سے اس واسطے حدیث لی گئی ہے کہ وہ خارجی ہے اور خوارج کی حدیثیں بہت صحیح ہوتی۔ ۱۲ مترجم۔ ۵؎ اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ ص۱۰۱ و نور الابصار ص۹ میں اور اصابہ جلد ۳ ص۱۷۵ میں بھی ہے اصابہ میں زیادہ دیکھیا قال القاضی حسین هذا الذی قاله القاضی ابو الطیب الطبری خطاء فان عمران صحابی لا تجوز لعنته (پھر تاج الدین سبکی سے نقل کیا اس نے کہا) هذا غلو من القاضی حسین وکیف لا یلعن عمران صحابی پر کہ اس نے لعنت کیوں کی ہے پھر تاج الدین سبکی نے قاضی حسین کا رد کیا ہے کہ عمران پر کیسے لعنت نہ کی جائے حالانکہ اس نے وہ کچھ کیا جو کیا ہے ۱۲ مترجم

فاذا کانت السلطنۃ والغلبۃ لمخالفی عترت الرسول فمن ذالذی یروی عنہم او فیہم بل فعلوا بہم ما فعلوا قولاً و فعلاً کما مر من غیر مرۃ.

فصل

فی بیان اثنا عشر خلیفۃً

اعلم انہ اسس اہل الجماعۃ و قد غلطوا فیہ بان شرطوا للخلفاء شروطًا اخترعوہا من عند انفسہم لحمایتہم لہم وان کانت مخالفۃً لاصول الدین القویم والصراط المستقیم من عدم شرط العصمۃ والافضلیۃ وغیرہما. ومنشأ غلطہم رفع الاعتراض من خلفاء بنی امیۃ وغیرہم فانہم کانوا فاسقین شاربی الخمر ہاتکین لحرمات اللہ تعالیٰ ظالمین علیٰ خلق اللہ و عترۃ رسول اللہ و شیعتہم فخبطوا و تحیروا فی تاویل حدیث لا یزال الدین قائمًا حتیٰ تقوم الساعۃ او یکون علیہم اثنا عشر خلیفۃً[1] رواہ مسلم واخرج الشیخان وغیرہما بمعناہ ولہذا الحدیث طرق والفاظ کما فی الصواعق المحرقۃ ص۱۱ و تاریخ الخلفاء ص۷

ابو الطیب نے نبی صلعم کے قول کی طرف کہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں. انتہی۔ اور ظاہر ہے کہ اجتماع ضدین محالات سے ہے پس جب سلطنت اور غلبہ مخالفین و دشمنان عترت رسولؐ کے ہاتھ میں رہا پس عترت نبی سے یا ان کے حق میں کون روایت کرتا. بلکہ ان بادشاہوں نے اہل بیت کے ساتھ قولاً و فعلاً ہر طرح سے کیا جو کچھ کیا. جیسا کہ چند مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

فصل۔ بارہ خلفاء کے بیان میں۔

جاننا چاہیئے کہ اہل جماعت نے خلفاء کے واسطے غلط بنیاد رکھی ہے اور ان کی حمایت کے لئے اپنی طرف سے بناوٹی شرائط بنالی ہیں اگرچہ وہ دین محکم کے اصول اور صراط مستقیم کے برخلاف ہیں. جیسا کہ عصمت و افضلیت کو شرط نہ رکھا اور منشاء ان کی غلطی کا محض رفع اعتراض خلفاء بنی امیہ وغیرہ سے ہے کیونکہ ان میں فاسقین. شراب خور. خدا کے محرمات کی حدود توڑنے والے خلق اللہ پہ عموماً اور عترۃ النبیؐ پہ خصوصًا ظلم کرنے والے اور شیعیان اہل بیت کو ستانے والے تھے پس وہ اس حدیث کی تاویل میں پریشان خیال اور حیران و سرگردان ہیں اور تاویل سے عاجز ہوگئے ہیں جس کو مسلم نے روایت کیا ہے کہ دین قیامت کے دن تک قائم رہے گا جب تک ان پر بارہ خلیفے ہوں گے بلکہ بخاری و مسلم وغیرہ نے بھی اسی مضمون کی روایت کی ہے اور اس حدیث کے کئی طریقے و الفاظ بھی ہیں جیسا کہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۱ اور تاریخ الخلفاء کے ص۷

[1] صواعق محرقہ صفحہ ۱۱ میں باسناد ابو القاسم البغوی بسند حسن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہا سمعت رسول اللہ ص

باقی حاشیہ بر ص۴۵۷

یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفۃ الخ نبی ص نے فرمایا میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے با لجزم حضرت کا فرمانا میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے اس حدیث میں اور آئندہ حدیث تاریخ الخلفاء میں اس پر دلالت کرتا ہے کہ کل تعداد خلفاء کی بارہ ہوگی اور اسی حدیث کی روایت مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ میں حتیٰ تقوم الساعۃ یعنی قیامت تک اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک یہ تعداد پوری ہوگی۔ تو اس صورت میں اہل تسنن کی کوئی غلط تاویل کارگر نہیں ہوسکتی ۱۲ مترجم

ع شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص۹۶ میں صحیحین کے اسناد سے بروایت جابر بن سمرہ مرفوعاً مروی ہے لا یزال امر الناس (خلافت) ماضیاً (باقیاً) ما ولیہم (والی شود) اثنا عشر رجلاً (اماماً) وفی لفظ لا یزال الامر عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ اور صواعق محرقہ کے ص۱۲ میں صحیح مسلم کی روایت سے لا یزال الاسلام عزیزاً منیعاً اور ابوداؤد کی روایت سے لا یزال ہذا الدین قائماً اور صحیح مسلم مع شرح نووی کے جلد ۲ ص۱۱۹ میں ہذا الامر وامر الناس وہذا الدین ولا یزال الاسلام سب الفاظ سے یہ حدیث مروی ہے اور مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷ کتاب الفتن باب مناقب قریش (وکنز العمال جلد ۶ ص۲۰۱) میں ہے۔ لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ وفی روایۃ لا یزال امر الناس ماضیا (حاشیہ) علی الاستقامۃ وفی روایۃ لا یزال الدین قائماً حتیٰ تقوم الساعۃ او یکون علیہم اثنا عشر خلیفۃ متفق علیہ۔ کنز العمال جلد ۶ ص۲۰۱ میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے لن یزال ہذا الدین قائماً الی اثنا عشر من قریش فاذا ہلکوا ماجت الارض باہلہا۔ اور اسی کے ص۲۰۲ میں ہے ثم یکون المرج (طبرانی) اور ابوداؤد میں ہے ثم یکون الہرج۔ یعنی بارہ خلفاء تک دین قائم رہے گا۔ جب وہ فوت ہو جائیں گے زمین مع اہل زمین کو اضطراب آئے گا۔ اور زلزلہ آجائے گا یعنے قیامت قائم ہوگی ۱۲۰ مترجم۔

ع اگرچہ شرح فقہ اکبر میں خلیفۃ رجلا اور تشریح اماما موجود ہے مگر سنیوں کی عادت ہے کہ دفع دقتی کے لئے کہدیتے ہیں۔ جو خلفاء بد اعمال ہوئے ہیں ہمارے مسلّم امام نہیں اس لئے ازالۃ الخفاء جلد ا ص۲۵۲ کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ خلافت غیر امامت است عند الامامیہ و مرادف اوست عند اہل السنۃ یعنے امامیہ کے نزدیک خلافت عامہ اور امامت میں فرق ہے مگر اہل سنت کے نزدیک دونوں لفظ ہم معنے ہیں۔ اور شرح عقاید میں اسی طرح بیان امامت و خلافت میں دونوں کو ہم معنے قرار دیا گیا ہے ۱۲ مترجم۔

بقیہ حاشیہ ص۴۶۵ ہوں گے قال الائمۃ صحۃ ہذا الحدیث مجمع علی صحتہ وارد من طرق عدۃ اخرجہ الشیخان و غیرہما۔ یعنی ائمہ حدیث کہتے ہیں ابتدا اس حدیث کا تو اس کی صحت متفق علیہ ہے۔ اس کو بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ابوداؤد مترجم وحیدی ص۲۸۱ میں حدیث لا یزال ہذا الدین قائماً اور لا یزال ہذا الدین عزیزاً ترجمہ۔ یہ دین عزت سے اور قائم رہے گا بارہ خلیفوں تک حتیٰ یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ (ف) از مترجم بظاہر یہ حدیث مشکل ہو گئی ہے علماء پر کیونکہ چار ہی خلیفے ایسے گزرے ہیں جن سے دین قائم ہوا اور کل یا اکثر امت نے ان پر اتفاق کیا باقی عباسیہ اور بنی امیہ تو ظالم اور جابر تھے۔ انتہیٰ۔ فتاویٰ عزیزی صفحہ ۶ میں بحوالہ فتح الباری یہ حدیث

بلفظ لا یزال امر امتی صالحاً باسناد طبرانی مروی ہے وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۸۔ روایات بالاسے بارہ خلیفوں کو دین قائم رکھنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ دنیا پرست ان کو بھی دنیا کے بادشاہ مراد لیتے اور اور مصداق صحیح نہ سمجھنے کے سبب حیران ہیں کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۷ میں باسناد احمد و بزار بسند حسن ابن مسعود سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ اس امت کے مالک کتنے خلیفے ہوں گے اس نے کہا یہی سوال ہم نے رسول اللہؐ سے کیا تھا آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ میرے خلیفے بارہ ہوں گے۔ مثل تعداد نقباء بنی اسرائیل کے۔ فتح الباری طبع دہلی پارہ ۲۹ صفحہ ۴۲۹ میں الفاظ لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ اور صفحہ ۴۳۵ میں باسناد مسدد فی مسندہ الکبیر لا یہلک ہذہ الامۃ حتی یکون فیہا اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالہدیٰ ودین الحق یعنے بارہ خلیفے ہدایت کے عامل اور دین حق پہ چلنے والے ہوں گے۔ اسی طرح فتاوی عزیزی صفحہ ۹ میں ہے۔ اور صحیح مسلم صفحہ ۱۱۹ میں لا یزال ہذا الدین عزیزاً منیعاً الی اثنا عشر خلیفۃ۔ فتاویٰ عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی وسرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ مذکور صفحہ ۱۱ میں ہے۔ مختار بعضے از ائمہ فن شریف مثل تورپشتی وقاضی عیاض ومتبعیہما کالشیخ المحقق عبد الحق الدہلوی وغیرہم من الاجلۃ قدس اللہ اسرارہم ومیل امام نووی نیز بطرف آں معلوم مے شود کہ مراد از ان خلفاء اثنا عشر مقسطین کہ مروج ومقیم دین متین ومنفذ احکام شریعت غراء وصاحب بسط تام در اطراف غبراء ووالی خلافت نبوۃ باستحقاق والاتفاق لا علیٰ سبیل التغلب والشقاق باشند میشند۔ ایضا نوشتہ شیخ ابن حجر در فتح الباری از ابن جوزی نقل کردہ کہ گفتہ لسندہ فی مسندہ الکبیر من طریق ابی بحران لا تہلک ہذہ الامۃ حتی یکون فیہا اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالہدیٰ ودین الحق یعنی محققین اہل سنت کی ایک جماعت کا مذہب مختار یہی ہے۔ کہ بارہ خلفاء موعودہ حدیث سے مراد وہ بارہ ہیں جو عادل اور دین حق کے قائم رکھنے والے احکام شریعت کو رواج دینے والے صاحب تسلط اور خلافت نبوۃ کے صحیح مستحق نہ فقط غلبہ سے سلطنت لینے والے ہیں اور ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا یہ امت ہلاک نہیں ہوگی جب تک اس میں ایسے بارہ خلیفے ہوں گے جو سب کے سب دین حق اور ہدایت کے عامل ہوں گے انتہی۔ (اور دیکھو سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۱) حدیث میں مذکور ہے اس امت کے مالک بارہ خلیفے ہوں گے ۔ان تعداد بارہ کے مصداق میں سنیوں کی حیرانی وسرگردانی (کبھی متصل زمانہ کے

ف۱ اسی طرح صواعق محرقہ مطبوعہ مصر کے در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں کم یملک ہذہ علامۃ من خلیفۃ باسناد احمد وحاکم مروی ہے بسند حسن اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۵ باسناد ابن عدی وابن عساکر اور اسی کی جلد ۶ صفحہ ۲۱ میں باسناد احمد وطبرانی وحاکم مرفوعاً مروی ہے یملک ہذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل اور ایک روایت میں کعدۃ نقباء موسیٰ اور بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۵۳ کتاب الاحکام میں حدیث یکون اثنا عشر امیرا کلہم من قریش موجود ہے اور ترمذی مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد ۲ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بارہ خلیفے شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ متن کتاب میں مذکور ہے۔ کبھی زمانہ قیامت تک مراد لیتے ہوئے سلسلہ منقطع کر کے کبھی کوئی مراد لیتے ہیں۔ کبھی پانچ خلیفے مانتے ہیں جیسا کہ ابوداؤد مترجم صفحہ ۱۸۱ میں سفیان ثوری سے مروی ہے۔ اس میں عمر بن عبدالعزیز کو پانچواں شمار کیا ہے البتہ اہل بیت سے ایسی ضد ہے کہ ان کے افراد کو مراد نہیں لیتے چنانچہ سید صدیق حسن خان ترجمان القرآن آیت استخلاف سورہ نور صفحہ ۱۰۷ میں لکھتے ہیں (بیان بارہ خلیفوں کی حدیث میں) اور یہ خلیفے وہ شیعہ کے بارہ[۱۲] امام نہیں ہیں الخ۔ اور مطلق خلیفے باعتبار ادعا اور بیعت لوگوں کے حسب ذیل ہیں۔ جو بارہ سے زیادہ ہیں۔ ایک سلسلہ چار خلیفوں کا۔ دوسرا سلسلہ خلفاء بنی امیہ کا۔ معویہ۔ یزید بن معویہ۔ معاویہ بن یزید۔ مروان بن حکم۔ عبدالملک بن مروان ولید بن عبدالملک۔ سلیمان بن عبدالملک۔ عمر بن عبدالعزیز بن مروان۔ یزید بن عبدالملک۔ مروان بن محمد بن مروان۔ یہ چودہ ہوئے۔ اور شام کے خلفاء کے ساتھ اندلس کے خلفاء بنی امیہ جوڑ لئے جائیں تو کل تعداد بنی امیہ کی اٹھائیس ہو جاتی ہے۔ تیسرا سلسلہ خلفاء بنی عباس کا سمجھا جاتا ہے۔ ان کی تعداد سینتیس[۳۷] ہے سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی۔ ہارون۔ امین۔ مامون۔ معتصم۔ واثق۔ متوکل۔ منتصر۔ مستعین۔ معتز مہتدی۔ معتمد۔ معتضد۔ مکتفی۔ مقتدر۔ قاہر۔ راضی۔ متقی۔ مستکفی۔ مطیع۔ طائع۔ قادر۔ قائم۔ مقتدی مستظہر۔ مسترشد۔ راشد۔ مقتفی۔ مستنجد۔ مستضئی۔ ناصر۔ ظاہر۔ مستنصر۔ مستعصم۔ اور علامہ تفتازانی۔ شرح عقائد طبع نولکشور صفحہ ۱۰۱ میں حدیث تیس سال خلافت ہوگی۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ فمعاویۃ و من بعدہ لا یکونون خلفاء بل ملوکا وامراء وھذا مشکل لان اھل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لا یشوبھا شیٔ من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ اس پر حاشیہ نمبر ۵ لکھا ہے یتجہ علیہ انہ یشکل بخلافۃ عثمانؓ وعلیؓ لانہ خالف معھما اھل البغی حتی استشھد عثمانؓ ولم ینقطع مخالفۃ معاویۃ مع علیؓ الخ ۱۲ عصام۔

یعنی تیس سال خلافت ہوتی تھی تو معاویہ اور اس کے بعد کے خلیفے بادشاہ ہوں گے خلیفے نہ ہوں گے لیکن یہ امر مشکل ہے کیونکہ معتبرین دارکین طعت یعنی اہل سنت خلفاء عباسیہ اور بعض مروانیہ مثل عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کی خلافت پر متفق ہیں۔ مگر شاید مراد تیس سال خلافت سے خلافت کاملہ ہو جس میں کوئی شائبہ مخالفت اور عدم متابعت خلیفہ کا نہ ہو۔ یعنی ایسی خلافت تامہ تیس سال ہوگی۔ اس پر عصام حاشیہ میں لکھتا ہے کہ کاملہ کے لفظ سے معلوم ہوا خلافت کاملہ پھر بھی رہے گی اس طرح یہ قول کی فقط بادشاہت باقی رہے گی اور خلافت نہ ہوگی صحیح نہیں۔ پس کاملہ غیر کاملہ کا فرق ہوا اور حاشیہ نمبر ۵ میں عصام لکھتا ہے اس توجیہ خلافت کاملہ مراد لینے پر یہ اعتراض وارد ہے کہ پھر اس وقت امر مشکل ہو جاتا ہے جب خلافت حضرت عثمان رضہ و حضرت علی رضہ پر نظر کی جائے کیونکہ کسی کی مخالفت و عدم متابعت (باقی حاشیہ صفحہ ۴۷۱)

کا شائبہ نہ ہونا ان ہر دو خلیفوں کے وقت موجود نہیں اس طرح یہ دو خلافتیں بھی صحیح نہ رہیں اور یہ ہوا تو تیس سال تک بھی خلافت نہ رہی حضرت عثمان رض کے بکثرت لوگ مخالف اور باغی ہوئے آخر ان کو شہید کیا اور حضرت علی ؑ سے کل اہل شام اور دیگر بہت کچھ نہ شامل بیعت ہوئے نہ خلیفہ تسلیم کیا بلکہ جنگ کرتے رہے۔ تسلیم کرنے والے باغی ہوئے زمانہ فتنہ و فساد سے پر رہا تو ہر دو خلیفہ مذکورین بھی اس طرح خلیفہ نہ ہوئے بادشاہ ہوئے انتہیٰ۔ نیز دیکھو امامۃ والسیاستہ جلد الطبع ثانی مصر ص۲۹ اس میں مہاجرین و انصار کا اہل مصر کی طرف خط درج ہے جس میں خلافت عثمان کی نسبت لکھا ہے۔ کانت الخلافۃ بعد نبینا خلافۃ نبوۃ و رحمۃ وھی الیوم ملکا عضوضا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کو نبوت کی خلافت نہ سمجھا گیا۔ نیز شرح فقہ اکبر میں معاویہ کو بادشاہ قرار دینے کے بعد پھر خلیفہ حق مانا ہے۔ اسی طرح "تاریخ بنی ہاشم" مولفہ سید غضنفر علی صاحب میں "تاریخ ابن خلدون" سے نقل کیا ہے کہ پہلے تیس سال کے بعد ملوک ہوں گے لکھ کر پھر معاویہ کی مدح میں اس کو خلیفہ حق تصور کیا ہے اور خلفاء راشدین سے شمار کیا ہے شرح فقہ اکبر میں معاویہ کی نسبت لکھا ہے صار اماما حقا و تیس سال کے بعد فقط بادشاہت نہ ہوئی بلکہ خلافت حقہ ہوئی اور اگر کہا جائے کہ خلافت بس تیس سال ہے بعدہ بادشاہت ہے تو حدیث اثنا عشر خلیفۃ کے مصداق میں خلفاء اربعہ کو کس طرح شمار کرتے ہیں اثنا عشر خلیفۃ لفظ ایک ہی ہے جس سے ایک طرح بارہ خلفاء مراد ہیں جو دین کو قائم رکھنے والے ہیں تو چار خلفاء اس صفت کے مراد لینے اور باقی ان میں سے دین کو ضائع کرنے والے مراد لینے جو مطلق بادشاہ ہوئے مطلوب حدیث کے خلاف اور متضاد امر ہیں اور ایک ہی مقام و سیاق میں ایک لفظ کے دو متضاد اور مختلف معنی مراد لینے بر خلاف سیاق عبارت کے بغیر قرینہ بینہ عقل و نقل کے خلاف اور حماقت ہے اس طرح چاہیئے تھا۔ کہ خلافت مزعومہ راشدہ کے بعد دوسرے بارہ خلفاء یعنی بادشاہ شمار کئے جاتے اگرچہ خلاف مقصود حدیث ہے اور خلاف واقع ہونا اظہر من الشمس ہے بلکہ تکذیب مخبر صادق کی لازم آتی ہے کیونکہ بادشاہ ہزار ہا ہوئے اور ہوں گے تا قیامت بارہ بادشاہوں کا ہونا کیسے صحیح ہو اور حدیث کے الفاظ دین اسلام ان کے وقت اور ان کے ذریعہ قائم ہوگا کس طرح نظر انداز کئے جائیں گے اور جس کے سبب اہل تسنن کو یہ مصائب و مشکلات پیش آ رہی ہیں وہ ایک روایت کے الفاظ میں کلھم تجتمع الامۃ علیہ کا الحاق ہے اور اس کے الحاق و ایجاد کی ضرورت ان کو اس لئے ہوتی کہ ان کے مجوزہ مزعومہ خلفاء کو جو ملکی تسلط حاصل تھا اور اکثر لوگ ان کے محکوم تھے وہ تسلط خلفاء و ائمہ ھدیٰ صادقین کو حاصل نہ ہوا تھا اور زیادہ تر سنیوں کو مد نظر یہی سلطنت کا حاصل ہونا تھا اور ائمہ دین اہل بیتؑ کے افراد کو مصداق حدیث بنانے میں کلی طور پر سنیوں کو مذہب مزعوم خود ترک کرنا پڑتا تھا کیونکہ یہ سارا سلسلہ غیروں کے پیشوا بنانے سے ہوا تھا۔ لہٰذا یہ الفاظ ایک روایت میں الحاق کر کے ائمہ اہل بیت کو مصداق حدیث سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۰) میں ہے یکون من بعدی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی وجوہ سے وارد ہے انتہیٰ ۱۲ مترجم۔ باقی

آگے صفحہ

خارج کرنے میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش ہوئی۔ یہ الفاظ سنیوں کی ایک روایت شاذہ میں ہیں۔ شیعہ کی روایات میں کہیں نہیں ملتا۔ ان الفاظ کے الحاق کا ثمرہ یہ ہے کہ یزید بن معاویہ اور ولید مروان کے پڑوتے جیسوں کے ساتھ حضرات ثلاثہ کو (اسلام میں ان کی عظمت شان مفروضہ مزعومہ تسلیم کرتے ہوئے) انہی کی صف میں ان کے برابر شمار کرنا پڑا اور روایات بارہ خلفاء کے متفقہ مسلمہ فریقین الفاظ بلکہ مدار الہام کلمات سے یہ کہ دین اسلام ان خلفاء سے غالب و مستحکم رہے گا، یا یہ کہ کل یہ خلفاء ہدایت اور حق پہ عمل کرنے والے اور شریعت نبویہ کے رواج دینے والے ہوں گے چنانچہ فتاوی عزیزی سے شاہ صاحب کا اقرار منقول ہو چکا ہے ان کو چشم پوشی بلکہ تصریح مخالفت کرنی پڑی اور جناب امیرؑ کو ان بارہ میں شمار کرنے کی غرض صرف دکھاوا ہے کہ ایک امام حق کے شامل کرنے سے بظاہر ائمہ حق سے سنیوں کا عناد ثابت نہ ہو۔ اور غیر مستحقین بھی ان کے ساتھ ساتھ حق کے امام شمار ہو جائیں گے ورنہ ان کے پیدا کردہ الفاظ کل امت ان پر مجتمع ہو گی۔ حضرت امیرؑ کی خلافت پر ابتداء و انتہاءً ہیں ہرگز راست نہیں آتے جیسا کہ اوپر حاشیہ شرح عقائد سے لکھا گیا ہے۔ اور آیت استخلاف کی تشریح میں ازالۃ الخفاء سے منقول ہے۔ اسی دلیل سے ابن عمر جیسے صحابی نے حضرت علیؑ سے بیعت نہ کی اور یزید سے کر لی اور اس کو بے قتل صالح جانتا تھا۔ دیکھو احوال یزید بن معاویہ و استخلاف معاویہ برائے یزید۔ ہم بفرض تسلیم ان الفاظ کے بھی ان کی یہ بڑی مشکل بعون اللہ حل کر دیتے ہیں وہ اس طرح کہ اجتماع امت سے مراد ساری امت کا بیعت کر کے منقاد ہونا نہیں جیسا کہ اکثر انبیاء کو ساری امت دعوت نے تسلیم نہیں کیا اور نہ ان کے منقاد ہوئے۔ مگر انبیاءؑ کی نبوت سلب نہیں ہوئی اور نہ ان کے اوپر خلیفۃ اللہ اطلاق کرنے میں کوئی مسلمان تردد کرتا ہے۔ پس وبال ہے تو ان کے نہ ماننے والوں پہ ہے۔

پس حدیث میں یہ الفاظ اگر تسلیم کئے جائیں تو یہ مراد یہ ہے کہ ان خلفاء کے متصف بصفات امامت و خلافت الٰہیہ ہونے پر امت کے اکثر یا کل افراد اہل حل و عقد متفق ہوں گے نہ یہ کہ سب ان کی سلطنت و حکومت تسلیم کر لیں گے۔ اس طرح ۔۔۔ راد لینے کے بعد کوئی شک نہیں کہ احادیث کی تطبیق ہو جاتی ہے اور بلا ریب ائمہ اہل بیت سب سے عالم و اتقیٰ و اورع مظہر انوار الٰہیہ ماہر اسرار ربانیہ واقف علوم ظاہریہ و باطنیہ مستحق امامت دین و دنیا قابل نیابت نبوت و خلافت کے ہیں۔ اس پر سب مسلمان متفق ہیں۔ محض ظاہری سلطنت نہ ملنے اور لوگوں کے مطیع نہ ہونے کے سبب سے یہ استحقاقات ان سے سلب کئے جا رہے ہیں مگر اس طرح تطبیق روایات کرنے سے الفاظ کثیرہ متفقہ مرویہ سے چشم پوشی اور فروگذاشت نہیں کرنی پڑتی اور نہ دیگر مشکلات پیش آتی ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔ **ایک غلط تاویل کا جواب۔** ایک ہمارے ہمعصر نے حدیث بارہ خلفاء کی یہ تاویل کی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارہ خلفاء کے زمانہ میں دین اسلام غالب و قائم رہے

(بقیہ حاشیہ) ۵۷ اس کے متعلق علامہ وحید الزمان کا فیصلہ ملاحظہ ہو جو آیندہ انوار اللغۃ سے مذکور ہو گا ۱۲ مترجم

گا نہ یہ کہ خلفاء کے ذریعے دین کو قوت پہنچے گی۔ لہذا یزید پر لعنت کی گئی ہے اگرچہ دوازدہ خلفاء میں بھی شمار گیا۔
یہ تاویل بوجوہ ذیل باطل و مردود ہے (۱) بروایت جناب علیؑ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ امراء قریش سے ہوں گے۔ ابرار کے سردار (نیک پرہیزگار) ابرار ہوں گے اور فجار اشرار (بد) کے سردار فجار ہوں گے (تاریخ الخلفاء ص۶ صف۳ با سانید کثیرہ) ایک ہی زمانہ میں دونوں قسم کے امراء کی حضرت صلعم نے خبر دی ہے کیونکہ کوئی زمانہ ابرار اور فجار سے خالی نہیں گزرا اور ہر زمانہ میں حقیقی خلافت الہیہ و امارت دین کی ابرار کے پاس رہی اور ظاہری امارت یا سلطنت دنیا عموماً فجار کے ہاتھ رہی ہے۔ جناب امیر المومنین علیؑ کے زمانہ خلافت میں اور امام حسن کے وقت بھی فجار کی امارت معاویہ کے ہاتھ میں رہی اور امام حسین کے وقت یزید کے پاس اور علی ہذا القیاس دیگر ائمہ کے وقت۔ اور حضرت نبی صلعم نے فرمایا لوگ قریش کے تابع ہوں گے مسلمان مسلمانوں کے تابع اور کفار کفار کے تابع ہوں گے (یعنی خیر و شر میں) دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۱۹۔ ثابت ہوا کہ ابرار کے امام پیشوا ابرار ہی ہوں گے اور فجار کے پیشوا فجار شرار سارے لوگ ایک ہی قسم کے نہ ہوں گے۔ اور دیکھو کنز العمال جلد ۷ ص۱۳۹ میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے الائمۃ من قریش خیارھم علی خیارھم و شرارھم علی شرارھم۔ دوسری روایت میں ابرارھا ائمۃ ابرارھا و فجارھا ائمۃ فجارھا۔ تیسری روایت میں نیک لوگوں صالحین کے تابع ہوں گے اور شریر لوگ شریر الناس کے تابع ہوں گے۔ یعنی نیکو کاروں کے امام نیکوکار اور بدکاروں کے امام بدکار ہوں گے۔ آپ خود انصاف فرمالیں کہ یزید وغیرہ دینداروں کے امام ہوئے یا بے دینوں کے۔ اور کیا اس حدیث میں بے دینوں کے پیشواؤں ۱۲ بارہ کی پیشگوئی ہے تو پہلے چار کیسے ہوئے۔

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۱۹ میں ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ھذا الامر لاینقضی حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ۔ دوسری روایت میں الی اثنا عشر خلیفۃ یا حتی تقوم الساعۃ ایسے الفاظ میں تین اسانید سے یہ حدیث مسلم میں ہے یعنی یہاں تک امر ختم نہ ہوگا۔ جب تک کہ تمہارے اوپر بارہ خلفاء کی امارت ہوگی اور حتی کہ قیامت قائم ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت قائم ہونے تک بارہ خلفاء کا زمانہ ہوگا اور اس وقت تک یہ امر ختم نہ ہوگا جب تک بارہ ختم نہ ہولیں۔ اور جب بارہ ختم ہوئے تو یہ سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ اور قیامت قائم ہونے والی ہو جائے گی۔ لفظ ینقضی اور دخول حرف الی اور حتی کلمہ تقوم الساعۃ اور اثنا عشر خلیفۃ پر ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ دین اسلام کا غالب و قائم و محکم رہنا تب تک ہے جب تک ان کے والی بارہ خلفاء رہیں گے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہے۔ الفاظ حدیث اور سیاق پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دین کا قائم و محکم رہنا ان خلفاء کے وجود پر موقوف ہے۔ پھر اشرار الناس کو انکی جگہ خلفاء دین تصور کرنا غلط نہیں تو کیا ہے
تاریخ الخلفاء ص۸ میں حدیث مذکور کے الفاظ باسناد ابو داؤد اس قدر آخر میں زائد ہیں۔
ثم یکون الھرج۔ سیوطی اور ابن حجر نے مطلب و صواعق ص۱۲ کا یہ لکھا ہے کہ بارہ خلفاء

کے آخر قیامت کی بڑی نشانیاں از قسم خروج دجال وغیرہ پیدا ہوگی اور حاشیہ فلک میں کنز العمال ص۲۰ سے حدیث تحریر ہوگی۔ جب بارہ خلیفہ نہ رہے گے۔ زمین مع اہل زمین کو زلزلہ قیامت لاحق ہوجائیگا۔ اسکی تائید دوسری روایات کنز العمال سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ اسکی جلد۶ ص۲۰ میں باسناد طبرانی اس حدیث کے آخر ہے ثم یکون المرج مطلب وہی جو سیوطی نے لکھا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص۹ و فتح الباری و فتاوی عزیزی میں حدیث مرفوع کے یہ الفاظ ہیں لا تہلک ھذہ الامۃ حتی یکون فیھا اثنا عشر خلیفۃ"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بارہ خلفاء کے بعد امت ہلاک ہوجائے گی اور قیامت ہوجائے گی۔ اب انصاف فرمایئے کہ سنیوں کے بارہ خلفاء ختم ہوچکے ہیں مگر نہ اب تک قیامت آئی ہے اور نہ خروج دجال ہوا اور نہ امت محمدی ہلاک ہوئی اور نہ ان خلفاء مزعومین کے بعد دین اسلام منقضی اور ختم ہوا۔ سنیوں کا بارہواں خلیفہ ولید سنہ ۱۲۶ھ میں فوت ہوچکا۔ اس کے بعد تا قیامت کیا دین محمدی پر کوئی مومن مسلمان باقی نہیں رہا۔ حدیث صحیح مسلم کے الفاظ بغور ملاحظہ فرمایئے کہ بارہ خلفاء تک دین قائم رہے گا۔ اور حدیث کے الفاظ میں لفظ امر جہاں وارد ہے بلحاظ بعض احادیث بعض کی مفسر ہونے کے اس کا معنی ہے یہ دین اسلام تا قیامت قائم رہے گا کیونکہ دوسری روایات کثیرہ میں اس مقام پر دین اور اسلام کا ہی لفظ وارد ہے۔ اب دین کے قائم رہنے یا قوت اسلام کا کیا مطلب ہے اگر کہا جائے کہ اس زمانہ بارہ خلفاء اور اسلام کا ہی لفظ وارد ہے۔ اب دین کے قائم رہنے یا قوت اسلام کا کیا مطلب ہے اگر کہا جائے کہ اس زمانہ بارہ خلفاء میں سب کے سب لوگ پرہیزگار دیندار ہوں گے۔ اگرچہ خلفاء خود بدکار ہوں یا نیکی کار تو یہ کسی زمانہ میں نہیں ہوا۔ تاریخ موجود ہے۔ حدیث خیر القرون کا بیان بھی ہوں۔ تو یہ بعض صالح ہر زمانہ میں تا قیامت موجود ہیں۔ سنیوں کے بارہ۱۲ کے زمانہ کی کوئی خصوصیت نہ رہی کیونکہ وہ تو ختم ہوچکے اور صالح موجود اور اگر غلبۂ اسلام بہ لحاظ دلیل و محبت مراد ہے۔ تو یہ بھی ہر زمانہ میں حاصل ہے۔ پھر بارہ کی خصوصیت کا کوئی فائدہ نہ رہا۔ (۳) زمانہ خلفاء مزعومین کے اندر اگر دین اسلام اس معنیٰ سے قوی رہا کہ اکثر لوگ بالفرض صالح و دیندار ہوئے تو اس زمانہ کے حالات تاریخ میں پڑھیئے روشن ہوجائیگا کہ کیسے ہوئے پہلے زمانہ حضرات ثلاثہ کو ہی دیکھیئے کہ اس میں دین کے اندر کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے اس کی فہرست بطور نمونہ تسہیل القاری شرح بخاری پ۳ میں موجود ہے کہ اس کے بعد زمانہ معاویہ اور یزید اور ولید وغیرہ کے حالات پڑھیئے۔ تو بجز قلیل افراد کے سب دنیا پرست اور دین فروش نظر آئیں گے۔ پس خیال فرمایئے۔ کہ اس زمانہ میں دین برباد ہوا یا کہ قوی و قائم و مستحکم۔ یزید کے زمانہ کو

بالخصوص دیکھیے۔ اور اگر خلفاء کو دین قائم کرنے میں کوئی دخل نہ تھا۔ تو خلفاء کے ساتھ دین کا ذکر ہی فضول ہے۔ ہر سلطنت میں اور ہر زمانہ میں کچھ لوگ نیک اور کچھ بد ہوتے ہیں۔ بارہ[۱۲] سلاطین کے زمانہ پہ کوئی مدار نہیں۔ خود بخود نیک اور بد ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ سلاطین مسلمان ہوں یا غیر مسلمان۔ (دہم) خلافت سے مراد خلافت الہیہ ہے تو مثل انبیاء اگرچہ بادشاہت دوسروں کے پاس رہی۔ مگر خلافت و امامت تا قیامت ائمہ اہل بیت کے پاس رہی اور دین بھی انہی کے ذریعہ تا قیامت قائم ہے اور اگر خلیفہ ہے۔ اگر بارہ[۱۲] میں ان کا انحصار کر دیا جائے تو مخبر صادق کی تکذیب لازم آئے گی۔

کیونکہ ہزاروں ہوئے اور ہوں گے۔ اور بقول اہل تسنن دین سے خلفاء بے نیاز تھے مگر دین خود بخود، قائم۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ خلفاء اربعہ کو کیوں راشدین کہتے ہیں اور ان کی خلافت کو نبوت کی جانشینی سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ میں اثنا عشر خلیفۃ ایک ہی کلمہ ہے۔ پھر ان میں سے بعض کی خلافت ایک معنی سے اور دوسرے بعض کی برخلاف اس کے اور معنی سے کیونکر ہوگی۔ خلفاء ثلاثہ میں بھی مستخلف (نبی) کے اوصاف موجود نہ تھے۔ اور باقی آٹھ خلیفے خدا جانے کس کے جانشین ہیں۔ صفات نبوت سے متصف ہونا ان کا تو درکنار۔ خلفاء ثلاثہ کے اوصاف سے بھی عاری ہیں۔ اس طرح وہ ناخلف ہوتے اور ناخلف خلیفہ ہو سکتا ہے تو نبی صلعم کے بعد سب بادشاہ رسول صلعم کے خلیفے ہیں (لوگوں کا اجتماع اور بادشاہت تسلیم کر لینا ہی دلیل ہے تو یہ ہر سلطنت میں موجود ہے۔ اس طرح بارہ[۱۲] خلیفے نہ ہوتے بلکہ بے شمار۔ (۵) تاریخ الخلفاء ص۷ میں باسناد عبداللہ بن احمد اور کنز العمال جلد ۶ ص۲۰۱ میں مرفوعاً مروی ہے بارہ[۱۲] خلفاء تک دین غالب رہے گا اور جو دین داروں سے دشمنی کرے گا ان دشمنوں پر دینداروں کو نصرت ہوتی رہے گی۔ اب دیکھیے کہ ہمارے تیسرے امام حسینؑ اور سنیوں کے چھٹے امام یزید بن معاویہ کی آپس میں جنگ ہو گئی جو یزید کو صحیح خلیفہ بارہ[۱۲] میں سے تسلیم کرتے تھے انہوں نے حسینیوں سے دشمنی کی انصاف کیجیے کہ حسینی دین داروں کی نصرت دینی ہوئی یا یزید کو پڑھیے مصرع حقا کہ بنائے لا الہ است حسین دین کے دشمن اور دین کے راہ نما سے آخر تک رہے اور رہیں گے ولید سنیوں کے بارھویں خلیفے پر یہ بات ختم نہیں ہوئی۔ اور جناب رسول خدا کی فصاحت کے خلاف ہے کہ حضرت کا منشاء اس حدیث سے یہ ہو کہ دین خود بخود قائم رہے گا۔ اور خلیفے اگرچہ فاسق ہوں گے تا قیامت صرف باران ہوں گے اور سیاق حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کے معین و مددگار بارہ[۱۲] ہوں گے اور ان کی وفات کے بعد دین کو زوال ہوگا اور فساق صرف بارہ[۱۲] نہ ہوئے بلکہ زیادہ پس یہ خلاف مدلول حدیث کے ہے اور صرف بارہ[۱۲] ہونے کا ثبوت بسند حسن صواعق و تاریخ الخلفاء سے لکھا گیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میرے بعد بارہ ہی خلیفے ہوں گے۔ لہذا نبوی خلافت کے وارث صرف بارہ ہوں گے جن کی بشارت ہے گو دوسرے بے شمار ہوں۔ (۶) تاریخ الخلفاء ص۳ میں حافظ سیوطی اور حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں اور شاہ عبدالعزیز اپنے فتاویٰ میں اس قول کی تائید میں کہ حدیث سے مراد بارہ[۱۲]

خلفاء ہادی مہدی ہیں نہ فاسق فاجر یہ حدیث لکھی ہے کہ نبی ؐ فرماتے ہیں یہ امت اتنے تک ہلاک نہ ہوگی جب تک ان میں بارہ خلیفے ہوں۔ کلھم یعمل بالھدیٰ ودین الحق۔ یعنی یہ سب بارہ ہدایت اور دین حق پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ اور مولوی وحید الزمان محدث نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور اور ابن حجر مکی نے صواعق ص۱۲ میں اس قول کی تائید میں یہی روایت لکھی ہے اور ملاحظہ ہو مظاہر حق اردو شرح مشکوٰۃ مطبوعہ نول کشور جلد ۴ ص۵۶۶–۵۶۷ ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے ہمیشہ رہے گا دین قائم یہاں تک کہ قائم ہو قیامت اور ہوں لوگوں پر بارہ خلیفہ۔ سب قریش ہی سے نقل کی یہ بخاری و مسلم نے (اس کے بعد لکھا) اشکال کیا ہے علماء نے اس حدیث میں کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارہ خلیفہ بعد آنحضرت ؐ کے ہوں گے ایک دوسرے کے بعد (پیچھے) متصل کہ مستقیم ہو ان پر امر دین کا اور عزیز ہو ان کے وجود سے اسلام الخ (اس کے بعد صاحب مظاہر تاویل بارہ کی یزید ولید وغیرہ علماء سے نقل کر کے لکھتے ہیں یہ تاویل ظاہر حدیث کے مناسب نہیں کیونکہ) اور حدیث صریح ہے بیچ مدح ان کی کے ساتھ صلاح دین کے اور ظہور حق کے اور قوت اسلام کے بیچ زمانہ ان کے کے بسبب عدالت ان کی کے واللہ اعلم انتہیٰ۔ اسی طرح حاشیہ مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور باب مناقب قریش جلد ۴ ص۹ میں بھی ہے (۷) (حدیث میرے خلفاء بھی مثل نقباء بنی اسرائیل کے بارہ ہی ہوں گے) سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہادی مہدی ہوں گے جیسا کہ مشابہت تامہ امت محمدیہ کی امت موسویہ سے دوسرے مقام پر بیان ہو چکی ہے کیا نقباء بنی اسرائیل بھی یزید و ولید جیسے ہوتے ہیں اگر مطلق بادشاہت مراد ہوتی اور دین کی اعانت مقصود نہ ہوتی۔ تو اس طرح نہ فرماتے کہ اس امت کے مالک بارہ خلیفے ہوں گے کیونکہ اس امت کے مالک بلحاظ سلطنت دنیا بے شمار ہوئے اور ہوں گے بارہ کی خصوصیت نہ ہوتی لہذا دین کی رہنمائی کے مالک و محافظ مراد لینا ہی حق ہے۔ (۸) اب یہ سمجھنا ہے کہ دین کے قائم اور غالب اور محکم رہنے کا اسی زمانہ بارہ خلفاء میں صحیح مطلب کیا ہے جس کے بعد فتنے قیامت کے خروج دجال وغیرہ ظاہر ہوں گے۔ جو سنیوں کے بارہ مزعومین کے بعد وقوع میں نہیں آئے۔ اور احادیث بعض بعض کی مبین اور مفسر ہوتی ہیں لہذا بر لحاظ تطبیق و تشریح احادیث ثقلین و حدیث مثل سفینہ نوح و حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اہل وحدیث اہل بیتی امان لامتی عن الاختلاف اوالھلاک اور تفسیر آیت رسول امت پر شہید ہے اور آیت کونوا مع الصادقین کی تفسیر رازی اور تفسیر آیت ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم از صواعق محرقہ ان احادیث و تفاسیر کو بارہ خلفاء کی احادیث کے ساتھ ملا کر غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیے انشاء اللہ اطمینان ہو جائے کہ اس حدیث سے مراد وہ بارہ ائمہ ہیں جن سے دین کو قوت ہوگی اور وہ دین حق کے تابع ہوں گے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ان کے آخر خروج دجال وغیرہ علامات قریب قیامت کی ہوں گی پھر قیامت برپا ہوگی اور ان کے ذریعہ دین قائم رہنے واستوار رہنے کا مطلب یہ ہے جو نبی ؐ نے حدیث فی کل خلف من

امتی کے اندر بیان فرمایا یہ کہ ائمہ حق جھوٹے مدعیان امامت کی تاویلات باطلہ کو رد کر کے اور حقیقی اسلام سے پردہ دور کر کے اسلام کی اعانت کرتے رہیں گے اصل دین کو قائم رکھیں گے مٹنے نہیں دیں گے۔ تقریر اور تبلیغ سے خود مٹ کر بھی اسلام کو زندہ رکھیں گے۔ ہر ممکن ذریعہ سے دین کی اصلاح و محافظت کرتے رہیں گے۔ اختلاف کے وقت حق ان کے ساتھ ہو گا۔ ان کا مخالف گروہ ابلیس کا گروہ ہو گا۔ ان کی اطاعت میں ہدایت کا راستہ ملے گا۔ ان کے بغیر گمراہی ہو گی۔ اس امر میں خدا کی طرف سے ان کی نصرت ہوتی رہے گی۔ گو سلطنتِ دنیا مخالفین کے پاس ہو۔ حدیث ثقلین میں فرمایا کہ قرآن اور اہل بیت حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔ صاحب صواعق تحریر کرتا ہے کہ قرآن سے اہل بیت کو لازم و ملزوم قرار دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا قرآن تا قیامت ہر زمانہ میں موجود ہے اسی طرح بفرمان مخبر صادق ہر زمانہ میں اہل بیت سے کوئی ایسا فرد موجود ہونا لازم ہے جو قولاً و فعلاً قرآن کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہو اور مبین و مفسر قرآن ہو کر تاویلات و تحریفات باطلہ کو رد کرتا ہو۔ مذکورہ بالا امور کا لفظ بہ لفظ ثبوت مع تشریح اسی ہماری کتاب میں اپنے اپنے مقام پر مذکور ہو چکا ہے ملاحظہ ہو (۹) اور سنیوں کی کتاب شرح عقاید نسفی و شرح فقہ اکبر علی قاری حنفی سے لکھا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے یعنی بارہ خلفاء سے مراد بارہ امام ہیں اور امام وہی ہوتا ہے جس کی پیروی و اطاعت ہر حال میں واجب ہو۔ پس سنی حضرات پر واجب ہے کہ اپنے بارہ اماموں کی پیروی کریں جن کے حالات تاریخ میں روشن ہیں اس سے ان کا دین روشن رہے گا۔ (۱۰) بیان ضرورت امام میں ثابت کیا گیا ہے کہ معرفت امام زمان کی واجب ہے اور اس کے بغیر جاہلیت اور کفر کی موت ہے اگر اسی طرح ہے تو امام حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ آپ کے نزدیک ان کی موت کیسی ہوئی۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم پر غور کیجئے کہ جس کی گردن میں امام وقت کی بیعت نہ ہو گی۔ وہ موت جاہلیت (کفر) کی مرا اور دوازدہ ائمہ میں یزید کی امامت نحوی علماء سنیوں کے مرجح قول میں مسلم ہے بقول ان کے دین اس وقت محکم اور غالب تھا پھر دین میں کیوں رخنہ پڑا کہ حسینیوں نے بیعت یزید نہ کی اور بے حد مصائب اٹھا کر موت قبول کی۔ (۱۱) سنیوں کے مذہب میں جائز ہے کہ کسی فاسق و فاجر کو اپنا امام مقرر کریں اور بیان جواز لعنت میں فاسق پر لعنت کا جواز بھی ثابت ہو چکا ہے اور فاسق کو ابتداً امام مقرر کرنے اور فسق سے معزول نہ کرنے کا ثبوت شرائط امامت میں سنیوں کی کتب سے ہماری اسی کتاب میں ملاحظہ کریں۔ لہذا اپنے خلیفہ پر یہ لعنت بھی کریں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کو بارہ خلفاء سے اپنا امام تصور نہیں کرتے۔ ایسے امراء کی پیشگوئی بھی رسول اکرمؐ نے فرمائی ہے دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ فرمایا میرے بعد ایسے امرا بھی ہوں گے جن کے دل شیاطین کے دل اور جسم انسانوں کے سے ہوں گے وہ میرے طریقے پر نہ چلیں گے۔ اور اس کے صفحہ ۱۲۹ پر ہے فرمایا تمہارے اوپر ایسے امام بھی مسلط ہوں گے جو شرار الناس ہوں گے۔ تم دل سے ان کو برا سمجھو گے اور وہ تم کو اور تم ان کو لعنت کرو گے الخ لیکن ایسے اماموں کی تعداد حضورؐ

نے بارہ مقرر نہیں فرمائی انصاف سے فرمایئے ایسے ہی اماموں کی بشارت اس حدیث میں حضرتؐ نے دی ہے کہ ہمیشہ دین قائم رہے گا ما ولیھم اثنا عشر رجلاً جب تک کہ بارہ امام ان پر دین کے والی رہیں گے۔ اگر خلفاء کو دین قائم رکھنے میں کوئی تعلق نہ تھا۔ تو لا یزال کے ساتھ خلفاء کی قید اور شرائط لگانے کا اور ان کے وجود کو منتہیٰ قیام دین قرار دینے سے کیا فائدہ تھا۔ اسی واسطے سنی علماء اس حدیث کی تاویل میں حیران ہیں بوجہ ضعف دلیل کے کسی ایک توجیہ پر قائم نہیں رہ سکتے۔ شرح عقاید سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔ علامہ تفتازانی اور محشی عصام کو جو مشکل پیش آئی ہے وہ ملاحظہ ہو کہ تیس سال خلافت کی حدیث پھر اس کے بعد بھی خلفاء تسلیم کئے گئے۔

پھر بارہ سے زیادہ خلفاء ہو گئے۔ اس سے پریشانی ہوئی اور صاحب صواعق وغیرہ نے ایک اور تاویل لکھی ہے کہ بعض محدثین کہتے ہیں مراد بارہ خلفا سے وہ ہیں جو امام مہدیؑ کے بعد بارہ ہوں گے اس پر ایک روایت سند میں لکھی مگر اس کے بعد لکھا یہ روایت نہایت واہی نا قابل اعتبار ہے اور سنن ابی داؤد مترجم مطبوعہ صدیقی لاہور کتاب المہدی ص۱۰۸ میں اس حدیث بارہ خلفا کے ترجمہ کے بعد فائدہ میں یہ لکھا ہے۔ بظاہر یہ حدیث مشکل ہو گئی ہے علماء پر کیونکہ چار ہی خلیفہ ایسے گذرے ہیں جن سے دین قائم ہوا۔ (یہ بھی سنیوں کے زعم میں) اور کل یا اکثر امت نے ان پر اتفاق کیا باقی خلفاء عباسیہ اور بنی امیہ تو ظالم اور جابر تھے۔ انتہیٰ ملفظہ۔ الفاظ خط کشیدہ پر نظر کریں اور نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۱۱۹ میں لکھتا ہے یہ حکم ہمیشہ آخر دنیا تک ہے پھر لکھتا ہے حدیث تیس سال خلافت کی بارہ خلفاء کی حدیث کے مخالف ہے پھر بارہ سے زیادہ خلفاء کی مشکل بیان کر کے فضول جواب لکھ کر پھر خلفاء کو عادلین تسلیم کر کے حسب ذیل تاویل کرتا ہے (۱۲) جب سنی حضرات کی کوئی تاویل نہیں نہیں چل سکتی تو ان کے بعد محققین خلفاء عادلین صادقین صالحین ہادیین مہدیین کی بشارت تسلیم کر کے ائمہ اہل بیتؑ سے کنارہ کرتے ہوئے اپنے خلفاء امویہ و عباسیہ سے چن چن کر جن کو اپنے زعم میں صالح و عادل تسلیم کرتے ہیں ان کو شمار میں لا کر بارہ کی تعداد پوری کرتے ہیں۔ جو کسی زمانہ کا اور کوئی زمانہ کا ہوا ہے اور درمیان میں یہ سلسلہ توڑ دیتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل بھی دو وجہ سے مردود ہے ایک تو ایسے نیک لوگ جیسے وہ اس عدد میں مراد لیتے ہیں بہت ہوئے ہیں بارہ پر منحصر نہیں نیز یہ سلسلہ متصل نہیں رہتا اور خلافت نبوت کے اوصاف ان میں سے بجز افراد اہل بیت کے کسی میں نہیں پائے جاتے۔

دوسرا یہ کہ وہ سلسلہ ان کا بھی ختم ہو چکا ہے تا قیامت ان کا متصل سلسلہ حفاظت دین کا نہیں پہنچتا۔ اور اور سلسلہ قطع ہونا مقتضا حدیث کے خلاف ہے۔ دیکھو حدیث کے الفاظ لا یزال اور موکد بلن نافیہ لن یزال ھذا الدین قائماً سے ہمیشہ تا قیامت دائمی متصل سلسلہ دین کا اور دوازدہ ائمہ کا ثابت ہوتا ہے جس کو کبھی انقطاع نہ ہو اور ہر زمانہ میں ایک امام مصلح و محافظ دین کی ضرورت پہلے بیان ہو چکی ہے یا تو نبیؐ کے بعد کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں نہ چار کی نہ پانچ کی اور اگر ہے تو بفرمان نبیؐ بارہ کی ہے۔ اور بس دلیل سے تیس سال تک ضرورت

ہے اسی دلیل سے بفرمان نبیؐ تا قیام دین اور تا قیامت ضرورت ہے. جیسے قرآن صامت کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے ویسے ہی اس کے مبین و مفسر قرآن ناطق کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے اسی واسطے رسول خدا صلعم نے قرآن کو اکیلا نہیں چھوڑا اہل بیت سے لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور دونوں پر خلیفہ کا لفظ استعمال فرمایا دیکھو بحث حدیث ثقلین انی تارک فیکم خلیفتین اور انهما لن تیفرقا حتےٰ یردا علی الحوض دونوں قسم کے خلیفے صامت و ناطق ہر زمانہ میں موجود ہونے کی رسولؐ نے خبر دی ہے! اور انصاف ہر حال میں شرط ہے.

ائمہ اثنا عشر سے اہل ایمان کے لئے احادیث میں بشارت وارد ہوئی ہے جو عند الفریقین مسلم ہے. مگر اہل سنت نے اصلی ائمہ معصومین کو چھوڑ کر دوسرے بارہ کی تعداد پوری کرنے میں متعصبانہ خبط حواس کے باعث سے دھوکہ کھایا ہے. کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ انهم فی کل واد یهیمون وہ ہر جنگل میں حیران پھرتے ہیں. اور اس غلط فہمی کا سبب عدم امتیاز سلطنت و امامت کا ہے. کیونکہ انہوں نے اصل مقصود محض انتظام سلطنت کو سمجھا ہے اور وہ سراسر غلط ہے انبیا کا حال دیکھیں تو سوا چند معدودین کے باقی سب اگرچہ پیغمبر اور ائمہ و پیشوا دین اور سردار مومنین ہوئے. لیکن سلطنت دنیاوی مخالفین کے ہاتھ میں رہی. جیسا کہ نمرود و فرعون بادشاہ دنیا کے تھے اور حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ پیغمبر تھے. معلوم ہوا کہ دین میں پیشوا ہونے کے لئے سلطنت ظاہری کا حاصل کرنا کوئی ضروری شرط نہیں علی ہذا القیاس ہمارے ائمہ اثنا عشر کا حال ہے. اور یہ مطابق اس آیت کے ہے جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمۃً و نجعلهم الوارثین یعنے ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین کے اندر ضعیف اور کمزور خیال کیا جاتا ہے اور ہم انہی کو پیشوا بنائیں اور انہی کو وارث بنائیں چنانچہ یہ امامت کا وعدہ پورا ہو چکا اور وراثت سے مراد اگر وراثت علم ہے تو مل چکی اور اگر زمین کی وراثت کا وعدہ ہو تو مطابق آیت لیظهرہ علی الدین کلہ کے یعنے اس دین کو سب دینوں پر کلی غلبہ حاصل ہوگا بوقت ظہور صاحب العصر والزمان پورا ہوگا. ۱۲ مترجم

وعدوا خلفاء بنی امیۃ مع کونهم غیرا هل للخلافۃ لفسقهم وظلمهم بالاتفاق من اثنی عشر المبشرین وهو مخالف مخالفۃً صریحۃً لمفهوم الحدیث لان مقتضے الحدیث ان الخلفاء هم الذین ینصرون و یقیمون حتیٰ تیقوی بهم الدین والحال انهم ضیعوا احکام الشرع ونقضوا حدودہ وخالفوا الثقلین الذین وصی

پس ان بارہ میں اہل جماعۃ نے خلفاء بنی امیہ کو باوجود ان کے خلافت کے غیر مستحق ہونے کے اور بالاتفاق ان کے فسق و ظلم کے بارہ مبشرین سے شمار کیا اور یہ مفہوم ان کا مفہوم حدیث کے صریح مخالف ہے کیونکہ مقتضیٰ حدیث کا یہ ہے کہ وہ خلفاء دین کی مدد کریں گے اور دین کو قائم رکھیں گے اور دین ان سے قوت پکڑے گا اور اہل سنت کے خلفاء کا حال یہ ہے کہ انہوں

بتمسکھما واکد اشد التوکید کما عد السیوطی والقاری والتفتازانی والعسقلانی وغیرھم کما قال فی تاریخ الخلفاء ص۸ والایضاح ذلک ان المراد بالاجتماع انقیادھم لبیعۃ والذی وقع ان الناس قد اجتمعوا علی ابی بکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علی المرتضیٰ

نے حدود شرعیہ کو ضائع کیا۔ اور ثقلین کی مخالفت کی وہ ثقلین جن کے تمسک کے لئے اشد تاکید سے وصیت کی گئی تھی۔ بارہ خلفاء کو سیوطی و ملا علی قاری و علامہ تفتازانی و حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اسی طرح شمار کیا ہے جیساکہ تاریخ الخلفاء کے ص۸ میں ہے جس کی تشریح یہ ہے تحقیق اس اجتماع سے خلیفہ کی بیعت کے واسطے لوگوں کی فرمانبرداری مراد ہے۔ اور اجتماع اس طرح واقع ہوا ہے کہ تحقیق لوگ حضرت ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر حضرت علیؓ پر مجتمع ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ) شرح فقہ اکبر مطبوعہ ہندو پریس پیاری لعل ص۸۱ اور شرح عقاید طبع نول کشور ص۱۱۱ میں اس طرح دونوں لکھتے ہیں۔ لا کما زعمت الشیعۃ خصوصاً الامامیۃ منھم ان امام الحق بعد رسول اللہ علیؑ ثم ابنہ الحسنؑ ثم اخوہ الحسینؑ ثم ابنہ علیؑ زین العابدینؑ ثم ابنہ محمد الباقرؑ ثم ابنہ جعفر الصادقؑ ثم ابنہ موسیٰ الکاظمؑ ثم ابنہ علی الرضاؑ ثم ابنہ محمد التقیؑ ثم ابنہ علی النقیؑ ثم ابنہ الحسن العسکریؑ ثم ابنہ محمد القائم المنتظر المہدی (صلوات وسلامہ علیہم اجمعین) فی عقائد ھم (خلاصہ ترجمہ) ہمارا اہل جماعت کا یہ مذہب نہیں جو شیعہ امامیہ کا زعم ہے کہ بعد رسول اکرمؐ کے امام حق کے علیؑ سے لے کر حضرت امام مہدیؑ منتظر تک ہیں۔ بس انہی شیعہ کے عقائد میں ائمہ مذکورین بہ ترتیب مذکور ہیں اور اسی طرح شرح مقاصد تفتازانی مطبوعہ مطبع حاجی محرم آفندی بعہد سلطان غازی عبدالحمید خان ص۲۹۷ میں بعینہ ان الفاظ سے ہے واما الشیعۃ فیزعمون ان الامام بعد النبی علیؑ کرم اللہ وجھہ علیہ السلام ثم الحسنؑ ثم الحسینؑ ثم علی زین العابدین تاکہ محمد منتظر مہدی کو شمار کیا پھر شرح میں لکھا ہے۔ یعنی ان الامامیۃ یزعمون ان امام الحق بعد رسول اللہؐ علیؑ ثم ابنہ الحسنؑ ثم الحسینؑ الخ (جیساکہ شرح عقائد میں ہے) اور چند علماء اہل سنت نے بارہ خلیفے معصومین کی عظمت شان و نور علم کو تسلیم کیا ہے اور تعداد مطابق مذہب شیعہ کے بیان کی ہے مگر پھر بھی حدیث کی بشارت اپنے زعمی مقرر کردہ سلاطین بارہ کے حق میں بیان کرتے ہیں۔ جیساکہ ایک متعصب سنی مشہور معروف علامہ ابن حجر مکی مؤلف صواعق محرقہ نے ص۱۲۲ تک سب کو علی الترتیب شمار کرکے ان کے فضائل و معجزات و کرامات اور وراثت علم بدری ہر ایک کا ذکر کیا اور آخر میں بعد ذکر امام حسن عسکری علیہ السلام کے لکھا ہے کہ بجز اپنے بیٹے ابی القاسم محمد الحجت کے کوئی اولاد نرینہ انہوں نے نہیں چھوڑی اور یہ محمد الحجۃ وہ ہیں جن کی بوقت وفات

امام عسکریؑ کے پانچ سال تھی اور اسی سن و عمر میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حکمت و علم عطا فرمایا اور آپ کا نام قائم منتظر بھی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شہر سے باہر نکل کر غائب ہو گئے پھر معلوم نہ ہوا کہ کدھر گئے اور وفات امام عسکری علیہ السلام کی مقام سر من رای میں ہوئی۔ انتہیٰ اور وجود جناب صاحب العصر والزمان فی زماننا کے دلائل بیان کرنے میں چونکہ طوالت درکار ہے اور یہ کتاب اس قدر طوالت کی متحمل نہیں لہذا اتنا اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ اس بارہ میں مختلف کتب تصنیف ہو چکی ہیں ان کا ملاحظہ کیا جائے جیسا کہ منصف طالب تحقیق کے لیئے الصراط السوی فی احوال المہدی مؤلفہ زبدۃ الاماثل و عمدۃ الافاضل مولوی سید محمد سبطین صاحب طاب ثراہ ایڈیٹر رسالہ البرہان لاہور اور دلیل العرفان فی احوال صاحب العصر والزمان مؤلفہ عمدۃ المناظرین و زبدۃ المتکلمین مولوی صاحب مرزا احمد علی صاحب امرتسری ثم الاہوری اس مسئلہ میں نہایت مفید کتابیں ہیں اور منجملہ ادلہ مثبتہ وجود صاحب الامر فی زماننا کے آیت ویوم نبعث فی کل امۃ شہیداً علیہم من انفسہم الخ ہے چنانچہ تفسیر کبیر کے جلد ۵ صفحہ ۵۰۶ مطبوعہ مصر میں مفصل مذکور ہے کہ ہر زمانہ میں بعد زمانہ رسولؐ کے ایک شہید (گواہ) کی ضرورت ہے کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہ سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو ورنہ اسی زمانہ میں اس کے لیئے ایک اور شہید کی ضرورت ہو گی۔ پھر وہ غیر معصوم ہو تو اس کے لیئے ایک اور کی الیٰ غیر النہایتہ ضرورت ہو گی جس سے تسلسل لازم آتا ہے انتہیٰ ملخصاً۔ اور منجملہ ان ادلہ کے آیت ماکان اللہ لیعذبہم و انت فیہم ہے۔

صواعق صفحہ ۹۱ میں بذیل اس آیت کے ابن حجر لکھتا ہے رسول اللہؐ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ معنی امان ہونے کا اہل زمین کے لیئے رسول خدا صلعم کے اہل بیت میں موجود ہے پس جیسے رسول اللہؐ اپنے زمانہ میں امان تھے لبعدہ ایسے ہی اہل بیتؑ اہل زمین کے لیئے عذاب سے باعث امان ہیں۔ اور روایت احمد بن حنبل سے لکھا کہ چند طرق سے جو بعض بعض سے تقویت یافتہ ہیں مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ اور روایت مسلم میں زیادہ کیا ہے کہ جو اس پر سوار نہ ہوا وہ غرق ہوا پھر بیان کیا کہ اس سے شاید اہل بیت کے علماء مراد ہیں کیونکہ مثل ستاروں کے ان سے راہ ہدایت حاصل کیا جاتا ہے جس سے وہ باعث امان ہوتے ہیں انتہے اور اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑے اور مسلم علماء اہل بیتؑ کے ائمہ دوازدہ ہیں اور یہی باعث امان زمین ہیں۔ اگر ان سے کوئی آج موجود نہ ہوتا تو مطابق حدیث مسند احمد کے باشندگان زمین ہلاک ہو جاتے۔ اور فائدہ حالت غیبت میں مثل فائدہ سورج کے بحالت ابر میں آ جانے کے ہے۔ جو اگرچہ نظر نہیں آتا مگر روشنی کا فائدہ حسب ضرورت پہونچا دیتا ہے۔ انوار اللغۃ پ ۲۱ صفحہ ۲۷۹ میں ہے۔ امام محمد بن حسن عسکری کا لقب امامیہ کے نزدیک القائم ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ غار سر من رائے میں جا کر غائب ہو گئے۔ اور قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے اور وہی امام مہدی ہیں۔ اہل سنت کے چند حضرات صوفیہ اور اہل اللہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے واللہ اعلم۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اور ہدایت و رہنمائی کے چند طریقے ہیں کبھی تو رہنما کسی کا ہاتھ پکڑ کر مقام مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور کبھی زبان سے پورا پتہ بتا دیتا ہے اور اس پتہ پر چلنے والا مقام مطلوب پر پہنچ جاتا ہے اور کبھی رہنما دستہ پر

ایسا نشان کھڑا کر دیتا ہے جس کو دیکھ کر بغیر کسی بولنے والے کے نشان دیکھ کر چلنے والا راہ راست پر چل کر مقام مقصود پر پہنچ جاتا ہے چنانچہ آج کل سڑکوں پر جو نشان قائم کر دیتے ہیں. زمانہ غیبت امام میں جس قدر عرصہ خدائے عز وجل نے مقدر فرمایا ہے اس عرصہ تک حسب ہدایت امام ع کے قوانین مقررکردہ کے مطابق عمل کرنے سے راہ حق پوشیدہ نہیں رہ سکتا. ۱۲ المترجم.

الی ان وقع امر الحکمین فی صفین فتسمّٰی (زنا مزد شد ۱۲ مولف) معاویۃ یومئذ بالخلافۃ ثم اجتمع الناس علی معاویۃ عند مصالحۃ الحسن ع ثم اجتمعوا علی ولدہ یزید (علیہ اللعنۃ) ولم ینتظم للحسین ع امر بل قتل قبل ذلک ثم اجتمعوا علی عبد الملک بن مروان بعد قتل ابن زبیر ثم اجتمعوا علی اولادہ الاربعۃ الولید ثم سلیمان ثم یزید ثم ہشام وتخلل بین سلیمان ویزید عمر بن عبد العزیز فہؤلاء سبعۃ بعد الخلفاء الراشدین والثانی عشر ہو ولید بن یزید بن عبد الملک اجتمع الناس علیہ لما مات عمہ ہشام وہکذا فی الصواعق المحرقۃ وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر وکان الامر کما قال النبی ص فالاثنا عشر ہم الخلفاء الراشدون الاربعۃ ومعاویۃ وابنہ یزید وعبد الملک بن مروان واولادہ الاربعۃ یزید وسلیمان وہشام وولید وبینہم عمر بن عبد العزیز الخ. واتصال زمان الخلفاء واحد بعد واحد اوضح واظہر من ہذا الحدیث وہو احق بالقبول کما صرح بہ علماء اہل السنۃ کما ذکرا

تاکہ امر حکمین کا صفین میں واقع ہوا. اور اس دن سے معاویہ نے اپنا نام خلیفہ مشہور کرایا. پھر لوگ معاویہ پر بوقت مصالحت امام حسن ع کے مجتمع ہوئے پھر معاویہ کے بیٹے یزید پر متفق ہوئے اور امام حسین ع کے لئے خلافت کا امر منتظم نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے قتل ہو گئے. پھر عبد الملک بن مروان پر بعد از قتل ابن زبیر کے مجتمع ہوئے پھر عبد الملک کے چار بیٹوں یکے بعد از دیگرے پر یعنے ولید پھر سلیمان. پھر یزید. پھر ہشام پر مجتمع ہوئے اور سلیمان و یزید کے درمیان عمر بن عبد العزیز ہوا. پس بعد خلفائے راشدین کے سات حضرات ہیں. اور بارہواں ولید بن یزید بن عبد الملک جب اس کا چچا ہشام مرگیا تو لوگ اس پر مجتمع ہوئے اور اسی طرح صواعق محرقہ ص ۱۱/۱۲ میں ہے. اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر کے ص ۸۴ میں لکھا ہے کہ امر اسی طرح ہوا جیسا کہ نبی ص فرمایا تھا. پس بارہ ۱۲ اس طرح کہ چہار خلفاء راشدین ہیں اور معاویہ اور اس کا بیٹا یزید اور عبد الملک بن مروان اور چار اس کی اولاد سے یزید و سلیمان و ہشام و ولید اور ان کے درمیان عمر بن عبد العزیز بھی ہو گذرا تھا الخ اور اتصال زمانہ خلفاء کا ایک دوسرے کے بعد مقتضی حدیث سے بہت واضح اور ظاہر

انقضاً۔ عنہ ھم القضاء تم تعداد الخلفاء الی قیام الساعۃ وان کان بالانقطاع لکن ذکروا بصیغۃ التمریض ای قیل وھذا مما لاریب فیہ ای فی ضعفہ وتنفر قائلوہ عن الظلمۃ والفجرۃ والفساق لکنھم اولوا الحدیث بخلاف مقتضاہ الصحیح اعنی الاتصال وایضا عدوا منھم من لیس باھلھا ومن اجل ذلک قال النبی م اخلف علی امتی الائمۃ المضلین ف رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ کتاب الفتن۔

ہے اور وہی بہت لائق قبولیت کے ہے جیسا کہ اہل سنت کے علماء نے تصریح کی ہے اور ابھی ذکر ہوا ہے۔ اور ان کے نزدیک بھی خلفا کا شمار قیامت تک تمام ہوتا ہے۔ اگرچہ درمیان سے سلسلہ منقطع بھی ہو جائے۔ لیکن اس سلسلہ کو انہوں نے صیغہ تمریض اور تضعیف سے ذکر کیا ہے۔ یعنی لفظ قیل سے اور اس میں واقعی کوئی شک نہیں کہ خلافت کے انقطاع کا قول ضعیف ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے قائلین نے خلفاء ظالمین [illegible] انقطاع کا حیلہ تلاش کیا ہے لیکن یہ حدیث کی تاویل انہوں نے برخلاف مقتضیٰ و مفہوم صحیح کے کی ہے کیونکہ سیاق حدیث سے اتصال ثابت ہوتا ہے۔ اور نیز انہوں نے اس دوسرے سلسلہ میں بھی ان اشخاص کو شمار کیا ہے۔ جو خلافت کے مستحق نہیں ہیں اور اسی سبب سے نبی م فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت پر گمراہ کرنے والے یعنی پیشواؤں سے ڈرتا ہوں۔ ابوداؤد ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ کتاب الفتن جلد ۲ ص۴۵۵ میں ہے۔

ف نیز مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۴ کتاب الفتن میں بروایت صحیح مسلم کے ہے آنحضرت م نے فرمایا میرے بعد ایسے امام بھی ہوں گے جو میری ہدایت سے راہ نہ پائیں گے اور میری سنت اور میرے طریقہ پر عمل نہ کریں گے بلکہ ان سے ایسے آدمی کھڑے ہوں گے جن کے دل شیاطین جیسے اور جسم انسانوں کے ہوں گے یعنی بظاہر انسان اور باطن میں شیطان ہوں گے۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ پ ص۲۶ مطبوعہ بنگلور میں حدیث اثنا عشر امیرا کے ترجمہ و تشریح میں لکھتے ہیں۔ ہم نے ہدیۃ المہدی ۶ میں یہ ہے لکھا ہے۔ کہ ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مراد ہیں۔ اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے۔ نہ حکومت ظاہری واللہ اعلم اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ و عباسیہ کو ٹھیرایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے۔ اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا۔ اہل سنت کے علماء ان میں تراش خراش کرتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ میں سے لیتے ہیں کچھ عباسیہ میں جو ذرا اچھے گذرے ہیں نیز اسی پارہ میں ص۵۲ پر لکھتے ہیں۔ عیسیٰ ۶ اتریں گے وامامکم منکم تمہارا امام تم میں سے یعنی قریش میں سے ہوگا۔ یعنی نماز امام مہدی پڑھائیں گے

(اور عیسیٰ مقتدی ہوں گے)، مترجم

فالتاویل الصحیح ان الخلفاء والائمۃ الاثنا عشر ھم من اھل البیت علیھم السلام قد اتصل زمانھم وختمت مدۃ ثلاثین علی علی ع وخلافتہ من بعدہ فی ذریتہ الطاھرۃ بوصیتہ علیہ السلام ومذھب کلھم مذھب واحد کما قال الملا معین فی دراسات اللبیب وللکل قدوۃ حسنۃ فی ذلک بالائمۃ اثنی عشر من اھل البیت وتابعیھم حیث کانوا لایرون القیاس وثبت ذلک عن بعضھم بروایۃ الثقۃ العدل الشیخ قطب الدین عبدالوھاب الشعرانی فی اللواقح حیث روی عن الامام ابی جعفر الصادق ع انہ قال لابی حنیفۃ بلغنی انک تقیس لاتقس فان اول من قاس ؎ ومذھب الکل کمالا یخفٰی علی من احاط ببعض خصائص احوالھم۔ انتھٰی۔ وقال فی مقام اخر ومن یحمل جواز الجمع فی الحضر علی ادنی حاجۃ واتخذہ مذھبًا من غیر عذر داسًا الامام الحق الصدیق الصادق علیہ السلام ومذھب

پس صحیح تاویل حدیث کی یہ ہے کہ خلفار اور بارہ امام وہ اہل بیت سے ہیں اور ان کا زمانہ متصل رہا اور تیس سال (وفات نبیؐ سے متصل خلافت) کی مدت حضرت علیؑ پر ختم ہوئی اور بعد ان کے ان کی ذریت طاہرہ میں خلافت ان کی وصیت سے (یکے بعد دیگرے) متصلاً قائم رہی اور مذہب ان ائمہ سب کا ایک ہی تھا۔ جیساکہ ملا معین نے دراسات اللبیب ص۳۳ میں لکھا ہے۔ سب کے اس میں ائمہ اثنا عشر اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اور ان کے تابعین کے ساتھ پیروی کرنی بہتر ہے کیونکہ وہ قیاس کے معتقد نہیں ہیں۔ اور بعض علمار سے بروایت ثقہ اور عادل شیخ قطب الدین عبدالوہاب شعرانی کی کتاب لواقح میں ثابت ہے جس جگہ امام صادق ؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے ابو حنیفہ کو فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو دین میں قیاس کرتا ہے۔ قیاس نہ کیا کر جس نے پہلے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ اور بعض کا مذہب اہل بیت میں سے کل کا مذہب ہوتا ہے جیساکہ جس نے ان کے بعض خصائص واحوال پر احاطہ کیا ہے اس پر مخفی نہیں ہے انتہٰی۔

سلہ اہل بیت کا مذہب ایک ہے اور ان کے مذہب سے شیعہ زیادہ واقف ہیں۔ مجالس المومنین کتاب شیعہ ص۲۲۳ میں مختصر اصول عضدی سے اور علامہ تفتازانی سے جواز بیع امہات اولاد یا عدم جواز نقل کر کے لکھا۔ قول بجواز را شیعہ از و (علیؑ) نقل نمودہ اند و مذہب الثیاں است والثیاں مذہب آنحضرت (علیؑ) را بہتر مے دانند۔ اور حد السارق حصہ رابعہ ص۵۱ میں (مطبوعہ اصلاح) مولوی عبدالحلیم سنی والد مولوی عبدالحی لکھنوی کی کتاب حل المعاقد علی شرح العقاید للعلامہ جلال الدین دوانی مطبوعہ مطبع علوی علی بخش خان ۱۲۷۰ھ کے ص۲۰ سے منقول ہے علامہ دوانی کا شیعہ پر اعتراض ائمہ اہل بیت سے دین روایت کرنے کا بیان کر کے لکھا ہے۔ وان ارادان الشیعۃ یتبعون الائمۃ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

واحد منہم مذہب بانیہم کما قال ابو محمد الباقرؑ علی ما نقلہ ابن الہمام فی فتح القدیر شرح الہدایۃ لما سئل فی مسئلۃ ہل یوافقہ فیہ علی ابن ابی طالبؑ قال لا یصدر عن اھل بیتک الا عن رایہ۔ انتہٰی۔

اور دوسری جگہ اسی کتاب کے ص ۱۵۴ میں لکھا ہے جس نے جواز جمع بین الصلوٰتین کو گھر میں ادنیٰ حاجت پر اور بلا عذر بھی مذہب میں مقرر کیا ہے وہ امام حق بڑے سچے جعفر صادقؑ ہیں اور ان ائمہ میں سے جو ایک کا مذہب ہوتا ہے وہی سب کا ہوتا ہے جیسا کہ صادقؑ کے باپ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے جس کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام باقرؑ سے سوال کیا گیا کہ اس میں علی ابن طالب بھی آپ کے موافق ہیں؟ تو فرمایا کہ اہلبیتؑ سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی مگر وہ جو جناب علیؑ کے مذہب اور فکر کے موافق ہوتی ہے انتہٰی۔

ولا شک ان قیام الدین وعزۃ امرہ قام باھل البیتؑ وھو مراد النبیؐ کما یدل علیہ قولہ علیہ السلام لا یزال الدین قائماً الخ۔ ولم یقل لا یزال الدنیا او السلطنۃ او السیاسۃ او انتظام المملکۃ وما قام مقام ھذا ولعل اھل الجماعۃ توھموا منہ ھذا بحیث شرطوا اجتماع الناس علیہ وان کان ممن لا خلاق لہ فی الدین کما لا یخفٰی من حال یزید والولید و

اور اس میں شک نہیں کہ قیام دین اور ثبات عزت امر دین اہل بیت کے ساتھ قائم ہے اور نبیؐ کی حدیث مذکورہ سے یہی مراد ہے جیسا کہ اس پر قول نبیؐ کا کہ ہمیشہ دین قائم رہے گا۔ (جب تک تم پر بارہ خلفاء رہیں گے) دلالت کرتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ دنیا اور سلطنت وسیاست یا انتظام مملکت یا مثل اس کے (بارہ خلفاء تک) قائم ودائم رہے گا۔ (انتظام سلطنت ہمیشہ کسی نہ کسی کے حق میں قائم ہے اس میں بارہ بادشاہوں کی کیا خصوصیت

(بقیہ حاشیہ) لانہم نقلوا الدین وھم عدول حتی اثبتوا العصمۃ لہم فالطعن اما لعدم کون الائمۃ عدولا فھو تزلزل الایمان او لعدم صحۃ الاتباع بالائمۃ وان کانوا عدولا فھو ترجیح بلا مرجح فان معاشرۃ الاشاعرۃ انما یتبعون الاشعری والشافعی لانہما ناقلا الدین عادلین فلا فرق فتدبر یعنی دوانی شیعہ پر اگر اس لیے اعتراض کرتا ہے کہ وہ اہل بیت کی متابعت اس سبب سے کرتے ہیں کہ وہ دین کے ناقل اور عادل بلکہ معصوم ہیں تو یہ طعن بسبب ائمہ کے عادل نہ ہونے کے ہے تو باعث زوال ایمان ہے اور اگر اس واسطے اعتراض ہے کہ گو عادل ہیں مگر متابعت ان کی صحیح نہیں تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے کیونکہ مثلاً اشاعرہ، اشعری اور شافعی کی متابعت اسی سبب سے کرتے ہیں کہ وہ دونوں عادل اور ناقل دین ہیں پس ان میں اور شیعہ میں کوئی فرق نہیں کیسے صحیح مانا جائے کہ ایک ہی سبب پر ایک کی متابعت صحیح ہو اور اسی سبب پر دوسرے کی صحیح نہ ہو ۱۲ مترجم۔ عہ فی الحجۃ البالغۃ عن ابن سیرین قال جلس قاس

غیرهما.

وبما قلنا اندفع التعارض الناشئ بين الحديث المذكور وبين الحديث المشهور على السنتهم ان صح الخلافة ثلاثون سنة الحديث. رواه احمد والترمذی وحسنه ورواه الحاكم وابوداؤد عن سفينة مرفوعًا كذا ذكره فی المشكوٰة بان يراد منه الخلافة النبوية المتصلة بعد النبی کانت لعلی ثم لذريته الطاهرة بوصية من سلف لمن خلف متصلًا الی القائم المنتظر عجل الله فرجه ورزقنا زيارته وشفاعته واعترف بتعارض الحديثين النووی ناقلًا عن القاضی عياض قد جاء فی الحديث الآخر الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم يكون ملكًا.

ہے؟

اور شاید اہل جماعۃ کو مفہوم اس حدیث سے بادشاہی کے ہی مراد ہونے کا وہم گذرا ہے جس سبب سے لوگوں کے کسی شخص پر اتفاق کر لینے سے یا غالب آ جانے والے کو امام بنا لیتے ہیں۔ اگرچہ اس شخص میں دین کی کوئی خصلت نہ ہو۔ جیسا کہ حال یزید و ولید وغیرہ سے مخفی نہیں! اور اسی ہمارے بیان کردہ مضمون سے وہ تعارض دفع ہو جاتا ہے جو درمیان حدیث مذکور (بارہ خلفاء) اور ان کی حدیث مشہور کے بشرط صحت اس کے پیدا ہوتا ہے کہ خلافت ہوت تیس سال تک رہے گی۔ آخر حدیث تک۔ جس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا۔ اور حاکم و ابوداؤد نے بھی سفینہ سے مرفوعاً روایت کیا جو مشکوٰۃ جلد ۲ ص۵۵ میں مذکور ہے اور ان کی تطبیق اس طرح ہے کہ اس سے خلافت نبویہ بلا فصل بعد النبیؐ جو علیؑ کو حاصل رہی مراد لی جائے۔ پھر بارہ خلفاء سے باقی گیارہ جناب حضرت علیؑ کی اولاد سے بوصیت سابق برائے لاحق متصل زمانہ میں یکے بعد دیگرے تا زمانہ قائم منتظر علیہ السلام عجل الله فرجه ورزقنا زیارته و شفاعته کے مراد ہوں۔ اور ہر دو حدیث مذکورہ کے تعارض کا نووی شرح مسلم میں قاضی عیاض مالکی سے ناقلاً بھی قائل ہے چنانچہ لکھا۔ جو دوسری حدیث میں آیا ہے میرے بعدؐ خلافت تیس سال ہو گی پھر ملک ہو گا

لہ یہ خلافت قریباً تیس سال تک زندگی علیؑ میں قائم رہی جس کو خلافت بعد النبیؐ کہا گیا (بوجہ اس سے متصل ہونے نکہ نبیؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) یعنی بلا فصل بعد نبیؐ کے وہ خلیفہ رہے اور دیگر ائمہ کی خلافت با فصل ہوئی (یعنی زمانہ نبوی سے) وہ حدیث اثنا عشر خلیفۃً میں بیان کی گئی بلکہ اس میں مجموعی صورت خلافت بلا فصل یا با فصل کو خلفاء رسول و ائمہ ہدیٰ و محافظین اسلام و ہادیان دین متین کے لئے بشارت دی گئی ہے جو بغیر ائمہ اہل بیتؑ کے یہ پیشین گوئی کسی دوسرے پر صادق نہیں آتی ۱۲ مترجم

لہ تو میرے بعد کی خلافت۔ لفظ بعدی جو الفاظ اس حدیث میں بقول نووی و قاضی عیاض کے وارد ہے اور بعض الفاظ بعض کے مفسر ہوتے ہیں اسی پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز سے اشارہ فرمایا کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خلافت متصلہ جو میرے بعد ہی شروع ہوگی۔ وہ قریباً تیس سال تک ہوگی اور ویسے کل خلفاء جن کے باعث دین قوی اور تا قیامت قائم رہے گا۔ سب بارہ ہوں گے اس طرح جملہ وہ احادیث مذکورہ جن میں خیر و شر کا سوال مذکور ہے متفق المعنیٰ ہو جاتی ہے ورنہ ایک مضمون بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جملہ سلاطین جنکو خلفاء کہا گیا ہے وہ سینکڑوں تک پہونچتے ہیں اور جن سے دین کو بجائے تقویت پہونچنے کے نقصان پہونچا۔ وہ بھی خلفاء سے شمار کئے جاتے ہیں اور خلفاء کا زمانہ بھی تیس سال سے متجاوز ہو گیا۔ کتاب شہادت القرآن مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ سیالکوٹ ص۴۳ میں لکھا ہے۔ اور یہ کہنا کہ حدیث میں آیا ہے کہ خلافت تیس سال تک ہوگی عجیب فہم ہے جس حالت میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ تو پھر اس کے مقابل پر کوئی حدیث پیش کرنا اور اس کے معنی مخالف قرآن قرار دینا معلوم نہیں کہ کس قسم کی سمجھ فہم ہے۔ اس کے بعد مرزا صاحب اس حدیث کو بخاری کی حدیث دمع اقرار اصح الکتب هذا خليفة الله المهدی سے معارضہ بیان کرتے ہیں پھر لکھتے ہیں۔ حدیث تیس سال والی میں علماء کو کئی طرح کا جرح ہے اور اس کی صحت میں کلام ہے انتہی۔ غور کا مقام ہے کہ حق سے دور افتادگان کو کہیں ٹھکانا نہیں ملتا کوئی توجیہ ان کی صحیح نہیں بنتی ایک کہتا ہے دوسرا خود انہیں میں سے اس کو رد کر دیتا ہے صحیح توجیہ یہی ہے جو متن میں مذکور ہوئی۔ ملا عصام نے دو خلیفوں کے وقت مخالفت اور عدم اجتماع امت کا اعتراض کیا ہے مگر خلیفہ اول و ثانی کا انعقاد خلافت ملاحظہ ہو تو کوئی بھی مخالفت سے خالی نہیں اس واسطے ہر چہار خلافتیں غیر صحیح ہو جاتی ہیں اور بارۂ خلیفے یعنی بارۂ امام سنیوں کے جو متن میں مذکور ہیں ان میں یزید و ولید وغیرہ ایسے ہیں جن کو عوام بھی سن کر ان کی امامت سے انکار کر دیتے ہیں ۱۲ مترجم۔

وهذا مخالف لحديث اثنى عشر خليفةً فانه لم يكن فى ثلاثين سنةً الا الخلفاء الراشدون الاربعة والاشهر اللتى بويع فيها الحسن بن على۔ انتهى ما فى شرح المسلم۔ فان انحصرت الخلافة الحقة فى ثلاثين سنةً يلزم بطلان خلافة ماوراء الاربعة ولم يستقم معنى قيام الدين باثنى عشر الى قيام الساعة وان اريدت الخلافة المطلقة فيتزيد ون على اثنى عشر كمالا يخفى على من له بصيرة وهذا من افادات تاج الاذكياء و رئيس الفضلاء

اور یہ حدیث اثنا عشر خلیفۃً کے مخالف ہے کیونکہ تیس سال میں تو صرف خلفاء راشدین ہوئے ہیں۔ بمع ان مہینوں کے جن میں امام حسن بن علی کی بیعت ہوئی۔ انتہی ما فی شرح المسلم ج۲ ص۱۱۹ پس اگر خلافت حقہ تیس سال میں منحصر ہو تو سوائے خلفاء اربعہ کے خلافت کا بطلان ثابت ہوتا ہے اور معنے استحکام دین کا بارہ خلیفوں کے ساتھ قیامت تک درست نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بارۂ خلفاء کی حدیث سے خلافت مطلق مراد ہے تو تعداد خلفاء کی بارۂ سے جاتی ہے جیسا کہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں اور

علامة الدهر فهامة العصر مؤيد الشرع القويم محي الصراط المستقيم العلامة الشيخ عبد العلي الهروي الطهراني قدس سره

ويؤيد ما قلنا في توفيق الحديثين حديث حذيفة الذي رواه الشيخان قال كان الناس يسئلون رسول الله ص عن الخير وكنت اسئله عن الشر مخافة ان يدركني قال قلت يا رسول الله انا كنا في جاهلية وشر فجاءنا الله بهذا الخير فهل بعد هذا الخير من شر قال نعم قلت وهل بعد ذلك الشر من خير قال نعم وفيه دخن (في المرقاة دخن اي كدورة الى سواد والمراد ان لا يكون خيرا صفوا بحتا بل يكون مشوبا بكدورة وظلمة) قلت وما دخنه قال قوم يستنون بغير سنتي ويهدون بغير هدى تعرف منه وتنكر قلت فهل بعد ذلك الخير من شر قال نعم - الحديث وفي رواية لمسلم قال يكون بعدي ائمة لا يهتدون بهداي ولا يستنون بسنتي۔

یہ مضمون افادات سرتاج اذکیاء رئیس فضلا مؤید شریعت مطہرہ صراط مستقیم کے زندہ کرنے والے جناب سرکار علامہ شیخ عبد العلی صاحب ہروی طہرانی قدس سرہٗ و اعلی اللہ مقامہ سے ہے۔

اور مؤید تطبیق مذکور کی حدیث حذیفہ کی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ حذیفہ نے کہا لوگ تو رسول علیہ السلام سے خیر کی نسبت سوال کرتے تھے اور میں شر کی نسبت سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ مبادا مجھے زمانہ شر آلے۔ کہتا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم زمانہ جاہلیت و شر میں تھے پس اللہ نے ہم کو یہ خیر پہونچائی جو حضور انور تشریف لائے اور ہم فیض یاب ہوئے۔ پس کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگی؟۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہوگی؟ فرمایا ہاں۔ مگر اس میں کدورت رہے گی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے دخن سے مراد کدورت مائل بسیاہی ہے اور مراد یہ ہے کہ خیر صافی خالص نہ ہوگی بلکہ سیاہی و اندھیرے سے ملی ہوئی ہوگی) حذیفہ کہتا ہے میں نے عرض کی دخن یعنی کدورت کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا اس زمانہ کے اندر کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے مطابق اور میرے ہدایت کے راستہ پر نہ چلیں گے تجھے ان کے وہ افعال جو خلاف سنت ہوں ناپسند ہوں گے۔ میں نے عرض کی اس خیر کے بعد پھر کچھ شر آئے گی؟۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی اس خیر کے بعد پھر کچھ شر آئے گی؟ فرمایا ہاں۔ آخر حدیث تک پڑھ لے۔

اور مسلم جلد ۲ ص۱۲۷ میں روایت ہے فرمایا میرے بعد ایسے امام بھی ہوں گے جو میرے طریقہ اور سنت پر نہ چلیں گے

ن؎ دیکھو بخاری مطبوعہ مصر ص۱۷۱ جلد ۲ باب علامات النبوۃ و جلد ۴ ص۱۳۸ اور انوار اللغۃ پ ۱۴ ص۲۳۵ میں مولوی وحید الزمان شرح حدیث حذیفہ میں لکھتے ہیں بھلائی سے مراد حضرت علیؑ کا زمانہ ہے برائی سے خوارج کا وجود انتہی۔ یعنی دخن سے یہ مراد ہے کہ زمانہ علی میں خوارج کی کدورت ہوگی ۱۲ مترجم۔

وسیکون منہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان[1] رجسد) انس قال حذیفہ قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذٰلک قال تسمع وتطیع الامیروان ضرب ظہرک واخذ مالک فاسمع واطع کذا فی المشکوٰۃ کتاب الفتن۔ اقول قولہ انا کنا فی جاہلیۃ و شر اراد بہ زمان قبل البعثۃ قولہ فجاء نا اللہ بہذا الخیر اراد بہ زمان النبی ص قولہ فہل بعد ہذا الخیر من شر اراد بہ زمن الثلاثۃ وما وقع فیہ لیس بخفی قولہ وہل بعد ذٰلک الشر من خیر اراد بہ زمان علیؑ واراد من قولہ وفیہ دخن معاویۃ ومن معہ قولہ فہل بعد ہذا الخیر من شر[2] اراد بہ زمان یزید ومن بعدہ واللہ اعلم۔

واعترف بما قلنا بعض محققی۔

اور کچھ ایسے آدمی ان سے ایسے ہوں گے جن کے دل مثل شیطان کے ہوں گے جو انسان کے جسم میں رکھے گئے ہیں۔ حذیفہ نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس وقت کس طرح کروں؟ اگر میرا اتفاق پڑ جائے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ سنکر اطاعت کر لینی اگرچہ تجھے مار پیٹ کریں یا تیرا مال ضبط ما کریں: تاہم سن لے اور اطاعت کر لے۔ اسی طرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۳؎ ۲۵۲ کتاب الفتن میں ہے۔ (ترجمہ مشکوٰۃ ص ۳ میں شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں۔ بعضے گفتہ اند و خیر بعد ازو ے زمان امیرالمومنین علیؑ دخن و شر بعد ازو ے زمان جماعت کہ لعن مے کردند وے را رضی اللہ عنہ بر منابر و واللہ اعلم انتہیٰ) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ حذیفہ کا یہ کہنا کہ ہم جاہلیت اور شر میں تھے اس سے زمانہ قبل بعثت کا ارادہ کیا اور اس کا قول کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہے اس سے مراد زمانہ نبوی ہے۔ اور اس کا قول کہ کیا اس خیر کے

[1] تاریخ الخلفاء طبع لاہور ص ۶ میں نبیؐ سے مرفوعاً مروی ہے الامراء من قریش ابرارہا و فجارہا امراء اور اسی کے ص ۸ میں ابی بکر سے مروی ہے کہا قریش ولاۃ ہذا الامر فبر الناس تبع لبرہم وفاجرہم تبع لفاجرہم انتہیٰ یعنی امراء قریش سے ہوتے رہیں گے نیک لوگوں کے سردار نیک ہوں گے اور وہ ان کے پیرو ہوں گے اور بدمعاش لوگوں کے سردار بدمعاش ہوں گے وہ انہی کے پیرو ہوں گے۔ قرآن میں دونوں قسم کے امام مذکور ہیں ۱۲ مترجم

[2] پھر اس شر کے بعد عرصہ طویل تک شر رہ کر خیر کا ہونا تھا جس سے زمانہ ظہور امام زمانؑ کا مراد ہے لہٰذا اس کے ذکر سے سکوت رہا اور خلافت شیخین کو زمانہ شر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تسلی کے واسطے دیکھو عینی شرح بخاری موسوم بہ عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۳۲۸۔ انوار اللغۃ مولوی وحید الزمان پارہ ۱ ص ۵ لغت اثرہ طبع احمدی لاہور میں ہے حدیث ستر ون اثرۃ تم دیکھو گے بلا استحقاق دوسروں کو تم پر فضیلت دی جائے گی (یہ نبیؐ نے علیؑ سے فرمایا) وعلی اثرۃ علینا گو ہم پر بلا استحقاق دوسروں کو فضیلت دی جائے (جب بھی ہم صبر کریں گے) یہ علیؑ نے جواب میں کہا انتہیٰ۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اهل الجماعۃ ایضًا کما فی شرح العقائد للتفتازانی فمعاویۃ ومن بعدہ لا یکونون خلفاء بل ملوکًا وامراء

بعد شر ہے اس سے مراد خلفاء ثلاثہ کا زمانہ ہے اور جو حالات اس میں ہوئے۔ وہ پوشیدہ نہیں ہیں اور اس شر کے بعد پھر خیر سے مراد علیؑ کا زمانہ ہے اور اس میں دخن یعنی کدورت سے شرارت و طغیان معاویہ کا مع تابعین اس کے مراد ہے پھر اس کے بعد شر کا پیدا ہونا فساد معاویہ و یزید وغیرہ کا زمانہ شروع ہونا مراد ہے واللہ اعلم۔

اور ہمارے مضمون مذکور کا بعض محققین اہل جماعۃ نے بھی اعتراف کیا ہے جیساکہ شرح عقاید تفتازانی میں ہے کہ معاویہ یا اس کے بعد بادشاہان اور امراء ہیں۔ خلفاء نہیں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) نیز دیکھو حدیث ابی ذر بیان ایمان عثمانؓ فلک النجاۃ جس میں امراء مال کو اپنے تصرف ذاتی میں لینے والوں کو خبر دی گئی ہے اور ابی ذرؓ کو صبر کی تلقین فرمائی گئی۔ حضرت ابوذر خلیفہ ثالث کے وقت فوت ہوئے اس سے بھی ثابت ہوا کہ زمانہ ثلاثہ زمانہ شر تھا ۱۲ مترجم۔

لہ شرح عقائد ص۱۰۹ میں یہ عبارت لکھی ہے اور یہ بھی لکھا۔ کہ خلافت تیس۳۰ سال ہوگی۔ پھر کہا وھذا مشکل یعنی یہ مشکل ہے الخ۔ مگر حسن اعتقاد حضرت حنفیہ پر قربان جائیے جو معاویہ کو امام حق تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص۸۳ میں لکھا ہے۔ پہلا بادشاہ ملوک مسلمین سے معاویہ ہے۔ لکنہ انما صار اماماً حقاً لما فوض الیہ حسن بن علی الخلافۃ الخ یعنی بادشاہت سے نکل کر بوقت صلح امام حسنؑ کے معاویہ صاحب یقیناً امام برحق ہو گئے تھے (اسی طرح حاشیہ ابوشکور سلمی برشرح عقاید طبع نولکشور ص۱۱۷ میں لکھا ہے۔ ثم بعد علی کان (معاویۃ) اماماً علی الحق عادلا فی دین اللہ وفی عمل الناس) اور اس سے پہلے حاشیہ میں شرح فقہ اکبر سے لکھا جا چکا ہے۔ کہ حدیث اثنا عشر خلیفۃً سے مراد بارہ امام ہیں جیساکہ اصل کتاب شرح فقہ اکبر بین بذیل لفظ خلیفۃً کے بین السطور اماماً لکھا ہے تو بارہ امام سنیوں کے نزدیک یقیناً یہی ہیں جو درج کتاب ہذا ہیں یعنی خلفاء اربعہ اور معاویہ ویزید و عبدالملک اور چار اس کی اولاد سے اور بارہواں ولید شرابی مشہور ہے اور اگرچہ اعتراضات کے بچاؤ سے ہمارے ائمہ کو سنی صاحبان زبانی طور پر امام کہتے ہیں لیکن اعتقاد اور ان کے عمل میں ان کے امام یہ ہیں جن کو سنیوں کے پیشوا اور مستند علماء بالتحقیق تاویل حدیث بارہ خلفاء میں لکھ چکے ہیں۔ اور شرح مقاصد ص۳۰۵ میں بذیل بیان بغاوت معاویہ کے لکھا ہے ولیسوا کفاراً ولا فسقۃً ولا ظلمۃً لما لھم من التاویل وان کان باطلاً فغایۃ الامر انھم اخطاؤا فی الاجتہاد وذلک لا یوجب التفسیق فضلاً عن التکفیر یعنی معاویہ وغیرہ باغیان نہ کافر ہیں اور نہ فاسق و ظالم کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جس سے انہوں نے بغاوت کی۔ اگرچہ وہ تاویل جھوٹی بھی ہے مگر غایۃ الامر انہوں نے اجتہاد میں خطا کی جس سے وہ فاسق بھی نہیں ہوتے چہ جائیکہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) ان کو کافر کہا جائے۔ انتہی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں لکھا ہے۔ کہ مذہب اہل سنت میں معاویہ باغی اور فاسق نہیں ہے۔ اب غور کا مقام یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مجرم نہیں ملتا جس کے پاس ارتکاب جرم کے لئے کوئی تاویل نہ ہو۔ پس باعتبار مذہب اہل سنت کے اس کو مجتہد قرار دے کر ارتکاب جرم کے لئے مختار و مجاز سمجھنا چاہیئے بلکہ اس پر مستحق ایک اجر کا ہوگا۔ ۱۲ مترجم۔

فی الخصائص للسیوطی اخرج البیهقی عن ابی بکرة مرفوعاً خلافة نبوة ثلاثون عاماً ثم یؤتی الله الملك من یشاء فقال معاویة قد رضینا بالملك. فقد ظهر ان معاویة ملك وهو الحق ولیس بخلیفة کما اقر هو بنفسه وما عداه بعضهم فهو من خبط حواسهم وعقولهم فی تاویل هذا الحدیث المذکور. وفی بغیة الرائد للسید الصدیق شهادت علی ع بر سر سال سی ام از وفات رسول خدا ص بوده پس معاویه وآنکه بعد او دست خلفاء نباشند بلکه ملوک وامراء بودند. وفی شواهد النبوة از

اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۱۶ میں ہے۔ بیہقی نے ابوبکرہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ خلافت نبوۃ تیس سال تک ہوگی۔ پھر ملک اللہ تعالے کا ہے جس کو چاہے اسے دے دے گا۔ معاویہ نے کہا ہم اسی ملک پر خوش ہیں (خواہ خلافت نبوۃ نہ ہی ملے) اس سے ظاہر ہوا کہ معاویہ بادشاہ تھا۔ خلیفہ نہ تھا جیسا کہ وہ خود اقرار کر رہا ہے اور جو بعض اہل علم بلکہ جملہ اہل سنۃ حدیث اثنا عشر کی تاویل میں معاویہ کو خلیفہ شمار کرتے ہیں تو یہ ان کے خبط عقل و اختلاط حواس کا سبب ہے اور بغیۃ الرائد مؤلفہ سید صدیق مؤلف تفسیر فتح البیان میں ہے کہ شہادت علی ع کی وفات رسول خدا

لہ روضۃ الصفا جلد ۳ ص۵ مطبوعہ نول کشور میں ہے کہ محمد حنفیہ نے جب دعویٰ امامت کیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا جس کے لئے حجر اسود گواہی دے وہ خلیفہ حق اور امام صادق ہے۔ چنانچہ محمد حنفیہ نے حجر اسود سے پوچھا مگر کوئی جواب نہ ملا پھر امام زین العابدینؑ نے فرمایا اے حجر اسود بزبان فصیح بیان کر کہ وصی و امام بعد امیر المومنین حسینؑ کے کون ہے تو حجر اسود حرکت میں آیا اور گواہی دی کہ امام و وصی حضرت زین العابدین ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خلافت نبویؐ کی بوصیت سابق بحق لاحق جو امامت خلق ہے وہ بدستور اہل بیت میں چلی آئی اگرچہ ظاہری سلطنت کسی اور کے پاس رہی ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ امام زین العابدین کے وقت میں ظاہری خلافت و سلطنت یزید بن معاویہ و معاویہ بن یزید و مروان وغیرہ کی ہو۔ تو پھر جھگڑا خلافت محمد حنفیہ اور امام زین العابدین کا کیسا تھا اور حجر اسود نے کیسی شہادت دی؟ بالضرور ظاہر ہوا کہ یہ خلافت نبوی و نیابت امامت دین کی تھی اور بادشاہان ظاہری بادشاہی کو خلافت نام رکھ کر لیتے رہے ۱۲ مترجم باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

جعفر[1] بن محمد کہ پدر من وصیت کرد کہ چوں من بمیرم تو مرا دفن کن و غسل دہ زیرا کہ امام را جز امام نہ شوید۔

سے تیسویں سال کے اختتام کے قریب ہوئی ہے پس معاویہ یا بعد اس کے خلفاء نہیں ہوں گے بلکہ بادشاہان اور امراء تصور ہوں گے

شواہد النبوۃ ص۱۸۱ میں ہے جعفر بن محمد سے مروی ہے کہا مجھے میرے باپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں وفات پاؤں تو تم ہی مجھے دفن کریں اور غسل دیں کیونکہ امام کو بجز امام کے کوئی غسل نہیں دے سکتا اور ص۱۰۲ میں ہے۔ امیر المومنین[2] علیؑ فرماتے ہیں کہ رسولؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کو غسل دوں! اور سبب زیادتی فہم علیؑ کا بھی یہ تھا کہ جو پانی مقام چشم مبارک رسولؐ میں جمع ہوا تھا غسل دینے کے بعد اس کو علیؑ نے پی لیا تھا۔ اسی طرح شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ما ثبت بالسنۃ ص۵۲، ۵۳ میں لکھا ہے

وفیہ امیر المومنین گوید کہ رسول وصیت کرد کہ بغسل وے من قیام نمائم و سبب زیادتی فہم ایں بود کہ آب جمع شدہ بموضع چشم رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را بعد غسل دادن علیؑ نوشید۔ کذا قال الشیخ الدہلوی فی ما ثبت بالسنۃ وفی الخصائص للسیوطی اخرج ابن سعد والبزار والبیھقی عن علیؑ قال اوصی رسول اللہؐ ان لا یغسلہ احد غیری الحدیث۔ واخرج ابوداؤد والحاکم وصححہ وغیرھما غسل علیؑ ایاہ ۱۰ انتھی۔ وھذا مما لا شک فیہ ان امیر المومنین علیًا صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی ابنائہ

داور شفا قاضی عیاض سے اسی کتاب ما ثبت میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کو ترتیب غسل نبیؐ میں ہاتف کی ندا آتی تھی کہ ایسا ایسا کرنا چاہیئے اور شواہد کی عبارت سابقہ سے ثابت ہوا کہ وفات رسول اللہؐ کے وقت بجز حضرت علیؑ کے اور کوئی امام نہ تھا جس کے سپرد غسل نبویؐ کا کام ہوتا اور حضرات ثلاثہ سے کوئی اس منزلت پر نہ پہونچا اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص۲۷۶ میں ہے کہ ابن سعد و بزار و بیہقی نے روایت کیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں مجھے رسول اللہؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو میرے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے۔ آخر حدیث تک۔ اور ابوداؤد حاکم نے صحیح کہہ کر اور

---

[1] روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۱ امام جعفر صادقؑ کی صفت میں لکھا ہے کہ کتاب جفر جامع ان کے پاس تھی اور امام نے فرمایا۔ سلونی قبل ان تفقدونی فانہ لا یحدثکم احد بعدی بمثل حدیثی یعنی فرمایا مجھ سے پوچھ لو میرے فوت ہونے سے پہلے ورنہ میرے بعد ایسی احادیث تم کو کوئی بیان نہ کرے گا۔ اسی طرح سیرت حلبیہ جلد ۳ ص۳۹۳ طبع مصر میں ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۷ ص۳۷۲ میں ہے کہ علماء انبیاء کے عالم ارواح میں خلیفے ہیں اور بادشاہ عالم اجساد میں ان کے خلیفے ہیں الخ یقیناً ائمہ اہل بیت کے برابر دوسرا کوئی ان کے زمانہ میں عالم نہ تھا اور دیگر وجوہ کی تائید سے بھی وہی خلفاء رسولؐ و حجج اللہ فی الارض ہیں ۱۲ مترجم۔

الطاہر بن غسل النبی ص وکفنہ ودفنہ و لم یشارکہ احد فی ھذا الامر من الخلفاء الثلاثۃ۔ وفی شواھد النبوۃ امیر المومنین علی امام اول است از ائمہ اثنا عشر۔ وفیہ امیر المومنین حسن ع ولی امام دوم است از ائمہ اثنا عشر وفیہ امام حسین امام سوم است و ھکذا عد کل واحد منھم الی ان ذکر غیبۃ الصغرٰی والکبرٰی لصاحب الامر والزمان ع۔

دوسروں نے بھی روایت کیا کہ جناب رسول خدا کو حضرت علی ع نے ہی غسل دیا۔ انتھٰی من الخصائص اور یہ بلاشک ہے کہ نبی علیہ السلام کو غسل و کفن و دفن علی ع نے دیا اور اس کام میں خلفاء ثلاثہ سے کوئی ان کا شریک نہیں ہوا۔ اور شواہد النبوۃ کے صفحہ ۱۵۹ میں ہے۔ امیر المومنین علی ع بارہ اماموں سے پہلے امام ہیں۔ اور ص۱۷۱ میں ہے امیر المومنین حسن ولی بارہ اماموں سے دوسرے امام ہیں۔ اور ص۱۷۳ میں ہے کہ امام حسین تیسرے امام بارہ اماموں میں سے ہیں۔ اور اسی طرح سب ائمہ اثنا عشر کو شمار کیا: تا اینکہ ص۲۱۲ میں غیبت صغرٰی وکبرٰی صاحب العصر والزمان کا ذکر کیا۔

لہ فتاوی عزیزی مؤلفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ص۶ میں لکھا ہے کہ مختار بعض ائمہ فن شریف حدیث کا مثل تور پشتی وقاضی عیاض اور ان کے متبعین مثل شیخ عبدالحق وغیرہ بزرگان قدس اللہ اسرارہم کا اور میلان امام نووی کا شرح مسلم میں بھی اسی طرف ہے کہ خلفاء اثنا عشر سے مراد عادلین مروجین دین متین قائم رکھنے والے اور نافذ کرنے والے احکام شریعت غرا کے والی خلافت نبوت کے بالاستحقاق والاتفاق نہ بسبیل تغلب وشقاق کے ہیں پھر کہا کہ احادیث بھی اس بات کی موید ہیں کہ دین ان سے قائم ہوگا اور اسلام ان سے عزیز رہے گا وغیرہ۔ پھر ص۸ میں کہا کہ اکثر شیعہ یہ سب صفات ائمہ اطہار پر منطبق کرتے ہیں۔ تو اسی نظر سے ہمارے نزدیک وہ گمراہ نہیں سمجھے جائیں گے انتھٰی۔ نیز مولوی وحیدالزمان نے بعض مقامات میں نام لے کر دوازدہ معصومین کو ائمہ خود مانا ہے۔ اور سید صدیق مؤلف فتح البیان نے رسالہ تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنا عشر میں اور کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اور نور الدین ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں اسی طرح صراحتاً واشارۃً بیان کیا ہے ۱۲ مترجم رسہیل یمن ج ۲ ص۱۱ میں تفسیر کشاف جلد ا تفسیر آیت واعتصموا بحبل اللہ میں منقول ہے کہ نبی ص نے فرمایا حضرت فاطمہؑ اور علی میرے دل کی ٹھنڈک اور نور بصر ہیں۔ ان کے دونوں بیٹے میرے ثمرہ دل کے اور ائمہ اولاد ان کی سے دوست دار رب کے ہیں خدا کا مضبوط رستہ ہیں جو آسمان سے زمین تک لٹکا ہوا ہے پس ان کے ساتھ جو تمسک کرے اس نے نجات پائی اور جو ان سے پیچھے رہا پس وہ ہلاک ہوا انتھٰی۔ اور تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۵ ص۲۳ میں امام رضا کی نسبت لکھا ہے وابن اثیر جزری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسٰی الرضا را مجدد مذہب امامیہ در قرن ثالث گفتہ

باقی حاشیہ آگے

است پس مرادش آن است کہ امامیہ مذہب قدون خود را بادمے رسانند ودراں وقت ماخذ مذہب خود وداد اورا داانند انتہی۔ ۵۲ استقصاء الافہام جلد اول صـ۱۰ میں روضۃ الاحباب سے امام دوازدہم کی ولادت و غیبت مطابق اثنا عشری کے لکھی ہے۔ نیز روضۃ المناظر ابن شحنہ حنفی طبع مصر بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صـ۱۷۹ میں ولادت قائم آل محمدؑ ۲۵۵ھ میں لکھی ہے اس طرح وولد لھذا الحسن ولدہ المنتظر ثانی عشرھم ویقال لہ المھدی والقائم والحجۃ محمدؑ ولد فی سنۃ خمس وخمسین ومائتین۔ الخ اور دلائل وجود امام زمان و غیبت صغرے وکبرے اور اس پر سوال وجواب وتفصیل تمام کتب متعلقہ اس باب میں مرقوم ہیں جو حضرات مزید تفصیل کے شائق ہوں وہ دلیل العرفان فی جواب تشحیذ الاذہان مؤلفہ رئیس المناظرین مرزا مولوی احمد علی صاحب امرتسری ثم الاہوری یا صراط سوی فی احوال المہدی مؤلفہ مولوی سید محمد سبطین صاحب اور در مقصود در احوال مہدی موعود مولفہ سید اولاد حیدر صاحب بالقابہ وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں ۱۲ مترجم۔

وقال وحید الزمان فی ترجمۃ سنن[1] ابن ماجہ۔ ہم تو ادھر جائیں گے جدھر ہمارے سردار گئے ہیں۔ یعنی حضرت رسول کریمؐ اور آپ کے بعد امیر المومنین حضرت علیؑ اور بعد امام حسنؑ امام حسینؑ اور ان کے بعد ائمہ اہل بیت علیہم السلام۔ الخ۔ ھذا ھوا لحق وما ذا بعد الحق الا الضلال واکثرھم للحق کارھون وغیر ھذا غایۃ الاشکال ونہایۃ المحال۔

اور علامہ وحید الزمان صاحب مترجم صحاح ستہ نے ترجمہ سنن ابن ماجہ کے جلد ۱ صـ۲۹۲ میں لکھا ہے ہم تو ادھر جائیں گے جدھر ہمارے سردار گئے ہیں۔ یعنی حضرت رسول کریمؐ اور آپ کے بعد امیر المومنین حضرت علیؑ اور بعد امام حسنؑ امام حسینؑ اور ان کے بعد ائمہ اہل بیتؑ الخ۔ یہی حق ہے اور اکثر لوگ حق سے کراہت کرتے ہیں اور بجز اس کے امر محال ومشکل ہے۔

---

[1] انوار اللغۃ لمولوی وحید الزمان پارہ ۲ صفحہ ۲۷ لغت برج طبع بنگلور میں ہے والسماء ذات البروج قال اما السماء فانا واما البروج فالائمۃ بعدی اولھم علیؑ وآخرھم المھدیؑ یعنی نبیؐ نے فرمایا میں بمنزلہ آسمان کے ہوں اور ائمہ میرے بعد پہلے علیؑ اور آخر مہدیؑ بمنزلہ برجوں کے ہیں۔ اور اسی کتاب پارہ ا طبع بنگلور لغت امر صـ۴۶ میں ہے یکون فی امتی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش۔ میری امت میں بارہ امیر ہوں گے سب قریش ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے کہ مراد ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں اور امارت سے دینی) باقی آگے

پیشوائی و سرداری مراد ہے نہ حکومت ظاہری واللہ اعلم۔ انتہیٰ لعینہ۔ اور دیکھو فلک النجاۃ تحقیق ملا معین از دراسات اللبیب۔ بیان تطہیر اہلبیت نبی ص اور ان کی عصمت ۱۲ مترجم۔

ف۲ ائمہ دوازدہ کے پیروی کنندگان کو یہ فخر ہونا چاہیئے کہ دنیا و آخرت میں ان کو شیعہ اثنا عشری کے خطاب سے پکارا جانا یقینی ہے اور ضرور ہے کہ خادمان آل محمد ص اور گیرندگان دامن ائمہ اطہار کی شفاعت بھی قیامت کے دن حضرات معصومین فرما کر دریائے رحمت الٰہی کو جوش میں لائیں گے اور مقلدین دیگر حضرات کے مقام پشیمانی و سرگردانی میں غم کھائیں گے۔ کیونکہ ان کے پیشوا خود غرق دریا عصیان و حرمان میں ہوکر موافق فرمان الٰہی اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا کے اپنے مقلدین سے بیزار ہوں گے۔ حالانکہ مطابق اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کے لوگوں نے دنیا میں ان کو پیشوا بمنزلہ رب کے بنا رکھا تھا جیسا کہ تفسیر در منثور جلد ۳ صـ۲۳ میں باسانید صحیحہ کثیرہ بذیل آیت مذکورہ کے لکھا ہے بالاتفاق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ لوگ اپنے علماء و زاہدین کے ایسے پیرو تھے کہ جو کچھ وہ حرام و حلال وغیرہ میں حکم دیتے اسی پر عمل کرتے تھے نہ یہ کہ ان کی عبادت سجدہ وغیرہ سے کرتے تھے بلکہ فقط شرک فی الاطاعت کرتے تھے تو ایسے لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے نام سے ہی قیامت کے دن پکارا جائے گا۔ دلیل اس کی آیت یوم ندعوا کل اناس بامامھم پ۱۵ سورت بنی اسرائیل ہے یعنی یاد کر اے رسول ص اس دن کو جب کہ ہم ہر گروہ کو اس کے پیشوا کے نام سے پکاریں گے۔ مثلاً شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ حنفی۔ مرزائی۔ شیعہ اثناعشری وغیرہ۔ تفسیر آیت کے لئے دیکھو تفسیر در منثور جلد ۴ صـ۱۹۴ باسنا د ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ کے ابن عباس سے مروی ہے۔ فرمایا۔ یوم ندعوا۔ الخ سے مراد یہ ہے کہ اپنے امام کے نام سے بلائیں گے خواہ امام ہدایت ہو۔ خواہ امام ضلالت ہو اور باسناد ابن مردویہ کے (وسکت علیہ السیوطی) علی ع سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ نے معنے اس کا یہ ہے کہ ہر قوم کو ان کے امام زمانہ اور کتاب خدا اور طریق نبی ص کے ساتھ بلایا جائے گا۔ انتہی۔ معلوم ہوا کہ تین صفات سے پکارا جائے گا۔ ایک تو ہر بشر کے وقت میں ایک نہ ایک امام اس زمانہ کا ہوگا۔ اس کے نام سے پکارا جائے گا۔ دوسرا اس وقت کی کتاب خدا کے نام سے۔ اور تیسرا اس وقت کے نبی ص کے نام پر بلایا جائے گا۔ تو یہ غلط ہے جو امام سے مراد صرف رسول ص لیتے ہیں اور بس۔ کیونکہ خدا کے بندے کہلا کر انہی کو رب سمجھ کر جب پیروی احبار و رہبان کر کے زیر وعید اتخذوا احبارھم کے آگئے ہیں۔ تو جو رسول کی امت کہلا کر اطاعت اس کی چھوڑتے ہیں اور غیر کی اطاعت کرتے ہیں وہ بلاشک رسول کے مقلد نہیں ہیں اور نہ رسول ان کے پیشوا ہوں گے وہ اپنے پیشواؤں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ مزید ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر، ترجمان القرآن صـ۱۷۱ بحوالہ فتح البیان حضرت علی ع سے مروی ہے مراد امام سے امام عصر ہے اہل ہر عصر

ہمراہ اپنے امام کے بلائے جائیں گے جس کے امر و نہی پر چلتے تھے۔ اسی طرح فتح البیان کے جلد ۵ صـ۳۲۷ و روح البیان جلد ۵ صـ۱۸۷ میں ہے اور زیادہ کیا کہ قرطبی نے کہا ہے سب کو ان کے مذاہب سے بلایا جائے گا۔ اس طرح کہ دنیا میں جس کی تقلید اور پیروی کرتے تھے انہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ کہا جائے گا۔ یا حنفی۔ یا شافعی۔ الخ۔ اسی طرح بعینہٖ تفسیر حسینی میں زیر آیت یوم ندعوا کے ہے اور تفسیر خازن جلد ۳ صـ۱۷۳ طبع مصر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کا معنے یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے امام کے نام پہ بلایا جائے گا۔ جس کا دنیا میں پیرو رہا ہو۔ خواہ امام ہدایت پہ چلانے والا ہو خواہ گمراہی پہ۔ اس لئے کہ ہر قوم اپنے افعال خیر و شر میں ایک پیشوا کے پیچھے ہوتی ہے انتہی۔ اور تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صـ۸۱ میں ہے۔

واولی ھذہ الاقوال عندنا بالصواب قول من قال معنیٰ ذٰلک یوم ندعوا کل اناس بامامھم الذی کانوا یقتدون بہ۔ الخ (ترجمہ) سب سے بہتر اور صحیح اس کا قول ہے جس نے اس آیت کا یہ معنے کیا ہے۔ سب کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ پیروی کرتے ہوں گے۔ یعنی دنیا میں اس کی اقتدا کرتے ہوں گے کیونکہ عرب لفظ امام کو اغلب طور پر اس کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ اقتدا کرتے اور دنیا میں اس کی پیروی کرتے ہوں۔ اور معانی کلام الٰہی کی توجیہ مشہور تر استعمال کے لحاظ سے اولیٰ ہوتی ہے جب تک اس مشہور اصطلاح کے مخالف کوئی مسلم دلیل ثابت نہ ہو۔ انتہیٰ۔

اور تفسیر سراج المنیر جلد ۲ صـ۳۲۱ طبع نول کشور میں ہے۔ کل من ائتم بہ قوم کانوا علٰے ھدی او ضلالۃ (ثم قال ونقل الحدیث المرفوع) ثم ینادی الاتباع یا اتباع فرعون واتباع فلان و فلان من رؤساء الضلال۔ الخ۔ یعنے امام سے مراد وہ ہے جس کی قوم پیروی کرے ہدایت پہ ہوں یا گمراہی پہ پھر حدیث مرفوع نقل کی کہ رسول ص نے فرمایا پھر پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن پکارا جائے گا۔ اے مقلدین فرعون اے پیروان فلاں و فلاں سرداران گمراہی کے نام سے بلایا جائے گا۔ الخ۔

اور تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۲۲ میں بعینہٖ مثل سراج المنیر کے لکھا ہے۔ پس تفاسیر آیت مذکورہ اور ظاہر معنے آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام سے مراد عام ہے امام ہدایت ہو یا امام ضلالت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ الآیہ پ۱۷ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار الآیہ پ۲۰ (ترجمہ) ہم نے ان کو ایسا امام بنایا کہ ہمارے امر کی ساتھ ہدایت کرتے ہیں۔ اور فعل خیرات کی ان کی طرف ہم نے وحی بھی کی ہے الخ اور دوسری جگہ فرمایا ہم نے ان کو امام کیا ہے جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں الخ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جو لوگ امام ضلالت کے پیرو ہوں گے وہ ان کے نام سے بلائے جائیں گے اور ایسے لوگ عذاب کو دیکھ کر پچھتائیں گے۔ مگر اس وقت پچھتانا کیا فائدہ؟ دنیا ہے پڑھیے آیت یوم یعض الظالم علٰی یدیہ یقول یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔ یا ویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔ یعنی اس دن کو یاد کرے رسول جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے

گا اور حسرت کرتے ہی کہے گا۔ افسوس ہے کہ میں رسول اللہ کے راہ پر چلتا اور اس کی پیروی کرتا۔ ہائے افسوس میں فلاں کو دوست نہ رکھتا۔ اور اس کی پیروی نہ کرتا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی رسول کے بر خلاف چلے اس کی دوستی منع ہے بلکہ اس سے بیزار رہنا چاہیئے۔ اور حکم نبوی کی اطاعت کرنی چاہیئے اور بعد رسول ؐ کے بحکم رسول ؐ جانشین رسول ؐ حضرت علی ؑ امام حق ہیں اور بعد ازاں ان کی نص سے جو مثل نص نبوی کے ہے باقی ائمہ اطہار واجب الاطاعت ہیں جو ان کے حکم پر عمل نہ کرے گا اور اپنا نیا مذہب اختراع کرے گا اور اپنے مقرر کردہ پیشواؤں کی پیروی کرنے اور کرانے کا التزام واہتمام کرے وہ آیت مذکورہ کے وعید میں آ جائے گا۔ اسی واسطے آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن رسول فرمائے گا یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ یعنی اے میرے رب میری قوم نے قرآن کو بیکار چھوڑ دیا۔ یعنی اس طرح کہ قرآن کو اہل بیت سے جو قیامت تک جدا نہ ہونے والے تھے جدا کر کے اس کی تفسیر بالرائی کرتے رہے اور ائمہ ہدیٰ سے جو دین کے استاد تھے، قرآن نہ سیکھا۔

اور آیت یوم یعض الظالم میں جو لفظ ظلم وارد ہے جس کا معنیٰ وضع الشئی فی غیر محلہ یعنی شئے کو اپنے مقام پر نہ رکھنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ امامت کو بعض لوگوں نے بے محل مخالف حکم و منشاء رسول ؐ کے رکھا۔ یعنی جو بحکم ائمۃ یھدون بامرنا کے امر خدا سے ائمہ مقرر تھے اور اس کے فرمان کے مطابق نہ اپنے قیاس سے تعلیم دیتے تھے۔ ان کو امام نہ سمجھا۔ بلکہ امامت کو غیر مستحقوں کے حوالہ کر دیا۔ وہ یہی افسوس کریں گے کہ ہائے ہم ان جھوٹے اماموں کو دوست نہ رکھتے۔

ع۵ تفسیر آیت اتخذوا احبارھم مثل درمنثور فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ و تفسیر عزیزی پارہ ۱ صفحہ ۱۱۶ و کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۳ ، و عقد الجید شاہ ولی اللہ صفحہ ۴۶ میں ہے۔ ایضاً تفسیر یوم ندعوا کل اناس بامامھم کے لئے ترجمان القرآن پارہ ۱۵ بنی اسرائیل صفحہ ۲۲ میں بہ تفسیر آیت مذکورہ لکھا ہے علی بن ابی طالب ؑ نے کہا مراد امام سے امام عصر ہے اہل ہر ہمراہ اپنے امام کے بلائے جائیں گے جس کے امر و نہی پر چلتے تھے (بھر کہا) ابو عبیدہ نے کہا ہے مراد امام سے صاحب مذہب سے مثلاً یوں کہا جائے گا۔ این التابعون للعالم فلان بن فلان کہاں ہیں فلاں کے تابع (پھر کہا) قرطبی نے کہا یہ پکار ساتھ مذہب کے ہو گی جس کے ساتھ دنیا میں پکارے جاتے تھے اور اس مذہب کے مقلد تھے۔ مثلاً یوں کہیں گے اے حنفی اے شافعی۔ اے معتزلی۔ اے قدری۔ انتہی۔ اگرچہ اور اقوال تفسیریہ کو درج کر کے بعض کو ترجیح دی مگر ہر ایک کی رائے ہے۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ بعض علمار سنیوں کے ہمارے مدعا کے مطابق کہتے ہیں۔ اور مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ مصر بر حاشیہ نہایہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں ندعوا کل اناس بامامھم کی تفسیر میں لکھا ای بالذی یقتدون بہ یعنے اس کے ساتھ بلائے جائیں گے جس کی وہ پیروی کرتے ہونگے ۱۲ مترجم

ہر زمانہ میں[۵۱] امام کا وجود ضروری ہے

بعض معاصرین کا خیال ہے کہ بعد وفات نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ نبی وامام کی چند سال تک ضرورت تھی کہ اسلام کی تعلیم شائع ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں۔ مگر یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ جو ضرورت پہلے تھی وہ قیامت تک باقی ہے اس طرح کہ یا تو قرآن و احادیث کے ہوتے ہوئے بعد نبی ص کے کسی ایسے وجود کی ضرورت نہیں جو جملہ افراد سے اعلم ہو اور بوقت اختلاف تاویل و تفسیر قرآن اور اختلاف احادیث و روایات کے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کا فیصلہ سب پر حجت اور واجب الاطاعت ہو اور سیاسی انتظام کی استعداد بھی رکھتا ہو۔ اور یا ضرورت ہے۔ اگر ہے تو قیامت تک نئے نئے خیالات کے پیدا ہونے والے بنی نوع انسان کے لیئے ہمیشہ وہ ضرورت باقی ہے۔ چنانچہ بوقت وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے بقول اہل سنن انعقاد خلافت کو غسل و کفن آنحضرت صلعم سے اہم ترین سمجھا گیا۔ اور بعد میں بھی ہمیشہ اس ضرورت کے سنی علماء اقرار کرتے ہیں جس طرح کہ اسی کتاب کے شروع بیان ضرورت

باقی مضمون اگلے صفحہ پر

---

۵۱ ہر زمانہ میں ایک امام کی ضرورت۔ دیکھو صواعق دربیان تطہیر اور عبارت کبیر دربیان ضرورت خلیفہ نبی ص اور آیت وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ بھی ایک فرد اہل بیت رسول کے ہر زمانہ میں موجود ہونے پر دال ہے۔ تفصیل کے لیئے دیکھو حوالہ صواعق دربیان آیت تطہیر اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱ میں تفسیر آیت مذکورہ ملاحظہ ہو اس میں حدیث صحیح علی شرط الشیخین لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ستارے اہل زمین کے لئے غرق سے امان ہیں کہ سمندروں میں ان کے نشانات سے سفر کیا جاتا ہے اور میرے اہل بیت میری امت کے واسطے اختلاف سے امان ہیں پس جو قبیلہ عرب اہل بیت کے مخالف ہوگا مختلف ہو کر گروہ ابلیس ہو جائے گا۔ پھر حدیث سفینہ نوحؑ کو بیان کیا ہے۔ پھر وجہ لکھی یہ کہ نبی ص نے اہل بیت کے حق میں فرمایا یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور جناب فاطمہؑ جگر گوشہ رسول ہیں۔ اور ان کی اولاد امان ہونے میں قائم مقام رسولؐ ہیں۔ اور لکھا کہ اہل بیت سے مراد جو امان ہیں ان کے علماء ہیں جن کے ذریعہ ستاروں کی مانند رہنمائی ہوتی ہے۔ انتہیٰ من الصواعق ظاہر ہے کہ معانی قرآن میں اختلاف چلا آتا ہے اور صحیح تاویل کے واسطے نائب رسول کی ضرورت ہے چنانچہ خصائص نسائی صفحہ ۸۷ میں مروی ہے۔ نبیؐ نے فرمایا۔ ان منکم من یقاتل علیٰ تاویل القرآن کما قاتلت علیٰ تنزیلہ فقال ابوبکرؓ انا فقال لا فقال عمرؓ انا فقال لا ولکن خاصف النعل الخ۔ یعنے تم میں سے وہ بھی ہے جو تاویل قرآن پر جنگ کریگا جیسے میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی۔ پس حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا وہ میں ہوں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ہے جو جوتا کو پیوند لگا رہا ہے اس وقت حضرت علی ع نبی ص کے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔ تفسیر عزیزی ۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مؤلفہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی پارہ ۳۰ عم صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱ میں ناقہ صالح ع کی باحادیث صحیح مشابہت جناب علی ع سے ثابت کی گئی ہے کہ جیسے ناقہ کا معجزہ باعث ہدایت و اظہار کمال تھا۔ اسی طرح حضرت علی بھی ہیں۔ (آخر لکھا) اور اولاد علی ع کا نور طبقہ بعد طبقہ ہدایت کے لئے موجود رہا جو اپنے وقت میں امام رہا ہے۔ انتہی۔

نوٹ یہ حدیث بطلان خلافت شیخین کے واسطے کافی دلیل ہے۔ غور فرمایئے کہ نائب پیغمبر بجائے پیغمبر جنگ کرنے والے جناب امیر تھے۔ شیخین کو باوجود حرص کے جواب نفی میں ملا۔ اور اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۹۶ میں ہے کہ حدیث حسن میں ہے نبی ع نے فرمایا میرے اہل بیت میرے رازدار اور معدن معارف ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

بقیہ مضمون صفحہ) امام میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اور اگر ہمیشہ ضرورت باقی ہے تو محض انتظام ملکی کے لئے اگر خلیفہ کی ضرورت ہے تب عیسائیوں کی سلطنت میں سب سے اعلیٰ انتظام موجود ہے لہٰذا جو بادشاہ بلفظ دیگر خلیفہ آج کل لنڈن میں موجود ہے خلیفہ ہمیشہ یہی یا اس کی مثل ہونا چاہیئے مگر نائب نبی ع اور دین کا حامی و معاون جس سے دین قوت پکڑے اور جو حدیث اثنا عشر خلیفہؑ سے ثابت ہوتا ہے اس کا مصداق ایسا خلیفہ نہیں ہو سکتا اور نہ وہ ضرورت وغایت وغرض اس سے پوری ہو سکتی ہے۔ پس لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمیشہ ایسے وجود کی ضرورت ہے جس سے اغراض دینیہ مذکورہ پوری ہو سکیں اور غور کرنے سے بجز ائمہ خاندان نبوۃ یعنی ذریت طیبہ جناب زہرا علیہ السلام کے دوسرا کوئی صفات کاملہ نبویہ سے متصف جو شرعی امور کی تعلیم میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ بوجہ اس کے اعلم ہونے کے سب اس کے محتاج ہوں وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہو ایسا نہیں مل سکتا۔ نیز اگر چند سال تک خلافت کی ضرورت تھی تو بارہ خلفاء کی حدیث ارشاد فرمانے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر بقول اہل تسنن بارہ خلفاء سے وہی مراد ہوں جنمیں یزید و ولید داخل ہیں تو ان سے بجائے تقویت دین کے تضیع دین صادر ہوئی اور ان کا زمانہ سلطنت ختم ہو چکا مگر ضرورت خلیفہ کی بدستور باقی ہے اور تمام روئے زمین کی سلطنت نہ ان کے عہد میں ان کو حاصل تھی اور نہ کسی کو آج حاصل ہے اور ویسے کسی حصہ زمین کی سلطنت کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہونے کا نام اگر خلافت ہے تو وہ پہلے بھی سیکڑوں ہوئے اور اب بھی چند موجود ہیں۔ مگر باعتبار اغراض دینیہ کے یہ سراسر غلط ہے اور علامہ ابن حجر کا بیان صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۹۰ میں ہمارے مدعا کا مؤید ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث ثقلین میں جو حکم اہل بیت کے تمسک کا وارد ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہل بیت نبوی سے ہر زمانہ میں قیامت تک ایک نہ ایک قابل تمسک فرد موجود رہے گا۔ جیسا کہ کتاب اللہ موجود ہے۔ اور اسی واسطے ان کو آنحضرتؐ اہل زمین کے لئے باعث امان فرماتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں سب سے کافی دلیل دوسری حدیث ہے جس میں نبی ع نے فرمایا میرے بعد میری امت میں ہمیشہ عادلین میرے اہل بیت ع سے

(بقیہ مضمون) موجود رہیں گے جو اس دین کو گمراہ لوگوں کی تحریف اور تاویل جاہلیں اور جھوٹے لوگوں سے بچاکر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔ خبردار تمہارے پیشوا تم کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لیجانے والے ہیں اس لئے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو (اس جگہ آیت یوم ندعوا کل اناس بامامہم کا مضمون بھی ملحوظ رکھئے) دیکھو صواعق محرقہ ص۹۰ حدیث فی کل خلف[۱] من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ھٰذا الدین تحریف الضالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاہلین الاوان ائمتکم وفدکم الی اللہ عزوجل فانظروا من توفدون انتھٰی۔ انصاف سے فرمایئے کہ عادلین اہل بیت نبوی سے ائمہ دوازدہ کے برابر کوئی اور مل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا انہی کو پیشوا بنا کر انہی کے اقوال واعمال پر عمل کرنے سے بالاتفاق نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ بلکہ متیقن ہے۔ اور اہل بیت کی تشریح ہم ابتدائے کتاب میں لکھ چکے ہیں۔

باقی مضمون ص۵۰۱ پر

[۱] حدیث فی کل خلف من امتی عدول۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۱۰ میں بھی باسناد حاکم وابن عدی وابو نعیم و بیہقی پانچ صحابہ سے مرفوعاً وابو نصر السنجری وابن عساکر کے مروی ہے۔ نیز دیکھو اسی کتاب کنز العمال کا جلد ۴ ص۲۱۶ و ص۲۱۷ اور ص۲۱۸ میں تصحیح حدیث کی تصریح ہے (رفع اشتباہ) اہل تسنن زبان سے کہتے ہیں کہ ہم دوازدہ ائمہ علیہم السلام کو مانتے ہیں لیکن ہمیں ان سے کوئی روایت صحیح یا کتاب صحیح نہیں ملتی اور شیعہ جھوٹی روایات ائمہ پر تھوپ دیتے ہیں۔ اس لئے مجبور ہیں ہم کہتے ہیں کہ جن روایات کو ائمہ اہل بیت سے تم اپنی صحیح کتابوں میں دیکھتے ہو کیا ان پر عمل کرتے ہو اور دوسرے اقوال مخالف اہل بیت کو ترک کر دیا ہے تب تو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ آپ ایمانداری سے کہتے ہیں مگر امہات الاولاد کی بیع جائز یا مسح پاؤں کا وضو میں یا چور کا ہاتھ انگلیوں کی جڑ سے کاٹنا یا وجہت وجہی نماز میں پڑھنا حضرت علیؑ کا مذہب آپ جانتے ہیں۔ اور امام باقرؑ کا مذہب پاؤں کا مسح اور امام صادقؑ کا مذہب حرمت خرگوش آپ کی ہی کتابوں میں لکھا ہے۔ پھر اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔ اصل میں آپ نام کے لئے دوازدہ امام اہل بیت کے جانتے ہیں اور اقتدار کے لئے ابو حنیفہ وغیرہ کو امام جانتے ہیں اور جو کتب امامیہ میں مشہور روایات ائمہ اہل بیتؑ سے مروی ہیں ان کو بھی آپ کا نہ ماننا محض تعصب کی وجہ سے ہے ورنہ جو کتب فقہ وحدیث میں سنیوں کے اپنے ائمہ مجتہدین سے روایات لکھی ہیں ان کو کس طرح صحیح مانا جاتا ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے کہ اپنے ائمہ سے آپ کے علماء جو روایت کریں اس کی صحیح نسبت آپ کے مجتہدین کی طرف سمجھی جاتی ہے۔ اور جو ہمارے علماء اپنے ائمہ اہل بیتؑ طاہرین سے روایت کریں۔ آپ لوگ ان کی طرف جھوٹی نسبت سمجھیں۔ اس صورت میں جیسے کہ آپ کہتے ہیں کہ ائمہ طاہرین سنی تھے اور شیعہ ان پر جھوٹی روایات تھوپ رہے ہیں۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ ائمہ اہل بیت کو ہی اپنا ہر امر میں پیشوا سمجھنا چاہیئے۔ تو اس کے بعد ہم نے روایات اہل بیت کی تلاش کی کتب سنیہ میں مکحول۔ حماد۔ ابراہیم۔ حسن بصری۔ وغیرہ کے اقوال علماء امت کے نظر آتے ہیں۔ کچھ مجتہدین ابو حنیفہ شافعی وغیرہ کے اقوال دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر ائمہ اہل بیتؑ کا بلحاظ امامت ان سے احکام اخذ کرنے کی صورت میں نام تک مذکور ہونا شاذ و نادر اور کالمعدوم ہے۔ جس جگہ ذکر آگیا وہ بھی بالتضعیف

(بقیہ حاشیہ) کی زد میں آجاتا ہے یا عمداً ترک کر دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اور سب اہل مذاہب اپنے اپنے مقتداؤں و پیشواؤں کی طرف اپنا مذہب منسوب کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ائمہ دوازدہ اہل بیتؑ کی طرف بجز شیعہ اثنا عشریہ کسی کو منسوب نہ پایا گیا۔ یہی ایک فرقہ مسلمانوں کا ایسا معلوم ہوا جو ہر مسئلہ میں بہ تعمیل حدیث ثقلین و آیت اطاعت اولی الامر کے دوازدہ ائمہؑ کی روایت تلاش کرتے ہیں اور ہر جگہ انہی سے سند لیتے ہیں۔ اور کوئی مذہب دنیا بھر میں نظر نہیں آیا جس میں ان ائمہؑ کو پیشوا جان کر انہی سے سب احکام اخذ کیے گئے ہوں اور جس میں بغیر ان کے کسی ان کے ہم زمان امتی کے قول کی پرواہ نہ کی گئی ہو۔ لہٰذا مجبوراً ہم اسی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو ہی مذہب ائمہ اہل بیتؑ سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرنا باعث نجات جانتے ہیں۔ کیونکہ جن کو ہم ائمہ تسلیم کر

— باقی حاشیہ ص۵۰۲ پر

بقیہ حاشیہ ۱؎ فتاویٰ عزیزی اردو مسمی بہ سرور عزیزی مطبوعہ فخر المطابع لکھنو جلد اص۱۹۸ میں شاہ عبد العزیز کا اپنا ایک خواب درج ہے جس میں شاہ صاحب اپنی ملاقات جناب علیؑ سے بیان کرتے ہیں اور شرف زیارت کے علاوہ مکالمہ بھی بیان کرتے ہیں جمیں امیرؑ سے چند سوالات کا جواب لیا ہے۔ ان سوالات میں ایک یہ تھا کہ مذاہب فقہا سے کون مذہب جناب عالی کو پسند ہے۔ ارشاد ہوا کہ (ان کا) کوئی مذہب ہمکو پسند نہیں یا یہ فرمایا کہ ہمارے طریقہ پر نہیں لوگوں نے افراط تفریط کو راہ دی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کا کون طریقہ جناب عالی کے طریقہ کے موافق ہے تو ارشاد فرمایا کہ اس کا بھی وہی جواب ہے۔ ہر طریقہ میں چیز ہائے ناپسندیدہ خلاف ہمارے طریقہ کے اختراع کی ہیں۔ اور ہمارے طریقہ کی چیزوں میں کمی کر دی ہے الخ۔ پھر ص۲۰۵ پر لکھا ہے صرف مخالفت جزوی درمیان مذاہب ائمہ اربعہ و مذہب حضرت امیرؑ کے ہے (یہ عبد العزیز کی اپنی رائے ہے۔ مترجم) پھر ص۲۱۲ پر لکھا ہے حاصل کلام تقریر مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ اس خواب کی صحت پر یہ اعتراض صحیح نہیں کہ اس خواب سے لازم آتا ہے کہ مذاہب ائمہ اربعہ کے باطل ہیں الخ۔ شاہ صاحب اس خواب کو رؤیا صادقہ صالحین سے شمار کرتے ہیں جو حدیث میں جزءٌ من اجزاء النبوۃ کے درجہ پر ہے۔ لہٰذا سنیوں کے مذاہب اربعہ اور طرق صوفیہ کا حال اس سے روشن ہے گو تاویلات کا باب مفتوح ہے۔ مگر اس سے ظاہر ہے کہ حضرت علی کے مذہب کے خلاف یہ مذاہب و طرق سنیوں نے اختراع کیے ہیں۔ اور شروع مکالمہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ کسی شخص نے زبان پشتو میں کوئی کتاب لکھی ہے اور اس میں میری تحقیر کی ہے تم اس کی خبر ہے یا نہیں الخ۔ غالباً اس سے صواقع نصر اللہ کابلی پشتونی اور اس کے سرقہ و ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ رد شیعہ کی طرف اشارہ ہے متلاشی حق کے واسطے مخالفت کی زبانی حق اور باطل کی تمیز آسان ہے ۱۲ مترجم۔

صفحہ ہذا ۲؎ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ پارہ ۴ ص۲۴ حدیث ثقلین کے تحت میں لکھتے ہیں اور مقلدوں نے کیا کیا۔ زبانی محبت اہل بیت کی ڈینگ مارتے ہیں لیکن عملاً ذرا بھی اہلبیتؑ کی طرف توجہ نہیں ان کی کتابوں میں جہاں دیکھو ابو حنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور زفر کے اقوال بھرے ہوئے ہیں میں نے آج تک کسی حنفی یا شافعی کو نہیں دیکھا جو صادقؑ یا امام باقرؑ یا دوسرے اہل بیت کے اقوال تلاش کرے۔ ان پر چلے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) بلکہ ان ائمہ کا تو کیا ذکر ہے انہوں نے سردار اہل بیتؑ یعنے آنحضرتؐ کی احادیث کو بھی چھوڑ دیا وہ تو ہر مسئلہ میں بس اپنے اپنے مجتہدین پر جان دیتے ہیں ان کو نہ آنحضرت سے غرض ہے نہ اہل بیتؑ سے معاذ اللہ یہ کیا آفت مسلمانوں پر چھا گئی. جنکی پیروی کا حکم تھا ان کو تو چھوڑ بیٹھے اور الفنوں کو پیشوا بنا لیا. ان مقلدوں کا جہل اس درجہ پہنچ گیا ہے کہ اگر کوئی بندہ خدا کا اہلبیت کے اقوال اور افعال جمع کرے یا ان کے اجتہاد پر چلے تو اس کو شیعہ کہتے ہیں کیا خوب اگر یہی تشیع ہے تو خدا ہم کو شیعہ ہی رکھے. اسی طریق پر مارے الخ اور پ ۱۳ ص ۱۲ میں لکھا ہے. طالب حق کو چاہیئے کہ قرآن شریف کو اپنے مطالعہ میں رکھے اسی طرح طالب حق کو لازم ہے کہ جب کسی مسئلہ میں مجتہدین یا صحابہ کا اختلاف ہو تو جو حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد کرام کا مسلک ہو وہ اختیار کرے. امام جعفر صادقؑ اور امام محمد باقر کے اقوال کو شافعی اور ابو حنیفہ کے اقوال پر مقدم رکھے. آنحضرتؐ کا یہی ارشاد ہے. اسی صفحہ پر اس عبارت سے پہلے لکھا، حنفیوں اور شافعیوں اور خوارج وغیرہ نے قرآن کو تو لیا مگر عترت کو چھوڑ دیا ان کی کتابوں میں جہاں دیکھو ابو حنیفہؒ اور شافعی کے اقوال بھرے پڑے ہیں الخ اور انوار اللغۃ پ ۲۲ ص ۵۶ میں لکھا ہے کہ نام نہادوں نے عترت کو چھوڑ دیا کیونکہ امام حسنؑ امام حسینؑ امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ امام جعفرؑ صادق امام موسیٰ کاظمؑ امام علی رضا کے اقوال سے اپنی فقہ بنانے انہوں نے اپنی ساری کتابیں ابو حنیفہ اور شافعی کے اقوال سے بھر دیں کبھی جھوٹوں بھی کسی مسئلہ میں اہل بیت طہارت کا قول تلاش نہیں کرتے یہ قیامت نہیں تو کیا ہے ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ) چکے ہیں ان کا مذہب ہم کو ان کتب شیعہ کے بغیر کہیں نہیں ملتا اور نہ کوئی دوسرا اپنے مذہب کو خالص ان کی طرف منسوب کرتا ہے. ایسی حالت میں کسی کا کہنا کہ شیعہ نے ائمہ اہل بیت پر کتب میں سب جھوٹ لکھ دیا ہے. فقط ضد پر مبنی ہے. اور یہ سراسر انصاف کا خون کرنا ہے کہ سنیوں نے ان ائمہ ہدیٰ سے اپنے مذہب میں کچھ لیا نہیں اور جنہوں نے ان سے لیا ہے ان کو جھوٹا کہکر مذہب حق اہل بیت کو مٹا دیا جائے اور لوگوں کو اس کی پیروی سے متنفر کر کے روکا جائے اسی واسطے ابو حنیفہ وغیرہ کے مقلدین امام مہدی کے سب سے زیادہ دشمن ہوں گے. دیکھو دراسات اللبیب. شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۷۵۷ میں ہے کانت الامامیۃ اولا علی مذھب ائمتھم حتیٰ تمادی الزمان فاختلفوا. یعنی امامیہ اثنا عشریہ پہلے اپنے ائمہ اہل بیتؑ کے مذہب پر تھے حتیٰ کہ زمانہ طویل گذرا تو مختلف ہو گئے اس سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ گروہ اپنا پیشوا ائمہ اہل بیت کو جانتے اور انہی سے اخذ کرتے ہیں.

(ایک اور شبہ کا جواب) بعض سنی صاحبان مذہب اہل بیت چھوڑنے کا یہ عذر بیان کرتے ہیں. کہ امام ابو حنیفہ شاگرد امام جعفر صادقؑ کے ہیں اور ہر دو کا ایک ہی مذہب ہے. اس طرح ہمارا مذہب امام جعفرؑ صادق کا مذہب ہے. ہم کہتے ہیں. اولاً استاذ کو چھوڑ کر شاگرد کے پیچھے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہر حال میں صادقؑ اعلم و اتقیٰ و اطہر ہیں ان کے قول و فعل کو تلاش کر کے اس پر عمل کرنا چاہیئے. شاگرد سے غلطی ممکن ہے. مگر ایسے استاذ سے ممکن نہیں. شاگرد نے کچھ فراموش کیا ہو تو ممکن ہے ایسے استاذ سے ایسا نہیں باقی حاشیہ اگلے صفحہ

ہو سکتا۔ شاگرد کے سمجھنے میں غلطی فہمی ہوئی ہو تو ممکن ہے مگر استاذ ایسا نہیں کہ غلط کہے۔
ثانیاً ہر دو کا مذہب جدا جدا ہے۔ ایک نہیں۔ اصول و فروع سب میں مقابلہ دیجئے۔ روشن ہو جائے گا۔ جو چاہے نظر انصاف سے مقابلہ دے اور دیکھ لے۔ یقیناً اس کو تسلیم کرے گا۔ اور تصریح امام صادق ع کی کہ ابو حنیفہ نعمان اور اس کے مقلدین مذہب اہل بیت کے مخالف ہیں۔ دیکھو صفحہ ۵۳۷ و ۵۳۸ فلک النجاۃ (طبع اول)، ثالثاً ہمیشہ شاگرد اپنے استاد سے روایت بیان کرتا ہے مگر مسند امام اعظم یا مسند محمد وغیرہ کو تمام پڑھ جایئے دو تین جگہ کے سوا کہیں نام بھی امام صادق ع کا نہ ملے گا۔ مگر وہی حماد۔ ابراہیم وغیرہ استاذ ابی حنیفہ کے اسامی ملیں گے۔ یعنی جن سے روایت لی ہیں اور جن سے تعلیم لی جن سے مذہب سیکھا انہی کے نام ہیں۔ اگر صادق ع سے سارا مذہب لیا ہوتا تو ہر مسئلہ پہ ان کی ہی زبانی روایت بیان کرتے مگر ہرگز نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ اوروں سے سیکھا ہے۔ رابعاً باقرار معتبرین اہل تسنن یہ قصہ شاگردی جھوٹ محض افترا ہے۔ چنانچہ فلک النجاۃ جلد ۲ میں امام صادق ع کا بشر مرادی سے پوچھنا کہ یہ جس کو تم فقیہ عراق کہتے ہو نعمان ہے اور ابو حنیفہ نے کہا ہاں وہی ہوں اس دن کی روشناسی ثابت کرتی ہے کہ اس سے پہلے فقط شنید پر اس کو جانتے تھے اور وہ صاحب بلقب فقیہ پہلے سے پکارے جاتے تھے۔ علاوہ بریں امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ میں لکھتے ہیں۔ فصل قال الرافضی واما ابو حنیفۃ فقرا علی الصادق ع والجواب ان ھذا من الکذب الذی یعرفہ من لہ ادنی علم فان ابا حنیفۃ من اقران جعفر الصادق ع توفی الصادق سنۃ ثمان واربعین وتوفی ابو حنیفۃ سنۃ خمسین ومائۃ و کان ابو حنیفۃ یفتی فی حیاۃ ابی جعفر ع والد الصادق ع وما یعرف ان ابا حنیفۃ اخذ عن جعفر الصادق ع ولا عن ابیہ مسئلۃ واحدۃ بل اخذ عمن کان اسن منہما کعطاء بن ابی رباح و شیخہ الاصلی حماد بن ابی سلیمان وجعفر بن محمد کان بالمدینۃ واللہ تعالیٰ اعلم انتہی۔ یعنی رافضی نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ امام صادق سے پڑھتے رہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ قول محض جھوٹ ہے جس کو ادنیٰ علم والا بھی جانتا ہے کیونکہ ابو حنیفہ ہم زبان امام جعفر صادق کے ہیں اور صادق ع ۱۴۸ھ اڑتالیس میں اور ابو حنیفہ ۱۵۰ھ ایک سو پچاس میں فوت ہوئے اور ابو حنیفہ زندگی امام محمد باقر ع والد امام صادق ع میں فتوی دیتے تھے اور معلوم نہیں ہوا کہ ابو حنیفہ نے امام صادق کے باپ امام محمد باقر ع سے کچھ بھی حتیٰ کہ ایک مسئلہ بھی سیکھا ہو بلکہ جو عمر میں ان دونوں اماموں سے بڑے تھے ان سے ابو حنیفہ نے سیکھا ہے جیسے عطار بن ابی رباح اور ابو حنیفہ کے اصلی و کلی استاذ حماد ہیں۔ اور امام جعفر صادق ع مدینہ میں تھے۔ ابو حنیفہ عراق میں عراقیین سے سیکھتے رہے۔ اور اسی منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے وجعفر بن محمد من اقران ابی حنیفۃ ولم یکن ابو حنیفۃ یاخذ عنہ مع شہرتہ بالعلم فکیف یتعلم من موسیٰ بن جعفر۔ انتہی۔ یعنی امام صادق ع کے بیٹے امام موسیٰ کاظم ع سے کیسے کچھ سیکھے۔ انتہی۔ کسی نے یہ بھی کہا ہوگا کہ ابو حنیفہ امام کاظم ع کا شاگرد ہے لہذا امام

(بقیہ حاشیہ) ابن تیمیہ اس کا بھی رد کرتا ہے کہ جب کاظمؑ کے باپ سے باوجود مشہور عالم ہونے کے اس نے نہیں سیکھا تو بیٹے نے کیا سیکھنا تھا اور سہیل یمن جلد ۱ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۰ میں انجم لکھنؤ صفر نمبر صفحہ ۱۷ سے مولوی عبدالشکور لکھنوی کی یہ عبارت منقول ہے (جو ساہوکار لالٹین والے کی طرف منسوب ہے) روافض کے امام اعظم شیخ چلی صاحب نے انہیں امام جعفر صادقؑ کی شان بڑھانے کے لئے امام ابو حنیفہ جیسے مجتہد اعظم کو ان کے شاگردوں میں شمار کیا ہے بھلا کوئی عقلمند اس کو مان سکتا ہے انتہی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵۰۰ کا) مگر اس جگہ ذریت طاہرہ جناب فاطمہ زہراؑ کو اہل بیت نبیؐ اور اولاد رسولؐ ہونے کی تائید میں اتنا لکھنا مناسب خیال کرتے ہیں جو صواعق صفحہ ۹۲ میں درج ہے۔ اس میں بروایت ابو یعلی و طبرانی مرقوم ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہر ماں کی اولاد اپنے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے. الا ولد فاطمۃ فانا ولیہم وانا عصبتہم ولہ طرق یقوی بعضہا بعضاً. مگر اولاد جناب فاطمہؑ جن کا ولی اور باپ میں ہوں اس حدیث کے بہت اسناد ہیں. بعض ان کے بعض کے مقوی ہیں. پھر کہا یہ حدیث کثرت طرق سے حسن کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے نیز صفحہ ۹۲ و صفحہ ۱۱۲ میں ان الفاظ سے وارد ہے ما خلا ولد فاطمۃ فانی انا ابوھم و عصبتہم نیز یہ روایت کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ میں بروایت حاکم و ابن عساکر لکھی ہے اور صواعق صفحہ ۹۷ میں ظہور امام مہدیؑ علیہ السلام کے لئے باسناد مسلم و ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی وغیرہ مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ یعنی فرمایا امام مہدی علیہ السلام میری عترت اولاد فاطمہؑ سے ہوں گے. دوسری روایت ہے ان فاطمۃ احصنت فرجہا فحرمہا اللہ و ذریتہا علے النار یعنی حضرت فاطمہؑ کو اور آپ کی اولاد (مومنین) کو اللہ تعالیٰ نے آگ دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔ اور ارجح المطالب ایڈیشن اول صفحہ ۲۰۲ میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہا میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت امام حسینؑ آنحضرتؐ کی ران مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امامؑ کے دہن مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے انت سید وانت امام ابن امام وانت حجۃ ابن حجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعہم قائمہم اخرجہ السید علی الہمدانی فی مودۃ القربیٰ و اخطب خوارزم فی المناقب. یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسینؑ کو فرماتے تھے تو سردار اور امام. امام کا بیٹا اور حجت خدا کا بیٹا. اور خدا کی نو حجتوں کا باپ ہے. نواں قائم آل محمدؐ ہے اور مفاتیح المطالب صفحہ ۲۷ میں علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی کی کتاب در السمطین فی فضائل الحسنین سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ مسجد نبوی میں ایک دن صحابہ کو قسم دے کر پوچھنے لگے کیا تم جانتے ہو کہ اولی الامر سے کون مراد ہیں؟. اور انما ولیکم اللہ کس کے حق میں اتری ہے. اپنے حق میں ظاہر فرما کر پھر فرمایا مجھے رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن امام مقرر فرمایا اور نبیؐ کا خطبہ غدیر والا آپ نے سنایا جس میں یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیؑ اخی و وزیری و وارثی و وصیی و خلیفتی فی امتی و ولی کل مومن من بعدی ثم ابنی الحسن ثم

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

الباب الرابع

فی بیان موازنۃ اوصاف الخلفاء الثلاثۃ من الایمان والعلم والشجاعۃ بامیر المومنین علی علیہ السلام

فصل۔ فی ایمان امیر المومنین علیؑ بالنبی صلعم ومعیتہ ولزومہ معہ ابداً۔

اعلم انہ اوّل من آمن بہ علی الاصح قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المہاجرین والانصار۔ الایۃ سورۃ توبہ۔ فی ارجح المطالب عن ابن عباس قال سبق یوشع بن نون الی موسیٰؑ وسبق صاحب الیاسین الی عیسیٰؑ وسبق علیؑ بن ابیطالب الی محمدؐ بن عبد اللہ صلعم اخرجہ الضحاک والطبرانی وابن مردویہ۔ و فیہ عن مجاہد عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا (الایۃ) فی رسول اللہؐ صلعم وعلی خاصۃً وھما اول من صلّی ورکع اخرجہ الطبرانی فی الخصائص والحافظ ابو نعیم وابن المغازلی فی المناقب وسبط ابن الجوزی

چوتھا باب

موازنہ اوصاف ایمان وعلم وشجاعت امیر المومنین علی اور خلفائے ثلاثہ کے بیان میں

فصل:- ایمان امیر المومنین حضرت علی اور ان کے خلوص ومعیت ودائمی لزوم بآنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ بموجب صحیح واصح روایت کے حضرت علی نبی صلعم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے اول نبوۃ کی تصدیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مہاجرین وانصار سے جو ایمان میں پہلے سبقت لے جانے والے ہیں۔ آخر تک (سورہ توبہ)

ارجح المطالب ص۴۸ میں ابن عباس سے روایت ہے کہا یوشع بن نون نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف

لے در منثور جلد ۵ ص۲۶۲ میں باسناد طبرانی وابن مردویہ وابی داؤد وابی نعیم وابن عساکر ودیلمی ابی لیلے سے مرفوعاً مروی ہے۔ صدیق تین ہیں علیؑ ان میں سے افضل ہے ۱۲ مترجم۔ (بقیہ مضمون ص۵۰۴ کا) الحسین ثم تسعۃ من ولد ابنی الحسین واھمؑ القرآن معھم لا یفارقونہ ولا یفارقھم حتی یردا علی الحوض یعنے حضرت علی کے حق میں نبیؐ نے فرمایا یہ میرا بھائی ہے اور وزیر اور وارث اور وصی وخلیفہ میری امت میں ہے اور ہر مومن کا سردار میرے بعد ہے پھر میرا بیٹا حسنؑ پھر حسین پھر میرے بیٹے حسینؑ کی اولاد سے نو لڑکے بعد دیگرے ہوں گے باقی حاشیہ ۲

فی تذکرۃ خواص الامۃ. انتھیٰ. وفی الصواعق المحرقہ طبع مصر ہے، الفصل الاول فی اسلامہ (ای علیؑ) وھجرتہ وغیرھما اسلم وھو ابن عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون ذلک قدیمًا بل قال ابن عباس وانس وزید بن ارقم و سلمان الفارسی۔

سبقت کی اور صاحب الیاسین نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور علی بن ابی طالب نے حضرت محمد بن عبداللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سبقت کی۔ اس کو ضحاک اور طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور اسی ارجح ص۸۳ میں ہے۔ مجاہد ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہا آیت اقیموا الصلوٰۃ رسول اللہؐ اور علیؑ کے حق میں پہلے بالخصوص نازل ہوئی۔ اور وہی دونوں اول نماز پڑھنے والے اور رکوع کرنے والے تھے۔ اس کو طبرانی نے خصائص میں اور حافظ ابو نعیم و ابن مغازلی نے مناقب میں اور سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں روایت کیا۔ انتہیٰ۔ (تاریخ طبری مطبوعہ حسینیہ مصریہ جلد ۲ ص۲۱۱ میں ابن عباس و زید بن ارقم و عباد بن عبداللہ و عفیف سے اسی طرح مروی ہے) اور صواعق محرقہ کے ص۷۲ میں ہے پہلی فصل اسلام علیؑ اور آپ کی ہجرت میں۔ آپ بعمر دس سال اور بقولے ۹ سال اور بقولے ۸ سال تھے جب اسلام لائے اور بعض نے اس سے بھی پہلے قدیمی ایمان ان کا ثابت کیا ہے۔ بلکہ ابن عباس و انس و زید بن ارقم و سلمان فارسی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ تحقیق جو سب سے پہلے اسلام

(بقیہ مضمون ص ۵۰۵) قرآن ان کے ساتھ وہ قرآن کے ساتھ ایکدوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ اور شیعہ کی کتاب اصول کافی ص۱۷۶ میں حضرت امام صادق سے بذیل تفسیر اولی الامر کے مروی ہے کہ رسول ص نے اہل بیتؑ سے حضرت علی ع کو مقرر فرمایا۔ پھر ہر ایک امام کے حق میں یکے بعد از دیگرے نصوص بیان فرمائیں۔ اور غیبت امام آخر الزمان کے فوائد اور مصالح اور طول عمر کی نسبت شبہات اور ان کے جوابات کتب مستقلہ اس مسئلہ میں مفصل مرقوم ہیں۔ ہیں اور مجملاً طول عمر و حصول فوائد وجود باجود آنحضرت کے لئے مثال حضرت عیسیٰ اور خضر و الیاس کی پیش کی جاتی ہے۔ حیات خضر ع کا ثبوت مشکوٰۃ باب وفات النبی ص ص۵۴۲ آخری حدیث پر حاشیہ لمعات شیخ عبدالحق دہلوی اور شرح مسلم للنووی جلد ۲ ص۲۱ میں ملاحظہ ہو اس کے علاوہ اصحاب کہف کے طول حیات پر غور کرو۔ اور مصالح خفیہ کی بنا پر غیبت امام کے لئے امثلہ قصہ خضر ع و موسیٰ ع میں کشتی کو سوراخ کرنے اور لڑکے کو قتل کرنے وغیرہ کی ملاحظہ ہوں جو موسیٰ جیسے پیغمبر سے مخفی تھیں اور بوقت افتراق خضر نے ظاہر فرمائیں۔ اسی طرح مصالح معلوم نہ ہوں تو اصل وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ ہدایہ فقہ حنفی مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ مولفہ مولوی عبدالحی جلد ۳ ص۸ میں ہے الامام المھدی یحکم بما یلقی الیہ الملک المرسل من اللہ تعالیٰ نقلہ عن الشیخ ابن العربی یعنے امام مہدی شریعت کے احکام اس طرح نافذ فرمائیں گے۔ جو خدا کی طرف سے فرشتہ کے ذریعہ ان کو پہنچیں گے۔ یہ نئے احکام نہیں ہوں گے۔ نئی شریعت نہیں ہوگی فقط باقی آگے

وجماعۃ انہ اول من اسلم ونقل بعضھم الاجماع علیہ ونقل ابو یعلے عنہ قال بعث رسول اللہ یوم الاثنین واسلمت یوم الثلاثاء. وفی تاریخ الخلفاء ھکذا۔ وفی ارجح المطالب عن سلمان الفارسی قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول اوّل الناس من ھذہ الامۃ ورودًا علی الحوض اولھا اسلامًا علیؑ ابن ابیطالب اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب و عنہ وعن ابی ذر الغفاری قالا اخذ رسول اللہ صلعم بید علیؑ فقال ان ھذا اوّل من امن بی وھذا فاروق ھذہ الامۃ وھذا یعسوب المومنین وھذا اوّل من یصافحنی یوم القیامۃ وھذا الصدّیق الاکبر اخرجہ الطبری والدیلمی وعن ابی ذرؓ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول لعلیؑ انت اول من امن بی وصدق اخرجہ الحاکم وعن زید بن ارقم قال اول من اسلم علیؑ ابن ابیطالب اخرجہ احمد والترمذی وصححہ۔

لایا وہی حضرت علی ہیں۔ اور بعض نے اس پر اجماع کا ہونا نقل کیا ہے۔ اور ابو یعلی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا دوشنبہ کے دن رسول خداؐ مبعوث ہوئے اور سہ شنبہ کے دن میں اسلام لایا (استیعاب ترجمہ حضرت علیؑ میں بھی اسی طرح ہے) انتہے۔ اور تاریخ الخلفا ص۱۱۳ میں بھی اسی طرح لکھا ہے اور ارجح المطالب ص۴۴ میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرماتے تھے۔ میری امت کے لوگوں سے سب سے پہلے اسلام لایا۔ اور وہ علی ابن ابی طالب ہے اس کو ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا اور نیز سلمان فارسیؓ اور ابی ذر غفاریؓ سے مروی ہے۔ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ اول شخص ہے جو میرے ساتھ ایمان لایا اور یہ فاروق اس امت کا ہے اور افسر مومنین کا ہے اور یہ سب سے اول قیامت کے دن میرے ساتھ مصافحہ کرے گا اور یہ صدیقؑ اکبر ہے اس کو طبری اور دیلمی نے روایت کیا اور حضرت ابی ذرؓ سے مروی ہے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ علیؑ کو فرما رہے تھے تو اول ہے وہ جو میرے ساتھ ایمان لایا اور میری تصدیق کی اس کو حاکم نے روایت کیا اور زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہا جو اول اسلام لایا وہ علی بن ابیطالب ہے اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا صحیح ہے

(بقیہ مضمون حاشیہ ص کا) ضروریات وقت پر طرز عملی اور کسی حکم کو کسی وقت کے لئے ملتوی اور کسی حکم کو نافذ کرنے کی وحی ہوگی۔ نیز رفع اختلاف کے واسطے فیصلہ وحی سے ہوگا (الحاوی للفتاوی للسیوطی جلد ۲ ص۲۵۳ میں حافظ سیوطی نے بڑی تفصیل سے ایک بحث لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ وفات نبیؐ کے بعد جبریل کا زمین پر آنا بند نہیں ہوا۔ اور عیسیٰؑ کو نزول کے وقت وحی حقیقی ہوگا نہ وحی الہام وغیرہ وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ وحی ائمہ پر بھی ہو سکتی ہے اور جنگ یا سکوت وغیرہ امور میں وہ خدا کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ مضمون حاشیہ ۵۰۷ کا) جو ظاہر ہوتا ہے عمل کرتے ہیں۔ کو ہم ان کے مصالح خفیہ سے واقف نہ ہوں۔ اور ینابیع المودۃ مطبوعہ استنبول مولفہ علامہ سلیمان قندوزی سنی میں بذکر امام آخر الزمان لکھا ہے اما ان المھدی ولد الحسن العسکری فھو حی موجود باق منذ غیبتہ الی الآن امام مہدی کے بارہ میں کہ زندہ موجود ہیں اور ان کے والد امام حسن عسکری کا دوسرا نام عبداللہ ہوگا اور امام مہدی کے خروج پر ان کے زیادہ تر دشمن حنفی شافعی وغیرہ مقلدین فقہا رہوں گے یؤمنون بالغیب مومنین کی صفت ہے اور نظر سے پوشیدہ چیزوں سے ایمان کے ساتھ امتحان ہوتا ہے فرشتے ارواح اور جن بہشت دوزخ سب پوشیدہ ہیں مگر وجود کا انکار نہیں انبیاء پوشیدہ ہوتے رہے۔ مگر بدستور امت انہی کی امت رہی شیطان غائب رہ کر گمراہ کرتا ہے اس کے وجود سے انکار نہیں غیبت اس کی گمراہ کرنے کے منافی نہیں تو امام غائب کے ہدایت کرنے کے مخالف بھی نہیں بہرحال اس مسئلہ کے واسطے کتب متعلقہ دیکھنے کی ضرورت ہے ملاحظہ فرمائیں شیعہ کی کتاب کمال الدین واتمام النعمۃ واثبات الغیبۃ شیخ صدوق کی بھی نہایت قابل قدر کتاب ہے اور کتاب غیبت شیخ طوسی کی بھی عجیب وغریب ہے تاریخ حبیب السیر فارسی قلمی جلد ۲ نسخہ موجودہ کتب خانہ مدینہ منورہ بیرون باب جبرائیل بیان امام دوازدہم میں اس طرح لکھا ہے بقول اکثر اہل درایت کولادت محمد بن الحسن در منتصف شعبان ۲۵۵ھ درسامرہ اتفاق افتاد (الی ان قال) ومہدی ومنتظر والخلف الصالح وصاحب الزمان وحجۃ القائم از جملہ القلب آنجناب وصاحب الزمان دروقت وفات پدر بزرگوار خود بنا بر روایت اول کہ بصحت اقرب است۔ پنج سال بود وبقول ثانی دوسالہ وحضرت واہب العطایا آں شگوفہ گلزار نبوت را مانند یحییٰ بن ذکریا سلام اللہ علیہ درحالت طفولیت حکمت کرامت فرمود اوراو درصغرسن امام گردانید چنانچہ عیسیٰ دروقت یحییٰ بمرتبہ رسالت رسانید وصاحب الزمان درزمان معتمد خلیفہ فی خمس وستین وما ئتین علی اختلاف القولین درسردابہ سرمن رائے از نظر فرق برایا غائب شد وبنا بر مذہب علیہ امامیہ اثنا عشریہ مختفی است اما مذہب فرق ناجیہ آں است کہ مہدی آخر الزمان غیر محمد بن حسن کے نیست وآنجناب را دوغیبت است کہ یکے غیبت قصرے یعنی کوتاہ ودویم طویل یعنی دراز تا الخ ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ ص ۔ کا) ۔ حیوٰۃ الحیوان ا ص ۵ میں بھی اسی طرح ہے کہ علی اوّل نمازی واول مسلمان ہیں۔ ۱۲ مترجم۔
۵ استیعاب مطبوعہ مصر برحاشیہ اصابہ جلد ۳ ص ۲۹ میں علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں ولا شک ان علیا عند نا اولھما (علی وابوبکر میں سے) اسلاما یعنی بلاشک ہمارے نزدیک حضرت علی ابوبکر صاحب سے پہلے اسلام لائے اور اصابہ ابن حجر ترجمہ عبداللہ بن اسعد جلد ۲ ص ۲۷ مطبوعہ مصر میں بروایت ابن ابی شیبہ وبزار وابن السکن وحاکم عبداللہ ابن اسعد بن زرارہ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس گیا تو میری طرف یہ وحی آئی کہ علیؑ امام المتقین ہے اسی طرح ابن ابی حاتم نے بھی بیان کیا اسی طرح کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ میں باسناد ابن نجار عبداللہ بن سعد سے مرفوعاً مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین نہایہ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۸۳ میں حضرت علیؑ کی نسبت حدیث مروی ہے یعسوب المومنین (سید المومنین) والمال یعسوب الکفار ۱۲ مترجم

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۸ کا) ۳۵ میزان الاعتدال مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱ ترجمہ عباد بن عبد اللہ اسدی میں علیؑ سے روایت ہے فرمایا انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر وما قالہا قبلی ولا یقولہا بعدہ الا کاذب مفتر ولقد اسلمت وصلیت قبل الناس بسبع سنین یعنی علی نے فرمایا میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں اس کلمہ کو میرے سوا کسی نے مجھ سے پہلے یا پیچھے نہیں کہا مگر اس نے جو جھوٹا اور مفتری ہے میں نے سب لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے انتہیٰ۔ اس کے بعد علامہ ذہبی لکھتا ہے کہ عباد کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے سیرت ابن ہشام مع روض الانف مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۱۶۳ میں ہے قال ابن اسحاق ثم کان اول ذکر من الناس امن برسول اللہ و صلے وصدق بما جاء من اللہ تعالے علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام وھو ابن عشر سنین و سیرت ابن وحلان ج ۱ صفحہ ۱۸۶ میں اور انسان العیون طبع مصر ج ۱ صفحہ ۳۰۳ میں علامہ حلبی لکھتے ہیں حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں جاہلیت میں جب میرے شکم میں علیؑ کا حمل تھا جب میں چاہتی کہ ہبل بت کے سامنے سجدہ کروں تو بچہ پیٹ میں ٹیڑھا ہو جاتا اور مجھ کو سجدہ نہیں کرنے دیتا تھا اور تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۱۱۲ میں ہے لم یعبد الاوثان قط یعنی حضرت علیؑ نے بتوں کی پرستش ہرگز ہرگز نہیں کی تو معلوم ہوا کہ پیدائش سے ہی مومن تھے ایضاً حاشیہ نمبر ۱ علی صدیق اکبر ہیں استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ باب الکنی میں و اصابہ صفحہ ۱۷۱ میں باسناد مرفوعاً عن ابی لیلے الغفاری مروی ہے فرمایا ستکون فتنۃ فاذا کان ذالک فالزموا علی بن ابی طالب فانہ اول من یرانی واول من یصافحنی یوم القیامۃ وھو الصدیق الاکبر وھو فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھو یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین یعنی میرے بعد فتنے کھڑے ہوں گے جب یہ دیکھو تو حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ ہو جاؤ وہی مجھ کو قیامت میں سب سے پہلے ملے گا۔ اور سب سے پہلے مجھ سے ہاتھ ملائے گا وہی صدیق اکبر و فاروق اس امت کا ہے جس سے حق و باطل کی تمیز ہوتی ہے وہی مومنین کا سردار ہے اور منافقین کا سردار مال دنیا ہے انتہی۔ اسی طرح حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۵۹ میں ہے اس میں امیر المومنین کا لفظ بھی ہے اور تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۳۱ میں نبیؐ سے مروی ہے فرمایا صدیق تین ہیں ایک مومن آل لیٰین حبیب نجار دوسرے مومن آل فرعون تیسرے علی بن ابی طالب وھو افضلھم یعنی وہ دوسروں سے افضل ہے اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ میں باسناد ابن النجار وابی نعیم وابن عساکر کے ہے سرور عزیزی اردو ترجمہ فتاوی عزیزی ج ۲ صفحہ ۱۹۳ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مولف تحفہ لکھتے ہیں اور صحیح احادیث میں آپ کا (علیؑ) ملقب ہونا ان القاب کے ساتھ مروی اور ثابت ہے ذی القرنین۔ یعسوب الدین صدیق فاروق۔ سابق یعسوب الامۃ یعسوب المومنین۔ یعسوب قریش امین ہادی۔ مہدی وغیرہ۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پ ۷ صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وعن ابن عمرو انس وجابر قالوا بعث
رسول اللہ صلعم یوم الاثنین واسلم
علیؑ یوم الثلاثاء اخرجہ البغوی
والترمذی والطبرانی ۔ انتھی ۔ و
عن مجاھد فی قولہ تعالیٰ والذی جاء
بالصدق رسول اللہ صلعم و
صدق بہ علیؑ اخرجہ ابن عساکر
والحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ والفقیہ
ابن المغازلی فی المناقب واخرجہ
ابن مردویہ والسیوطی فی الدر عن
ابی ھریرۃ وفی الخصائص للنسائی
کان (علی) اول من اسلم من الناس
بعد خدیجۃ ۔ وفیہ عن زید بن ارقم
بثلاثۃ اسانید مثلہ ۔ وفیہ عن سلمۃ
بن کھیل قال سمعت حبۃ العرنی
قال سمعت علیاً یقول انا اول من صلّٰی

اور ابن عمرو و انس و جابر سے مروی ہے کہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن
مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ سہ شنبہ کے دن
اسلام لائے ۔ اس کو بغوی اور ترمذی و طبرانی
نے روایت کیا انتھٰی ۔ من الارجح اور مجاہد سے
قولہ تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق بہٖ
کی تفسیر میں مروی ہے کہ جو سچ لایا وہ رسول اللہ
صلعم ہیں اور جس نے آپ کی تصدیق کی وہ علیؑ
ہیں اس کو ابن عساکر و حافظ ابو نعیم نے حلیہ
میں اور فقیہ مغازلی نے مناقب میں اور ابن
مردویہ نے اور سیوطی نے درمنثور جلد ۵ ص۳۲۸
میں ابی ہریرہ سے روایت کیا سراج المومنین ص۳۷
اور خصائص نسائی ص۱۹ میں ہے حضرت علیؑ
بی بی خدیجہؓ کے بعد سب لوگوں سے پہلے اسلام
لانیوالے ہیں نیز اسی کے صفحہ ۲۰ میں زید بن
ارقم سے تین اسنادوں کے ساتھ مثل اس کی

(۲) بقیہ حاشیہ) امام محمد باقرؑ نے حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہا اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے ان کا یہ نام رکھا
ہے اور میزان الاعتدال کا مضمون مندرجہ حاشیہ نمبر ا بھی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ میں ہے اور سیرت خاتم
النبیین مؤلفہ مرزا بشیر احمد صاحب قادیانی خلیفۃ المسیح (باعتقاد خود) مطبوعہ کریمی لاہور حصہ اول صفحہ ۱۱۵ میں ہے
مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے حضرت علیؑ اور زید بن حارثہؓ آنحضرتؐ کے گھر کے آدمی تھے اور
آپ کے بچوں کی طرح تھے حضرت کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا بلکہ ان کی طرف سے کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت
نہ تھی پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابوبکرؓ
مسلمہ طور پر مقدم اور سابق الایمان ہیں انتھیٰ ۔ اس سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ ابوبکرؓ
صاحب سے بھی پہلے بلکہ فطرتاً پیدائش سے ہی اسلام پر تھے انتھیٰ ۔
ثابت ہوا کہ حضرت امیر سابقین اولین کے اعلےٰ نمبر پر ہیں ۔) ۱۲ مترجم

مع رسول اللہ صلعم۔ وفی تفسیر البیضاوی تحت قولہ تعالیٰ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم۔ الآیۃ قال حسان ؎

مروی ہے اور اسی کے صفحہ ۳ میں سلمہ بن کہیل سے روایت ہے وہ حبہ عرنی سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے میں نے علیؑ سے سنا فرماتے تھے جس نے رسول اللہؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے اول نماز پڑھی وہ میں ہوں۔ اور تفسیر بیضاوی میں بذیل قولہ تعالیٰ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم (الآیۃ) کے لکھا ہے حسان شاعر کہتے تھے۔

الیس اول من صلے لقبلتکم؛ واعرف الناس بالقرآن والسنن؛ قال الملا عصام علی حاشیۃ البیضاوی قولہ الیس الخ قالہ فی شان امیر المومنین علی ابن ابیطالب۔ وفی روضۃ الاحباب[1] عن

کیا یہ علی وہ شخص نہیں جس نے تمہارے قبلہ کی طرف سب سے اول نماز پڑھی! اور یہ تمام لوگوں سے قرآن اور سنت نبی ؐ کا زیادہ عارف ہے۔ ملا عصام حاشیہ بیضاوی پر لکھتا ہے۔ قول اس کا کیا یہ وہ شخص نہیں؟ صفحہ ۵ میں خزیمہ

---

[1] اسی طرح تفسیر کبیر ج ۱ صفحہ ۲۷۴ میں حسان بن ثابت شاعر سے لکھا ہے اور اول من اسلم کے ثبوت میں تاریخ الخلفا طبع لاہور صفحہ ۲۳ میں بسند جید سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ صاحب پہلے ایمان لانے والوں میں نہیں بلکہ حضرت ابوبکرؓ سے پہلے پانچ سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے ابن کثیر کہتا ہے ظاہر یہ ہے کہ اہل بیت نبی ؐ کے سب سے پہلے ایمان لائے ہیں الخ انتہیٰ۔ بعینہ اسی طرح بکمل روایت مع تصریح تصحیح و بیان قول ابن کثیر کے صواعق صفحہ ۵۷ میں مرقوم ہے الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری میں ہے کہ محمدؐ بن کعب سے پوچھا گیا کہ اول اسلام حضرت علی رضؓ لائے ہیں یا ابوبکر رضؓ اس نے کہا سبحان اللہ حضرت علیؑ ہی اول اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو اس لیے اشتباہ ہوا کہ حضرت علیؑ نے اول اپنے اسلام کو ابوطالب صاحب سے چھپایا اور مشہور نہ کیا اور ابوبکر رضؓ صاحب نے پہلے پہلے ہی مشہور کر دیا (از نسخہ قلمی کتب خانہ حرم کعبہ شریف) کذا بعینہ فی الاستیعاب لابن عبدالبر مطبوعہ مصر بر حاشیہ اصابہ ج ۳ صفحہ ۲۹ اور اس کے صفحہ ۳۱ و ۳۳ میں ہے علیؑ فرماتے ہیں میں نے پانچ برس سب سے پہلے خدا کی عبادت کی ہے اس وقت جبکہ اس امت سے کوئی بھی عبادت نہ کرتا تھا کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۹۴ و ۳۹۵ میں تین اسانید سے سات سال یا چھ سال کی عبادت قبل از جمیع امت مروی ہے اور خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۳ میں باسناد معتبر علیؑ سے مروی ہے کہ میرے بغیر اس امت محمدیؐ کا کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا تھا میں نے سب سے پہلے نو سال خدا کی عبادت کی ہے اور اسی طرح اخبار الواعظ لکھنؤ یکم ستمبر ۱۹۳۵ء میں اسد الغابہ عربی مطبوعہ مصر ج ۴ صفحہ ۱۸ سے منقول ہے (ثابت ہوا کہ ابوبکر سابقین سے نہیں) تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۲۱۵ طبع مطبع حسینیہ مصریہ مصر سطر ۱ تا ۲ محمدؐ بن سعید سے

خزیمۃ بن ثابت انہ قرأ ؎ ما کنت احسب ھذا الامر منصرفاً ٭ عن ھاشم ثم منھا عن ابی حسن ٭ الیس اول من صلے لقبلتکم ٭ و اعلم الناس بالفرقان والسنن ٭ وازامیر المومنین علی بیتے مروی ست کہ دلالت بریں مدعا دارد ؎

سبقتکم الی الاسلام طراً ٭ غلاماً ما بلغت اوان حلمی ٭ (ثم قال) و صحیح نزد محققان اہل سیر وتواریخ آنست کہ اول خدیجۃ کبریٰ بعد ازوے علی مرتضی الخ۔

بن ثابت سے مروی ہے اس نے یہ اشعار پڑھے مجھے ہرگز گمان نہ تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم سے پھر ابوالحسن علی سے پھیر لیا جائے گا۔ کیا وہ سب سے پہلا شخص نہیں۔ جس نے قبلہ مسلمانوں کی طرف نماز پڑھی کیا یہ سب سے زیادہ عالم وماہر قرآن و سنت کا نہیں (جب ایسا ہے تو اس کے سوا دوسروں کا خلیفہ بنانا کیسے روا ہو سکتا ہے) اور امیر المومنین علیؑ سے یہ بیت مروی ہے کہ تم سب سے پہلے میں نے بحالت لڑکپن جبکہ میں نابالغ تھا اسلام کی طرف سبقت کی۔ (پھر کہا) اور محققین اہل سیر وتواریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اول خدیجہ کبریٰ ایمان لائے بعد ان کے علی مرتضی ؑ الخ۔

(بقیہ حاشیہ) مروی ہے کہ پچاس سے زائد افراد ابوبکر سے پہلے اسلام لائے اگرچہ مبالغہ کثرت میں پچاس کی تعداد بیان ہوئی ہو مگر پھر بھی مطلب ثابت ہے نسیم الریاض ج ۳ صفحہ ۱۷۴ میں ہے خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بھی حضرت ابوبکرؓ سے پہلے ایمان لائے اور تفسیر جلالین پ ۲۶ رکوع ۲ زیر آیت حتی اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ لکھا ہے۔ نزل فی ابی بکر الصدیق لما بلغ اربعین سنۃ بعد سنتین من مبعث النبیؐ امن بہ ثم امن ابواہ یعنی یہ آیت ابوبکر صاحب کے حق میں اتری ہے وہ جب چالیس برس کو پہنچے بعد دو سال اظہار نبوت نبیؐ کے ایمان لے آئے ان کے بعد ان کے والدین بھی ایمان لے آئے اس سے ثابت ہوا کہ دو سال نبیؐ دعوت اسلام دیتے رہے مگر ابوبکر ایمان نہ لائے تو ظاہر ہے کہ دو سال میں ضرور بہت افراد قبل ابی بکر ایمان لا چکے تھے لہذا ابوبکر سابقین میں نہیں ہیں ۱۲ مترجم۔

۵۹ مواہب لدنیہ قسطلانی مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۴۱۲ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کی طرف اپنے فضائل لکھے اور اس میں یہ ظاہر کیا کہ میں رسول اللہ صلعم کا صہر (سالا) ہوں اور نبیؐ صلعم کا کاتب رہا ہوں حضرت علیؑ نے اس کے جواب میں فرمایا میں ایک دو شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور لکھا ؎ محمد النبیؐ اخی وصھری ٭ وحمزۃ سید الشھداء عمی ٭ سبقتکم الی الاسلام طراً ٭ غلاما ما بلغت اوان حلمی۔ جب معاویہ نے اس خط کو پڑھا اپنے غلام کو حکم دیا کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

---

۵۰ مثل مواہب کے تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۶۳ ومطالب السؤل صفحہ ۱۱ میں ہے۔ مطالب میں یہ شعر بھی ہے ؎ واوجب لی ولایتہ علیکم ٭ رسول اللہ یوم غدیر خم ٭ یعنی حضرت علی فرماتے ہیں میری ولایت کا اقرار غدیر کے دن رسولؐ نے تم لوگوں پر فرض کر دیا ہے۔

وقال فی المجلس الاول۔ اول من ا؎ من
خدیجہ ودر آخر ہماں روز علی بن ابی طالب
چنانچہ ازاں بہ ثبوت پیوستہ کہ فرمود صلیت
مع النبی صلعم قبل الناس سبعًا۔ الخ۔
قال امیرالمومنین فی دیوانہ ؎ صدقتہ
وجمیع الناس فی الظلم ؎ من الضلالۃ
والاشراک والنکد ؎ وقال علیہ السلام
فی نہج البلاغۃ فانی ولدت علی الفطرۃ
وسبقت الی الایمان والھجرۃ۔ وفیہ
فی ذم اھل العراق۔ ولقد بلغنی انکم
تقولون علیؑ ؎ یکذب قاتلکم اللہ فعلی
من اکذب اعلی اللہ فانا اول من
امن بہ ام علی نبیہ فانا اول من
صدقہ۔ کلا۔ وفی التاریخ الکامل
لابن الاثیر اختلف العلماء فی اول
من اسلم؎ مع الاتفاق علی ان خدیجۃ

اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۸۳ میں ہے
اول حضرت خدیجہ کبریٰ ایمان لائیں پھر پچھلے پہر اسی
دن میں علی ابن ابی طالب ایمان لائے۔ چنانچہ
علیؑ سے پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ انہوں نے فرمایا
میں نے نبیؐ کے ساتھ دوسرے لوگوں سے پہلے
سات (سال یا ماہ یا دن) نماز پڑھی۔ الخ
اور امیر المومنین نے اپنے دیوان میں فرمایا
کہ میں تصدیق کی نبی صلعم کی حالانکہ اس وقت ،
لوگ گمراہی و جہالت کے اندھیرے میں اور
شرک میں مبتلا تھے۔ اور نہج البلاغۃ صفحہ ۳۲ میں
ہے فرمایا پس تحقیق میں فطرۃً اسلام پر پیدا ہوا ہوں
اور ایمان و ہجرت کی طرف میں نے سبقت؎ کی ہے
اور صفحہ ۳۵ میں اہل عراق کی مذمت میں فرمایا۔ مجھے
پہنچا ہے کہ تم کہتے ہو علیؑ جھوٹ بولتا ہے۔ خدا
تمہیں ہلاک کرے کس پر جھوٹ بولتا ہوں؟ کیا
اللہ تعالےٰ پر جس کے ساتھ سب سے پہلے میں

(بقیہ حاشیہ) اس کو چاک کر دے ورنہ اہل شام دیکھ لیں تو حضرت علیؑ کی طرف میلان کر لیں گے۔ بیہقی کہتا ہے کہ ہر مومن پر واجب ہے کہ ان اشعار کو مفاخر علیؑ میں یاد رکھے۔ انتہی۔ ۱۲ مترجم۔

؎۱ استیعاب جلد ۳ صفحہ ۳۲ میں انس بن مالک و زید بن ارقم و علیؑ سے باسانید مروی ہے جناب علی نے سب سے اول نبیؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور اسی استیعاب مع حاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۷ میں حضرت ابن عباسؓ سے باسناد مروی ہے فرمایا جناب علیؑ میں ایسی چار خصلتیں ہیں جو کسی شخص میں نہیں ہیں (۱) یہ کہ عربی و عجمی سے پہلے رسولؐ کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی ہے (۲) دوسری یہ کہ علیؑ ہی ہیں کہ ہر جنگ میں علم رسول خداؐ ان کے ہاتھ میں رہا۔ (۳) تیسری یہ کہ وہی ہیں جبکہ جنگ میں دوسرے صحابہ رسولؐ سے بھاگ گئے تو یہ حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے (۴) چوتھی یہ کہ علی ہی نے نبیؐ کو غسل دیا اور انہی نے حضور کو دفن کیا ۱۲ مترجم۔

؎۲ مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۴۲ میں ہے۔ وقال ابن عبد البر وممن ذھب الی ان علیًا اول من اسلم من الرجال سلمان الفارسی وابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اول خلق اللہ اسلاماً فقال قوم اول ذکراً من علیؑ روی عن علیؑ انہ قال انا عبد اللہ و اخو رسولہ۔

ہی ایمان لایا اور کیا نبیؐ پر جس کی ہیں نے سب سے پہلے تصدیق کی ہے؟ جو تم کہہ رہے ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵ وطبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ میں ہے اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اول کون اسلام لایا ہے۔ باوجودیکہ اس پر متفق ہیں کہ خلقت خدا سے اول جناب خدیجہؑ اسلام لائیں پس ایک جماعت نے کہا ہے کہ مردوں سے اول حضرت علی ایمان لائے جیسا کہ حضرت علیؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی۔

وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ صلعم قبل الناس بسبع سنین۔ و قال ابن عباس اول من صلے علیؑ و قال جابر بن عبد اللہ بعث النبیؐ یوم الاثنین و صلے علیؑ یوم الثلاثاء وقال زید بن ارقم اول من اسلم مع النبیؐ علیؑ وقال عفیف الکندی کنت امراً تاجراً (الی ان قال) وایم اللہ ما اعلم علی ظہر الارض احداً علی ہذا الدین الا ہؤلاء الثلاثۃ (ای محمد و علیؑ و خدیجۃؑ) وقال محمد بن المنذر وربیعۃ ابن ابی عبد الرحمن وابو حاتم المدنی والکلبی اول من اسلم علیؑ وقال

اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا جو یہ بات کہے گا وہ جھوٹا مفتری ہوگا میں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سات سال لوگوں سے پہلے نماز پڑھی اور ابن عباس کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت علی نے نماز پڑھی اور جابر بن عبد اللہؓ نے کہا نبی صلعم سوموار کے دن مبعوث ہوئے اور علیؑ نے منگل کے دن نماز پڑھی اور زید بن ارقم کہتا ہے نبی کے ساتھ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے اور عفیف کندی کہتا ہے میں سوداگر آدمی تھا۔ (تا کہ کہا) قسم بخدا میں زمین کی پشت پر سوائے ان تینوں (محمد و علیؑ و خدیجہؑ) کے اس دین (اسلام) پر کسی کو نہیں جانتا تھا اور محمد بن منذر و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن و ابو حاتم مدنی و کلبی کہتے ہیں سب سے اول اسلام لانے والے حضرت علی

(بقیہ حاشیہ) احد السابقین روی الطبرانی عنہما قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بید علی فقال ان ہذا اول من امن بی وخباب البدری احد السباق وجابر بن عبد اللہ الانصاری و ابو سعید الخدری و زید بن ارقم والروایات عن ہؤلاء بکونہ اول من اسلم عند الطبرانی باسانید ورواہ ایضاً الطبرانی بسند صحیح عن ابن عباس موقوفاً وہو قول ابن شہاب وقتادۃ وغیرہما ای غیر سلمان کابی ایوب ویعلے ابن مرۃ وعفیف الکندی وخزیمہ بن ثابت وانس کما

الکلبی کان عمرہٗ تسع سنین وقیل احدیٰ عشرۃ سنۃ وقال ابن اسحاق اول من اسلم علی وعمرہٗ احدیٰ عشرۃ سنۃ (ثم قال) وکان النبی صلعم اذا اراد الصلوٰۃ انطلق ھو وعلیؑ الی بعض الشعاب بمکۃ فیصلیان ویعودانؔ انتھٰی۔ اما الحدیث الذی مر عن علیؑ انہ قال انا عبد اللہ الخ۔ فقال الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ فیہ عباد بن عبد اللہ الاسدی ضعیف الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقد اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین۔ انتھٰی ملخصاً۔ وفی الخصائص للنسائی باسنادہ عن خالد بن قثم قال ان علیاً کان اولنا بہ راٰی برسول اللہ

ہیں اور کلبی کہتا ہے کہ آپ کی عمر اس وقت ۹ سال کی تھی اور بعض کے نزدیک گیارہ سال تھی ابن اسحاق کہتا ہے۔ حضرت علیؑ اول اسلام لائے اور اس وقت ان کی عمر ۱۱ سال تھی (پھر کہا) نبی صلعم جس وقت نماز کا ارادہ فرماتے تھے بہمراہی حضرت علیؑ بعض شعاب مکہ کی طرف جاکر دونوں مل کر نماز پڑھ کر واپس آجاتے تھے انتہٰی من الکامل (کذا باسنادہ فی الخصائص للنسائیؔ طبع مصر ص۳) اور وہ حدیث جو حضرت علیؑ سے پہلے گذر چکی ہے کہ میں بندہ اللہ کا اور الخ اس کی نسبت شوکانی فوائد مجموعہ ص۱۱۶ میں لکھتے ہیں کہ اس کے اسناد میں عباد بن عبد اللہ اسدی ضعیف الحدیث ہے مگر اس کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں ذکر کیا اور کہا شرط شیخین پر یہ صحیح ہے انتہٰی ملخصاً. اور خصائص نسائیؔ ص۶۳

(بقیہ حاشیہ) استند عنھم الطبرانی. انتہٰی۔ یعنی مذکورین اسی کے قائل ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے. اور استیعاب مطبوعہ بر اصابہ طبع مصر جلد ۳ ص۲۷ میں علاوہ ان مذکورین کے حضرت مقداد کو بھی انہی میں شمار کیا گیا ہے. اور صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے کہ اول خدیجہ رض اور ان کے بعد حضرت علیؑ ایمان لائے اور اس پر علماء کا اجماع ہے ۱۲ مترجم.

لہ بقیہ شرح فقہ اکبر علی قاری مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص۱۵۶ میں لکھا ہے. قول علی کرم اللہ وجہہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً فمحمول علی اصل الیقین یعنی حضرت علی کا قول اگر وہ پردہ اٹھا دیا جائے جو اللہ تعم اور مخلوق کے درمیان ہے تو بھی میرا یقین بڑھے گا نہیں کیونکہ مجھے درجہ ایمان میں وہ کمال حاصل ہے جو عین الیقین اور چشم دید منصور ہے کوئی درجہ باقی نہیں کہ بعد رفع حجاب کے اس درجے تک بڑھے. وکذا فی التفسیر روح البیان مطبوعہ مطبع عثمانیہ قسطنطنیہ جلد ۴ ص۳۳ وزاد وذالک لان اھل المکاشفۃ وصلوا من علم الیقین الی عین الیقین اور شرح فقہ اکبر کی عبارت بالفاظ نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۴ ص۵ میں اور صواعق محرقہ طبع مصر ص۷۲ میں بھی ہے اور تدریب سیوطی ص۲۰۹ بروایت طبرانی فی الکبیر منقول ہے کہ نبی ص نے سوموار کے دن نماز پڑھی اور علیؑ نے منگل کے دن پڑھی (باقی اگلے

لحوقًا واشدنا به لزوقًا قوله قثم وهوا بن عباس كذا في الخصائص في رواية اخرى وفي تقريب خالد بن قثم بن العباس اخرج له النسائي في خصائص علی ؑ كلامًا الخ. وفي اليواقيت والجواهر في بيان عقايد الاكابر لعبد الوهاب الشعراني مطبع مصر جلد ا ص۱۰۶ وكان علي ابن ابي طالب يقول

میں اس کے اسناد سے خالد بن قثم روایت کرتا ہے کہا ہم میں سے نبی صلعم کے ساتھ سب سے اول لحوق ولزوم وارتباط میں حضرت علی تھے قولہ قثم وہ عباس کا بیٹا ہے اسی طرح خصائص کی ایک دوسری روایت میں بھی وارد ہے۔ اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے خالد بن قثم بن عباس وہ ہے جس سے نسائی نے خصائص علی میں حدیث روایت کی ہے الخ اور یواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مولفہ عبدالوہاب شعرانی مطبوعہ مصر ج ا ص۱۰۶ میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے تھے۔ مجھے وہ عہد یاد ہے جو میرا اپنے رب سے ازل میں ہو چکا

اني لاذكر العهد الذي عهده الي ربي و اعرف من كان عن يميني ومن كان عن شمالي وهكذا في فتح البيان وقال الحافظ ابن الحجر العسقلاني في تقريب التهذيب علي ابن ابي طالب من السابقين الاولين المرجح انه اول من اسلم. وقال في الفتح ولد علیؑ قبل البعثه بعشر سنين على الراجح وكان قد رباه النبي صلعم من صغره لقصة مذكورة في السيرة النبوية فلازمه من صغره

اور مجھے اس وقت کے وہ لوگ معلوم ہیں جو میرے دائیں بائیں تھے اور اسی طرح تفسیر فتح البیان جلد ۳ ص۴۰۹ میں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ص۲۷۲ میں لکھتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب سابقین اولین سے ہیں۔ اور مرجح اور قوی قول یہی ہے کہ وہی سب سے پہلے اسلام لائے اور اس نے فتح الباری جلد ۳ ص۳۸۵ مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے کہ حضرت علی بعثت نبی ؐ سے دس سال پہلے بقول راجح پیدا ہوئے اور لڑکپن سے ان کی تربیت نبی ؐ نے فرمائی چنانچہ سیرت

(بقیہ حاشیہ) خصائص نسائی مترجم مطبوعہ لاہور ص۲۵ میں نبی ؐ نے حضرت علی ؑ کے حق میں فرمایا قد امتحن الله قلبه بالایمان اس کے دل کا ایمان میں خدا نے امتحان کر لیا ہوا ہے ۱۲ مترجم. ؎ انوار اللغۃ مولفہ مولوی وحید الزمان پارہ ۱۰ صفحہ ۳۵ طبع احمدی لاہور میں ہے و طبع بنگلور ص۳۷ عن الباقر ؑ لما سمی امیر المومنین قال الله سبحانه وهكذا انزل علينا یعنی علی کا نام امیر المومنین خدا نے رکھا ہے اور اسی طرح ہم پر اس نے اتارا ہے الحاوی للفتاوی للسیوطی طبع مصر ج۲ ص۲۰۷ میں حدیث ابی ذر میں مروی ہے نبی ؐ نے علی کو فرمایا انت الصديق الاكبر وانت الفاروق الذي تفرق بين الحق والباطل اخرجه البزار في مسنده وفي روايته قال ؐ لعلي انت سيد المسلمين وامام المتقين وقائد الغر المحجلين اخرجه البزار وابن قانع في معجمه والباوردي في المعرفة والحاكم في المستدرك من حديث عبد الله بن اسعد بن زرارة عن ابيه

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فلم یفارقہ الیٰ ان مات وھکذا فی الشرف الموبد لآل محمد لیوسف بن اسماعیل النبھانی طبع مصر، وفی کنز العمال روی ابن عساکر عن عبیدۃ کتب علیؑ الیٰ معاویۃ ؎ سبقتکم الی الاسلام طرا صغیرا ما بلغت اوان حلمی وفی مقدمۃ مسند الامام ابی حنیفۃ لابی الحسن محمد حسن المقدمۃ الموسومۃ بتنسیق النظام فی مسند الامام وقال القاری فی المرقاۃ وھو (علی) اول من اسلم من الذکور فی اکثر الاقوال وکذا روی ابوحنیفۃ عن ابی حیۃ ورجحہ ابن حجر۔ وقال السید اولاد حیدر فی سراج المبین ؎ سبقتکم الی الاسلام طرا مقرا بالنبی فی بطن امی ÷ وصلیت الصلوٰۃ وکنت طفلاً ÷ صغیرا ما بلغت وان حلمی ÷ ومن قولہ فی نہج البلاغۃ فانی ولدت علی الفطرۃ۔ وفی تائید شہادۃ ولادۃ عیسیٰ کاف قال اللہ تعالیٰ (حکایۃ) اتانی الکتاب وجعلنی نبیا (الایۃ) وفی التفاسیر انہ عیسیٰؑ حفظ التورٰیۃ فی بطن امہ۔

غویہ میں یہ قصہ مذکور ہے اور زمانہ طفولیت سے حضرت علی ملازمت نبی صلعم میں رہے اور تا وفات ان سے کسی وقت جدا نہیں ہوئے اور اسی طرح الشرف المو بد لآل محمدؐ مؤلفہ یوسف بن اسماعیل نبہانی صفحہ ۵۷ مطبوعہ مصر میں ہے اور کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲ میں ہے ابن عساکر عبیدہ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کی طرف ایک خط میں لکھا میں نے تم سب لوگوں سے اسلام میں سبقت کی ہے جبکہ میں بزمانہ طفولیت نابالغ تھا اور مقدمہ مسند امام ابی حنیفہ مؤلفہ ابی الحسن محمد حسن صفحہ ۳۲ میں ہے جس کا نام تنسیق النظام فی مسند الامام ہے لکھا کہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہتا ہے وہ علیؑ اکثر اقوال کے لحاظ سے مردوں میں سے سب سے اول اسلام لائے جیسا کہ ابو حنیفہ نے ابی حیہ سے روایت کیا اور ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور سید اولاد حیدر صاحب (شیعہ) سراج المبین جلد ا ص ۲۹۹ میں حضرت علیؑ کے اشعار اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں تم سب سے سابق بالایمان ہوں اس طرح کہ اپنے بطن مادر سے ہی نبوۃ نبیؐ کا اقرار کرکے پیدا ہوا ہوں۔ اور طفولیت کے زمانہ میں جب میں بالغ بھی نہیں تھا میں نے نماز پڑھی انتہیٰ۔ (کذا فی تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۸) اور نہج البلاغہ سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں فطرۃ اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور اس کی تائید میں شہادت حین ولادت عیسیٰ کی گواہی کافی ہے اللہ تعالیٰ حکایۃً فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبیؐ بنایا ہے اور اس کی تفاسیر میں مرقوم ہے تحقیق عیسےؑ نے تورٰیت کو بطن مادر میں یاد کیا۔

(بقیہ حاشیہ) وفی حدیث مکتوب علی باب الجنۃ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ قبل ان تخلق السموات والارض باقی

حاشیہ الحمد ص

وحفظ الانجیل اذا اخرج منه. وقد ثبت ان الائمة نائبوا النبی م ولیسوا کسائر الناس. وفی تاریخ الطبری[۵] قال اول من صلے علی بعث النبی م یوم الاثنین وصلے علی یوم الثلاثاء عن زید بن ارقم قال اول من اسلم علی ابن ابی طالب قال سمعت علیًا یقول انا عبد الله واخو رسوله وانا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدے الا کاذب مفتر صلیت مع رسول الله صلعم قبل الناس بسبع وفیه[۵] عن عفیف قال قام رسول الله م مستقبل الکعبة فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینه قال فلم یلبث حتیٰ جاءت امرأة فقامت خلفهما فرکع شاب ورکع الغلام[۵] والمرأة فرفع الغلام والمرأة فخر الشاب ساجدا فسجدا معه

اور انجیل کو پیدا ہونے کے وقت یاد کر لیا. اور ثابت ہو چکا ہے کہ ائمہ نائب نبی م متصف بصفات نبی م ہوتے ہیں. عام لوگوں جیسے نہیں ہوتے. اور تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۱ میں لکھا ہے. جس نے اول نماز پڑھی وہ حضرت علی ہیں. رسول سوموار کو مبعوث اور حضرت علی ع نے منگل کے دن نماز پڑھی. زید بن ارقم سے مروی ہے. سب سے اول حضرت علی اسلام لائے اور کہا میں نے علیؑ سے سنا فرماتے تھے میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں. میرے سوا جو یہ بات کہے گا وہ جھوٹا اور مفتری ہے میں نے رسول م اللہ کے ساتھ سات سال سب سے اول نماز پڑھی ہے. اور اسی کے ص۲۱۳ میں عفیف سے مروی ہے کہا رسول م اللہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تو ایک لڑکا آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب کھڑا ہوا پھر تھوڑی ہی

(بقیہ حاشیہ) بالنبی عامر اخرجہ الطبرانی فی الاوسط انتھیٰ. [۵] اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ ص۶۳ میں مسند احمد سے مع توثیق سند مرقوم و منقول ہے اور کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۲ میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جناب فاطمہ زہرا کو مخاطب کر کے فرمایا لقد انکحتک اکثرهم علما وافضلهم حلما واقدمهم سلما اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع طبع مصر جلد ا ص۳۰۳ میں ہے و سیرۃ ابن جلد ا ص۱۷۱ و فی لفظ اولهم سلما رواه ابن جریر و صححه والخطیب والحاکم والدولابی فی الذریة الطیبة واحمد والطبرانی یعنی نبیؐ فرماتے ہیں اے فاطمہؓ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا ہے جو سب سے اعلم اور حلم میں سب سے افضل اور اسلام میں سب سے اول واقدام ہے. حدیث صحیح سے رسول م کے فرمان سے فیصلہ ہو گیا کہ علی سب سے سابق الایمان ہیں ۱۲ مترجم [۵۲] وطبری مطبوعہ لنڈن جلد ۳ ص۱۱۶۱ تا ص۱۱۶۲ وخصائص نسائی ص۲ وسنن نسائی ص۳۹ ومطالب السئول ص۱۱ وتاریخ کامل جلد ۲ ص۲۵ میں بھی اسی طرح ہے اور حضرت علیؑ مجسم ایمان ہیں دیکھو حیوٰۃ الحیوان طبع مصر جلد ا ص۲۲۹ جنگ خندق میں جب باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من ھذا فقلت لا فقال ھذا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن اخی اتدری من ھذا معہ فقلت لا قال علی بن ابیطالب بن عبد المطلب ابن اخی اتدری من ھذہ المرأۃ التی خلفھم قلت لا قال ھذہ خدیجۃ بنت خویلد زوجۃ ابن اخی وھذا حدثنی ان ربک رب السماء امرھم بھذا الذی ترٰھم وایم اللہ ما علی ظھر الارض کلھا احد علی ھذا الدین غیر ھؤلاء الثلاثۃ اقول قد ثبت مما حررنا ان ایمان امیر المومنین علیؑ کان سابقاً وکان قدیماً وکان یصلی مع النبیؐ فی الصباء وما ذکرناہ ھھنا الا تیمناً وتبرکاً وموازنۃ للمخالفین۔

دیہ ہوئی کہ ایک عورت بھی آگئی اور ہر دو کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ اس جوان (نبیؐ) نے رکوع کیا تو لڑکے اور بی بی نے بھی رکوع کیا۔ پھر ہر دو نے سر اٹھایا اور وہ جوان سجدہ میں گرا لڑکا اور بی بی نیز اس کے ہمراہ سجدہ میں گئے۔ میں نے کہا اے عباس یہ بڑا نیا کام دیکھا ہے۔ عباس نے کہا ہاں بڑا کام ہے مگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا یہ محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا یہ تو جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے اور کیا تو یہ جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے جوان کے پیچھے کھڑی ہے؟ میں نے کہا نہیں کہا یہ خدیجہؓ خویلد کی بیٹی میرے بھتیجے کی زوجہ ہے۔ اور یہ خبر مجھے میرے اسی بھتیجے نے سنائی ہے۔ کہ تیرا رب وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور اس نے اس کام کا انہیں حکم دیا ہے جس کو کرتے ہوئے تو دیکھ رہا ہے اور خدا کی قسم روئے زمین پر ان تینوں کے سوا اس دین پر کوئی بشر نہیں ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں ہماری اس تحریر سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین علیؑ کا ایمان سابق اور قدیم تھا اور وہ نبیؐ کے ساتھ طفولیت سے ہی نماز پڑھتے تھے۔ (حاجت بیان کی نہیں تھی)، مگر ہم نے اس جگہ تیمن اور تبرک اور مخالفین سے موازنہ کے طور پر ذکر کر دیا ہے

(بقیہ حاشیہ) حضرت علیؓ مسلح ہو کر میدان کو گئے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الیوم برز الایمان کلہ للشرک کلہ آج ایمان کل شرک کی طرف نکلا ہے۔ اور ایمان علیؓ کی کیا پوچھنا ہے جو آدمؑ سے پہلے ذکر خدا میں مشغول تھے دیکھو الریاض النضرۃ للمحب الطبری مطبوعہ مطبع حسینیہ مصر باب رابع فصل ۶ صفحہ ۱۶۳ نبیؐ نے فرمایا کنت انا وعلیؑ نوراً بین یدی اللہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف سنۃ یعنی میں اور علیؑ خدا کے سامنے ایک نور کی حالت میں موجود تھے اور ابھی آدمؑ چار ہزار سال بعد میں پیدا ہوئے تفصیل حدیث نور عبقات جلد حدیث نور میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم ۵۳ وکذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲ باسناد ابن عبد البر عن عفیف ۱۲۔ مترجم۔

لا یقال ان ایمان الاطفال لیس، بمعتبر لانہم لیسوا بمحل التکالیف الشرعیہ لانا نقول ھٰذا لغیر الانبیأ والاصیاء واما الانبیأ والاصیاء فلا نقاس بھم سائر الناس کما قال جل شانہ فی شان یحیٰی واتیناہ الحکم ای النبوۃ صبیا ای فی ثلاث سنین وقال فی شان عیسےٰؑ (حکایۃً) اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیًا وجعلنی مبارکًا اینما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیًا و فی شان یوسف واوحینا الیہ (ای فی حال الصباء) لتنبئنھم بامرھم ھذا۔ وغیر ھٰؤلاءِ واوصیاء لا ؑ واھلبیتہ الطاھرون مثلھم فی قبول الایمانؑ حال الصباءؑ فلا یقاس حالھم بسائر الناس لان فطرتھم علی الایمان ونورھم و نور النبیؐ

اور یہ اعتراض کیا جائے کہ اطفال کا ایمان بوجہ محل تکالیف شرعیہ نہ ہونے کے معتبر نہیں۔ اس لیے کہ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ امر انبیاء اوصیاؑ کے سوا گو اسی طرح ہو مگر انبیاء اوصیاء کو عوام پر قیاس نہ کرنا چاہیئے جیسا کہ قولہ تعالیٰ واتیناہ الحکم صبیا سے ظاہر ہے جو شان یحیٰی علیہ السلام میں فرمایا کہ ہم نے ان کو حکم نبوۃ بحالت طفولیت عطا کیا جو تین سال کی عمر میں تھا اور عیسیٰؑ کے شان میں بطور حکایت فرمایا کہ انہوں نے کہا خدا نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبیؐ صاحب برکت بنایا ہے جس جگہ بھی ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کا تا دم حیات امر فرمایا ہے اور یوسفؑ کے حق میں فرمایا ہم نے اس کی طرف وحی کی (بحالت طفولیت) کہ تو ان کو اس کام کی خبر دے گا۔ اور سوا ان کے اور بھی ہیں اور اوصیاء سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اہل بیت پاک بحالت طفولیت قبول ایمان میں مثل انہی انبیاء کے ہیں. پس ان کے ساتھ باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی فطرۃ ہی ایمان پر ہوتی ہے (اور یہ فطرۃ کو تبدیل نہیں کرتے) اور ان کا نور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہے۔

لہ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ میں ایک باب رکھا ہے باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی لڑکے پر کیسے ایمان پیش کیا جاتا ہے۔ اگر لڑکوں کا ایمان مقبول نہ ہوتا تو سید المرسلینؐ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ. لڑکوں کو جو غیر مکلف تھے دعوت اسلام کیوں دیتے تذکرہ خواص الامۃ میں سبط ابن الجوزی نے صفحہ ۶۳ پر اس مسئلہ میں خوب بحث لکھی ہے اور مثل تذکرہ کے اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۱۷ میں بھی لکھا ہے اور علاوہ اس کے یہ عبارت ہے لم یعبد علیؑ الاصنام قط لصغرہ ای ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجھہ یعنی علیؓ نے ہرگز بتوں کی پرستش نہیں کی اسی واسطے ان کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ میں ہے ۱۲۰ مترجم۔ ۵۲ شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور صفحہ ۱۲۱ میں ہے کہ اطفال کا ایمان جو دعوت نبیؐ سے ہو مقبول ہے لان النبیؐ دعا علیًا الی الاسلام فاجابہ (ای بالاسلام) مع الاجماع علیٰ ان عباداتہ من صلوٰۃ وصوم

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

واحد کما یدل علیہ حدیث النور و بسطہ فی العبقات ولہ مجلد ضخیم من شاء فلیرجع الیہ وایمانھم من عہد[۱] المیثاق کما ذکر من قول علی فی الیواقیت ناقلاً عن الشعرانی علی انہ صلعم قال مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوا ھم علیھا وھم ابناء عشر سنین۔ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ فاذا کانوا غیر مکلفین

یعنی ایک نور سے ہیں۔ جیسا کہ حدیث نور اس پہ دلالت کرتی ہے اور بسط اس کی صحت وتنقید اسانید کا کتاب عبقات الانوار کی ایک مستقل جلد میں مرقوم ہے جو چاہے اس کو مطالعہ کرے اور ان کا ایمان عہد میثاق سے مسلسل ہے جیسا کہ حضرت علیؑ کا قول یواقیت شعرانی سے نقل کیا گیا ہے اور علاوہ بریں (محل تکلیف سمجھنے کیلئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو بعمر سات سال نماز کا امر کرو۔ اور جب دس سال کے

(بقیہ حاشیہ) ونحوھا صحیحۃ واما ما نقلہ البیھقی من ان الاحکام انما علقت بالبلوغ بعد الھجرۃ عام الخندق۔ الخ۔ یعنی نبیؐ نے حضرت علیؓ کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام کو قبول کیا۔ (اور یہ قبول ایمان اطفال کی دلیل ہے) اور اس پر اجماع ہے کہ عبادات علیؓ نماز روزہ وغیرہ اس زمانہ کی سب صحیح ہیں۔ اور بیہقی نے کہا ہے کہ جنگ خندق کے سال میں احکام بلوغ کے ساتھ معلق ہوئے اس سے پہلے اطفال بھی مکلف تھے۔ بعض اہل سنت تعصب کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ علیؓ طفولیت میں ایمان لائے اور ابوبکر صاحبؓ کبر سنی میں ایمان لایا اس واسطے ابوبکر صاحبؓ کا ایمان حضرت علیؓ کے ایمان پر فوق رکھتا ہے۔ اس لیئے ہم انہی کی معتبر کتاب سے ان کی تسلی کرا دیتے ہیں دیکھو اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار مطبوعہ مصر ص۱۱۷ اس میں سیرۃ حلبیہ سے مذکور ہے کہ اسلام حضرت علیؓ کا صحیح اور مقبول ہے گو علماء کا اس کا پر اجماع ہے کہ بوقت اسلام آپ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لڑکے مکلف تھے اور لڑکوں سے رفع قلم یعنے مکلف نہ ہونا سال جنگ خیبر میں شروع ہوا۔ اور بیہقی سے مروی ہے کہ احکام متعلق بلوغ کے سال جنگ خندق میں ہوئے۔ اور ایک روایت میں سال حدیبیہ میں بلوغ سے متعلق ہوئے۔ اور اس سے پہلے عقلمندی اور تمیز پر مدار احکام شرعیہ کی ہوتی تھی۔ پس جب لڑکا سمجھدار اور واقف نفع و نقصان کا ہو جاتا وہ مکلف ہوتا تھا۔ الخ) اصل عبارت اس کتاب کی یہ ہے۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ وانما صح اسلام علیؑ مع انھم اجمعوا علی انہ لم یکن بلغ الحلم لان الصبیان کانوا اذ ذاک مکلفین لان القلم رفع عن الصبی عام خیبر وعن البیھقی ان الاحکام انما تعلقت بالبلوغ فی عام الخندق وفی لفظ فی عام الحدیبیۃ وکانت قبل ذلک منوطۃ بالتمیز۔ الخ وکذا فی روح البیان (تفسیر قرآن) مؤلفہ قطب امام شیخ اسمٰعیل حقی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ مطبوعہ مطبع عثمانیہ قسطنطنیہ بار دوم جلد پنجم ص۲۸ ۱۲۰ مترجم۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فالضرب لهم على الصلوٰة افلا يكون ظلمًا وما ربك بظلاّم للعبيد۔ وفى الخصائص للنسائىؒ عن علىؑ مرفوعًا يا معشر القريش والله ليبعثن الله عليكم رجلاً منكم قد امتحن الله قلبه بالايمان فليضربنكم على الدين قال ابوبكر انا هو يا رسول الله قال لا وقال عمر انا هو يا رسول الله قال لا ولكن هو الذى يخصف النعل وكان اعطى عليًا نعله يخصفها ورواه احمد والترمذى بمعناه۔ ولنا ان نستدل على قبول ايمانه بانه امن بنفسه او بدعوة النبىؐ والثانى بالوحى او بغيره والوحى يكلف بما لا يقبل او يقبل والنبىؐ دعا بالايمان صبيًا غيره ام لا فجوابهم جوابنا ولا حاجة لنا بالبيان۔

یوں ان کو زدوکوب کرکے بھی نماز پڑھاؤ۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ چنانچہ مشکواۃ صنہ۵ میں ہے۔ پس اگر وہ غیر مکلف ہوتے ہیں تو ان کو مارنا پیٹنا نماز کے نہ پڑھنے پر چہ معنی دارد بلکہ ظلم ہوگا۔ اور حالانکہ تیرا رب ظالم نہیں ہے۔ اور خصائص نسائیؒ صنہ۲۵ میں علیؓ سے مرفوعًا مروی ہے۔ اے گروہ قریش خدا کی قسم ضرور تم پر اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک ایسے آدمی کو مسلط کرے گا جس کے دل کا اللہ تعالیٰ نے ایمان میں امتحان کر لیا ہوا ہے اور وہ تمہیں اس دین کی خاطر ہلاک کرے گا۔ (یعنے بصورت مخالفت دین اسلام کے) ابوبکر صاحب نے کہا یا رسول اللہؐ وہ میں ہوں گا؟ فرمایا نہیں۔ ولیکن وہ ہے جو جوتے کو پیوند لگا رہا ہے اور اس وقت رسول خداؐ نے اپنا جوتا حضرت علی کو دیا تھا اور وہ پیوند لگا رہے تھے اس کو علاوہ نسائی کے احمد و ترمذی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (وکذا فی کنزالعمال جلد ۶ صنہ۳۹۵ باسناد ابن ابی شیبۃ ابن جریر والحاکم وغیرھم) اور ہمارے لئے جائز ہے کہ قبول ایمان علی پر اس سے دلیل پکڑیں کہ وہ خود بخود ایمان لائے یا دعوت نبیؐ سے اور دعوت نبیؐ وحی سے تھی یا بلاوحی اور وحی سے اس کو تکلیف دیجاتی ہے جس کا عمل مقبول ہو یا نہیں۔ اور نبیؐ نے کسی اور لڑکے کو بھی دعوت دی یا محض اسی لڑکے (علی) کے لئے دعوت مخصوص تھی۔ پس جو جواب وہ دیں گے اس میں ہمارا جواب آجائے گا۔ جس کے بیان کی ہمیں حاجت نہیں

(بقیہ حاشیہ) لہ حضرت علی کے ایمان کا ذکر تبرکًا کیا گیا ہے ورنہ امیرالمومنین کی ذات بابرکات ہے جو بحکم رسول خدا صلعم کے منافقین و مومنین کی معرفت کے واسطے معیار مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث علیؑ کی مروی ہے کہ ان کے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لا يحبك الا مومن ولا يبغضك الا منافق۔ اور صواعق صنہ۷۳ و تاریخ الخلفاء صنہ۱۱۶ و ترمذی ج ۲ صنہ۲۱۳ وغیرہ اور استیعاب مطبوعہ بر حاشیہ اصابہ جلد ۳ صنہ۴۶ میں باسناد جابرؓ مروی ہے کہا ما كنا نعرف المنافقين الا ببغض على ابن ابى طالب۔ یعنی ہم صحابہ کے پاس منافق کی شناخت کا بجز اس کے کوئی ذریعہ نہ تھا کہ جس سے حضرت علیؓ کا بغض ظاہر ہوتا تھا اسی کو ہم منافق قرار دیتے تھے یہ الفاظ حدیث کے استیعاب سے لکھے ہیں اور اس کے ہم

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

فصل: فی بیان ایمان ابی بکر الخلیفۃ الاوّل رضؓ

فی تفسیر ابن کثیر قال رسول الله صلعم الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل فقال ابوبکر وھل الشرك الا من دعا مع الله الٰھًا اخر فقال رسول الله صلعم الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل رواہ الحافظ ابو یعلےٰ و احمد والبغوی وھکذا فی التفسیر الدر المنثور للحافظ السیوطی وفی کنز العمال الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل رواہ ابو یعلےٰ عن ابی بکر وفیه یا ابا بکرؓ الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل الحدیث رواہ الحکیم عن ابن جریج۔

فصل۔ ایمان حضرت ابوبکر کے بیان میں

تفسیر ابن کثیر مطبوعہ برحاشیہ فتح البیان طبع مصر جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ صاحب خطاب فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے بھی خفی چلتا ہے ابوبکرؓ صاحب نے کہا کیا شرک یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود مانا جائے۔ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے۔ (میں یہی کہتا ہوں) کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی مخفی چلتا ہے اس کو حافظ ابو یعلیٰ اور احمد و بغوی نے روایت کیا۔ اور اسی تفسیر در منثور مؤلفہ حافظ جلال الدین سیوطی جلد ۴ صـ۵۲ اور کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹۷ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی مخفی چلتا ہے اس کو ابو یعلیٰ نے حضرت ابی بکر سے مرفوعًا روایت کیا اور اسی کنز ال کے صـ۹۸ میں ابن جریج سے روایت ہے کہا رسول خداؐ نے ابی بکر کو فرمایا۔ اے ابا بکر شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی آہستہ اور مخفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا۔

(بقیہ حاشیہ) معنے ابی سعید خدریؓ سے دیگر کتب مذکورہ میں مروی ہے۔ نیز یہ حدیث اسعاف الراغبین صـ۸۹ و کنز العمال جلد ۶ صـ۳۹ میں اسی طرح مروی ہے۔ ۱۲ مترجم۔ ۱ـہ اس سے معلوم ہوا کہ اس امتحان قلبی میں شیخین فیل ہو چکے تھے اور جناب علیؑ ہی مومنین کی شناخت کی کسوٹی ہیں۔ قال رسول اللهؐ لولاك یا علی ما عرف المومنون من بعدی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صـ۲۰۲ فرمایا یا علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنین کی شناخت کا کوئی ذریعہ نہ تھا اسی طرح ریاض النضرۃ جلد ۲ صـ۲۰۲ میں ہے غالبًا اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ حب علیؑ علامت ایمان ہے اور بغض علیؑ علامت نفاق ہے۔ ایسی روایات فصل فضائل علیؑ میں ملاحظہ کریں ص فلک ۱۲ مترجم صفحہ ہذا ۱ـہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یومن اکثرھم بالله الا وھم مشرکون پ۱۳ یعنی اکثر ان کے اللہ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر بحالیکہ وہ شرک بھی کرتے رہتے ہیں ۱۲ مترجم ۱ـہ (ایک جوابی تشریح) ایضًا حدیث الشرک فیکم اخفیٰ الخ بحق ابوبکرؓ اسی روایت کے آخر میں راوی کی طرف سے دم لگائی گئی ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) یا فی الحقیقت وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بکرؓ سے فرمایا کیا میں تجھے ایسی چیز نہ بتلاؤں یا بتلاتا ہوں اذا فعلتہ ذھب عنک صغار الشرک وکبارہ و فی روایۃ اذا قلتہ برئت من قلیلہ وکثیرہ۔ یعنے اگر تم اس کو کرو یا کہتے رہو تو تھوڑا بہت یا چھوٹا بڑا شرک تجھ سے جاتا رہے۔ بعض سنیوں نے اس سے ابوبکرؓ کی فضیلت کے لئے استدلال کیا ہے مگر ان کو یہ کلمے کچھ مفید نہیں ہیں کیونکہ باوجود دعوئی ایمان ابی بکرؓ کے مخبر صادق کی شہادت سے صاحب مذکور کے اندر شرک خفی موجود معلوم ہوتا ہے پھر نبیؐ چونکہ ہادی خلق تھے ہر مسلمان بلکہ مشرک وکافر کو بھی راہ حق کی تعلیم دیتے تھے کہ اس طرح کرو تو تم نجات پاؤ گے ان کو بھی آپ نے تعلیم دی اس سے یہ یقیناً ثابت نہیں ہوتا تاکہ سب سن کر تعمیل حکم کرتے اور نہ بعد اس واقعہ کے کوئی حتمی شہادت عدم شرک ابی بکر صاحب کی نبی صلعم سے وارد ہوئی بلکہ تحدثون وغیرہ الفاظ سے جو زمانہ بعد وفات نبیؐ کی خبر ہے اس کے خلاف شہادت موجود ہے اور بلکہ ان کلمات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی شاید بڑی قسمیں بھی ابوبکرؓ صاحب میں تھیں تو حتمی شہادت شرک کی تو موجود ہے مگر دعا کی استعمال پر شرک جانے کو مشروط کیا گیا ہے وہ بھی باقی اعمال اور اخلاص نیت کے ساتھ والبتہ ہے یہ دعا کا سکھلانا بمنزلہ طبیب کے علاج بتا دینے کے ہے اگر قدرت اس کی تائید کرے اور مقدر میں اس علاج کا استعمال ہو تو شفا کی امید ہو سکتی ہے اور عدم استعمال علاج و احتیاط پرہیز حسب فرمان طبیب کی صورت میں مرض بدستور باقی رہتا ہے واقعات اس پر دال ہیں کہ قدرت نے ابوبکر صاحب کی اس میں شاید مساعدت نہیں کی اور قابل توجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت تک تو یقیناً ابوبکرؓ صاحب کا کامل الایمان ہونا اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا بعد اس کے حالات صاحب مذکور کے پڑھ کر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ میں حضرت ابوبکر صاحب کو مسلمان اور اپنے وقت پر مسلمانوں کا بادشاہ جانتا ہوں۔ لیکن بیان موازنہ اوصاف میں جناب امیرؑ کے ایمان سے موازنہ کرتے ہوئے ان باتوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔
اس کے بالمقابل جناب امیر المومنین علی کو جو ایک دعا نبی صلعم نے تعلیم دی ہے ملاحظہ فرمایئے تو مزید تشفی ہو جائے گی کہ ابوبکر کو فقط تعلیم دینے کے لئے الشرک فیکم نہیں فرمایا بلکہ ان میں وجود شرک کی شہادت دی ہے ورنہ ابوبکر کی بریت کی شہادت دیتے پھر دعا دفع شرک کی بھی تعلیم فرماتے چنانچہ جناب امیرؑ کے ساتھ ہوا۔ پڑھیئے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۸۹[12] نبی صلعم نے حضرت علی کو کلمات فرج تعلیم دیئے لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ اور فرمایا تیرے گناہ گو کتنے ہوں اس کے پڑھنے سے بخشے جائیں گے مگر اول فرمایا مع انہ مغفور لک (او) وان کنت مغفورا لک یعنی باوجودیکہ تم بخشے ہوئے ہو یا تمہارے لئے تو بخشش ہو چکا ہوا ہے۔ مگر ان کلمات میں یہ تاثیر ہے کہ اگر گناہ ہوتے بخشے جاتے۔ اس کی مثال غفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بطریقہ تعلیم مومن بخشے ہوئے کے واسطے ہے۔ اگر ابوبکر شرک سے فارغ ہوتے تو نبی صلعم یہ نہ

ے خطاب واحد ذکرہ بیانی بکر اسی طرح کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ و صفحہ ۹۸ و حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۲۰ و ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ میں ہے ۱۲ مترجم۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وفیہ عن معقل بن یسار قال قال لابی بکر الصدیق وشھد بہ علی رسول اللہؐ صلعم ان رسول اللہؐ ذکر الشرک فقال ھو اخفی فیکم من دبیب النمل فقال ابو بکر یا رسول اللہؐ ھل الشرک الا ان یجعل مع اللہ الھًا اخر فقال ثکلتک امک یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الحدیث رواہ ابن راھویہ واخرجہ البخاری فی ادب المفرد۔ وفی حیوۃ الحیوان روی الحکیم الترمذی فی نوادرہ عن معقل بن یسار۔ الخ۔ وفی ازالۃ الخفاء عن ابن جریج وذکر مثل روایۃ معقل بن یسار۔ وفی الدین الخالص عن محمود بن لبید ان رسول اللہؐ قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر۔ الحدیث رواہ احمد والطبرانی و البیھقی۔

اور اسی کے صفحہ ۱۶۹ میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہا رسول اللہؐ نے ابی بکر صدیقؓ سے فرمایا۔ اور اس بات کی معقل رسولؐ پر شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت نے شرک کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے۔ ابو بکر صاحب نے کہا شرک وہ نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا جائے یہ سن کر رسولؐ فرمانے لگے اے ابا بکرؓ (تو مر جائے) تیری ماں تجھے روئے بے شک شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابن راہویہ نے روایت کیا اور بخاری نے بھی ادب المفرد میں روایت کیا اور حیواۃ الحیوان جلد ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ مصر میں ہے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں معقل بن یسار سے روایت کیا (حدیث بالا الشرک فیکم۔ الخ کو بیان کیا)۔ اور ازالۃ الخفار جلد ۱ ص ۱۹۹ میں ابن جریج سے مثل روایت معقلؓ بن یسار کے مروی ہے۔ اور دین خالص مؤلفہ سید صدیق جلد ۱ ص ۲۰۶ میں محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تم لوگوں پر مجھے سب سے زیادہ باریک شرک کا خوف ہے۔ آخر حدیث تک اس حدیث کو احمد و طبرانی و بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) فرماتے تمہارے اندر تو ایمان بھرا ہوا ہے اور شرک سے تو بری ہے۔ مگر شرک تمہارے اندر ہوتا تو اس کے پڑھنے سے چلا جاتا۔ باقی نہ رہتا فافہم و تدبر۔ چنانچہ حضرت صلعم نے جناب عمار بن یاسرؓ کے لئے غائبانہ شہادت دی کہ اس کا گوشت و پوست ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ دیکھو بیان تقیہ جلد ۲ نیز اس کے مقابل روایات ایمان حضرت علیؑ کو ملاحظہ فرمائیں۔ برز الایمان کلہ الی الکفر او رقد امتحن اللہ قلبہ بالایمان۔ اور علیؑ کا صدیق اکبر ہونا امام المتقین معیار اور باعث شناخت ایمان مومنین ہونا کہ ان کے بغض سے منافق پہچان لئے جاتے تھے اور ان کی محبت سے مومن معلوم ہو جاتے تھے پھر ان روایات کے معارض کوئی روایت نہیں جیسے کہ ایمان و فضائل

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

وذکر ابن حاتم ان البخاری قال له
رای لمحمود بن لبید صحبۃ ورجحہ ابن
عبد البر والحافظ وقد رواہ الطبرانی با
سانید جیدۃ عنه فاذا کان الشرک یخوفا
علی اصحاب رسول اللہ صلعم مع
کمال علمهم وقوۃ ایمانهم وغایۃ
عملهم وصحۃ نیتهم فکیف لا یخافه
من هو دونهم فی العلم والایمان
والعمل والنیۃ بمراتب واخرج ابو
یعلی وابن المنذر عن حذیفۃ ابن
الیمان عن ابی بکر عن النبی صلعم قال الشرک
فیکم اخفی من دبیب النمل[1] الحدیث
فی ازالۃ الخفاء راہب در تاویل خواب ابوبکرؓ
گفت خدا تعالے درمیان شما پیغمبرے خواہد
برانگیخت وتو در ایام حیات وے وزیر وے
خواہی بود وبعد از وفات وے خلیفہ وے

اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ بخاری نے اس
سے کہا کہ محمود بن لبید کے لئے صحبت نبیؐ ثابت
ہے۔ اور ابن عبد البر اور حافظ ابن حجر نے اسی
کو ترجیح دی ہے اور طبرانی نے اس کو باسانید
جیدہ بروایت محمود نقل کیا پس جبکہ اصحاب
رسول اللہ صلعم پر باوجود ان کے کمال علم وقوت
ایمان اور غایت عمل ونیت کے شرک کا خوف
تھا سو خوف شرک ان پر کیسے نہ ہو جو علم و
ایمان وعمل ونیت میں بمراتب صحابہ سے کم درجہ
کے ہیں۔ اور ابو یعلے وابن المنذر نے حذیفہ بن
یمان سے اور اس نے ابی بکر صاحب سے روایت
کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا شرک تمہارے اندر
چیونٹی کی رفتار سے زیادہ خفی چلتا ہے۔ آخر حدیث
تک۔ انتہی۔ اور ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۸ میں ہے
راہب نے تعبیر خواب ابوبکر صاحب میں کہا خدا
تعالی تمہارے درمیان ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔

(بقیہ حاشیہ) مختزعر ابی بکر صاحبؓ کی روایات کے مقابل ومعارض ہم نے روایات پیش کی ہیں۔ ۱۲۔ مترجم

[1] در منثور ص۵۲ جلد ۴ میں ازالۃ الخفا جلد ۲ ص۲۳ میں بھی ہے باسناد ابی یعلے انہی الفاظ سے ہے فقال
النبی صلعم (حلفیہ فرمایا) والذی نفسی بیدہ لا الشرک الخ بروایت بخاری ادب مفرد میں معقل بن یسار سے
مروی ہے جس کا مضمون مثل ابن کثیر کے ہے مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ نبیؐ نے حلفیہ فرمایا مجھے اس ذات
کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری روح ہے کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ مخفی چلتا ہے
انتہی۔ اور ترمذی جلد ۲ ص۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ ابواب صفت القیامۃ میں حنظلہ اسیدی کاتب رسول اللہ صلعم
صلے اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت ہے۔ انه مر بابی بکر وهو یبکی فقال مالك یا حنظلة قال
نافق حنظلة یا ابابکر نکون عند رسول اللہ صلعم یذکرنا بالنار والجنة کانا رأی عین فاذا رجعنا
عافسنا الازواج والضیعة ونسینا کثیرا قال فواللہ انا کذلك انطلق بنا الی رسول اللہ صلعم فانطلقا۔
الحدیث۔ وقال هذا حدیث حسن صحیح یعنی حنظلہ روتا ہوا ابی بکرؓ کے پاس گزرا ابوبکرؓ صاحب نے رونے کی

باقی صفحہ اگلے پر

واحافظ السیوطی ایں ھذا الخبر فی تاریخ الخلفاء ص۲۳ قال قلت فابو بکر کان اول اسلامًا امر علی ؑ قال واللہ لقد امن ابو بکر بالنبی صلعم زمن بحیر الراھب حین مر بہ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ لابن الحجر الھیتمی المکی ؎۔

اس کی حیات میں تو اس کا وزیر رہے گا۔ اور اس کی وفات کے بعد تو اس کا خلیفہ بنے گا اور حافظ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء ص۲۳ میں اس خبر کی تائید لکھی ہے کہا میں کہتا ہوں کہ ابو بکر صاحبؓ اول سلام لائے تھے یا حضرت علی ؑ؟ کہا خدا کی قسم ضرور ابو بکرؓ صاحب نبی ؐ کے ساتھ زمانہ بحیرہ راہب میں ایمان لائے جب اس کے پاس گذرے تھے الخ واقعی یہودیوں کی خبروں پر شیخین کا بڑا اعتقاد تھا اور پھر سرداری کی خوشخبری بھی شامل تھی) اور اسی طرح صواعق محرقہ ابن حجر ہیتمی مکی کے ص۵۲ میں ہے (یعنی وجہ ایمان ابی بکر اس راہب کی خبر لکھی ہے (وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ طبع مصر ج ا ص۳۱)

بقیہ حاشیہ) وجہ پوچھی حنظلہ نے کہا میں منافق ہو گیا ہوں یعنی نفاق کے آثار اپنے اندر دیکھتا ہوں اس لئے روتا ہوں وہ اس طرح کہ رسول اللہ ؐ کے پاس ہمارا اور حال ہوتا ہے پیچھے جب اپنے اشتغال میں لگ جاتے ہیں تو بہت کچھ آنحضرت ؐ کے فرمودہ سے فراموش کر دیتے ہیں ابو بکر صاحبؓ نے کہا خدا کی قسم ایسے منافق تو ہم بھی ہیں مجھے بھی رسول ؐ کی خدمت میں لیچل۔ آخر حدیث تک ۱۲ مترجم۔

؎ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ خدا مشرک کو نہیں بخشے گا اور حضرت ابی بکرؓ صاحب کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باوجود ابو بکر صاحب کی درخواست کے خاتمہ بالخیر کی شہادت نہ دینے اس کے آخر میں متغیر ہونے اور احداث فی الدین کرنے کی خبر دینی صنف ایمان کی دلیل ہے دیکھو کتاب ہذا عنوان احداث فی الدین فصل حالات صحابہ جس میں ہم لکھ آئے ہیں کہ نبی ؐ نے حضرت ابی بکرؓ سے فرمایا لا ادری ما یحدثون بعدی ۱۲ مترجم۔

ص۵۲ ؎ اس طرح پر ابو بکر صاحب ایمان لائے مگر بعد وفات جناب رسول خدا ؐ کے اس قدر متغیر ہوئے کہ خود اقرار کرتے ہیں ہم سیاہ دل ہو گئے ہیں اور اب ہم کو خوف خدا و رسول نہیں رہا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور ص۶۷ لکھا ہے ابو بکر صاحب نے اہل یمن کو روتے ہوئے دیکھ کر کہا ھکذا کنا ثم قست القلوب یعنی ہم بھی اسی طرح ہوتے تھے مگر پھر سیاہ دل ہو گئے اور تاریخ الخلفاء ص۶۹ میں ہے ابو بکر کہتا ہے شیطان مجھے پکڑ لیتا ہے اور علی و شیخین کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تھے اور یہ علامات نفاق ہیں اگرچہ ابتداء میں نبی ؐ

باقی حاشیہ آئندہ صفحہ

؎ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ ص۱۳۲ میں ہے ھکذا کنا حتی قست القلوب اور آیت انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم میں مومن کی حصر بس اس میں ہے جس کا دل نرم ہو قسی القلب مومن نہیں ہوتا ۱۲ مترجم۔

حقیقت قصہ غار متعلق یار غار

(از مترجم)

چونکہ حضرات اہل تسنن بغرض دہوکہ دہی عوام کے قصہ غار کو ابوبکر صاحب[۵۱] کی فضیلت کا لباس پہنا کر عوام خلق خدا کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں لہذا اس کا مختصراً حال منکشف کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس قصہ سے اہل تسنن تین طرح پر استدلال کرتے ہیں ایک لفظ صاحب سے۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ یہ استدلال ایک مضحکہ اطفال ہے۔ کیونکہ صاحب کا لفظ قرآن میں اس ہمراہی پر اطلاق ہوا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ ہو۔ دونوں مومن ہوں یا ان سے ایک مومن یا وہ دونوں کافر ہوں۔ دیکھو آیت فنادوا صاحبہم فتعاطیٰ فعقر فکیف کان عذابی ونذر۔ انا ارسلنا علیہم صیحۃً واحدۃً فکانوا کھشیم المحتظر (سورۃ قمر رکوع ۲) (خلاصہ ترجمہ) یہ کہ قوم ثمود جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور برخلاف حکم پیغمبر کے ناقہ (اونٹنی) صالح علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی خاطر اپنے رفیق قدار کو بلایا اور اس نے اونٹنی کے پاؤں کے پٹھے کاٹ دیئے۔ اس سبب سے ان پر چیخ کا عذاب نازل ہوا۔ اور وہ تباہ کیئے گئے۔ اس آیت میں قدار پر صاحب کا اطلاق ہوا ہے۔ جس کی حالت اس قصہ ناقہ صالحؑ سے ظاہر ہے۔ اور صاحب کی جمع اصحاب ہے اس کے لیئے ملاحظہ ہو آیت اولٰئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون پ ۱ ع ۹۔ تو جب صاحب یا اصحاب کا لفظ کفار پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ پس اس سے خیال فضیلت چہ معنے دارد۔ ایضاً دیکھیے سورۃ کہف پارہ ۱۵ رکوع ۱۷ فقال لصاحبہ وھو یحاورہ انا اکثر منک مالا اور دوسری جگہ وارد ہے قال صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب پہلی اور دوسری آیت میں ہر دو جانب کے صاحب کافر ہیں۔ اور تیسری و چوتھی آیت میں ایک مسلم دوسرا کافر ہے اب ایک شبہ شاید باقی ہو کہ تحریر بالا مسلم ہے مگر جب صاحب کا لفظ پیغمبر کی طرف مضاف

(بقیہ حاشیہ) کے پاس مال نہ تھا مگر آئندہ کی فتوحات اور غنائم کی خبر بھی راہب نے دی تھی جس کے حصول کی تمنا پر ابوبکر اسلام لائے یہ کافی لالچ تھا جیسے امتحانات انگریزی اور ترقی مدارج ملازمت کی امید پر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائی جاتی ہیں گو کبھی اتفاق سے نتیجہ برعکس ہو مگر یہود کی خبر پر ابوبکر و عمر بڑے معتقد تھے ۱۲ مترجم۔

۵۱ سہیل یمن جلد ۵ نمبر ۳ ص۱۲ میں قسطلانی شرح بخاری جلد ۶ ص۱۵۲ سے منقول ہے قال ابوبکر الخ ترجمہ ابوبکر نے ایک دن فخریہ کہا ہم نے کبھی بت پرستی نہیں کی اس پر حضرت عمر غضبناک ہوئے کہ یہ کیا ہے (غلط گوئی سے کیا فائدہ) تم جاہلیت میں یہ کرتے تھے وہ کرتے تھے۔ (بت پرستی کے محل و موقعہ یاد دلائے) پس ابوبکر خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا (کیا جواب دیتے جب ایک مجبول قول الخ) اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۶ و روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۲۷ وغیرہ میں قصہ خالد بن ولید کا مالک نویرہ کو

باقی حاشیہ آگے

اور منسوب ہو تو پھر ضرور دونوں جانب سے مومن کامل ہونے ضروری ہیں۔ اس اشتباہ کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس آیت سورۂ یوسف رکوع ۵ کو پڑھیئے۔ یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ما تعبدون من دونہ الا اسماءً سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ بہا من سلطن۔ یعنی یوسفؑ نے فرمایا اے میرے قید خانہ کے ہمراہیو! کیا بہت رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو غالب ہے وہ بہتر ہے تم اس کے سوا صرف مصنوعی ناموں کی پرستش کرتے ہو جس کے واسطے کوئی سند نہیں۔ تمہارا اور تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کا یہی حال ہے اس آیت میں پیغمبر کے دو صاحب کافر بیان ہوئے۔ اس طرح وہ شبہ بالکل رفع ہوتا ہے۔

مگر علماء سنیوں کی چونکہ عادت ہے کہ حسب دستور اپنے پیشواؤں کے معانی آیات کے تبدیل و تحریف کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اس واسطے ممکن ہے کہ اس کا یعنے بھی اُلٹا دیں۔ بایں وجہ ہم انہی کے مفسرین کی تفاسیر سے اس آیت کے معنی کو لکھ دیتے ہیں تاکہ پھر ان کی جائے دم زدن باقی نہ رہے دیکھو تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ سطر اول یریدیا صاحبی فی السجن یعنے یوسف ؑ نے فرمایا تھا کہ اے میرے دو یار جو قید خانہ میں موجود ہو۔ بعد اس کے علامہ فخر رازی لکھتے ہیں جب تھوڑے وقت کی رفاقت صاحب ہونے کے لئے کافی ہے تو عمر بھر۔ الخ۔

غرضیکہ تھوڑے وقت کی رفاقت سے بھی انسان صاحب کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور تفسیر ابو السعود مطبوعہ بر حاشیہ کبیر مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۷۵ و تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۱۱۱ میں یہی مضمون بعبارت مترادف مرقوم ہے ای صاحبی لی السجن اور وہ اس طرح اطلاق ہوا ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے۔ یا سارق اللیلۃ یعنے اسے چور جس نے رات میں چوری کی ہے۔ تو یوسفؑ نے ہر دو قیدیوں کو اس لحاظ سے صاحب کے نام سے پکارا کہ دار الاحزان اور مشکلات میں ہمراہ رہنے سے ایک خاص قسم کی رفاقت کا اثر ہوتا ہے۔ انتہی ملخصاً۔

اور تفسیر سراج المنیر مطبوعہ نول کشور منقول از نسخہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸ میں بعینہٖ مثل ابی سعود و کشاف کے لکھا ہے اور اتنا اس میں زیادہ ہے کہ قید خانہ کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے جیسا کہ یا سارق اللیلۃ میں سرقہ کو رات کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ پس چنانچہ رات مسروق فیہا ہے۔ جس میں چوری ہوئی اور خود مسروق نہیں۔ اسی طرح سجن (قید خانہ) مصحوب فیہ ہے جس میں صحبت حاصل رہی نہ کہ مصحوب کیونکہ مصحوب حضرت یوسفؑ ہیں جن کے قیدیوں میں سے دو صاحب تھے۔ انتہی

(بقیہ حاشیہ) قتل کر کے اس کی زوجہ سے عدت کے اندر نکاح کرنے اور ابوبکر کے اس کو سزا نہ دینے کا مذکور ہے باوجودیکہ عمر صاحب اس کو واجب الرجم جانتے تھے۔ ۱۲ مترجم

اور آیات اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ میں ضمیر لصاحبہ بلفظ غار کی طرف راجع ہے
یعنی صاحب غار یا صاحبہ فی الغار مراد ہے
نیز اسی طرح بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں بلفظ یا صاحبی فی السجن کے مرقوم ہے
اور پارہ ۲۲ ع ۲ میں ہے ما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید
(ترجمہ نذیر احمد) پھر سوچو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) کو کسی طرح کا جنون نہیں
ہے الخ اس میں حضرت محمد صلعم کو کفار کا صاحب قرار دیا گیا ہے پس بہر وجوہ حضرت ابوبکرؓ
کو غار کے سفر میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونے کے سبب سے صاحب بولا گیا ہے تو
اس میں کونسی فضیلت ثابت ہوتی ہے جبکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر قسم کے ہمراہی پر عربی
میں لفظ صاحب بولا جاتا ہے۔ مطلق صحبت نبی میں رہنا مفید ہوتا تو زوجہ حضرت نوح حضرت
لوط کو بھی فائدہ پہنچتا بلکہ صحبت اللہی ان دونوں کو بعض اصحاب رسول پر فوقیت ہے مگر بجز
ایمان کامل فائدہ ندارد۔ عبداللہ بن اریقط رہنما ہو کر سفر ہجرت میں نبی ؐ و ابوبکر صاحب کی معیت
میں رہا تو اس کو آخرت کو کیا فائدہ ملا۔ دیکھو ابطال الاستدلال صفحہ ۹۷ نیز سیرت خاتم النبیین مولفہ مرزا
بشیر احمد صاحب قادیانی۔ مطبوعہ کریمی پریس لاہور صفحہ ۲۲۱ میں ہے حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اریقط
کو بطور رہنما کے اجرت پر ساتھ لیا یہ شخص تھا تو کافر مگر قابل اعتبار تھا۔ انتہی۔ اسی طرح علامہ دمیری
کی حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۰ میں ہے۔

صہ معیت شہادت اعمال اور معیت حفظ جان مال و جان دنیا میں ابوبکر صاحب شریک عام لوگوں
کے ہیں جیسا کہ خدا سب کے ساتھ ہے۔ عام مسلمانوں کو جو نبیؐ کے زمانہ میں تھے ارشاد ہوا۔ فلا تھنوا
وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم۔ سورۃ محمدؐ رکوع ۴ آخر پارہ ۲۶ تم ہی غالب رہو
گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے (ترجمہ تھانوی) اللہ تمہاری مدد و نصرت کرے گا (ابن کثیر و کبیر رازی
جلد ۷ صفحہ ۵۵۲ و حسینی و جلالین) مگر معیت اجر آخرت تو ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم
محسنون آخر پارہ ۱۴ میں ملاحظہ ہو کہ متقی و محسن کے لئے ہے اور یہ صفات ابوبکر صاحب میں متفق
علیہ نہیں ہیں۔ ایضاً صفحہ ۱۰۳ حوالہ بیضاوی اسی طرح نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔ ایضاً
لفظ معیت اور دیکھو آیت ما یکون من نجوٰی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو
سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اس میں کافر منافق سب شامل ہیں
اور پارہ ۲۷ ع ۱۸ میں ہے یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین امنوا (تا) ینادونھم الم
نکن معکم قالوا بلی۔ منافقین مومن سے کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے وہ کہیں گے ہاں

صہ۔ یہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ آئندہ کا ہے استدلال آیت اللہ معنا کے جواب کے حوالہ ۲۲

ہاں مگر ان کے لئے حکم ہوگا ۔ ماوٰنکم النار ۔ تمہاری جگہ دوزخ ہی ہے ۔ اور پارہ ۵ سورہ نساء ع ۱۶ میں ہے یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم ۔ الخ

ایضاً قصہ سراقہ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ و صفحہ ۲۰۵ میں ہے ۔ اور قصہ تعاقب سراقہ کتاب سیرت خاتم النبیین مولفہ مرزا بشیر احمد صاحب خلیفہ قادیانی طبع کرنگی لاہور صفحہ ۲۳۳ میں یوں لکھا ہے ۔ ابوبکر رضؓ نے حضرت ؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آرہا ہے ۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔ مگر جوں جوں وہ قریب آتا جاتا تھا حضرت ابوبکر کی گھبراہٹ بڑھتی جاتی تھی ۔ انتہی ۔ معلوم ہوا کہ رسول خدا ؐ کی تسلیاں دیئے ابوبکر صاحب کی تشفی نہیں ہوتی تھی خوف جان سے بے بس تھے ۔ کشف الظلمات جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ مولفہ مولوی سید علی اظہر صاحب میں تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ سے منقول ہے کہ نبی ؐ کو مکہ معظمہ میں جب کفار نے ایذا دی اور حضرت اقدس پر اوجھڑی پھینکی یا گلا گھونٹا تو ابوبکر صاحب دور کھڑے ہوکر بجز رونے کے کچھ نہ کرا سکے یہی کہا اتقتلون رجلا یقول ربی اللہ ۔ ارے ایسے آدمی کو کیوں قتل کرتے ہو جو اپنا رب اللہ کو جانتا ہے اور اوجھڑی کی جنجاب فاطمہ زہرا ؑ نے گردن مبارک سے آکر اتاری ۔ انتہی ۔

اور غار میں بھی مصاحبت سے نبی ؐ کے فقط رونے کی اعانت کی باہر چلے تو بھی فقط گھبرانے اور خوف دلانے کی امداد کی ۔ جنگوں میں بھی فرار سے غمخواری کی ۔ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ میں ہے ۔ قال ابوبکر قلت للنبی وانا فی الغار لو ان احدھم نظر تحت قدمیہ لابصرنا فقال ما ظنک یا ابابکر باثنین اللہ ثالثھما ۔ ابوبکر نے کہا کہ اگر کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھے تو ہم کو دیکھ لیں گے ۔ یہ گھبرا کر کہا ۔ حضرت ؐ نے فرمایا تیرا کیا گمان ہے ہم دو ہیں تیسرا اللہ ہمارا حافظ ہے کفار سے حفاظت جان اس واقعہ میں مراد ہے چنانچہ سیاق قصہ اس پر دال ہے ۔

دوسرا استدلال کلمہ ان اللہ معنا سے کرتے ہیں جو یہ بھی مثل دلیل اول کے غلط ہے کیونکہ ابوبکر صاحب نے رونے چلانے سے جب نبی ؐ کو تنگ کیا تو ہر طرح رسول ؐ نے ان کو تسلی و اطمینان دلایا کہ ہمیں کوئی ایذا نہیں پہونچا سکتا تمہیں کیا ہو گیا خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے ہمیں اللہ کافی ہے وہی حافظ اور ہمارے ساتھ ہے پس یہ معیت وہی ہے جو سب کو حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر وقت سب کے ساتھ ہے مگر جس کو معرفت ہو وہ اس پر متوکل رہتا ہے ۔ غیر عارف اس کو فراموش کر کے بے چین ہو جاتا ہے ۔ اس لئے نبی صلعم نے اس کی تنبیہ کے واسطے خدا یاد دلایا ۔ پڑھیئے آیت پارہ ۲۷ ۔ سورہ حدید رکوع اول وھو معکم اینما کنتم ۔ ترجمہ نذیر احمد ۔ تم لوگ کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے انتہی ۔ یعنی خواہ غار میں ہو یا دریا میں یا جنگل میں ہر جگہ خدا پاک تم سب کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اسی معیت کو رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوبکر رضؓ صاحب کو اس کی بے چینی کے وقت

ابوبکرؓ کو اس کو فراموش کرکے بے چین ہو جاتے تھے۔ دیکھو تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۲ سطر ۲ (بیان قصہ غار میں ہے) جناب ابوبکر فرماتے ہیں کہ ہم وہاں (غار) سے چل کھڑے ہوئے۔ اور قریش کے لوگ ہماری تلاش ہی میں رہے ہم کو کسی نے نہ پایا۔ ایک سراقہ بن مالک بن جعشم گھوڑے پر سوار آن پہنچا میں نے اس کو دیکھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہمارے ڈھونڈنے والے آن پہنچے۔ (کیا کریں) آپ نے فرمایا کچھ فکر نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ لا تحزن ان اللہ معنا انتہٰی۔ اور المعلم[1] ترجمہ صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۲۸۵ میں یہ قصہ مروی ہے۔ نیز سراقہ کے برخلاف اس میں آنحضرت صلعم کی بددعا منقول ہے یہ واقعہ غار سے باہر نکلنے کے بعد کا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بار بار حضرت ابوبکر ڈرتے اور گھبراتے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہی الفاظ سے تسلی دیتے تھے۔ اس سے کوئی خصوصیت اور فضیلت خلیفہ اول کی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ تسلی دینے کے وقت یہی موزون تھا کہ ہمارا حافظ خدا ہے اور ہمیں کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ اس پر غور فرمایئے جس ساتھی نے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں اندیشہ پیدا کیا اور بزدلی کا سامان ظاہر کیا کہ ہم پکڑے جائیں گے۔ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ پکڑتے ہیں۔ کیا کریں اور رویا چلایا جس سے نبیؐ کو ملال وصدمہ پہونچایا اور نبیؐ کو اس سے تسلی دینے کی تکلیف کرنی پڑی وہ فضیلت رکھتا ہے۔ یا کہ وہ جو مقام خطرہ جان پر بحکم رسولؐ کے بستر نبوی پر سویا کہ نبیؐ کی جان بچ جائے گو میں بجائے ان کے قتل کیا جاؤں۔ یا اذیت پاؤں جیسا کہ سنگباری کفار سے تکلیف اٹھائی۔ بہتر ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ علیؑ سفر غار کی رات کو مکہ میں بستر نبویؐ پر بحکم پیغمبرؐ کے چادر سبز نبیؐ کی اوڑھے ہوئے سوئے۔ جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ جملہ کتب اہل سنن میں مرقوم ومسلم ہے۔ دیکھو روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۱۲۷/۱۲۸ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۷ میں اس طرح لکھا ہے۔ انا لا ننکران اضطجاع علی ابن ابی طالب فی تلک اللیلۃ المظلمۃ علےٰ فراش رسول اللہ صلعم طاعۃ عظیمۃ ومنصب رفیع الخ۔ یعنی ہمیں کوئی انکار نہیں کہ علیؑ کا اس اندھیری رات میں بستر رسول اللہ پر لیٹنا بڑی طاعت ہے۔ اور بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے اور فتح الباری شرح بخاری کی عبارت جو عنقریب لکھی جائے گی اس کی موئد ہے بایں سبب اس قصہ سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نہ ابوبکر صاحب کی بلکہ ابوبکر صاحب بار خاطر ہوئے نہ یار شاطر؛

تلبیسوا انزل اللہ سکینۃ علیہ سے استدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ مرجع

---

[1] اور باسناد ابن سعد وابن ابی شیبہ واحمد بخاری ومسلم وغیرہ در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ میں سراقہ کا قصہ مروی ہے اس میں ابوبکر سے یہ بھی ہے کہ نبی کے لا تحزن فرمانے کے بعد جب سراقہ ایک دو نیزہ کے فاصلہ پر قریب آگیا تو میں رونے لگا اور کہا یا رسول اللہ یہ تو آگیا اور ہم کو آملا حضرت نے فرمایا روتا کیوں ہے الخ اسی طرح سیرۃ ابن وحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۲ میں سراقہ کو دیکھ کر ابوبکر کے

رونے کا ذکر ہے ۱۲ مترجم۔

ضمیر علیہ کا جناب رسول خدا ہیں نہ ابوبکر صاحبؓ۔ چنانچہ قرأت اہل بیتؑ میں اس کو علیٰ رسولہ پڑھا گیا ہے جو شیعہ کی تفسیر برہان جلد ا ص۴۲۳ میں بروایت ائمہ مروی ہے۔ اور ضمیر متصل ایدہ بجنود لم تروھا کا مرجع بالاتفاق رسولؐ کا ہونا کافی مؤید ہے۔ کیونکہ اگر دونوں جگہ مرجع ایک نہ ہو تو کلام باری منزہ از نقائص میں قبیح انتشار و تشتت ضمائر کا لازم آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو فرشتوں سے مدد پہونچائی گئی اور بمقتضائے سیاق آیت صحابہ ان کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ وہ رسول اللہ کو خدا کی طرف سے پہونچائی گئی نہ ابوبکر صاحب کو بلکہ وہ اس جماعت میں مخاطب تھے جو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور وجہ تجدید تسکین نبی صلعم پر یہ بھی تھی کہ نبیؐ خوف کفار سے جو درپے قتل تھے۔ جب وطن مالوف کو چھوڑا اور سفر ہجرت کی تکلیف پیش آئی تو امداد فرشتوں اور فتوحات حاصل ہونے سے تسکین دینے کی ضرورت تھی۔ تفسیر ترجمان القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۵ آیت غار کی تفسیر میں علامہ سنی محدث لکھتے ہیں: اللہ نے اپنی تسکین حضرت نبی صلعم پر اتاری مراد سکینہ سے نصرت و تائید ہے اشہر قولین[۱] میں اور کسی نے کہا ضمیر ابوبکر کی طرف پھرتی ہے کہ ان کو تسکین بخشی (بعدہ اس کی تائید بیان کرکے تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ نبیؐ پر اگرچہ تسکین ہر وقت تھی مگر تجدید سکینہ بھی منافی نہیں) (اور لکھا) لیکن یہ کچھ منافی تجدد سکینہ خاصہ کو اس حال میں نہیں ہے۔ لہذا فرمایا ہے کہ ہم نے تائید کی جنود ملائکہ سے الخ اور خاص طور پر یاد رکھیے کہ ابوبکر صاحب کو اس سکینہ میں شامل بھی نہیں کیا گیا۔ کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سکینہ کی تجدید و ضرورت و قرائن دیگر ضمائر سے ثابت ہے کہ نبیؐ پر سکینہ نازل ہوئی اب ابوبکر صاحب پر بھی نازل ہوتی تو ضمیر تثنیہ ضروری تھا یعنے بجائے علیہ علیہما ہونا چاہیئے تھا دیکھیئے جہاں نبیؐ کے ساتھ مومنین پر نزول سکینہ ہوا ہے اس کو خدا تعالیٰ نے الگ بیان فرمایا ہے دیکھو آیت سورہ توبہ مندرجہ متن کتاب صفحہ ۳۰۱ علیٰ رسولہ و علی المومنین یہاں بھی علیہما یا و علی من معہ ہوتا۔ اس سے تو بلکہ ابوبکر صاحب کے ایمان پر مضر اثر پڑتا ہے اگر مومن صادق ہوتے تو چاہیئے تھا۔ کہ رسولؐ کے ساتھ ان پر بھی ایسے مشکل وقت میں سکینہ کا نزول بیان ہوتا جیسا کہ دوسری آیت میں مومنین کے لئے بیان ہوا ہے۔ نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۱۶۲ میں مرجع ضمیر کا نبیؐ کو قوت سے بیان کیا اور ابوبکرؓ کو ضعف سے اور آیت ہذا کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے یہ لکھا ہے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی (طرف سے) تسلی اتاری اور ان کو (فرشتوں کی) فوجوں سے مدد دی جن کو تم لوگ نہ دیکھ سکے الخ۔ اس ترجمہ سے قرآنی فیصلہ ہی ہمارے حق میں ہے۔ نیز اگر ابوبکر پر سکینہ

[۱] بعینہ عبارت ترجمان مندرجہ کتاب ہذا عربی عبارت میں علامہ عینی حنفی نے شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۷۳ میں اپنی تحقیق سے لکھی ہے جو چاہے مطابقت کرے۔ ۱۲ منہ

نازل ہوتا تو غار سے باہر عجب جا رہے تھے اس وقت کیوں گھبراتے اور رسول ص کی تسلی دیتے پر بھی گھبراہٹ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابوبکر صاحب پر سکینہ نہیں اترا۔ اور وجہ نزول امن کی حضرت صلعم پر یہ تھی کہ جو ملال خاطر عاطر نبی ص اپنے ہمراہی شیخ بالاں و گریاں کے اضطراب سے پیدا ہوا تھا وہ جاتا رہے اور بغرض تسلیم ایمان ابوبکر کے عام طور پر جملہ مومنین کے لئے بھی نزول سکینہ وارد ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر رض کے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہے دیکھو آیت ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم پ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۔ اور دیکھو سورہ توبہ رکوع ۴۔ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین۔ الایۃ۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ ابوبکر رض صاحب نے احداث فی الدین نہیں کیا اور بعد وفات سرور کائنات کے ان کا حال متغیر نہیں ہوا۔ اور ثبوت مرجع ضمیر رسول خدا ص ہونے کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر جامع البیان و معالم التنزیل و مدارک و ترجمان القرآن صفحہ ۳۸۵ و فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ و جلالین مطبوعہ مصر ص۵ ان کی عبارات مترادف ہیں۔ اور قریب المعنے لیکن ہم اس وقت جامع البیان و تفسیر ابی السعود مطبوعہ بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۵ ص۱۲۸ مطبوعہ مصر سے نقل کرتے ہیں۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ ای امنتہ علی رسول اللہ (ثم قال) و یویدہ الاول وایدہ ای رسول اللہ بلا خلاف۔ انتہی۔ یعنے امن اور تسکین رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ پھر ایک قول ابی بکر صاحب کے مرجع ہونے کا نقل کر کے اس کو مرجوح قرار دیا۔ اور کہا کہ پہلے قول یعنے مرجع رسول ص ہونے کی کلمہ وایدہ کا تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں بالاتفاق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

اور یہ بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صاحب کو منتخب کر کے ہمراہ نہیں لے گئے تھے بلکہ ابوبکر صاحب خود پیچھے سے جا ملے تھے جس سے حضرت ص کو ایذا بھی پہنچی تھی۔ مگر حسب مصلحت وقت ان کو ساتھ لے جانا پڑا دیکھو تفسیر در منثور جلد ۳ ص۲۴۲ مطبوعہ مصر اور در منثور کی طرح خصائص نسائی مترجم صفحہ ۲۰ طبع لاہور میں ہے۔ فجاء ابوبکر فقال یا نبی اللہ فقال علی ان النبی ص قد ذہب[1] نحو بیر میمون فاتبعہ فدخل معہ الغار۔ یعنی جب حضرت علی کو

---

[1] کنز العمال جلد ۸ ص۳۳۳ میں باسناد ابی نعیم ابن عباس سے مروی ہے کہ شب غار حضرت علی فراش نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چادر نبوی لپیٹ کر سو رہے اور مشرکین ان کو پتھر مارتے تھے اچانک ابوبکر آ گئے پکارا اے رسول اللہ ص حضرت علی نے چادر سے سر نکالا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ نہیں ہوں رسول اللہ کو ملنا ہے تو بیر معون کی طرف جا کر ملو پس ابوبکر رض رسول اللہ کو ملے اور غار میں داخل ہوئے الخ۔ وکذا بعینہ فی الخصائص للنسائی طبع مصر ص۹ ۱۲ مترجم

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر ان کی چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما تھے ابوبکرؓ آئے اور
نبی صلعم سمجھ کر پکارا حضرت علی بولے کہ وہ تو چاہ میموں کی طرف چلے گئے ہیں تو ابوبکرؓ پیچھے سے
نبی ص کو جا ملے اور آپ کے ساتھ غار میں داخل ہوگئے۔ اسی طرح ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صفحہ ۲۶۱
میں ابن عباس سے مروی ہے۔ یقیناً معلوم ہوا کہ نبی ص گھر سے ابوبکر کو ساتھ نہیں لے گئے ان روایات
قویہ کی مخالف روایت کو کسی خواہش اعتقاد کی بناوٹ سمجھا جائے گا۔ اور تفسیر امام حسن عسکری کا جو
حوالہ وحی سے ساتھ لیجانے کا پیش ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول اسی تفسیر کی بسند صحیح روایت
امام تک عام مقبول محققین کی نہیں ہے اور بشرط و فرض تسلیم تطبیق ہو سکتی ہے کہ ابوبکر صاحب جب
راستہ میں نبی ص کو جا ملے ہوں خدا کا حکم پہنچ گیا ہو کہ آپ اس کو ساتھ ہی لیتے جاؤ۔ اس سے روایات
سب کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ ایضاً صفحہ ۳۰۲ حضرت علی کو شب ہجرت اذیت و تکلیف پہنچی،
دیکھو خصائص نسائی صفحہ ۲۰ طبع لاہور و طبع مصر ص۹ و ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ و درمنثور
جلد ۳ ص۱۸۰ لبس علی ثوب النبی وھم یحسبون انہ نبی اللہ (ثم قال) فکان المشرکون یرمون
علیا حتی اصبح۔ یعنی کفار حضرت علی کو نبی خدا تصور کر کے رات بھر پتھر مارتے رہے۔ آیت ومن
الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کی تفسیر میں تفسیر حسینی پارہ ۲ اور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۲
صفحہ ۱۸۸ باختلاف طبع و نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۶۰ و جلد ۲ صفحہ ۱۹ و تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ و تذکرہ
خواص الامۃ صفحہ ۱۵ میں اور تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۲۸ و روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۱۲۸ و مدارج النبوۃ
جلد ۲ ص۷۹ و معارج رکن ۴ میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علی ع کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے
خدا کی رضا میں اپنی جان نبی ص پر فدا کر دی گو خدا نے محفوظ رکھا۔ اور کبیرہ وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ اس وقت
جبکہ علی ع نبی ص کے بستر پر سوتے ہوئے تھے جبرائیل سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف پاسبان کھڑے
تھے خدا نے حفاظت کے لئے ان کو بھیجا تھا اور جبرائیل پکار کر کہتے تھے۔ بخ بخ من مثلک یا ابن
ابی طالب یباھی اللہ بک الملائکۃ و نزلت الآیۃ۔ یعنی مبارک مبارک تیرے جیسا کون ہے اے
ابی طالب کے بیٹے کہ اللہ تعالے فرشتوں میں تیرے اس کام پر فخر فرما رہا ہے اور اسی طرح نور الابصار
طبع مصر صفحہ ۷۶ ناقلاً عن الاحیاء للغزالی اور اسد الغابہ اردو جلد ۷ صفحہ ۳۴ ترجمہ لنکوری میں ہے
بہ تفصیل مفید اور در منثور جلد ۳ ص۱۷۹ میں بروایت حاکم مع تصحیح مذکور ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ

حاشیہ: رسالہ امامت و خلافت امامیہ مشمولہ لکھنو ص۱۱ میں بقول امام غزالی۔ یہی شان نزول مواہب لدنیہ جلد ۱ ص۶۲ سے
منقول ہے اکثر مورخین مذکورین نے ظاہر کیا ہے کہ رسول ص اپنے بعد علی کو اس لئے بھی چھوڑ گئے تھے کہ وہ لوگوں کی امانتیں
جو رسول ص کے پاس تھیں پہنچا کر واپس دیں اس کے بعد رسول ص کو جا ملیں نیز دیکھو تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص۱۲۶ و تاریخ کامل جلد

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت علیؑ نے اپنا نفس فروخت کر دیا اور قتل گاہ رسولؐ پر رسولؐ کا لباس پہنکر سو گئے اور کفار درپے قتل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہرہ دے رہے تھے کہ اس کو قتل کر دیں علیؑ کو رسولؐ خیال کر رہے تھے در منثور جلد ۳ میں ص۲۴۷ بروایت ابن مردویہ و ابی نعیم فی الدلائل ابن عباس سے منقول ہے کہا جب رسول اللہؐ رات کے وقت غار کی طرف تشریف لے گئے پیچھے سے حضرت ابوبکر صاحب بھی ان کو جا ملے۔ جب رسول اللہ صلعم نے آہٹ (رفتار) آدمی کی آواز معلوم کی تو اس سے خیال کیا کہ شاید کوئی متلاشی مشرکین سے آملا ہے۔ جب ابوبکر صاحبؓ نے اس بات کو معلوم کیا تو کچھ کھانسنے لگے تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہچان لیں چنانچہ حضرت صلعم نے پہچان لیا اور کھڑے ہو گئے تاکہ ابوبکر صاحب جا ملے اور دونوں غارؑ میں گئے۔ الخ۔

اور تاریخ طبری طبع مصر جلد ۲ ص۲۲۴/۲۲۵ و سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص۳۸ میں اس طرح ہے۔ مگر اتنا اس میں زیادہ ہے کہ نبیؐ کو ابی بکر صاحب کے پیچھے آ جانے سے اس قدر تکلیف ہوئی کہ ان کو نہایت تیز رفتاری کرنی پڑی جس سے جوتے کا اگلا تسمہ ٹوٹ گیا اور قدم مبارک کا انگوٹھا زخمی ہو کر اس سے خون جاری ہو گیا۔ تاکہ ابوبکر صاحبؓ نے آواز دی اور حضرتؐ نے پہچان کر اس کو ہمراہ کر لیا۔ اور اسی صفحہ طبری میں مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو حکم دیا کہ میں غار ثور کی طرف جاتا ہوں آپ میرے لئے طعام بھیجنا اور راستہ بتانے والا اجرت پر مہیا کرنا اور سواری ہماری کا انتظام کرنا۔

اب بستر نبوی پر مقابل اس کے حضرت علیؑ کو جو اذیت کفار سے پہونچی وہ ملاحظہ فرمائیے۔
فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ ص۳۵۴ مطبوعہ دہلی و معالم التنزیل ص۳۸۱ میں ابن عباس سے باسناد عمر بن میمون بروایت احمد و حاکم کے منقول ہے کہا مشرکین حضرت علیؓ کو (جبکہ وہ بستر نبوی پر سوتے ہوئے تھے) پتھر مارتے تھے اس گمان پر کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے ہیں۔ ابوبکر صاحبؓ آنحضرتؐ کے پیچھے چل پڑے اور نبیؐ کو راستہ میں مل گئے اور ان کے ساتھ غار میں چلے گئے۔ انتہی آیت اذا اخرجہ الذین کفروا میں ضمیر واحد کا ہونا بھی اس کی دلیل ہے کہ کفار نے تو نبیؐ کو مدینہ سے بایصال اذیت کے نکالا اور دوسرا خود بخود مل گیا ورنہ بجائے اخرجہ کے اخرجھما ہوتا جس کا معنے دونوں کو نکالا ہوتا۔ اور اصل مضمون اس اذیت پر بستر علیؑ کو پہنچے

(بقیہ حاشیہ) ص۳۹ وغیرہ اور تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۲۹ میں ہے علی بن ابیطالبؑ بعد رسولؐ تین رات دن رہے تاکہ رسولؐ کے پاس جن لوگوں کی امانتیں تھیں وہ لوگوں کو پہنچا ئیں پھر رسول اللہؐ کے ساتھ جا ملے ۱۲ مترجم ص۵ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص۲۹ بحوالہ امتاع اور لکھا کہ کوئی مانع اس سے نہیں کہ آیت مکرر اتری ہو حضرت علی کے بارہ میں اور نیز جیسے کے بارہ میں اور معنے یہ ہے کہ علی نے اپنے

باقی حاشیہ آگے۔

کا ترمذی و نسائی میں بھی ہے وکذا فی ازالۃ الخفا ر صت ۲۶۱۔

اور ابی بکر صاحب کی جزع و فزع کے ثبوت میں دیکھو تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۷۱۔ فجعل ابوبکرؓ یجزع ان یطلع علیہم احد (الی ان قال) فجعل النبی م یسکنہ و یثبتہ و یقول یا ابا بکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثہما کما قال الامام احمد الخ۔ (کذا فی مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۱ صت ۴) پھر اس کو باسناد بیان کیا یعنے ابوبکر صاحب فریاد کرتا تھا کہ شاید اس پر کوئی اطلاع پائے اور تکلیف پہونچے اور رسول اللہ م اس کی تسکین اور دلجوئی فرماتے تھے کہ اے ابا بکر تیرا کیا گمان ہے جبکہ ہم دو ہیں اور تیسرا اللہ تعالےٰ بھی ساتھ ہے۔ پھر تجھے کیا ہوگیا کہ تو چپ نہیں کرتا۔ اس عبارت سے میری سابقہ تحریر کی تصدیق ہوگئی ہے اور اس آیت میں ایک اور امر بھی غور طلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو آنحضرت م کی چند مصیبتیں یاد دلا کر اپنے رسول م امداد فرمانے کا ذکر کیا ہے الا تنصروہ اگر تم لوگ رسول کی مدد نہیں کرتے تو اپنے رسول کی وہ خود مدد کر دیتا ہے تم مدد نہ کرو تو پرواہ کیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں تین ایسے امر جتلائے کہ فلاں وقت کو یاد کرو اور فلاں و فلاں وقت کو۔ مثلاً پہلے فرمایا اس مصیبت کو یاد کرو جبکہ رسول صلعم کو کافروں نے مدینہ سے نکالا تھا۔ واقعی وطن سے نکلنا مصیبت تھی۔ پھر فرمایا اس وقت کو یاد کرو جبکہ غار کی تاریکی و تنہائی میں صرف ایک ہمراہی کے ساتھ آنحضرت وقت بسر کر رہے تھے۔ واقعی یہ بھی مصیبت ہی تھی۔ پھر فرمایا۔ اس وقت کو یاد کرو جبکہ رسول م اپنے ہمراہی کو تسلیاں دے رہے تھے کہ کوئی غم نہ کر خدا ہمیں کافی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے پھر کون ایذا پہونچا سکتا ہے۔ غرضیکہ اس وقت کے مناسب اپنے ہمراہی کے لئے تسکین بخش تقریر فرما رہے تھے۔ واقعی یہ بھی مصیبت تھی کہ ہمراہی دلیری نہ کر سکا اور یہ نہ کہا کہ خدا حافظ ہے کسی کی پرواہ نہیں کوئی ہمارا سر کاٹ لے گا۔ تب آپ کے پاس آئے گا۔ ورنہ ہم مخالفین سے خوب مقابلہ کریں گے۔ فی الحال تو ہم پوشیدہ ہیں غالباً کوئی دیکھنے نہ پائے گا۔ بلکہ بجائے اس کے ہمراہی کہتا ہے کیا کریں کفار اگر نیچے دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے اور مار ڈالیں گے۔ یا ایذا پہونچائیں گے۔ اگرچہ بظاہر اس نے حضرت م کو مخاطب کیا ہو کہ آپ کو بھی ایذا پہونچے گی۔ (مگر اس کا مجھے غم ہے) مگر قرائن سے اس کو اپنی جان کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر حضرت م کو کہا تھا تو وہ بھی مضر تھا کہ بجائے اطمینان و تسلی دینے کے اس نے ملال و رنج پہونچایا اور اس کے شور و غل کو فرو کرنے اور تسلی دینے کے لئے نبی م کو تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ اسی واسطے،

(بقیہ حاشیہ) نفس کو زندگی رسول م کے ساتھ فروخت کر دیا (جلد ۳ صت ۱۹) میں اسی طرح لکھا ہے ۱۲ مترجم۔ لہ اسی در منثور میں عامر بن فہیرہ کا طعام پہونچانا اور علی ع کا انتظام طعام و سواری کا و مزدور کا کرنا مذکور و مروی ہے وکذا فی السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صت ۳۳ طبع مصر ۱۲ مترجم۔ لہ صفحہ ہذا بیضاوی میں ہے ان ابا بکر کان منزعجا انزعاج قلق و ضجر کردن از صراح و قاموس۔ اور کبیر جلد ۴

باقی اگلے صفحہ پر حاشیہ

اللہ تعالیٰ تینوں مصیبتوں کو ایک ہی لفظ مکرر سہ کرر سے بیان فرماتا ہے کہ تینوں مصیبتیں برابر تھیں غور سے دیکھیے اور لفظ اذ ہر سہ مقامات پر عمیق نظر سے پڑھیئے۔ اذا اخرجه۔ واذ هما في الغار و اذ يقول لصاحبه لاتحزن۔ فقط والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔ اور دوسرے موقعہ پر بھی جب نبیؐ کو کفار نے اذیت پہونچائی تو ابوبکر نے فقط رونے سے مدد پہنچائی دیکھو انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون للحلبی طبع مصر جلد ا صفحہ ۳۳۱ جب کفار نے مسجد الحرام میں نبیؐ کو پکڑا اور سر کے بال اور ڈاڑھی کے بال کھینچے چنانچہ بہت بال گر گئے اس وقت ابوبکر صاحب الگ کھڑے رہے اور رونے لگے اور بس یہ کہا کہ اسی پر تم بندہ کو مارتے ہو کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور جب اسی سفر میں سراقہ پیچھے سے جا پہنچا تو بھی ابوبکرؓ رونے سے حضرت کی اعانت کی چنانچہ قبل اس کے ہم نے تحریر کیا ہے۔ ۱۲ مترجم

فصل :۔ فی ایمان عمر بن الخطابؓ :۔

فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج ابن سعد وابو یعلٰی والحاکم والبیهقی عن انس قال خرج عمر متقلدًا بالسیف فلقیه رجل من بنی زهرة فقال له این تعمد قال ارید ان اقتل محمدًا۔ الحدیث وهكذا فی تاریخ الخلفاء۔ وفیه وقد اسلم فی السنة السادسة من النبوة وفیه اخرج البزار والبیهقی والطبرانی وابو نعیم فی الحلیة عن عمر قال کنت من اشد الناس علی رسول الله صلعم الحدیث۔ وایضًا اخرج احمد عن عمر فقلت هذا والله شاعر کما قالت قریش الحدیث۔ و فیه

فصل۔ ایمان عمرؓ بن خطاب کے بیان میں

خصائص کبریٰ سیوطی جلد ا ص ۱۳۱ میں ابن سعد و ابی یعلیٰ و حاکم و بیہقی کے اسناد سے حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہا امیر عمر تلوار لیئے ہوئے نکلے ان کو ایک آدمی بنی زہرہ سے ملا اور کہا اے عمرؓ کہاں ارادہ رکھتا ہے۔ امیر عمر بولے کہ میں حضرت محمد صلعم کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۵ میں ہے۔ اور اسی کے ص ۷۲ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نبوۃ کے سنہ ۶ میں اسلام لائے۔ اور اسی کے ص ۱۳۲ میں مرقوم ہے کہ بزار و بیہقی وطبرانی وابو نعیم نے حلیہ میں امیر عمر سے روایت کیا اس نے کہا کہ میں رسول اللہ کا سب سے زیادہ

(بقیہ حاشیہ) ص ۶۲ میں ہے بکے ابوبکر اور درمنثور جلد ۳ ص ۲۴۱ میں باسناد وابی نعیم و بیہقی فی الدلائل ابن شہاب اور عروہ سے قصہ غار میں مروی ہے کہ جب نبیؐ اور ابوبکرؓ نے کفار کی آوازیں سنیں تو ابوبکر ڈر گیا اور اس پر ہم اور خوف طاری ہوا۔ ۱۲ مترجم۔

اخرج ابو نعیم عن عمرؓ قال کنت جالسا مع ابی جھل وشیبۃ بن ربیعۃ فقال ابوجھل دھوخال عمر یا معشر قریش (الی ان قال) الا ومن قتل محمداً فلہ علیّ مائۃ ناقۃ حمراء سوداء والف اوقیۃؔ فضۃ قال عمر فخرجت متقلداً

اس نے کہا کہ ہیں رسول اللہؐ کا سب سے زیادہ دشمن تھا۔ آخر حدیث تک اور اسی صفحہ پر ہے احمد نے عمر سے روایت کیا امیر عمر کہتے تھے کہ جس طرح باقی قریش کہتے تھے میں نے بھی کہا تھا کہ خدا کی قسم یہ محمد صلعم ایک شاعر آدمی ہے۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی کے ص۱۳۳ میں ہے ابونعیم نے عمر سے روایت کی ہے میں ابوجہل وشیبہ بن ربیعہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوجہل نے کہا۔ اے گروہ قریش (تاکہ کہا) خبردار جو محمد کو قتل کرے اس کے لئے میرے اوپر ضروری ہوگا کہ میں اس کو ایک سو اونٹنی سرخ وسیاہ رنگ کی عطا کروں گا۔ اور ہزار اوقیہ چاندی بھی دوں گا۔ عمرؓ نے کہا کہ میں تلوار لے کر نکلا الخ۔

ایمان امیر عمرؓ کے متعلق نوٹ از مترجم

(ایمان عمر صاحب) صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۹۱ باب کیف کان یمین النبیؐ و نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۸۸ و در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ باسناد احمد و بخاری و ازالۃ الخفاء مقصد اول ۱۰۱/۱۹۰ میں باسناد الحاکم والبخاری ہے۔ فقال لہ عمر یا رسول اللہ لانت احب الیّ من کل شئے الا من نفسی فقال النبیؐ لا والذی نفسی بیدہٖ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیک من نفسک فقال لہ عمر فانہ الآن واللہ لانت احبّ الیّ من نفسی فقال النبیؐ الآن یا عمرؓ۔ یعنی حضرت عمرؓ نے نبیؐ کی خدمت میں کہا یا رسول اللہ آپ مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ بجز میری جان کے (یعنی اپنی جان مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہے اسی واسطے تو ہمیشہ رسول پاک کو نرغہ کفار میں اکیلے چھوڑ کر عمر صاحب بھاگ جاتے رہے) پس نبی صلعم نے فرمایا تیرا ایمان صحیح نہیں۔ خدا کی قسم جب تک میں تجھ کو تیرے نفس سے بھی زیادہ عزیز ہو جاؤں۔ تو عمر نے کہا اب خدا کی قسم آپ مجھ کو میرے نفس سے بھی پیارے ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا اب اے عمر۔ انتہی اس حدیث سے ایمان عمر پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ کہ حضرت عمر نبیؐ کو خوش کرنے لگے کہ وہ اس طرح کہنے سے بڑا ایمان دار سمجھیں گے۔ جب حضرت ارشاد فرمایا کہ اس طرح تو تمہارا ایمان درست نہیں عمر صاحب نے خیال کیا کہ میں زیادہ خوش کرنے لگا تھا۔ الٹا راز کھل گیا تو فوراً کہنے لگے۔ اب خدا کی قسم اپنی جان سے بھی آپ کو زیادہ عزیز سمجھتا ہوں یہ کہنا حضرت عمر کا دو طرح سے مشکوک

ؔ ایک اوقیہ ساڑھے سات مثقال کا ہوتا ہے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اور ایک ماشہ آٹھ سرخ یعنی رتی

ہے ایک تو یہ محبت فعل قلب ہے کسی کے کہنے سے نہ فوراً دل سے نکل سکتی ہے نہ جلد فقط کہنے سے داخل ہو سکتی ہے کتنی مدت ایمان لانے پر جب حضرت عمر کے دل میں اتنی محبت حضرت صلعم کی پیدا نہ ہوئی جو اپنی جان سے زیادہ محبوب سمجھتے تو ایک دو منٹوں میں وہ بھی ایسی حالت میں کہ نبیؐ کو اس سے سوءظن ہو گیا تب فوراً کہہ دیا کس عقل مند کے ذہن میں آ سکتا ہے کہ جان خود سے عزیز سمجھنے لگے۔ دوسرا یہ کہ اگر قول میں حضرت عمر سچے ہوتے تو عملاً جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر حضرت صلعم کو ہر جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نہ جاتے۔ تیسرا یہ تو یقیناً ثابت ہوا کہ کم از کم اس حدیث کے دن تک حضرت عمرؓ میں یہ علامت ایمان کامل کی نہ تھی۔ کیونکہ مشکوٰۃ باب ایمان میں متفق علیہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجود ہے کہ کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے باپ اور بیٹے بلکہ کل بنی آدم سے نبیؐ کو زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ انتہٰی۔ اور حدیث زیر بحث میں بھی مزید روشنی ہے اور حضرت عمرؓ کے دل میں جو تھا وہ ظاہر ہو گیا پھر جو کہا مطابق اس آیت کے ہو تو ممکن ہے۔ یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم واکثرھم فاسقون۔ پ۱۰ سورہ توبہ ع۲ یعنی یہ لوگ تم کو زبان سے راضی کرتے ہیں۔ مگر ان کے دل نہیں مانتے۔ اکثر ان کے فاسق ہیں۔ اور پڑھو یحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم ولکنھم قوم یفرقون۔ پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع۷۔ خدا کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ مسلمان ہیں تم میں سے ہیں حالانکہ درحقیقت نہیں ہیں ڈر کے مارے کہہ دیتے ہیں (کلمہ الآن میں احتمال) الآن یا عمر جو حدیث میں آیا ہے اس کو بھی ایمان عمر کے لئے نص نہیں کہا جا سکتا سیاق سے ایمان تو معلوم ہو گیا رہا یہ کلمہ الآن کا توجیہ اس سے یہ معنی مراد ہو سکتا ہے کہ اب یا عمر تیرا ایمان درست ہو گیا ہے۔ اسی طرح بلکہ واضح تر باعتبار سیاق حدیث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ اب یا عمر اس کہنے سے کیا فائدہ جب دل کی بات ظاہر ہو گئی یعنی اب یہ کہنا بے سود ہے جس طرح قرآن کریم میں قصہ غرق فرعون میں فرعون کے وقت نزع ایمان لانے پر خدا پاک نے یہی کلمہ الآن فرمایا ہے جس کا معنے ہے کہ اب ماننے سے کیا فائدہ جب پہلے تم نے اختیار سے نہیں مانا۔ میں حضرت عمر کو مسلمان اور اپنے وقت پر مسلمانوں کا بادشاہ مانتا ہوں مگر موازنہ اوصاف میں ایمان حضرت علی سے موازنہ کرتے ہوئے ان امور کا ذکر کرنا لازمی ہے۔

امیر عمر صاحبؓ کا ایمان حق شناسی سے نہیں ہوا۔ جس کی دلیل کیفیت ایمان آوری کی روایت ہے جو ابن سعد و ابو یعلیٰ و بزار و ابو نعیم فی الحلیہ و بیہقی فی الدلائل حضرت انس سے روایت[۱] کرتے

---

[۱] اسی مضمون کی ایک طولانی روایت خاطر بن عرفطہ سے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۹۴ میں باسانید ابی یعلیٰ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و عقیلی و نصر المقدسی و سعید بن منصور کے مروی ہے ۱۲ مترجم۔

ہیں کہ حضرت عمر صاحب بعد عداوت راسخہ دیرینہ کے جو جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو تھی اور بعد اظہار نبوۃ آنحضرت صلعم کے چھ سال تک اس نے بدستور رکھی۔ بارادۂ قتل تلوار لے کر نکلا (جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے۔ مگر اس میں مکمل عبارت نہیں لکھی گئی لہٰذا ہم اس کا تتمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۷ وصواعق محرقہ صفحہ ۵۵ سے نقل کرتے ہیں (اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں مثل اس کی مرقوم ہے) کہ امیر عمر صاحبؓ جب نبی صلعم کے قریب تلوار لٹکائے ہوئے آیا تو آنحضرت صلعم باہر تشریف لائے اور امیر عمرؓ صاحب کے دامن و حمائل تلوار کو پکڑا اور فرمایا ما انت بمنتہ یا عمر حتیٰ ینزل اللہ بک من الخزی و النکال ما انزل بالولید بن مغیرۃ فقال عمرؓ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ الخ۔ یعنے رسول صلعم نے امیر صاحب کو ایک سچی دھمکی دی کہ تم اس عداوت و مخالفت سے[1] باز آجاؤ ورنہ تیرے لئے خدا کی جانب سے خواری اور شرمندگی اور رسوائی اور عذاب اترے گا جیسا کہ ولید بن مغیرہ کے لئے اترا ہے اور شاید تو اس وقت تک باز نہیں آتا جب تک تیرا وہی حال نہ ہو جو ولید کا ہوا۔ اور ولید کا حال یہ ہے کہ سورہ نون کی آیات ولا تطع کل حلاف مھین۔ ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم۔ عتل بعد ذلک زنیم۔ اسی ولید کے بارہ میں اتری تھیں جس کے سبب سے ابدی رسوائی اس کے شامل حال رہی باقی عیوب کے علاوہ زنیم کا اظہار اس کے لئے سخت عذاب تھا جس کا ترجمہ ہے بدذات حرامزادہ اس آیت کے اترنے پر ولید نے اپنی ماں سے بہ تخویف قتل دریافت کیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور اس کی ماں نے بیان کردیا کہ تیرا باپ نامرد تھا اور اپنے نوکر سے بدفعلی کرا کر میں نے تجھے جنا تھا تا کہ تیرے چچا زاد بھائی تیری جائداد نہ لیجائیں۔ اب ولید کا حرامزادہ ہونا ہم معتبر تفسیر جلالین مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ سے لکھتے ہیں۔ دعی فی قریش وھو الولید بن مغیرۃ ادعاہ ابوہ بعد ثمانی عشرۃ سنۃ قال ابن عباس لا نعلم ان اللہ وصف احد ابما وصفہ بہ من العیوب فالحق بہ عارا لا یفارقہ ابدا۔ یعنی ولید بن مغیرہ جب ۱۸ سال کا ہوا۔ مغیرہ نے دعویٰ کردیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور اپنا بیٹا بنالیا۔ ابن عباس کہتا ہے ہمیں ایسا کوئی معلوم نہیں جس کی اتنی مذمت خدا نے بیان فرمائی ہو اور اس کے عیوب بیان کر کے ہمیشہ کے لئے اسے رسوا کر دیا ہو جیسا کہ ولید کو کیا گیا۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم کا امیر عمرؓ صاحب کو ولید سے مشابہت دینا ایک خاص اشارہ تھا۔ جس کو امیر عمر صاحبؓ صاحب سمجھ گئے۔ اور مرعوب و مغلوب ہوگئے۔ سوچا کہ مبادا میرے لئے

[1] اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۲۷ در جال مشکوۃ للشیخ الدہلوی صفحہ ۱۸ میں ہے۔ قال فخرج رسول اللہ صلعم فاخذ بمجامع ثیابی ثم نترنی نترۃ (نترۃ بالیدن بوقت بول وکشیدن آں بدرشتی ۱۲ صراح) باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہمیشہ کی رسوائی دنیا میں مشتہر ہو۔ اس واسطے یہ اشارہ سنتے ہی کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور اس بات پہ اعتبار کہ واقعی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر سچی ہوتی ہے اور واقعہ کے مطابق ہوتی ہے۔
امیر عمرؓ صاحب کو اس طرح ہو گیا جیسا کہ اور منکرین آنحضرتؐ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کسی جن یا سحر کے ذریعہ سے ان کو کچھ خبریں پہونچ جاتی ہیں۔

اور صفوات المسلمین میں تاریخ خمیس دیار بکری جلد ا صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر سے منقول ہے۔ کہ جب امیر عمرؓ نبیؐ کے پاس پہونچے آنحضرتؐ نے اٹھ کر امیر عمرؓ کا پہونچا (بند کلائی) پکڑا اور مروڑا۔ اور خوب ہلایا۔ کہ امیر عمرؓ کانپ گیا لرزاں و ہراساں مرعوب ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

(بقیہ حاشیہ) فما تمالکت ان وقعت علی رکبتی فقال رسول اللہؐ ما انت منتہ یا عمر فقلت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ یعنے رسول اللہ نے میرے کپڑوں کو پکڑا اور مجھ کو ایسا زور کھینچا کہ میں اپنے بدن کو قابو میں نہ کر سکا اور اپنے زانو کے بل گر پڑا اور حضرتؐ نے فرمایا کیا عمرؓ تو باز نہیں آتا۔ عمرؓ کہتا ہے میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس سے بھی عمرؓ کا مرعوب اور خوف زدہ ہو کر کلمہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور دیکھیے خصائص کبرے سیوطی جلد ا صفحہ ۱۳۲ باسناد ابن ابی شیبہ بیان اسلام عمر فقال فتبعتہ فقال صلعم یا عمر ما تترکنی لیلا ولا نہارا فخشیت ان یدعو علی فقلت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ الخ اس روایت میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ دن رات رسول خدا صلعم کے پیچھے ایذا پہنچانے کے واسطے پھرتے تھے۔ حضرت صلعم نے غصہ میں آکر فرمایا کیا تو مجھے رات دن نہیں چھوڑتا قرائن سے عمرؓ نے سمجھا کہ بد دعا کر کے کوئی بلا مجھ پہ نازل کرتے ہیں عمرؓ کہتے ہیں میں ڈر گیا اور کلمہ پڑھ لیا۔ ایضاً صفحہ فلک حوالہ تاریخ خمیس اسی طرح نور الابصار علامہ شبلنجی مطبوعہ مصر صفحہ ۵۴ میں ہے مضمون تاریخ خمیس و روضۃ الاحباب و معارج النبوت سے جو مرعوب و خوفزدہ ہو کر ایمان لانا حضرت عمرؓ کا لکھا ہے اور نبی صلعم کا ڈرانا دیانا یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی ہمشیرہ سے قرآن سن کر صداقت اسلام سمجھ کر ایمان نہیں لائے غور کریں تو واضح ہے کہ چھ سال رسولؐ دعوت اسلام دیتے رہے قرآن اترتا رہا عمر صاحبؓ دیکھتے سنتے رہے مگر اسلام کی روشنی ان کے دل میں جاگزیں نہ ہوئی تو ایسے قلیل وقت میں کیسے ان کو تحقیق ہو گئی اور صداقت اسلام کا یقین ہو گیا خلاف عقل ہے کہ بارادہ قتل رسولؐ کے حضرتؐ کی خدمت میں گئے اور دل سے ایمان لائے ورنہ تلوار سے مسلح ہو کر جانے کی ضرورت نہ تھی عاجزانہ شکل میں اپنا قصور معاف کرانے اور کفر توڑنے کے لیے جاتے مگر وہ تو اسلام لانے کو نہیں گئے راستہ میں جس نے پوچھا صاف کہدیا کہ محمدؐ کو قتل کرنے کے لئے جا رہا ہوں پھر اس کے بعد اگر راستہ میں خیال تبدیل ہوتا تو بھی تلوار کو پھینکدیتے اور دور سے رسولؐ کی خدمت میں عرض کرتے آپ سچے رسول ہیں میں آپ کا غلام داخل اسلام ہو کر آیا ہوں۔ اور اس قدر گفتگو زجر و توبیخ کی نبیؐ کو نہ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ

اور روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ جلد ا صفحہ ۹۳ و سیرۃ ابن اسحاق و سیرۃ ابن ہشام[1] جلد ا صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ مصر برحاشیہ روض الانف و معارج النبوۃ رکن ثالث مطبوعہ نول کشور صفحہ ۵۹ میں عبارت بعینہ بہ ترجمہ ذیل ہے۔ عمر تلوار حمائل کئے ہوئے دروازہ حضرت ص پر کھڑا تھا۔ نبی ص تشریف لائے اور دست مبارک عمر کی کمرگاہ میں ڈالا اور اس کو ایسا سخت پکڑا اور دبایا کہ گویا نچوڑ دیا۔ عمر رض کا ہر عضو بلکہ بند بند کانپنے لگا۔ اور تلوار گر پڑی۔ حضرت عمر رض کہتے ہیں نبی ص نے اس دن مجھے ایسا سخت پکڑا اور دبایا تھا کہ میرا گمان ہو گیا۔ شاید میری ہڈیاں سب ٹوٹ گئی ہیں اور چمڑے سے باہر نکلتی ہیں۔ جب عمر صاحب رض نے یہ صلابت سلطان مہابت یعنی نبی ص کی مشاہدہ کی تو (اصل عبارت) آواز بر کشید کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ بعد ازاں سر خویش از خجالت در پیش افگند یعنے جب دہشت اور رعب آں حضرت ص کا امیر عمر رض پر پڑا تو سخت ڈر گیا اور کانپنے لگا۔ اور اس کے منہ سے یہ کلمہ نکلا کہ میں توحید و رسالت کو مانتا ہوں (جیسا کہ خوف زدہ شخص کے منہ سے مطابق مرضی صاحب ہیبت کے بے اختیار کلمات نکلتے ہیں) پھر شرمندگی سے سر کو جھکا دیا۔ روضۃ الاحباب میں یہ بھی ہے کہ نبی ص نے فرمایا اے عمر مسلمان ہو جا ورنہ حق تعالیٰ تیرے حق میں وہ چیز اتارے گا جو ولید بن مغیرہ کے لئے اتاری ہے جب عمر رض نے یہ سنا اس کا بند بند کانپنے لگا الخ۔ اسی طرح خمیس دیار بکری نسخہ قلمی موجودہ کتب خانہ مدینہ منورہ ذکر اسلام عمر رض میں موجود ہے اصل عبارت یہ ہے۔ فدخل فاستقبله النبی ص فی صحن الدار فاخذ بمجامع ثوبه و حمائل السیف وفی المنتقیٰ اخذ بساعده وانتهره فارتعد عمر هیبته لرسول الله ص وجلس فقال اما انت منتهیا یا عمر حتی ینزل الله بك ما انزل بالولید بن المغیرة یعنے الخزی والنکال وعن ابن عباس اخذ بمجامع ثوبه ثم نتره (کشید آنرا) فما تمالك عمر ان وقع علیٰ رکبتیه فقال ما انت منته یا عمر فقال اشهد ان لا اله الا الله۔

(بقیہ حاشیہ) کرنی پڑتی جس کے آخر پر نتیجہ کلمہ پڑھنے کا نکلتا اور نہ اس حد تک نبی ص اس کو دباتے کہ ہڈیاں ٹوٹنے لگیں اور نہ ولید سے مشابہت دیکر دھمکاتے کہ اگر باز نہ آئے گا تو تیرا حال بھی وہی ہوگا۔ ثابت ہوا کہ اسلام کا نور سینہ عمر صاحب رض میں چمکا اور نہ یقین ہوا بلکہ دہشت طاری ہو گئی تو کلمہ پڑھ لیا اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے ۱۲ مترجم۔

[1] سیرۃ ابن ہشام میں یہ الفاظ ہیں۔ ثم جبذہ جبذۃ شدیدۃ وقال ماجاء بك یا ابن الخطاب فوالله ما اریٰ ان تنتهی حتی ینزل الله بك قارعة۔ اسی طرح انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون طبع مصر جلد ا صفحہ ۳۶۸ و سیرۃ ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۲۶۸ میں بعینہ موجود ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ جذبه جذبة شدیدة۔ ما ادری ان تنتهی حتی ینزل الله بك من الخزی والنکال ما انزل الله بالولید بن المغیرة۔ فارتعد عمر هیبته لرسول الله۔ ثم نتره نترة فما تمالك عمر ان وقع علیٰ رکبتیه۔ یہ سب باقی حاشیہ اگلے صفحہ

آیت لا تطع کل حلاف۔ الخ۔ میں لفظ زنیم وارد ہے۔ جس سے علاوہ باقی عیوب کے ولید بھی بہت رسوا ہوا۔ اور ولید کی مشابہت بہ فرمان سید الانس والجان سے امیر عمرؓ بھی گھبرائے۔ اس کا معنے عکرمہ اور ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ زنیم حرامزادہ کو کہتے ہیں۔ دیکھو تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۲۵۲۔ اور بذیل تفسیر اس آیت کے تفسیر حسینی میں یوں لکھا ہے زنیم حرامزادہ کہ پدر او معلوم نہ باشد آوردہ اند کہ ولید بن مغیرہ ہجدہ سالہ بود کہ مغیرہ ظاہر کرد کہ پدر اویم واو بخود گرفت۔

(بقیہ حاشیہ) الفاظ اس میں مروی ہیں جو میں نے اپنے اس مضمون میں ترجمہ کے طور پر درج کئے ہیں ۱۲ مترجم

۵۲ ولید بن مغیرہ کا قصہ بہ تفسیر لا تطع کل حلاف مہین۔ مثل بیان در منثور و حسینی و تفسیر جلالین کے تفسیر کبیر مطبوعہ اسلامبول جلد ۸ صفحہ ۲۶۶ و تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۳۱۷ و تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۳۱۷ و تفسیر نووی جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ میں ہے۔

ازالہ غلطی۔ یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عمر ایسا بہادر تھا کہ اس کے اسلام لانے پر خوف دور ہو گیا اور اسلام ظاہر ہوا جو پہلے مخفی تھا اس لئے ہم آیندہ بحث تقیہ میں اس کو بہ تفصیل دکھلائیں گے کہ تین سال تک اسلام کی مخفی تعلیم ہوتی رہی بعدہ آیت فاصدع بما تؤمر اتری اور اسلام کے احکام ظاہر جاری ہوئے اور حضرت عمر چھ سال بعثت نبوت کے بعد اسلام لائے جبکہ اسلام ظاہر ہو چکا تھا اور احکام ضروریہ شائع ہو چکے تھے۔ دوسرا یہ کہ جب خود حضرت عمر ترساں و ہراساں مرعوب ہو کر اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد تسلی دی امداد کا وعدہ کیا۔ تب ان کا اضطراب رفع ہوا۔ ایسے صاحب جو اپنے اسلام لانے پر ڈر کے مارے چھپ گئے اظہار اسلام میں اور لوگوں پر رعب ڈالنے میں اس وقت کیا اثر رکھ سکتے تھے معاونین عمر صاحبؓ تعجب کریں گے کہ حضرت عمرؓ اور پھر ڈر۔ یہ دل تسلیم نہیں کرتا مگر ہم حضرت عمرؓ کا فرار جنگ احد و حنین یاد دلاتے ہیں اور اسلام لانے کا واقعہ اصح الکتب بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۰۰۔ اور پارہ ۱۵ باب اسلام عمر مع تیسر الباری صفحہ ۳۸ و ۳۹ سے لکھتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ اپنے باپ عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہا قال بینما ھو (عمر) فی الدار خائفا اذ جاء العاص بن وائل السھمی الخ۔ ترجمہ از تیسر الباری عبداللہ بن عمرؓ سے انہوں نے کہا حضرت عمر ڈر کے مارے گھر میں بیٹھے تھے (ف قریش سے ڈر رہے تھے کہ وہ مسلمان ہوئے پر کیا کرتے ہیں) اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل سہمی ایک ڈوری دار چادر اور ایک ریشمی کرتہ کا جوڑا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا وہ بنی سہم کے قبیلہ سے تھا جو جاہلیت میں ہمارے (یعنی عمر و ابن عمر کے حلیف (گہرے دوست مددگار) تھے اس نے کہا عمر تمہارا کیا حال ہے (کیوں آزردہ ہو) انہوں نے کہا قوم بنی سہم کے لوگ کہتے ہیں اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا وہ تیرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ عاص کے ایسا کہنے پہ مجھ کو (عمر کو) اطمینان ہوا۔ کیونکہ وہ بنی سہم کا سردار تھا پھر لوگوں کا عمرؓ کے خلاف دروازہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ودر تفسیر زاہدی مذکور است کہ چوں رسول صلعم ایں آیت را در انجمن قریش بر ولید خواند ودر ہر عیبے کہ رسیدہ در خود باز یافت. مگر حرامزادگی با خود گفت من سید قریشم و پدر من مردے معروف است ومی دانم کہ محمد صلعم دروغ نہ گوید وزنیم کہ گفت چہ گونہ ایں مبہم را بسر آرم۔ شمشیر کشیدہ نزد مادر آمد۔ القصہ بتہدید بسیار از مادر اقرار گرفت کہ پدر تو در قصد زنان جرأت نداشت مادر برادر زادگان بودند چشم بر میراث وے نہادہ مرا رشک گرفت. فلاں غلام را بمزد گرفتم و تو فرزند اوئی یعنی ولید کو باقی عیوب اپنی ذات میں قابل تسلیم معلوم ہوئے مگر حرامزادہ ہونے میں اس کو شبہ ہوا۔ اس لئے اس نے تلوار لے کر اپنی ماں کو دھمکی دی کہ اگر تو سچ نہ کہے تو میں تجھے قتل کر دوں گا. تب اس کی ماں نے اقرار کر دیا اور کہا کہ واقعی تو حرامزادہ ہے۔ اس طور پہ کہ تیرے باپ میں مادر رجولیت نہ تھا اس لئے میں نے ایک غلام کو مزدوری پہ رکھا اور اس سے زنا کیا جس سے تو پیدا ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ تیرے چچا زاد بھائی تیرے باپ کی میراث پر آس لگائے بیٹھے تھے وہ میراث نہ پائیں۔ ۱۲ مترجم۔

وفی تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۷۶ روی احمد باسنادہ عن عبد اللہ بن ثابت قال جاء عمر الی النبی ص فقال یا رسول اللہ انی امرت باخ لی یہودی من قریظۃ فکتب لی جوامع من التورٰت الا اعرضہا علیک قال فتغیر وجہ رسول اللہ ص قال عبد اللہ بن ثابت قلت لہ الا تری ما بوجہ رسول اللہ ص الخ۔ وفی المشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۲۶ ودر منثور جلد ۲ ص ۴۸ میں ہے امام احمد باسناد خود عبد اللہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جناب رسول خدا ص کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ ص میں نے اپنے ایک بھائی کو جو یہودی قبیلہ قریظہ سے ہے۔ امر کیا تھا اور میرے لئے اس نے کچھ نسخے توریت کے لکھ دیئے ہیں. کیا میں آپ کے پاس لاکر سناؤں؟ راوی کہتا ہے یہ سن کر رسول اللہ ص کا چہرہ متغیر ہو گیا عبد اللہ بن ثابت کہتا ہے میں نے امیر عمرؓ کو کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ چہرہ مبارک آنحضرت ص کی کیا حالت ہو رہی ہے الخ۔ اور مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۲۲ میں ہے۔

بقیہ حاشیہ) عمرؓ پہ جمع ہونا اور عاص کا ان کو سمجھانا لکھا ہے) دوسری روایت میں ہے عاص نے لوگوں کو کہا یہ سمجھ رکھو عمر میری پناہ میں ہے۔ انتہی ملخصاً اصل ترجمہ تیسیر الباری. معلوم ہوا کہ ایک کافر دوست کی پناہ لے کر عمر صاحبؓ باہر نکلنے کے قابل ہوئے۔

اور اعزاز الاسلام بابی جہل او عمر کا جواب ابطال الاستدلال میں لکھا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم

عن جابر عن النبیؐ حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتریٰ ان نکتب بعضها فقال امتهوکون - (متحیرون)[1] انتم کما تهوکت الیهود والنصاریٰ لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ولو کان موسےؑ حیًا ما وسعه الا اتباعی رواہ احمد والبیهقی فی شعب الایمان . وفیه عن جابر ان عمر بن الخطاب اتا رسول اللہؐ بنسخة من التورات فقال یا رسول هذہ نسخة من التورٰة فسکت فجعل یقرأ ووجه رسول الله صلعم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتك الثواکل ما تریٰ بوجه رسول اللہؐ فنظر عمر الیٰ وجه رسول

جابر نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت کی روایت کی ہے جب امیر عمر نبیؐ کے پاس آیا اور کہا ہم یہود سے احادیث سنتے ہیں تو ہم کو پسند آتی ہیں اگر آپ کا بھی خیال ہو تو ہم کچھ توریت سے لکھ کر پاس رکھیں یا عمل کریں پس رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تم حیران و متشکک ہو (یعنی میرے دین میں تم کو تیقن نہیں آیا اور حیران ہوتے ہو) جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے تحقیق میں تمہارے پاس پاکیزہ روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری متابعت کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا اس کو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا (وکنز العمال جلد ۱ ص ۵۱). اور اسی مشکواۃ ص ۲۲ و ازالۃ الخفار

[1] حضرت عمرؓ کی یہود سے اور ان کے مسائل سے محبت (حدیث امتهوکون متحیرون) نہایہ ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۷۵ التهوك التحید انہ قالؐ لعمر فی کلام امتهوکون تہوک کے معنے حیران ہونے کے ہیں آنحضرت صلعم نے عمر صاحب کو فرمایا کیا تم حیران ہو. یعنی اسلام اور یہودیت میں مذبذب ہو. ازالۃ الخفار جلد ۱ ص ۹۶ و ص ۱۹۷ اور کنز العمال جلد ۱ ص ۹۵ میں مثل مضمون مشکواۃ کے مع تصریح مروی ہے ازالۃ الخفار و کنز ص ۹۲ جلد ۱ میں ان الفاظ سے ہے. قال عمر انطلقت انا فانتسخت کتابًا من اهل الکتاب ثم جئت به فی ادیم فقال لی رسول الله ما هذا فی یدك یا عمر قلت یا رسول الله کتاب نسخته لنزداد به علمًا الیٰ علمنا فغضب رسول اللہ حتی احمرت وجنتاہ ثم نودی بالصلوٰة جامعة فقالت الانصار غضب نبیکم السلاح السلاح فجاؤ حتی احدقوا بمنبر رسول اللہؐ فقال ایها الناس انی اعطیت جوامع الکلم وخواتیمه واختصر لی الکلام اختصارًا لقد اتیتکم بیضاء نقیة فلا تتهوکوا ولا یغرنکم المتهوکون قال عمر فقمت وقلت رضیت بالله ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمدٍ نبیًا . . حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے ایک کتاب مسائل اہل کتاب (یہود) کی لکھوائی اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا نبیؐ نے فرمایا عمر تیرے ہاتھ میں کیا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ (باقی اگلے صفحہ)

رسول اللہؐ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمدٍ اصلعم نبیًا، فقال رسول اللہؐ والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لو بدا لکم موسیٰؑ فاتبعتموہ۔

جلد ا صفحہ ۱۲۹ میں جابر سے مروی ہے کہا عمرؓ بن خطاب ایک دن رسولؐ کے پاس توراۃ کا نسخہ لے آئے اور کہا یہ توراۃ کا ایک نسخہ ہے۔ رسول اللہؐ خاموش رہے اور امیر عمرؓ نے اس سے پڑھنا شروع کر دیا جوں جوں پڑھتے گئے رسول اللہؐ کا چہرہ متغیر ہوتا رہا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عمر تجھے رونے والی عورتیں روئیں تو رسول اللہؐ کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ جب امیر عمرؓ نے رسول اللہؐ کا چہرہ غضبناک دیکھا کہا میں اللہ کا اور رسولؐ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین اور محمد صلعم کے نبی ہونے پر راضی ہوں جناب رسول خداؐ نے فرمایا مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر موسیٰ تمہارے پاس ظاہر ہو جائیں تو تم اس کی متابعت کر لوگے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کتاب ہے جو میں نے لکھوائی ہے کہ اپنے علم کے ساتھ اس علم کو ملا کر ترقی کریں۔ اس پر رسولؐ اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کے رخسارے مبارک سرخ ہو گئے۔ اور حکم دیا کہ لوگ جمع ہو جائیں انصار نے کہا رسولؐ سخت غضبناک ہیں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلو۔ شاید جنگ کا حکم دیتے ہیں لوگوں نے منبر نبوی کے گرداگرد حلقہ باندھ لیا نبیؐ نے فرمایا مجھے کلمات جامع مختصرہ خاتمہ روشن صاف دیئے گئے ہیں (یہ تمہارے لئے کافی ہیں) پس تم حیران و مذبذب نہ ہوتے رہو اور تم کو حیران و مذبذب لوگ (حضرت عمر جیسے) نہ بہکا لیں (یعنی ایسے متحیرین کے دھوکے میں نہ آنا۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا (اس ڈر سے کہ اور زیادہ راز فاش ہوتا ہے) اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہوں الخ دل کی بات تو کھل گئی۔ مگر جب ایک بڑے واقعہ کی شکل اختیار کر گئی آخر یہ الفاظ کہنے پڑے کہ مزید طوفان برپا نہ ہو اور الدین الخالص مولفہ سید صدیق حسن خاں محدث جلد ۲ صفحہ ۳۶ میں بھی یہ حدیث ان الفاظ سے زیادہ ہے امتھوکون اسے متحیرون فی کتابکم وفی دینکم حتی تاخذوا العلم من غیر کتابکم وتستفیدوا منہم کما تھوکت الیھود والنصاریٰ ووقعوا فی تیہ الحیوۃ والاذی الاشتباہ حیث نبذوا کتاب اللہ وراء ظھورھم واتبعوا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

عہ یہ حدیث انہی الفاظ سے درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳ میں باسناد ابی لیلیٰ وابن المنذر وابن ابی حاتم ونصر المقدسی فی الحجۃ والضیاء فی المختارۃ اور اسی طرح درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ میں باسناد عبدالرزاق والبیہقی بلفظ فلا یھلکنھم المتھوکون ہے۔ یعنی کہیں حیران ہونے والے (مذبذب) لوگ تم کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اب پڑھیئے۔ مذبذبین بین ذلک لاالی ھؤلاء ولاالی ھؤلاء ۱۲ مترجم۔

اھُوَاءِ احبادھم ودھبا نھم الخ یعنی فرمایا تم اپنی کتاب قرآن میں حیران ہو اور اپنے دین اسلام میں تم کو شبہ ہے کہ اپنی کتاب قرآن کے سوا دوسروں سے لیتے ہو۔ جیسے یہود و نصارٰے حیران ہوئے اور اشتباہ میں پڑے اس طرح کہ انہوں نے کتاب خدا کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اپنے علمار کی خواہشوں اور رائیوں کی متابعت کرنے لگے۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۲۸ میں باسناد دارمی و ابن منذر و ابن جریر و ابی داؤد یہ حدیث مروی ہے وجیئی بکتاب فی کتف اسے فی عظم کتف والجائی بہ عمرؓ اس میں حضرت عمرؓ کے نسخہ توریت اور مسائل یہودیت لکھوا کر لانے کی تصریح ہے اس کے بعد رسول ص کا فرمان یہ لکھا ہے کفیٰ بقوم حمقا او ضلالۃ والحمق الغبارۃ وعدم الفھم والضلال ضد الھدیٰ[2] ان یرغبوا عما جاءھم بہ نبیھم الی غیر نبیھم او کتاب غیر کتابھم فنزلت اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم (قرآن مجید) یعنی قوم کی حماقت و گمراہی کے واسطے یہ کافی ہے کہ اپنے نبی ص کے احکام سے روگردانی کرکے دوسرے نبیوں کی طرف یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسروں کی کتاب کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اس پر آیت اتری کہ کیا ان کو یہ کافی نہیں جو کتاب ہم نے تجھ پہ اتاری۔ اور ان پر پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح لباب النقول فی اسباب النزول جلد ۲ صفحہ ۶ میں ہے۔ آیت یحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم ولکنھم قوم یفرقون پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع (پڑھیے) کہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ تم میں سے یعنی مسلمان ہیں حالانکہ تم میں سے نہیں ہیں۔ ڈر کے مارے کچھ کہہ دیتے ہیں اور پڑھیے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصارٰے اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین (پ ۶) سورہ مائدہ ع ۱۲۔ اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (مولوی نذیر احمد یوں لکھتے ہیں) اور تم میں سے کوئی ان کو دوست

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

[1] بعض کہتے ہیں کہ آیت جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم سے ثابت ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کو زجر و توبیخ ہوتی ہوگی تو حضرت عمرؓ میں جو شک کے قائل ہیں۔ ایسی زجر و توبیخ جو نبی ص فرماتے رہے میرے خیال میں ان کیلئے شیعہ یہ واقعہ جواب میں پیش کر سکتے ہیں ۱۲ مترجم۔

[2] یہ حدیث بعینہ ان الفاظ سے درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ میں ہے اور علاوہ ان اسانید کے باسناد اسمٰعیل فی معجمہ و ابن مردویہ ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی ص نے فرمایا ان احمق واضل الضلالۃ قوم رغبوا عما جاء بہ نبیھم الی غیر نبیھم اس کے معنی میں اتنا فرق ہے سب سے بڑی احمق قوم اور سب سے بڑی گمراہ جماعت الخ باقی الحق ترجمہ وہی ہے۔ جو ترجمہ حدیث نسیم الریاض میں مذکور ہے اور اسی میں درمنثور باسناد عبدالرزاق فی المصنف و بیہقی فی شعب الایمان۔ زہری سے مروی ہے کہ بی بی حفصہؓ بنت عمرؓ زوجہ رسول ص نے اپنے باپ کی طرح ایسا ہی سوال کیا۔ اور نبی ص غصہ میں آکر حفصہؓ کو مخاطب کرکے جواب

بنائے گا۔ تو بے شک وہ بھی انہی میں کا ایک ہے کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں راہ راست نہیں دکھلایا کرتا۔ اور پڑھو۔ یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم دپ، پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع۲ منہ سے تو تم کو راضی کرتے ہیں۔ مگر ان کے دل نہیں مانتے حوالہ بخاری مندرجہ ص۳۱ آئندہ بحاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ ص۳۸۰ میں حاشیہ نمبر ۵ کرمانی۔ زرکشی صاحب الخیر الجاری سے لکھا ہے کہ جو اس روایت بخاری کے آخر ہے (صلح حدیبیہ کے بیان میں) عمر صاحب نے کہا فعملت لذالك اعمالاً یعنی میں نے اس کے لئے کئی کام کئے اس کا مطلب یہ ہے ای من الذھاب والمجیئ والسؤال والجواب یعنی اس شک میں پڑھ کر مجھے کئی کام کرنے پڑے کبھی نبی ص کے پاس گیا واپس ہوا کبھی ابوبکرؓ کے پاس گیا واپس ہوا وہاں سوال کر کے جواب لیا یہاں سوال کیا جواب لیا یعنی مضطرب و پریشان رہا کہ یہ کیا بات ہے جو بخاری کی اصل روایت میں موجود ہے کہ نبی ص نے مکہ کی فتح کی خبر دی تھی اور حضرت عمرؓ کو زیادہ شبہ اسی سے ہوا کہ بغیر فتح کیسے واپس ہو رہے ہیں۔

اگر نبی ص سچے ہوتے تو خبر سچی ہوتی وعدہ غلط ہونا نبوت کو باطل کرتا ہے۔ اصل بخاری صفحہ مندرجہ متن کتاب کے ہی ملاحظہ سے ناظرین کو روشن ہو جائے گا کہ یہی وعدہ پورا نہ ہونے کا اعتراض امیر عمرؓ نے رسول ص کے سامنے پیش کیا اسی پر سوال کیا کہ تو سچا نبی ص نہیں ہے۔ اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۲۱ … میں ہے اور رجع عمرؓ متغیظا مندرجہ فلک النجاۃ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۱۸ اور صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۰۶ وکنز العمال جلد ۱ ص۹۳ و ص۹۵ میں ہے۔ کتاب مؤخر الذکر میں ہے نبی ص نے عمرؓ سے فرمایا انی قد رضیت وتابیٰ انت یعنی حکم خداوند تعالیٰ صلح حدیبیہ پر تحقیق میں تو راضی ہو گیا اور تو اس کا انکار کرتا ہے (کذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۶ ص۲۵۸) یا یہ کہ فتح مکہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو گا۔ مگر آئندہ سال میں اس راضی ہو گیا ہوں اور تو انکار کرتا ہے اور اس پر آیت تلاوت فرمایئے۔ واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ پارہ ۲۱ سورۃ احزاب ع۲ منافقین اور وہ جن کے دل میں شک کی مرض ہے کہتے ہیں خدا اور رسول نے ہم کو دل بھلائی کے وعدے دیئے ہیں حقیقت میں سچے نہیں۔ اور فرمایا فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما پارہ ۵ سورۃ نساء ع۹ یعنی تیرے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک تجھ سے فیصلہ نہ کرائیں پھر جو حکم تو

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ) میں حلفیہ وہی الفاظ فرمائے جو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرمائے انتہی معلوم ہوا کہ باپ اور بیٹی دونوں کا اعتقاد یکساں تھا۔ سلہ عینی شرح بخاری طبع مصر جلد ۶ ص۲۵۷ بروایت ابی سعید مروی ہے قال عمرؓ لقد دخلنی امر عظیم وراجعت النبی ص مراجعۃ ما راجعتہ مثلھا قط یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس دن میرے دل میں بڑا ہی خدشہ شک پیدا ہوا اور میں نے نبی ص کی خدمت میں بار بار اس قدر اصرار تکرار کیا کہ اس جیسا کبھی نہیں کیا اور بخاری کی اسی روایت میں ہے اٹھو قربانی کرو اور سر منڈاؤ تین دفعہ فرمایا صحابہ نہ اٹھے حضرت خود اٹھے قربانی کی اور اپنا سر منڈوایا دیکھو بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ، ، مترجم۔ باقی اگلے صفحہ

دے اس سے اپنے نفسوں میں کوئی خلش نہ سمجھیں۔ راضی خوشی مان لیں اور تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۰۸ و صفحہ ۶۰۹ میں بذیل وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس لکھا ہے کہ قول ثانی یہ ہے کہ مراد وہ خواب ہے جو نبیؐ کو آیا کہ مکہ فتح ہوگا اور با امن اس میں داخل ہوں گے پس جب حدیبیہ میں دخول بیت الحرام سے رکاوٹ پیش آئی یہ بعض صحابہ کے لئے باعث فتنہ و لغزش ہوا اور حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم بیت الحرام میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے الخ۔ سیرۃ نبویہ مؤلفہ ابن دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ برحاشیہ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ میں بڑی تفصیل سے اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کیا آپ نہیں فرماتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کریں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے پھر باسناد بزار روایت کیا گیا کہ رسول اللہ نے عمرؓ سے فرمایا میں اس فیصلہ پر راضی ہوگیا اور تو انکار کرتا ہے الخ اسی طرح سیرت حلبیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۲ میں ہے (یعنی آزمائش مومنین کے لئے یہ خواب دکھلایا گیا تھا تو حضرت عمر اس آزمائش میں خوب پاس نکلے انصاف فرمائیں۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفات کے وقوف کے وقت عمرؓ کو فرمایا یہ وہ وقت آگیا ہے جو میں نے خواب کا ذکر کیا تھا اور فتح مکہ کے دن جب کعبہ کی کنجی حاصل کی تو فرمایا عمرؓ کو بلاؤ فرمایا یہ میرے خواب کی سچائی کی دلیل ہے انتہی۔ بار بار عمرؓ کو مخاطب کرنا اس کی سرزنش ہے کہ تم کو دوسروں سے زیادہ میری پیشگوئی میں شک تھا اب دیکھ کس طرح پوری ہوئی ہے روایت بخاری مندرجہ متن میں یہ بھی ہے کہ نبیؐ صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہونے کے بعد اپنے اصحاب کو حکم دیا سر منڈوادو اور قربانیاں ذبح کرو۔ یعنی احرام کھول ڈالو راوی کہتا ہے آنحضرت نے تین۳ دفعہ فرمایا مگر صحابہ نہ اٹھے (وہی نہ اٹھے ہوں گے جن کو صلح کے وقت شک ہوا تھا کیونکہ عدم تعمیل حکم نبیؐ کی وجہ وہی شک تھا اور جو نبیؐ کی رضا پر راضی تھے ان کو اس تعمیل میں کیا عذر تھا) حضرت صلعم جناب ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے صحابہؓ کی شکایت کی حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی کہ آپ کسی سے کلام نہ کریں اپنی قربانی ذبح فرمالیں اور سر مبارک منڈوالیں الخ قسطلانی اس کی شرح میں صحابہ کی نافرمانی کا یہ جواب دیتا ہے کہ کسی نئے حکم کے منتظر ہوں گے۔ شاید نبیؐ پر وحی ہو اور یہ حکم منسوخ ہو جائے اسی طرح ہر امر میں مخالفت نبی کی سنیوں کے نزدیک اسی انتظار پر جائز ہوئی۔ صلحنامہ حدیبیہ کے بعد قربانیاں ذبح کرنے اور سر منڈوانے کا قصہ بحوالہ اسوہ حسینی صفحہ ۵۹ و فتح مبین صفحہ ۶۱ ہر دو رسالے

(بقیہ حاشیہ) ؎۱ حدیث تشریح لیجئے در منثور ج ۶ صفحہ ۸ میں باسناد ابن جریر ابن زید سے تفسیر آیت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الخ۔ الآیہ میں روایت کیا کہ نبیؐ نے مسجد حرام میں مسلمانوں کو امن سے داخل ہونے کا خواب سنایا تھا پھر جب حدیبیہ میں اترے اور اس سال مسجد الحرام میں نہ داخل ہوئے طعن المنافقون فی ذلک الخ۔ یعنی منافقون نے اس صلح پر طعن کیا کہ یہ کیا آپ تو کچھ اور کہتے تھے اور نکلا کچھ اور۔ اب ایمان عمرؓ کا اندازہ ناظرین خود کرلیں ۱۲۰

امامیہ مشن لکھنؤ کے یہ واقعہ مثل بخاری تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۰ میں مروی ہے اور اس کے صفحہ ۸۱ سے منقول ہے۔ عن ابن عباس قال حلق رجال و قصر آخرون فقال رسول اللہ ص یرحم المحلقین قالوا والمقصرین قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین رھکذا امرۃ ثالثۃ فقال ص فی الثالثۃ والمقصرین قالوا یارسول اللہ ص فلم ظاہرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانھم لم یشکوا۔ یعنی بعض لوگوں نے فعل و حکم نبی ص کے بعد سر منڈوایا اور بعض نے بال کٹوائے نبی ص نے فرمایا اللہ تعالیٰ منڈوانے والوں پر رحم کرے عرض کیا گیا اور کٹوانے والوں پر حضرت نے پھر بھی ویسا فرمایا تیسری دفعہ لوگوں نے پھر ویسا کہا تو آپ نے دلجوئی کے لیے مقصرین کو بھی شامل فرمایا عرض کیا گیا یہ کیا باعث ہے کہ محلقین کے لیے مخصوص دعا آپ نے فرمائی آپ نے فرمایا اس لیے کہ انہوں نے میرے حکم پر شک نہیں کیا راضی ہو کر تعمیل کی ہے اور مقصرین کو شک رہا چار ناچار کچھ کیا ہے بعینہ اس طرح بلفظ لم یشکوا اس واقعہ کو تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۸ میں باسناد بیہقی فی الدلائل و ابن ابی شیبہ روایت کیا ہے مگر دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ اللھم اغفر للمحلقین قالھا ثلاثا فقالوا (الی ان قال) انھم لم یشکوا۔ وکذا بعینہ فی سیرت ابن ہشام بر حاشیہ روض الانف طبع مصر ج ۲ ص ۲۳۲ وکذا فی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون للحلبی طبع مصر ج ۳ ص ۲۲ اور در منثور ج ۶ ص ۷۶ میں باسانید کثیرہ مروی ہے کہ حدیبیہ کے حضرت عمرؓ نے کہا واللہ ما تشککت منذ اسلمت الا یومئذ حلفاً عمر صاحب فرماتے ہیں جب سے میں اسلام لایا کبھی مجھے ایسا شک پیدا نہ ہوا تھا مگر آج کے دن ضرور مجھے شک پیدا ہو گیا ہے اب فیصلہ ناظرین خود کریں۔ (حضرت عمرؓ کی ایک اور مشکوکی) تفسیر ترجمان القرآن ج پارہ ۱۶ سورہ طہٰ آیت ولا تمدن عینیک الآیہ صفحہ ۵۳۴ میں تفسیر ابن کثیر سے منقول ہے اور صحیح میں ہے کہ عمر بن خطابؓ جب اس بالاخانہ میں حضرت کے پاس گئے جس میں آپ بی بیوں سے ایلا کرنے کے بعد جا رہے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے آپ کو دیکھا کہ تکیہ لگا کر لیٹ رہے تھے۔ ایک کھجور کے بوریئے پر اور گھر میں اور کچھ نہ تھا مگر یہی کہ قرظہ کا ڈھیر لگ رہا تھا اور ایک پرانی مشک لٹک رہی تھی حضرت عمرؓ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے جناب رسالتمآب ص نے فرمایا تو کیوں روتا ہے عرض کی کسریٰ (ایران کا بادشاہ) اور قیصر (روم کا بادشاہ) یہ دونوں کس شان و شوکت میں ہیں اور آپ کو اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں چن لیا ہے (اور پھر آپ اس قدر تکلیف میں ہیں امیر عمرؓ کو یہ شک ہوا کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ خدا نے ان کو چن لیا ہوتا تو خدا اپنے محبوب کو اس قدر تکلیف میں اور دشمنوں کو اس قدر تنعم میں خوشحال رکھتا تو نبی کا رسول یا مجتبیٰ ہونا ہی غلط معلوم ہوتا ہے) تو حضرت نے فرمایا او فی شک یا ابن الخطابؓ اولئک قوم عجلت لھم طیباتھم فی حیاتھم الدنیا یعنی تجھے کچھ شک ہے اے خطاب کے بیٹے یہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مزے ان کے دنیا کے جینے میں دیئے گئے انتہیٰ بعینہ۔ اسی طرح ازالۃ الخفا جلد ۱ ص ۲۵۱ بروایت عکرمہ حضرت

عمرؓ سے اور حنفی میں باسناد مسلم ابن عباس کی روایت سے یہ قصہ حضرت عمرؓ کا مروی ہے ۱۲ مترجم۔

وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل۔ ولو کان حیًا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی

اور مجھے چھوڑو گے اور بدیں صورت تم ضرور راہ حق سے گمراہ ہو جاؤ گے یاد رکھو اگر موسیٰؑ خود زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میری پیروی کرتے اس کو دارمی نے روایت کیا۔

ف مخبر صادق کی شہادت حالت ایمان عمرؓ کے لئے کافی ہے رسول اللہ کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو یہودیت اور اسلام میں مذبذب تھے متہوکون کا لفظ اس پر نص ہے اور طرز عمل امیر عمر صاحبؓ اس کی مبین و مفسر ہے کہ امیر عمر صاحب نے شوقیہ نسخہ تورات کا اپنی فرمائش سے لکھوایا اور آنحضرت کے پیش کرنے کی فرمائش طلب کی مگر نہ ملی پھر اپنے بے حد شوق و اشتیاق تورات میں منہمک ہو کر بلا رضامندی آنحضرت کے پیش کرنے سے نہ رہ سکے اور جب پیش کیا تو بغیر اجازت آنحضرتؐ کے پڑھنا شروع کر دیا اور لوگوں کے جتلانے اور تنبیہ کرنے پر اور غضب رسولؐ کو دیکھ کر خاموش ہوئے مگر اپنے مافی الضمیر کو بار بار ظاہر فرماتے تھے چنانچہ پھر ایک دفعہ آنحضرت کی خدمت میں کہا کہ ہم یہود کی باتیں سنتے ہیں تو ہمیں پسند آتی ہیں حکم دو تو کچھ ان میں سے بھی لکھ کر ہم اعمال اسلام میں ملاتے رہیں آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح حیران (مذبذب) ہو اور اسلام پر یقین نہیں اور پھر حلفیہ شہادت دیتے ہیں کہ اگر موسیٰؑ ظاہر ہوں تو تم ان کی متابعت کر کے مجھے چھوڑ دو گے حالانکہ تم گمراہ ہو گے اگر یہ فعل امیر عمرؓ کا شریعت کے خلاف تھا تو نبیؐ معصوم کا غضب کس بنا پر تھا اور امیر عمر ہر بار حضرت کا غضب دیکھ کر اگرچہ اسلام پر رضامندی ظاہر فرماتے تھے مگر حضرتؐ اس سے قبول نہ فرما کر پھر بھی حلفیہ شہادت ان کے برخلاف دیتے تھے اور اگر نئے مسلمان ہونے کا عذر تھا جیسا کہ روایت ازالۃ الخفا سے ظاہر ہوتا ہے تو اس پر غور کرنی چاہیئے کہ کس زمانہ میں امیر عمر صاحب کا ایمان کامل ہوا چھ سال نبوت کے بعد اسلام لائے۔ اور ہجرت تک مذہب یہود کی محبت ظاہر کرتے رہے اور بعد ہجرت کے حدیبیہ کا موقعہ آیا تو نبوۃ میں شک ظاہر کیا جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے اور بعد ازاں جنگوں کے موقعہ پر رسول خدا کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ بخاری کی روایت سے ہم نے دوسری جگہ لکھ دیا ہے کہ عمر صاحبؓ کو رسولؐ کی نسبت اپنی جان پیاری تھی ان کا عمل بھاگنا اس حدیث کے بعد ہے جس میں رسولؐ کی تنبیہ پر عمرؓ نے کہا کہ اب مجھے آپ جان سے بھی محبوب ہو تو عمل فرار سے ثابت ہے کہ یہ محض زبانی تقریر تھی دل سے نہ تھی عمل مافی الضمیر کا گواہ ہے پڑھیئے یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم۔ پھر رفع صوت عند النبیؐ سے حبط اعمال کرایا پھر وفات پیغمبر

ودر تفسیر زاہدی مذکور است کہ چوں رسول ص ایں آیت را در انجمن قریش بر ولید خواند دید ہر عیبے کہ رسیدہ در خود باز یافت. مگر حرامزادگی با خود گفت من سید قریشم و پدر من مردے معروف است و می دانم کہ محمد صلعم دروغ نہ گوید و زنیم کہ گفت چہ گونہ ایں مہم را بر سر آرم. شمشیر کشیدہ نزد مادر آمد. القصہ بہ تہدید بسیار از مادر اقرار گرفت کہ پدر تو در قصد زنان جرأت نداشت و او را برادر زادگان بودند حشیم بر میراث وے نہادہ مرا رشک گرفت. فلاں غلام را بمزد گرفتم و تو فرزند اوئی یعنی ولید کو باقی عیوب اپنی ذات میں قابل تسلیم معلوم ہوئے مگر حرامزادہ ہونے میں اس کو شبہ ہوا۔ اس لئے اس نے تلوار لے کر اپنی ماں کو دھمکی دی کہ اگر تو سچ نہ کہے تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ تب اس کی ماں نے اقرار کر دیا اور کہا کہ واقعی تو حرامزادہ ہے۔ اس طور پر کہ تیرے باپ میں مادہ رجولیت نہ تھا اس لئے میں نے ایک غلام کو مزدوری پر رکھا اور اس سے زنا کیا جس سے تو پیدا ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ تیرے چچا زاد بھائی تیرے باپ کی میراث پر آس لگائے بیٹھے تھے وہ میراث نہ پائیں۔ ۱۲ مترجم۔

وفی تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۲۲۶ روی احمد باسنادہ عن عبد اللہ بن ثابت قال جاء عمر الی النبی ص فقال یا رسول اللہ انی امرت باخ لی یہودی من قریظۃ فکتب لی جوامع من التورات الا اعرضہا علیک قال فتغیر وجہ رسول اللہ ص قال عبد اللہ بن ثابت قلت لہ الا تری مابوجہ رسول اللہ ص الخ۔ وفی المشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۲۲۶ و در منثور جلد ۲ ص۳۹ میں ہے امام احمد باسناد خود عبد اللہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جناب رسول خدا ص کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ ص میں نے اپنے ایک بھائی کو جو یہودی قبیلہ قریظہ سے ہے۔ امر کیا تھا اور میرے لیے اس نے کچھ نسخے تورات کے لکھ دیے ہیں۔ کیا میں آپ کے پاس لا کر سناؤں؟ راوی کہتا ہے یہ سن کر رسول اللہ ص کا چہرہ متغیر ہو گیا عبد اللہ بن ثابت کہتا ہے میں نے امیر عمرؓ کو کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ چہرہ مبارک آنحضرت ص کی کیا حالت ہو رہی ہے الخ۔ اور مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۲۲ میں ہے۔

بقیہ حاشیہ) عمرؓ پر جمع ہونا اور عاص کا ان کو سمجھانا لکھا ہے، دوسری روایت میں ہے عاص نے لوگوں کو کہا یہ سمجھ رکھو عمر میری پناہ میں ہے۔ انتہیٰ ملخصاً اصل ترجمہ تیسیر الباری۔ معلوم ہوا کہ ایک کافر دوست کی پناہ لے کر عمر صاحبؓ باہر نکلنے کے قابل ہوئے۔

اور اعزّ الاسلام بابی جہل او عمر کا جواب ابطال الاستدلال میں لکھا جاچکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم

عن جابر عن النبیؐ حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتریٰ ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون (متحیرون)[1] انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسےؑ حیًا ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔ وفیہ عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہؐ بنسخۃ من التورات فقال یا رسول ھذہ نسخۃ من التوریۃ فسکت فجعل تقرأ ووجہ رسول اللہ صلعم تتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ماتریٰ بوجہ رسول اللہؐ فنظر عمر الی وجہ رسول

جابر نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت کی روایت کی ہے جب امیر عمرؓ نبیؐ کے پاس آیا اور کہا ہم یہود سے احادیث سنتے ہیں تو ہم کو پسند آتی ہیں اگر آپ کا بھی خیال ہو تو ہم کچھ توریت سے لکھ کر پاس رکھیں یا عمل کریں پس رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تم حیران ومتشکک ہو (یعنی میرے دین میں تم کو تیقن نہیں آیا اور حیران ہوتے ہو) جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے تحقیق میں تمہارے پاس پاکیزہ روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری متابعت کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا اس کو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا (کنز العمال جلد ۱ ص۵۱)۔ اور اسی مشکوٰۃ ص۲۲ (وازالۃ الخفار

---

[1] حضرت عمرؓ کی یہود سے اور ان کے مسائل سے محبت (حدیث امتہوکون متحیرون) نہایہ ابن اثیر جلد ۴ ص۲۷۵ التہوک التحیر انہ قالؐ لعمر فی کلام امتہوکون تہوک کے معنے حیران ہونے کے ہیں آنحضرت صلعم نے عمر صاحب کو فرمایا کیا تم حیران ہو۔ یعنی اسلام اور یہودیت میں مذبذب ہو۔ ازالۃ الخفار جلد ۱ ص۹۶ و ص۱۹۷ اور کنز العمال جلد ۱ ص۹۵ میں مثل مضمون مشکوٰۃ کے مع تصریح مروی ہے ازالۃ الخفار و کنز ص۹۲ جلد ۱ میں ان الفاظ سے ہے۔ قال عمر انطلقت انا فانتسخت کتابًا من اہل الکتاب ثم جئت بہ فی ادیم فقال لی رسول اللہؐ ما ھذا فی یدک یا عمر قلت یا رسول اللہ کتاب نسخنہ لنزداد بہ علمًا الی علمنا فغضب رسول اللہ حتی احمرت وجنتاہ ثم نودی بالصلوٰۃ جامعۃ فقالت الانصار غضب نبیکم السلاح السلاح فجاؤ حتی احدقوا بمنبر رسول اللہؐ فقال ایہا الناس انی اعطیت جوامع الکلم وخواتیمہ واختصر لی الکلام اختصارًا لقد اتیتکم بیضاء نقیۃ فلا تتہوکوا ولا یغرنکم المتہوکون قال عمر فقمت وقلت رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمدٍ نبیًا۔۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے ایک کتاب مسائل اہل کتاب (یہود) کی لکھوائی اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا نبیؐ نے فرمایا عمر تیرے ہاتھ میں کیا ہے میں نے کہا یا رسول اللہؐ (باقی اگلے صفحہ)

رسول اللہ ص فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ رضینا باللہ ربًا و بالاسلام دینًا و بمحمد صلعم نبیًا، فقال رسول اللہ ص والذی نفس محمدؐ بیدہ لو بدا لکم موسیٰ ع فاتبعتموہ۔

جلد ۱ ص۱۲۹ میں جابر سے مروی ہے کہا عمرؓ بن خطاب ایک دن رسول ص کے پاس تورات کا نسخہ لے آئے اور کہا یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ رسول اللہ ص خاموش رہے اور امیر عمرؓ نے اس سے پڑھنا شروع کر دیا جوں جوں پڑھتے گئے رسول اللہ ص کا چہرہ متغیر ہوتا رہا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عمر تجھے رونے والی عورتیں روئیں تو رسول اللہ ص کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ جب امیر عمرؓ نے رسول اللہ ص کا چہرہ غضبناک دیکھا کہا میں اللہ کا اور رسول ص کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین اور محمد صلعم کے نبی ہونے پر راضی ہوں جناب رسول خدا ص نے فرمایا مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر موسیٰ تمہارے پاس ظاہر ہو جائیں تو تم اس کی متابعت کرو گے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کتاب ہے جو میں نے لکھوائی ہے کہ اپنے علم کے ساتھ اس علم کو ملا کر ترقی کریں۔ اس پر رسول ص اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کے رخسارے مبارک سرخ ہو گئے۔ اور حکم دیا کہ لوگ جمع ہو جائیں انصار نے کہا رسول ص سخت غضبناک ہیں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلو۔ شاید جنگ کا حکم دیتے ہیں لوگوں نے منبر نبوی کے گرداگرد حلقہ باندھ لیا نبی ص نے فرمایا مجھے کلمات جامع مختصرہ خاتمہ روشن صاف دیئے گئے ہیں (یہ تمہارے لئے کافی ہیں) پس تم حیران و مذبذب نہ ہوتے رہو اور تم کو حیران و مذبذب لوگ (حضرت عمر جیسے) نہ بہکائیں (یعنی ایسے متحیرین کے دھوکے میں نہ آنا۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا (اس ڈر سے کہ اور زیادہ راز فاش ہوتا ہے) اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہوں الخ دل کی بات تو کھل گئی۔ مگر جب ایک بڑے واقعہ کی شکل اختیار کر گئی آخر یہ الفاظ کہنے پڑے کہ مزید طوفان برپا نہ ہو اور الدین الخالص مولفہ سید صدیق حسن خاں محدث جلد ۲ ص۲۶ میں بھی یہ حدیث ان الفاظ سے زیادہ ہے امتھوکون اے متحیرون فی کتابکم وفی دینکم حتی تاخذوا العلم من غیر کتابکم و تستفید وا منھم کما تھوکت الیھود والنصاریٰ وو قعوا فی تیہ الحیرۃ ولادی الاشتباہ حیث نبذوا کتاب اللہ وراء ظھورھم واتبعوا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

عہ یہ حدیث انہی الفاظ سے درمنثور جلد ۴ ص۳ میں باسناد ابی یعلی وابن المنذر وابن ابی حاتم و نصر المقدسی فی الحجۃ و الضیار فی المختارۃ اور اسی طرح درمنثور جلد ۵ ص۱۴۸ میں باسناد عبدالرزاق والبیہقی بلفظ فلا یھلکنھم المتھوکون ہے۔ یعنی کہیں حیران ہونے والے (مذبذب) لوگ تم کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اب پڑھیئے۔

مذبذبین بین ذٰلک لاالیٰ ھٰؤلاء ولا الیٰ ھٰؤلاء ۱۲ مترجم۔

اھوٓاء احبارھم ودھبا نھم الخ یعنی فرمایا تم اپنی کتاب قرآن میں حیران ہو اور اپنے دین اسلام میں تم کو شبہ ہے کہ اپنی کتاب قرآن کے سوا دوسروں سے لیتے ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے اور اشتباہ میں پڑے اس طرح کہ انہوں نے کتاب خدا کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اپنے علمار کی خواہشوں اور راؤں کی متابعت کرنے لگے۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۸۴ میں باسناد دارمی و ابن منذر و ابن جریر و ابی داؤد یہ حدیث مروی ہے وجیئی بکتاب فی کتف اے فی عظم کتف والجائی بہ عمرؓ اس میں حضرت عمرؓ کے نسخہ توریت اور مسائل یہودیت لکھوا کر لانے کی تصریح ہے اس کے بعد رسول ص کا فرمان یہ لکھا ہے کفیٰ بقوم حمقا او ضلالۃ والحمق الغباوۃ وعدم الفھم والضلال ضد الھدی[2] آیۃ ان یرغبوا عما جاءھم بہ نبیھم الی غیر نبیھم او کتاب غیر کتابھم فنزلت اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم (قرآن مجید) یعنی قوم کی حماقت و گمراہی کے واسطے یہ کافی ہے کہ اپنے نبی ص کے احکام سے روگردانی کر کے دوسرے نبیوں کی طرف یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسروں کی کتاب کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اس پر آیت اتری کہ کیا ان کو یہ کافی نہیں جو کتاب ہم نے تجھ پہ اتاری۔ اور ان پر پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح لباب النقول فی اسباب النزول جلد ۲ صفحہ ۶ میں ہے۔ آیت یحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم ولکنھم قوم یفرقون پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع ۷ (پڑھیے) کہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ تم میں سے یعنی مسلمان ہیں حالانکہ تم میں سے نہیں ہیں۔ ڈر کے مارے کچھ کہہ دیتے ہیں اور پڑھیے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین (پ ۶) سورہ مائدہ ع ۱۰ اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (مولوی نذیر احمد یوں لکھتے ہیں) اور تم میں سے کوئی ان کو دوست

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

[1] بعض کہتے ہیں کہ آیت جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم سے ثابت ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کو زجر و توبیخ ہوتی ہوگی تو حضرت عمرؓ میں جو شک کے قائل ہیں۔ ایسی زجر و توبیخ جو نبی ص فرماتے رہے میرے خیال میں ان کیلئے شیعہ یہ واقعہ جواب میں پیش کر سکتے ہیں ۱۲ مترجم۔

[2] یہ حدیث بعینہ ان الفاظ سے درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ میں ہے اور علاوہ ان اسانید کے باسناد اسمٰعیل فی معجمہ وابن مردویہ ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی ص نے فرمایا ان احمق واضل الضلالۃ قوم رغبوا عما جاء بہ نبیھم الی غیر نبیھم اس کے معنی میں اتنا فرق ہے سب سے بڑی احمق قوم اور سب سے بڑی گمراہ جماعت الخ باقی الحق ترجمہ وہی ہے۔ جو ترجمہ حدیث نسیم الریاض میں مذکور ہے اور اسی میں درمنثور باسناد عبدالرزاق فی المصنف و بیہقی فی شعب الایمان۔ زہری سے مروی ہے کہ بی بی حفصہؓ بن عمرؓ زوجہ رسول ص نے اپنے باپ کی طرح ایسا ہی سوال کیا۔ اور نبی ص غصہ میں آکر حفصہؓ کو مخاطب کر کے جواب

بنائے گا۔ تو بے شک وہ بھی انہی میں کا ایک ہے کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں راہ راست نہیں دکھلایا کرتا۔ اور پڑھو۔ یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم رپ پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع۲ منہ سے تو تم کو راضی کرتے ہیں۔ مگر ان کے دل نہیں مانتے حوالہ بخاری مندرجہ ص۳۱۵ آیندہ بحاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ ص۳۸۰ میں حاشیہ نمبر ۵ کرمانی۔ زرکشی صاحب الخیر الجاری سے لکھا ہے کہ جو اس روایت بخاری کے آخر ہے رصلح حدیبیہ کے بیان میں) عمر صاحب نے کہا فعملت لذالک اعمالاً یعنی میں نے اس کے لئے کئی کام کئے اس کا مطلب یہ ہے ای من الذھاب والمجیئ والسؤال والجواب یعنی اس شک میں پڑھ کر مجھے کئی کام کرنے پڑے کبھی نبیؐ کے پاس گیا واپس ہوا کبھی ابوبکرؓ کے پاس گیا واپس ہوا وہاں سوال کر کے جواب لیا یہاں سوال کیا جواب لیا یعنی مضطرب وپریشان رہا کہ یہ کیا بات ہے جو بخاری کی اصل روایت میں موجود ہے کہ نبیؐ نے مکہ کی فتح کی خبر دی تھی اور حضرت عمرؓ کو زیادہ شبہ اسی سے ہوا کہ بغیر فتح کیسے واپس ہو رہے ہیں۔

اگر نبیؐ سچے ہوتے تو خبر سچی ہوتی وعدہ غلط ہونا نبوت کو باطل کرتا ہے۔ اصل بخاری صفحہ مندرجہ متن کتاب کے ہی ملاحظہ سے ناظرین کو روشن ہو جائے گا کہ یہی وعدہ پورا نہ ہونے کا اعتراض امیر عمرؓ نے رسولؐ کے سامنے پیش کیا اسی پر سوال کیا کہ تو سچا نبیؐ نہیں ہے۔ اسی طرح ازالۃ الخفار جلد ۲ ص۱۲ ... میں ہے اور رجع عمرؓ متغیظا مندرجہ فلک النجاۃ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۱۸ اور صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۰۶ وکنز العمال جلد ۱ ص۹۳ و ص۹۵ میں ہے۔ کتاب مؤخر الذکر میں ہے نبیؐ نے عمرؓ سے فرمایا انی قد رضیت وتابی انت یعنی حکم خداوند تعالیٰ صلح حدیبیہ پر تحقیق میں تو راضی ہو گیا اور تو اس کا انکار کرتا ہے (کذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۶ ص۲۵۵) یا یہ کہ فتح مکہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو گا۔ مگر آیندہ سال میں اس راضی ہو گیا ہوں اور تو انکار کرتا ہے اور اس پر آیت تلاوت فرمایئے۔ واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ پارہ ۲۱ سورۃ احزاب ع۲ منافقین اور وہ جن کے دل میں شک کی مرض ہے کہتے ہیں خدا اور رسول نے ہم کو دل بھلائی کے وعدے دیئے ہیں حقیقت میں سچے نہیں۔ اور فرمایا فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما پارہ ۵ سورۃ نساء ع۹ یعنی تیرے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک تجھ سے فیصلہ نہ کرائیں پھر جو حکم تو

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ) میں حلفیہ وہی الفاظ فرمائے جو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرمائے انتہی معلوم ہوا کہ باپ اور بیٹی دونوں کا اعتقاد یکساں تھا۔ سلہ عینی شرح بخاری طبع مصر جلد ۶ ص۲۵۷ بروایت ابی سعید مروی ہے قال عمرؓ لقد دخلنی امر عظیم وراجعت النبیؐ مراجعۃ ما راجعتہ مثلھا قط یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس دن میرے دل میں بڑا ہی خدشہ شک پیدا ہوا اور میں نے نبیؐ کی خدمت میں بار بار اس قدر اصرار تکرار کیا کہ اس جیسا کبھی نہیں کیا اور بخاری کی اسی روایت میں ہے اٹھو قربانی کرو اور سر منڈاؤ تین دفعہ فرمایا صحابہ نہ اٹھے حضرت خود اٹھے قربانی کی اور اپنا سر منڈایا دیکھو بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۷۰ مترجم۔ باقی آگے۔

دے اس سے اپنے نفسوں میں کوئی خلش نہ سمجھیں۔ راضی خوشی مان لیں اور تفسیر کبیر جلد ۵ ص۶۰۸ و ص۶۰۹ میں بذیل وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس لکھا ہے کہ قول ثانی یہ ہے کہ مراد وہ خواب ہے جو نبیؐ کو آیا کہ مکہ فتح ہوگا اور باامن اس میں داخل ہوں گے پس جب حدیبیہ میں دخول بیت الحرام سے رکاوٹ پیش آئی یہ بعض صحابہ کے لئے باعث فتنہ و لغزش ہوا اور حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم بیت الحرام میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے الخ۔ سیرۃ نبویہ مؤلفہ ابن دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ برحاشیہ سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۲۲۰ میں بڑی تفصیل سے اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کیا آپ نہیں فرماتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کریں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے پھر باسناد بزار روایت کیا گیا کہ رسول اللہ نے عمرؓ سے فرمایا میں اس فیصلہ پر راضی ہوگیا اور تو انکار کرتا ہے الخ اس طرح سیرت حلبیہ طبع مصر جلد ۳ ص۲۲ میں ہے (یعنی آزمائش مومنین کے لئے یہ خواب دکھلایا گیا تھا تو حضرت عمر اس آزمائش میں خوب پاس نکلے انصاف فرمائیں۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص۲۹ میں ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفات کے وقوف کے وقت عمرؓ کو فرمایا یہ وہ وقت آگیا ہے جو میں نے خواب کا ذکر کیا تھا اور فتح مکہ کے دن جب کعبہ کی کنجی حاصل کی تو فرمایا عمرؓ کو بلاؤ فرمایا یہ میرے خواب کی سچائی کی دلیل ہے انتہی۔ بار بار عمرؓ کو مخاطب کرنا اس کی سرزنش ہے کہ تم کو دوسروں سے زیادہ میری پیشگوئی میں شک تھا اب دیکھ کس طرح پوری ہوئی ہے روایت بخاری مندرجہ تتن میں یہ بھی ہے کہ نبیؐ صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہونے کے بعد اپنے اصحاب کو حکم دیا سر منڈوا دو اور قربانیاں ذبح کرو۔ یعنی احرام کھول ڈالو راوی کہتا ہے آنحضرت نے تین۳ دفعہ فرمایا مگر صحابہ نہ اٹھے (وہی نہ اٹھے ہوں گے جن کو صلح کے وقت شک ہوا تھا کیونکہ عدم تعمیل حکم نبیؐ کی وجہ وہی شک تھا اور جو نبیؐ کی رضا پر راضی تھے ان کو اس تعمیل میں کیا عذر تھا) حضرت صلعم جناب ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے صحابہؓ کی شکایت کی حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی کہ آپ کسی سے کلام نہ کریں اپنی قربانی ذبح فرمالیں اور سر مبارک منڈوالیں الخ قسطلانی اس کی شرح میں صحابہ کی نافرمانی کا یہ جواب دیتا ہے کہ کسی نئے حکم کے منتظر ہوں گے۔ شاید نبیؐ پر وحی ہو اور یہ حکم منسوخ ہوجائے اسی طرح ہر امر میں مخالفت نبی کی سینوں کے نزدیک اسی انتظار پر جائز ہوئی۔ صلحنامہ حدیبیہ کے بعد قربانیاں ذبح کرنے اور سر منڈوانے کا قصہ بحوالہ اسوہ حسینی ص۵۹ و فتح مبین ص۶۱ ہر دو رسالہ

(بقیہ حاشیہ) ۱؎ حدیث تشریح لیجئے در منثور ج۶ ص۸ میں باسناد ابن جریر ابن زید سے تفسیر آیت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الخ۔ الآیہ میں روایت کیا کہ نبیؐ نے مسجد حرام میں مسلمانوں کو امن سے داخل ہونے کا خواب سنایا تھا پھر جب حدیبیہ میں اترے اور اس سال مسجد الحرام میں نہ داخل ہوئے طعن المنافقون فی ذلک الخ یعنی منافقوں نے اس صلح پر طعن کیا کہ یہ کیا آپ تو کچھ اور کہتے تھے (اور نکلا کچھ اور) اب ایمان عمرؓ کا اندازہ ناظرین خود کرلیں ۱۲۰

امامیہ مشن لکھنؤ کے یہ واقعہ مثل بخاری تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۰ میں مروی ہے اور اس کے صفحہ ۸۱ سے منقول ہے۔ عن ابن عباس قال حلق رجال و قصر اٰخرون فقال رسول اللہ ص یرحم المحلقین قالوا والمقصرین قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین رھکذا امرۃ ثالثۃ فقال ص فی الثالثۃ والمقصرین قالوا یا رسول اللہ ص فلم ظاھرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانھم لم یشکوا۔ یعنی بعض لوگوں نے فعل و حکم نبی ص کے بعد سر منڈوایا اور بعض نے بال کٹوائے نبی ص نے فرمایا اللہ تعالیٰ منڈوانے والوں پر رحم کرے عرض کیا گیا اور کٹوانے والوں پر حضرت نے پھر بھی ویسا فرمایا تیسری دفعہ لوگوں نے پھر ویسا کہا تو آپ نے دلجوئی کے لیے مقصرین کو بھی شامل فرمایا عرض کیا گیا یہ کیا باعث ہے کہ محلقین کے لیے مخصوص دعا آپ نے فرمائی آپ نے فرمایا اس لیے کہ انہوں نے میرے حکم پر شک نہیں کیا راضی ہو کر تعمیل کی ہے اور مقصرین کو شک رہا چار و ناچار کچھ کیا ہے بعینہٖ اس طرح بلفظ لم یشکوا اس واقعہ کو تفسیر در منثور جلد ۶ ص۸۰ میں باسناد بیہقی فی الدلائل و ابن ابی شیبہ روایت کیا ہے مگر دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ اللھم اغفر للمحلقین قالھا ثلاثا فقالوا (الیٰ ان قال) انھم لم یشکوا۔ وکذا بعینہ فی سیرت ابن ہشام بر حاشیہ روض الانف طبع مصر ج ۲ ص۲۳۲ وکذا فی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون للحلبی طبع مصر ج ۳ ص۲۷ اور در منثور ج ۶ ص۷۷ میں باسانید کثیرہ مروی ہے کہ حدیبیہ کے حضرت عمرؓ نے کہا واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ حلفاً عمر صاحب فرماتے ہیں جب سے میں اسلام لایا کبھی مجھے ایسا شک پیدا نہ ہوا تھا مگر آج کے دن ضرور مجھے شک پیدا ہو گیا ہے اب فیصلہ ناظرین خود کر لیں۔ (حضرت عمرؓ کی ایک اور مشکوکی) تفسیر ترجمان القرآن ج پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ولا تمدن عینیک الآیہ صفحہ ۵۳۲ میں تفسیر ابن کثیر سے منقول ہے اور صحیح میں ہے کہ عمر بن خطابؓ جب اس بالا خانہ میں حضرت کے پاس گئے جس میں آپ بی بیوں سے ایلا کرنے کے بعد جا رہے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے آپ کو دیکھا کہ تکیہ لگا کر لیٹ رہے تھے۔ ایک کھجور کے بوریئے پر اور گھر میں اور کچھ نہ تھا مگر یہی کہ قرظہ کا ڈھیر لگ رہا تھا اور ایک پرانی مشک لٹک رہی تھی حضرت عمرؓ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے جناب رسالتمآب ص نے فرمایا تو کیوں روتا ہے عرض کی کسریٰ (ایران کا بادشاہ) اور قیصر (روم کا بادشاہ) یہ دونوں کس شان و شوکت میں ہیں اور آپ کو اللہ عز و جل نے اپنی مخلوق میں چن لیا ہے (اور پھر آپ اس قدر تکلیف میں ہیں امیر عمرؓ کو یہ شک ہوا کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ خدا نے ان کو چن لیا ہوتا تو خدا اپنے محبوب کو اس قدر تکلیف میں اور دشمنوں کو اس قدر تنعموں میں خوشحال نہ رکھتا تو نبی کا رسول مجتبیٰ ہونا ہی غلط معلوم ہوتا ہے) تو حضرت نے فرمایا او فی شک یا ابن الخطابؓ اولئک قوم عجلت لھم طیباتھم فی حیاتھم الدنیا یعنی تجھے کچھ شک ہے اے خطاب کے بیٹے یہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مزے ان کے دنیا کے جینے میں دیئے گئے انتہٰی بعینہٖ۔ اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد اول ص۲۵۱ بروایت عکرمہ حضرت

عمرؓ سے اور صلہ۲۵ میں باسناد مسلم ابن عباس کی روایت سے یہ قصہ حضرت عمرؓ کا مروی ہے ۱۲ مترجم۔

وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل. ولو كان حيا وادرك نبوتي لا تبعني رواه الدارمي

اور مجھے چھوڑ دوگے اور بدیں صورت تم ضرور راہ حق سے گمراہ ہو جاؤگے یاد رکھو اگر موسیٰؑ خود زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میری پیروی کرتے اس کو دارمی نے روایت کیا۔

ف۵ مخبر صادق کی شہادت حالت ایمان عمرؓ کے لئے کافی ہے رسول اللہؐ کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو یہودیت اور اسلام میں مذبذب تھے متہوکون کا لفظ اس پر نص ہے اور طرز عمل امیر عمر صاحبؓ اس کی مبین و مفسر ہے کہ امیر عمر صاحب نے شوقیہ نسخہ تورات کا اپنی فرمائش سے لکھوایا اور آنحضرتؐ کے پیش کرنے کی فرمائش طلب کی مگر نہ بلی پھر اپنے بے حد شوق و اشتیاق تورات میں منہمک ہو کر بلا رضامندی آنحضرت کے پیش کرنے سے نہ رہ سکے اور جب پیش کیا تو بغیر اجازت آنحضرتؐ کے پڑھنا شروع کر دیا اور لوگوں کے جتلانے اور تنبیہ کرنے پر اور غضب رسولؐ کو دیکھ کر خاموش ہوئے مگر اپنے مافی الضمیر کو بار بار ظاہر فرماتے تھے چنانچہ پھر ایک دفعہ آنحضرت کی خدمت میں کہا کہ ہم یہود کی باتیں سنتے ہیں تو ہمیں پسند آتی ہیں حکم دو تو کچھ ان میں سے بھی لکھ کر ہم اعمال اسلام میں ملاتے رہیں آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح حیران (مذبذب) ہو اور اسلام پر یقین نہیں اور پھر حلفیہ شہادت دیتے ہیں کہ اگر موسیٰؑ ظاہر ہوں تو تم ان کی متابعت کر کے مجھے چھوڑ دوگے حالانکہ تم گمراہ ہوگے اگر یہ فعل امیر عمرؓ کا شریعت کے خلاف تھا تو نبیؐ معصوم کا غضب کس بنا پر تھا اور امیر عمر ہر بار حضرت کا غضب دیکھ کر اگرچہ اسلام پر رضامندی ظاہر فرماتے تھے مگر حضرتؐ اس سے قبول نہ فرما کر پھر بھی حلفیہ شہادت ان کے برخلاف دیتے تھے اور اگر نئے مسلمان ہونے کا عذر تھا جیسا کہ روایت ازالۃ الخفا سے ظاہر ہوتا ہے تو تو اس پر غور کرنی چاہیئے کہ کس زمانہ میں امیر عمر صاحب کا ایمان کامل ہوا چھ سال نبوت کے بعد اسلام لائے۔ اور ہجرت تک مذہب یہود کی محبت ظاہر کرتے رہے اور بعد ہجرت کے حدیبیہ کا موقعہ آیا تو نبوۃ میں شک ظاہر کیا جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے اور بعد ازاں جنگوں کے موقعہ پر رسول خدا کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ بخاری کی روایت سے ہم نے دوسری جگہ لکھ دیا ہے کہ عمر صاحبؓ کو رسولؐ کی نسبت اپنی جان پیاری تھی ان کا عمل بھاگنا اس حدیث کے بعد ہے جس میں رسولؐ کی تنبیہ پر عمرؓ نے کہا کہ اب مجھے آپ جان سے بھی محبوب ہو تو عمل فرار سے ثابت ہے کہ یہ محض زبانی تقریر تھی دل سے نہ تھی عمل مافی الضمیر کا گواہ ہے پڑھیئے یرضونکم بافواههم وتابیٰ قلوبهم۔ پھر رفع صوت عند النبیؐ سے حبط اعمال کرایا پھر وفات پیغمبر

خدا ما ینطق عن الھویٰ کے وقت میں آنحضرت ﷺ کو الزام ہذیان لگایا اور بعد وفات آپ کے حقوق اہل بیت نبیؐ غصب کر کے بالخصوص حضرت علیؑ اور جناب زہرا لخت جگر رسول خدا کو غضبناک کیا اور ان کے گھر جلانے کے لئے ان کے دروازہ پر آگ لیجانے کی جرأت کی حالانکہ منصفین اہل تسنن بھی مودت قربیٰ رسولؐ کے جزئیت ایمان اور فرضیت کے قائل ہیں۔ پس فرمائیے کہ حضرت امیر عمر صاحبؓ کے کمال ایمان کی کس وقت اور کس زمانہ کی شہادت دی جا سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولٰئک ھم الصادقون (سورۂ حجرات پ۲۶ رکوع اخیر) یعنی سوا اس کے نہیں کہ جو مومن اللہ اور رسول کے ساتھ ایمان لائے اور پھر کبھی اور کچھ شک نہ کیا۔ اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کیا وہ سچے سمجھے جاتے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا یحزنون (پ۲۶ رکوع اول) یعنی جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر اطمینان رکھا (یعنی اس میں کوئی لغزش نہ آئی) پس ان پر کوئی خوف و غم نہیں۔ اب اہل انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ امیر عمرؓ صاحب کا راسخ الایمان ہونے اور کبھی اس میں شک نہ کرنے اور اس پر استقامت رکھنے میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؑ کے ساتھ موازنہ کر کے مناسب فیصلہ دیں اور ان احادیث موضوعہ کی نسبت بھی تنقید کریں جو محبین ثلاثہ نے امیر عمرؓ کی شان میں تالیف کی ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ غور کرنی چاہیئے کہ ایسے صحابی کی نسبت جس کا حال نبیؐ کی شہادت اور اس کی اپنی حلفیہ شہادت اور اس کے طرز عمل سے ظاہر ہے کبھی ممکن اور قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ اس پر مخبر صادق پیغمبری کا لفظ اطلاق کریں ہرگز نہیں جیسا کہ ہم آئندہ حاشیہ میں لکھیں گے ۱۲ مترجم۔

وفی لباب النقول للسیوطی اخرج اسحاق بن راھویہ فی مسندہ وابن جریر من طریق الشعبی ان عمر کان یأتی الیھود فیسمع من التورٰۃ فیتعجب۔ وفی کنز العمال عن الزھری مرفوعاً والذی نفسی بیدہ لو اتاکم یوسف وانا نبیکم فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم رواہ عبد الرزاق فی الجامع والبیھقی فی شعب الایمان

اور لباب النقول سیوطی ج ۱ ص۱۵ میں ہے کہ اسحاق بن راہویہ اپنے مسند میں اور ابن جریر بھی بطریق شعبی روایت کرتے ہیں۔ کہ امیر عمرؓ یہود کے پاس آکر تورات کو سنتے تھے اور اس کو پسند کرتے تھے۔ اور کنز العمال جلد ا ص۵۱ میں زہری سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارے

فی ازالۃ الخفاء مقصد اول عن ابی هریرة قال خرج رسول الله صلعم وهو غضبان محمار وجهه حتی جلس علی المنبر فقام الیه رجل فقال این ابائی قال فی النار فقام آخر فقال من ابی قال ابوك فلان فقام عمر ابن الخطاب فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلعم نبیا وبالقرآن اماما انا یا رسول الله حدیث عهد بالجاهلیة والشرك والله اعلم من اباءنا فسکن غضبه ونزلت هذه الآیة لا تسئلوا عن اشیاء وفی تفسیر ابن کثیر وذکر لنا ان عمر قال لحذیفة انشدك الله امنهم انا الخ۔

پاس بجا لیکہ میں تمہارا نبی ہوں۔ حضرت یوسف پیغمبر آ جائے اور تم مجھے چھوڑ کر اس کی پیروی کر لو۔ تو ضرور تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کو عبد الرزاق نے جامع میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ازالۃ الخفا مقصد اول ص۱۲۷ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا ایک دن جناب رسول اللہؐ غضبناک ہو کر سرخ چہرہ کی حالت میں نکلے اور ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص حضرتؐ کی خدمت میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا ہمارا باپ دادا کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں ہیں۔ پھر اور کھڑا ہو گیا اس نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں شخص ہے (اس کے مشہور باپ کے سوا اور شخص تھا) تو امیر عمرؓ صاحب اٹھ کر کہنے لگے یا رسول اللہؐ اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمدؐ کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر ہم راضی ہیں۔ ہم نئے نئے جاہلیت اور شرک سے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ اچھا جانتا ہے کہ ہمارے باپ دادا کون ہیں (خدا جانے امیر عمر صاحب کو کیا سوجھی کہ اس موقعہ پر بول اٹھے شاید وہ اندیشہ ہوا ہو جو نوٹ گذشتہ میں لکھا گیا ہے) اس کے بعد نبیؐ کا غصہ کم ہو گیا اور یہ آیت اتری لا تسئلوا عن اشیاء الآیہ۔ بہت چیزوں کا سوال نہ کیا کرو (ورنہ بیان ہونے پر تم کو کچھ باتیں بری معلوم ہوں گی۔) اور تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص۱۲۶ میں ہے (راوی کہتا ہے) امیر عمرؓ نے حضرت حذیفہ کو قسم دے کر پوچھا کیا میں بھی ان منافقین کے اندر ہوں جو تم کو رسول اللہؐ نے بہ تفصیل بتلائے ہیں۔ الخ۔ (واللہ اعلم امیر عمرؓ کو یہ شک کیوں رہتا تھا کہ بار بار حذیفہؓ سے پوچھتے تھے۔ چنانچہ آئندہ تفصیل آئے گی۔

وقد مر فی بیان الصحابة حدیث ان فی اصحابی منافقین. قال الغزالی فی احیاء العلوم ولقد کان عمر یبالغ فی تفتیش قلبه حتی

اور حدیث بیان حالات صحابہ میں گذرا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ میرے اصحاب کے اندر منافقین بھی ہیں۔ غزالی نے احیاء العلوم جلد ۴ ص۸۸ رو

لہ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۱ ص۱۹ و ص۲۰ و جلد ۴ ص۱۵۹ و تفسیر کبیر جلد ۳ ص۶۲۶ و خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص۱۰ میں ہے ۱۲ مترجم۔

کان لیسئل حذیفۃ انشد ھل یعرف بہ
من اثار النفاق شیئًا اذ کان قد خصہ
رسول اللہ صلعم بعلم المنافقین
فی تفسیر لطائف البیان عمرؓ نے حذیفہ
کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھا تھا کہ کیا میں
بھی ان میں سے ہوں۔ الخ یعنے منافقوں
سے وفی معارج النبوۃ سئل عمر عن
حذیفۃ اذکرنی رسول اللہ صم مع المنافقین
وایضًا نقل من الرسالۃ القدسیۃ
للشیخ احمد الغزالی وکنز العمال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
یا عمر قد رضیت وتابی انت رواہ البزار
وابن جریر وابو نعیم والدیلمی۔ وفی
البخاری جلد ۳ ص (مع الفتح) قال
عمر بن الخطابؓ فاتیت النبیؐ فقلت
الست نبی اللہ حقًا قال بلےٰ قلت السنا
علی الحق وعدونا علی الباطل قال
بلےٰ قلت فلم نعطے الدنیۃ فی دیننا،
اذن قال انی رسول اللہ و لست،
اعصیہ وھو ناصری (ثم قال عمر)
فاتیت ابابکر فقلت یا ابابکر الیس ھذا
نبی اللہ حقًا قال بلیٰ الحدیث وفی
الفتح زاد الواقدی من حدیث ابی
سعید قال عمر لقد دخلنی امر عظیم

طبع نولکشور جلد ا ص۸۵) میں کہا کہ عمرؓ اپنے
قلب کی تفتیش کے لیے مبالغہ کرتا تھا اور
حذیفہ سے سوال کرتا تھا کہ میرے اندر کچھ
آثار نفاق کے معلوم کرتے ہو کیونکہ حذیفہؓ
کو رسولؐ صلعم نے علم منافقین کے ساتھ
مخصوص فرمایا تھا۔ یہ الفاظ بھی ہیں انما
ھل ذکرنی المنافقین (تفسیر لطائف البیان
ترجمہ فتح البیان ص۲۴۳ میں ہے عمرؓ نے حذیفہ
کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا میں بھی
ان میں سے ہوں؟ یعنی منافقین سے۔ اور
معارج النبوۃ ص۲۹۲ رکن رابع میں امیر عمرؓ
کا حذیفہ سے سوال کرنا لکھا ہے کہ کیا مجھے
رسول اللہ صلعم نے منافقین کے ساتھ ذکر کیا
تھا؟ الخ۔ اور اسی میں رسالہ قدسیہ شیخ احمد
غزالی سے بھی یہی مضمون لکھا ہے۔ اور
کنز العمال جلد ا ص۹۲ میں ہے۔ رسول اللہؐ نے
امیر عمرؓ سے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی
ہوں مگر تو انکار کرتا ہے (اس کو حدیبیہ کے
موقعہ پر آنحضرتؐ نے فرمایا) اس کو بزار وابن
جریر وابو نعیم ودیلمی نے روایت کیا اور بخاری
جلد ۳ ص باب شرائط الجہاد والمصالحۃ مع
اھل الحرب وکتاب الشروط میں ہے۔
امیر عمرؓ کہتا ہے میں نبیؐ کے پاس آیا اور کہا
کیا تو اللہ کا سچا نبیؐ ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں

عہ۔ جناب امیرؑ شیخین کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تھے جیسا کہ بیان فدک میں آئے گا اور یہ
علامات نفاق ہیں دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۲ ص۱۹۶ ۱۲ مترجم۔

وراجعت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراجعۃً ماراجعتہ مثلھا قط (حتی قال) فرجع عمر متغیظًا فلم یصبر حتیٰ جاء ابابکر. الخ وھکذا قال الشیخ فی مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷۔

میں سچا ہوں پھر میں نے کہا کیا ہم مسلمان حق پر نہیں؟ اور ہمارے دشمن جھوٹ پر؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں اسی طرح ہے میں نے کہا پھر ہم اپنے دین کی اتنی کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ (کہ آپ لشکر کے ہوتے ہوئے کفار سے صلح کر رہے ہیں اور حسب دیگر روایات کہا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ مکہ فتح ہو جائے گا۔ اور اب بغیر فتح واپس جا رہے ہیں۔ یہ خبر سچی نہ تھی؟ آپ نے فرمایا وہ سچ ہے مگر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال فتح ہوگا) پھر رسول اللہؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا (یہ صلح حدیبیہ بھی حسب الحکم کر رہا ہوں) اور وہی میرا مددگار ہے (پھر امیر عمر کہتے ہیں اس پر میری تسلی نہ ہوئی) اور میں ابی بکرؓ کے پاس آیا اور میں نے کہا یا ابا بکرؓ یہ خدا کا سچا نبیؐ نہیں؟ اس نے کہا سچا ہے۔ آخر حدیث تک (مثل تقریر سابقہ کے ہوئی) اور فتح الباری میں بذیل اس حدیث کے لکھا ہے کہ واقدی نے بروایت ابی سعید یہ زیادہ روایت کیا کہ امیر عمرؓ نے کہا ضرور تحقیق اس دن میرے اندر بڑا خدشہ پیدا ہوا اور مکرر سہ کرر میں نے چند دفعہ نبیؐ سے دریافت کیا اور اس قدر تکرار کیا جو اس سے پہلے میں نے اتنا کبھی نہیں کیا تھا۔ آخر قصہ میں راوی کہتا ہے کہ امیر عمرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت سے غصہ کی حالت میں واپس آیا اور صبر نہ کیا حتی کہ ابوبکرؓ کے پاس آیا آخر حدیث تک (اور اس سے وہی گفتگو ہوئی) اور اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ میں ہے۔

لہ امیر عمر کے کمال ایمان کا موازنہ علاوہ دیگر اعمال کے مندرجہ صرف ان تین امور سے کرنا کافی ہے ایک حدیبیہ کی صلح میں شک کرنا اور مذبذب ہونا اور اخبار مخبر صادق پر صبر کرنا بلکہ انکار کرنا جیسا کہ کنز العمال کی حدیث مندرجہ متن سے ظاہر ہے تا بی انت بر صفحہ گزشتہ اور حضرت کی خدمت سے غضبناک واپس ہونا اور ابوبکرؓ صاحب کے پاس تسلی کے لئے جانا جیسا کہ در منثور جلد ۶ صفحہ ۷۹ مطبوعہ مصر میں بحوالہ بخاری و ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و نسائی و ابن جریر و طبرانی و ابن مردویہ و بیہقی کے دربیان صلح حدیبیہ سہل بن حنیف سے مروی ہے جاء عمر متغیظًا فلم یصبر حتیٰ جاء ابابکر اور تفسیر ابن جریر جلد ۲۶ صفحہ ۵۸ سطر اول مطبوعہ مصر و زاد المعاد ابن قیم نظامی پریس کانپور جلد ۱ صفحہ ۳۷۶ و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر و معالم التنزیل بغوی جلد ۴ صفحہ ۱۸۴ و در منثور ج ۶ صفحہ ۷۷ میں اس طرح ہے قال عمر ما شککت منذ اسلمت الا یومئذٍ یعنی حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے شروع اسلام سے ایسا شک کبھی نہیں کیا تھا جو آج کے دن (صلح حدیبیہ میں) کیا۔ اور دوسرا نفاق کی نسبت امیر عمر ہمیشہ شک رکھتے تھے اور حذیفہ سے سوال کرتے تھے کہ کیا نبیؐ نے مجھے بھی منافقین

میں شمار کیا ہے یا نہ بلکہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ میں منافق ہوں جیسا کہ میزان الاعتدال فی تنقید الرجال جلد ا صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مصر مولفہ علامہ ذہبی جس کو روضۃ الاحباب میں کسوٹی رجال کی تسلیم کیا گیا ہے) بذیل ترجمہ زید بن وہب منجملہ اکابر تابعین کے لکھا ہے کہ منجملہ اس کی احادیث کے یہ بھی ہے۔ ثم انه ساق من روایۃ قول عمر یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین یعنی زید کی اسناد سے بیان کیا کہ امیر عمرؓ نے حذیفہ کو کہا مجھے خدا کی قسم میں منافقوں سے ہوں۔ پھر زید مذکور کی علامہ ذہبی توثیق بیان کرتے ہوئے یعقوب فسوی پر اعتراض کرتا ہے کہ اس نے اس روایت پر یہ فضول اعتراض کیا ہے کہ یہ قول شان عمرؓ سے بعید ہے اور علامہ ذہبی نے اس کو اس قول سے رد کیا ہے کہ اس طرح وہم فاسد سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور نہ حدیث سے انکار ہو سکتا ہے (جبکہ راوی پر اور کوئی سبب جرح نہیں ہے اور نہ اسناد میں کوئی خلل) تیسرا یہود سے محبت اور قصہ توریت پڑھنے کا وغیرہ وغیرہ۔ اب محبان ثلاثہ غور فرمائیں کہ محض امیر عمرؓ اپنے نفاق کے واسطے استفہام نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے حلفیہ بیان سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے اور کسی کو اعملوا ما شئتم کی موضوع روایت کا شبہ نہ ہو کہ امیرؓ صاحب مجاز تھے جو چاہیں کریں ان سے کوئی بازپرس نہ ہوگی کیونکہ اس روایت کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور کسی کو ہجرت کا لفظ بھی مغالطہ میں نہ ڈالے کہ وہ یہ سمجھے جس نے وطن چھوڑ دیا وہ جس قدر جرائم کرے اسے کوئی سزا نہ ملے گی یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ تکالیف شرعیہ جب معصومین سے ساقط نہیں ہوئیں تو دوسرا کون ہے جو اوامر و نواہی سے مستثنےٰ ہے اور اعمال کی مدار خاتمہ پر ہوتی ہے چنانچہ حدیث مشکوٰۃ مرویہ بخاری و مسلم انما الاعمال بالخواتیم سے ظاہر ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر اور بخاری باب الانتہاء عن المعاصی میں نبیؐ سے مروی ہے فرمایا المہاجرین من ھاجر ما نھی اللہ عنہ یعنی مہاجر وہ ہوتا ہے جو منہیات خدا سے دور رہے نہ کہ وہ جو فسق و فجور کرے (لہذا مطلق مہاجر کے نام پر فریفتہ نہ ہو جانا چاہیئے ۱۲ مترجم۔

وفی کنز العمال عن علیؑ الایمان والعمل اخوان شریکان فی قرن لا یقبل اللہ احدھما الا بصاحبہ۔ وفی روایۃ محمد بن علی الایمان والعمل قرینان۔ الخ رواھما ابن شاھین۔ وفی الخصائص للسیوطی قال عمر للنبیؐ لا تبن علینا سواتنا۔ قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء

اور کنز العمال جلد ا صفحہ ۹/۲۴ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے۔ ایمان اور عمل مطابق ایمان کے ہم زبان شریک بھائی ہیں ایک کو ان سے دوسرے کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا اور محمد بن علی سے روایت ہے فرمایا ایمان اور عمل دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں الخ۔ ہر دو روایت کو ابن شاہین نے روایت

اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال سألت الله حولا بعد ما مات عمر ان یرینیه فی المنام فرأیته بعد حول وهو یسلت العرق عن جبینه الخ

کیا ہے اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۰ میں مروی ہے کہ امیر عمر نے (ایک دن) نبی صلعم کو کہا کہ آپ ہماری برائیاں نہ ظاہر کریں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے کہ ابن عساکر ابن عباس سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ عباس نے بیان کیا کہ بعد موت امیر عمرؓ کے ایک سال گذرنے پر میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ بحالت خواب مجھے امیر عمرؓ کا حال دکھایا جائے پس میں نے امیر عمر کو سال کے بعد دیکھا تو وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے ::: آخر حدیث (یعنی بوجہ سختی حساب کے.

واخرج ایضا عن زید بن اسلم ان عبد الله بن عمرو بن العاص رای عمر فی منامه فقال کیف صنعت قال متی فارقتکم قال منذ اثنتا عشرة سنة قال انما انفلت الان من الحساب. واخرج ابن سعد عن سالم بن عبد الله قال سمعت رجلا

نیز زید بن اسلم سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے حضرت عمر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرا کیا حال ہوا حضرت عمرؓ نے کہا جب میں تم سے جدا ہوا یعنی ابتدا بارہ سال سے اب اس وقت تک حساب میں رہا ہوں (راوی ہو یہ تو عشرہ مبشرہ اور کہول اہل جنت سے تھے.

لہ حوالہ خصائص کبریٰ. اسی طرح شرح الصدور سیوطی طبع محمدی لاہور صفحہ ۱۸۷ میں باسناد احمد وابن سعد مروی ہے اور فلک النجاۃ متعلق صفحہ ۳۱ میں مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ افظ اغلظ تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص داخل جنت نہیں ہو سکتا اور اسی صفحہ ۹۰ میں باسناد ترمذی وتحسین حدیث وابن ابی الدنیا وابن ابی عاصم وبیہقی ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے مومن کے سوال منکر ونکیر اور شرح الصدور اس کے جواب میں فرمایا کہ مومن کو حکم ہوتا ہے ثم کنوم العروس الذی لا یوقظه الا احب اهله حتی یبعثه الله من مضجعه الخ یعنی تم سو رہو مثل دلہن کے سونے کے کہ اس کو بغیر اس کے پیارے گھر والے کے کوئی نہیں جگاتا حتی کہ خدا تعالیٰ اس کو اس کے فرش سے اٹھائے گا اور روایت صفحہ ۸۴ میں بیان کیا قیامت تک آنکھوں کی ٹھنڈک سے سو یارہ. اور اسی کے صفحہ ۱۰۰ میں باسناد حاکم وابن ماجہ وبیہقی ہانی غلام حضرت عثمان سے مروی ہے کہا قبر اول منازل آخرت سے ہے فان نجی منه فما بعده ایسر منه وان لم ینج منه فما بعده اشد منه تو اگر اس قبر کے عذاب سے کسی نے نجات پائی. تو اس کے بعد کا وقت اس سے آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد اس سے سخت مشکل ہے (نتیجہ) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ کا قبر میں مدت طویل تک مشکلات میں پھنسے رہنے سے ان کے ایمان واعمال کا پتہ چلتا ہے. کیونکہ اسی شرح الصدور صفحہ ۹۸ وصفحہ ۹۹ میں حکیم ترمذی اور ابن

حاشیہ اگلے صفحہ پر

من الانصار تقول دعوت الله ان يريني عمر في المنام فرأيته بعد عشر سنين وهو يمسح العرق عن جبينه فقلت يا امير المؤمنين ما فعلت قال الآن فرغت الخ

في بقية حالات اعمال عمر ابن الخطاب

منها احراقه بيت فاطمة صلوات الله وسلامه عليها وعلى ابيها وبعلها وبنيها۔ وقد مر ذكره۔

ومنها قضية قرطاس۔ انا لله وانا اليه راجعون. ما وقع في الدين مثل وقعة القرطاس قضية لان مدار رفع الضلالة ووقوعها كان عليه كما اخبر به المخبر الصادق عليه وآله السلام ومن البين انه صدر من انكاره اتلاف حق الامة وقد ظلم علينا من ظلم والى الله المشتكى۔

في مشكوة المصابيح عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلعم وفي البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب قال النبي صلعم

اہل حساب نے انہیں اتنا کیوں تنگ کیا؟ اور ابن سعد سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہا میں نے ایک انصاری سے سنا وہ کہتا تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے امیر عمرؓ کا حال خواب میں دکھائے چنانچہ میں نے اس کو دس سال کے بعد دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہا ہے میں نے کہا اے امیر المومنین تم نے کیا بنایا؟ کہا اب حساب سے فارغ ہوا ہوں الخ۔

بقایا حالات عمر بن خطاب کا بیان

ان میں سے احراق بیت فاطمہ صلوات اللہ علیہا۔ یعنی جناب زہراءؑ کا گھر جلانا جو بیان ہو چکا ہے۔ **اور ان میں سے قضیہ قرطاس** ہے۔ ہم اللہ کے ہیں اور اسی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ کسی چیز نے مثل واقعہ قرطاس کے دین میں قضیہ نہیں ڈالا کیونکہ مدار رفع گمراہی کی اور اس کے وقوع کی اسی پر تھی جیسا کہ مخبر صادق علیہ وآلہ السلام نے خبر دی ہے اور ظاہر ہے کہ قرطاس لانے کے انکار سے امت نبویؐ کی حق تلفی ہوئی ہے۔ اور ہم پہ ظلم کیا جس نے ظلم کیا اور اس کی شکایت اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۵۴۷ میں ابن عباس سے مروی ہے کہا جب رسول اللہ کو وقت وفات قریب آیا اور اس گھر میں آدمی تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھا۔ نبی نے فرمایا۔

(بقیہ حاشیہ) وقرطبی ... قول ہے کہ شہید و صدیق فتنہ قبر سے محفوظ ہوتے ہیں گویا ان سے سوال ہی نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا یہ ... صفتیں بھی حضرت عمرؓ میں تھیں بلکہ ہر دو سورہ مذکورہ پڑھنے کا بھی عمل عمرؓ صاحب سے نہ ہو سکا ورنہ آرام کی ...

هلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی فقال عمر قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ ص ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال رسول اللہ ص ترموا عنی قال عبید اللہ کان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ ص وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب لاختلافھم ولغطھم

سامان تحریر لے آؤ میں تمہارے لئے ایسی سند لکھدوں جس کے باعث تم کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوگے پس عمر نے کہا کہ اس پر (یعنی حضرتؐ پر) درد غالب ہوگیا (یعنی درد سر سے مغلوب الحواس ہیں) اور تمہارے پاس قرآن پہلے موجود ہے وہ تم کو کافی ہے۔ پس انہوں نے جو اس گھر میں تھے اختلاف اور جھگڑا کیا۔ بعض ان میں سے کہتے تھے کہ سامان تحریر کا لے آؤ۔ تاکہ رسول اللہ ص تمہارے لئے مفید سند جو لکھنا چاہتے ہیں لکھیں۔ اور بعض ان میں سے امیر عمرؓ کی پارٹی کے ہوگئے اور امیر عمر کی حمایت میں مثل عمر کے کہتے تھے۔ پس جب انہوں نے بہت شور و اختلاف و غوغا کیا تو آنحضرت ص نے فرمایا۔ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہ نے کہا۔ ابن عباس کہتا تھا تحقیق کمال مصیبت وہ ہوئی جو رسول اللہؐ اور ان کے سند لکھنے کے درمیان مانع آگیا کیونکہ لوگوں نے اختلاف اور شور بپا کر دیا تھا۔

۱؎ روضۃ الاحباب جلد اول ص۳۶۶ میں ہے گفتند شأن او چیست و در چہ حال است آیا این سخن از وے مثل آں سخناں است کہ مردم در حین اشتداد تپ میگویند عمر خطاب گفت وجع بر پیغمبر غلبہ کردہ و قرآن درمیان ما ہست حسبنا کتاب اللہ۔ انتہی ملخصًا۔ یعنی لوگوں نے کہا کہ کیا رسول خدا سے ایسے کلمات ظاہر ہو رہے ہیں جو تپ کی شدت سے ہوتے ہیں اس پر امیر عمرؓ بولے کہ ہاں رسول اللہ ص کو درد کا غلبہ ہوگیا ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا ہے ہمیں تو وہی کافی ہے اور کچھ ضرورت نہیں (قضیہ قرطاس) مخالفین کہتے ہیں۔ عدم تعمیل حکم قرطاس میں نبی ص راضی تھے فقط امتحان لینا تھا کہ صحابہ قرآن کے عامل و معتقد ہیں۔ یہ کہنا چند وجوہ سے باطل و جھوٹ ہے ایک وجہ یہ کہ نبی ص چند دفعہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں دو خلیفے یا دو گراں قدر چیزیں اپنے بعد تم لوگوں کے لئے چھوڑے جاتا ہوں اگر ہر دو تمسک پکڑو گے تو گمراہ نہ ہوگے دیکھو بحث حدیث ثقلین۔ قضیہ قرطاس میں آخر وقت یہی فرمایا ایسی چیز لکھ دیتا ہوں کہ تم اس سے گمراہ نہ ہوگے۔ یقین ہے کہ ہر دو لازم و ملزوم قرآن و اہلبیت کی نسبت فرمانا چاہتے ہوں گے کیونکہ فرمایا ہوا تھا کہ قرآن اور اہل بیت قیامت تک جدا نہ ہوں گے تو خود حضرت صلعم ایک کو چھوڑ دینے کا کب حکم دیتے تھے جو کلام عمر صاحب سے ثابت ہوتا ہے۔ نیز آخری کلام و وصیت جناب رسول خدا صلعم کی اہل بیت کی نسبت اسی کی مثبت و مؤید ہے کہ قرآن کے ساتھ اہل بیت سے تمسک کی ضرورت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبیؐ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے منشار کے مخالف امیر عمرؓ نے اہل بیت کو چھوڑ کر قرآن کافی ہے کا کلمہ پڑھا نبیؐ اس پر راضی نہ تھے۔ دوسرا یہ کہ ازواج نبیؐ نے جو دوات و کاغذ لانے کی تائید کی اور حضرت عمرؓ نے جھڑکا اور مانع آئے اس پر حضرت رسول خداؐ نے عمرؓ کے قول کو رد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں تم سے اچھی ہیں جو میرے ارشاد کی تعمیل کے واسطے تائید کر رہی ہیں۔ تیسرا یہ کہ تنازع مطیعین و مانعین کو اس طرح فرد کیا گیا کہ نبیؐ نے ناراض ہو کر فرمایا قوموا عنی اٹھ جاؤ میرے پاس سے فقط مانعین و مخالفین نہ نکلتے تھے اور نہ جھگڑا بند کرتے تھے اس واسطے مجبوراً سب کو نکالنا پڑا یا ممکن ہے کہ فقط مانعین کو ہی نکالا گیا ہو۔ اور اگر مانعین کتابت بھی مثل مطیعین کے قابل اخراج نہ ہوتے تو نبیؐ نہ نکالتے کیونکہ قرآن میں نبیؐ کو مومنین کے دور کرنے سے نہی وارد ہے فرمایا۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ (حتی قال) فتطردھم فتکون من الظالمین پارہ ۷، سورہ انعام رکوع ۶۔ غور کا مقام ہے کہ ایک دانا مریض کسی وصیت ضروری کے لئے قریب بہ وفات اپنے یاروں دوستوں سے کہے۔ میں ایک مفید اور نہایت کار آمد چیز لکھنا چاہتا ہوں جو میرے لئے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے لئے دائمی نفع بخش ہے۔ سامان لکھنے کا میرے پاس لاؤ۔ کیا کوئی ذی شعور خیر خواہ مریض یہ آخری صدمہ مریض کو پہنچانا روا رکھتا ہے کہ اس کے جواب میں کہے۔ یہ غلبہ درد سے کچھ بک رہا ہے ہمیں سب کچھ معلوم ہے کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔ جب عام انسانوں کے لئے یہ گوارا نہیں ہو سکتا تو جناب سید الثقلین ہادی خلق ما ینطق عن الھویٰ۔ نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کیسے یہ جواب موزوں تھا جو حضرت عمرؓ اور اس کے حامیوں نے دیا۔ کہ حضور پیغمبر خداؐ جس فرض و غرض کے لئے دنیا میں تشریف لائے اسی کو ادا کرنا ظاہر ہوتے ہیں اور گمراہی سے بچانا چاہتے ہیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ یہ فرمان ان کا غلبہ درد سے ہے اور معاذ اللہ عام بیماریوں کی طرح اختلاط عقل سے صادر ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے ہمراہیوں کا ایک ہی مقولہ تھا دیکھو منھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ ومنھم من یقول ما قال عمر یعنی ارشاد دوات و کاغذ کے جواب میں بعض نے کہا سامان لادو کہ رسولؐ لکھدیں اور بعض وہ کہتے رہے جو عمرؓ کہتے تھے یہی کہ نبیؐ غلبہ درد سے ہذیان (بکواس) کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس گمراہی سے رسولؐ بچانا چاہتے تھے اور اختلاف کو مٹانا چاہتے تھے اس گمراہی اور اختلافات کی بنیاد حضرت عمرؓ صاحب نے رکھی۔ دیکھو نسیم الریاض شرح شفا جلد ۴ صفحہ ۳۰۸ وقال الشھرستانی انہ اول اختلاف وقع فی الاسلام یعنی پہلا اختلاف جو اسلام میں شروع ہوا اسی مسئلہ قرطاس میں ہوا۔ وجہ اختلاف پیدا کرنے کی صاف ہے کہ ہمیشہ کے تاکیدی و تصریحی احکام نبیؐ سے حضرت مرتضیٰ کی نسبت حضرت عمرؓ سن چکے تھے۔ سمجھا کہ اب نبیؐ اس کام کو ایسا مضبوط کرنا چاہتے ہیں کہ پھر ہمارا کوئی داؤ نہ چلے گا۔ اس لئے شور و غوغا و تکرار شروع کر دیا۔ جس کے باعث تحریر بطریق مطلوب واقع ہونے پر فتنہ فساد کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آخر حضرتؐ نے سب کو نکال کر فتنہ کو سرد فرمایا اور خواص کو بلا کر حکم زبانی و تحریری وصیت سے

آگاہ فرمایا چنانچہ شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۷۶ و جلاء العیون فارسی طبع ایران صفحہ ۲۶ میں ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی برکت سے بعد ظہور دلیل بین اختلاف قیامت تک قائم رہا اور حکم رسولؐ خواص میں محدود رہا۔ عام اشاعت اس کی مخالفین قول غیر معتبر بیمار کی بڑ مشہور کر کے نہ ہونے دی۔ اور مطابق قول عمرؓ مندرجہ فلک النجاۃ صفحہ　　اختلاف کے وقت دکنز العمال جلد ۸ صٓ اہل باطل اہل حق پہ غالب آ گئے لیکن یہ جائے تعجب نہیں کیونکہ خدائے عز و جل نے لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پھر نفس و شیطان راہزن مقرر کر دیئے کہ امتحان کیا جا سکے۔ جس کے بعد نافرمان انسان فرمانبرداروں سے زیادہ ہو گئے تو خدائے قہار کی قدرت و اختیار سے باہر نہیں نہ وہ اس نافرمانی پہ راضی ہے مگر طریقہ امتحان یہی ہے کہ انسان کو مختار بنا کر راہ حق و باطل دکھا کر حق کی پیروی کا حکم دیا۔ جب انسان اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے مستحق عقاب ہو جاتا ہے قضیہ قرطاس میں بھی رسولؐ کی نافرمانی پر خدا و رسول راضی نہیں مگر جبر و قہر سے رسول نہیں منواتے تھے ان علیک الا البلاغ کے عامل و مبلغ تھے۔ حق تعالٰے فرماتا ہے۔ واتیناھم بینٰتٍ من الامر فما اختلفوا الا من بعد ما جاءھم العلم بغیًا بینھم پارہ ۲۵ رکوع ۱۰۔

ہم نے حاشیہ نمبر ا صفحہ　فلک النجاۃ میں بیان کیا ہے کہ غلبہ الوجع اور اہجر یہجر کا مطلب ایک ہی ہے۔ تاویلات رکیکہ کچھ کارگر نہیں ہیں۔ اب اور تائید مضمون حضرت عمرؓ کے اس جواب کی لکھی جاتی ہے کہ اصل قائل ان کلمات کے عمر صاحب ہیں اور اس کے معنے بکواس کرنے کے ہیں اور جو لکھا جاتا تھا وہ امر خلافت تھا ایضاً حدیث ابن عباس بالفاظ صحیح بخاری میں طبع جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ بلفظ ہجر و صفحہ ۱۲۶ بلفظ اہجر و جلد ۲ صفحہ ۱۶۷/۵ غلب علیہ الوجع و جلد ۳ صٓ ۵ بلفظ قد غلبہ الوجع ہے۔ اور شرح مواقف طبع نولکشور صٓ ۷۴۶ میں الفاظ حدیث کے یہی ہیں اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدی حتی قال عمران النبیؐ قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی ذلک حتی قال النبیؐ قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع۔ مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صٓ ۱۷ میں ہے۔ صحیحین میں وارد ہے کہ نبیؐ نے وصیت لکھنے کے لئے دوات و کاغذ طلب فرمایا تو حضرت عمر مانع ہوئے۔ وان عمرؓ منع من ذلک۔ علامہ شبلی نعمانی (باقی صفحہ صٓ ۵۵۱ پر

ٓ۲ حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ بمقابلہ فرمان نبی کے کہنا بھی حکم نبیؐ کے خلاف تھا یہ کہنا رسول اللہؐ کی نافرمانی ہے دیکھو مشکوٰۃ صٓ ۳۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ ابو رافع سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میں ایسے آدمی کو نہیں دیکھنا چاہتا جس کو میرا امر یا نہی پہونچے اور وہ کہے ہم اس کے واقف نہیں ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں ملے ہم تو اسی کی پیروی کریں گے اس کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا اور دوسری روایت مقدام بن معدی کرب کی رسول اللہؐ سے ہے نبی نے فرمایا خبردار رہو کہ مجھے قران دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی دی گئی ہے یعنی حدیث نبیؐ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا دوسری روایت میں ہے کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ

باقی اگلے صفحہ پر

مثل اسی یا اس سے بھی زیادہ دیا گیا ہے۔ اس کو ابن ماجہ دارمی نے روایت کیا ۱۲ المترجم۔

(صفحہ گزشتہ) ع۵ جناب علیؑ نے کیوں قرطاس تحریر نہ کرا لیا۔ اس لئے کہ منع کتابت کا سارا انتظام حضرت امیرؑ کے برخلاف تھا مانعین کتابت نے سمجھا کہ نبیؐ اگر ان کا نام تصریحاً تحریر کر دیں تو اس کے بعد ہماری کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ اور انکار خلافت علیؑ پر ہم کو فساد عظیم کا سامنا ہوگا اسی واسطے حضرت عمرؓ نے دوراندیشی سے رکاوٹ تحریر کے وقت نبیؐ کی نسبت ایسا کلمہ استعمال کیا کہ اس وقت اگر وہ وصیت لکھ بھی دیتے تو حضرت عمر اور ان کی پارٹی کو کہنے کی گنجائش تھی کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ نبیؐ کی حالت مرض کے سبب دگرگوں ہے اور ہذیان کی باتیں ان سے صادر ہو رہی ہیں ایسی صورت میں علیؑ نے خود غرضی سے جو چاہا اپنے لئے تحریر کروا لیا تحریر کرلیا یا لکھوالیا ہے تو ایسی تحریر کب قابل قبول ہو سکتی ہے اور اگر گڑبڑ کرنے سے کوئی تحریر نہ ہو سکی تو یہ اصل مطلوب ہے کہ ہر قسم کی گفتگو کا موقعہ ملے گا۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ ایسی حالت میں حضرت علیؑ قرطاس لا کر مانعین کے سامنے وصیت نامہ تحریر کرا لیتے تو وہ تحریر ان لوگوں پر حجت ہو سکتی تھی اور اہل دانش کے نزدیک موزون ہوتی جیسی نبیؐ پر تہمت ہذیان کی لگائی گئی تھی حضرت علیؑ پر خود غرضی کی اور بناوٹی تحریر کی تہمت لگائی جاتی اور تحریر قطعاً بے اثر ہوتی اسی بحکم خدا نبیؐ نے اتمام حجت کر کے اس وقت لوگوں کے اٹھا دینے میں ہی مصلحت سمجھی اور قوموا عنی فرما دیا الخ اور اصل تحریر وصیت کا خواص کو بلا کر مکمل کر دیا چنانچہ کتب شیعہ میں موجود ہے دیکھو حاشیہ ما نتائج حدیث قرطاس ۱۲ مترجم۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ ع۱) اپنی کتاب الفاروق صفحہ ۶۱ قضیہ قرطاس کے بیان کے بیان میں لکھتے ہیں۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پرواہی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہم کو قرآن کافی ہے طریقہ یہ بعض روایتوں میں ہے کہ **حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا** انتہی۔ نیز صفحہ ۶۱ الفاروق مطبوعہ کانپور میں ابتدا عبارت اس طرح ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ کیا گستاخی اور سرکشی ہوگی کہ جناب رسول اللہؐ بستر مرگ پر ہیں اور امت کے درد و غم خواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ باوجود اس کے نیز الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۰۹ و صفحہ ۲۳۸ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک نبی صلعم کے سب احکام واجب التعمیل نہیں ہوتے۔ شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳ و ۴۷ اور نسیم الریاض شرح شفا جلد ۴ صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۳ میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے تحریر کی رکاوٹ ضرور کی۔ مگر وجہ صحیح یہ تھی کہ حضرت عمرؓ اس سے ڈر گئے کہ نبی صلعم ایسا حکم دیں گے جس کی تعمیل سے امت عاجز ہے اور عدم تعمیل سے خوف نزول عذاب ہے۔ کیونکہ حکم صاف منصوص ہوگا۔ اس میں کسی کے اجتہاد کی مجال نہ رہے گی۔ یا یہ حکم ایسا ہے جو مریض غلبہ مرض میں بے مطلب (دیکھو اس) باقی

صادر ہوتا ہے اور منافقین کو اس طرح دین میں کلام کا موقعہ مل جائے گا۔ اور نووی نے لکھا ہے۔ صدر منه صلے اللہ علیہ وسلم من غیر قصد جازم و ھو المراد بقول ھم ھجر و بقول عمر غلب علیہ الوجع جلد ۲ صفحہ ۴۳ نووی شرح مسلم۔ یعنی نبیؐ سے یہ کلام بے ارادہ مصمم نکلا بے مطلب (بکواس) اور یہی مراد صحابہ کے قول ہجر سے اور یہی مراد قول عمرؓ کے غلبہ الوجع سے ہے۔ اور مجمع البحار صفحہ ۵۷۴ میں ہے۔ ھجر اذا ھذی وھو ما یقول المحموم عند الحمی (ومنه قول عمر ابن الخطاب عند مرض رسول اللہؐ ان الرجل لیھجر علی عادۃ العرب) یعنی ہجر کا معنے ہذیان بکواس ہے جو تپ کی شدت سے تپ کا مریض کہہ دیتا ہے۔ اسی قسم سے قول عمر کا ہے جو مرض رسول اللہؐ میں اس نے کہا کہ یہ شخص بکواس کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کی عادت ہے۔ اور علامہ ابن اثیر نے نہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۵۵ میں تصریح کی ہے کہ ہجر کا قائل عمرؓ تھا والقائل کان عمرؓ اور معنے فحش و ہذیان کا ہے اسی طرح نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد اول ۳۳۷ میں حضرت عمرؓ کی زبانی یہ روایت انہی الفاظ سے ہے۔ فقال عمرؓ ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ مثل الفاظ سر العالمین منقولہ فلک النجاۃ کے ہے اور خفاجی نے صحیح ہونے اس روایت کی بھی تصریح کی ہے جو دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ نیز اسی طرح منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷ میں ملل و نحل سے اور تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۳۶ میں سر العالمین سے منقول ہے۔ منتہی الارب فی لغات العرب لغت ہجر صفحہ ۶۹۴ ہے و ھجوفی نومه او مرضه ھجوا بالضم ہذیان درائید دراں و پریشاں گفت حاشیہ بخاری سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ حاشیہ نمبر ۶ کتاب الجہاد میں کرمانی سے منقول ہے کہ شدت درد کو ہذیان لازم ہے حدیث میں غلبہ الوجع کو اطلاق ملزوم اور ارادہ لازم کی صورت میں مجازاً استعمال کیا گیا ہے اور ہجر کے اطلاق میں اس کے برعکس مجاز ہے (اطلاق لازم و ارادہ ملزوم) اور عینی سے لکھا ہے کہ اکثر علماء قائل ہیں کہ نبیؐ سے ان امور میں جن میں وحی نہ ہو خطا ہو سکتی الخ (کذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۷ صفحہ ۹۱) ایضاً حدیث میں ہے اکتب لکم کتابا میں لکھ دیتا ہوں مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ صلح حدیبیہ میں نبیؐ کا اپنے دست مبارک سے لکھنا منقول ہے۔ اور نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ میں علامہ خفاجی باجی سے نقل کرتے ہیں کہ نبیؐ صلعم نے حدیبیہ کی صلح میں محمد رسول اللہ کا لفظ مٹا کر خود محمد بن عبد اللہ لکھا علامہ خفاجی کہتے ہیں کہ نبیؐ پہلے امی ہوں پھر لکھ سکتے ہوں تو ہو سکتا ہے کیونکہ بخاری میں ہے اخذ الکتاب فکتب ھذا ما قاضی علیہ الخ۔ نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ میں نبیؐ کا پڑھ سکنا اور لکھ سکنا بدلائل قویہ ثابت کیا ہے ۱۲ مترجم

ؔ۱ مفردات اصفہانی برحاشیہ نہایہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۱ میں ہے وھجر المریض اذا اتی ذلک من غیر قصد اے اتے بہجر من الکلام من غیر قصد انتہی وکذا فی شرح الشفا للخفاجی جلد ۴ صفحہ ۳۰۹ اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۸ میں باسانید کثیرہ ابراہیم نخعی سے تفسیر ہجوراً میں مروی ہے ھجیو غیر الحق الم تر الی المریض اذا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ

ھذی قیل ھجرا مے قال غیر الحق۔ یعنی ہجر ناحق اور باطل اور فضول بکواس پر بولا جاتا ہے۔ اور انوار اللغۃ پ ۲۷ ص۹ میں وحید الزمان (ہجر) استفھوہ کا یوں ترجمہ لکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا کیا حال ہے کہیں بخار کی شدت میں آپ بڑبڑاتے تو نہیں (جیسے بیمار کا حال ہوتا ہے) انتہی (استفھامی) معنی سبھی مولوی سنی نے اپنے حسن ظن پر کیا۔ ورنہ ہجر کا معنی وہی ہزیان کیا ہے۔ استفہام کو کوئی دخل نہیں ۱۲ مترجم۔

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ صلعم وجعہ فقال ائتونی بکتف اکتب کتاباً لا تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجرا ستفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی ذرونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ فامرھم بثلاث فقال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفدہ[۱] بنحو ما کنت اجیزھم وسکت عن الثالثۃ او قالھا فنسیتھا قال سفیان ھذا من قول سلیمان متفق علیہ۔ فی معارج النبوۃ رکن رابع وصیت سوم راوی را فراموش شدہ بود یا در اظہار آں مصلحت ندید۔ قال النووی فی شرح المسلم قولہ وما یوم الخمیس معناہ تفخیم امرہ فی الشدۃ والمکروہ فیما یعتقدہ ابن عباس وھو امتناع الکتاب

اور روایت سلیمان بن ابی مسلم احول میں ہے۔ ابن عباس نے کہا خمیس کا دن کیا خمیس دن تھا پھر اتنا رویا کہ پتھر کے کنکرے اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا اے ابن عباس خمیس کا دن کیسا تھا؟ ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلعم کو سخت درد تھا۔ اور قریب الوفات تھے۔ اور فرمایا کوئی کاغذ لے آؤ میں تم کو ایسی سند لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ پس لوگوں نے جھگڑا پیدا کر دیا اور نبی کے پاس جھگڑا مناسب نہیں تھا اور لوگ کہنے لگے کیا بیہودہ کلام کر رہا ہے یا بکواس کرتا ہے اس سے پوچھو حضرت پر مکرر سہ کرر اس بات کو رد کرتے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا اب مجھے چھوڑ دو جس حالت میں کہ میں ہوں وہ تمہاری گفتگو سے جو مجھ سے کر رہے ہو۔ میرے لئے اچھی ہے تاہم ان کو زبانی تین باتوں کا امر کیا۔ اول یہ کہ جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکال دو۔ دوسرا یہ کہ وفد کو اسی طرح انعام واکرام دو جیسا کہ میں دیتا تھا اور تیسری بات سے راوی خاموش ہو گیا۔ یا اس نے کہی تھی۔

---

[۱] وفد۔ وفات۔ بالکسر برسولی آمدن۔ الیفا برسولی فرستادن ۱۲۔ صراح مولف۔

ولهذا قال ابن عباس ان الرزیة الخ۔ وذکر البخاری هذا الحدیث فی کتابه فی عدة مواضع فی کتاب الجهاد و فی کتاب الخمس باب اخراج الیهود من جزیرة العرب وفی باب مرض النبیؐ و وفاته وفیه ههنا مرة اخری و فی کتاب الاعتصام وفی کتاب المرضیٰ ، شرح الحدیث قوله حضر بصیغة المجهول ای حضره الموت وفیه تجوز فانه عاش بعد ذلك الیوم وهو یوم الخمیس الی یوم الاثنین کذا قال فی المرقاة - قوله فاختلف اهل البیت فی اللمعات ای من کان فی البیت اذلم یرد اهل بیت النبیؐ انتھی فظهران علیا والعباس ما کانا عند التنازع فی البیت عند النبیؐ کما قال القسطلانی فی شرحه فاختلف اهل البیت ای من کان فی البیت حینئذٍ من الصحابة ولم یرد اهل بیت النبیؐ

اور مجھے فراموش ہوگئی ہے۔ سفیان نے کہا کہ یہ قول فراموش کرنے کا سلیمان راوی کا ہے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے معارج النبوۃ کے رکن ۴ ص ۲۳۱ میں ہے کہ تیسری وصیت کو راوی نے فراموش کر دیا یا اس کے بیان اور ظاہر کرنے میں مصلحت نہ سمجھی نووی نے شرح مسلم کے جلد ۲ ص ۴۲ میں کہا ہے قولہ خمیس کا دن کیا تھا۔ معنی اس کا باعتقاد ابن عباس کے سختی اور نا پسند ہونے میں بڑا ہونا اس امر کا ہے اور وہ بہ سبب رکاوٹ پیش آنے کے مسند کا نہ لکھا جانا ہے اسی واسطے ابن عباس نے کہا ہے کہ تحقیق ساری مصیبت اسی سبب سے آگئی ہے الخ اور بخاری نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں چند مقامات پر بیان کیا ہے (۱) کتاب الجہاد جلد ۳ ص ۱۲۶ (۲) کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب (۳) باب مرض النبیؐ و وفاتہ ص ۱۱ ج ۴ میں دو اسناد سے (۴) کتاب الاعتصام جلد ۶ ص ۱۰۲ (۵) کتاب المرضیٰ جلد ۵ ص ۳۸۲ طبع دہلی مع فتح الباری شرح حدیث قولہ حضر بصیغۃ مجہول یعنی حضرتؐ کو موت حاضر ہوئی۔ اور اس میں مجاز ہے کیونکہ نبیؐ اس دن خمیس کے بعد بھی سوموار تک زندہ رہے جیسا کہ مرقاۃ میں مذکور ہے قولہ پس اس گھر والوں نے اختلاف کیا لمعات میں ہے یعنی جو اس گھر میں تھے وہ مراد ہیں۔ نہ کہ اہل بیت نبیؐ اس لئے کہ اہل بیت نبیؐ کا لفظ کسی روایت میں نہیں ہے۔ انتہی۔ پس ظاہر ہوا کہ حضرت علی و عباسؓ تنازع کے وقت نبیؐ کے پاس اس گھر میں موجود نہ تھے۔ جیسا کہ قسطلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے۔ پس اہل بیت نے اختلاف کیا یعنی جو اس گھر میں اس وقت صحابہ سے موجود تھے انہوں نے اختلاف کیا اور اہل بیت نبیؐ کا لفظ کسی روایت نہیں آیا۔ اس واسطے اختلاف اہل بیت نبیؐ کا مراد نہیں اور نہ اس وقت ان کا وہاں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے

؎ واقعات سے ظاہر ہے کہ راوی نے عمداً تیسری وصیت کو ظاہر نہیں کیا۔ خوف سلطنت سے یا مخالفت ذاتی سے اور

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

قولہ اللغط فی اللمعات ای اصوات مبھمۃ لا یفھم۔ قولہ ان الرزیۃ ای المصیبۃ۔ قولہ ثم بکی قال الشیخ الدھلوی فی شرح المشکوٰۃ قیل کان النبی صلعم اراد ان یکتب تعیین واحد من الصحابۃ للخلافۃ لئلا یقع بعدہ نزاع منھم وکان بکاء ابن عباس لفوات معتقدہ من ھذا الخیر۔ قال الخفاجی شارح شفا قاضی عیاض فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیتہ من الباب الثانی من القسم الثالث قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافۃ بعدہ حتی لا یختلفوا فیھا۔ وکرمانی در شرح صحیح بخاری از خطابی نقل کردہ کہ او گفتہ ھذا یتاول علی وجھین احدھما انہ اراد ان یکتب اسم الخلیفۃ بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازعوا فیؤدیھم ذلک الی الضلال ودر شرح قولہ اکتب لکم

قولہ اللغط میں ہے مراد اس سے وہ مبہم آواز ہیں جو سمجھ میں نہ آئیں (شور و غل) قولہ الرزیۃ یعنی مصیبت۔ قولہ ثم بکی شرح مشکوٰۃ میں شیخ دہلوی نے لکھا ہے بیان کیا گیا ہے کہ نبیؐ صحابہ سے کسی ایک خلافت کے لئے مقرر کرنے کی سند لکھنا چاہتے تھے تاکہ نبیؐ کے بعد صحابہ میں جھگڑا نہ پیدا ہو اور ابن عباس کا رونا بھی اسی عمدہ چیز کے فوت ہونے اور حاصل نہ ہونے کے سبب سے تھا وکذا فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ ص۵۵ طبع بمبئی) اور خفاجی شارح شفا قاضی عیاض نے فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیۃ من الباب من قسم الثالث میں کہا ہے کہ سفیان نے کہا حضرتؐ کا یہ ارادہ تھا کہ امر خلافت کا اپنے بعد میں بیان فرمائیں تاکہ اس میں اختلاف نہ کریں اور کرمانی نے شرح بخاری میں خطابی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا اس کی تاویل دو وجہ سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ اپنے بعد کے خلیفے

(بقیہ حاشیہ) اور وہ وصیت وہی ہے جس کو حضرت صلعم غالباً تحریر ہی کرنا چاہتے تھے ۱۲ منہ ترجم۔

سے شرح شفا نسیم الریاض جلد ۴ ص۳۰ طبع مصر میں عبارت ہے قال سفیان الخ اور ص۳۱۵ میں ہے ای تعیین من یکون الخلیفۃ بعدہ۔ پھر لکھا واعلم ان ھذا ھو الصواب کما قالہ ابن تیمیہ یعنی یہی صحیح ہے کہ کتابت قرطاس میں تعیین خلیفہ بعد رسول ص کی مقصود تھی۔ اور ص۳۶ میں اسیطرح لکھکر لکھا وھو الاصح کما مر یعنی یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے ۱۲ مترجم۔ ۵ اہل البیت کا لفظ حدیث قرطاس میں اس سے مراد اہل بیت نبیؐ نہیں بلکہ جو اس گھر میں تھے مراد ہیں۔ اسی طرح فتح الباری جلد ۴ ص۱۰۱ میں اور اسی طرح حاشیہ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۵۵ میں علامہ سندی نے قسطلانی سے نقل کیا ہے اور اسی طرح سہیل یمین ۴ نمبرہ و ۶ ص۲۶ میں ملا یعقوب لاہوری کی خیر جاری شرح

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

کتابا گفتہ ھو تعیین الخلیفۃ بعدہ و فی شرح المسلم للنووی جلد ۲ ص۴۲ قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی ھم النبی م فقیل اراد ان ینص علی الخلافۃ فی انسان معین لئلا یقع نزاع و فتن۔ الخ قولہ قلت یا ابن عباس قائلہ سعید بن جبیر الراوی عن ابن عباس قولہ اھجر فی اللمعات اھجر بالف الاستفہام ای اختلط کلامہ بسبب المرض۔ فی الصراح ھجر بالفتح پریشان گفتن بیمار و بالضم سخن بیہودہ۔ و فی منتھی الادب ھجر بالضم سخن زشت و بیہودہ و فی تشیید المطاعن قال العینی فی شرح البخاری فی کتاب الجہاد لفظ ھجر بدون الھمزۃ و قال عیاض معنے ھجر افحش و یقال ھجر الرجل اذا ھذی و اھجر۔

کا نام نبی م کہنا چاہتے تھے تاکہ لوگ اختلاف و جھگڑا نہ کریں اور ان کو جھگڑا گمراہی کی طرف نہ پہونچائے۔ اور فتح الباری میں شرح قول اکتب لکم میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بعد نبی ص کے خلیفہ م مقرر کرنے کی ہے اور نووی مسلم شرح جلد ۲ ص۴۲ میں تحقیق علماء نے اس کتاب میں اختلاف کیا ہے جس کی تحریر کا نبی م نے ارادہ فرمایا تھا پس کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا تھا کہ ایک آدمی کو خلافت کے واسطے نص مقرر فرمائیں تاکہ جھگڑا اور فتنہ پیدا نہ ہو۔ الخ قولہ قلت یا ابن عباس۔ اس کا قائل سعید بن جبیر ہے جو ابن عباس سے روایت کرتا ہے قولہ اھجر لمعات میں ہے کہ الف استفہام کے ساتھ ہے اس سے مراد ہے کہ کیا اسکی کلام بسبب مرض کے مختلط ہو گئی ہے (یعنی کلام بامعنے سے مخلوط ہے جیسا کہ مریض ہذیانی اور یاوہ گوئی اور بکواس و بے فائدہ کلام کرتا ہے صراح میں ہے ھجر فتح کے ساتھ بیمار کا پریشان کہنا اور ضم سے بیہودہ بات کہنا۔ اور منتہی الارب میں ھجر ضم سے کلام قبیح و بیہودہ۔ اور تشیید المطاعن ص۴۲۵ میں ہے عینی نے شرح بخاری کتاب الجہاد میں لکھا ہے۔ لفظ ھجر بغیر ہمزہ کے ہے اور قاضی عیاض نے ھجر کا معنی بیہودہ سے کیا ہے اور کہا جاتا ہے۔ جس وقت انسان ہذیان کہے آدمی نے بیہودہ کہا۔

قلت نسبتہ مثل ھذا الی النبی م لا یجوز لان وقوع مثل ھذا الفعل عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مستحیل لانہ

میں کہتا ہوں (قول عینی) اس لفظ کی نسبت نبی م کی طرف جائز نہیں کیونکہ وقوع مثل اس فعل کا نبی ص سے محال ہے اس لئے کہ آنحضرت بہر

(بقیہ حاشیہ) بخاری سے منقول ہے اور لکھا کہ اہل بیت نبی م قلم دوات لانے والوں کی حمایت میں بلاشک ہو گئے تھے ۱۲ مترجم۔

[1] صفحہ ہذا اسی طرح فتح الباری جلد ۸ ص۱۰ مطبوعہ دہلی میں قاضی عیاض سے منقول ہے اور ظفر المبین کتاب محدثین کے ص۳۳ میں ابی داؤد مطبوعہ دہلی جلد ۲ ص۱۵۷ سے بروایت ابن عمر رض حدیث منقول ہے کہ رسول م نے فرمایا میرے منہ سے اور انگلی سے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا قسم بخدا سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا اور ترمذی مطبوعہ نول کشور ص۲۹۹ کی حدیث بھی اس کی موید ہے ۱۲ مترجم۔

معصوم فی کل حالتہ فی صحتہ ومرضہ لقولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھوی ولقولہ[۴] لا اقول فی الغضب والرضا الا حقا وقد تکلموا فی ھذا الموضع کثیرًا واکثرہ لا یجدی نفعا والذی ینبغی ان یقال ان الذین قالوا ما شانہ اھجرا وھجر بالھمزۃ وبدونہا ھم الذین کانوا قریبی العہد بالاسلام ولم یکونوا عالمین بان ھذا القول لا یلیق فی حقہ[۴] لانہ لیس مثل سائر الناس من حیث الطبیعۃ البشریۃ اذا اشتد الوجع ھکذا قرر العینی والقرطبی ونقلہ فی الفتح۔ قولہ اجیزوا الوفد فی المرقاۃ ای اعطوا الجائزۃ والعطیۃ واکرموھم قولہ کتف استخوان عریض کہ بسبب کمی کاغذ بر آں می نوشتند۔ وفی کنز العمال رواہ ابن سعد عن عمر روی الطبرانی فی الاوسط عن عمر قال لما مرض النبی[۴] قال ادعوا الی الصحیفۃ والدواۃ اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدًا فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ

حال یعنی صحت و مرض میں معصوم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی ۴ اپنی ہوا و حرص سے کلام نہیں کرتے اور نبی ۴ نے فرمایا ہے کہ میں غضب و رضا کی حالت میں بجز حق کے کلام نہیں کرتا اور علماء اہل سنت نے اس مقام میں بہت طرح کی تقریریں کی ہے اور اکثر اس سے کچھ نفع دینے والی نہیں اور جو کلام اس مقام کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے جو لوگ یہ کہنے والے تھے کہ ان کا کیا حال ہے۔ کیا بیہودہ اور یا وہ گوئی سے کہہ رہے ہیں با ہمزہ یا بلا ہمزہ وہ لوگ کہتے تھے جو تھوڑے زمانہ کے اسلام لائے ہوئے تھے اور یہ جانتے تھے کہ اس طرح کہنا نبی ۴ کے حق میں مناسب نہیں کیونکہ رسول خدا ۴ عامۃ الناس کی طرح نہیں۔ اگرچہ بحیثیت بشریہ ان کو شدت درد بھی لاحق ہو جیسا کہ عینی اور قرطبی نے اس تقریر کو لکھا ہے اور اس کو ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ میں نقل کیا ہے۔ قولہ اجیزوا الوفد۔ مرقاۃ میں ہے۔ قاصدوں کی عزت کرو۔ اور انہیں انعام و اکرام دیا کرو۔ قولہ کتف لادو یعنی چوڑی ہڈی لادو۔ جس پر بوجہ کمی کاغذ کے لکھا کرتے تھے۔ اور کنز العمال

---

۵۳ بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی باب مرض النبی صفحہ ۶۳۲ حاشیہ نمبر ۳ میں عینی کی یہ عبارت بعینہ لکھی اور دعونی ما انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ کی تشریح میں اس کے حاشیہ ۷ میں قول ابن جوزی سے لبعد بیان چند احتمالات کے بحوالہ فتح الباری لکھا ہے ویحتمل ان یکون المعنی ان الذی اشرت علیکم بہ من الکتابۃ خیر مما تدعونی الیہ من عدمہا بل ھذا ھو الظاھر۔ یعنی آنحضرت ۴ نے فرمایا مجھے چھوڑو جس بات کا حکم دے رہا ہوں یعنی لکھنے کا وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے متوجہ کر رہے ہو یعنی نہ لکھنے کی طرف نیز شش اس کی بعینہ فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ میں ہے ۱۲ مترجم

فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہ ص عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ ص دعوھن فانھن خیر[۵] منکم وفی تجرید احادیث البخاری مع عون الباری (حدیث طلب القرطاس) قال عمران النبی ص غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا۔

جلد ۳ ص ۱۳۸ وجلد ۴ ص ۵۲ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن سعد اور طبرانی اوسط میں امیر عمرؓ سے اس طرح روایت کرتے ہیں۔ کہا جب نبی ص مریض ہوئے فرمایا۔ میرے پاس ایک کاغذ اور دوات لاؤ میں ایک ایسی تحریر لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد کبھی ہمیشہ تم گمراہ نہ ہوگے۔ عورتوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا (اے لوگو) کیا جو کچھ رسول اللہ ص فرمارہے ہے (کاغذ و دوات لاؤ) تم نے نہیں سنتے؟ (امیر عمرؓ کہتا ہے) میں نے کہا تحقیق تم عورتیں صواحبات یوسف ہو۔ جب رسول اللہ مریض ہوئے تو تم آنکھیں نچوڑتی ہیں اور جب اچھے ہوگئے تو تم اس کی گردن پر سوار ہوگی۔ جناب رسول اللہ ص نے فرمایا ان کو چھوڑو کیونکہ تحقیق یہ تم سے اچھی ہیں (امیر عمر صاحبؓ کا ازواج نبی ص کو ان الفاظ سے دھمکانا حسن انتظام سے مبادا بہ ترغیب ازواج النبی ص کوئی تعمیل ارشاد رسول اللہ ص کی کردے) اور تجرید احادیث البخاری مع عون الباری مؤلفہ سید صدیق جلد ۱ ص ۳۳ بیان حدیث قرطاس میں ہے امیر عمرؓ نے کہا کہ نبی ص پر درد غالب ہوگیا ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے وہی کافی ہے

فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع۔ قال الحافظ فی الفتح ولما وقع منھم الاختلاف ارتفعت البرکۃ کما جرت العادۃ بذلک عند وقوع التنازع والتشاجر وقد مضی فی الصیام[۸] انہ صلعم خرج[۶] یخبرھم بلیلۃ القدر فرای رجلین

اس پر لوگوں نے اختلاف کیا اور بہت شور و غل پیدا ہوا حتیٰ کہ نبی ص کو فرمانا پڑا چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۴ ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں جب ان سے (قضیہ قرطاس میں) اختلاف واقع ہوا تو برکت رفع ہوگئی جیسا کہ جھگڑا اور فساد پیدا ہونے کے وقت

---

۵ ابن سعد کے الفاظ عمر صاحبؓ فرماتے ہیں جب عورتوں نے کہا ائتوا رسول اللہ ص بحاجتہ فقلت اسکتن فانکن (الی ان قال) اخذتن بعنقہ (حتی قال) ھن خیر منکم یعنے میں نے کہا چپ رہو تم مرض رسول اللہ کے وقت آنکھیں نچوڑتی ہو اور صحیح ہوئے تو ان کی گردن پکڑو گی رسول ص نے فرمایا یہ عورتیں تم سے بہت بہتر ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

۶ بخاری طبع مصر جلد ۱ ص ۱۲ میں یہ حدیث لیلۃ القدر کے بارہ میں ہے اسی طرح شرح مسلم للنووی جلد ۲ ص ۱ میں ہے اور مرقاۃ شرح مشکواۃ جلد ۵ ص ۲۳۱ میں پچاس نمازوں کا فرض ہونا پھر منسوخ ہوکر پانچ کا حکم ہونا صحیح قرار دیا ہے اور لکھا فیہ دلیل علی انہ یجوز النسخ قبل الوقوع کما قال بہ الاکثرون وھو الصحیح لیصلوات حاشیہ

يختصمان فرفعت (ثم قال) وعزمه صلعم ان كان بالوحي فتركه كذلك بالوحي وان كان بالاجتهاد فتركه ايضا بالاجتهاد۔

قال المحرر الاثيم عفا عنه الرب الكريم قول الحافظ من رفع البركة عند الاختلاف ليس بغريب لانه سبحانه وتعالى قال فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم۔ وهذا هو نسخ قبل الوقوع وهو واقع جائز كما في الصلوات الزائدة على الخمسة ليلة المعراج كما بينه النووي في شرح المسلم وفي الفتح وظهر لطائفة اخرى ان الاولى ان يكتب لما فيه من امتثال امره وما تضمنه اشعار بان الاولى كان المبادرة الى امتثال الامر۔ و في المسلم عن ابن عباس انه قال يوم الخميس وما يوم الخميس ثم جعل تسيل دموعه حتى رأيت على خديه كانها نظام اللؤلؤ قال قال رسول الله صلعم ائتوني بالكتف والدواة او اللوح والدواة اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا ان رسول الله يهجر (نعوذ بالله من ذلك سبحانك هذا بهتان عظيم) وفي روضة الاحباب در قصه قرطاس سليمان احول

عادت جاری ہے (کہ برکت رفع ہو جاتی ہے) اور باب صیام میں گزر چکا ہے۔ کہ نبی ایک دن تشریف لائے کہ لوگوں کو لیلۃ القدر کی خبر دیں مگر جب دو شخصوں کو دیکھا۔ کہ اس میں جھگڑا کر رہے ہیں تو وہ خبر اٹھا دی گئی (یعنی اس کو بحکم خدا ظاہر نہ فرمایا اور وہ سعادت ظہور لیلۃ القدر بوجہ تنازع لوگوں کے اٹھالی گئی) پھر کہا، اور نبی م کا قصد اگر وحی سے تھا۔ تو ترک اس کی بھی وحی سے ہوئی اور اگر اجتہاد سے تھا تو ترک بھی اجتہاد سے ہوئی۔ انتہی۔ ملخصاً۔

محرر گنہگار رب کریم اسے معاف فرمائے کہتا ہے (یعنی مؤلف کتاب ہذا) جو کچھ حافظ نے کہا ہے کہ بوقت اختلاف برکت اٹھ جاتی ہے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ امر خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں ایسی حالت میں کوئی آزمائش یا عذاب دردناک پہونچے۔ یہ ایک طرح کا نسخ قبل الوقوع ہے (یعنی عدم کتابت) اور وہ واقع اور جائز ہے جیسا کہ پانچ سے زیادہ نمازوں کا نسخ معراج کی رات میں ہوا جس کو نووی نے شرح مسلم جلد ۱ ص۹۳ میں بیان کیا ہے۔ اور فتح الباری جلد ۱ ص۱۰۶ میں ہے کہ ایک گروہ کے نزدیک اولےٰ یہی تھا کہ حکم قرطاس کی تعمیل ہوتی

(بقیہ حاشیہ) اس میں دلیل نسخ قبل الوقوع کی ہے اور اکثر اسی کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے اور اسی مرقاۃ ص۹۷ ج۵ میں لکھا ہے نووی کہتا ہے طلب قرطاس بھی وحی سے تھا اور پھر اس کا ترک بھی وحی سے ہوا۔ نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۴۲ میں بعینہ اسی طرح ہے اور نسخ قبل الوقوع کا جواز مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام مؤلفہ قاضی بیضاوی

باقی اگلے صفحہ پر

کہ راوی ایں حدیث است از سعید بن جبیر گوید
نمی دانم کہ وصیت سوم را سعید بن جبیر مصلحت
گفتن ندید وازاں خاموش شد۔ یا گفت و
مرا فراموش شد۔ وفی سر العالمین للغزالی
ولما مات رسول اللہ ص قال قبل وفاتہ
ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم
اشکال الامر واذکر لکم من المستحق
لہا بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ
لیہجر وقیل یہذو۔ وفی الصواعق المحرقۃ
انہ علیہ السلام فی مرض موتہ انما
حث علی مودتہم ای مودۃ اھل البیت
ومحبتہم واتباعہم۔ وفی بعض الاحادیث
اخر ما تکلم بہ النبی ص اخلفونی فی اھل
بیتی فتلک وصیۃ بہم۔ وفیہ فی روایۃ
انہ صلعم قال فی مرض موتہ ایہا الناس
یوشک ان اقبض قبضًا سریعًا فینطلق بی
وقد قدمت الیکم القول معذرۃ الیکم
الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عزوجل
وعترتی اھل بیتی۔

اور مطابق ارادہ نبی ص کے لکھا جاتا تو بہتر تھا
کیونکہ اس میں فرمانبرداری حکم نبوی ص کی تھی اور
حکم متضمن زیادتی ایضاح کا تھا۔ اور اس طرح
اس مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ اولی اور
سب سے بہتر حکم کی فرمانبرداری کی طرف سبقت
کرنا ہے اور مسلم جلد ۲ ص۴۳ میں ابن عباسؓ
سے مروی ہے کہ اس نے کہا خمیس کا دن کیا دن
تھا۔ پھر شروع ہوا کہ آنسو اس کے جاری ہو
گئے تا کہ اس کے رخساروں پر رشتہ جواہر کی
طرح چلتے تھے۔ کہا رسول اللہ ص نے فرمایا چوڑی
ہڈی اور دوات لے آؤ فرمایا تختی اور دوات
کہ تمہارے لئے ایسی کتاب لکھوں جو تم ہمیشہ
کے لئے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ پس لوگوں نے
کہا۔ تحقیق رسول اللہ ص بیہودہ بول رہے ہیں (نعوذ
باللہ) اور روضۃ الاحباب کے ج۲ ص۳۳۶ بیان قرطاس
میں ہے۔ سلیمان احول اس حدیث کا راوی سعید
بن جبیر سے بیان کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نہیں
جانتا کہ تیسری وصیت کو سعید بن جبیر نے بیان
کرنے میں مصلحت نہیں دیکھی اور اس کے لئے
خاموش ہوگیا۔ یا اس نے بیان کی ہے اور مجھے فراموش ہوگئی ہے۔ اور سر العالمین مؤلفہ غزالی
ص۹ میں ہے جب رسول اللہ ص فوت ہوئے تو فوت ہوئے تو قبل از وفات فرمایا۔ دوات اور سفید
کاغذ لے آؤ تاکہ میں اشکال کا تم سے زائل کر دوں اور بیان کر دوں کہ میرے بعد اس خلافت کا کون
مستحق ہے تو عمر نے کہا اس شخص کو چھوڑ دو یہ بکواس کر رہا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے کہا کہ یہ ہذیان
کہتا ہے۔ صواعق محرقہ طبع مصر کے ص۱۳۶ میں ہے تحقیق نبی ص نے مرض الموت میں بھی اپنے اہل مودت
اور محبت اور ان کے اتباع کے واسطے ترغیب دی تھی اور بعض احادیث میں ہے آخری کلام نبی کا یہی
تھا۔ میرے پیچھے اہل بیت کے حق کا خیال رکھنا۔ یہ خاص ان کے بارہ میں وصیت ہے اور اسی کے
ص۷۵ میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے تحقیق نبی ص مرض الموت میں بھی اپنے

اہل بیت کی مودت اور محبت اور انکے اتباع کے واسطے ترغیب دی تھی اور بعض احادیث میں ہے آخری[1] کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی تھا۔ میرے پیچھے اہل بیت کے حق کا خیال رکھنا۔ یہ خاص انکے بارے میں وصیت ہے اور اسی کے ص۵۷ میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے۔ بتحقیق نبیؐ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا تھا اے لوگو! اب میں جلد فوت ہو جانے والا ہوں اور خدا کا فرستادہ بھی لے جائیگا۔ دفع عذر کے لیے میں نے پہلے تم کو سنا دیا ہوا ہے (اب آخری وقت مکرر دسہ کرر تاکید کرتا ہوں خبردار میں تمہارے اندر کتاب الٰہی اور عزت یعنی اپنی اہلبیت چھوڑے جاتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ) قلمی ص۸ میں بھی ہے۔ نسیم قبل الوقوع میں مثال پچاس نمازوں کی پانچ ہوئیں شرح مسلم سے ہے۔ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۱ ص۵ و جلد ۲ ص ۱۳۱/۱۲۲ و تفسیر کبیر جلد ۵ ص۵۲۹ و جلد ۷ ص ۱۵۶/۱۵۷ میں ہے۔ یہ جوابات علماء اہل سنت خود اپنی روایات کے مطابق لکھتے ہیں شیعہ تو کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے حکم خدا کی تعمیل یعنی تحریر کر دی ۱۲ مترجم۔

[1] رسول خدا صلعم کی آخری وصیت آل کے حق میں بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۲۲/۲۴ کتاب العلم حدیث قرطاس کے حاشیہ پر علامہ سندی محشی لکھتے ہیں جس نے کہا ہے امر کتابت ضروری نہیں تھا اسی واسطے عمرؓ نے منع کیا اس کو کلمہ لاتضلوا البعد کا رد کرتا ہے کیونکہ ہدایت و عدم ضلالت بعد کتابت قرار دے گئی ہے پھر جملہ اعتذارات منجانب عمر بیان کر کے لکھتے ہیں ان میں اعتراض ہے کیونکہ لاتضلوا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے۔ اور ضلالت سے بچنے کے لئے لوگوں پر سعی واجب ہے اور اختلاف پیدا ہونے پر ترک کتابت وجوب کے خلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ لوگوں کی نافرمانی اور اختلاف کے بعد وجوب ساقط ہو گیا ہو جیسے تعیین لیلۃ القدر کا حکم ساقط ہوا اور منافقین کے اعتراضات پیدا ہونے کے خدشہ سے منع کتابت کا عذر بھی نتیجہ لاتضلوا سے مردود ہے اور تکمیل دین کے بعد ضرورت کتابت برائے ہدایت تھی ورنہ گمراہی اور تفرق امت کا وبال بعد اکملت لکم دینکم نہ آتا اور احکام اگرچہ آچکے تھے مگر کوئی ضروری تشریح کا حکم ہوگا جس کے سبب ضلالت سے امن ہوتا اور قرآن اگرچہ جامع ہے مگر سنت اور بیان کی ضرورت باقی ہے۔ انتہیٰ۔ صحیح مسلم مع شرح نووی کتاب التفسیر جلد ۲ ص۴۱۹ وصحیح بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۳۹ کتاب فضائل قرآن باب کیف نزول الوحی میں ہے اکثر ما کان الوحی یوم توفی رسول الله یعنی رسولؐ کی وفات کے دن وحی ہونے کی بڑی کثرت تھی۔ اس سے اس کا رد مطلوب ہے جو کہتے ہیں کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کے وقت تکمیل دین ہو چکی تھی پھر قرطاس وغیرہ کسی حکم دینے کی نبی صلعم کو ضرورت نہ تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وحی کی وفات کے قریب کثرت ہوئی اور لغو

باقی بر صفحہ آئندہ

[2] جواب اس کا اوپر حاشیہ بخاری سے بھی لکھا جا چکا ہے ۱۲

صفحہ گزشتہ) باتیں بھی وحی ہیں نہ تھیں۔ تو یہی شرعیہ احکام کا ردوبدل وافہام تفہیم کا ہی سلسلہ رہا۔ (ایک سوال کا جواب) مولوی شبلی نعمانی نے الفاروق صہ۳۰ طبع خواجہ پریس دہلی میں کہا ہے بجز ابن عباس واقعہ قرطاس میں باوجود کثرت حاضرین کسی صحابی سے ایک حرف مروی نہیں جواباً عرض ہے کہ مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۱ صہ۳۵۵ میں حرف استفہام سے نہیں بلکہ صاف طور پر مروی ہے کہ صحابہ نے کہا رسول اللہ (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں اور اسی کے ج۳ صہ۳۴۶ مسند جابرؓ بن عبداللہ انصاری میں جابر سے مروی ہے عن النبی ص دعا عند موتہ بصحیفۃ لیکتب فیہا کتابا لا یضلون بعدہ قال فخالف علیہا عمر بن خطاب حتی رفضہا۔ یعنی نبیؐ نے صحیفہ برائے تحریر ہدایت نامہ طلب کیا کہ بعد نبی ص کے لوگ گمراہ نہ ہوں مگر عمر بن خطاب نے مخالفت کی حتی کہ تحریر نہ ہو سکی۔ دوسرے اعتراض کا جواب۔ جو شبلی اور اس کے پیرو کرتے ہیں یہ ہے۔ کہ اگر ابو بکرؓ کی خلافت کو نبیؐ چاہتے تھے تو حضرت عمرؓ اور ان کے دیگر حامیان کاغذ دوات جلد تر لا دیتے اور وصیت تحریر کرا لیتے۔ مانع نہ ہوتے۔ جب مانع ہوئے تو معلوم ہوا کہ نبی ص ابو بکرؓ صاحب کی خلافت نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ان کی مخالف پارٹی بنی ہاشم کے سردار حضرت علیؑ کی خلافت کی تاکید تحریری فرمانا چاہتے تھے (وصیت کی ضرورت) تعجب ہے کہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۷ باب الوصایا میں باسناد بخاری ومسلم نبی ص سے مروی ہے۔ ما حق امرئ مسلم لہ شیئ یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ (بخاری بحاشیہ احمد علی جلد ۱ صفحہ ۳۸۲) یعنی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی شئی میں وصیت کر سکتا ہو پھر دو راتیں اس کو گذر جائیں اور وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔ اور قرآن کریم میں بتاکید وصیت کے احکام وارد ہیں۔ عام مسلمانوں کے واسطے یہ حکم موکد ہے تو نبیؐ کے لئے کس طرح کہا جاتا ہے کہ کوئی وصیت تحریر نہیں فرمائی اور حکم وصیت مکتوبی کا ہے۔ پھر کہتے ہیں حضرت ص کو ضرورت ہی نہ تھی۔ حالانکہ بڑا امر دین کا انتظام تا قیامت نبی ص کے سپرد تھا معمولی دنیاوی چیزوں کے لئے وصیت ضروری ہو اور ایسے اہم ترین امر نیابت نبوت کو جس پر شرع کا مدار ہو اس کو نبی ص مہمل چھوڑ جائیں اور اول المومنین رسول خدا اس حکم وصیت پر عمل نہ فرمائیں باوجودیکہ کنز العمال جلد ۸ صہ۳۱۹ میں باسناد طبرانی الاوسط مرفوعاً مروی ہے فرمایا ترک الوصیۃ عار فی الدنیا ونار وشنار فی الآخرۃ یعنی وصیت کا نہ لکھنا دنیا میں عار ہے اور آخرت میں خواری اور آگ ہے اور دیکھو حوالہ ابن خلدون کہ وصیت لکھنے سے حضرت عمرؓ مانع ہو گئے۔ حسب روایات اہل تسنن تین وصیتیں نبی ص نے فرمائی تھیں تیسری راوی نے عمداً ومصلحتاً بیان نہیں کی جو شیعہ کے قول کے مطابق تھی جس کی تصریح بعض دیگر روایات میں ہے دیکھو فلک صفحہ ہذا (حدیث صواعق آخری کلام رسول جس وصیت سے اتمام حجت فرمایا اور امت کے عذر کو تصریحاً توڑ دیا کہ یہ مت کہیں

باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ

لہ اور تیسرا راوی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے چنانچہ ازالۃ الخفا ص۱۱ جلد ۱ میں باسناد حاکم بن ابی ملیکہ عبدالرحمٰن سے روایت کرتا ہے قال قال رسول اللہ ائتنی بدوات وکتف اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ اور چونکہ راوی خود عمر صاحب رضی اللہ عنہ کے

ہم کو سنایا نہیں گیا تھا مگر اس حدیث کو مع ترجمہ پڑھ لو اور شیعہ کے نزدیک وصیت تحریر بھی ہوئی چنانچہ آئیندہ حاشیہ نتائج میں ابھی بیان ہو گا) اور نبیؐ وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۱۷ میں بذیل آیت انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ادٰئک اللہ سورہ نساء لکھا ہے قال المحققون ھذہ الاٰیۃ تدل علی انہ ما کان یحکم الا بالوحی والنص۔ محققین کا قول یہ ہے کہ کوئی حکم نبیؐ کا بغیر حکم خداوندی و وحی کے نہیں ہوتا تھا۔ حوالہ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۶۱ میں ہے اور (اعتراض کا جواب) اہل تسنن عدم تعمیل قرطاس کے حضرت عمرؓ کی طرف سے دو جواب دیتے ہیں۔ ایک یہ صلح حدیبیہ میں حدیث نماز میں تعمیل حکم نبیؐ جناب علیؓ نے بھی تعمیل ارشاد نبویؐ کلمہ محمد رسول اللہ مٹانے کی نہیں تھی مانا کہ ادب و اثبات نبوت کی رعایت سے نہ مٹایا مگر تعمیل نہ کی تو حضرت عمرؓ بیماری نبیؐ کے خیال سے کہ تکلیف نہ ہو اگر تعمیل نہ کی مضائقہ کیا ہے ہم کہتے ہیں ہر دو واقعہ میں بڑا ہی فرق ہے جو اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت علی کے دست حق پرست سے رسالت و نبوت کے اثبات میں کار نمایاں ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ رسالت کا لفظ مٹانا گوارا نہ کیا۔ جس پہ ظاہر ہے کہ نبیؐ کو قلبی خوشی تھی اور ظاہر بھی کوئی ناراضگی کا اثر نمودار نہ ہوا بلکہ پیار سے فرمایا علیؑ تمہیں بھی ایسا واقعہ پیش آنے والا ہے معلوم ہوا یہ حکم نبیؐ کا علیؑ کو استحبابی تھا۔ برخلاف اس کے واقعہ قرطاس میں ایک آخری وصیت کا نامہ ہدایت مانع ضلالت لکھنے کے لیئے نبیؐ نے حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے مع اپنی پارٹی کے اس کو (معاذ اللہ) بکواس کہہ دیا جس سے آپ کی سخت بے ادبی اور اہانت کی اور تا قیامت گمراہی اختلاف کا یہی سبب ہوا۔ نبیؐ نے ناراض ہو کر قوموا عنی میری مجلس سے اٹھ جاؤ کی سزا دی اور جو تنازع پیدا ہوا اس سے نبیؐ کو علاوہ عدم تعمیل حکم دوسری ایذا پہنچی۔ فرمایا میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں اٹھ جاؤ پھر ازواج نبیؐ کو۔

جو تحریر کی تائید کر رہی تھیں آپ نے حضرت عمرؓ اور اس کی پارٹی سے اچھا فرمایا اور الذی انا فیہ سے اپنے ارادہ تحریر وصیت کو ارادہ عمر صاحب عدم تحریر سے بہتر فرمایا ان حالات میں حضرت علیؑ کے واقعہ اور واقعہ قرطاس میں کیا مطابقت ہو سکتی ہے۔ ادب سے ترک تعمیل کی مثال البتہ وہ ہو سکتی ہے جو صحیح مسلم مترجم وحیدی الموسوم بہ المعلم جلد ۲ صفحہ ۵۶۳ و ۵۶۲ و مسلم مع شرح نووی جلد ا ص۱۷۹ میں بیان امامت نماز ابوبکرؓ بوقت مرض النبیؐ کے اندر ہے نبیؐ جب مسجد میں تشریف لے گئے اور ابوبکرؓ صاحب ہٹنے لگے حضرت نے فرمایا امکث یعنی جمے رہو۔ مگر ابوبکر پیچھے ہٹ آئے نووی اور وحید الزمان لکھتے ہیں یہ مخالفت نہیں بلکہ تواضع اور ادب ہے دوسرا جواب یہ دیتے ہیں جو نصیحۃ الشیعہ جلد ا ص۱۷۶ اور آفتاب ہدایت وغیرہ میں درج ہے کہ جناب امیرؑ کو رسولؐ خدا نے قتل قبطی کا حکم دیا جو واقعہ حضرت ماریہ قبطیہ میں تھا اور حضرت امیرؑ نے قتل نہ کیا ایسے ہی حضرت عمرؓ کی عدم تعمیل قابل ملامت نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ کتاب غرر و درر و صافی قصہ افک از کتب شیعہ اور حیوٰۃ الحیوان علامہ دمیری مطبوعہ مصر ج ۲ ص۲۸۵ میں یہ قصہ بہ تفصیل مرقوم ہے اہل تسنن اس کو قطع و

بر بد کر کے لکھتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم دیا اور علیؑ نے قتل نہ کیا حالانکہ مکمل عبارت پڑھنے سے جواب صاف اسی عبارت میں موجود ہے کہ نبیؐ نے حتمی حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ حضرت علیؑ کو سوچ لینے اور تامل و تحقیق سے کام لینے کے بعد قتل کرنا فرمایا تھا۔ تامل کے بعد علیؑ نے قتل مناسب نہ سمجھا نبیؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا آپ خوش ہوئے الحمدللہ پڑھا۔ شیعہ کی کتابوں میں جو کچھ یہ قصہ ہے بعینہ سنیوں کی کتاب کے برابر ہے ناظرین کی تسلی کے لئے میں سنیوں کی عبارات سے اس کو لکھتا ہوں۔ اول خود نصیحۃ الشیعہ ص۱۷۶ جلد۲ کو ملاحظہ فرمایئے اس میں لکھا ہے کہ علیؑ نے رسولؐ سے پوچھا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں یا .... تامل کے ساتھ تحقیق کروں تو رسولؐ نے فرمایا کہ تامل کے ساتھ کام کرو الخ اور حیوٰۃ الحیوان میں اس طرح ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ کا چچا زاد بھائی حضرت ماریہ کے پاس زیادہ آمدورفت رکھتا تھا بعض نے تہمت لگائی نبیؐ کو اطلاع ہوئی آپ نے حضرت علیؑ کو اس شخص کے قتل کے لئے بھیجا حضرت علیؑ نے عرض کی اقتلہ ام ادی رائی فقال بل تری رایک فیہ فلما رائی الخصے علیا و رائی السیف فی یدہ تکشف فاذا ھو مجبوب ممسوح فرجع علیؑ الی النبیؐ واخبرہ بذالک فقال ان شاھد یری ما لا یری الغائب یعنی میں اس کو قتل کر دوں یا کچھ تحقیق کی غرض سے دیکھ بھال لوں فرمایا قتل ہی نہیں کرنا بلکہ تم سوچ سمجھ لینا جب اس شخص خصی نے علیؑ کو مع تلوار برہنہ دیکھا سمجھ گیا اور اپنا حال دکھا دیا کہ رجولیت کی کوئی چیز اس کے بدن کے ساتھ نہیں تھی حضرت علیؑ نے نبیؐ کو خبر دی حضرتؐ نے فرمایا حاضر کو غائب سے زیادہ حال معلوم ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ اسی طرح غرر و درر کتاب شیعہ ص۳۱ میں ہے اور یہ زیادہ کیا کہ نبیؐ نے الحمدللہ پڑھا اور نہ قتل کرنے پر خوش ہو گئے۔ فرمایئے اس قصہ کو قضیہ قرطاس سے کیا مناسبت ہے۔

(قضیہ قرطاس سے سنیوں کی گلو خلاصی ناممکن ہے)

قضیہ قرطاس سے اہل تسنن کو جب گلو خلاصی نہیں ہو سکتی تو چند طرح پر روباہ بازی و حیلہ سازی کرتے ہیں کہتے ہیں اولاً یہ کہ اھجر۔ ھجرَ یھجر و غلبہ الوجع یا قد غلب علیہ الوجع کا معنی ہذیان دکواس نہیں۔ تو اس

ص۱ علامہ شبلی نعمانی باوجود مشہور متعصب سنی ہونے کے الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی جلد ا ص۲۹ میں یوں رقمطراز ہیں۔ بیماری کا بڑا مشہور واقعہ قرطاس کا واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین دن پہلے قلم دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو گے اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔" حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہؐ بہکی باتیں کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں) یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہو گی کہ جناب رسول اللہ بستر مرگ پر امت کی غمخواری اور درد کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ "لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے" یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہو گی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہو گی

کو یہاں ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان الفاظ کا معنی اس جگہ یہی ہے اور مترادف استعمال ہوئے ہیں دیکھو شرح مسلم للنووی جلد ۲ ص ۴۳ و مرقاۃ جلد ۵ ص ۴۹۹ و شرح شفا خفاجی جلد ۴ ص ۳۰۹/۲۱۱ اور حاشیہ بخاری سہارنپوری کتاب الجہاد ص ۴۲۹ قول کرمانی انہوں نے اہجر کو غلبۃ الوجع کے مقام پر مجازاً غلبہ وجع کے معنی میں استعمال کرنا بیان ہے ہم کیا اور جس دلیل سے اس کو صحیح سمجھا گیا ہے اسی دلیل سے اسکے عکس کو یعنی مقام ہجر میں استعمال کرنا ہم نے ترجمہ میں لکھا ہے جس پر معتمدین اہل تسنن کے اقوال ذیل شاہد ہیں چنانچہ باوجود اسکے کہ صحیحین میں روایت قول عمر غلبہ الوجع یا غلب علیہ الوجع کی ہے مگر علی قاری شرح حدیث مذکورہ مرقاۃ میں وثوق سے اسکو اہجر سے تعبیر کرتے ہیں پھر اسکے بعد اہجر کو غلبہ الوجع کے معنی میں استعمال کرنا مجازاً روا رکھا ہے جس سے معلوم کہ یہ الفاظ ایک دوسرے کی جگہ مجازاً مستعمل ہیں باقی علماء نے بھی اسطرح لکھا ہے اور بعض الفاظ بعض کے مبین ہیں۔ ثانیاً یہ کہتے ہیں کہ قائل ہذیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر نہیں ہیں۔ دوسرے نومسلم لوگ تھے تو یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے قائل اول حضرت عمر ہی ہیں۔ لعدہ دوسرے (منہم من یقول ما قال عمر) تھے دیکھو مجمع البحار جلد ۳ ص ۴۷۵ و نہایہ ابن اثیر لغت ہجر جلد ۴ ص ۲۵۵ لفظ اہجر و القائل کان عمر اور یہی عبارت بعینہ دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۴۹۸/۴۹۹ و شرح شفا لعلی القاری جلد ۲ ص ۳۵۲ طبع اسلامبول اور شرح شفا خفاجی جلد ۴ ص ۳۰۸ مطبوعہ مصر میں ہے و فی بعض طرقہ قال عمر ان النبی لیہجر یا تی بہجر من القول ایضاً الفاروق ص ۶۱ مولفہ شمس العلماء شبلی نعمانی اور شرح شفا خفاجی جلد ۴ ص ۳۰۷ میں ہے موسی عمر فی مرض موتہ صلعم لیہجر اور جلد ۲ ص ۳۲۷ شرح شفا مذکور میں ہے و ورد فی الاحادیث الصحیحۃ ان النبی قال فی مرضہ ایتونی بدوات اکتب لکم کتابا لا تضلون بہ من بعدی فقال الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ سر العالمین ص ۹ مولفہ امام غزالیؒ الفاظ مذکورہ قال عمران الرجل لیہجر اور دیکھو تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی ص ۳۶ بلفظ دعوا الرجل فانہ لیہجر۔ انتی بڑی جماعت

باقی بر صفحہ آئندہ دیکھو

(بقیہ حاشیہ) اور اس لیئے اس میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پرواہی ظاہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ضرورت نہیں ہمکو قرآن کافی ہے۔ طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (نعوذ باللہ) الخ ۲۔ در مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۹۲ نوشتہ و عمر در یجانب بود کہ درد و الم بر حضرت مستولی است و قرآن مجید در میاں است و مارا بسند است و در بعضے روایات ایں زیادہ نیز آمدہ است کہ مرد در شدت مرض چیز ہا می گوید کہ از دائرہ اختیار بیروں است شاید کہ ایں سخناں نیز مثل آں سخناں باشد یعنی مبادا بعضے مردم از منافقاں وغیرہ را سخن پیدا شود و بگویند و خیال کنند کہ ہذیان میگوید چنانچہ بیماراں در سختی میگو کنند و جمعے دیگر نیز موافق عمر بودند و جمع مخالف عمر تا اختلاف افتاد و آواز بلند شد پس آنحضرت فرمود بر خیزید از پیش من کہ منازعت و رفع اصوات بحضور رسول خدا مناسب نیست اور علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۴۳ میں خطابی سے لکھتے ہیں یہ جائز نہیں کہ عمر صاحب پر یہ گمان کیا جائے کہ اس نے نبی ص پر غلط گوئی یا خلاف شان نبوت کچھ توہم کیا ہو مگر ہاں جب نبیؐ پر قرب موت اور غلبہ درد و

اراکین و اساطین علمار اہل تسنن جب تیقن سے نہ کسی لفظ مشکک سے کہتے ہیں کہ قائل الفاظ مذکورہ کے حضرت عمر ہیں تو دو صورتوں سے ایک سنیوں کو تسلیم کرنی پڑے گی یا یہ کہ علماء مذکورین معتمدین نے اگرچہ حمایت و نصرت و حفاظت جلالت حضرت عمر میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بے حد پیچ و تاب کھائے اور بڑے تکلفات کئے ہیں. مگر انہوں نے حضرت عمر پر یہ بالکل بہتان بے اصل تھوپ دیا ہے. کسی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تو اگرچہ کسی مؤمن پر بہتان باندھنا گناہ عظیم ہے مگر افضل الناس امام المسلمین و امیر المومنین پر بہتان لگانے کا جرم معتبرین علمار پر ہوگا اسی طرح سنی علمار سب مشکوک وغیرہ معتبر ہوں گے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگرچہ بعض روایات میں مجازاً روایت بالمعنی ذکر سبب اور مراد مسبب بجائے الفاظ مذکورہ کے غلب علیہ الوجع استعمال کیا گیا مگر مراد وہی ہذیان ہے جو شدت وجع کو لازم ہوتا ہے اور اصل کلمہ جو حضرت عمرؓ نے کہا وہ اہجر و ہجر و یہجر ہے اور غلبہ الوجع اور یہ کلمات مجازاً ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں چنانچہ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے اور علمار اہل تسنن کو ان روایات پر ایسا اعتماد ہے جن میں قال عمر ان الرجل لیہجر یا ان النبی ص لیہجر یا اہجر وارد ہے) کہ بالیقین والوثوق بہ حذف سند لکھتے ہیں والقائل کان عمر اور قال عمر ان الرجل لیہجر وغیرہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر حضرت عمر قائل ہذیان پیغمبر کے نہیں تھے. تو منہم من یقول ما قال عمر کا کیا معنیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ جو اس وقت پیغمبر کے سامنے موجود تھے. دو ہی گروہ ہو گئے تھے تیسرا گروہ نہ تھا ایک حامیان کتابت اور دوسرے مانعین کتابت۔ اور مانعین ہی ہذیان نبی ص کے قائل ہوئے جن کے سرگروہ حضرت عمرؓ تھے اور مانعین وہی کہتے تھے جو حضرت عمرؓ کہتے تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ اصل قائل ہذیان نبی ص کے حضرت عمر ہی تھے اور اگر حسب قول خفاجی گروہ مانعین قول عمر کی طرح صرف حسبنا کتاب اللہ کہتے تھے تو غلبہ الوجع یا ہجر کہنے والے صرف حضرت عمرؓ رہ جاتے ہیں. اور یا کوئی بھی ان الفاظ کا کہنے والا نہ تھا تو معلوم نہیں کہ یہ الفاظ حدیث میں کہاں سے پیدا ہو گئے اور قالوا میں کون قائلین مراد ہیں اور خود خفاجی تصریح تصحیح روایت صحیح سے قول عمر ان الرجل لیہجر بیان کر کے یہ تاویل کیسے کر سکتا ہے مگر جبکہ جواب صحیح سے عاجز ہیں حیرانی و سرگردانی میں کسی طرح دفع الوقتی کر کے گذر جاتے ہیں اور اگر بالفرض عمر صاحب ان الفاظ کے قائل نہیں تھے تو کیا وجہ ہے کہ قائلین موت نبیؐ پر تو تلوار لے کر آ گئے اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے حالانکہ آدم سے اس زمانہ تک ہر بشر کے لئے موت ایک ایسی یقینی چیز تھی جو سننے اور دیکھنے میں آ چکی تھی. قرآن میں خاص ہمارے نبی ص کی موت کو صاف الفاظ میں بیان کیا جا چکا تھا. قائلین موت نے نبی ص کی بے ادبی اور گستاخی نہیں کی تھی کہ واجب القتل ہوتے. مگر برخلاف اس کے واقعہ قرطاس میں جبکہ نبی ص پر چند لوگ ہذیان کا بہتان لگا کر نبی ص کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں اور نبی ص کو ایذا پہنچ رہی ہے. یہاں حضرت عمر نے نہ قائلین موت پر تلوار چلائی اور نہ دھمکایا بلکہ ان الفاظ پر انکار و اظہار ناراضگی سے زبان تک کو نہیں ہلایا حالانکہ شفا قاضی عیاض مع شرح خفاجی جلد ۴ ص ۳۲۷ میں سب نبی کے بیان میں نبیؐ کو گالی دینے والے کے

لئے فتوائے کفر اور واجب القتل ہونے کا متفق علیہ لکھا ہے اور ہجر بمعنی ہذیان کو اسی سب میں شمار کیا ہے۔ ہاں حضرت عمر کی طرف سے یہ جواب دیا ہے کہ انہوں نے ہجر کا لفظ نبی ص کے حق میں بولا ہے۔ مگر استفہام انکاری[۱] کے طور پر کہا ہے۔ لہٰذا اس فتوی کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اہجر ماضی افعال اور ہجر دونوں کے معنے ہذیان کے ہیں۔ دیکھو صراح طبع کانپور ص۲۲ و نہایہ ابن اثیر طبع مصر جلد ۴ ص۲۵۵ و مفردات راغب اصفہانی بر حاشیہ نہایہ جلد ۴ ص۲۵۱ و شرح شفا خفاجی جلد ۴ ص۳۰۹ و مجمع البحار جلد ۳ ص۴۷۵ ۔ و منتہی الارب جلد ۴ ص۲۸۷ طبع لاہور لغت ہجر مگر صرف چونکہ راوی حدیث نے حرکات اعراب تحریر کر کے اس کو روایت نہیں کیا آپ صاحبان کو اتنی گنجائش مل گئی کہ کہہ دیا ہمزہ کو صیغہ ماضی سے الگ پڑھ کر استفہامیہ قرار دو اور وجہ اس کی جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص۲۹۸-۲۹۹ لعلی القاری اور نہایہ جلد ۴ ص۲۵۵ میں یہ لکھی ہے کہ چونکہ اس کلمہ اہجر کے قائل حضرت عمر ہیں اور ان کی شان سے (جبکہ ہمارے دماغوں میں جاگزیں ہے) بعید ہے کہ رسول سے ایسی گستاخی کریں اور یقینی ہذیان کی نسبت، رسول کی طرف کریں لہٰذا استفہام کے طور پر کہا ہوگا کہ کیا یہ بکواس کر رہا ہے یا استفہام انکاری قرار دیا جائے دیگر تعمیل حکم آخر تک نہ ہونے دینا اس کی تردید کرتا ہے) اور اہجر کو باب افعال سے پڑھنے کی مؤید و مبین باقی روایات ہجر و یہجر کی ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہجر فلک جلد ۱ ص۲۲۷ میں دیکھو اور لفظ ہجر سے روایت بخاری جلد ۲ ص۱۱۱ مطبوعہ مصر میں ملاحظہ ہو اور سر العالمین و تذکرہ کی روایت میں دعوا الرجل فانہ لیہجر[۲] ملاحظہ ہو یعنی چھوڑو اس شخص کو ضرور بالیقین یہ بکواس کر رہا ہے۔ پس جبکہ سیاق حدیث اسی مطلب پر صاف دال ہے اور الفاظ ایک دوسرے کی تشریح کر رہے ہیں تو آپ کو کون مجبور کرتا ہے کہ ہمزہ استفہام[۳] انکاری کا قرار دیں۔ یا جہاں مذکور نہیں وہاں مقدر فرض کریں اور کوئی وجہ نہیں یہی جو آپ کے علماء سے اوپر مذکور ہوئی کہ حضرت عمر اور ان کی پارٹی جو صحابہ کلہم عدول کی جماعت ہے ان پہ اعتراض نہ آئے یہ مجبوری آپ کو خود ساختہ قانون اور خود پیدا کردہ اعتقاد سے پیش آئی ورنہ خداوند عز و جل نے رسول ص کے پاس رہنے والوں کی دو قسمیں

(بقیہ حاشیہ) کہ جب دیکھا عمر اس سے ڈر گیا کہ شاید حضرت رسول ص کا یہ قول ان باتوں میں سے ہو جو مریض سے بلا قصد بے مطلب کلام نکل جاتی ہے اور اس سے منافقین کو دین میں کلام کرنے کی گنجائش مل جائے انتہی۔ سبحان اللہ فحول علماء اہل تسنن کی تاویلات پہ قربان جائیے کس خوبی سے انکار بھی فرماتے ہیں اور دبی زبان سے اقرار بھی صاف کرتے ہیں ۱۲ مترجم۔

۱؎ خفاجی کو اپنا لکھا ص۲۲۷ جلد ۱ کا فراموش ہو گیا ورنہ یہ تاویل نہ کرتے وہاں ان تحقیق اور لام تاکید موجود ہے جہاں قول استفہام کی گنجائش نہیں رہتی ۱۲ مترجم

۲؎ شرح شفا جلد ۱ ص۲۲۷ میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ اوپر منقول ہو چکا ہے ۱۲ مترجم۔

۳؎ شرح شفا میں جب تصریح تصحیح ان الرجل لیہجر بہ قول عمر صاحب مروی ہے نیز مسلم کی روایت میں یہجر ہے تو استفہام کا قصہ ہی ختم ہے یہ شارح شفا وغیرہ کو کیوں فراموش ہو گیا ہے ۱۲

بیان فرمائی ہیں۔ ایک دنیا کے طالب دوسرے آخرت کے طالب کچھ مومنین اور کچھ منافقین آپ سب کو ایک نظر سے کیوں دیکھتے ہیں۔ اور مجبور ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی نے استفہامی لفظ سے بھی کہا تھا اور کلمہ استفہموہ بھی الحاق ہوا ہے کہ کیا یہ بکواس کر رہے ہیں پوچھو تو اس سے خالی نہیں کہ یا اس معنی سے کہا کہ معاذ اللہ نبیؐ تو ہذیان بولتے نہیں پوچھو اور تعمیل حکم کرو پس نبیؐ کا منشا تو صاف تھا اور کوئی جھگڑا نہ ہوتا تو اس طرح دو گروہ جماعت حاضرین کے نہ ہوتے جس پر سیاق قصہ اور بے شمار الفاظ روایات کے بتواتر شاہد ہیں۔ نیز الفاظ اس حدیث میں تنازع و اختلاف کا لفظ موجود ہے جب اختلاف ہوا تو اس پر ہوا کہ ایک گروہ تعمیل حکم کا حامی کتابت چاہتا تھا۔ اور دوسرا گروہ اس سے مانع تھا اور حسبنا سے نکالتا تھا کہ یقینی طور نبیؐ ہذیان بک رہا ہے (نعوذ باللہ) جس کو حرف ان تحقیق اور لام تاکید کا ثابت کرتا ہے یا استفہام اس معنی سے فرض کیا جائے گا کہ بلحاظ بعض روایات شاید نبیؐ ہذیان بول رہا ہے پوچھو تو ممکن ہے کہ شدت مرض و درد سے بکواس کر رہا ہو تو اس معنی سے بھی ہذیان کی نسبت شان سید الانبیاء کے سخت خلاف ہے جو نبیؐ کو ہر حال میں معصوم اور ما ینطق عن الھویٰ سمجھتے ہیں ان کو نبیؐ کے کسی حکم دینے پر یہ گمان ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی کسی وقت یہ بکواس بھی کر دیتا ہے۔ پوچھو ممکن ہے کہ یہ حکم اسی قسم سے ہو اور نبی صلعم کے زریں الفاظ ایسی چیز لکھتا ہوں کہ اس کے ذریعہ میرے بعد ابداً تم گمراہ نہ ہوگے لیسے ہیں جو ان سب توجیہات فاسدہ کی تردید کر دیتے ہیں کہ جس مطلب کے لئے نبیؐ مبعوث ہوئے یعنی راہ ہدایت پر چلانے اور ضلالت کو مٹانے کے لئے۔ آخری رخصت کے وقت اسی کا ایک مستقل انتظام فرمانا، چاہتے تھے بھلا اس میں کون سے الفاظ بیجا اور بکواس کے بے معنی تھے جن پر شبہ ہذیان کا ہوا اور استفہام کی ضرورت پیش آئی بے شک رواتِ حدیث چونکہ سنی علماء کے پیشوا اور حضرت عمرؓ کے ہوا خواہ ہیں اس سے انہوں نے واقعہ کا رنگ تبدیل کرنے کی غرض سے کچھ الفاظ ایسے پیدا کئے ہیں جن سے ذرا بات نرم ہو جائے اور حضرت عمر کی عظمت مزعومہ اعتراض کی زد سے بچ جائے واقعہ عظیمہ مشہورہ کو بالکل مخفی رکھ نہیں سکتے تھے لہٰذا حتی المقدور بچانے کی کوشش کرتے رہے مگر کسی کی زبان سے کچھ اور کسی کی زبان سے کچھ ظاہر ہوتا رہا۔ آخر اصل معاملہ بھی عیاں ہو کر رہا یہی وجہ ہے کہ فحول علماء سنیوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ ہجر کے قائل حضرت عمر اور ان کی جمایت تھی صحاح کے رواۃ نے جہاں عمرؓ کا نام لیا ہے ان کی جلالت معتقدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے عام طور پر روایت بالمعنے کے طور پر ہجر کا مترادف مجازی لفظ غلبہ الوجع استعمال کیا ہے جس کا ہم معنے ہونا کتب سنیہ سے تحریر ہو چکا ہے۔ یعنی درد و مرض سے مغلوب ہو گیا ہے۔

اس وجہ سے لغو کلمات بک رہا ہے اور جہاں قالوا صیغہ جمع کا پردہ ڈال دیا ہے وہاں اصل لفظ ہجر کو ظاہر بیان کر دیا ہے۔ ورنہ ہجر بولنے والے وہی حضرت عمرؓ ہیں کیونکہ اس مجمع میں بجز حضرت عمر کے کسی بولنے والے کا نام کسی روایت میں ہرگز نہیں آتا ہاں بعد میں اصل بولنے والے کی حمایت میں ایک جماعت پیدا ہو گئی جو اس کی ہم نوا تھی اور جہاں صیغہ قالوا وارد ہے ایسی روایات میں حضرت عمرؓ کا کوئی لفظ دوسری

ان کی پارٹی سے علیحدہ مذکور نہیں جس کا مطلب ہجر سے کوئی دوسرا ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ معہ پارٹی خود اس میں یک زبان تھے۔ اور سب مانعین کتابت کلمات میں ایک دوسرے کے ترجمان تھے۔ جماعت کلہم عدول کی کمال جرأت ہے کہ فرمان ما ینطق عن الھوٰی کو رسول پر رد کرتے چلے جاتے تھے دیکھو الفاظ فذھبوا یردون علیہ۔ مانعین کا یہ ارادہ تھا کہ حکم نبیؐ کو مختلف آوازوں میں خلط ملط کر کے ہذیان کی تہمت لگا کر مشتبہ کر دیں کہ جس طرح بھی ہو منشار رسولؐ کا پورا نہ ہو اور ایسا قول فیصل باعث ہدایت جس کے بعد ضلالت ہرگز نہ ہو لکھا نہ جائے۔ اسی کو حضرت عمرؓ نے انجام دیا دیکھو الفاظ حدیث فلما اکثروا اللغط والاختلاف یا کثرو اللغط قال رسول اللہ قوموا عنی کے اصل مخاطبین مانعین کتابت تھے فرمایا چلے جاؤ میں جس میں ہوں اسی میں ان تمہاری باتوں (یعنی ہذیان سے ہم کو متہم کرنے) سے بہتر ہوں دیکھو الفاظ فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ اور اس کی تشریح و تصریح دوسری روایت مندرجہ فلک سے ہوتی ہے جس کے راوی خود حضرت عمر ہیں۔ اس میں مذکور ہے کہ ازواج النبیؐ سے جو کتابت کی حمایت کر رہی تھیں ان کی نسبت رسول خدا عمرؓ صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ بلا شک یہ عورتیں تم مانعین سے بہتر ہیں (اگرچہ عورتیں ناقصات العقل والدین مشہور ہیں اور بقول سنیوں کے عمر صاحب افضل الناس بعد رسول اللہ ہیں) تو معلوم ہوا کہ استفھموہ کہنے والوں کو اسی وقت رسولؐ کا منشار معلوم ہو چکا تھا کہ شبہ ہذیان کا باقی نہ رہا تھا مگر منع کتابت کی ضد پر بدستور اڑے رہے اور منشار رسول کو پورا نہ ہونے دیا۔ ثالثاً کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس راوی حدیث کم سن تھے ان کی بات قابل قبول نہیں ہے (الفاروق ص $\frac{30}{31}$ ج ۱) اس ہرزہ سرائی کی تردید میں سنیوں کو کتب حدیث میں رسول خدا کے فرمان سے حبر الامۃ ترجمان القرآن ابن عباس صاحب کے فضائل اور ان سے علوم حاصل کرنے کا حکم پڑھنے کی ہم التماس کرتے ہیں اصابہ فی تمیز الصحابہ اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اور استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں حال ابن عباس دیکھنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس کے بعد نہ موصوف کی عمر[1] کا سوال باقی رہے گا اور نہ ان کے معتمد و معتبر ہونے میں شبہ ہوگا (الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی ج ۲ ص ۹۸ میں شبلی صاحب علم اسرار الدین کے ماہرین سے عبداللہ بن عباس کو لکھتے ہیں اور لکھا کہ عبداللہ بن عباس کی عمر آنحضرت کی وفات کے وقت ۱۳ برس کی تھی۔ اور ص ۱۱۷ میں لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے الخ) نیز احادیث مرویہ ابن

---

[1] رسالہ فخر الحسن مؤلفہ محمد فخر الدین نظامی دہلوی میں کتاب جامع الاصول ابن اثیر اور اتمام الدرایہ سیوطی اور فتح الباری شرح بخاری ابن حجر باب متی یصح سماع الصغیر سے ثابت کیا گیا ہے کہ لڑکا جب باتمیز او بافہم ہو اس کی روایت اور سماع صحیح ہے۔ اسی طرح اصابہ ابن حجر مقدمہ کتاب جلد ۱ ص ۸ میں بھی ہے اور استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۲ ص ۳۵۱ میں باسناد ابن عباس سے مروی ہے کہ وفات رسولؐ کے وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی اگرچہ (باقی اگلے صفحہ

عباس سے بالاجماع اہل تسنن کے استدلالات موصوف کے معتمد ہونے کے لئے کافی ثبوت ہیں پس جبکہ وہ متفق علیہ معتمد و مسلم ہیں تو اس کی تفصیل اس مختصر میں تحریر کرنے کو ہم طول فضول سے تعبیر کرتے ہوئے وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ رابعاً یہ کہ علامہ شبلی نعمانی صاحب کہتے ہیں صرف ابن عباس ہی اس واقعہ کے راوی ہیں اتنے بڑے واقعہ کو جماعت صحابہ سے کسی نے اس کی نسبت ایک حرف بھی روایت نہیں کیا تو کس طرح اس واقعہ کو صحیح تسلیم کیا جائے اس وہم کی تردید بھی ہم نے اس کتاب میں اس طرح کر دی ہے کہ واقعہ قرطاس کو روایت ابن عباسؓ کے علاوہ خود حضرت عمرؓ کی زبانی اور جابر بن عبداللہ الانصاری کی روایت سے بھی ثابت کر دیا ہے اور ان تین گواہوں کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمن اور بیٹی حضرت عائشہؓ نے بھی اصل واقعہ کو ثابت کیا ہے اگرچہ مؤخر الذکر ہر دو نے اپنے باپ کے لئے تحریر خلافت کا پیوند لگا دیا ہے جس کا بطلان اس سے ثابت ہے کہ اگر یہی مطلب ہوتا تو پھر حضرت عمرؓ یا اولاد ابوبکرؓ صاحب اور کیا چاہتے تھے فوراً تعمیل حکم مگر رکاوٹ کی جو تدبیریں حضرت عمر عمل میں لائے اور علماء کو اس اعتراف ہے متواتر ثابت ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ صاحب کے لئے تحریر خلافت کا جوڑ من گھڑت لگایا گیا ہے بہر حال اتنا تو مؤخر الذکر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبی صؐ نے لکھنے کا سامان طلب کیا اور فرمایا ایسی چیز لکھنا چاہتا ہوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے تو باقی تائیدی شہادت علماء سنیوں کے علاوہ چشم دیدہ شہادت کے بھی پانچ گواہ ہم نے پیش کر دیئے ہیں؛

خامساً حضرت عمرؓ کو بچانے کا یہ بہانہ تلاش ہوتا ہے جو علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۴۳ میں خطابی سے اور عینی شرح بخاری ج ۷، ص۹۱ میں نقل کرتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک نبی صلعم عوارض بشریہ (ہذیان) نبی ص سے مرض میں صادر ہوں اسی واسطے حضرت عمر نے نبی سے اس واقعہ میں تکرار کیا انتہیٰ۔ اور نووی ص۴۲ میں

(بقیہ حاشیہ) بعض روایات میں تیرہ سال بھی بیان ہوئی ہے اور خود معترض علامہ شبلی صاحب اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ مطبوعہ اعظم گڑھ بار سوم ج ۱ ص۵۲ میں اس طرح لکھتے ہیں روایت کرنے کے لئے کسی عمر کی قید ہے یا نہیں اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ پانچ برس کا لڑکا حدیث کی روایت کر سکتا ہے یا مثلاً اگر کسی صحابی نے پانچ برس کی عمر میں آنحضرتؐ کے کسی قول یا فعل کی روایت کی تو قابل اعتبار ہوگی۔ محدثین کا اس پر استدلال ہے کہ محمود بن ربیع ایک صحابی تھے آنحضرتؐ سے واقعہ بیان کیا اور سب نے روایت قبول کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ برس کی عمر کی روایت قبول ہو سکتی ہے۔ (یہ پوری بحث فتح المغیث ص۱۶۶ تا ص۱۶۸ میں ہے اور سیرت النبیؐ ص۵۲ میں فتح المغیث ص۱۲۱ سے منقول ہے بلکہ محدثین بچہ کے حق میں کہتے ہیں بچہ ان کے نزدیک جب سننے اور مجلس میں شریک ہونے کے قابل ہو گیا تو اس کی روایت کو جائز سمجھتے ہیں۔ کشف الظنون فی اسامی الکتب والفنون مطبوعہ مصر ج ۱ ص۲۹۸ میں ہے بالطائف فہو ترجمان القرآن و رئیس المفسرین دعا لہ النبیؐ اللہم فقہہ فی الدین و علمہ التاویل وقد (باقی اگلے صفحہ

لکھتے ہیں کہ نبیؐ عوارض بشریہ ومرض سے معصوم نہیں تھے۔ جیسا کہ ان پر سحر کا اثر بھی ہوگیا تھا (غور فرمایئے۔ حضرت عمرؓ کو بچانے کے لئے نبیؐ پر الزامات روا رکھے جاتے ہیں) اور جب ہجر کا معنی معتبرین سنیوں نے ہذیان تسلیم کر لیا ہے اور جواب میں تکلفات مذکورہ پیش کر دیئے ہیں تو معلوم ہوا کہ جو بعض کم علم ہجر کا معنی اس جگہ جدائی لیتے ہیں اس طرح کہ کیا یہ جدا ہوگئے یا فوت ہوگیا اس سے پوچھو تو سہی غلط محض ثابت ہوا اور اس کا معنی لغو ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایسے کلام پر مغز کو جو نبیؐ نے فرمایا سن کر میت کا حبدار وفادار کون ایسا ہوتا ہے جو اس کی وصیت کو لغو ثابت کرنے کے لئے جواب میں کہہ دے کہ کیا یہ جدا ہو رہا ہے یا مر رہا ہے اس سے پوچھو تو سہی۔ مرنے والے سے کبھی کسی نے پوچھا کہ تو مر چکا ہے یا نہیں یا تم بتاؤ کہ بکواس کر رہے ہو یا نہیں یا جدا ہوگیا ہے اور مر گیا ہے اس کی بات کی کیا پرواہ ہے انصاف سے پڑھیئے۔ ایک اور عذر منع کتابت کا پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۴۲ میں لکھتے ہیں علمار متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ دلائل فقہ عمر اور اس کے فضائل سے ہیں اور ان کی باریک بینی ہے کیونکہ وہ اس سے ڈر گئے کہ نبیؐ ایسا حکم دیں گے جس کی تعمیل مشکل ہوگی الخ یہ توجیہ ایسی ہے جس کے ساتھ سب احکام شریعت سے دست برداری ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے باقی احکام میں امت پر کیوں ایسا رحم وکرم نہ فرمایا کہ جہاد میں سر کٹوانے سے ہر بشر جی چراتا ہے اور اس حکم کی تعمیل حکم قرطاس سے کہیں مشکل ترین تھی روک دیتے شب خیزی کی بڑی تکلیف ہوتی ہے تہجد کے حکم سے روکتے مال عزیز چیز ہے خدا کے لئے خرچ کرنا دشوار ہے۔ زکواۃ صدقات کا حکم نہ ہوتا شریعت کی تابعداری سب مشکل ہے مطلقاً بند ہوتی گنجائش قیاس کی رہتی اور کوئی حکم صاف نہ ہوتا گویا صاف اور مفصل حکم شریعت کی اشاعت جس سے قطعاً گمراہی نہ ہوتی حضرت عمر کو پسند نہ تھی بلکہ برعکس اس کے گمراہی کی اشاعت جو اس کے مفہوم مخالف کا لازم نتیجہ ہے ان کو پسند تھی۔ ناظرین عمرؓ صاحب کو بچانے کے لئے ذرا سنیوں کی کروٹیں بدلنے کا اندازہ لگائیں سچ ہے کسی کی محبت اس کے معائب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ ان سب توجیہات کے بعد ان کے فاسد اور غیر مفید ہونے کا خود اہل تسنن کے علمار کو اعتراف ہے چنانچہ عینی وغیرہ لکھتے ہیں کہ ہمارے علمار نے اس مقام پر بہت تقریریں کی ہیں جو اکثر کچھ نفع دینے والی نہیں ہیں البتہ یہی کہنا مناسب ہے کہ ان کلمات کو نبیؐ کے حق میں کہنے والے تھوڑے زمانے سے مسلمان ہوئے تھے جن کو شان نبوت معلوم نہیں تھی اور وہ نہ سمجھے کہ نبیؐ کے حق میں ایسے کلمات استعمال کرنا جائز نہیں ہیں دیکھو فلک جلد ۱ ص۳۲۶ یہ تو عجز کا اعتراف کرتے ہوئے آخری حجت مزعومہ پیش کر دی مگر یہ نہ سوچا کہ ان لوگوں نے تو وہی کہا جو حضرت عمر کہتے تھے۔ دیکھو الفاظ حدیث درباره گروه مانعین کتابت منقوله از مشکواۃ ومنہم من یقول

(بقیہ حاشیہ) دوی عنہ ماد بھیسے کثرۃ واما ابن عباس المتوفی ۶۸ھ انتہی ۱۲ مترجم۔ ۵؎ ابن عباس خود واقعہ قرطاس کے وقت حجرہ میں موجود تھے یہ نہیں کہا کہ میں نے کسی سے سنا ہے کہ رسولؐ نے قرطاس طلب کیا تھا چنانچہ بخاری باب کتابۃ العلم طبع

باقی آگے

ما قال عمر پس حضرت عمر کے حق میں کیا کہیں گے ناظرین انصاف سے کام لیں۔ قضیہ قرطاس کے جواب میں جس قدر توجیہات اجوبہ سنی علماء نے پیش کی ہیں سب کو خود انہی کے ہم مشرب رد کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ عینی کی عبارت سے ظاہر ہے اور نمونہ کے طور پر علامہ سندی حنفی محشی بخاری کی عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے یہ علامہ ایسا معتمد ہے کہ اس کی کتاب مناسک حج کی شرح ملا علی قاری حنفی نے لکھی ہے اور احکام حج میں حنفیوں کا اسی پر دارومدار ہے۔ علامہ موصوف حاشیہ بخاری مطبوعہ مصر جلد ا ص ۲۲/۲۴ حدیث قرطاس پر لکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ نبی ص نے اپنے اصحاب کا امتحان لینے کو یہ حکم نہ دیا اور حضرت عمر رض کو خدا نے مقصود نبی ص پر ہدایت کر دی تو انہوں نے قرطاس لانے سے منع کر۔ یہ بات ابن عباس سے مخفی رہی اس کو موافقات عمر میں شمار کرنا چاہیئے لیکن ہم کہتے ہیں کہ قول نبی ص لا تضلوا بعدہ اس جواب کو رد کرتا ہے کیونکہ وہ امر کا جواب ثانی ہے معنے یہ ہوا کہ بعد اس کے کہ تم کاغذ دوات لاؤ اور میں لکھ دوں تو تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور مخفی نہیں کہ ایسے مقام پر جہاں قرطاس کا نہ لانا اولے وانسب تھا اور نبی ص ایسے الفاظ سے خبر دیں جو حدیث میں ہیں ظاہر جھوٹ کی قسم سے ہے جس سے نبی ص کا کلام منزہ ہے پس چاہیئے کہ کوئی اور عذر پیش کیا جائے اور عذر جو علماء نے پیش کیا ہے اس کا محصل یہ ہے کہ یہ امر عزیمۃ اور وجوب کا نہ تھا جس کے لئے مراجعت کرتے تھے۔ اور رائے عمر صائب ہوتی تھی اور عمر صاحب نے غلب علیہ الوجع سے نبی ص پر غلطی کا گمان نہیں کیا بلکہ نبی ص کو جو املا کتابت کی مرض کے سبب سے تکلیف و مشقت ہوتی اس سے نبی ص کو بچانے کے لئے شفقتہً کہا ہے اور اس سے بھی حضرت عمرؓ ڈر گئے کہ نبی ص ایسے امور کا حکم دیں جن کو لوگ کانہ لا سکیں پھر اس پر مستحق عذاب[ل] کے ہو جائیں کیونکہ تحریری نص صریح کی مخالفت ہو گی اور اجتہاد[ل]

(بقیہ حاشیہ) مصر جلد ا ص ۲۲ میں آخر حدیث کے یہ الفاظ اس پر شہادت دیتے فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وبین کتابہ ۱۲ مترجم۔ ل قولہ عذاب کے الخ چونکہ بفرمان پیغمبر اہل بیت رسول کے مثل رسول ص اہل زمین کے لئے باعث امان ہیں شاید فوری عذاب سے بچ جاتے جیسا کہ اور امور میں نبی ص کی مخالفت حسنین ص کے سامنے کرتے رہے اور عذاب سے بچ گئے اور ویسے بھی حضرت عمر رض کو عذاب کا خوف شاید نہ ہو مگر یہ خوف ضرور تھا کہ جو سلطنت انہی مل گئی اس کا اتنی آسانی سے ملنا نص تحریری کے بعد ناممکن ہو جاتا ۱۲ منہ

ل قولہ اجتہاد کے الخ اس طرح جیسا کہ حدیث غدیر میں معنی مولا میں اختلاف وتنازع پیدا کرنے کا موقعہ ملایا حدیث ثقلین کے مقابلہ میں بجائے عترتی لفظ سنتی کی روایت بنا لینے کا وقت مل گیا یا الحق مع علی ع کے مقابلہ میں الحق ینطق علی لسان عمر یا ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر تیار کرنے کی گنجائش مل گئی اور حق کو مشتبہ کر کے فائدہ اٹھایا گیا تحریری نام کے مقابلہ میں فی الواقع ایسے اجتہادات کی گنجائش مشکل ہے ملتی ۱۲ منہ

کی اس میں گنجائش نہ رہے گی اس سے بھی عمر صاحبؓ ڈر گئے۔ کہ چونکہ حالت مرض کا لکھا ہوا ہوگا منافقین کو اعتراض کرنے کا موقعہ مل جائیگا کہ ایسی حالت میں یہ سب صحیح کس طرح ہو سکتا ہے اور فتنہ پیدا ہوگا۔ اس واسطے حسبنا کتاب اللہ کہا کیونکہ قرآن میں ہے فرطنا فی الکتاب من شیئ اور الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کر دیا اور گمراہی سے امن حاصل ہو گیا ان توجیہات پر یہ اعتراض ہے۔ کہ قول نبیؐ لا تضلوا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امر وجوبی ہے کیونکہ جو چیز ضلالت سے امن کا موجب ہو لوگوں پر واجب ہے اور جس نے کہا ہے کہ اگر واجب ہوتا تو نبی اختلاف کے سبب سے ترک نہ کرتے جیسا کہ کسی مخالفت کے سبب سے تبلیغ کو ترک نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ پر اس کی کتابت واجب نہ تھی یہ قول اس وجہ سے مردود ہے کہ اگر نبیؐ پر بالفرض واجب نہ بھی تھا تو یہ اس کے منافی نہیں تھا کہ لوگوں پر بھی تعمیل حکم واجب نہ ہو جبکہ نبیؐ نے ان کو امر فرمایا۔ اور دائمی ہدایت اور گمراہی سے بچنے کا فائدہ بھی ظاہر فرما دیا ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اصل امر میں وجوب مامور پر ثابت ہے نہ کہ امر کرنے والے پر خصوصاً جبکہ فائدہ بھی مامورین کے لئے ہو جیسا کہ مذکور ہوا اور محل بحث وجوب تعمیل حکم مامورین کا ہے نہ وجوب آمر کا اس کے علاوہ تحقیق ممکن ہے کہ نبیؐ پر کتابت واجب ہو مگر جب لوگوں نے نافرمانی کی تو اس وقت یہ وجوب ساقط ہو گیا ہو جیسا کہ تعین لیلۃ القدر کا علم نبی کے قلب سے بسبب تنازع صحابہ کے اٹھا لیا گیا پس ممکن ہے کہ اس کا وجوب بھی اسی طرح مرفوع ہوا ہو پھر یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اصل مطلوب اس امر کی تحقیق کرنا ہے کہ باوجود قول نبی لا تضلوا کے یہ امر وجوب کے لئے کیسے نہ ہو پس یہ معارضہ مذکورہ اس تحقیق کے لئے کوئی نفع اور فائدہ نہیں دیتا اور یہ گمان کہ حضرت عمر اس سے ڈر گئے کہ نبیؐ پاک ایسے حکم نہ لکھیں جو لوگوں کے لئے موجب عذاب ہوں گے یا منافقین کو اعتراض کا موقعہ ملے گا جس پر فتنہ کا خوف ہے قول نبیؐ لا تضلوا کی موجودگی پر تصور میں نہیں آسکتا کیونکہ اس کتاب کو جبکہ گمراہی امن اور دائمی ہدایت کا سبب بیان کیا گیا ہے تو کیسے وہم میں آسکتا ہے کہ وہی کتاب عذاب و فتنہ کا سبب ہو سکے الیاظن نبیؐ کی خبر کو جھٹلانا ہے اور جو تفسیر حسبنا کتاب اللہ میں بیان کیا گیا ہے یہ دائمی ہدایت اور گمراہی سے امن کو مفید نہیں جس پر اعتماد کر کے نبیؐ کو تحریر مطلوبہ کی ضرورت نہ رہتی کیسے اس طرح اس کو مفید سمجھا جائے حالانکہ اگر اس طرح ہوتا تو اس کے بعد گمراہی واقع نہ ہوتی مگر اس کے امت میں گمراہی اور تفرقہ ایسا واقع ہوا ہے جس کے رفع ہونے کی کبھی امید نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ مراد نبیؐ کی احکام مندرجہ قرآن کے علاوہ ایسی چیز تحریر کرنے کی ہو جس کی برکت سے لوگ گمراہی سے بچ جاتے اور بالفرض اگر بعض احکام کی کتابت بھی منظور تھی تو ہو سکتا ہے کہ نص ان کی تشریح و توضیح پر گمراہی سے امن کا باعث ہوتی پس قرآن پر اکتفا کر کے نص تشریحی کی سعی کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی بلکہ اگر اس نص کا فقط یہی فائدہ ہوتا تاکہ گمراہی سے امن ہو جاتا تو یہ بہت بڑا مطلوب تھا نیز کتاب اللہ کو ہر شئے کا جامع ہونے کی وجہ سے اس پر اعتماد کر کے کتابت قرطاس کو ترک کرنا اس

وجہ سے بھی صحیح نہیں کہ باوجود کتاب کے جامع ہونے سنت کی طرف لوگوں کو سخت سے سخت[1] احتیاج ہے کیونکہ کتاب اگرچہ جامع ہے لیکن اس سے مسائل نکالنے پر ہر ایک قادر نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے خداوند کریم نے باوجود کتاب جامع ہونے کے اس کا بیان نبی ص کے سپرد فرمایا لتبین للناس ما نزل الیھم اور اس میں شک نہیں کہ نبیؐ جو کچھ کتاب اللہ سے استخراج کر کے سمجھائیں وہ نہایت صحیح اور طریق صواب پر ہوگا۔ پس انتار رسولؐ سے نص کی احتیاج ہونے کے لئے کافی ہے خصوصاً جبکہ نبی ص اس امت کو گمراہی سے بے خوف ہونے کا وعدہ فرمائیں تو اس کے مقابلہ میں ہم میں سے کوئی اس وجہ پر جو اوپر مذکور ہوئی حسبنا کتاب اللہ کہہ دے کیا معنی رکھتا ہے۔ انتہٰی۔ حاشیہ علامہ سندی کا لفظ بلفظ ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ناظرین غور سے پڑھیں ان توجیہات کے بعد محشی مذکور اپنی طرف سے ایک جواب پیش کرتا ہے کہ میرے نزدیک اس طرح خلاصی مل سکتی ہے کہ حضرت عمر نے قول نبی ص لا تضلوا بعدہٗ کا معنے یہ سمجھا کہ تم سب لوگ گمراہی پر جمع نہ ہو گے نہ یہ کہ کوئی بھی تم سے گمراہ نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض کا گمراہ ہونا نبی ص حدیث انہ ستفترق الامتہ وستحدث الفتن سے بھی ظاہر تھا اور حدیث لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ سے معلوم ہو چکا تھا کہ ساری امت گمراہ نہ ہوگی تو یہ فائدہ کہ بعض ہدایت پر رہیں بغیر کتابت قرطاس کے بھی موجود تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے اس احتیاطی کتابت کی ضرورت نہ سمجھی الخ ہم کہتے ہیں کہ محشی صاحب نے محبت حضرت عمر کا حق تو ادا کر دیا مگر یہ نہ سمجھا کہ صاحب کہ وحی مبین شریعت اس کتابت کی ضرورت اور نتیجہ اور فائدہ سے بہ نسبت حضرت عمرؓ کے زیادہ واقف تھے۔ اور ممکن ہے کہ نبی ص نے تفرقہ امت کی اس بنا پر پہلے فرمادی ہو کہ ان کو خدائے علام الغیوب نے جتلا دیا ہوگا کہ تو ضلالت سے امن کا انتظام کرے گا لیکن یہ لوگ نافرمانی کریں گے اور گمراہ ہو کر بہتر فرقہ تک اختلاف کو پہنچائیں گے۔ آخر وقت نبی ص نے اتمام حجت کے طور پر یہ حکم دیا جس پر سابقہ پیشین گوئی صحیح لگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فرعون ایمان نہ لائے گا۔ مگر حضرت موسیٰ و ہارون سے فرمایا اذھبا الی فرعون تاکہ فرمایا لعلہ یتذکر و یخشیٰ تو اس طرح سے کتابت کے حکم کو غیر واجب نہیں کہا جا سکتا اور حضرت عمرؓ بانی اختلاف کے ایسا سمجھنے سے ما ینطق عن الھوٰی کے حکم کو بے مصلحت اور لغو نہیں سمجھا جا سکتا جس کی تعمیل واجب نہ ہو یا اس کی نافرمانی سے گناہ لازم نہ آئے مگر فی الحقیقت عمر صاحبؓ کو کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی بلکہ جو کیا عمداً اپنی غرض کو پورا کرنے کے لئے کیا اور جو کہا جاتا ہے کہ مانعین کے خلاف جناب علیؑ نے کیوں قرطاس پیش کر کے اس وقت تحریر نہ کرا لیا اس کا جواب فلک میں لکھا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

---

[1] دیکھو صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج قرآن میں مذکور ہیں دین بھی مکمل ہو چکا ہے مگر بغیر تشریح و بیان مبین و مفسر کے کام نہیں چلتا نہ کیفیت نماز کی خبر ہے نہ نصاب زکوٰۃ کا علم نہ ارکان حج کے تقدم و تاخر و صورت ادائیگی کی معرفت

ثم اخذ بید علیؑ فرفعها فقال هذا علی مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان حتیٰ یردا علی الحوض فاسئلوهما ما خلفت فیهما۔ اخرجه ابن ابی شیبة وفیه وفی روایة عنه الطبرانی عن ابن عمر اخر ما تکلم به النبی صلعم اخلفونی فی اهل بیتی واخرج ابن سعد والملا فی سیرته انه صلعم قال استوصوا باهل بیتی خیرا فانی اخاصمکم عنهم غداً۔ ومن اکن خصمه اخصمه ومن اخصمه دخل النار وانه قال من حفظنی فی اهل بیتی فقد اتخذ عند الله عهداً۔ وفی مصباح الظلم عن احمد بن ابیطاهر فی تاریخ بغداد عن ابن عباس عن عمر ان النبیؐ فی حال مرض موته یرید تصریح اسم علیؑ لکنی منعته

پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا یہ علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ رہے گا۔ ہر دو آپس میں جدا نہ ہوں گے تا اینکہ دونوں میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے پس انہی ہر دو سے سوال کرتے رہو جو کچھ کہ ان کے اندر میں چھوڑ چلا ہوں اس کو ابن شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسی کے صفحہ ۹ میں کہا ہے ابن عمر سے طبرانی میں روایت ہے کہ آخری کلام نبیؐ کا یہی تھا کہ میرے پیچھے میرے اہل بیت کا خیال کیجیو۔ اور ابن سعد اور ملا نے سیرت میں روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے میرے اہل بیت کے حق میں ایک دوسرے کو اچھی وصیت کرتے رہنا پس میں کل قیامت کو اپنے اہل بیت کی طرف سے تمہارے ساتھ جھگڑا کروں گا اور جس سے میرا جھگڑا ہوگا۔ اور جو میرا خصم ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور جس نے میری وصیت کو میرے اہل بیت کے حق میں محفوظ رکھا اس نے اپنی نجات کا خدا سے عہد کر لیا ہے۔ اور کتاب مصباح الظلم صفحہ ۶ میں۔ احمد بن ابی طاہر سے ہے اس نے تاریخ بغداد میں ابن عباس سے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا تحقیق نبیؐ اپنی مرض الموت میں حضرت علیؑ کا نام بصراحت و وضاحت تحریر کرنا چاہتے تھے مگر میں نے اس کی روکاٹ کر لی

(بقیہ حاشیہ) علی ہذا القیاس جملہ احکام شرعیہ نبیؐ کے ذریعہ ہمارے لئے مکمل آچکے مگر تفصیل و تشریح ہر بشر کے علم میں بغیر بیان نبیؐ کے محال ہے اسی واسطے رسولؐ نے تمسک ثقلین کی وصیت فرمائی۔ صرف قرآن ہدایت احکام کے لئے کافی ہوتا تو اہل بیت کے لازم و ملزوم قرار دینے کی ضرورت نہ ہوتی۔ دیکھو حاشیہ بحث ضرورت امام کہ قرآن ناطق کی ضرورت ہے پس کیوں نہیں مانا جاتا کہ یہ حکم تحریر قرطاس بھی ایسے ہی احکام کے قسم سے تھا جو اگرچہ قرآن میں بالاجمال مذکور یا رسولؐ نے زبانی بھی ظاہر فرمایا ہو مگر تحریر کے بغیر گمراہی کا

باقی اگلے صفحہ پر

نتایج حدیث القرطاس۔ اقول

ان حدیث القرطاس[1] یتضمن اموراً منہا قول عمر ھجر و ھو عند الاکثر ثابت کما نقلہ الشیخ الدھلوی عن نقل مکتوبات المجدد الالف الثانی للشیخ احمد الفاروقی انّ رجلاً سئل الشیخ ما لفظہ۔ سؤال حضرت عمر دراں وقت گفت اھجر الرجل مراد ازاں چہ باشد۔ جواب فاروق شاید دراں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام از پریشان بواسطہ وجع بے اختیار و بے قصد واقع شدہ است انتہیٰ۔ و یؤیدہ قول عمر قد غلبہ الوجع و معناہ ھہنا و معنے الھجر الھذیان کما ترجم شمس العلماء نذیر احمد الدھلوی قولہ تعالیٰ ھذا القران مھجوراً بکواس وفی بحر الجواھر ہجر پریشان گفتن بیمار و کذا فی الصراح وغیرہ و مرو یؤیدہ ایضاً قول

نتایج حدیث قرطاس۔ (قول مولف)

میں کہتا ہوں حدیث قرطاس کی چند امور کو متضمن ہے منجملہ ان کے امیر عمر کا قول ہجر ہے یعنی بیہودہ بولا ہے۔ یعنے بیہودہ بولا ہے جو اس نے نبیؐ کے حق میں استعمال کیا اور وہ اکثر کے نزدیک اسی طرح ثابت ہے جیسا کہ اس کو شیخ عبد الحق دہلوی نے مکتوبات مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے شیخ سے سوال کیا عبارت اس کی یہ ہے۔ سوال۔ حضرت عمر اس وقت میں اھجر الرجل کہا ہے تو اس سے مراد کیا ہے۔ جواب۔ عمر فاروق نے شاید اس وقت سمجھا ہو گا کہ یہ کلام رسولؐ سے درد کی شدت سے بے اختیار اور بے ارادہ واقع ہو گئی ہے۔ انتہیٰ۔ اور حضرت عمرؓ کا قول اس کی تائید کرتا ہے جو کہتا ہے نبی علیہ السلام پر درد غالب ہو گیا ہے اور معنے اس کا اور الہجر کا ہذیان ہے۔ جیسا کہ

بقیہ احتمال باقی ہو۔ اور پھر اتمام حجت کر کے وبال مانعین پر ڈال کر وجوب تحریر ساقط ہو گیا ہو۔ ۱۲۔ مترجم۔

[1] اہل جماعت یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کیوں کاغذ لکھوا لیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے سب کچھ حسب ضرورت لکھوایا اور سمجھا پھر لوگوں کو سمجھایا مگر منکرین نے مانا۔ استقصاء الافحام جلد اول ص۵۵۳ میں ناقلاً کتاب سلیم بن قیس ہلالی سے ہے۔ کہ قضیہ قرطاس میں رسول خدا نے اپنے بارہ اوصیاء کو ظاہر فرمایا پھر قرطاس طلب کیا اور خلیفہ ثانی نے روکا۔ امیر عمر کے نکلنے کے بعد پھر طلب کیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ نے املا فرمایا اور لکھوایا اور تین گواہوں کو گواہ رکھا۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ کو اور سب ائمہ کو قیامت تک بیان فرمایا میری طرف اشارہ کیا اور پھر حسنین کی طرف پھر فرمایا نو امام حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ اور دیگر تحریر شدہ وصایا کا کتب شیعہ میں بکثرت ذکر پایا جاتا ہے۔ اور اس کا شمہ بخاری وغیرہ کتب صحاح ستہ میں بھی ملتا ہے۔ جہاں حضرت علیؑ کے صحیفے کا ذکر ہے جس میں چند مسائل شرعیہ درج تھے اور حضرت علیؑ نے فرمایا ہمارے پاس قرآن اور یہ صحیفہ ہے جیسا بیان علم حضرت علیؑ میں آئے گا دیگر کسی صاحب خلفاء ثلاثہ وغیرہ کے پاس ایسے کسی صحیفہ کا ہونا روایات

باقی آگے

عمر حسبنا کتاب اللہ وما جاء فی بعض الروایات قالوا ھجر بصیغۃ الجمع فالمراد منہ عمر واتباعہ من الصحابۃ والمغالطۃ او المخالطۃ من الراوی۔ ومنہا ھذا القول ای حسبنا کتاب اللہ لیس بمحلہ لانہ سبحانہ وتعالیٰ قال واطیعوا الرسول فاطلق اطاعۃ الرسول ولم یقیدہ بحالٍ من الصحۃ ونحوھا۔ وقال من یطع الرسول فقد اطاع اللہ فان کان اطاعۃ الرسول واتباعہ مطاناً للھذیانات فی بعض الاوقات لم یکن اطاعۃ اللہ ولم یکن وحی یوحیٰ ولم تکن حسنۃ اسوۃ ولانہ یرد علیہ ان النبیؐ لم یکن عالماً بان الکتاب الالٰہی حسبہم مع انہ نزل علیہ والذی من بہ لعدۃ الی السنۃ السادسۃ من النبوۃ وکان شاغلاً بصفقۃ الاسواق صار عالماً وعارفاً لشان الکتاب العزیز ومعانیہ واغراضہ

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی نے ترجمہ با محاورہ اردو قول الٰہی میں کہ اس قرآن کو امت نے مہجور بنایا اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن کو سمجھا اور بحر الجواہر میں ھجر پریشان اور بیہودہ کہنا بیمار کا۔ اور اسی طرح صراح وغیرہ میں ہے جو گذرا ہے اور نیز اس کا مؤید قول حسبنا کتاب اللہ ہے یعنی یہ فضول کہتا ہے۔ جب ہمارے پاس کتاب خدا ہے پھر اور کسی تحریر کی کیا ضرورت ہے؟ اور جو بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے صیغہ جمع سے کہا۔ بیہودہ کلام کہہ رہا ہے پس اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے امیر عمرؓ اور اس کے پیرو یعنے عمر کی پارٹی نے کہا۔ (چنانچہ بخاری کی عبارت سے گذرا ہے کہ ایک جماعت حکم کی تعمیل کرنا چاہتی تھی اور دوسری جماعت وہ بات کہتی تھی جو امیر عمر کہتا تھا۔ معلوم ہوا یہ پارٹی یک زبان تھی) اور روایت میں حضرت عمر کے فعل پر پردہ ڈالنے کے لئے کسی جگہ ھجر کی بجائے غلبہ الوجع اور کسی جگہ قالوا جمع کا صیغہ بیان کرنا راویوں کی کارستانی ہے۔ انہوں نے مغالطہ دینے کے لئے خلط ملط کر کے کلام کو نقل کیا ہے۔ اور منجملہ ان امور کے حضرت عمرؓ کا حسبنا کتاب اللہ کہنا بے محل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رسول کی اطاعت کرو۔ پس رسولؐ کی اطاعت کا مطلق حکم ہے کوئی قید حالت صحت یا مرض وغیرہ کی نہیں لگائی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ

باقی مضمون اگلے صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ) سے نہیں پایا جاتا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۱۲ مترجم۔ ؎ اس کی مفسر دہمین دوسری روایت ہے جس کو امام غزالی نے اپنی کتاب سر العالمین وکشف ما فی الدارین طبع بمبئی صث ۹ میں نقل کیا ہے۔ لما مات رسول اللہ ص الخ جو اس کتاب کے اندر گذر چکی ہے (اس روایت سے چند امور امیر عمر کے ذمے صراحتاً قابل اعتراض ثابت ہیں (۱) نبی ص کا منشا صراحتاً خلیفے کا نام لینے کا تھا مگر عمرؓ صاحب نے رکاوٹ کر دی (۲) رسول خدا کے حق میں امیر عمرؓ نے سخت بے ادبی کا کلمہ کہا کہ یہ شخص بکواس کر رہا ہے (نعوذ باللہ) حالانکہ قرآن میں ہے کہ باقی لوگوں کی طرح محض رسولؐ کو نام سے کر کبھی نہ پکاریں (ولا تجعلوا دعاء الرسول۔ الآیۃ

(گذشتہ صفحہ کا مضمون) فرماتا ہے جو فرمانبرداری رسولؐ کی کرے گا اس نے خدا کی فرمانبرداری کر لی۔ پس اگر رسولؐ کی اطاعت اور متابعت میں بعض اوقات شائبہ ہذیانات کا ہوتا تو اس کی اطاعت خدائی اطاعت کے لازم ملزوم کس طرح ہو سکتی تھی۔ اور آپ کا قول وحیٌ یوحیٰ بھی نہ ہوتا۔ اور نہ اسوہ حسنہ ہوتا۔ اور نیز اس پر وارد ہوتا ہے کہ نبیؐ اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب خدا لوگوں کو کافی ہے۔ باوجود اس کے کہ کتاب الہٰی اسی نبی پر اتری تھی اور جس نے چھ سال نبوت کے بعد ایمان لایا اور سوداگری و دلالی میں مشغول رہا وہ شان کتاب عزیز کا اور معانی و اغراض کا زیادہ عالم ہو گیا۔ (تعجب)

وقد ثبت انہ قال فی خلافتہ لولا علی لھلک عمر وکم من مسئلتہ قد سأل علیاً وقد اقر بعدم علمہ مسئلتہ الکلالتہ والربوا و التیمم ومیراث الجدۃ وبعض الآیات مثل انک میت حتی مات رسول اللہؐ وغیرھا فالعجب منہ انہ کیف قال حسبنا کتاب اللہ۔ ومنھا زجر عمر لنساء النبیؐ امھات المؤمنین حیث قلن من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہؐ فزجرھن عمر بقولہ انکن صواحبات یوسف اذا مرض عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فرد قولہ رسول اللہ صلعم فقال دعوھن فانھن خیر منکم کما مر من الطبرانی ومنھا قول عمر حسبنا کتاب اللہ وترکہ بحضرۃ النبیؐ عترۃ النبیؐ الموصی بہ بقولہ انی تارک فیکم

اور ثابت ہو چکا ہے کہ امیر عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کہا اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور بہت مسائل جناب علی سے پوچھے اور امیر عمر کا مسئلہ کلالہ اور ربوا و تیمم و میراث جدہ اور بعض آیات مثل انک میت کے رسولؐ کی وفات تک جہالت کا اقرار کرنا اس کی کم علمی کا کافی ثبوت ہے پس اس سے تعجب ہے کہ باوجود کمی علم یا عدم العلم کے کیسے کہہ دیا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور منجملہ ان امور کے ازواج النبیؐ کو جو امہات المومنین ہیں امیر عمرؓ کا جھڑکنا اور دبانا جبکہ انہوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا تھا کیا تم شور و غوغا کرتے ہو اور فرمان رسولؐ کو نہیں سنتے (سو امیر عمرؓ صاحب عدم تعمیل کا کوئی حقیقی جواب تو نہ دے سکے بلکہ) ان کو اپنے اس قول سے دھمکایا۔ کہ تم صواحبات یوسف ہو جب نبیؐ مریض ہوتے ہیں تو تم آنکھیں نچوڑتی ہو اور جب صحتیاب ہوں تو ان کی گردن

(بقیہ حاشیہ) اور کتاب سر العالمین کی توثیق اسی کتاب کے حدیث ولایت اور نصوص خلافت کے موقعہ پر ملاحظہ ہو علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پ ۱ ص۱۸ میں لکھتے ہیں " اگر کوئی آپ کو (نبیؐ کو) بڑا بھائی کہہ کر توہین کی نیت کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ پیغمبروں کی ذری سی توہین بھی کفر ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۱۲ مترجم

ع۵ اختلافات کی بنیاد حضرت عمر ہیں چنانچہ علامہ شہرستانی الملل والنحل طبع بمبئی ص۸ میں لکھتے ہیں سب سے اول تنازع

باقی آگے

الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی فعلم ان عمر قد ترک ابتداءً عترتہ علیہ السلام ورسخ فی قلبہ ما فعل بہم وا نتزع مودتھم من قلبہ لان اللسان ترجمان القلب وکل اناء یترشح بما فیہ وان قیل ان المخالفین من القرطاس ترحموا علیٰ حالہ الشریف حال مرضہ و ضعفہ قلنا انہ مردود لانھم قد ترکوہ کثیرا فی اید ے الکفار وفروا عنہ مرارا و ذھبوا بانفسھم والنبی صلعم کان شفیقاً علیھم رفیقا بھم کل زمان کما قال اللہ سبحانہ عزیز علیہ ما عنتم وما ترحموا علیٰ عترتہ المعصومین وھو عین ترحمہ علیہ الصلوٰۃ و السلام بل فعلوا بھم ما فعلوا واٰذوھم۔

پر چڑھتی ہو پس اس قول عمر کو رسولؐ نے اس طرح رد کیا کہ فرمایا۔ ان عورتوں کو مت جھڑکو کیونکہ یہ عورتیں تم سے اچھی ہیں (یعنے اچھا کہہ رہی ہیں) جیسا کہ طبرانی کی حدیث سے مذکور ہو چکا ہے اور منجملہ ان امور کے حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا اور بموجودگی نبیؐ کے اس کا عترت نبیؐ کو چھوڑ دینا ہے جس کے لئے نبیؐ نے بتاکید وصیت فرمائی تھی یہ کہ (بار بار) فرمایا انی تارک فیکم یعنی میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی. کتاب خدا اور عترت یعنی میرے اہل بیت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ تو قابل اتباع دو چیزیں چھوڑے جاتے تھے قرآن اور اہل بیت۔ مگر امیر عمر نے ابتدا سے ہی حین حیات نبیؐ میں عترت کو چھوڑ دیا اور حسبنا کتاب اللہ کہا حالانکہ آنحضرت صلے حوض کوثر تک جدا نہ ہونے کی خبر دی تھی) اور اپنے دل میں وہ مرکوز کر لیا جو سلوک عترت کے ساتھ عمل میں لایا اور ان کی محبت کو دل سے نکال دیا کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور برتن سے وہی ٹپکتا ہے اور جو کچھ اس میں ہو۔ اور اگر کہا جائے کہ مانعین قرطاس نے آنحضرت کے حال پر بوقت مرض اور ضعف کے شفقت کی تھی تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ قول اس طرح مردود ہے کہ یہ مانعین جب نبیؐ کو کفار کے ہاتھوں میں ایک بار نہیں چند مرتبہ چھوڑ کر مفرور ہو گئے اور اپنے نفسوں کو بچا کر چلے گئے تھے۔ اس وقت نبیؐ کے حال پر ان کو رحم نہ آیا تو اس نافرمانی سے شفقت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ اور نبیؐ ہر زمانہ میں ان پر شفقت فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہو وہ نبی پر بوجھ معلوم ہوتی ہے اور انہیں ناپسند آتی ہے اور ان لوگوں نے عترت یعنی اہل بیت معصومین پر رحم نہ کیا جس میں عین رحم نبیؐ پر تھا. بلکہ انہوں نے عترت سے وہ سلوک کیا جو کیا اور ان کو ایذا پہونچائی۔

(بقیہ حاشیہ) مرض الموت نبیؐ میں واقع ہوا چنانچہ بخاری روایت کرتا ہے پھر حدیث قرطاس کو لکھا۔ ۱۲ مترجم۔

ان کان الامر بالکتاب للوجوب فوجب علی علیؑ والعباس ان یعطیاہ القرطاس غداً او بعد غد مع ان قولہٗ ھلموا کان عاما للحاضرین من الصحابۃ و اھلبیتہ فیرد علیھما ما یرد علی عمرو اتباعہ لانا نقول ان منع عمرو بعض الصحابۃ وتنازعھم ثابت ولم یثبت وجود علی ولا عباس ولا احد من اھلبیتہ حین سئل النبیؐ القرطاس کما قال القسطلانی وغیرہ وقد مر علی ان الکتابۃ کانت کائنۃ فی حق علیؑ وتعیین خلافتہ کما علم غیر مرۃ فان استقدم علی علیھا لم یمکن ان یقبل من قال ھجر بل اعترض علیہ بالھذیان ولم یفد الکتابۃ لعلی ع بانکار من کانت علیھم الحجۃ نعوذ باللہ من الطغیان والعدوان ولا عدوان الا علی الظالمین. ولا یقال قد روی المسلم عن عائشۃ

کہ اگر امر کتابت وجوب کے لیئے تھا تو جناب علی و عباس پر واجب تھا کہ حضرت صلعم کے حضور میں اگرچہ دوسرے یا تیسرے دن ہو سکتا۔ قرطاس لا دیتے کیونکہ نبی ص کا لے آؤ حاضرین کے لیئے عام تھا۔ صحابہ تھے یا اہل بیت نبی ص پس جو حضرت عمر یا اس کے متبعین پر وارد ہوگا وہ حضرت علیؑ و عباس پر بھی وارد ہوگا۔ اس لیئے کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ امیر عمر اور دیگر صحابہ کا منع کرنا اور جھگڑا کرنا ثابت ہو چکا ہے مگر حضرت علی ع و عباس یا کسی کا اہل بیت نبی ص سے بوقت سوال قرطاس کے اس جگہ موجود ہونا ثابت نہیں ہوا جیسا کہ قسطلانی وغیرہ نے کہا ہے اور گذشتہ تقریر سے ثابت ہے کہ کتابت حضرت علی کے حق میں اور آپ کی تعیین خلافت کے لیئے تھی چنانچہ چند مرتبہ معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر جناب علی ع لکھوا بھی لیتے۔ تو ممکن نہیں کہ ایسے اشخاص قبول کرتے جو حضرت ص کے حق میں اختلاط عقل اور یاوہ گوئی کا الزام لگائے بیٹھے تھے بلکہ ضرور وہ معترض ہو کر کہہ دیتے کہ اس کو ہم نہیں مانتے

لہ صحابہ حاضرین کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک مانعین کتابت اور دوسرے مطیعین فرمان نبوی اس میں شک نہیں کہ امیر عمر پہلے بول اٹھے تھے اور انہوں نے ہی رکاوٹ کتابت کی بنیاد رکھی لہذا وہ مانعین کے سرگروہ تھے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایات سے ظاہر ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ جناب رسول پاک کو ہذیان کی نسبت دینے والے مانعین کتابت تھے پس کبھی راویوں نے اس مضمون کو یھجر سے اور کسی جگہ اھجر سے اور کہیں قد غلبہ الوجع سے تعبیر کیا ہے۔ بہرحال یہ الفاظ مترادف ہیں اور پہلے ان کے بانی اور قائل اور کتابت سے مانع امیر عمر صاحب تھے لہذا جو فتوے پارٹی قائلین الفاظ مذکورہ مانعین کتابت پر ہوگا اس کا مستحق ان کا پیشوا اور

انه صلعم قال لی فی مرضه ادعی
لی ابا بکرؓ اباك واخاك حتی اکتب کتابًا
فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول
قائل انا اولی ویابی الله والمؤمنون الا
ابا بکرؓ کذا فی المشکوٰۃ باب مناقب
ابی بکر فهذا الحدیث یدل علی خلاف
ما زعمته الشیعة من تنصیص خلافة
علی وکتابته علیه السلام فی حقه
لانا نقول ان هذا الحدیث موضوع
لوجوهٍ - منها انه ما روت - غیر عائشة
مع انها کانت بنت ابی بکر رض
وقد تقرر عندهم ان شهادة الابن
والبنت لا تقبل للابوین کما رد ابوبکرؓ

کیونکہ نبیؐ کی عقل ٹھکانے نہیں تھی لہذا ایسی
حالت کی تحریر قابل سماعت نہیں اور یہ کتابت
حضرت علی کے لئے کوئی فائدہ نہ دیتی کیونکہ جن
پر وہ حجت ہونی تھی وہ پہلے نبی کو مخبوط الحواس
کہہ رہے تھے۔ (بہر حال غرض اتمام حجت تھی پس
جیسے سند تحریر شدہ سے انکار کا وبال ہونا تھا
وہی انکار سامان کتابت اور نسبت ہذیان بحق پیغمبر
خدا دینے سے مانعین پر واقع ہو گیا اور پھر
حضور نے اہل بیت اور خصوصًا حضرت علیؑ
کی نسبت وصیت فرما کر تقریری آخری اتمام حجت
فرما دی)[۱] ہم نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنے سے
خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور سختی سوائے ظالمین کے
کسی پر نہ ہوگی اور یہ کہا جائے کہ مسلم نے بیوی
عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی نے میرے لئے فرمایا تو اپنے باپ ابوبکرؓ اور اپنے بھائی کو بھی بلالے
تاکہ میں سند لکھ دوں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی خواہشمند خواہش کرے یا کوئی کہنے والا دعوے کرے
کہ حقدار ہوں حالانکہ کوئی نہیں اللہ تعالیٰ اور مومنین سوائے ابی بکر کے دوسروں سے انکار کرتے ہیں جیسا
کہ مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر جلد ۲ صفحہ ۵۹۷ میں ہے۔ پس یہ حدیث زعم شیعہ کے خلاف پر دلالت کرتی۔
ہے جو وہ کہتے ہیں کہ خلافت حضرت علی کے لئے منصوص تھی۔ اور نبیؐ انہی کے حق میں لکھنا چاہتے
تھے۔ اسواسطے کہ ہم جواب دیتے ہیں یہ حدیث بچند وجوہ موضوع ہے منجملہ ان کے یہ کہ بغیر
حضرت عائشہ کے اس حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ ابی بکرؓ صاحب کی بیٹی تھیں۔

شهادة الحسنین لفاطمة الزهراء
مع ان هذا الحدیث یعارضه الاحادیث
المتواترة والمشهورة من حدیث الثقلین
وما فی معناه - منها انکار الانصار و

اور اہل تسنن کے قانون مسلم کل میں بیٹے یا
بیٹی کی شہادت والدین کے حق میں مقبول
نہیں ہوتی چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے شہادت
جناب حسنین کو جو انہوں نے جناب زہرا کے لئے

(بقیہ حاشیہ) سرگروہ بطریق اولی ہوگا ۱۲ مترجم۔ [۱] جلد دوم کتاب ہذا میں در بیان وضع احادیث بغرض خوشنودی سلاطین کے
حاشیہ پر اس حدیث کا ذکر ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم [۲] بلکہ حسب روایات امامیہ تحریر بھی کر دی چنانچہ حاشیہ نتائج میں گزر چکا ہے کہ علی نے تعیل

بنی هاشم و علیؑ من مبایعة ابی بکرؓ ولو الی مدة۔ منها عدم استدلال ابی بکرؓ بهذا الحدیث یوم السقیفة۔ منها اتفاق اهل الجماعة علی ان الخلافة ، اجماعی لا نصی فان کان هذا الحدیث صحیحاً عندهم احتجوا به ولم یقولوا بالاجماع۔ یا للعجب انهم زعموا فی مرض النبیؐ انه کیف یوحی وهو فی حال یخاف ان یغمی علیه فیهذو و یملی مالا ینبغی ونزهوا شان ابی بکرؓ عن مثل هذا حیث اراد فی مرض موته ان یستخلف عمر وهو مغمی علیه بالیقین فاطاعوه فی ما اراد و کتبوا فی حال اغمائه وما قالوه حسبنا کتاب الله ولا نسبوه الی انه هجر او یهذو و لم ینازعوا عنه کما روی فی کنز العمال عن عثمان بن عبید الله بن عبد الله بن عمرؓ بن الخطاب قال لما حضرت ابا بکرؓ الصدیق الوفاة دعا عثمان بن عفان فاملی علیه عهده ثم اغمی علی ابی بکرؓ قبل ان یملی احدا فکتب عثمان عمر ابن الخطاب فافاق ابو بکرؓ فقال لعثمان کتبت احدا فقال ظننتک لما بک و خشیت الفرقة فکتبت عمر ابن الخطاب فقال یرحمک الله

دی تھی رد کر دیا تھا نیز احادیث متواترہ و مشہورہ اس حدیث کے مخالف و معارض ہیں جن کے مقابلہ میں یہ مرجوح ناقابل معارضہ وساقط عن الاحتجاج ہے جیسے حدیث ثقلین و دیگر احادیث نصوص خلافت حضرت علیؑ کی ہیں۔ اور منجملہ ان وجوہ کے جناب فاطمہ اور سعد بن عبادہ کا انکار بیعت ابی بکر اور حقیقت خلافت اس کی انکار کرنا ہے حالانکہ ہر دو مومنین کاملین سے تھے۔ اور منجملہ ان کے انصار و بنی ھاشم، بالخصوص حضرت علیؑ کا بیعت ابی بکرؓ صاحب سے انکار کرنا ہے اگرچہ کچھ عرصہ تک رہا اور منجملہ ان کے اہل جماعۃ کا اس پر اتفاق ہونا کہ خلافت اجماعی ہے نصی نہیں اگر حدیث صحیح ہوتی تو اسی سے حجت پکڑتے صرف اجماعی نہ کہتے بڑا تعجب ہے کہ اہل تسنن کو مرض نبیؐ میں یہ زعم ہوا کہ وہ ایسے حال میں کہ ان پر غشی کا خوف ہے کس طرح وصیت کر سکتے ہیں اور یہ خطرہ ظاہر کیا کہ شائد وہ ہذیان سے فرمارہے لہٰذا کوئی امر غیر مناسب نہ لکھوادیں مگر حضرت ابی بکر کو ایسے فعل سے انہوں نے پاک سمجھا جب اس نے اپنی بیماری میں ارادہ کیا کہ حضرت عمر کو خلیفہ بنائے حالانکہ اس وقت اس پر یقیناً غشی طاری ہو رہی تھی، پس انہوں نے اس کی خواہش پوری کرنے میں اس کی فرمانبرداری کر لی اور اس کی عین بیہوشی کی حالت میں وصیت نامہ لکھا اس وقت نہ کسی نے حسبنا کتاب اللہ کہا اور نہ اس کو ہذیان وغیرہ کی نسبت دی گئی اور نہ اس کے پاس جھگڑا کیا گیا۔ (جس طرح کہ حضورؐ کی خدمت میں پیدا کیا گیا) چنانچہ

چنانچہ کنز العمال جلد ۳ ص۱۲۶ میں عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے مروی ہے کہا جب ابوبکر صدیق کا وقت موت قریب آیا اس نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور اپنا عہد نامہ لکھوایا (یعنی صرف سرنامہ لکھا) پھر ابی بکر صاحب پر قبل از تصریح اسم ولی عہد کے بیہوشی طاری ہوگئی اور امیر عثمان نے عمر بن خطاب کا نام خود بخود لکھ لیا (کذا فی التاریخ الکامل جلد ۲ ص۱۶۳) جب ابوبکر صاحبؓ ہوش میں آئے امیر عثمان سے پوچھا کسی کا نام لکھا ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ کی حالت سمجھ لی تھی اور تفرقہ سے ڈر کر میں نے عمر بن خطاب کا نام لکھ دیا ہے حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے اللہ تعالیٰ تجھے رحمت کرے (تم نے بہت اچھا کیا ہے؛

اما لو کتبت نفسک لکنت لها اهلا۔ الحدیث وکذا فی روضۃ الاحباب۔ اقول یاحسرۃ علی الناس من قضیۃ القرطاس وما ادراک ما هذا القرطاس هو الذی انسه فیما بین الناس واوقعهم فی الالتباس والقی فی صدورهم الوسواس بحیث لا یخلص منه العوام ولا الخواص ولا یندفع هو حتی یلاقوا رب الناس نعوذ برب الناس اله الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس ولم یدر ابن الخطاب حکمة الخطاب فما عجل بالجواب واکتفی بالکتاب بل جعل الکتاب جنة الجواب نوالذی نفسه بیده ان العقل الاول والنور الاکمل لا ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحیٰ ومنها عدم استجابته النبیؐ

ع (ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند) تم ایسے لائق ہو، اگر تو اپنے لئے لکھ دیتا تو خود بھی اس کے لائق تھا آخر حدیث تک اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۲۳۵ میں ہے (وکذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۷۹) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں لوگوں پر قضیہ قرطاس سے بڑا افسوس ہے تو کیا جانے قضیہ قرطاس کیا تھا یہ وہی ہے جس کے باعث لوگوں میں فساد پیدا ہوا اور اسی سے لوگ شک و شبہ میں پڑ گئے اور اسی سے ان کے سینوں میں وسواس پیدا ہوا۔ اس طرح کہ عوام اور خواص اس سے خلاص نہ ہو سکے اور جب تک پروردگار عالم معبود کل کی پناہ مانگتے ہیں شر و وسواس خناس سے جو جن اور آدمیوں سے لوگوں کے سینوں میں وسواس ڈالتا ہے۔ افسوس کہ ابن خطاب نے حکمت خطاب کو نہ سمجھا اور جلد تر کتاب محض پر اکتفا کر کے جواب مخالف دیدیا۔ بلکہ کتاب کو صرف جواب کی ڈھال بنا لیا۔

لہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا۔ سورہ نساء رکوع ۱۳ یعنے جو حکم رسول صلعم کی اس کے بعد مخالفت کرے کہ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہو چکی ہو اور مومنین مطیعین کے برخلاف راہ اختیار کرے تو جس طرف اس نے توجہ کی ہے ہم اسی طرف اس کو چلا دیتے ہیں اور ہم

اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بری جگہ ہے ۱۲ مترجم

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں
میری روح ہے ضرور اس نے خطا کی ہے
صواب نہیں کیا اور اس نے یہ نہ سمجھا کہ عقل
اول اور نور اکمل ہوا اور حرص سے نہیں بولتا
اور وہ بجز وحی کے جو اس کی طرف ہو کچھ نہیں
کہتا۔ اور منجملہ ان امور کے عدم قبول حکم نبی صلعم
کا ہے جس کی فرمانبرداری ہر حالت میں گو نماز
وغیرہ میں ہو واجب ہے اور عدم قبول سے
نبی صلعم کو ایذا پہنچتی ہے اور نبی صلعم کو ایذا دینی ہمیشہ
حرام ہے جیسا کہ علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲
صفحہ ۲۹۰ میں لکھتا ہے کہ علماء نے کہا ہے (حدیث)
جناب زہرا کو جو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے
جو ان کو ناگوار ہو وہ مجھے ناگوار ہوتی ہے سے
پایا جاتا ہے کہ نبی کی ایذا ہر حال میں حرام ہے
اور بہر وجہ ناجائز ہے اگرچہ یہ ایذا ایسے
سے پیدا ہو کہ اصل میں وہ مباح ہو۔ الخ (اس

الواجب امتثاله ولو فی الصلوٰة و فی
عدم استجابته ایذاءه وهو محرم ابدا۔
قال النووی فی شرح المسلم قال
العلماء فی هذا الحدیث (ای حدیث یریبنی
ما رابها و یوذینی ما اذاها) تحریم ایذاء
النبی صلعم بکل حال وعلی کل وجه وان تولد
ذلک الایذاء مما کان اصله مباحا۔ الخ
فی البخاری عن ابی سعید بن المعلی قال
کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول الله صلعم
فلم اجبه فقلت یا رسول الله صلعم انی
کنت اصلی فقال الم یقل الله استجیبوا
لله وللرسول اذا دعاکم وفی الخصائص
الکبری للسیوطی اخرج البخاری عن ابی
سعید ان النبی صلعم دعاه وهو یصلی
فصلی ثم اتاه فقال ما منعک ان
تجیبنی اذ دعوتک قال انی کنت اصلی

جگہ غضب جناب زہرا اور حدیث بخاری وغیرہ من اغضبها اغضبنی وما رابها یریبنی وما اذاها یوذینی
کو ذہن میں لاکر شیخین کے حق میں مناسب فتویٰ دیں) بخاری[ل] جلد ۴ صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ دہلی میں ابی سعید بن معلی سے
مروی ہے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ نے بلایا اور میں نے کوئی جواب نہ دیا نماز کے
بعد میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا اللہ
اور رسول جب تمہیں بلائے جواب باصواب دو (حکم کی تعمیل کرو) اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ میں ہے
کہ بخاری ابی سعید سے روایت کرتا ہے کہا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کو نبی صلعم نے بلایا جب نماز پڑھ کر
وہ آیا حضرت نے فرمایا تجھے کیا مانع تھا کہ میرے حکم کی تعمیل نہ کی جب میں نے تم کو بلایا اس نے عرض کی
میں نماز پڑھ رہا تھا۔

ل بخاری باب فضل فاتحۃ الکتاب مطبوعہ کرزن پریس دہلی صفحہ ۴۲۹ (مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۱/۱۲۲ کتاب
التفسیر) میں اسی طرح ہے ۱۲ مترجم

فقال الم یقل یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا
للہ وللرسول اذا دعاکم۔ الخ۔ وقد بوب
السیوطی انہ یجب علیہ اجابتہ اذا دعاہ
ولا تبطل صلواتہ۔ وھکذا قال الشیخ
الدھلوی فی مدارج النبوۃ۔ وفی فتح
البیان قولہ سبحانہ اذا دعاکم الیٰ
ما فیہ حیاتکم من علوم الشریعۃ لان
العلم حیاۃ کما ان الجھل موت ثم
قال وقد ثبت فی البخاری۔ الخ وعن ابی
ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم خرج علیٰ ابی بن
کعب وروی مثل حدیث ابی سعید اخرجہ
الترمذی وحسنہ وصححہ ثم قال السید
فیجب علیٰ کل مسلم اذا بلغہ قول اللہ
وقول رسولہ فی حکم من الاحکام
الشرعیۃ ان یبادر الی العمل بہ کائنا
ما کان ویدع ما خالفہ من الاراء و
اقوال الرجال۔ انتھیٰ۔ لا یخفیٰ ان
دعاء الرسول دعاء اللہ لانہ تعالیٰ
لا یدعو الا بواسطۃ الرسول فدعاءہ
دعاءہ کما ان اطاعتہ اطاعتہ وبیعتہ
بیعتہ فثبت ان انکارہ انکارہ وایذاءہ
ایذاءہ وقد ثبت ان النبی صلعم دعا معاویۃ
مرۃ ثم دعاہ ثانیا وھو یاکل فلم یجب
فدعا علیہ النبی علیہ السلام لا اشبع اللہ
بطنہ کذا فی المسلم وغیرہ ومنھا دفع

رسول اللہ صلعم فرمانے لگے کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا
اے ایماندارو جب اللہ اور رسول تمہیں بلائیں
ان کا حکم مانو۔ الخ (پ ۹ ع ۱۷) وکذا بعینہ فی
تلخیص الصحاح باسناد البخاری وابی داؤد
والنسائی) اور سیوطی نے اپنی کتاب خصائص
نبی صلعم میں اس کا ایک باب رکھا ہے جس میں اس
نے ثابت کیا ہے کہ جب رسول خدا بلائیں ان
کو جواب دینا اور مطابق حکم عمل کرنا بہر حال
واجب ہے اور نماز بھی اس سے فاسد نہیں
ہوتی اور اسی طرح شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ
جلد ۱ ص ۱۶۵ میں لکھا ہے اور تفسیر فتح البیان جلد ۴
ص ۱۹ میں ہے قولہ تعالیٰ اذا دعاکم یعنے
جب تم کو نبی صلعم اس چیز کی طرف بلائے جس
میں تمہاری حقیقی زندگی ہے یعنی علوم شریعت
کی طرف کیونکہ علم اصل حیات ہے جیسا کہ جہل
موت ہے پھر کہا اور بخاری میں ثابت ہو چکا ہے
الخ۔ (وہی حدیث ابی سعید کی لکھی جو اوپر مذکور
ہو چکی ہے) اور ابی ہریرہ سے مروی ہے۔ کہ
رسول اللہ صلعم ابی بن کعب کے پاس تشریف لائے
اور مثل حدیث ابی سعید کے (نماز میں بلانا حضرت صلعم
کا) بیان کیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور
حسن و صحیح کہا (پھر سید صدیق نے فتح البیان
میں لکھا) کہ ہر مسلم پر واجب ہے جب اس کو
اللہ و رسول کا قول احکام شرعیہ سے کسی حکم
میں پہنچے تو خواہ کچھ ہی ہو جائے ہر طرح اس پر

[1] مدلول آیت و احادیث مندرجہ معتبرہ و اقوال علماء مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول صلعم کوئی حکم دیں تو اس کی فوری تعمیل بغیر کسی حیل و حجت کے واجب ہے اگرچہ خدا کے سامنے خدا ہی کی عبادت میں مشغول ہو تو واجب ہے کہ اس کو ترک کر دے اور حکم نبوی کی تعمیل کرے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ

الصوت وھو ممنوع عندہ علیہ السلام
کما فی لباب النقول للسیوطی اخرج
البخاریؒ وغیرہ من طریق ابن جریج
عن ابی ملیکۃ فتماریا (ابوبکرؓ و عمرؓ) حتی
ارتفعت اصواتھما فنزل فی ذلک قولہ
تعالی یا حالانکہ تم کو اس کا پتہ نہ لگے گا اور اسی
طرح تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۸۳ میں مدارج النبوۃ
یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق
صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر
بعضکم ان تحبط اعمالکم وانتم لا
تشعرون وھکذا فی الدر للسیوطی وھکذا
فی مدارج النبوۃ وازالۃ الخفا۔

عمل کرنے کی سبقت کرے اور اس کے خلاف
جملہ اقوال اور افکار جو دوسرے لوگوں سے صادر
ہوئے ہوں۔ چھوڑ دے۔ انتہی۔ اور مخفی نہ
رہے کہ دعوت رسول ؐ کی دعوت الہٰی ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ بلا واسطہ رسول کے کسی حکم کی طرف
نہیں بلاتا پس نبیؐ کا بلانا اللہ تعہ کا بلانا سمجھنا چاہیئے
جیسا کہ نبیؐ کی اطاعت اور ان کی بیعت عین اللہ تعہ
کی اطاعت اور بیعت ہوتی ہے۔ پس ثابت
ہوا کہ تعمیل حکم نبی ؐ سے انکار حکم خدا کا انکار ہے
اور نبی ؐ کی ایذا خدا کی ایذا ہے اور نیز ثابت
ہو چکا ہے۔ کہ نبی ؐ نے ایک دفعہ معاویہ کو بلایا
پھر دوسری دفعہ بلایا وہ نہ آیا کیونکہ کھانا کھا رہا
تھا چونکہ اس نے حکم کی فوری تعمیل نہ کی آنحضرتؐ نے اس پر بددعا فرمائی کہ خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے
جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے (دیکھو تروبح الجنان لابن حجر مطبوعہ مصر ص ۵۸) اور منجملہ ان امور کے رفع
صوت ہے یعنی آواز بلند کرنا اور وہ نبی ؐ کے پاس ممنوع ہے جیسا کہ لباب النقول فی اسباب النزول
جلد ۲ ص ۹۲ میں ہے۔ بخاری وغیرہ نے باسناد ابن جریج کے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا کہ حضرت
ابوبکرؓ و عمرؓ نبی ؐ کے پاس جھگڑے اور دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پس یہ آیت اتری۔ اے ایمان
دارو۔ اپنی آوازوں کو نبی ؐ کی آواز پر بلند نہ کرو ورنہ تمہارے نیک اعمال حبط اور ساقط ہو جائیں گے
حالانکہ تم کو اس کا پتہ بھی نہ لگے گا اور اسی طرح تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۸۳ میں اور مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۳۶
اور ازالۃ الخفار مقصد اول ص ۲۳۸ میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ) چہ جائیکہ رسول ؐ ہدایت کا طریقہ جس میں حقیقی زندگی ہے بتانا چاہتے ہیں اور منکرین باتیں بنا کر ٹالنا
چاہتے ہیں بلکہ گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ خلاف شان رسول ؐ کے حضور کے حق میں استعمال کرتے ہیں حالانکہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہے من یطع اللہ فقد اطاع اللہ رسول کی تابعداری عین اللہ کی تابعداری خدا کی ہے اور جو
اس کی مخالفت کرتا ہے۔ الخ۔ آیت مذکورہ حاشیہ سابقہ ۱۲ منترجم۔

۱ے بخاری طبع مصر جلد ۳ ص ۴۲ اور یہ لفظ کا د الخیران یھلکان مطابق ازالۃ الخفار جلد ۲ ص ۱۸ کے
بخاری مصری جلد ۳ ص ۱۱۸/۱۱۹ و ص ۴۲ میں ہے ۱۲ منترجم۔

وفیہا عن ابن ابی ملیکۃ قال کاد الخیران یہلکان ابوبکر و عمر رفعا اصواتہما عند النبی ص فانزل اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا الاٰیۃ۔ ورواہ ابن المنذر وابن مردویہ عن عبد اللہ ابن الزبیر۔ کذا فی الدر۔ وقد ثبت ان ثابت بن قیس خاف وحزن من رفع صوتہ الفطریۃ فقال لہ رسول صلعم انت من اہل الجنۃ کما فی البخاری۔ وفی اعلام الموقعین لابن القیم الحنبلی قولہ تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فاذا کان رفع اصواتہم فوق صوتہ سببًا لحبط اعمالہم فکیف تقدیم اٰرائہم وعقولہم واذواقہم وسیاساتہم ومعارفہم علیٰ ما جاء بہ و رفعہا علیہ الیس ہذا اولیٰ ان یکون

اور اسی ازالۃ الخفا کے ص۱۸۶ مقصد دوم میں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہا قریب تھا کہ دو اچھے آدمی۔ ابوبکرؓ و عمرؓ ہلاک ہوجائیں ہر دو نے نبیؐ کے پاس اپنی آوازیں[ف۱] بلند کیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اے ایمان والو! اپنی آواز نبی ص کی آواز پر بلند نہ کرو۔ الخ اور اس کو ابن المنذر و ابن مردویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے بھی روایت کیا جیسا کہ در منثور جلد ۶ ص۸۳ میں ہے اور تحقیق ثابت ہوچکا ہے کہ ثابت بن قیسؓ اپنی پیدائشی بلند آواز سے خوف زدہ اور غمناک ہوا تو اس کو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تو بہشتی ہے جیسا کہ بخاری جلد ۳ ص۳۲ میں ہے رو مطبع مصر جلد ۳ ص$\frac{119}{18}$ و جلد ۲ ص۱۷۳م اور اعلام الموقعین مطبوعہ دہلی ؛ اشرف المطابع مؤلفہ ابن القیم حنبلی میں ہے قول اللہ تعالیٰ کا اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو پس

ف۱ جب آیت منع رفع صوت شیخین کی زجر کے لئے اتری کہ اتنا فعل بھی ادب رسول اللہ ص کے خلاف اور موجب حبط اعمال ہوتا ہے اور پھر حضرات شیخین آخر وقت وفات رسول اللہ ص تک ایسے عمل سے باز نہ آئے کہ قضیہ قرطاس میں نبی ص کے پاس شور و غل کیا تو ان کے حبط اعمال میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے کہ علاوہ بے ادبی رفع صوت کے ہذیان کا بہتان بھی آنحضرت ص پر لگایا۔ پس ایسے لوگوں پر یہ آیت بالکل صادق و مطابق ہے الذین ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا (پ۱۶ سورہ کہف ع۱۱) یعنے ایسے لوگوں کی سعی و کوشش حیات دنیا میں خواہ جس قدر ہو ضائع جاتی ہے اور وہ اس گمان میں رہتے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ آخر آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فحبطت اعمالہم یعنے پس ان کے نیک اعمال سب ساقط ہو جاتے اور ان کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا ۱۲ مترجم جن کو رسول اللہ کا ادب ملحوظ تھا وہ اپنے پیدائشی آواز پر بھی غمناک ہوئے کہ مبادا ہماری آواز رسول اللہ کی آواز سے بلند ہوجائے اور اعمال حبط اور ساقط ہو جائیں۔ مگر ان بزرگان پر افسوس ہے جن کے بارہ میں آیت نہی بالخصوص اتری تھی۔ وہ آخری دم حیات نبی ص تک رفع صوت سے باز نہ آسکے۔
۱۲ مترجم۔

محبطا لا اعمالھم۔ انتہی و منھا محدثات واولیاتہ مثل صلوٰۃ التراویح بالجماعۃ وتحریم المتعتین متعۃ النکاح و الحج وجمع الناس علی اربع تکبیرات فی صلوٰۃ الجنازۃ وغیرھا المذکورۃ فی تاریخ الخلفاء ومن اعجب العجائب واغرب الغرائب ان الجلال السیوطی ذکر اولیات ابی بکر و عمر وعثمان ومعاویۃ وبوب لھا وما ذکرھا لعلی لعدم محدثاتہ علیہ السلام

جبکہ آواز بلند کرنی ان کے حبط اعمال کا سبب ہوتا ہے تو اپنے افکار اور عقول اور ذوق اور سیاسیات اور معارف کو ما جاز بہ النبی پر مقدم کرنا اور اس پر بلند کرنا اور اس پہ بلند کرنا کس طرح جائز ہو سکتا؟ اور یہ بطریق اولیٰ ان کے اعمال حبط کرنے کا باعث کیوں نہیں ہوتا؟ بے شک ہوتا ہے انتہی۔ اور منجملہ امور کے محدثات اور اولیات امیر عمر کے ہیں مثل جماعت نماز تراویح اور تحریم متعتین متعہ نکاح اور حج کے اور مثل لوگوں کو نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر جمع کرنے کے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء ص ۹۳ میں ہے (نیز اس میں ہے اور من نہی عن بیع امہات الاولاد) اور بڑے عجائب وغرائب سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی نے اولیات حضرات ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ومعاویہ کے ذکر کئے اور ان کے خاص باب رکھے ہیں مگر اولیات جناب علی علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں کیا جس کا سبب جناب موصوف سے محدثات کا وقوع میں نہ آنا ہے۔

سے قرآن کریم کے پارہ اٹھارہ کی پہلی سطر میں اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات سے نماز میں خشوع وخضوع کرنے کو بیان فرماتا ہے۔ فرمایا قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون۔ یعنی تحقیق وہ مومنین نجات یافتہ ہیں جو نماز میں خشوع وخضوع کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم امیر عمر صاحبؓ کے بیان میں اس صفت کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ امیر عمر صاحبؓ کے خشوع فی الصلوٰۃ کو حضرت علیؑ کی نماز سے موازنہ کرنا چاہیئے جن کا قصہ کتب اہل جماعت میں مشہور ہے کہ آپ کو نماز میں ان کے بدن سے تیر یا نیزہ کھینچنے کا بھی علم نہ ہوا۔ اور امیر عمر صاحبؓ کی یہ حالت ہے کہ ایک دن نماز مغرب کی امامت کرا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ قرأت مطلق چھوڑ گئے۔ فارغ ہونے پر مقتدیوں نے کہا آپ نے قرات نہیں پڑھی عمر صاحبؓ کہنے لگے کیا رکوع وسجود میں نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ امیر عمر صاحب نے کہا پھر کوئی مضائقہ نہیں ہوگیا جو ہوا۔ دوسری روایت میں ہے۔ امیر عمر نماز مغرب پڑھا رہے تھے فارغ ہوئے تو کہا گیا آپ نے قرات بالکل نہیں پڑھی امیر عمر بولے ہاں میں شام کے لشکر کی تیاری اور اس کے مقامات سفر کے خیال میں رہا ہوں حتیٰ کہ میں شام میں پھر تا رہا ہوں۔ یہ سن کر سب نے نماز کا اعادہ کیا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۴ ص ۲۱۳۔ اس میں ہر دو روایات باسناد مالک ونسائی وبیہقی وعبد الرزاق کے لکھی ہیں۔ اور تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۵۔ ص ۳۸ میں ہے باب ما یفکر الرجل الشیء فی الصلوٰۃ وقال عمر لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ یعنی بخاری روایت کرتا ہے کہ امیر عمرؓ نے نم باقی اگلے صفحہ پر

کہا میں لشکر کی تیاری نماز میں کر تا رہتا ہوں۔ اس کے حاشیہ ع۳ میں مترجم بخاری نے لکھا ہے کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا۔ پھر مترجم نے امیر عمرؓ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے وہ نماز میں اسی فکر میں رہتے تھے اور حاشیہ ع۴ میں مولوی وحید الزمان مترجم مذکور اس طرح لکھتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر سے نکالا انہوں نے کہا میں بحرین کی آمدنی کا نماز میں حساب کر لیتا ہوں اور صالح بن احمد بن حنبل نے نکالا کہ حضرت عمرؓ نے مغرب کی نماز پڑھی اس میں قرأت ہی نہیں کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھے ایک قافلہ کا خیال رہا جو میں نے مدینہ سے شام کو روانہ کیا تھا۔ پھر نماز دوبارہ پڑھی۔ انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۱ ص۱۴۰ اور عینی شرح بخاری جلد ۳ ص۱۷ و ص۳۳۲ و میزان شعرانی طبع مصر جلد ۱ ص۱۵۸ میں ہے۔ ت۵ جناب امیر المومنین علیؑ پورے عامل بالکتاب والسنۃ اور رسول اکرم کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ اس لئے ان سے کوئی امر غیر شرح سرزد نہ ہوا اور نہ ہی آجتک کوئی ناصبی و خارجی ان پر کسی قسم کا صحیح طعن کر سکا ۱۲ ڈاکٹر صابر ع۵ اسی طرح محدثات عمر تاریخ کامل جلد ۳ ص۲۹ میں مذکور ہے ۱۲ مترجم ۵ کنز العمال جلد ۴ ص۲۲۳ میں ہے کہ عمر صاحبؓ نے بحالت جنابت نماز کی امامت کر کے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر خود اعادہ کیا مگر لوگوں کو حکم اعادہ کا نہ دیا حضرت علیؑ نے یہ معلوم کر کے لوگوں کو اعادہ نماز کا حکم دیا اور اسی طرح عثمانؓ کی نماز با جنابت اور امامت کا ذکر کنز العمال جلد ۴ ص۲۲۲ میں ہے ۱۲ مترجم۔

شان مہاجرین و انصار کی تشریح

(از مترجم)

اگرچہ یہ مضمون احقر کی استطاعت علمی سے بالاتر ہے مگر اشتیاق رہا ہے کہ اس کو سلک تحریر میں لایا جائے لہذا بوقت شروع طباعت کتاب ہذا کے جس قدر ہو سکا لکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس کتاب کا باوجود جامع مضامین ہونے کے اس سے خالی رہنا ایک معتدبہ کمی تھی جس کو حتی الوسع پورا کر دیا گیا ہے ناظرین کو اگر کسی جگہ کوئی فروگذاشت معلوم ہو تو اصلاح فرماویں خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کریں: آیات والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار۔ ورضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واعد لہم جنٰت تجری من تحتہا الانہار۔ والذین امنوا وھاجروا (الایات) کے ذریعہ سے چونکہ علماء فرقہ سنیہ عوام مسلمانان کو مغالطہ میں لا کر ان کے دلوں میں ایسے اصحاب کا اقتدار و اعتقاد فضائل پیدا کرتے ہیں جو اگرچہ احکام رسول اللہ سے منحرف ہو گئے تھے مگر بظاہر مسلمانوں کے لیڈر شمار کئے جاتے رہے لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان آیات کی حقیقت منکشف کر کے فریب آمیز تقاریر سنیوں کی قلعی کھول دیں، جاننا چاہیئے کہ قرآن

کریم میں جابجا ہر ایک عمل صالح کی ترغیب اور عمل بد سے ترہیب اور مطابق اس کے وعد یا وعید موجود ہے کہیں بہشت کی تیاری[لے]۔ کہیں رضوان الٰہی و مغفرت کی بشارت جملہ مومنین صالحین کے لئے

لے رضوان الٰہی و مغفرت کی بشارت جملہ مومنین صالحین کے وارد ہوئی ہے وعد اللہ المومنین والمؤمنات جناتٍ تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر ذالک ہو الفوز العظیم پ ۱۰ ع ۱۵ اور وعدے خدا تعالیٰ کے سب سچے ہیں اور فلک النجاۃ آیت نمبر ۱۴ کا آخری فقرہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ و آیت نمبر ۱۵ میں یہی فقرہ بر صیغہ ماضی خاص قابل توجہ ناظرین ہے کیونکہ بعینہٖ وہی فقرہ ہے جو آیت والسابقون اور آیت بیعت شجرہ میں ہے۔ اگر ان آیات میں دوسری کوئی شرط ملحوظ ہوگی تو آیات زیر باعث میں ہوگی اور اگر وہاں نہیں تو یہاں بھی نہیں۔ حدیث کلمہ گو جنتی ہے اگرچہ گنہگار ہو بحوالہ بخاری و مشکوٰۃ اسی طرح تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۱۷ میں یہ حدیث باسناد بخاری و مسلم و احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انہی حضرت ابی ذر صاحبؓ صحابی سے مرفوعاً نبیؐ سے مروی ہے اور باسناد احمد ابی الدرداء و سلمہ بن نعیم سے مرفوعاً اسی طرح مروی ہے الشفیا ص ۳۴۶ کتاب ہذا تفسیر آیت الم تر الی الذین قیل لہم کفوا ایدیکم الآیۃ مثل تفسیر حسینی کے تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۸۵ میں مذکور ہے اور اس قدامہ بن مظعون کا بھی شمار ویسے ہی لوگوں میں کیا ہے جو مکہ میں جنگ کے خواہشمند تھے اور جب فرضیت ہوئی تو جان بچانے کی فکر میں ہو گئے اور جنگ سے لگے کراہت کرنے۔ اور لباب النقول فی اسباب النزول مطبوعہ بر حاشیہ جلالین جلد ۱ ص ۸۷ میں باسناد نسائی و حاکم ابن عباس سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور اس کے ساتھی نبیؐ کے پاس آئے اور عرض کی ہم مشرک تھے تو عزت میں تھے مسلمان ہوئے ہیں تو ذلیل ہو گئے ہیں حضرتؐ نے فرمایا مجھے درگذر کرنے کا حکم ہے اس لئے تم اس قوم سے ابھی جنگ نہیں کر سکتے پھر جب خدا نے نبیؐ کو مدینہ طیبہ میں پہنچایا اور جنگ کا حکم ملا تو عبدالرحمٰن وغیرہ جنگ سے ہٹ بیٹھے جس پر یہ آیت اتری اصل الفاظ یہ ہیں فکفوا فانزل اللہ الم تر الی الذین قیل لہم الآیۃ یہ روایت بعینہا تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۸۵ میں باسناد نسائی و ابن جریر و ابن حاتم و حاکم مع تصحیح و بیہقی فی السنن ابن عباس سے مروی ہے اور باسناد عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر قتادہ سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں فلما کانت الہجرۃ وامروا بالقتال کرہ القوم ذلک وصنعوا فیہ ما تسمعون الخ۔ یعنی ہجرت کے بعد جب ان کو جنگ کا حکم ملا تو قوم نے اسے ناپسند کیا اور اس بارہ میں وہ کیا جو تم سن رہے ہو۔ اور ترجمان القرآن جلد ۲ ص ۷۰ میں اس طرح لکھا ہے۔ مومنین ابتدائے اسلام میں جبکہ مکہ میں تھے اور مامور تھے ساتھ نماز و زکوٰۃ کے اگرچہ نصاب نہ ہو لیکن مواسات فقرا کا حکم تھا مشرکوں سے عفو و صفح کرنے کا امر تھا کہ ایک وقت تک صبر کرو دل میں جلتے تھے چاہتے تھے کہ اگر حکم قتال کا ہو تو لڑ پڑیں مگر اس وقت لڑنا چند اسباب سے مناسب حال نہ تھا۔ ایک اس سبب سے کہ مومنین تھوڑے تھے اور دشمن بہت۔ دوسرے یہ کہ بلد حرام میں تھے جو اشرف بقاع ارض ہے وہاں ابتدا قتال کرنے کا حکم نہیں ہے اس لئے ربانی حاشیہ اگلے صفحہ

حکم جہاد کا مدینے میں آیا نہ وہاں مع ہذا جب حکم قتال کا آیا جس کو چاہتے تھے تو بعضے مسلمان مواجہہ اعداء سے ڈر گئے کہنے لگے اگر رخصت جہاد کی تھوڑی مدت تک اور نہ ہوتی تو اچھا ہوتا جہاد میں خونریزی سے یتیم ہونا اولاد کا بیوہ ہونا عورتوں کا ہے وھذہ الآیۃ کقولہ تعالیٰ ویقول الذین آمنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ ذکر فیھا القتال الآیات۔ ابن عباس نے کہا عبد الرحمٰن بن عوف اور ان کے اصحاب پاس حضرتؐ کے مکے میں آئے کہا اے نبی اللہ ہم عزت میں تھے جبکہ مشرک تھے جب سے ایمان لائے ہیں ذلیل ہو گئے ہیں فرمایا مجھ کو حکم ہے عفو کا سو تم قوم سے مقابلہ نہ کرو پھر جب اللہ تعالیٰ حضرتؐ کو مدینے میں لایا حکم قتال کا دیا لوگ باز رہے اس پر یہ آیت اتری رواہ ابن ابی حاتم والنسائی والحاکم وابن مردویہ سدی نے کہا ان پر کچھ فرض نہ تھا مگر یہی نماز و زکوٰۃ اللہ سے فرض ہونا قتال کا مانگتے تھے۔ جب فرض ہوا تو ایک گروہ لوگوں سے ڈرنے لگا اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ۔ انتہی بالفاظ۔ کبیر و ترجمان القرآن وغیرہ میں مفسرین کا یہ قول بھی درج ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں اتری ہے کیونکہ صفات منافقین کے الفاظ ان آیات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اسطرح ثابت ہوا کہ مکہ میں بھی منافقین تھے اور مہاجرینؓ میں بھی منافقین تھے کیونکہ اس پر سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو قبل ہجرت مکہ میں ایذار کفار پر جنگ کی خواہش کرتے تھے پھر بعد ہجرت مدینہ میں حکم قتال ملنے پر وہی لوگ نفرت کرنے لگے۔

اور حدیث ملاحظہ ہو بخاری طبع مصر جلد ۱ ص ۱۴۲ و جلد ۴ ص ۱۹ و مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول ص ۶ میں ابی ذر سے روایت ہے نبیؐ نے فرمایا ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علیٰ ذلک الا دخل الجنۃ قلت وان زنیٰ وان سرق قال وان زنیٰ وان سرق کوئی آدمی ایسا نہیں جو لا الٰہ الا اللہ کہے اور اسی پر مرے مگر ضرور داخل بہشت ہوگا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے حضرتؐ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے اسی طرح تین بار فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کل مومنین بہشتی ہیں مہاجرین و انصار ہوں یا عام مؤمنین۔ مگر اعمال کی شرط بدستور قائم ہے۔ دیکھو بخاری مترجم وحیدی پ ۵ ص ۱۴۵ کتاب الجنائز کہ لا الٰہ الا اللہ کلید جنت ہے ہر کلید کے دندانے ہوتے ہیں دندانہ اس کے اعمال صالحہ ہیں بغیر دندانوں کے کلید کام نہیں دیتی۔ مہاجرین و انصار کو اعمال صالحہ کی ضرورت سورۃ نساء پ ۵ ع ۸ آیت الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ الآیۃ۔ تفسیر حسینی و کبیر میں بذیل آیت مذکورہ لکھا ہے آیا نظر نہ کردی بسوئے آنا نکہ در مکہ مبالغت می کردند چوں عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و مقداد بن اسود و امثال ایشاں کہ مارا دستورے دہ کہ با اہل شرک حرب کنیم کہ آزار و ایذا اسے ایشاں از حد گذشت الخ فرمایا کیا تو ان لوگوں کو دیکھتا جو مکہ میں عبد الرحمٰن وغیرہ جیسے مبالغہ و اصرار کرتے تھے کہ مشرکین کی ایذائیں حد سے گذر گئی ہیں آپ حکم دیں تو ہم ان کے ساتھ جنگ کریں ان کو جواب دیا گیا کہ فی الحال نمازیں پڑھو دیگر ضروریات شرعیہ بجا لاؤ اور جنگ سے ہاتھ بند رکھو پھر جب جنگ کا حکم آگیا ہے) یعنی واجب گشت بر ایشاں کارزار کردن با کافراں آنوقت گروہے از ایشاں مے ترسند الخ۔

جنگ کے حکم آنے پر ایک جماعت صحابہ کافروں سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے خدا سے ڈرتے ہیں الخ پھر لکھا اگر یہ سوال منافقین سے صادر ہوا ہو تو عجب نہیں واگر از مومناں وقوع یافتہ باشد از روئے خوف و بددلی سخنے گفتہ باشند و باز توبہ کردہ - قولے آنست کہ قومے از مومناں بعد از نزول آیت قتال منافق شدند و از جہاد تخلف ورزیدند ایں سخن ایشاں بود الخ یعنی اگر مومنین سے یہ امر واقع ہوا تو بددلی اور خوف سے کر بیٹھے پھر توبہ کی اور ایک قول اس میں یہ بھی ہے کہ ایک جماعت مومنین کی آیت جنگ اترنے کے بعد منافق ہو گئے اور جنگ سے متنفر ہو کر گھر بیٹھ رہے ان کی یہ باتیں ہیں الخ اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ایک یہ کہ مکہ میں بھی منافق تھے کیونکہ مکہ کے صحابہ سے ہی خطاب لکھا ہے دوسرا یہ کہ ہجرت کے بعد نزول آیات جنگ کے بعد کچھ لوگ منافق ہو گئے کیونکہ واقعہ گذشتہ کو بعد ہجرت یاد دلایا جا رہا ہے اگر فقط ہجرت کرنے سے خدا پاک راضی ہو چکا اور ناراض ہونے کی کوئی صورت نہ تھی تو یہ باز پرس اور زجر کیوں ہے بلکہ بعد ہجرت منافقت بڑھی تو کیا خدا اس پہ بھی بدستور راضی رہا انصاف چاہیئے نیز اس آیت کا ترجمہ ترجمان القرآن جلد ۲ ص۲۸۷ دیکھو اور قرآن مترجم تھانوی میں دیکھو اور دیکھو لباب النقول ج ۱ ص۶۴ عہ وارد ہوئی ہے اور اگر رحمت الٰہی شامل حال

لہ حاطب بن بلتعہ مہاجر بدری کو اور سعد بن عبادہ انصاری بدری کو عمرؓ نے منافق کہا اور اسید نے بھی سعد کو منافق کہا اور عثمانؓ نے عبد الرحمٰن بن عوف مہاجر کو منافق کہا دیکھو بحث منافقین ۱۲ مترجم۔

عہ در منثور ج ۲ ص۱۸۲ باسانید صحیحہ مختلفہ و جلالین ص۷۹ مع حاشیہ ۱۱ و کبیر ج ۳ ص۳۸۹ ۱۲ مترجم۔

اور خاتمہ بالایمان والخیر ہو تو ضرور وعدہ الٰہی مستحقین کے لئے پورا ہوگا۔ مگر یہ کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں کام ایک دفعہ کوئی کر لے تو پھر اس سے تکالیف شرعیہ سب ساقط ہو جاتی ہیں اور بعد ازاں کسی فعل کے واسطے جو عمر بھر کرتا رہے اس سے باز پرس نہ ہوگی۔ انبیاء و ائمہ معصومین کے سوا صحابہ و عوام مومنین سے کوئی ایسا نہیں جس کو معصوم عن الخطاء قرار دیا جائے لہٰذا یہ قول عقلاً و نقلاً باطل ہے کہ جو ایمان لایا نماز پڑھ لی یا حج ادا کیا یا جہاد فی سبیل اللہ کر لیا یا پیغمبرؐ کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہا یا ہجرت و نصرت کی تو وہ بلا حساب جنت میں چلا جائے گا۔ اور اس سے رضوان الٰہی و رحمت ایزدی اور بہشت کا میدان کسی طرح بھی منفعل و منفک نہیں ہو سکتا گو وہ زنا کرے یا شراب پیئے یا بندگان خدا پہ ظلم کرے۔ یا کسی مومن کا ناحق خون بہائے یا اس کا مال غصب کرے یا کسی اور فرمان الٰہی اور حکم رسولی کی عمداً مخالفت کرے۔ یا رسول خدا صلعم یا آپ کی آل پاک کی تحقیر و توہین کر کے ان کو غضبناک کرے اس سے کوئی پرسش نہ ہوگی ایسے اعتقاد کے لئے کوئی آیت شہادت نہیں دیتی اس میں بحث نہیں کہ صحابہ میں سے کوئی ان افعال ذمیمہ کا مرتکب ہوا یا نہ۔ اس واسطے اور مقامات میں بحث ہو چکی ہے صرف ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ اگر بالفرض ایسے افعال

قبیحہ اور معاصی کبیرہ کسی مومن یا مسلم مہاجر یا انصاری یا مجاہد فی سبیل اللہ صحابی یا کسی دوسرے سے سرزد ہوں تو کوئی عقلمند یا سردار شرع مبین یہ کہہ سکتا ہے کہ بے شک وہ قطعی بہشتی ہے اور افعال مذکورہ سب اس کے لئے روا کر دیئے گئے ہیں اس پر غور کرنے کے لئے چند منٹ تک اپنے دماغ کو ان احادیث موضوعہ موہومہ سے فارغ فرما دیجئے جو برخلاف قرآن کریم اور بخلاف عقل سلیم و برعکس اصول صراط مستقیم کے خوشامدی لوگوں نے مثل حدیث اعملوا ما شئتم اور حدیث عشرہ مبشرہ وغیرہ کے اختراع کر رکھی ہیں اور یہ انہوں نے اس غرض سے بنائی تھیں کہ ان کے بعد کی آنے والی نسلوں کے لوگ ایک سخت لگام سے قابو کر دیئے جائیں اس طرح کہ بعض صحابہ کو قطعی بہشتی بنا کر بستان جنت میں موہومی طور پر سیر کرتے ہوئے دکھا کر اپنے اکابر مشہورین کے افعال ذمیمہ پر ایک محیط حجاب ڈال دیں تاکہ جو کچھ ان کی سوانح عمری سے ملے وہ اگرچہ کتنا ہی شان مومن کامل کے خلاف یا قطعی بہشتی اور محبوب خدا اور رسول ہونے کے متضاد ہو مگر اس لگام کے دندانوں سے طالب حقیقت کو ایسی ضرب لگے کہ پھر پڑتال حال ان ائمہ مفروضین کی اس کو مجال نہ رہے اور واقعی ایسی احادیث گھڑ لینے کی ان کو ضرورت تھی کیونکہ جب ائمہ ہدیٰ معصومین منصوصین ہادین مہدیین مبشرین بالجنۃ کے مقابلہ پر انہوں نے اپنے بناوٹی ائمہ کھڑے کئے تو ان کے حق میں ایسے فضائل بنائے سنائے بغیر ایک گھنٹہ کے لئے بھی کون مسلمان کہلاتے ہوئے ان کو خلق خدا کا پیشوا تصور کرتا تھا پس اگر بانصاف متلاشی حق غور کرے تو بے شمار ادلہ قرآنیہ واحادیث نبویہ و براہین عقلیہ اس کے لئے موجود ہیں کہ مہاجرین وانصار وغیرہ صالحین بحالت اعمال صالحہ خدا کے محبوب اور مستحق جنت ہوتے ہیں خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہونے کی منزلت پر پہنچتے ہیں مگر بشرطیکہ انہی اعمال صالحہ پر استقامت و اختتام ہو ورنہ بصورت نافرمانی و ارتکاب سیئات کے فقد باؤ بغضب من اللہ کے مورد اور بجائے رحمت کے زیر غضب الٰہی آ جاتے ہیں اور اس سے مستحق جہنم ہو سکتے ہیں اس پر ایک موٹی مثال ابلیس کی کافی شاہد ہے کہ اگرچہ اس نے مطابق رضائے الٰہی ہزار ہا سال اس حد تک عبادت کی کہ ملائکہ کی قطار میں شمار ہونے لگا اور بلاشک وہ بحالت عبادت و اطاعت کے مستحق رحمت ایزدی اور رضوان خدائے عزوجل کے رہا مگر بباعث عدم تعمیل ایک حکم کے مرجوم و ملعون ابدی ہو گیا اس امر کا ثبوت آیات سے پیش کیا جاتا ہے جن کا مفاد یہ ہے کہ صرف مومن ہونے کا دعویٰ کر دینا نجات اخرویہ کے لئے کافی نہیں بلکہ خلوص اور استقامت اور اعمال صالحہ سے مشروط ہے شرائط موجود ہوں تو جزا مواعید جنت و رضوان الٰہی بھی ملے گی۔

واذا فات الشرط فات المشروط اگر شرط فوت ہوئی تو مشروط بھی فوت ہو جائے گا بنا بر اس کے جتنے مواعید رحمت و رضوان و جنت کے قرآن میں مومنین کے لئے وارد ہیں وہ مخلصین کے لئے ہیں جن کا ایمان اول سے آخر تک مشروط بہمہ شرائط کامل رہا ہو ہجرت و نصرت کا ثمرہ بعد کمال ایمان کے مثل دیگر

اعمال صالحہ کے نیز مشروط بخاتمہ بالخیر ہے۔

جیساکہ حدیث بخاری و مسلم انما الاعمال بالخواتیم سے ظاہر ہے ایمان اور اسلام کے مصداق اور ان کی شرائط کے لئے

آیات ذیل ملاحظہ ہوں:۔ مضمون ہذا حدیث ۲

(۱) قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم × انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورۃ حجرات رکوع ۲) ترجمہ نذیر احمد۔ عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے پیغمبرؐ ان سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا پس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کیا اور اللہ کے رستہ میں اپنی جان ومال سے کوشش کی حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں

تشریح

ثابت ہوا کہ صرف دعویٰ ایمان کا کر دینا جزائے ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک خلوص قلبی نہ ہو اور حقیقی مومنین وہ ہیں جو اللہ ورسول پر ایمان لاکر پھر کبھی شک نہ کریں اور اپنی جان ومال مجاہدہ فی سبیل اللہ میں خرچ کریں (حضرت عمرؓ کے شک حدیبیہ واخبار یہود سے محبت اور جہاد سے فرار پر غور کریں) تو جو ایمان لائے مگر شک کیا یا جہاد فی سبیل اللہ میں غفلت کی وہ مومن صادق نہ ہوئے اور نہ ان مواعید کے مستحق جو مومنین کامل کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۲۹ میں ہے۔ فعلیٰ ھذا الاسلام والایمان تارۃ یعتبران فی الظاھرۃ وتارۃ فی الحقیقۃ والمنافق حصل لہ الاسلام الظاھر ولم یحصل لہ الاسلام الباطن لان باطنہ غیر منقاد لدین اللہ فکان تقدیر الایۃ لم تسلموا فی القلب والباطن ولکن قولوا اسلمنا فی الظاھر واللہ اعلم۔ یعنی اسلام اور ایمان دونوں کبھی ظاہر پر اطلاق کئے جاتے ہیں اور گاہے حقیقی ایمان واسلام پر۔ اور منافق کو اسلام ظاہری تو حاصل ہوتا ہے مگر باطن اس کا چونکہ فرمانبردار دین خدا کا نہیں ہوتا لہذا باطنی اسلام سے وہ محروم ہوتا ہے تو معنے آیت کا یہ ہوا کہ تم لوگوں نے باطن میں خلوص قلبی سے اسلام کو قبول نہیں کیا ولیکن یہ کہو کہ ہم ظاہری اسلام لائے ہیں واللہ اعلم۔ انتہیٰ۔ اور تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۱ صفحہ ۷۱ مطبوعہ احمدی لاہور میں ہے (عبارت بخاری) باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ وکان علی الاستسلام او الخوف من القتل لقولہ تعالیٰ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا فاذا کان علی الحقیقۃ فھو علیٰ قولہ جل ذکرہ ان الدین عند اللہ الاسلام (الآیۃ) ملخص ترجمہ) باب اس کا جب اسلام حقیقی معنی پر مشتمل نہ ہو بلکہ ظاہری تابعداری یا خوف قتل سے مطیع ہو جانے پر اطلاق

کیا جاتا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قالت الاعراب الخ میں اطلاق ہوا اور جب حقیقی معنے پر اطلاق ہو تو اس طرح ہے جو فرمان الٰہی آیت ان الدین عند اللہ الاسلام میں ہے یعنی خدا کے نزدیک دین حقیقی

ف۵ احیاء العلوم امام غزالی طبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۸۴ میں ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جو کلمہ شہادتین زبان سے پڑھے مگر دل سے تصدیق نہ کرے آخرت میں حکم کفار میں مخلد فی النار ہوگا اور دنیا میں بے شک مسلمانوں میں سے ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی دل پر مطلع نہیں ہو سکتا وہ سپرد بخدا ہے انتہی اور پر فیض الباری سے جو انصاری کا قصہ ہے اس انصاری نے نبی ؐ پر تہمت لگائی اور ایذا دی تھی جس کی سزا قرآن میں دیکھو اور قصہ ایذاء صفحہ ۱۲ بیان بعض صحابہ کے حالات فلک النجات مع تعلیق میں ملاحظہ ہو جس نے رسول خدا کو کہا کہ کنبہ پروری کرتے ہیں خدا کی رضامندی کے طالب نہیں فرمایئے مومن کا یہی کام ہوتا ہے اور یہ انصاری بدری ہے دیکھو بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۲ ایک نہیں دو واقعہ ہیں دو انصاری ہیں ایک جنگ حنین کی تقسیم غنیمت میں دوسرا پانی کے معاملہ میں۔ غور سے ان روایات کو پڑھیئے نبی ؐ نے اس کا نام ایذا رکھا اور رسول ؐ کی ایذا خدا کی ایذا ہے اور نتیجہ قرآن میں موجود ہے اور آیت کے شان نزول سے انصاری کا ضعف ایمان بلکہ نفاق ثابت ہوتا ہے بلکہ عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی ج ۶ صفحہ ۱۵ ۲۶ میں لکھا ہے کہ وہ رجل منافق تھا یہ قاضی عیاض نے کہا۔ علامہ عینی نے اس پر بخاری کی روایت سے اعتراض کیا ہے۔ کہ بخاری کتاب الصلح میں ہے کہ وہ شخص بدر میں شامل تھا لہٰذا منافق نہیں کہہ سکتے اور ترمذی کی روایت سے بھی اس طرح ثابت ہے پھر کہا یہ امر اس سے لغزش شیطان کے سبب واقع ہوا۔ ایضاً صفحہ ۳۳۶ حوالہ تیسیر الباری بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۹ مع حاشیہ سندی میں اسی طرح ہے لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیھم الخ ایمان اور اسلام میں فرق۔ تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۷۷ میں ہے والحق ان المسلم اعم من المؤمن واطلاق العام علی الخاص لا مانع منہ فاذا سمی المؤمن مسلما لا یدل علی اتحاد مفھومیھا یعنی حق یہ ہے کہ مسلم کا لفظ مومن سے عام ہے اور عام کو خاص پر اطلاق کرنے سے کوئی مانع نہیں۔ پس جب مومن کو مسلم کہا جائے تو یہ دونوں کے ہم معنے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی طرح شیعہ کی کتاب عنایات رضویہ صفحہ ۳۲ میں ہے کہ اسلام و ایمان متغائر ہیں ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے اور پ۵ ع ۱۷ میں ہے یا ایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علیٰ رسولہ الخ ترجمہ نذیری مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ اور پ۲۷ سورہ حدید ع ۱۴ میں ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ۔ ترجمہ نذیری مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور سچے دل سے اس کے پیغمبر (محمدؐ) پر ایمان لاؤ الخ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۸۵ میں پہلی آیت کی تفسیر میں ہے وثانیھا ان الخطاب مع المنافقین والتقدیر یا ایھا الذین امنوا باللسان امنوا بالقلب ویتاکد ھذا بقولہ تعالیٰ من الذین قالوا امنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم۔ یعنی منافقوں کو کہا گیا اے زبان سے ایمان لانے

باقی بر صفحہ آئندہ

حاشیہ صفحہ گزشتہ) والو دل سے ایمان لاؤ" یہ اس آیت سے مؤکد ہوتا ہے کہ منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ شیعہ کی تفسیر قمی ص۲۷ میں ایمان کے چار معانی لکھے ہیں۔ اقرار زبانی اور تصدیق قلبی۔ اور ادا جیسے نماز پر اطلاق ہوا ہے اور تائید جیسے کتب فی قلوبھم الایمان۔ اور ص۲۸ میں ایمان کا خبیث و طیب دونوں پر اطلاق ہونا لکھا ہے ما کان اللہ لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب اور احتجاج طبرسی ص۱۸۹ و معانی الاخبار ص۱۶ ہر دو کتب شیعہ میں امام صادقؑ سے مروی ہے۔ فرمایا ان الاسلام قبل الایمان وعلیہ یتوارثون یعنی اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہے اور اسی پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ یعنی ظاہری انقیاد اور زبانی اقرار پہلے ہوتا ہے پھر تصدیق قلبی ہو کر ایمان آتا ہے اور وسائل الشیعہ جلد۳ ص۳ میں امام صادقؑ اور امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور اسلام ظاہر میں جس پر تناکح (ایک دوسرے سے نکاح) و میراث وغیرہ ہوتا ہے (اسلام و ایمان میں فرق اور حقیقی و غیر حقیقی)، تفسیر کبیر ج ۲ ص۶۲۸ تحت قولہ ان الدین عند اللہ الاسلام لکھا ہے الاسلام عبارۃ عن الانقیاد فی اصل اللغۃ علیٰ ما بیناہ والمنافقون انقادوا فی الظاہر من خوف السیف فلاجرم کان الاسلام حاصلا فی حکم الظاہر والایمان کان ایضًا فی حکم الظاہر لانہ تعالیٰ قال ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن والایمان الذی یمکن ادارۃ الحکم علیہ ھو الاقرار الظاہر فعلی ھذا الاسلام والایمان تارۃ یعتبران فی الظاہر وتارۃ فی الحقیقۃ والمنافق حصل لہ الاسلام الظاہر و لم یحصل لہ الاسلام الباطن لان باطنہ غیر منقاد لدین اللہ۔ الخ یعنی اصل اسلام لغت میں تابع حکم اور فرمانبردار ہو جانا ہے اور منافقین ظاہراً تلوار کے خوف سے منقاد و تابعدار ہو گئے تھے لہذا ضرور اسلام بلکہ ایمان بھی ظاہری احکام میں ان کو حاصل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مشرکہ عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو۔ اور جس ایمان پر حکم ایمان جاری ہوتا ہے وہ ظاہری اقرار ایمان کا ہے پس اس بنا پر اسلام اور ایمان کبھی تو ظاہری اعتبار سے اطلاق ہوتے ہیں اور کبھی حقیقی اعتبار سے اور منافق باعتبار ظاہر کے مسلمان کہا جائے گا اسلام باطنی اس کو حاصل نہیں کیونکہ باطن اس کا دین خدا کے لئے تابعدار نہیں الخ اور کتاب التعریفات مؤلفہ سید شریف جرجانی مطبوعہ مصر ص۱۲ میں ہے اسلام جھک جانا اور احکام نبیؐ کا فرمانبردار ہو جانا ہے اور کشاف میں ہے جو اقرار زبان سے ہو اور دل اس کے مطابق نہ ہو وہ اسلام ہے اور جس اقرار کے ساتھ دل بھی موافق ہو وہ ایمان ہے یہی مذہب شافعی کا ہے۔ انتہیٰ۔ اور کتاب الایمان مؤلفہ شیخ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر ص۲ میں ہے۔ فنقول قد فرق النبی فی حدیث جبریل بین مسمی الاسلام ومسمی الایمان ومسمی الاحسان الخ (ثم قال)، فکل محسن مؤمن وکل مؤمن مسلم ولیس کل مؤمن محسنا ولا کل مسلم مؤمنا کما سیأتی بیانہ انشاء اللہ فی سائر الاحادیث الخ یعنی نبیؐ نے حدیث جبریل میں معنی اسلام و ایمان و احسان میں بیان کیا ہے پس ہر محسن مومن مسلم ہے مگر ہر مومن محسن نہیں اور ہر مسلم مؤمن نہیں چنانچہ آئندہ احادیث میں

باقی بر صفحہ آئندہ

بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور صفحہ ۲ میں ہے مسند انس سے نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا۔ الاسلام علانیۃ و الایمان فی القلب۔ اور ص۱۰۵ اسی روایت کو امام احمد کی اسناد سے لکھا۔ یعنی اسلام ظاہری ہے اور ایمان وہ جو دل میں ہے صک میں ہے مومنین مسلمانوں سے اخص ہیں اور صفحہ ۶۹ میں ہے ایمان جب قول و عمل بلا نیت قلبی ہو تو وہ نفاق ہے اور ص۹۳ میں ہے فصل وقد اثبت فی القرآن اسلاما بلا ایمان فی قولہ تعالیٰ قالت الاعراب امنا الخ وقد ثبت فی الصحیحین عن سعد بن وقاص قد قسم النبی صلعم قسما و ترک فیھم من لم یعطہ وھوا عجبھم الی قلت انی لاراہ مؤمنا قال او مسلما اقولھا ثلاثا یعنی قرآن میں اسلام بلا ایمان ثابت ہے اور صحیحین میں سعد سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے کچھ مال تقسیم کیا ایک کو میں مومن جانتا تھا حضرت صلعم نے اس کو نہ دیا میں نے کہا مومن ہے حضرت صلعم نے فرمایا کہ مسلم ہے میں نے تین دفعہ تکرار کیا حضرت صلعم وہی فرماتے رہے۔ اور صفحہ ۱۴۱ میں ہے وقد اتفق العلماء علی ان اسم المسلمین فی الظاہر یجری علی المنافقین[1] (الی ان قال) کما کان النبی صلعم یجری علیھم احکام الاسلام الظاہر (مثلہ فی احیاء العلوم طبع نولکشور ج ا صک) یعنی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا نام بظاہر منافقین پر ظاہری احکام مسلمانوں کے جاری فرماتے تھے اسی طرح احیاء العلوم غزالی میں ہے اور احیاء میں اس کے بعد لکھا ہے احکام دنیا کی مدار ظاہراً و باطناً ظاہری قول پر ہے۔ اسی طرح عینی حنفی نے شرح بخاری جلد ۴ ص۲۷۳ ۲۱۵ میں لکھا ہے وفیہ ان من اظہر الاسلام واسر الکفر یقبل اسلامہ فی الظاہر وھذا قول اکثر العلماء۔ ایضاً اسی کے ج ص۵۶۳ میں اسی طرح ہے اور عینی ج ۴ ص۲۱۵ میں صاف لکھا ہے کہ منافقین کے ساتھ مناکحت و میراث دیگر احکام اسلام میں نبی صلعم باقی مسلمانوں جیسا برتاؤ فرماتے تھے کیونکہ کفران کا پوشیدہ تھا اور نماز جنازہ بھی فقط مخصوص منافقین پر منع ہوئی تھی جو ۱۸ آدمی تھے باقی منافقین پر منع نہیں الخ۔ انتہی۔ ۱۲ مترجم۔

(گذشتہ مضمون) تابعداری و انقیاد و فرمانبرداری ہے۔ پھر بخاری نے سعد سے روایت کیا ان رسول اللہ صلعم اعطیٰ رھطا و سعد جالس فترک رسول اللہ رجلا ھو اعجبھم الی فقلت یا رسول اللہ مالک عن فلان فواللہ انی لاراہ مومنا فقال او مسلما فسکت قلیلاً ثم غلبنی ما اعلم منہ فعدت لمقالتی (الحدیث) یعنی رسول خدا صلعم نے بعض صحابہ کو کچھ عطا فرمایا اور سعد بھی حاضر تھا۔ کہتا ہے ایک شخص کو آنحضرت صلعم نے چھوڑ دیا اور اسے کچھ نہ دیا حالانکہ میرے نزدیک وہ بہت ہی اچھا آدمی تھا کہتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں تو اس کو ضرور مومن یقین کرتا ہوں آپ نے اسے کیوں نظر انداز فرمایا۔ آپ

---

[1] عینی شرح بخاری جلد ۱۰ ص۱۴۳ باب المداراۃ مع الناس میں ہے فاسق معلن کی غیبت کا جواز ثابت ہوتا ہے ابن بطال کہتا ہے کہ نبی کو حکم تھا کہ فقط لوگوں کے ظاہری اسلام پر احکام جاری کریں ۱۲ منہ

فرمانے لگے مومن یا مسلم پھر کچھ خاموشی کے بعد مجھے اپنے اعتقاد کے جذبہ نے جرأت دلائی جو اس کے اعمال سے مجھے اس کی بہتری معلوم تھی اور میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو اس کو ضرور مومن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا یا مسلم اسی طرح تیسری دفعہ بھی میں نے عرض کی اور وہی جواب حضرت ؐ نے دیا۔الخ اس کے حاشیہ ۲۲ پر مترجم بخاری لکھتے ہیں کیونکہ حدیث سے یہ نکلا کہ جس شخص کے دل کا حال یعنی اس کا مؤمن ہونا معلوم نہ ہو اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں تو اسلام کے ایک معنی وہ بھی ہوئے جو لغت میں ہیں یعنی ظاہری انقیاد اور تابعداری۔ انتہی۔ اور حالات معاویہ میں ہم لکھ چکے ہیں وان طائفتین من المؤمنین کے نزول سے بھی ظاہر ہے کہ مومنین کا لفظ کبھی ظاہری دعوئے ایمان کے سبب سے منافقین پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور اعمال وغیرہ قرائن سے مومن صادق کی شناخت کی جاتی ہے اور ایمان قول و فعل دونوں سے ہوتا ہے لہذا اعمال سے شناخت ایمان حقیقی اور کمال ایمان کی شہادت ہوتی ہے۔ جیساکہ اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۲۲ عـ۱۸ صـ۷ بابت ۱۰ شعبان ۱۳۴۳ھ و ۶ مارچ ۱۹۲۵ء میں لکھا ہے بخاری کتاب الایمان کے شروع میں امام بخاری لکھتے ہیں۔ باب قول النبی ؐ بنی الاسلام علیٰ خمس وھو قول وفعل ویزید وینقص یعنے حضرت ؐ نے فرمایا ایمان پانچ چیزوں پر مبنی ہے اور وہ ایمان قول اور فعل دونوں ہیں جو بڑھتا اور گھٹتا ہے اس کے ذیل میں فتح الباری میں ہے۔ فا السلف قالوا ھو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان۔الخ یعنے متقدمین کا یہ مذہب کہ ایمان دل سے یقین رکھنا اور وہی زبان سے ظاہر کرنا اسی کے مطابق اعمال کا کرنا ہے۔ (مجموعی صورت سے) پھر کہا قال البخاری لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رائیت احداً منھم یختلف فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص۔ امام بخاری کہتا ہے میں نے ہزار سے زیادہ علماء مختلف شہروں سے ملاقات کی ہے ان میں سے کسی کو نہیں پایا جو اس مسئلہ میں اختلاف رکھتا ہو۔ کہ ایمان قول اور عمل دونوں سے ہوتا ہے اور ایمان بڑھتا گھٹتا ہے (فتح الباری مطبوعہ دہلی جزو اول صـ۲۶)، اور مقدمہ فتح الباری مطبوعہ دہلی صـ۵۶۲ میں ہے محمد بن حاتم سے مروی ہے کہا میں نے ایک ہزار اور اسی نفوس سے احادیث کو نقل کیا ہے جو سب اصحاب حدیث تھے۔ کہا۔ اور میں نے سوائے ان کے کسی سے حدیث کو نہیں لکھا جن کا مذہب یہی ہے کہ ایمان قول و عمل دونوں ہیں۔ غنیۃ الطالبین مولفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رہ مع ترجمہ مطبوعہ نولکشور لاہور صـ۷۶ و صـ۱۰۹ میں اسی طرح ہے۔ ونعتقد ان الایمان قول باللسان ومعرفۃ بالجنان وعمل بالارکان یزید بالطاعۃ وینقص بالمعصیۃ۔ اور عینی شرح بخاری جلد اول صـ۱۲۱ میں ہے ان الایمان اقرار باللسان ومعرفۃ بالقلب وھو قول ابی حنیفۃ وبعض المتکلمین۔ یعنے ایمان دل سے معرفت اور اقرار زبان سے ہوتا ہے یہ مذہب ابی حنیفہ اور بعض متکلمین کا ہے (اس کے بعد اور مذہب لکھا) قالوا ان الایمان اقرار

باللسان ومعرفتہ بالقلب وھو قول ابی حنیفتہ وبعض المتکلمین۔ یعنے ایمان دل سے معرفت اور اقرار زبان سے ہوتا ہے یہ مذہب ابی حنیفہ اور بعض متکلمین کا ہے (اس کے بعد اور مذہب لکھا) قالوا ان الایمان فعل القلب واللسان مع سائر الجوارح وھم اصحاب الحدیث ومالک و الشافعی واحمد والاوزاعی۔ یعنی اصحاب حدیث ومالک وشافعی واحمد اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ ایمان دل اور زبان اور اعضا سب کا مجموعی کام ہے اور شرح مسلم بر حاشیہ ارشاد الساری مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ١٩٨ میں ہے کہ ابن لبطال کہتا ہے ایمان قول بغیر عمل کہنا مرجیہ کا قول ہے۔ انتہیٰ۔ اور بیان ایمان حضرت عمرؓ میں ہم نے دو حدیثیں کنز العمال سے اس بارہ میں لکھی ہیں کہ ایمان اور عمل دونوں شریک بھائی ہیں اور آیات قرآنیہ میں بھی سب جگہ والذین امنوا کے ساتھ وعملوا الصالحات وارد ہے جس سے ثابت ہے کہ عمل جزو ایمان ہے اور بغیر اس کے ایمان ناقص ہے جیسا کہ آیت ع۹ وغیرہ مندرجہ مضمون ہذا سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی مومن اور مسلم کا لفظ باعتبار ظاہری دعویٰ کے اطلاق کیا جاتا ہے اگرچہ جزو ایمان واسلام کی اس پر سوائے دنیاوی برتاؤ مسلمانان کے کوئی مرتب نہیں ہوتی چنانچہ آیت ع۲ اس کی موید ہے کہ مومنین کا لفظ گا ہے منافقین پر بھی اطلاق کیا گیا ہے مگر ایسے مومن پر ایمان پر یا جہاد کا ثمر مرتب ہونا وہم میں کبھی نہیں آتا۔

(۲) ع۱ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق و ان فریقا من المومنین لکارھون (الآیۃ) سورۃ انفال ع۱ (ترجمہ نذیر احمد) کہ تمہارے پروردگار نے لڑائی کے دو پہلوؤں میں سے صحیح پہلو اختیار کر کے تم کو گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے نکل کھڑے ہونے سے اس وقت بھی ناخوش تھا۔ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون ٥ کہ وہ لوگ حق بات کے ظاہر ہوئے پیچھے تمہارے ساتھ حق بات میں لگے جھگڑا کرنے اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹتے گویا ان کو زبردستی موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور وہ موت کو آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ (سورہ ورکوع وترجمہ مذکورہ بالا) آیت

ع۳ اس ثبوت میں لکھی جاتی ہے کہ ایسے لوگ جو بلا عذر شرعی کے جنگ پر جانے سے آنکھ چراتے اور حیلہ بناتے پیچھے رہ جانے کی کوشش کرتے تھے وہ منافقین ہی تھے نہ مومنین، مخلصین جو ہر وقت تابع حکم اور ہر امر رسولؐ پر بلا تردد کمربستہ تھے الیضاً ملاحظہ ہو آیت ۷ سورہ توبہ انما یستاذنک الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الآخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون اس میں حقیقی ایمان مراد ہے جو وہ نہیں رکھتے تھے آیت ع۳ کو مختصر لکھ کر کسی قدر ترجمہ بقیہ آیت کا بھی لکھا گیا ہے اس کا تتمہ شروع پارہ گیارہویں میں یہ ہے۔

اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھو

(بر حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵ آیت ۲۰ کی تائید سورہ محمد پ ۲۶ ع ۳ میں ہے ویقول الذین اٰمنوا لولا نزلت
سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیہا القتال رأیت الذین فی قلوبہم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ
من الموت ط ترجمہ قرآن مترجم میں دیکھ لیں اسی طرح پ ۵ ع ۱۰ میں ہے الم تر الی الذین قیل لہم کفوا
ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ الاٰیۃ ھو تمنی المومنین لقاء العدو اسباب النزول
ج ۱ ص ۶۲ و ص ۸۷ ۱۲ مترجم. حاشیہ متعلق ص ۳۴۸ (ایمان و اسلام کی تعریف اور ان میں فرق
اور الصحابۃ کلہم عدول پر نظر) مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۴ ص ۱۱۲ للمسعودی و مطبوعہ
بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۹ ص ۲۰۵، ۲۰۶ بیان خلافت خلیفہ معتز باللہ میں بروایت ابو دعامہ امام علی نقی ع سے مروی ہے کہ آپ
نے فرمایا اے ابو دعامہ تو میری بیمار پرسی کیلئے آیا ہے تیرا ہمارے اوپر حق واجب ہوگیا ہم تجھے ایک حدیث بیان کرتے
ہیں اس کے بطور راز کے محفوظ رکھو پھر حدیث بیان فرمائی حدثنی ابی محمد بن علی ع قال حدثنی ابی جعفر ع
ابن محمد قال حدثنی ابی محمد بن علی قال حدثنی ابی علی ع بن الحسین ع قال حدثنی ابی
الحسین ع قال حدثنی ابی علی ع بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتب
قلت وما اکتب قال لی اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الایمان ما وقرتہ القلوب
وصدقتہ الاعمال والاسلام ما جری بہ اللسان وحلت بہ المناکحۃ قال ابو دعامۃ
فقلت یا ابن رسول اللہ ما ادری واللہ ایہما احسن الحدیث ام الاسناد فقال انہا
لصحیفۃ بخط علی بن ابی طالب باملاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ نتوارثہا صاغر اعن
کابر (ترجمہ) رسول ص سے باسناد ائمہ طاہرین مروی ہے فرمایا ایمان وہ ہے جو دل میں مرکوز ہوا اور اعمال اس کی
تصدیق کریں اور اسلام وہ جو زبان پر جاری ہوا اور اسی کے سبب سے مناکحت حلال ہو جائے ابو دعامہ کہتا ہے آ
امام علی نقی ع آپ نے ایسی حدیث فرمائی کہ میں حیران ہوں اسکی اسناد کی خوبی کی تعریف زیادہ کروں یا اصل الفاظ حدیث
کی امام ع نے فرمایا یہ صحیفہ علی کے اپنے خط سے اور بہ املاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھا ہوا ہمارے پاس چلا آتا ہے جو
ہم چھوٹے بڑے ایک دوسرے سے ورثتاً لیتے آئے ہیں؛ اور سنن المجتبیٰ میں ترجمہ المجتبیٰ (ترجمہ سنن نسائی) جلد ۲
ص ۲۸۲ تاویل قول اللہ عزوجل قالت الاعراب اٰمنا آمایہ اور اس کی تفسیر میں لکھا ہے ف۔ اس آیت
سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان و اسلام میں فرق ہے (پھر لکھا) مگر ٹھیک یہ ہے کہ اسلام عام ہے اور ایمان خاص
جو مومن ہے وہ ضرور مسلم ہے اور جو مسلم ہے اس کا مومن ہونا ضروری نہیں۔ اسلام کے معنی تابعدار ہو جانا اور ایمان کے
معنی تابعداری کے ساتھ سے یقین کرنا بعضے لوگ زور زبردستی سے بھی مسلمان بن جاتے ہیں ان کو مسلم کہیں گے مومن
نہ کہیں گے۔ (اس سے پہلی حدیث سلسلۃ الذہب اہل بیت علیہم السلام سے بصراحت ثابت ہے کہ مناکحت یعنی
ایک دوسرے سے نکاح کا رشتہ ظاہری اسلام کے ذریعہ جائز ہو جاتا ہے) اس کے بعد سنن نسائی میں سعد بن
ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم کیا تو بعضوں کو دیا اور بعضوں کو نہ دیا

باقی بر صفحہ آئندہ

میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ نے فلاں فلاں لوگوں کو دیا اور فلانے کو نہ دیا وہ بھی تو مؤمن ہے۔ آپ نے فرمایا مومن نہ کہو مسلمان کہو ابن شہاب نے اس آیت کو پڑھا۔ قالت الاعراب امنا انتہی۔ بعینہٖ اس میں ایک اور روایت بھی اس سے طویل اور مفصل اسی صفحہ پر درج ہے جس کی ذیل میں مترجم نسائی لکھتے ہیں۔ بعضے لوگ ڈر سے یا دباؤ یا مال کے طمع سے مسلمان ہو گئے تھے ابھی ان کے دلوں میں ایمان رچا نہ تھا۔ (پھر کہا) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مؤمن اور مسلم میں فرق ہے انتہی۔ اور فیض الباری ترجمہ بخاری پ ۲۶ ص ۳۲ (صفحہ ۱۸ باب اذا کانوا اکثر من ثلاثۃ میں ہے کہ ایک دن جناب رسول اکرم نے کچھ بانٹا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم ہے کہ اس میں رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں کیا گیا اس پر جناب رسول اکرمؐ بہت غضب ناک ہوئے آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم کرے وہ تو اس سے بھی زیادہ ستائے گئے اور صبر کیا۔ انتہی۔ الملل والنحل مطبوعہ بمبئی ج ۱ ص ۱۸ میں اسلام و ایمان میں فرق ثابت کیا اور احسان کا معنے اسلام و ایمان میں کمال حاصل کرنا لکھا ہے آخر لکھا کہ گاہے اسلام احسان کا مرادف بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ آیات بلے من اسلم وجھہ للہ ورضیت لکم الاسلام دینا۔ وان الدین عند اللہ الاسلام اس پر دلالت کرتی ہیں اور منافقین پر مسلمانوں کا لفظ اطلاق ہونے میں ملاحظہ ہو تفسیر در منثور ج ۱ ص ۳۳ باسناد عبد بن حمید وابن جریر قتادہ سے مروی ہے قال ھذا مثل ضربہ اللہ للمنافق ان المنافق تکلم بلا الہ الا اللہ فناکح بھا اصل المسلمین ووارث وغازی بھا المسلمین وحقن بھا دمہ ومالہ فلما کان عند الموت لم یکن بھا اصل فی قلبہ ولا حقیقۃ فی عملہ الخ۔ یعنی یہ خداوند کریم نے منافق کی مثال دی ہے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے تو اس کلمہ کے سبب سے مسلمانوں کے درمیان اس کا نکاح درست ہو جاتا ہے اور اسی کے وہ مسلمانوں کا وارث بھی ہوتا ہے اور مسلمانوں کے ہمراہ ہو کر جنگ بھی کرتا ہے اور اسی سے اس کا مال وخون بھی محفوظ ہو جاتا ہے مگر موت کے بعد نہ اس کے دل میں کلمہ کا کوئی اصل باقی ہوتا ہے۔ اور نہ اس کے اعمال کی کوئی حقیقت باقی رہتی یعنی آخرت میں وہ عمل رائگان جاتا ہے ۱۲۰۔

(۳) انما السبیل علی الذین یستاذنونک وھم اغنیاء رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یعلمون۔ سورہ توبہ رکوع ۱۲ (ترجمہ نذیر احمد) الزام تو حقیقت میں انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ساتھ تم سے پیچھے رہ جانے اجازت چاہتے ہیں ان کو عورتوں کہ تو اے پیغمبر ان سے کہہ دینا کہ باتیں نہ بناؤ ہم تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں اللہ تمہارے سب حالات ہم کو بتا چکا ہے الخ۔ اور صلح معاویہ کے بیان میں اسی کتاب کے اندر وان طائفتان من المومنین اقتتلوا کی تشریح میں بخاری کے حوالہ سے اس کے سبب نزول میں لکھا گیا

کے ساتھ جو عموماً پیچھے بیٹھ رہنا پسند ہوا اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ تو یہ لوگ جہاد کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے۔ مسلمانوں جب تم جہاد سے لوٹ کر منافقوں کے پاس واپس آجاؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کریں گے۔ الخ۔

ایمان ظلم سے مبرّا ہونا چاہیئے

(۴) الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولٰئک لہم الامن وہم مہتدون۔

سورہ انعام رکوع ۹ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی کی آمیزش نہیں کی یہی لوگ ہیں جو امن واطمینان خاطر کے مستحق ہیں۔ اور یہی لوگ راہ راست پر بھی ہیں۔

ہے کہ ظاہر دعوے ایمان پر بعض اوقات منافقین کو بھی خطاب میں شامل کیا گیا ہے پس صرف مسلم یا مومن کے لفظ پر غرہ ہو کر ہوا عید مومنین مخلصین کو سب دعویدار ایمان والوں پر منطبق نہ کرنا چاہیئے جب تک ان کے اعمال اور خاتمہ بالخیر سے اطمینان وامتحان نہ ہو جائے یہی غلطی ہے جس سے ہجرت وبیعت رضوان وغیرہ اعمال سے عوام کو دھوکہ لگا ہے۔ آیت نمبر ۴ میں ایمان میں ظلم نہ ملانے کی شرط ہے اگرچہ ظلم کے معنے اس جگہ مفسرین نے شرک کے لکھے ہیں مگر آیت میں ظلم نکرہ غیر معین عام واقع ہوا ہے جو ہر قسم کے ظلم کو شامل ہے پس ظلم عظیم اگرچہ شرک کو سمجھا جائے تو بھی مفاد عموم آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظلم صغیر وعظیم سب سے پرہیز کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے اور تب لعنۃ اللہ علی الظالمین سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔

سلہ مہاجرین کے چند اعمال ۱) عبداللہ بن ابی سرح کا مہاجر مرتد ہونا فلک ج العبض صحابہ کے حالات مرتد ہونا میں ملاحظہ ہو اور قدامہ بن مظعون مہاجر شرابی بدری کا حال فلک جلد ۱ شرب خمر حالات صحابہ میں ملاحظہ ہو اور مہاجرین اولین سے مرتد عبید اللہ بن جحش کا حال اوپر مذکور ہوا اور بدری انصاری معترض بر نبی ص کا حال فلک جلد ۱ اور اس کی تذنیب میں ملاحظہ ہو اور مسطح مہاجر اور حسان بن ثابت انصاری قاذفین عائشہ رض و محدودین کے حق میں قرآن کی آیات سورہ نور کی پڑھیں۔ جن میں فاسقوں اور لعنوا اور الا الذین تابوا موجود ہے یہ اعتقاد سنیوں کے سراسر خلاف ہے ہر دو کا محدود القذف ہونا ترجمان القرآن جلد ۹ ص ۹۲۳ میں بروایت احمد واہل السنن الاربعہ مروی ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابوداود کی روایت لکھی ہے پھر کہا حافظ ابن کثیر کہتے ہیں فہذہ طرق متعددۃ عن ام المومنین عائشہ فی المسانید والصحاح والسنن وغیرہا۔ اور تولی عن الزحف یعنی جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور جن کی تاریخ غزوات کا مطالعہ ہے کون ہوگا جس کو علم نہ ہو کہ مفرورین غزوات رسول ص کے مہاجرین وانصار ہی تھے کہ جہاں تین چار یا کم وبیش آدمی رسول ص کے ساتھ باقی رہے ان کے سوا بھاگنے والے سب جدید مسلمان تھے جو نہ مہاجرین سے تھے اور نہ انصار میں

سے اگر ان دونوں قسم کے لوگوں میں مہاجرین و انصار نہ تھے یعنی نہ ثابت قدموں میں اور نہ مفرورین میں تو وہ رسول کے غزوات کے اوقات میں کہاں تجارت یا سیر کے سفر میں ہوتے تھے۔ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اکثر مفرورین کے نام بھی روایات میں مشہور ہیں۔ اور حالات بعض صحابہ جلد اول فلک میں ملاحظہ ہوں ان میں انہی مہاجرین و انصار کے افراد ہی کار پرداز ہیں کوئی اور صنف صحابہ کی نہ تھی۔ ایضاً جیش اسامہ سے تخلف اور شرح مواقف مطبوعہ نولکشور ص۷۲۶ میں ہے لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ۔ الملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ا ص۸ میں ہے الخلاف الثانی فی مرضہ قال جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا الخ۔ یعنی دوسرا اختلاف رسول کی مرض میں یہ پیدا ہوا کہ نبی نے فرمایا لشکر اسامہ کی تیاری کر کے جاؤ جو اس سے باز رہا اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے (پہلا اختلاف قرطاس کا حضرت عمر کی طفیل سے ہوا اور یہ دوسرا اختلاف بھی انہی کی برکت سے ہوا) تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نو لکشور ص۲۶۲ میں ابوبکر صاحبؓ و عمرؓ صاحب کا محکوم جیش اسامہ ہونا بالصراحت مسلم مذکور ہے۔ اور مدارج النبوۃ جلد۲ ص۵۳۰ میں لکھا ہے حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدۃ بن الجراح و غیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین الا علی مرتضیٰ را کہ ہمراہ نہ کرد دراں لشکر اسامہ باشند انتہی۔ یعنی حضرت علی کو یا اور بھی مخصوص افراد کو نبی م نے مستثنیٰ فرمایا مگر باقی بڑے بڑے مذکورین سب اس میں محکوم تھے۔ اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ا ص۳۸ و سیرۃ ابن دحلان بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر ج ۲ ص۳۸ و سیرت حلبیہ ج ۳ ص۲۳۴ میں ثلاثہ کا محکوم ہونا مرقوم ہے اور فتح الباری میں شرح بخاری ج صفحہ ۶۹ مناقب زید بن حارثہ مطبوعہ مصر طبع اول سنہ ۱۳۶ جلد ۸ ص۱۱۵ باب بعث النبی م اسامۃ فی مرضہ میں ہے وکان ممن انتدب مع اسامۃ کبار المہاجرین والانصار منھم ابوبکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدۃؓ (الی ان قال) وذکرہ ابن اسحاق فی السیرۃ المشھورۃ ولفظہ فیھم ابوبکرؓ و عمرؓ الخ۔ جب سب ان محکوم ہونے پر متفق ہیں تو ان کا مدینہ طیبہ میں رہجانا بجز اس کے نہیں کہ اپنے لئے انتظام خلافت کرنے کو تعمیل حکم نبوی سے مقدم رکھا حالانکہ اتمام حجت کے واسطے نبی م نے انہی افراد کو مدینہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیا تھا مگر وہ پس و پیش کرتے رہے حتیٰ کہ نبی م فوت ہو گئے اور شیخین نے اپنی غرض اصلی کو پورا کرنے کی سر توڑ کوشش شروع کر دی اور جیت گئے۔ اگر کوئی کہے کہ شیخین نے محبت رسولؐ کے واسطے اور آخری خدمات متعلقہ وفات انجام دینے کے واسطے شدت مرض نبی م کی دیکھ کر تخلف کیا تو ہم کہتے ہیں کہ رسول خدا م اپنی شدت مرض سے بخوبی واقف تھے جیسے اس خدمت کے لئے حضرت علی اور اہل بیت مخصوصین کو اپنے پاس رکھنے کے لئے اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا تھا حضرات ثلاثہ کو بھی مستثنیٰ فرماتے لیکن برخلاف اس کے ان کے لئے مدینہ سے نکل جانے اور لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا اور یہ ہرگز نہ فرمایا کہ میری مرض کا خیال رکھنا شدت معلوم کرو

تو میرے پاس رہنا اور نہ جانا اور آخر دم حیات تک اس حکم کو منسوخ نہ فرمایا بلکہ تاکیدی و تہدیدی الفاظ میں اس حکم کو برقرار رکھا۔ کمال اجرأت ہے کہ پھر بھی ان حضرات نے سلطنت دنیوی حاصل کرنے کے خیال سے مدینہ کو نہ ہی چھوڑا اور خدمات آخری اس قدر انجام دیں کہ نہ وفات کے وقت حاضر اور نہ جنازہ میں اور نہ دفن میں شامل ہوئے بس خلافت کے اہتمام میں مشغول رہے جس سے ان کے قلبی راز کا انکشاف ہوگیا اور صرف ابوبکرؓ خود نہیں باز رہے بلکہ اپنی پارٹی سب کو نہیں جانے دیا حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ بن جراح ہی پہلے پہلے بیعت کرنے والے اور اعلیٰ حامی تھے حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے وغیرہ وغیرہ دیکھو کیفیت انعقاد خلافت ابوبکرؓ۔ ان سب کو اپنے پاس رکھا۔ اسامہ بغیر لشکر کے مجبور تھا نہ گیا۔ آخر خلافت کی مہم جب ابوبکر صاحب کے حق میں طے ہو گئی۔ اس وقت رفع فساد کے لئے اپنی پارٹی کو اپنے پاس رکھ کر دوسروں کو اسامہ کے ساتھ روانہ کیا۔ نبیؐ کو وقت وفات معلوم تھا پھر بھی شیخین کو مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا اس سے صاف ثابت ہے کہ ابوبکر صاحب کو خلیفہ بنانا نہیں چاہتے تھے بلکہ جناب امیر کے لئے فتنہ پردازوں سے میدان صاف کرنا چاہتے تھے مگر شیخین کو تعمیل حکم نبوی کی ضرورت ہی کیا تھی وہ تو دنیا کے طالب تھے سلطنت لینے کی تدبیر سے ذرا غافل نہ ہوئے اور بادشاہ بن گئے۔ ۱۲۰ مترجم

ھ۲ عینی شرح بخاری مطبوعہ مصر ج ۸ ص۵۵۲ میں بھی حضرات ثلاثہ کا محکوم جیش اسامہ ہونا لکھا ہے اور طبقات ابن سعد مطبوعہ برلین ج ص۱۳۶ میں ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابوبکرؓ نے اسامہ کو سفارش فرمائی کہ ہم کو اور عمرؓ کو بھی ہمارے ساتھ ہی مدینہ میں رہنے دیجئے ۱۲ مترجم۔ ھ۱ مہاجرین اولین سے نصرانی ہوگیا اسی طرح استیعاب ج ۱ ص۳ مقدمہ کتاب میں لکھا ہے کہ عبید اللہ بن جحش ام حبیبہ کا زوج مع اپنی زوجہ کے رسول اللہ پر ایمان لایا اور ہجرت اولیٰ میں حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی مگر پھر نصرانی ہو گیا اور اسی حالت پر فوت ہوا ۱۲ مترجم۔

مومن کو حبط اعمال سے ڈرنا چاہیئے اور ایسے افعال سے بری رہنا چاہیئے جن سے حبط اعمال ہوھ

(۵) یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ سورہ حجرات رکوع ۱

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کی ذرا سی بے ادبی اور گستاخی و نافرمانی باعث وبال آخرت ہوجاتی ہے بلکہ سب اعمال صالحہ ہجرت ہو یا نصرت

ترجمہ نذیر احمد) مسلمانوں اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک آپس میں زور زور سے بولا کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ جو لوگ رسول خدا صلعم کے روبرو اپنی آوازیں پست کر لیا کرتے ہیں یہی ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لئے اچھی طرح جانچ لیا ہے ان کے لئے گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے (سورہ و رکوع و ترجمہ مذکورہ بالا) (۶) وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورًا (سورہ ن رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) اور دنیا میں جو ان کوئی نیک عمل کر گئے ہیں۔ اب ہم ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور ان کو اس طرح رائگان کر دیں گے جیسی بکھری ہوئی دھول اڑ جاتی ہے (۷) قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (سورہ کہف رکوع ۱۲) (ترجمہ نذیر احمد) اے

یا جہاد فی سبیل اللہ صرف اتنے معمولی امر سے کہ نبی ص کی آواز سے کوئی اپنی آواز کو بلند کر لے تو رائگان ہوا پر اڑ جاتے ہیں اس عامل کو ان کا کوئی ثمرہ نہیں ملتا۔ نبی صلعم کی خدمت اقدس میں حاضری اور آداب مجلس کے امتحان میں کامیاب ہونا چند مخلصین کا کام ہے نہ ہر بشر کا حضرت ابی بکر صاحب رض و حضرت عمر رض صاحب جیسے حضرات باوجود مہاجر و بدری وغیرہ القاب سے ملقب ہونے کے بھی اس امتحان میں پاس نہ نکلے اور اس سزا سے نہ بچ سکے جو آیت نمبر ۵ میں وارد ہے چہ جائیکہ اس رفع صوت سے بڑھ کر کوئی بڑی گستاخی یا نافرمانی آنحضرت ص کے حق میں کی جائے اور حبط اعمال میں مطلق اعمال مراد ہیں۔ ہجرت و نصرت وغیرہ کے لئے کوئی حرف استثنار کا وارد نہیں۔ سب دھول کی طرح اڑائے جا سکتے ہیں جس کی تشریح آیت نمبر ۶ و ۷ میں موجود ہے پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصاری و بدری وغیرہ صالحین کا اگر خاتمہ بالایمان ہوا اور آخر تک ان کو استقامت حاصل رہی ہو اور ان سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہوا ہو جس سے ان کے اعمال حبط ہو گئے ہوں تب وہ انعامات کے مستحق ہو سکتے ہیں جو خدا کی طرف سے مومنین

لہ مومن کے حبط اعمال کا ڈر۔ نیز دیکھو پ ۲۶ ع ۴ سورہ محمد یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔ ترجمہ نذیری۔ مسلمانو! اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو (اور رسول کی مخالفت کر کے) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو اس سے پہلے آیت ان الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ الآیہ بھی ملاحظہ ہو۔ اور بخاری ج ۱ ص ۱۲ باب خوف المومن من ان یحبط عملہ وھو لا یشعر بھی قابل ملاحظہ ہے اور ہجرت و نصرت بھی (باقی بر صفحہ آئندہ)

(گذشتہ صفحہ) عمل ہے جو حبط ہو سکتا ہے ۱۲ مترجم۔

۵۲ اسی طرح پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع۱۱ میں ہے لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم و انفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون۔ اس صفت معیت وجہاد سے حضرات ثلاثہ بیزار تھے ممکن ہے ان کے اعمال حبط ہو گئے ہوں۔ شیخین کے اعمال حبط ہونے کے علاوہ رفع صوت وغیرہ کے فرمان رسول خدا کا دلیل واضح ہے جو باسناد امام نسائی نے اپنی کتاب خصائص مطبوعہ محمدی لاہور صـ۳۵ میں روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ھی (فاطمہؑ) بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ویوذینی ما اذاھا ومن اذیٰ رسول فقد حبط عملہ۔ یعنی فرمایا فاطمہ زہرا میرا لخت جگر ہے جو چیز اس کو تکلیف اور ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے اور جس نے رسول اللہ کو ایذا دی پس اس کے عمل حبط ہو گئے۔ شیخین پر حضرت زہرا کی ناراضگی تادم حیات پر بخاری ومسلم کی احادیث شاہد ہیں جو محدثین کے نزدیک سب سے اعلیٰ قسم کی صحیح بلکہ اصح ہیں۔ استقامت کی شرط عبید اللہ نامی مہاجرین اولین سے تھا اور نصرانی ہو گیا۔ دیکھو تفسیر بیان القرآن جلد ۲ صـ۸۰۶ مولفہ مولوی محمد علی صاحب احمدی سنی لاہوری اس میں بھی لکھا ہے کہ حقیقتاً سابقون اولون بلحاظ زمانہ نہیں بلحاظ اعمال ہیں اسی لئے جب ان کے اتباع کا ذکر کیا تو باحسان کا لفظ بڑھایا انتہیٰ۔ یعنی اعمال صالحہ ہیں جو سبقت حاصل کریں ان کے لئے مدارج ورضوان ہے مہاجرین سے ہو یا دوسروں سے کہ مہاجرین اولین وہ ہیں جو حبشہ کی طرف گئے اصابہ مع استیعاب ج ا صـ۴ مقدمہ کتاب میں لکھا ہے کہ عبید اللہ بن حجش زوج ام حبیبہؓ مع زوجہ خود رسول اللہ پر ایمان لایا اور ہجرت اولے میں حبشہ کی طرف گیا پھر نصرانی ہو گیا اور اسی حالت پر فوت ہوا۔ وکذا فی السیرۃ الحلبیہ طبع مصر ج ا صـ۳۲۶/۱۲۷ مع سیرت ابن دحلان) اور عبد اللہ بن سعد ابی سرح کا حال بعض حالات صحابہ میں حاشیہ ردت پر لکھا جا چکا ہے۔ کہ مہاجر و کاتب وحی تھا پھر مشرک ہو گیا کاتب وحی ہونا اور اگر مہاجرین کی صرف ہجرت کر آئے ہیں۔ وہ سچے مؤمن ہیں یا شہادت قرآنی کا (نعوذ باللہ) خلاف واقع ہونا لازم آتا ہے یا مہاجرین مشرک ومرتد نصرانی ہو جائیں تو بھی ان کے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں اور محال (اجتماع ضدین) ممکن ہو جاتا ہے یعنی ایک وقت میں ایک ہی جگہ کفر وایمان موجود ہونا جائز ہوگا۔ (ایک اور آیت سے استدلال کا جواب) آیت والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الآیہ سے بھی ہوا خواہان ثلاثہ استدلال کرتے ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ اول فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ العلامہ الشوکانی مطبوعہ لاہور صـ۱۰۲ میں ہے۔ والذین معہ ابوبکرؓ اشداء علی الکفار عمرؓ رحماء بینھم عثمانؓ تراھم رکعاً سجداً علیؓ وامثال ھذا الا کاذیب الخ) یعنی خلفاء اربعہ کے اسماء سے اس کی تفسیر کرنا جھوٹی باتوں میں سے ہے۔ اس میں بحث کی کیا ضرورت۔ ثانیاً اس آیت پ۲۶ سورہ فتح میں بھی اعمال صالحہ کی شرط ہے پڑھو وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجراً عظیما۔ یعنی جو ان میں سے مومن صالح ہیں۔

الہٰ کئے گئے وعدہ مغفرت و اجر عظیم ہے۔ مِنھم بعضہم ہے جنس کے لئے کہا اخبار متواترہ کے ذریعہ سے قرآن کی تکذیب کا باعث ہے جو کل نبی ص کے ساتھ تھے ان میں منافقین بھی تھے وغیرہ وغیرہ۔ ثالثاً ثلاثہ کی معیت رسول ص کے ساتھ مقام امتحان جنگوں میں جس انداز پہ رہی وہ پوشیدہ نہیں اور مطلق معیت منافقین کو بھی اکثر اوقات حاصل تھی جو لا حاصل سمجھی جاتی ہے اور کفار پہ سختی ان کی فرار غزوات سے ظاہر ہے یہی سبب ان کو خلافت ملنے کا بیان کرتے ہیں کہ خلافت حضرت علیؑ کو ملتی تو عرب کے کینہور لوگ جن کے بزرگ حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے تسلیم نہ کرتے فساد برپا ہوتا اور ابوبکر صاحب و دیگر ہر دو صاحبان سے یہ کینہ ان کا نہ تھا (اسی وجہ سے کہ انہوں نے کوئی ان کا مارا نہ تھا) آپس میں صحابہ کی محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے جو مکروحیل غصب خلافت و سلطنت کے لئے انہوں نے جناب امیرؑ کے خلاف کئے اور جو شفقت دختر پاک جناب رسول خدا پہ کی وہ بھی مخفی نہیں اور جو ایذائیں حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذر و عمار وغیرہ کو پہنچائیں اس پہ تاریخ شاہد ہے۔ حضرت عثمان کے ساتھ جو مہاجرین و انصار کی محبت ورحم تھا یا جو محبت معاویہ وعمرو عاص کو خواص صحابہ خصوصاً حضرت علیؑ سے یا امام حسنؑ اور حجر بن عدی وغیرہم سے تھی اس پہ اخبار متواترہ گواہ ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے مصداق عوام صحابہ نہیں۔ خواص موصوفین بہمہ صفات مراد ہیں اور کل صحابہ میں یہ صفات موجود نہیں۔ ان کی سوانح و اعمال مندرجہ فلک النجاۃ و تشیید المطاعن کو صفات آیت مذکورہ سے مقابلہ دینے سے ناظرین اطمینان فرمالیں کہ ثلاثہ میں بھی یقیناً صفات مذکورہ موجود نہیں ہیں ۱۲ مترجم۔

ایمان کو شرک خفی و جلی سے مبرا رکھنا چاہیئے

(۸) وما یؤمن اکثرھم باللہ وھم مشرکون افامنوا ان تاتیھم غاشیۃ من عذاب اللہ الآیۃ سورہ یوسف رکوع ۱۲ ترجمہ نذیر احمد اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں (مومن کہلاتے ہیں) اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں تو کیا اس سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ ان پر عذاب خدا کی کوئی آفت پڑے کہ سب پر چھا جائے۔

شرک کے اقسام سے بچنا بھی بہت مشکل ہے کوئی اس امتحان میں پاس ہوتا ہے ہر دعویدار ایمان کا کام نہیں دوسروں کا کیا ذکر ہے جب رسول خدا مخبر صادق کی شہادت ایک ایسے حضرت کی نسبت موجود ہے جو بعض مدعیان اسلام و ایمان کے نزدیک سابق بالایمان والہجرت اور بعد نبی ص کے پیشوائے خلافت شمار کئے گئے ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکر جن کے حق میں نبی ص نے فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے

ہر چند ابی بکر رض صاحب انکار کرتے رہے کہ شرک تو وہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی دوسرا مانا جائے مگر پھر بھی رسول خداؐ فرماتے رہے تیری ماں تجھے روئے ضرور تمہارے اندر شرک خفی موجود ہے۔

ایمان کے ساتھ استقامت شرط ہے

(۹) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اولٰئک اصحاب الجنۃ خالدین فیہا جزاء بما کانوا یعملون (پارہ ۲۶ سورہ احقاف کے ع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (آخر تک اسی عقیدہ پر) جمے رہے تو (آخرت میں) نہ تو ان پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر رہیں گے (یہ) ان کے عملوں کا بدلہ ہے جو (دنیا میں) کرتے رہے۔

آیت نمبر ۹ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس نے توحید اور رسالت کو تسلیم کیا اور وہ آخر تک احکام خدا و رسول کی پابندی میں رہا اور کچھ تغیر و احداث دین میں نہ کیا ہو تو وہ بلا خوف و خطر داخل جنت ہوگا اور جس نے بعد تسلیم توحید و رسالت بدعات پیدا کیں اور دین میں احکام خدا و رسول کی مخالفت کر کے تغیر پیدا کیا وہ اس انعام کا مستحق نہیں بلکہ حدیث متواترہ یعنے حدیث حوض کی تحت میں آکر سحقاً سحقاً کا مستحق ہوگا۔

ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی ضرورت ہے

(۱۰) ان اللہ یدخل الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات جنٰتٍ تجری من تحتہا الانہار سورہ حج رکوع ۳ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کو اللہ بہشت کے ایسے باغوں میں لیجا داخل کرے گا۔ جن کے تلے نہریں پڑی بہہ رہی ہوں گی۔ (۱۱) والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لہم البشریٰ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (سورہ زمر رکوع ۲ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ

آیات مندرجہ کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جو ہمارے مضمون کی تائید کرتی ہیں مگر بخوف طوالت انہی پر اکتفا کی جاتی ہے اعمال صالحہ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ ایک ماہ یا ایک سال کر کے پھر خواہ اعمال سیئہ کرتا رہے تو وہ ان وعدوں کا مستحق ہے مثلاً ایک دفعہ ہجرت کر کے یا ایک جنگ میں شامل ہو کر پھر ہمیشہ کے لئے فارغ ہو جائے یا رسول اللہؐ سے عدم فرار بھی کرتا رہے بے شک پرہیزگاروں اور صالحین کے لئے باغ بہشت تیار ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا

بت پرستی سے بچتے رہے اور خدا کی طرف رجوع ہوئے ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے تو اے پیغمبر ہمارے ان بندوں کو خوشخبری سنا دے جو ہمارے کلام کو کان لگا کر سنتے اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔

اولئک الذین ھدا ھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک ہدایت دی ہے اور یہی تو عقل سلیم بھی رکھتے ہیں۔ (۱۲) والذین امنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لہم ما یشاؤن عند ربہم ذلک ھو الفضل الکبیر ذلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین امنوا وعملوا الصالحات۔ سورہ شوریٰ رکوع ۳ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ انہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ باغہائے بہشت کے سبزہ زاروں میں ہوں گے جو کچھ ان کو درکار ہوگا ان کے پروردگار کے ہاں ان کے لئے موجود ہوگا یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے اور یہی تو وہ نعمت ہے جس کی خوشخبری خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ انہوں نے نیک عمل بھی کئے

(۱۳) ان المتقین فی جنٰت وعیون۔ سورہ والذاریات رکوع ۱ (ترجمہ نذیر احمد) بے شک پرہیزگار بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔

ان سے خوش وہ خدا سے خوش۔ مگر اس شرط پر جو آخر آیت نمبر ۱۴ میں ہے کہ یہ مواعید اس کے لئے ہیں جو خدا سے ڈرتا رہے اور خدا کی کوئی نافرمانی اس سے صادر نہ ہو یہ مقصود نہیں کہ ایک دفعہ خدا کو راضی کر دیا بعد اس کے گو اس کو ہمیشہ ناراض کرتا رہے مگر اس کی پرواہ نہ ہو اور نہ کسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک کام پر اگر خدا تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر انسان کتنا ہی نافرمان ہو جائے اور کتنی بد اعمالی کرے خدا تعالیٰ اس پر کبھی غیرت نہیں کرتا۔ اور آیات نمبر ۱۵ لغایت ۱۹ مثل آیت نمبر ۱۴ کے اس بات کی دلیل ہیں کہ مومنین متقین کے لئے فلاح و رضوان و مغفرت و اجر عظیم موعود ہے بشرطیکہ ان کو اسی حالت پر ثبات رہے۔ تکالیف شرعیہ کا صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادات کا وجوب اور عدم تعمیل پر عقاب اور منہیات کے فعل پر عذاب سب اس کے گواہ ہیں کہ ایمان میں اعمال صالحہ شرط ہیں۔ اور مذکورہ بالا سب امور کے لئے آیات وارد ہیں۔

(۱۴) ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ جزاء ھم عند ربہم جنٰت عدن تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا ابدا۔ سورہ لم یکن پ ۳۰ (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔ کہ ان کا بدلہ ان کے پروردگار

کے ہاں رہنے کے باغ بہشت ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں سدا کو ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ۔ اللہ ان سے خوش اور یہ اس سے خوش۔ یہ اجر اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے۔ (۱۵) لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار۔ خالدین فیھا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ واولئک ھم المفلحون (سورہ مجادلہ رکوع آخر) (۱۶) للذین اتقوا عند ربھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ (سورہ آل عمران رکوع ۲) پرہیزگاروں کے واسطے خدا کے پاس بہشت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ان کے لئے رضوان الٰہی اور ازواج مطہرہ ہیں؛

(۱۷) ان المسلمین والمسلمات (تا آخر) اعد لھم مغفرۃ واجرا عظیما (سورہ احزاب رکوع ۵) یعنے مسلمین ومسلمات وغیرہ صالحین کے لئے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی تیار کر رکھی ہے اور معافی کے علاوہ بڑے بڑے اجر ہیں۔

مومنین صالحین کے واسطے شرط عدم ارتداد وعدم حبط اعمال

(۱۸) ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی الشیطن سول لھم و املی لھم ذٰلک بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر واللہ یعلم اسرارھم فکیف اذا توفتھم الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ذٰلک، بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم (سورہ محمد رکوع ۳)

(ترجمہ نذیر احمد) بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا رستہ صاف معلوم ہوا اور پھر بھی وہ الٹے پاؤں پھر گئے۔ شیطان نے ان کو بتے دیئے اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دراز کر دی ہیں اور یہ ان لوگوں کا پھر بیٹھنا اس سبب سے ہے کہ جو لوگ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری ہی صلاح پہ چلیں گے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت ان کی کیسی گت بنے گی جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے اور ان کے موہنوں پہ اور ان کے چوتڑوں پر مارتے جاتے ہوں گے اور ان کی یہ نوبت اس لئے ہوگی کہ جو چیز خدا کو بری لگتی ہے یہ اسی کے رستہ پہ چلے اور اس کی خوشی نہ چاہی تو خدا نے بھی ان کے عمل ملیا میٹ کر دیئے (حضرت عمرؓ کی درخواست یہود کے مسائل ملا کر مسلمان رہنے کی ایمان امیر عمرؓ میں لکھی گئی ہے اور جب بنی م کے پاس اس کو بیان کرنے میں دریغ نہیں تھا تو یہود کے پاس بلا شک یہ کہا ہو گا لہٰذا اس آیت کی تحت میں وہ آ جاتے ہیں (۱۹) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز

فوزاً عظیما۔ (سورہ احزاب رکوع ۶) یعنی جو اطاعت اللہ و رسول کی کرتا رہے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی؛

آیات جن سے مخالفین استدلال کرتے ہیں

(۲۰) والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابداً ذلك الفوز العظیم (سورہ توبہ رکوع ۱۳)

(ترجمہ نذیر احمد) اور مہاجرینؓ و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام کے قبول کرنے میں سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان لائے اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لئے بہشت کے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی۔ اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اب ان آیات کو لکھا جاتا ہے جن سے سنیوں کو دھوکہ لگا ہے اور ان کے معانی غلط سنا کر عوام کو مغالطہ دیتے ہیں اور ہم ان آیات کے مقابلہ میں عوام مومنین کے واسطے بشرطیکہ مخلصین صالحین سے ہوں وہی الفاظ پیش کر کے اس مغالطہ کو دور کرنا چاہتے ہیں اس طرح کہ آیات مہاجرین و انصار یا بیعت رضوان میں جو وعدہ ہے وہ ان مومنین کے لئے ہے جو آخر وقت تک عہد پر قائم رہے اور خدا کے ناراض کرنے کی کوئی وجہ ان سے سرزد نہ ہوئی ہو ورنہ ان کے اعمال حبط کئے جاویں گے کیونکہ انہوں نے بعد ہدایت یا فتہ ہونے کے خدا کے رضوان کی کچھ پرواہ نہ کی اور ان اعمال کو بعد ایمان لانے کے اختیار کیا جن سے خدا کو ناراض کر دیا اس واسطے وہ آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

۱؎ السابقون الاولون. ہجرت حبشہ سب سے پہلے ہوئی تو سبقت زمانی ہجرت میں مہاجرین حبشہ کو فضیلت ہے جس سے شیخین فارغ ہیں قریباً اسّی آدمی حبشہ کی ہجرت میں گئے جن میں شیخین نہیں ہیں دیکھو قرآن مترجم نذیر احمد صفحہ ۱۹۳ وحمائل مترجم شاہ عبدالقادر مع موضح القرآن صفحہ ۱۹۲ پ ۱۰ ع ۱ اور معجز نما قرآن مترجم مولوی اشرف علی تھانوی کے مقدمہ صفحہ ۳۶ میں مہاجرین حبشہ کی تعداد تین سو تک لکھی ہے۔ اور طبقات ابن سعد ج ا مطبوعہ لیدن جرمن صفحہ ۱۳۸ میں ایک سو سے زیادہ تعداد ان کی ہے عینی شرح بخاری ج ۸ صفحہ ۱۷ میں ۸۲ مرد مرقوم ہیں۔ اور تاریخ طبری مطبوعہ مطبع حسینیہ مصریہ ج ۲ صفحہ ۲۲۱ میں ہے قال ابوجعفر باختلف فی عدد من خرج الی ارض حبشۃ وھاجر الیھا ھذہ الھجرۃ وھی الہجرۃ الاولیٰ یعنی طبری کہتا ہے مہاجرین حبشہ کی تعداد میں اختلاف ہے اور یہی پہلی ہجرت ہے پھر گیارہ مرد اور چار عورتوں سے ۸۲ تک تعداد بیان کی جن میں ابوبکرؓ و عمرؓ شامل نہیں ہیں) اور روضۃ الاحباب ج ا صفحہ ۹۰ میں مرد و زن نوّے سے زیادہ مرقوم ہیں اور روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۵۵ باقی حاشیہ بر

و مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ ۵۷ میں بلفظ جماعت کثیرہ لکھا ہے چنانچہ حضرت اسمار بنت عمیس مہاجرہ حبشہ
و مدینہ کی ہجرت نیز اہل سفینہ کی ہجرت کو نبیؐ نے ہجرت حضرت عمرؓ پر مع اس کی ہمراہیوں کے بالتصریح
فوق دیا ہے دیکھو زرقانی شرح مواہب جلد ۲ صـ ۲۸۳ و صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ صـ ۲۲ باب غزوہ خیبر و
مدارج النبوۃ ج ۲ صـ ۳۲۹ و ۳۳۰ و سیرۃ ابن دحلان بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر ج ۲ صـ ۲۵۲ جو ہمراہی ساتھی
عمرؓ کا اس روایت میں مذکور ہے ساتھی سے مراد ابو بکرؓ ہیں جیسے فلک طبع اول صـ ۴۶۲ حدیث خاصف النعل
میں مصرح ہے مدارج کے بیان تقسیم غنائم خیبر میں یہ قصہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے اس میں ہے کہ نبیؐ
نے فرمایا عمر اور اس کے ساتھی میرے نزدیک تم لوگوں سے (اسمار بنت عمیس و دیگر مہاجرین حبشہ سے) بہتر
نہیں ہیں اس کی مع ہمراہی کے ایک ہجرت ہے اور تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔ اصابہ مع استیعاب جلد ۴ صـ ۲۳۱
میں بحوالہ صحیح بخاری و ابن سعد بھی اسی طرح مروی ہے۔ ثابت ہوا کہ سنیوں کا اعتقاد بعد نبیؐ ابو بکرؓ سب
سے افضل پھر عمرؓ کا افضل ہونا غلط ہے اور ثابت ہوا کہ شیخین نہ باعتبار سبقت ہجرت سابقین، اولین سے
ہو سکتے ہیں اور نہ باعتبار سبقت ایمان ہجرت کی کیفیت یہاں دیکھ لیجئے اور ایمان کے لئے فلک النجاۃ
بیان ایمان جناب امیرؑ و ایمان ابو بکرؓ صاحب ملاحظہ ہو اور فلک النجاۃ ایمان حضرت عمرؓ کے لئے دیکھو کہ
کب ایمان لائے الیضاً صفحہ آئندہ حاشیہ کا اخیر۔ دیکھو اسی سورہ انفال کے رکوع اول آیت ع ۲
میں یہی الفاظ عام مومنین کے لئے وارد ہیں علاوہ بریں آیت فلک ع ۱۵ میں شہادت ایمان و رضوان الٰہی
بہ صیغہ ماضی ملاحظہ ہو بس جیسے سب کے لئے اعمال صالحہ پر خاتمہ ہونا اور امتحانات میں کامیابی شرط
ہے مہاجرین و انصار کے لئے بھی بدستور شرط ہے سورہ انفال کی تفسیر میں امام فخر رازی کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۱۶
میں بذیل آیت انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم تا الذین یقیمون الصلوٰۃ
و مما رزقنھم ینفقون۔ اولٰئک ھم المومنون حقا لھم درجات الآیہ لکھتے ہیں اگر کوئی
اعتراض کرے کہ ان صفات مذکورہ کا موصوف بہ ظاہر اس آیت کے ناجی اور مستحق ثواب ہو جاتا ہے اور اس
طرح ان صفات کے سوا اس پر اور کوئی تکلیف باقی نہیں معلوم ہوتی حالانکہ کسی ایک دو عمل کرنے پر تکلیف
بندہ سے ساقط ہو جانا باجماع مسلمانوں کے باطل ہے کیونکہ ان صفات کے علاوہ روزہ حج اور تمام
واجبات کا ادا کرنا واجب ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایماناً اور
وجلت قلوبھم میں سب تکالیف داخل ہیں الخ غرضیکہ کسی عمل نیک پر ثواب یا دخول جنت یا حصول
رضوان خدا کا وعدہ تکالیف شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا نہ وہ عمل سب کے خاتمہ بالایمان و اعمال صالحہ
کی ضروری خبر دیتا ہے ہر حال میں بالاتفاق آخری دم تک تکالیف شرعیہ کا ہر انسان ذمہ دار ہے اور اس
سے بازپرس ہو گی جیسا کہ حدیث نمبر ۲ فلک النجاۃ سے ظاہر ہے۔ ہجرت مدینہ طیبہ میں حضرت عمر سے پہلے
مصعب و ابن ام مکتوم و عمار و بلال و سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے۔ دیکھو طبقات ابن سعد (باقی بر صفحہ آئندہ)

لہذا وہ دوسرے سابقین اولین سے ہوئے نہ یہ۔ (قابل غور امر) انقلاب ہندوستان وپاکستان میں جو مسلمان وطن چھوڑ کر جانی ومالی نقصان اٹھا کر ہندوستان سے پاکستان میں آکر متوطن ہوئے۔ وہ ناظرین کے سامنے موجود ہیں ان میں نیک مومن باعمل بھی ہیں اور نام کے مسلمان احکام اسلام سے ناآشنا چور بدکار بددیانت حریص کاذب بھی ہیں کیا یہ ثواب ہجرت میں برابر و نجات یافتہ سب بہشتی ہیں یا کچھ فرق ہے اسی طرح انصار کی حالت ہے اور یہی حالت سابق مہاجرین وانصار کی تھی ان کے اعمال مختلف اور نیات مختلف دیکھو اعمال صحابہ کی بحث اور بدریوں کا حال اور مضمون ہذا میں حدیث نمبر ا (ف) مطلق ہجرت ونصرت کسی وقت کمال ودوام ایمان کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ہجرت ونصرت صحابہ کے بعد جو خطابات مختلف اوقات میں خدا اور رسول سے صحابہ کی طرف ان کے اعتقادات قلبی واعمال وخلوص کی نسبت ہوئے ان سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ سب برابر نہیں تھے اور سب کو خلوص دائمی حاصل نہ تھا رہا یہ کہ نام بنام ہر ایک کو کیوں نہیں بتلایا گیا کہ فلاں منافق اور فلاں مومن مخلص ہے یا فلاں برائے تقرب ورضائے خدا تعالیٰ عمل کر رہا ہے اور فلاں طالب دنیا ہے یا ریاکار ہے تو یہ مصلحت باری تعالیٰ اور ابتلا وامتحان کے خلاف تھا چنانچہ اسی بنا پر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الایہ پ آل عمران ع (منافقو) اللہ ایسا نہیں ہے کہ جس حال میں تم ہو اچھے برے کی تمیز کئے بغیر اسی حال پر مومنوں کو (تمہارے ساتھ ملا جلا) رہنے دے بلکہ پلید کو پاک سے جدا کر کے دکھا دے گا۔ اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ تم کو غیب کی باتیں بتا دے ہاں اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے انتخاب فرما لیتا ہے (اور ان کو بقدر مناسب بتا بھی دیتا ہے) تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ رسول کو بتلایا گیا مگر سب کو مغیبات کا علم دینا خلاف مصلحت سمجھا گیا تاکہ اولاد منافقین کو جو مومن ہوئے اپنے باپ کی عار نہ ہو اور جمعیت وشوکت اسلام میں منافقین کو شرمندہ کر کے دور کر دینے سے فرق نہ آئے اور وہی منافقین مخالف ظاہر ہو کر مخالفین کی شوکت بڑھا کر باعث مفاسد عظیمہ نہ چنانچہ نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ وتفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۸۶ میں یہی مضمون مفصل مرقوم ہے اور شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۳۲۰ میں یہ شرح حدیث معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی نووی لکھتے ہیں تالیفا لغیرھم غیروں کی تالیف کے لئے منافقین صحابہ کو قتل نہیں فرمایا اور کبیر ج ۴ صفحہ ۶ و صفحہ ۶۲۶ میں بذیل آیت ام حسبتم ان تترکوا (مسلمانو کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ (سستے) چھوٹ جاؤ گے اور ابھی اللہ نے ان لوگوں کو اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھا تک نہیں جو تم میں سے جہاد کرتے الخ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا۔ سورہ توبہ لکھا ہے والمقصود من ذکر ھذا الشرطان، المجاھد قد یجاھد ولا یکون مخلصا بل یکون منافقا باطنا خلاف الظاھر۔ الخ یعنی مقصود

ذکر اس شرط سے یہ ہے کہ کبھی مجاہد غیر مخلص منافق بھی جہاد کرتا ہے جس کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے

ہجرت نصرت کے ساتھ خطابات قرآنیہ و نبویہ جن سے مہاجرین سے بعد ہجرت اعمال صالحہ جہاد وغیرہ کا مطالبہ ہے فقط ہجرت کافی نہیں

(ترجمہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی)

۱۔ ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلو اخبارکم (پ ۲۶ سورہ محمد ع ۴) (ترجمہ) اور (مسلمانو) تم (سب) کو ہم ضرور آزماکر رہیں گے تاکہ تم میں سے جو جہاد کرنے والے اور (لڑائی کی تکلیفوں کو) برداشت کرنے والے ہیں ان کو ہم (اچھی طرح ٹھوک بجاکر) معلوم کرلیں اور تاکہ تمہاری اصلی حالت کو جانچ لیں۔

۲۔ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ (سورہ فتح ع ۲ پ ۲۶) تو جو ایسا قول و قرار کئے پیچھے اس کو توڑ دے گا تو توڑنے کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔

۳۔ والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ (سورہ رعد ع ۳ پ ۱۳) (ترجمہ) جو لوگ خدا کے ساتھ پکا قول و قرار کئے پیچھے عہد شکنی کرتے ہیں ۵ ماواہ جھنم فقد باء بغضب من اللہ تک

۴۔ فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذٍ دبرہ الا متحرفا لقتال ۲ الاٰیۃ (انفال ع ۲ پ ۹) (ترجمہ) کفار کا مقابلہ ہو تو ان کو پیٹھ نہ دینا اور جو شخص ایسے موقعہ پر کافروں کو اپنی پیٹھ دے گا تو سمجھ لو وہ خدا کے غضب میں آگیا اور (آخرکار) اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

۵۔ الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم پ ۲۷ سورہ حدید ع ۲ (ترجمہ) کیا مسلمانوں کے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کے لئے ڈر جائیں۔

اس کی تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۳۲ و جلالین ص ۴۴۸ میں ملاحظہ ہو۔ اور شانِ نزول لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی جلد ۲ ص ۱۰۶ مہاجرین کی نسبت دیکھو۔

۶۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین (سورہ اٰل عمران ع ۱۴ پ ۴) (کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت میں جا داخل ہوگے حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور نہ ان لوگوں کو جانچا جو (لڑائی میں) ثابت قدم رہتے ہیں۔

۷۔ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ (پ ۴ اٰل عمران ع ۱۲) اس میں کل صحابہ مہاجرین و انصار وغیرہ کے دو حصے کردیئے گئے ہیں۔ طالب دنیا و طالب آخرت دیکھو معالم جلد ۱

ص۱۹۲ روایت ابن مسعود اور دیکھو تعلیق عبارت شرح مقاصد آخر بحث حدیث ولایت در نصوص خلافت۔

۸۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (سورہ عنکبوت ع ا پ۲۰) ترجمہ) کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ (زبان سے) اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہ جائے گا اور ہم نے تو ان لوگوں کو (بھی) آزمایا تھا جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں تو خدا ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہے گا جو (اظہار ایمان میں) سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

۹۔ ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا (پ۲۱ احزاب ع۱۸) (ترجمہ) حالانکہ (یہی لوگ اس سے) پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ (ہم دشمن کے مقابلے میں) پیٹھ نہ پھیریں گے اور ان لوگوں نے جو خدا کے ساتھ عہد کیا تھا اس کی تو ان سے باز پرس ہو کر رہے گی۔ (بیعت عدم فرار کے بعد فرار ملاحظہ ہو)

۱۰۔ ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم (نحل پ۱۴ ع۲۰) (ترجمہ) پھر جن لوگوں نے مبتلائے مصیبت رہے پیچھے گھر بار چھوڑے پھر (خدا کی راہ میں) جہاد کئے اور (تکلیفوں پر) جو ان کو ترک وطن اور جہاد میں پہونچیں) صبر کیا (اے پیغمبر) بے شک تمہارا پروردگار ان (سب امتحانوں) کے بعد (قیامت کے دن) البتہ بخشنے والا مہربان ہے؛

۱۱۔ یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار (پ۲۸۔ سورہ ممتحنہ) (ترجمہ) مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آیا کریں تو ان (کے ایمان کی جانچ کر لیا کرو (یوں تو) ان کے ایمان کو اللہ (ہی) خوب جانتا ہے (تاہم جانچ لینا ضروری ہے) تو اگر (جانچنے سے) تم ان کو سمجھو۔ کہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

۱۲۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم۔ الآیہ پ۵ نساء ع۶۔ (اس کا شان نزول فلک النجاۃ انصاری صحابی کے قصہ میں دیکھو)۔ اے پیغمبر تمہارے ہی پروردگار کی قسم کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اس کی قبول کریں (غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں اس وقت تک؛ ان کو ایمان سے بہرہ نہیں۔

۱۳۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی م دنا؛ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

سورہ حجرات ع ۱ پ ۲۶ (ترجمہ) مسلمانوں اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک (آپس میں) زور زور سے بولا کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو (ابی بکرؓ و عمرؓ صاحب کے حق میں اتری ہے)

۱۴- انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ (پ ۱۸ سورہ نور ع ۹) (ترجمہ) سچے مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے۔ پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے (خطبہ جمعہ سے مہاجرین و انصار کا فرار اور جنگوں سے فرار فلک النجاۃ بحث غزوات و فرار ثلاثہ میں دیکھو اور کلمہ حصر سے ایمان ثلاثہ و دیگر ہیچو قسم کے اصحاب پر اس آیت کا بڑا اثر پڑتا ہے)؛

۱۵- وان فریقا من المومنین لکارھون (الجہاد) یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون (انفال ع ۱ پ ۹) اور مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے نکل کھڑے ہونے سے اس وقت حق ظاہر ہوئے پیچھے تمہارے ساتھ لگے جھگڑا کرنے (اور مارنے ڈر کے پیچھے ہٹنے) گویا ان کو زبردستی) موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور وہ (موت کو آنکھوں) دیکھ رہے ہیں۔

۱۶- ویقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیھا القتال رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت۔ (سورہ محمدؐ پ ۲۶ ع ۳) (ترجمہ) اور مسلمان یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں اے کاش جہاد کے بارے میں کوئی سورۃ نازل ہوتی تاکہ سب اس کی تعمیل کرتے پھر جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے اور اس میں صاف طور پر جہاد کا حکم ہو اور لڑائی کا تذکرہ ہو تو اے پیغمبر! جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے خوف زدہ دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہوا ور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

۱۷- الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فلما کتب علیھم القتال اذا فریق منھم یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ وقالوا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب (پ ۵ ع ۱۱) (ترجمہ) اے پیغمبر کیا تم نے ان لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جن کو حکم دیا گیا کہ (چند دن) اپنے ہاتھوں کو روکے رہو اور (اس وقت اسلام کے لئے اتنا ہی بس کرتا ہے) کہ نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیا کرو پھر جب ان (لوگوں) پر جہاد فرض ہوا تو ایک فریق ان میں سے (ایسا بودا نکلا) کہ لگے لوگوں سے ڈرتے جیسے کوئی خدا سے ڈرتا ہے۔

بلکہ (خدا کے ڈر سے بھی) بڑھ کر (اور گھبرا کر خدا سے) لگے شکایت کرنے کہ ہمارے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا ہم کو تھوڑے دنوں کی مہلت اور کیوں نہ دی (مہاجرین عبدالرحمٰن بن عوف، فرد عشرہ مبشرہ وغیرہ کے حق میں ہے دیکھو لباب النقول جلد ا ص۸۷ و کبیر جلد ۳ ص۳۸۹ و جلالین وغیرہ و تفسیر مولوی محمد علی لاہوری۔

۱۸ - ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون پ۴ ال عمران ع۶ (دیکھو لباب النقول (جلد ا ص۶۵ (ترجمہ) اور تم تو موت کے آنے سے پہلے (خدا کی راہ میں) مرنے کی آرزو ئیں کیا کرتے تھے سو اب تو تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

۱۹ - اذ تصعدون ولا تلوون علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم رب۴ ع۶ ال عمران (ترجمہ) اس وقت یاد کرو) جب تم (بدحواس) بھاگے چلے جاتے تھے اور باوجودیکہ رسول تو تمہارے پیچھے (کھڑے) تم کو بلا رہے تھے (لیکن) تم مڑ کر کسی طرف کو نہیں دیکھتے تھے۔

۲۰ - وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین پ۱۰ سورہ توبہ ع۱۰ (حنین میں) اور اتنی بڑی زمین باوجود وسعت لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

۲۱ - وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما پ۲۶ ع۱۰۔ اور اگر تم نے سرتابی کی جیسے تم پہلے کر چکے ہو تو وہ تم کو عذاب دردناک کی سزا دے گا۔

۲۲ - وما یؤمن باللہ اکثرھم الا وھم مشرکون پ۱۳ ع۱۲ (ترجمہ) اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

۲۳ - منھم المومنون واکثرھم الفاسقون۔ پ۴ ع ۳ (ترجمہ) ان میں سے تھوڑے ایماندار ہیں اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔

۲۴ - تبتغون عرض الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم من قبل۔ پ ۵ ع ۱۰ تم اس زندگی دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو سو خدا کے ہاں بہت غنیمتیں تیار موجود ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔

۲۵ - تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ۔ پ۱۰ ع۹ تم تو مال و متاع دنیا کے خواہاں ہو اور اللہ (تم کو) آخرت (کی نعمتیں دینی) چاہتا ہے۔

۲۶ - لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (الیٰ) تسرون الیھم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل۔ پ ۲۸ ممتحنہ ع ۔ تم چپکے چپکے ان کی طرف دوستی (کے پیغام) دوڑا رہے ہو اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو (وہ) اور جو ظاہر ظہور کرتے ہو (وہ) ہم (سب کو) خوب جانتے ہیں اور جو تم میں ایسا کرے گا (سمجھ رکھو کہ)

وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔

۲۷- ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس۔ الآیۃ۔ پ۱۰ ع۲ اور ان جیسے نہ بنو جو لوگوں کے دکھانے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے مارے شیخی کے اور حال یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔

۲۸- اور آیت آخری سورہ جمعہ پ۲۸ واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ یہ آیت بھی مدینہ میں بعد قوت اسلام واستقرار ایمان مہاجرین وانصار کی شکایت کر رہی ہے (ترجمہ) (اے پیغمبر) یہ لوگ سودا بکتے یا تماشا ہوتا دیکھیں تمہارے پاس سے چھٹک کر اسی کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور تم کو خطبہ پڑھتے چھوڑ جاتے ہیں۔

۲۹- آیت پ۱۴ ع۲ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین اس کی تفصیل حالات بعض صحابہ میں نماز میں خشوع نہ کرنا ملاحظہ ہو۔

۳۰- ومنھم من یلمزک فی الصدقات پ۱۰ ع۱۳ (اے پیغمبر) ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں کہ لوگوں کے مال خیرات کی تقسیم میں تم پر بے انصافی کا الزام لگاتے ہیں (دیکھو حالات بعض صحابہ تہمت علی النبی ص مع حاشیہ)

بعض آیات میں بلاشبہ مہاجرین وانصار مخاطب ہیں اور بعض میں مورد خاص و حکم عام کے ذریعہ داخل ہیں بعض میں تنبیہ و تفہیم ہے اور بعض میں وعید سخت ہیں اگر مہاجرین کو ہجرت کے بعد کوئی سزا کسی جرم پر نہیں ہونی تھی تو اس قدر سخت وعید ان کے لئے کیوں وارد ہوئے ہر جگہ مومنین سے ان کو اس امر میں مستثنے کیا جاتا الا المہاجرین والانصار ہوتا مگر نبی ص کے لئے بھی غور کریں تو لئن اشرکت لیحبطن عملک وارد ہوا ہے وغیرہ وغیرہ اگرچہ اس میں امت کی تعلیم مراد ہے۔ مگر ظاہر احکام میں مستثنے تو وہ نہیں ہیں اب نبی ص کے حالات پڑھنے سے تو ان کی عصمت میں کوئی خلل لازم نہیں آتا اور صحابہ کے اعمال دیکھنے سے اکثر ان منہیات کے عامل اور زیر عتاب نظر آتے ہیں۔ (احادیث) اس بارہ میں احادیث ذیل ملاحظہ ہوں:۔

۱- ان فی اصحابی منافقین۔ ان منکم منافقین۔ دیکھو فلک النجاۃ بعض حالات صحابہ (نفاق)

۲- لتتبعن سنن من قبلکم حذو النعل بالنعل۔ دیکھو بیان مشابہت امت محمدیہ بنی اسرائیل سے

۳- انکو ما قلو بنا بعد ان دادبنا رسول اللہ ص دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین بعض حالات صحابہ

۴- ما اخاف علیکم ان تشرکوا ولکن اخاف علیکم ان تتنافسوا۔ دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین۔ ۵- لا ادری ما تحدثون بعدی ولا تدری ما احدثنا بعدک دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین۔ ۶- انی فرطکم علی الحوض فاقول اصحابی اصحابی دیکھو فلک النجاۃ احداث فی

۷- قال الانصاری ماارادبها وجہ اللہ اوکان ابن عمتک - دیکھو فلک النجاۃ مع تعلیق لبعض صحابہ تہمت علی النبی ص

(۲۱) الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابداً (سورہ توبہ رکوع ۳)-

(ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی۔

اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲۲- والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا اوماتوا لیرزقنھم اللہ رزقاً حسنا وان اللہ لھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ (سورہ حج رکوع ۸) ترجمہ نذیر احمد

اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں وطن چھوڑے پھر شہید ہو گئے یا اپنی موت سے مر گئے اللہ ان کو آخرت میں ضرور عمدہ روزی دے گا اور کچھ شبہ نہیں کہ خدا ہی دوسرے دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے وہ ان کو ایسی

یہود کے ساتھ انس رکھنے والے اور اعمال سیئہ سے خدا و رسول کو غضب ناک کرنے والے حضرات کتاب ہذا میں درج ہیں۔ اور کمال ایمان کے لئے شرط محبت علیؑ کی اور بغض علیؑ کا علامت نفاق ہونا حدیث صحیح مسلم و ترمذی سے ظاہر ہے؛ آیت نمبر ۲۰ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو وعدہ خوشنودی و تیاری بہشت اور کامیابی کا دیتا ہے جو سب سے پہلے ایمان لائے یا جو پھر ان کے پیچھے خلوص دل سے مومنین ہوئے مگر بعض آیت بعض کی مفسر ہوتی ہے دوسری آیات کے مضامین کی مطابقت سے وہ شرائط بھی ملحوظ رکھنی ضروری ہیں جو مطلق ایمان لانے کے واسطے ملحوظ ہیں؛ کیونکہ جیسا اصل ایمان لانا ایک کار ثواب اور قابل مدح ہے اسی طرح اس سے بہت زیادہ قابل مدح ہے وہ جس نے ایمان میں سبقت کی مگر جو ان سے پیچھے ایمان لائے یا لائیں گے تا قیامت وہ بھی اسی شرط سے کہ خلوص و وفا میں سابقین کے ساتھ کافی موافقت رکھتے ہوں تو ان کے لئے بھی جزا وہی ہے جو سابقین کے لئے ہے جیسا کہ آیت مذکورہ کے الفاظ والذین اتبعوھم سے واضح ہے مگر بصورت بیوفائی و نافرمانی کے پہلے ایمان لانیوالے یا پچھلے سب یکساں ہو جاتے ہیں اس آیت میں جو وعدہ دیا گیا ہے وہ بصورت خاتمہ بالخیر کے حتماً پورا ہو گا مگر اس طرح

جگہ بہشت میں لیجا داخل کرے گا جس سے خوش ہو جائیں گے۔

۲۳۔ فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیئاتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ (سورۃ آل عمران ع ۲۰) (ترجمہ نذیر احمد) تو جن لوگوں نے ہمارے لئے اپنے دیس چھوڑے اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو ان کے نامہ اعمال میں سے ضرور محو کردیں گے اور ان کو ایسے باغوں میں لیجا داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اللہ کے ہاں سے یہ ان کے کئے کا بدلہ ہے

نہیں کہ پہلے دن ایمان لانے کے وقت یا ہجرت کرنے کے وقت سے ہی انہوں نے جنت میں قدم رکھ لیا تھا کہ پھر کسی نافرمانی کے سبب سے باہر نکل سکتے۔ جب حضرت آدم ع جیسے پیغمبر بباعث ایک لغزش کے جو نسیاناً ان سے واقع ہوئی۔ علی اختلاف القولین بہشت سے باہر نکالے گئے دوسروں کی کیا طاقت ہے کہ نہ ظاہر نہ معصوم بلکہ کچھ کام اچھے کئے اور پھر عمر بھر بہت کچھ خلاف مرضی خدا اور رسول عمل کرکے رسول و آل رسول کو غضب ناک کیا اور پھر بہشت کے وعدہ کے باوجود ان کے استحقاق زائل ہو جانے کے جبراً بہشت میں بیٹھ جائیں اور باہر قدم نہ رکھیں ظاہر ہے کہ مواعید معلق بعدم ارتداد و ثبوت استقامت و ایفائے عہد ہیں۔ جب یہ نہ ہوں تو کس منہ سے

حاشیہ ۶ کا ۲۰ اور آیت نمبر ۲۱ میں اعظم درجہ کے وہ لوگ بیان ہوئے ہیں جنہوں نے علاوہ ایمان لانے و ہجرت کرنے کے جہاد بھی کیا ہو اور دیگر آیات کے مطابق بھی مجاہدین کا درجہ قاعدین پر بلند ظاہر کیا گیا ہے جو واقعی بجا ہے لیکن بلا ریب کمال ایمان پہلی شرط ہے اور ثابت قدمی سے جہاد کرنا دوسری شرط ہے دیکھو آیت نمبر ۴۲ و ۳۱ اور ایمان و جہاد حضرات ثلاثہ کی حالت بیان حالات ثلاثہ میں دیکھو اور آیت نمبر ۲۱ کا مورد بالخصوص امیر المومنین علی ہیں ان کے حق میں یہ آیت اتری ہے دیکھو حاشیہ ترجمہ نذیر احمد و دیگر تفاسیر اہل تسنن۔ اگرچہ حکم عام ہو مگر مورد خاص اس میں اول نمبر پر منصور ہیں اور آخری آیات سورہ انفال میں بھی ایمان و ہجرت و نصرت کے ساتھ تین جگہ جہاد کی شرط قائم ہونے پر اولئک ھم المومنون حقا کا خطاب اور مغفرت و رزق کا وعدہ وارد ہوا ہے مگر امتحان جہاد کے بغیر یہ صورت نہیں اور دیکھو آیت سورہ توبہ ع ۱۲ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم (ترجمہ نذیر احمد) (مسلمانو) کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ (دستے) چھوٹ جاؤ گے اور ابھی اللہ نے ان لوگوں کو (اچھی طرح ٹھوک بجاکر) دیکھا تک نہیں جو تم سے جہاد کرتے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو چھوڑ کر کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے الخ اس آیت اور آیت نمبر ۴۱ میں جہاد سے امتحان پر کامیابی،

وہ بہشت کی انتظار کر سکتے ہیں اور انتظار کریں بھی تو حدیث حوض ان کی امیدیں توڑ دے گی جس سے واضح ہوتا ہے کہ جنہوں نے بعد وفات نبی ؐ کے بدعات نکالیں اور باعث سخط وغضب خدا ورسول کر لئے وہ ثواب موعود سے محروم رہ جائیں گے چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی ؐ ایسے لوگوں کو صحابہ میں تصور فرما کر بلائیں گے اور صحابہ بھی اپنے اسمار جتلائیں گے لیکن حکم ہو گا۔ کہ یا رسول اللہ انہوں نے اپنے اعمال آپ کے بعد بدلا لئے تھے۔ لہٰذا یہ حوض کوثر وغیرہ موعودہ ثواب مومنین کے مستحق نہیں رہے۔ ان کو نکال دو۔ اور دور کر دو تو حضرت ؐ بھی فرمائیں گے سحقا سحقا لمن بدل بعدی او غیر بعدی ان کو دفع کرو اور دور رکھو جنہوں نے میرے بعد عمل بدل دیا اس حدیث میں کوئی استثنار مہاجرین یا بدریین یا انصارین کا نہیں ہے بلکہ بڑے لیڈر قوم حضرت ابی بکر صاحب کو بتصریح نبی ؐ نے فرما دیا کہ ہم تیری نسبت کافی شہادت کمال ایمان ووفاداری کی نہیں دے سکتے کیونکہ معلوم نہیں تم میرے بعد کیا کچھ کر گزرو گے تفصیل اس کی کتاب ہذا کے بیان احداث صحابہ میں موجود ہے۔ وہاں مطالعہ کیجئے۔ یہ تو بعد وفات سرور کائنات ؐ کی نسبت ہے اب ہم ایسی ضروری شرط پیش کرتے ہیں جو حیات آل فخر موجودات ؐ میں بھی بڑے حضرات سے پوری نہ ہوئی بلکہ اس میں فیل ہو گئے۔ اور اوپر ہم ثابت کر چکے ہیں کہ عمل جزو ایمان ہے۔ اور ایمان باعتبار تصدیق واعمال کے کم وبیش ہوتا ہے۔ پس جب اعمال مطابق زبانی تصدیق کے نہ ہوں تو باعث فقدان اجزار کے وہ ایمان مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ ناقص ہوتا ہے اور یہ مسلم ہے کہ ہجرت ونصرت وغیرہ سب اعمال کا ثمرہ ایمان کامل پر مرتب ہوتا ہے۔ جب وہ کامل نہ ہوا اس پر جزا کس طرح مرتب ہو سکتی ہے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۲ جس میں عدم شک وجہاد کو شرط رکھا گیا ہے خلیفہ ثالث کی نسبت چونکہ مہاجرین وانصار کے علاوہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا فتویٰ موجود ہے۔ جو ان کے بیان ایمان میں مذکور ہے لہٰذا ان کی نسبت ہمیں اس جگہ صرف شیخین کے حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے التماس ہے کہ آیت نمبر ۸ و ۹ و ۴۰ و ۴۲ کو بالخصوص اور دیگر آیات مندرجہ کو بالعموم مد نظر رکھ کر متلاشیان حق ان کے بیان ایمان اور

۴۲۔ انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات رکوع ۲) (ترجمہ) (نذیر احمد) بس (دیکھے) مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر

(بقیہ حاشیہ) موقوف ہے جو شیخین وغیرہ بہت صحابہ میں مفقود ہے اکثر آیات مدح مہاجرین وانصار میں جہاد کی صفت لازمی طور پر ساتھ ہی مذکور ہے چنانچہ ان دو مذکورہ آیات میں بھی شرط ظاہر مذکور ہے۔ لہٰذا بہ تطبیق آیات جن آیات مہاجرین میں جہاد کا ذکر نہ ہو ان میں بھی یہ شرط ملحوظ رکھنا ضرور لازم ہے محققین غور سے سب آیات پر نظر کر کے انصاف سے فیصلہ دیں۔ ۱۲ مترجم۔

ایمان لائے پھر (کسی طرح کا) شک (و شبہ) نہیں کیا اور اللہ کے رستے میں جان و مال سے کوشش کی (حقیقت میں) یہی سچے (مسلمان) ہیں

شجاعت و علم مندرجہ کتاب ہذا کو مطالعہ کریں اور پھر مناسب فیصلہ دیں کہ ایمانی امتحان میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے اور کیا وہ ثواب موعود مومنین مخلصین مہاجرین کے مستحق ہیں؟ آیات نمبر ۴-۵-۸-۹ وغیرہ کی شرائط ایمان کو حضرت خلیفہ اول سے موازنہ کرنا چاہیئے اور ان سب آیات کے علاوہ خلیفہ ثانی کے ایمان میں آیت نمبر ۲۲ کو بھی مدنظر رکھا جائے کیونکہ ان کا حدیبیہ میں شک فی النبوۃ اور نفاق میں حلفیہ بیان فوق رکھتا ہے۔ نیز ثانی صاحب کو ماجاربہ النبیؐ (قرآن) میں بھی شک تھا جو احادیث مشکواۃ و اظہار مودۃ توریت سے ظاہر اور مسائل یہود کے ملانے کی درخواست سے واضح ہے۔ پس بہر حال ایسے حضرات بوجہ عدم وجود شرائط کمال ایمان و اجزائے ایمان (اعمال صالحہ) کے مستحق ثواب ہجرت وغیرہ نہیں ہیں (نظر انصاف کی ضرورت ہے)؛

(۲۵) لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا و مغانم کثیرۃ، یاخذونھا (سورہ فتح رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد)

اے پیغمبر جب مسلمان (ایک دیگر کے) درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے خدا یہ حال دیکھ کر ضرور ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اس کے بدلے میں ان کو سردست خیبر کی فتح دی اور فتح کے علاوہ بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے قبضہ کیا۔

اب ہم آیات مستدلہ مخالفین پر غور کرنے کے لئے ناظرین کی توجہ منعطف کرتے ہیں۔ آیت نمبر ۲۰ میں سبقت سے مراد ایمان اور اسلام میں سبقت کرنا ہے۔ چنانچہ مشہور و معروف و مسلم ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب سنی سے لکھ دیا گیا ہے۔ اور آئندہ چند تفاسیر سے بھی اس کا تائیدی ثبوت پیش کیا جائے گا اور ویسے موزون بھی یہی معنی ہے کیونکہ لفظ سابقون مہاجرین و انصار دونوں کے لئے آیا ہے اور انصار پر یہ منطبق نہیں ہوتا کہ بعض سابق اور بعض لاحق ہوں کیونکہ نبیؐ کو مدینہ طیبہ میں آتے ہی جنہوں نے جگہ اور دی وہ انصار کہلائے ان میں سابق لاحق، متصور نہیں وہ تو سب سابق ہیں اور اگر سبقت فی الہجرت ہی مراد لی جائے تو بھی شرائط مذکورہ ملحوظ رکھنے سے ثواب مرتب ہوگا: کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ جو ایمان پہلے لائے یا ہجرت پہلے کرے وہ بغیر کسی دوسری دلیل کے معصوم ہو جاتا ہے اور اس سے خطا ممکن نہیں اور جب خطا ممکن ہے تو اس کا کبائر و صغائر یا ارتداد کے مرتکب ہونے نہ ہونے کی بہر حال پڑتال ضروری ہے۔ اس کے بغیر اقوال موضوعہ سے کسی کے حق میں قطعی

بہشتی کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہجرت کے بعد کسی عمل صالح کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو بعد ھاجروا کے جاھدوا فی سبیل اللہ یا فا قتلوا و قتلوا یا ثم جاھدوا و صبروا وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔ اور والذین اتبعوھم میں تا قیامت سب شامل ہیں اور سب اسی وعدہ کے مستحق ہیں جو اس آیت میں مذکور ہے۔ پس وعدہ مندرجہ آیت کسی کے واسطے مخصوص نہ رہا بلکہ جو مومن صادق سابق یا لاحق ہو سب کے لئے حکم یکساں ہے۔ البتہ ترغیبی طور پر مہاجرین و انصار سے ان بعض کو جو سابق بالایمان تھے اول نمبر میں رکھا گیا اور جو ان کے پیچھے ایمان لا کر تا بعدار کامل ہوتے رہے یا ہوتے رہیں گے ان سب کے لئے جزا ایک ہی فرمائی کوئی مسلمان یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ زمانہ اول کے بعد آج تک کے لوگوں سے جو مومن صالح۔ تا بعدار شریعت نبویہ ہوا ہو اس کے واسطے خدا کی رضا مندی نہیں ہو گی یا اس کے لئے بہشت تیار نہیں یا بہشت میں داخل ہو کر اس کو خلود فی الجنت حاصل نہ ہو گا۔ اور اگر سب کچھ ہو تو پھر اس کو کامیابی عظیم نہ کہا جائے گا۔ حاشا و کلا۔ بلکہ یہی کامیابی ہے اور ضرور ہو گی دیکھو آیت نمبر ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹۔

اور ملاحظہ ہو تفسیر در منثور جلد ۱ صـ۲۶

واخرج البزارؒ وابو یعلےؒ والموھبیؒ فی فضل العلم والحاکمؒ و صححہ عن عمر بن الخطاب قال کنت جالسا مع النبی فقال انبئونی با فضل اھل الایمان ایمانا قالوا یارسول اللہ الملائکۃ قال اقوام فی اصلاب الرجال یاتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی و یصدقونی ولم یرونی یجدون الورق المعلے فیعملون بما فیہ فھؤلاء افضل اھل الایمان واخرج مثلہ البیھقیؒ فی الدلائل والاصبہانیؒ فی الترغیب والطبرانیؒ وابن ابی شیبۃؒ و ابن عساکر واحمدؒ والدارمیؒ والبخاریؒ فی تاریخ وابن حبانؒ باسانیدھم۔

(ترجمہ) محدثین نمبر الغایت ۱۳ بتصریح تصحیح حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہا میں نبیؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا حضورؐ نے فرمایا مجھے خبر دو کہ اہل ایمان میں سے کون افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا (نہیں) بلکہ وہ لوگ افضل ہیں جو ابھی باپ دادوں کی پشتوں میں ہیں میرے بعد پیدا ہوں گے! اور بغیر میرے دیکھے میری ساتھ ایمان لائیں گے اور بے دیکھے میری تصدیق کریں گے میرے احکام ان کو اڑتے ہوئے کاغذوں میں ملیں گے اور جو کچھ لکھا ان کو ملے گا اس پر عمل کریں گے۔ پس اہل ایمان میں سے یہ افضل ہوں گے۔

سلہ حدیث افضل اہل الایمان نسیم الریاض جلد ۱ صـ۵۳۵ میں مروی ہے فرمایا امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام الاخری وھو حدیث صحیح۔ انتھا یعنی نبی صلعم نے فرمایا میری امت بارش کی مانند ہے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر ۱۲ مترجم

اور نیز اس مضمون کی تائید میں مزید اطمینان کے لئے دیکھو کتاب ہذا حدیث خیر القرون قرنی اس کے دیکھنے سے انشاء اللہ کافی تسلی ہو جائے گی۔ اور مہاجرین و انصار کے لئے جو مواعید آیت نمبر ۲۰ میں وارد ہیں ان کے سوا مطلق مومنین صحابہ وغیرہ کے لئے بھی وہی وارد ہو چکے ہیں لہذا مہاجرین و انصار کے لئے کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی مثلاً دیکھو۔ آیات۔

(۲۶) لکن الرسول والذین امنوا معه، جاهدوا باموالهم وانفسهم واولئك لهم الخیرات واولئك هم المفلحون ○ اعد الله لهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ذلك الفوز العظیم (سورہ توبہ رکوع ۱۱) (ترجمہ نذیر احمد) لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ اللہ پر ایمان لائے۔ ان سب نے اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیے یہی لوگ ہیں جن کے لئے دنیا اور آخرت کی سب خوبیاں ہیں اور آخرکار یہی فلاح پانیوالے ہیں ان کے لئے اللہ نے بہشت کے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے!

نمبر ۱ لغایت ۱۷ و ۱۹ و ۲۶۔ مگر آیات ثم ولیتم مدبرین و من یولهم یومئذ دبره اور من نکث بھی ملحوظ رہیں اور عام مومنین کے لئے آیات مندرجہ سابقہ کے علاوہ قرآن میں بے شمار آیات موجود ہیں پس جو جزا عام مومنین کے لئے بھی ہے وہ اہل تسنن اپنے بزرگوں پر مخصوص کرکے کس طرح چسپاں کر سکتے ہیں البتہ خاتمہ بالخیر اور خلوص وغیرہ شرائط کا موجود ہونا ہر حال میں ضروری ہے۔ مہاجرین و انصار ہوں یا دیگر صحابہ یا عام مومنین

ثبوت مدعا از احادیث رسول ص

(خلوص نیت کی شرط) (۱) عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ص انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرءة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیه (مشکوۃ حدیث اول بروایت بخاری و مسلم) (خاتمہ بالخیر کی شرط) (۲) وعن سهل بن

ترجمہ۔ (۱) امیر عمرؓ سے مروی ہے کہا رسول اللہ ص نے فرمایا بس اعمال کی مدار نیتوں پر ہے جو کچھ آدمی کی نیت ہوتی ہے اسی کا ثمرہ اس کو ملتا ہے تو جس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے ہوئی ہو مقبول خدا و رسول ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کی غرض سے یا عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہوئی تو اس کی ہجرت کا ثمرہ وہی چیز ملے گی جو اسکی

سعد قال قال رسول اللہ ان العبد لیعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة ويعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار وانما الاعمال بالخواتیم۔ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر فصل اول بروایت بخاری و مسلم)

نیت میں ہے (۲) سہل بن سعد کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تحقیق آدمی دوزخیوں کے عمل کرتا رہتا ہے اور آخر جنت میں چلا جاتا ہے اور کبھی بہشتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے اور آخر جنت میں چلا جاتا ہے بس اعمال کی مدار خاتمہ پر ہے اس سے پہلے ایک حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ آدمی کو عمل کرتے کرتے بہشت سے ایک ذراع (ہاتھ) کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر آخر داخل جہنم ہو جاتا ہے اور کبھی دوزخ کے قریب ایک ذراع کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے اور داخل جنت ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؑ سے بغض نفاق کی علامت ہے

(۳) قال علی والذی فلق الجنة وبرأ النسمة انه لعهد النبی الامی صلعم الی ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب مناقب علیؑ)

(ترجمہ) حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو اگایا اور روح کو پیدا کیا کہ تحقیق جناب نبی امیؐ نے میرے ساتھ فرمایا تھا کہ مجھے مومن کے سوا کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق کے بغیر کوئی مجھ سے بغض نہیں رکھتا۔

لہ حضرت علیؑ معیار مومنین ہیں یہی ذریعہ شناخت مومن کا ہے چنانچہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ میں نبیؐ سے مروی ہے (بقیہ لہ بخاری مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۵ و مسلم ج ۲ صفحہ ۱۲۱ و بخاری ج ۹ صفحہ ۹۸ میں یہ حدیث موجود ہے) لولاک یا علیؑ ما عرف المومنون بعدی۔ اور حدیث بغض علی علامت نفاق ہے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ میں باسناد حمیدی و ابن ابی شیبہ و احمد وغیرہ اور صفحہ ۱۵۸ میں باسناد مسلم و طبرانی وغیرہ مروی ہے اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۹۲ میں نبیؐ سے مروی ہے حب علی آیة الایمان وبغض علیؑ آیة النفاق اخرجہ البخاری اور حدیث کنا نعرف المنافقین ببغض علی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۰ میں باسناد خطیب مروی ہے اور حدیث المهاجر ما نهی الله بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۳ و سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۹۰ میں دیکھو۔ ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔ عن ابن عباس قال ان الله استبطأ قلوب المهاجرين فعاتبهم على راس ثلثة عشر سنة من نزول القرآن فقال الم يأن للذين امنوا وعن الاعمش قال لما قدم اصحاب النبیؐ المدينة فاصابوا من لين العيش ما اصابوا بعد ما كان من الجهد، فكانهم فتروا عن بعض ما كانوا عليه فعوتبوا فنزلت الم يأن للذين امنوا ان تخشع قلوبهم

باقی بر صفحہ آئندہ

الآیۃ۔ یعنی خدائے عز و جل نے مہاجرین کے دلوں کو نیک کاموں اور فرمانبرداری خدا و رسول میں ڈھیلا اور سست پایا تو ان کو تیرہ برس نزول قرآن کے بعد عتاب فرمایا کہ ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ مومنین کے دل خدا سے ڈر کر نرم ہو جائیں اور اطاعت خدا اور رسول میں کوتاہی نہ کریں دوسری روایت میں ہے اصحاب نبیؐ کے مدینہ میں جب آئے تو آرام طلبی اور عیش پسندی کے عادی ہو گئے حالانکہ پہلے تکلیف اور تنگی میں رہتے تھے اس واسطے جو تابعداری نبیؐ کی یا عبادت خدا کرتے تھے اس سے سستی کرنے لگے تو خدائے پاک نے ان کو عتاب کیا۔ انتہی۔ یہ تو ابتدا کی باتیں ہیں نبیؐ کی وفات کے بعد عیش پسندی اور دنیا طلبی ایسی غالب آئی جس کے سبب سے احکام خدا اور رسول کا اکثر حصہ پس پشت ڈال دیا گیا اور اخاف ان تنتافسوا کی پیشین گوئی صحیح نکلی اگر ہجرت کے بعد یقیناً تا قیامت مہاجرین سے کوئی قابل مواخذہ فعل صادر نہ ہو سکتا تھا تو کیوں جا بجا عتاب ہوا اور ان کے ایسے افعال صفحہ تاریخ پر موجود ہیں جن پر قرآن سے سزا دوزخ اور غضب خدا معلوم ہوتی ہے ۱۲ مترجم۔

---

(۴) واخرج الترمذی عن ابی سعید الخدری[۱] قال نعرف المنافقین ببغضہم علیا (صواعق محرقۃ مطبوعہ مصر ص۷۳ و درمنثور ج۶ ص۶۶ ابی سعید و ابن مسعود سے)

(۴) حضرت ابی سعید خدری کہتے ہیں ہم صحابہ منافقوں کی شناخت محض بغض علیؑ سے کر لیتے تھے۔

اسلام میں ایذا مسلمین سے اور ہجرت میں منہیات سے بچنے کی شرط

(۵) عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ والمہاجرون من ھاجر ما نھی اللہ عنہ رواہ البخاری (مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول ص۶ و بخاری باب الانتہاء عن المعاصی) ایضاً فیہ ص۵ قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم والمہاجر من ھاجر الخطایا والذنوب (مشکوٰۃ بروایت بیہقی) وفی کنز العمال جلد ۱ ص۳۰ قال وما الھجرۃ قال صلعم ان تھجر السوء (بیہقی)

(ترجمہ) (۵) عبد اللہ بن عمرؓ کہتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مسلم کامل وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں (کسی کو ایذا نہ پہنچے) اور وہ مہاجر وہ ہوتا ہے جو منہیات خدا سے بچتا رہے نیز فرمایا کہ مہاجر وہ ہے۔ جو گناہوں سے بچے۔ نیز فرمایا کہ ہجرت حقیقی وہ ہے کہ اے مہاجر تو برائیوں کو چھوڑ دے (ورنہ صرف وطن چھوڑنے سے کوئی فائدہ نہیں)!

---

[۱] اسنی المطالب مولانا حافظ جزری صاحب حصن حصین مطبوعہ مکہ مکرمہ ص۸ میں حدیث ابی سعید کی ابی ذر سے مروی ہے

بد اعمالیوں سے بہشت میں ایک کا تیار شدہ گھر دوسرے کو مل جاتا ہے

(۶) اخرج سعید بن منصور وابن ماجہ و ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی البعث عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ص ما منکم من احد الا ولہ منزلان منزل فی الجنۃ ومنزل فی النار فاذا مات ودخل النار ورث اہل الجنۃ منزلہ فذلک قولہ تعالیٰ اولئک ہم الوارثون (تفسیر در منثور جلد ۵ ص۵ تحت آیت الذین یرثون الفردوس وکتاب الدین الخالص للسید الصدیق بحوالہ ابن ماجہ وسعید بن منصور و ابن جریر وابن المنذر و بیہقی وغیرہم)

(۷) اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال ما من احد الا ولہ منزل فی الجنۃ ومنزل فی النار۔ والمومن یرث الکافر منزلہ فی الجنۃ وذلک قولہ وتلک الجنۃ اللتی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ تفسیر در منثور ج ۶ ص۲۳ وتفسیر کبیر جلد ۴ ص۳۶ و ج ۶ ص۲۷۲۔

(ترجمہ) (۶) ابی ہریرہ روایت کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے واسطے ایک گھر بہشت میں اور ایک دوزخ میں تیار نہ ہو جب وہ مر کر بپاداش کردار خود داخل جہنم ہو جاتا ہے تو اس کے بہشتی گھر کے وارث بہشتی لوگ ہو جاتے ہیں اور آیت اولئک ھم الوارثون کا یہی معنےٰ ہے!

اور کتاب الدین الخالص ج ص۲۸ مؤلفہ سید صدیق میں بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ کتب مذکورہ

(۷) ابوہریرہ روایت کرتا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا۔ ہر آدمی کے واسطے ایک گھر بہشت میں اور ایک دوزخ میں تیار ہے پس کافر مومن کی جگہ، دوزخ کا وارث ہو جاتا ہے اور مومنین بہشتی جگہ کافر کا وارث ہو جاتا ہے اور آیت وتلک الجنۃ الآیہ کا یہی معنی ہے۔ یعنی بہشتیوں کو کہا جائے گا۔ یہ وہ بہشت ہے جس کے تم بوجہ نیک اعمالی کے وارث ہو گئے ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر بشر کے واسطے بہشت میں گھر تیار ہے مگر زیادہ تر تیاری کے واسطے اس کو جتلایا جاتا ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کی بذریعہ اعمال کے استعداد پیدا کرے مگر بصورت اس کے غیر مستحق ہو جانے اور بوجہ بد اعمالی و رفع ہونے اس استعداد کے اس کا گھر تیار شدہ دوسرے کو مل جاتا ہے۔ لہٰذا اعد اللہ لھم جنات تجری کا وعدہ اسی کے لئے پورا ہوگا جو وقت وفات تک بوجہ نیک اعمالی کے دخول جنت کی استعداد اور حصول ثواب کا استحقاق رکھتا ہو۔ اور لفظ رضی اللہ عنہم مندرجہ آیت نمبر ۲۵ سے شاید

(بقیہ حاشیہ) اور کہا رواہ الحاکم فی صحیحہ وعن ابی ذر وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم اور الفاظ سے بھی اس مضمون کو چند اسانید سے روایت کیا ۱۲ مترجم۔

کسی کو یہ مغالطہ ہو کہ اس میں صیغہ ماضی کا وارد ہے اور اس میں خاص تعداد کے اصحاب مراد ہیں جن سے خدا راضی ہو چکا اور پھر ممکن نہیں کہ ناراض ہو تو اس کا ازالہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ گاہے جس امر کا وقوع یقینی ہو اگرچہ مشروط بشرائط ہو اس پر صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے اور معنیٰ مضارع کے مقصود ہوتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجوراً۔ ہے اس میں رسول اللہ کا وہ کلام ہے جو قیامت میں ظہور پذیر ہو گا اور صیغہ ماضی کا مستعمل ہوا ہے اور اس کے علاوہ صیغہ ماضی کا جمیع مومنین کے لئے ہے جیسا کہ آیت نمبر ۲۵ میں وارد ہوا ہے پھر تو یا جملہ مومنین ایمان لانے کے دن سے ہی قطعی بہشتی ہو چکے ہیں خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی اور کوئی گناہ ان کو ضرر نہیں دیتا اور یا سب کے لئے پڑتال خاتمہ کے اعمال کی لازمی ہے اور رضوان الٰہی نیک اعمالی تک رہتا ہے اور بد اعمالی پر مبدل لغضب ہو جاتا ہے آیت نمبر ۱۴ و ۱۵ ملاحظہ ہوں ہر دو جگہ صیغہ ماضی کا بعینہ مثل آیت نمبر ۲۵ کے وارد ہے اور اس کے علاوہ سورہ مائدہ رکوع ۱۶ میں نیز وارد ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اور آیت نمبر ۱۷ میں بہشت عام مومنین کے لئے تیار کر رکھا ہوا ملاحظہ ہو پس یہ تیاری بھی کسی کے لئے مخصوص نہ ٹھہری۔

(۲۷) ھٰذا یوم ینفع الصادقین صدقھم لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذٰلک الفوز العظیم۔ (ترجمہ نذیر احمد) یہی (آج کا) دن ہے کہ سچے بندوں کو ان کا سچ کام آئیگا ان کے لئے بہشت کے باغ ہوں گے (تا کہ لکھا) اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہ ہے بڑی کامیابی۔

آیت نمبر ۲۷ میں جملہ مومنین صادقین کے لئے بہشت کا وعدہ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور رضوان الٰہی کا اظہار صیغہ ماضی سے کیا گیا ہے اور مومنین کی رضا بھی صیغہ ماضی سے ہے پس آیت نمبر ۲۵ اور آیت نمبر ۲۷ میں کوئی فرق نہیں ہے اور سچے مومنین کی شناخت آیت نمبر ۲۴ وغیرہ آیات مندرجہ سے کی جا سکتی ہے اور آیت نمبر ۲۷ میں مہاجرین وانصار یا داخلین بیعت شجرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے اور بشارت تیاری جنت دخول مع خلود ابدی جمیع مومنین کے لئے آیات نمبر ۱۴۔ ۱۷۔ ۲۷ میں ملاحظہ ہو۔ تو ثابت ہوا کہ اصل غرض یہ ہے کہ سب اعمال کی جڑ ایمان ہے جو مشروط بہ شرائط مندرجہ آیات نمبر ۴ و ۲۴ وغیرہ ہے اور ایمان کامل کے ساتھ قرآن کریم میں کسی جگہ اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کا ذکر فرما کر بہشت کا وعدہ دیا ہے اور کسی جگہ کسی عمل کا ذکر فرما کر رحمت و جنت و رضوان کا وعدہ فرمایا۔ منجملہ اعمال حسنہ کے ہجرت ونصرت ونماز باخشوع وغیرہ کو بیان فرمایا مگر اس سے یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اگر فلاں عمل ایک دفعہ کر لیا جائے تو اس کے بعد سب منہیات حلال ہو جاتے ہیں اور قطعی بہشتی ہونے میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ مرتے دم تک خلوص نیت اور ادائے فرائض

اور بچاؤ منہیات کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ استحقاق انعامات کا جاتا رہتا ہے۔ اصحاب نبیؐ کے ایمان کے امتحان اور ہجرت کی نیت کے آثار اور بیعت پر وفاداری کے اظہار اور جہاد اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص مسلمین کے ساتھ چلا جائے وہ جنگ کریں اور یہ ہمراہی صرف غنیمت کی تقسیم کا شریک ہو جائے اور میدان جنگ کے آس پاس پھرتا رہے۔ ذرا کفار کی بھیڑ دیکھی۔ تو راہ فرار اختیار کرے بلکہ قاتلوا و قتلوا جو آیت نمبر ۲۳/۲۸ میں موجود ہے ملحوظ ہونا چاہیئے۔ تب انسان مستحق جزا آیات نمبر ۲۰ لغایت ۲۳ کا بمع وجود شرائط دیگر ہو سکتا ہے ورنہ بجائے ان مواعید کے آیت ذیل کے وعید میں آ جاتا ہے۔

(۲۸) یا ایھا الذین[۱] امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار و من یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جھنم و بئس المصیر۔

سورہ انفال (رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد)

مسلمانو جب کافروں سے تمہارے لشکر کی مٹھ بھیڑ ہو جائے تو ان کو پیٹھ نہ دینا اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کو اپنی پیٹھ دے گا۔ تو سمجھنا کہ وہ خدا کے غضب میں آ گیا۔ اور آخرکار اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے مگر ہاں لڑائی کے لئے کنی کاٹتا ہو یا اپنے لوگوں میں جا شامل ہونے کے لئے کافروں کے سامنے سے ٹل جائے تو مضائقہ نہیں۔

اب دیکھیئے کہ بعض صحابہ کا فرار اس حد تک ہے کہ رسولؐ کے پاس علی و عباس کے بغیر کوئی نہ رہا اور رسول بلاتے رہے اور وعدہ بیعت شجرہ یاد دلاتے رہے مگر شہادت قرآنی کے مطابق ثم ولیتم مدبرین کے عمل پیرا ہوئے۔

معلوم نہیں کہ حضرات اہل تسنن ان حالات آیات مذکورہ کی تشریح کے بعد کس دلیل سے اکثر صحابہ کو قطعی بہشتی قرار دیتے ہوئے جو ان کے حالات کتب سنیوں سے پڑھ کر سنائے اس پر کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ آیت نمبر ۲۵[۲] کے متعلق یہ بھی عرض ہے کہ بغور اس کے ترجمہ پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ نبیؐ چونکہ احد وغیرہ غزوات میں صحابہ کا فرار دیکھ چکے تھے اس کے لئے ان سے مکرر بیعت لینے کی ضرورت محسوس فرمائی اور اس وقت آپ نے اس میں مصلحت سمجھی کہ صحابہ سے ایک خاص بیعت کے ذریعہ عہد لیا جائے کہ کبھی

---

[۱] آیت ۲۸ کا حکم سب جنگوں میں عام ہے جو کسی خاص جنگ کے لئے کہتا ہے اس کا قول ضعیف ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۹۹ اور لکھا ہے کہ جنگ سے فرار کبیرہ گناہ ہے وکل ذالک من الکبائر! عموم حکم اس آیت کا اور فرار کبیرہ گناہ ہے اسی طرح ترجمان القرآن بلطائف البیان پ ۹ انفال جلد ۴ صفحہ ۱۴۸ میں تفسیر ابن کثیر و فتح البیان سے منقول ہے۔ بیعت رضوان میں چودہ سو آدمی شامل تھا دیکھو نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۴۹ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۸۹/۲۳۷ اور ہر دو میں یہ بھی لکھا ہے کہ بیعت اس پر ہوئی تھی کہ نبیؐ کو جنگ میں چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ یا موت پر بیعت تھی مطلب ایک ہی

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ) ہے کہ مرجائیں گے مگر میدان جنگ نہیں چھوڑیں گے نیز دیکھو سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص۱۹ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۷ ص۵۶۹ وابوالسعود برحاشیہ کبیر صفحہ ایضا و صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۲۹-۱۳۰ و صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ ص۱۱ و جلد ۳ ص۲۸ میں ہے اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۲۳۶ میں ان الفاظ سے ہے وهو تحت الشجرة فبايعوا على ان لا يفروا ابدًا الخ۔ اس کے ساتھ آیات ذیل ملاحظہ ہوں سورہ احزاب ع ۳ پ۲۱ ع ۱۹ میں ہے ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الادبار وكان عهد الله مسئولا۔ تحقیق ان لوگوں نے پہلے خدا سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور خدا سے جو عہد ہو چکے اس کی باز پرس ضرور ہونی ہے۔ اور سورہ توبہ کی آیت ملاحظہ ہو ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا فى التوراة والانجيل والقران ومن اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به وذلك الفوز العظيم۔ اس سے مومنین کے جان ومال بدلہ جنت کے فروخت ہو چکے تھے یا قتل کرتے رہیں یا قتل ہو جائیں بھاگیں نہیں یہ پختہ وعدہ خدا سے ہر سہ کتب سماویہ میں ہوا جس نے اس وعدہ کو وفا کیا جو خدا سے ہوا تھا وہ اپنے سودا پر خوش ہو جائے اور کامیاب ہوا اور اس کے برعکس جس کا عمل ہوا بلاشبہ نتیجہ برعکس نکلے گا۔ اور دیکھو آیت وان تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذابا اليما۔ پ۲۶ ع ۱۰ ایضاً آیت ۳۰ اس آیت کے اول مومنین کی صفت یہ بیان ہوئی ہے الذين يوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق جو خدا کے وعدوں پر وفا کرتے ہیں اور عہد توڑتے نہیں ہیں۔ مورد خاص وحکم عام کے لحاظ سے سب مواعید اس میں شامل ہیں اور عہد توڑنے والے کو وفا کرنے والے کا ثواب ہرگز نہیں مل سکتا۔ اور سورہ نحل پ۱۴ ع ۱۹ میں ہے واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها وقد جعلتم الله عليكم كفيلا ان الله يعلم ما تفعلون۔ اس کے بعد ہے ليبلوكم الله به والموفون بعهدهم اذا عاهدوا واولئك الذين صدقوا واولئك هم المتقون۔ ترجمہ دیکھ کر تسلی کرلیں۔ مغیرہ بن شعبہ مہاجر اور اہل بیت شجرہ سے تھا اس کا حال معاوین معاویہ میں ملاحظہ ہو۔ نیز اس کا مہاجر اور رضوانی ہونا دیکھو فلک النجاۃ۔ احداث بدعات ونکث بیعت بعد از واقعہ شجرہ کیلئے دیکھو فلک النجاۃ مع تعلیق قاتل عمار بن یاسر جیسے صحابی بہ حدیث متواتر دوزخی در بیعت شجرہ میں شامل دیکھو فلک جلد ۱ اور عبدالرحمٰن بن عدیس سپہ سالار لشکر قاتلین عثمان بھی بیعت رضوان میں شامل تھا دیکھو مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ ص۲۳۱ ناقلاً اصحاب السیر سے ۱۲ مترجم

(اصل مضمون) وہ جنگ سے فرار نہ کریں گے اور لڑتے لڑتے مرجائیں مگر پیچھے نہ ہٹیں گے تو جب لوگوں نے بیعت کی اس حالت پر اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی خوش ہوا کہ اچھا کام کیا ہے اور اس کے عوض

ہیں کہ جنگ کے لیے انہوں نے آمادگی ظاہر کی اور دلی توجہ سے بیعت کر لی تو فتح خیبر کی انعام میں دیدی اور باقی مغانم پر بھی قبضہ کرا دیا۔ اس آیت کے ترجمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس بیعت کے بعد ابدالاباد تک خدائے عزوجل ان لوگوں سے راضی رہا اور رہے گا خواہ وہ اپنے اعمال کی صورت تبدیل کر لیں یا وہ اپنے اسی عہد بیعت پر بھی وفا نہ کریں تاہم راضی ہی راضی رہے گا بلکہ اس حالت کو دیکھ کر راضی ہوا اور ثمرہ و بدلہ اس کا عنقریب اس کے ہی دے دیا چنانکہ الفاظ واثابھم فتحاً قریباً سے ہویدا ہے اس کے بعد دیگر غنیمتوں کے ملنے اور کفار کی ایذاؤں سے بچانے سے بھی بدلہ پورا کرنے کو ظاہر فرمایا اس میں آخرت کے واسطے کچھ نہیں فرمایا۔ نیز لفظ اذ یبایعونک بھی اس کا موید ہے کہ ان کے اس حال پر اللہ تعالیٰ خوش ہوا جب کہ وہ بیعت کر رہے تھے اور اس سے انکار نہیں کیا تھا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آخرت کا ثواب اور رضوان آلہی بھی موعود ہے تو پھر کل شرائط کمال ایمان و ایفاء عہد و خاتمہ بالخیر کی بدستور ضرورت ہے اور جب جنت متقین کے لئے تیار ہے چنانچہ سورت آل عمران رکوع ۱۴ سے ظاہر ہوتا ہے اور متقین وہ نہیں ہوتے جو ایک سال مثلاً پرہیزگاری کر کے پھر اعمال سئیہ کرتے رہیں تو پھر مخالفین کا استدلال غلط ہے کیونکہ بعض صحابہ نے بعد رسول اللہؐ کے اپنے اعمال کو ضرور تبدیل کر لیا تھا اور بدعات پیدا کیں اور جناب علیؑ و دیگر اہل بیت نبیؐ سے عداوت و بغض کا اظہار کیا (جو علامت نفاق ہے) چنانچہ اسی کتاب کے مطالعہ سے ثابت ہو سکتا ہے دیکھو آیت نمبر ۲۹۔

۲۸ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما (سورہ فتح رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) اے پیغمبر جو لوگ حدیبیہ کے وقت تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے ہیں تو وہ تم سے نہیں بلکہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں کہ تمہارا نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے تو جو ایسا پکا قول و قرار کئے پیچھے اس کو توڑ دے گا تو توڑنے کا وبال خود اسی پر پڑے گا اور جو اس عہد کو پورا کرتا رہے گا جو اس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے۔ تو

پس اب غور کا مقام ہے کہ جو لوگ باوجود اس قدر پختہ عہد کے اس بیعت کے بعد راہ فرار، اختیار کرتے رہے جیسا کہ بیان غزوات کتاب ہذا میں مذکور ہے ان کو اجر عظیم کب مل سکتا ہے بلکہ آیت نمبر ۲۵ کے بدلے آیت نمبر ۲۸ ومن یولھم یومئذ دبرہ کی تحت میں ان کا آجانا متیقن ہے اور اگر ایک جنگ میں مغفرت جرم کا کوئی لفظ وارد ہوا ہے تو اس کو ہمیشہ کے لئے کل جنگوں میں چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔ رر ایفاء عہد کی شرط جیسا کہ بیعت شجرہ میں ضروری قرار دی گئی ہے اسی طرح جملہ مومنین کے لئے بیج ما جاء بہ النبی میں ضروری ہے کہ بوقت ایمان آوری

عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔ جب آدمی دل میں خدا اور رسول سے عہد کر لیتا ہے اور ظاہر بھی یہی کرتا ہے کہ جمیع احکام شریعت کی اطاعت کرے گا پھر اگر اس عہد کو توڑ دے اور نافرمانی کرے تو اس ثواب کا مستحق نہ رہے گا۔ جو مومنین کاملین کے لئے موعود ہے بلکہ ایسے افعال بھی بعض اوقات کر گزرتا ہے جن سے اعمال حبط کرا کر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ بطلق ایفاء عہد کی شرط کے ثبوت میں دیکھو آیت نمبر ۳۰۔

(۳۰) والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار۔ سورہ رعد رکوع ۳۔ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ خدا کے ساتھ پکا قول وقرار کئے پیچھے عہد شکنی کرتے اور جن باہمی تعلقات کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اس کو توڑتے اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے پھٹکار ہے اور ان کے لئے پھٹکار کے علاوہ برا انجام بھی ہے۔

تشریح

اس آیت کے ترجمہ کو لفظ بلفظ پڑھ کر صحابہ رسولؐ کے حالات سے موازنہ کریں کہ کون کون ان میں سے عہد پر قائم رہے اور کس کس نے عہد شکنی کی یعنی علاوہ دیگر امور کے اہل بیت نبوی خصوصاً حضرت علی ع کے لئے جناب رسول خدا م سے جو عہد کیا تھا اور اصبحت مولای ومولیٰ کل مومن ومومنۃ بھی کہا گیا اس کو کہاں تک پورا کیا اور جو تعلقات محبت ومتابعت اہل بیت رسول اللہ ص سے رکھنے کا خدا اور رسول نے حکم دیا تھا ان کو کہاں تک جوڑے رکھا اور کس کس نے بعد وفات رسول اللہ کے ایسی نبیاد رکھی جس سے ہمیشہ اہل بیت علیہم السلام کی تحقیر ہوتی رہی بلکہ اس حد تک ملک میں فساد برپا ہوا کہ اہل بیت کے سرکردہ حضرات اور ان کے محبین کو چن چن کر قتل کیا گیا اب ہم آیت نمبر ۲۵ کے کلمہ علم ما فی قلوبہم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس سے بفرض تسلیم تعمیم یا تو مراد یہ ہے کہ جو کچھ ان کے دل میں وفا یا عدم وفا کا خیال تھا سب اللہ کو معلوم ہے کیونکہ لفظ رضامندی ظاہر کرنے کا علم ما فی قلوبھم سے پہلے ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کرنے پر خدا راضی ہوا اور اس کے بعد فرمایا ان کے دل کا حال بھی خدا نے جو کچھ تھا سمجھ لیا پھر فرمایا۔ کہ ان کو اطمینان قلب کرا کر خیبر کی فتح کا انعام عطا فرمایا۔ چونکہ رضی اللہ کا کلمہ علم ما فی قلوبھم سے پہلے ہے اس لئے یہی معنے موزون معلوم ہوتا ہے اور اگر یہ معنی مراد لیا جائے کہ اس وقت کسی کے دل میں بے وفائی کا ارادہ بھی نہ تھا اور اسی حالت پر خدا تعالیٰ راضی ہوا تو پھر جس نے بے وفائی کی اظہر من الشمس ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ اور یا یہ معنے ہے جو سب سے زیادہ موزون ہے اور آیت نمبر ۲۹ سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ اس طرح کہ مراد المومنین واو د آیت نمبر ۲۵ سے مومنین مخصوصین معہودین ہیں جنہوں نے باخلاص

بیعت کی اور تادم حیات وفاداری سے منہ نہ موڑا اور ویسے بہ تسلیم تعمیم علم ما فی قلوبھم کے مطابق عام مومنین کے لئے بھی اس قسم کا کلمہ وارد ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ اعلم بایمانکم سورہ نساء پ ۵ رکوع ا (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے اور ظاہر ہے کہ بوقت علم ایمان کے اللہ تعالیٰ مومنین پر راضی ہوتا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر نہ کوئی مرتد ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ایسا فعل کر سکتا ہے جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کے مختلف حالات ہوتے ہیں کسی وقت خلوص دل سے نیک عمل کرتا ہے اور اس وقت بالضرور مطابق لا اضیع عمل عامل منکم (میں کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا) کے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر کبھی پھر کبھی گناہ کر لیتا ہے بلکہ گاہے مرتد بھی ہو جاتا ہے تو ایسے وقت میں کسی وہم و قیاس میں نہیں آسکتا کہ پھر بھی خدا تعالیٰ اسی طرح راضی رہے گا۔ علی ہذا القیاس بیعت شجرہ مندرجہ آیت نمبر ۲۵ کے بعد جن لوگوں نے اس عہد کے خلاف عمل کیا اور اس نے بیعت توڑ دی اور امتحان میں پاس نہ نکلا وہ تحت آیت فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ کے آجاتا ہے اور بلا امتحان بہشت میں نہیں جا سکتا ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۱۔

(۳۱) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین (سورہ آل عمران رکوع ۱۴: پارہ ۴)
(ترجمہ احمد) کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور نہ ان لوگوں کو جانچا جو (لڑائی میں) ثابت قدم رہتے ہیں!

تشریح۔ آیت نمبر ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ صرف زبانی پلاؤ پکاتے ہیں اور بوقت ضرورت فرار اختیار کرتے ہیں چونکہ امتحان میں فیل ہیں لہٰذا ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۳۲
(نیز ملاحظہ ہو آخر بیان فرار ثلاثہ کتاب ہذا۔

آیت نمبر ۲۰ کی مزید تشریح

اس آیت کی تفسیر میں چونکہ علماء اہل تسنن نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے لہٰذا ان کے نزدیک کسی کی فضیلت کے لئے باوجود اس قدر کثرت احتمالات کے نص نہیں ہو سکتی مگر ان کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے صحیح معنے سبقت فی الایمان کی تائید لکھی جاتی ہے اہل تسنن کے مشہور ترجمہ مولوی نذیر احمد سے آیت کی ذیل میں پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب قرینہ قرآنیہ لکھا جاتا ہے۔ کہ ماقبل آیت نمبر ۲۰ کے ہجرت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایمان کا حال مذکور ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے ایمان، اعراب کا ذکر کرکے ترغیبی طور پر ان کے ایمان کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے بیان میں سب سے اول سبقت

ملہ تفسیر درمنثور ج ۶ ص۷۳ میں باسناد ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ علم ما فی قلوبھم کی تفسیر یہ ہے کہ سکینہ

باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ

کرنے والے ہیں ماقبل آیت نمبر ۲۰ کا یہ ہے۔
(۳۲) ومن الاعراب من یومن باللہ
والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربات
عند اللہ و صلوات الرسول الا انہا
قربۃ لہم سیدخلہم اللہ فی
رحمتہ ان اللہ غفور رحیم۔ والسابقون
الاولون (الآیۃ) (ترجمہ نذیر احمد) اور
دیہاتیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ
اور روز حشر کا یقین رکھتے اور جو کچھ راہ خدا
میں خرچ کرتے ہیں اس کو خدا کی جناب کے
تقرب اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے
ہیں سو سن رکھو حقیقت میں وہ خرچ کرنا ان
کے لئے موجب قربت بھی ہے کہ ضرور مرے
پیچھے اللہ ان کو اپنی رحمت میں لے لے گا۔
بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مہاجرین
و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول
کرنے میں سبقت کی الخ۔

آیت نمبر ۳۲ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
ان لوگوں کی مدح فرما رہا ہے جو اللہ اور قیامت
پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے راہ میں خرچ
کرتے ہیں پھر ان لوگوں کا ذکر فرماتا ہے جو۔
اسی ایمان لانے میں سے پہلے سبقت کرنے والے
ہیں اور دوسری آیت سورۃ واقعہ کی اس کی اس
طرح مفسر ہے کہ فرمایا والسابقون السابقون
اولئک المقربون فی جنات النعیم۔ یعنی
یعنی جو سابق سے سابق اور سابقین سے
پہلے ہیں وہ مقرب ہیں اور بہشت میں ہیں اور
اس میں شک نہیں کہ یہ صفت حضرت امیر المومنین
علی کے سوا کسی میں نہیں پائی گئی۔ باقی سابقین
یا لاحقین بشرائط مندرجہ مضمون ہذا بھی شرائط
موجود ہونے پر ثواب میں شامل ہو سکتے ہیں
مگر جن حضرات کی نسبت بحث ہے ان میں سے
بعض کو خود اہل تسنن سابقین میں شمار نہیں
کرتے اور جن بعض کو بعض کی نسبت سابق شمار
کرتے ہیں۔ ان میں شرائط مندرجہ مضمون ہذا نہیں پائی گئیں۔ لہذا ان کو اس آیت کی فضیلت سے کوئی تعلق
نہیں ہے۔ اور جس قدر اختلاف احتمالات معنیٰ اس آیت میں ان کے علماء نے کیا ہے جس احتمال کو
لیا جائے وہ مفید ظن ہوگا نہ مفید یقین وان الظن لا یغنی من الحق شیئا ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۴
صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مصر اختلفوا فی السابقین الاولین من المہاجرین والانصار وذکروا وجوھا الخ
یعنی سابقین اولین جو بعض مہاجرین و انصار سے تھے ان کے مشخص کرنے میں علماء نے اختلاف کیا
اور بہت وجوہ لکھی ہیں اس کے بعد چند وجوہ کا ذکر کر کے لکھا منجملہ ان وجوہ کے ایک یہ ہے کہ سابقین
اولین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر دو قبلہ کی طرف نماز پڑھی یعنی بیت المقدس و خانہ کعبہ کی
طرف۔ دوسرا قول یہ کہ جو جنگ بدر میں شامل تھے وہ مراد ہیں۔ تیسرا قول یہ کہ جو ہجرت میں پہلے نکلے
وہ مراد ہیں۔ پھر سبقت الی الاسلام مراد لینا تسلیم کر کے فخر رازی جواب دیتا ہے کہ ہم کہتے ہیں پھر بھی ابی بکر

بقیہ حاشیہ۔ اس پر ازری تھی جس سے خدا تعالیٰ کو وفا کا علم تھا انتہیٰ۔ یہی ہمارا مقصود ہے اور یہی صحیح ہے ۱۲ مترجم باقی حاشیہ اگلے

کی فضیلت سے خالی نہیں۔ پھر رازی صاحب یوں رقم طراز ہیں کہ دوسری طرح علماء نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں اس آیت سے سب صحابہ کی مدح مطلوب ہے کیونکہ وہ سائر مسلمین سے سابقین اولین ہیں کیونکہ دوسرے بعد میں داخل اسلام ہوئے یا ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے متقدمین صحابہ ہیں تیسرا اختلاف اس میں نقل کیا کہ سابق بالاسلام کون ہے۔ اور تفسیر سراج المنیر ج ۱ ص۶۲۵ مؤلفہ محمد شربینی الخطیب مطبوعہ نول کشور منقول از مطبوعہ مصر میں اختلاف اقوال کا اس طرح نقل کیا ہے بعض نے کہا وہ مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی بعض اہل بدر کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں وہ مقصود ہیں جنہوں نے بیعت تحت الشجرۃ کی تھی۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس آیت سے وہ مقصود ہیں جو قبل از ہجرت اسلام لائے مگر اس میں پھر علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اول اسلام کون لایا ہے اور کسی نے اول سب سے نبی کے ساتھ نماز پڑھی۔ فقال بعض العلماء اول من اسلم بعد خدیجۃ علی بن ابیطالب وھذا قول جابر۔ یعنی بعض کے نزدیک بعد خدیجہ کے سب سے اول علی نے اسلام کو ظاہر کیا۔ یہی قول جابر کا ہے (چند اقوال نقل کر کے سب کے بعد کہا۔ وقیل المراد بالسابقین الاولین من سبق الی الھجرۃ والنصرۃ یعنے بعض ہجرت و نصرۃ میں سبقت کی اور انصار کے سابقین سے وہ مراد ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبۃ الاولے میں بیعت کی اور وہ چھ نفر تھے۔ اور تفسیر بیضاوی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ص۳۲۶ سورۃ براۃ میں بعینہ مثل اقوال سراج المنیر کے مندرج ہیں صرف بعد نقل قول قبل از ہجرت اسلام لانے کے اتنا اس نے زیادہ لکھا ہے کہ انصار سے وہ بھی سابقین ہیں جو عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور وہ ستر آدمی تھے۔ نیز وہ بھی سابقین سے ہیں جو بوقت آنے ابی زرارہ مصعب بن عمیر کے ایمان لائے تھے۔ (پھر کہا) والذین اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جو سابقین بالقبلتین کے بعد ان کے لاحقین ہیں۔ یا من اتبعوھم بالایمان والطاعۃ الی یوم القیامۃ یعنی اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جو سابقین کے پیچھے ایمان لائے اور طاعت خدا میں شاغل ہوئے اور وہ بھی جو تا قیامت ایسے ہوتے رہیں گے اور معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص۲۱۸/۲۱۹ سورہ توبہ میں ہے کہ اس آیت کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ سعید بن مسیب وقتادہ وابن سیرین اور ایک جماعت کا قول ہے کہ بیعت رضوان والے مراد ہیں (پھر کہا) واختلفوا فی اول من امن برسول اللہ ص امرء تہ خدیجۃ مع اتفاقھم

؂ (صفحہ بقیہ) تفسیر در منثور ج ۶ ص۱۵۱ میں دو اسنادوں سے مروی ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں سابقین تین ہیں یوشع وحزقیل و علیؑ ان میں سے افضل ہیں اور در منثور جلد ۳ ص۲۶۹ میں باسانید کثیرہ ابو موسیٰ اشعری اور سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ سابقین سے مراد قبلتین کے نمازی ہیں اس روایت کے مطابق اور دیگر مفسرین کے قول میں بھی سب مسلمان جنہوں نے ہر دو قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس آیت کے مصداق ہیں مگر اعمال کی مدار خاتمہ پر اور سب سے اعمال صالح کا مطالبہ آخر عمر تک بدستور قائم ہے ۱۲ مترجم۔

علیؑ انہا اول من آمن برسول اللہ فقال بعضہم اول من آمن وصلے علی بن ابیطالبؑ وھو قول جابر وبہ قال مجاھد وابن اسحاق اسلم وھو ابن عشر سنین وقال بعضہم ابوبکر الصدیق وقال بعضہم زید بن حارثۃ یعنے اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ سب سے اول کون ایمان لایا اور سب سے اول کس نے نماز پڑھی بعد اس کے کہ خدیجہ کبریٰ کو بالاتفاق اولین سے شمار کرتے ہیں۔ پس بعض جناب علی بن ابی طالب کو سب سے اول جانتے ہیں۔ یہی مذہب مجاہد وابن اسحاق وجابر کا ہے کہا۔ کہ علی بعمر دس سال سب سے اول ایمان لائے اور سب سے اول نماز پڑھی اور بعض نے کہا ہے وہ حضرت ابوبکرؓ ہے اور بعض نے کہا وہ زید بن حارثہ ہے (پھر کہا) انصار سے سابقین وہ ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبۃ الاولیٰ میں رسول اللہؐ سے بیعت کی اور وہ سات نفر تھے اور وہ جنہوں نے عقبہ ثانیہ کی رات بیعت کی اور وہ ستر آدمی تھے۔ نیز وہ جو مصعب بن عمیر کے قدوم پر ایمان لائے جب کہ وہ ان کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا اور عورتوں مردوں سے اس کی طفیل اور بھی کثیر خلقت ایمان لائی اور والذین اتبعوھم سے وہ لوگ مراد ہیں جو سابقین کے طریق پر تا قیامت ایمان وہجرت ونصرت وغیرہ اعمال میں متابعت کریں۔ نیز اسی طرح تفسیر ابوالسعود جلد ۵ ص۱۹۵ بر حاشیہ تفسیر کبیر میں ہے کہ مراد اس سے قبلتین کے نمازی یا اہل بدر یا قبل ہجرت اسلام لانے والے ہیں اور والذین اتبعوھم سے ایمان وطاعت میں تا قیامت ان کے تابع مراد ہیں بعض آیات بعض کی مفسر ہوتی ہیں۔ لہٰذا دوسری آیت اسی آیت کی مرادف بہ تکرار لفظ والسابقون السابقون اولئک المقربون جو سورہ واقعہ میں وارد ہے اس کو آیت نمبر ۲۰ کا مفسر سمجھنا چاہیئے اور مفسرین کے اقوال کی تطبیق دی جائے تو ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اس آیت، سورہ واقعہ کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی وسراج المنیر کی عبارت ایک ہی قسم کی ہے اور اس کے ہم معنے تفسیر کبیر میں بھی یہی لکھا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کے قول میں اس آیت سے مراد انبیاءؑ ہیں اور حسن وقتادہ کا یہ قول ہے کہ سابقین سے مراد ہر امت کے سابق بالایمانؑ ہیں اور محمد بن سیرینؒ کے قول میں قبلتین کے نمازی مقصود ہیں۔ اور مجاہد وضحاک کے نزدیک جہاد اور نماز میں سابق مراد ہیں اور علیؑ

لہ سابقین سے مراد سابق الی الایمان والطاعۃ وسابق الی الکمالات والفضائل والصلوات یا نماز قبلتین ہیں تفسیر ابوسعود بر حاشیہ کبیر جلد ۸ ص۵۵ اور تفسیر بیضاوی وسراج المنیر کی طرح انموذج جلیل من غرائب آی التنزیل مولفہ علامہ حجۃ الاسلام محمد بن ابی بکر رازی صاحب مختار الصحاح بر حاشیہ املاء ما من بہ الرحمن مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۲۵ میں ہے اور عقد الفرید جلد ۳ ص۲۸۱ میں بیان احتجاج مامون رشید در فضیلت علیؑ بمناظرہ علماء لکھا ہے اقرأنی کتاب اللہ تعالیٰ یقول والسابقون السابقون اولئک المقربون انما عنی من سبق الی الاسلام فہل علمت احدا سبق علیا الی الاسلام۔ انتہی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بن ابی طالب نے فرمایا ہے۔ سابقین سے مراد وہی ہیں جو سب سے پہلے نمازی ہیں (اور وہ خود حضرت علی و رسول خدا و خدیجہ کبرے ہیں) اور سعید بن جبیر کے قول میں توبہ و اعمال کی سبقت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم یعنی خدا کی بخشش کی طرف جلد دوڑ اور اسی پر خدا تعالیٰ نے ثنا فرمائی کہ جو لوگ اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرتے ہیں وہی سابقین ہیں۔ فرمایا۔ اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لہا سابقون انتہیٰ۔ اور دوسری جگہ اس قول کی تائید اس طرح وارد ہے۔ سابقوا الی مغفرۃ ورضوان۔ (نتیجہ) اکثر علماء جمہور اہل تسنن کے نزدیک اور جملہ روایات اہل بیت علیہم السلام میں سابقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور طاعت خدا میں سبقت کی اسی میں نماز۔ جہاد۔ ہجرت نصرت وغیرہ ہر قسم کی اطاعت خدا و رسول شامل ہے۔ قرائن قرآنیہ اس کی توثیق کرتے ہیں۔ اور مفسرین کا اصل منشار بھی یہی معلوم ہوتا ہے قرآنی آیات سے آیت نمبر ۳۲ مذکور ہو چکی ہے اور وھم لہا سابقون بھی لکھی گئی ہے اور علاوہ بریں ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ سابقین کے لئے ہم طلب مغفرت کریں اور اور سبقت کی تشریح بھی کر دی گئی ہے فرمایا مومنین کہتے ہیں ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اس آیت کے بعد کسی اور شاہد کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مگر چونکہ مفسرین کے اقوال مختلف نقل ہو چکے ہیں لہذا ان اقوال کا مآل و مقصود لکھنا بھی مناسب ہے تو جاننا چاہیئے کہ جو مفسرین سابقین سے مراد قبلتین کے نمازی یا اہل بدر یا اہل بیت شجرہ یا ہجرت سے پہلے اسلام لانیوالے بیان کرتے ہیں سب کا مال و مقصود یہی ہے کہ فلاں فلاں وقت تک جو ایمان اور طاعت میں سابق ہوئے وہی سابقین ہیں۔ اور جملہ مفسرین کا بعد بیان اختلاف اقوال کے اس اختلاف کو بیان کرنا کہ سابق بالاسلام کون ہے اس کی دلیل ہے کہ سب اقوال کا مآل سبقت بالایمان ہے۔ اور انہوں

بقیہ حاشیہ) یعنی علماء پر احتجاج کیا کہا خدا کی کتاب میں پڑھ فرماتا ہے والسابقون الایہ بجز اس کے نہیں کہ مراد اس سے وہی ہے جس نے اسلام کی طرف سبقت کی پس کسی کو تم جانتے ہو کہ اس نے حضرت علیؑ سے اسلام میں سبقت لی ہو۔ معالم التنزیل کا مضمون اختلاف معنے سابق الی الایمان یا الی القبلتین وغیرہ ترجمان القرآن ص۲۲ میں بھی ہے۔ (نتیجہ) ان اختلافات معنی سبقت الی الاسلام نمبر۱ یا الی الہجرت ۲ یا الی الصلوٰۃ والکمالات یا سابق بالہجرت سے مراد ہجرت حبشہ وغیرہ سے کثرت احتمالات کی ثابت ہوتی ہے۔ کسی ایک معنے کو نص نہیں کہا جا سکتا اور نہ کسی لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں یا امکان عصیان نہیں ہے لہذا اس آیت سے سنیوں کا استدلال موہوم برائے فضیلت ثلاثہ قائم نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم۔ ؎ اس کی تائید کہ مراد سابقون سے سابق بالایمان ہیں ایسی تفسیر سے لکھی جاتی ہے جس کو فحول علماء اہل تسنن نے اصح التفاسیر کا لقب عطا کیا ہوا ہے وہ تفسیر جامع البیان

نے آیت سورہ واقعہ میں اس کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے اور حسب نقل اہل تسنن کے جناب علیؑ قرآن ناطق کے کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ نماز کی سبقت مراد ہے یعنی جس نے سب سے اول نماز پڑھی وہی سابق ہے اور نماز بغیر ایمان کے نہیں ہوتی۔ لہذا اصل مقصود وہی ثابت ہوا۔ اور حسن و قتادہ نے بالصراحت کہہ دیا ہے کہ مراد اس سے ہر امت کے سابق بالایمان ہیں خواہ مہاجرین سے ہوں یا انصار سے یا دیگر امت سے۔ نیز سبقت انصار کی تشریح اور والذین اتبعوھم کی تفسیر جو کہ باتفاق مفسرین اوپر لکھی گئی ہے اس سے بھی سبقت بالایمان والطاعۃ مراد لینا بالاتفاق ثابت ہوتا ہے اور لفظ سابقون آیت میں مہاجرین و انصار کیلئے ایک ہی وارد ہوا ہے لہذا معنی و مراد اس سے ایک ہی قسم کی سبقت ہے۔ اور سابق بالایمان والطاعۃ حضرت علیؑ و خدیجۃؑ الکبریٰ اور ان کے بعد زید بن حارثہ ہیں چنانچہ اپنے مقام پر اس کو ثابت کیا گیا ہے پس مخالفین کے لئے ان آیات میں کوئی مفید حجت نہیں ہے بلکہ بیان بالا سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا قول محض غلط ہے جنہوں نے آیت نمبر ۲۰ سے یہ مراد لی ہے کہ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں جنہوں نے صرف ہجرت میں سبقت کی اور ان کے تابعین سے وہ مراد ہیں جنہوں نے ان کے پیچھے ہجرت کی اور وہ سب مہاجر اس آیت کے ذریعہ قطعی بہشتی ہو چکے ہیں ان۔ ہجرت کے بعد ان کے افعال سے خواہ کسی قسم کے ہوئے کوئی بازپرس نہیں اور یا ان سے کسی برے فعل ہونے کا امکان ہی نہیں اور اسی طرح وہ بھی غلط ہے جنہوں نے آیت نمبر ۲۵ سے یہ سمجھا ہے کہ بیعت شجرہ میں جو لوگ شامل تھے ان سے خدا راضی ہو گیا۔ پھر ممکن نہیں کہ ان کے کسی فعل پر کبھی ناراض ہو سکے۔

(بقیہ حاشیہ) مولفہ امام ابن جریر طبری کی ہے دیکھو تفسیر مذکور کی جلد ۱۱ ص ۵ مطبوعہ مصر اس میں ابن جریر بذیل قولہ تعالیٰ والسابقون بلا اختلاف تیقن لکھتے ہیں کہ مراد سابقون سے وہ ہیں جنہوں نے ایمان میں سبقت کی اور والذین اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جنہوں نے ایمان لانے میں ان کی مطابعت کی ۱۲ مترجم۔

[1] کتاب ہذا بیان احداث صحابہ میں حدیث بخاری ملاحظہ ہو جس میں بیعت والے صحابی کا اقرار ہے کہ ہم نے بعد میں احداث کیئے یعنی بدعات نکالیں ۱۲ مترجم

فصل. فیما یتعلق بایمان

الخلیفۃ الثالث اعنی عثمان ابن عفان :۔ فی امامۃ والسیاسۃ اجتمع ناس من اصحاب رسول اللہ صلعم کتبوا کتاباً ذکروا فیہ ما خالف فیہ عثمان من سنۃ رسول اللہ ص و سنۃ صاحبیہ وما کان من ھبتہ خمس افریقۃ لمروان وفیہ حق اللہ ورسولہ ومنھم ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وما کان من تطاولہ فی البنیان وما کان من افشاء لا العمل والولایات فی اھلہ وبنی عمہ من بنی امیۃ احداث وغلمۃ لا صحبۃ لھم من الرسول ولا تجربۃ لھم بالامور وما کان من ولید بن عقبۃ بالکوفۃ اذا صلے بھم صبح وھو امیر علیھا سکران اربعۃ رکعات ثم قال لھم ان شئتم ان ازیدکم زدتکم وتعطیلہ اقامۃ الحد علیہ وتاخیرہ ذلک عنہ انتھے۔ وفی تاریخ

فصل۔ حالات ایمانؑ حضرت عثمانؓ بن عفان کے بیان ہیں۔

الامامت والسیاست صت۳۰ میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے جمع ہو کر ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے ان امور کو شمار کیا جن میں امیر عثمانؓ نے سنت رسول اللہ اور سنت اپنے دو دوستوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے خلاف عمل کیا اور جو اس نے خمس افریقہ کا مروان کو بخشدیا حالانکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ذوی القربیٰ اور یتیموں و مسکینوں کا حق تھا۔ اور جو اس نے فخریہ عمارتیں بنائی تھیں۔ اور جو اس نے اہل کاری اور سرداری کو اپنے قبیلے اور چچازاد بھائیوں کے لڑکوں اور نوجوانوں بنی امیہ میں تقسیم کردیا جن کو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کا کوئی اثر تھا اور نہ ان کو تجربہ کاری حاصل تھی اور جو اس نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا سردار مقرر کیا تھا اور ولید نے لوگوں کو بحالت مخموری (شراب سے مست)

عہ خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۱ صت۱۳۱ میں باسناد ابن عساکر مروی ہے کہ حضرت عثمان عورتوں کے زیادہ شائق تھے. حضرت رقیہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال باکمال رکھتی تھیں ان کے لئے ان عثمان صاحب کا میلان ہوا مگر پہلے نکاح عتبہ سے ہو چکا تھا. حضرت عثمانؓ کو حسرت ہوئی کہ مجھ سے ان کی شادی ہوتی (طلاق ہو گئی) اس پر اسلام لائے اور بعد طلاق شادی بھی ہو گئی گویا ان کے اسلام کا سبب بظاہر یہ ہوا۔ اور حقیقت حال کو علیم و خبیر خوب جانتا ہے۔ اور یا شادی ہو گئی بعدہ بہ تعلق زوجیت حضرت عثمان مؤلفۃ القلوب کی صورت میں اسلام لائے چنانچہ بیان ہو گا ۱۲۰ مترجم۔

الخلفاء اول من حمی الحمیٰ عثمان و ھو اول من قطع الاقطاعات ای اکثر من ذٰلک وفیہ قال الزھری ولی عثمان الخلافۃ اثنیٰ عشر سنۃ یعمل ست سنین لا ینقم الناس علیہ شیئًا وانہ لاحب الیٰ قریش من عمر لان عمر کان شدیدًا علیھم فلما ولیھم عثمان لان لھم ووصلھم ثم توانیٰ فی امرھم واستعمل اقرباءہ واھل بیتہ فی الست الاواخر وکتب لمروان بخمس افریقۃ واعطے اقرباءہ واھل بیتہ المال فانکر الناس علیہ ذٰلک اخرجہ ابن سعد واخرج ابن عساکر عن الزھری وذکر قال سعید ان عثمان لما ولی کرہ ولایتہ نفر من الصحابۃ لان عثمان کان یحبؓ قومہ وکان کثیرا ما یولیٰ بنی امیۃ ممن لم یکن لہ مع رسول اللہ صحبۃ وفیہ ذکر شکوٰی کثیر من الصحابۃ لعاطیہ واراد وا عزلھم فلم یعزل۔ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ وفی تاریخ الخلفاء عن مغیرۃ قال جمع عمر ابن عبد العزیز حین استخلف بنی مروان فقال ان رسول اللہ کانت لہ فدک

صبح کی نماز چار رکعتیں پڑھائی اور پھر ان کو کہا کہو تو تمہارے لئے چند رکعات اور بڑھادوں اور امیر عثمان نے ولید کو مہلت دے رکھی اور اس پر حد جاری کرنے میں تاخیر کی۔ انتہیٰ۔ اور تاریخ الخلفاء صـ۱۶ میں ہے۔ اول جس نے کنبہ کی حمایت کی امیر عثمان تھا اور جس نے کثرت سے جاگیریں سب سے اول اپنے کنبہ میں تقسیم کر دیں وہ بھی امیر عثمان تھا اور اسی کے صـ۱۰۶ میں ہے زہری کہتا ہے امیر عثمان بارہ سال تک خلیفہ رہا۔ چھ سال تک اس پر لوگ کوئی اعتراض نہ کرتے تھے اور وہ قریش کو امیر عمرؓ سے پسند ترین تھا۔ کیونکہ امیر عمر لوگوں پر سختی کرتا تھا اور جب امیر عثمان والی ہوا تو اس نے لوگوں کے لئے نرمی اختیار کی اور ان کے ساتھ تعلقات بڑھائے مگر پھر خلقت کے امور میں سستی اختیار کی اور پچھلے چھ سالوں میں اپنے اقربا اور کنبہ کے آدمیوں کو عامل اور سردار مقرر کرنا شروع کر دیا اور مروان کو خمس افریقہ کا دیدیا اور اس کے سوا بہت مال اپنے اقربا اور اپنے اہل بیت میں تقسیم کیا۔ تب لوگوں نے اس پر اعتراض شروع کیا۔ اس روایت کو ابن سعد نے باسناد خود بیان کیا اور ابن عساکر زہری سے روایت کرتا ہے کہا سعید کہتا ہے تحقیق عثمان جب خلافت کا والی ہوا تو ایک جماعت صحابہ نے اس کو مکروہ و ناپسند کیا کیونکہ امیر عثمانؓ اپنی قوم کی بڑی محبت اور حمایت کرتا تھا اور اس نے بہت کچھ مال اور عہدہ ہائے سرداری کے بنی امیہ کے ایسے لوگوں کو دیدیئے جن کو صحبت رسول اللہ کی حاصل نہ تھی اور صـ۱۰۱ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ عاملین عثمان کی شکایات صحابہ نے حضرت عثمان کو سنائیں اور ارادہ ظاہر کیا کہ آپ ان کو معزول کر دیں مگر امیر عثمان نے ان کو معزول نہ کیا (کیونکہ وہ حمایت قرابت کو شریعت سے مقدم تصور کرتے تھے) اور اسی طرح صواعق محرقہ صـ۶۹ میں ہے۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۷ میں مغیرہ سے مروی ہے کہا عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں اولاد مروان کو جمع کیا اور کہا کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

لہ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۵۸ میں ہے کہ حضرت علی نے جب امیر عثمان کو یہ نصیحت فرمائی کہ تم نے معاویہ اور مغیرہ جیسے شخص کو کیوں امیر بنایا؟ امیر عثمان نے یہ جواب دیا کہ میرا اس میں قصور نہیں اور ہر ایک خطبہ بھی پڑھا جس میں ظاہر کیا کہ میں نے وہی کام کیا ہے جو امیر عمر نے بھی کیا تھا۔ مگر چونکہ اس نے تم لوگوں کو پاؤں سے لتاڑا اور ہاتھوں سے مارا تھا اور زبان کی وہ شدت دکھائی کہ تم چپ رہے۔ گو کہ اس کو ناپسند کریں اور میں نے نرمی کی ہے تو تم اس قدر دلیر ہو گئے کہ معترض ہونے لگے ہو۔ انتہٰی ملخصًا ۱۲ مترجم

ینفق منها و یعول منها علیٰ صغیر بنی هاشم و یزوج منها ایمهم (الیٰ ان قال) فکانت کذلك حیوٰۃ ابی بکر ثم عمر ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز وفی روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل و الاواخر للعلامۃ ابی الولید بن الشحنۃ الحنفی علیٰ هامش مروج الذهب اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدك[1] صدقۃ رسول صلعم۔ وفی الامامۃ والسیاسۃ عن عائشۃ رض لما اتاها انه بویع لعلی وکانت خارجۃ عن المسجد فقیل لها قتل عثمان وبایع الناس علیًا فقالت ما کنت ابالی ان تقع السماء علی الارض قتل والله مظلومًا وانا طالبۃ بدمه فقال لها عبید ان اول من طعن علیه و اطمع الناس فیه لانت ولقد کنت قلت اقتلوا نعثلا فقد فجر فقالت عائشۃ رض

آپ اس سے بنی ہاشم کے بچوں کو سال کا خرچ عطا فرماتے اور ان کے قابل شادی کو اس سے خرچ کر کے تزویج کرا دیتے تھے (تا آنکہ کہا) اسی طرح ابی بکر و عمر کے زمانہ میں رہا۔ پھر مروان نے اپنے لیئے مخصوص کر لیا اور اب عمر بن عبدالعزیز کے قبضہ میں آیا۔ اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ علامہ ابی الولید بن شحنہ حنفی مطبوعہ بر حاشیہ مروج الذہب مطبع مصر صفحہ ۲۰۹ میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان نے رسول اللہ صلعم کا صدقہ فدک مروان بن حکم کو بطور جاگیر بخش دیا تھا۔ اور الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں ہے بتحقیق حضرت عائشہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کر لی ہے اور بیوی صاحبہ اس وقت باہر گئی ہوئی تھیں ان کو کہا گیا کہ امیر عثمان قتل کیا گیا ہے اور لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے بی بی صاحبہ نے فرمایا اب مجھے پرواہ نہیں کہ آسمان

لہ فدک مروان کو مل جانے کا مزید ثبوت کتاب ہذا کے بیان فدک میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

قد واللہ قلت وقال الناس واخر قولی خیر من اولہ فقال عبید عذر واللہ ضعیف یا ام المومنین۔ وفی الخصائص للنسائی عن العلاء بن عزاء قال سالت ابن عمر وھو فی مسجد رسول اللہ ص عن علی و عثمان فقال اما علی فلا تسئلنی عنہ وانظر الی قرب منزلہ من النبی ص مافی المسجد بیت غیر بیتہ واما عثمان فانہ اذنب ذنبا عظیما تولی یوم التقی الجمعان فعفا اللہ عنہ وغفروا ذنب فیکم ذنبا دون ذلک فقتلتموہ وفی روضۃ الاحباب بالجملہ بعضے ازیں امور مذکورہ حامل وباعث شد مر عائشہ را کہ در شان عثمان گفت لعن اللہ نعثلاً چوں عبید بن سلمہ معترض شد بر عائشہ کہ اول معترض عثمان بودی واکنوں قصاص خون می طلبی وگفتی کہ اقتلوا نعثلاً فانہ قد کفر

زمین پر آپڑے تو بھی قسم بخدا چونکہ امیر عثمان مظلوم قتل ہوا ہے میں اس کے خون کا بدلہ لوں گی۔ عبید نے بی بی صاحبہ سے کہا تحقیق اول جس نے امیر عثمان پر طعن کیا اور جس نے لوگوں کو طمع قتل دلا دیا وہ تو ہی تھی اور تو نے کہا تھا کہ اس نعثل کو قتل[1] کرو کیونکہ یہ فاسق ہو گیا ہے بی بی عائشہؓ نے کہا خدا کی قسم میں نے کہا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی کہا۔ لیکن یہ میرا آخری قول پہلے سے بہتر ہے۔ عبید نے کہا اے ام المومنین اللہ کی قسم یہ عذر ضعیف ہے اور خصائص نسائی ص۶۲ میں علاء بن عزا سے مروی ہے کہا میں نے ابن عمر سے سوال کیا بحالیکہ وہ مسجد رسول اللہ میں تھا کہ حضرت علی و عثمان کی آپس میں عظمت شان کے لحاظ سے کیا نسبت ہے؟ ابن عمر نے کہا کہ حضرت علیؑ کا تو مجھ سے کچھ نہ پوچھو اور ان کے قریب منزلت کو جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ان کو حاصل تھا صرف اسی سے خیال کر لو کہ مسجد میں ان کے سوا کسی کا گھر نہیں۔ اور امیر عثمان نے بڑا گناہ کیا جو خدا نے معاف فرمایا۔ جنگ احد کے دن منہ پھیر کر مفرور ہوا اور اس نے تمہارے اندر اس سے چھوٹا گناہ کیا تو تم نے داس لائق سمجھا کہ تم نے اسے قتل کیا۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۱۲ میں ہے خلاصہ یہ کہ بعضے ان امور مذکورہ سے اس امر کا سبب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کے حق میں کہا۔ اللہ تعالیٰ نعثل کو لعنت کرے اور خدا نعثل کو قتل کرے۔ اور جب عبید بن سلمہ بی بی عائشہ پر معترض ہوا کہ امیر عثمان پر پہلے تو ہی معترض تھی اور اب تو اس کے خون کا بدلہ چاہتی ہے اور تم نے کہا تھا کہ نعثل کو قتل کرو کیونکہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

[1] نہایہ ابن اثیر باب النون مع العین میں ہے کان اعداء عثمان یسمونہ نعثلاً تشبیھاً برجل من مصر کان طویل اللحیۃ اسمہ نعثل وقیل النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً تعنی عثمان وھذا لما کان منھا لما غاضبتہ وذھبت الی مکۃ۔ یعنی نعثل لمبی داڑھی والے شخص کا نام تھا اس سے مشابہت کے سبب امیر عثمان کے مخالف ان کو نعثل کہتے تھے اور کہا گیا ہے کہ نعثل احمق

باقی بر صفحہ آئندہ

بجواب گفت کہ عثمان پشیمان شدہ توبہ کردہ ازاں امور کہ گفتم القصہ عائشہ چوں در مدینہ بود در شان عثمان می گفت قتل اللہ نعثلا و لعن اللہ نعثلا بعد از معاودت از مکہ بمدینہ در راہ جلوس علی بر مسند خلافت شنید و طلحہ و زبیر معاون و مشیر شدند کہ قصاص خون عثمان بگیریم۔ الخ فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج الحاکم والبیھقی عن الولید بن عقبۃ قال لما فتح رسول اللہ مکۃ جعل اھل مکۃ یاتون بصبیانھم فیمسح علیٰ رؤسھم ویدعو لھم فخرجت بی امی الیہ وانی مطیب بالخلوق فلم یمسح علیٰ راسی ولم یمسنی قال البیھقی ھٰذا السابق علم اللہ فی الولید فمنع برکۃ رسول اللہ واخبار الولید حین استعمل عثمان معروفۃ من شربہ الخمر وتاخیرہ الصلوٰۃ وھو من جملۃ الاسباب التی نقموھا علی عثمان حتے قتلوہ۔ وفی

جواب میں حضرت عائشہ نے کہا کہ عثمان نے پشیمان ہو کر ان امور سے توبہ کر لی تھی جو میں نے بیان کیے تھے القصہ حضرت عائشہ جب مدینہ میں تھیں تو امیر عثمان کی شان میں کہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نعثل کو قتل کرے اور نعثل کو خدا لعنت کرے۔ مگر جب مکہ سے مدینہ کی طرف واپس ہوئیں اور راستہ میں حضرت علی کا مسند خلافت پر بیٹھنا سنا اور طلحہ و زبیر اس کے معاون و مشیر ہو گئے کہ خون امیر عثمان کا بدلہ لینا چاہیے الخ (تو آپ اس پر تیار ہو گئیں) اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ میں ہے۔ حاکم و بیہقی ولید بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا۔ باشندگان اپنے بچوں کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے آنا شروع کیا اور خود حضرت ان بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ مبارک پھیر کر ان کے لئے دعا فرماتے تھے۔ چنانچہ میری

(بقیہ حاشیہ) بوڑھے کو کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے امیر صاحب کو کہتے تھے اور یا ان کی مشابہت سے اور انہی وجوہ پر بی بی عائشہ بحق امیر عثمان فرمایا کرتیں نعثل کو قتل کرو خدا اسے قتل کرے ۱۲ مترجم۔

؎۲ اسی طرح بعینہ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸ و تاریخ ابن جریر طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے اور طبری نے اس کا اسناد بھی ذکر کیا ہے اور مولوی غضنفر علی صاحب اپنی کتاب تاریخ بنی ہاشم صفحہ ۶۲ میں لکھتے ہیں کہ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۲۵ میں بذیل واقعات ۳۵ھ باسناد لکھا ہے کہ حضرت عائشہ اور دیگر اہل مدینہ کو جب حالات امیر عثمان کے مطابق یہ کلمات دلعن۔ قتل۔ کفر۔ کہنے پڑے امیر عثمان نے بھی حسب موقعہ یہی فتویٰ دیا جس کی عبارت مندرجہ تاریخ طبری یہ ہے فان اھل المدینۃ قد کفروا و خلفوا الطاعۃ ونکثوا البیعۃ یعنے اہل مدینہ بہ تحقیق کافر ہو گئے ہیں انہوں نے فرمانبرداری کو چھوڑ دیا ہے اور میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ میں بذیل ترجمہ زہیر بن وہب کے ذریعہ سے مروی ہے اس نے یہ حدیث بیان کی جو امیر عثمان کے تابعدار اور محب ہوں گے خروج دجال کے وقت دجال کے پیرو بھی وہی ہوں گے ۱۲ مترجم ؎۳ بعینہ انہی الفاظ سے عائشہ صاحبہ کا فرمان

باقی بر صفحہ آئندہ

مروج الذہب للمسعودی ہے و اشاء بالکوفۃ فعلہ رای فعل ولید بن عقبۃ) وظھر فسقہ ومدا ومنہ شرب الخمر فھجم علیہ جماعۃ من المسجد منھم ابو زینب بن عوف الازدی و ابو جندب بن زھیر الازدی وغیرھما فوجدوہ سکران مضطجعا علی سریرہ لا یعقل[1] فایقظوہ من رقدتہ فلم یستیقظ ثم تقیأ علیھم ما شرب من الخمر وقد عزر عثمان اباذر لرضاء معاویۃ لکوفہ امرا بالمعروف۔

بھی مجھے اسی طرح لے گئی بجائیکہ مجھے خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلعم نے میرے سر پہ ہاتھ نہ پھیرا بلکہ مجھے ہاتھ مبارک سے چھوا بھی نہ تھا بیہقی کہتا ہے یہ خدا تعالیٰ کے علم میں ولید کا حال پہلے سے معلوم تھا اسی واسطے رسول اللہ صلعم کی برکت سے محروم رکھا گیا۔ اور اخبار ولید کے جب اس کو امیر عثمان نے عامل بنایا تھا مشہور ہیں کہ اس نے شراب[1] پی اور نماز کو اپنے وقتوں سے مؤخر کر کے ضائع کیا اور وہی ولید اور اس کے افعال منجملہ ان اسباب[1] کے تھے جن سے امیر عثمان پہ صحابہ نے اعتراض کیا تھی کہ اس کو قتل کر دیا۔ اور مروج الذہب مسعودی طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ میں ہے کوفہ میں ولید کے افعال کو لوگوں نے مشہور کر دیا اور اس کے گناہ دائمی شرابخوری وغیرہ ظاہر ہو گئے پس نمازیوں کی ایک جماعت مسجد سے مجتمع ہو کر ولید کے پاس گئی جن میں ابو زینب بن عوف ازدی اور ابو جندب بن زہیر ازدی وغیرہ تھے۔ انہوں نے ولید کو چارپائی پہ لیٹا ہوا بالکل مست اور بیہوش پایا۔ انہوں نے جگانے کی کوشش کی مگر نہ جاگ سکا اور ان کے سامنے شراب پی ہوئی کی قے کر دی (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ طبع جدید مصر کی عبارت کے آخر یہ الفاظ ہیں ھو ممن اخبر النبی صلعم انہ من اھل النار۔ یعنے بفرمان نبی صلعم وہ دوزخیوں سے ہے) اور امیر عثمانؓ نے ابوذرؓ صحابیؓ کو برائے رضا خاطر معاویہ کے تعزیر دی اس سبب سے کہ ابوذر نے معاویہ کو امر بالمعروف کیا۔

[1] تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۵۱/۵۲ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۳۳ ومطالب السئول صفحہ ۲۱ امامۃ والسیاست جلد ۱ صفحہ ۳۰ میں ولید کی شرابخوری اور نماز صبح کی چار رکعات پڑھنی اور شراب کی قے کرنی لکھی ہے اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور صفحہ ۸۶ میں ولید کا یہ حال شرابخوری و نماز صبح چار رکعات پڑھنا لکھکر یہ بھی لکھا ہے کہ ولید نے اس نماز کے بعد مقتدیوں سے مخاطب ہو کر کہا تمہارا منشار ہو تو اور بڑھا دوں ابن مسعود نے جو ولید کی اقتدا میں تھا کہا کہ اگر بڑھاتے جاؤ تو ہم بھی بڑھاتے جائیں گے۔ یہاں تک آپ چاہیں بڑھائیں اسی طرح بعینہ استیعاب ابن عبدالبر جلد ۳ صفحہ ۶۳۳/۶۳۴ میں باسانید مروی ہے نیز اس میں اصمعی و ابو عبیدہ و ابن الکلبی وغیرہم کا یہ قول منقول ہے کان الولید بن عقبۃ فاسقا شریب خمر یعنے ولید فاسق

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ ۶۲۲ کا) اقتلوا نعثلاً قتلہ اللہ فقد کفر تذکرہ بعینہ اسی طرح خواص الامۃ ص ۳۸ و ص ۴۱ میں ہے اور انوار اللغۃ پ ۵ ص ۸۹ میں ہے قتلہ اللہ بمنزلہ لعنہ اللہ عرب میں بولا جاتا ہے اور فقد کفر کا معنے ظاہر ہے ۱۲۔

بقیہ حاشیہ ۶۲۳ کا) اور بڑا شراب خور تھا۔ اور اصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر جلد ۳ صفحہ ۶۳۸ میں لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ امیر عثمان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اس کے شراب پینے اور نماز صبح چار رکعات پڑھنے کا قصہ بروایات مشہورہ ثابت ہے بلکہ میں بھی ہے اور لکھا کہ قتل امیر عثمان کے بعد ولید حضرت علی ع کے برخلاف قتال کے لئے لوگوں کو اشتعال دیتا اور بھڑکاتا تھا جیسا کہ استیعاب میں بھی لکھا ہے اور کچھ حال ولید کا کتاب ہذا کے گذشتہ بیان فسق بعض صحابہ میں لکھا جا چکا ہے ۱۲ مترجم۔

۵۲ روضۃ المناظر مطبوعہ بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ ص ۱۲۳ میں بعینہ مثل عبارت شرح فقہ اکبر کے موجود ہے جس کی اصل عبارت کتاب ہذا میں لکھی گئی ہے اور خلاصہ اس کا حاشیہ ۱ صفحہ ہذا میں درج ہے۔ اور مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۶ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲ و طبع جدید مصر جلد ۲ ص ۲۲۵ میں اس طرح لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ اپنے ہم جنس دوستوں سرود خوانوں کے ساتھ شام سے صبح تک شراب پیتا تھا جب اس کو مؤذن نے نماز صبح کی خبر دی وہ اسی حالت میں یعنی شراب نوشی کے برتنوں سے جدا ہو کر نماز صبح کے لئے محراب کی طرف روانہ ہوا اور لوگوں کو نماز چار رکعات پڑھائی پھر کہا کہو تو اور بڑھادوں اور بیان کیا گیا ہے کہ اس نے سجدہ میں بہت طوالت کی اور کہتا رہا اشرب واسقنی یعنے مجھے اور پلا۔ تو صف اول کے ایک مقتدی نے کہا ماتریدلا زادک اللہ مزید الخیر واللہ لا اعجب الا ممن بعثک الینا والیا وعلینا امیرا۔ یعنی خدا تیرا بھلا نہ کرے تیرا اس سے کیا ارادہ ہے اللہ کی قسم مجھے فقط تعجب اس سے ہے جس نے تجھے ہمارا سردار بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہنے والا عتاب بن غیلان ثقفی تھا۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

وناهيًا عن المنكر وقد جاء في فضائله احاديث من النبي صلى الله عليه وآله واخباره بذلك والوليد كان اخا لعثمان من امه وكان واليًا على الكوفة من عثمان بعد سعد بن ابي وقاص وقوله تعالى ان جاءكم فاسق بنبا الاية نزلت في الوليد بن عقبة كما في الجلالين ولباب النقول والكشاف وغيرها۔ وفي كنز العمال عن بريدة مرفوعًا امرت بحب اربعة من اصحابي

اور نہی عن المنکر کی تھی اور تحقیق ابی ذر کے فضائل میں نبی ص سے احادیث اور اخبار اس کی اس تکلیف کی نسبت وارد ہوئی ہیں۔ اور ولید عثمان رض کا ماں کی جانب سے بھائی تھا اور عثمان کی طرف سے سعد بن ابی وقاص کے بعد والی کوفہ ہوا۔ اور آیت اگر تم کو کوئی فاسق خبر لادے تو اس کی جانچ پڑتال کر لی کرو اسی ولید بن عقبہ کے حق میں اتری ہے۔ جیسا کہ جلالین اور لباب النقول اور کشاف وغیرہ تفاسیر میں ہے

واخبرنی الله انه يحبهم علیؑ وابوذر
الغفاری وسلمان الفارسی ومقداد
بن اسود رواه الترمذی. وفی الخصائص
اخرج ابن سعد عن ابی ذر قال قال النبیؐ
یا اباذر کیف انت اذا کانت علیك امراء
یستأثرون بالفئ قلت اذن اضرب بسیفی
قال افلا ادلك علی ما هو خیر من ذلك
اصبر حتی تلقانی اخرج ابونعیم وابن
عساکر عن ابی ذر قال اخبرنی رسول اللهؐ
انهم لن یسلطوا علی قتلی ولن یفتنونی
عن دینی واخبرنی انی اسلمت فردا ها
موت فردا وابعث یوم القیمة فردا اخرج
ابونعیم من اسماء بنت یزید ان النبیؐ
وجد اباذر نائما فی المسجد فقال له الا
اراك نائما فیه قال فاین انام مالی
بیت غیره قال فکیف انت اذا اخرجوك
منه قال الحق بالشام قال فکیف انت
اذا اخرجوك من الشام قال ارجع
الیه قال فکیف انت اذا اخرجوك منه
الثانیة قال اذن اخذ سیفی فاتل حتی اموت.

اور کنز العمال جلد ٦ صـ ١٦٣ میں بریدہ سے مرفوعاً
مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے چار اشخاص
کے لئے اپنے اصحاب سے محبت رکھنے کا اللہ تعالیٰ
کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ
نے خبر دی ہے کہ وہ خود بھی ان کو دوست رکھتا
ہے ایک ان چار میں سے علیؑ ہے دوسرا ابو
ذر غفاری ہے. تیسرا سلمان فارسی ہے.
چوتھا مقداد بن اسود ہے اس کو ترمذی نے
روایت کیا ہے. اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صـ ۱۳۰
میں ہے ابن سعد ابی ذر سے روایت کرتا ہے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی ذر
سے فرمایا اے اباذر اس وقت تیرا کیا حال ہوگا
جب تجھ پر ایسے سردار و امرا ہوں گے جو مال
فے پر اپنا ذاتی تصرف کرکے اپنے لئے مخصوص
کرلیں گے میں نے (ابی ذر) عرض کی اس وقت
تلوار چلاؤں گا. رسول صلعم نے فرمایا. کیا میں تجھ
کو اس سے بہتر عمل نہ سمجھا دوں یہ کہ تم صبر کرنا
حتیٰ کہ تو موت کے بعد مجھے ملیگا (کذا فی المشکوٰۃ
کتاب الامارۃ صـ ۳۱۴ بروایت ابی داؤد) اور ابونعیم
وابن عساکر ابی ذر سے روایت کرتے ہیں. کہا
مجھے رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے کہ میرے مخالفین تحقیق میرے قتل پہ قادر نہ ہوں گے اور نہ
مجھے دین سے لغزش دے سکیں گے مگر آپ نے یہ بھی خبر دی کہ جیسے میں اکیلا اسلام لایا مجھے موت بھی
اکیلے ہی آئے گی (ابوذر صاحب حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بسبب امر بالمعروف جلا وطن کئے
گئے اور ربذہ میں فوت ہوئے) اور قیامت میں بھی اکیلا اٹھایا جاؤنگا اور ابونعیم اسماء بنت یزید
سے روایت کرتا ہے تحقیق نبیؐ نے ابوذر صحابی کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا اور فرمایا میں تجھے مسجد میں
سویا ہوا دیکھتا ہوں. ابی ذر نے عرض کی جب میرا سوا اس کے کوئی گھر نہیں پس سونا میرا کہاں ہو؟ آپ نے
فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا. جب تجھے اس مسجد سے باہر نکالیں گے. ابوذر نے عرض کی ملک شام میں

چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جب تجھے شام سے بھی نکالیں گے پھر تیرا کیا حال ہوگا؟ ابوذر نے عرض کیا پھر اسی (مسجد) کی طرف رجوع کروں گا۔ فرمایا جب تجھے اس سے دوبارہ نکالیں گے پھر کیا ہوگا؟ عرض کی پھر تلوار پکڑ کر جنگ کروں گا۔ حتیٰ کہ مرجاؤں گا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ حاشیہ) ۱؎ کنبہ پروری میں حضرت عثمان نے خدا اور رسول ص یا بہشت دوزخ کی پرواہ نہ کی بلکہ ابوسفیان سرگروہ بنی امیہ کے حکم کی تعمیل کی چنانچہ استیعاب بر اصابہ جلد ۴ صفحہ ۸۶ میں ایک گروہ رواۃ سے روایت ہے کہ ابوسفیان اسلام کے بعد بھی منافقین کی جائے پناہ تھا اور صفحہ ۸۷ میں ہے کہ ابوسفیان بوقت خلافت امیر عثمان کے اس کے پاس آیا اور کہا کہ تیم اور عدی کے بعد تیرے پاس خلافت آئی ہے پس تم کو چاہیئے اس کو کرہ (گیند) کی مانند پھیر اور اس کی میخیں بنی امیہ کو بنا دے اس لئے کہ یہ ملک ہے اور ہمیں بہشت دوزخ کی خبر نہیں کہ کچھ ہے یا نہیں۔ اسی طرح ابوالفداء جلد ۲ صفحہ ۱۶ ترجمہ معتقدمین بھی ہے اور اس کی تائید بخاری کتاب الجہاد باب دعا النبی الی الاسلام بحاشیہ احمد علی سہارنپوری جلد ا صفحہ ۴۱۳ میں ہے۔ انوار اللغۃ پ ۲۲ صفحہ ۲۳ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اور ابوسفیان نے مسلمانوں کی دشمنی سے یہ بھی گوارا کر لیا۔ یہاں سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابوسفیان کا اسلام کیسا تھا۔ اسی ابوسفیان نے حضرت عثمانؓ کو صلاح دی کہ علیؑ اور طلحہ اور زبیر کو مار ڈالو اور جب ابوبکرؓ صدیق خلیفہ ہوئے تو حضرت علیؑ کو جنگ کے لیئے ابھارا اگر حضرت علیؑ جانتے تھے اور دوسرے صحابہ بھی کہ ابوسفیان مسلمانوں کا کیسا خیر خواہ ہے اس لیئے کوئی اس کے مکروفریب میں نہ آیا۔ انتہیٰ ملعینہ ۱۲ مترجم۔

۲؎ اسی واسطے عثمان صاحب ان لوگوں سے سخت ناراض ہوئے جنہوں نے شراب خوری ولید کی اطلاع پہونچائی دیکھو مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ ۱۲ مترجم۔

فقال الا ادلک علی خیر من ذلک تنقاد لہم حیث قادوک وتنساق لہم حیث ساقوک حتی تلقانی وانت علی ذلک۔ اخرج الحارث بن ابی المثنیٰ الملیکی ان رسول اللہ ص کان اذا اخرج الی اصحابہ قال عویمر حکیم امتی وجندب (اسم ابی ذر) طرید امتی یعیش وحدہ ویموت وحدہ واللہ یکفیہ وحدہ۔ اخرج ابن سعد عن محمد بن سیرین فی حدیث طویل مرفوعا فلما کان ذلک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے اس سے بہتر امر کیوں نہ سمجھا دوں؟ تو ان کے زیر حکم چلتے رہنا جہاں تجھے چلائیں چلے جانا (صبر کرنا) حتیٰ کہ بعد وفات تو مجھے اسی حالت پر ملے۔ اور حارث بن اسامہ ابی المثنیٰ ملیکی روایت کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کی طرف تشریف لاتے فرماتے تھے عویمر میری امت کا حکیم ہے اور جندب (ابوذر کا نام ہے) میری امت کا ہانکا ہوا (جلاوطنی کا سزا یافتہ) اکیلے

خرج الی الشام فکتب معاویۃ الی عثمان
ان اباذر قد افسد الناس بالشام فکتب
فبعث الیہ عثمان فقدم ثم خرج الی
الربذۃ وقد اقیمت الصلوٰۃ وعلیہا
عبد لعثمان حبشی فتاخر فقال ابوذر
تقدم فصل فقد امرت ان اسمع واطیع
ولو لعبد حبشی فانت عبد حبشی ۱۰ انتہیٰ۔
مافی الخصائص فی البخاری عن زید بن
وھب قال مررت بالربذۃ فاذا انا بابی ذر
فقلت لہ ما انزلک منزلک ھذا قال
کنت بالشام فاختلفت انا ومعاویۃ فی
الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا
ینفقونہا فی سبیل اللہ قال معاویۃ نزلت
فی اھل الکتاب فقلت نزلت فیہما وفیہم
فکان بینی وبینہ فی ذلک فکتب الی عثمان
یشکونی فکتب الیّ عثمان ان اقدم المدینۃ
فقدمتہا فکثر علی الناس کانہم لم
یرونی قبل ذلک فذکرت ذلک لعثمان
فقال لی ان شئت تنحیت فکنت
قریبًا فذاک الذی انزلنی ھذا
المنزل ولو امروا علیّ حبشیا لسمعت

زندگی بسر کرے گا اور اکیلے فوت ہو گا اور اللہ
تعالیٰ اسے اکیلا ہی کافی ہے (اسی طرح اصابہ ابن
حجر میں تذیل ترجمہ ابی ذر نا قلاً سیرۃ نبویہ ابن
اسحاق سے لکھا ہے۔ اور زیادہ کیا و یحشر وحدہ
اکیلا اٹھایا جائے گا) اور ابن سعد نے محمد بن
سیرین سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا کہ
جب ابوذر شام میں گیا۔ معاویہ نے امیر عثمانؓ کو
لکھا کہ ابوذر نے شام کے لوگوں میں فساد پیدا کر
دیا ہے۔ لہذا امیر عثمان نے ابوذر کی طرف حکم
بھیجا اور ابوذر شام سے واپس آگیا اور ربذہ
کی طرف چلا گیا وہاں پہونچا تو ایک غلام حبشی
جو امیر عثمان کی طرف سے امیر مقرر تھا نماز کے
لئے تیار کھڑا تھا اور اقامت ہو چکی تھی۔
جب اس نے ابوذر کو دیکھا پیچھے ہٹ گیا۔ ابوذر
نے کہا مجھے حکم ہے کہ میں سنکر اطاعت کروں۔
اگرچہ غلام حبشی کی تحت میں رہوں پس تو بھی
غلام حبشی ہے تو ہی نماز پڑھا دے۔ انتہیٰ من
الخصائص اور بخاری مع فتح الباری مطبوعہ دہلی
جلد ۶ ص $\frac{۱۲}{۱۵}$ میں زید بن وہب سے روایت ہے
کہا میرا گزر ربذہ میں ہوا وہاں اچانک میں نے ابوذر کو
دیکھا میں نے کہا تم یہاں کس طرح آ گئے۔[۲] ابوذر نے کہا

---

[۱] یہ حدیث بخاری طبع مصر جلد ۱ ص ۱۶۲ میں حیواۃ الحیوان جلد ۲ ص ۳ میں ہے ۱۲ مترجم۔ [۲] روضۃ الاحباب
جلد ۳ ص ۱۳ میں لکھا ہے کہ امیر عثمان رض نے معاویہ کی خاطر ابی ذر کو شام سے نکالا اور پھر مدینہ میں بھی نہ رہنے دیا۔
[۳] خواجہ حسن نظامی صاحب محرم نامہ میں ابوذر کا قصہ مفصل لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے کہ
معاویہ کو اہل شام سے اور امیر عثمان کو اہل مدینہ سے اس بات کا خوف ہوا کہ لوگ اس محبت قومی پر جو امیر عثمان نے
معاویہ کے لئے تھی معترض ہوں گے کہ معاویہ جیسے شخص کی حمایت میں ابوذر جیسے شرع کے پابند محبت نبوی ص
میں محو ایک مقبول صحابی کو معزول کیا جا رہا ہے اور جرم صرف یہی ہے کہ جو امیر معاویہ سے مخالف شریعت

باقی بر صفحہ آئندہ

والطعت۔ فی الفتح قولہ فکثر علی الناس الخ فی روایۃ الطبری بانھم کثروا علیہ یسئلونہ عن سبب خروجہ من الشام قال فخشی عثمان علی اھل المدینۃ ماخشیۃ معاویۃ علی اھل الشام۔

میں شام میں تھا میرا اور معاویہ کا آیت الذین یکنزون الذھب والفضۃ۔ الخ۔ میں اختلاف ہو گیا وہ کہتا تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں میں اتری ہے اور میں نے کہا نہیں بلکہ اہل کتاب اور ان لوگوں کے حق میں اتری ہے جو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور خزانے جمع کر رکھتے ہیں تو معاویہ نے حضرت عثمان کو میری شکایت لکھی اور اسنے مجھے مدینہ میں واپس بلا لیا۔ جب میں مدینہ میں آیا تو اتنے لوگ میرے پاس جمع ہو گئے کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پس مینے قصہ گذشتہ امیر عثمانؓ کو سنایا تو حضرت عثمان رض نے مجھے کہا کہ تو اگر یہ جگہ چھوڑ کر دور چلا جائے (تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور) تو مقرب سمجھا جائے گا۔ پس یہی سبب ہے جس نے مجھے اس مقام پر پہونچایا۔ اور اگرچہ میرے اوپر کسی غلام حبشی کو سردار بنا دیں تب بھی میں اس کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ اور فتح الباری جلد ۲ ص ۱۲/۱۵ میں بذیل شرح اس حدیث کے لکھا ہے قولہ فکثر علی الناس۔ الخ روایت طبری میں ہے۔ ابوذر کے پاس لوگ کثرت سے جمع ہو گئے اور اس سے سبب واپسی شام کا پوچھتے تھے ابوذرؓ کہتا ہے کہ امیر عثمان رض کو اہل مدینہ سے اسی طرح کا خوف پیدا ہوا جیسا کہ معاویہ کو اہل شام سے ہوا تھا۔

پچھلے صفحہ سے شرح رہے) صادر ہوتا تھا ابوذر فوراً ٹوک دیتا تھا لہذا معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ یہ اہل شام میں میری ہتک کرتا ہے اس طرح لوگوں میں میری قدر کم ہو جائے گی اسلئے امیر عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلا یا پھر وہاں صحابہ جمع ہو گئے اور اس پر اظہار ناراضگی کیا کہ شام سے ابوذر کو کیوں معزول کیا گیا ہے امیر عثمان نے اس فتنہ کے بند کرنے کے لئے ابوذر کو باہر چلے جانے یعنی جلا وطنی ہونے کا حکم دیا۔ تاکہ نہ لوگ اس سے بار بار پوچھیں اور نہ فتنہ پیدا ہو۔ اسی طرح تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۲ ص ۱۲ حاشیہ ۵ و ص ۱۳ حاشیہ ۲ میں ہے ۱۲ مترجم۔

ولاحمد وابی یعلی من طریق ابی حرب باسنادہ عن ابی ذر ان النبی صلعم قال لہ کیف تصنع اذا اخرجت منہ ای من المسجد النبوی الخ وعند احمد عن اسماء بنحوہ والصحیح ان انکار ابی ذر کان علی السلاطین الذین یاخذون المال لانفسھم ولا ینفقونہ

اور احمد و ابو یعلی نے باسناد ابی ذر سے روایت کیا ہے کہ اس کو نبی صلعم نے فرمایا جب تجھے اس مسجد نبوی ؐ سے نکالا جائے تو کیا کرے گا؟ آخر حدیث تک۔ اور روایت احمد میں اسماء سے مثل اس کی مروی ہے اور صحیح یہی ہے کہ ابی ذر کا اعتراض ان بادشاہوں پر تھا جو مسلمین کا مال

فی وجهه الخ وفی الحجة البالغة وکان ابوذر ویصلی قبل ان یقدم علی النبیؐ ثلاث سنین۔ وفی تاریخ الخمیس الاول ما نقموا علیه (عثمان) من عزله من اصحابه اباموسی عزله من البصرة و ولاها عبد الله بن عامر ومنهم عمرو بن العاص عزله عن مصر و ولی عبد الله بن ابی سرح[1] وکان قد ارتد فی زمن النبیؐ ولحق بالمشرکین فاهدر النبیؐ دمه بعد الفتح الی ان اخذ له عثمان الامان ثم اسلم ومنهم عمار بن یاسر عزله عن الکوفة ومنهم المغیرة بن شعبة عزله من الکوفة ایضًا وفی ص۲۷ منها انه وهب لمروان افریقیة ومنها ما قالوا حبس عن عبد الله بن مسعود وابی ذر عطاءهما واخرج اباذر الی الربذة وکان بها الی ان مات

اپنے ذاتی اخراجات میں خرچ کرتے تھے اور خدا کی راہ میں بدستور شرع خرچ نہیں کرتے تھے الخ انتہیٰ من الفتح۔ اور حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۲ میں ہے کہ حضرت ابوذر نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے تین سال نماز پڑھتا رہا تھا۔ جب حالات آنحضرت صلعم کے سنکر ایمان لایا اور ابھی زیارت سے مشرف نہیں ہوا تھا۔ اور تاریخ خمیس ص۲۶۶ میں ہے اول اعتراض جو امیر عثمان پر صحابہ نے کیا یہ تھا کہ اس نے ابوموسیٰ صحابی کو بصرہ سے معزول کرکے اس کی جگہ عبداللہ بن عامر کو والی بنایا۔ اور عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کرکے اس کی جگہ عبداللہ بن ابی سرح کو والی بنایا۔ حالانکہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہوکر مشرکین کے ساتھ مل گیا تھا۔ اور نبی صلعم نے بعد فتح مکہ کچھ زمانہ تک اس کا خون

[1] معاویہ کے حال میں عبداللہ کا حال مذکور ہو چکا ہے دیکھو گذشتہ اور سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص۸۵ و صواعق محرقہ طبع مصر ص۶۸ میں ان اعتراضات کے بیان میں جو صحابہ نے عثمان پر کئے یہ لکھے ہیں کہ اس نے مروان کو ڈیڑھ لاکھ اوقیہ خزانہ بخشا اور اکثر بیت المال اپنی عمارتوں پر لگایا اور عبداللہ بن مسعود کو قید کیا اور ابوذر ربذہ کی جلاوطن کیا۔ اور عمار بن یاسر و کعب بن عبیدہ کو بیس بیس کوڑے مار کر بعض پہاڑوں کی طرف جلاوطن کیا اور بہت مصحف یعنی قرآن منگا کر جلا دیئے اور عبدالرحمٰن بن عوف کو منافق کہا۔ انتہیٰ۔ اور انوار اللغۃ پ۲۸ ص۵۵ میں عثمان کا عمار کو مارنا مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

[2] یہ اعتراض شریعت کے دیوانے حضرت ابی ذر کا منجملہ ان صفات کے تھا جو خدا نے مخلص مومنین کے لئے قرار دی ہیں فرمایا لایخافون لومة لائم یعنی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ تو ابوذر بھی سادہ لوح تھے منہ پر سچ سنا دیتے اور کچھ پرواہ نہ کرتے۔ تھے۔ کہ بادشاہ یا سردار ناراض ہو جائے گا ۱۲ مترجم۔

واصی الی الزبیر واوصاہ ان یصلی علیہ
ولا لیستاذن لعثمانؓ لئلا یصلی علیہ و
قد نفی کثیراً من اعلام الصحابۃ ومنھا
انہ ضرب عمار بن یاسر وذلک ان اصحاب
رسول اللہ ص اجتمع منھم خمسون رجلاً
من المھاجرین والانصار فکتبوا احداث
عثمان وما نقموا علیہ فی کتاب وقالوا
لعمار اوصل ھذا الکتاب الی عثمان
لیقرأہ فلعلہ ان یرجع عن ھذا الذی ننکرہ
وخوفوہ فیہ ان لم یرجع خلعوہ واستبدلوا
غیرہ قالوا فلما قرأ عثمان الکتاب طرحہ
فقال عمار لا ترم بالکتاب وانظر فیہ
فانہ کتاب اصحاب رسول اللہ ص وانا
واللہ ناصح لک وخائف علیک

معاف کر دیا تھا مگر امیر عثمانؓ نے اس کے
لئے امان طلب کی اور وہ پھر اسلام لایا اور امیر
عثمان نے حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ سے معزول
کر کے پھر مغیرہ بن شعبہ کو بھی اس سے معزول
کیا۔ اور اسی تاریخ خمیس کے صـ۲۷۱ میں ہے
کہ منجملہ ان اعتراضات کے جو امیر عثمان پر ہوئے
یہ بھی تھا کہ اس نے مروانؓ کو افریقہ بخش دیا
تھا۔ اور عبداللہ بن مسعود اور ابوذر سے جو ان
کے لئے عطیہ مقرر تھا ضبط کر لیا۔ اور ابوذر
کو ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا (اسی طرح ۱۱
روضۃ المناظر بر کامل جلد ۱۱ صـ۱۲۳ میں ہے) اور
وہ اسی جگہ رہا حتی کہ وہاں فوت ہوا اور زبیر کو
وصیت کی کہ وہ اس پر نماز جنازہ پڑھے اور امیر
عثمان کو اطلاع نہ دے کہ مبادہ اس پر نماز پڑھیں

اور دیگر چند مشہور صحابہ کو بھی امیر عثمان نے جلاوطن کیا۔ اور عمار بن یاسر کو زدوکوب کیا (پیٹا) اور یہ
اس طرح ہوا کہ پچاس افراد مہاجرین وانصار کے صحابہ سے جمع ہوئے اور انہوں نے بدعات امیر عثمان لکھ
کر سب اعتراضات ایک کتاب میں جمع کئے اور عمار کو کہا کہ یہ کتاب امیر عثمان کے پہونچا دے تاکہ وہ اس
کتاب کو پڑھکر شاید بدعات و منکرات سے باز آجائے۔ اور اس کتاب میں انہوں نے امیر عثمان کو یہ دھمکی
دی کہ اگر وہ ان افعال سے باز نہ آئے تو یہ لوگ خلع بیعت کرلیں گے یعنے اس کی بیعت توڑ دیں گے۔ اور
اس کی جگہ کوئی اور خلیفہ بنالیں گے کہتے ہیں۔ امیر عثمان نے جب اس کتاب کو پڑھا اسے پھینکدیا۔ عمار نے
کہا اس کو پھینک نہ دو بلکہ غور سے پڑھیے کیونکہ یہ اصحاب رسول اللہ کی کتاب ہے اور خدا کی قسم میں نصیحت کر
رہا ہوں مجھے تیری حالت پر سخت خطرہ ہے۔

لہ مروج الذہب بر حاشیہ کامل جلد ۵ صـ۱۵۳ روضۃ المناظر ابن شحنہ حنفی بر کامل جلد ۱۱ صـ۱۲۳ میں ہے کہ مروان رسولؐ
کے دربار کا راندہ تھا جس کو مدینہ اور اپنے قرب وجوار سے آنحضرت ص نے جلاوطن کر دیا تھا اور عاملین امیر عثمان سے ایسی ہی
جماعت تھی جن سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کوفہ پر تھا اور وہ ان میں سے جن کے لئے نبی ص نے خبر دی تھی کہ یہ اہل
دوزخ سے ہیں۔ اور عبداللہ بن ابی سرح مصر پر اور معاویہ شام پر حائل تھا۔ (پھر کہا کہ ولید بن عقبہ اپنے دوستوں کے
ہمراہ اور اپنے سرود گانیوالوں میں بیٹھ کر شراب پیتا تھا۔ ۱۰ لہ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے ۱۲ مترجم۔

فقال کذبت یا ابن سمیۃ و امر غلمانہ فضربوہ حتی وقع لجنبہ[1] واغمی علیہ وزعموا انہ قام بنفسہ فوطی بطنہ و مذاکیرہ حتی اصابہ الفتق واغمی علیہ اربع صلوات فقضاھا بعد الافاقۃ فغضب لذلک بنو مخزوم وقالوا واللہ لئن مات عمار من ھذا لنقتلن من بنی امیۃ شیخاً عظیماً یعنون عثمان ثم ان عمار الزم بیتہ الی ان کان امر الفتنۃ ما کان۔ الخ وقد وقع بین عثمان و عمار حین بنی مسجد النبی م بحضرۃ النبی م لما قرأ عمار اشعار علیؑ فی نقض عثمان ثیابہ و اطرافہ وضربہ بجریدۃ کما فی عقد الفرید للعلامۃ ابن عبد ربہ و فی شرح الفقہ الاکبر و انما لم یقتل علیؑ قتلۃ عثمان (انھم کانوا بغاۃ اذا لباغی لہ ملعۃ (قوۃ) و تاویل وکانوا فی قتلہ متاولین وکان لھم منعۃ، فانھم کانوا یستحلون ذلک رای قتل عثمان) بما نقموا منہ و فی تاریخ الخمیس ذکر المخندسے انہ (عثمان) اقیم

[1] امیر عثمان نے کہا۔ اے سمیہ کے بیٹے تو جھوٹ بول رہا ہے یہ کہکر امیر عثمان نے اپنے نوجوان خدام کو حکم دیا کہ عمار کو انہوں نے لٹا کر خوب پیٹا یہاں تک کہ بیہوش ہو گیا اور مرنے کا شبہ ہوا اور اس کے پیٹ اور اعضائے تناسل کو اس قدر پامال کیا اور کچلا کہ عمارؓ کو پردہ پھٹنے سے مرض فتق لاحق ہو گئی اور اس کی چار نمازوں کا وقت بیہوشی میں گذر گیا جو اس نے بعد افاقہ قضا پڑھیں (امیر عثمانؓ نے حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ پر خوب عمل کیا) پس اس سبب سے بنو مخزوم بگڑے اور غصہ سے کہنے لگے خدا کی قسم اگر عمار اس سبب مر گیا تو ہم بھی بنی امیہ کے بڑے شیخ کو یعنے، عثمان کو قتل کر دیں گے۔ پھر عمار اپنے گھر میں مستقل بیٹھ گیا حتی کہ امیر عثمان اور عمار نے حضرت علی کے وہ اشعار پڑھے جن میں مذکور تھا کہ عثمان اپنے کپڑوں اور اطراف کو مسجد کی اینٹوں کے غبار سے جھاڑتا ہے۔ اور اس سے کو امیر عثمان نے چھڑی (لاٹھی) لگائی تھی۔ جیسا کہ عقد الفرید علامہ ابن عبد ربہ جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۱ میں ہے کہ حضرت علی نے

اسی طرح امامۃ والسیاسۃ جلد ا صفحہ ۳۱ میں مذکور ہے اور تحفہ اثنا عشریہ طبع نو لکشور صفحہ ۳۲۰ تا صفحہ ۳۲۲ میں عثمان صاحب کا ابوذر کو جلا وطن کرنا اور ابن مسعود پر سختی کرنا اور عمار کو زدوکوب کرنا مفصل مذکور ہے اسی طرح مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲۷/۲۲۸ میں ہے ۱۲ مترجم۔ [2] مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۵۹ میں ہے منجملہ ان مطاعن کے جو مہاجرین و انصار نے امیر عثمان پہ کئے ایک یہ تھا ما نال عمار بن یاسر من الفتق والضرب الخ۔ یعنے یہ جو عمار بن یاسر پر فتنہ بپا کیا اور اپنے سپاہیوں سے اسے زدوکوب کرایا ۱۲ مترجم۔

بعد موته) في حش كوكب ثلاثاً (كذا في الكامل ج ۳ ص ۸۰) مطروحاً لا يصلى عليه وروى محمد بن عبد الله بن الحكيم وعبد الملك بن الماجشون عن مالك[۲] قال لما قتل عثمان القى على المزبلة ثلاثة ايام (كذا في الرياض. وفي الامامة والسياسة (دفن عثمان) حتى وضعوه في (ادنى) البقيع فاتاهم جبلة بن عمر والساعدي من الانصار فقال لا والله لا تدفنوه في بقيع رسول الله ولا متركم تصلون عليه فقال ابو الجهم ان لم تصل عليه فقد صلى الله عليه فخرجوا ومعهم عائشة بنت عثمان معها مصباح

قاتلین امیر عثمان کو اس لئے قتل نہ کیا کہ وہ باغی تھے اور باغی کے لئے قوت اور تاویل ہوتی ہے اور وہ قاتلین بھی قتل امیر عثمان میں تاویل کرتے تھے اور ان کو یہ قوت حاصل تھی کہ حضرت عثمان کو بسبب اس کی بدعات کے قتل کر دینا حلال جانتے تھے۔ اور نہ تاریخ خمیس ص ۲۶۵ و تاریخ کامل جلد ۳ ص ۸۰ میں[۱] ہے کہ نجندی ذکر کرتا ہے امیر عثمان کی نعش موت کے بعد تین دن حش کوکب میں پڑی رہی اور اس پر کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی۔ اور محمد بن عبد اللہ بن حکیم و عبد الملک بن ماجشون نے مالک سے روایت کیا کہ جب امیر عثمان قتل ہوا اس کو ایک پاخانہ کے مقام پر پھینکا گیا اور تین دن وہاں پڑا رہا اسی طرح ریاض میں ہے (اور اسی طرح بعینہ استیعاب مطبوعہ مصر بر حاشیہ اصابہ جلد ۳ ص ۸۰ میں ہے) اور الامامۃ والسیاسۃ ص ۴۲ میں (در بیان دفن امیر عثمان کے لکھا ہے) حتی کہ اس کی نعش کو (امیر عثمان کی) گرد نواح بقیع میں رکھا گیا اور ان کے پاس جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری آیا اور کہا خدا کی قسم اس کو بقیع رسول اللہ میں (مسلمانوں کے قبرستان میں) دفن نہ کرو اور ہم تمہیں اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنے دیں گے (اور تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۳ میں اسی طرح ہے کہ انصار نے جنازہ سے روکا اور کہا کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ مقابر مسلمین میں دفن کرو) پس ابو جہم نے کہا اگر تم اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو تو اللہ تعالیٰ اس پر پڑھ دے گا۔ پس وہ نعش کو لے نکلے اور ان کے ساتھ عائشہ بنت عثمان بھی تھی جس کے پاس ایک چراغ تھا۔

---

۱ حیاۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۱ میں بعد وفات حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یوں ہی لکھا ہے واقام ثلاثة ايام لم يدفن ولم يصل عليه ۱۲ مترجم۔

۲ اسی طرح بعینہ ابن ماجشون و مالک سے سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص ۸۱ میں بالفاظ القى على المزبلة ثلاثة ايام میں مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

فی حق حتی اذا اتوبه حش کوکب حضروا له حفرۃ ثم قاموا یصلون علیه وامهم جبیر بن مطعم ثم ادلوه فی حفرته فدفنوه ولم یلحدوه بلبن وحثوا علیه التراب انتهی ملخصاً۔ وقال الخواجه حسن نظامی الدهلوی فی محرم نامه ماعبارته (و فیما قلنا کفایة لمن له درایة)

وہ حش کوکب[1] پر آئے اور ایک گڑھا کھودا اور نماز جنازہ پڑھنے لگے جبیر بن مطعم نے ان کی امامت کرائی پھر اس گڑھے میں انہوں نے لٹکا کر دفن کر دیا۔ اور اس کی لحد و قبر نہ بنائی گئی۔ صرف مٹی ڈال کر گڑھے کو بند کیا گیا انتہی ملخصاً۔

اور خواجہ حسن نظامی دہلوی نے محرم نامہ ص۱۲ میں یہ عبارت لکھی ہے۔" دل لرزنے کی بات ہے امیر المومنین (عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جانشین رسول ص کا جنازہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا (پھر کہا) عبرت کا مقام ہے جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصہ کا مالک ہو اس کی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اس پہ بھی بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ جنازہ پہ پتھر مار رہے تھے اور بیچارے جنازہ اٹھانے والے بھاگا بھاگ جا رہے تھے (یہودیوں کے قبرستان میں) جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جو بقیع کے برابر تھا اس حامی اسلام اور مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا۔ انتہی ملخصاً۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا۔ عقلمند کے لئے کافی ہے۔

---

[1] حش کوکب بستان وخریاستان وحاجت جار دنهم کانوا یقضون حوائجهم فی البساتین۔ انتہی (منتہی الارب فی لغات العرب) یعنے حش کوکب وہ مقام ہے جہاں باغ اور کھجوریں تھیں اور وہاں قضاء حاجت کی جگہ تھی کیونکہ عرب کے لوگ باغوں میں ہی قضائے حاجت کرتے تھے اور مروج الذہب بر کامل جلد ۵ ص۱۲۹ اور تاریخ کامل جلد ۳ ص۸ و تاریخ طبری جلد ۵ ص۱۴۳ و ۱۴۲ و اصابہ ابن حجر جلد ۱ ص۲۲۴ بذیل ترجمہ جبلہ بن عمرو و انوار اللغتہ پ۲۳ ص۹۹ میں ہے کہ حش کوکب بقیع سے باہر ایک مقام ہے جس میں یہود اپنے میتوں کو دفن کرتے تھے اور معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس مقام کو بقیع میں داخل کر لیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس قبر (عثمان رض) کی نواح میں مسلمانوں کی قبریں بنائیں چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور وہ مقام مقابر مسلمین سے متصل ہو گیا۔ انتہی۔ مطلق قتل خلیفہ یا مقابر مسلمین میں اس کا دفن نہ ہونا یا نعش کا کھاد کوڑے اور پاخانہ میں پڑا رہنا اس صورت میں جائے اعتراض نہ تھا کہ معترضین اور قاتلین کی جماعت اغراض نفسانیہ اور بے جا اعتراضات سے یہ فعل کرتے یا وہ لوگ گنوار اور شریعت سے نا آشنا ہوتے مگر جب کہ معترضین کی جماعت اہل حل و عقد معتبرین مہاجرین و انصار تھے اور عرصہ طویل تک خلیفہ صاحب محصور رہے اور بموجودگی بہادران بدر و حنین کے روز روشن میں خلیفہ ثالث قتل کئے گئے اور کہیں جنگل میں نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کے اندر یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اور کسی صاحب نے وہ ہمدردی اور اعانت جو اس وقت مناسب تھی

بقیہ بر صفحہ آئندہ

بقیہ حاشیہ) نہ کی تو اس سے پایا جاتا ہے کہ کثرت رائے مومنین کی بلکہ جملہ مسلمانوں کی اسی پہ تھی کہ خلیفہ صاحب قتل کیئے جائیں اور اس طرح یہ قتل بدلیل اجماع جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کثرت رائے مسلمین کی امیر عثمان رضؓ کے ان افعال کی بنا پہ ہوگی جو ایمان کے اس قدر مضر تھے جس سے وہ واجب القتل قرار دیئے گئے۔ اور اس قتل میں امیر المومنین علیؑ کا سکوت بھی قابل غور ہے۔ چنانچہ اس کو تاریخ کبیر طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۵ میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ آپ نے امیر معاویہؓ کے جواب میں اس طرح فرمایا لا اقول انہ قتل مظلوماً ولا انہ قتل ظالماً۔ الخ۔ یعنے نہ میں اس کو (امیر عثمانؓ کو) مقتول مظلوم کہتا ہوں اور نہ مقتول ظالم۔ الخ یہ کلام حضرت علیؑ کا معاویہ خیل کے مقابلہ میں بصورت توریہ تھا جس میں ہر دو پہلو سے سکوت ظاہر فرمایا تاکہ مقتول کو ظالم کہنے سے مخالفین کا اشتعال نہ بڑھ جائے کیونکہ انہوں نے مکر سے یہی ذریعہ مخالفت قرار دیا ہوا تھا اور مظلوم نہ کہنا حقیقت حال کو منکشف کر دیتا ہے اور حیوٰۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۲۹ بیان خلافت میں یہ مذکور ہے:۔

وولی مصر عبد اللہ بن ابی سرح واعطے اقاربہ الاموال فکان ذٰلک مما نقم علیہ الناس فلما کانت سنۃ خمس وثلاثین قدم المدینۃ مالکؒ الاشتر فی مائتی رجل من اہل الکوفۃ ومائۃ وخمسین من اہل البصرۃ وستمائتہ من اہل مصر کلھم مجمعون علی خلع عثمان رضؓ من الخلافۃ۔ الخ۔

یعنی حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا والی مقرر کیا اور اپنے قرابتداروں کو بہت مال و زر دیا یہی لوگوں کے اعتراضات کا سبب بن گیا اور ۳۵ھ میں مالک اشتر دو سو آدمی کوفہ کے اور ایک سو پچاس بصرہ کے اور چھ سو مصر کے لے کر مدینہ میں آیا ان سب کا اس پہ اتفاق تھا کہ عثمانؓ کو خلافت سے معزول کرنا چاہیئے۔ الخ۔

بلکہ کل اہل مدینہ کا بھی اس پہ اتفاق تھا چنانچہ کسی نے عثمان کی کوئی امداد نہ کی ورنہ قتل ناممکن تھا کیونکہ بہت دن شور و غل رہا یہ نہیں کہ خفیہ دو آدمی آگئے اور قتل کر دیا۔ اہل مدینہ کو جب حال معلوم ہوگیا تھا ایسا مضبوط انتظام کر سکتے تھے جس سے کوئی باغی مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا تھا مگر عمداً نہ کیا۔ بلکہ نماز جنازہ و دفن بھی درست نہ سمجھا گیا۔

نہایہ کا مضمون مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۳۷۲ مطبوعہ نولکشور میں بھی ہے۔ اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۸۲ میں ہے۔ وخرجت عائشہؓ باکیۃ تقول قتل عثمان مظلوماً فقال لھا عمار انت بالامس تحرضین علیہ والیوم تبکین علیہ۔ الخ یعنے حضرت عائشہ روتی ہوئی باہر آئیں کہتی تھیں عثمان مظلوم قتل ہوگئے ہیں۔ پس حضرت عمار حضرت عائشہؓ کو کہنے لگے کل تو ہی لوگوں کو عثمانؓ کے قتل پہ آمادہ کرتی تھی اور آج اس پہ روتی ہے الخ۔ یعنے تعجب ہے کہ خود قتل کی باعث ہوئی اور خود ہی اب اس کو مظلوم کہکر روتی ہے تو درحقیقت اس رونے کی وجہ کچھ اور ہے۔ اور امامۃ والسیاسۃ جلد ا صفحہ ۲۹ طبع ثانی میں مہاجرین کا خط اہل مصر کے نام منقول ہے۔ اس میں انہوں نے عثمان کے حالات میں لکھا ہے فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسول اللہ قد غیرت

ایضاً اس کے صفحہ ۳۱/۳۲ و ۳۸۰ میں ہے یعنی عہد عثمان میں خدا کی کتاب کو بدل دیا گیا اور سنت رسولؐ میں تغیر کیا گیا ہے۔

مروان وغیرہ اعوان حضرت عثمان کی اس اجماع سے مخالفت قتل عثمان پر قادح اجماع نہیں ہے۔ جیساکہ مخالفت بنی ہاشم و انصار کو خصوصاً مخالفت جناب امیرؑ وسعد بن عبادہ انصاری کو اہل جماعت نے اجماع مخالفت ابی بکر صاحب میں قادح نہیں سمجھا۔ اور حضرت علیؑ کے امداد عثمان نہ کرنے اور مظلوم نہ جاننے کے لئے امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۳۸/۳۹ طبع ثانی ملاحظہ ہو قال علیؑ ما امرت ولا نھیت ولا سرنی ولا ساءنی وقال سعد بن ابی وقاص ان علیا شریك فی تحریك القتل وقال ابوثور کنت الخہ سلاحی واضعہ وعلیؑ ینظرالی لا یامرنی ولا ینھانی۔ انتہی۔ یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے نہ قتل عثمان کا کسی کو حکم دیا ہے اور نہ ہی منع کیا ہے اور نہ میں اس پر خوش ہوں اور نہ ناراض ہوا ہوں۔ اور سعد بن ابی وقاص کہتا ہے تحقیق علیؑ تحریک قتل میں ضرور شریک ہیں اور ابو ثور کہتا ہے قتل عثمان کے واقعہ کے وقت میں اپنا ہتھیار اٹھاتا تھا یا رکھتا تھا تو حضرت علیؑ مجھے دیکھتے تھے نہ مجھے حکم دیتے تھے اور نہ اس سے مجھے روکتے تھے۔ ۱۲ مترجم۔ ۵۲ تفسیر درمنثور ج ۱ صفحہ ۱۳۷ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ تم سورۃ بقر پڑھتے ہوگے جبکہ تم کو قتل کیا جائے گا اور تمہارے خون کے قطرے آیت فسیکفیکھم اللہ پر گریں گے۔ اس روایت پر حافظ سیوطی علامہ ذہبی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت خالص جھوٹ ہے اس میں احمد بن محمد بن عبدالحمید جعفی کذاب ہے انتہی۔ اس کے لکھنے سے ہماری غرض جھوٹی فضیلت مشتہرہ کی تردید کرنے کی ہے ۱۲ مترجم

امیر عثمانؓ کی دامادی رسولؐ پر ایک نظر

اہل تسنن امیر عثمان کو داماد پیغمبر قرار دیتے ہوئے ان کی فضیلت ثابت کرنے میں پھولے نہیں سماتے اس واسطے اس پر ایک نظر ضروری معلوم ہوتی ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل تسنن کو دامادی حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام پر قیاس کر لینے سے یہ مغالطہ پیدا ہوا ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اولاد پیغمبر کی سب ایک سی شان کی ہونی ضروری نہیں بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور اولاً جناب فاطمہ زہراؑ کے بغیر باقی لڑکیوں کا آنحضرتؐ سے صلبی ہونا متنازع اور مختلف فیہ امر ہے جس کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الزہرا مولفہ سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے قبل اظہار نبوت بحالت کفر عثمان کے ہوا دیکھو تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۱۰۰ دبراہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۰ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۶ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۷۲ و اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۷۶ اگرچہ

بعض روایات میں اس کے خلاف ہو مگر یہ بھی معتمدین اہل تسنن ہیں اس طرح تو فضیلت عثمان کا شبہ ہی باقی نہیں رہتا۔ اور شیخین کی خواستگاری نکاح زہرا اور نبی ص کا اس سے اعراض و انکار مثل روضۃ الاحباب وغیرہ کنز العمال جلد ۷ صـ ۱۱۳ وتذکرہ خواص الامۃ صـ ۱۷۳ واسعاف الراغبین صـ ۶۵ و نسائی مترجم جلد ۲ صـ ۲۶ باب تزوج المرأۃ مثلہا میں بھی ہے۔ اور نکاح زہراء ع بالوحی علی ع سے ہونا ریاض النضرۃ مطبوعہ مصر جلد ا صـ ۱۸۰ میں بحوالہ اصلاح جلد ۳۲ عـ ۶ اور جامع صغیر سیوطی جلد ا صـ ۱۷ میں بحوالہ سہیل جلد ۳ صـ ۱ مرقوم ہے۔

اور اس بحث کو ہمارے رسالہ ابطال الاستدلال میں دیکھو۔ بہر حال امیر عثمان اور حضرت علی ع کی دامادی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شادی باتفاق فریقین بوحی آلہی ہوئی۔ اور شیخین نے جناب زہراء ع کے لیئے نبی صلعم کی خدمت میں خواستگاری ظاہر کی تو آنحضرت ص نے انکار فرمایا کہ یہ نکاح بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا چنانچہ یہ قصہ کتب اہل جماعت میں بالاتفاق مروی ہے دیکھو روضۃ الاحباب جلد ا صـ ۱۲۵ مطبوعہ نول کشور وشرح فقہ اکبر علی قاری حنفی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صـ ۱۳۳ روضۃ الاحباب میں نظم درر السمطین زرندی سے باسناد انس بن مالک منقول ہے کہا میں آنحضرت ص کی خدمت میں تھا۔ کہ چہرہ مبارک پر وحی کے آثار معلوم ہونے لگے۔ جب فراغت ہوئی فرمایا۔ اے انس تو جانتا ہے اس وقت جبریل عرش سے کیا پیغام لایا ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حکم لایا ہے کہ اللہ تعالی مجھے حکم دیتا ہے میں فاطمہ ع زہرا کی تزویج حضرت علی ع سے کر دوں۔ الخ شیخین کی خواستگاری اور نبی صلعم کا اعراض و انکار روضۃ الاحباب صـ ۱۲۴ / ۱۲۵ الصواعق محرقہ طبع مصر صـ ۹۷ وخصائص نسائی طبع مصر صـ ۳۱ وغیرہ میں ہے اور نکاح بالوحی غیبت علی ع حضرت ص کا کر دینا اور پھر علی کو اطلاع دینا اور علی کا خوش ہونا اور سجدہ شکر کرنا صواعق وشرح فقہ اکبر وروضۃ الاحباب ہر سہ میں مذکور ہے۔ اور دیگر بہت کتب میں اس کے مرادف لکھا ہے بلکہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر علی ع نہ ہوتے تو جناب زہرا ع کے لیئے کوئی کفو نہ ملتی۔ اور جناب فاطمہ ع کے شان میں شرح فقہ اکبر کے صفحہ مذکورہ پر ہے کہ رسول خدا ص فرماتے ہیں اللہ تعالی نے جناب فاطمہ ع اور ان کی اولاد کو قیامت میں آگ سے خلاص کر دیا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا فاطمہ ع اور ان کے محبین کو اللہ تعالی نے آگ سے خلاص کر دیا ہے۔ انتہی۔ نیز سیدۃ نساء العالمین سے ملقب ہونا جناب سیدہ کا مشہور و مسلم ہے جب ان کے برابر کسی کی شان نہیں تو ان کے خاوند کی شان اگرچہ ارفع و اعلیٰ بغیر اس نکاح کے بھی ہے مگر ایسے نکاح سے بلا شک شان دو بالا ہونا موزون و مقرون ہے اور امیر عثمان کی شان کو دامادی مجوزہ کچھ بڑھا نہیں سکتی جب تک کہ ان کے اپنے اعمال موجب رضائے ایزد متعال کے ثابت نہ ہوں۔ اس کے لیئے چند وجوہ غور

طلب ہیں۔ ایک یہ دختران نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی بجز زہراؑ کے اختلافی ہیں متفق علیہ نہیں۔ اور بفرض تسلیم ان ہر دو بی بیوں یعنی حضرت رقیہؓ وام کلثوم رض کا نکاح پہلے عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے بعد نزول سورہ تبت یدا ابی لہب کے بحکم اپنے باپ کے نبی ص کے پاس آکر ہتک آمیز کلمات سے ہر دو بیبیوں کو طلاق دیدی اور آنحضرت ص کی طرف تھوک کر بے ادبی بھی کی۔ جب ایسے اشخاص سے ان کا نکاح جائز سمجھا گیا تو امیر عثمان سے جو بظاہر مسلمانوں میں شامل اور احکام شریعت کے تابع تھے کس طرح ناجائز تھا۔

احکام مناکحت و محافظت جان و مال کے ظاہر اسلام پر مبنی ہیں اس لئے ہر زمانہ میں مصلحت وقت پر اس طرح نکاح وغیرہ تعلقات مسلمانوں میں چلے آئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ جو افعال امیر عثمان سے بعد نبی ص کے ظاہر ہوئے قبل وفات آنحضرت کے ویسے نہ ہوں کیونکہ آنحضرت کی عین حیات میں جب رعب و تسلط قائم ہو چکا تھا سب ضعیف الاسلام اپنے خفیہ عقائد کو چھپا کر دبے رہتے تھے اور عام طور پر حرص عروج دنیا کے سبب سے بعد وفات رسول صلعم کے صحابہ میں تبدیلی خیالات پیدا ہو گئی تھی اور جیسا کہ عتبہ اور عتیبہ نے دختران رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان نہ سمجھی اور مفارقت ہر دو قرہ باصرہ سردار دوجہاں کا ان کو درد نہ ہوا۔ حضرت عثمان کے ایک واقعہ سے بھی ویسے آثار نظر آتے ہیں کہ اس بزرگوار نے بھی دختر رسول صلعم منکوحہ خود کی قدر نہ کی بلکہ ایذا پہونچائی۔ اہل تسنن چونکہ خطبات میں صاحب موصوف کو کامل الحیاء کا لقب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتے بھی ان سے شرماتے تھے یہ کہیں گے کہ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مذکور کو ہر حال میں باوجود کثرت مادہ رجولیت نگاہداشت عفت منظور تھی اور ہر وقت ان کو الفت اور ادائے حقوق زوجیت کا خیال رہتا تھا۔ مگر حقیقت شناس حضرات اور الحیاء شعبۃ من شعب الایمان کے عاملین اس سے کچھ اور نتیجہ نکالتے ہیں۔ لہذا یہ واقعہ لفظ بلفظ اصح الکتب صحیح بخاری اور اس کی شرح فتح الباری سے نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ حضرت عثمان کو جو درد دائمی مفارقت (وفات دختر سرور کائنات پر ہوا اور

ؑ ظاہری اسلام پر نکاح و میراث کا مدار ظاہر اسلام پر ہے اس کا ثبوت بیان فرق اسلام اور ایمان میں ملاحظہ ہو ایضاً حوالہ بخاری طبع مصر جلد ا صفحہ ۱۷۳-۱۷۲ میں ہے اور دیکھو تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۵ ص ۹۵ اور مولوی احمد علی سہارنپوری حاشیہ میں معنی لم یقارف کے لم یجامع لکھ کر اس کی روایات سے تائید لکھتے ہیں اور لکھا راز اس میں عثمانؓ پر تعریض کرنے کا ہے۔ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۷۶ میں ہے قراف ای جماع ومنہ الحدیث فی دفن ام کلثوم من کان منکم لم یقارف اھلہ اللیلۃ ید خل قبرھا۔ لفظ اھلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب نے اپنی بی بی سے قراف کیا نہ جاریہ سے اور وہ ظاہر ہے کہ بعد موت ہوا جس کا اشارہ گو بچاؤ کی صورت میں حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کیا ہے۔ دیکھو تموت تلک اللیلۃ۔ واقع بعد موتہا ۱۲ مترجم۔

جو جو حقوق زوجیت اور آخری خدمات ان کے بجا لائے اس کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے گا دیکھو بخاری مع فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد اول پ ۵ ص ۶۶۶ ۶۶۷ عن انس بن مالک قال شہدنا بنتا لرسول اللہ (ھی ام کلثوم زوج عثمان ۱۲ فتح الباری) قال ورسول اللہ ص جالس علی القبر فرایت عینیہ تدمعان قال عثمان ھل منھم رجل لم یقارف اللیلۃ فقال ابو طلحۃ انا قال فانزل قال فنزل فی قبرھا۔ انتہے۔ اس حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی صاحب مولف فتح الباری یوں رقمطراز ہیں۔ وقیل معناہ لم یجامع تلک اللیلۃ وبہ جزم ابن حزم وقال معاذ اللہ ان یتبجح ابو طلحۃ عند رسول اللہ ص بانہ لم یذنب تلک اللیلۃ انتہے۔ ویقویہ ان فی روایۃ ثابت المذکورۃ بلفظ لا یدخل القبر احد قارف اھلہ البارحۃ فتنحے عثمان وحکی عن الطحاوی انہ قال لم یقارف تصحیف والصواب لم یقاول ای لم ینازع غیرہ الکلام (الی ان قال) وتعقب بانہ تغلیط الثقۃ بغیر مستند وکان استبعد ان یقع لعثمان ذلک لحرصہ علی مراعات الخاطر الشریف۔ ویجاب عنہ باحتمال ان یکون مرض المرأۃ طال واحتاج عثمان الی الوقاع ولم یظن عثمان انھا تموت تلک اللیلۃ ولیس فی الخبر ما یقتضے انہ واقع بعد موتھا بل ولا حین احتضارھا والعلم عند اللہ (ثم قال) وحکی ان عثمان کان جامع بعض جواریہ فی تلک اللیلۃ فتلطف النبیؐ فی منعہ من النزول فی قبر زوجتہ بغیر تصریح۔ انتہے۔ ترجمہ: حضرت انس روایت کرتے ہیں ایک دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنے حضرت ام کلثوم زوجہ امیر عثمان کی وفات کے وقت میں بھی حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ قبر دختر خود کے پاس بیٹھ کر رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کوئی تم میں سے ہے جو آج رات اپنے گھر ہم بستر نہیں ہوا؟ ابو طلحہ نے کہا میں ہوں۔ فرمایا قبر میں اتر جا (خدمت دفن بجا لا) پس وہ اترا۔ فتح الباری میں بذیل اس حدیث کے لکھا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا معنے یہ ہے جس نے آج رات مجامعت نہیں کی (وہ آئے) اور ابن حزم نے اس معنے پر تیقن کیا ہے اور کہا ہے اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ابو طلحہ نے یہ دعوےٰ کیا ہو کہ میں نے آج رات کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔ انتہے۔ (پھر لکھا) اور اسی معنے کی دوسری روایت سے تقویت ثابت ہوتی ہے جو ثابت سے بدیں الفاظ مذکور ہوئی ہے کہ اس قبر میں وہ آدمی داخل نہ ہو جس نے آج رات اپنی اہلیہ سے مباشرت کی ہے پس امیر عثمان دور ہو کھڑے۔ اور طحاوی سے منقول ہے اس نے کہا لم یقارف تصحیف معلوم ہوتی ہے۔ اصل میں لم یقاول ہے بایں معنی کہ عشا کے بعد جس نے جھگڑے کا کلام نہ کیا ہو (پھر ابن حجر لکھتا ہے) طحاوی کے اس قول پر اس طرح اعتراض کیا گیا ہے بانہ تغلیط للثقۃ بلا مستند کہ اس قول کے مطابق ایک ثقہ معتبر پر بلا سند غلط بیانی و بہتان کا الزام لگانا لازم آتا ہے اور شاید طحاوی نے اس لفظ کو

اس لئے بعید خیال کیا ہے کہ امیر عثمان سے باوجود اس حریص ہونے کے رعایت داری خاطر شریف آنحضرت ص کے ایسا امر بعید معلوم ہوتا ہے۔ مگر طحاوی کو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کوئی بعید نہیں کیونکہ جب مرض بیوی صاحبہ کی طوالت پکڑ گئی اور حضرت عثمان کو حاجت مباشرت پیش آئی (وہ صبر نہ کر سکے) تو یہ فعل وقوع میں آیا۔ مگر غالباً ان کو یہ گمان نہ ہوگا کہ صاحبہ موصوفہ کا آج رات ہی انتقال ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کا مقتضی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعد موت یہ واقعہ پیش آیا۔ بلکہ اس سے یہ بھی نہیں نکلتا کہ اس وقت آخری دم تھا اور بعض نے کہا ہے کہ امیر عثمان صاحب نے اس رات ایک کنیز سے جماع ۱۲ ہمبستری کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کنایہ اور نرمی سے اپنی زوجہ کی قبر میں جانے سے ان کو روکا۔ انتہی۔ اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان سے کوئی ایسا فعل وقوع میں آیا جو شایان شان ایک مہذب اور مقرب بارگاہ رسول ص کے نہ تھا بلکہ خلاف تہذیب اور بے محل تھا۔ جیسا کہ علامہ طحاوی نے امیر عثمان کا بچاؤ اس طرح کرنا چاہا ہے کہ حضرت انس جیسے صحابی یا بخاری کے ثقہ رواۃ پر تصحیف اور غلط بیانی کا الزام لگانے سے دریغ نہ کیا۔ اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ طحاوی کو یہ فعل امیر عثمان کے شان سے بعید معلوم ہوا اس لئے اس نے یہ تاویل کی ہے۔ مگر اس[ؐ] سے ایک ثقہ کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا (ورنہ امن روایت کل روایات سے اٹھ جاتا ہے) اور در حقیقت مرض اہلیہ امیر عثمان کو طوالت ہوئی ہوگی اور امیر صاحب کو ضرورت پیش آئی اس لئے یہ فعل وقوع میں آیا (پھر علامہ موصوف کو قصہ مشہورہ سے کوئی بات سوجھی ہے جس کا جواب بناتے ہوئے لکھتے ہیں (اس روایت کا مقتضٰے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعد وفات صاحبہ مستورہ کے امیر صاحب سے یہ وقوع ہوا۔ بلکہ یہ بھی نہیں کہ عین وفات کے وقت ہوا۔ البتہ رات وہی تھی مگر ممکن ہے کہ امیر صاحب یہ نہ سمجھے تھے۔ کہ ابھی اسی رات صاحبہ موصوفہ فوت ہو جائیں گی۔ اور بعض نے (اس سے متنفر ہو کر) کہا کہ انکو شاید کسی اور کنیز سے اتفاق ہوا ہوگا۔ غور کا مقام ہے کہ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسولخدا نے اس مقام کے بغیر کسی اور میت اپنے یا بیگانے کے دفن پر یہ تذکرہ فرمایا ہو اور نہ عام دفن میتوں کے متعلق مسائل شرعیہ سے قرار دیا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خفیہ راز ہے۔ اور ایسے معاملہ کی توضیح باعث تفضیح تھی۔ اس واسطے حلم و حیا میں بے نظیر نبی بشیر و نذیر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بکمال فصاحت و بلاغت ایک لطیف اشارہ سے اس فعل کے مرتکب کی تخجیل کر دی۔ چنانچہ آنحضرت ص

---

[1] میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۶۵ ترجمہ وہب ص ۲۹۶ میں بذیل روایت عمر باللہ انا من المنافقین بھی اسی طرح لکھا ہے کہ فسوی نے اس روایت کو بعید از شان حضرت عمر کے خیال کر کے انکار کیا ہے مگر ذہبی کہتا ہے اسی طرح بہت سنن کا ایسے وساوس سے انکار کرنا پڑتا ہے جو بنیاد مذہب کو اکھیڑ دیتا ہے (تو اس واقعہ کا حضرت عثمان کی شان سے

بعید سمجھ کر انکار نہیں ہو سکتا) ۱۲ مترجم

نے بظاہر امیر عثمان رض کو مخاطب نہ فرمایا مگر وہ صاحب سمجھ گئے اور شرم کے مارے فقط خاموشی پر اکتفا نہ کر کے کھسکنے لگے اور قبر سے دور ہو کھڑے۔ بہر حال امیر عثمان صاحب کی خاندان نبوت سے ہمدردی و غم گساری کا اہل بصیرت اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں تو ان حالات میں اس نکاح سے جو فائدہ عتبہ و عتیبہ نے اٹھایا امیر عثمانؓ کو وہی حاصل ہے۔ پسران ابی لہب کے واقعہ نکاح و طلاق کو محدثین و مورخین سب نے بیان کیا ہے نمونے کے لئے دیکھو اصابہ فی تمیز الصحابہ مولفہ ابن حجر عسقلانی جلد ۴ صفحہ ۴۸۹ و استیعاب[1] بر حاشیہ اصابہ صفحہ ۲۹۹ و مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۵۸۵–۵۸۶ و روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۲۳۰–۲۳۱ و مواہب لدنیہ و شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۳–۱۳۴ نیز زوجہ مومنہ سے ہر حال میں زوج کو شرف حاصل ہوتا تو فرعون کو بھی شرف حاصل ہونا چاہیئے تھا۔ دیکھو آخر سورہ تحریم پارہ ۲۸۔ پس ثابت ہوا کہ در حقیقت شرف و فضائل کل کی مدار اولاً ایمان کامل و اعمال صالحہ پر ہے اور ثانیاً قرابت پیغمبر پر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ربک یخلق ما یشاء و یختار پارہ ۲۰ رکوع ۱۰۔ اپنی مخلوقات سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ مطلق رشتہ اگر مفید ہوتا تو ابو لہب چچا رسول اللہؐ اور حی بن اخطب یہودی سسر نبیؐ کو جس کی دختر حضرت صفیہؓ زوجہ نبیؐ کی تھی یا عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب کو جو داماد نبیؐ کے تھے بھی فائدہ پہونچتا۔ یا پسر نوحؑ کو نیز مدد ملتی۔ جب مسلّم ہے کہ ان کو فائدہ نہیں پہونچا تو امیر عثمان صاحب اپنے حالات شیخین سے زیادہ یا برابر خطرناک رکھتے ہوئے کب فائدہ لے سکتے ہیں؟ فی الحقیقت ہر پیغمبر کا منہاج نبوت الگ ہوتا ہے۔ ہمارے نبیؐ نے مختلف قبیلوں سے ناطے لئے اور ان سے بعض کو دیئے محض اس غرض سے کہ جو ظاہر دشمن ہیں اس رابطہ پیدا ہونے سے نرم ہو جائیں اور حق کو سن کر قبول کریں یا اشاعت اسلام میں ظاہر مخالفت کر کے رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ گویا ابتدائے اسلام میں ہر امر میں اشاعت اسلام کو اہم ترین تصور کیا گیا۔ اور خاص تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ اور جب اسلام تقویت پکڑ گیا تو باوجود درخواست کے شیخین کو بھی رشتہ دینا منظور نہ رکھا گیا! اس کی تائید و تصدیق اس روایت حضرت علیؑ سے ہوتی ہے جو نہایہ ابن اثیر جلد اول لغت ابر میں ہے۔ حضرت علی نے اس شخص کے جواب میں جس نے ان کو کہا کہ آپ بنت رسولؐ سے تزویج کی خواہش کیوں نہیں ظاہر کرتے[2] فرمایا لست بمأبور فی دینی فیوری بہا رسول اللہؐ عنی انی اول من اسلم یعنے لست غیر صحیح الدین ولا المتہم فی الاسلام فیتالفنی علیہ تنزویجہا ایای انتہی۔ یعنے فرمایا میں ایسا نہیں کہ میرا دین صحیح نہ ہو یا میرے اسلام میں کوئی شبہ یا تہمت ہو اور نبیؐ کو اس بات کی ضرورت پڑے کہ اپنی لڑکی کی میرے ساتھ شادی کر کے تالیف قلب کریں۔ میری دل بہلائی کریں۔ کہ رفتہ رفتہ یہ صادق الیقین ہو جائے۔ غرض یہ کہ فرمایا خود بخود شادی اتفاق سے ہو جائے

---

[1] اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۷۲ میں بھی ہے ۱۲ مترجم [2] یعنی نبیؐ کی خدمت میں ۱۲

تو ہو جائے مگر میں کوشش کروں یا نبیؐ کو میرے اصلاح اعتقاد کے لئے ضرورت ہو یہ بات ہرگز نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض ناطہ دینے یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو وقوع میں آئے اسی تالیف قلوب کی بنا پر تھے جس کی ضرورت حضرت علیؑ کے لئے نہ تھی مگر بعض کے لئے ضرور ہوگی جن کی طرف علیؓ نے اشارہ فرمایا کہ میں ویسا نہیں۔ اور اسی نہایہ لغت حدث میں حدیث مرفوع نبیؐ سے مروی ہے فرمایا انی اعطے رجالا حدیثی عهد اتالفهم یعنے ایسے آدمیوں کو جو نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں میں دیتا ہوں تاکہ ان کو رغبت دوں۔ اور مسلمانوں سے ان کی الفت و محبت پیدا ہو۔ دیتا ہوں میں مال یا ناطہ کا کوئی ذکر نہیں دونوں کو شامل ہے۔ بے جا نہ حضرتؐ مال دیتے تھے۔ اور نہ ناطہ البتہ ترغیب تصدیق اسلام کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے تھے۔ باتفاق محدثین و مورخین حضرت زینبؓ بنت نبیؐ کا عقد ابوالعاص کے ساتھ ہوا۔ مدارج النبوۃ وغیرہ کو دیکھو کہ ابوالعاص کو اور کافروں کے ساتھ قید کرکے لایا گیا اور حضرت زینبؓ بدستور نکاح ابی العاص میں رہیں۔ بحوالہ کشف الظلمات جلد ۲ صفحہ ۸۴ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ میں ہے۔ کان الاسلام فرق بین زینبؓ وابی العاص الا ان رسول اللہؐ لا یقدر ان یفرق بینهما وکان مغلوبا بمکتا۔ تیرہ برس بعد نبوت نبیؐ مکہ میں رہے اس تعلق ناجائز کو دیکھتے رہے کہ ایک مرد کافر یعنے ابوالعاص سے آپ کی دختر بیاہی ہوئی ہے مگر بوجہ مظلومیت جدا نہ کرسکے تو معلوم ہوا کہیں جدید ناطہ دینے میں حکمت پوشیدہ تھی کہیں نکاح باقی رکھنے اور جدا نہ کرنے میں راز مخفی تھا اگرچہ سب پر ظاہر نہ بھی ہو۔ اور ایسی ناطہ داری و دامادی کوئی فضیلت ثابت نہیں کرتی۔ اس بات کو نکاح ام کلثوم بنت علیؑ میں بھی یاد رکھنا چاہیئے (بفرض تسلیم اس کے) تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ و سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ میں باسناد حاکم مع تصحیح و باسناد بیہقی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے ہر ایک قیدی کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ بنت رسول اللہؐ نے اپنے گلے کا ہار اپنے خاوند ابی العاص کے فدیہ میں بھیجا جو قیدیوں میں آیا تھا۔ ہار کو دیکھ کر رسولخداؐ کو رقت طاری ہوئی اور فرمایا مسلمانو! اگر ابوالعاص کو میری دختر کے لحاظ سے چھوڑ دیا جائے اور یہ فدیہ اس سے نہ لیا جائے تو بہتر ہے۔ سب نے منظور کر لیا اور رہا کیا گیا۔

(ایک سوال کا جواب) بعض اہل سنن کہتے ہیں آیت الخبیثات للخبیثین سے پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اس طرح حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دو لڑکیاں نبیؐ کا ہونا ضرور فضیلت عثمانؓ پر دال ہے۔ جواب میں عرض ہے کہ لفظ طیبہ و طیبات قرآن کریم کی اصطلاح میں ماکولات اور کلمات پر اطلاق ہوا ہے کہیں عورتوں کے لئے نہیں[1] آیا۔ لہذا عورتیں مراد نہیں۔ چنانچہ چند

---

[1] میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں آیا بخوف طوالت کل آیات تحریر نہیں ہوئیں ۱۲ الاثیم عفا عنہ

ضعیف[۵] اقوال کے سوا جملہ مفسرین قرآن نے بالاتفاق اسی طرح اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے دیکھ کر اطمینان کر لیں۔ ہم نمونہ کے لیے ترجمان القرآن سید صدیق حسن جلد ۹ ص ۹۶۸ سے نقل کرتے ہیں۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ خبیثات سے ہر دو مقام میں اقوال خبیثہ مراد ہیں اور خبیثین سے دونوں جگہ میں رجال خبیثین مراد ہیں۔ اور طیبات سے دونوں جگہ اقوال طیبہ مراد ہیں۔ اور طیبین سے دونوں جگہ میں رجال طیبین مراد ہیں قالہ ابن عباس اور اتری یہ آیت عائشہؓ اور اہلؑ افک کے حق میں اور ایسا ہی مروی ہے مجاہد اور عطاء اور سعید بن جبیر اور شعبی اور حسن بن ابی الحسن بصری اور حبیب بن ابی ثابت اور ضحاک سے اور اسی کو ابن جریر نے پسند کیا اور کہا کہ بری بات برے لوگوں کے ساتھ اولیٰ ہے اور ستھری بات ستھرے لوگوں کے ساتھ انسب ہے (عائشہ کے قصہ افک میں اتری) پھر صفحہ ۹۷۰ میں فتح البیان سے نقل کیا کہ اسی طرح قول مجاہد و سعید بن جبیر و عطا اور اکثر مفسرین کا اور قتادہ کا نقل کیا اور ایک جماعت تابعین سے بھی اسی طرح نقل کیا۔ نحاس نے کہا یہ قول (کہ کلمات طیبہ و خبیثہ مراد ہیں) احسن الاقوال ہے زجاج بھی یہی کہتا ہے انتہی ملخصًا۔ اور تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ ص ۶۲ پ ۱۸ سورہ نور آیت الخبیثات للخبیثین میں ہے قال اکثر المفسرین الخبیثات من القول والکلام للخبیثین من الناس الخ۔ ہر دو مقام پر اکثر مفسرین کے قول میں کلام پلید یا پاک آدمیوں کا مراد ہے اور قرآن کریم بھی عورتیں مراد لینے کی تردید کرتا ہے کیونکہ سورہ تحریم میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بی بیوں کو دوزخی بیان فرمایا اور فرعون کی بی بی کو بہشتی فرمایا۔ پلید عورت بہشتی نہیں ہوتی اور پاک دوزخی نہیں ہوتی۔ اور مثل معالم کے تفسیر حسینی و کمالین حاشیہ جلالین وغیرہ میں ہے اور تفسیر بیان القران جلد ۳ ص ۱۳۲۳ میں سرگروہ مرزائی جماعت نے بھی اسی طرح لکھا ہے تفسیر آیت الخبیثات والطیبات حوالہ ترجمان القران اسی طرح تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر بر حاشیہ معالم جلد ۶ ص ۸۸ اور معالم جلد ۶ ص ۸۷، ۸۸ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے (از کتب خانہ شیخی جدہ حجاز) اور درمنثور جلد ۵ ص ۳۱، ۳۲ میں باسانید کثیرہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و حسن و سعید بن جبیر و ضحاک و ابراہیم و عطاء سے یہی تفسیر کلمات طیبہ و خبیثہ مراد ہونے کی مروی ہے۔ اور تفسیر روح البیان جلد ۶ ص ۱۳۵ تفسیر آیت الخبیثات للخبیثین میں لکھا ہے۔ یقول الفقیر الظاهر من سوق الآیات ولا سیما من قوله (یقولون) ان المعنی ان الخبیثات من القول یعنی سخنان ناشائستہ وناپاک للخبیثین من الرجال والنساء ای مختصة ولا تلیق بهم۔ والطیبات من الکلم للطیبین من الفریقین (والحال فی ذلک) ثم قال) او

---

[۵] مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ مصر بر حاشیہ نہایہ جلد ۳ ص ۲۳ میں اس آیت کی تفسیر یوں لکھی ہے کہ کلمات بلکہ کل اعمال طیبہ پاک لوگوں سے ہوتے ہیں اور قرآن شاہد اس کا لکھا کلمة طیبة کشجرة طیبة و کلمة خبیثة کشجرة خبیثة ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب والیه یصعد الکلم الطیب نیز دیکھو مفردات جلد ۱ ص ۳۰۹ ۱۲ منہ

باقی بر صفحہ آئندہ

الاخلاق الذمیمۃ والکریمۃ انتھیٰ۔ بقدر الحاجۃ۔ یعنے مراد کلمات خبیثہ اور طیبہ یا اخلاق طیبہ وذمیمہ یا اعمال ردیہ وطیبہ مراد ہیں اور اسی تفسیر کو باعتبار سیاق آیات کے ترجیح ہے۔

اور مثل بیان تفاسیر بالا کے باسانید کثیرہ ابن عباس سے اور قتادہ وغیرہ جماعت تابعین سے کلام خبیث وطیب مراد ہونا تفسیر فتح القدیر مولفہ علامہ شوکانی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۶ میں بھی مروی ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ ۱۲۰ مترجم۔

تذنیب فے بیان فدک

قد اثبتنا ان العمل شریک الایمان کما مر من کنز العمال الایمان والعمل اخوان شریکان فی قرن لا یقبل اللہ احدھما الا بصاحبہ فینقصان العمل نقصان الایمان وقد ثبت ان مودۃ اقرباء النبیؐ واجب وباغضابھم اغضاب النبیؐ وباغضاب النبیؐ اغضاب اللہ تعالیٰ وھو مستلزم لحبط الاعمال والایمان ولیس بمستتر ان الخلفاء الثلاثۃ اغضبوا[1]

تتمہ باغ فدک کے بیان میں

تحقیق ہم سابقاً ثابت کر چکے ہیں کہ عمل ایمان کا شریک اور اس کی جز ہے۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ۱ ص ۹/۲۲ سے منقول ہو چکا ہے کہ ایمان اور عمل ایک ہی قبیل سے دونوں شریک بھائی ہیں ایک کو ان میں دوسرے کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ پس نقصان عمل سے نقصان ایمان ہوتا ہے۔ اور نیز ثابت ہو چکا ہے کہ دوستی اقربا نبیؐ کی واجب ہے اور ان کے غضبناک کرنے سے رسول خداؐ غضبناک ہوتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) [5] یعنی سیاق آیات میں یرمون المحصنات الخ وان الذین جاؤا بالافک الخ واولئک مبرؤن مما یقولون الخ سے اسی تفسیر کلمات کی مناسبت ہے ۱۲ مترجم۔

[1] مسئلہ فدک میں روایات کے الفاظ تھوڑے فرق سے مروی ہیں ہر ایک روایت دوسری کی مفسر ہے نہ متعارض جس کی تطبیق نہ ہو سکے بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۳۵ میں ہے ان فاطمۃ بنت النبیؐ ارسلت الی ابی بکر تسالہ میراثھا من رسول اللہؐ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر الخ اور ص ۱۱ کی روایت میں اتیا بصیغۃ تثنیۃ مروی ہے۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۴ ص ۱۰۱ وجلد ۳ ص ۱۱ وصحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۲ میں ہے۔ ان فاطمۃ والعباس علیھما السلام اتیا ابا بکر یلتمسان میراثھما من رسول اللہؐ وھما حینئذ یطلبان ارضیھما من فدک وسھمھما من خیبر (آخر حدیث میں ہے) قال فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتی ماتت اور بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ وصحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۲ میں ہے سألت ابا بکر الصدیق ان یقسم لھا میراثھا ما ترک رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ ثم قال وکانت

باقی بر صفحہ آئندہ

عترۃ النبی ص فی فدک فمن اجل ذلک اوردنا ذکرھا عقیب ذکر ایمانھم فالان بنینھا بعونہ سبحانہ۔ اعلم ان اغضاب ابی بکر فاطمۃ الزھراء صلوات اللہ علیھا من غصب فدک وھجرانھا ایاہ حتی ماتت ولم توذن لہ بجنازتھا وان علیًا دفنھا لیلا کما فی الفتح والتحفۃ للدھلوی وازالۃ الخفاء ومن عدۃ طرق انھا دفنت لیلاً وکان ذلک بوصیۃ منھا من المشاھیر التی لاحاجۃ الی اثباتھا خبران۴

اور نبی ص کے غضبناک کرنے سے اللہ تعالےٰ غضبناک ہوتا ہے۔ اور یہ عمل مستلزم حبط اعمال بلکہ زوال ایمان کا باعث ہے اور یہ مخفی نہیں کہ خلفاء ثلاثہ نے عترت نبی ص کو دربارہ فدک غضبناک کیا۔ پس اسی واسطے ہم بیان ایمان ثلاثہ کے بعد فدک کا حال بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور بعونہ تعالیٰ اس کو شروع کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق ابی بکر صاحب کا جناب زہرا ع کو بوجہ غصب فدک کے غضبناک کرنا اور زہرا کی ابی بکر رض صاحب سے وقت وفات تک قطع تعلقی کرنی اور ابی بکر صاحب رض کو اپنے جنازہ کے لئے اذن نہ دینا اور حضرت علی ع کا حضرت زہرا کو رات میں دفن کرنا ثابت اور مشہور ہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۷ صـ۱۷ اور تحفہ عبدالعزیز دہلوی اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صـ۳ میں ہے کہ بہت اسانید سے ثابت ہے جناب زہراء کو رات میں دفن کیا گیا اور یہ بوجہ وصیت صاحبہ موصوفہ کے تھا۔ یہ ایسی مشہور بات ہے جس کے ثابت کرنے کی ہمیں حاجت نہیں۔

فاطمۃ تسأل ابابکر نصیبھا مما ترک رسول اللہ ص من خیبر وفدک وصدقتہ بالمدینۃ فابی ابوبکر ذالک۔ ان روایات کے علاوہ جناب زہرا ع کا ابی بکر کے پاس خود تشریف لیجانا اور سوال فدک کرنا متن فلک وحاشیہ میں ملاحظہ ہو کہ بذات خود ابی بکر سے مناظرہ فرمایا۔ نیز حضرت علی ع نے بھی مناظرہ فرمایا۔ اور روایت صواعق مندرجہ فلک میں بھی دیکھو اور تلخیص الصحاح جلد ۲ صـ۳۲۷/۳۲۸ میں باسناد بخاری ومسلم دیکھو اور ترجمہ بھی اسی سے پڑھ لو۔

غرضیکہ حضرت فاطمہ نے حضرت علیؑ کے ہمراہ ابوبکر صاحب سے فدک کا سوال کیا اور حضرت علی کو اکیلا بھی بھیجا اور ممکن ہے کہ بہمراہی حضرت عباس کے بھی سوال کیا ہو جیسا کہ فلک کی روایت میں مذکور ہے۔ نہیں تو چونکہ دونوں نے اپنے اپنے لئے سوال میراث کیا تھا راوی نے دونوں کے واقعہ کو اکٹھا بیان کیا اور تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا۔ یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے میراث طلب کیا نہ یہ کہ اکٹھے گئے ممکن یہ کہ اتفاقاً ابوبکر رض کے پاس اکٹھے ہوگئے ہوں اگرچہ علیحدہ علیحدہ گئے۔ ایضاً حوالہ بخاری فغضبت فاطمۃ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۱۵/۱۱۶ باب فرض الخمس میں ہے اور جلد ۳ صـ۳۵ بخاری باب غزوۃ خیبر وصحیح مسلم جلد ۲ صـ۹۱ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صـ۳۰ میں وجدت کا لفظ ہے۔ مطلب ایک ہی ہے اور جو تاویل کرتے ہیں کہ حضرت زہرا ع کو غصہ اپنے وجود

پر آیا کیوں سوال کیا چند وجوہ سے باطل ہے ایک سیاق حدیث مکمل حدیث کا ترجمہ پڑھو۔ دوسری مہاجرت و قطع تعلقی۔ تیسری مسلم اور بخاری کی روایت میں فوجدت فاطمہ علی ابی بکر صاف ہے کہ ابو بکر پر ناراض ہوئیں۔ چوتھی وصیت زہراؑ کی کہ میرے جنازہ پر شیخین کو نہ آنے دینا۔ اور اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۳۰ میں ہے اس میں وجدت فاطمۃ کا معنے غضبت حاشیہ میں مرقوم ہے (کذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۸ ص ۳۲۳) نیز اسی کے جلد ا ص ۲۲۹ قصہ ماریہ قبطیہ میں فوجدت حفصۃ مروی ہے اس جگہ بھی حاشیہ میں معنی غضبت لکھا ہے۔ اور ازالۃ جلد ا ص ۱۷۸ میں وجدنا علیہا کا معنے حاشیہ میں غضبنا لکھا ہے تو معنے غضبت اور وجدت کا ایک ہی ہے۔ اور بخاری مترجم وحیدی پ ۱۷ ص ۲۱ میں یہ ترجمہ لکھا ہے حضرت فاطمہؑ کو ابو بکرؓ پر غصہ آیا۔ الخ ابو داؤد مترجم وحیدی مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور پ ۱۹ باب فی صفایا رسول اللہ ص ۲۲۹ بیان حدیث فدک میں مترجم صاحب لکھتے ہیں۔ (فائدہ) بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ یہ سن کر ناراض ہوئیں۔ اور انہوں نے چھوڑ دیا۔ ابو بکرؓ کو پھر ان سے نہ بولیں دم وفات تک۔ انتہی۔ اور فیض الباری ترجمہ بخاری از مولوی محمد ابو الحسن سیالکوٹی پ ۱۷ مطبوعہ محمدی لاہور ص ۳۸ باب غزوہ خیبر فوجدت فاطمۃ علی ابو بکر فی ذلک الحدیث۔ ترجمہ یہ ہے ''تو فاطمہؑ اس میں صدیق پر ناراض ہوئیں۔ سو ان کی ملاقات ترک کی۔ سو نہ کلام کیا ان سے یہاں تک کہ فوت ہوئیں۔ سو جب فوت ہوئیں۔ تو ان کے خاوند علی مرتضیٰ نے ان کو رات کے وقت دفنایا۔ اور صدیق کو ان کے مرنے کا حال نہ بتلایا'' انتہی بلعینہٖ اور ایک باب فرض الخمس فیض الباری ص ۹۸ میں ہے تو فاطمہ بنت رسول اللہؐ صدیقؓ پر ناراض ہوئیں اور اس کے بعد صدیقؓ سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ سو اس نے کبھی کلام نہ کیا یہاں تک کہ فوت ہو گئیں ۱۲ منہ انتہی۔ اور انوار اللغۃ پ ۱۹ ص ۲۵ و پ ۲۷ ص ۹ میں مولوی وحید الزمان حدیث فوجدت فاطمۃ کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں حضرت فاطمہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے جواب سے غصہ آیا۔ اور ان کی ملاقات چھوڑ دی۔ مرنے تک ان سے بات نہ کی (حضرت فاطمہؓ نصوص اور آیات قرآنی سے استدلال کرتی تھیں ان کے خیال میں یہ آیا کہ ابو بکر حکم قرآن کے خلاف کرتے ہیں) الخ انتہی بلعینہٖ اور خصائص نسائی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۷ و طبع مصر ص ۳۵ میں باسناد نبی صلعم سے یہ الفاظ مروی ہیں (فاطمۃ) بضعۃ منی یریبنی ما ارابہا و یوذینی ما اذاہا و من اذی رسول اللہؐ فقد حبط عملہ۔ اس حدیث کی بنا پر جو تعلیق گذشتہ فلک النجاۃ میں بھی لکھی گئی ہے شیخین کے کچھ اعمال صالحہ تھے تو بھی بعد وفات سرور کائنات کے غصب فدک و خلافت و ایذار جناب فاطمہؑ سیدۃ النساء و سائر اہل بیتؑ کے سبب وہ موذی رسولؐ ہو کر مستحق حبط اعمال ہوئے۔ نیز ان الذین یوذون اللہ و رسولہ الآیہ کی سزا میں آگئے معلوم ہوتے ہیں ۱۲ مترجم۔

دکفاک بہ سنداً الشیخان واحمد دوی
اور تیرے لئے سند کے لئے بخاری ومسلم واحمد

البخاری فی صحیحہ فی باب الخمس فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ ص وھجرت ابابکرؓ فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت۔ وفی المسلم فوجدت فاطمۃ علی ابی بکرؓ فی ذلک قال فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ ص ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علیؑ ابن ابیطالب لیلا ولم یوذون بھا ابابکر و صلے علیھا علیؑ

کافی ہیں۔ بخاری نے اپنے صحیح کے باب الخمس جلد ۳ ص ۱۲ میں عائشہ سے روایت کیا ہے کہ دغصب فدک کے سبب[1] حضرت فاطمۃ الزہراؑ دختر رسول اللہ ص غضبناک ہوئیں اور صاحبہ موصوفہ نے ابی بکر صاحب سے قطع تعلق کرلیا۔ حتیٰ کہ اسی حالت پر فوت ہوئیں۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱ میں ہے جناب فاطمۃ زہراؑ نے ابی بکرؓ سے قطع تعلق کرلیا اور مرتے دم تک ابوبکرؓ سے کلام نہ کیا حالانکہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ پس جب حضرت موصوفہ فوت ہوئیں تو ان کو ان کے خاوند جناب علی بن ابیطالب نے رات کے وقت دفن کیا اور اس جنازہ کی اطلاع حضرت علیؑ نے ابوبکرؓ نہ دی بلکہ جنابی صاحبہؑ پر خود نماز جنازہ پڑھی۔

---

[1] اس مضمون کے آخر میں بخاری کی حدیث لکھی جائے گی جس میں آنحضرت ص نے فرمایا جس نے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جو اسے ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے اس کی شرح میں ابن حجر فتح الباری جلد ۵ ص ۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں جس کو حاکم نے روایت کیا یہ ہے کہ فرمایا جو چیز حضرت فاطمہؑ کی طبع کو منقبض کرے وہ مجھے بھی رنج دیتی ہے اور جو اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور اس سے ماخوذ ہے کہ جس کی اذیت سے نبی ص کو اذیت پہونچے اس کی اذیت بھی حرام ہے کیونکہ نبی ص کو رنج پہونچانا بالاتفاق حرام ہے۔ تھوڑا ہو خواہ زیادہ۔ اور آنحضرت ص نے قطعی طور پر بطور لازم ملزوم بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہؑ کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ پس جو بھی امر ایسا واقع ہو کہ فاطمہؑ کو ایذا دے وہ بشہادت اس حدیث صحیح کے نبی ص کو ایذا دیتا ہے۔ انتہےٰ من الفتح اور مسلم جلد ۲ ص ۹۱ و بخاری مع الفتح مطبوعہ دہلی جلد ۴ ص ۱۷ میں جناب زہرا کا سوال میراث اور حضرت ابوبکر کا جواب انکار بایں الفاظ لکھا ہے۔ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسئلہ میراثھا من رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ ، بالمدینۃ وفدک وما بقے من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ قال لا نورث۔ الخ (الی ان قال) فابیٰ ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئاً فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر وغضبت فاطمۃ لکما فی البخاری) یعنی ابوبکر صاحب نے کوئی چیز جناب فاطمہ زہرا کو نہ دی۔ اس سے ناظرین غور فرمائیں کہ بعض سنی جو اعتراض کرتے ہیں کہ دیگر وارثان کو محروم کر کے حضرت سیدہ کس طرح فدک

لینا چاہتی تھیں یہ کس قدر غلط ہے۔ کیونکہ دعویٰ وراثت حضرت عباس نے بھی کیا جیسا کہ مسلم ص۹۱ جلد ۲ میں ہے۔ اور ازواج نبی ص نے بھی کیا جیسا کہ بخاری جلد ۴ ص۲۹ میں ہے۔ اور جناب فاطمہؑ نے بھی کیا چنانچہ اوپر مذکور ہوا ہے۔ تو کوئی چیز جو حصہ میں آتی تھی وہی ابوبکرؓ صاحب دیدیتے۔ کسی کو کچھ نہ دینا اور خود قابض ہونا کس قانون تقسیم وراثت میں تھا۔ اور روایات میں بھی مال فے سے سوال وراثت ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک نے سارے کا سارا مال طلب کیا تھا۔ چنانچہ امیر عمرؓ کے کلام مندرجہ مسلم و بخاری سے بھی ظاہر ہے کہ اس نے جناب علیؑ و عباس کو کہا کہ تو اے عباس ابی بکر سے اپنا حصہ چاہتا تھا جو تجھے برادر زادہ سے ملنا چاہیئے تھا۔ اور یہ علیؑ ابوبکر سے اپنی عورت کا حصہ چاہتا تھا جو بیٹی کو اپنے باپ سے ملنا چاہیئے اور ابوبکرؓ نے حدیث لا نورث سنائی اس پر تم دونوں نے ابوبکرؓ کو کاذب آثم۔ غادر۔ خائن خیال کیا۔ جب میں والی ہوا ہوں۔ اب میرے پاس یہی امر لائے ہو۔ میں نے وہی کہا اور تم مجھے بھی ویسا ہی خیال کرتے ہو جیسا ابوبکرؓ کو سمجھا۔ اور بخاری میں ازواج کے سوال وراثت میں صریح لفظ سوال آٹھویں حصے کا مروی ہے پس کیا کسی کو اصل حصہ وراثت ملا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عذر دعویٰ کے عدم صحت حصہ وراثت کا تسلیم کیا جاتا۔ اور اس کے علاوہ ذوی القربیٰ نبیؐ کو جو آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت حصہ خمس[1] ملتا تھا وہ بھی ابوبکرؓ صاحب نے بند کر لیا۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا تو ظاہر ہوا کہ اصل سبب اہل بیت کو کچھ نہ دینے کا یہی تھا کہ ان کے حق میں حضرات ثلاثہ کی نیک نیتی نہ تھی۔ اور اہل سنن جنازہ جناب زہرا پر عدم حاضری شیخین کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ ان کو اطلاع نہ ہوئی تھی ورنہ حاضر جنازہ ہوتے میں کہتا ہوں کہ اتفاقاً نہیں بلکہ حسب وصیت جناب سیدہؑ کے ان کو عمداً نہ بلایا گیا تھا۔ اور صرف شیخین سے نہیں بلکہ جناب سیدہ خاندان معاندین سے اس قدر غضبناک فوت ہوئیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ کو باوجود ان کے عالم نسار اور زمرہ امہات المومنین سے ہونے کے بھی اپنے جنازہ کے قریب آنے کی اجازت نہ دی۔ اور حضرت عائشہ دروازہ جناب سیدہ پر آئیں مگر اسمار نے منع کر دیا کہ حسب وصیت جناب فاطمہؓ کے آپ اس جنازہ کے پاس اور اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتیں چنانچہ وہ واپس چلی گئیں اور ابی بکر صاحب کے پاس شکایت کی وہ دروازہ پر آئے ان کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ دیکھو استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۴ ص۳۷۹ ترجمہ جناب فاطمہؑ اس سے معلوم ہوا کہ وفات اور جنازہ زہراؑ کی ابوبکرؓ صاحب کو اطلاع ہو گئی تھی مگر دشمنی مابین اہل بیت نبی ص اور ان کے سلسلہ آمد و رفت اس موقعہ سے مانع ہوئی۔ اسی طرح ذخائر العقبیٰ مولفہ محب طبری مطبوعہ مصر ص۵۳ میں بھی ہے۔ اور نیز اسی طرح تاریخ خمیس دیار بکری قلمی موجودہ کتب خانہ حوادث ۲۵ھ مدینہ منورہ باب ثالث ذکر فاطمہؑ میں ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) ۱۲ مترجم۔

---

[1] الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی جلد ۲ ص۱۱۷ میں شبلی صاحب لکھتے ہیں اس آیت واعلموا انما غنمتم

الاٰیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس میں رسول اللہ کے رشتہ داروں کا بھی حصہ ہے چنانچہ عبداللہ بن عباس جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے نہایت زور کے ساتھ اس آیت سے خمس پر استدلال کرتے تھے حضرت علی رضؓ نے اگرچہ مصلحتاً بنو ہاشم کو خمس میں سے حصہ نہیں دیا لیکن رائے ان کو بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حقدار ہیں (کتاب الخراج ص۱۱) روایت محمد بن اسحٰق یہ صرف حضرت علیؑ و عبداللہ بن عباس کی رائے نہ تھی بلکہ تمام اہل بیت کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی اسی مسئلہ کے قائل تھے اور اپنی کتابوں میں بڑے زور شور کے ساتھ اس پر استدلال کیا ہے حضرت عمرؓ کی نسبت لوگوں کا بیان ہے کہ قرابت داران پیغمبر کو مطلقاً خمس کا حقدار نہیں سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے اہل بیت کو کبھی خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ ائمہ مجتہدین سے امام ابو حنیفہ بھی ذوالقربےٰ کے خمس کے قائل نہ تھے ان کی رائے تھی کہ جس طرح آنحضرت صؐ کے بعد آنحضرتؐ کا حصہ جاتا رہا اسی طرح آنحضرتؐ کے قرابتداروں کا حصہ بھی جاتا رہا انتہی ۱۲۰ مترجم۔

وفی روضۃ الاحباب[1] فی ذکر وفاۃ فاطمۃؑ ونماز بروے علیؑ و بقولے عباس گذاردروز دیگر ابوبکرؓ صدیق و عمر فاروق رضؓ وسائر اشراف صحابہ با علیؓ معاتبہ مے کردند کہ چوں ما را خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتمی۔ علیؑ عذر گفت من بر وصیت او چنیں کردم۔ انتہیٰ ملخصاً۔ قال ابن قتیبۃ فی الامامۃ والسیاسۃ قالت فاطمۃؑ لابی بکر و عمر اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی صؐ لاشکوتکما الیہ۔ الخ وقد ذکر۔ وفی نہج البلاغۃ ومن کلام لہ علیہ السلام عند دفن سیدۃ النساء فاطمۃ علیہا السلام

اور روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۴۳۴ میں دربیان وفات جناب فاطمہؑ کے لکھا ہے کہ نماز جنازہ بی بی صاحبہؓ پر جناب علیؑ نے پڑھی۔ اور ایک قول میں عباس نے بھی پڑھی اور دوسرے دن ابوبکر رضؓ صدیق اور عمر فاروق رضؓ و دیگر بزرگان صحابہ رضؓ نے حضرت علی کو عتاب کیا (گلہ دیا) کہ کیوں ہمیں آپ نے خبر نہیں دی کہ ہم شرف نماز بی بی صاحبہؓ کا حاصل کرتے حضرت علیؑ نے عذر فرمایا کہ میں نے بنا بر وصیت بی بی صاحبہؓ کے ایسا کیا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اور ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ مطبوعہ مصر ص۱۵ میں لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا نے حضرت ابی بکر و عمر سے فرمایا تم

---

[1] اسی طرح مدارج النبوۃ اور جذب القلوب میں شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے اور جذب القلوب میں لکھا یہ غلط ہے کہ ابوبکرؓ صاحب کو علم وفات حضرت فاطمہؓ زہرا کا نہ ہوا کیونکہ اسمار بنت عمیس زوجہ ابوبکر متکفل غسل وکفن زہرا تھیں ممکن نہیں کہ زوجہ اس کام میں مشغول ہوں اور زوج کو مطلق علم نہ ہو۔ وفاء الوفا ملفہ سید نورالدین سمہودی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۹۲ میں بھی ثابت کیا ہے کہ ابوبکر کو وفات کا علم تھا۔ پھر جواب دیا

باقی اگلے صفحہ پر

السلام علیک یا رسول اللہ ص (الیٰ ان قال) و ستنبئک ابنتک بتظافر امتک علیٰ ھضمھا۔ الخ۔ وفی استدلال ابی بکر لمنع فاطمۃؑ عن فدک اشکالات الاول ان حدیث نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکناہ صدقۃ خبر واحد معارض للآیاتؑ القرآنیۃ ای یوصیکم اللہ و لکل جعلنا موالی وآت ذاالقربیٰ حقہ

دونوں نے مجھے غضبناکؓ کیا اور راضی نہیں کیا اور جس وقت میں نبی ص سے ملاقات کروں گی۔ تو ان کے پاس تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ الخ اور یہ روایت کیفیت خلافت ابوبکرؓ میں مفصل مذکور ہو چکی ہے۔ اور نہج البلاغت ص ١٦٥ میں ہے اور جناب علی کے کلام جو دفن سیدۃ النساء فاطمہؑ کے وقت فرمائی یہ ہے۔ یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو (حتی کہ فرمایا) عنقریب آپ کو آپ کی بیٹی جناب فاطمہؑ اس امر کی خبر دے گی کہ آپ کی امت نے آپ کی بیٹی کے کمزور کرنے اور قوت مٹانے میں کافی حصہ لیا اور اسے ذلیل کیا اور ابوبکرؓ کے فدک بند کرنے کے استدلال میں بہت اشکالات و اعتراضات ہیں پہلا یہ کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث الخ یعنے ہم پیغمبروں کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ آیات قرآنیہ یوصی کم اللہ اور لکل جعلناہ موالی اور آت ذی القربیٰ حقہ کے معارض ہے (اور حدیث مخالف قرآن بالاتفاق مرجوح ساقط الاحتجاج ہے)

(بقیہ حاشیہ) ان ابا بکر علم بذلک واحب ان لا یرد غرض علی فی کتمانہ منہ یعنی ابوبکر صاحبؓ کو علم ہو گیا مگر پسند کیا کہ حضرت علی کی جو غرض ابوبکر سے چھپانے کی تھی وہ پوری ہو۔ پھر ابن عبد البر سے علم وفات زہراء کا روایت کیا پھر حضرت عائشہ کا دروازہ زہراء پر آنا اور اجازت نہ ملنے اور ابوبکر صاحبؓ کے پاس شکایت کرنے پر ابی بکرؓ کے خود دروازہ پر آنے اور اجازت نہ ملنے کا ذکر کیا ہے بحوالہ اصلاح نمبر ١ جلد ٣٢ ص ١٣۔ ١ھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون یعنی جو ایمان لا کر اپنے ایمان میں ظلم نہیں ملاتے ان کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اب شیخین کے ایمان کو موازنہ میں رکھیں ١٢ مترجم۔ ٢ھ حدیث لانورث مخالف آیات قرآنیہ کے ہے آیات میراث پر شیخین کے زمانہ سے عمل متروک ہونے کی طرح اور آیات پر بھی لوگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے مثلاً بحوالہ کشف الظلمات جلد ٣ ص ٢٩٧۔ ٢٩٦۔ جواب آیات بینات (یہ کتاب بینات حصہ مسئلہ فدک کے جواب میں لاجواب لکھی گئی ہے مزید تفصیل اس میں ملاحظہ ہو) تفسیر طبری جلد ٤ ص ١٦٢ و معالم التنزیل ص ٢١ میں ہے یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں تین آیات محکمات مدنیات ہیں جن پر لوگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے۔ اذا حضر القسمۃ اولو القربیٰ۔ یا ایھا الذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم۔ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ۔ عن ابراھیم ھی ثابتۃ ولکن الناس و شحوا بخلوا۔ بحوالہ کشف الظلمات جلد ٣ ص ٢٩٧ نیز فلک النجاۃ

(بقیہ حاشیہ) میں حدیث ابوذر ملاحظہ ہو جس میں حکام کا مال فئے کو اپنے لئے روک لینے کی پیشگوئی مروی ہے۔ تفسیر کبیر کی عبارت مندرجہ کے ساتھ کبیر میں یہ بھی لکھا ہے نعند هذا احتجت فاطمة بعموم قوله تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین وکانہا اشارت الی ان عموم القرآن لا یجوز تخصیصہ بخبر الواحد. یعنی دعویٰ میراث کے وقت حضرت فاطمہؑ زہراؑ نے عموم حکم قرآنی آیت للذکر مثل حظ الانثیین سے استدلال کیا کہ اس سے ہم مستثنیٰ نہیں ہیں بلکہ اسی میں داخل ہیں اور اس کا اشارہ کیا کہ عام حکم قرآنی کی خبر واحد (ابوبکر) سے تخصیص جائز نہیں کہ بعض افراد اس سے خارج ہو جائیں اور مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام شرح مختصر اصول ابن حاجب مولفہ قاضی بیضاوی قلمی ص۵۸ میں ہے عموم جمع سے استدلال ہو سکتا ہے ویدل علیہ وجوہ الاول تمسک الصحابة فان فاطمة ؑ تمسکت بعموم قوله تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ الخ یعنی یہ چند وجوہ سے ثابت ہے پہلی یہ کہ صحابہ نے عموم حکم سے تمسک کیا ہے چنانچہ حضرت فاطمہؑ زہرا نے عموم آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے ساتھ تمسک کر کے استدلال پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی روایت میں للذکر مثل حظ الانثیین اور کسی میں ورث سلیمان کا استدلال مذکور ہے تو قریباً سب آیات میراث کی حضرت زہراؑ نے اور بروایات دیگر حضرت علیؑ نے بھی استدلال میں پیش کی تھیں اور مطالب و معانی قرآن مطابق حدیث ثقلین وہ دونوں حضرات خوب جانتے تھے۔ اور صفحہ ۴۶ مرصاد میں لکھا ہے مثل یا ایها الناس ویا عبادی یتناول الرسول عند الاکثرین وقیل لا یعنی خطاب عام ناس اور عباد اکثر محققین کے نزدیک رسولؐ کو شامل ہے۔ بعض کے نزدیک شامل نہیں (لفظ قیل سے) اس قول کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ اسی طرح یا ایها الذین امنوا میں اول المومنین وسید المومنین ضرور شامل و داخل ہیں۔ البتہ جہاں کوئی حکم قرآنی نبیؐ کو مستثنیٰ کر دے تو مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ (مال فئے کا حقدار کون ہے) اس بحث کو ہم نے اپنے رسالہ ابطال الاستدلال میں بہ تفصیل لکھا ہے دیکھو رسالہ مذکور کا ص۱۸ اور یہ رسالہ مینجر امامیہ کتب خانہ سید احمد حسین ترمذی فتح شیر روڈ روڑاں والا چھپڑ مزنگ لاہور سے اور مینجر کتب خانہ اثنا عشری مغل حویلی اندرون موچی گیٹ لاہور سے بہ قیمت ۴؍ مل سکتا ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ خالص مال رسول کا تھا جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں کتب سنیہ کے حوالجات صحیحہ بکثرت و صراحت اس میں درج ہیں چنانچہ بخاری و مسلم و ترمذی و نووی شرح مسلم و ابوداؤد و تفاسیر جلالین مع کمالین و مدارک التنزیل و تفسیر کبیر و مصفیٰ شرح مؤطا وغیرہ سے ثابت کیا ہے نمونہ کے طور پر یہاں ایک ہی عبارت پر اکتفا کرتے ہوئے نبیؐ کی ملکیت تین قسم کی بیان ہوئی ہے وکان لہ ثلث خالصا لہ اور آخر میں لکھا فکانت هذه کلها ملکا لرسول اللہ صلعم خاصة لا حق فیها لاحد غیره۔ دیکھو نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۹۲ اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص۲۴۱ میں باسناد بخاری و مسلم و احمد حضرت عمر کا اقرار مروی ہے فکانت هذه خالصة لرسول اللہ ص یعنی یہ اموال خالص رسول اللہؐ کی ملکیت تھے اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں

نبی ؐ کو کلی اختیار تھا جہاں چاہیں خرچ کریں اپنے ذاتی مصارف پر یا مہاجرین پر فقراء پر مسافروں پر جہاں مناسب سمجھیں ان کو کلی اختیار تھا بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۸۳ و مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۹ کے الفاظ حضرت عمرؓ کے ملاحظہ ہوں ۱۲۔

الثانی ان صاحب البیت ادری بما فیہا فکیف نتصور ان ہذا الحدیث لم یعلم النبی ؐ علیًا ولا عباسًا ولا فاطمۃ وعلم ابا بکرؓ وحدہ او ابنتہ وحدہا۔ وفی الصواعق وتاریخ الخلفاء واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذٰلک علمًا فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ ؐ یقول انا معاشر الانبیاء الحدیث وقال الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر والمحتاج الی ہذہ المسئلۃ ماکان الا علیًا وفاطمۃ والعباس و ہؤلاء کانوا من اکابر الزہاد والعلماء فی الدین واما ابوبکر فانہ ماکان محتاجًا الی معرفۃ ہذا المسئلۃ لانہ ماکان یخطر ببالہ انہ یرث الرسول فکیف یلیق بالرسول ان یبلغ ہذہ المسئلۃ الی من لاحاجۃ بہ الیہا ولا یبلغہا الی من لہ الی معرفتہا اشد الحاجۃ۔ انتہی۔ وکذا فی التفسیر النیشاپوری ہے۔

دوسرا یہ کہ گھر کا مالک اپنے گھر کے حالات کا دوسروں سے زیادہ واقف ہوتا ہے پس کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث نبی ؐ نے جناب علیؑ و حضرت عباسؓ و حضرت فاطمہؑ زہرا کو نہ بتلائی اور اکیلے ابوبکر یا اس کی بیٹی بی بی عائشہؓ کو سکھلائی۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۹ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۵ میں ہے اور صحابہ نے میراث نبی ؐ میں اختلاف کیا اور انہوں نے اس کا علم کسی کے پاس نہ پایا مگر ابوبکرؓ صاحب نے کہدیا میں نے رسول اللہ ؐ سے سنا ہے فرمایا۔ ہم گروہ انبیاء کا وارث ہوتے ہیں۔ آخر تک۔ اصواعق میں بی بی عائشہؓ سے مروی ہے کہا ہم نے کسی کے پاس وراثت نبی ؐ کا علم نہ پایا مگر ابوبکر صاحبؓ نے کہا۔ الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوائے ابی بکرؓ کے کوئی فرد اس حدیث کو نہ جانتا تھا حتیٰ کہ خود بی بی عائشہؓ نے بھی انہیں سن کر بیان کیا ہے۔ اور فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کی طرف سوائے حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراؑ اور عباس کے کوئی زیادہ محتاج نہ تھا اور یہ ہر سہ بڑے پرہیزگاروں اور علماء دین میں سے تھے۔ اور ابوبکرؓ صاحب بالکل محتاج عرفان اس مسئلے کے نہ تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں خیال تک نہیں آسکتا تھا کہ رسول کی وراثت اس کو ملے گی پس ذات بابرکات رسولخدا ؐ کی شان کے لائق کس طرح سمجھا جائے کہ اس مسئلہ کو اس شخص کے پاس پہونچا دیں جس کو اس کی قطعًا حاجت نہیں اور اس کو تعلیم نہ دیں جس کو اس کے سمجھنے کی اشد ضرورت و حاجت ہے۔ انتہی۔ اسی طرح تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ تفسیر ابن جریر جلد ۴ صفحہ ۱۹۷ میں ہے۔

الثالث ان علیا والعباس ان کان سمعاہ من النبی صلعم فکیف یطلبانہ من ابی بکرؓ وان کان سمعاہ من ابی بکر او فی زمانہ بحیث ثبت عندھما العلم بذلک فکیف یطلبانہ بعد ذلک من عمر واجاب عمر د أیتمانی کاذبًا اثما غادرًا خائنًا۔

تیسرا یہ کہ جناب عباس و جناب علی نے اگر نبی ص سے اس حدیث کو سنا ہوا تھا (جیسا کہ بعض سنیوں کا خیال ہے) تو پھر ہر دو ابو بکرؓ صاحب سے کیسے ناحق طلب کرتے تھے۔ اور ہر دو نے ابی بکر سے سنا یا اس زمانہ میں سنا اس طرح کہ انہوں نے اس حدیث کو مان لیا تو پھر وہ ہر دو امیر عمر سے کیوں طلب کرتے جس کے جواب میں امیر عمر نے کہا تم دونوں نے فدک کے بارہ میں مجھے جھوٹا گنہگار دغاباز اور خیانتی سمجھا (معاذ اللہ)

سلہ نیل الاوطار مولفہ علامہ شوکانی جلد ۵ صہ ۳۳۹ میں امیر عمر کے قول پر جو اس نے عثمان و عبدالرحمن و زبیر و سعد و علی ع و عباس کے لئے کہا۔ تم نے بھی رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرمایا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ بہ اشکال لکھا ہے۔ اس طرح کہ اس روایت میں ہے سب نے امیر عمر کے جواب میں کہا ہاں۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ انہوں نے نبی ص سے سنا تھا تو ابی بکرؓ سے حق وراثت کیوں طلب کیا اور اگر ابی بکرؓ سے اس حدیث کو سنا تھا اور تسلیم بھی کیا تو امیر عمر سے کیوں طلب کیا اور امیر عمرؓ نے جو حضرت علی و عباس کے اعتقاد سے ظلم ابی بکرؓ و عمرؓ ظاہر کیا ہے وہ کس طرح صحیح ہوا حضرت علیؑ و عباسؓ نے (نعوذ باللہ) غلطی سے یہ اعتقاد رکھا یا شیخین نے یہ واقعی ظلم کیا اسی طرح بعینہ اس کو اشکال شدید تسلیم کر کے ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صہ ۱۳۲ میں انہی الفاظ سے لکھا ہے اور اتنا لکھ کر پھر ہر دو (شوکانی و ابن حجر) نے یہ جواب دیا ہے کہ اور تو کوئی چارہ اس سے ہو نہیں سکتا مگر یہ ہے کہ جواب میں کہا جائے۔ حضرت علیؑ و عباسؓ نے اگرچہ حدیث سنی ہوئی تھی مگر معنے غلط سمجھا کہ بعض مال کا ورثہ لینا جائز سمجھا اور بعض کا ناجائز۔ انتہی۔ اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے جملہ ماترک رسول اللہ کے لئے حکم عام سمجھا کہ سب ترکہ رسولؐ کا خلیفہ کے تصرف میں آجاتا ہے جو بطور صدقات کے یا جیسا مناسب سمجھے استعمال کرے۔ چنانچہ اقربا رسول ص کا حصہ دینا مناسب نہ سمجھا تو شیخین نے بند کر لیا اور باوجود وصیت نبی ص کے جناب زہراؑ کا حق غصب کر کے انہیں غضبناک کیا اور امیر عثمان نے وہ فدک جو زہراؑ کے لئے دینا خلاف شرع محمدیؐ صلعم سمجھا تھا مروان جیسے ملعون کو مکمل عطا کر دیا۔ ۱۲ مترجم۔

سلہ۲ سنن ابی داؤد مترجم وحیدی صہ ۲۲۵ میں حدیث ہم معنے حدیث صحیح مسلم و بخاری کے مروی ہے جس سے صریح دعویٰ وراثت فلک وغیرہ اموال فے کا حضرت علی و عباس کی جانب سے زمانہ امیر عمر میں پیش ہونا ثابت ہے جیسا کہ الفاظ امیر عمرؓ سے واضح ہے کہا قلت انا ولی رسول اللہ وولی ابابکر فولیتھا ما شاء اللہ ان الیھا فجئت انت وھذا وانتما جمیع وامرکما واحد فسألتنا نیھا۔ الخ یعنے پھر تم دونوں نے اب

باقی اگلے صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ) اموال سفے کا اسی طرح سوال کر دیا ہے جیسا کہ زمانہ ابی بکرؓ میں کیا تھا اور بخاری کتاب الفرائض باب حدیث لانورث مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص۹۹۶ میں حدیث امیر عمر ان الفاظ سے ہے فقلت انا ولی رسول اللہ فقبضتہا سنتین اعمل فیہا بما عمل رسول اللہ ص و ابو بکر ثم جئتمانی وکلمتکما واحدۃ وامرکما جمیع تسألنی نصیبک من ابن اخیک واتانی ھذا یسئلنی نصیب امرأتہ من ابیھا۔ الخ۔ اس مکمل روایت کا خلاصہ یہی ہے کہ عمر صاحبؓ نے فرمایا اے علی و عباسؓ تم دونوں کی ایک ہی بات ہے۔ ابو بکرؓ صاحب نے پاس یہی دعویٰ لائے جواب میرے پاس لائے انہوں نے جب حدیث لانورث سنائی اور تم نے اس کو کاذب آثم غادر تصور کیا حالانکہ وہ سچے تھے پھر میری حکومت ہوئی تو اب دونوں میرے پاس وہی دعوے لائے ہو میں نے بھی وہی جواب دیا تو تم دونوں مجھے بھی ویسا ہی سمجھا الخ۔ (اور حضرت علیؑ نے دعوائے حصہ وراثت جناب زہرا کا بحیثیت وارث بازگشت ہوتے کے امیر عمر کے پاس کیا) اس روایت بخاری کے صفحہ مذکور پر حاشیہ نمبر۶ میں اس کی شرح قسطلانی سے لکھا ہے فان قلت اذا کان علیؑ وعباسؓ اخذاھا علی الشرط المذکور فکیف یطلبان بعد ذلک من عمر اجیب بانہما اعتقدا ان عموم لانورث مخصوص ببعض ما یخلفہ۔ الخ قالہ الکرمانی یعنے کرمانی لکھتا ہے اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اگر حضرت علی و عباسؓ امیر عمرؓ کی طرف سے فقط اہلکار اور کاردار تھے تو ان کا آپس میں اسی کام کی تقسیم کا جھگڑا ہوگا۔ انہوں نے اس کے بعد امیر عمرؓ کے پاس وراثت کا جھگڑا کیوں پیش کیا۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا جائے گا کہ ہر دو حضرات نے یہ اعتقاد رکھا ہوگا کہ حدیث لانورث عام نہیں بلکہ بعض ترکہ سے مخصوص ہے۔ الخ (افسوس ہے کہ حضرت علیؑ و عباسؓ کو حضرات سنیان اس قدر کم علم تصور کرتے ہیں کہ ہر دو کو خود یہ حدیث معلوم نہ تھی یا اس کا معنے نہ سمجھا اور پھر چار سال ابو بکرؓ صاحب سمجھاتے رہے تو بھی نہ سمجھے۔ پھر دو سال تک امیر عمر سمجھاتے رہے تو بھی نہ سمجھے اور پھر دعویٰ حق وراثت کر دیا) اور بخاری فرض الخمس طبع کرزن پریس ص۴۳۶ میں مثل حدیث باب حدیث لانورث کے ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں جئتنی یا عباس تسئلنی نصیبک من ابن اخیک وجاءنی ھذا یرید علیا یرید نصیب امرأتہ من ابیھا فقلت لکما ان رسول اللہ ص قال لانورث ما ترکناہ صدقۃ۔ اس کے حاشیہ نمبر۶ میں شرح قسطلانی سے لکھا ہے۔ وفی روایۃ النسائی ثم جئتمانی الان تختصمان یقول ھذا ارید نصیبی من ابن اخی ویقول ھذا ارید نصیبی من امرأتی۔ الحدیث اور بخاری باب حبس الرجل قوت سنتہ علی اہلہ ص۸۰۶ میں یہی حدیث امیر عمرؓ

؎۵ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۱۷ و ص۱۱۷ میں حدیث مندرجہ حاشیہ صفحہ ہذا ہے اور جلد ۳ ص۱۱ بخاری میں حاشیہ علامہ سندی سے اس طرح لکھا ہے لکن اظہار الغضب بعد المنع یشبہ انہم غضبوا لمنع الارث ولا یتحقق ذلک الا اذا کان المنع لا یکون حقھا واللہ تعالیٰ اعلم انتھے۔ یعنی اہل بیت رسول کا حق وراثت بند کر لینے کے بعد غضبناک

باقی اگلے صفحہ پر

کی مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں فاقبل علی علیؑ و عباس تزعمان انما ابابکر کذا او کذا۔ اس کے بعد وہی عبارت لکھی ہے کہ تم دونوں مجھ سے وراثت طلب کرتے ہو مگر میں کبھی نہ دوں گا۔ اگر میری شرائط پر اس کو قبضہ میں رکھو تو فبہا ورنہ وراثت کے طریق پر میں نہیں دیتا۔ انتہی ملخصاً۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۳ صلا باب حدیث بنی نضیر میں ہے وقال د عمرؓ تذکران ان ابابکرؓ فیہ کما تقولان واللہ یعلم انہ فیہ لصادق بار راشد الخ۔ یعنے عمرؓ نے علیؑ و عباسؓ کو کہا ابو بکرؓ نے حدیث لا نورث سنائی تو تم اس کو ایسا ویسا خیال کرتے ہو۔ دوسری روایت میں کہا تم دونوں کہتے ہو کہ ابو بکرؓ اس بیان میں ایسا ہے جیسا تم کہتے ہو یعنے کاذب آثم غادر خائن جانتے اور کہتے ہو چنانچہ صحیح مسلم جلد ۲ صلا میں صریح الفاظ موجود ہیں۔ غرض ان عبارات لکھنے سے یہ ہے کہ حضرت علیؑ و عباسؓ نے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے وقت دعوی وراثت پیش کیا بعینہٖ ویسا ہی امیر عمر کے وقت پیش کیا اور ہر دو شیخین نے ایک ہی طرز کا جواب عدم توریث انبیاء کا دیا۔ مگر ان روایات کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ و عباسؓ کے اعتقاد میں یہ حدیث موضوع تھی اور امیر عثمانؓ نے چونکہ فدک مروان کے قبضہ میں دیدیا تھا پھر طلب وراثت کا موقع ہی نہ رہا۔ کیونکہ مدعیان ہر دو خلافتوں میں مایوس ہو چکے تھے اور تیسرے خلیفہ صاحب نے قبل از طلب سلطنت کے قبضہ سے نکال کر ایک اور شخص کے قبضہ میں مستقل طور دیدیا تھا۔ بہر حال اہل بیتؑ حدیث لا نورث کو جھوٹا فرماتے رہے۔ اور شیخین کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھا۔ اور جو راوی حدیث نے حمایت شیخین میں حضرت عباس پر یہ بہتان باندھا ہے۔ کہ انہوں نے جناب علیؑ کے حق میں یہی الفاظ کہے یہ محض شیخین کے الزام کو مشتبہ کرنے کی غرض سے کہا تاکہ بظاہر معلوم ہوگا کہ ایسے الفاظ سب ایک دوسرے کو کہتے تھے کوئی مضائقہ نہیں مگر یہ غلط محض ہے حضرت عباس نے امیر المومنین علیؑ کے حق میں یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صلا میں قاضی عیاض و مازری سے لکھا ہے کہ یہ الفاظ ابن عباس کی شان سے بعید ہیں کہ وہ معاذ اللہ جناب علیؑ کے حق میں کہتے ان سے ایک وصف بھی حضرت علیؑ میں نہ تھی چہ جائیکہ سب ہوں۔ اور جب طرق تاویل مسدود ہوئے تو وہم اس جھوٹ کی نسبت راوی کی طرف کریں گے۔ اسی واسطے بعض محتاط علماء نے یہ الفاظ اپنے نسخہ سے مٹا دیئے ہیں انتہی۔ اور بخاری میں ابو بکر صاحب کے بچاؤ کے لئے بجائے ہر چہار کلمات وارد صحیح مسلم کے کذا و کذا لکھا ہے۔ مگر علیؑ کے لئے کوئی لفظ کذا وغیرہ کا نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر صاحب کے لئے باتفاق بخاری و مسلم کچھ نہ کچھ الفاظ مذمت کے وارد ہیں۔ مگر حضرت علیؑ کے لئے صرف ایک جگہ کسی راوی نے الزام کو خفیف کرنے اور پردہ حجاب ڈالنے کی غرض سے ذکر کر دیئے ہیں۔ ورنہ جن میں ان کلمات کے اسباب موجود نہ تھے ان کے لئے یہ الفاظ موزوں ہیں حضرت علیؑ نے کسی کا کیا کچھ لیا تھا کہ ان پر خیانت یا دغابازی یا گناہ یا جھوٹ کا الزام لگایا جاتا ۱۲ مترجم۔

بقیہ۔ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسی وراثت بند کر لینے کے سبب غضبناک ہوئے اور یہ تب ہی متحقق ہے جبکہ میراث بند کرنا

جائز طریقہ پر ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ مترجم

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) ف۱ فتح الباری شرح بخاری مطبوعہ مصر طبع اول ۱۳۰۱ھ جلد ۶ صفحہ ۱۲۵ میں دار قطنی کی ایک روایت اس مضمون کی لکھی ہے کہ زمانہ عمرؓ میں مخاصمہ عباسؓ و علیؓ ورثہ کا نہ تھا (پھر کہا) لیکن روایت نسائی و عمر بن شبہ اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس میں ظاہر ہے کہ یہ مخاصمہ ضرور ورثہ کے بارہ میں تھا۔ پھر ابن جوزی و شیخ محی الدین کے انکار مخاصمہ ورثہ پہ رد کیا۔ پھر کہا ہے کہ خود روایت بخاری میں اس کی تصریح ہے کہ یہ مخاصمہ ورثہ کا ہی تھا دیکھو قول عمر اے عباس تو اپنے بھتیجے کا حق چاہتا ہے جو تجھے ملتا ہے اور یہ وہ حق چاہتا ہے جو اس کی زوجہ کو اپنے باپ سے ملنا چاہیئے تھا۔ عبر بذلک لبیان قسمت المیراث یعنی حضرت عمرؓ نے ان الفاظ سے تقسیم میراث کے بیان کو تعبیر کیا ہے انتہی ملخصًا۔ علاوہ اس کے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بھی جناب علیؑ و عباس نے ترکہ رسولؐ کا جھگڑا پیش کیا جیسا کہ زمانہ عمرؓ میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ ہر سہ خلفاء کے وقت اتمام حجت ہوا ہے دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ باسناد احمد و بزار اور کہا حسن الاسناد ہے ۱۲ ف۲ علامہ شبلی نعمانی باوجود اپنے مشہور تعصب کے بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ سیرت النبی مطبوعہ اعظم گڑھ طبع ثالث جلد اول صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں چونکہ حضرت علیؓ کی شان میں یہ الفاظ (راقض بینی و بین ھذا الکاذب الآثم الغادر والخائن) کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتے اس لئے بعض محدثین نے اپنے نسخہ سے یہ الفاظ نکال دیئے علامہ مازری اس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں۔ الخ ۱۲ مترجم

کما فی المسلم وقد اقر بھذا الاشکال الحافظ فی الفتح بقولہ فیہ اشکال شدید۔
الرابع انہ قد روت ھذا الحدیث ای معاشر الانبیاء عائشۃؓ وحدھا فصدقھا ابوھا مع وحدتھا او بالعکس ولم یصدق ابوبکر شھادۃ علیؑ والحسنین وام ایمن
الخامس قد سلمان شھادۃ خزیمۃ بمنزلۃ الشھادتین لحدیث عن النبیؐ فکیف لا یعتبر شھادۃ علیؑ والحسنینؑ المعصومین مع ان شھادۃ رجل واحد قد یعتبر بضم حلفہ کما فی کنز العمال عن علیؑ ابن ابیطالب ان رسول اللہؐ وابابکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کانوا یقضون،

جیسا کہ صحیح مسلم[ف۱] جلد ۲ صفحہ ۹۰ میں ہے۔ اور اس اعتراض کا حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ میں ان الفاظ سے اقرار کیا ہے کہ اس میں سخت اعتراض ہے (پھر اسی کو بیان کیا) چوتھا یہ کہ اس حدیث کی روایت بی بی عائشہ نے اکیلے کی تو حضرت ابوبکرؓ نے تصدیق کر لی کہ سچی ہے یا بالعکس ابی بکرؓ کی تصدیق حضرت عائشہؓ نے کر لی اور جناب علیؑ و حسنینؑ و ام ایمن کی شہادت پہ اعتبار نہ کیا گیا۔ پانچواں یہ کہ امر مسلم ہے کہ خزیمہ کی شہادت بحکم رسول اکرمؐ دو گواہوں کے برابر تھی۔ پس جناب علیؑ و حسنینؑ معصومین طاہرین کی گواہی مع قسم پہ فتوے دیدیتے تھے اور تلویح۔ شرح توضیح،

بشهادة الواحد واليمين. وفي التلويح
شرح التوضيح بين النجه قضے بشهادة بين
لصاحب الحق وروى عنه ان النبي ص
وابابكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ كانوا الخ وفي البخاري
كتب ابن عباس ان النبي ص قضى باليمين
على المدعى عليه وفي المسلم عن ابن
عباسؓ ان رسول الله ص قضى بيمين و
شاهدٍ وفي منهاج السنة لابن تيمية
نعم يحكم في مثل ذلك بشهادة ويمين
المطالب عند فقهاء الحجاز وفقهاء اهل
الحديث. وفي التقريب للعسقلاني خزيمة
بن ثابت ذوالشهادتين من كبار الصحابة
شهد بدرًا وقتل مع علي ع بصفين وفي
منهاج السنة وشهادة الزوج لزوجته
تقبل وهي مذهب الشافعي وابي ثور
وابن المنذر. انتهى. ليت شعري لا
نعلم ان ابابكرؓ كان على مذهب ،

میں بھی ہے کہ نبی ص کسی صاحب حق کے لئے
ایک گواہ مع القسم پر حکم دیدیتے تھے اور
اسی سے مروی ہے کہ آنحضرت ص ابوبکرؓ و عمرؓ
و عثمانؓ اسی طرح کرتے تھے اور بخاری نے
اپنے صحیح میں لکھا ہے۔ ابن عباس نے یہ
لکھدیا تھا کہ تحقیق نبی ص نے قسم کے ساتھ
مدعا علیہ پر فیصلہ دیدیا تھا۔ اور صحیح مسلم
میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص
قسم اور ایک گواہی پر فیصلہ دیدیا تھا اور منہاج
السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ میں ہے۔ ہاں ایسی جگہ
ایک گواہی اور مدعی کی قسم پر فقہا حجاز اور فقہا
اہلحدیث کے نزدیک حکم دیا جا سکتا ہے اور
تقریب التہذیب عسقلانی میں ہے۔ خزیمہ
بن ثابت صاحب دو گواہیوں کا بڑے صحابہ
سے ہے جنگ بدر میں حاضر تھا اور جنگ صفین
میں حضرت علی ع کی جانب تھا اور شہید ہوا۔
اور منہاج السنہ میں لکھا ہے زوجہ کے لئے زوج

گذشتہ صفحہ سے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۳ مسند عبداللہ بن عمرو میں مرفوعًا مروی ہے۔ فرمایا ثلاث اذا کن فی عبد فلا تتحرج ان تشهد انه منافق اذا حدث كذب واذا وعد خلف واذا اؤتمن خان۔ یعنے تین صفتیں ہیں جس کسی میں ہوں تم اس کو منافق بولنے میں کچھ حرج نہ سمجھو۔ یہ کہ بات کرنے میں جھوٹ بولے اور وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ نیز بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰ طبع مصر و جلد ۲ صفحہ ۶۸ کتاب الشهادات باب من امر بانجاز الوعد میں و جلد ۴ صفحہ ۷۱ باب قوله تعالى كونوا مع الصادقين وما ينهى عن الكذب میں بھی اسی طرح ہے۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۰ باب علامات النفاق جلد ۲ صفحہ ۲۳ باب اذا خاصم فجر میں ہے اربع من كن فيه كان منافقا خالصًا ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر۔ یعنی چار خصلتیں ہیں جس میں ہوں وہ منافق خالص ہے اور جس میں ایک خصلت ان میں سے ہو اس میں اتنا حصہ نفاق کا ہے۔ جبتک اس کو نہ چھوڑے بات کہے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو

باقی اگلے صفحہ پر

ابی حنیفۃ فی عدم قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ۔ وفیہ وقد رووا جمیعًا ان رسول اللہ ص قال ام ایمن امرأۃ من اھل الجنۃ وام ایمن ھی ام اسامۃ بن زید وھی حاضنۃ النبی ص وھی من المھاجرات ولھا حق حرمۃ۔

کی شہادت مقبول ہوتی ہے یہی مذہب شافعی اور ابی ثور ابن المنذر کا ہے انتہی۔ آرزو ہے کہ مجھے سمجھ آجاتی۔ ہم نہیں جانتے کہ ابوبکر صاحب ابو حنیفہ کے مذہب پر تھے دیا گیا ہے۔ جس سبب سے انہوں نے زوج کی زوجہ کے لئے شہادت قبول نہ کی اور اسی منہاج میں ہے تحقیق سب نے روایت کیا ہے کہ ام ایمن اہل بہشت سے ایک عورت ہے اور ام ایمن اسامہ بن زید کی ماں ہے اور وہ پرورش کنندہ نبی ص کی اور مہاجرات میں سے ہے اور اس کے لئے حق عزت حاصل ہے۔

بقیہ حاشیہ ؎ اس کا خلاف کرے۔ معاہدہ کرے تو عذر کرے اور مخاصمہ کرے تو فحش بولے اور کنز العمال جلد ۱ ص۳۲ میں اتنا اس حدیث میں زیادہ ہے کہ جس میں یہ صفات ہوں وہ منافق ہے خواہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور حج کرے اور عمرہ کرے اور دعوے کرے کہ میں مسلمان ہوں مثل روایت بخاری کتاب الفرائض قول عمر تو حصہ وراثت بھتیجے کا اور یہ حصہ زوجہ کا جو اس کو باپ سے ملنا تھا چاہتا ہے۔ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۲ ص۱۱۱ باب فرض الخمس میں ہے۔ اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۲۵ میں باسناد احمد مروی ہے عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمر کے پاس بیٹھے تھے اذ دخل علی والعباس فارتفعت اصواتھما فقال عمر یا عباس قد علمت ما تقول ابن اخی ولی اشطر المال وقد علمت ما تقول تقول ابنتہ تحتی ولھا شطر المال۔ الخ یعنے جب حضرت علی و عباس حضرت عمر کے پاس داخل ہوئے تو ان کی آوازیں بلند ہوئیں پس عمر نے کہا اے عباس باتیں چھوڑو (تو) کہنا چاہتا ہے میں جانتا ہوں تو کہتا ہے رسول ص میرے بھتیجے ہیں ان کے مال سے نصف مجھے وراثت میں چاہیئے تھا۔ اور تم یا علی ع جو کچھ کہنا چاہتے ہو جانتا ہوں تو کہتا ہے فاطمہ بنت رسول ص میرے نکاح میں تھیں ان کا حق نصف مال ہے وراثت میں ہمیں ملنا چاہیئے الخ۔ اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت علی ع و عباس نے حدیث لا نورث کو تسلیم نہیں کیا کہ دوسری خلافت میں بدستور اپنے دعوٰی پر قائم ہیں۔ بخاری و مسلم سے بھی یہی ثابت ہے۔ تو جس روایت میں ان کا تسلیم کرنا خبر لا نورث کو وارد ہے وہ یقیناً ان پر جھوٹ اور غلط ہے ۱۲

السادس ان الانبیاء السابقین قد ورثوا اباءھم کما قال الثعلبی فی عرائس المجالس ورث سلیمان داؤد یعنی نبوتہ وحکمتہ و علمہ وملکہ۔ وفی البیضاوی والکشاف ومجمع المعانی والمدارک والمعالم وربیع

چھٹا یہ کہ تحقیق انبیاء سابقین اپنے آباء کے وارث ہوتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ثعلبی نے عرائس المجالس صفحہ ۲۰۰ میں اس طرح لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یعنی نبوت اور حکمت اور علم اور ملک

الابرار الزمخشری تحت قولہ تعالیٰ اذعرض علیہ الآیۃ. ورث سلیمان من ابیہ داؤد الف فرس قال النووی عن الحسن البصری یرثنی ویرث من آل یعقوب المراد وراثۃ النبوۃ لم یقل وانی خفت الموالی من ورائی الآیۃ اذ لا یخاف الموالی علی النبوۃ انتھٰی۔

ان کے لئے۔ اور بیضاوی وکشاف و بحر المعانی و مدارک و معالم وربیع الابرار زمخشری میں تحت قولہ تعالیٰ اذعرض علیہ الصافنات الجیاد۔ الآیہ کے لکھا ہے سلیمان علیہ السلام نے اپنے باپ داؤد علیہ السلام سے ورثہ میں ہزار گھوڑا لیا۔ اور نووی نے (شرح مسلم جلد۲ صـ۹۲) میں کہا حسن بصریؒ سے روایت ہے آیت یرثنی ویرث من آل یعقوب میرا وارث اور آل یعقوب سے وارث ہونے کی مراد وراثت مال ہے۔ اور اگر وراثت نبوۃ مراد ہوتی تو یہ نہ فرماتا کہ مجھے غیر وارثوں کا ڈر ہے کیونکہ ورثہ کو نبوۃ پہ کیا ڈر ہونا تھا الخ۔

(گزشتہ صفحہ ۱) عبارت مدارک کی یہ ہے ورثھا من ابیھا واصابھا ابوہ من العمالقۃ ۱۲ مترجم۔

سے۵۔ اسی طرح کتاب عجائب المخلوقات والحیوانات وغرائب الموجودات مؤلفہ زکریا بن محمد محمود قزوینی مطبوعہ بر حاشیہ حیوٰۃ الحیوان طبع مصر جلد۲ صـ۱۸۱ میں ہے کہ حضرت سلیمان کو اپنے باپ سے ہزار گھوڑا ورثہ میں ملا۔ ایضاً نفیہ حاشیہ بخاری مترجم پ۱۶ صـ۳۸/۳۹ کتاب مغازی مطبوعہ احمدی لاہور و طبع مصر جلد۳ صـ۱۱ باب حدیث بنی النضیر میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے۔ فاقبل علی علیؑ وعباس وقال تذکران ان ابا بکر فیہ کما تقولان یعنے عمر صاحبؓ جناب علیؑ وعباس سے کہنے لگے کہ تمہارا بیان ہے کہ ابوبکر اس حدیث بیان کرنے اور ورثہ نہ دینے اور فیصلہ فدک میں ویسے ہیں جیسے تم کہتے ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ وعباسؓ نے کلمات مرویہ صحیح مسلم زبان سے بھی نکالے تھے نہ صرف یہ کہ قلبی اعتقاد کا امیر عمرؓ ترجمہ کر رہے تھے۔

اور بخاری کے تصرفات روایات ہیں کہ کہیں الفاظ مسلم کو کذا وکذا سے اور کہیں کما تقولان سے تعبیر کیا جلد ثانی میں لکھا جائے گا ثابت ہوا کہ الفاظ حدیث مسلم کی روایت بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے جو اعلیٰ درجہ صحت احادیث کا ہے کیونکہ معنے کنہ اولکن اکا یہ ہے تم دونوں اس میں ابوبکرؓ کو ایسا ویسا گمان کرتے ہو یا تم اس کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہو جیسا کہ تم کہتے ہو صاف ظاہر ہے کہ وہی الفاظ مرویہ صحیح مسلم کے مراد ہیں بخاری نے اجمالاً بالمعنے روایت کر دیئے کہ ذرا بات پردہ میں رہے۔ بخاری کے الفاظ کا مقصود یہی ہونے پر خود بخاری کے بقیہ الفاظ اسی حدیث کے زبردست دلیل ہیں ملاحظہ ہو عمرؓ صاحب کا جواب جو اعتقاد حضرت علیؑ وعباسؓ کے بالمقابل بطور رد بیان فرمایا کاذب کے مقابلہ میں صادق اور آثم کے مقابلہ میں بار۔ غادر کے مقابلہ راشد خائن کے مقابلہ میں تابع حق بعینہٖ مثل روایت صحیح مسلم کے مروی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ وعباسؓ کے الفاظ صحیح مسلم ہی فی الحقیقت بخاری کی روایت میں مروی ہیں ہر ایک لفظ کے مقابلہ میں حضرت

عمرؓ نے اپنی اور ابوبکرؓ صاحب کی مدح سرائی کر کے اپنی طرف سے الفاظ حضرت علیؑ و عباس کو رد کرنے کی کوشش کی۔ اور حضرت علی و عباس کا اعتقاد گمان حضرت عمرؓ کے خلاف ہوتا تو ایسے سخت الفاظ ایسے بزرگوں کے حق میں ان کے اعتقاد کی ترجمانی میں سن کر ہرگز خاموش نہیں رہ سکتے تھے بلکہ فوراً فرماتے کہ یہ آپ نے کیا فرمایا معاذاللہ ہم آپ ہر دو حضرات کو ایسا ہرگز نہیں سمجھتے ابوبکرؓ صاحب کو صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول افضل الناس جانتے ہیں اور ان کے بعد آپ کو خلیفہ رسولؐ جانتے ہیں آپ عادل ہیں ہمیشہ آپ کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے آپ کی رائے کے مطابق وحی ہوتی رہی اور آپ بھی افضل الناس ہیں جب یہ نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہے تو یہ اس اعتقاد کی تصدیق ہے جس کی ترجمانی منجانب حضرت علیؑ و عباس کے عمر صاحبؓ نے کی ہے کہ تم دونوں ہم دونوں کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے ہیں (معاذاللہ) حالانکہ ہم تو سچے اور نیک اور ہدایت یافتہ حق کے تابع حق داروں کی حق رسی کرنے والے ہیں ۱۲ مترجم

قال ابن عباس ومجاهد وقتادة وابوصالح وابن جرير خاف زكريا ان يرثوا ماله و قال ابن جرير فى قوله تعالىٰ هب لى من لدنك وليًا يرثنى يقول زكريا فارزقنى من عندك ولدًا وارثًا ومعينا يرثنى من بعد وفاتى مالى ويرث من آل يعقوب النبوة

ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ و ابوصالح و ابن جریر نے کہا ہے کہ ذکریا علیہ السلام نے اس سے خوف کیا تھا کہ ان کے مال کے وارث غیر لوگ نہ ہو جائیں۔ اور ابن جریر قولہ تعالیٰ هب لی من لدنک ولیًا یرثنی کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ حضرت زکریا دعا کرتے ہیں کہ خدایا اپنی عنایت سے مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا وارث اور مددگار ہو اور میری وفات کے بعد میرے مال کا وارث ہو اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث ہو۔

لہ یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ تفسیر کبیر جلد ۵ ص٦٦ میں ہے المراد بالمیراث فی الموضعین ھو وراثة المال وھذا قول ابن عباس والحسن والضحاک والقول الثالث یرثنی المال ویرث من آل یعقوب النبوة وھو قول السدی ومجاھد والشعبی وروی ایضًا عن ابن عباس و الحسن والضحاک یعنی ایک روایت میں ابن عباس حسن۔ ضحاک دونوں جگہ یرث سے مالی وراثت مراد لیتے ہیں اور دوسری روایت میں سدی۔ مجاہد۔ شعبی۔ ابن عباس حسن۔ ضحاک سب پہلے یرث سے مالی وراثت دوسرے سے نبوت کی وراثت مراد لیتے ہیں تو اگر ایک جگہ سب بالاتفاق وراثت مالی مراد لیں تو یقینًا حدیث نحن معاشر الانبیاء مخالف قرآن نا قابل قبول ثابت ہوئی۔ سیرت حلبیہ جلد ۱ ص٦٢ میں عبارت مندرجہ فلک النجاۃ کے بعد لکھا ہے ای فھو صلی اللہ علیہ وسلم یرث ولا یورث قال نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقة ودعویٰ بعضھم انھم لم یرثوا بناتہ اللتی متن فی

حیاتہ فعلے تقدیر صحتہ جاز ان یکون ع ترک اخذ میراثھا تعففا وسیاتی۔ یعنی نبی ص خود تو وارث ہوئے اور ان کا کوئی وارث نہ ہوا۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء کا بھی مقصد یہی ہے۔ اور جو بعض نے لکھا ہے کہ پھر حضرت ص نے اپنی دختروں کی وراثت کیوں نہ لی جو آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں۔ پس اگر یہ صحیح ثابت ہو کہ حق وراثت آپ نے نہیں لیا تو ہوسکتا ہے کہ احساناً میراث بیٹیوں کے دیگر ورثار کو دیدیا اور خود نہ لیا جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حق وراثت نہیں رکھتے تھے۔ اور مثل بیان سیرۃ حلبیہ مندرجہ متن کے اسعاف الراغبین صفحہ ۷۸۔ اور روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۵۰۱ ومدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵۵ میں ہے یعنی یہ کہ تلوار ماثور نبی ص کو باپ کے ورثہ میں ملی روضۃ الاحباب میں ماثور کے سوا ایک دوسری تلوار کا وراثت پدری میں ملنا بھی لکھا ہے اور مضمون فتح الباری مندرجہ متن کا مضمون قسطلانی شرح بخاری میں بھی ہے چنانچہ مولوی احمد علی سہارنپوری نے حاشیہ بخاری جلد ا صفحہ ۳۱۶ میں لکھا ہے بعد ہ کہا انھا کانت ملکہ ونحواضافھا الی نفسہ۔ الخ یعنی وہ حویلی نبی ص کی مملوکہ تھی اسی واسطے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ صفحہ ۳ حاشیہ ۷ میں ہے اصل میں یہ مکانات ہاشم کے تھے ان سے عبدالمطلب کو ملے انہوں نے سب بیٹوں میں تقسیم کر دیئے اس وجہ سے آنحضرت ص کا بھی ان میں حصہ تھا۔ کیونکہ آپ کے والد عبداللہ بھی عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے۔ ایضاً بقیہ حاشیہ میں الفاظ نازیبا مندرجہ مسلم حضرت علی ع کی نسبت راوی نے غلطی سے بیان کئے ہیں اس کو شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی ص جلد ا صفحہ ۵۳ میں اسی طرح حضرت علی ع کی نسبت غلط ہی تسلیم کیا ہے۔ اور حاشیہ ۴ میں آیت سورہ مریم پ ۱۶ فھب لی من لدنک میں خفت الموالی ہے یعنی میں موالی سے ڈرتا ہوں۔ وراثت نبوت میں خوف کا کوئی محل نہیں کہ نبی ص ہو کر نبوت کو کوئی ضائع کرے گا بلکہ مال کی نسبت ڈر ہوسکتا ہے اور اس کے بعد دعا واجعلہ رب رضیا بھی وراثت مال ثابت کرتی ہے۔ کہ خدایا اس کو پسندیدہ نیکوکار بنا کیونکہ نبی ص ہو جانے پر تو خود پسندیدہ اور مرتضیٰ ہو جانا تھا پھر اس دعا کی ضرورت نہ تھی۔ وارث مال کے لئے البتہ یہ دعا موزون ہے اور ورث سلیمان داؤد میں بھی وراثت مالی مراد ہے۔ کیونکہ سلیمان ع اپنے باپ کے وقت پیغمبر تھے باپ کی وفات کے بعد نبوت نہیں لی پڑھیئے۔ وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث ففھمنا ھا سلیمان وکلا اتینا ہ حکما وعلما۔ تفسیر کبیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۹ میں لکھا ہے

عہ عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۵۹۹ میں نبی ص کا اپنے باپ سے عبید بن زید حبشی غلام وام ایمن کو (ایضاً طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۷۹) ورثہ میں لینا لکھا ہے اور نیز حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ سے ورثہ میں شقران غلام کو لیا ۱۲ منہ

سلیمان داؤد کے علم میں تو زندگی باپ میں وارث ہوئے اور ملک کے وارث بعدہ ہوئے تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ میں ورث سلیمان داؤد کی تفسیر میں لکھا ہے فقال الحسن المال وقال غیرہ النبوۃ وقال اخرون بل الملک والسیاستہ حسن کہتے سلیمان مال کے وارث ہوئے اور دوسرے کہتے ہیں نبوت کے وارث ہوئے اور علماء کہتے ہیں ملک و بادشاہی کے وارث ہوئے (پھر کہا) فاما اذا قیل ورث المال والملک معا فھذا لا یبطل بالوجوہ اللتی ذکرناھا۔ الخ۔ یعنے جب کہا جائے کہ سلیمان مال اور ملک کے اکٹھے وارث ہوئے تو یہ بوجوہ مذکورہ باطل نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ تطبیق اقوال ہے اور نبوت کے بھی بمعہ مال و ملک کے وارث ہوئے ہوں تو اس وجہ سے وراثت مال کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ اور علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبیؐ جلد ۱ صفحہ ۱۲۲ میں طبقات ابن سعد سے نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ نے اونٹ۔ بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا یہ سب چیزیں رسول اللہؐ کو ترکہ وراثت میں ملیں۔ انتہی۔ اور علامہ عینی نے شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۱۳ طبع مصر میں لکھا ہے تلوار ماثور نبیؐ کو باپ کے ورثہ میں ملی۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

وفی سیرۃ الحلبیۃ ترک عبد اللہ (ابو محمد) خمستہ اجمال وقطعۃ من غنم فورث ذلک رسول اللہ صلعم من ابیہ اھ وفیہ سیف یقال لہ ماثور ورثۃ علیہ السلام من ابیہ۔ وفی زاد المعاد لابن قیم ماثورہ وھو اول سیف ملکہ صلعم ورثہ من ابیہ۔ وفی الفتح ان الدار التی اشار الیھا صلعم بقولہ ھل ترک عقیل من رباع او دور کانت دارھا شم بن عبد مناف ثم صارت لعبد المطلب ابنہ فقسمھا بین ولدہ حین عمر ثم صار النبی صلعم حق ابیہ وفیھا ولد النبی صلعم

اور سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۶۲/۶۱ میں ہے حضرت عبداللہ والد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ اونٹ اور چند بکریاں چھوڑ کر فوت ہوئے اور رسول خدا صلعم اپنے باپ سے ان اشیاء کے وارث ہوئے۔ اور اسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ ۳۶۶ میں ہے کہ تلوار جس کا نام ماثور تھا آنحضرتؐ کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی۔ اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے۔ ماثور اول تلوار مملوکہ رسول اللہ صلعم کی ہے جو ان کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی (لا نورث کے خلاف عمل فرمایا) اور فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۶۰ میں ہے تحقیق وہ گھر جس کی طرف نبی نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کہ عقیل نے کیا کوئی محلہ یا سرا چھوڑی ہے؟ ہاشم بن عبد مناف کی سرا تھی پھر عبد المطلب اس کے بیٹے نے لے لی اور اس نے اپنی اولاد میں بحالت کبر سنی تقسیم کر دی پھر نبی صلعم کو بحق وراثت اپنے باپ کے ملی اور اسی میں آنحضرت صلعم کی پیدائش ہوئی۔

(صفحہ گذشتہ حاشیہ ۷۵) روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۵ میں ہے۔ و بعضے از آیات قرآنی کہ دلالت بر آں میکنند کہ انبیاء را میراث بودہ مانند آیت کریمہ فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب۔ و آیت کریمہ وورث سلیمان داؤد ما دل ست بآنکہ مراد وراثت مال نیست بلکہ مراد وراثت نبوۃ وعلم دین است۔ واللہ اعلم۔ انتہی۔ اس میں غور طلب امر ہے کہ ہر دو آیات مذکورہ وغیرہ آیات سے وراثت انبیاء ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جمال محدث مولف روضۃ دلالت بر وراثت انبیاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ باقی رہی تاویل و توجیہہ وصرف عن الحقیقۃ وغیرہ سوان تکلفات کی حاجت اہل تسنن کو صرف اس لئے واقع ہوئی کہ اصحاب ثلاثہ اعتراض سے بچ جائیں اور ان کا قول عدم توریث انبیاء سچا ثابت ہو مگر ایمان کا مقتضاء تو یہ تھا کہ جمیع اقوال و احادیث کی ایسی تاویل کرتے جو ظاہر آیات کے مخالف نہ ہوتی بلکہ ظاہر معانی آیات کے مطابق کی جاتی مگر خدا جانے علماء اہل جماعت محبت ثلاثہ میں ایسے صم بکم ہوئے ہیں کہ ان کو معصوم عن الخطاء زعم کر کے ان کے اقوال و افعال کو صحت معانی آیات کا معیار قرار دیتے ہیں۔ یعنی ان کے سب افعال کو صحیح سمجھتے ہیں اور اگر ان کو آیات کے مخالف سمجھیں تو ان کے افعال پر معترض نہیں ہو سکتے بلکہ ان آیات کی جن کی مخالفت متصور ہو کوئی نہ کوئی اگرچہ بعید و رکیک ہو تاویل کر دیتے ہیں۔ اور ثلاثہ کے عیوب پر پردہ پوشی فرض عین تصور کرتے ہیں۔ اللھم اھدھم۔ وراثت انبیاء کی آیات سے ظاہراً ثابت ہوتی ہے اور حقیقی معنے وراثت کا وراثت مال ہی ہوتا ہے۔ اور بلا ضرورت صرف عن الحقیقت یعنی حقیقی معنے کو چھوڑ کر مجازی مراد لینا جائز نہیں۔ چنانچہ واقعات بھی حقیقی معنی کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ موعظہ حسنہ ص۲۱ میں تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص۲۵ سے منقول ہے واوصی داؤد قبل موتہ بالملک الی سلیمان ولدہ واوصاہ بعمارۃ بیت المقدس وعین لذلک عدۃ بیوت اموال یحتوی علیٰ جمل کثیرۃ من الذھب فلما مات داؤد ملک۔ خلاصہ ترجمہ یہ کہ داؤد علیہ السلام نے ملک اور زر کثیر کی وصیت اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں فرمائی اور وہ بعد وفات داؤد کے اس کے مالک ہوئے ۱۲ مترجم۔

السابع انہ علیہ السلام قد ورث اباہ کما مر انفا۔ الثامن انہ قد اقطعھا ای فدک عثمان لصھرہ مروان وحالہ معلوم مما ذکرو ما اعطو الفاطمۃ مع استحقاقھا واعطاء عثمان لمروان قد ذکرہ ابن حجر فی الفتح وابن الشحنۃ فی روضۃ المناظر اقول انظر ایھا المنصف ان

ساتواں یہ کہ نبی صلعم اپنے باپ کے وارث ہوئے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا۔ آٹھواں یہ کہ امیر عثمان نے مروان داماد خود کو فدک مخصوص کر کے دیدیا جس کا حال بیان حالات ملوک اسلام میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور خلفاء ثلاثہ نے وہ فدک جناب فاطمہؑ کو نہ دیا باوجودیکہ صاحبہ موصوفہ بوجوہ کثیرہ مستحق تھیں اور امیر عثمان کا مروان کو فدک دے

الشیخین منعا فاطمۃ وما اعطاھا فدک وقد ردھا عثمان الی مروان اللعین فلم یعلموا قدر فاطمۃ کقدر مروان نعوذ باللہ من ذلک۔ التاسع قد ردھا عمر بن عبد العزیز فی زمانہ الی بنی ھاشم فاعلم لم یرض بتعامل من سبق۔ العاشر ان عائشۃ قالت ارسل ازواج النبی ص عثمان الی ابی بکر یسألنہ ثمنھن مما افاء اللہ علی رسولہ فکنت انا اردھن فقلت لھن الا تتقین اللہ الم تعلمن ان النبی ص یقول لا نورث۔ الحدیث۔ رواہ البخاری۔ کتاب المغازی والصواعق فعلم من ھذا الحدیث ان الورثۃ کلھم ما کانوا عالمین بحدیث لا نورث لا ازواجہ و لا اھل بیتہ ولا عثمان والاحق بالعلم بھذہ المسئلۃ ھم کانوا فکیف یقال ان النبی لم یعلم من لھم تعلق خاص بھذہ المسئلۃ وعلم مخفیاً لابی بکرؓ وبنتہ

دیا ابن حجر نے فتح الباریؒ جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ اور ابن شحنہ حنفی نے روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مطبوعہ بر حاشیہ مروج الذہب مسعودی صفحہ ۲۰۹ میں ذکر کیا ہے۔ اور سنن ابی داؤد مترجم وحید الزمان ص۱۶۵ میں اسی طرح ہے اور عقد الفرید ابن عبدربہ مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۷۷ میں بھی ہے۔ (قول مولف) ناظرین بانصاف غور کریں کہ شیخین نے جناب فاطمہؑ کو فدک نہ دیا اور امیر عثمان نے مروان لعین کو دیدیا پس سب نے جناب فاطمہؑ کی قدر مروان کے برابر بھی نہ سمجھی (نعوذ باللہ) من ذلک۔ نواں یہ کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کو فدک واپس کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملوک سابقین کے عمل پر راضی نہ ہوا تھا۔ دسواں یہ کہ ازواج نبی صلعم نے امیر عثمانؓ کو ابی بکرؓ کی طرف بھیجا اور انہوں نے اپنا آٹھواں حصہ وراثت کا طلب کیا حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے ان کو کہا خدا سے ڈرو تمہیں معلوم نہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور نہ کسی کے ہم وارث ہوتے

اس کو بخاری نے کتاب المغازی جلد ۴ ص۲۹ میں روایت کیا بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۱ باب حدیث بنی نضیر و جلد ۴ ص۱۰۲ میں ہے اور صواعق ص۲۲ میں بھی ہے پس اس حدیث سے سمجھا گیا کہ نبی ص کے وارث سب کے سب حدیث لا نورث سے ناواقف تھے کسی کو اس کا علم نہ تھا نہ ازواج نبی ص کو اور نہ اہل بیت نبی ص کو۔ اور نہ امیر عثمان کو (جو وکیل ہوا) حالانکہ علم اس مسئلہ کے لئے وہی وارث زیادہ مستحق تھے۔ پس کیسے کہا جائے کہ نبی صلعم نے اس مسئلہ کی تعلیم ان کو نہ دی جن کو اس سے خاص تعلق تھا۔ اور مخفی طور پر حضرت ابوبکر اور ان کی دختر کو سمجھا دیا۔

۱ے اور عبارت فتح الباری میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی رائے کے موافق فدک میں تصرف کیا اور سنن ابی داؤد سے نقل کیا کہ امیر عثمان نے اپنے عہد خلافت میں فدک مروان کو بطور

جاگیر[۵] دیدیا اور پھر خطابی سے نقل کیا کہ اس نے کہا ہے کہ امیر عثمان نے مروان کو فدک اس تاویل پر دیا ہوگا کہ جو کچھ نبی صلعم کے لیئے مخصوص تھا وہ بعد نبی صلعم کے خلیفہ کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے۔ اور جب امیر عثمان خود اپنے اموال کے ذریعہ مستغنی ہو گئے تو انہوں نے صلہ قرابت مناسب سمجھا۔ اسی واسطے اپنے رشتہ کے لحاظ سے مروان کو فدک دے دیا۔ انتہی ملخصاً۔

بہت خوب صلہ قرابت رسولؐ کا مناسب نہ سمجھا گیا اور مروان جیسے علیہ ما علیہ کا صلہ ضروری سمجھا گیا۔ اور حضرت عائشہ نے حدیث لانورث کے وضع کرنے میں تائید کی ہے تو انہوں نے بھی اس پر یہ انعام لیا کہ دیگر ازواج نبی صلعم دہ ہزار درہم تنخواہ لیتی تھیں تو حضرت عائشہؓ کی تنخواہ بارہ ہزار درہم مقرر ہوئی دیکھو، روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۱۴۱ جیسا کہ ابوبکر صاحب بانی حدیث کی بھی تنخواہ معقول رکھی گئی۔ کہ علاوہ نقدی کے روزانہ نصف بکری مذبوح کا گوشت ان کی خوراک میں مقرر ہوا دیکھو روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۲۵ اس پر بھی بس نہیں بلکہ ابوبکرؓ صاحب اضافہ کی خواہش کرتے رہے دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۵ ص۱۹۱ طبع مصر قال ابوبکرؓ زیدونی فی النفقۃ۔ [۶] عمر بن عبد العزیز کا فدک واپس کر دینے کا ثبوت ابھی آگے آتا ہے۔ کیا عمر بن عبد العزیز نے جس کو شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں مجدد دین لکھا ہے برخلاف حکم رسول صلعم صدقہ (مطابق حدیث معاشر الانبیاء کے) اولاد رسول صلعم میں تقسیم کیا پھر سادات نے برخلاف حکم نبی صلعم کیسے صدقہ قبول کیا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کو سادات اور عمر بن عبد العزیز نے بھی غلط سمجھا۔ ۱۲ مترجم۔

---

[۵] حضرت عثمان کا مروان کو فدک بطور جاگیر دینا عقد الفرید جلد ۳ ص۱۶۷ و تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص۱۶۸ اور وفاءالوفا سمہودی جلد ۲ ص۱۶۱ میں بھی لکھا ہے اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بھی ہے۔ حاشیہ مشکوٰۃ مطبوعہ بمبئی ص۳۲۸ باب الفئے اور تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۵۷ حال عمر بن عبد العزیز میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے ۱۲ مترجم۔

ولا یقال ان الصحابۃ صدقوا حدیث ابی بکرؓ وصدق علیؓ والعباسؓ ایضاً۔ لانا نقول ان التصدیق لیس ثابت واما السکوت فانما کان لرعب السلطنۃ کما یظہر من وقعۃ علیؓ والعباس زمن عمر والباقون کذلک علی انا لا نسلم تصدیق کلہم بل وضع الحدیث لتضییع اہل الحق والمؤمنون اولوہ تاویلا بعیدا

اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صحابہ نے حدیث ابی بکرؓ کی تصدیق کی تھی بلکہ حضرت علیؓ و عباسؓ نے بھی تصدیق کی کیونکہ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ تصدیق ثابت نہیں اور اگر حاضرین کا سکوت ہوا ہو۔ تو وہ بسبب رعب سلطنت کے تھا۔ چنانچہ واقعہ جناب علیؓ و عباس سے جو عہد امیر عمرؓ میں ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ حسب بیان امیر عمرؓ کے ہر دو موصوفین شیخین کو اس بارہ میں سچا

وتحیروا تحیرا شدیدا ولم یاتوا قولاً سدیدا کما اقربہ الشیخ الدھلوی فی شرح المشکوٰۃ ناقلاً عن الخطابی ومشکل ترین[۱] ازیں دتنازع علی وعباس زمن عمرؓ) قضیہ فاطمہؓ زہراؑ است زیرانکہ اگر بگوییم کہ وےؑ جاہل بود بایں نسبت بعید است واگر التزام کنیم کہ شاید اتفاق نیفتاد اورا سماع ایں حدیث ازاں حضرت صلعم مشکل میشود کہ او استماع از ابی بکرؓ وشہادت صحابہ بداں چہ گونہ قبول نہ کرد ودر غضب آمد واگر غضب پیش از سماع حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا آنکہ با متداد کشید وتا زندہ بود مہاجرت کرد ابو بکرؓ را چنانکہ روایت میکند کرمانی در شرح بخاری انتہیٰ۔ (قول خطابی) وتحقیق آمدہ است در اخبار کہ ابو بکرؓ حاضر نہ شد جنازہ فاطمہؑ را ونہ رسید بداں پس میگویند کہ فاطمہ علیہا السلام وصیت کردہ بود کہ نماز نگذارد ابو بکرؓ بر جنازہ وےؑ الخ الحادی عشر ان صلوۃ رسول اللہ صلعم کان احق واکد بل اوجب وافرض علی کل احد فما دعوھا حق دعا بتھا بل ضیعوھا حق الضیاع ووصلوا اقاربھم کما فی الفتح قال الخطابی انما اقطع عثمان فدک لمروان لانہ تاول ان الذی یختص بالنبیؐ یکون للخلیفۃ بعدہ فاستغنٰی عثمان عنھا فوصل

نہیں جانتے تھے۔ اور باقی صحابہؓ کا حال بھی اسی طرح ہے علاوہ اس کے ہم سب کی تصدیق تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ حدیث حق اہل حق کے ضائع کرنے کے لئے بنائی گئی اور تاویل کرنے والوں نے بعید تاویلیں کیں۔ اور اس کے صحیح ثابت کرنے میں سخت حیران وپریشان ہوئے اور کوئی محکم دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ اور خطابی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا اس تنازع حضرت علیؑ وعباس وعہد عمرؓ سے بھی سخت مشکل قضیہ فاطمہؓ زہراؑ کا ہے کیونکہ اگر ہم کہیں کہ وہ صاحبہؓ (معصومہؑ) اس مسئلہ سے جاہل تھیں تو یہ بھی آپ کی شان سے بعید اور ان کی طرف نامناسب نسبت ہے۔ اور اگر ہم قرار دیں کہ شاید حضرت زہراؑ کو نبیؐ صلعم سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو پھر یہ مشکل پیش آتی ہے کہ بعد سننے اس حدیث کے ابو بکر صاحب سے اور بعد دیگر صحابہ کی شہادت کے جناب زہراؑ نے کس طرح اس حدیث کو قبول نہ فرمایا اور وہ غضبناک ہو گئیں اور اگر حدیث سننے سے پہلے غضبناک ہوئیں تو بعد سننے حدیث کے اس غضب سے کیوں رجوع نہ فرمایا۔ بلکہ ان کے غضب نے اس قدر طوالت کھینچی کہ جب تک زندہ رہیں انہوں نے ابو بکرؓ صاحب سے قطع تعلق کئے رکھا چنانچہ کرمانی شرح

---

[۱] اسی طرح ازالۃ الخفار جلد ۲ صـ ۲۹ میں ہے بدیں الفاظ صعب ترین اشکالات آں بعد کہ حضرت فاطمہ زہراؑ وحضرت عباسؓ بہ ظاہر عموم آیت یوصیکم اللہ متمسک شدہ میراث آنحضرت صلعم طلب کردند الخ ۱۲ مترجم

بها لبعض قرابته وفی روضة المناظر علی
هامش مروج الذهب اقطع عثمان رض
بن عفان مروان بن الحکم فدک
صدقة رسول الله ص ولم لم تزل فی
ید مروان و بنیه الی ان ردها عمر
بن عبد العزیز صدقة۔

بخاری میں روایت کرتا ہے۔ خطابی کا قول
ختم ہوا۔ اور محقق اخبار میں ثبوت کو پہونچا ہے
کہ ابوبکر صاحبؓ جناب فاطمہ ع زہراؑ کے جنازہ
پہ حاضر نہ ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ جناب
فاطمہ ع نے وصیت فرمائی تھی کہ ابوبکر رض صاحب
ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ الخ (شرح مشکوٰۃ

شیخ عبدالحق جلد ۳ صفحہ ۲۶۳) گیارھواں یہ کہ جناب رسول اللہ ص کا صلہ اقارب زیادہ ضروری اور مناسب بلکہ ہر کس پر واجب اور فرض تھا مگر انہوں نے صلہ کا حق رعایت ادا نہ کیا بلکہ اس حق کو ضائع کیا اور اپنے خویش و اقارب کے صلہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ خطابی کہتا ہے ضرور امیر عثمانؓ نے مروان کو فدک عطا کر دیا تھا اس لئے کہ اس نے یہ تاویل کی تھی کہ جو کچھ نبی ص کے لئے مخصوص ہوتا ہے (چنانچہ فدک تھا) وہ بعد نبی ص کے خلیفہ کا ہو جاتا ہے۔ جب امیر عثمان رض کو اس فدک کی پرواہ نہ رہی تو اس کے ساتھ اس نے اپنے بعض اقارب کا صلہ کرنا چاہا اور روضۃ المناظر صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ بر حاشیہ مروج میں ہے کہ عثمان رض بن عفان نے سب سے الگ کر کے محض مروان بن حکم کو فدک دیدیا حالانکہ وہ صدقہ مخصوصہ رسول اللہ صلعم کا تھا ہمیشہ مروان اور اس کی اولاد کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں پھر اس صدقہ کی صورت میں تبدیل کر دیا۔

الثانی عشران ابابکرؓ و عمرؓ کانا لم یعلما
علم المیراث ویسئلان علیاً وغیرہ کما
سیأتی فی ذکر علمهما والتعجب علیٰ،
انهما کانا عالمین بمیراث بنت رسول اللهؐ
وحرمانها وفی کنز العمال عن ام هانی
ان فاطمة قالت یا ابابکر من یرثک اذا
مت قال ولدی واهلی قالت فما
شأنک ورثت رسول الله ص دوننا۔
الخ رواه ابن سعد وفیه بمعناه رواه
احمد وابو داؤد وابن جریر والبیهقیؒ

بارھواں یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر کو علم میراث وغیرہ
میں ویسے تو دسترس نہ تھی چنانچہ جناب علیؑ و
دوسروں سے دریافت کر کے بیان کرتے رہے
جیسا کہ دونوں کے ذکر علم میں آئے گا۔ پھر تعجب
ہے کہ میراث دختر رسول صلعم اور ان کی محرومی
کا علم ہر دو کو کیسے حاصل ہوگیا۔ اور کنز العمال
جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ میں ام ہانی سے روایت ہے۔ کہ
تحقیق جناب فاطمہ ع نے فرمایا۔ اے ابابکر رض
تیرے مرنے کے بعد تیرا کون وارث ہوگا۔ اس
نے کہا میرے گھر کے آدمی اور اولاد وارث

وفیہ عن ابی جعفر قال جاءت فاطمۃ
الی ابی بکر تطلب میراثھا وجاء العباسؓ
ابن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء
معھما علیؑ فقال ابوبکرؓ قال رسول
اللہ ص لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کان
النبی ص یعول فقال علی ع ورث سلیمان
داؤد قال زکریا یرثنی ویرث من آل
یعقوب قال ابوبکرؓ ھو ھکذا وانت
واللہ تعلم مثل ما اعلم فقال
علی ع ھذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا
وانصرفوا رواہ ابن سعد اقول قد
ثبت من ھذا وضع الحدیث لانہ ان
لم یکن موضوعا لم یعطھا ابوبکر و
ثبت من ھذا ردّ عمرؓ حکم ابی بکرؓ و
ھتکہ وقھرہ علی فاطمۃ کما فی ازالۃ
الخفاء من قصۃ عتبۃ والاقرع فی
ارض السبخۃ

ہو گی۔ سیدہ ع نے فرمایا۔ تیرا کیا حال ہے کہ
ہم نہ ہوئے اور تو جناب رسول اللہ ص کا وارث
ہو گیا۔ الخ۔ اس کو ابن سعد نے روایت کیا۔
اور اسی کے صفحہ ۱۲۹ میں ہم معنے اس کے بروایت
احمد وابی داؤد وابن جریر وبیہقی کے مذکور ہے
اور صفحہ ۱۳۲ میں حضرت ابی جعفر ع (محمد باقر ع)
سے مروی ہے فرمایا جناب فاطمہؓ ابی بکرؓ کے
پاس تشریف لائیں اور اپنا میراث طلب کیا
نیز عباس بن عبد المطلب آیا وہ اپنا حق وراثت
طلب کرتا تھا اور ہر دو کے ہمراہ حضرت چھوڑ
جائیں صدقہ ہو جاتا ہے۔ جناب علی ع نے
فرمایا حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث
ہوئے اور حضرت زکریا ع نے دعا کی۔ یا اللہ
میرا اور آل یعقوب کا ایک وارث بنا دے۔
ابوبکر صاحب نے کہا وہ اسی طرح ہے۔ مگر خدا
کی قسم جو بات ہے وہ بھی تو بھی میری طرح جانتا
ہے پس علی ع نے فرمایا یہ کتاب خدا بول رہی
ہے۔ (اور تم باتیں بناتے ہو) پس خاموش ہو گئے اور سب واپس لوٹے۔ اس کو ابن سعد نے روایت کیا۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق وضعیت حدیث لا نورث کی اس طرح بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ اگر موضوع نہ ہوتی تو ابوبکرؓ صاحب جناب سیدہؑ کو فدک کا وثیقہ نہ دیتے (نیز حضرت علیؑ نے ثابت کر دیا کہ یہ حدیث مخالف ظاہر قرآن کے موضوع ہے) اور نیز امیر عمر کا ابوبکر کے حکم کو رد کرنا اور بی بی صاحبہؑ کی ہتک شان کرنی اور ان پر قہر کرنا ثابت ہوا جیسا کہ قصہ عتبہ واقرع کاشت اراضی بارانی ازالۃ الخفار جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ سے مذکور ہو چکا ہے (کہ ابی بکر کے حکم کو امیر عمر نے منسوخ کر دیا)۔

ملا کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۰/۱۲۹ میں بروایت احمد وابی داؤد ابن جریر وبیہقی ابی الطفیل سے منقول ہے۔ کہا جناب فاطمۃ الزہراء ع ابی بکرؓ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا رسول اللہ ص کے وارث ان کے اہل ہیں یا تو؟ ابوبکرؓ صاحب کہنے لگے مونٹس بلکہ رسول ص کے اہل وارث ہیں جناب سیدہ نے فرمایا پس ہمارا خمس کہاں ہے؟ ابوبکرؓ نے

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ) کہا نبیؐ کے بعد اس کا حق دار وہ ہے جو خلیفہ ہوا اور میں نے مناسب سمجھا ہے کہ خمس کو دوسرے مسلمانوں کے اندر تقسیم کروں زہراؑ نے فرمایا کیا تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے؟ تم نے آنحضرت سے سن لیا اور ہم نے نہ سنا۔ یہ کہہ کر واپس ہو گئیں۔ اور یہی حدیث بعینہٖ مسند احمد جلد ۱ ص۴ مطبوعہ مصر میں ہے۔ صرف اس میں لفظ جاءت کی جگہ ارسلت ہے۔ اور مطلق ورثہ کا ذکر ہے مگر یہ لفظ موجود ہے کہ ہم نے نہ سنا اور تم نے سن لیا۔ اور کیا تو مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ چار رواۃ سوال وراثت جناب زہراؑ کے یہاں مذکور ہوئے پانچواں راوی حضرت عائشہ ہیں ان کی روایت بخاری و مسلم میں متعدد مقامات پر مروی ہے اور مالک بن اوس وغیرہ رواۃ روایت کاذبا آثما غادرا خائنا جس میں علیؑ کے اعتقاد کو عمر صاحب غصب وراثت و تکذیب لا نورث کی نسبت تسلیم کرتے ہیں نہیں ہے اس طرح اس روایت کو متواتر یا مشہور کہا جائے گا۔ اس کے باقی رواۃ ابوہریرہ ابوسلمہ و تائید آئندہ ص۷۰۲ کے حاشیہ میں دیکھو اور عبداللہ بن زبیر چھٹا راوی ہے اس کے الفاظ ص۳۹۹ کے حاشیہ میں دیکھو۔ اور ابوبکر صاحب نے جو جاگیر اپنے داماد کو بذریعہ ایک خفیہ وثیقہ کے دی تھی اس کا حال کتاب ہذا کا بیان انعقاد خلافت ابی بکر کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو اور اس جائداد سے حضرت ابوبکرؓ کا داماد اس قدر مالدار ہو گیا تھا جو روایت بخاری سے ظاہر ہے۔ دیکھو بخاری مترجم مسمّٰی بہ تیسیر القاری پارہ ۱۲ ص۸۱ کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی لکھا ہے کہ جب زبیر داماد ابی بکرؓ فوت ہوا بعد ادائے ضروریات اس کے پانچ کروڑ دو لاکھ باقی بچ گیا جو وارثوں میں تقسیم ہوا ۱۲۔ مترجم

الرابع عشر عن جابر بن عبد اللہ یقول قال لی رسول اللہ ص لو قد جاء مال البحرین لقد اعطیتک ھکذا و ھکذا ثلاثا فلم یقدم مال البحرین حتی قبض رسول اللہ فلما جاء مال البحرین قدم علی ابی بکر امر ابوبکر منادیا فنادی من کان لہ عند النبی ص دین او عدۃ فلیأتنی قال جابر فجئت ابا بکر فاخبرتہ ان النبی ص قال لو جاء مال البحرین اعطیتک ھکذا فی صحیح المسلم و ھکذا و قع لابی شیبۃ الماذنی کما ذکرہ

چودھواں یہ کہ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے مجھے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ جب بحرین کا مال آیا میں تجھے اتنا اتنا دوں گا۔ پس وفات رسول اللہؐ تک مال نہ آیا اور بعد وفات مال آیا تو ابوبکر صاحب نے منادی کرائی کہ جس نے نبیؐ سے قرضہ یا وعدہ کی چیز لینی ہو وہ حاضر ہو جائے جابر کہتا ہے میں ابوبکرؓ کے پاس گیا اور اس کو خبر دی کہ نبیؐ نے اس طرح فرمایا تھا کہ جب مال بحرین کا آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دوں گا تین دفعہ۔ کہتا ہے کہ مجھے ابوبکرؓ صاحب نے اتنا ہی دیدیا

فی کنز العمال - اقول قد ثبت من
هذا الحدیث ان ابابکر اعطی جابرًا
مالاً کثیرًا بمجرد دعواه بغیر شهادة
وصدقه ولم یصدق دعوی بنت
النبی ص ولا شهادة علی ع وابنیه ای
الحسنین وام ایمن اهل الجنة - الله
اکبر قال السید فی کتاب الزهرا ع م
ناقلاً عن الکرمانی وهو عن الطحاوی
اما تحمل ابی بکر رض لعدة النبی ص لان الوعد
منه یلزم فیه الا یجاز لانه من مکارم
الاخلاق وانه لعلی خلق عظیم - و
اما تصدیق ابی بکر رض جابرًا فی دعواه
لقوله علیه السلام من کذب علی متعمدًا
الحدیث فهو وعید ولا یظن بان مثله
یقدم علیه قال الحافظ فی الفتح وفیه
قبول خبر الواحد العدل من الصحابة
ولو جر ذلک نفعًا لنفسه لان ابابکر رض
لم یلتمس من جابر شاهدًا علی صحة
دعواه وقال العلامة العینی انما لم
یلتمس شاهدًا منه لانه عدل بالکتاب
والسنة اما الکتاب فقوله تعالی کنتم
خیر امة وکذلک جعلناکم امة وسطا
فمثل جابر ان لم یکن من خیر امة
فمن یکون - واما السنة فقوله علیه السلام
من کذب علی متعمدًا الحدیث - و لا
یظن کذلک لمسلم فضلاً عن صحابی
فلو وقعت هذه المسئلة الیوم فلا یقبل

کہ ایک مٹھی بھر کر دی ہیں نے اسے شمار کیا تو
پانچ سو تھا اور ابوبکر رض صاحب نے کہا اس
سے دوچند اور لے لے اس کو بخاری نے
روایت کیا دیکھو بخاری پارہ ۱۷ ص ۹۱ مع الفتح
اور صحیح مسلم میں بھی اسی طرح ہے اور ابو شیبہ
مازنی کا واقعہ بھی اسی طرح ہے جیساکہ کنز
العمال میں مذکور ہے (قول مؤلف) میں کہتا
ہوں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جابر بمجرد
اس کے دعوے کے بہت سا مال یعنی زر کثیر
دے دیا اور کوئی شہادت طلب نہ کی بلکہ دعویٰ
جابر کی تصدیق کر لی یعنے سچ مان لیا اور بنت
نبی ص کے دعویٰ کو سچا نہ سمجھا اور نہ گواہی علی ع کی
و حسنین ع و ام ایمن اہل بہشت کو سچا سمجھا۔ اللہ
اکبر۔ اور سید اولاد حیدر صاحب اپنی کتاب زہرا
ص ۱۰۳ میں کرمانی سے نقل کرتے ہیں اور اس
نے طحاوی سے روایت کیا کہ ابوبکر صاحب
ایفاء وعدہ نبی ص کا اس لئے متحمل ہوا کہ نبی ص کا
وعدہ وفا ہونا ضروری تھا کیونکہ وفا وعدہ عمدہ
صفات سے ہے۔ اور نبی ص صاحب خلق عظیم
تھے۔ اور ابوبکر کا جابر کے دعویٰ کو سچا مان
لینا اس لئے تھا کہ رسول ص نے فرمایا جس نے
میرے اوپر جھوٹ کہا اس نے اپنی جگہ دوزخ
میں بنا لی۔ پس یہ وعید ہے اور جابر جیسے
شخص پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ ایسا فعل
کرے جو اس کی وعید کے تحت میں ہے اور حافظ
ابن حجر فتح الباری میں لکھتا ہے۔ اس حدیث
سے ثابت ہوتا ہے کہ خبر واحد عادل کی جو صحابہ

الا ببینۃ۔ قال الذھبی فی میزان الاعتدال[1] ان ابن حجر والعینی ادیا فرض البخاری علی الامۃ ای لشرحھما کتابہ۔

سے قبول کر لینی چاہیئے اگرچہ وہ اپنے نفع ذاتی کے لیے بیان کرتا ہوں کیونکہ ابوبکر رضہ صاحب نے جابر سے کوئی گواہ اس دعویٰ کی صداقت پر طلب نہ کیا تھا اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابوبکر صاحبؓ نے اس واسطے گواہ طلب نہ کیا تھا کہ جابر کتاب و سنت سے عادل تھا۔ کتاب سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اچھا گروہ ہو اور ہم نے تم کو عادل گروہ بنایا ہے۔ پس جابر جیسا اچھے گروہ سے نہیں تو پھر کون ہوگا؟ اور سنت سے اس طرح کہ آنحضرت صؐ نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا۔ آخر حدیث تک۔ تو کسی مسلمان پر بھی ظن کذب نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ صحابی پر ایسا گمان کیا جا سکے۔ البتہ یہ مسئلہ اگر آج کے زمانہ میں پیش آتا تو بغیر گواہوں کے مقبول نہ ہوتا۔ (اور ابن حجر و عینی وہ شخص ہیں جن کے لیے) ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بخاری کا امت پر حق واجب تھا جو ابن حجر اور عینی نے صحیح بخاری کی شرح کرنے ادا کر دیا ہے

اقول یا للعجب ان دعوی جابر وحدہ صدقہ ابوبکر لعدالتہ وکونہ صحابیا و حسن الظن علیہ بانہ لم یکذب علی النبی صؐ ولم یحمل ھذہ الاحتمالات علی علیؑ وفاطمۃ والحسنین وام ایمن مع ان کلھم من اھل الجنۃ ولھم من الفضائل ما لیس لجابر فظھر ان ابا بکر لم یجعلھم کجابر وغیرہ۔ الخامس عشر قد ادعت فاطمۃؑ مرۃ بالمیراث ومرۃ بالھبۃ

(قول مولف) میں کہتا ہوں بڑا تعجب ہے کہ اکیلے جابر کا دعویٰ ابوبکر نے سچ مان لیا کیونکہ وہ عادل تھا اور صحابی تھا اور جھوٹ بولنے کا نبیؐ پر اس سے گمان نہیں ہو سکتا تھا اور یہ باتیں جناب علیؑ و فاطمہ رضہ و حسنین و ام ایمن پر موزوں نہ سمجھیں حالانکہ یہ سب بہشتی تھے اور ان میں وہ فضائل ہیں جو جابر وغیرہ کے نصیب میں نہیں تو ظاہر ہوا کہ ابوبکر نے ان کی جابر وغیرہ کے برابر بھی قدر نہ کی پندرھواں یہ کہ جناب بی بی فاطمہ رضہ نے ایک دفعہ ہبہ[1] کا دعویٰ فرمایا اور دوسری دفعہ میراث کا دعویٰ کیا۔

---

[1] دعوی ہبہ فدک۔ رسالہ تحقیق فدک اصلاح عدد ۲ جلد ۳۵ میں فتوح البلدان بلاذری سے منقول ہے۔ عن مالک بن جعفرۃ عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان رسول اللہ صؐ جعل لی فدک فاعطانی ایاھا وشھد لھا علی بن ابیطالب فسألھا شاھدا آخر فشھدت لھا ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول اللہ صؐ انہ لا تجوز الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین! انتہی۔ اسی طرح بعینہ وفاء الوفاء سمہودی طبع ۱۳۲۶ھ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱ میں مذکور ہے مطلب اس کا وہی ہے جو صفحہ ۳۸۶ فلک النجاۃ میں مذکور ہے اور وفاء الوفا صفحہ مذکورہ میں عمر بن عبدالعزیز کا اپنی خلافت میں عامل مدینہ کی طرف یہ حکم لکھنا کہ فدک اولاد

فاطمہؑ کی طرف واپس دید و منقول ہے اور یہ کہ ایام خلافت عمر بن عبدالعزیز میں انہی کے ہاتھ میں رہا اور
وفا رالوفا رصلہ ۱۶۱ میں بعد نقل روایت ہبہ فدک کے علامہ سمہودی لکھتے ہیں ھو موافق لما نقلہ ھو
عن یاقوت (الحموی) دعوی ہبہ فدک۔ کتاب فتوح البلدان للامام احمد بن یحیی بن جابر البغدادی الشہیر بالبلاذری
مطبوعہ مصر طبع اول ۱۳۱۹ھ صلہ ۳۸ میں ہبہ فدک بحق حضرت زہراؑ کو دو اسنادوں سے روایت کیا ہے
ایک میں شہادت ام ایمن و حضرت علیؑ کی ہے اور دوسری میں ام ایمن اور مباح مولی النبیؐ کی ہے تیسری
روایت سوال وراثت کی ہے اور صلہ ۲۹ میں مامون رشید کا فدک کو اولاد جناب فاطمہؑ کے ہاتھ دے دینا
لکھا ہے اور مامون نے جو حکم اپنے دفتروں میں اور محرروں کے پاس تحریر کرایا اور عاملین کو لکھا اس
میں یہ الفاظ تھے وقد کان رسول اللہ صلعم اعطی فاطمۃ بنت رسول اللہ فدک وتصدق بھا
علیھا وکان ذلک امرًا ظاھرًا معروفًا لا اختلاف فیہ بین آل رسول اللہ ولم تزل تدعی
منہ ما ھو اولی بہ من صدق علیہ فرأی امیر المومنین ان یردھا الی ورثتھا ویسلمھا
الیھم تقربًا الی اللہ باقامتہ حقہ وعدلہ والی رسول اللہ بتنفیذ امرہ وصدقتہ الخ۔
(از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) یعنے خلیفہ مامون کا قول اور حکم یہ تھا کہ رسول اللہؐ نے حضرت
فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کو فدک دے دیا ہوا تھا اور ان پر تصدق کر دیا ہوا تھا یہ امر ظاہر اور معروف
و مشہور تھا کہ آل رسولؐ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ظاہر نہیں ہوا اور ہمیشہ ان میں سے جو مستحق چلا آیا
ہے وہ اظہار اپنے دعوے کا کرتا چلا آیا ہے۔ اس لئے اب امیر المؤمنین (مامون رشید) نے یہ مناسب
سمجھا ہے کہ فدک کو جناب زہراؑ کے ورثا کے اوپر پھیر دے اور ان کے سپرد کر دے اور یہ کام محض
رضامندی خدا کے لئے اور اس کی حدود اور عدل کو قائم رکھنے کے لئے کیا جا رہا ہے اور اس لئے کیا
جاتا ہے کہ رسول اللہؐ نے جو حکم دیا تھا اور جو تصدق کیا تھا اس کی تعمیل ہو جائے اور وہ حکم جاری و
ساری ہو جائے۔ اور معجم البلدان حموی جلد ۶ صلہ ۳۴۳ میں اس روایت ہبہ فدک کو بلاذری سے نقل کر کے
لکھا ہے کہ یہ روایت اصح یعنی بہت صحیح ہے اور اسی معجم البلدان مولفہ یاقوت حموی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
طبع اولے مطبوعہ مصر جس کی ضخامت دس جلدوں کی ہے۔ جلد ۶ صلہ ۳۴۳ باب الفاء والدال وما یلیھا
میں لفظ فدک کے بیان میں لکھا ہے۔ فکانت خالصۃ لرسول اللہ وفیھا عین فوارۃ ونخیل کثیرۃ
وھی اللتی قالت فاطمۃ رض ان رسول اللہ صلعم نحلنیھا فقال ابوبکر ابید لذلک شھودًا اولھا
قصۃ (ثم قال فی عھد عمر تنازعا علیؑ وعباس) فکان علیؑ یقول ان النبی صلعم جعلھا فی
حیاتہ لفاطمۃ الخ (ثم) قال) فلما ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ کتب الی عاملہ بالمدینۃ
یامرہ برد فدک الی ولد فاطمۃ فکانت فی ایدیھم فی ایام عمر بن عبد العزیز انتھی
(از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) یعنی فدک خالص رسول اللہؐ کا تھا اس میں ایک فوارہ دار چشمہ تھا دو دیگر

نخلستان۔ کا بڑا باغ تھا یہ فدک وہی ہے جس کے لئے جناب فاطمہ رض زہرا نے حضرت ابو بکر رض کے عہد میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ رسول اللہ نے یہ مجھے ہبہ کر دیا ہوا ہے اور ابو بکر رض نے کہا تھا کہ میں اس پر شہادتیں لینا چاہتا ہوں اس کا بڑا قصہ ہے (پھر عہد عمر میں حضرت علی و عباس کا تنازع ذکر کر کے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے۔ تحقیق نبی ص نے اپنی زندگی میں یہ فدک جناب زہراء کے لئے ہبہ کر دیا ہوا ہے (پھر کہا) جب عمر بن عبد العزیز خلافت کا متولی ہوا تو اس نے اپنے عہدہ دار کی طرف لکھا جو مدینہ پر عامل تھا۔ اور حکم دیا کہ فدک کو اولاد حضرت فاطمہ رض کی طرف پھیر دے یعنی ان کے سپرد کر دے کہ وہ اس پر مالک و قابض رہیں پس عہد عمر بن عبد العزیز میں فدک اولاد زہراء کے قبضہ میں رہا۔ ہر دو روایات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوا کہ مامون رشید اور عمر بن عبد العزیز ہر دو اہل سنت کے خلیفے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ فدک رسول اللہ نے حضرت فاطمہ زہراء کو ہبہ کر دیا ہوا ہے اور خلاف اس کے ظلم ہے اور روایت حموی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امیر المومنین و امام المتقین حضرت علی بھی اسی کے قائل تھے اور الملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ۱ ص ۹ میں ہے الخلاف السادس فی امر فدك والتوارث عن النبی ص ودعوی فاطمة ع وارثتا تارۃ وتملیكا اخری حتی دفعت عن ذلك الخ یعنی چھٹا اختلاف فدک کے معاملہ میں تھا کہ یہ کس کا حق ہے اور ورثہ نبی ص کے مسئلہ میں تھا کہ نبی ص کے ورثا کو دیا جائے یا نہ اور دعوائے حضرت فاطمہ زہراء کے بارہ میں تھا جو سیدہ موصوفہ نے ایک دفعہ تملیک فدک کا دعوائے کیا کہ نبی ص نے میرے حق میں اس کو تملیک کر دیا ہوا ہے اور ایک دفعہ وراثت کا دعوائے کیا کہ تملیک کو نہ مانو تو باپ سے جو مجھے ورثہ ملنا چاہیئے اس کے سبب سے میرا حق ہے حتیٰ کہ سب دعوائے ان کے رد کر دیئے گئے اس اختلاف کا سہرا بھی حضرت عمر کے سر پر ہے جو ابو بکر رض کو مشورہ دیتے رہے کہ فدک اہل بیت رسول کو ہرگز نہ دینا چاہیئے اور ایک دفعہ ابو بکر رض صاحب نے نرم ہو کر حضرت زہراء کے حق میں سند بھی لکھ دی تو اس کو عمر رض نے چاک کر دیا اور ابو بکر رض کو ڈانٹا۔ جو انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون لعلی بن برہان الدین الحلبی الشافعی مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۹۹ میں ہے ولعل طلب ارثها من فدك كان منها بعد ان ادعت رض ان النبی ص اعطاها فدكا وقال لها هل لك بينة فشهد لها علی كرم الله وجهه وام ايمن فقال لها ابرجل وامرأة تستحقينها (ثم قال فی ص ۴۰۰) فی كلام سبط ابن الجوزی رح انه رض (ای ابا بكر رض) كتب لها بفدك ودخل عليه عمر فقال ما هذا فقال كتاب كتبته لفاطمة بميراثها من ابيها فقال مماذا تنفق علی المسلمين وقد حاربتك العرب كما تری ثم اخذ عمر الكتاب فشقه؛ یعنی حضرت زہراء نے دعویٰ میراث بعد دعویٰ ہبہ فدک کے کیا پہلے یہ دعویٰ تھا کہ نبی ص نے زہراء کو فدک عطا فرمایا ہوا ہے ابو بکر نے شہادت طلب کی حضرت علی اور ام ایمن نے گواہی دی مگر ابو بکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے یہ حق تو لے سکتی ہے (پھر کہا) سبط ابن جوزی کے کلام میں ہے ابو بکر نے وثیقہ

فدک کا لکھ دیا مگر عمرؓ آ گئے پوچھا کیا ہے۔ ابوبکرؓ بولے میں نے فدک فاطمہؑ کو لکھ دیا ہے۔ عمرؓ بولے تم مسلمانوں پر کیا خرچ کرو گے حالانکہ عرب تیرے ساتھ جنگ پر تلے ہوئے ہیں پھر عمرؓ نے وہ وثیقہ لے لیا اور چاک کر دیا۔ اس حال کو دیکھ کر ابوبکرؓ صاحب بھی خاموش رہے اور دینا نہ چاہا ورنہ جو دینا تھا وہ اپنے داماد زبیر کو خفیہ دیدیا تھا اور امیر عمرؓ کو معلوم نہ ہونے دیا چنانچہ بیان انعقاد خلافت ابی بکرؓ میں لکھا جا چکا ہے اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۶ میں ایک حدیث بروایت ابی سلمہؓ کے مروی ہے جس کو احمد و بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا مضمون اس روایت کا یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ نے فرمایا اے ابوبکرؓ تیرا وارث کون ہوگا؟ کہا میرے اہل وعیال جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا جس سے میں رسول اللہ کی وارث نہیں ہو سکتی۔ اور ایضاً ص۱۲۶ کنز العمال میں ان الفاظ سے ہے عن ابی ھریرۃ ان فاطمۃ جاءت ابا بکرؓ و عمرؓ الخ رواہ احمد والبیہقی اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۳ میں ہے عن عمر بن الخطاب قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکرؓ معھا علیؑ فقالت میراثی من رسول اللہؐ الخ رواہ ابن سعد فی الطبقات اور اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ مولفہ شیخ دہلوی جلد ۱ ص۱۶۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں بروایت دارقطنی حدیث مرفوع مروی ہے کہ رسولؐ اکرمؐ نے فرمایا کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی یعنی فرمایا میری کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتی اور خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث لا نورث بشرط صحت قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی اور اصول میں مذکور ہے کہ تخصیص بعض افراد میں نسخ کا حکم رکھتی ہے لہٰذا بغیر دلیل قطعی کے مخصص بھی نہیں ہو سکتی اور آیات بینات رد شیعہ مولفہ محسن الملک جلد ۲ ص۱۲۵ بحث فدک میں ابن سمان کی کتاب الموافقۃ اور فصل الخطاب سے دعویٰ ہبہ فدک کو اسی طرح نقل کیا ہے۔ باقی ثبوت فلک النجاۃ تذکرہ خواص الامۃ کے حوالہ سے حضرت زہراؑ کا دعوی میراث ملاحظہ ہو مگر مکمل عبارت نہ لکھی تھی اب اصل عبارت مکمل لکھ کر ناظرین کی تسلی کرائی جاتی ہے جس سے فوائد کثیرہ حاصل ہوں گے ص۱۷۹ تذکرہ میں لکھا ہے۔ قال الشعبی لما منعت (فاطمۃ) میراثھا لاثت خمارھا علی رأسھا ای عصبت او ادخت خمارھا و حمدت اللہ واثنت علیہ ووصفت رسول اللہ باوصافہ فکان مما قالت (الی ان قال) فانی تافکون کذا وکتاب اللہ بین اظھرکم یا ابن ابی قحافۃ اترث اباک ولا ارث ابی و دونکھا مرحولۃ مذمومۃ فنعم الحاکم الحق والموعد القیامۃ وفی ص۱۸۰ من التذکرۃ قال علیؑ مشیراً الی قبر رسول اللہ وستخبرک ابنتک بما لقینا بعدک فاحفھا بالسوال واستعلم منھا الامور والاحوال ھذا ولم یطل العھد ولم یمتد الزمان فعلیکما منی السلام سلام مودع۔ انتھی۔ یعنی جب حضرت فاطمہؑ کو میراث نہ ملا انہوں نے خدا اور

رسول کی تعریف کے بعد ابوبکر صاحب کو عتاب کیا کہ اے ابن ابی قحافہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو سکتے ہو میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوتی اچھا اللہ تعالیٰ بہتر حاکم ہے اور جزا سزا کا وعدہ قیامت کے دن ہے اور وفات زہراؑ کے بعد علیؑ رسول خداؐ کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے آپ اپنی بیٹی سے آپ کے بعد کے حالات دریافت فرمالیں کہ ابھی زمانہ زیادہ اور مدت طویلہ نہیں گزری اور آپ کی امت سے ہم کو کیا کچھ تکلیفات وصدمات پہنچے ہیں۔ اور خطبہ جناب زہراؑ کا جو عتاب ابوبکر پر پڑھا ہے وہ بھی فلک النجاۃ میں مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

اما المیراث فکما مر واما الھبۃ فکما فی لباب النقول اخرج الطبرانی وغیرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک وھکذا فی الدر للسیوطی وزاد و رواہ ابو یعلیٰ والبزار وسکت علی اسنادہ و کذا فی ترجمان القرآن۔

میراث کا جیسا کہ گزرا ہے اور ہبہ کا جیسا کہ لباب النقول میں ہے (مطبوعہ بر حاشیہ جلالین طبع مصر ج ۲ ص۱۹) کہ طبرانی وغیرہ نے ابی سعید خدری سے روایت کیا کہا جب آیت وآت ذالقربیٰ حقہ اتری یعنی اے نبیؐ تو اپنے قریبی حقدار کا حق دیدے تو رسول اللہؐ نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انہیں دیدیا اور اسی طرح درمنثور جلد ۴ ص۱۷۷ میں ہے اور زیادہ لکھا کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اور سیوطی نے اس کے اسناد پر سکوت کیا اور اسی طرح ترجمان القرآن میں بذیل اس آیت کے لکھا ہے۔

ف لباب النقول میں اس کے بعد اسناد پر کوئی جرح نہیں کی اور سکوت سیوطی علامت قبول اسناد ہے البتہ اس کے بعد لکھا ہے قال ابن کثیر ھذا مشکل فانہ یشعر بان الآیۃ مدنیۃ والمشہور خلافہ یعنی ابن کثیر کہتا ہے یہ اس لئے مشکل ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ آیت مدنیہ ہے اور مشہور اس کا خلاف یعنی مکیہ ہونا ہے اور ترجمان القرآن جلد ۷ ص۸۵ میں ہے ابوسعید کہتے ہیں جب یہ آیت وآت ذالقربیٰ حقہ حضرتؐ فاطمہؑ کو بلایا اور ان کو باغ فدک عطا کیا رواہ البزار اگر اس کی اسناد صحیح ہے تو مشکل ہے اس لئے کہ آیت مکی ہے اور فدک ہمراہ فتح خیبر مفتوح ہوا اور ابتدا سورہ بنی اسرائیل ص۲ میں لکھا بعض نے کہا آٹھ آیات اس میں مدنی ہیں۔ انتہی تو دو وجہ سے مکی و مدنی کا اعتراض وقعت نہیں رکھتا ایک یہ کہ اگرچہ سورہ مکیہ ہو مگر یہ آیت مدنی ہے جیسا کہ بہت دوسری سورتوں میں اور اسی سورہ میں اہل تسنن کا تسلیم شدہ امر ہے دوسری یہ کہ ممکن ہے حکم مکہ میں آیا اور

تعمیل کا وقت مدینہ میں آیا ہو نیز مسلم امر ہے کہ بعض احکام کا نزول مکہ میں ہوا اور تعمیل مدینہ میں ہوئی دیکھو انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون العلامۃ الحلبی مطبوعہ مصر ج ۲ صـ ۶۳ اس میں تفسیر اتقان سیوطی سے منقول ہے کہ ان احکام میں سے جن کا حکم نزول آیت سے پہلے تھا اور نزول آیت اس کے بعد بتاخیر ہوا آیت جمعہ کی ہے کیونکہ حکم فرضیت جمعہ مکہ میں ہوا اور عمل درآمد مدینہ میں ہوا اور آیت بھی مدینہ میں اتری اور صـ ۱۲ میں اس کو بسط سے بیان کیا ہے۔ اور جو آیت مکہ میں اتری اور عمل درآمد اس کا مدینہ میں ہوا اس کی مثال کتاب مذکور صـ ۱۱ میں بحوالہ تفسیر درمنثور بذیل تفسیر فرضیت جمعہ آیت ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا لکھی ہے کہ یہ آیت مکہ میں اذان کہنے والوں کی شان میں اتری ہے اور اذان مدینہ میں مشروع ہوئی فہی مما تاخر حکمہ عن نزولہ اس کے بعد علامہ حلبی نے اس کی تائید حافظ ابن حجر سے بیان کی ہے۔

(ایک اور اعتراض کا جواب) ہبہ فدک کے جواب میں مولف آیات بینات و نصیحۃ الشیعہ نے بڑا اعتراض روایت پر یہ کیا ہے کہ ابوسعید کلبی مجروح راوی ہے اور غلطی سے خدری سمجھا گیا جواب یہ ہے کہ مولف آیات بینات سے ثقہ حافظ وسیع العلم خاتم المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی ہزار ہا درجہ زیادہ معتمد ہیں اور انہوں نے لباب النقول و درمنثور میں ابوسعید خدری تسلیم کر کے بالتصریح بلا جرح اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ لہذا یقیناً ابوسعید خدری راوی اس حدیث کے ہیں نہ کلبی۔ اس کے علاوہ آیات بینات میں واقعہ ہبہ فدک کو بروایت شیعہ لکھ کر روایات کا تناقض و تعارض دکھایا ہے جس سے روایت کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا ہے۔ ہم کہتے ہیں میراث کا دعویٰ بعد دعویٰ ہبہ کے ہوا ہے مگر بعض روایات میں پہلے میراث کا دعوی آیا ہو تو اصل واقعہ کے ثبوت کو باطل نہیں کر سکتا راوی کی غلط فہمی ہوگی ہر دو قسم کے دعوے ہوئے خواہ پہلے کوئی ہوا۔ اور ہر دو میں جواب انکار کا ملا تقریر جناب زہراؑ کی پہلے ہوئی یا علیؑ کی اصل ثبوت واقعہ کو مضر نہیں ہر ایک نے دو دفعہ تقریر کی ہو پہلے بھی اور پیچھے بھی تو جملہ روایات کی بشرط صحت تطبیق ہو سکتی ہے۔ ایسے واقعات بے شمار کتب احادیث میں موجود ہیں جن کی جزوی کیفیت میں تعارض موجود ہے مگر اصل واقعہ کے ثبوت کے لئے کسی نے مضر نہیں خیال کیا۔ ۱۲ مترجم

؎ نیز درمنثور صفحہ مندرجہ متن میں یہی روایت ابن ابی حاتم و ابن مردویہ سے لکھی ہے اور اس میں علاوہ ابی سعید کے بروایت ابن مردویہ ابن عباس سے مروی ہے قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ اقطع رسول اللہ ص فاطمۃ فدکا ۱۲ مترجم

؎ لباب مطبوعہ بر حاشیہ جلالین جلد ۲ صـ ۱ میں یہ روایت ہبہ فدک کی ہے اس کے بعد اسی لباب النقول میں اور درمنثور کے صفحہ مندرجہ متن میں باسناد ابن مردویہ ابن عباس سے

ولما فی شرح المواقف انہ صلعم نحلھا
ای اعطاھا فدک نحلۃً ای عطیۃ ومعناہ
فی الصواعق وکنز العمال ومستدرک
الحاکم۔ قال السید فی کتابہ الزہراء
وفی الاکتفاء لابراھیم ابن عبد اللہ
الیمنی الشافعی قالت فاطمۃ ان رسول
اللہ صلعم اعطانی فدک قال ابوبکرؓ
ھل لک علیٰ ھذا بینۃ فجاءت بعلیؑ
فشھد لھا ثم بام ایمن فقالت الیس
تشھد انی من اھل الجنۃ قال بلیٰ قالت
فاشھد ان النبیؐ اعطاھا فدک فقال
ابوبکرؓ فبرجل تستحقھا او تستحقین بھا
القضیۃ قال الفخر الرازی فی تفسیرہ
الکبیر فلما مات رسول اللہؐ صلعم
ادعت فاطمۃ علیہا السلام انہ
کان نحلھا فدک فقال انت اعز
الناس علیّ فقراً واحبھم الیّ غنیً
لکنی لا اعرف صحۃ قولک ولا یجوز
ان احکم بذلک فشھد لھا ام ایمن
ومولیٰ رسول اللہ صلعم الخ۔
وفی معارج النبوۃ۔ پیغمبرؐ فاطمہؓ را بخواند
وبرائے او حجت نوشت وآں وثیقہ بود کہ بعد
از جناب رسولؐ پیش ابوبکر صدیقؓ آورد
وگفت ایں کتاب رسول خدا است برائے
من وحسنین نوشتہ است وکذا فی حبیب
السیر وروضۃ الصفا۔ قال العلامۃ ابن
ابی الحدید فی شرح نہج البلاغۃ سألت

اور شرح مواقف ص ۷۳۵ میں بھی ہے کہ نبیؐ
نے جناب فاطمہؓ کو فدک بخشدیا تھا اور اسی
کے ہم معنی صواعق ص ۲۱ اور کنز العمال جلد ۲
ص ۱۵۱ ومستدرک حاکم ص ۱۸۷ میں ہے اور
رسالہ زہرا مولفہ سید اولاد حیدر صاحب ص ۹۷
میں اکتفا مولفہ ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی
سے منقول ہے کہ جناب فاطمہؓ نے فرمایا کہ
رسول اللہؐ نے فدک مجھے عطا فرمایا ہوا ہے
ابوبکرؓ نے کہا اس پر تیرا کوئی گواہ ہے بی بی صاحبہ
حضرت علیؑ کو گواہ لائیں اور حضرت علیؑ نے
گواہی دی۔ پھر ام ایمن کو گواہ لائیں۔ ام ایمن
نے ابی بکر سے کہا کیا تو نہیں گواہی دیتا کہ میں اہل جنت
سے ہوں۔ ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد اور ایک عورت
کی گواہی سے تو اس کے فیصلہ کی کس طرح،
مستحق ہو سکتی ہے؟ اور فخر الدین رازی نے
اپنی تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۸۶ میں بذیل آیت
فیئے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب رسول
اللہؐ فوت ہوئے جناب فاطمہؓ نے دعوے
کیا کہ رسول اللہؐ نے ان کو فدک بخش دیا ہے
ابوبکر نے کہا کہ مجھے تو فقراء اور اغنیاء سب
سے عزیز تر ہے لیکن تیری بات کی سچائی میں
نہیں سمجھ سکتا اور نہ میرے لئے جائز ہے
کہ میں اس طرح حکم دوں۔ پس اس کے لئے
ام ایمن اور رسول اللہؐ کے ایک غلام نے گواہی
گواہی دی الخ اور معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۳۱۱
طبع نولکشور میں ہے پیغمبر نے حضرت فاطمہؓ
کو بلایا اور ان کے لئے وثیقہ لکھا اور دیا

علی ابن علی الفاروقی الشافعی مدرس المدرسۃ العربیۃ ببغداد فقلت لہ اکانت صادقۃ قال نعم قلت فلم یدفع الیہا ابو بکرؓ فدک وھی عندہ صادقۃ قال نعم قلت فلم لم یدفع الیہا ابو بکر فدک وھی عندہ صادقۃ فتبسم ثم قال کلاماً لطیفاً لو اعطاھا الیوم فدک بمجرد دعواھا لجاءت الیہ غداً وادعت لزوجھا الخلافۃ وزحزحتہ عن مقامہ ولم یمکنہ الاعتذار والموافقۃ بشئی لانہ یکون قد استحل علیٰ نفسہ انہا صادقۃ فیما تدعی۔

وثیقہ بعد رسول اللہؐ کے بی بی صاحبہؓ نے ابی بکرؓ کے پیش کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہؐ کا نوشتہ ہے جو میرے اور حسنین کے لئے لکھا گیا ہے اور اسی طرح حبیب ج ۱ صـ۸۵ اکبیر و روضۃ الصفاج ۲ صـ۱۶۰ مطبوعہ نول کشور میں ہے اور علامہ ابی ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے میں نے علی بن علی فاروقی سے پوچھا جو شافعی مذہب کے مدرسہ بغداد کا مدرس تھا میں نے اس کو کہا کیا حضرت زہراؑ اس دعوے میں سچی تھیں؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر ابو بکرؓ نے ان کو فدک کیوں نہ دیا؟ حالانکہ وہ اس کے نزدیک سچی بھی تھی۔ علی مذکور ہنسنے لگا۔ اور نہایت لطیف کلام سے کہا کہ اگر آج بی بی صاحبہ کو ابو بکرؓ بمجرد ان کے دعویٰ کے فدک دیدیتا[۱] تو کل صاحبہ موصوفہ اپنے خاوند کے لئے خلافت کا دعویٰ پیش کر دیتی جس سے ابو بکر صاحب کو اس کے مسند خلافت سے ہٹا دیتی اور وہ کوئی عذر مدافعت پیش نہ کر سکتا کیونکہ پہلے دعویٰ میں وہ مان لیتا کہ یہ صاحبہ اپنے دعویٰ میں سچی ہوتی ہیں۔ انتہےٰ۔

---

[۱] مشکوٰۃ باب الامارۃ مطبوعہ بمبئی صـ۳۲۱ میں ہے عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہؐ کیف انتم و ائمۃ من بعدی یستاثرون بھذا الفئی قلت اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ حتی الحقک قال اولا ادلک علی خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی رواہ ابو داؤد۔ یعنی ابوذر سے روایت ہے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو مال فے کو اپنے لئے مخصوص کر لیں گے (مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لفظ یستاثرون کے متعلق لکھا ہے۔ نیفردون اے یاخذون ولا یشرکو لکم فیہ یعنے اپنے تصرف خاص میں رکھیں گے اور تم لوگوں کو اس میں شریک نہ کریں گے) ابوذرؓ کہتا ہے میں نے عرض کی حضورؐ! میں اپنی تلوار کاندھے پر رکھ کر جنگ کروں گا۔ حتیٰ کہ مر جاؤں گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے میں اس سے بہتر رہنمائی نہ کروں یہ کہ تم صبر کرنا حتیٰ کہ مجھے ملو۔ انتہیٰ۔ قابل غور یہ ہے کہ اس پر نظر کرنی چاہیئے حضرت ابوذر صحابی کب تک زندہ رہے اور مطابق پیشگوئی پیغمبرؐ ایسے امام کون کون ان کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

زمانہ میں ان پر حکمران رہے جو مال فئے ہیں مصرف شرعی کے خلاف بیجا تصرف کے مرتکب ہوئے جن کے مقابلہ میں ابوذر صاحبؓ نے بمعہ اپنے آقا کے صبر کیا اور تکالیف برداشت کیں۔ وفات حضرت ابی ذرؓ کی آخر زمانہ خلافت امیر عثمانؓ میں ہوئی باقی رائے زنی ناظرین کے انصاف پر موقوف ہے اور یہ متفق علیہ بین الفریقین ہے جیسا کہ تفاسیر اہل جماعت کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ مال فئے رسول اللہ ص کا خالصہ تھا جو آپ کے زمانہ میں حاصل ہوا اور مصرف جائز اہل بیت نبی ص تھے۔ جو بعد نبی ص کے محروم رکھے گئے۔ ثبوت خالصہ کے لئے نمونہ کے طور پر روایت ابوداؤد مترجم وحید الزمان ص۱۲۷ ملاحظہ ہو اس میں لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اموال بنی النضیر مال فئے سے تھے کانت لرسول اللہ ص خالصًا ینفق علیٰ اھل بیتہ یعنی خالص رسول اللہ ص کا مال تھا جو اپنے اہل بیت پر خرچ کرتے تھے۔ مولوی وحید الزمان مترجم ترجمہ اور فائدہ میں لکھتے ہیں یہی حکم فئے کا یعنی جو مال کفار سے ہاتھ لگے بغیر جنگ کے وہ مال مسلمانوں کے لئے ہے مگر اختیار اس کا حضرت کو تھا جس کو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔ اسی طرح خصائص کبریٰ سیوطی ج ۲ ص۲۲۷ میں باسناد احمد و بخاری و مسلم مروی فکانت ھذہٖ خالصۃ لرسول اللہ ص اور مفصل بحث اس کی ہمارے رسالہ ابطال الاستدلال میں ہے جو امامیہ کتب خانہ سعدی پارک مزنگ لاہور فتح شیر روڈ سے ملتا ہے ۱۲ مترجم۔

قال السید فی کتابہ الزہراء ناقلاً عن شرح نہج البلاغۃ للعلامۃ ابن ابی الحدید من کتاب السقیفۃ للامام الجوھری صاحب الصحاح فی خطبۃ الزھراء المسماۃ بخطبۃ لمۃ ان الفاطمۃ خطبت فی مجمع من المہاجرین والانصار عند ابی بکر فی خطبۃ طویلۃ۔

سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ زہراء ص۱۲۸ میں شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے کہ وہ کتاب سقیفہ امام جوہریؒ صاحب صحاح ستہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک خطبہ زہراؑ کا جو موسوم بخطبہ لمہ ہے اس طرح مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ نے جماعت مہاجرین و انصار میں حضرت ابی بکرؓ کے پاس طویل خطبہ پڑھا۔

ل۱ علامہ ابن ابی الحدید وہ شخص ہیں جن سے امام نووی شرح مسلم میں اور دیگر علماء اہل جماعۃ اپنی کتاب میں سند لیتے ہیں اور امام جوہری وہ ہیں جن کی صحاح کتاب مشہور ہے۔ اور سب علماء اس کے خوشہ چین ہیں۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۱۳۲ میں لکھا ہے کتاب السقیفۃ احمد بن عبد العزیز جوہری میں اس طرح لکھا ہے (یعنی اس سے سند لی ہے) اور ص۱۳۵ میں لکھا ہے۔ وقد ذکرنا ما قالہ الجوھری فی ھذا الباب وھو من رجال الحدیث المامونین یعنے جوہری

(باقی اگلے صفحہ پر)

رجال حدیث اور اعیان علماء سے ہے اور اسی کے شرح جلد ۴ ص۱۰۱ میں باسناد ابراہیم بن سعید ثقفی حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا کہ جناب زہراؑ نے دعوٰی ہبہ فدک کا کیا اور علی وام ایمن نے شہادت دی ابوبکر نے سند بھی لکھ دی مگر امیر عمرؓ نے لے کر اس کو چاک کر دیا اور اس پہ تھوک اور کہا۔ کہ حضرت علیؑ طمع نفسانی کر رہے ہیں اور ام ایمن ایک عورت ہے اس مضمون کو ابن ابی الحدید نے بچند اسانید اس کتاب میں ذکر کیا ہے ۱۲ مترجم۔

۵۲ بعینہا یہ خطبہ باسانید کتاب بلاغات النساء طرائف کلامہن مولفہ امام ابی الفضل احمد بن ابی طاہر المولود ببغداد در ۲۰۴ھ ومتوفی ۲۸۰ھ مطبوعہ قاہرہ مصر از دار الکتب الخدیویۃ المصریۃ منقول از نسخہ موجودہ در مدینہ منورہ نزد مرحوم محمود پاشا سامی باوردی مع التصحیح والتحشیۃ از احمد الفی میں تین اسنادوں سے مروی ہے۔ اور جس نے اس سے انکار کیا ہے اس کی تردید بھی خوب لکھی ہے دیکھو اس کتاب کا ص۱۶ لغایت ص۲۳ الفاظ خطبہ کے مندرجہ متن فلک کے علاوہ یہ بھی ہیں جناب زہراؑ فرماتی ہیں بعد وفات نبیؐ کے ظهرت خلة النفاق وا طلع الشيطان رأسه من مغرزه صارخا بكم فوجدكم لدعاءه مستجيبين زعمتم خوف الفتنة الا فى الفتنة سقطوا وان جهنم لمحيطة بالكافرين وهذا كتاب الله بين اظهركم وزواجره بينة وشواهده لائحة واوامره واضحة ارغبة عنه تدبرون ام بغيره تحكمون بئس للظالمين بدلا لقد جئت شيئا فريا ديا ابن ابى قحافة فنعم الحكم الله والزعيم محمدؐ والموعد القيامة وعند الساعة يخسر المبطلون ولكل نبأ مستقر وسوف تعلمون۔ انتہی ملخصًا۔ آخر میں کہا ہے وقد رواه قوم صححوه كتبناه على ما فيه یعنی قوم نے اس کی تصحیح کر کے روایت کیا ہے جیسا کہ روایتہ میں ہم نے پایا ہے اسی طرح اس کو لکھا ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) خلاصہ ترجمہ الفاظ خطبہ۔ وفات رسولؐ کے بعد نفاق کی خصلت ظاہر ہو گئی اور شیطان نے اپنے مسکن سے جھانکا اور پکارا تو تم لوگوں کو اپنی آواز کے قبول کرنے والا پایا۔ تمہارا گمان ہے کہ ہم نے خوف فتنہ سے فتنہ کا انسداد کیا ہے۔ مگر غلط ہے بلکہ فتنہ میں گرے ہیں اور دوزخ کافروں کو احاطہ کرنے والی ہے اور یہ خدا کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اور اس کے مواعید ظاہر ہیں اس کی شہادتیں اور امر واضح ہیں کیا تم عمدًا ان کو پس پشت ڈالتے ہو یا کتاب خدا کو چھوڑ کر کسی اور چیز پہ فیصلہ کرتے ہو تو ظالموں کے لئے برا بدلہ ہے اے ابن ابی قحافہ تم نے افترا کیا ہے پس اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہو گا اور قیامت کے دن کا وعدہ ہے اور قیامت کے دن جھوٹے خسارہ اٹھائیں گے ہر بات کا مقام ہے قریب ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔

(واقعہ فدک پر ایک سنی عالم کی رائے) رویائے صادقہ صفحہ ۱۸۳ / ۱۵۲ طبع چہارم میں شمس العلماء

مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی سنی مترجم قرآن لکھتے ہیں جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ جناب فاطمہؑ تھیں والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور باپ بھی کیسے باپ دین دنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے اٹھ جانا اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم ہونا نمک پر جراحت۔ ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے پے ہم صدمات پہونچتے تو وہ زہر کھا کر مر جاتا مگر ان کے صبر و ضبط ان ہی کے ساتھ تھے پھر بھی انہی رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینہ کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنہوں نے رنج دیئے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہاں تک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازہ پہ آنے کی مناہی کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مانا کہ ان کا غصہ کسی قدر بے جا بھی تھا۔ (معاذ اللہ) تاہم ان کے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے جناب فاطمہؑ کے دل غم زدہ کو خوش کرنے کے لئے جناب علیؑ کو اگر وہ اہل بھی نہ تھے برائے نام خلافت دیدی ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا خیر خلافت تو کون دیتا مگر باغ فدک کے دینے میں آخر کون سی قباحت تھی غایۃ مافی الباب حدیث شریف معاشر الانبیاء لانورث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ کے خلاف ہوتا اگر گناہ ہوتا تو جناب فاطمہؑ کو ہوتا کہ وہ سیدانی ہو کر صدقہ کھاتیں سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبویؐ کو پیغمبر صاحبؐ کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ ان کا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اس میں ضعف آگیا اور وہ شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے وہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے کہ اگر سچ پوچھو تو دنیا میں دکھانے کی قابل نہیں ہیں۔ انتہی۔ نیز مولف دراسات اللبیب کی تحقیق فدک طہارت و عصمت اہل بیت کے بیان میں مذکور ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

ع۷ اس کی تائید مروج الذہب بر کامل جلد ۵ صـ۱۰ میں موجود ہے اور نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صـ۷۲ باب اللام والمیم لغت لمہ میں لکھا گیا فی حدیث فاطمۃ انہا خرجت فی لمۃ من نساء تتوطأ ذیلہا الی ابی بکر فعاتبتہ ای فی جماعۃ من نسائہا وکذا فی مجمع البحار طبع نولکشور جلد ۳ صـ۲۶۶ اللام والمیم اسی طرح بعینہٖ انہی الفاظ سے انوار اللغۃ پ۲۳ صـ۵۷ لغت لم میں لکھا ہے جناب خاتون علیا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی عورتوں کا ایک گروہ لے کر ابو بکرؓ صدیق کے پاس گئیں ان پر غصہ ہوئیں اپنی میراث کے لئے یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ مانگنے گئیں تھیں الخ

۱۲ مترجم

قالت ثم انتم تزعمون ان لا لیُ
افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ
وراء ظھورکم یقول اللہ عز وجل
ثناءہ وورث سلیمان داؤد مع ما اقتص
من خبر یحیی ابن زکریا اذ قال رب ھب
لی من لدنک ولیا وقال تبارک وتعالی
یوصیکم اللہ فزعمتم ان لا حظ لی
ولا ارث لی من ابی احکم اللہ بآیۃ
اخرج ابی منھا ام تقولون اھل
ملتین لا یتوارثان ام انتم اعلم
بخصوص القرآن وعمومہ من ابی
افحکم الجاھلیۃ تبغون ومن احسن
من اللہ حکماً لقوم یوقنون و
قالت فی اخرھا وسیعلم الذین
ظلموا ای منقلب ینقلبون وانا
ابنۃ نذیر لکم بین یدی عذاب شدید
فاعملوا انا عاملون وانتظروا انا
منتظرون ۔ انتھی۔

جس میں ارشاد فرمایا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ
کہ مجھے ورثہ نہیں ملتا کیا تم عمداً کتاب خدا کو
چھوڑ بیٹھے ہو اور قرآن کو تم نے اپنی پیٹھ کے
پیچھے پھینک دیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے
سلیمان ع حضرت داؤد ع کے وارث ہوئے
اور قصہ یحیی بن زکریا میں مذکور ہے۔ انہوں
نے کہا یارب اپنے فضل سے مجھے وارث عطا
فرما اور حق تع فرماتا ہے اللہ تم کو وصیت
کرتا ہے۔ آخر آیت میراث تک۔
پس کس طرح تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میرے
لئے کوئی حصہ وراثت میرے باپ سے نہیں
ہے کیا اللہ تعالی حکم دیتا ہے کہ میرے باپ
کو اس حکم عام سے خارج سمجھا جائے یا تم
اس موقعہ پہ ہماری نسبت کہہ سکتے ہو کہ دو
ملت والے ایک دوسرے کے وارث نہیں
ہو سکتے یا تم عموم وخصوص قرآن کو میرے
باپ سے زیادہ جانتے ہو؟ (نہیں) بلکہ
تم حکم جاہلیت تلاش کرتے ہو۔ اور ایماندار
قوم کے لئے اللہ تع سے زیادہ کون بہتر حکم کرنے والا ہے اور خطبہ میں بی بی صاحبہ نے فرمایا
قریب ہے کہ ظالم سمجھ لیں گے کہ کیسے مقام بازگشت میں جا ٹھہریں گے۔ اور میں تمہارے ڈرانے
والے پیغمبر کی بیٹی ہوں جو قبل از عذاب شدید ڈرا چکے ہیں۔ پس عمل کرو تم بھی اور ہم بھی عمل
کرتے ہیں اور پاداش اعمال کے منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ انتہی۔

قال الفخر الرازی فی تفسیر قولہ تعالی
یوصیکم اللہ روی ان فاطمۃ لما
طلبت المیراث احتجوا بقولہ ع نحن
معاشر الانبیاء واحتجت بقولہ تعالی
حکایۃ عن زکریا یرثنی ویرث من

اور فخر الدین رازی تفسیر قولہ تعالی یوصیکم
اللہ ج ۳ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں مروی ہے کہ بہ
تحقیق جناب فاطمۃ الزہرا ع نے جب میراث
طلب کیا تو صحابہ نے حدیث نبی ص سے حجت پکڑی
کہ ہم پیغمبروں کے گروہ کسی کے وارث الخ اور

آل یعقوب و بقولہ وورث سلیمان داؤد والاصل فی التوریث المال وورا ثۃ العلم والدین مجاز وبعموم قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ الخ وفی الفتاوی لعبد العزیز الدھلوی ودر معارج النبوۃ این روایت وقف محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہذہ القریۃ المملوکۃ (فدک) بحدودھا علیٰ فاطمۃ وقفا محرما علیٰ غیرھا مؤبدًا علیھا من بعدھا علےٰ ذریتھا فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم و فی الصواعق المحرقۃ ودعواھا انہ نحلھا فدکا لم تأت علیھا الا بعلیؑ وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ۔ وقال ابن حزم فی المحلی روی ان علیؑ ابن ابی طالب شھد لفاطمۃ عند ابی بکر الصدیقؓ ومعہ ام ایمن فقال لہ ابوبکر لو شھد معک رجل وامرءۃ اخریٰ لقضیت لھا بذلک اخرج الحافظ عمر ابن شبیۃ قالت فاتت (ابابکر) فاطمۃؑ[1] فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال

جناب سیدہ نے کلام اللہ سے حجت پکڑی جو حکایتہً حضرت زکریا سے ہے کہ میرا وارث اور آل یعقوب کا وارث ہو اور قول اللہ تعالیٰ سے کہ حضرت سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور اصل وراثت میں مال ہے۔ وراثت علم اور دین کی مجاز ہے اور نیز عموم قول اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ الخ سے حجت پکڑی۔ اور فتاوی عبد العزیز دہلوی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۱۴۳ وسرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ا ص۳۳۵ میں معارج النبوۃ سے یہ روایت منقول ہے کہ جناب محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم نے اس بستی (فدک) اپنی مملوکہ کو بجمیع حدود جناب فاطمہؑ پر الیسا وقف فرمایا کہ ان کے بغیر دوسروں پر ہمیشہ حرام ہے۔ اسی طرح بعد فاطمۃ الزہراؑ کے ان کی اولاد پر وقف ہے اور جس نے بعد سن لینے کے تبدیل کیا پس گناہ فقط انہی پر ہے جو تبدیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے اور صواعق محرقہ ص۲۱ میں ہے کہ دعویٰ جناب سیدہ کا کہ ان کو حضرتؐ نے فدک بخش دیا ہے۔ ہوا۔ مگر اس دعویٰ پر کوئی گواہ سوائے حضرت علیؑ اور ام ایمن کے نہ لا سکیں اور

[1] صواعق محرقہ ص۲۱ میں یہ روایت جو ابن شیبہ سے ہے اس کے بعد لکھی ہے درج ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ابو بکر صاحب نے کہا کیا تو ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی پر اپنا حق لینا چاہتی ہے؟ نہیں ملتا جب تک نصاب شہادت پورا نہ ہوا اور اگر دینا چاہتے تو ان کے ایک اور قانون کے مطابق بھی دینا لازم تھا یہ کہ حضرت علی کی گواہی اور جناب سیدہ مدعیہ کی قسم سے فیصلہ دیتے چنانچہ یہ قانون ان کا مسلم ہے جیسا کہ خلفاء ثلاثہ اور حضرت علیؑ اور جناب رسول خدا سے اسی طرح باسانید مروی ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۳

هل لك شاهد فشهد لها علیؑ وام ایمن الخ. السادس عشر یلزم ان فاطمۃ صلوات اللہ علیها ادعت علی النبیؐ کذبا فصدق علیها قوله علیه السلام من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعده من النار حاشا اللہ تعالیٰ. السابع عشر یلزم من شهادة علیؑ والحسنینؑ اما الزور واما الجهل۔

حد گواہ ہونگی پوری نہ ہوئی۔ اور ابن حزم نے محلی میں لکھا ہے۔ مروی ہے کہ علی ابن ابیطالبؑ نے حضرت فاطمہؑ کے لئے ابی بکرؓ صاحب کے پاس گواہی دی۔ اور ان کے ہمراہ ام ایمن بھی تھی مگر ابوبکرؓ صاحب نے کہا اگر تیرے ساتھ ایک اور مرد یا دوسری عورت گواہی دیتی تب میں بی بی صاحبہ کے لئے فدک کا حکم دیدیتا۔ اور حافظ عمر ابن شیبہ نے روایت کیا کہ جناب فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک عطا فرمایا ہوا ہے۔ ابوبکرؓ صاحبؓ نے کہا آپ کوئی گواہ ہے! پس ان کے لئے حضرت علی اور ام ایمن نے گواہی دی۔ الخ۔ (صواعق ص۳۱)

سولہواں یہ کہ اگر جناب فاطمہ زہراؑ نے (نعوذ باللہ) نبی پر جھوٹ باندھا ہو تو وہ (معاذ اللہ) وعید من کذب علی متعمدًا کی تحت میں جا ہیں اور یہ اس صورت میں لازم آتا ہے جو اہل جماعت کے خیال پر دعوای جھوٹا تصور کیا جائے مگر حاشا و کلا وہ معصومہ ایسی بات سے بری ہیں!

سترہواں یہ لازم آتا ہے کہ گواہی حضرت علی علیہ السلام اور حسنینؑ کی جھوٹ سے یا جہل سے ہو۔

(بقیہ حاشیہ) اور ہبہ فدک کا مزید ثبوت استقصار الافحام جلد اص۶۷ میں ملاحظہ ہو اس میں کتب ذیل کا حوالہ بھی درج ہے وفار الوفار سمہودی۔ فصل الخطاب محمد پارسا۔ ریاض النضرہ محب طبری نہایۃ العقول فخر رازی وغیرہ ۱۲ مترجم ۲؎ یہ روایت صواعق محرقہ ص۳۱ محرقہ میں درج ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فدك الخ یعنی ابا بکر صاحبؓ نے فاطمہؑ فدک چھین لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول خداؐ نے فدک جناب زہراؑ کے قبضہ میں ہبہ یا قبضہ کی صورت پر دے دیا تھا اور ابوبکرؓ صاحب نے ان کے قبضہ سے واپس کر لیا جیسا کہ کتب شیعہ سے جلد اتشریح حدیث کافی نمبر ۸ پر درج ہے ورنہ انتزع من فاطمۃ کا کوئی معنی نہیں ہو سکتا اور انہی الفاظ سے یہ روایت وفار الوفار سمہودی ج ۲ ص۱۶۱ میں بھی ہے ۱۲ مترجم۔ ۱؎ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۸۶ میں ہے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ زہراؑ نے ابوبکرؓ صاحب کے پاس دو طرح کا دعویٰ کیا اور میں نے روایات میں تیسری قسم کا دعویٰ کرنا اور ابوبکرؓ کا نہ دینا موجود پایا ہے اور وہ حصہ ذوی القربیٰ کا ہے جس کو ابوبکر جوہری نے باسناد خود حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ جناب فاطمہؑ نے حضرت ابی بکرؓ کے پاس آکر ظاہر کیا کہ جو تو نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے وہ تو جانتا ہے اب حصہ ذوالقربیٰ غنائم سے کیوں نہیں دیا؟ اور قرآن میں مال فئے وغیرہ غنائم سے حصہ

(بقیہ حاشیہ) ذوالقربیٰ کا مقرر ہے۔ پھر واعلموا انما غنمتم من شئی کو آخر آیات تک پڑھا۔ ابوبکر صاحبؓ نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ سارا خمس آپ کا ہے زہراء نے فرمایا۔ کیا ہمارا نہیں تو تیرا یا تیرے اقرباء کا ہے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب یہ آیت اتری تھی۔ تو نبی ص نے ہم آل محمدؐ کو بشارت دی تھی۔ کہ اب تمہارے لئے آسودگی آگئی ہے یہ سن کر ابوبکرؓ صاحب کہنے لگے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا آپ عمر بن خطابؓ اور ابوعبیدہ بن جراحؓ سے جاکر پوچھئے اگر وہ کہیں تو دے دوں گا (پھر کہا) کہ زہراؑ نے اس سے تعجب کیا اور سمجھا کہ اس میں دونوں نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے۔ انتہیٰ۔

کیوں نہ ہو وہ دونوں یا امیر عمر اصل بادشاہ تھے انہوں نے ہی ابوبکر صاحب کو بٹھلایا تھا۔ لہٰذا یہ بجا ہے کہ ابوبکرؓ صاحب بغیر اجازت ان کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ۱۲ مترجم۔

۵ شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ یہ روایت معتبر کتب میں نہیں اور بفرض صحت وقف کا معنے شیعہ کے خیال کے مخالف ہے الخ: یہ جواب شاہ صاحب نے اپنی اصطلاح کے موافق دیا ہے جو غیر مسلم ہے غیر اولاد فاطمہؑ پر حرام کرنا صاف دلیل اس کی ہے کہ یہاں ہبہ خاص بحق فاطمہؑ مراد ہے نہ وقف عام ۱۲ مترجم۔

وکلاهما بعید من شانهم وفی تاریخ الخلفاء (فی قصة درع علیؑ عند یهودی وارتفاع الحکم عند الشریح وشهادة قنبر والحسن) فقال شریح مالك بینة یا امیر المؤمنین قال نعم قنبر والحسنؑ فقال شریح شهادة الابن لا تجوز لاب فقال علیؑ رجل من اهل الجنة لا تجوز شهادته سمعت رسول اللهؐ یقول الحسن والحسین سید الشباب اهل الجنة۔ اقول قد ظهر ظهورًا بینا بحیث لاغبار علیه ان علیا استدل بقبول شهادة اهل الجنة ولو کانوا اقرباء مع الله سبحانه وتعالیٰ لم ینه عن الشهادة للاقارب کما قال ابن القیم الحنبلی فی اعلام الموقعین عن رب العلمین وقد ذکر الله سبحانه نصاب

اور دونوں ان کی شان سے بعید ہیں۔ اور تاریخ الخلفاء ص۱۲۵ (بیان قصہ حضرت علی کی زرہ ایک یہودی کے پاس ہونے کا اور فیصلہ کے لئے شریح قاضی کے پاس یہ مقدمہ بھیج کر قنبر غلام خود اور امام حسنؑ کی گواہی دلانے) میں ہے پس شریح نے کہا یا امیرالمومنین آپ کے پاس گواہ ہیں؟ فرمایا ہاں قنبر اور حسنؑ ہیں۔ شریح نے کہا۔ گواہی بیٹے کی باپ کے لئے جائز نہیں ہوتی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کیا یہ جو اہل بہشت سے ہے اس کی گواہی مقبول نہیں؟ میں نے رسول اللہؐ سے سنا فرماتے تھے۔ حضرت حسنؑ و حسینؑ ہر دو جوانان بہشت کے سردار ہیں (قال مولف) میں کہتا ہوں بلاشک وشبہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی نے اہل جنت کی شہادت اگرچہ اقارب کے لئے ہو مقبول ہونے سے استدلال فرمایا

الشهادة في القرآن في خمسة مواضع
فذكر نصاب شهادة الزنا اربعة في
سورة النساء وسورة النور واما في
غير الزنا فذكر شهادة الرجلين والرجل
والمرأتين في الاموال فقال في آية
الدين واستشهدوا شهيدين الآية و
امر في الشهادة على الوصية بسفر باستشهاد
عدلين من المسلمين او آخران من غيرهم
وغير المؤمنين هم الكفار والآية صريحة
في قبول شهادة الكافرين على وصية في
السفر عند عدم الشاهدين المسلمين - الخ۔

اور اللہ تعالیٰ بھی شہادت اقارب کے لئے منع
نہیں فرماتا۔ جیساکہ ابن قیم حنبلی نے اعلام
الموقعین عن رب العالمین ص۳۲ میں کہا ہے
کہ تحقیق اللہ سبحانہ نے مقدار گواہی کا قرآن
میں پانچ مقامات پر ذکر کیا۔ زنار کے لئے،
گواہی چار کس کی سورہ نسار اور سورہ نور میں
بیان فرمائی اور بغیر زنا کے باقی میں گواہی دو
مرد اور ایک مرد اور دو عورت کی اموال کے بارہ
میں بیان فرمائی چنانچہ آیت قرضہ میں فرمایا
دو گواہوں[1] کی گواہی رکھو آخر آیت تک۔ اور
وصیت سفر کے بارہ میں فرمایا۔ دو عادل مسلمانوں
کی گواہی رکھنی چاہیئے یا دو غیر مسلمین کی؛ اور غیر مومنین کافر ہوتے ہیں اور آیت وصیت سفر میں بصورت
نہ ملنے مسلمان گواہوں کے قبول شہادت کافرین کے لئے ظاہر ہے الخ۔

وفيه وقد ثبت في الصحيح عن النبي ص الحديث
في ثبوت الرضاع بشهادة امرأة واحدة
وان كانت امة - وفيه بل الحق ان الشاهد
الواحد اذا ظهر صدقه حكم بشهادته
وحده وقد اجاز النبي ص شهادة الشاهد
الواحد لابي قتادة بقتل المشرك ودفع
اليه سلبه بشهادته وحده ولم يحلف
اباقتادة فجعله بينة تامة الخ وفيه
ولم يستثن الله سبحانه ولا رسوله من

اور اسی اعلام الموقعین ص۳۳ میں ہے کہ صحیح
میں نبی ص سے حدیث مروی ہے جو ایک عورت
کی گواہی سے رضاع ثابت ہو جانے پر دال
ہے۔ گو وہ کنیز بھی ہو اور ص۳۶ میں لکھا ہے
بلکہ حق یہ ہے کہ ایک گواہ ہو تو بھی اس کی
صداقت ظاہر ہونے پر ایک گواہی سے حکم دیدینا
چاہیئے۔ اور تحقیق نبی ص نے ابی قتادہ کے
لئے قتل مشرک کے بارہ میں ایک گواہ کی
شہادت جائز رکھی اور اسی پر مقتول کا سامان

---

[1] آیت دو گواہوں کی نسبت نبیؐ کے قول و فعل سے عموم آیت شہادت کا مخصوص ہو چکا ہے کیونکہ نبی ص نے خزیمہ کو ذوالشہادتین قرار دیا اور ایک گواہ و قسم سے بھی فیصلہ فرمایا وغیرہ وغیرہ انوار اللغۃ پ۲۳ ص۱۰۰ میں بذیل حدیث قضی بشاهد و يمين لکھا ہے آنحضرتؐ نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا دعوی کی ڈگری دیدی۔ اہل حدیث اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اس صحیح حدیث کا خلاف کیا ہے) انتہی بعینہ ۱۲ مترجم۔

ذلک ابًا ولا ولدًا ولا اخًا ولا قرابتہً ولا اجمع المسلمون علی استثناء احد من ھؤلاء فتازم الحجۃ باجماعھم وقد ذکر عبد الرزاق عن ابی بکر بن ابی سبرۃ عن ابی الزناد عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ قال قال عمرؓ بن الخطاب تجوز شھادۃ الوالد لولدہ والولد لوالدہ والاخ لاخیہ وبالاسناد عن الزھری قال لم یکن یتھم سلف المسلمین الصالح فی شھادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا الاخ لاخیہ ولا الزوج لامرأتہ۔ وفیہ وقد دل علیہ القراٰن کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین الخ وقبول شھادۃ الطفل الصغیر علی عصمۃ یوسفؑ لعصمتہٖ وشھادۃ عیسٰے ابن مریم علی عصمۃ مریم فی المھد ثابتان بالقراٰن الکریم فای معصوم افضل من عترۃ النبیؐ وای سبب بلا توھین العترۃ الطاھرۃ دادٌ للشھادۃ واللہ اعلم۔

اما ھجران فاطمۃ ابابکر فکان مشروعًا کما قال الحافظ فی الفتح تحت قولہ علیہ السلام لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال قال ابن عبد البر اجمعوا علی انہ لا یجوز الھجران فوق ثلاث الا لمن خاف من مکالمتہ ما یفسد علیہ دینہ او یدخل منہ

اس کے حوالہ کر دیا اور ابو قتادہ سے کوئی حلف بھی نہ لی۔ بلکہ ایک گواہی کو مکمل تصور فرمایا۔ الخ۔ اور صفحہ ۴۱ میں ہے۔ اللہ تعالٰے یا رسول خدا صلعم نے شہادت سے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کسی قرابتدار کو مستثنےٰ نہیں فرمایا اور نہ ان میں سے کسی کے استثناء پر مسلمانوں کا اجماع ہوا کہ اس سے حجت پکڑی جاتی۔ اور تحقیق عبد الرزاق نے ابی بکرؓ بن ابی سبرہ سے روایت کیا اس نے ابی الزناد سے اس نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا وہ کہتا ہے۔ عمر بن خطابؓ نے کہا۔ باپ کی بیٹے کی باپ کے لئے۔ بھائی کی بھائی کے لئے گواہی جائز ہے۔ اور اس نے باسناد خود زہری سے روایت کیا اس نے کہا۔ سلف (متقدمین) مسلمین سے جو صالح ہوتا تھا اس کی گواہی میں جو باپ کی بیٹے کے لئے یا بیٹے کی باپ کے لئے یا بھائی کے لئے یا زوج کی اپنی زوجہ کے لئے ہوتی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا اور نہ مقام تہمت متصور ہوتا تھا۔ اور ص۴۲ میں ہے۔ تحقیق اس پر قرآن دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے لئے تم عدل کے ساتھ گواہ قائم ہو جاؤ اگرچہ یہ گواہی تم اپنے آپ پر دو یا اپنے والدین یا اپنے اقربا پر دو۔ الخ اور (حسنین کی شہادت میں) قبول شہادت طفل صغیر کی عصمت یوسفؑ پر اس کی اپنی عصمت کے سبب سے تھا۔ اور شہادت حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کی عصمت مریمؑ پر مہد میں مقبول ہوئی ہر دو قرآن

علی نفسه او دنیاه مضرة فان کان کذلك جاز ودب هجر جمیل من مخالطة موذیة وقد استشکل علی هذا ما صدر من عائشة فی حق ابن الزبیر وفیه قوله باب ما یجوز من الهجران لمن عصیٰ

سے ثابت ہیں، تو کونسا معصوم عترت نجام سے افضل ہے۔ اور کونسا سبب ان کی گواہی رد کرنے میں بجز توہین عترت پاک کے ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ لیکن جناب فاطمہؑ کا ابوبکرؓ صاحب سے قطع تعلق۔ پس وہ جائز اور مشروع[1] تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۵ ص۵۷ میں بذیل حدیث لا یحل لمسلم الخ کے لکھا ہے یعنے مسلمان کے لئے اپنے بھائی مسلمان سے تین دن سے زیادہ مہاجرت جائز نہیں کہا۔ ابن عبد البر کہتا ہے اس پر علماء کا اجماع ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کے لئے قطع تعلق رکھنی جائز نہیں مگر اس کے لئے جس کے کلام کرنے سے اس امر کا خوف ہو کہ وہ دین میں خلل اندازی کرے گا۔ یا اس سے نفس یا مال پر نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بیزاری و جدائی رکھنی جائز ہے بلکہ اکثر اوقات ترک موالات بہ نسبت ملاپ ایذا پہونچانے والے کے بہتر ہوتی ہے اور ہجران بی بی عائشہ کا ابن زبیر سے رکھنا مشکل سمجھا گیا ہے اور اسی کے ص۵۷ میں ہے۔ قول بخاری کا باب اس کا جو اس شخص سے ہجران جائز ہے جو شرح کی نافرمانی کرے۔

اراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز لان عموم النهی مخصوص بمن لم یکن لهجرة سبب مشروع فتبین هٰهنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصیة فیسوغ لمن اطلع علیها منه هجرة علیها لیکف عنها وقد مومن البخاری فلم تزل مهاجرته وفی روایة معمر فهجرة فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت۔ فی الفتح وتعقبة الشافعی بان قرینة قوله غضبت یدل علی انها امتنعت

بخاری نے اس عنوان سے بیان ہجران جائز کا ارادہ کیا ہے کیونکہ عموم نہی کا اس ہجران کے ساتھ مخصوص ہے جس کا کوئی سبب شرعی نہ ہو۔ پس اس جگہ جواز ہجران کا سبب ظاہر ہوا جس سے گناہ صادر ہو جو اس کے گناہ پہ مطلع ہو وہ اس سبب سے اس سے جدائی رکھے کہ وہ اس معصیت سے بچے اور بخاری کی عبارت سے گزر چکا ہے کہ ابی بکرؓ سے جناب سیدہ کی ہمیشہ مہاجرت رہی اور روایت معمر میں ہے۔ جناب فاطمہؑ نے ابی بکرؓ صاحب سے

سلہ یعنے اس مہاجرت کا سبب شرعی تھا جو ابوبکرؓ صاحب نے قانون شرح کی خلاف ورزی کر کے فدک اور خلافت کو غصب کیا اور فرمان نبویؐ اطاعت ثقلین کی نافرمانی کی اور مودۃ قربیٰ رسولؐ سے لاپرواہی کی اور ایذا جناب فاطمہؑ کے باعث خدا اور رسولؐ کو ایذا دی اتنے حالات میں اس سے بیزاری کرنی مشروع نہ ہو تو پھر کس سے ہو سکتی ہے ۱۲ مترجم۔

من الکلام جملۃ وھذا صریح الھجران واما ما اخرجہ ابوداؤد من طریق ابی الطفیل قال ارسلت فاطمۃ الیٰ ابی بکرؓ انت ورثت رسول اللہ صلعم ام اھلہ قال لابل اھلہ قالت فاین سہم رسول اللہ قال سمعت رسول یقول ان اللہ اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم جعلھا للذی یقوم من بعدہ فرایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعتہ فلا یعارض ما فی الصحیح من صریح الھجران ولا یدل علی الرضا بذلک (ثم نقل عن البیھقی قصۃ ارضاء ابی بکرؓ فاطمۃ وقال ھو مرسل) واما ارضاء ابی بکر فاطمۃ لیس لبسدید لوجوہ احدھما الاغضاب متفق علیہ والارضاء مختلف فیہ و غیر مسلم فالمتفق علیہ لا یسقط عن الاحتجاج الا بمثلہ۔

قطع تعلق کیا اور فوت ہونے تک اس سے کلام نہ کیا۔ نیز فتح الباری جلد ۳ باب فرض الخمس صفحہ[1] میں ہے شاشی[1] نے اس کا تعقب کیا ہے کہ قرینہ قول راوی صحیح بخاری کا کہ جناب فاطمہؓ غضبناک ہوئیں۔ دلالت کرتا ہے کہ زہراؑ نے کلام قطعاً بند کر دیا تھا اور یہ ظاہر ہجران ہے اور جو ابوداؤد نے باسناد ابو طفیل روایت کیا ہے کہ جناب فاطمہؓ نے ابی بکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ رسول اللہ کا وارث تو ہے یا ان کے اہل بیت اس نے کہا میں نہیں بلکہ ان کے اہل بیتؑ بی بی صاحبہ نے فرمایا رسول اللہ کا حصہ کہاں ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا جو چیز خدا تعالیٰ نبیؐ کو عطا کرے وہ اس شخص کی ہو جاتی ہے جو نبیؐ کے بعد ان کا قائم مقام ہو۔ پس میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس کو مسلمانوں پر واپس کر دوں بی بی صاحبہ نے فرمایا تم نے حضرتؐ سے سن لیا اور اور ہم نے نہیں سنا یہ روایت اس روایت صحیح بخاری کے معارض نہیں ہو سکتی جس میں صریح ہجران ثابت ہے اور نہ وہ جناب سیدہ کے راضی ہونے پر دلالت کرتی ہے (پھر فتح الباری میں بیہقی سے ابو بکر صاحبؓ کے جناب فاطمہؑ کو راضی کرنے کا قصہ منقول ہے جس کو ابن حجر کہتا ہے کہ یہ مرسل ہے[2]) اور رضا مند کرنا ابو بکرؓ صاحب کا زہراؑ کو بچند وجوہ ضعیف ہے۔ ایک یہ کہ غضبناک کرنا متفق علیہ اور رضامند کرنا مختلف فیہ اور غیر مسلم ہے۔ پس متفق علیہ احتجاج سے ساقط نہیں ہو سکتا جب تک ویسا ہی متفق علیہ اس کا ناسخ نہ ہو۔

---

[1] شرح کلمہ تکلمہ میں ہے۔ جس نے کہا کہ زہراؑ نے ورثہ کے بارہ میں کلام نہ کیا اسی پر شاشی نے تعقب کیا ہے کہ یہ تاویل صحیح نہیں ہو سکتی!! [2] حدیث مرسل ضعیف اور قابل حجت نہیں ہے اس کا حال آئندہ بیان اصول حدیث میں ملاحظہ ہو پس یہ روایت روایات متواترہ کثیرہ صحیحہ متفقہ کے مقابلہ میں کون عقلمند پیش کر سکتا ہے بشیعہ کی

(بقیہ حاشیہ) کتاب سے بھی رضامندی زہرا ؑ کا حال بطور نمونہ ملاحظہ کریں کتاب احقاق صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے وحسبک فی ذلک ماروی عن مولانا الرضا (فی جواب رجل) فقال علیہ السلام کانت لنا ام صالحۃ ماتت وھی علیھا ساخطۃ ولم یأتنا بعد موتھا انھا رضیت عنھما (ای عن ابی بکرؓ وعمرؓ) یعنی رضامندی کی خبر میں تجھے یہ کافی ہے جو جناب امام رضا سے مروی ہے کہ کسی نے شیخین کی نسبت ان سے پوچھا تھا تو امامؑ نے فرمایا ہماری صالحہ اور پرہیزگار ماں جوان دونوں پہ غضبناک فوت ہوئی اور موصوفہ کی وفات کے بعد اب تک ہمیں کوئی صحیح خبر نہیں پہنچی کہ وہ ان دونوں سے راضی ہوگئی ہو اور روضہ کافی ص۱۵۱ میں ہے امامؑ فرماتے ہیں ماما ت منا میت قط الا ساخطاً علیھما یوصی بذلک الکبیر منا الصغیر انھما ظلما فاحقنا ومنعا نا فیئنا یعنی ہم اہل بیت سے کوئی ایسا ہرگز فوت نہیں ہوا جو ان دونوں ابی بکرؓ عمرؓ پہ غضبناک نہ گیا ہو ہمارا ہر بڑا چھوٹے کو وصیت کر جاتا ہے دونوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارا حق فئے کا نہیں دیا اور ص۵ میں امام ؑ سے مروی ہے فرمایا ان دونوں نے فاطمہؑ کو میراث نہ دیا اور کتاب خدا کو پس پشت پھینک دیا اور آج تک ان کے ظلم کا اثر چلا آتا ہے ۱۲ مترجم

ثانیھا ثبوت ھجرانھا وعدم تکلمھا بہ حتیٰ ماتت ثالثھا وصیتھا لعلیؑ بعدم الایذان لابی بکرؓ علیٰ جنازتھا کما مرولم یصل ابوبکرؓ علیھا کما قال الشیخ فی اللمعات وکذا فی الفتح وازالۃ الخفاء وغیرھا۔ ورابعھا قولھا علیھا السلام اشکو الی النبیؐ الخ کما مرمن الامامۃ والسیاسۃ۔ وخامسھا ان روایۃ السخط

دوسری یہ کہ روایت ہجران مفصل و مبین ہے اور راوی نے بالتیقن موت تک ہجران اور عدم تکلم بیان کیا ہے تو پھر اس کے درمیان رضا کا کوئی موقع نہیں۔ تیسری یہ کہ جناب زہرا ؑ نے حضرت کو وصیت فرمائی کہ ابوبکرؓ صاحب کو ان کے جنازہ کی اطلاع نہ دیں اور نہ حاضر ہونے کا اذن دیں جیسا کہ گذرا ہے اور نہ ہی ابوبکر صاحبؓ نے نماز جنازہ

(تبصرہ) اے اہل تسنن شیخین سے غلطی ہونے کا قائل ہونا تو خارج از ایمان ہونا تصور کرتے ہیں مگر شیخین کو بچانے کے لئے البتہ انبیاء معصومین وائمہ طاہرین کے ذمہ خطاکاری یا غلطی کی نسبت دیتے ہیں ان کو باک نہیں ہوتا واقعہ فدک میں اول کہتے ہیں حضرت زہرا معصومہ طاہرہ مستورہ کا دعویٰ کے لئے ابوبکرؓ صاحب کے پاس جانا یا کہلا بھیجنا ہی مناسب نہ تھا لہذا قصہ جھوٹا ہے جب دفتروں کے دفتر احادیث صحیح واخبار متواترہ کے اس واقعہ کے ثبوت میں پیش ہوتے ہیں اور جواب مندرجہ فلک النجاۃ مع تعلیق دیا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں جو فیصلہ ابوبکرؓ صاحب نے کیا صحیح تھا اہل بیت اس پہ راضی ہوگئے جب اس کی تردید میں انہی کی کتب

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مذکورۃ فی الصحیحین وروایۃ الرضاء فی البیھقی ومن المسلمات ان روایۃ الصحیحین اوثق من غیرھما عندھم کمافی جامع الاصول۔ النوع الاول من المتفق علیہ اختیار الامامین ابی عبداللہ البخاری وابی الحسن مسلم وھی الدرجۃ العلیا من الصحیح فثبت ان روایۃ الرضاء ساقطۃ عن الاعتبار لان السخط متیقن وھولایزول بالشک کماھو مبرھن فی مقامہ وماجاء فی بعض الروایات من دعوی الارث وفی بعضھا من دعوی الھبۃ فلا منافات بینھما لانھا علیھا السلام ادعت مرۃ بالارث ومرۃ بالھبۃ لاتمام الحجۃ ولایخفی ان غضب فاطمۃ مقرون بغضب النبی صلعم وغضبہ علیہ السلام مقرون بغضب اللہ تعالٰی۔

زہراؑ پر پڑھی جیسا کہ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا اور فتح الباری سے گذرا اور نیز ازالۃ الخفاء وغیرہ میں ہے اور چوتھی یہ کہ زہراؑ نے فرمایا میں تم دونوں (ابی بکر و عمرؓ) کی نبی صؐ کے پاس جاکر شکایت کروں گی الخ جیسا کہ الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵ سے گذرا ہے اور پانچویں یہ کہ روایت غضب صحیحین میں مذکور ہے اور روایت رضا کتاب بیہقی میں ہے (نیز مرسل ہے) اور مسلمات سے ہے کہ تحقیق روایت صحیحین کی اہل تسنن کے نزدیک دوسری کتب کی روایات سے مقدم اور زیادہ معتبر ہوتی ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ پہلی قسم متفق علیہ ہے اختیار ہر دو امام ابی عبداللہ بخاری اور ابوالحسن مسلم کا ہے یعنی جس حدیث کو ہر دو پسند کریں وہ حدیث صحیح سے اعلیٰ درجہ پر شمار ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ روایت رضامندی کی ساقط عن الاعتبار ہے کیونکہ غضب یقینی ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ اپنے مقام پر مدلل مذکور ہے (غرضیکہ روایت مرسل مختلف فیہ بمقابلہ روایت اعلیٰ درجہ کی صحیح متفق علیہ کے قابل التفات نہیں) اور جو بعض روایات میں دعویٰ وراثت اور بعض میں دعویٰ ہبہ وارد ہوا ہے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ زہراؑ نے تمام حجت کے لئے ہر دو قسم کے دعاوی وراثت اور ہبہ (اور حصہ ذوالقربیٰ اور حصہ رسول صؐ) کے واقعی کئے تھے۔ اور مخفی نہیں کہ تحقیق جناب فاطمہؑ کا غضب۔ غضب نبی صؐ کے ساتھ مقرون ہے اور غضب نبی صؐ کا غضب خدا تعالیٰ سے مقرون ہے۔

بقیہ حاشیہ) سے اخبار متواترہ کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اہل بیت نبی ہرگز راضی نہیں ہوئے۔ ناراض فوت ہوئے تو وجدت کے معنے غضبت کے سوا کچھ اور کرنا چاہتے ہیں۔ جب غضبت اپنی صحیح کتب میں دیکھتے ہیں کہتے ہیں غصہ زہراء کا اپنے نفس پر تھا ابوبکر پر نہیں۔ جب وجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وغیرہ (بخاری مصری جلد ۳ ص۳۵ و صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱) دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۸

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

(بقیہ حاشیہ) ص ۱ واقعہ فدک وجدت فاطمۃ ای غضبت دکھایا جاتا ہے بخاری طبع مصر جلد ۳ ص ۱۶۱ و مسلم جلد ۱ ص ۱۸۳ میں من شدۃ موجدتہ علیہن موجود ہے جس سے وجدن ، از وجد کا ۔ موجدہ ۔ وجدان کا معنے غصہ و غضب ثابت ہوتا ہے خصوصاً صلہ اس کا علیٰ مؤید مصرح ہے اس صلہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا معنی ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھو منتہی الارب فی لغات العرب وصراح اور دیکھو بخاری ج ۱ ص ۱۵۳ لعلک وجدت علی اور دیکھو بخاری جلد ۲ ص ۱۶۳ باب غیرۃ النساء و وجدھن اور دیکھو نہایہ ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۰۸ اور اسی طرح مجمع البحار لغت حدیث سنی مطبوعہ نولکشور ج ۳ ص ۴۴۵ میں وجد کے معنی غضب لکھ کر اسی حدیث کو مثال میں لکھا ہے فوجدت فاطمۃ فھجرتہ ای غضبت اور دیکھو تلخیص الصحاح مترجم ج ۲ ص ۲۰۸ اوجدت علی کیا آپ مجھ پر خفا ہو گئے ایضاً جلد ۶ ص ۳۳۱ ترجمہ لکھا شاید تو مجھ پہ ناراض ہوا۔ جب ان روایات سے ان کی تسلی کرائی جاتی ہے جس کے معنے ہیں جناب فاطمہؑ ابوبکر پر اسی معاملہ فدک میں ناراض ہوئیں اور اس ابوبکرؓ سے کلام ترک کیا اور اس سے ابوبکرؓ سے مہاجرت و قطع تعلقی کر لی تھی کہ اسی حالت پہ فوت ہوئیں اور وصیت عدم حاضری جنازہ کی ابوبکر کی نسبت یاد دلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں حضرت زہراؑ بہ تقاضا بشریت ناحق ناراض ہوئیں ابوبکرؓ کو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ جب غضب زہراؑ سے بطور لازم غیر منفک غضب خدا و رسول کی احادیث پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں حضرت زہراؑ و علیؑ سے غلط فہمی اور خطا ہو گئی کہ حدیث پیغمبرؐ کو سن کر پھر بھی ناراض ہوئیں یا حدیث کا معنے غلط سمجھا ایسی خطائیں پیغمبروں سے بھی ہو جاتی ہیں۔ اس پر امثلہ پیش کرتے ہیں کہ فلاں فلاں پیغمبرؑ سے یہ خطائیں ہوئیں مگر شیخین کے ذمہ خطا کا لگانا کفر سمجھتے ہیں جب اہل بیت کا استحقاق اور حدیث ابوبکرؓ کو خلاف قرآن ناقابل قبول ثابت کیا جاتا ہے اور اہل بیتؑ کا دوسری خلافت تک اس حدیث کا انکار کرنا دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں مشکل ترین قضیہ قضیہ فاطمہؑ زہرا است یعنے مشکل ہے ہم کوئی فیصلہ بھی اطمینان سے نہیں دے سکتے ہیں نہ کسی کے حق میں کچھ کہتے ہیں چنانچہ امام فخر رازی اور علامہ شوکانی اور حافظ ابن حجر سے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے فلک النجاۃ میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ اس کے جواب سے علماء اہل تسنن قطعاً عاجز ہیں۔ ۱۲ مترجم

ع ۵ الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی ج ۲ ص ۱۲۳ میں شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے یہ تقریر اس وقت فرمائی جب حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس فدک کے دعویدار ہو کر آئے تھے۔

کما جاء فی الصحیحین فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی وفی روایۃ یریبنی	جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حضرت فاطمہؑ میرا جگر گوشہ اور میرے گوشت کا ٹکڑا ہے

ع ۶ ایضاً متن بخاری ص ۳۶ جلد ۲ میں و طبع مصر ج ۲ ص ۱۹۱ میں بروایت مسور بن مخرمہ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ

ما ارابہا ویوذینی ما اذاھا بخاری وکذا فی الخصائص للنسائی و فی المسلم وروی الترمذی عن زید بن ارقم مرفوعاً لعلیؑ وفاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ انا حرب لمن حاربہم وسلم لمن سالمہم قال النووی فی شرح المسلم قال العلماء فی ھذا الحدیث تحریم ایذاء النبیؐ بکل حال وعلیٰ کل وجہ وان تولد ذلک الایذاء مما کان اصلہ مباحاً۔ انتہیٰ۔ وقد قال اللہ تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذاباً مھیناً۔ وقال والذین یوذون المومنین والمومنات۔ الآیۃ۔

جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ بخاری جلد ۵ ص۲۳۱ مع الفتح مطبوعہ دہلی کتاب النکاح۔ اور خصائص نسائی ص۳۵ میں اسی طرح لکھا ہے اور دوسری روایت میں ہے مجھے وہ چیز رنج پہونچاتی ہے جو زہراؑ کو ایذا دے۔ اسی طرح صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۹۰ میں ہے اور ترمذی نے زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے بحق حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ فرمایا جس کی ان سے جنگ ہے میری بھی اس سے جنگ ہے اور جس کی ان سے صلح ہے میری بھی ان سے صلح ہے (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۳۲) اور نووی نے شرح مسلم جلد ۲ ص۲۹۰ میں لکھا ہے علماء نے کہا ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایذا نبیؐ کا ہر حال میں حرام ہے۔ اگرچہ یہ ایذا ایسی چیز سے ہو جو دراصل مباح ہے۔ انتہیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے تحقیق جو لوگ خدا اور رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے عذاب خوار کرنے والا تیار کر رکھا ہے اور فرمایا جو لوگ مومنین اور مومنات کو ایذا دیتے ہیں آخر آیت تک۔

(بقیہ حاشیہ) میں انہی الفاظ سے مروی ہے۔ اور روضۃ الاحباب ج ۱ ص۲۳۲ میں ہے و بصحت پیوستہ کہ پیغمبرؐ فرمود فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبہا فقد اغضبنی اور اسی طرح شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص۱۳۵ میں بروایت بخاری لکھا ہے ۱۲ مترجم ص۵ اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار طبع مصر ص۱۳۸ میں باسناد طبرانی جس کو اس نے حسن کہا مرفوعاً نبیؐ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؑ کو فرمایا ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک الخ یعنی اے فاطمہ اللہ تعالیٰ تیرے غضب کے سبب غضبناک ہوتا ہے اور تیری رضامندی پر رضامند ہوتا ہے۔ اور سنن ابی داؤد ج ۲ ص۳۲۵ و مترجم وحیدی جلد ۲ ص۱۳۵ کتاب الادب فی ہجرۃ الرجل اخاہ میں نبیؐ نے فرمایا لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار۔ اس سے معلوم ہوا جو تین دن سے زیادہ کسی مومن سے غصہ کے سبب بیزاری و قطع تعلق کرے اور اسی پر مر جائے وہ دوزخی ہے اب جناب زہراؑ کی بیزاری شیخین سے یا تو شرعاً جائز سمجھو اور

باقی بر صفحہ آئندہ

فاذا ثبت ان من اذی فاطمۃ فهو ملعون وظالم وناقص الایمان فثبت ان یتبرأ منه لما قال سبحانه الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم فاولٰئك لهم الامن وهم مهتدون. فالظالم لیس بمهتد ولم یستحق بالاقتداء للاهتداء ولا یقال ان هذا الحدیث الذی تمسك به ابوبکر رض ثابت فی الکافی للکلینی عن ابی البختری عن ابی عبداللہ ع قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذاك ان الانبیاء لم یورثوا درهمًا ولا دینارًا وانما اورثوا احادیث من احادیثهم. الحدیث لانا نقول ان هذا الحدیث رواه ابو البختری وهو من اکذب البریة عند الامامیة کما فی رجال الکشی. ابو البختری اسمه وهب بن وهب بن کثیر بن زمعة ابن الاسود صاحب رسول اللہ ص وهو دباه وقال علی ایضًا قال ابو محمد الفضل بن شاذان کان ابو البختری من اکذب البریة قال ابو العباس وذکر رجل لابی الحسن (الرضا ع) ابا البختری وحدیثه عن جعفر وکان الرجل یکذبه فقال له ابو الحسن علیه السلام لقد کذب علی اللہ وملٰئکته ورسله۔ انتهٰی ملخصًا۔

پس جب ثابت ہوا کہ جناب فاطمہؑ کو ایذا دے وہ ظالم اور ملعون اور ناقص الایمان ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اس سے بیزاری کرنی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور پھر اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا ان کے لیئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں پس ظالم نہ ہدایت یافتہ ہے اور نہ اقتداء اور رہنمائی کے لائق ہے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ حدیث جس سے ابوبکر صاحب نے تمسک کیا ہے وہ کافی کلینی ص۱۷ باب صفۃ العلم میں موجود ہے۔ جو بروایت ابوالبختری امام صادق سے مروی ہے تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں اور وہ اس طرح نہیں کہ انبیاء کے درہم و دینار کے وارث ہوئے بلکہ انبیاء کی احادیث کے وارث ہوئے ہیں آخر حدیث تک (جواب) اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابوالبختری نے روایت کیا اور وہ امامیہ کے نزدیک بڑے جھوٹے آدمیوں میں سے تھا جیسا کہ رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص۱۹۹ میں ہے ابوالبختری کا نام وہب بن وہب بن کثیر بن زمعہ بن اسود صحابی رسول اللہ صلعم ہے۔ اور نبی نے ہی اس کو پالا تھا (زمعہ کو) اور علی راوی بھی کہتا ہے کہ ابو محمد فضل بن شاذان نے کہا ابوالبختری جھوٹے آدمیوں میں سے تھا۔ اور ابو العباس

(بقیہ حاشیہ) شیخین کو ناحق پر سمجھو اور یا پھر نعوذ باللہ اس حدیث کی سزا کا مستحق سمجھو۔ ۱۲ مترجم۔

خف او حافرا وجناح فزاد او جناح و
هی لفظة وضعها للرشید فاعطاه
جائزة سنیة فلما خرج قال الرشید
والله لقد علمت انه کذب علی رسول
الله صلعم۔ الخ۔ (ثم قال) وکان ابو
البختری المذکور قاضی من مدینة النبی ص
ثم ولی قضاء بغداد بعد ابی یوسف
صاحب ابی حنیفة انتهی ملخصًا۔ و
ان سلم فالجواب ان معنی الحدیث
لیس کما زعم بل معناه ان العلماء
لیسوا الورثة الانبیاء فی الدراهم،
والدنانیر وغیرهما بل هم ورثتهم فی
الاحادیث وانما ورثة مالهم هم
الوارثون من الاقربین کما لسائر الناس
وانما قال علیه السلام لرفع شبهتهم،
الواقعة من لفظة ورث الانبیاء واما ما
جاء فی بعض روایاتهم ان ابابکر قال
لفاطمة اعمل کما عمل فیها رسول
الله صلعم فمردود بعلله لما روی فی
سنن ابی داؤد المترجم لوحید الزمان
وفی غیر المترجم والمسند لاحمد مطبوعة
مصر عن جبیر بن مطعم کان ابوبکر
یقسم الخمس نحو قسم رسول الله

روایت کیا اور باسناد خود ابی ہریرہ سے
بیان کیا کہ نبی ص نے فرمایا ہے کوئی سبقت جائز
نہیں (لہو و لعب میں) مگر بغیر سم حیوان کے
یا سمدار میں یا پردار میں۔ اس میں پردار کا لفظ
زیادہ کر لیا جس کو اس نے رشید کے لئے وضع
کیا۔ پس رشید نے ابوالبختری کو ایک سال کا خرچ
انعام دیا جب وہ باہر گیا رشید نے کہا خدا کی
قسم میں جانتا ہوں کہ اس نے رسول اللہ پر جھوٹ
بنایا ہے الخ۔ (پھر کہا) ابوالبختری مدینہ نبی میں
قاضی تھا پھر بعد ابی یوسف شاگرد امام ابی
حنیفہ کے وہی ابوالبختری قضا بغداد کا والی
ہوا انتہی ملخصًا۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ
حدیث موضوع نہیں تو معنے حدیث کا وہ
نہیں۔ جو مخالف نے زعم کیا ہے بلکہ معنے اس
کا یہ ہے کہ علماء انبیاء کے دراہم و دنانیر وغیرہ
میں وارث نہیں بلکہ ان کی احادیث کے وارث
ہیں کیونکہ انبیاء کے مال کے وارث ان کے اقربا
ہیں جیسا کہ باقی لوگوں کے ہیں اور یہ امامؑ نے
واسطے دفع شبہ کے فرمایا جو شبہ لفظ ورثۃ
الانبیاء سے پیدا ہوتا تھا۔ اس طرح کہ علماء
انبیاء کے وارث کس طرح ہو گئے تو امام نے
فرمایا ان کو ہمارے مال کی وراثت نہیں ملتی بلکہ ہماری
غرض اس سے یہ ہے کہ وہ ہماری احادیث کے وارث

لہ نیز یہ معنی ہو سکتا ہے کہ درہم و دینار انبیاء رہ جمع نہیں کرتے اس لئے علماء دراہم و دنانیر میں وارث نہیں
ہوتے صرف ان کی احادیث میں وارث ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سامان ضروری اور اثاث البیت
یا کوئی اراضی یا گھوڑا وغیرہ مویشی کسی قسم کی چیز کے اقارب جو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وارث مقرر فرمائے ہیں انبیاء
کے وارث نہیں ہو سکتے ۱۲ مترجم۔

غیر انہ لم یکن یؤتی قربی رسول اللہ ما کان النبی یعطیہم الحدیث۔ و فی نیل الاوطار باسناد البخاری مثلہ واما ما قالوا ان علیاً اسخط فاطمۃ بخطبۃ بنت ابی جہل فمدفوع بانہ کذب کما فی کنز العمال عن ابن عباس قلت یا امیر المومنین (عمرؓ) ان صاحبنا (علیؑ)

ہوتے ہیں) اور جو بعض روایات اہل جماعت میں آیا ہے کہ ابوبکرؓ صاحب نے جناب فاطمہؑ کو کہا میں فدک وغیرہ اموال میں مثل رسول اللہؐ کے عمل کروں گا تو یہ اس کے اپنے عمل سے ہی مردود ہے چنانچہ سنن ابی داؤد مترجم وحید الزمان مطبوعہ لاہور ص۷۵۳ وغیر مترجم ص۱۰۶ و مسند احمد جلد ۴ ص۸۳ میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ ابوبکر صاحب خمس کو مثل رسول اللہ کے تقسیم کرتے تھے۔

سوائے اس کے کہ اقارب رسول اللہؐ کو جو آنحضرت سے ملتا تھا وہ ابوبکرؓ صاحب نہیں دیتے تھے آخر حدیث تک۔ اور نیل الاوطار جلد ۷ ص۲۸۱ میں باسناد بخاری مثل اس کے مروی ہے۔ اور جو انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے بھی جناب فاطمہؑ کو خطبہ دختر ابی جہل کے سبب سے ناراض کیا تھا یہ اس وجہ سے مدفوع ہے کہ یہ جھوٹ ہے چنانچہ کنز العمال ج ۷، ص۵۳ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے امیر عمرؓ کو کہا اے امیر المومنین تحقیق ہمارا دوست حضرت علیؑ وہ ہے۔

من قد علمت واللہ ما تقول انہ ما غیر ولا بدل ولا اسخط رسول اللہ ایام صحبتہ فقال (عمرؓ) ولا بنت ابی جہل وھو یرید ان یخطبھا علی فاطمۃ قلت قال اللہ تعالیٰ فی معصیۃ آدم ولم نجد لہ عزما۔ و صاحبنا لم یعزم علی اسخط رسول اللہ ولکن الخواطر التی لا یقدر احد دفعھا عن نفسہ الحدیث رواہ زبیر بن بکار فی الموفقیات۔ اقول

جس کو خدا کی قسم تو جانتا ہے کہ نہ اس نے دین میں کوئی تغیر و تبدل پیدا کیا اور نہ اس نے رسول اللہؐ کو کبھی ایام صحبت میں ناراض کیا پس امیر عمرؓ نے کہا کیا اس وقت بھی ناراض نہیں کیا تھا جب اس نے حضرت فاطمہؑ پر دختر ابی جہل کی منگنی کا ارادہ کیا تھا۔ ابن عباسؓ کہتا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ معصیت آدمؑ کے بارہ میں فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کے اس فعل کے لئے عزم مصمم (پختہ نیت) نہیں پایا

[1] کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۵ میں باسناد ابن راہویہ ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے کہ حضرت زہراؑ نے حصہ ذوالقربیٰ ابی بکرؓ صاحب سے طلب کیا تو ابوبکرؓ صاحب نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے فرمایا کہ میری حیات میں ذوالقربیٰ کا حصہ ان کے لئے ہے لیکن میری موت کے بعد ان کے واسطے کچھ نہیں ہے انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذوی القربیٰ کے حصہ کی نسبت بھی زہراؑ نے دعویٰ پیش کیا جس پر ابوبکرؓ نے فرضی اور بناوٹی حدیث سنا کر حصہ ضبط کر لیا نیز دعویٰ ارث آگے

هذا عنه هم واما عند الامامية فلم يثبت خطبته بل اشاع المنافقون خبر ارادة الخطبه عند فاطمة ع فجرى القصة فلما علمت فاطمة ع انه كذب فزال سخطها كما قال الحافظ فى الفتح وانما خطب النبى ص ليشيع الحكم المذكور بين الناس ويأخذ وابه (الى ان قال) وزعم الشريف المرتضى (من الامامية) ان هذا الحديث موضوع لانه من رواية المسور وكان فيه انحراف من على ع الخ۔

تھا پس ہمارے یار (علیؑ) نے بھی رسول اللہؐ کے ناراض کرنے کا قصد نہیں کیا تھا ولیکن جو دل میں خیال پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی آدمی اپنے دل سے دور نہیں کر سکتا ایسا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں رکھتا۔ آخر حدیث تک۔ اس کو زبیر بن بکار نے موفقیات میں روایت کیا ہے۔ (قول مولف) میں کہتا ہوں یہ اہل سنت کے مذہب کے اعتبار سے لکھا گیا ہے لیکن امامیہ کے نزدیک یہ منگنی بالکل ثابت نہیں۔ بلکہ منافقینؒ نے جناب زہراؑ کے پاس بغرض ایذا رسانی یہ غلط خبر پھیلا دی تھی جب سے یہ قصہ جاری ہوا جب بی بی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ غصہ جو شنید پر ان کو پیدا ہوا تھا فرو ہو گیا بلکہ زائل ہو گیا چنانچہ حافظ نے فتح الباری جز ۱۴ صفحہ ۲۹۳ میں کہا ہے کہ نبی ص نے خطبہ محض اس لئے پڑھا تھا تاکہ حکم منع ایذا حضرت فاطمہؑ کا لوگوں میں مشہور ہو جائے (تا اینکہ) شریف مرتضیٰ (عالم مذہب امامیہ) نے زعم کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ یہ روایت مسور سے ہے اور اس میں حضرت علیؑ سے انحراف موجود ہے۔ الخ یعنے مسور حضرت علی کا دشمن تھا۔ الخ۔

(بقیہ حاشیہ) ذوی القربیٰ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۷۸ غرضیکہ ہر طرح زہراؑ نے ابوبکرؓ پر حجت قائم کی اور ابوبکرؓ صاحب برخلاف نصوص قرآنیہ کے اپنی بات پر قائم رہے ۱۲ مترجم۔

۱؎ اور تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۶ مطبوعہ مصر میں ہے۔ وقال ابن عباس فلما قبض الله رسوله رد ابوبكرؓ نصاب القرابة فى المسلمين وكذا فى تفسير النيشاپورى على هامش تفسير ابن جرير جلد ۱ صفحہ ۵ روى ان ابابكر منع بنى هاشم الخمس الخ۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعد وفات نبی صلعم کے حضرت ابوبکرؓ نے حصہ خمس اقربا رسول اللہؐ کا بند کر لیا۔ اور اسی طرح فتح البیان اور درمنثور میں بروایت ابن شیبہ وابن ابی حاتم وابن المنذر کے لکھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روایت دعویٰ جناب زہراؑ کی دربارہ حصہ ذوی القربیٰ اور ابوبکرؓ صاحب کے انکار دینے حصہ کی جو ابن ابی الحدید نے بیان کی ہے صحیح ہے۔ اب محبان ابوبکرؓ صاحب انصاف فرمائیں کہ فدک وغیرہ بطور ورثہ خلیفہ صاحب نے نہ دیا تھا تو حصہ ذوی القربیٰ جو قرآن سے ثابت اور نبی صلعم کا معمول تھا ابوبکر صاحبؓ نے کس بنا پر بند کر لیا؟ ہمیں تو اس کے بغیر کوئی وجہ نہیں معلوم (باقی اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) ہوتی کہ ابوبکرؓ صاحب نے سیاسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے خاندان نبوت کو ناداری اور بے کسی کی حالت میں رکھنا مناسب سمجھا تاکہ ان سے کسی کو چون و چرا کی احکام سلطنت کے برخلاف جرأت نہ ہو سکے۔ دیکھو ترجمہ مولوی نذیر احمد آیت ما افاء اللہ اس کی ذیل میں ترجمہ لکھا ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا ۱۲ مترجم۔

ف۲ اس غلط خبر مشہور ہونے اور حضرت علیؑ کے قصد خطبہ نہ ہونے کو علاوہ امامیہ کے علمار اہل جماعت نے بھی لکھا ہے دیکھو مدارج النبوت مطبوعہ نول کشور ص۵۵ جلد ۲۔ امیر المومنین علی ۱۲ ایں را شنید آمد و اعتذار نمود و گفت یا رسول اللہؐ من نخواستہ ام اورا ونہ گفتہ ام دریں باب حرفے مردم بریں می داشتند۔ الخ۔ اور امامیہ کی کتاب علل الشرائع ص۷۲ باب ۱۴۹ علت دفن زہراؑ بوقت شب میں صادقؑ سے روایت ہے کہ منجملہ اشقیا کے ایک شقی جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گیا اور غلط خبر دی کہ حضرت علیؑ نے دختر ابی جہل سے منگنی کر لی ہے۔ شاید آپ کو خبر نہ ہو۔ جناب سیدہ نے فرمایا۔ کیا تو سچ کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں۔ اس پہ جناب سیدہ کو غیرت آئی اور آپ غمناک ہوئیں (روحبت علی علیؑ یا غضبت کا لفظ نہیں آیا) اور متفکر ہوئیں حتیٰ کہ جناب نبیؐ کو خبر ہوئی اور وہ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لے گئے بحالیکہ حضرت علیؑ زمین پہ سوئے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا قم ابا تراب۔ الخ پھر فرمایا اے علیؑ ابوبکرؓ اور عمرؓ و طلحہؓ کو بلا لاؤ حضرت مرتضیٰ نے ان کو بلایا سب حضرتؐ کی خدمت میں جمع ہو گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ خبردار رہو حضرت فاطمہؑ میری لخت جگر ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی حضرت علیؑ نے عرض کی بالکل بجا ہے حضور صلعم نے فرمایا یہ قصہ جو سنا ہے کس طرح ہے؟ جناب امیرؑ نے عرض کی خدا کی قسم یہ خبر محض غلط ہے۔ میرا کوئی ارادہ نہیں اور نہ میں نے کچھ کہا ہے یہ سنکر جناب فاطمہؑ خوش ہوئیں اور تبسم فرمایا۔ انتہیٰ۔ معلوم ہوتا ہے۔ نبیؐ نے فی الحقیقت یہ خطبہ پڑھ کر حدیث من اغضبہا یا من اذاہا ارشاد فرما کر درحقیقت شیخین کو تنبیہ فرمائی تھی ورنہ بالخصوص ان کے بلانے کی وہاں کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ پس بصورت تعریض حضرت علیؑ کا قصہ بظاہر پیش نظر رکھ کر شیخین کو کنایہ سے تنبیہ فرمائی مگر افسوس کہ انہوں نے اس پہ عمل نہ کیا ۱۲۔ مترجم۔

ف۳ یہی روایت بسند معتبر جلاء العیون ص۱۸۲ میں بھی مروی ہے ۱۲ مترجم۔

مخالف عموم آیات قرآنیہ کے ہے۔ ملاحظہ ہو آیت یوصیکم اللہ سورہ نساء پارہ ۴ اور ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون سورہ نساء پارہ ۵ اور للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا۔ سورہ نساء پارہ ۴ ع ۱۲ اور ورث سلیمان داؤد۔ سورہ نمل پارہ ۱۹ ۔ اور یرثنی ویرث من آل یعقوب سورہ مریم۔ پارہ ۱۶ ان آیات میں کوئی اشارہ بھی کسی فرد و بشر کی تخصیص اور استثناء کے لیئے وارد نہیں ہے البتہ اگر کوئی ترکہ نہ ہو تو اس حالت میں بہ تصریح مما ترک کے وراثت کی چیز نہ ہونے کی وجہ سے کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔ مگر رسول خدا کے لیئے یہ صورت کوئی پیش نہیں کر سکتا کہ آپ کے پاس نہ کوئی گھوڑا تھا نہ اونٹ نہ بکری نہ اثاث البیت وغیرہ تھا۔ پس حدیث متنازعہ چونکہ مخالف حکم قرآن کے ہے اور حسب تصریح ائمہ کے حدیث مخالف قرآن متروک العمل ہوتی ہے لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ دیکھو اصول کافی ص ۳۹ کل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف یعنے جو حدیث موافق کتاب اللہ کے نہ ہو وہ فضول ہے۔ غالباً اس قانون میں محققین اہل جماعت بھی ہمارے شریک ہوں گے۔ اور علاوہ بریں ہمارے قوانین شرعیہ اہل بیت علیہم السلام سے منصوص ہیں۔ جن میں ہے یہ بھی ہے اور اصول اہل جماعت خود ساختہ اور قیاسی ہیں۔ اگر اس میں ہمارے شریک نہ ہوں تو ان کی پرواہ نہیں۔ ثانیاً حدیث عدم توریث انبیاء مشہور مذہب اہل بیت علیہم السلام کے مخالف اور مذہب عامہ یعنی اہل تسنن کے موافق ہے۔ اور ایسی حالت میں بقانون فرمودہ امام علیہ السلام ان روایات پر عمل ہو گا جو مذہب عامہ کے مخالف ہیں۔ اور انہی میں رشد و ہدایت ہے۔ دیکھو اصول کافی ص ۳۹ و احتجاج طبرسی ص ۱۹۲ اور روایت موافق اہل تسنن کو کسی راوی سنی یا تقیہ پر حمل کیا جائے گا۔ دیکھو یہ حدیث بعینہ انہی الفاظ کافی سے بروایت ابن ماجہ سنیوں کی معتبر کتاب خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص ۲۵ میں موجود ہے۔

(۲) حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اور حدیث بھی ایسی مشکوک جس کو محض مدعا علیہ (ابوبکرؓ) مخالف اہل بیت بیان کرتا ہے اس لیئے یہ خبر واحد شاذ یعنے بے شمار احادیث کے مخالف عموم حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ حدیث مانحن فیہ اس پایہ تواتر و مقبولیت کو نہیں پہونچی۔ جس سے ظاہر قرآن و احادیث کثیرہ شہیرہ صحیحہ کو چھوڑ کر اسی خبر واحد پر عمل کیا جائے یا وہ مخصص ہونے کے قابل ہو۔

(بقیہ حاشیہ) زہراؑ کا اپنے مقام پر حق طلب کرنا کیوں پردہ کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ قصہ افک میں بھی حضرت عائشہؓ گھر سے باہر تھیں۔ اسی طرح باقی بیبیوں کا ضرورت شرعیہ کے لیئے باہر جانا معیوب نہیں سمجھا گیا اور جناب زہراؑ کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی میں ہے اور مسجد میں ہی ابوبکرؓ صاحب نے فیصلہ کیا یہ باہر جانا کیا ہے کچھ نہیں!
عہ قصہ مباہلہ کا قرآن کریم گواہ صادق ہے جو فلک النجاۃ میں اسی سوال کے جواب میں ہم لکھ چکے ہیں۔ ۱۲۰ الاثیم عفی عنہ

(۳) احادیث ائمہ علیہم السلام سے جو مخالف اس خبر واحد کے اور مثبت توریث انبیار کی ہیں وہ غیر محدود ہیں بطور نمونہ ہم کتب ذیل کا پتہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر البرہان جلد ۱ صـ۲۱۴ فروع کافی جلد ۳ صـ۵۲ وروضہ کافی صـ۱۱۵ ومن یحضرہ الفقیہ جلد ۲ صـ۲۹۷ وتہذیب جلد ۲ صـ۲۵۶ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال حسن بن حمران قلت لابی عبد اللہ ع من ورث رسول اللہ ص قال فاطمۃ وفی روایۃ ابی جعفر ورث علم رسول اللہ وورثت فاطمۃ ترکتہ۔ دیگر بھی اسی قسم کی احادیث بکثرت ہیں۔ اور اصول اہل سنت میں بھی مذکور ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ومرجح ہوتا ہے جیسا کہ تکبیرات جنازہ کے بیان جلد دوم کتاب ہذا میں لکھا جائے گا۔ اس لئے عمل احادیث مثبتہ توریث پر ہوگا جو باعتبار اصول کے روایت عدم توریث پر مرجح ہیں (۴) قرآن شریف میں ورث سلیمان داؤد اور یرثنی ویرث من ال یعقوب کی تفسیر بعض اہل جماعت نے وراثت مال اور علم دونوں سے کی ہے اور بعض نے وراثت مال سے مگر صرف علم مراد لینا بلا ضرورت صرف عن الحقیقت ہے کیونکہ لفظ وراثت حقیقتاً وراثت مال میں مستعمل ہوتا ہے اور مجازاً کبھی اس سے وراثت علم وغیرہ مراد ہوتی ہے تو بغیر دلیل یقینی کے مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا اور مخفی نہیں کہ کوئی دلیل قوی صارف عن الحقیقت موجود نہیں ہے۔ نیز باب مدینۃ العلم نے ہر دو آیات مذکورہ ثبوت وراثت انبیار کے استدلال میں حضرت ابی بکر رض کے سامنے پیش کی ہیں اور جناب مرتضیٰ ع کا ان سے استدلال کرنا ہمارے مدعا کی تائید میں کافی دلیل اور تمسک کے لئے عروہ وثقیٰ ہیں اور استدلال علی ع کا آیات مذکورہ سے بروایت ابن سعد کنز العمال جلد ۳ صـ۱۳۴ میں مذکور ہے نیز سلیمان کو نبوت وعلم داؤد کی زندگی میں حاصل تھا نہ یہ کہ بعد از وفات داؤد کے ملا دیکھو ولقد اٰتینا داؤد وسلیمان علما۔ سورہ نحل پارہ انیسواں رکوع دوسرا۔ تو ثابت ہوا کہ وراثت وورث سلیمان داؤد میں سے مراد وراثت علم محض نہیں ہے بلکہ وراثت ترکہ مقصود ہے یا دونوں۔ اور اگرچہ کتب تفاسیر اہل سنن میں سلیمان کے بیٹے بعض نے اٹھارہ لکھے ہیں لیکن حسب بیان ظاہر قرآن کے ایک سلیمان ؑ ہی تھے۔ پڑھیئے ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب۔ سورہ ص پارہ تیئسواں رکوع تیسرا۔ اس واسطے وارث سلیمان ہی تھے۔ (۵) غضب جناب معصومہ زہرا ع بلکہ جملہ اہل بیت علیہم السلام کا اور غضب میراث پہ اظہار رنج جو بے شمار روایات میں وارد ہے۔ ثبوت توریث اور عدم حجیت حدیث عدم توریث یعنی لعدیوڈ ثوا کے لئے دلیل واضح ہے اور غضب کا ثبوت بدرجہ شہرت وتواتر مسلم فریقین ہے (۷) تعجب ہے کہ مسئلہ عدم توریث انبیار وارثان نبی ص کے متعلق تھا لیکن سوائے ابی بکر صاحب کے جس کا وراثت نبی ص سے کچھ تعلق نہ تھا۔ کسی پر رسول اللہ ص نے ظاہر نہ فرمایا حتیٰ کہ ازواج نبی ص وامیر عثمان وغیرہ سب

سے پوشیدہ رہا اور جناب زہراؑ کو باوجود قرب وفضائل معلومہ مشہورہ حضرت صلعم نے یہ نہ فرمایا کہ مبادا آپ کو میری وراثت کا خیال پیدا ہو اور رنج کی نوبت پہنچے یہ یاد رکھیے کہ ہم پیغمبروں کی وراثت کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ بجائے اس تقریر کے بطور التزام کے فرمایا کہ جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اسی سے عصمت زہراؑ ثابت ہوتی ہے کہ جیسے رسول پاک کا غضب بے محل اور نفسانیت پر مبنی نہیں ہو سکتا بلکہ حکم شرعی کے مطابق ہوتا ہے اسی طرح جناب زہراؑ کا غضب موافق شرع ہوتا ہے۔ بے محل نہیں ہوتا ورنہ غضب فاطمہؑ کے ساتھ بطور لازم ملزوم نبی صلعم اپنا غضبناک ہونا نہ فرماتے اور نیز اس تقریر عدم توریث کے بجائے بہ تعمیل آیت وآت ذاالقربیٰ حقہ فدک جناب فاطمہؑ کے حوالہ فرما دیا (۷) بصورت فرض وتسلیم حدیث کے حسب قانون مسلم بین الفریقین احادیث مخالفہ سے اس کی تطبیق کی جائے گی تاکہ کوئی بھی ان سے ملغیٰ عن العمل اور متروک نہ ہو۔ اور وہ معنے مراد لیا جائے جو دوسری احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس طرح کہ بیان فضیلت علم میں امام نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں تو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ علماء اموال انبیاء کے کس طرح وارث ہو جاتے ہیں کیونکہ لفظ وراثت سے حقیقتاً وراثت مال مراد لی جاتی ہے۔ لہذا ذہن اسی طرف سبقت سے جاتا ہے۔ اور وہی معنے متبادر ہوتا ہے ایسی حالت میں رفع شبہ کے لیے امام نے فرمایا کہ وراثت سے یہ مراد نہیں جو علماء انبیاء سے دراہم و دنانیر کے وارث ہوں بلکہ ان کو انبیاء سے محض وراثت احادیث کی ملتی ہے اور ترکہ کے وارث مطابق کتاب اللہ کے انبیاء کے اقربا ہی ہوتے ہیں نہ کہ علماء۔ (۸) اب ہم توریث کے تنازع سے قطع نظر کر لیتے ہیں۔ کہ ملے یا نہ ملے مگر پھر بھی اہل جماعت جو حضرات ثلاثہ کو الزام غصب فدک وغضب اہل بیتؑ سے بچانا چاہتے ہیں وہ نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ نبیؐ نے اپنی حیات میں فدک بحق زہراؑ ہبہ فرما دیا جس کا ثبوت متن کتاب میں درج ہے جو اہل انصاف کے لیے کافی ہے مگر اس جگہ چونکہ کتب امامیہ سے رفع تعارض اور تطبیق احادیث ائمہ علیہم السلام مقصود ہے لہذا ہم کتب امامیہ سے ہبہ فدک کا نشان دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر البرہان جلد دوم ص۸۱ و جلد اول ۶۰۲ و تفسیر صافی ص۲۶ و تفسیر مجمع البیان جلد ۲ ص۵۲ و اصول کافی ص۳۵ و امالی شیخ طوسی ص۶۶ و ص۱۰ و صحیفہ رضویہ ص۲۳ باسناد ابن۔۔۔۔ بابویہ فی عیون اخبار الرضا و تفسیر علی ابن ابراہیم قمی ص۳۸۵ و احتجاج طبرسی ص۵۲ و علل الشرائع ص۲۵ و اصول کافی ص۳۵۵ باب الفئ کتاب الحجۃ سب نے بالاتفاق ائمہ علیہم السلام سے روایت کیا کہ آیت وآت ذاالقربیٰ حقہ کے نزول پر جناب رسول خداؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو فدک ہبہ کر دیا اور زہراؑ نے قبضہ بھی کر لیا۔ پھر بعد وفات پیغمبرؐ صلعم کے ابوبکرؓ صاحب نے حضرت زہراؑ کے وکیل یعنے اہل کار کو فدکؓ سے نکال دیا اور دعویٰ جناب فاطمہؑ پر شہادت طلب کی۔ شہادت ادا ہونے پر واپسی کا حکم لکھ دیا جس کا جواب دیا گیا

حدیث اصول کافی / ان العلماء ورثۃ الانبیاء کی تشریح

اس حدیث مندرجہ عنوان کے متعلق اہل تسنن کا اعتراض اور اس کا جواب متن کتاب ہذا میں مختصراً درج ہو چکا ہے مگر ان کے اعتراض کا جواب بدیگر چند وجوہ بھی ہو سکتا ہے جو مزید تشریح کے لیے ذیل میں لکھی جاتی ہیں مگر اس سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ جناب زہراؑ نے اپنے دعاوی سے بچند وجوہ حجت تمام فرمائی ہے کبھی تو جناب امیر المومنین علیؑ کو بھیج دعاوی خود کا اظہار فرمایا۔ اور کبھی خود بنفس نفیس ابوبکرؓ صاحب کے پاس تشریف لے گئیں۔ ان کے تشریف لے جانے پر بعض مخالفین طعن کرتے ہیں کہ معصومہ کا وہاں تشریف لے جانا بے جا معلوم ہوتا ہے مگر ان معترضین کو مباہلہ کا وقت یاد نہ ہوگا جبکہ جناب سیدہ بمعیت جناب رسول خدا صلعم و علیؑ مرتضیٰ و حسنین شریفین ضرورت شرعیہ کے لیے نصاریٰ کے مقابلہ میں تشریف لے گئی تھیں تو اس موقعہ پر دعاوی خود پیش کرنے میں اسی طرح کی ضرورت شرعیہ موجود تھی۔ اور روایات مندرجہ کتاب ہذا سے ثابت ہے کہ بمعیت جناب امیر علیہ السلام تشریف لے گئیں تو اس میں شرعاً کیا مضائقہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جس طرح مباہلہ کے وقت تشریف لے جا کر سیدنا محمد رسول اللہؐ کی نبوت ثابت کر کے مخالفین کا ناحق پر ہونا ظاہر فرما دیا تھا اسی طرح مطالبہ فدک و میراث و حصہ ذوی القربےٰ خلیفہ اول سے کر کے خلافت کا فیصلہ فرما دیا کہ اگر خلافت حقہ ہوتی تو بروئے شرع فیصلہ ناحق نہ ہوتا اور اہل بیت رسول صلعم خصوصاً جناب زہراؑ کو غضبناک کر کے خلیفہ اول و دوم زیر غضب خدا و رسول نہ آجاتے۔ مگر جبکہ خلیفہ اول نے بترغیب خلیفہ ثانی برخلاف حکم ثقلین کے فیصلہ فدک وغیرہ کر دیا اور لخت جگر رسول صلعم کے غضبناک ہونے کی پرواہ نہ کی تو ثابت ہوا کہ ان کو نہ خدا و رسولؐ سے دلی تعلق تھا اور نہ شریعت نبویہ سے واسطہ۔ پھر ان کو قائم مقام و خلیفہ رسول خدا کہنا کب روا ہو سکتا ہے؟

وجوہ جواب حدیث بالا یہ ہیں

۱) راوی حدیث مذکور ابو البختری کا حال کتاب ہذا میں لکھا گیا ہے۔ کہ وہ ضعیف ناقابل احتجاج ہے اور گو کہا جائے کہ یہی مضمون حدیث کا بجز ابو البختری کے بھی مروی ہے لہذا اس کا ضعف اسناد چنداں معتبر نہ ہوگا۔ تو ہم بغرض تسلیم توثیق اسناد کے کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث بمعنے عدم توریث انبیاء و مطلقاً

سلہ حضرت زہراؑ کا سوال فدک پردہ کے خلاف ہونے کا جواب یہ بھی ہے کہ جنگ احد میں بھی حضرت فاطمہؓ نبیؐ کے ہمراہ تشریف لے گئی تھیں اور حضرت عائشہؓ ام المومنین بنت ابی بکرؓ کا جنگ جمل میں سپہ سالار ہو کر جناب علیؑ کے مقابلہ میں لڑنا یاد کریں جنہوں نے حکم قرن فی بیوتکن کی خلاف ورزی کی یہاں پردہ بحال ہے۔ تو حضرت معصومہ

باقی بر صفحہ آئندہ

..... کہ تم نے تو یہ حدیث سن لی اور ہم نے نہ سنی۔ اور ہم کلام خدا پیش کرتے ہیں۔ اور تم اپنا کلام سناتے ہو تو ابوبکرؓ صاحب نے کہا کہ اگر ہبہ کی اور شہادت آپ کے پاس ہے تو لاؤ ورنہ آپ کا کوئی حق نہیں۔ اس پر جناب فاطمہؑ اور دیگر اہل بیت علیہم السلام غضب ناک ہوئے اور ائمہ علیہم السلام کے ہر فرد میں سے اظہار و غضب ہوتا رہا۔ مضمون بالا کتب مذکورہ بالا سب میں مروی ہے کسی میں مفصل کسی میں مختصر مگر مطلب سب کا ایک ہے۔ اور حسب روایات متواترہ ائمہ اہلبیت کے ان کا غضب اور الزام غصب فدک حضرات ثلاثہ پر موجود چلا آیا ہے۔ جس کے لئے ایک سنی عالم کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد دوم ص۱۹ میں باسناد کمال امام جوہری سے مروی ہے۔ وہ روایت کرتا ہے۔ قال داؤد ابن المبارک اتینا عبد اللہ بن موسیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب و نحن راجعون من الحج فسالناہ عن مسائل وکنت احد من سالہ فسألتہ عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال اجیبک بما اجاب جدی عبد اللہ بن الحسن فانہ سئل عنہما فقال کانت امنا صدیقۃ ابنۃ مرسل و ماتت وھی غضبی علیٰ قوم فنحن غضاب لغضبہا (قال ابن ابی الحدید) والصحیح عندی انہا ماتت وھی واجدۃ علیٰ ابی بکرؓ و عمرؓ وانہا اوصت ان لا یصلیا علیہا (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ا ص۳۴۲) وذالک عند اصحابنا من المغفورۃ بہا وکان الاولیٰ بعضہا اکرامہا واحترام منزلہا لکنہما خافا الفرقۃ واشفقا من الفتنۃ ففعلا ما ھو الا صلح بحسب ظنہما۔ الخ۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن موسیٰ امام حسنؑ کے پوتے نے سوال داؤد بن مبارک کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ صاحبان کے بارہ میں وہ جواب دیتا ہوں جو میرے دادا نے دیا تھا یہ کہ انہوں نے فرمایا۔ ہماری والدہ محترمہ صدیقہ اور دختر پیغمبرؐ تھیں۔ وہ جس قوم پر غضبناک ہو کر فوت ہوئیں ہم بھی ان کے غضب کے سبب سے اس تمام قوم پر غضب ناک ہیں (اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں) میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جناب زہراؑ ابی بکرؓ و عمرؓ پر غضبناک فوت ہوئیں۔ اور انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ صاحبان ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (جیسا کہ روضۃ الاحباب جلد ا ص۳۴۲ میں بھی مذکور ہے) پھر علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب اہل جماعۃ کے نزدیک شیخین کا یہ گناہ بخشا جائے گا۔ اگرچہ ان دونوں کے لئے یہ مناسب تھا کہ قدر و منزلت جناب فاطمہؑ کی پاسداری کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختلاف و فتنہ سے ڈر گئے اور جو ان کو زیادہ مناسب معلوم ہوا اس پر عمل کیا۔ الخ۔ (یہ شیخین پر محض خوش اعتقادی ابن ابی الحدید کی ہے)

ایک اور اعتراض کا جواب۔ بعض معترضین کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ ہوتے اپنے عہد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لہ صفحہ ۷۴۱ کا حاشیہ ملاحظہ ہو اس میں صواعق صفحہ ۳۱ طبع مصر سے ابوبکرؓ کا فدک زہراؑ سے چھین لینا مذکور ہے۔ ۱۲ مترجم

خلافت میں فدک پر قبضہ مالکانہ کیوں نہ کر لیا تو اس کے جواب میں ہم دو وجہ سے عرض کرتے ہیں (۱) یہ کہ زمانہ خلافت امیرالمومنین علیہ السلام جس خوف و خطر اور عناد و فساد اور جنگ و جدال سے طے ہوا وہ ناظرین تاریخ سے مخفی نہیں ہے۔ کہ طلحہ و زبیر جیسے بزرگ بقول اہل جماعت بہشت کے بشارت یافتہ بہت تھوڑے عرصہ کے اندر جناب امیر کی بیعت توڑ بیٹھے اور ہر طرف سے اعلان جنگ کی خبریں آنا شروع ہو گئیں اور امہات المومنین سے ایک مشہور بی بیؓ باغیوں کی سردار سپہ سالار ہو کر بر سرپیکار ہو گئیں اور جمل و صفین و نہروان کے مشہور جنگ و فسادات پیش آئے پس جب امام علیہ السلام کو تسلط تام حاصل نہ ہوا۔ اور لوگ مطلق ان کے خلیفہ بنی ہونے کو بھی حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو ایسی حالت میں اگر حضرت علیؑ فدک کو برخلاف سلیقہ خلفاء ثلاثہ کے تقسیم فرماتے یا صرف تصرف ذاتی میں لے لیتے تو تمام لوگ برخلاف ہو کر کہتے کہ جو کچھ اب تک ہوتا رہا ہے اب اس کے برخلاف حضرت علیؑ محض اپنی غرض نفسانی اور دنیاوی لالچ سے اپنے لئے ضبط کر رہے ہیں چنانچہ جناب امیرؑ کی شہادت ابوبکرؓ کے پاس فدک کے بارہ میں گذر رہی تھی اس پر یہی الزام لگایا گیا تھا۔ اور شہادت مقبول نہ ہوئی۔ لہٰذا اس طرح کرنے میں خطرہ تھا کہ کل لوگ فساد اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس کی تائید میں ملاحظہ ہو بخاری مطبوعہ دہلی مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۷ عن ابی

عبیدۃ عن علیؑ قال اقضو کما انتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی۔ یعنے حضرت علیؑ نے فرمایا اسی طرح حکم چلاتے رہو جیسا کہ پہلے کرتے آئے ہو جب تک کہ لوگ ایک جماعت متفقہ کی صورت میں نہ ہو جائیں۔ اور (یا) اس سے پہلے میں بھی اپنے دیگر اصحاب کی طرح فوت ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس واسطے کہ میں اختلاف کو ناپسند رکھتا ہوں۔ فتح الباری میں بشرح اس روایت کے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوعبیدہ اور شریح کی طرف مذکور بھیجا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ اس کے قبل کہ لوگ ان کی خلافت پر متفق ہوں شہید کیے گئے۔ اور اختلاف کو مکروہ سمجھنے سے یہ غرض ہے کہ مخالفت حضرت ابی بکرؓ و عمرؓ میں زیادہ نزاع پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ جس کو بند رکھنا مناسب سمجھا گیا۔ تاکہ لوگ اتفاق کر لیں۔ انتہی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ احکام صحیحہ کو جاری کرنے کی

لہ حضرت علی اصلاح رسوم ناجائز کی جس سبب سے نہیں فرما سکے کتب شیعہ روضہ کافی صفحہ ۲۹۔۳۰ و احتجاج طبرسی صفحہ ۱۲۴ میں مفصل موجود ہے جس کو ہم نے البطال الاستدلال میں لکھ دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔ اور سنیوں کی کتاب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صفحہ ۳۲۷ جلد ۱ و صفحہ ۳۴۳ میں ہے جو تعلیق فلک میں مذکور ہو چکا ہے اور تشریح آیت استخلاف میں بھی آئے گا اور نہج البلاغہ سے بھی اس میں پاؤ گے۔ حتی فلک النجاۃ میں مذکور ہے جناب امیر کا اپنے عہد میں فدک واپس نہ کرنے میں کا سبب ایک یہ بھی ہے جو نہج البلاغہ صفحہ ۲۶۱ میں حضرت علی نے فرمایا لا یعاب المرء بتاخیر حقہ انما

اس واسطے جرأت نہ کر سکے کہ نفع سے نقصان کے بڑھ جانے کا اندیشہ تھا اور اس انتظار میں رہے کہ اگر موت سے پہلے لوگوں کو متفق اور تابع فرمان پایا تو اسلام صحیح کو جاری کر دیں گے۔ مگر افسوس کہ اس سے قبل شہید ہو گئے۔ اصل عبارت بخاری اور فتح الباری کی کتاب غزا کے بیان انعقاد خلافت حضرت ابی بکر میں بہ تفصیل مرقوم ہے:

(۲) یہ کہ فدک امیر عثمانؓ کے عہد سے مروان کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ حضرت علیؑ کو چار رج خلافت میں نہیں ملا تھا جس سبب سے وہ اس پر تصرف نہ فرما سکے۔ بلکہ اگر تصرف کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے تو اس کے واسطے ایک علیحدہ جنگ و جدال پیش آنے کا اندیشہ تھا کیونکہ بنی امیہ کو بنی ہاشم سے قدیمی عداوت تھی اور ان کو پہلے ایک بہانہ مخالفت کے لئے قصاص امیر عثمانؓ کا ہاتھ آ گیا تھا جس سے لوگوں کو اشتعال دے رہے تھے۔ چنانچہ آخر جنگ چھیڑ دی۔ جو بمشکل مصلحت وقت کے لحاظ سے بند کی گئی۔ بس اگر فدک پر بر خلاف سلیقہ حضرات ثلاثہ کے عمل کیا جاتا تو بنی امیہ کو ایک دوسرا بہانہ ہاتھ آ جاتا۔ جس سے حضرت علیؑ پر اتباع اغراض نفسانیہ کی تہمت لگا دیتے ایسے حالات میں یہ ہرگز ممکن نہیں تھا کہ فدک کو مروان کے قبضہ سے نکال کر جناب امیر المومنینؑ اپنے تصرف میں لانے پر جب ہی ہو سکتا تھا کہ سب مسلمان بالاتفاق تابع فرمان امیر المومنین علیہ السلام ہو جاتے اور جمیع احکام کو بسر و چشم منظور کر لیتے۔ اس طرح کہ اگرچہ جناب امیرؑ ثلاثہ کے بر خلاف کیا بلکہ ساری دنیا کے بر خلاف جو حکم دیتے لوگ بسر نگونی تسلیم کر لیتے۔ مگر یہ موقع قطعاً ہاتھ نہ آیا۔ اور نہ ہی تصحیح احکام شرعیہ کی جیسی کہ ہونا چاہیئے تھی نہ ہو سکی۔ چنانچہ ایک دو واقعہ بطور مثال کے لکھے جاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیرؑ لوگوں کے طبائع کا اندازہ کر چکے تھے کہ اگر ان کو کوئی مسئلہ بر خلاف ثلاثہ کے بیان کیا جائے تو اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ مخالفت و فساد میں ترقی کرتے ہیں۔ خیال فرمایا کہ مبادا اس سے ایسی کشت و خون تک نوبت پہونچے کہ اسلام کا نام ہی مٹ جائے۔ اس لئے جس قدر ہو سکے اسی قدر اسلام کی اصلاح و امداد کر دی جائے اور باقی معذوری سے ملتوی رکھی جائے

(بقیہ حاشیہ) یعاب من اخذ لیس لہ۔ یعنی آدمی اپنے حق واپس لینے میں تاخیر کرے تو معیوب نہیں ہوتا جو ناحق کچھ لے لے وہ معیوب ہے غرضیکہ کسی مصلحت سے نہ لینا دیر کرنا معیوب نہیں ۱۲ مترجم۔ ۲؎ انوار اللغۃ پ ۳ ص ۲۷ مطبوعہ بنگلور میں لکھا ہے۔ حضرت علیؑ نے ایک امر کا ارادہ کیا مگر دوسرے امور ان پر آ کر ایسے پڑ گئے جیسے جنگ جمل و خوارج وغیرہ کہ وہ ان سے نہ نکل سکے (سارا خلافت کا زمانہ انہی جھگڑوں میں گزر گیا اور جو تدابیر آپ نے اصلاح دین اور دنیا کے سمجھے سوچے تھے وہ نہ کر سکے انتہی ۱۲ مترجم۔ ۳؎ اس کی تائید ازالۃ الخفار جلد ا ص ۱۱۹ میں ہے و توقف در قول مرتضیٰ مجملہ سبب جدید شافعی، از جہت عدم تمکین است و عدم اجتماع امت بر قول او کہ یکے از اوصاف مؤثرہ است۔ انتہی ۱۲ مترجم
۵؎ قرۃ القار کی طرح حاشیہ بخاری میں مولوی احمد علی سہارنپوری نے جلد ا صفحہ ۴۴۳ میں ناقلاً از لمعات شیخ عبد الحق اور صفحہ

وہ واقعہ یہ ہے۔ قمر الاقمار[۵] حاشیہ نور الانوار کتاب اصول فقہ حنفیہ ص۲۲ میں بروایت بیہقی مرقوم ہے کہ حضرت علیؑ نے شہر کوفہ کے ممبر پر خطبہ میں فرمایا۔ میری رائے امیر عمرؓ کے موافق چلی آئی ہے کہ امہات الاولاد یعنی صاحب اولاد کنیزیں فروخت نہ کی جائیں مگر اب میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ بے شک فروخت کی جائیں۔ حاضرین مجلس سے ابوعبیدہ بولا اور کہا کہ آپ کی جو رائے جماعت کے مطابق ہو وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند اور منظور ہے جو آپ اکیلے ہی فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت علی ع خاموش ہو گئے پھر فرمایا۔ اچھا جو طریقہ چلا آتا ہے اسی طرح کرتے رہو۔ میں اپنے اصحاب کی مخالفت نہیں کرتا۔ انتہیٰ۔ پھر جب فدک بغیر طلب خواہش اور بجز تکلف وتعسر کے بعہد عمر بن عبدالعزیز آل فاطمۃ الزہراءؑ کو واپس ملا تو اس وقت انہوں نے وصول پا لیا۔ کیونکہ ان کا اپنا مال تھا۔ بلا جہد اس کے واپس لینے میں کوئی شرعی مانع نہ تھا۔ مگر حصول فدک کے لئے بعد غصب مکمل کے آل زہراءؑ نے از خود استرجاع بجہد وجہاد کی کوشش نہیں کی۔ جیسا کہ مجالس المومنین وعلل الشرائع سے واضح ہوتا ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

لہ[۵] قمر الاقمار کی طرح حاشیہ بخاری میں مولوی احمد علی سہارنپوری نے جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ میں ناقلاً از لمعات شیخ عبدالحق اور صفحہ ۵۲۶ میں ناقلاً فتح الباری سے لکھا ہے۔ نیز اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۲۷ و منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ میں بتصریح تصحیح موجود ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص۹۳ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۱۳) میں ہے کان عمر اول من نھی بیع امھات الاولاد۔ یعنی اول اول جس نے امہات الاولاد کا بیچنا بند کیا حضرت عمرؓ ہیں۔ یہی وجہ کہ علی کی مخالفت ہو اور شیعہ کی کتاب تہذیب الاحکام جلد ۱ ص۱۳۵ مکرر باب فضل شہر رمضان والصلوٰۃ فیہ میں امام صادق سے مروی ہے کہ امیر المومنین علی ع جب کوفہ میں گئے تراویح کی جماعت ہوتی دیکھی امام حسنؑ کو بھیجا کہ فرادیٰ فرادیٰ یہ نوافل پڑھو جماعت سے نہ پڑھو تو لوگوں نے چیخنا شروع کیا کہتے تھے وا عمراہ وا عمراہ آہ عمر کہاں گیا تیری سنت کو اب ترک کر رہے ہیں یہ شور وغل سن کر خوف فتنہ سے علی ع نے فرمایا جانے دو جیسے پڑھتے ہیں پڑھنے دو۔ ۱۲ مترجم۔

فصل - فی بیان علم امیر المومنین علی علیہ السّلام - (رب زدنی علما) اعلم ان اللہ تعالےٰ امرنا بطلب الھدایۃ الی الصراط المستقیم لکونہ تعالیٰ علیہ بقولہ ان ربی علےٰ صراط مستقیم و لکون نبیہ علیہ بقولہ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم ولھدیہ الیہ بقولہ انک لتھدی الی صراط مستقیم و ان اللہ لھادی الذین اٰمنوا الی صراط مستقیم وذا لایحصل بدون العلم ومن اجل ذٰلک امر اللہ نبیہ قل رب زدنی علما اعز اللہ العلم واھلہ۔

قال یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات وقل ھل یستوی الذین لا یعلمون وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وقد اشھد اللہ تعالیٰ علےٰ وحدانیتہ اھل العلم واشرکھم فی ھذہ المرتبۃ العظیمۃ والدرجۃ الکریمۃ بشھادتہ وشھادۃ ملائکتہ فھذا من اعظم درجات العلماء واکبر کمالاتھم کما قال عز اسمہ شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط الاٰیۃ۔ بالجملۃ فی فضائل العلم دفاتر لا تکاد تحصےٰ فالحاصل ان الھدایۃ موقوفۃ علے العلم فاو علم اھدے فھواحق بالاتباع کما قال عز اسمہ

فصل - علم امیر المؤمنین علی علیہ السّلام کے بیان میں - (رب زدنی علما) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو طلب ہدایت صراط مستقیم کے لئے حکم دیا ہے - کیونکہ اللہ تعالےٰ صراط مستقیم پر ہے جیسا کہ حکایۃً عن الرسول فرمایا بالتحقیق میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے اور نبیؐ بھی اسی صراطِ مستقیم پر ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تحقیق تو ضرور پیغمبروں میں سے ہے - اور تو صراطِ مستقیم پر ہے اور رسول کی ہدایت صراط مستقیم کی طرف ہے چنانچہ فرمایا تو اے نبی صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مومنین کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے - اور یہ صراط مستقیم بدون علم کے حاصل نہیں ہو سکتا - اور اسی لئے اللہ تعالےٰ اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ تو دعا کر کہ یا رب میرے علم میں ترقی دے اور اللہ تعالےٰ نے علم اور اہل علم کو عزت بخشی ہے - اور فرمایا اللہ تعالےٰ ایمان والوں کے مدارج اور اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے بلند کرتا ہے - اور فرمایا اے نبیؐ تو کہہ کہ جاننے والے کیا نہ جانتے والے کے برابر ہو سکتے ہیں (یعنے عالم جاہل کے برابر ہرگز نہیں) اور فرمایا اللہ تعالےٰ سے صرف علما ہی ڈرتے ہیں - اور بتحقیق اللہ تعالےٰ نے اپنی توحید پر اہل علم کو گواہ رکھا ہے - اور اس درجہ بزرگ اور مرتبہ عظیم میں

ؔ استیعاب بر اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۰ میں باسناد ابن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہا نو حصے علم کے حضرت علیؑ کو عطا ہوئے اور دسواں کل آدمیوں کو پھر اس دسویں حصے میں بھی جناب علی شریک ہیں۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ میں بروایت ابن سعد حضرت عائشہ سے مروی ہے کہا بعد نبیؐ کے سب سے زیادہ عالم سنت نبیؐ کے حضرت علیؑ تھے - ۱۲ مترجم

افمن يهدى الى الحق احق ان يتبع امن
لايهدى ومن اجل منه تعالى انه جعل
لكل قوم هاد فعلينا ان نتفحص الاعلم من
هو بعد النبیؐ حتیٰ نتبعه ونهتدى بهداه
بحسن توفيق الله تعالىٰ والله يهدى من
يشاء الى صراط مستقيم فلما ارينا وجدنا
وعلمنا علم اليقين انه هو علی
ابن ابی طالب وقد استنبط بعض
الاذكياء من مقطعات القرآنية
بعد حذف التكرار صراط علیؑ
حق نمسكه فانه اجادوا فادو وقد
قال النبیؐ ان تومروا عليا ولا
اراكم فاعلين تجدوه هاديا مهديا
ياخذ بكم الصراط المستقيم رواه احمد
فی مسنده وروى ابوداؤد والحاكم
والحاكم والطبرانى والخطيب عن حذيفة
فی جواب السائل الا تستخلف عليا قال
ان استخلفتموه ولن تفعلوا ذلك ...
يسلك بكم الطريق وتجدوه هاديا مهديا
وسياتى انشاء الله مستوفیٰ وبعده ای
بعد علی ذريته عليهم السلام بنص
من سبق لمن لحق فلنذكر حال علمه۔
قال السيوطى فی الدر اخرج ابن
مردويه وابن جرير وابو نعيم فی
المعرفة والديلمى وابن عساكر وابن
النجار قال لما نزلت انما
انت منذر۔

انہیں کو شریک فرمایا۔ کہ اپنی اور فرشتوں کی اور
علماء کی گواہی رکھی ہے جو کہ بڑے درجات اور عظیم
کمالات علماء سے ہے جیسا کہ فرمایا۔ گواہی دیتا ہے اللہ
تعالےٰ اس کی کہ کوئی لائق عبادت سوائے اللہ تعالےٰ
کے نہیں۔ اور فرشتے اور جو علم رکھتے ہیں وہ بھی
اس کے گواہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ عدل سے انتظام رکھنے
والا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فضائل علم کے بہت دفاتر ہیں
جو احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ
ہدایت علم پر موقوف ہے۔ پس جو سب سے زیادہ
عالم و عارف شریعت ہو گا وہی بڑا ہدایت یافتہ ہو
گا اور وہی زیادہ مستحق پیروی کے ہے جیسا کہ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے۔ کیا جو حق کی راہنمائی کرتا ہے وہ
مستحق متابعت کرنے کے ہے یا وہ جو خود بھی ہدایت
یافتہ نہ ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے بڑے احسانات
ہے کہ اس نے ہر قوم کے لیے ایک ہدایت کرنے
والا مقرر فرمایا ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ بعد
النبی سب سے زیادہ عالم کی جستجو کریں۔ جس
کی متابعت سے۔ طریق خدا و رسول و حسن توفیق
خدا حاصل ہو۔ اور اللہ تعالےٰ جسے چاہے صراط
مستقیم دکھا دیتا ہے۔ جب ہم نے بغور دیکھا
علم الیقین سے معلوم کیا کہ بعد نبیؐ کے سب سے
زیادہ علم والے جناب علی بن ابی طالب ہیں
اور بر تحقیق بعض ذکی الطبع علماء نے مقطعات
قرآنیہ سے بعد حذف تکرار کے جو استنباط کر کے
عبارت صراط علیؑ کا حق ہے ہم اس کو محکم پکڑتے
ہیں۔ کو نکالا ہے انہوں نے بہت اچھا سمجھا ہے
اور فائدہ پہنچایا ہے۔ اور نبیؐ نے فرمایا اگر تم حضرت

علیؑ کو امیر بناؤ مگر میں نہیں جانتا کہ تم اُسے بناؤ گے۔ اگر بناؤ گے تو اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ تم کو صراطِ مستقیم پر چلائے گا۔ اس کو احمد نے اپنے مسند میں روایت کیا اور ابو داؤد اور حاکم اور طبرانی و خطیب نے حذیفہ سے سائل کے جواب میں آنحضرت صلعم سے روایت کیا۔ جب سائل نے عرض کی یا نبی اللہؐ کیا آپ حضرت علی کو خلیفہ نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا اگر اس کو خلیفہ بناؤ تو یہ تم کو راہِ حق پر چلائے گا اور اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ لیکن میں تم کو بنانے والا نہیں دیکھتا اور عنقریب اس حدیث کا مکمل بیان آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور سب سے زیادہ علم والے بعد حضرت علیؑ کے اُنہی کی اولاد سے بعض سابق برائے لاحق ہیں۔ لہٰذا اب ہم حضرت علیؑ کے علم کا حال بیان کرتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے در منثور جلد ۴ ص۴۵ میں لکھا ہے۔ ابن مردویہ و ابن جریر و ابو نعیم معرفۃ میں اور دیلمی و ابن عساکر و ابن بخار نے روایت کیا کہ جب آیت انما انت منذر۔ الخ۔

ولکل قوم ھاد وضع رسول اللہ ص یدہ علی صدرہ قال انا المنذر ووضع یدہ الی منکب علیؑ فقال انت الھادی یا علیؑ بک یھتدی المھتدون من بعدی وھکذا ذکر الفخر الرازی فی الکبیر وھکذا فی جامع البیان و فتح البیان و ابن کثیر وروح المعانی والنیشاپوری رووہ عن عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط والحاکم وصححہ قال اللہ عز اسمہ قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب قال اکثر المفسرین انہ علیؑ کما فی الدر۔ ایضاً قال تعالیٰ وتعیھا اذن[1] واعیۃ فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن

اُتری یعنی تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر کام کے واسطے ایک راہنما ہوتا ہے۔ تو رسول اللہؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پاک پر رکھا اور فرمایا میں ڈرانے والا ہوں۔ اور اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت علیؑ کے مونڈھے کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ میرے بعد تیرے ساتھ ہدایت پائیں گے۔ اور اسی طرح فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ ص۲۸۳ میں بیان کیا۔ نیز اسی طرح تفسیر جامع البیان و فتح البیان و تفسیر ابن کثیر و روح المعانی و نیشاپوری میں ہے۔ اور نیز اس کو عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبیؐ تو کہہ دے کہ ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔

---

[1] تفسیر آیت تعیھا اذن واعیۃ۔ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۸۲ و تفسیر طبری جلد ۲۹ صفحہ ۳۱ میں نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا اس آیت کے نزول کے وقت میں نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ علیؑ کے کان ایسے بنا دے پس علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے جو کچھ سُنا کبھی فراموش نہیں ہوا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں ہے۔

اس کے الفاظ یہ ہیں۔ یا علی فانت اذن واعیۃ لعلمی رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ والمعرفۃ المقدسی فی المختارہ وابن مردویہ اور اسی طرح درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔ مفردات راغب اصفہانی بر حاشیہ نہایہ جلد ا صفحہ ۱۳۷ میں ہے قال انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ای بہ یتوصل الیہ۔ یعنی حضرت نے فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اس کا معنے یہ ہے کہ ذریعہ علم نبی تک رسائی ہو سکتی ہے اور حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۵۱ - بیان خلافت علیؑ میں لکھا ہے۔ ومناقبہؑ کثیرۃ جدًا یکفی قولہ صلعم انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ وفیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ قولہ انا ابوالحسن وکان رضی اللہ عنہ یقول ھذہ الکلمۃ عند الاخذ فی بیان قضیۃ تشکل علی غیرہ وھو یعلمہا ولذلک جری کلامہ ھذا مجری المثل حتی قالوا قضیۃ ولا ابا حسن لہا ای ھذہ قضیۃ مشکلۃ ولیس ھناک من یبینہا کما کان یفعل ابوالحسنؑ الذی ھو علی بن ابی طالب انتہیٰ۔ یعنی مسائل مشکلہ کے حل کرنے کے وقت حضرت علی فرماتے تھے میں ابوالحسن ہوں اسی واسطے ضرب المثل ہو گئی جب کوئی مقدمہ مشکل پیش آتا ہے لوگ کہتے ہیں قضیہ مشکلہ پیش آیا ہے اور ابوالحسن بھی موجود نہیں جو حل کرتے اور ابوالحسن علی ہیں۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ واستیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۶ میں حدیث نبی صلعم میں علی اکثرہم علماً وارد ہے جس کو ابن جریر نے صحیح کہا ہے اور اسی کے صفحہ ۳۹۸ میں خیر امتی اعلمہم علماً وارد ہوا ہے۔ تو بہ فرمان پیغمبر حضرت علیؑ کل صحابہ سے اعلم وافضل ثابت ہوئے استیعاب بر اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۰ میں ہے عطاء سے پوچھا گیا کیا کوئی صحابہ میں حضرت علیؑ سے اعلم تھا اس نے کہا بالکل نہیں خدا کی قسم۔ اور حضرت عائشہ سے باسناد خود روایت کیا فرماتی ہیں کہ جناب علیؑ سب لوگوں کی نسبت سنت رسولؐ کے اعلم یعنی زیادہ عالم ہیں۔ اور تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۱۱۶ وصواعق صفحہ ۷۶ طبع مصر میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے اور استیعاب صفحہ مذکورہ میں عبد اللہ سے باسناد خود روایت کیا کہا اہل مدینہ میں سب سے اعلم فرائض کے علیؑ ہیں۔ جب ہماری نقل کردہ روایات سے ثابت ہوا کہ قرآن کے اعلم اور سنت رسولؐ کے اعلم واقدم واقضا واشجع حضرت علی ہیں تو خلیفہ نبی وامام خلق بھی وہی ہو سکتے ہیں دوسرا کوئی صحابی اس قابل نہ تھا کیونکہ دشمن و دوست دین میں سب امیرؑ کے محتاج تھے۔ اور مطالب السئول صفحہ ۱۳ و نور الابصار طبع مصر صفحہ ۶۸ میں حضرت علیؑ کو بطین کہنے کی وجہ یہ بیان ہوئی کہ علم و حکمت سے ان کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ اور انوار اللغۃ وحید الزمان پ ۲ طبع احمدی لاہور صفحہ ۵۸ طبع بنگلور صفحہ ۷۷ میں ہے حدیث انا دار العلم وعلی بابہا (ترجمہ کے بعد لکھا) گھر میں آدمی دروازہ ہی سے آسکتا ہے جو اور اوپر سے آجائے وہ چور اچکا ہے۔ اس طرح پکا علم وہ ہے جو آنحضرت صلعم کے اہل بیعت یعنی حضرت علیؑ اور آپ (کی اولاد) کے ذریعہ سے علم حاصل کرے اہل بیت کی رائے اور اجتہاد کو دوسروں

کی رائے اور اجتہاد پر مقدم رکھے۔ انتہیٰ (یہی ہمارا مدعا و مذہب ہے) ۱۲ مترجم۔ (حاشیہ ختم)

ابی حاتم والواحدی عن بریدۃ مرفوعًا لعلی انی امرت ان ادنیك واقصیك وان اعلمك وان تعی وحق لك ان تعی وحق لك ان تعی قال فنزلت تعیها اذن واعیۃ وکذا رواہ سعید بن منصور وابن جریر وابن منذر۔

اور نیز وہ گواہ کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں۔ کہ مراد اس سے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ حضرت علی ہیں۔ جیسا کہ درمنثور میں ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آیات اور مسائل شرعیہ کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ رکھتے ہیں۔ سبب نزول اس آیت کا لباب النقول جلد ۲ صـ ۱۲۱ بر حاشیہ جلالین و درمنثور جلد ۶ صـ ۲۶۰ میں اس طرح لکھا ہے۔ ابن جریر

اور ابن ابی حاتم اور واحدی نے بریدہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ رسولؐ نے حضرت علی کو فرمایا تحقیق مجھے خدا کی طرف سے اس کا حکم ملا ہے کہ تمہیں اپنا مقرب بناؤں اور تجھ سے بیان کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو محفوظ رکھے اور تیرا حق ہے کہ تو محفوظ رکھے۔ بریدہ کہتا ہے اس پر یہ آیت اُتری کہ اس کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اس کو سعید بن منصور اور ابن جریر و ابن منذر و

وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وابن النجار وابونعیم فی الحلیہ کما فی الدر۔ وفی حجۃ اللہ البالغۃ کان علی لا یشاور غالبًا۔ وفی کنز العمال مرفوعًا قال صلعم انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب رواہ العقیلی وابن عدی والطبرانی والحاکم وابن جریر عن ابن عباس وابن عدی والحاکم عن جابر وروی ابونعیم فی المعرفۃ عن علی الی بابھا۔

و ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ ابن عساکر و ابن نجار و ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔ جیسا کہ درمنثور جلد ۶ صـ ۲۶۰ میں ہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ صـ ۱۳۹ میں ہے۔ کہ جناب علیؑ اکثر کسی سے مشورہ نہیں لیتے تھے۔ (یعنی عالم ہونے کی وجہ سے ان کو یہ ضرورت نہ تھی) اور کنز العمال جلد ۶ صـ ۱۵۲ میں ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ پس جو علم سیکھنا چاہے چاہیئے کہ وہ دروازہ سے آئے۔ اس کو عقیلی و ابن عدی و طبرانی و حاکم نے و ابن جریر نے ابن عباس سے اور

وفیه قال ابن جریر هذا خبر عندنا صحیح[1] سنده وصححه الحاکم والخطیب وقال الحافظ ابن حجر فی لسانه هذا الحدیث له طرق فی فتوی هذا الحدیث اخرجه الحاکم فی المستدرک وقال انه صحیح وخالفه ابن الجوزی فذکره فی الموضوعات وقال انه کذب والصواب اخلاف قولهما معا ان الحدیث من قسم الحسن وهذا هو المعتمد فی ذلک وقال السیوطی وقد کنت اجیب بهذا الجواب دهرًا الی ان وقفت علی تصحیح ابن جریر لحدیث علی فی تهذیب الآثار مع تصحیح الحاکم لحدیث ابن عباس فاستخرت الله و جزمت بارتقاء الحدیث من مرتبه الحسن الی مرتبه الصحة والله اعلم۔ انتهی ملخصاً۔ وفی العبقات عن توضیح الدلائل للقسطلانی واعلم ان الباب سبب لزوال الحائل والمانع من الدخول الی البیت فمن اراد الدخول

ابن عدی و حاکم نے جابر سے روایت کیا۔ ابونعیم نے معرفت میں حضرت علی سے لفظ بابہا تک روایت کیا اور کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں ہے (بعد روایت حدیث انا مدینة العلم کے) ابن جریر نے کہا۔ اس حدیث کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔ (تا اینکہ کہا) فتوے اس حدیث کے بارے میں لکھا حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے۔ مگر ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی اور اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا۔ اور کہا یہ جھوٹ ہے۔ اور (فی الحقیقت) صواب ہر دو قول کے خلاف ہے۔ اس طرح کہ یہ حدیث قسم حسن سے ہے اور ... (میرے نزدیک) اس باب میں یہی قول معتبر ہے اور سیوطی کہتا ہے میں بھی کچھ زمانہ تک یہی جواب (حدیث کے حسن ہونے کا) دیتا رہا حتیٰ کہ میں ابن جریر کی تصحیح اس حدیث پر مطلع ہوا جو اُس نے حدیث حضرت علیؑ مروی تہذیب الآثار پر لکھی بمعہ تصحیح حاکم کے جو اُس نے حدیث ابن عباس پر لکھی پس مَیں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور میں نے یقین کر لیا کہ حدیث مرتبہ حسن سے فائق مرتبۂ صحت پر پہنچ چکی ہوئی ہے (یعنی صحیح ہے) واللہ اعلم۔ انتہیٰ ملخصاً۔ من کنز العمال۔ اور عبقات میں توضیح الدلائل

ینابیع ۔ ص ۳۱۲

[1] الحاوی للفتاوی للسیوطی طبع مصر جلد ۲ ص ۳۰ حدیث انا مدینة العلم و علی بابها اخرجه الترمذی من حدیث علی والطبرانی والحاکم وصححه من حدیث ابن عباس وحسنه الحافظان العلائی وابن

واتی البیوت من غیر ابوابها
شق وعسر علیه دخول
البیت فهکذا من طلب العلم
ولم یطلب ذالک من
علیؑ وبیانه فانه لا یدرک المقصود
فانه رضی الله کان صاحب
علم وعقل وبیان وربما
کان عالما ولا یقدر علی البیان
والافصاح وکان علی مشهور
من بین الصحابة بذالک ثم
قال وکان باجماع الصحابة
مرجوعا الیه فی علمه موثوقا
بفتواه وحکمه والصحابة
کلهم یراجعونه مهما اشکل
علیهم ولا یسبقونه ومن
هذا المعنی قال عمر لولا علیؑ
لهلک عمر - انتهی - وفی شرح
المواقف لولا علی لهلک عمر -
وفی الصواعق المحرقة اخرج
البزار والطبرانی فی الاوسط
عن جابر بن عبدالله والطبرانی
والحاکم والعقیلی فی الضعفاء
وابن عدی عن ابن عمر و
الترمذی والحاکم عن علیؑ
مرفوعا انا مدینة العلم وعلیؑ
بابها وفی روایة من اراد العلم
فلیات الباب وفی اخری عند الترمذی

قسطلانی سے منقول ہے۔ جاننا چاہیئے کہ دروازہ
زوال مانع دخول کے واسطے ہوتا ہے۔ پس جو
دخول کا ارادہ کرے اور دروازہ کے بغیر گھروں
میں آنا چاہیئے اُس پر گھر کا داخلہ مشکل ہوگا۔
پس اسی طرح جس نے علم کو بدون حضرت علی
کے طلب کیا اور ان سے نہ لیا وہ مقصود کو نہیں
پہنچ سکتا۔ کیونکہ جناب علیؑ صاحب علم وعقل و
بیان تھے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عالم
ہوتا ہے مگر بیان اور فصاحت پر قادر نہیں ہوتا
لیکن حضرت علی صحابہ میں علم وعقل وفصاحت
بیان میں مشہور تھے۔ (پھر کہا) حضرت علم میں
باجماع صحابہ خواص وعوام کے مرجع تھے اور
اُن کا فتویٰ معتمد ہوتا تھا اور کل صحابہ حضرت
مُرتضیٰ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوکر
ہر مشکل مسئلہ کی نسبت پوچھتے تھے۔ اور
حضرت علی کے حکم سے سبقت لے جانے کی جرات
نہ کرسکتے تھے۔ اور اسی معنیٰ سے حضرت عمر نے
کہا اگر جناب علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔
انتہیٰ۔ اور شرح مواقف صہ۶۳ میں بھی لولا علیؑ
لہلک عمر مروی ہے۔ اور صواعق محرقہ صہ۷۳ میں
بزار وطبرانی نے اوسط میں جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی
وحاکم وعقیلی وابن عدی نے ابن عمر سے اور
ترمذی وحاکم نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت
کیا کہ آنحضرت نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور
حضرت علی اس کا دروازہ ہے اور دوسری روایت
میں ہے جو علم کا ارادہ کرے اس کو چاہیئے کہ دروازہ
سے آوے۔ اور ترمذی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ

عن علیؑ انا دار الحکمۃ و علی بابھا
و فی اخری عند ابن عدی علیؑ
باب علمی و قال فی آخرہ و صوب
بعض محققی المتاخرین المطلعین علی
الحدیث انہ حدیث حسن۔
و فی تاریخ الخلفاء اخرج
الترمذی والحاکم عن علیؑ
مرفوعاً انا مدینۃ العلم و
علیؑ بابھا۔ ھٰذا حدیث حسن
علی الصواب۔ اقول لعل السیوطی
وتب جمع الجوامع بعد تاریخ
الخلفاء لانہ بعد مزید تحقیقہ
لھٰذا الحدیث افتیٰ بصحۃ ھٰذا
فی الجمع وحسنہ فی التاریخ کما
من اقول قد ادعی ابن الحجر
فی الصواعق والسیوطی فی
تاریخ الخلفاء حدیث انا مدینۃ
العلم و علی بابھا وقالوا رواہ
الترمذی ونسخۃ الترمذی
التی فی ایدینا لم یوجد فیھا
بھذا اللفظ بل وجد فیھا انا
دار الحکمۃ و علیؑ بابھا ونا ھیک بھما
انھما حافظان ثقتان فی الحدیث وکفیٰ
بھما قد وۃً واماماً فعلم ان

کہ آنحضرت نے فرمایا میں دارِ حکمت ہوں اور
علی اُس کا دروازہ ہے۔ اور حضرت علی کی دوسری
روایت میں جو ابن عدی نے بیان کی ہے یہ ہے
کہ آنحضرت نے فرمایا علی میرے علم کا دروازہ
ہے۔ اور آخر میں ابن حجر مکی لکھتا ہے کہ بعض
محققین متاخرین سے جو اس حدیث کے حال پر
مطلع ہوئے ہیں اسی کو حق سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث
حسن ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صد ۱۱۶ میں ہے۔
ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت
کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور
حضرت علیؑ اُس کا دروازہ ہے اور یہ حدیث
قول صواب پر حسن ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں
غالباً سیوطی نے جمع الجوامع کو تاریخ الخلفاء کے
بعد تالیف فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں مزید
تحقیق کے بعد علامہ سیوطی نے حدیث کے صحیح
ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء میں
اس لیے حسن ہونے کا فتویٰ دیا تھا جیسا کہ گذرا
ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں۔ ابن حجر نے
صواعق میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں
حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابھا کو روایت کرکے
لکھا کہ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی
کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اُس میں یہ حدیث
ان الفاظ سے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اُس میں ان
الفاظ سے ہے انا دار الحکمۃ و علی بابھا۔ اور یہ

لہ استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صد ۳۸ میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے قال انا مدینۃ
العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیاتہ من بابہ ۱۲ مترجم۔

ھٰذا من خیانۃ المعاندین وھو یوھم اسقاط احادیث مناقب اھل البیت علیھم السلام۔ فی العبقات قال المنادی فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔

دونوں محدث حافظ اور حدیث میں ثقہ اوسیع النظر ہیں تیرے لئے کافی گواہ ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اقتدار اہل جماعت کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک وہ حدیث کے امام ہیں پس اس سے مخالفین کی خیانت معلوم ہوتی ہے کہ سنن ترمذی سے ان الفاظ حدیث کو انہوں نے نکال دیا ہے۔ اور اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ مناقب اہل بیت کی احادیث اس کے سوا کچھ اور بھی خارج کردی گئی ہوں تو کوئی تعجب نہیں۔ عبقات میں ہے منادی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر۔

لہ حدیث انا مدینۃ العلم ترمذی سے خارج کی گئی ہے اور ایسی خیانت علماء اہل تسنن بہت کتب میں کرتے رہتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر علی قاری تین مطابع کی ہم نے دیکھی ہے۔ جس میں بحث امامت وخلافت موجود ہے مگر مصری طبع کی جدید طبع شدہ میں یہ بحث ایسی طرز سے نکالی گئی ہے کہ صاف نکل ہوئی عبارت کا کھوج مل جاتا ہے۔ اور دیوان حافظ سے اشعار ولایت وخلافت حضرت علیؑ کے اور ان کے وصی ہونے کے نکالے گئے ہیں۔ نسخ جدید وقدیم شرح فقہ اور دیوان حافظ دونوں کے میرے پاس موجود ہیں۔ اس سے بھی بڑی شہادت روایت علامہ شبلی نعمانی کی پیش کی جاتی ہے۔ کتاب سفرنامہ روم ومصر وشام مرتبہ مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرسۃ العلوم علیگڈھ مطبوعہ قومی پریس دہلی ۱۳۰۹ھ صنہ بیان حالات قسطنطنیہ میں لکھا ہے۔ "البتہ کتابوں کے چھپنے کے متعلق یہاں جو روک ٹوک ہے وہ کس قدر اعتراض کے قابل ہے۔ یہاں عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی قدیم یا جدید چھاپنا چاہتا ہے تو پہلے وہ کتاب معارف کے سرشتہ میں پیش کی جاتی ہے وہاں معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہے۔ اس صیغہ کے عہدہ دار کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں اور ان کی رپورٹ کے متعلق بعض اوقات کتاب کا چھاپنا روک دیا جاتا ہے یا اس میں حک واصلاح کی جاتی ہے۔ اس قاعدے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض لوگ کتابوں کے چھاپنے میں نہایت بد دیانتی کرتے تھے مثلاً بیروت میں عیسائیوں نے (الفاظ الکتابیہ) جو چھاپی اس میں جہاں جہاں قرآن پاک کی آیتیں تھیں اور اسلامی طریقے کے موافق عنوان کے طور پر قال اللہ یا کما فی القرآن المجید مناسب جگہ بدل کر قیل یا کما قال القرآن بنادیا حالانکہ کسی مسلمان کے قلم سے قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے اس سے زیادہ یہ کہ انہیں عیسائیوں نے قرآن مجید کا ایک انتخاب چھاپا ہے اور جہاں جہاں کسی آیت میں عیسائی روایتوں کے خلاف کسی واقعہ کا ذکر ہے قوسین میں لکھ دیا ہے،

(حاشیہ چلا آرہا ہے۔) کہ غلط ہے اور صحیح یوں ہے، بے شبہ ایک اسلامی سلطنت اس قسم کے تصرفات کا تحمل نہیں کرسکتی اور یہی سبب ہے کہ سلطنت کی طرف سے کتابوں کے شائع ہونے کے وقت نہایت احتیاط اور تفتیش سے کام لیا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل اس کا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے یہ صیغہ تحریف وتبدل کی روک کی غرض سے قائم ہوا تھا۔ مگر بعض اوقات اس نے خود تحریف وتغیر پر عمل کیا ہے میرے سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد نسفی چھپ رہی تھی معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلم زد کر دی تھی جس میں خلافت کی بحث ہے اور "الائمۃ من قریش" کی حدیث مذکور ہے مطبع والے نے مجبوراً اسی قلمزد نسخہ کو چھاپا میں نے اصل نسخہ جس پر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھ کو یاد ہے کہ اس وقت میں رنج اور غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا ان لوگوں نے یہ تحریف بخیال خود سلطان کی ہوا خواہی کے جوش میں کیا ہو گا لیکن حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتے۔ انتہی من عینہٖ ۱۲ مترجم۔

فی شرح ھٰذا الحدیث فان المصطفٰی المدینۃ الجامعۃ لمعانی الدیانیات کلھا ولابد لھا من باب فاخبران بابھا ھو علیؑ فمن اخذ طریقہ دخل المدینۃ ومن اخطاہ اخطأ طریق الھدٰی وکذا قال فی التیسیر وفیہ قال ابن الاثیر الجزری فی اسد الغابۃ بعد ذکر علم علیؑ ولہ فی ھٰذا اخبار کثیرۃ نقتصر علٰی ھٰذا. منھا ولو ذکرنا ما سألہ الصحابۃ مثل عمر وغیرہ لاطلنا.

وذکر النووی فی تھذیب الاسماء وسؤال کبار الصحابۃ ورجوعھم الٰی فتاواہ واقوالہ فی المواطن الکثیرۃ والمسائل

اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ مصطفٰے شہر معانی ودیانیات سب کا جامع ہے اور اس (شہر) کے لیے ضروری ہے کہ کوئی دروازہ ہو پس نبیؐ نے خبر دی ہے کہ اس کا علیؑ دروازہ ہے۔ پس جس نے علیؑ کا طریقہ اختیار کیا وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اور جو اس سے بھول گیا اس نے ہدایت کا رستہ گم کیا۔ اور اسی طرح تیسیر میں ہے۔ اور عبقات جلد ۲ ص۱۵۱ میں ہے۔ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں بعد ذکر علم علیؑ کے لکھا اس کے لئے بہت احادیث ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اگر ہم وہ سب مسائل لکھیں جو صحابہ نے مثل امیر عمر وغیرہ کے حضرت علیؑ سے پوچھے تو ہم کو بہت طول دینا پڑے گا۔ اور نووی نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کا سوال کرنا اور علیؑ کے فتاوی کی طرف رجوع کرنا اور بہت

المعضلات مشهور كذا قال شهاب
الدين احمد فى توضيح الدلائل و
عبدالحق الدهلوى فى اسماء
الرجال انتهى۔ وقال القارى
فى شرح الفقه الاكبر والمعضلات
التى سأله (عليًا) كبار الصحابة[له]
ورجعوا الى فتواه فيها فضائل
كثيرة شهيرة تحقق قوله
عليه السلام انامدينة العلم و
علىٌ بابها وقوله عليه السلام
اقضاكم علىٌ وفى ارجح المطالب
اخرج البزار عن جابر بن عبدالله
والعقيلى وابن عدى عن ابن
عمر والطبرانى عن كليهما و
الحاكم عن علىٌ قالوا قال رسول
الله ص انامدينة العلم وعلى بابها
وزاد البغوى فى رواية علىٌ و
الطبرانى فى رواية ابن عباس
مرفوعًا فمن اراد العلم فليأت
من بابها وصححه الحاكم و
رواه الجماعة وحسنه
الحافظان العلائى وابن الحجر

مواقع اور مسائل مشکلہ میں علی کا بیان فرمانا مشہور
ہے۔ اسی طرح شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل
میں۔ اور عبدالحق دہلوی نے اسماء الرجال میں
ذکر کیا ہے۔ انتہیٰ۔ اور علی قاری نے شرح فقہ
اکبر ص۱۱۳ مطبوعہ ہندو پریس میں کہا ہے۔ اور جو
مسائل مشکلہ بڑے بڑے صحابہ نے حضرت علیؑ سے پوچھا
اور انہوں نے اُس کے فتاوی کی طرف رجوع
کیا ان اوصاف میں بڑے مشہور اور بہت فضائل
ہیں جو فرمان رسول اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔
میں شہر علم کا ہوں اور اُس کا دروازہ علی ہے۔
اور فرمان نبوی کی کہ تمہارا اچھا فیصلہ کرنے والا
علی ہے۔ اور ارجح المطالب ص۱۲۳ میں ہے۔
بزار نے جابر بن عبداللہ سے اور عقیلی اور ابن
عدی نے ابن عمر سے اور طبرانی نے دونوں سے
اور حاکم نے علی اور ابن عمر سے اور بغوی اور
ابو نعیم نے علی سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ
رسول اللہؐ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ
اُس کا دروازہ ہے۔ اور بغوی نے زیادہ کیا
روایت علی میں اور طبرانی نے روایت ابن عباس
میں یہ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا پس جو علم کا ارادہ
کرے چاہیئے کہ وہ دروازے سے آئے۔ اس کو حاکم
نے صحیح کہا اور جماعت محدثین نے روایت کیا

لہ عبداللہ بن عباس نے کہا مجھ کو جو قرآن کا علم ہے وہ علیؑ کے مقابلہ (علم کے) ایسا نکلا جیسے ایک چھوٹا پانی کا گڑھا سمندر کے بازو ہو (کہاں سمندر اور کہاں ایک گڑھا) اب جو لوگ علم میں شیخین کو علی پر فضیلت دیتے ہیں۔ ان کو عبداللہ بن عباس کے جو قرآن اور حدیث کے بڑے عالم تھے اس قول میں غور کرنا چاہیئے۔
(از انوار اللغۃ پ۴ ص۳۶ طبع بنگلور) ۱۲ مترجم لعبیدہ۔

العسقلانی۔ انتہی۔ و وافق الطبرانی
ابن مردویه کذا فی اللآلی المصنوعة[1]
وکذا روی الخطیب باسانید۔
قوله و حسنه الحافظان کذا فی
تعقبات السیوطی فی موضوعات
الشوکانی و رواه ابن حبان
عن ابن عباس ایضًا مرفوعًا
فیه فمن اراد الدار فلیأتها من
قِبَل بابها۔ و فی اسناده الخطیب
جعفر بن محمد البغدادی
وهو متهم الخ ثم قال واجیب
عن ذلك بان محمد بن
جعفر البغدادی العبدی
قد وثقه یحیی بن معین واما
الصلت الهروی (الذی قیل انه
هو وضعه) قد وثقه ابن
معین والحاکم و قد سئل یحیی
عن هذا الحدیث فقال صحیح
واخرجه الحاکم فی المستدرک
وحسین بن فهم ثقة وقال
صحیح الاسناد وقال ابن حجر
هذا من قسم الحسن قال الشوکانی
هذا هو الصواب وله طرق اخری

اور اس کو دو حافظوں علائیؒ اور ابن حجر عسقلانی نے حسن کہا۔ انتہیٰ۔ اور طبرانی کے موافق ابن مردویہ نے بھی بیان کیا جیسا کہ اللآلی المصنوعہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۷۰/۱۷۱ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح خطیب نے چند اسانید سے روایت کیا اس کا قول دو حافظوں علائیؒ اور ابن حجر نے اس کو حسن کہا اسی طرح تعقبات سیوطی صفحہ ۶۹ میں بھی لکھا ہے۔ جو اُس نے موضوعات ابن جوزی پر لکھی ہے۔ اور موضوعات شوکانی صفحہ ۱۱۸ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن حبان نے ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا۔ اور اس میں ہے۔ جو علم کے گھر میں آنے کا ارادہ کرے چاہیئے کہ وہ دروازہ کی جانب سے آئے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتوا البیوت من ابوابها یعنی گھروں میں اُن کے دروازہ کے راستہ سے آؤ) اور اس روایت کی اسناد میں خطیب جعفر بن محمد بغدادی ہے اور وہ متہم ہے۔ الخ۔ پھر کہا مگر اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ محمد بن جعفر بغدادی عبدی کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور صلت ہروی جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔ بالتحقیق ثقہ ہے۔ جیسا کہ ابن معین اور حاکم نے اُس کی توثیق کی ہے۔ اور یحییٰ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا اُس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے

[1] لآلی مصنوعہ صفحہ مندرجہ میں بہت اسانید سے یہ حدیث مروی ہے اور تحسین و تصحیح حدیث و توثیق ابوالصلت وغیرہ رواۃ کی بیان کی ہے۔ اور فمن اراد العلم فلیأت الباب اور فلیأته من بابه اور من قبل بابها سب الفاظ کی روایات لکھی ہیں اور شواہد بیان کئے ۱۲ مترجم۔

ذکرها صاحب اللآلی وغیره
قال القاسم بن عبد الرحمن
الانباری سألت یحیی عن هذا
الحدیث فقال هو صحیح - وفی
اللآلی رواه ابن مردویه من
طریق الحسن بن محمد عن
قیس عن الشعبی عن علیؑ
وایضاً رواه بلفظ انا مدینة
الفقه - وفی ارجح المطالب من
الباب الثالث عن علیؑ قال علمنی
رسول الله صلعم الف باب
من العلم فتح لی من کل باب[۲]
الف الف باب (اربعین الرازی)
عن ابی الحازم قال جاء
رجل الی معاویة فسأله عن مسئلة
فقال اسئل عنها علیاً -

اور حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا
اور حسین بن فہم کو ثقہ کہا اور اس حدیث کو
صحیح الاسناد لکھا ہے۔ اور ابن حجر نے کہا ہے کہ
یہ حدیث قسم حسن سے ہے۔ شوکانی نے کہا کہ
یہی صحیح ہے کہ حدیث کو حسن کہا جائے۔ اور اس
کے چند طرق اور بھی ہیں۔ جن کو صاحب لآلی
مصنوعہ نے جلد ۲ صـ۱۷۱ میں اور دوسروں نے
بھی بیان کیا ہے۔ اور لآلی میں ہے قاسم بن عبدالرحمن
انباری نے کہا میں نے یحییٰ سے اس حدیث کی نسبت
پوچھا اس نے کہا کہ صحیح ہے۔ نیز لآلی میں ہے اس
کو ابن مردویہ نے طریق حسن بن محمد سے اس نے
جریر سے اس نے محمد بن قیس سے اس نے شعبی سے
اس نے علی سے روایت کی ہے۔ اور نیز اس کو اس
عبارت سے روایت کیا کہ میں فقہ کا شہر ہوں اور
علی اس کا دروازہ ہے۔ انتہی۔ اور ارجح المطالب
صـ۱۳۴ باب تیسرے میں حضرت علی مروی ہے کہا

[۲] اسی طرح لآلی مصنوعہ سیوطی جلد ا صـ۱۹۳ میں با اسناد مروی ہے نیز تفسیر کبیر جلد ۲ صـ۶۵۳ بذیل آیت
ان اللہ اصطفٰی آدم پ۳ میں ایضاً جلد ۵ صـ۶۰۶ میں اسی طرح ہے۔ اور اشعار حسان بن ثابت مندرجہ
فلک بیان ایمان علی ایضاً معاویہ وعمر کا مشکل قضیہ میں حضرت علیؑ سے دریافت کرنا دیکھو۔ اور نہایہ ابن
اثیر جلد ۲ صـ۱۱۹ میں ہے قال عمر اعوذ باللہ من معضلة لیس لها ابو حسن وقال معاویة
معضلة ولا ابا حسن۔ اسی طرح انوار اللغۃ پ۱۸ صـ۱۳۵ میں ہے۔ اور مفردات راغب اصفہانی بر
حاشیہ نہایہ جلد ۴ صـ۲۱۴ میں ہے قال صلعم لعلیؑ انت اخی ووارثی قال وما ارثك قال ما ورثت الانبیاء
قبلی کتاب اللہ وسنتی۔ یعنی نبیؐ نے علیؑ کو فرمایا تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔ علیؑ نے عرض کی کس چیز کا آپ کے
وارث ہوں فرمایا جس کا میں انبیاء سابقین کے وارث ہوں۔ یعنی کتاب خدا اور میری سنت کا تو وارث ہے۔
۱۲ مترجم۔

فهو اعلم فقال يا امير المؤمنين جوابك فيها احب الیّ من جواب علیّ قال بئس ما قلت لقد كرهت رجلا (الیٰ ان قال) وكان عمر اذا اشكل عليه شئ اخذ منه رواه احمد وفيه عن جابر مرفوعًا علیؓ عيبة (خزانہ) علمی اخرجه ابن عدی والمتقی فی كنز العمال. وفی تاريخ الخلفاء اخرج الحاكم وصححه قال علی بعثنی رسول الله ص الی اليمن فقلت يا رسول الله بعثنی وانا شاب اقضی فيهم ولا ادری ما القضاء فضرب صدری بيده ثم قال اللهم اهد قلبه وثبت لسانه فوالذی فلق الحبة ما شككت فی قضاء بين الاثنين وكذا فی المشكوٰة رواه الترمذی وابو داؤد وابن ماجة وفی ارجح المطالب وازاد والبزار وابو يعلیٰ وابن حبان والحاكم با

مجھے رسول اللہؐ نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی اور ہر باب سے ہزار باب کھل گیا۔ (اربعین رازی) اور ابی حازم سے روایت ہے کہا ایک آدمی معاویہ کی طرف آیا اور اُس سے ایک مسئلہ پُوچھا معاویہ نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھو وہ زیادہ عالم ہے اُس شخص نے کہا۔ یا امیر المومنین مجھے اس میں تیرا جواب علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے بُرا کہا (تا اینکہ کہا) اور امیر عمر کو جب مشکل مسئلہ پیش آتا تھا تو علیؑ سے پوچھ لیتا تھا۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور اسی کے ص ۱۲۶/۱۲۷ میں جابر سے مرفوعاً مروی ہے کہ علی میرے علم کا خزانہ ہے اس کو ابن عدی نے اور متقی نے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲ میں ہے حاکم نے روایت کی اور اس کو صحیح کہا کہ حضرت علی نے فرمایا مجھے رسول اللہؐ نے یمن کی طرف بھیجا تھا اور میں نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے آپ بھیج رہے ہیں اور میں جوان آدمی ہوں لوگوں کے اندر فیصلہ کروں گا اور چنداں واقف نہیں ہوں پس رسول نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا اور فرمایا یا اللہ اس کے دل کو سیدھی راہ دکھا اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو اُگایا کہ پھر مجھے کبھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرنے کے وقت شک نہیں ہوا۔ مشکوٰۃ ص ۳۱۷ میں بروایت ترمذی وابی داؤد وابن ماجہ کے اسی طرح روایت کیا ہے۔ نیز ارجح المطالب ص ۱۲۰ میں اسی طرح ہے۔ اور زیادہ کیا کہ بزار و ابو یعلیٰ وابن حبان و

خلاف یسیر۔ وعن ابی هریرة
قال قال عمر ابن الخطاب
علی اقضانا واخرج ابن
سعد و فی نسخة وابن
عساکر عن ابن مسعود
قال کنا نتحدث ان اقضی
اهل المدینة علیؑ وکذا
فی الصواعق وحدیث بعثه
الی الیمن ذکر فی معارج
النبوة ایضاً۔ وزاد لاجرم در
علم بمرتبہ رسید کہ حضرت صلعم فرمود کہ
اقضاکم علی۔ وعن ابن
عباس قال عمر اقرءنا
أبی واقضانا علی رواه البخاری
والنسائی وابن الانباری
فی المصاحف والحاکم
والبیهقی فی الدلائل کذا
فی الدرر زاد فی الکنز العمال
والدار قطنی فی الافراد و
ابو نعیم فی المعرفة و
البیهقی فی الدلائل۔ وفی
الفتح اما قوله اقضانا علیؑ
فورد فی حدیث مرفوعٍ
ایضاً عن انس رفعه اقضی
امتی علی ابن ابیطالب
اخرجه البغوی

حاکم نے معمولی اختلاف الفاظ کے ساتھ اس کو
روایت کیا۔ اور ابوہریرہ سے مروی ہے۔ عمر
بن خطاب نے کہا حضرت علی ہم سب سے
اچھے فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (کذا فی استیعاب
جلد۳ ص۳۸/۳۹ باسانید) اور ابن سعد نے اور بہ
نسخہ دیگر اور ابن عساکر نے ابن مسعود سے روایت
کیا۔ ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ سے
سب سے اچھا فیصلہ دینے والا حضرت علی ہے۔ اور
اسی طرح صواعق ص۷۶ و استیعاب جلد۳ ص۳۹
میں ہے۔ اور حدیث یمن کے بھیجنے کی معارج
النبوۃ رکن ۴ ص۳۹ میں بھی مذکور ہے۔ اور
زیادہ کیا کہ ضرور علم میں حضرت علی اس مرتبہ
پر پہنچے کہ سرور عالم صلعم نے فرمایا کہ تم میں سب سے
بڑا قاری قرآن کا ابی بن کعب ہے اور سب سے زیادہ
قضا کا صحیح فیصلہ دینے والا حضرت علی ہے۔ اس
کو بخاری نے جزء ۴ ص۱۱۲ میں اور نسائی و
ابن انباری نے مصاحف میں اور حاکم اور بیہقی
نے دلائل میں روایت کیا۔ جیسا کہ در منثور جلد۱
ص۱۰۴ میں ہے۔ اور کنز العمال میں زیادہ لکھا ہے
کہ دار قطنی نے افراد میں و ابو نعیم نے معرفۃ میں
اور بیہقی نے دلائل میں بھی اس کو روایت کیا۔
اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء ۴ ص۱۱۷
میں ہے۔ لیکن اس کا قول کہ قضا میں ہم سب سے
حضرت علی زیادہ ہے پس حدیث مرفوع میں انس سے
وارد ہوا ہے۔ انس نے نبی علیہ السلام سے روایت
کی کہ میری امت کے سب لوگوں سے زیادہ صحیح فیصلہ
کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ اس کو بغوی

وعن عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن النبی ص۔ و فی ارجح المطالب عن انس بن مالك عن النبی ص انہ قال اقضی امتی علی ابن ابیطالب (المصابیح) ولنعم قال من قال واجاد المقال ؎ امام المسلمین بلا ارتیاب + امیر المؤمنین بوتراب + نبی اللہ ص خازن کل علم + علی ع للخزانۃ مثل باب + فی اعلام الموقعین عن رب العلمین لابن القیم الحنبلی عن عبد الکریم و ابی بکر قالا جمیعًا ان عمر کان یشك فیھا (ای فی قضیۃ القاتلین لمقتول واحد) حتی قال لہ علی ع الخ ای علمہ بالدلائل۔ و فی تاریخ الخلفاء وارجح المطالب وفیہ باب رابع وزاد اخرجہ ابن مردویہ والدیلمی واخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ام سلمۃ مرفوعًا علی ع مع القرآن والقرآن مع علی ولا یفترقان حتی یردا علی الحوض۔

نے روایت کیا۔ اور عبد الرزاق معمر سے روایت کرتا ہے وہ قتادہ سے۔ اس نے نبیؐ سے اسی طرح روایت کی ہے۔ اور ارجح المطالب ص۱۳۶ میں انس بن مالک سے مرفوعًا روایت ہے۔ نبیؐ نے فرمایا میری امت میں سب سے اچھا قاضی علیؑ بن ابی طالب ہے (مصابیح) اور اچھا کہا جس نے کہا اور خوب بات کہی کہ مسلمین کا امام بلاشک و شبہ امیر المؤمنین ابوترابؑ ہے۔ کیونکہ نبیؐ ہر علم کا خزانہ ہے اور حضرت علی اس خزانہ کا دروازہ ہے۔ اعلام الموقعین عن رب العلمین مؤلفہ ابن قیم حنبلی کے ص۳۳ میں عبد الکریم وابی بکر سے مروی ہے دونوں نے کہا امیر عمر کو شک تھا کہ ایک مقتول کے دو قاتل ہوں تو کس طرح فیصلہ کرے حضرت علیؑ نے اس کو سمجھایا اور دلائل سے تعلیم دی کہ اس طرح کیا جائے۔ لہ اور تاریخ الخلفاء ص۱۱۷ اور ارجح المطالب و ص ۱۳۹/۲۳۴ باب ۴ میں بزیادت روایت ابن مردویہ و دیلمی کے ہے اور طبرانی نے اوسط و صغیر میں ام سلمہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ حتی کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ ازالۃ الخلفاء جلد ا ص۱۵۳ میں ہے۔ حضرت مرتضیٰ نے فرمایا یہ قرآن خاموش ہے اور میں قرآن بولنے والا ہوں۔

لہ لوگوں کے جواب میں عاجز ہو کر امیر المؤمنین کے محتاج ہوتے تھے مگر پھر بھی اپنے تئیں امیر المؤمنین وامام المسلمین کہلانے سے نہیں شرماتے تھے ۱۲ مترجم۔

فی ازالۃ الخفاء حضرت مرتضیٰ فرمود کہ
ایں قرآن قرآن صامت است و من قرآن
ناطقم۔ فی الصواعق المحرقۃ و
تاریخ الخلفاء و کنز العمال والا
تقان والشرف المؤبد و شرح
المواقف وغیرھا اخرج ابن
سعد عن علی قال واللہ ما
نزلت اٰیۃ الا وقد علمت فیم
نزلت واین نزلت وعلیٰ من
نزلت ان ربی وھب لی قلبا
عقولا ولسانا ناطقا واخرج
ھو وغیرہ عن ابی الطفیل قال
قال علی سلونی عن کتاب اللہ
فانہ لیس من اٰیۃ الا وقد
عرفت بلیل نزلت ام بنہار
ام فی سھل ام جبل الخ
وکذا فی کنز العمال وکذا فی
الشرف المؤبد وکذا فی ارجح
المطالب۔ فی کنز العمال عن علی
انہ خطب الناس فحمد اللہ واثنیٰ
علیہ وصلی علیٰ نبیہ ثم قال
معاشر الناس سلونی[۲] قبل ان تفقدونی
ویقولھا ثلاث مرات الحدیث۔ فی الصواعق
اخرج عن سعید بن المسیب قال لم
یکن احد من الصحابۃ۔

اور صواعق محرقہ ص۷۶ طبع مصر و تاریخ الخلفاء
ص۱۳۶ و کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۶ و تفسیر اتقان
طبع مصر جلد ۲ ص۱۸۷ والشرف المؤبد ص۱۱۳ و شرح
مواقف ص۳۸۴ وغیرہ میں ہے کہ ابن سعد نے علیؑ
سے روایت کیا۔ کہا اللہ کی قسم ہے کوئی آیت
ایسی نہیں اُتری جس کا مجھے علم نہ ہو کہ کس کے
حق میں اُتری ہے۔ اور کہاں اُتری اور کس پر
اُتری ہے بالتحقیق میرے رب نے مجھے دل سمجھنے
والا اور زبان بولنے والی بخشی ہے۔ اور اسی ابن
سعد وغیرہ نے ابی الطفیل سے روایت کیا ہے کہ
حضرت علی فرماتے تھے مجھ سے کتاب اللہ کی
آیات کا سوال کرو ایسی کوئی آیت نہیں جو مجھے
معلوم نہ ہو۔ کہ رات میں اُتری یا دن میں۔ نرم
نرم زمین میں یا پہاڑوں میں اور اسی طرح کنز
العمال جلد ۱ ص۲۲۸ والشرف المؤبد ص۵۸ و ارجح
المطالب ص۱۳۲ میں ہے۔
اور کنز العمال جلد ۷ ص۲۶۶ میں حضرت علی
سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے خطبہ پڑھا
اور خدا کی حمد و ثنا اور درود محمد مصطفیٰ
صلعم پر پڑھ کر فرمایا اے گروہ لوگوں کے
مجھ سے میرے فوت ہو جانے سے پہلے
سوال کرو۔ اس کو تین بار فرمایا۔ آخر حدیث
تک۔ اور صواعق ص۷۶ میں سعید بن مسیب
سے مروی ہے کہا سوائے جناب علی
کے صحابہ سے ایسا کوئی نہ تھا جو یہ

[۲] مطالب السؤل ص۸۱ میں حضرت علیؑ سے منقول ہے فرمایا سلونی عن طرق السموٰت فانی اعلم
(البقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بها من طرق الارض وكان قد افاض الله عليه لباس التطهير۔ یعنی مجھ سے آسمان کے حالات پوچھو زمین کے حالات کی نسبت میں آسمانی حالات کا زیادہ جاننے والا ہوں اور خدا نے حضرت مرتضیٰ پر لباس تطہیر کا فیضان بھی فرمایا۔ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ ص۶۰۶ میں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

يقول سلونى الا على و فى شرح العوارف قال على سلونى عما دون العرش كما فى شواهد النبوة و هكذا فى تاريخ الخلفاء وهكذا فى ارجح المطالب۔ اخرجه احمد و البغوى۔ وفى كنز العمال وهو (علیؑ) يقول سلونى قبل ان تفقدونى فانى لا اسئل عن شئ دون العرش الا اخبرت عنه رواه ابن النجار۔ وكذا فى الشرف المويد۔ وفى نهج البلاغة فاسئلونى قبل ان تفقدونى فوالذى نفسى بيده لا تسئلونى عن شئ فيما بينكم وبين الساعة (الى ان قال) الا انبأتكم الخ۔ وفى الاتقان فمنهم من رتبها على النزول وهو مصحف علیؑ

کہے جو چاہو مجھ سے پوچھو[1] اور شرح عوارف میں ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اخبار عرش کے بغیر جو چاہو مجھ سے پوچھو بیان کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ شواہد النبوۃ ص۱۵۹ میں ہے۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ اور ارجح المطالب ص۱۲۵ میں بروایت احمد و بغوی کے ہے۔ اور کنز العمال جلد۶ ص۴۰۵ میں ہے۔ جناب علیؑ فرماتے تھے اس وقت سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ گے بغیر عرش کے جو چاہو ہم سے پوچھو میں تمہیں خبر دونگا۔ اس کو ابن نجار نے روایت کیا۔ اور اسی طرح الشرف المويد ص۱۱۲ میں ہے۔ اور نہج البلاغۃ ص۹۵ طبع ایران میں ہے، مجھ سے قبل اس سے سوال کرو کہ مجھے نہ پاؤ گے۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری روح ہے۔ کہ تمہارے اور قیامت کے درمیان جو چیز ہے تم مجھ سے سوال کرو سب کی خبر میں تم کو دے سکتا ہوں۔ اور اتقان سیوطی ص۶۲ جلد۱ میں ہے پس ان میں سے بعض صحابہ نے قرآن کو

[1] كذا فى الاستيعاب على الاصابه جلد ۳ ص۴۰ باسناده وكذا فى شرح نهج البلاغة لابن ابى الحديد جلد۲ ص۱۶۵ وقال روى صاحب كتاب الاستيعاب وهو ابو عمر محمد بن عبد البر عن جماعة من الرواة والمحدثين قالوا لم يقل احد من الصحابة سلونى الا علیؑ کنز العمال جلد۱ ص۲۲۸ میں خطبہ علیؑ ان الفاظ سے مروی ہے فوالله لا تسئلونى عن شئ يكون الى يوم القيامة الا حدثتكم سلونى عن كتاب الله روایت بالا الخ فرمایا خدا کی قسم کسی چیز سے قیامت تک جو ہونے والا ہے ہم سے پوچھو تو بتا سکتا ہوں اور کتاب اللہ سے پوچھو تو بھی الخ ۱۲ مترجم

وفیہ قال علی لما مات رسول
اللہ صلعم آلیت ان لا آخذ علی
ردائی الا لصلوٰۃ جمعۃ حتیٰ اجمع
القرآن[2] وفیہ قال ابن حجر[3] و
قد ورد[4] عن علیؑ انہ جمع القرآن
علےٰ ترتیب النزول عقب موت
النبیؐ اخرجہ ابن ابی داؤد
وکذا فی الفتح وکذا فی تاریخ
الخلفاء[5] وزاد قال محمد بن سیرین
لو اصیب ذٰلک الکتاب کان فیہ
العلم وفیہ قال علیؑ رایت کتاب اللہ
تزاد فیہ فحدثت نفسی ان لا
البس ردائی الا الصلوٰۃ حتی اجمعہ
وفیہ قال ابن ابی جمرۃ عن علیؑ
انہ قال لو شئت ان اوقر سبعین[6]
بعیراً من تفسیرام القرآن لفعلت۔
فی المیزان الکبریٰ للشعرانی
قال الامام علیؑ

تنزیل کے طریق پر ترتیب دی تھی اور وہ علیؑ کا مصحف تھا۔ اور اسی کے صـ۵۹ جلد۱ میں ہے کہ علیؑ نے فرمایا جب رسول فوت ہوئے میں نے حلفیہ طور ضروری قرار دیا کہ جمعہ کی نماز کے سوا اپنے کاندھے پر چادر نہ لوں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لو چنانچہ میں نے جمع کر لیا۔ اور اسی کے صـ۷۲ میں ہے حافظ ابن حجر نے کہا حضرت علیؑ سے وارد ہوا ہے کہ انہوں نے قرآن کو نبی کی وفات کے بعد ترتیب نزول پر جمع فرما لیا تھا اس کو ابن ابی داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح فتح الباری پر جز ۹ صـ۴۲ اور تاریخ الخلفاء صـ۱۲۶ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ محمدؐ بن سیرین نے کہا ہے۔ اگر یہ کتاب الٰہی علی کی جمع کی ہوئی ترتیب نزول کے مطابق ملتی تو اس سے بڑا علم حاصل ہوتا۔ اور اسی اتقان کے صـ۵۹ میں ہے علی نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ قرآن میں زیادتی کی جا رہی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں ٹھان لی ہے کہ سوا نماز کے میں چادر نہ پہنوں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ اور اسی اتقان جلد ۲ صـ۸۶ میں ہے، ابن ابی جمرہ نے علی سے روایت کی علی نے فرمایا نو ستر اونٹ کا بوجھ صرف تفسیر سورت فاتحہ سے بیان کر سکتا ہوں۔ میزان کبریٰ علامہ شعرانی جلد ۱ صـ۹۲ طبع مصر میں ہے۔ امام حق علی

---

[1] کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۳ صـ۴۰ باسناد وکذا فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۲ صـ۱۷۵ وقال روی صاحب کتاب الاستیعاب وھو ابو عمر محمد بن عبد البر عن جماعۃ من الرواۃ والمحدثین قالوا لم یقل احد من الصحابۃ سلونی الا علیؑ کنز العمال جلد ۱ صـ۲۲۸ میں خطبہ علیؑ ان الفاظ سے مروی ہے فواللہ لا تسألونی عن شئ یکون الی یوم القیامۃ الا حدثتکم سلونی عن کتاب اللہ روایت بالا الخ فرمایا خدا کی قسم کسی چیز سے قیامت تک جو ہونیوالا ہے ہم سے پوچھو تو بتا سکتا ہوں اور کتاب اللہ سے پوچھو تو بھی الخ ۱۲ مترجم [2] مجموعہ ثلاث رسائل عبدالحی لکھنوی کے رسالہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ) اقامۃ الحجۃ صہ میں ہے کہ علی بن ابیطالب تمام قرآن مجید کو ایک دن میں آٹھ دفعہ ختم فرماتے تھے۔ جیساکہ بعض شارحین بخاری نے بیان کیا ہے ۱۲ مترجم۔

سہ اتقان کے جلد ا صہ میں ہے کہ ابن اُشتہ نے مصاحف میں بسند صحیح محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ ابوبکر فوت ہوا اور قرآن کو جمع نہ کیا اور امیر عمر مقتول ہوا مگر قرآن کو جمع نہ کیا۔ ابن اُشتہ کہتا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ مراد اس کی یہ ہے کہ شیخین کو سارا قرآن یاد نہیں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد جمع مصاحف کی ہے۔ انتہیٰ۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ بالاتفاق شیخین کو سارا قرآن یاد نہیں تھا۔ اسی سے موازنہ اوصاف معلوم ہو جاتا ہے زیادہ طول کی ضرورت نہیں ۱۲ مترجم۔

سکہ فی فتح الباری جلد ۹ صہ وتقدم عن علی انہ جمع القرآن علی ترتیب النزول عقب موت النبیؐ یعنے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ علیہ السلام نے قرآن کو بعد وفات نبیؐ کے نزول کے مطابق جمع کیا ۱۲ مترجم۔

ھہ اسی طرح صواعق محرقہ صہ ۷۶ مطبوعہ مصر اور کنز العمال جلد ا صہ ۲۸۳ میں باسناد ابن سعد ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صہ ۱۱۳ میں ہے۔ (علیؑ) احد من جمع القرآن وعرضہ علی رسول اللہ یعنی علی نے قرآن کو زمانہ رسول خداؐ میں جمع کیا اور رسولؐ کے سامنے پیش کیا۔ ایضاً حاشیہ ہہ فتح الباری جلد ۹ صہ ۳۷ میں ہے۔ حضرت علی نے مصحف کو ترتیب نزول پر جمع کیا تھا اول اس کا سورۃ اقرأ پھر مدثر پھر ن والقلم پھر مزمل پھر تبت پھر تکویر پھر سبح اسی طرح پہلے مکی پھر مدنی جمع کی تھیں۔ ۱۲ مترجم۔

لہ اسی طرح عمدۃ الابحاث فی وقوع الطلاق الثلاث (کتاب مذہب حنفیہ) صہ ۲۰ میں تفسیر رحمانی سے منقول ہے اور اس طرح بعینہ احیاء العلوم غزالی طبع نول کشور جلد ا باب ہشتم فصل ۴ صہ ۵۹/۱۶۳ کے کتاب قواعد العقائد میں لکھا ہے اس میں حضرت علیؑ سے یہ بھی روایت کیا فرمایا واشار الی صدرہ ان ھٰھنا علوماً جمًّا (کثیراً ومجتمعاً) لو وجدت لھا حملۃ حضرت علی نے اپنے سینہ عزیزہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں علوم کثیرہ کا ذخیرہ ہے اگر مجھے اس کے اٹھانے والے ملتے۔ اسی طرح مطالب السئول صہ ۱۲ میں ہے ۱۲ مترجم۔

لو شئت لاوقرت لکم ثمانین بعیرا من علوم النقطۃ التی تحت الباء فی الشرف المؤبد عن ابن عباس قال قال لی علیؑ یا ابن عباس اذا صلیت العشاء الآخرۃ

نے کہا۔ اگر میں چاہوں تو تمہارے لیے اسی اونٹ کا بوجھ علوم نقطہ سے جو بسم اللہ کی با کے نیچے ہے۔ بیان کر سکتا ہوں لہ۔ الشرف المؤبد طبع مصر صہ ۵۸ (ونہایہ ابن اثیر جلد ۳ صہ ۲۷) میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہا مجھے علی نے فرمایا۔ اے ابن عباس۔

لہ اسی طرح تفسیر روح البیان جلد ا صہ میں ہے۔ قال (علیؑ) انا النقطۃ تحت الباء قالوا او دع

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فی الباء جمیع۔ یعنے علیؑ نے فرمایا نقطہ با کا میں ہوں اور علماء نے کہا کہ تمام علوم حرف با میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور انوار اللغۃ پ ۳ ص ۹۳ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں امام جواد محمد بن علی بن موسیٰ رضا جو بارہ اماموں میں سے ہیں۔ جب آپ کی عمر دس سال کی تھی اس وقت تیس ہزار مسئلے آپ سے پوچھے گئے آپ نے سب کا برابر جواب دیا ۱۲ مترجم۔

فالحق الی الجبانۃ قال فصلیت ولحقتہ وکانت لیلۃً مقمرۃً قال فقال لی ما تفسیر الالف من الحمد قلت لا اعلم فتکلم فی تفسیرھا ساعۃً تامۃً ثم قال ما تفسیر اللام من الحمد قلت لا اعلم فتکلم فیھا ساعۃً تامۃً ثم قال ما تفسیر الحاء من الحمد قال قلت لا اعلم فتکلم فیھا ساعۃً تامۃً ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد قال قلت لا ادری فتکلم فیھا الی ان بزغ عمود الفجر قال وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلك فتأھَّبْ لفرضك فقمت وقد وعیت ما قال ثم تفکرت فاذا علمی بالقرآن فی علم علیؑ کالقرارۃ فی المثعنجر (البحر) وقال ابن عباس علم رسول اللہ ص من علم اللہ وعلم علیؑ من علم رسول اللہ ص وعلمی من علم علیؑ وما علمی وعلم اصحاب محمد فی علم

جب تو نماز عشا آخری پڑھ لے تو مقام جبانہ کی طرف آجانا (مقام جبانہ مدینہ کے قریب ہے۔ منتھی الارب) ابن عباس کہتا ہے۔ میں نماز پڑھ کر ان سے جا ملا اور رات چاند کی روشنی سے منور تھی۔ حضرت علیؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ الف الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ تو آنحضرت نے اس کی تفسیر میں ایک کامل گھنٹہ تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا حا الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے کہا معلوم نہیں پس اس کے لیے بھی پورا گھنٹہ تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا میم الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے کہا معلوم نہیں اور اسی طرح دال الحمد میں فرمایا اور میں نے لاعلمی بیان کی۔ پس اس میں بھی بدستور تقریر فرماتے رہے، حتیٰ کہ صبح کی روشنی کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر مجھے حضرت علی نے فرمایا۔ اے ابن عباس اپنے مقام کی طرف جا کر اپنے فرض کی تیاری کرو۔ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا میں نے وہ سب یاد رکھا پھر میں نے فکر کی تو میرا علم بالقرآن حضرت علی کے علم کی نسبت مثل چھوٹے گڑھے کے ہے جو دریا کے اندر ہو۔ ابن عباس نے کہا۔ قرارہ چھوٹے گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور متعنجر دریا کو کہتے ہیں نیز ابن عباس نے کہا علم رسول اللہ ص کا علم الٰہی

علیؑ الا کقطرۃ فی سبعۃ ابحر فانظر کیف تفاوت الخلق فی العلوم والفهوم ویقال ان عبداللہ بن عباس اکثر البکاء علی علیؑ حتیٰ ذهب بصرہ وبمعناہ فی ارجح المطالب اخرجہ فقیہ ابن المغازلی ۔ وفی الکبریت الاحمر للشعرانی قال الشیخ فی حدیث البخاری فی الذین یقرؤون القرآن لا یجاوز حناجرهم اعلم ان من لم یکن وارثاً لرسول اللہ علیہ السلام فی مقام تلاوتہ للقرآن انما یتلوا حروفاً ممثلۃ فی خیالہ لانہ ما تلا المعانی وانما تلا حروفاً فلا یصل الی قلبہ شیء۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اقول قد ثبت مما قال الشیخ ان کل من قرأ القرآن لا یستلزم انہ فهمہ حق فهمہ وعلیٰ هذا شاهد اختلاف التفاسیر ماعدا ما صحه وکما فی آیۃ ومنهم من یستمع[1] الیک حتیٰ اذا خرجوا من عندک قالوا

سے ہے۔ اور علم علیؑ کا علم رسول اللہ سے ہے۔ اور میرا علم حضرت علیؑ کے علم سے ہے۔ میرا علم اور اصحاب محمدؐ کا علم حضرت علی کے علم میں فقط مثل ایک قطرہ کے ہے جو سات دریاؤں کے اندر ہو۔ پس دیکھیے کہ خلقت کے علوم اور فہوم میں کتنا فرق ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بالتحقیق عبداللہ بن عباس حضرت علی کی وفات پر بہت روئے حتیٰ کہ اُن کی بصارت جاتی رہی۔ اور اسی کے ہم معنےٰ ارجح المطالب ص۱۳۲ میں ہے جس کو فقیہ ابن المغازلی نے روایت کیا۔ اور کبریت احمر مؤلفہ شعرانی ص۲۰ میں ہے شیخ نے کہا حدیث بخاری کی ان لوگوں کے حق میں ہے جو قرآن پڑھتے ہیں اور اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ جاننا چاہیئے کہ جو علوم قرآن شریف میں رسول اللہ صلعم کا وارث نہیں ہے وہ محض حروف اپنے متصورہ خیال کو پڑھتا ہے۔ معانی کو نہیں پڑھتا اور صرف حروف پڑھنے سے اُس کے دل میں کوئی چیز نہیں پہنچتی۔ انتہےٰ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) شیخ کے قول سے ثابت ہو گیا کہ ہر قرآن پڑھنے والے کے لیے ضروری نہیں کہ اُس نے اس کو کما حقہ سمجھ لیا ہو۔ جیسا کہ اختلافات تفاسیر اس کا شاہد ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جملہ اختلافات مذاہب اسی سبب سے ہیں۔

[1] اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کی خدمت میں جو حاضر رہتے تھے اور حضرت صلعم کی زبان اقدس سے سنتے تھے باوجود اہل زبان عرب ہونے اور متوجہ ہونے کے بھی برابر نہیں سمجھتے تھے بلکہ بعض تو بالکل بے بہرہ رہتے تھے۔ اور جن کو علم منجانب اللہ عطا ہوا ہوا تھا جیسے اہل بیتؑ ہیں اُن سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وہ عوام لوگ پوچھتے تھے کہ رسول اللہؐ نے جو کچھ اب سُنایا ہے اُس کا کیا مقصود ہے؟ جب صحابہ کا یہ حال تھا جو رسولؐ کے پاس حاضر رہنے اور اہل زبان ہونے کے باوجود قرآن فہمی کا دعویٰ نہ رکھتے تھے تو فی زمانا مفسرین کب اصل مقصود کو سمجھ سکتے تھے۔ بجز اس کے کہ وہ حضرات الذین اوتوا العلم سے سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مفسر سنی نے بلفظ ینبغی و یحتمل و یمکن و قیل و عندی والصواب و مثل ذالک کے الفاظ سے تفسیر قرآن کریم میں رائے زنی کی ہے اور کسی نے حضرات معصومین سے اخذ نہیں کیا۔

للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا۔ قال الشیخ الدھلوی فی ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ روی جعفر بن محمد قال کان الماء یجتمع فی جفون النبیؐ وکان علیؑ یشرہ وکذا فی روضۃ الصفاء وفی شواھد النبوۃ سئل علیؑ عن سبب فھمہ وحفظہ قال لما غسلت النبیؐ اجتمع ماء فی جفونہ فرفعتہ بلسانی وازدردتہ فارٰی قوۃ حفظی منہ۔ انتھٰی روی المسلم فی صحیحہ باسناد۔ عن ابراھیم عن ابیہ قال خطبنا علیؑ فقال من زعم ان عندنا شئیا نقراٗہ الاکتاب اللہ وھذا الصحیفۃ قال وصحیفۃ معلقۃ فی قراب سیفہ فقد کذب۔ الحدیث۔ وروی[3] البخاری قال علی ماعندنا کتاب

چنانچہ آیت میں ہے اور بعض اُن کے ایسے ہیں جو تیری طرف متوجہ ہو کر سنتے ہیں حتیٰ کہ جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو وہ اُن کے لیے کہتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہ نبی اللہؐ نے ابھی ابھی کیا کہا ہے۔ ہم نے تو میں نہیں سمجھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ ص۵۳/۵۴ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر بن محمدؑ نے روایت کی ہے کہ نبیؐ کے غسل دینے کے بعد جو آنکھوں کے مقام پر پانی جمع ہوتا تھا اُس کو حضرت علیؑ پی لیتے تھے۔ اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ ص۲۱۱ میں ہے۔ اور شواہد النبوۃ صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔ حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا۔ آپ کے حفظ و فہم[2] کی زیادتی کا کیا سبب ہے؟ فرمایا جب نبیؐ کو میں نے غسل دیا اُن کی آنکھوں کے مقام پر جو پانی جمع ہوا تھا میں نے اس کو اپنی زبان سے چوس کر پی لیا۔ میں جانتا ہوں کہ اسی وجہ سے میری قوت حافظہ قوی ہے۔ انتہٰی۔ (کذا فی السیرۃ الحلبیۃ طبع مصر جلد ۳ ص۳۹۳) اور مسلم نے اپنی صحیح جلد ۱ ص۴۹۵/۴۹۲ میں

---

[2] انسان العیون مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۳۰۳ و سیرۃ ابن دحلان جلد ۱ ص۱۷۶ میں علامہ حلبی خصائص العشرۃ زمخشری سے نقل کرتے ہیں ولادت کے بعد علیؑ نے بہت دن غذا صرف لعاب دہن رسول خداؐ کی رکھی اور حضرت صلعم اپنی زبان مبارک علیؑ کے دہن میں دیتے تھے۔ اور مثل پستان کے اس کو چوستے تھے۔ [3] بخاری طبع مصر جلد ۱ ص۲۲/۲۱۰

وجلد ۴ صفحہ ۱۰۲ میں ہے اور جلد ۲ صفحہ ۱۲۷/۱۱۱ باب فکاک الاسیر کتاب الجہاد میں ہے قال قلت لعلیؓ ہل عندکم شئی من الوحی الا ما فی کتاب اللہ اور جلد صفحہ ۱۱۸/۱۱۹ میں ہل عندکم ما لیس فی القرآن او لیس عند الناس الخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیفہ میں وحی آسمانی سے مسائل لکھے ہوئے تھے جو لوگوں کے پاس نہ تھے اور قرآن میں بھی صراحتاً مذکور نہ تھے۔

نقرءه الا کتاب الله غیر هذا الصحیفة قال فاخرجها فاذا فیها اشیاء من الجراحات واسنان الابل وقال وفیها المدینة حرم مابین عیر الی کذا و ذمة المسلمین واحدة یسعٰی بها ادناهم فمن اخفر مسلماً فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لایقبل منه صرف ولا عدل

اپنے اسناد سے روایت کرتا ہے کہ ابراہیم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے ہمارے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس نے گمان کیا کہ ہمارے پاس بجز کتاب الٰہی اور اس صحیفہ کے جس کو ہم پڑھتے ہیں کوئی شئے ہے تو اس نے جھوٹ کہا۔ راوی کہتا ہے اور صحیفہ اُن کے دستہ تلوار میں لٹکا ہوا تھا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ اور بخاری نے جلد ۹ صفحہ ۳۱۰ میں روایت کیا ہے۔ علیؑ نے فرمایا ہمارے پاس کوئی کتاب جس کو ہم پڑھتے ہیں کتاب اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اور سوا اس ایک صحیفہ [سکه] کے راوی نے کہا پس علیؑ نے اس صحیفہ کو نکالا تو اُس میں مسائل زخموں کی دیت کے تھے۔ اور اونٹوں کی عمریں جو زکوٰۃ میں درکار ہوتی ہیں یعنے مسائل زکوٰۃ اونٹوں کے تھے۔ اور کہا کہ اس میں یہ بھی تھا کہ مدینہ حرم ہے۔ درمیان پہاڑ عیر کے فلاں مقام تک اور ذمہ مسلمین کا ایک ہی ہے۔ جس کا اُن سے خواہ ادنیٰ بھی ہو سعی کر سکتا ہے۔ پس جس نے مسلمان کا عہد توڑا اور اس کی اہانت کی تو اُس پر اُس پر اللہ اور فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اُس سے کوئی فرض و نفل یا فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ یا اس سے توبہ اور کو حیلہ منظور نہ ہوگا۔

سکه یہ قرآن جناب علیؑ کے پاس علوم مخصوصہ کا خزانہ تھا جن کو آپ نے جناب رسول خدا سے علاوہ معلومات عمومی کے املاء آنحضرتؐ سے تحریر فرمایا ہوا تھا۔ صحیفہ کے مسائل رواۃ نے مختلف بیان کئے ہیں۔ جو کچھ جس نے سُنا اور معلوم کیا اُس نے وہی روایت کیا مگر اُس صحیفہ کو اوّل سے آخر تک کسی کا پڑھنا یا اُس کے مندرجہ مسائل کو محدود یا معدود کرنا کسی سے مروی نہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے جانشین کو تقریری اور تحریری معلومات خاصہ کے ذریعہ ممتاز فرمایا ہوا تھا۔ اور باقی عام صحابہ کو یہ درجہ حاصل نہ تھا و ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم۔ ۱۲ مترجم۔

وفی الفتح وفیها فرائض الصدقة وفیه جواز لعن اهل الفسق عموما ولو کانوا مسلمین۔ وفیه الا ما فی القرآن وما فی الصحیفة قلت وما فی الصحیفة قال العقل وفکاک الاسیر۔ الخ اقول لقد صدق الله تعالیٰ یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره۔ الآیه قد انکر المخالفون من الصحیفة العلویة علیٰ صاحبها الصلوٰة والتحیه فورب السماء والارض انه ظهر من متبر اتهم وجودها ووجود ما فیها وهو ایضاً من خصائص سید الاوصیاء امام الاولیاء علیؑ المرتضیٰ۔ ولیس لاحد لغیره من الصحابة کما قال علیه السلام فی دیوانه ؎ وهذا العلم لم یعلمه الا نبیؐ او وصی الانبیاء ؎ وفیه ؎ رضینا قسمت الجبار فینا ؎ لنا علم وللجهال مال ؎ فان المال یفنیٰ عن قریب وان العلم باقٍ لا یزال ؎ فی الشرح المؤید وکذا فی الاستیعاب

اور فتح الباری میں ہے۔ اور اس میں فرائض صدقات کے تھے (غرضیکہ بہت مسائل شرعیہ اُس صحیفہ میں تھے) اور اسی میں ثبوت جواز لعنت کا عام اہل فسق پر ہے۔ اگرچہ مسلمان ہی ہوں۔ اور فتح الباری کے ص۱۵۲ جلد۶ میں ہے۔ علی نے فرمایا۔ کوئی چیز ہمارے پاس اس کے سوا نہیں جو قرآن اور صحیفہ[1] میں ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا تاوان اور قیدی کو چھوڑنے کے مسائل ہیں۔ الخ۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ منکرین ارادہ کرتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے منہ سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ بتحقیق مخالفین نے صحیفہ علویہ سے انکار کیا ہے کہ کوئی کتاب یا علم حضرت علیؑ سے مخصوص نہیں۔ قسم ہے رب آسمانوں اور زمین کی کہ اہل سنت کی کتب معتبرہ سے وجود صحیفے کا ظاہر ہو گیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ظاہر ہوا۔ اور یہ بھی خصائص سید الاوصیاء علی مرتضیٰ سے ہے جو اس کے بغیر کسی کو صحابہ سے حاصل نہیں۔ جیسا کہ خود حضرت علیؑ نے اپنے دیوان میں فرمایا اور یہ علم سوا نبیؐ اور وصی انبیاء کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی دیوان میں ہے۔

[1] فتح الباری جلد ۵ ص۸ میں تحت حدیث محمد بن حنفیہ کے۔ کہ رسول اللہؐ نے کوئی چیز سوا اس کے جو دفتین میں موجود ہے لکھا ہے ش۔ کہ مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن متلو یعنی جو پڑھا جاتا ہے وہ اس مصحف مابین دفتین میں موجود ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو کتاب العلم بخاری میں گذرا ہے کہ علیؑ نے فرمایا کوئی چیز ہمارے پاس سوا کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کی غرض یہ ہے کہ جو احکام میں نے نبیؐ سے لکھ کر حاصل کئے ہیں وہ یہ ہیں نہ یہ کہ جملہ احکام یہی ہیں۔ اور جو نہیں لکھے تھے اُن کی نفی کی ہو بلکہ لکھے ہوئے احکام کے واسطے فرمایا کہ یہی ہیں جو کتاب اللہ اور صحیفہ میں ہیں۔ اور جو جواب ابن عباس و محمدؐ بن حنفیہ نے دیا ہے اُن کی غرض یہ ہے کہ قرآن

متلو جو پڑھا جاتا ہے وہ یہی ہے۔ یہ غرض نہیں کہ اس کے سوا قرآن کا کوئی حکم نہیں بلکہ صحابہ سے ثابت ہے جو قرآن میں نازل ہوا اور تلاوت اس کی منسوخ ہوئی مگر حکم باقی رہا مثل حدیث عمر کے الشیخ و الشیخۃ اذا زنیا فارجموا ھما۔ الخ۔ عہ اسی طرح مطالب السئول صـ۲۱ میں باسناد ابو نعیم فی الحلیۃ اور ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ صـ۲۹ میں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

فی ترجمۃ علیؑ قال ابن عباس لقد اعطے علیؑ تسعۃ اعشار العلم وایم اللہ لقد شارکھم فی العشر العاشر۔ الخ۔ ولا یخفے ان کل علم مصدرہ علیؑ کما فی ارجح المطالب عن علی قال لو شئت لی الوسادۃ وجلست علیھا لحکمت بین اھل التوراۃ بتوراتھم وبین اھل الانجیل بانجیلھم وبین اھل الزبور بزبورھم وبین اھل القراٰن بقراٰنھم (اربعین رازی) وفیہ عن ابن مسعود انہ قال ان القراٰن انزل علی سبعۃ احرف مامنھا حرف الا ولہ ظھر وبطن وان علیا عندہ من الظاھر والباطن۔ ومن کشف الظنون عن ابی عبد الرحمٰن السلمی قال ما راینا اجدا۔

فرمایا۔ ہم خدا کی تقسیم پر راضی ہیں جو اس نے ہمارے اندر فرمادی ہے۔ کہ ہمارے لیے علم ہے اور جہال کے لیے مال ہے۔ پس بتحقیق مال جلد فنا ہونیوالا ہے اور علم ہمیشہ ضرور باقی رہنے والا ہے۔ الشرف المؤبد صـ۵۹ میں ہے۔ اور استیعاب کے ترجمہ علیؑ میں بھی ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ بتحقیق حضرت علی کو نو حصے علم کے دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کی قسم کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت علی دسویں حصے میں بھی شریک ہیں۔ الخ اور مخفی نہیں کہ ہر علم کی مصدر حضرت علیؑ ہے۔ جیسا کہ ارجح المطالب صـ۱۳۰ میں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میرے لئے مسند رکھی جائے اور میں اس پر بیٹھ جاؤں تو اہل تورات کے لئے تورات سے اور اہل انجیل کے لیئے انجیل سے اور اہل زبور کے لیے زبور سے مقدمات کے فیصلے کر سکتا ہوں۔ اور اہل قرآن میں قرآن سے حکم سنا سکتا ہوں۔ (اربعین رازی)۔ اور اسی کے صـ۱۳۲ میں ابن مسعود سے مروی ہے اس نے کہا بالتحقیق قرآن سات حروف پر اترا ہے (یعنے سات قرأت پر) اور کوئی حرف (قرأت) ایسی نہیں جس کا ظاہر اور باطن نہ ہو۔ حضرت علی کو دونوں طرح کا علم ہے یعنی ظاہر اور باطن کے ماہر ہیں۔ اور کشف الظنون سے نقل کیا کہ ابی عبد الرحمٰن السلمی قال مارأینا سے مروی ہے۔ کہا ہم نے کسی کو حضرت علی سے زیادہ قاری نہیں

اقرأ من علی وفیه عن حمید
بن عبدالله بن یزید المزنی
قال ذکر عند النبیؐ عن قضاء
قضے به علی فاعجب النبی
علیه السلام فقال الحمد لله
الذی جعل فینا الحکمة اهل
البیت اخرجه احمد - وفیه
سئل شریح بن هانی عن
عائشة ام المؤمنین عن مسح
الخفین فقالت ائت علیا فاسئله
اخرجه مسلم وابن عبدالبر
فی الاستیعاب عن عبدالرحمن
قال اتیت عمر ابن الخطاب
فقلت من این اعتمر فقال
ائت علیا فاساله (استیعاب)
وفیه عن سعید بن المسیب
قال کان عمر یتعوذ بالله من
معضلة لیس لها ابوالحسن -
اخرجه احمد وکذا رواه
الحمیدی فی کتاب النوادر و
الطبقات ولابن سعد من
سعید بن المسیب روایة -
کذا فی الفتح - وفیه عن عمر
قال لا یفتین احد فی المسجد
وعلی حاضر (استیعاب) وفیه
قال سعید بن منصور فی سننه
باسناده سمعت علیا یقول الحمد لله

دیکھا۔ اور اسی کے صـ۱۳۹ میں حمید بن عبداللہ
بن یزید مزنی سے مروی ہے۔ جناب رسول خدا
کی خدمت میں حضرت علیؑ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا۔
آنحضرت صلعم کو پسند آیا اور فرمایا اللہ تعالےٰ کے
لئے حمد اور شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت میں
حکمت عطا فرمائی ہے۔ اس کو احمد نے روایت
کیا۔ اور اسی کے صـ۱۴۲ میں ہے۔ شریح بن ہانی
نے ام المؤمنین عائشہ سے موزوں کے مسح کی
نسبت پوچھا بی بی صاحبہ نے کہا حضرت علیؑ
کے پاس جا اور اُن سے پوچھ۔ اس کو مسلم نے
اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا۔
اور عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہا میں عمر خطاب
کے پاس آیا اور پوچھا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا
چاہیئے۔ امیر عمر نے کہا جناب علی کے پاس جا اور
اُن سے پوچھ لے۔ (استیعاب) اور اسی کے صـ۱۴۳
میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ امیر عمر کسی
مشکل مسئلہ پیش آنے سے جس کے لیے ابوالحسن
(علیؑ) موجود نہ ہوں خدا کی پناہ چاہتا تھا۔ اس کو
احمد اور حمیدی نے کتاب النوادر میں اور
ابن سعد نے طبقات میں سعید بن مسیب سے
روایت کیا۔ اسی طرح فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۶۹۹
میں ہے۔ اور ارجح المطالب صـ۱۴۳ میں امیر عمر
سے مروی ہے کہا کوئی شخص حضرت علیؑ کی موجودگی
میں مسجد کے اندر فتویٰ نہ دیا کرے۔ (استیعاب)
اور اسی کے صـ۱۵۰ میں ہے سعید بن منصور نے
اپنے سنن میں باسناد خود روایت کیا کہ حضرت
علیؑ فرماتے تھے خدا کی حمد ہے جس نے ہمارے دشمن کو

الذی جعل عدونا یسئلنا لما نزل به من امر دینه ان معاویة کتب الیّ یسئلنی عن خنثی المشکل فکتب الیه ان یورثه من قبل بواله (تاریخ الخلفاء ص۱۲۰ وفیه عن عبدالله بن مسعود قال اعلم اهل المدینة بالفرائض علی ابن ابی طالب۔ اخرجه احمد و ابن عبدالبر فی الاستیعاب وفیه عن ابی الاسود الدئلی وضع علم النحو علیؑ وفیه علم الجفر والحساب کان لعلیؑ انتهی من الارجح۔ وبالجملة ما من علم الا ولعلی له بناء وھو مصدر العلوم کلها ظاهرها و باطنها و لا یخفاك ان علم علیؑ وهبیؑ لدنیؑ ولیس له حد و ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔ **فصل**۔ فی بیان علم ابی بکر۔ فی ازالة الخفاء عن میمون بن مهران ان اعرابیا اتی ابابکر قال قتلت صید اوانا محرم فماتری علیّ من الجزاء فقال ابوبکر لابی بن کعب وھو جالس عنده ماتری فیها فقال الاعرابی اتیتك وانت خلیفة رسول الله اسئلك فاذا انت تسئل غیرك۔ الخ وفی

ایسا بنایا کہ جو کچھ اُس کے دین میں اُترا ہے۔ اُس کی نسبت ہم سے پوچھتا ہے۔ بالتحقیق معاویہ نے میری طرف لکھ کر مجھ سے خنثیٰ مشکل کا مسئلہ دریافت کیا ہے۔ میں نے اُس کو لکھا ہے کہ اُس کو پیشاب گاہ کے اعتبار سے وارث بنانا چاہیئے۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۲۰) اور ارجح المطالب ص۱۵۲ میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہا جملہ اہل مدینہ سے حضرت علیؑ ابن ابی طالب فرائض کے علم میں بہت ماہر تھے۔ اس کو احمد نے اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا اور اُسی کے صفحہ ۱۵۰ میں ابی الاسود دئلی سے مروی ہے کہا علم نحو کو جناب علی علیہ السلام نے تجویز فرمایا۔ اور ص۱۶۲ میں ہے کہ جفر و حساب کا علم حضرت علی کو حاصل تھا۔ (نیز سلسلہ تصفیہ باطن کے جملہ سلسلہ ہا بقول اہل جماعت بھی جناب علیؑ مرتضیٰ سے ملتے ہیں) خلاصہ یہ کہ کوئی علم ایسا نہیں جس کی بنا حضرت علیؑ سے نہ ہو وہی جملہ علوم کے مصدر ہیں۔ اور یہ بھی تجھے معلوم رہے کہ کہ حضرت علیؑ کا علم کا علم وہبی اور لدنی ہے نہ کسبی اور نہ اُس کی کوئی حد ہے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ **فصل**۔ علم ابوبکر صاحب کے بیان میں۔ ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص۱۷۷ میں میمون بن مہران سے مروی ہے، بالتحقیق ایک اعرابی ابی بکر کے پاس آیا اور کہا میں نے احرام کی حالت میں شکار قتل کیا ہے۔ اُس کا بدلہ میرے اوپر کیا ہے ابوبکر نے ابی بن کعب کو جو اُس کے پاس بیٹھا تھا۔ کہا کہ اس میں تو کیا جانتا ہے؟ اعرابی

ازالۃ الخفاء والحجۃ اللہ البالغۃ والصواعق المحرقۃ اخرج اصحاب السنن الاربعۃ ومالک عن قبیصۃ قال جاءت الجدۃ الی ابی بکر الصدیق تسئلہ میراثہا فقال مالکِ فی کتاب اللہ وما علمت لکِ فی سنۃ نبی اللہ شیئًا فارجعی حتیٰ اسئلن الناس فسئل الناس فقال المغیرۃ بن شعبۃ حضرت رسول اللہؐ اعطاھا السدس فقال ابوبکر ھل معک غیرک فقام محمد بن مسلمۃ فقال مثل ما قال المغیرۃ فانفذہ لھا ابوبکر وفی الصواعق المحرقۃ اخرج الدار قطنی عن القاسم بن محمد ان جدتین اتتا ابابکر تطلبان

نے کہا میں تیری طرف آیا ہوں اور تو خلیفہ رسول اللہ کا بنا ہوا ہے۔ میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ اور تیری یہ حالت ہے کہ تو خود دوسرے سے پوچھتا ہے۔ اور ازالۃ[1] الخفا جلد ۲ ص۱۳۱ وحجۃ البالغہ ص۱۴۶ وصواعق محرقہ صفحہ ۲۰ میں ہے۔ اصحاب سنن اربعہ ومالک نے قبیصہ سے روایت کی ہے۔ کہا ایک شخص کی دادی ابی بکر صدیق کے پاس آئی۔ اُس سے اپنے میراث کے حصے کا سوال کرتی تھی۔ ابوبکر نے کہا کہ تیرے لئے کتاب خدا میں کچھ نہیں اور سنت نبیؐ میں بھی میں تیرے لئے کچھ نہیں جانتا۔ تو واپس جا میں لوگوں سے پوچھ لوں۔ جب لوگوں سے سوال کیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت نے اس کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر نے کہا کیا تیرے ساتھ اور گواہ بھی ہے؟ محمد بن مسلمہ کھڑا ہوا اور کہا جیسا کہ مغیرہ نے کہا تھا۔ تب

[1] علم ابی بکر۔ ازالۃ الخفاء جلد ا ص۲۵۱ میں ابراہیم تیمی سے اسی طرح مروی ہے جو اتقان ص۱۱۵ سے درج ہوا ہے۔ اور عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں خطبہ ابی بکر مروی ہے جس میں اے لوگو! میں تم سے اچھا نہیں مجھے حق پر دیکھو تو مدد کرو اور مجھے باطل پر دیکھو تو اصلاح کر دیا کرو۔ تاریخ الخلفاء ص۴۹ وغیرہ میں اسی طرح ہے آگاہ رہو کہ مجھے شیطان پکڑ لیتا ہے۔ میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو درست کر دیا کرو۔ غور کا مقام ہے جو مقلدین سے کم علم اور ان کا محتاج ہو وہ دین میں پیشوائے امت کیسے ہو سکتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون۔ قرآنی فیصلہ ملاحظہ ہو نیز ابوبکر صاحب کا اعتراف ان کے قطعی بہشتی ہونے اور بشر بالجنۃ ہونے کے خلاف ہے خدا کے مخلصین بندے شیطان کے پھندے میں نہیں آ سکتے۔ باری تعالےٰ فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان اور شیطان خود معترف ہے کہ سب کو گمراہ کروں گا مگر الا عبادک منھم المخلصین خلیفہ صاحب اظہار حقیقت کر رہے ہیں نہ یہ کسی دعا میں خدا سے مدد یا استعاذہ کر رہے ہیں بلکہ لوگوں کو فرماتے ہیں تم مجھے سیدھا کرتے رہنا۔ اس کے مقابل حضرت علی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے دوادی علم ملاحظہ ہوں جو فرماتے ہیں میں قرآن ناطق ہوں اور جو چاہو ہم سے پوچھو۔

میراثھما ام ام وام اب فا عطے المیراث ام الام فقال لہ عبدالرحمٰن بن سھل الانصاری البدری اعطیت التی لوانھامانت لم ترثھا فقسمہ بینھما۔ فی الاتقان اخرج ابو عبید فی الفضائل عن ابراھیم التیمی ان ابابکر الصدیق سئل عن قولہ وفاکھۃً وابًا فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی ان انا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم ومثل ھذا وقع لعمر روی الشیخان عن ابی ھریرۃ قال انکم تقولون اکثر (ای الروایۃ) ابو ھریرۃ عن النبیؐ واللہ و الموعد وان اخوتی من المھاجرین کان یشغلھم الصفق بالاسواق وان اخوتی من الانصار

ابوبکر نے اس حکم کو اُس عورت کے لیے جاری کر دیا۔ اور صواعق محرقہ ص۳۱ میں ہے۔ دارقطنی نے قاسم بن محمدؒ سے روایت کیا تحقیق دو دادیاں میت کی ابی بکر کے پاس آئیں ہر دو اپنا میراث طلب کرتی تھیں۔ ماں کی ماں (نانی) اور باپ کی ماں پس ابوبکر صاحب نے ورثہ نانی کو دیا تو اس کو عبدالرحمٰن بن سہل انصاری بدری نے کہا۔ تم نے اُس کو حصّہ دیا ہے کہ اگر وہ مر جائے تو یہ اس کی وارث نہیں ہو گی۔ تب ابوبکرؓ نے اس ورثہ کو اُن دونوں میں تقسیم کیا۔ تفسیر اتقان جلد ا ص۱۱۵ میں ہے کہ ابو عبید نے فضائل میں ابراہیم یتمی سے روایت کی ہے کہ بالتحقیق ابوبکر سے خدا کا قول وفاکھۃً وابًا پوچھا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اُس نے کہا کونسا آسمان مجھے سایہ کرے اور امیر عمر کے لئے بھی ویسا واقعہ پیش آیا ہے۔ اور بخاری[۲] ومسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ بہت روایت نبی علیہ السلام سے بیان کرتا ہے اللہ تعالےٰ اور قیامت مجھے معلوم، میرے بھائی مہاجرین بازاروں کی گشت میں معروف رہتے تھے۔ اور میرے بھائی انصار

سے[۲] صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۲ ص۳۰۱ میں یہ حدیث دو اسناد سے موجود ہے۔ ہر دو کا مضمون واحد ہے۔ ابوہریرہ کہتا ہے کہ مہاجرین کو بازاروں کی گشت اور انصار کو کاشت کاری و مویشی کا انتظام مشغول رکھتا تھا اس لئے وہ غائب رہتے تھے اور میں حاضر رہتا تھا کیونکہ میں مسکین آدمی تھا اور میں یاد رکھتا تھا وہ فراموش کر دیتے تھے اس واسطے وہ شرعی علوم کا رسول خدا سے بہت کم حصہ لے سکے۔ سے[۳] یہ بخاری طبع

مصر جلد ا صفحہ ۲۴ و جلد ۲ صفحہ ۲/۳۱ میں ہے۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۳۷/۲۳۲ میں ہے۔ فکان الا کابر من اصحاب رسول اللہ اقل حدیثا عنہ من غیرھم کابی بکر و عثمان۔ الخ یعنی ابوبکر و عثمان کو احادیث رسول دوسرے صحابہ سے کم یاد تھیں۔ ایضاً علم عمر۔ آیت تیمم سے بھی حضرت عمر ناواقف تھے۔ اور حدیث بخاری و مسلم سے بھی ظاہر ہے اور ظفر المبین رد مقلدین مؤلفہ اہل حدیث صفحہ ۵۴ میں تو مسائل شریعت کے لکھے ہیں جو ظاہر ہیں مگر حضرت عمر کو معلوم نہ تھے۔ رسالہ انصاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ صفحہ ۱۵ میں ہے مذہب عمر و ابن مسعود تیمم جنب کے بارہ میں احادیث مستفیضہ کے ساتھ مضمحل ہو گیا۔ چونکہ بے شمار احادیث عمر صاحب کے خلاف تھیں یہاں فتویٰ عمر صاحب متروک ہوا۔ ورنہ اور بہت مسائل میں سنت نبوی کو سنت حضرت عمر سے ترک کر دیا گیا ہے۔ سنیوں کا مذہب اس کا گواہ ہے۔ ۱۲ مترجم ؒ

کان یشغلھم عمل اموالھم وکنت امرءً مسکینا الزم رسول اللہ ؐ علی ملئ بطنی الحدیث وقال لبعضھم ماکان لہ ذریعۃ معیشۃ الا ان یکون فی حضرتہ صلعم۔ اقول ھٰذا حال علم ابی بکر من النبی ؐ فی الحدیث والقراٰن فافھم وزن واقسط ان اللہ یحب المقسطین۔ **فصل۔** فی بیان علم عمر بن الخطاب۔ فی ازالۃ الخفاء عن بکر بن عبداللہ المزنی قال کان رجلان محرمین فحاش (ساق) احدھما ظبیا فقتلہ الاٰخر فاتیا عمر و عندہ عبدالرحمٰن بن عوف فقال لہ عمر وما تریٰ قال شاۃ قال و انا اریٰ ذٰلک اذھبا فاھدیا شاتاً فلما مضیا قال احدھما

اپنے اموال کے عمل میں مشغول ہوتے تھے اور میں مسکین (نادار) آدمی تھا رسول اللہ کے ساتھ بغرض شکم سیری شامل رہتا تھا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ یعنی ہر وقت حاضر رہنے کی وجہ سے مجھے بہت احادیث یاد ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کا کوئی ذریعہ معاش بجز اس کے نہ تھا کہ حضرت کے پاس رہ کر کھانا کھاتا تھا۔ میں کہتا ہوں (اقول مؤلف) ابوبکر کا علم حدیث و قرآن میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا ہی ہے۔ یعنی قرآن فہمی و دیگر مسائل کا حال یہ ہے جو گذرا ہے۔ پس اس سے اندازہ کر لو۔ **فصل۔ امیر عمر صاحب کے علم کے بیان میں۔** ازالۃ الخفاء جلد اول صفحہ ۱۷۷ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے کہ دو آدمی مُحرم یعنی حج کا احرام باندھے ہوئے جا رہے تھے۔ ایک نے ہرن کو اُٹھایا دوسرے نے قتل کیا اور دونوں امیر عمر کے پاس آئے اُس کے پاس عبدالرحمٰن بن عوف بھی بیٹھا تھا۔ امیر عمر نے اس مسئلہ کے لئے

لصاحبه ما ادری امیر المومنین
ما یقول حتی یسئل صاحبه
فسمعها عمر فردهما و اقبل
علی القائل ضربا بالدرة الخ۔
وفیه قال عمر لا یتیمم الجنب
وان لم یجد الماء شهرًا
قلت ترک الفقهاء الاربعة
قول عمر لانهم وجدوه
مخالفا لما صح عن النبی ؐ من
مسند عمران بن حصین و ابی
ذر و عمرو بن العاص وغیرهم
امر للجنب بالتیمم اذا لم
یجد الماء - وفی الحجة البالغة
کان من مذهب عمران التیمم
لا یجزی للجنب - وفی ازالة الخفاء
قال عمر اعوذ بالله ان اعیش
فی قوم لست فیهم یا ابا الحسن
رواه الهندی فی فضائل مکة و
ابوالحسن القطان فی الطوالات
والحاکم وکذا فی الدرالمنثور و
زاد البیهقی فی شعب الایمان۔
وفی الصواعق المحرقة اخرج
الدارقطنی ان عمر سئل
علیا عن شئ فاجابه
فقال له عمر اعوذ بالله
الخ - وفیه عن سعید بن
المسیب کان عمر ابن الخطاب

عبدالرحمن سے دریافت کیا کہ تو اس میں کیا
جانتا ہے؟ اُس نے کہا ایک بکری۔ حضرت عمر
نے کہا میں بھی یہی جانتا ہوں جاؤ اور دونوں
ایک بکری دیدو جب چل پڑے تو ایک نے دوسرے
سے کہا میں جہاں تک جانتا ہوں یہ امیر المؤمنین
اپنے آپ سے کچھ بیان نہیں کر سکتا جب تک
کسی دوسرے سے نہ پوچھے امیر عمر نے اس کو سن
لیا اور اُن کو واپس بلایا اور رہنے والے کو درے
لگائے۔ الخ۔ اور اسی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۱۸۹
میں ہے۔ امیر عمر نے کہا جنبی آدمی تیمم نہ کرے اگرچہ
پورا مہینہ اس کو پانی نہ ملے (شاہ ولی اللہ کہتا
ہے) میں کہتا ہوں امیر عمر کے اُس قول کو فقہاء اربعہ
نے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے احادیث صحیحہ کے
مخالف پایا ہے۔ جو نبی علیہ السلام سے باسناد عمران
بن حصین و ابی ذر و عمرو بن عاص وغیرہ کے آئی
ہیں۔ کہ جنبی کے لئے جب اس کو پانی نہ ملے تیمم کا
حکم دیا گیا ہے۔ اور حجۃ البالغہ ص ۱۲۷ میں ہے۔
امیر عمر کا مذہب یہ تھا کہ جنبی کے لئے تیمم کافی نہیں
ہو سکتا۔ اور حجۃ البالغہ ص ۱۲۷ میں ہے۔ امیر عمر کا
مذہب یہ تھا کہ جنبی کے لئے تیمم کافی نہیں ہو
سکتا۔ انیز اسی طرح رسالہ انصاف فی سبب الا
ختلاف ص ۹ میں ہے مؤلفہ شاہ ولی اللہ اور
ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا
میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں
اس سے کہ میں ایسی قوم میں رہوں جس میں تو
اے ابوالحسن (کنیت حضرت علیؑ) موجود نہ ہو۔
اس کو ہندی نے فضائل مکہ میں اور ابوالحسن

یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابوالحسن یعنی علیا کذا فی تاریخ الخلفاء وکذا فی کنز العمال وکذا فی الاستیعاب (علی الاصابہ) عن سعید بن

قطان نے طوالات میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح در منثور جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ میں ہے اور اتنا زیادہ کیا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں بھی اس کو روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ[1] ص۱۰۷ میں ہے دار قطنی نے روایت کیا کہ امیر عمر نے حضرت

---

[1] صواعق کے صفحہ ۱۰۷ میں معاویہ سے روایت ہے کان عمر اذا اشکل علیہ شئی اخذ منہ ای من علی یعنے جب کوئی مشکل امر امیر عمر پر پیش آتا تو حضرت علیؑ سے حل کر لیتا ہے۔ کتاب جاء الحق وزہق الباطل مؤلف علامہ احمد یار خانصاحب بدایونی مطبوعہ گجرات پنجاب ص۲۳۱ میں بحوالہ مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحی لکھنوی ذکر حجر اسود کے تحت لکھا ہے کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا۔ (اُس موقعہ پر کہ عمر صاحب حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کو میں بوسہ دیتا ہوں اس لئے کہ نبیؐ نے دیا تھا ورنہ تو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر) کہ امیر المؤمنین حجر اسود نافع بھی ہے اور مضر بھی۔ کاش کہ آپ کو قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ ہوتی اذ اخذ ربک من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگ اسود قیامت کے دن آوے گا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مؤمنین کی گواہی دیگا۔ لہٰذا یہ اللہ کا امین اور مسلمانوں کا گواہ ہے حضرت فاروق نے فرمایا لا ابقانی اللہ بارض لست فیھا یا اباحسن اے علی جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے ۱۲ مترجم۔

المسیب قال کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابوحسن وقال فی المجنونۃ التی امر برجمھا ان اللہ رفع القلم عن المجنون الحدیث فکان عمر یقول لولا علی لھلک عمر وقد وقع مثل ھذا القصۃ لعثمان من

علیؑ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا اس کو حضرت علیؑ نے جواب دیا عمر صاحب نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں الخ۔ اور نیز صفحہ ۷۶ میں سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے عمر بن خطاب خدا کے سامنے ایسی مشکل سے پناہ مانگتا تھا جس کے لیے ابوالحسن یعنی علی موجود نہ ہو۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ اور کنز العمال جلد ۵ ص۲۴۱۔ اور استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص۳۹ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے

لہ حضرت علی ایک رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے تو دوسری رکاب تک قرآن ختم کر دیتے تھے۔ چنانچہ شواہد النبوۃ صـ۱۶۰ میں ہے اسی طرح رسالہ الکلمۃ العلیا فی اعلاء علم المصطفٰی صـ۱۳ میں مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۴ صـ۴۸۹ سے منقول ہے اور امیر عمر صاحب نے بارہ سال تک سورہ بقرہ یاد کرنے کی کوشش کی اور یاد ہوگئی تو ایک ان ہونی بات سمجھ کر ایک اونٹ قربان کیا۔ دیکھو در منثور جلد ۱ صـ۲۱ اخرج الخطیب فی رواۃ مالک والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرۃ فی اثنتا عشرۃ سنۃ فلما ختمھا نحر جزورًا۔ حضرت عمر صاحب علم میں جملہ صحابہ سے کم درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ علاوہ جناب علی علیہ السّلام کے مسائل میں دیگر صحابہ کے محتاج بھی ہوتے تھے ایک مسئلہ میں معاذ نے جب امیر عمر کو ایک غلطی پر متنبہ کیا تو حضرت عمر وہی کلمہ کہنے لگے جو جناب علی کے لئے کہتے تھے۔ یعنی لولا معاذ لھلک عمر دیکھو اصابہ ابن حجر جلد ۳ صـ۴۲۷ بذیل ترجمہ معاذ و نسیم الریاض جلد ۲ صـ۱۷۵ ازالۃ الخفاء باب التصوف والسلوک سبحان اللہ امام بھی ایسا ہونا چاہیے جس کو مقتدی ہدایت نہ کریں تو وہ ہلاک ہوتا ہے۔

ابن عباس و عن علیؑ اخذھا ابن عباس و فی کنزالعمال عن ابی اسامۃ و محمد بن ابراھیم التیمی قال امر عمر ابن الخطاب برجل و ھو یقرء والسابقون[۲] الاولون۔ الآیۃ فوقف عمر فقال انصرف فانصرف الرجل فقال من اقرءک ھذا قال اقرء فیھا ابی ابن کعب قال فانطلق

کہ امیر عمر صاحب اللہ تعالٰے کے ساتھ پناہ مانگتا تھا مشکل مسئلہ سے جس کے لیے ابوالحسن علی موجود نہ ہوں۔ ایک مجنونہ کے حق میں جب اس کے لیے امیر عمر صاحب نے رجم کا حکم دیا حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بتحقیق اللہ تعالٰے نے مجنون سے (دیوانہ پاگل) سے قلم اٹھا لیا ہے۔ یعنے مکلف نہیں۔ آخر حدیث تک دیکھ لیں۔ پس امیر عمر کہتا تھا اگر حضرت علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور مثل اس قصہ کے امیر عثمان سے بھی ابن عباس کے ساتھ واقع ہوا۔ اور ابن عباس حضرت علی کا شاگرد تھا۔ (اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ صـ۲۶۸ اور نور الابصار صـ۸۰ و نسیم الریاض جلد ۲ صـ۴۵ میں بھی ہے)

۲ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۴ صـ۴۹۲ میں اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ امیر عمر صاحب والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ الآیۃ کو بعطف الانصار بر قولہ تعالٰی والسابقون کے پڑھتے

تھے اور واو۔ والذین اتبعوھم کو حذف کر کے الذین کو صفت قرار دیتے تھے اور ابی بن کعب مطابق قراءت مشہورہ کے پڑھتے تھے۔ ابیؓ نے کہا مجھے رسول خدا نے اسی طرح پڑھائی ہے اور تو اے عمر اپنے کام بقیع میں قرظ فروخت کرنے میں مشغول رہتا تھا عمر نے کہا یہ تو سچ کہتا ہے۔ تم آنحضرتؐ کے پاس حاضر رہتے تھے اور ہم غائب رہتے تھے۔ تم فارغ رہتے اور ہم اپنے کاروبار میں مشغول رہتے تھے۔ اور مروی ہے کہ یہ مناظرہ مابین عمر و زید بن ثابت واقع ہوا اور زید نے ابی بن کعب سے شہادت دلائی۔ اس وقت یہ کلام دونوں نے ایک دوسرے سے کیا۔ ۱۲ مترجم ؎

الیہ فانطلقا الیہ فقال یا ابا المنذر اخبرنی ھٰذا انک اقراتہ ھٰذہ الآیۃ قال صدق تلقیتھا من فی محمد رسول اللہؐ قال نعم فی الثالثہ وھو غضبان نعم واللہ لقد انزلھا اللہ علٰی جبرئیل وانزلھا جبرئیل علٰی قلب محمد ولم یستأمر فیھا الخطاب ولا

اور کنز العمال جلد اصفحہ ۲۸۷ میں ابی اسامہ و محمد بن ابراہیم تیمی سے مروی ہے دونوں نے کہا عمر بن خطاب ایک آدمی کے پاس گذرا وہ آیت والسابقون الاولون پڑھ رہا تھا۔ امیر عمر ٹھہر گیا اور کہا پھر پڑھ اس نے آیت مذکور پھر پڑھی امیر عمر نے کہا اس طرح تجھے کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا مجھے ابی بن کعب نے پڑھایا ہے۔ امیر عمر نے کہا مجھے اس کی طرف لے چل جب ہم اس کی طرف گئے تو امیر عمر نے کہا اے ابوالمنذر (کنیت ابیؓ) اس نے مجھے خبر دی ہے کہ تو نے یہ آیت اس کو اس طرح پڑھائی ہے۔ اس نے کہا یہ سچ کہتا ہے میں نے رسول اللہ صلعم کے دہن مبارک سے اس آیت کو سیکھا ہے۔ امیر عمر نے کہا تو نے رسول پاک کے دہن سیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تیسری دفعہ جب امیر عمر نے کہا تو ابیؓ غضب ناک ہو کر کہنے لگا ہاں اللہ کی قسم ہے اس آیت کو اللہ تعالےٰ نے جبرئیل پر نازل فرمایا اور جبرئیل نے محمد صلعم کے قلب پر نازل کیا۔ اور اس میں اس نے خطاب (امیر عمر کے باپ) سے مشورہ نہ لیا اور نہ اس کے

ابنہ فخرج عمر رافعًا یدیہ وھو یقول اللہ اکبر رواہ ابوالشیخ فی تفسیرہ والحاکم وصححہ وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ و

بیٹے سے (یعنی عمر سے) مشورہ لیا۔ پس عمر ہاتھ اٹھائے ہوئے باہر آیا۔ اور کہتا تھا اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اس کو ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح بھی کہا وابن جریر وابن منذر وابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور اسی طرح

وھکذا فی الدر المنثور۔ وفیہ قرأ ابی بن کعب ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ومقتاً وساء سبیلاً الا من تاب فان اللہ کان غفوراً رحیما فذکر لعمر فاتاہ فسئلہ عنہا قال اخذتھا من فی رسول اللہ ص ولیس لک عمل الا الصفق بالبیع رواہ ابو یعلی وابن مردویہ۔ وفیہ روی عبدالرزاق عن بجالۃ قال مر عمر ابن الخطاب بغلام وھو یقرأ فی المصحف النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھواب لھم فقال یا غلام حکھا قال ھذا مصحف ابی فذھب الیہ فسئلہ فقال انہ کان یلھینی القرآن ویلھیک الصفق بالاسواق۔ وفیہ عن الحسن ان عمر بن الخطاب رد علی ابی بن کعب قراءۃ ایۃ فقال ابی لقد سمعتھا من رسول اللہ صلعم وانت یلھتک یا الصفق بالبقیع فقال عمر صدقت۔ الحدیث۔ رواہ ابن راھویہ۔ روی

تفسیر در منثور جلد ۴ ص ۱۶۹ میں ہے اور کنز العمال جلد ۱ ص ۲۷۸ میں ہے۔ ایک دفعہ ابی بن کعب نے آیت ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ۔ الآیۃ کو پڑھا۔ امیر عمر کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو حضرت عمر ابیؓ کے پاس آئے اور اس آیت کی نسبت پوچھا ابیؓ نے کہا میں نے اس کو رسول اللہ کے دہن مبارک سے سیکھا ہے۔ اور تجھے کوئی کام سوائے گشت بازار اور بیع و فروخت کے نہ ہوتا تھا اس کو ابو یعلی نے اپنے مسند میں اور ابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۴۲۹ میں ہے کہ عبدالرزاق بجالہؓ سے روایت کرتا ہے (جس کو تقریب میں ثقہ لکھا ہے) کہ عمر بن خطاب ایک لڑکے کے پاس سے گذرے اور لڑکا قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھواب لھم۔ امیر عمر نے کہا اے لڑکے اس کو قرآن سے مٹا دے۔ لڑکے نے کہا یہ قرآن حضرت ابیؓ کا ہے۔ امیر عمر ابیؓ کی طرف گئے اور اس سے پوچھا اس نے جواب میں کہا بتحقیق مجھے قرآن مشغول رکھتا تھا اور تجھے بازار کی گشت مشغول رکھتی تھی۔ اور کنز العمال جلد ۷ ص ۲ میں جس سے مروی ہے بتحقیق عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعب پر قرأت ایک آیت کا اعتراض کیا ابیؓ نے کہا میں نے ضرور اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے۔ اور تو کوچہ گردی بقیع کے شغل میں مشغول رہتا تھا۔ امیر عمر نے کہا یہ تم نے سچ کہا ہے۔ آخر حدیث تک اسکو

الخدرے فقام[۳] ابو سعید الخدرے فقال قد کنا نؤمر بھذا

ابن راہویہ نے روایت کیا۔ بخاری جلد ۶ ص ۶۹ میں ہے۔ پس ابو سعید خدری کھڑا ہوا اور کہا ہم اس مسئلہ میں نبی علیہ السلام سے مع الفتح اس طرح مامور تھے۔

---

[۱] ۔فی التقریب ثقۃ من الثانیۃ [۲] نیز کنز العمال جلد ۷ ص ۲ میں ابی ادریس سے بروایت ابن ابی داؤد فی المصاحف اور ابن عساکر کے ہے۔ کہ ابی بن کعب نے امیر عمر کو کہا۔ بتحقیق تو جانتا ہے کہ میں نبی ص کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور تم غائب رہتے تھے۔ میں قریب رہتا تھا اور تم سے پردہ کیا جاتا تھا اور میرے ساتھ اس اور اس طرح کیا جاتا تھا۔ اور بخدا اگر تو پسند کرتا ہے کہ میں گھر میں بیٹھا رہوں اور کسی کو حدیث نہ سناؤں اور نہ مرتے وقت تک قرآن پڑھاؤں تو اسی طرح کروں۔ عمر نے کہا یا اللہ تو بخش ہم نہیں جانتے تھے کہ اے ابی اللہ تعالٰی نے اس قدر تجھے علم عطا فرمایا ہے۔ اچھا تم لوگوں کو سکھلاؤ جو تم جانتے ہو[۳] بخاری طبع مصر جلد ۴ ص ۱۶۵ و جلد ۲ ص ۲ میں ہے۔ اور منہاج السنۃ ابن یتمیہ طبع مصر جلد ۱ ص ۱۳۶ میں ہے ان ھذا الاثر خفی علی عمر کما خفی علی کثیر من امور رسول اللہ کالاستیذان وغیرہ۔ انتھی۔ یعنے یہ اثر حضرت عمر پر مخفی رہا۔ جیسے بہت احکام رسول اللہ کے اس پر مخفی رہے مثل اذن لینے وغیرہ کے۔ اور تسہیل القاری شرح اردو بخاری پ ۳ ص ۶۶ میں ہے اور حضرت عمر کے کئی فتوے ترک کئے گئے حدیث صحیح کی مخالفت کے سبب سے جیسے تمتع کا جائز نہ ہونا حج میں۔ جنب کو تیمم کا جائز نہ ہونا پھر یہ فتوے (یعنی منع جمع بین الصلوتین) بھی انہی میں سے گنا جائے گا۔ انتہی۔ اسی طرح الفاروق حصہ دوم ص ۱۹۷ میں ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۱۸۳ میں ہے۔ عمرو بن عاص کہتے ہیں میں نے عمر اور اس کے باپ خطاب کو دیکھا ہوا ہے ان کی یہ حالت تھی۔ کہ ہر ایک پر چادر قطرانیہ تھی تہ بند بھی وہی تھی جو زانو تک نہیں پہنچتی تھی اور ہر ایک کی گردن پر لکڑیوں کی ایک گٹھڑی جو فروخت کرتے تھے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۲۴ و کذا فی الدر المنثور جلد ۶ ص ۹۳ بعینہ اور جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں بحوالہ احیاء العلوم مروی ہے کہ حضرت عمر کو توالی کا کام کرتے ہوئے رات کو لوگوں کے حالات دریافت کرتے تھے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے ہاں شراب دیکھی اور وہ سرود کر رہا تھا۔ کود کر دیوار سے پار ہوئے اور زجر و توبیخ کی مغنی نے کہا (ہم کو کیا نصیحت کرتے ہو) تم نے تین احکام قرآنیہ کی مخالفت کی ہے۔ لا تجسسوا۔ عیب چینی نہ کرو وأتوا البیوت من ابوابھا گھروں میں دروازوں سے آؤ۔ ولا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستاذنوا۔ کسی کے گھر میں بلا اذن نہ جاؤ۔ اس قدر احکام شرعیہ سے ناواقف کا جانشین رسول ہونا اہل تسنن کی عقل میں آتا ہے اوروں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ۱۲ مترجم۔

فقال عمر خفي عليَّ من امر
النبي صلعم الهاني الصفق بالا
سواق۔ وفي رواية ابي هريرة
كان المهاجرون۔ الحديث۔ وفي
حيٰوة الحيوان كان عمر دلالا
يسعى بين البائع والمشتري ذكره
في بيان اكساب الاصحاب عن
كتاب بصائر القدماء وسرائر
الحكماء۔ وفي ازالة الخفاء عن عمر
ابن عامر الانصاري ان عمر
ابن الخطاب قرء والسابقون
الاولون من المهاجرين والانصار
الذين ابتعوهم باحسان فرفع
الانصار ولم يلحق الواو في الذين
فقال له زيد بن ثابت والذين
فقال عمر الذين فقال زيد
امير المؤمنين اعلم فقال ايتوني
بابي بن كعب فاتاه فسئله عن
ذلك فقال ابي والذين فقال
فنعم اذًا نتابع اُبيًّا۔ انتهى۔
في المشكوٰة عن انس مرفوعًا
لابي بن كعب ان الله امرني

عمرؓ نے کہا بے شک ہم بازاروں کی گشت میں مشغول
رہتے تھے اور ابی ہریرہ کی روایت میں۔ اکثر
مہاجرین[1] کا عمل یہی مروی ہے۔ الخ۔ اور حیٰوۃ
الحیوان جلد ا صـ۱۷۷ میں ہے۔ امیر عمر صاحب دلال
تھا جو بائع اور مشتری کے درمیان سعی کرتا تھا۔ اس
کو مؤلف حیٰوۃ الحیون نے اپنی کتاب کے بیان
اکساب الاصحاب میں کتاب بصائر القدماء وسرائر
الحکماء سے ذکر کیا ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۱۹۳ میں
عمر بن عامر انصاری سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب
نے پڑھا والسابقون الاولون من المہاجرین
والانصار الذین ابتعوھم باحسان۔ یعنی
لفظ انصار کو ضمہ سے پڑھا اور واو کو الذین کے ساتھ
نہ پڑھا۔ پس زید بن ثابت نے اُس کو کہا والذین ہے۔
امیر عمرؓ[2] نے کہا الذین ہے۔ زید نے کہا امیر المومنین
زیادہ جانتا ہے۔ پس کہا تو ابی بن کعب کو لے آ۔ جب
اس کے پاس آیا اور اس آیت کا سوال کیا ابی نے کہا
والذین ہے۔ عمر صاحب نے کہا ہاں اب ٹھیک
ہے۔ اور ابی کی متابعت کی۔ انتہی۔ مشکوٰۃ طبع بمبئی
صـ۱۸۲ میں انس سے مرفوعاً مروی ہے۔ نبیؐ نے اُبیؓ
بن کعب کو فرمایا۔ بالتحقیق اللہ تعالٰے نے مجھے
حکم دیا ہے کہ میں تجھ پر قرآن کو پڑھوں۔ ابی
نے کہا اللہ تعالٰے نے میرا نام آپ کے پاس لیا ہے؟

---

[1] ابوہریرہ کی حدیث عمر صاحب کی کوچہ گردی کے بارہ میں علم ابی بکر کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ اور حدیث ابو سعید و عمر کی بخاری پ۳۰ مع ترجمہ فیض الباری مطبع محمدی صـ۲۷ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی ﷺ کانت ظاہرۃ میں ہے۔ اور حدیث مذکورہ ابوہریرہ فیض الباری کے صـ۲۸ پر ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[2] استقصاء الافحام منہج ثانی جلد اوّل صفحہ ۵۲۲ میں ہے کہ عمر صاحب نے سورۃ بقرہ کو بارہ سال میں پڑھا۔ اور ابن

عمر نے بھی ایسا کیا دیکھو مؤطا امام مالک مطبع صدیقی لاہور ص۱۲۵ سطر ۱۲ باب ما جاء فی القرآن اور در منثور اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ لعداز ختم ہر دو حضرات نے بطور شکرانہ ایک اونٹ کی قربانی دی حضرات معتقدین ان کے حافظہ پر غور فرمائیں اور داد دیں کہ ایسے حضرات ماہر قرآن مجید حسبنا کتاب اللہ کہنے کے کب مستحق ہو سکتے ہیں؟ اور اس سے ثابت ہو گیا کہ سورہ بقرہ جو کہ اڑھائی پارہ کی ہے جس پر بارہ سال حضرت عمر صاحب کے خرچ ہوئے اور چھ سال بعداز ہجرت ایمان لائے اب اس وقت اٹھارہ سال ختم ہوئے اور ۵ سال عمر نبویؐ باقی رہ گئی اور قرآن مجید ساڑھے ستائیس پارے باقی رہ گیا اہل انصاف خود انصاف کریں مؤلف۔

ان اقرأ علیك القرآن قال آللہ سمانی لك قال نعم قال وقد ذکرت عند رب العٰلمین قال نعم فذرفت عیناہ وفی روایۃ ان اللہ امرنی ان اقرء علیك لم یکن الذین کفروا قال وسمانی قال نعم فبکیٰ متفق علیہ واحمد والترمذی والنسائی وابو یعلی وابن عساکر وابن النجاری والطبرانی وفیہ عن عبداللہ بن عمر وان رسول اللہ صلعم قال استقرءوا القرآن من اربعۃ (وذکر) وابی بن کعب متفق علیہ ورواہ الترمذی عنہ بلفظ خذوا القرآن۔ الخ وحسنہ وصححہ عن ابن عباس قال عمر اقرانی ابیّ رواہ البخاری والنسائی وابن

حضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ ابیؓ نے کہا رب العٰلمین کے پاس ذکر کیا گیا ہوں؟ حضرت نے فرمایا ہاں۔ تو ابی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے تحقیق اللہ تعالےٰ نے مجھے امر فرمایا ہے میں تجھ پر لم یکن الذین کفروا۔ پڑھوں۔ ابی نے کہا میرا نام لیا ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ ہاں پس ابی رویا۔ بخاری مسلم واحمدؒ وترمذی ونسائی وابو یعلےٰ وابن عساکر وابن نجار وطبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور ص۵۶۶ میں عبداللہ بن عمرو سے ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا یا چار اشخاص سے قرآن پڑھو۔ اُن میں ابی کعب کو ذکر فرمایا۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی جلد ۲ ص۲۲۲ میں اُسی عبداللہ سے روایت کی ہے۔ قرآن کو چار آدمیوں سے سیکھو اُن میں سے ایک ابی بھی ہے۔ اس کو ترمذی نے حسن وصحیح کہا ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے۔ امیر عمر نے کہا مجھے اُبیؓ نے پڑھایا ہے۔ اس کو بخاری نے ص۱۱۲ میں اور نسائی وابن انباری وحاکم وبیہقی

لہ احمد وطبرانی وابن مردویہ سے کنز العمال جلد ۱ ص۱۲۵ میں منقول ہے باقی کتب کا حوالہ کنز العمال جلد ۱ میں مرقوم ہے۔

الانباری و الحاکم و البیہقی فی الدلائل۔ کذا فی الدر والدار قطنی و ابو نعیم۔ اقول قد ثبت باتفاق اہل الجماعۃ ان عمر جمع الناس فی رمضان علےٰ ابیّ ابن کعب کما فی المشکوٰۃ و ازالۃ الخفاء وسنن ابی داؤد و غیرھا فانہ ان لم یکن عالمًا وما ھرًا بالقرآن و قدمہ عمر فقد ظلم و اساء فعُلِمَ ان ابیًّا کان صحابیًّا جلیل القدر ماھرًا بالقرآن احق وارجع علےٰ عمر فی مقابلۃ وَ فی لباب النقول للسیوطی عمر یاتی الیھود و یتعجب بالتورات۔ اقول وقد ذکر فی ایمان عمر امرہ یھودیًا بکتابۃ التوراۃ نبیًا علیہ السلام فتتغیر وجہ النبی ص ولوم ابی بکر عمر علےٰ ذٰلک فلا نعیدہٗ۔ وَ فی ازالۃ الخفاء عن ابراھیم التیمی قال قال رجل عند عمر اللھم اجعلنی من القلیل فقال عمر ما ھذا الدعاء الذی تدعوہ قال انی سمعت اللہ یقول وقلیل من عبادی الشکور فانا ادعو اللہ ان یجعلنی من

نے دلائل میں روایت کیا ہے جیسا کہ در منثور کے ص۱۰۴ میں ہے اور دار قطنی ابو نعیم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ۔ (قول مؤلف عفی عنہ) میں کہتا ہوں۔ کہ باتفاق اہل جماعت ثابت ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو رمضان شریف میں ابی بن کعب پر جمع کیا چنانچہ مشکوٰۃ وازالۃ الخفاء وسنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے پس اگر اُبیّ عالم بالقرآن نہیں تھا اور اُس کو امیر عمر نے امام بنایا تو بہت ہی ظلم کیا۔ پس معلوم ہوا کہ واقعی ابیّ صحابی جلیل القدر ماہر بالقرآن تھا۔ بد عمر صاحب کے مقابلہ میں وہی حق پر تھا جیسا کہ گذرا ہے۔ اور لباب النقول جلد ا ص۱۵ میں سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر یہود کے پاس آتے تھے اور تورات کو پسند کرتے تھے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ عمر صاحب کے ایمان میں گذر چکا ہے جو اُس نے ایک یہودی کو تورات لکھنے کا امر کیا تھا۔ اور اُس کا نبیؐ کو تورات سُنانا اور نبی کا چہرہ متغیر ہونا اور اس پر ابو بکر صاحب کا حضرت عمر کو ملامت کرنا یہ سب لکھا گیا ہے۔ مکرر تحریر کی ضرورت نہیں۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ا ص۲۲۴ میں ہے۔ ابراہیم تیمی کہتا ہے ایک شخص نے عمر صاحب کے پاس کہا میں یا اللہ مجھے تھوڑے اشخاص میں سے کر امیر عمر صاحب نے کہا یہ کیا دُعا مانگ رہا ہے۔ اُس نے کہا میں نے اللہ سے سُنا ہے فرماتا ہے۔ میرے بندوں سے تھوڑے شکر کرنے والے ہیں۔ اس لیے میں اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ مجھے اُن سے بنائے۔ پس امیر عمر نے

ذلك القليل فقال عمر كل الناس
اعلم من عمر۔ ؎۲ وفی روایۃ کل
احد افقہ من عمر۔ وفیہ روی
ابن ماجۃ ان عمر قال ان النبیؐ
توفی ولم یبین الربٰو۔ وفیہ
البخاری وغیرہ عن ابن عمر
خطب عمر ابن الخطاب علی منبر
رسول اللہ فقال لعد وددت
ان رسول اللہؐ لم یفارقنا حتی
یعھد الینا عھدا الجد والکلالۃ
وابواب من ابواب الربٰو۔ وفی
کنزالعمال الکلالۃ عن سعید بن
المسیب ان عمر سئل رسول اللہ
کیف یورث الکلالۃ قال اولیس
قد بین اللہ ذلک ثم قرأ وان
کان رجل یورث کلالۃ او امرءۃٌ
الی اٰخرالاٰیۃ فکان عمر لم یفھم
فانزل اللہ ویستفتونک فی الکلالۃ۔
الاٰیۃ۔ فکان عمر لم یفھم فقال
لحفصۃ اذارأیت من رسول اللہ
طیب نفس فاسئلیہ عنھا فقال

کہا عمرؓ سے کل آدمی زیادہ عالم ہیں۔ اور ایک روایت
میں ہے۔ ہر ایک شخص عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہے اور
جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ میں ہے۔ ابن ماجہ نے روایت کی
امیر عمرؓ نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور
ربٰو یعنے سود کا مسئلہ بیان نہ فرما گئے۔ اور جلد ۲
صفحہ ۱۳۸ میں ہے۔ بخاری وغیرہ نے ابن
عمرؓ سے روایت کی عمر بن خطاب نے ممبر
رسول اللہؐ پر خطبہ پڑھا اور بعد میں کہا میں
دوست رکھتا ہوں کہ نبی صلعم جب تک ہم کو
جد اور کلالہ اور اقسام سود کے نہ سمجھا لیتے ہم سے
جدا نہ ہوتے۔ اور کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۲۰ و در منثور
جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ تا صفحہ ۲۵۱ باسانید کثیرہ مختلفہ میں سعید
بن مسیب سے مروی ہے کہ امیر عمرؓ نے رسول خدا صلعم
سے پوچھا۔ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم کیا جائے
فرمایا کیا اللہ تعالےٰ نے اس کو نہیں بیان کر دیا۔
پھر پڑھا وان کان رجل یورث کلالۃ
او امرءۃ آخر آیت تک اُتاری امیر عمرؓ نے پھر بھی نہ
سمجھا۔ اور بی بی حفصہ کو کہا جس وقت تو رسول
اللہ کو خوشی کی حالت میں دیکھے۔ تب اُن سے
یہ مسئلہ پوچھنا۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا تیرے باپ
نے تجھے کہا ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس کو ہمیشہ

؎۲ کنزالعمال جلد ۴ صفحہ ۲۳۳ میں بروایت قاسم بن ابی امامہ کے ہے کہ امیر عمرؓ نے جنابت کی حالت میں
نماز میں امامت کی پھر اپنی نماز کا اعادہ کیا لیکن لوگوں کو نہ اطلاع دی اور نہ اعادہ کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ
نے فرمایا۔ اے عمرؓ جنہوں نے تیرے ساتھ نماز پڑھی ہے چاہیئے کہ وہ نماز کا اعادہ کریں پس لوگوں نے
علیؑ کے قول کے موافق نماز کا اعادہ کیا۔ اس کو عبدالرزاق و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

ابوكِ ذكرلكِ هذا ما ادى اباكِ ذكرلكِ هٰذا مادى اباكِ يعلمها ابداً فكان يقول ما ادانى اعلمها ابداً وقد قال رسول اللهؐ ما قال رواه ابن راهويه وابن مردويه وهو صحيح اقول و يؤيده قوله تعالىٰ ومنهم من يستمع اليك حتىٰ اذا خرجوا من عندك قالوا للذين اوتوا العلم ما ذا قال آنفا. الأية. فلما كان هٰذا حال عمر الذى كان امير المؤمنين وخليفة سيد المرسلين فكيف كان حال ما ورائه. عن عمر قال لان اكون اعلم الكلالة احب الىّ من ان يكون لى مثل قصور الشام رواه ابن جرير وروى مسلم عن عمر قال ما سألت النبىؐ عن شئ اكثر مما سألته من الكلالة حتىٰ طعن باصبعه فى صدرى وقال يكفيك اية الصيف التى فى آخر سورة النساء كذا فى الاتقان.

اقول يا للعجب لما كان هذا حال علم عمر من القرآن وفهمه فعلى اية قوته العلمية قال عند طلب النبىؐ القرطاس حسبنا كتاب الله وجلس مجلس رسول اللهؐ والله اعلم. فى فتح البيان والدر المنثور اخرج سعيد

کے لیے کبھی سمجھ سکے۔ پس امیر عمر کہتا تھا میں اپنے تیئں نہیں جانتا کہ وہ اس کو سمجھوں حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جو کچھ فرمایا۔ اس کو ابن راہویہ وابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور وہ صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف عفی عنہ) اس کی تائید قول الٰہی کرتا ہے کہ بعض اُن سے وہ ہیں جو تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں۔ مگر جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے ان کو کہتے ہیں کہ اب رسولؐ نے کیا فرمایا ہے؟ پس جب امیرؔ کا یہ حال ہو جو کہ امیر المومنین وجانشین رسولؐ سے ملقب تھا باقی کا کیا حال ہوگا۔ امیر عمر کہتا ہے۔ اگر میں کلالہ کو جانتا تو مجھے اُس سے بہت پسند تھا کہ مجھے شام کے محل مل جاتے۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا۔ مسلم نے امیر عمر سے روایت کیا ہے اُس نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے کسی شئے کے لیے اتنا سوال نہیں کیا۔ جتنا کلالہ کے لیے کیا حتیٰ کہ نبی علیہ السلام نے اپنی انگشت مبارک سے میرے سینے پر ضرب لگا کر فرمایا اگر سمجھے تو تجھے آیت الصیف (جو آخر سورۃ نساء میں ہے) وہی کافی ہے۔ اسی طرح اتقان جلد۱ ص۶۲ طبع مصر میں ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تعجب ہے جب امیر عمر کی قرآن دانی کا یہ حال تھا تو کس قوت علمی پر نازاں ہو کر نبی علیہ السلام کے طلب قرطاس کے موقع پر حسبنا کتاب اللہ کہا اور خلیفہ رسول بن بیٹھا۔ واللہ اعلم۔ فتح البیان جلد۲ ص۲۰ اور در منثور[۱] جلد۲ ص۱۳۲ میں ہے۔ سعید بن منصور و ابو یعلیٰ نے

(۱ حاشیہ اگلے صفحے پر)

بن منصور و ابو یعلی قال السیوطی بسند جید۔

روایت کیا۔ سیوطی نے بسند جید روایت کیا ہے۔

لہ نیز در منثور جلد ۲ صـ ۱۳۳ میں عبدالرزاق اور ابن منذر کے اسناد سے مروی ہے ابو عبدالرحمٰن سلمی کہتا ہے۔ ایک عورت نے امیر عمر سے شرعی مسئلہ میں (حکم زیادتی مہر و اعتراض عورت) جھگڑا کیا اور وہ جیت گئی۔ اور باسناد زبیر بن بکار کے عبداللہ بن مصعب سے مروی ہے۔ امیر عمر نے کہا کہ عورت صواب کو پہنچی ہے اور مرد نے (مراد از ذات خود) خطا کی ہے۔ انتہیٰ۔ نیز در منثور جلد ۵ صـ ۲۲۹ میں باسناد ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن المنذر کے ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ امیر عمر نے کہا کل الناس اعلم من عمر یعنی عمر سے ہر بشر اعلم ہے اسی طرح باسانید کثیرہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۸ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ ۱۷۱ میں ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ ۲۲۴ میں دوسری روایت در منثور کی بھی ہے اور اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ ۳۰ میں ہے فاقبل عمر و ھو یبکی و یقول واعمراہ الا واخصوماہ کل احد افقہ منک یا عمر اور اسی کے صفحہ ۱۵۹ میں یہ الفاظ ہیں کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز اور تفسیر مدارک جلد ۱ صـ ۱۶۸ و کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۳ تحفہ اثنا عشریہ صـ ۲۲۹/۲۳۳ و صـ ۳۰ اور نور الابصار صـ ۵۸ اور حیٰوۃ الحیوان جلد ۱ صـ ۴۷ میں ہے واعمراہ کل احد افقہ منک حتی العجائز یا عمر۔ مطلب ایک ہی ہے۔ عمر روتے تھے واویلا کرتے تھے کہ اے عمر تجھ سے کل آدمی زیادہ عالم اور فقیہ ہیں حتیٰ کہ بوڑھی عورتیں بھی۔ بھلا اس رونے چلانے سے علم آتا ہے۔ یہ خداداد نعمت ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ آیت افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع۔ الآیہ۔ پڑھیئے اور انصاف فرمایئے۔ اور جامع البیان ابن جریر جلد ۲۹ صـ ۳۱ میں آیت وتعیھا اذن واعیۃ کے تحت میں لکھا ہے رسولؐ نے جب اس آیت کو پڑھا حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے کوئی چیز اس کے بعد رسول خداؐ سے نہیں سُنی جو بھول گئی ہو۔ اور بریدہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ سے سُنا ہے حضرت علیؑ کو فرماتے تھے کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے مقرب بناؤں اور تجھے تعلیم دوں اور تو محفوظ رکھے تو یہ آیت اُتری وتعیھا اذن واعیہ۔ ایک دوسرے اسناد سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ اور نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۲۹ صـ ۳۱ میں ہے نبیؐ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تیرے کان ایسے بنائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں پھر مجھے کوئی بات فراموش نہ ہوئی اور اس فیضان الٰہی کے ہوتے ہوئے نسیان کس طرح ہو سکتا تھا؟ الفاروق شبلی نعمانی مطبوعہ خواجہ پریس دہلی جلد ۲ صـ ۱۰۵ میں ہے علامہ ذہبی حافظ ابن حجر و سخاوی کے شیخ الشیوخ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں قرظہ بن کعب سے روایت ہے کہا جب عمر نے ہم کو عراق پر روانہ کیا تو خود مشایعت کو نکلے الخ خلاصہ یہ کہ فرمایا اور تاکید کی کہ حدیث رسول کی بہت کم روایت کرو وہ لوگ قرآن پڑھنے کے شائق

ہیں حدیث میں ان کو نہ پھنسانا جب قرظہ وہاں پہنچا لوگوں نے کہا حدیث بیان کیجئے قرظہ نے کہا ہم کو عمر صاحب نے منع کیا ہے۔ ابوہریرہ کہتا ہے حدیث بیان کرنے پر مجھے عمر دُرّے کے مارتے تھے۔ عمر نے ابن مسعود و ابوالدرداء و ابومسعود کو محبوس کیا کہا تم نے آنحضرت صلعم کی بہت حدیثیں بیان کرنی شروع کر دی ہیں انتہیٰ ملخصاً۔ خدا نے حدیث رسولؐ شائع ہونے سے عمر صاحب کیوں گھبراتے تھے ۱۲ مترجم۔

ان عمر نهى الناس فى صداقتهن (اى مهورهن) على اربع مائة درهم واعترضت له امرءة من قريش فقالت اما سمعت ما انزل الله يقول واتيتم احدٰهن قنطارا فقال اللهم غفرا كل الناس افقه من عمر فركب المنبر فقال ايها الناس انى كنت نهيتكم ان تزيدوا النساء فى صداقتهن على اربع مائة درهم فمن شاء ان يعطى من ماله ما احب قال ابو يعلىٰ و اظنه قال فمن طابت نفسه فليفعل قال ابن كثير اسناده جيد قوى[1] وفى ترجمان القرآن روى ابو يعلىٰ عن مسروق وقال اسناده جيد وفى رواية عن عبدالرحمٰن السلمى بلفظ اٰخره غلبته امرءة فى المناظرة۔ فى العبقات من توضيح الدلائل قول عمر لولا على لهلك

امیر عمر نے لوگوں کو اس سے منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درہم سے زیادہ کریں۔ اس پر ایک قریشی عورت نے اعتراض کیا اور کہا کیا تو نے نہیں سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اگر تم نے کسی عورت کو مال کثیر دیا ہو تو اُس سے کچھ واپس نہ لو امیر عمر نے کہا خدایا کل آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں اور ممبر پر چڑھ کر کہا۔ اے لوگو۔ میں نے تم کو منع کیا تھا کہ چار سو درہم سے عورتوں کے مہر مت بڑھاؤ۔ پس اب جو چاہے اور جتنا پسند کرے اپنے مال سے دیدے۔ ابویعلیٰ کی روایت میں ہے جتنا جی چاہے اتنا دے ابن کثیر نے کہا اس کی اسناد جید اور قوی ہے۔ (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۵) اور ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۰ میں ہے۔ ابویعلیٰ نے مسروق سے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ اس کا اسناد جید ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن سلمی کی روایت میں اس لفظ سے ہے جس کے آخر میں ہے کہ مناظر میں ایک عورت امیر عمر پر غالب آئی۔ عبقات صفحہ ۲۶۸/۲۸۵ میں کتاب توضیح الدلائل سے منقول ہے کہ امیر عمر صاحب نے کہا اگر علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا جب عورت حاملہ کے سنگسار کرنے کا

[1] اسی طرح شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۶۱ و جلد ۳ صفحہ ۹۶ میں ان الفاظ سے ہے فقال كل الناس افقه من عمر حتى ربات الحجال الا تعجبون من امام اخطاء وامرءة اصابت فاضلت امامكم

ففضلتہ یعنی امیر عمر نے کہا عمر سے سب لوگ زیادہ فقیہ ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین زنان بھی زیادہ عالم ہیں۔ کیا تم ایسے امام سے تعجب نہیں کرتے جس نے خطا کی ہے اور عورت صواب کو پہنچتی ہے۔ مقابلہ کیا اس نے تو عورت امام پر فوق لے گئی۔ سبحان اللہ۔ امام ایسا ہو جو عورتوں سے بھی (اگرچہ وہ بفرمان پیغمبر خدا ناقصات العقل والدین ہیں) علم میں ناقص ہو ایسا جانشین رسولؐ کا سینوں کو مبارک ۱۲ مترجم۔

ع اسی طرح تحفہ اثناعشریہ طبع نولکشور ص۳۳۳ میں ہے۔ بہ الفاظ حتی المخدرات فی الحجال۔ ۱۲ مترجم۔

عمر حین افتی برجم الحاملۃ و نھاہ علی۔ و فی کنز العمال عن ابن عباس (فی قصۃ طویلۃ) وردت علی عمر وادۃ فعجز کل الصحابۃ عن حلھا فسئلوا علیاً فقدا احسن الجواب وھکذا فی حادثۃ اخری فقال عمر اباحسن لا ابقانی اللہ لشدۃ لست لھا ولا فی بلد لست فیہ و فی قضیۃ اخری قال عمر یا ابن ابیطالب فما زلت کاسف کل شبھۃ و موضح کل حکم و رجالہ ثقات۔ فی الدین الخالص خفی علی عمر اکثر المسائل۔ الخ و انکر عمر من وفات النبیؐ حتی قلد السیف بقتل القائل بموتہ علیہ السلام وصعد ابوبکر المنبر و فھمہ و تلا انک میت و انھم میتون وما محمد الا رسول۔ الآیۃ فقال عمر کانھا انزلت الیوم کذا فی مدارج النبوۃ و ازالۃ الخفاء

فتویٰ دیا اور حضرت علیؑ نے منع کیا۔ جب ہی حضرت عمر نے یہ کہا اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۷۹ میں ابن عباس سے ایک قصہ طویل میں مروی ہے۔ کہ امیر عمر پر ایک مشکل وارد ہوئی تو کل صحابہ اُس کے حل کرنے سے عاجز آ گئے۔ جب حضرت علیؑ سے پوچھا انہوں نے خوب تر جواب دیا۔ اسی طرح ایک اور حادثہ میں بھی ہوا تو عمر صاحب نے کہا اے ابوالحسن (علی) مجھے اللہ باقی نہ رکھے ایسی تکلیف میں جس کے لیے تو موجود نہ ہو (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۵۸) اور ایک دوسرے قضیہ میں حضرت عمر نے کہا۔ اے ابن ابی طالب ہمیشہ تو ہر شبہ کو حل کرنے والا ہے اور ہر حکم کے ظاہر کرنے والا ہے اس کی اسناد کے رجال ثقہ ہیں۔ (دل سے کہا تو پھر علیؑ کو امام و امیر کیوں نہ مانا) اور دین خالص صفحہ ۵۰ میں ہے۔ اکثر مسائل امیر عمر پر مخفی رہے۔ الخ اور امیر عمر نے وفات نبیؐ سے انکار کیا حتیٰ کہ موت کے قائل کے لئے قتل کرنے کے قصد سے تلوار پہن لی۔ نیز ابوبکر صاحب ممبر پر چڑھے اور اُس کو سمجھایا اور انک میت وانھم میتون۔ وما محمد الا رسول۔ آخر آیت تک پڑھا۔ اور امیر عمر نے کہا گویا یہ آیت آج اُتری ہے۔ اس طرح مدارج النبوۃ و ازالۃ الخفاء

(سلہ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔)

؎ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ و نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۱۳ میں حضرت عمر کا انکار موت نبیؐ بتاکید حلف مروی ہے فقام عمر یقول واللہ ما مات رسول اللہؐ۔ انصاف سے اس قسم امیر عمر کی داد دیجئے کہ مرض الموت میں چند دنوں سے نبیؐ بیمار تھے فوت ہوئے سارا کنبہ رسول مع صحابہ گریہ زاری میں مشغول اور غسل و کفن کا سامان کر رہے تھے اور حضرت عمر حلف کھا رہے ہیں کہ فوت نہیں ہوئے۔ اسی طرح آیت انک میت وانہم میتون کے لیے قسم کھا رہے ہیں کہ فواللہ ما علمت ان ھذہ الآیۃ انزلت قبل الیوم یعنی خدا کی قسم مجھے آج سے پہلے نہیں معلوم تھا کہ یہ آیت قرآن میں اتری ہے دیکھو کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۵۳ باسناد بیہقی حضرت عمر کی قرآن دانی ملاحظہ فرمایئے۔ اسی طرح نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۱۲/۳۱۳ میں ہے اور اس علم و فہم پر اہل تسنن کی مدار سب کی سب حضرت عمر کے مذہب پر ہے۔ دیکھو ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۴ چنیں مجتہدین در ثلث مسائل فقہ تابع مذہب فاروق اعظم اند و این قریب ہزار مسئلہ باشد تخمیناً (آپھر لکھا) مثلہ وضو میں پاؤں دھونے اور متعہ میں مجتہدین نے عمر صاحب کی متابعت کی ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۲ میں ہے و علم مرتضیٰ جز در کوفہ مشہور نہ شد و چوں حاضران مجلس او رضی اللہ عنہ غالباً لشکریاں بودند علم او منقح نہ گشت۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۲ میں ہے فلیس فی الائمۃ الاربعۃ ولا غیرہم من ائمۃ الفقہاء من یرجع الیہ (علیؑ) فی فقہہ۔ انتہیٰ۔ یعنی ائمہ اربعہ یا دوسرے فقہاء کسی نے بھی مسائل فقہیہ میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع نہیں کیا۔ حالانکہ علی کو افقہ و اعلم تسلیم کرتے ہیں۔

وغیرھما۔ اقول وانما اطلنا الکلام فی علم الخلیفۃ الثانی مالم نطل فی علم الاول والثالث لان اھل الجماعۃ یتمذھبون بالمذاھب الاربعۃ وھم کالشروح لمتن مذھب عمر کما فی ازالۃ الخفاء ماعبادتہ نسبت مجتہدین منتسب مطلق است با مجتہد مستقل و مذہب فاروق اعظم بمنزلہ متن است و مذاہب اربعہ بمنزلہ شروح الی غیر ذلک مما بسطنا فی صدر المقالۃ وفیہ شرح این اجمال آنکہ علم فاروق اعظم در بلاد اسلام منتشر شد و جمیع مسلمین بوے اخذ کردند

وغیرہ میں ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں ہم نے کلام کو علم خلیفہ ثانی میں ایسی طوالت دی ہے جو خلیفہ اوّل و ثالث کے علم میں نہیں دی۔ اس لئے کہ اہل جماعت اکثر مذہب مذاہب اربعہ سے اختیار کرتے ہیں اور وہ ہر چہار مثل شروح متن مذہب امیر عمر کے ہیں۔ جیسا کہ ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۵/۱۴ میں ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ مجتہدین کی نسبت فاروق اعظم (امیر عمر) کے ساتھ نسبت مجتہد مطلق کی ساتھ مجتہد مستقل کے ہے۔ اور مذہب فاروق اعظم بمنزلہ متن کے ہے۔ اور مذاہب اربعہ بمنزلہ شرح کے ہیں وغیرہ جو ہم نے بڑے بسط سے ابتدا مقالہ میں بیان کیا ہے۔ اور صفحہ ۸۳ میں ہے اس اجمال

قواعد اصول از وے اخذ نمودند و فیہ
و ہمچنیں مجتہدین در رؤس مسائل فقہ تابع
مذہب فاروق اعظم اند و فی قرۃ العینین
فی تفضیل الشیخین لولی اللہ الدہلوی۔
امہات مذاہب اربعہ اہل سنت بر آثار
مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات
عمر بن خطاب و فتاوی ابن مسعود است۔
واولیاتہ محدثات فی الدین
وھو اکثر من ان یعد والتعجب
کل التعجب ان علومہ فی الدین
ما بیناھا وافتاءہ کما ھو
مشہور لیس الا لطلب الریاسۃ
فی الدنیا۔ واللہ اعلم۔ **فصل۔**
فی بیان علم[1] الخلیفۃ الثالث
یعنی عثمان بن عفان۔ اعلم
ان من انموذجات علمہ جمعہ
القرآن برأیہ علی ترتیب غیر
ما انزل وحرقہ المصاحف
الباقیۃ واثباتہ الآیات بشہادۃ

کی شرح یہ ہے کہ علم فاروق اعظم اسلامی شہروں
میں پھیل گیا اور تمام مسلمانوں نے اس کو مضبوط
پکڑا۔ اور قواعد اصول اسی سے اخذ کیے اور ص ۸۲
میں ہے، اسی طرح مجتہدین اصول مسائل فقہ میں فاروق
اعظم کے مذہب کے پیرو ہیں۔ اور قرۃ العینین شاہ
ولی اللہ میں ہے۔ اصول مذاہب اربعہ اہل سنت کے
احادیث و آثار مرتضیٰ پر نہیں ہیں بلکہ اجماعی مسائل
عمر بن اور ابن مسعود کے فتاویٰ پر ہیں۔ انتہیٰ۔
اور اولیات عمر صاحب و محدثات اُس کے دین میں
شمار سے باہر ہیں۔ اور بڑا تعجب یہ ہے کہ اُس کے علوم
دینی کا یہ حال ہے جو ہم نے بیان کیا اُس کا فتوے
کس قدر مشہور ہوا جو محض طلب ریاست دنیاوی
کی وجہ سے ہوا۔ یعنے دین میں اُن کا زور سے دخل دینا
محض حب ریاست پر مبنی تھا۔ واللہ اعلم۔ **فصل۔**
خلیفہ ثالث عثمان بن عفان کے علم کے بیان میں جاننا
چاہیئے کہ اس کے علم کا نمونہ قرآن شریف کا جمع کرنا ہے
کہ اُس بکفذا اپنے خیال سے ترتیب بدل دی۔ جس
طرح اترا تھا اُس ترتیب پر نہ رکھا اور باقی قرآن
کے نسخہ جات میں جس قدر ملے اُن کو جلا دیا اور آیات

---

[1] اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے ایک عورت چھ ماہ کا بچہ جنی اس کو حضرت عثمان نے رجم کا حکم دیا۔ حضرت علی نے آیت وحملہ وفصالہ ثلاثون شہراً پڑھ کر تردید فرمائی۔ عثمان نے حکم منسوخ کیا لیکن پوچھا تو عورت پہلے حکم سے سنگسار ہو چکی تھی (ناحق قتل کا جرم بے علمی کے سبب خلیفہ پر رہا۔) استیعاب برحاشیہ اصابہ ترجمہ علیؑ جلد ۳ ص ۳۹ میں ہے۔ حضرت عثمان کہتے تھے لولا ابن عباس لھلک عثمان۔ ابن عباس نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا۔ ابن عباس شاگرد حضرت علی کے تھے اس طرح وہ بھی محتاج علیؑ کے ہوئے۔ ظفر المبین ص ۵۵ میں ہے عمر و عثمان مسئلہ تمتع سے ناواقف تھے۔ صفحہ ۵۶ میں ہے عدت وفات زوج کی زوجہ کو اپنے زوج کے گھر گذارنے کا مسئلہ حضرت عثمان کو معلوم نہ تھا۔

رجلین او تحلیف من عندہ کما فی اللمعات وغیرہ فی الاتقان قال قبض النبی۲ ولم یکن القرآن جمع فی شیٔ قال الحاکم فی المستدرک علی شرط الشیخین عن زید بن ثابت قال کنا عند رسول اللہ صلعم نؤلف القرآن من الرقاع۔ الحدیث وھو من جلد او ورق او قرطاس روی البخاری فی صحیحہ عن زید بن ثابت فی حدیث طویل فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب (جرید النخل) واللخاف (الحجارۃ الدقاق) وصدور الرجال ووجدت آخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع غیرہ لقد جاءکم رسول الآیۃ واخرجہا ابن ابی داؤد من طریق

کو دو آدمیوں کی گواہی سے یا کسی سے قسم لے کر درج کیا جیسا کہ لمعات وغیرہ میں ہے یعنی خود نہیں جانتا تھا۔ جو کچھ کسی دوسرے سے ملتا اُسی کو کلام الٰہی سمجھتا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود نہیں جانتا[۲] تھا۔ اگر جانتا تو ایسا نہ کرتا۔ تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ راوی نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہوئے۔ اور قرآن جمع نہ ہوا تھا۔ حاکم نے مستدرک میں شیخین کی شرط پر کہا۔ زید بن ثابت سے مروی ہے۔ ہم رسول اللہ کے پاس ہوتے تھے۔ اور قرآن کو رقاع سے جمع کرتے تھے۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ یعنی چمڑے اور پتے اور کاغذ وغیرہ پر لکھی ہوئی آیات کو جمع کرتے تھے اور بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن ثابت سے ایک لمبی حدیث میں روایت میں کیا کہ میں نے قرآن کو کھجور کی شاخوں اور چھوٹے پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کیا اور میں نے آخر سورہ توبہ کو ابی خزیمہ انصاری کے پاس پایا جو اُس کے سوا کسی کے پاس نہیں تھی۔ لقد جاءکم رسول۔ الآیہ۔ اور ابن ابی

---

[۲] یہ حال تینوں خلفاء کا ہے نہ خاص عثمان کا جیسے روایات سے ظاہر ہے۔ اور امیر عثمان کی قرآن دانی اس سے ظاہر ہے جو امام مالک اپنے مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک عورت آئی جس کا بچہ چھ ماہ میں پیدا ہوا تھا امیر عثمان نے اُس پر رجم کا حکم دیا۔ حضرت علی نے فرمایا اس پر رجم نہیں ہو سکتا۔ اللہ جل جلالہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا وقال۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ یعنی آدمی کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اپنے بچوں کو مائیں پورے دو برس دودھ پلائیں۔ تو حمل کی مدت چھ ماہ ہوئی اس وجہ سے رجم نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت عثمان نے یہ سن کر لوگوں کو اس عورت کے پیچھے بھیجا تاکہ اسکو رجم نہ کریں دیکھا تو رجم ہو چکی تھی دیکھو کشف الغطاء عن کتاب المؤطا مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۲۹۵ مترجم۔

یحیی من عبدالرحمن بن حاطب
قال قدم عمر فقال من کان
تلقی من رسول اللہ شیئاً من القرآن
فلیأت بہ وکانوا یکتبون ذلک
فی الصحف والالواح والعسب
وکان لا یقبل من احد شیئاً
حتی یشھد شھیدان۔ الی
اُخرہ واخرج ابن ابی داؤد
ایضاً من طریق ھشام بن عروۃ
عن ابیہ ان ابابکر قال لعمر ولزید
اقعدا علی باب المسجد فمن جاء
کما بشاھدین علی شئی من کتاب
اللہ فاکتباہ رجالہ ثقات وکان
الناس یأتون زید بن ثابت فکان
لا یکتب اٰیۃ الا بشاھدی عدل۔
وان اُخر سورۃ براءت لم توجد
الا مع ابی خزیمۃ بن ثابت قال
اکتبوھا فان رسول اللہ علیہ السلام
جعل شھادتہ بشھادۃ رجلین
فکتب وان عمر اتی بآیت الرجم
فلم یکتبھا لانہ کان وحدہ قال
ابن حجر ظاھر ھذا انھم کانوا
یؤلفون اٰیات السور باجتھادھم
الخ۔ وقد مر قبل ان علیا جمع
القرآن وحدہ ولم یحتج الی
شھادۃ رجلین ولا بتحلیف احد
لعلمہ علم الیقین فثبت انہ کان

داؤد نے یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب کے طریق
سے روایت کیا کہ امیر عمر آیا اور کہا جس نے رسول علیہ
السلام سے کچھ بھی قرآن سیکھا ہوا ہے وہ ہمارے پاس
لے آئے۔ اور صحابہ صحیفوں اور تختیوں اور کھجور کی
شاخوں پر قرآن شریف کو لکھتے تھے اور کسی سے کوئی
شئے قرآن کی قبول نہیں کرتا تھا جب تک
کہ دو گواہ گواہی نہ دیتے تھے۔ الخ۔
(پھر اتقان میں لکھا) اور ابن ابی داؤد نے
بھی ہشام بن عروہ کے طریق سے اس نے اپنے
باپ سے روایت کیا کہ ابوبکر صاحب نے حضرت عمر
اور زید کو کہا کہ مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ جو
تمہارے پاس دو گواہ لیکر کوئی حصہ قرآن سے لائے
تو تم قرآن میں درج کر دینا۔ اس حدیث کے رجال
الاسناد ثقہ ہیں۔ اور لوگ زید بن ثابت کے
پاس آتے تھے۔ پس وہ کسی آیت کو نہ لکھتا تھا
جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیتے اور آخر سورۃ
براءت کا ابن خزیمہ بن ثابت کے سوا کسی کے
پاس نہ پایا گیا۔ اس نے کہا اس آیت کو لکھ لو۔
کیونکہ رسول اللہ نے اس کی گواہی دو آدمیوں
کے برابر رکھی ہے۔ تو اس نے لکھا اور حضرت عمر
آیت رجم کو لایا اس کو اس نے نہ لکھا کیونکہ وہ
ایک ہی تھا۔ حافظ ابن حجر نے کہا اس کا ظاہری
حال یہ ہے کہ صحابہ آیات سورتوں کو اپنے اجتہاد
سے ترتیب دیتے تھے۔ الخ۔ اور پہلے گذر چکا ہے
کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو اکیلے ہی جمع کیا۔ اور
آدمیوں کی گواہی یا کسی کی قسم کے محتاج نہ ہوئے۔
کیونکہ حضرت مرتضےٰ کو قرآن کا علم علم الیقین کے درجہ

اعلم بالقرآن لاخذہ العلم من النبیؐ وکونہ باب العلوم کما فی تاریخ الخلفاء اخرج ابن ابی داؤد عن محمد بن سیرین قال لما توفی رسول اللہؐ ابطأ علی عن بیعۃ ابی بکر (الیٰ ان قال) الیت (من الایلاء ای حلفت من الصراح) ان لا ارتدی بردائی الا الی الصلوٰۃ حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتبہ علےٰ تنزیلہ فقال محمد لو اصیب ذٰلک الکتاب کان فیہ العلم واما الذین جمعوا القرآن غیر علیؑ فانہم جمع الناس واشھدوا علیہم و حلفوھم واذا سمعوا ان فلانا یعلم اٰیۃ فلانۃ ارسلوا الیہ ولوکان علےٰ ثلاثۃ امیال فصاعداً کما فی الاتقان امر عثمان اجتمعوا فا کتبوا للناس اماما فاجتمعوا فکتبوا للناس اماما فاجتمعوا فکتبوا فکانوا اذا اختلفوا وتدارءوا فی اٰیۃ قالوا ھذا اقرءھا رسول اللہؐ فلاناً فیرسل الیہ وھو علی راس ثلاث من المدینۃ فیقال لہ کیف اقراک رسول اللہؐ اٰیۃ کذا وکذا فیقول کذا وکذا فیکتبونھا وقد ترکوا لذٰلک مکانا۔ الخ وقد مرذکر احراق عثمان المصاحف من

پر یاد تھا جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اس لئے کہ حضرت علی نے علم قرآن کو نبیؐ سے لیا تھا اور علوم کے دروازہ تھے اور سب کچھ یاد رکھنے والے تھے۔

جیسا کہ تاریخ الخلفاء ص۱۳۶ میں ہے۔ ابن ابی داؤد نے محمدؒ بن سیرین سے روایت کی جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا حضرت علی نے ابی بکر کی بیعت سے دیر کی یعنی بیعت کی۔ (تا اینکہ کہا علی نے فرمایا) میں نے قسم اٹھالی ہے کہ بجز نماز کے اپنے مونڈھوں پر چادر نہ رکھوں گا۔ جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں صحابہ و تابعین نے جان لیا کہ علیؑ نے قرآن کو تنزیل کے مطابق لکھا ہے۔ محمدؒ بن سیرین نے کہا۔ اگر یہ قرآن کو حضرت علی کا لکھا ہوا مل جاتا تو اُس میں ہر طرح کا ذخیرہ علمی حاصل ہوتا۔ اور جنہوں نے قرآن کو حضرت علی کے سوا جمع کیا انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور لوگوں کی گواہی اور حلف سے لکھا اور جب سنتے تھے کہ فلاں شخص کے پاس فلاں آیت ہے اُسکی طرف آدمی بھیجتے اگرچہ تین میل یا زیادہ فاصلہ پر رہتا ہوتا جیسا کہ اتقان جلد۱ ص۶۱ میں ہے۔ امیر عثمان نے کہا جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لیے کتاب پیشوا لکھو۔ تو لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے لکھا۔ اور جب کسی آیت میں اختلاف کرتے تھے تو کہتے تھے یہ آیت فلاں شخص کو رسول اللہ نے پڑھائی ہے۔ اُس کی طرف آدمی بھیجتا تھا۔ اگرچہ وہ مدینہ سے باہر تین میل پر ہوتا۔ اور اُس کو کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ نے تجھ کو فلاں آیت کسطرح

من البخاری والنووی وغیرهما فلا نعیده وقد جوز فقهاء اهل الجماعة حرق القرآن الی الآن کما مر و فی ترجمان القرآن عن حسن بن سعید عن ابیه ان الصفیة زنت وادعی رجل من قریش ان الولد له فجاؤا عثمان یحکم بینهم نامرهم الی ردهم یعلی لحکم علیؑ فقال انا احکم کما حکم به النبیؐ الولد للفراش وللعاهر الحجر- الحدیث. الحمد لله علی اتمام بیان ایمان الخلفاء و علومهم من کتب اهل الجماعة وهو انکان مما لا ینضبط ولا ینحصر بالکلیة لکن ماذکرناه فهو القلیل انموذج الکثیر والغرفة تنبئ عن البحر الکثیر نا قسطوا ان الله یحب المقسطین والآن نشرع فی شجاعتهم بعون الله تعالیٰ وحسن توفیقه کان الجهاد لما کان من اعظم الامتحانات الایمانیة واکدها فریضة واشدها ضرورة لما کان من اعظم الامتحانات

پڑھائی تھی، وہ کہتا تھا کہ اس طرح تب اس کو لکھ لیتے تھے۔ اور جب تک کسی سے نہ معلوم ہوتی تھی تو آیات کے مابین مقام خالی چھوڑ دیتے تھے جب پتہ لگتا تو لکھ دیتے۔ امیر عثمان کا مصاحف کے جلانے کا ذکر بخاری اور شرح مسلم نووی وغیرہ سے گذر چکا ہے ہم اس کو مکرر نہیں لکھتے۔ اور فقہاء اہل جماعت نے قرآن کے جلانے کو اسی واسطے ابتک جائز رکھا ہے۔ اور ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۶۳۰ میں حسن بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ صفیہ نے زنا کیا اور ایک شخص نے قریش سے دعویٰ کیا کہ اُس کا لڑکا اس عورت نے جنا ہے وہ امیر عثمان کے پاس آئے۔ تاکہ اُن کے مابین فیصلہ کرے۔ امیر عثمان نے حکم دیا کہ حضرت علی کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کرے گا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ جملہ صحابہ علی کے علم کے محتاج رہے اور علی سب سے زیادہ عالم تھے) حضرت علیؑ نے فرمایا میں تمہارے لیے وہ حکم دیتا ہوں جو نبیؐ نے دیا کہ لڑکا صاحب فراش یعنے اصل خاوند کا ہے اور زانی کے لیے سنگساری کا حکم ہے۔ آخر حدیث تک دیکھو۔ اتمام بیان ایمان و علوم خلفاء پر اللہ کی حمد ہے۔ جو کتب اہل جماعت سے لکھا گیا ہے۔ اگرچہ وہ حالات بتمامہ ضبط و حصر میں نہیں آ سکتے۔ لیکن جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے اور ایک چلو دریا کثیر سے خبر دیتا ہے۔ حضرات! انصاف کرو اللہ تعالےٰ اہل انصاف کو پسند کرتا ہے۔ اور اب ہم اللہ کی مدد اور حسن توفیق سے حضرات خلفاء کی شجاعت کا بیان کرتے ہیں کیونکہ

الایمانیہ واکدھا فریضۃ واشدھا ضرورۃً لما قال اللہ عزاسمام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولمایأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم۔ وام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم۔ ولنبلونکم حتیٰ نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم وانما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا[1] معہ علےٰ امر جامع لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوہ۔ الاٰیۃ قد ثبت من ھذہ الاٰیۃ ان من ذھب وفر من المعرکۃ بغیر اذن النبی لم یکمل ایمانہ بل زال ایمانہ لزم علینا ان نبین بیان الجھاد ای جھاد الخلفاء الثلاثۃ وجھاد امیرالمؤمنین سید الاشجعین امامنا علے ابن ابیطالب علیہ السلام۔

جہاد بڑے امتحانات ایمانیہ اور تاکیدی وسخت ضروری فرائض سے تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہشت میں یوں ہی داخل ہو جاؤگے۔ حالانکہ خدا کی جانب سے مؤمنین سابقین کی طرح کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ جن تکالیف کی برداشت سے اُن کو بہشت عطا ہوا۔ اور کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہشت میں ایسے ہی داخل ہو جاؤگے حالانکہ اللہ تعالےٰ اُنہیں نہ آزمالے جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور تکالیف پر صبر کرنے والے ہیں تاکہ اُن کو سمجھ لیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور تمہاری اصل حالت نیت کو پہچان لیں۔ اور مومن خالص وہ ہیں جو اللہ اور رسول کے ساتھ ایمان لائے اور جب کسی کام میں نبیؐ کے ساتھ جمع ہوتے ہیں جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہو تو نبیؐ کو چھوڑ کر نہیں جاتے جب تک کہ اُن سے اذن نہ لیں۔ آخر آیات تک۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بلا اذن نبیؐ میدان سے بھاگ گئے اُن کے کمال ایمان میں زوال آگیا۔ اس لیے ہم پر لازم ہوا کہ ہم جہاد خلفاء ثلاثہ کا اور جہاد امیرالمؤمنین سید الاشجعین اپنے امام علی بن ابیطالب

---

[1] آیت واذا کانوا معہ علی امر جامع۔ الآیۃ۔ تفسیر در منثور جلد ۵ صـ۶۰ میں ہے امر جامع سے مراد جنگ وغیرہ ہے بروایت مکحول وغیرہ۔ اور کبیر ۶ صـ۲۳۴ میں مجاہد وغیرہ سے اسی طرح مروی ہے۔ یہ آیت معیار ایمان ہے ثلاثہ کے ایمان کو اس سے وزن کریں۔ ۱۲ مترجم۔

فصل۔ فی بیان شجاعۃ امیرالمؤمنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام.

قد روی فی شانہ العظیم لا فتیٰ الا علیؑ ولا سیف الا ذوالفقار وانہ کرار غیر فرار و قد قال علیہ السلام فی دیوانہ وھو لیس بکذاب و لا بمختال فخور بل ھو الصدیق الاکبر صید الملوک ارانب و ثعالب ؛ و اذا رکبت فصیدی الابطال فی حیوٰۃ الحیوان وفی الصراح انا الذی سمتنی امی حیدرہ (فی الصراح حیدرہ شیرو نام مادر زاد علی) فی تاریخ الخلفاء و شھد (علیؑ) مع رسول اللہ بدرًا واحدًا و سائرالمشاھد الا بتوک فان النبیؐ

کا حال بیان کریں۔ **فصل۔ شجاعت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بیان میں۔** تحقیق علی علیہ السلام کی شان عظیم میں مروی ہے لا فتیٰ الا علیؑ ولا سیف الا ذوالفقار۔ یعنی علی جیسا کوئی جوان اور پہلوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور وہ کرار غیر فرار تھے۔ یعنی دشمنوں پر پھر پھر کر حملے کرتے تھے اور کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ خود جناب نے اپنے دیوان مترجم صفحہ ۹۵ پر فرمایا ہے۔ اور وہ بالکل کبھی جھوٹ فرمانے والے نہیں اور نہ فضول فخر کرنے والے ہیں۔ بلکہ وہ صدیق اکبر ہیں فرمایا۔ بادشاہوں کا شکار خرگوش اور لومڑیاں ہوتے ہیں۔ اور جب سوار ہو جاؤں تو میرے شکار پہلوان آدمی ہیں۔ حیوٰۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۲۴۸ اور صراح صفحہ ۱۷۱ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۳ میں ہے کہ حضرت علی رسول صلعم کے ساتھ جنگ بدر و احد و باقی تمام غزوات میں سوا تبوک کے حاضر ہوئے اور تبوک میں نبیؐ نے حضرت علی

لہ سطر انہانہ ابن اثیر جلد ا صفحہ ۲۴۳ میں اسی طرح ہے۔ احیاء العلوم طبع نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ میں ہے جو خرق عادت نبی پر شک کرے کہ یہ وقائع اخبار احاد سے ہیں متواتر نہیں اور متواتر فقط قرآن ہے تو وہ ویسا ہے جو شجاعت حضرت علی اور سخاوت حاتم طائی میں شک کرے پس یہ وقائع اگرچہ احاد سے وارد ہیں لیکن مجموعہ علم ضروری و قطعی پیدا کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اسی طرح نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ میں ہے کہ شجاعت علی و سخاوت حاتم طائی تواتر معنوی سے منقول ہے جن سب کا اجتماع جھوٹ پر غیر ممکن ہے۔ (شجاعت علی بہ تواتر سنیوں میں مسلم ہوئی)

استخلفه على المدينة وله
فى جميع المشاهد آثار مشهورة
واعطاه النبیؐ اللواء فى مواطن
كثيرة واحواله فى الشجاعة
وآثاره فى الحروب مشهورة
وبمعناه فى الصواعق وفى
نهج البلاغة ومن كتاب له
عليه السلام الى معاوية
ومتى كنتم يا معاوية ساسة
الرعية وولاة امر الامة بغير
قدم سابق ولا شرف باسق و
نعوذ بالله من لزوم سوابق
الشقاء واحذرك ان تكون
متماديا فى غرة الامنية
مختلف العلانية والسريرة
وقد دعوت الى الحرب فدع
الناس جانبا واخرج الیّ
واعف الفريقين من القتال
ليعلم ايّنا المرين على قلبه
والمغطى على بصره فانا ابو حسن

کو مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا۔ اور سب جنگوں میں علی
کے مشہور کام ہیں۔ اور بہت مقامات میں اُن
کو جھنڈا[۱] بھی دیا ہے۔ اور اُن کی بہادری کے
حالات جنگوں میں مشہور ہیں۔ اور اسی[۲] کے ہم
معنے صواعق ص۷۲ میں ہے۔ اور نہج البلاغۃ ص۱۹۱
طبع طہران میں ہے۔ منجملہ اُن خطوط کے جو حضرت
علیؑ نے معاویہ کو لکھے تھے یہ ہے۔ کہ اے معاویہ
تم کب رعیت کے سردار اور امت کے امر کے
والی تھے۔ تم کو کسی جگہ سبقت کا قدم اور عظمت
کا شرف حاصل نہیں ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ پناہ
مانگتے ہیں بدبختی کی طرف سبقت کرنے سے۔
اور میں تجھ کو اس سے ڈراتا ہوں کہ تم غرورِ خواہش
میں سرکش ہو اور یہ کہ تو ظاہر و باطن میں اختلاف
رکھے۔ اور تو نے جنگ کی طرف بلایا ہے۔ پس
لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دے اور تو خود میری
طرف نکل آ اور فریقین کو جنگ سے معاف رکھ
یعنے فریقین سے لوگوں کا مفت کشت و خون بند
کر اور خود مقابلہ کر تا معلوم ہو جائے کہ ہم میں سے
کس کے دل پر زنگ اور آنکھوں پر پردہ چڑھا
ہوا ہے۔ پس میں حسن کا باپ ہوں تیرے دادے کا

[۲] تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں اسی عبارت کے متصل آخر میں لکھا ہے۔ قال سعيد بن المسيب اصابت عليا يوم احد ست عشرة ضربة یعنے سعید بن مسیب نے کہا حضرت علیؑ کو احد کے دن سولہ زخم ہوئے تھے اور خلفاء ثلاثہ کبھی جنگ کی شدت میں نہ ٹھیرے اور نہ زخمی ہوئے۔ کسی جنگ میں امیر عمر بھاگتے ہوئے کسی پہاڑی کے قریب گذرے اور دشمن کے آدمی بافراط دھند پتھر مار رہے تھے۔ کہ اگر کوئی اس راستے سے بھاگتا ہوا بھی گذرے تو اتفاقاً ہی سہی اُسکو پتھر لگ جائے اسطرح شاید امیر عمر کو بھی عمر بھر میں حسب بیان اہل جماعۃ کے کوئی لگ گیا جس کو وہ فخریہ بیان کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

قاتل جدك وخالك واخيك شدخاً يوم بدر و ذٰلك السيف معى وبذلك القلب القى عدوى وما استبدلت دنيا ولا استحدثت نبيا وانى لعلى المنهاج التى تركتموه طائعين ودخلتم فيه مكرهين - الخ فى غزوة بدر - فى مدارج النبوة -
از علی مرتضیٰ آمدہ کہ گفت قتال می کردم روز بدر ہر بار می آمدم بر آنحضرت در عریش و می دیدم او را کہ می فرمود در سجدہ یا حیّ یا قیوم برحمتك استغيث - وفى الخصائص للسيوطى اخرج ابن سعد والبيهقى عن علیؑ قال لما كان يوم بدر قاتلت شيئاً من القتال ثم جئت سريعا الى النبی لانظر ما فعل فاذا هو ساجد يقول ياحیّ يا قيوم - لا يزيد عليها ثم رجعت الى القتال ثم جئت وهو ساجد يقول ذلك ثم رجعت للقتال ثم جئت وهو

قاتل اور تیرے ماموں اور بھائی کا بدر کے دن سر کچلنے والا وہی تلوار میرے ساتھ ہے اور اسی دل سے میں دشمن کی ملاقات کرتا ہوں۔ میں نے دین کو تبدیل نہیں کیا اور نہ کوئی نیا نبی بنایا ہے۔ اور میں اسی طریق پر ہوں جس کو تم نے خوشی سے چھوڑ دیا اور جس میں تم جبر سے داخل کئے گئے تھے۔

غزوہ بدر کے بیان میں

اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ میں ہے حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے فرمایا میں بدر کے دن جنگ کرتا تھا اور ہر دفعہ رسول علیہ السلام کے حضور میں اُن کے چھپر میں آتا تھا۔ اور میں اُن کو دیکھتا تھا کہ سجدہ میں سر رکھے پڑھ رہے ہیں یا حیّ یا قیوم برحمتك استغيث اور خصائص[1] سیوطی جلد ا صفحہ ۲۰۰ میں ہے۔ ابن سعد اور بیہقی نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔ جب بدر کا دن تھا تو میں کچھ وقت جنگ کرتا اور پھر جلدی سے نبیؐ کی خبر گیری کے لئے آتا تھا کہ کس حالت میں ہیں۔ سو میں دیکھتا تھا کہ سجدہ کی حالت میں فرماتے تھے یا حیّ یا قیوم یا حیّ یا قیوم - اس سے زیادہ نہیں کرتے تھے کہ پھر میں جنگ کی طرف چلا جاتا تھا۔ جب پھر آیا تو وہ سجدہ میں وہی پڑھ رہے تھے۔

---

[1] اسی طرح کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ میں بذیل الحی القیوم مروی ہے اور ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۲۹۱ میں ہے والا مر کذالك زیرا کہ خدائے تعالیٰ مرتضیٰ را در مشاہد آنحضرت صلعم توفیق عظیم کرامت فرمود تا امور عجیبہ از وے بہ ظہور آمد مثل مبارزت در روز بدر و جنگ احد و قتل عمرو بن عبد ود در غزوہ خندق و فتح حصن در وقعہ خیبر۔ الیٰ غیر ذالك و این نصر مسلمین بود۔ الخ۔

ساحد یقول ذٰلک ففتح اللّٰہ علیہ۔
فی ازالۃ الخفاء عن علیؑ لما
ھزم اللّٰہ اعداءہ حملنی رسول
اللّٰہ علیٰ فرسہ فی کنزالعمال
(مسند علیؑ) عن سعد قال رأیت
علیا بارزاً یوم بدر فجعل یحمحم
کما یحمحم الفرس ویقول الشعر
قال فما رجع حتے خضب سیفہ
دمًا رواہ ابونعیم فی المعرفۃ
فی غزوۃ قرقرا لکدر قال
الشیخ فی مدارج النبوۃ ولوائے ترتیب
داد کہ آں را بعلی مرتضیٰ سپرد فی غزوۃ
احد۔ فی مدارج النبوۃ منقول است
کہ چوں مسلماناں روئے بہزیمت آوردند و
حضرت رسولؐ را تنہا گذاشتند حضرتؐ
در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش
متقاطر گشت و مثل مروارید دوید درا
نحالت نظر کرد علیؑ را کہ بر پہلوئے
مبارکش ایستادہ است[۲] فرمود چوں
است کہ تو بہ برادران خود ملحق نہ گشتی
علی گفت لا کفر بعد الایمان ان
لی بک اسوۃ یعنے مرا با شما کار است
با یاراں و برادران کہ در پے غنیمت رفتند
و ہزیمت نمودند چہ کار دارم۔ و فی

حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو فتح دے دی۔ اور
ازالۃ الخلفاء جلد ۲ صہ ۱۳ میں حضرت علیؑ سے مروی
ہے جب خدا نے اپنے دشمنوں کو شکست دی
رسول اللہؐ نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔
الخ۔ کنزالعمال جلد ۵ صہ ۲۷ مسند علی میں سعد سے
مروی ہے۔ کہا بدر کے دن میں نے حضرت علی
کو جنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ نر گھوڑے کی مثل
آواز کرتے تھے اور شعر فرماتے تھے۔ پھر کہا آپ نے
واپس رجوع نہ فرمایا تا اینکہ اُن کی تلوار خون
سے رنگین ہو گئی۔ اس کو ابونعیم نے معرفت
میں روایت کیا ہے۔ **بیان غزوہ قرقرۃ
الکدر میں**۔ محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ
جلد ۲ صہ ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ اور جھنڈا ترتیب دیا
جس کو حضرت علی کے سپرد فرمایا۔ **غزوہ احد
کے بیان میں**۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۱۶۷
میں منقول ہے کہ جب مسلمان ہزیمت کھا گئے اور
رسول اللہؐ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تو رسول خدا
اس قدر غصہ میں آئے کہ اُن کی پیشانی مبارک سے
پسینہ جاری ہو گیا۔ اور موتیوں کی مثل قطرات گرنے
لگے اس حالت میں آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف
نظر فرمائی جو آپ کے ہمراہ ایک جانب کھڑے
تھے اور فرمایا کیا حال ہے۔ تو اپنے فراری بھائیوں
کے ساتھ ملحق نہ ہوا؟ حضرت علیؑ نے عرض کی
ایمان کامل کے بعد کفر کسی طرح ہرگز ہو نہیں سکتا۔

[۲] شواہد النبوۃ طبع نول کشور صہ ۲۷ میں ہے کہ علیؑ نے احد کے دن فرمایا میں مقابلہ کروں گا۔ اور مقتول ہوں گا مگر فرار نہ کروں گا۔

معارج النبوۃ رکن رابع ص۱۰۱ گروہ اندک بگریختند۔ و فی التاریخ الکامل و کنز العمال بروایۃ ابن عساکر عن ابی ذر و روضۃ احباب[۳] و معارج النبوۃ و مدارج النبوۃ ناقلا عن کشف الغمہ و روضۃ الاحباب۔

"مجھے تو آپ کی اقتدا مطلوب ہے۔" یارسول اللہ مجھے آپ سے کام ہے۔ یار اور بھائی جو غنیمت کے پیچھے دوڑ گئے اور ہزیمت کھا گئے میرا ان کے ساتھ کیا کام ہے۔ اور اس طرح معارج النبوۃ ص۱۰۱ رکن رابع میں ہے کہ بعض صحابہ نے گریز کیا۔ تاریخ کامل جلد ۲ ص۵۸ و کنز العمال ص۱۵۵ جلد ۳ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۱۷۷ و معارج النبوۃ رکن رابع ص۱۰۱ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۶۸ میں بحوالہ کشف الغمہ و روضۃ الاحباب کے ہے۔

ﮨ۳ روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۷۶، اور مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۶۳ و کنز العمال جلد ۵ ص۲۷۶ میں ہے و اکثر لشکر اسلام فرار نمودند و لکن رسول اللہ بر محل خویش ثابت قدم بود (غزوہ احد) صاحب تلخیص المغازی آورده کہ چہار[۱۴] دہ کس[ع] از اصحاب پیش پیغمبر باقی ماندند ہفت از مہاجرین و ہفت از انصار (اصل کتاب دیکھ لو ان میں حضرت عمر و عثمان شامل نہیں ایضاً حوالہ مدارج اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۷۷ میں ہے۔ اور لا کفر بعد الایمان سے آیت و اذا کانو معہ علی امر جامع ۔ الآیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ فرار سے ایمان سلامت نہیں رہتا کفر آجاتا ہے۔ بخاری طبع مصر جلد ۱ ص۳۸ و جلد ۲ ص۱۰۹ میں ہے حضرت علیؑ ڈھال میں پانی بھر لاتے تھے اور حضرت فاطمہ زہراؑ رسول خدا صلعم کے مونہہ مبارک سے خون دھوتی تھیں (معلوم نہیں حضرات ثلاثہ زخم دھونے کی خدمت بھی کیوں نہ کر سکے) تفسیر ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق حسن خان مؤلف فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۵۱۳ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں بذیل آیت افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم لکھا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں علیؑ حیات رسول خداؐ میں اس آیت کو پڑھ کر کہا کرتے تھے واللہ ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے اس کے بعد کہ اللہ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے۔ واللہ اگر حضرتؐ مر گئے یا مارے گئے تو ہم اسی بات پر لڑیں گے جس پر وہ لڑتے ہیں یہاں تک کہ ہم مر جائیں واللہ میں ان کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ اور کون حقدار ہے۔ رواہ الطبرانی ۔ انتہیٰ۔

عہ سب ایسے نہیں جو مطلق نہیں بھاگے بلکہ بجز حضرت علیؑ کے سب کو لغزش ہوئی مگر جب ابوبکر وغیرہ جلد واپس آئے تو جو راوی چودہ[۱۴] کا عدد بیان کرتا ہے وہ خود چودہ[۱۴] پورے ہو جانے کے بعد آیا اور سمجھا کہ یہ سب ثابت قدم رہے ہیں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ بارہ آدمی رسولؐ کے پاس رہ گئے اور اختلاف روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ واپس آنے والے صحابہ کی تعداد جس نے بارہ دیکھی اس نے سمجھا بارہ ثابت

قدمی رہے۔ جو پیچھے آیا جب جو وہ آ گئے تھے اس نے کہا چودہ ثابت قدم رہے۔ اور حقیقت حال وہی ہے جو اول عرض کر دی گئی ہے کہ بجز حضرت علیؑ کے نبیؐ کے پاس ایک وقت بجز علی کے کوئی بھی نہ رہا ورنہ جہاں حضرت نبی نے علی کو اپنے ساتھ دیکھ کر فرمایا کہ یا علیؑ تو اپنے بھائیوں کے ساتھ نہ بھاگا اور علی نے لا کفر بعد الایمان کا جواب دیا اگر کچھ اور صحابہ بھی پاس کھڑے ہوتے تو ضرور حضرت ان کو بھی اس خطاب میں شامل فرماتے اور کوئی جواب وہ دوسرے بھی دیتے۔ کنز العمال جلد ۵ صـ۲۷۴ میں ابن عباس سے مروی ہے احد کے دن نبیؐ کے ساتھ چار آدمیوں کے بغیر کوئی نہ رہا۔ ایک ان میں سے ابن مسعود تھا۔ ۱۲ مترجم۔

قال رسول اللهؐ فی حق علیؑ انہ منی وانا منہ فقال جبرئیل وانا منکما قال فسمعوا صوتا لا سیف الا ذوالفقار[1] ولا فتیٰ الا علیؑ وکسرت رباعیۃ رسول اللہ السفلی و شقت شفتہ۔ کہ این حدیث را باین طریقہ بعض از اکابر محدثان واہل سیر در کتب آوردہ اند (ثم قال) گفت بندہ مسکین کہ ظاہراً قصہ ناد علیاً الخ ہمدرین معاملہ ومعارکہ واقع شدہ است بالجملہ وے رضی اللہ عنہ حق مبارزت

رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں راوی کہتا ہے انہوں نے ہاتف کی آواز کو سنا کہ ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں اور اسی دن آنحضرت صلعم کا سامنے کے دانتوں سے نچلا دانت ٹوٹ گیا اور آپ کا ہونٹ مبارک پھٹ گیا کہ اس حدیث کو اس طریقہ سے بعض اکابر محدثین اور اہل سیر نے کتب میں درج کیا ہے (پھر صاحب مدارج نے کہا) بندہ مسکین کہتا ہے کہ ظاہراً قصہ ناد علیاً الخ۔ کا اس معاملہ ومعارکہ

[1] اسی طرح باسناد خود طبری نے تاریخ الامم والملوک طبع مصر صـ۱۷ جلد ۳ میں روایت کیا ہے۔ اس کے اول لکھا ہے جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ علیؑ نے دوستی کا حق پورا ادا کیا دوستی یہی ہوتی ہے۔ وفی اللآلی للمصنوعۃ السیوطی عماد بن اخت سفیان عن طریف الحنظلی عن ابی جعفر محمدؐ بن علی قال فادی مناد من السماء یوم بدر یقال لہ رضوان لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی عمار متروک قلت کلا بل ثقۃ ثبت حجۃ من رجال مسلم واحد الاولیاء الابدال۔ الخ۔ یعنی سیوطی نے للآلی میں ہاتف کے لا فتی پڑھنے پر جرح نقل کر کے آخر توثیق بیان کی ہے۔ لہٰذا کوئی جا اعتراض باقی نہیں اور سیرۃ ابن ہشام کی شرح روض الانف للسہیلی طبع مصر جلد ۲ صـ۱۴۳ میں بھی قول ہاتف سے اس شعر لا سیف الخ۔ کو نقل کیا گیا ہے۔

و محاربت و جلالت و شجاعت بجا آورد کہ فوق
آں تصور متواں کرد علی فرمود در احد شا
نزدہ ضربہ بمن رسید کہ در چہار ضربہ ازاں
بہ زمین افتادم و ہر بار کہ می افتادم و ہر
بار کہ می افتادم مردے خوبرو بازو
مرا می گرفت و مرا بر پائے من کرد و می
گفت متوجہ کافراں شو کہ تو در طاعت
خدا و رسول او ئی و ایشاں ہر دو از
تو راضی اند انتہی ملخصاً۔ فی ...
تاریخ الخلفاء اصابت علیا
یوم احد ست عشرۃ ضربۃ
وذکر المفسرون والمحدثون
کسر؎۲ دباعیۃ النبیؐ یوم احد۔
فی تاریخ الطبری فانحاز
ابوبکر الی اجمۃ فاستتربہا
ثم ھزم اللہ المشرکین قولہ
فانحاز فی الصحاح للجوھری
انحازوا عن العدو ای انھزموا
ولوا مدبرین و اجمۃ نیستان۔
غزوۃ حمرۃ الاسد فی معارج
النبوۃ و علم بعلی ابن ابی طالب دادہ
از مدینہ بیروں آمد۔ غزوۃ بنی النضیر۔

میں واقع ہوا ہے۔ حالانکہ یہ ہے کہ علیؑ جنگ و
حرب اور تیزی و بہادری کا حق پورا بجا لائے
اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے کہ ہو سکے۔ اور حضرت
علیؑ نے فرمایا کہ احد میں مجھے سولہ۱۶ زخم پہنچے تھے چار
ضربہ کے وقت میں زمین پر گر پڑا اور جس دفعہ میں
گرتا تھا ایک آدمی خوبصورت مجھے پکڑ کر پاؤں کے بل
کھڑا کر دیتا تھا اور کہتا کہ کافروں کی طرف متوجہ ہو
جا تو خدا اور رسول خدا کی اطاعت میں ہے۔ اور یہ
دونوں تجھ پر راضی ہیں۔ انتہی ملخصاً۔ (وہ آدمی
خوبصورت جبرئیل تھا جیسا کہ کتب میں درج ہے) تاریخ
الخلفاء ص۱۱۳ میں ہے کہ حضرت علی کو احد کے دن سولہ۱۶
زخم ہوئے تھے۔ اور سب مفسرین و محدثین نے حضرت
رسول اللہ صلعم کے دانت مبارک رباعیہ ٹوٹ
جانے اور شہید ہونے کا احد کے دن ذکر کیا ہے۔
اور تاریخ طبری ص۱۸۷ میں ہے کہ حضرت ابوبکر ایک
جنگل میں ہزیمت کھا کر جا چھپے تھے پھر اللہ تعالیٰ
نے مشرکین کو ہزیمت دی۔ قول اس کا فانحاز
صحاح جوہری میں ہے انحازوا عن العدو
یعنی ہزیمت کھا گئے اور پیٹھ دیکر واپس ہو گئے
اور اجمہ جنگل کو کہتے ہیں۔ غزوہ حمرۃ الاسد
معارج النبوۃ۔ رکن ۴ ص۱۲۵ میں ہے۔ اور علم علی
ابن ابیطالب کو دیکر نبی علیہ السلام مدینہ سے باہر نکلے۔

؎۲ اس طرح در منثور جلد ۲ ص۷۱ میں ہے کسبت دباعیۃ رسول اللہؐ یوم احد لما
انکشف عنہ اصحابہ رواہ عبد بن حمید عن الحسن یعنی رسول خداؐ کے دانت مبارک
احد کے دن اس وقت شہید ہوئے جب حضور کے اصحاب آپ سے جدا ہو گئے۔ یعنی
بھاگ گئے۔ ۱۲ مترجم،

فی مدارج النبوۃ لوائے عقد نمودہ بعلی
ابن ابی طالب داد و فیہ یکے از تیرا
ندازان یہود تیر نجیہ حضرت صلعم زد
علی در کمین ادبود ناگاہ دید کہ شمشیرے
برہنہ در دست بادد کس دیگر بیروں
آمد علی بروے حملہ کردہ سر شوم اورا
از تن پلیدش جدا کردہ پیش آنحضرتؐ
آورد ھکذا فی معارج النبوۃ
غزوہ بنی المصطلق فی مدارج
النبوۃ و معارج النبوۃ علَم مہاجران
را بعلی داد۔ غزوۃ الخندق و
ویقال لہ الاحزاب ۵ھ فی
کنزالعمال کتاب الغزوات عن
زید بن السلم قال قال رجل
لحذیفۃ (ابن الیمان) اشکوا الی
اللہ صحبتکم رسول اللہؐ فانکم ادر
کتموہ ولم ندرکہ ورأیتموہ ولم نرہ
قال حذیفۃ نحن نشکوا الی اللہ
ایمانکم بہ ولم تروہ واللہ ما
ادرے لو انک ادرکتہ کیف کنت
تکون لقد رأیتنا مع رسول اللہ
لیلۃ الخندق لیلۃ باردۃ مطیرۃ

غزوہ بنی النضیر ۔ مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲۰۲
میں ہے۔ علَم تیار کر کے علی ابن ابی طالب کو
دیا۔ اور ص۲۰۳ میں ہے۔ ایک یہود تیرانداز نے
خیمہ نبویؐ میں تیر مارا۔ اور حضرت علی اس کے
پیچھے کسی نشیب میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک دیکھا
کہ تلوار برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہمراہی دو کس
باہر آگیا تو حضرت علی نے اس پر حملہ کیا اور اُس
بدبخت کا سر پلید بدن سے جدا کر کے آنحضرت
صلعم کے آگے لا رکھا۔ اسی طرح معارج النبوۃ رکن
۴ صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔ **غزوہ بنی المصطلق**۔
مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲۱۲ و معارج النبوۃ رکن ۴
ص۱۴۱ میں ہے مہاجرین کا علَم حضرت علی کو دیا۔
غزوہ خندق ۵ھ کنز العمال کتاب الغزوات جلد ۵
ص۲۷۹ میں زید بن اسلم سے مروی ہے ایک آدمی نے
حذیفہ کو کہا میں اللہ کی طرف شکایت کرتا ہوں کہ تمہیں
رسول اللہؐ کی صحبت حاصل ہوئی اور تم نے حضرت کو
دیکھا اور ہم نے نہ دیکھا نیز تم نے زیارت کی اور ہم نے
نہ کی۔ حذیفہ نے کہا۔ ہم اللہ کی طرف اپنے ایمان کی
تمہارے ایمان لانے کی نسبت شکایت کرتے ہیں حالانکہ
تم نے اس کو نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا
اگر تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کس طرح
ہوتا۔ ہم لوگوں کو رسول اللہؐ کے ساتھ خندق کی

۱؎ یعنی میدان علی سے خالی دیکھ کر دلیری کی کہ تیر مار دیا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ساتھ ہی کہیں کمین گاہ میں چھپے بیٹھے ہیں چنانچہ تیرانداز نے نتیجہ دیکھ لیا۔ ۲؎ شکایت اس طرح کی تم سے زیادہ فیوض حاصل کر کے مدارج علیا پر پہنچے مگر تم نے کچھ بھی نہیں کر دکھایا یا تم کو بڑی غنیمت حاصل ہوئی جو ہم کو نہ ہوئی۔ تو حذیفہ نے کہا ہم تمہارے ایمان کو دیکھ کر شکایت کرتے ہیں کہ تم نے نہ دیکھا اور ایمان لائے یہ بڑا کام ہے۔ اگر حضرتؐ کو

دیکھ پڑتے تو معلوم نہیں تجربہ میں تمہارا ایمان کس طرح نکلتا دیکھو ہم صحابہ حاضرین کا قصہ سناتے ہیں کہ کس طرح حاضری میں تعمیل حکم سے کوتاہی کرتے اور جان بچاتے تھے۔ چنانچہ قصہ متن میں درج ہے ۱۲ مترجم۔

عہ یہ روایت سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر برحاشیہ روض الانف لسہیلی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ میں ان الفاظ سے ہے کہ اس شخص کوفی نے کہا ہم رسول کے وقت ہوتے تو ان کو زمین پر نہ چلنے دیتے اپنے کندھوں پر اٹھا پھرتے حذیفہ نے کہا خدا کی قسم تم خندق کے دن ہم لوگوں کو دیکھتا جب نبیؐ نے فرمایا آخر حدیث تک ۱۲ مترجم۔

اذ قال رسول اللہؐ هل من رجل يذهب فيعلم لنا علم القوم جعله الله رفيق ابراهيمؑ يوم القيامة (وكذا فى روضة الاحباب) فما قام منا احد ثم قال هل من رجل يذهب فيعلم لنا علم القوم ادخله الله فى الجنة يوم القيامة فوالله ما قام منا احد ثم قال هل من رجل يذهب فيعلم لنا علم القوم جعله الله رفيقى فى الجنة فما قام منا احد فقال ابوبكر يا رسول اللہؐ ابعث حذيفة۔ الخ رواه ابن داؤد ابن عساكر وهكذا فى المواهب اللدنية مع شرح للزرقانى وفى الدر المنثور عن ابراهيم التيمى عن ابيه قال رسول اللہؐ ليلة الخندق الا رجل يذهب الى هؤلاء القوم فيا تينا بخبرهم الخ

جنگ کی رات دیکھتا کہ بارش جاری تھی اور نہایت سردی تھی۔ جب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کیا کوئی آدمی ہے کہ جا کر ہمارے لئے مخالف قوم کی خبر لادے۔ قیامت کے دن اُس کو اللہ تعالٰے حضرت ابراہیم کا رفیق بنائے گا۔ مگر ہم میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا۔ پھر فرمایا۔ کیا کوئی آدمی ہے جو ہم کو قوم دشمن کی خبر لادے تو اللہ تعالٰے اُس کو قیامت کے دن بہشت میں داخل کرے گا۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ پھر فرمایا کیا کوئی آدمی ہے جو جائے اور ہمارے لئے قوم کی خبر لادے۔ اللہ تعالٰے اُس کو بہشت میں میرا رفیق بنائے گا۔ پس ہم میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حذیفہ کو بھیج دیجئے۔ الخ اسکو ابوداؤد و ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ ایسا ہی مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ میں ہے (اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۲۰ میں بھی ہے و مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۹۲ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۶۹ و طبری جلد ۳ صفحہ ۵۲ والمعلم ترجمہ صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۱۹۱۶ اور در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ میں ابراہیم تیمی ہے اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے خندق کی رات میں فرمایا۔ کوئی ایسا آدمی ہے۔

جعله الله معی یوم القیامة
قال فما قام منا انسان قال
ثم عاد فسکتوا ثم قال یا ابابکر
فقال استغفر الله رسوله ثم
قال ان شئت ذهبت یا عمر
فقال استغفر الله رسوله ثم
قال یا حذیفة فقلت لبیک
فقمت حتی اتیت وان جنبیّ
لیضربان من البرد فمسح راسی
ووجهی ثم قال ائت هؤلاء
القوم حتی تاتینا بخبر - الخ۔
فی مدارج النبوة وروضة
الاحباب القصه محاربه و مقاتله میان
دو لشکر واقع شد خصوصاً از علی
مرتضی دریں غزا مبارزه ها و مقاتلها
واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون
چنانچه در اخبار وارد شده است۔
لمبارزة علیؑ یوم الخندق افضل
من اعمال امتی الی یوم
القیامة و آنحضرتؐ دعا کرد درحق
علیؑ و شمشیر خود را که ذوالفقار نام
داشت بوے عطا نمود۔ وفی شرح
المقاصد للتفتازانی ومبارزة
علی عمرو بن عبدود افضل من
عمل الامة الی یوم القیامة
وقال لضربة علیؑ خیر من
عبادة الثقلین - وفی الخصائص

جو اس قوم کی طرف جائے اور ہم کو اُن کی خبر لادے۔
اللہ تعالیٰ اس کو میرے ساتھ قیامت میں رکھے
گا۔ راوی کہتا ہے۔ ہم میں سے کوئی آدمی نہ کھڑا
ہوا جناب نے دوبارہ فرمایا تو سب حاضرین خاموش
ہو گئے پھر فرمایا اے ابوبکر تو جا کر خبر لا۔ ابوبکر
نے کہا استغفر اللہ رسولہ یعنی اللہ اور رسول سے
معافی چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا اے ابوبکر تو جا کر
خبر لا۔ ابوبکر نے کہا استغفر اللہ رسولہ یعنی اللہ
الخ پھر فرمایا اے حذیفہ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ حاضر ہوں اور میں اٹھا اور حضرت کے قریب
آگیا اور میرے اعضا سردی سے کانپ رہے تھے۔
پس رسول اللہ نے میرے سر اور منہ پر ہاتھ مبارک
پھیرا اور فرمایا تو اس قوم کی طرف جا تا کہ تو ہم کو
ان کی خبر لادے۔ باسناد الفریابی وابن عساکر۔
(اور یہ قصہ مفصل روضۃ الصفا جلد ۲ صـ ۱۳۲/۱۳۳ میں بھی ہے)
مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ ۲۳۳ و روضۃ الاحباب جلد ۱
صـ ۲۱۹ میں ہے۔ القصہ جنگ و قتال مابین دونوں
لشکروں کے واقع ہوا خصوصاً علی مرتضیٰ سے اس
جنگ میں جو مقابلہ اور مقاتلہ واقع ہوا ہے وہ حد
قیاس و عقل سے باہر ہے چنانچہ احادیث میں وارد
ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کا جنگ جو خندق کے دن ہوا
ہے میری امت کے جملہ اعمال سے جو قیامت تک
ہوں گے افضل ہے۔ اور آنحضرت نے حضرت علیؑ
کے حق میں دُعا فرمائی تھی۔ اور اپنی تلوار جس کا نام
ذوالفقار تھا حضرت علیؑ کو عطا فرمائی تھی۔ اور
شرح مقاصد تفتازانی صـ ۳۰۱ میں ہے حضرت علیؑ
کا جنگ عمرو بن عبدود سے میری امت کے تمام

السیوطی اخرج ابن سعد من طریق الواقدی عن شیوخہ ان عمرو بن عبدود جعل ید عوایوم الخندق ھل من مبارز جعلنا یوم الخندق ھل من مبارز فقال علی ابن ابیطالب انا ابادزہ فاعطاہ رسول اللہ سیفہ و عممہ وقال اللھم اعنہ علیہ ثم یوزلدد دنا احدھما من صاحبہ وثارت بینھما غبرۃ وضربہ علی فقتلہ دولی اصحابہ ھاربین۔ اقول وبہ استمد واستعین حصحص الحق ان الشیخین لم یذھبا فی ھذالمھاندۃ الی استخبار القوم

تمام اعمال سے جو قیامت تک کریں گے افضل ہے۔ اور فرمایا علی کی ضربت جن و انسان کی عبادت سے افضل ہے۔ اور خصائص سیوطی جلد ا صـ۲۲۱ میں ابن سعد واقدی کے طریق سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتا ہے کہ عمرو بن عبدود خندق کے دن پکار رہا تھا کہ کوئی جنگ کرنے والا ہے؟ علی بن ابی طالب نے فرمایا۔ میں اس سے جنگ کروں گا۔ تب رسول اللہ نے علیؑ کو اپنی تلوار دی اور عمامہ بندھوایا اور فرمایا خدایا اس کو دشمن پر غالب فرما۔ پھر حضرت علی دشمن کے قریب ہوئے اور دونوں کے درمیان غبار اڑا اور حضرت علی نے اس کو ضرب لگا کر قتل کر دیا۔ اور عمرو کے باقی مددگار مفرور ہو کر پیچھے ہٹ گئے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں اور اللہ کے ساتھ مدد اور اعانت لیتا ہوں حق ظاہر ہو گیا کہ بالتحقیق شیخین اس جنگ میں صرف

لہ فرضیکہ شیخین اور دیگر اکثر صحابہ آزمائش میں پورے نہ اترے۔ دیکھو آیت اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم اور فرمایا ولنبلونکم حتیٰ نعلم المجاھدین منکم۔ الآیۃ۔ اور فرمایا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم یعنے کفار کے اعمال سے ہے جو ایسے کام کرتے ہیں۔ جن سے خدا کو ناراض کرتے ہیں اور رضا الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ اس لئے اُن کے زعمی اعمال کو جو مفید جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حبط کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تم لوگوں کی آزمائش لیں گے کہ تم سے کون کون جنگ کی تکالیف پر صبر کرتا ہے اور اپنے اخبار ایمان و امانت اسلام و محبت و اطاعت رسولؐ میں سچا نکلتا ہے۔ پھر فرمایا اے دعویدار ایمان کے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو ورنہ تمہارے کئے ہوئے اعمال باطل ہوں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ وما علینا الا البلاغ۔ ۱۲ مترجم۔

عہ روضۃ الاحباب جلد ا صـ۲۱۹ میں ہے کہ حضرت علی نے ضرار نامی کافر ہمراہی عمرو بن عبدود کو حملہ کر کے بھگایا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے تعاقب کیا تو ضرار نے مڑ کر برچھی کا موثر وار کیا۔ پھر عمداً روک لیا

اور کہا میرے اس احسان کو جو کیا ہے یاد رکھنا۔ حضرت عمر احسان فراموش نہیں تھے کبھی میدان جنگ میں نہ کسی کافر کو مارا اور نہ ان سے کبھی زخم کھایا۔ کسی نے تنگ کیا تو راہ فرار اختیار کیا۔ بہادر کا کام بھی اتنا ہی ہے۔ اسی غزوہ خندق کے بیان میں صاحب معارج النبوۃ مطبوعہ لکھنؤ رکن چہارم صد ۱۶۱ و مطبوعہ نول کشور ص ۱۵۸ میں اور صاحب روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۲۹/۱۳۰ میں لکھتے ہیں اس موقعہ پر حضرت عمر نے اس کے متعلق بیان کیا کہ ایک دن ہم طائفہ قریش کے ساتھ جس میں عمرو بن عبدود بھی تھا جا رہے تھے۔ ناگاہ ہزار[1] ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا تو پھر اسی عمرو بن عبدود نے اونٹ کا بچہ بجائے سپر ڈھال کے ہاتھ میں لے کر ان ڈاکوؤں پر حملہ کیا اور وہ سب ڈاکو بھاگ گئے عمرو بن عبدود کافر کی اتنی بڑی بہادری کا رعب جو حضرت عمر کے دل کو دہلا رہا تھا دوسروں کو سنا کر مسلمانوں کو مرعوب کر رہے تھے کہ جب خود مقابلہ پر نہ جا سکے چاہا کہ اور بھی اس کے سامنے کوئی نہ جائے اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۲۲۹ ترجمہ حیدرہ میں ہے۔ وجاء فی بعض الروایات ان علیا لما بارز عمروا قال رسول اللہ ص الیوم برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ۔ یعنی جب علیؑ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں نکلے رسول خداؐ نے فرمایا آج ایمان کل شرک کل کی طرف نکلا ہے۔ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے اصحاب نبی عمرو کی بہادری سن کر ایسے سُن ہو گئے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں کہ حرکت سے اُڑ جائیں گے۔ مبارزۃ علی یوم الخندق افضل۔ الخ۔ بحوالہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۶۳۱ میں ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۵۲ میں بذیل آیت تلک الرسل فضلنا۔ لکھا ہے نبیؐ نے حضرت علی کو محاربہ عمرو بن عبدود کے بعد فرمایا تم نے اپنے نفس کو اُس وقت کیسے پایا حضرت علیؑ نے عرض کی میں نے ایسا پایا کہ اگر سارے شہر کے آدمی ایک طرف ہوں اور میں ایک ایک طرف تو بھی ان پر قدرت جنگ رکھتا ہوں۔ الخ ۱۲ مترجم۔

---

[1] عمرو بن عبدود کا عرب میں اکیلے ہزار مرد کے برابر شمار ہونا قریباً سب کتب تاریخ میں مذکور ہے لیکن شتر بچہ کا ہاتھ میں لینا صرف روضۃ الصفا مطبوعہ نول کشور جلد ۲ ص ۱۲۹/۱۳۰ میں مروی ہے۔ معارج میں اتنا ہے کہ عمرو نے ہزار ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا اور اپنے قافلہ کو بچا لیا۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۱۸ میں وہ مضمون ہے جو اصحاب نبی کے حواس باختہ ہو گئے کانہم علی رؤسہم الطیور جس کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ تین بار عمرو بن عبدود نے پکارا ھل من مبارز کہا یعنی کوئی ہے جو میرے ساتھ جنگ کرنے والا ہے۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا فقط حضرت علی ہی نے ہر بار رسولؐ سے جنگ کی اجازت چاہی مگر نبیؐ نے برائے امتحان صحابہ اجازت نہ دی۔ انتہیٰ۔ اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص ۳۲۰ میں ہے نیز اس میں ہے کہ نبیؐ نے علی کو ذوالفقار دی زرہ پہنائی اپنا عمامہ پہنایا اور دعا فرمائی خدایا اس کی اعانت فرما بدر میں تو نے مجھ سے عبیدہ کو لیا اور احد کے دن حمزہ کو لیا اب یہ ایک علی میرا بھائی چچا کا بیٹا ہے پس مجھے تو اکیلا نہ بنا اور تو ہی سب وارثوں سے اچھا وارث ہے۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم۔

مع انہ علیہ السلام خصھم و
وعدھم برفق ابراھیم ودخول
الجنۃ ومصاحبتہ فاتۃ الشریف
قالا فی الجواب استغفر اللہ
ورسولہ وھو فی ھٰذا المقام
یفید معنی الاستعفاء عن
التعمیل وان علیاً ع قد بارز
حق المبارزۃ واعطاہ
النبی ع سیفہ وعمہ ودعالہ
وجعل ضربتہ، افضل من
اعمال امتہ الی یوم القیامۃ
فیا ایھا المنصفون اعدلوا ھو
اقرب للتقوی۔ فی غزوۃ
بنی قریظۃ۔ فی مدارج النبوۃ و
معارج النبوۃ آں روز تاشب علیؑ وزبیر
بہ قتل بنی قریظہ مشغول بودند۔ وفی
معارج النبوۃ رکن رابع فتح فدک
بغیر غزوہ برید علی بود۔ فی غزوۃ
خیبر۔ فی مدارج النبوۃ چوں ارادۃ
براں رفتہ بود کہ ایں فضل خاص فتح
خیبر مزید اختصاص بجناب ولایت علی
مرتضیٰ داشتہ باشد۔ فی الصواعق
المحرقہ وتاریخ الخلفاء واعطاہ
النبی ع اللواء فی مواطن کثیرۃ
سیما یوم خیبر واخبر صلی اللہ
علیہ وآلہ ان الفتح یکون الی
یدہ کما فی الصحیحین وحمل

قوم کی خبر لینے کے واسطے بھی نہ گئے باوجود
اس کے کہ نبیؐ نے حاضرین کو رفاقت ابراہیمؑ و
دخول جنت و مصاحبت ذات بابرکات خود کا
بھی وعدہ فرمایا بلکہ ہر دو حضرات نے جواب میں
استغفر اللہ کہا جو اس جگہ استعفار کا معنے دیتا
ہے یعنے تعمیل حکم سے معافی لینے کا عذر کیا۔ اور
حضرت علیؑ نے کہا حقہ جنگ کی۔
اور نبی علیہ السلام نے اپنی تلوار بھی اُن کو دی
اور دستار بھی پہنائی اور دعا بھی فرمائی اور اُنکی
ضرب کو اعمال امت سے جو قیامت تک ہوں افضل
فرمایا پس اے اہل انصاف عدل کرو کیونکہ عدل پرہیز
گاری کے لیے بہت قریب ذریعہ ہے۔ غزوہ
نبی قریظہ۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۲۵ و معارج
النبوۃ رکن رابع ص۱۰۲ میں ہے اُس دن کو رات
تک حضرت علی اور زبیر قتل نبی قریظہ میں مشغول
رہے۔ اور معارج النبوۃ رکن ۴ ص۱۷۴ میں فدک
کا بغیر جنگ کے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہونا
لکھا ہے۔ غزوہ خیبر۔ مدارج النبوۃ جلد ۲
ص۳۳۲ میں ہے۔ ارادہ الٰہی جب ایسا ہی تھا کہ خیبر کی
فتح کی فضیلت بالخصوص علی علیہ السلام کو دی گئی۔
صواعق محرقہ ص۲۳ میں ہے نبی نے بہت جگہ علی کو
جنگ کا جھنڈا دیا۔ اور خصوصاً خیبر کے دن بھی علی
کو جھنڈا دیا۔ اور خبر دی کہ حضرت علی کے ہاتھ پر
فتح ہوگی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے۔ اور حضرت
علیؑ نے قلعہ کا دروازہ اپنی پشت پر اُٹھایا اور
جملہ مسلمین اس پر چڑھ کر گذرے۔ اور تب انہوں نے
فتح پائی۔ اُس کے بعد اُنہوں نے دروازہ کو کھینچا

یومئذ باب حصنها علی ظهره حتیٰ صعد المسلمون علیه ففتحوها وانهم جروه بعد ذلک فلم یحمله الا اربعون رجلا۔ وفی روایة انه تترس باب الحصن عن نفسه فلم یزل یقاتل وهو فی یده حتیٰ فتح الله علیه ثم القاه فاراد ثمانیه ان یقلبوه فما استطاعوا وفی روضة الاحباب علیؑ رمی باب المدینة خیبر ثمانین شبرا وانیا لم یتسلم؛ از پس سر خود ہشتاد وجب دور انداخت۔ الخ فی الخصائص السیوطی[2] اخرج الشیخان عن سلمة بن الاکوع قال کان علیؑ

تو چالیس[1] اشخاص کے بغیر نہ اُٹھا سکے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے دروازۂ خیبر کو ڈھال کی طرح اپنے واسطے ہاتھ میں رکھا اور جب تک جنگ کرتے رہے دروازہ ہاتھ میں رہا۔ تا اینکہ اللہ تعالےٰ نے اُس کے ہاتھ پر ہی فتح کر دی۔ جب حضرت علیؑ نے دروازہ پھینک دیا تو آٹھ آدمیوں نے ارادہ کیا کہ ہلا کر اُٹھائیں مگر قادر نہ ہو سکے۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۳ میں ہے۔ اور روضۃ الاحباب جلد اول ص۲۶۳ میں ہے۔ حضرت علیؑ نے خیبر کا دروازہ اپنے سر کے پیچھے اسّی بالشت دُور پھینک دیا الخ خصائص سیوطی جلد ا ص۲۵۱ میں ہے کہ بخاری و مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے۔ حضرت علیؑ

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۷ طبع مصر میں حضرت جابر انصاری سے روایت ہے ان علی بن ابی طالب حمل الباب یوم خیبر حتی صعد المسلمون علیه وبعد ذلک لم یحمله اربعون رجلا۔ وکذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۸ و حستنہ ترجمہ مثل عبارت صواعق وغیرہ مندرجہ فلک النجاۃ ہے مگر اس جگہ اتنا فرق ہے کہ چالیس آدمی بھی اس دروازہ کو نہ اُٹھا سکے۔ اور سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ روض الانف طبع مصر جلد ۲ ص۲۳۹ میں باسناد ابن اسحٰق مروی ہے کہ اور خیبر کو علیؑ سے بمنزلہ ڈھال کے ہاتھ میں رکھا اور جنگ کرتے رہے تا کہ فتح ہو گئی اور اس دروازہ کو آٹھ آدمی ادھر اُدھر نہ پھیر سکے تھے اور سیرت ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص۲۹۲ میں اس دروازہ خیبر کی نسبت لکھا اس کو ستر آدمی مشکل سے حرکت دے سکتے تھے بیہقی کی روایت سے ستر اور یا چالیس آدمی اس کو نہ اُٹھا سکتے تھے لکھا ہے وکذا فی السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ ص۴۴ ۱۲ مترجم۔ [2] اسی طرح یحبه الله ورسوله یفتح الله علی یدیه بخاری طبع مصر جلد ۲ ص۱۰۰، ۱۰۳ وجلد ۳ ص۳۲ میں ہے اور اسی طرح عینی شرح بخاری جلد ۷ ص۶۳۲ وصفحہ ۵ میں

باسناد ابن اسحاق وغیرہ زیادہ لیس بفرار و کرارٌ غیر فرارٍ مروی ہے اور بحوالہ سند احمد ابی رافع اور ابی سعید خدری سے مروی ہے۔ اور اسوۃ الرسول مولفہ سیّد اولاد حیدر بلگرامی۔ جلد ۳ صفحہ ۷۶ میں زرقانی شرح مواہب لدنیہ طبع مصر چار جلد ۲ صفحہ ۲۵۰ سے منقول ہے حدیث لاعطین الرایۃ غداً الخ میں آیت قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ کی طرف اشارہ ہے پس گویا حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علیؑ تام الاتباع کامل متبع نبیؐ کے ہیں تاکہ خدا اور رسول کے محبوب ہوگئے ہیں اسی واسطے علیؑ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن کا بغض نفاق کی علامت ہے۔ اس کے بعد حدیث صحیح مسلم کی بیان کی جو فلک النجاۃ میں مذکور ہو چکی ہے۔ خصائص نسائی طبع مصر ص۴ میں ہے حضرت عمر اور ابوبکر نے سبقت کی اور سامنے نبیؐ کے رونمائی کی مگر نبیؐ نے علیؑ کو ہی طلب فرمایا عمر صاحب کہتے ہیں میں نے امارت کی اتنی محبت کبھی نہیں کی تھی جو خیبر کے دن کی تھی میں رسول کے سامنے بھی اُس دن کھڑا ہوتا رہا مگر نبیؐ نے علی کو بلایا الخ۔ اسی کے ص میں ہے خیبر میں علی کے ساتھ دائیں جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل کی اعانت کرتے رہے۔ ۱۲ مترجم۔

تخلف عن النبیؐ فی خیبر و کان رمداً فقال انا اتخلف عن رسول اللّٰہؐ فخرج فلحق بہ فلما کان مساء اللیلۃ التی فتح اللّٰہ فی صباحھا قال رسول اللّٰہ لاعطین الرایۃ غداً رجلاً یحبہ اللّٰہ و رسولہ یفتح اللّٰہ علیہ فاذا نحن بعلیؑ وما ترجوہ فقالوا ھٰذا علیؑ فاعطاہ الرایۃ ففتح اللّٰہ علیہ وفی مسلم فبصق فی عینیہ فبرأ۔ وفی معارج النبوۃ لاعطیں الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ

خیبر کے موقعہ پر بسبب آنکھ دکھنے کے نبیؐ سے پیچھے رہے تھے فرمایا میں رسول اللّٰہؐ سے مجبوراً رہا ہوں پھر پیچھے خروج کیا۔ اور نبیؐ کے ساتھ شامل ہوگئے جب اُس رات کی شام ہوئی جس کی صبح میں اللّٰہ تعالیٰ نے فتح دی تو رسول اللّٰہؐ نے فرمایا۔ میں ضرور کل کے دن ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کو اللّٰہ اور رسول اُس کا دوست رکھتا ہے۔ اُس کے ہاتھ پر اللّٰہ فتح کرے گا۔ پس ہم نے اچانک حضرت علیؑ کو دیکھا حالانکہ مجھے اس کی کوئی امید نہ تھی۔ لوگ کہنے لگے علیؑ آگیا پس نبیؐ نے جھنڈا اُسی کو عطا فرمایا۔ اور اللّٰہ نے اُس کو فتح دیدی۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۱۵ و بخاری طبع مصری جلد ۳ ص۳۲ میں ہے۔ کہ نبیؐ علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؑ کی آنکھوں میں ڈالا اور فوراً شفا ہوئی (وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ ص۱۴۲)

(سلہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یفتح اللہ علیٰ یدیہ وکذا
فی الاستیعاب علی الاصابۃ
بلفظ رجلاً یحب اللہ ورسولہ
ویحبہ اللہ ورسولہ لیس[2]
بفرار یفتح اللہ علیٰ یدیہ
وکذا فی روضۃ الاحباب بزیادۃ

اور معارج النبوۃ ص۲۱۳ میں ہے میں ضرور کل روز
ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو پھر پھر کر لڑنے والا ہے
بھاگنے والا نہیں۔ اللہ اور رسولؐ کو دوست رکھتا
ہے اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ اُس
کے ہاتھوں پر فتح کرے گا۔ اور اسی طرح استیعاب
بر اصابہ جلد ۳ ص۳۶ میں ہے جس کے الفاظ وہی ہیں۔

سلہ کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۴ و تاریخ طبری جلد ۳ ص۹۳ میں بعینہٖ یہی مضمون بروایت ابن ابی شیبہ و احمد و ابن ماجہ و طبرانی و حاکم و بیہقی فی الدلائل و ضیا مقدسی و بزار و ابن جریر کے ہے۔ اور اُس نے تصحیح بھی کی ہے بالفاظ لیس بفرار وکذا فی ص۴۰۵ اور ص۳۹۵ میں بروایت دار قطنی خطیب بروات مالک و ابن جریر کے بے خطاب سے مرفوعاً مروی ہے۔ فرمایا رسول اللہؐ نے جھنڈا اُس کو دوں گا جو کرار (تا اینکہ کہا) غیر فرار ہو گا جبرئیل اُس کے دائیں اور میکائیل اس کے بائیں جانب ہو گا اسی طرح سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص۴۳ میں بھی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ سار رسول اللہؐ الی خیبر فلما اتاھا رسول اللہؐ بعث عمر ومعہ الناس الی مدینتہم والی قصرھم فقاتلوھم ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یقاتلہم حتی یفتح اللہ لہ لیس بفرار (الی ان قال) ابن علیؑ فقالوا ھو ارمد قال ادعوہ۔ الحدیث۔ یعنے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ خیبر کی طرف تشریف لے گئے تو امیر عمر کو ایک لشکر دے کر قلعہ خیبر کی طرف جنگ کے لیے بھیجا انہوں نے جنگ کی مگر بہت تھوڑی دیر میں ہزیمت خوردہ واپس آئے۔ ایسی حالت میں کہ امیر عمر صاحب لشکر کو بزدل کہتا تھا اور وہ اُس کو بزدل کہتے تھے۔ یہ بات رسول خداؐ کو بُری معلوم ہوئی اور فرمایا کہ میں خیبر کے لوگوں پر ایسا آدمی بھیجوں گا جو خدا اور رسول خدا کو دوست رکھتا ہے اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ اُن سے جنگ کرے گا یہاں تک کہ خدا اس کو فتح دے گا

وہ ایسا نہیں جو بھاگ جائے۔ لوگ منتظر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا علیؑ کہاں ہے؟ کہا گیا وہ درد چشم سے بیمار ہے فرمایا اُس کو بلاؤ۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ میں آیا۔ الخ۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور بزار نے روایت کیا ہے اور اسناد اس کا حسن ہے۔ انتہیٰ ناظرین غور فرمائیں کہ اوصاف بیان فرمودہ نبیؐ اگر امیر عمر صاحب میں ہوتے تو اس تفصیل سے فصل ممیز کے طور پر آنحضرت علیہ السلام بالخصوص حضرت علیؑ کے حق میں ایسے مقابلہ و موازنہ کے موقعہ پر ظاہر نہ فرماتے۔ مگر جب امیر عمر کے فعل پر نادم ہو کر بیان فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو کل روز اُس کو علم دوں گا جو برخلاف اس کے اور اس کے پہلے کے صفات میں ہو گا۔ جو بیان فرمائیں اور علیؑ کو بھیجا۔ موازنہ میں صرف یہی حدیث کافی ہے جس پر کوئی جرح نہیں۔ اور شواہد النبوۃ طبع نول کشور ص۸۶

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ناکامیابی ابی بکر و عمر کے بعد فرمایا۔ میں کل روز اُس کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہے۔ تا اینکہ کہا۔ تا اینکہ کہا۔ امیر عمر کہتے ہیں مجھے بڑا شوق تھا کہ مجھے ملے مگر علی کو ملا اور مجھے نہ ملا نبی صلعم نے صحابہ کی صف دیکھی اور مقصود یہی تھا کہ یہ سمجھیں کہ ان میں کوئی ان صفات کا نہیں اور انہیں جو وہاں موجود تھا تو بھی اس کو بلایا جائے اس کے بغیر یہ کام انجام نہیں پاسکتا ۱۲ مترجم۔

؎ اسنی المطالب مؤلفہ جزری صاحب حصن حصین مطبوعہ مکہ مکرمہ ص۱۱ میں روایت لیس بفرار نقل کرکے لکھا رواہ ابن صاحبہ فی منتہ۔ اور سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر بر حاشیہ روض الانف جلد۲ ص۲۳۹ میں باسناد ابن اسحٰق انہی الفاظ سے مروی ہے اور سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد۳ ص۴۱ میں یحب اللہ و رسولہ لا یولی الدبر کے الفاظ سے مروی ہے اور ان الفاظ سے لیس بفرار و کرار غیر فرار بھی اس میں مروی ہے۔ وکذا فی الخصائص للنسائی طبع مصر ص۳۳ شکل وفیہ فرجع ابوبکر و عمر ولم یفتح لہ واصاب الناس شدۃ وجھد انوار اللغۃ پ۲۰ ص۳۵ میں کرار غیر فرار کی نسبت مولوی وحید الزمان نے لکھا یہ آنحضرت نے حضرت علیؑ کی صفت بیان فرمائی جب جنگ خیبر میں لڑائی کے لئے ان کو سردار بناکر بھیجا اور پ۲۴ ص۳۶ میں اسی حدیث کو نقل کرکے یہ بھی تحریر کیا کہ پہلے ایک دن ابوبکر صدیق کو لشکر دے کر بھیجا لیکن وہ خالی لوٹ کر آگئے۔ قلعہ فتح نہیں ہوا۔ پھر دوسرے دن حضرت عمر کو بھیجا ان کا بھی یہی حال ہوا۔ آخر شب کو یہ حدیث فرمائی اور صبح حضرت علی کو بُلاکر جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا انہوں نے قلعہ فتح کیا الخ۔ ۱۲ مترجم؎

کرار غیر فرار وکذا فی مسند
احمد و فی روضۃ الاحباب
ابوبکر و عمر یک یا دو دو روز در
خیبر رفتند و بے فتح واپس آمدند۔ وفی
روضۃ الاحباب و بعدہ پیغمبرؐ
زرہ خودرا در روے (علیؑ) پوشانید
و ذوالفقار بر میانش بست و علم بدست
او داد و روان گردانید فی
الصحیح البخاری لاعطین
الرایۃ رجلا یفتح علی یدیہ
فباتوا یدوجون لذالک ایھم یعطی

اور اس طرح روضۃ الاحباب جلد۱ ص۳۶۲ و مسند احمد جلد۱
ص۹۹ طبع مصر میں بھی ہے۔ اور روضۃ الاحباب جلد۱
ص۳۶۳ میں ہے۔ کہ ابوبکر و عمر ایک ایک یا دو دو روز خیبر
میں جاکر ہزیمت کھاکر واپس ہوئے۔ اور روضۃ الاحباب
جلد۱ ص۳۶۳ میں ہے۔ اس کے بعد پیغمبرؐ نے اپنی زرہ
حضرت علی کو پہنائی اور ذوالفقار اُن کی کمر پر
باندھی اور جھنڈا اُس کے ہاتھ میں دیا
اور روانہ کیا۔ اور صحیح بخاری جلد۲ ص۹۶
میں ہے۔ کل روز میں ایسے شخص کو جھنڈا
دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی تب لوگ
کھڑے ہوئے اور اُمید رکھتے تھے کہ جھنڈا کس کو ملتا ہے۔

فغدوا کلھم یرجوان یعطی۔
وفیہ فی روایۃ کلھم یرجوا ان یعطاھا۔ فی الخصائص للنسائی بعث ابابکر و عقد لہ الرایۃ فرجع و بعث عمر و عقد لہ لوائً فرجع بالناس فقال لا عطین الرایۃ۔ الحدیث۔
و فیہ فما منا انسان لہ منزلۃ عند رسول اللہ الا وھو یرجوا ان یکون صاحب اللواء فدعا علیا۔ الحدیث۔ وفی الخصائص فی ھذا الباب احادیث بالفاظ مختلفۃ۔
وفی ازالۃ الخفاء و کنز العمال عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ ابابکر الی بعض حصون خیبر فقاتل وجھد ولم یکن فتح اخرجہ الحاکم ورواہ ابن جریر۔ فی غزوۃ حنین۔ فی مدارج النبوۃ و معارج

پس انہوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ سب جھنڈا ملنے کے امیدوار تھے اور بخاری کے ص۳۸۶ میں ہے۔ کہ ایک روایت میں ہے سب امیدوار تھے کہ جھنڈا ہمیں دیا جائے گا۔ اور خصائص نسائی ص۱۱ لاہور ص۵ مصر میں ہے نبی علیہ السلام نے ابوبکر صاحب کو خیبر میں بھیجا اور جھنڈا دیا وہ بھی بمعہ لشکر خالی واپس آیا فرمایا میں کل ضرور اُس کو جھنڈا دوں گا آخر حدیث تک (خصائص طبع مصر ص۶ میں ہے۔
اور خصائص نسائی کے ص۱۲ میں ہے راوی کہتا ہے۔ پس ہم میں سے کوئی انسان نہیں تھا جس کی رسول اللہؐ کے پاس کچھ قدر تھی مگر وہ امید کرتا تھا کہ صاحب علم ہوگا۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ اور خصائص کے اس باب میں بالفاظ مختلفہ بہت احادیث ہیں۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۲ ص۱۲ میں سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ابوبکر کو بعض قلعہ خیبر کی طرف بھیجا اور اُس نے قتال و کوشش کی مگر فتح نہ ہوئی۔ اس کو حاکم و ابن جریر نے روایت کیا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۵ ص۲۸۳ میں ہے۔ غزوہ حنین[1]۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص... و معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۱/۲۶۲ و تاریخ الخمیس جلد ۲ ص۱۰۲

[1] رسالہ المرتضیٰ مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن امرتسری سُنّی میں معارف ابن قتیبہ سے منقول ہے کہ حنین کی جنگ میں ہزیمت کے بعد جو رسولؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ حضرت علیؑ اور عباس بن عبدالمطلب و ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور اس کا بیٹا اور فضل بن عباس و ابن ام ایمن و ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب و اسامہ بن زید ہیں گویا اپنا کنبہ و قبیلہ رسول خدا صلعم کا ثابت قدم رہا باقی غیر سب چلتے بنے اسی طرح کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۰۴ میں منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۴ ص۱۵۱ میں بھی ہے۔

اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ میں یہ تفسیر آیت ثم انزل اللہ سکینتہ علےٰ رسولہ وعلی المؤمنین لکھا ہے الناس جمیعا انہزموا یوم حنین فلم یبق مع رسول اللہ الا سبعۃ نفر من بنی ھاشم علیؑ یضرب بسیفہ بین یدے رسول اللہ والعباس اخذ بلجام بغلۃ رسول اللہ والخمسۃ محدقون خوفا من ان ینالہ من جراح القوم شیٔ حتی اعطے اللہ لرسولہ الظفر فالمؤمن فی ھذا الموضع علیؑ خاصۃ ثم من حفدہ من بنی ھاشم۔ الخ یعنی کل لوگ حنین کے دن بھاگ گئے رسولؐ کے ساتھ فقط بنی ہاشم کے سات آدمی باقی رہ گئے حضرت علی رسولؐ کے آگے تلوار چلاتے رہے اور عباس لگام خچر رسول کی تھامے رہے اور پانچ باقی حضرت کے گرد حلقہ باندھے رہے کہ کوئی زخم حضرت کو نہ پہنچے۔ حتیٰ کہ خدا نے رسولؐ کو فتح دی پس اس آیت میں مؤمن مورد سکینہ خاص حضرت علی ہیں پھر باقی ہمراہی مذکورین معاونین۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۰۱ و بخاری طبع مصر جلد ۲ ص۹۲ ۹۸۔ ۱۱۰ و جلد ۳ صفحہ ۴۱۔ اور نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۵۴ میں براء بن عازب سے روایت ہے کسی نے اس سے پوچھا فررتم عن رسول اللہؐ یوم حنین۔ فقال البراء و لکن رسول اللہؐ لم یفر۔ اور نسیم الریاض میں تصریح ہے قال نعم لکن رسول اللہ لم یفر۔ یعنی براء اقرار کرتے ہیں کہ ہاں ہم لوگ حنین کے دن مفرور ہوگئے مگر رسولؐ ثابت قدم رہے نہ بھاگے وکذا فی تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ ص۶۴ و النیشا پوری جلد ۱۰ صفحہ ۶۴ والدر المنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۵ باسانید کثیرہ۔

عہ دو اسنادوں سے اس میں سات آدمیوں کا حنین میں نبیؐ کے ہمراہ ثابت قدم رہنا لکھا ہے۔ ایک حضرت عباس دوسرے حضرت علیؑ تیسرے ابو سفیان بن حارث وغیرہ لیکن ثلاثہ کا ان میں نام نہیں منہ ۱۲ مترجم۔

النبوۃ و تاریخ الخمیس و حبیب السیر از دلاوران کہ دراں روز ثبات قدم ورزیدند علی بود و عباس۔ و فی معارج النبوۃ اصحاب کرام در محاربہ آں کافر (ابو جرول شجاع) متکبر توقف می نمودند کہ ناگاہ شیر بیشہ ہیجا (جنگ) امیر المؤمنین علیؑ متوجہ

و حبیب السیر جلد ۱ جز ۳ ص۶۵ میں ہے۔ کہ بہادروں سے جو اس دن ثابت قدم رہے حضرت علیؑ و عباسؓ تھے۔ اور معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۴ میں ہے۔ اصحاب کرام نے ابو جرول شجاع متکبر کافر کے جنگ میں توقف کیا کہ اچانک شیر جنگ امیر المؤمنین حضرت علی اس کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار

ےہ کذا فی روضۃ الصفا جلد ۲ ص۱۵۸ اور ص۱۶۷ و تفسیر حسینی پارہ سورہ توبہ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۰۹ و معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۲ کو سوا چار کس کے پیغمبر کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت علی و عباس و ابو سفیان بن حارث و عبداللہ بن مسعود اور نبی علیہ السلام نے عباس کو حکم دیا میرے اصحاب کو اس آواز سے

ادشدو بہ زخم تیغ آبدار دمار ازاں
خاکسار برآورد۔ وفی کنز العمال
بروایت انس لما کان یوم
حنین کان اشد الناس
قتالا بین یدیہ علی ابن
ابی طالب رواہ العسکری
فی الامثال۔ وفی الصحیح
المسلم عن سلمۃ بن الاکوع
قال غزونا مع رسول اللہ
حنینا فولی صحابۃ رسول اللہ
الحدیث۔ وفیہ عن ابن
عباس قال ابوہ شہدت
مع رسول اللہ یوم حنین۔
فلما التقی المسلمون والکفار ولی
المسلمون مدبرین فطفق رسول
اللہؐ یرکض بغلتہ قبل الکفار و
انا اخذ بلجا بغلۃ رسول اللہؐ
اکفها ارادۃ ان لا تسرع وابو
سفیان بن الحارث اخذ برکاب
رسول اللہؐ فقال رسول اللہ اے
عباس نادا صحاب السمرۃ (ھی
الشجرۃ التی بایعوا النبیؐ تحتہا

آبدار کے زخم سے اُس کمینے کا دماغ نکال دیا۔
کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۰۶ میں بروایت انس مروی
ہے کہ جب حنین کا دن تھا تو حضرت علی حضرت
نبیؐ کے آگے جنگ کرنے میں سب لوگوں سے
سخت تھے۔ اس کو عسکری نے امثال میں روایت
کیا ہے۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ میں سلمہ بن
اکوع سے مروی ہے۔ ہم نے ہمراہی رسول
خدا حنین میں جنگ کی پس صحابہ رسول اللہ صلعم
کے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے آخر حدیث تک۔
اور اُسی میں کثیر ابن عباس سے مروی ہے
میں رسول اللہ کے ساتھ حنین کے
دن حاضر تھا۔
جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تو مسلمین
پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور رسول علیہ السلام
اپنے خچر کو زور سے کفار کی طرف چلاتے تھے
اور میں رسول اللہ کے خچر کی لگام پکڑے
ہوئے تھا اور اُسے تھام رہا تھا کہ وہ تیزی
نہ کرے اور ابوسفیان بن حارث رسولؐ اللہ
کی رکاب کو پکڑے ہوئے تھا پس رسول اللہ
نے فرمایا اے عباس اصحاب سمرہ کو بلاؤ
یعنی اُن اصحاب کو جنہوں نے بیری کے
درخت کے نیچے بیعت کی تھی کہ لڑ مریں گے

پکارو یا معشر الانصار یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ اھ استیعاب بر اصابہ
جلد ۳ صفحہ ۹۶ طبع مصر میں سات آدمیوں کا باقی رہنا شمار کیا ہے مگر تاہم اصحاب ثلاثہ اُن میں نہیں لکھے۔
ایک روایت میں حضرت عمر کا نام لکھا مگر آخر میں اُس کو رد کر دیا۔ اور مثل عبارت معارج النبوۃ کے
زاد المعاد ابن قیم جلد ۱ صفحہ ۵۵۴ میں ہے۔ ۱۲ مترجم؛

یوم الحدیبیۃ) فقال عباس
وکان رجلاً صیّتاً فقلت یا علیٰ
صوت این اصحاب السمرۃ۔ الحدیث
ھکذا فی روضۃ الصفاء وتاریخ
الطبری۔ اقول قد اوّل صاحب
المرقاۃ ھٰھنا تاویلاً لا یعبأبہ
فانہ قال مدبرل لکن مقبلین
الیٰ رسول اللہؐ یا للعجب انھم
ان کانوا مقبلین الیہ علیہ
السلام فلم ناداھم عباس
بامرہ علیہ السلام فلم یرپا
ھم ھٰذا۔ فی غزوۃ
الطائف۔ خلاصۃ ما فی
معارج النبوۃ۔ آنگاہ امیر المؤمنین علی
باآں مخالف درمیدان درآمد وامیر آنزکردند
وہم تنجانہ راشکست وفتح یافت واعتراض
کرد عمر بر مناجات حضرت علیہ السلام با
علیؑ۔ وقال النبیؐ مانا جیتہ
ولکن اللہ انتجاہ۔ فی الخصائص
للسیوطی اخرج ابن سعد عن
الحسن قال حاصر رسول اللہؐ
اھل الطائف فقال عمر یا نبی اللہ
ادع علیٰ ثقیف قال ان اللہ لم
یأذن لی فی ثقیف قال فکیف
نقاتل فی قوم لم یاذن اللہ فیھم
فارتحلوا۔ الحدیث۔ فثبت من
ھذا الحدیث انہ علیہ السلام

اور فرار نہ کریں گے۔ انہیں یاد دلاؤ کہ اب وہ
وعدہ کہاں گیا۔ یہ بیعت حدیبیہ کے موقع پر ہوئی
تھی) عباس نے کہا اور وہ مرد بلند آواز تھا۔ کہ
میں نے بلند آواز سے پکارا۔ اے اصحاب سمرہ
تم کہاں گئے ہو۔ اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲
ص ۱۷۹ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۸ (اور سیرۃ ابن
دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص ۳۴۸
میں اسی طرح ہے اور اس میں یا اصحاب سورۃ
البقر بھی ہے اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ سب کچھ
یاد دلانے پر فلم اراالناس یلوون علےٰ
شیئ یعنی کسی بات پر بھی صحابہ پھر کر نہ دیکھتے
تھے اور اسی طرح سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۱۲۴/۱۲۵ میں
بھی معینہ ہے) میں ہے میں کہتا ہوں (یعنی قول
مؤلف) بالتحقیق صاحب مرقاۃ نے اس جگہ ایسی
تاویل کی ہے جو قابل اعتبار نہیں اُس نے کہا ہے
مراد مدبرین سے یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی طرف
متوجہ ہو کر آرہے تھے۔ بڑا تعجب ہے۔ کہ اگر صحابہ
آنحضرت کی طرف متوجہ تھے تو عباس نے بامر
نبیؐ اُن کو کیوں بلایا تھا۔ کیا حضرت صلعم و عباس
دونوں نے اُن کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر درخت
کی بیعت یاد دلانے کا اور بلند آواز سے پکارنے
کا کیا مطلب تھا۔ توجہ سے اس پر غور کرو۔
غزوہ طائف۔ معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۲۶۸ کا
خلاصہ یہ ہے۔ اُس وقت امیر المؤمنین علی علیہ
السلام اُس مخالف کے مقابلہ پر میدان میں آئے
اور علیؑ کو سپاہ سالار و امیر لشکر بنایا گیا بتخانہ کو
بھی اُس نے توڑا اور فتح پائی۔ امیر عمر نے حضرت

لم یقاتل فی الطائف وارتحل بلا دون القتال وحصل الفتح بلا محاربتہ[1]۔

نبی صلعم پر اعتراض کیا کہ علیؑ سے اس قدر سرگوشی کیوں کرتے ہو۔ نبی صلعم نے فرمایا میں نے علیؑ کے ساتھ اپنی طرف سے سرگوشی اور خفیہ گفت وگو نہیں کی بلکہ اللہ تعالےٰ نے علیؑ سے سرگوشی فرمائی ہے۔ یعنی میں نے بحکم آلہی اس طرح کیا ہے۔ یہ بہت کتب میں ہے۔ خصائص سیوطی جلد ۲ ص۲۷۲ میں ہے۔ ابن سعد نے حسن سے روایت کی رسول علیہ السلام نے اہل طائف کو محصور کر لیا تو امیر عمر نے کہا اے رسول اللہ ص ثقیف پر دعا کرو فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ نے ثقیف کے حق مجھے رخصت نہیں دی۔ نیز فرمایا ہم کس طرح اُس قوم میں جنگ کریں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا پس کوچ کر گئے۔ الحدیث۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طائف میں نبی علیہ السلام نے جنگ نہیں کی اور قتال کے بغیر کوچ کیا اور جنگ کے بغیر فتح حاصل کر کے واپس ہوئے۔

---

[1] غرضیکہ تمام غزوات میں سے حنین کی جنگ آخر میں ہوئی اس میں بھی صحابہ کا فرار قرآن واخبار میں ثابت ہے گویا سارے غزوات میں بھاگتے رہے اور حنین کے بعد جنگ کی ضرورت نہیں پڑی۔ ۱۲ مترجم۔

فصل۔ فی بیان فرار الخلفاء الثلاثۃ فی المغازی

ایھا الاخوان الاخبار تنادی باعلیٰ صوت علیٰ ان علیًا لم یفر فی غزوۃ قط بل ثبت واستقرو حارب الکفار وقتلھم وخذلھم وفتح اللہ علیٰ یدیہ مالم یفتح علیٰ یدٖ احد فاما سائر الخلفاء فقد فر بعضھم فی غزوۃ اخریٰ کما ستریٰ انشاء اللہ۔ فی ازالۃ الخفاء اخرج البخاری من حدیث ابن عمر اما فرارہ (ای فرار عثمان) من احد فانا

فصل۔ خلفاء ثلاثہ کا مغازی میں فرار۔

اے برادران اہل ایمان اخبار تو اونچی بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ حضرت علی کسی جنگ میں ہرگز مفرور نہیں ہوئے بلکہ ثابت قدم اور جمے رہے اور کفار سے لڑتے رہے اور کفار کو قتل اور خوار کیا اور اللہ تعالےٰ نے حضرت علی کے ہاتھوں پر فتح کی جو کسی کے ہاتھ پر فتح نہ ہوئی تھی۔ اور باقی خلفاء کوئی کسی جنگ میں کوئی کسی جنگ میں بھاگ گئے۔ جیسا کہ انشاء اللہ تجھے معلوم ہوگا۔ ازالۃ الخفا جلد اول ص۱۶۸ میں ہے۔ بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اُحد میں امیر عثمان کا فرار ہوا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اُسے معاف کر دیا۔ اور ص۱۶۸ میں ہے کہ

اشهد ان الله قد عفى عنه
وفيه اخرج البخارى فى قصة
حمراء الاسد: قالت عائشة فانتدب منهم (اى بادروا الى الاجابة[1]) سبعون رجلاً فيهم ابوبكر و زبير[2]۔
وكذا فى تفسير ابن كثير و ازالة الخلفاء عن عائشة قال ابوبكر الصديق لما جال (تفرق) الناس عن رسول اللهؐ يوم احد كنت اوّل من فاء (رجع[3]) فبصرت به من بعد الحديث۔ اخرجه الحاكم۔
وفى كنز العمال مسند الصديق عن عائشة قالت كان ابوبكر اذا ذكر يوم احد بكى ثم قال ذاك كله كان يوم طلحة ثم انشأ يحدث قال كنت اوّل من فاء يوم احد۔ الخ رواه الطبرانى فى الاوسط و ابن سعد و ابن سنى والشاشى والبزار و ابن حبان والدار قطنى فى الافراد و ابونعيم فى المعرفة و ابن عساكر و الضياء۔ وفى كنز العمال و ازالة الخفاء فلم يلبثوا ان هزموا عمر و اصحابه فجاء يجبنونه و يجبنهم۔

کہ بخاری نے قصہ حمراء اسد میں بی بی عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں جنہوں نے واپس لوٹنے میں سبقت کی وہ ستر آدمی تھے اُن میں حضرت ابوبکر و زبیر بھی تھے اسی طرح تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص۳۱۹ میں ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص۲۵ و تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص۳۱۱ و ازالۃ الخفا جلد۲ ص۱۲ میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق نے کہا جب لوگ رسول اللہؐ سے احد کے دن متفرق ہوئے اُن میں سے پہلے واپس ہوا تھا۔ اور میں نے نبیؐ کو دیکھ لیا۔ الحدیث۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۵ ص۲۷۴ مسند صدیق میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر جب احد کا دن یاد کرتا تھا تو روتا تھا پھر کہا یہ سب طلحہ کا دن تھا پھر ابوبکر صاحب بیان کرتا تھا کہ اُحد کے دن میں پہلے واپس ہوا تھا۔ الخ۔ کنز العمال میں ہے۔ اس کو طبرانی فی الاوسط و ابن سعد و ابن سنی والشاشی و بزار۔ و ابن حبان و دار قطنی فی الافراد و ابونعیم فی المعرفت و ابن عساکر و ضیا نے روایت کیا ہے۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۲ ص۲۹ و کنز العمال جلد ۵ ص۲۸۳ میں ہے (خبر) میں پس نہ ٹھیرے حتیٰ کہ امیر عمر اور اُس کے ساتھی ہزیمت کھا گئے اور امیر عمر کے ساتھی امیر عمر کو اور امیر عمر صاحب اُن کو بزدل کہتے اور ایک دوسرے کی طرف نامردی و بزدلی کی نسبت دیتے تھے۔

[1] بہر وجہ ابوبکر صاحب کا فرار ثابت ہے۔ اگرچہ واپسی میں پہلے آئے تھے ۱۲ مترجم۔ [2] براء سے روایت ہے احد کے دن نبیؐ کے ساتھ کل بارہ آدمی[3] باقی رہ گئے تھے۔ (دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱، تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں تحت آیت واذ غدوت من اهلك لکھا کہ حضرت نبیؐ کے ساتھ ابوبکر و علیؑ

وعباس وطلحہ وسعد باقی رہ گئے تھے اور لشکر میں یہ آواز مشہور تھی ان محمداً قد قتل جب دوسری صحیح میں ابوبکر کا اقرار فرار اور جلد واپس ہونا ثابت ہے تو کبیر کے مطابق یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس راوی نے واپسی ابوبکر کے بعد اس کو نبیؐ کے ساتھ دیکھا اُس نے سمجھا یہ بھاگا ہی نہیں کیونکہ وہ خود بھی توبھگوڑوں سے ہے۔ تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۴۳۱ میں ابوبکر صاحب کا اقرار فرار مذکور ہے اس کے بعد کہا کنت اول من جاء۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ میں ہے ومن المنھزمین عمر الا انہ لم یکن فی اوائل المنھزمین ولم یبعد الخ۔ ومنھم عثمان انھزم مع رجلین من الانصار یقال لھما سعد وعقبۃ انھزموا حتی بلغوا موضعا بعیدا ثم رجعوا بعد ثلاثۃ ایام۔ وان ثمانیۃ من ھؤلاء کانوا بایعوہ یومئذ علی الموت ثلاثۃ من المھاجرین علیؑ وطلحۃ الخ یعنی حضرت عمر بھاگنے والوں میں سے تھے مگر پہلے پہلے بھاگنے والوں میں نہ تھے اور بہت دور بھی نہ گئے۔ البتہ عثمان اور دو انصاری بہت دور بھاگ گئے اور تین دن بعد واپس ہوئے۔ اور حضرت علی ان میں تھے جنہوں نے مرنے پر حضرتؐ سے اُس دن بیعت کر لی تھی۔ اور روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں احد کے دن ابوبکر وعمر کے فرار کی تصریح کی ہے۔ ۳؎ قولہ تعالیٰ ومن یولھم یومئذ الآیۃ یعنی سوائے جنگی چال کے جو جنگ سے پیٹھ پھیرے وہ مورد غضب الٰہی اور اُس کا مقام جہنم اور بُری جگہ ہے۔ اور روض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۵ میں ہے جنگ سے فرار کرنا جمہور کے نزدیک جب امام حاضر ہو کبیرہ گناہوں سے ہے۔ اگر امام کی طرف نہ لوٹیں بلکہ اور کسی طرف جائیں یہ فرار ہے اور متحیز الی فئۃ کے مخالف ہے اور ابوبکر صاحب اگرچہ جلد واپس ہوئے جس کا وہ معہ دختر فخر کرتے ہیں۔ مگر اپنی زبانی فرار ثابت کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ ۴؎ بارہ یا چودہ باقی رہنے کی کیفیت ورق پہلے حاشیہ صفحہ ۲۵ میں تحریر ہو چکی ہے۔ ۵؎ فلم یلبثوا ان ھزموا۔ مقصد دوم طبع بریلی بیان غزوہ خیبر میں ہے یجبنھم تجبین بد دل گفتن کسے را۔ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے اصحاب ہمراہی عمر کی بزدلی بیان کرتے تھے (وجہ فرار ہزیمت میں) اور حضرت عمر دوسروں کی بزدلی ظاہر کرتے تھے۔ بہر صورت اکثر کی شہادت معتبر سمجھی جائے گی کہ حضرت عمر کی اپنی کمزوری سے ہزیمت ہوئی۔ اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لشکر کی بزدلی اور نامردی سے ہار ہوئی اور سب کو بھاگنا پڑا یا حضرت عمر کی نامردی سے فرار اور ہار کی نوبت آئی یہ اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ دیکھیں اس کے بعد اگر نبیؐ نے لشکر کو تبدیل کر کے سپہ سالار عمر ہی کو رکھا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ فوج کی نامردی تھی مگر جب بجائے ابی بکر و عمر کے علی کو سردار فوج بنا کر علَم ان کے ساتھ میں دیا ثابت ہو گیا کہ سردار فوج کی بزدلی و نامردی سے فوج کو بھاگنا پڑا۔ ایضاً خطاب یا اصحاب السمرۃ الخ۔ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۲ میں ہے۔ (جنگ حنین) اور

تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں (جنگ اُحد) باسناد ابن جریر و عبد حمید و ابن منذر مروی ہے کہ انس بن نضر چچا انس بن مالک کا حضرت عمر و طلحہ بن عبیداللہ کی طرف آیا اور وہ مہاجرین و انصار کے اندر بیٹھے تھے وقد القوا بایدیھم فقال ما یجلسکم قالوا قتل محمد رسول اللہ قال فما تصنعون بالحیوۃ بعدہ قوموا فموتوا علے مامات علیہ رسول اللہ واستقبل القوم فقاتل حتیٰ قتل۔ یعنی انس نے عمر وغیرہ کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہوئے دیکھ کر کہا کیا چیز تم کو روک رہی ہے انہوں نے کہا محمدؐ رسول اللہ قتل ہو چکے ہیں۔ انس نے کہا پس تم زندہ رہ کر کیا کروگے اٹھو جس پر رسولؐ مرے ہیں تم بھی اسی پر مر جاؤ۔ یہ کہہ کر خود انس کفار کے مقابلہ میں چلا گیا جنگ کی اور شہید ہو گیا۔ افسوس کہ حضرت عمر دھرے کی نصیحت اور عملی نصیحت سبق پر بھی کچھ نہ کر سکے۔ چنانچہ شبلی نعمانی الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۲ مطبوعہ خواجہ پریس دہلی میں عمر صاحب کو اس گروہ میں شامل لکھتے ہیں۔ جنہوں نے سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ۔ آقد آیات محکمات جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ میں حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۷ سے منقول ہے کہ در دہلہ اول کہ سپاہ اسلام روبانہزام نہادند بجز علی مرتضےٰ احدے نزد مصطفےٰ نماند پرسیدم کہ ابوبکر و عمر کجا بودند گفت آں نیز در گوشہ رفتہ بودند۔ اور معارج رکن ۴ صفحہ ۱۱۰ میں ہے اصحاب بر چہار قسم شدند بعضے شہید شدند و بعضے مختفی گشتند و بعضے گریختند و بعضے بہ شہر (مدینہ) قرار گرفتند۔ امیر المومنین عثمان رضہ ازانجملہ بود۔ انتہیٰ۔ یعنی مدینہ میں قرار کرنے والوں سے عثمان صاحب ہیں۔ ۱۲ مترجم

اخرجه الحاكم ورواه البزار وابن ابی شیبة وسنده حسن هذا یوم خیبر کما مر۔ وفی ازالۃ الخفاء اخرج البخاری (فی حدیث طویل) قال رجل من اهل مصر یا ابن عمر انی سائلك عن شئ فحدثنی هل تعلم ان عثمان فر یوم احد قال نعم قال تعلم انه تغیب عن بدر ولم یشهدها قال نعم انه تغیب عن بیعة الرضوان فلم یشهدها قال نعم۔ الحدیث۔ فی مدارج النبوۃ (غزوہ حنین) القصہ چو مردم ہمہ

اس کو حاکم اور بزار اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور سند اس کی حسن ہے۔ یہ خیبر کا ذکر ہے جیسا کہ گزرا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ میں بروایت بخاری ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مصری آدمی نے کہا اے ابن عمر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں تو بتا دے کہ اُحد کے دن امیر عثمان مفرور ہوا تھا؟ کہا ہاں پھر کہا تو جانتا ہے کہ وہ بدر سے غائب رہا اور حاضر نہ ہوا؟ کہا ہاں۔ پھر کہ تو جانتا ہے کہ بیعت رضوان میں حاضر نہ ہوا؟ کہا ہاں۔ الحدیث۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۱ غزوہ حنین کے بیان میں ہے۔ القصہ جب آدمی پریشان ہو گئے اور آنحضرت بمعہ چند آدمیوں کے

همه پریشان شدند و آنحضرتؐ با چندے معدود بجائے خود ثابت ماند آنحضرتؐ باعباس فرمود بانگ زن بریاران وندا کن وبگو یا معشر الانصار یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ۔ الخ۔ دفیما جنگ احد اما بیش ازاں ہیچ ذکر نہ کردہ اند کہ (عمر) درمیان تیراندازاں بود یا بانہا کہ ہزیمت خوردند یا میان آنہا کہ متزلزل و مختلط گشتند۔ اما فرار عثمان روز احد گواہی می دہم کہ خدا عفو کرد۔

ثابت قدم رہے تو عباس کو فرمایا اپنے یاروں کو بلاؤ اور پکار کر کہو۔ اے گروہ انصار۔ اے اصحاب بیعت رضوان[1] اے اصحاب سورۃ بقرہ تم کہاں چلے گئے ہو۔ الخ اور اسی کے جلد ۲ صـ ۱۶۴ جنگ احد کے بیان میں ہے۔ لیکن انہوں نے اس سے زیادہ ذکر نہیں کیا کہ امیر عمر تیراندازوں میں تھا جو لغزش کھا کر پس و پیش ہو گئے۔ لیکن امیر عثمان کا فرار احد کے دن تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا گناہ معاف فرما دیا ہے۔ انتہیٰ۔

---

[1] حضرت علیہ السلام نے اہل فرار کو بیعت شجرہ کا وعدہ یاد دلا کر اشارہ فرمایا کہ تم نے بیعت کا وعدہ توڑ دیا پس بقول الٰہی من نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ اپنے نفس پر ہتھیار ڈالتے ہو۔ اور جو علم ما فی قلوبہم یا رضا الٰہی کا مضمون ہے وہ سب ثابت قدم مومنین کے لیے ثابت ہے۔ نہ تمام بیعت کنندگان کے لیے۔ اس لیے کہ اکثر حضرات امتحان میں ناقص نکلے اور ثابت قدمی کا وعدہ توڑ کر تولی عن الزحف والے کبیرہ گناہ کے ہر جنگ میں مرتکب ہوئے اور من نکث کی سزا کے مستحق ہوئے اور ومن اوفی الآیۃ کے مطابق مومنین صادقین اجر کے مستحق ہوئے جو ہمیشہ باوفا رہے ۱۲ مترجم۔

فی الخصائص للنسائی فانہ (اے عثمان) اذنب ذنباً عظیما یوم احد۔ الحدیث۔ فی کنز العمال والدر المنثور و تفسیر ابن جریر اخرج جریر ایضا عن کلیب قال خطب عمرؓ یوم الجمعۃ فقرأ آل عمران وکان یعجبہ اذا خطب ان یقرأہا فلما انتہی الی قولہ ان الذین تولوا منکم۔

خصائص نسائی صـ ۶۲ میں ہے۔ امیر عثمان نے احد کے دن بڑا گناہ کیا۔ الحدیث۔ کنز العمال جلد ۱ صـ ۲۳۸ و تفسیر در منثور جلد ۲ صـ ۸۸ و تفسیر ابن جریر جلد ۴ صـ ۹۰ میں ہے کہ ابن جریر نے کلیب سے روایت کی۔ امیر عمر نے جمعہ کے دن سورہ آل عمران کو خطبہ میں پڑھا اور اُس کو یہ سورۃ خطبہ میں بہت پسند تھی جب قول الٰہی ان الذین تولوا منکم الآیۃ پر پہنچا تو کہنے لگا جب احد کا

الأية ۔ قال لما كان يوم احد هزمنا ففررت[2] حتى صعدت الجبل فلقد رأيتني انزو كانني اروى ۔ وفي البخاري عن ابي قتادة قال خرجنا مع النبي ص عام حنين فلما التقينا كانت للمسلمين جولة (لغزش) فلحقت عمر فقلت ما بال الناس قال امر الله ثم رجعوا۔

دن تھا ہم ہزیمت کھا گئے پس میں بھاگ گیا تا اینکہ ایک پہاڑ پر جا چڑھا اور میں اپنے تئیں اس طرح دیکھتا تھا کہ پہاڑی بکری کی طرح کودتا ہوں۔ اور بخاری جلد ۳ ص۴۲ طبع مصر میں ابی قتادہ سے مروی ہے۔ ہم نبیؐ کے ساتھ حنین کے سال میں نکلے ۔ جب ہم دشمن کے لشکر کو مل گئے تو مسلمین کو لغزش آگئی میں امیر عمر کو پیچھے بھاگتا ہوا جا ملا۔ اور میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہو گیا ہے؟ امیر عمر نے کہا خدا کا امر یعنے خدا کی مرضی اور تقدیر میں یہ ندامت لکھی ہوئی تھی۔ پھر لوگ واپس آ گئے۔

[1] روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۱۲۶ جنگ اُحد کے بیان میں جو صحابہ نبیؐ کے پاس رہے یا جلد واپس آگئے اُن کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ مگر عمر و عثمان کا نام نہیں لکھا۔ اور ص۱۸۶ میں ہے۔ یاران پیغمبر گریختند جس سے ثابت ہے کہ دونوں فرار کر گئے اور ص۱۲۷ میں ہے۔ نبیؐ نے حضرت علیؑ کو فرمایا تو بہ برادران خود ملحق نہ گشتی۔ علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان لی بك اسوۃ یعنے مجھے تیری پیروی ضروری ہے۔ کبھی روگردانی نہ کروں گا ۱۲ مترجم۔

[2] روایت اقرار فرار حضرت عمر کی اور پہاڑ پر چڑھنے کی اصل عبارت کتب سنیہ محولہ صفحہ ہذا میں هزمنا هم لکھا ہے ہم نے هم نہیں لکھا نہ بغرض تحریف بلکہ هم کو الحاقی اور غلط سمجھ کر نہیں لکھا جس کا ثبوت جملہ کتب تواریخ و تفاسیر کی روایات متواترہ فرار عمر صاحب میں موجود ہے۔ تطبیق روایات سے هُزِمْنا بصیغہ مجہول ہے یا انہزمنا اور متصل اس کے بعد فررتُ اس کا مؤید ہے اور کبیر جلد ۳ سے تصریح عمر صاحب کے ہزیمت خوردہ میں ہونے کو ہم ابھی اوپر لکھ چکے ہیں۔ اور کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ میں احد کی جنگ کے وقت اصحاب نبیؐ تین قسم کے لکھے ہیں ایک حصہ زخمی دوسرا حصہ فراری پہاڑ پر تیسرا حصہ ثابت قدم مع الرسول جب ہم نے حضرت عمر کو ثابت قدم لوگوں کے شمار میں تو کتب سنیہ میں نہیں دیکھا اور پہاڑ پر جانے والے حسب بیان امام رازی وغیرہ کے فراری دیکھتے ہیں اور اسی روایت مبحوث فیہا میں فرار کر کے پہاڑ پر جانے کا اقرار دیکھتے ہیں اور قرآن میں اذ تصعدون ولا تلوون تو کس طرح هزمناهم کو صحیح سمجھیں یقیناً مطلب کو مشتبہ یا فوت کرنے کے لیے رواۃ یا مصنفین نے تحریف کی اور هم کو الحاق کر دیا ہے اہل انصاف غور کریں۔ اور حوالہ بخاری۔ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ و جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں ہے۔ و جلد ۲ صفحہ ۴۲ میں دوسرا حوالہ ہے۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۱ ص۱۶۸ میں قصہ بدر صغریٰ اور قصہ حمراء الاسد میں لکھا ہے۔ فانتدب منهم سبعون رجلا فيهم ابوبكر والزبير۔ یعنی سب سے رسولؐ خدا کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طرف (فرار کے بعد) جلد آنے والے ستر آدمی تھے جن میں ابوبکر والزبیر بھی ہیں۔ اور سریہ وادی الرمل میں ابوبکر و عمر کا ہزیمت کھانا پھر عمرو بن عاص کا ہزیمت کھانا پھر حضرت علی کی تحت میں ان ہر سہ کو بھیجنا روضۃ الصفاء سے آیات محکمات جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ میں ہے۔ اس کا ثبوت کہ حضرت عمر حسب اقرار خود فراریوں میں تھے اور پہاڑ پر چڑھنے والوں میں تھے اور اذ تصعدون کے مخاطب تھے ان روایات در منثور سے بھی ثابت ہوتا ہے دیکھو اس کی جلد ۲ صفحہ ۸۰ و ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ اس میں باسناد ابن المنذر یہی حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے ممبر پر کہا تفرقنا عن رسول اللہؐ یوم احد فصعدت الجبل۔ الخ۔ یعنی ہم احد کے دن رسول اللہؐ سے جدا ہوگئے اور میں پہاڑ پر جا چڑھا۔ اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۷ سطر اول میں باسناد ابن جریر و ابن المنذر ابن عباس سے مروی ہے۔ اذ تصعدون قال صعدوا فی اُحد فرارا والرسول یدعوھم فی اخراھم الی عباد اللہ الخ یعنے آیت اذ تصعدون سے یہ مُراد ہے کہ صحابہ فرار کر کے کوہ احد پر جا چڑھے تھے اور رسول کریمؐ اُن کو پیچھے سے بلاتے تھے کہ خدا کے بندے ادھر ہو میری طرف) آؤ اور اُسی در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۷ میں باسناد ابن المنذر مروی ہے لما کان یوم احد انھزم الناس صعدوا فی الجبل والرسول یدعوھم فی اخراھم الخ۔ یعنی احد کے دن مسلمان شکست کھا کر پہاڑ جا چڑھے اور رسولؐ اُن کو پیچھے سے بلاتے تھے کہ میری طرف آؤ۔ لیکن قرآن کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ مُسلمان پھر کر دیکھتے بھی نہ تھے۔ اور قرآن و حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ کوہ اُحد پر اُس دن چڑھنے والے فراری لوگ ہی تھے جو منہزمین اور شکست خوردہ تھے۔ اور لشکر کے تین ہی قسم کے آدمی ہو گئے تھے جیسا کہ تعلقات میں بیان ہو چکا ہے جن میں سے حضرت عمر فراری طبقہ میں پہاڑ پر چڑھنے والوں میں تھے لہٰذا روایت مندرجہ فلک میں ھُزِمنا بصیغہ مجہول پڑھنا موزون ہے۔ اور ھَزَمْ اس کے بعد ناموزون ہے اور بفرض تسلیم اگر فی الواقع روایت میں ضمیر ھُم وارد ہوا ہے۔ تو اس کا معنے بلحاظ تطبیق روایات یہ صحیح ہے کہ ہمارے لشکریوں نے اُن کو کفار کو ہزیمت دی اور شکست دی۔ بعدہٗ فوراً یہ موقعہ آگیا کہ ہم کو شکست ہوگئی اور میں نے فرار کیا بھاگا اور پہاڑ پر بہت جلدی سے جا چڑھا آخر روایت تک یعنی فاتعقیب کی ہے پہلی صورت کے بعد دوسری یہ صورت پیدا ہوئی اور فی الحقیقت اس جنگ کے حالات اسی طرح وقوع میں آئے۔ اور روایت مبحوث فیہا (جس میں فصررت حتیٰ صعدت الجبل ہے) میں حضرت عمر کے آخری الفاظ یہ ہیں حتی اجتمعنا علی الجبل فنزلت ان الذین تولوا منکم الاٰیۃ یعنی جب ہم بھگوڑے پہاڑ پر جا کر جمع ہوئے تو اسی واقعہ پر یہ آیت اُتری ان الذین تولوا پس اس میں کون شک کر سکتا ہے کہ پہاڑ پر جانے والوں نے ہی تولیٰ عن الزحف یعنے جنگ سے بھاگنے کا جرم کیا جس پر آیات اذ تصعدون اور ان الذین تولوا منکم الآیۃ۔ اُتری ہیں جیسا کہ خود حضرت عمر شان نزول اس آیت کا اپنے اسی واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ تو اس کی صاف دلیل ہے کہ یہی صورت فرار کی تھی

اور اسی کی مذمت خدا نے قرآن میں بیان فرمائی ہے۔ جس کے مرتکب حضرت عمر اور دیگر ان کے ساتھی صحابہ ہوئے۔ اور یہ کسی لغت عرب سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ فرار کا لفظ تعاقب کے معنے میں استعمال ہوتا ہو اس لئے موجودگی قرینت میں اس روایت کا معنے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ عمر صاحب نے فرار کرتے ہوئے کفار کا تعاقب کر کے ان کو ہزیمت دی اور پھر اس لئے بھی یہ معنے غلط محض ہو گا کہ اسی صورت واقعہ پر قرآن کریم کی آیت ان الذین تولوا الخ اس فعل کی مذمت میں اُتری۔ اگر حضرت عمر نے کفار کو شکست دی ہوتی اور تعاقب کر کے کوہ پر جا چڑھے ہوتے تو ان کی مدح میں آیت اُترتی نہ مذمت میں یہی ایک دلیل کافی ہے۔ اور یا یہ معنے ہے کہ ہم ان سے ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگے اور کوہ پر اس جلدی سے دوڑتے ہوئے جا چڑھے۔ فی الحقیقت ان تکلفات کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اگر یہی تسلیم کیا جائے کہ نسخہ تفسیر ابن جریر میں ضمیر ھم غلطی سے لکھا گیا جس سے سیوطی نے بلا اصلاح روایت کو نقل کر دیا ہے۔ ۱۲ مترجم؛

وفیہ وانھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر ابن الخطاب فی الناس فقلت ماشان الناس قال امر اللّٰہ عز و فیہ فادبروا عنہ حتیٰ بقی وحدہ فنادی۔ الحدیث۔ و فی کنز العمال من مسند حسین بن علیؑ قال کان ممن ثبت مع رسول اللّٰہ یوم حنین العباس و علیؑ وابو سفیان بن الحارث و عقیل بن ابی طالب

اور اسی بخاری ص۵۵ میں ہے ابی قتادہ کہتا ہے مسلمین ہزیمت کھا گئے اور میں بھی ہزیمت خوردہ اچانک عمر بن خطاب[1] کے پاس جا پہنچا جو چند اشخاص میں بیٹھا تھا میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے اُس نے کہا خدا کی مرضی۔ اور ص۶۵ میں ہے پس صحابہ پیٹھ دکھا کر آنحضرتؐ سے چلے گئے تا اینکہ وہ اکیلے رہ گئے اور آواز دی۔ الحدیث (بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۴۲ و سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص۱۲۵ بحوالہ بخاری) کنز العمال[2] جلد ۵ ص۳۰۲ میں مسند حسین ابن علیؑ سے ہے کہا جو رسول اللہؐ کے ساتھ حنین کے دن ثابت قدم رہے وہ حضرت عباس و علیؑ و ابوسفیان بن حارث و عقیل بن ابیطالب

[1] قصہ احد میں تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۵۹ و تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۹ میں ہے۔ کہ انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا حضرت عمر و طلحہ کی طرف آیا۔ جو مہاجرین میں بیٹھ کر اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آرام کر رہے تھے انس نے کہا تم کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ انہوں نے کہا نبیؐ قتل کئے گئے ہیں پھر ہم کیا کریں اُس نے کہا نبیؐ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ تم بھی اُسی پر مر جاؤ یعنے دین اسلام پر جنگ کرو جس پر نبی صلعم جنگ کر کے فوت ہوئے۔ بعد ازاں خود انس نے جنگ میں حصہ لیا اور شہید ہوا۔ [2] استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص۹۶ ترجمہ عباس میں ہے کہ عباس و

علیؑ و ابی سفیان بن حارث اور چار دیگر اقربا نبیؐ سے حنین میں نبیؐ کے ہمراہ رہے باقی سب بھاگ گئے۔ اور امیر عمر کا ثابت رہنا مختلف فیہ ہے۔ جس نے ثابت کہا ہے وہ ابی سفیان کی بجائے کہتا ہے کہ بالاتفاق ابی سفیان باقی رہا۔ پس امیر عمر کا ثابت رہنا ثابت نہیں ہوا۔ انتہیٰ۔ استیعاب میں ایک امیر عمر کے ثابت رہنے کی ایک روایت لکھ کر اس کو آخر رد کر دیا اور ایک روایت میں سات آدمیوں کا ثابت رہنا لکھا ہے مگر اصحاب ثلاثہ کو اُن میں نہیں لکھا۔ اور روضۃ الاحباب جلد اول ص۳۰۹ و سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص۱۲۵ میں چار آدمیوں کے سوا نبیؐ کے پاس رہنا نہیں لکھا۔ حضرت علیؑ و عباس و ابوسفیان بن حارث و عبداللہ بن مسعود اور اس کی تائید حضرت علیؑ کی شجاعت میں حاشیہ پر ہم لکھ چکے ہیں۔ عے دیکھو سنن ابی داؤد جلد ۲ ص۱۴۱ باب فی السلب یعطی القاتل و بخاری باب من لم یخمس اسلاب و من قتل قتیلاً فلہ سلبہ۔ و باب قول اللہ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔

و عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب وزبیر بن العوام و اسامۃ بن زید رواہ ابن عساکر باسنادین۔ وفیہ عن عبادۃ بن الصامت قال اخذ العباس بعنان رایۃ رسول اللہؐ یوم حنین حین انھزم المسلمون فلم یزل اخذاً بعنان دابتہ حتیٰ نصر اللہ رسولہ و ھزم المشرکون رواہ زبیر بن بکار و ابن عساکر وفی روایۃ عن العباس بن عبدالمطلب قال لقد شھدت مع رسول اللہ یوم حنین وانا اخذ بلجامھا فقال لی ناد اصحاب السمرۃ۔ الحدیث۔ رواہ العسکری فی الامثال وفیہ (وفی روایۃ عروۃ فی قصۃ بیعۃ الرضوان) فصار المسلمون الی رسول اللہؐ وھو تحت الشجرۃ

و عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب و زبیر بن عوام و اسامہ بن زید تھے۔ اس کو ابن عساکر نے دو اسنادوں سے روایت کیا۔ اور اُسی طرح کے جلد ۵ ص۳۰۵ میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے عباس نے رسول اللہؐ کی سواری کی لگام حنین کے دن پکڑی جب کہ مسلمان ہزیمت کھا گئے تھے۔ اور اتنی دیر تک پکڑے رہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح دی اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ اس کو زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں عباس بن عبدالمطلب سے ہے۔ مَیں رسول اللہؐ کی خدمت میں حنین کے دن حاضر تھا اور سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ رسول اللہؐ نے مجھے فرمایا اصحاب بیعت شجرہ والوں کو بلاؤ۔ الحدیث۔ اس کو عسکری نے امثال میں روایت کیا۔ اور اُسی کے جلد ۵ ص۲۸۹ میں بروایت عروہ بیعت رضوان کے قصہ میں ہے۔ مسلمان رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ درخت

فبایعوہ علےٰ ان لا یفروا ابداً
رواہ ابن عساکر و ابن ابی شیبۃ۔
و فی معارج النبوۃ۔ ناکامیابی عمر دو
بار و ابوبکر یکبار در جنگ خیبر باز کرار
غیر فرار را لواء داده فرستاد۔ و فیہ
در جنگ حنین بیش از معدودے چند پیش
آنحضرتؐ نہ ماندند واز جملہ دلاوراں کہ
دراں روز ثبات قدم ورزیدند امیر
المومنین علی بود (اصحاب ثلاثہ نام ندارند)
و بروایتے است کہ آں روز از چہار کس
پیش حضرت بیش نماندند از بنی ہاشم امیر
المومنین علیؑ و عباس و سفیان بن الحارث و
ابن مسعود۔ و فیہ۔ اصح ہذہ الروایات و عباس
را فرمودند کہ یاراں را یا اصحاب السمرۃ
یا معشر الانصار یا اصحاب سورۃ البقرۃ
(ای الذین آمنوا بسورۃ البقرۃ لفضیلتہا)
اخرج البخاری عن عثمان بن موہب
ان عثمان بن عفان فر یوم احد
الحدیث۔ فی الدر و تاریخ الطبری
اخرج ابن جریر و ابن المنذر عن
ابن عباس اذ تصعدون قال صعدوا
فی احد فرارا والرسول یدعوھم فی
اخراہم الیّ عباد اللہ ارجعوا الیّ
عباد اللہ ارجعوا۔

کے نیچے تھے۔ لوگوں نے حضرتؐ سے اس امر پر
بیعت کی کہ کبھی نہ بھاگیں گے[1] اس کو ابن عساکر و
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا (و بخاری طبع مصر جلد ۲
ص ۱۰۳) و کذا فی تاریخ ابی الفداء ج ۱ ص ۱۷۶) اور
معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۲۱۳ میں امیر عمر کی ناکامیابی دوبار
اور ابوبکر صاحب کی ایک بار جنگ خیبر میں لکھی ہے۔
پھر لکھا کہ حضرت علیہ السلام نے کرار غیر فرار کو جھنڈا
دے کر بھیجا۔ اور ص ۲۶۱ میں جنگ حنین کے ذکر میں ہے
کہ چند ہی اشخاص سے زیادہ حضرت نبیؐ کے پاس نہ
رہے اور منجملہ بہادران کے جو اُس دن ثابت قدم
رہے امیر المومنین حضرت علیؑ تھے (اور اصحاب ثلاثہ کا
نام نہیں ہے) ایک روایت میں ہے کہ چار کس سے
زیادہ نبیؐ کے پاس کوئی نہ رہا۔ بنی ہاشم سے حضرت
علیؑ اور عباس اور دوسرے سفیان بن حارث و
ابن مسعود (الغرض ثابت قدم رہنے والوں میں اصحاب
ثلاثہ نہیں ہیں اگرچہ حضرت علیؑ کے ساتھ اور آٹھ
کا نام بھی لیا گیا ہے)۔ اور ص ۲۶۳ میں اصح روایات
سے کہا کہ عباس کو نبیؐ نے فرمایا پکار اے اصحاب
شجرہ۔ اے گروہ انصار۔ اے اصحاب سورۃ بقرہ۔
یعنی جو سورۃ بقرہ پر ایمان لائے اس لئے کہ وہ
بہت فضیلت رکھتی ہے بخاری نے عثمان بن عفان
نے احد کے دن فرار کیا۔ الحدیث۔ در منثور جلد ۲
ص ۸۷ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۱ میں ابن جریر و ابن
المنذر نے ابن عباس سے تفسیر آیت اذ تصعدون ولا
تلوون۔ الآیہ کے ذیل میں لکھا ہے یعنی جب تم مفرور ہو کر پہاڑیوں پر چڑھتے تھے اور رسول تمہیں پیچھے
سے بلاتے تھے کہ میری طرف واپس آؤ۔ اے بندگان خدا ہماری طرف رجوع کرو۔

[1] مسند احمد طبع مصر جلد ۵ ص ۲۵ میں معقل بن یسار سے اس طرح مروی ہے کہ صحابہ نے حضرتؐ سے اس امر کی

تحت الشجرہ بیعت کی تھی کہ بالکل کبھی نہ بھاگیں گے اور یہ وعدہ اللہ کے ساتھ تھا۔ ید اللہ فوق ایدیہم اور اسی طرح استیعاب براصابہ جلد ۱ ص ۳ نیز صحیح بخاری باب البیعت فی الحروب علی ان لا یفروا وقال بعضہم علی الموت وکذا فی تفسیر الجلالین بروایۃ الصحیحین ص ۴۲۲۔ نوٹ۔ کوئی شخص دین کی نصرت دینے والا اپنے آپ کو خدا کا ناصر نہیں کہلا سکتا۔ مگر وہ شخص جو جنگ میں ثابت قدم رہے جیسا کہ حضرت علیؑ تھے دیکھو آیت تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم یعنے اگر اللہ کی مدد کرو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رہنا ناصر آلہی کی علامت ہے۔

سے قال اللہ تعالیٰ جل شانہ اذ تصعدون ولا تلوٗن علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران ۱۲ مترجم؎

عن السدی تفرق[1] اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنہ یوم اُحد ودخل بعضہم المدینۃ وانطلق بعضہم فوق الجبل الی الصخرۃ۔ عن ابن اسحٰق قال فر عثمان بن عفان و عقبۃ بن عثمان و سعد بن عثمان رجلان من الانصار حتیٰ بلغوا الجلعب جبل بناحیۃ المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا بہ ثلاثا فنزلت والذین استزلہم الشیطان۔ الآیۃ۔ وفی النیشا پوری ومنہم ایضًا عثمان ورجع بعد ثلاثۃ ایام وخرج لبعیدا۔ ومن الثابتین مع النبیؐ ابوبکر و علیؑ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص وغیرہم کلہم اربعۃ

اور سدی سے مروی ہے کہا اُحد کے دن اصحاب محمدؐ صلعم کے آپؐ سے متفرق ہو گئے۔ بعض ان میں سے مدینے میں جا نکلے اور بعض پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھے اور ابن اسحاق سے مروی ہے کہا عثمان بن عفان اور دو انصاری عقبہ بن عثمان و سعد بن عثمان مفرور ہوئے جو پہاڑ جلعب پر جا پہنچے جو مدینہ کے پاس اعوص کے متصل ہے۔ اور مفرورین وہاں تین دن رہے (اسی طرح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۳۸۸ میں ہے) اور یہ آیت اتری۔ وہ لوگ جن کو شیطان نے لغزش دی تھی۔ الخ۔ اور تفسیر نیشاپوری[2] جلد ۴ ص ۱۱۱ (و تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱) میں ہے کہ انہی ہزیمت خوردہ لوگوں سے عثمان بھی تھے جنہوں نے تین دن کے بعد رجوع کیا۔ کیونکہ وہ دور نکل گئے تھے۔ اور ثابت رہنے والوں میں ابوبکر صاحب و حضرت علیؑ

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا خدا آدمیوں کو آزماتا ہے کہ کون نیک عمل کرتا ہے اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آزمائش جنگوں میں ہوتی تھی اور وہاں تھوڑے آدمی کامیاب ہوتے تھے جیسا کہ مشہورین صحابہ کے حالات سے ظاہر ہے۔ پس کسی کا فقط آیت یاالذین امنوا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کے زمرہ میں یا امنا کے اقرار میں یا مہاجرین انصار کی جماعت میں داخل اور شمار ہونا بہشتی بننے کے لئے کافی نہیں۔ جیساکہ مضمون شان مہاجرین و انصار کی تشریح میں لکھا جاچکا ہے بلکہ دیگر اعمال خدا اور شرعیہ کی پابندی اور اعمال صالح پر استقامت اور سزائے حبط اعمال اور من یولہم یومئذ دبرہ اور ارتکاب افعال موجب غضب خدا اور رسول سے بچاؤ ضروری ہے۔ جس کے لیے یہ آیت مؤید ہے دیکھو سورہ عنکبوت آیت اوّل پارہ ۲۰۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (ترجمہ نذیر احمد) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ (زبان سے) اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ الخ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور آیت میں سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لیے فرماتا ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو منہ سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہ خدا میں کسی طرح کی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا وہی کو عذاب خدا کی طرح ایک ناقابل برداشت مصیبت بنا لیتے ہیں۔

سلہ بعینہٖ اسی طرح تفسیر ابن جریر جلد ۴ ص ۹۰ و در منثور جلد ۲ ص $\frac{87}{89}$ میں ہے اور نیشاپوری میں اتنا زیادہ ہے کہ امیر عمر بھی ہزیمت خوردہ لوگوں میں تھے۔ لیکن وہ پہلے جانے والوں میں نہ تھے اور بہت دور (مدینہ تک) نہ گئے بلکہ کسی پہاڑ میں جا چھپے تھے۔ جیساکہ تفسیر کبیر سے دوسرے مقام پر ہم نے لکھا ہے۔ اور مدارج النبوۃ طبع نولکشور جلد ۲ ص $\frac{163}{164}$ میں نبی صلعم کے ساتھ احد میں ثابت رہنے والوں میں یا جلد واپس آنے والوں میں چودہ ۱۴ کی تعداد ذکر کرکے بعد میں لکھا کہ عجیب ہے کہ ان میں عمر بن خطاب کو کسی نے ذکر نہیں کیا اور جب صحابہ رسولؐ کے پاس جمع ہوگئے اُس وقت معلوم ہوتا کہ عمر بھی آگیا اور موجود تھا کیونکہ ابوسفیان کی آواز کہ کیا قوم میں محمدؐ موجود ہے کیا ابوبکر موجود ہے کیا ابن خطاب موجود ہے۔ اُس پر عمرؓ نے جواب دیا۔ لیکن اس جواب کے وقت سے پہلے کسی نے ذکر نہیں کیا کہ عمر صاحب کہاں اور کس جماعت میں تھا لہذا مشتبہ رہا۔ (پھر کہا) اگر نبی کے پاس رہنے والوں میں عمر بھی ہوتا تو علماء اس کو کیوں ان میں ذکر نہ کرتے واللہ اعلم انتہیٰ۔

ولِمَ ھاجر الی المدینۃ ولِمَ صالح یوم الحدیبیۃ مع وجود العسکر ولِمَ یجاھد بالمنافقین ولِمَ قال موسیٰؑ واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری ولِمَ قال اللہ تعالیٰ فی جوابہ

اور کیوں اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف چلے گئے اور حدیبیہ کے دن باوجود لشکر کے کیوں صلح کرلی اور منافقین کے ساتھ کیوں کبھی جہاد نہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے کیوں فرمایا یا اللہ میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اس کو میرا پشت پناہ بنا اور اللہ تعالیٰ اسنے کیوں اس کے

لنشد عضدك باخيك ولِمَ قال لوط ؑ لو ان بكم قوة هٰذا۔ ولِمَ اختفى يونس ؑ مدة طويلة۔

فصل۔ فی فضائل امیر المؤمنین علی علیہ السلام فی تاریخ الخلفاء والصواعق عاتب الله اصحابه (محمد) الا عليا وما ذكره الا بالخير رواه احمد والطبرانی وابن عبد البر وابن عبد الله عن ابن عباس۔ وفی كنز العمال عاتب الله اصحاب محمد الا عليا۔ وفی تاريخ الخلفاء اخرج ابن عساكر عن ابن عباس قال مانزل فی احد من كتاب الله ما نزل فی علیؑ۔ ايضا فيه نزلت فی علی ثلاث مائة اٰية۔ (وكذا فی السيرة الحلبية طبع مصر جلد ۲ ص ۲۱۹) وفيه قال الامام احمد بن حنبل ما ورد لاحد من اصحاب رسول الله من الفضائل ما ورد لعلیؑ اخرجه الحاكم وفی الصواعق المحرقة ناقلا عن ابن عبد البر

جواب میں فرمایا کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کرتے ہیں۔ (یعنی ظاہری قوت اور ظاہری سامان قانون قدرت کے مطابق درکار ہوتے ہیں۔ گو اس کے سوا قوت نبوّت یا ولایت سے کام چل سکتا ہو اور اسی میں مصلحت ہوتی ہے) اور لوط علیہ السلام نے کیوں فرمایا اگر میرے پاس تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی (تو تم دیکھتے کہ تمہارے ساتھ کیا کرتا) اور یونس علیہ السلام کیوں طویل عرصہ تک چھپے (جب پیغمبروں کو باوجود طاقت نبوت کے ظاہری سامان اور قوت لشکر کی ضرورت تھی تو حضرت علیؑ کا بغیر ظاہری سامان و قوت لشکر کے جنگ نہ کرنا کیوں بیجا سمجھا جاتا ہے) اس مضمون کو اچھی طرح یاد رکھئے مجھے بہت جگہ کام آئے گا۔ **فصل۔ فضائل امیر المومنین علی علیہ السلام** کے بیان میں (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶ وصواعق محرقہ ص ۷۶ میں ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہا کسی نہ کسی امر میں اللہ تعالےٰ نے دیگر صحابہ کو عتاب فرمایا مگر حضرت علیؑ کو سوا ذکر خیر کے یاد نہیں فرمایا۔ اس کو احمد و طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن عبد البر و ابن عبد اللہ نے روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۲۹۱ میں بھی اسی طرح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جملہ اصحاب محمدؐ کو سوائے حضرت علیؑ کے کسی نہ کسی امر میں عتاب فرمایا۔ اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷ میں باسناد ابن عساکر ابن عباس سے مروی ہے کہا کسی کے حق میں اس قدر آیات کتاب اللہ کی نہیں اُتری ہیں جس قدر فضائل حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہیں۔ اور اسی کے ص ۱۱۶ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے حق میں تین سو آیات اُتری ہیں۔ و سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص ۲۱۹ اور ص ۱۲۳ میں لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ سے کسی کے لیے اس قدر فضائل وارد نہیں ہوئے جو حضرت علیؑ کے حق میں وارد ہیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ ص ۷۲ میں ابن عبد البر سے منقول ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ؔ حضرت علی موسیٰ کا قصہ بھی ملاحظہ ہو فخرج منہا خائفا یترقب۔ سورہ قصص پ۲۰ اور فلک جلد ۱ آخر بیان انعقاد بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وجناب وجابر وابی سعید الخدری وزید ابن ارقم تفضیل علیؑ علی ابی بکر وغیرہ۔ وفی الفتح وھو مذھب مشھور لجماعۃ من اھل السنۃ من اھل الکوفۃ۔ وفی الصواعق لم نکفر القائلین بافضلیۃ علیؑ علی ابی بکر۔ وفی حیوۃ الحیوان کان سفیان الثوری یفضل علیاً۔ وفی الصواعق وفی طبقات ابن السبکی الکبریٰ عن بعض المتاخرین تفضیل الحسنینؑ علی الشیخین۔ وفی الخصائص للنسائی علیؑ سید العرب عن النبیؐ وفی الصواعق عن النبیؐ من سب علیاً فقد سبنی ومن ابغض علیاً فقد ابغضنی علی مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان۔ وفیہ اخرج الدار قطنیؒ فی علیؑ فقال ویحک اتعرف علیاً ھذا ابن عمہ واشار الی قبرہ صلعم واللہ ما اذیت الا ھذا فی قبرہ وفی روایۃ فانک ان

وہ روایت کرتا ہے کہ حضرت سلمان و ابی ذر و مقداد و جناب و جابر و ابی سعید خدری و زید بن ارقم حضرت علی علیہ السلام کو ابی بکر وغیرہ صحابہ سے افضل جانتے تھے۔ اور فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ کہ یہی (تفضیل علیؑ بر دیگر صحابہ) اہل کوفہ سے ایک جماعت اہل سنت کا مشہور مذہب ہے۔ اور صواعق صفحہ ۳۸ میں ہے کہ ہم اُن لوگوں کو جو حضرت علیؑ کو ابی بکر وغیرہ پر فضیلت دیتے ہیں کافر نہیں کہتے (یہ بھی بڑی مہربانی ہے) اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ میں ہے، کہ سفیان ثوریؒ[1] حضرت علیؑ کو دوسروں سے افضل جانتا تھا۔ اور صواعق صفحہ ۲۵ میں ہے کہ طبقات ابن سبکی کبریٰ میں بعض متاخرین سے منقول ہے کہ وہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو شیخین (ابی بکر و عمر) پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور خصائص نسائی میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا حضرت علیؑ عرب کا سردار ہے۔ اور صواعق نسائی میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا حضرت علیؑ عرب کا سردار ہے۔ اور صواعق صفحہ ۷۴ میں ہے نبی صلعم نے فرمایا جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی اور جس نے حضرت علیؑ کو دشمن سمجھا اُس نے مجھے دشمن سمجھا۔ اور حضرت علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے ہر دو جدا نہ ہوں گے اور اُسی صواعق کے صفحہ ۱۰۶ میں باسناد دار قطنی امیر عمر سے

ؔ[1] فضائل علیؑ دیکھو فلک النجاۃ لمبارزۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی یوم القیامۃ۔ حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں۔ نیز خصائص نسائی صفحہ ۷ میں حدیث طیر ملاحظہ ہو جس میں نبیؐ نے سب سے زیادہ

پیارا خدا کا علیؑ کو ظاہر فرمایا ہے اور تفسیر کبیر جلد ٨ صفحہ ٦٣٣ میں تفسیر تنزل الملائکۃ والروح فیہا۔ لکھا ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں وہ فرشتے ہمارے اوپر سلام بھیجنے یا ہمارا سلام کرنے کے لیے اور ہماری شفاعت کیلئے اترتے ہیں۔ اور فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ للشوکانی مطبوعہ لاہور صفحہ ١٢٢ میں اس حدیث کی تقویت لکھی ہے۔ کہ حضرت صلعم نے فرمایا من اراد ان ینظر الیٰ اٰدم فی فہمہ (الیٰ ان قال) فلینظر الیٰ علی بن ابیطالب۔ یعنی آدمؑ کے علم اور نوحؑ کے فہم وغیرہ وغیرہ کو دیکھنا چاہیئے تو علی بن ابی طالب کو دیکھے یہ ویسے ہی ہیں۔ اور تفسیر کبیر جلد ٢ ص٢ آیت مباہلہ میں لکھا ہے۔ الحدیث المقبول عند الموافق والمخالف وھو قولہؐ من اراد ان یریٰ آدم فی علمہ ونوحا فی طاعتہ وموسیٰ فی ھیبتہ وعیسیٰ فی صفوتہ فلینظر الیٰ علی بن ابیطالب اور ریاض النضرۃ مطبوعہ مصر جلد ٢ ص٢١٨ میں ہے من اراد ان ینظر الیٰ اٰدم فی علمہ والیٰ نوح فی فہمہ والیٰ ابراھیم فی حلمہ والیٰ یحییٰ بن زکریا فی زھدہ والیٰ موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الیٰ علی بن ابیطالب۔ اور حدیث انا وعلی من نور واحد بھی ریاض النضرۃ جلد ٢ ص١٦٤ میں ہے نیز ریاض النضرۃ جلد ٢ ص١٦٣ میں حدیث علی منی بمنزلتی من ربی بحوالہ اصلاح جلد ٣٢ ع ٥ ص٣٢ خلاصہ یہ کہ مختلف انبیاء کے اسماء گرامی کا ذکر اور مختلف ان کے اوصاف کا بیان کر کے علیؑ کو مشابہت انبیاء سے دی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کل انبیاء کے اوصاف حضرت علیؑ میں جمع تھے اور وہ نبیؐ سے نور میں اتحاد رکھتے تھے اور نبیؐ سے وہ قرب رکھتے تھے جو نبیؐ کو اپنے رب سے حاصل تھا۔ ان احادیث پر عبقات الانوار کی مستقل جلدیں لکھی ہوئی ہیں تسلی کے لیے ان کو ملاحظہ فرمائیے ترجمہ اسد الغابہ جلد ٧ ص٢١ ترجمہ علی ص٣٩ میں باسناد حدیث طیر مروی ہے کہ ابوبکر صاحب آئے واپس کیا گیا حضرت علیؑ کو اجازت ملی۔ رسولؐ کے پاس پرندہ پکا ہوا تھا اور دعا فرمائی خدایا جو شخص تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو بھیج کہ وہ پرندہ کے گوشت کھانے میں میرا شریک ہو۔ یہ حدیث بہت اسانید کے ساتھ حضرت انس سے مروی ہے اور انس کے علاوہ اور صحابہ سے بھی مروی ہے۔ ابو حنیفہ صاحب کے اسناد سے بھی مروی ہے۔ مزید براں عبقات الانوار مجلد حدیث طیر ملا اور آیات بینات رد شیعہ مطبوعہ مصطفائی لکھنؤ جلد ١ ص٥٨ میں تذکرۃ الحفاظ ذہبی سے خطیب کا قول منقول ہے کہ حاکم نے شرط بخاری و مسلم پر احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے جن میں حدیث طیر بھی ہے اگرچہ دوسرے محدثین اس درجہ صحیح کہنے پر معترض ہوئے ہیں۔ تذکرہ سبط ابن جوزی ص٢٣ میں حدیث طیر کو باسناد احمد فی الفضائل والترمذی فی السنن روایت کیا پھر ترمذی سے سدی کی توثیق بیان کی اور تضعیف کی تردید کی ہے حاکم سے بھی اس کی تصحیح نقل کی اور دار قطنی و محمد بن طاہر کے اعتراض کا جواب لکھا ہے۔ اور انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد ١ ص٢٩٣/٢٥٨ طبع ثانی میں خصائص عشرہ زمخشری سے منقول ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کا نام رکھا اور چند روز اپنے لعاب دہن سے غذا دیتے رہے اور اپنی زبان مبارک چوساتے رہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص٦٦ واسعاف

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

واسعاف الراغبین ص۱۵۷ وغیرہ میں ہے علیؑ کی طرف نظر کرنا یا ان کی طرف ذکر کرنا عبادت ہے۔ اسی طرح لغت نظر نہایہ ابن اثیر جلد ۴ ص۱۶۲ میں مرفوعاً مروی ہے۔

ع ۵ انوار اللغۃ پ۱۹ و ص۵ میں وحید الزمان لکھتے ہیں حدیث النظر الیٰ علی عبادۃ کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث النظر کی صحت میں بعض لوگوں نے یہ کلام کیا ہے کہ بندے کے چہرے کی طرف دیکھنا کیونکہ عبادت ہوگا ان کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھو تو اللہ کی یاد آئے پس حضرت علیؑ کی زیارت تو بطریق اولیٰ عبادت ہوگی آپ تو شاہ ولایت اور تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔ ۱۲ مترجم

ایغضبه اذیت هٰذا فی قبره . وفیه اخرج عمرو والد سلمی وکان من اصحاب الحدیبیة مع علیؑ الی الیمن فرأی منه جفوة فلما قدم المدینه اذاع شکایته فقال له النبیؐ والله لقد اٰذیتنی فقال اعوذ بالله ان اٰذیك یا رسول اللهؐ فقال بل من اٰذی علیًا فقد اٰذانی وکذٰلك وقع لبریدة وفیه اخرج الدار قطنی انه (عمر) جاءه اعرابیان یختصمان فاذن لعلیؑ فی القضاء بینهما فقضٰی فقال احدهما هٰذا یقضی بیننا فوثب الیه عمر واخذ تلبیبه وقال ویحك

مروی ہے کہ اُس نے ایک آدمی کو دیکھا جو حضرت علی کے حق میں ہتک آمیز کلمات بول رہا تھا امیر نے کہا تجھ پر افسوس ہے تو جانتا ہے کہ یہ اس کا چچیرا بھائی ہے اور ضریح مقدس نبیؐ کی طرف اشارہ کیا خدا کی قسم تم نے فقط اسی کو ایذا دی ہے جو اس قبر میں ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر تم نے حضرت علی کو دشمن سمجھا تو تم نے اُس کو ایذا دی جو اس قبر میں ہے اور اسی صواعق طبع مصر ص۱۰۳ میں ہے۔ عمرو اسلمی روایت کرتا ہے اور وہ اصحاب حدیبیہ سے حضرت علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا ہوا تھا اُس نے حضرت علیؑ سے اپنے زعم میں کچھ ظلم خیال کیا۔ جب مدینہ میں آیا اُس نے شکایت مشہور کر دی نبی صلعم نے فرمایا خدا کی قسم ضرور تم نے مجھے ایذا دی ہے۔ اُس نے کہا خدا کی پناہ یا رسول اللہؐ میں آپ کو ایذا نہیں پہنچاتا آنحضرت صلعم نے فرمایا جو حضرت علیؑ کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتا ہے اور اسی طرح بریدہ کے لیے بھی ایسا قصہ واقع ہوا ہے اور اسی صواعق کے ص۱۰۷ میں ہے۔ دار قطنی روایت کرتا ہے۔ کہ بالتحقیق امیر عمر کے پاس دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے امیر عمر نے جناب علیؑ کو فیصلہ کے لیے حکم دیا اور حضرت علیؑ نے اُن کے درمیان فیصلہ دیدیا تو اُن میں سے ایک نے کہا یہی شخص ہمارے لئے فیصلہ اور فتویٰ دیتا ہے امیر عمر اُس کی طرف کود پڑا۔ اور اُس کے گریبان کو پکڑ لیا اور کہا تجھ پر افسوس ہے۔

ماتدری من ھٰذا ھٰذا مولاک
ومولیٰ کل مؤمن ومن لم یکن
مولاہ فلیس بمومن۔ وفی الدر و
تفسیر ابن جریر والخازن والمعالم
و فتح البیان ولطائف البیان
تحت قولہ تعالیٰ افمن کان علیٰ
بینۃ من ربہ المراد منہ محمدؐ
ویتلوہ شاھد منہ ارید بہ
علیؑ کذا رواہ علیؑ۔ وفی الاتقان
افمن کان علیٰ مومنا کمن کان
فاسقا نزلت فی علی ابن ابیطالب
والولید بن عقبۃ۔ فی لباب
النقول فی اسباب النزول للسیوطی
اخرج الواحدی وابن عساکر
من طریق سعید ابن جبیر عن
ابن عباس قال قال الولید بن
عقبۃ بن ابی معیط لعلی بن ابی
طالب انا احد منک سنانا وابسط
منک لسانا واملا للکتیبۃ منک
فقال لہ علیؑ اسکت فانما انت
فاسق فنزلت افمن کان مومنا
کمن کان فاسقا لا یستوون و
اخرج ابن عدی والخطیب فی
تاریخہ من طریق الکلبی عن ابی
صالح عن ابن عباس مثلہ واخرج
الخطیب وابن عساکر من طریق
ابن لھیعۃ عن عمرو بن دینار عن

تو نہیں جانتا یہ کون ہے؟ یہ تیرا بھی سردار اور ہر
مومن کا سردار ہے (لیکن ہمارا ماتحت ہے) اور جس کا
یہ سردار نہیں وہ مومن ہی نہیں۔ اور تفسیر درمنثور
اور تفسیر ابن جریر وخازن ومعالم و فتح البیان و
لطائف البیان میں علی سے ہے کہ آیت افمن
کان علیٰ بینۃ۔ الآیۃ۔ میں من کان سے مراد
جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور شاہد سے مراد
حضرت علی ہیں۔ اور تفسیر اتقان جلد ۲ ص۱۴۲ میں ہے۔
آیت افمن کان مومنًا الخ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔
کیا جو مومن ہو وہ فاسق کے برابر ہے؟ ہرگز نہیں
ہو سکتا۔ یہ آیت حضرت علیؑ بن ابی طالب اور ولید
بن عقبہ کے حق میں اتری ہے۔ یعنی مومن سے مراد
حضرت علیؑ اور فاسق سے مراد ولید ہے۔ اور لباب
النقول فی اصحاب النزول مؤلفہ سیوطی میں بذیل
آیت مذکورہ واحدی وابن عساکر کے اسناد سے
سعید بن جبیر کی روایت ہے۔ اس نے ابن عباس سے
روایت کیا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے علی
ابن ابی طالب کو کہا۔ میں تجھ سے تیز نیزے والا ہوں۔
تو حضرت علی نے فرمایا چپ رہ تو ایک فاسق آدمی
ہے (تجھے میرے ساتھ کیا مقابلہ) تب یہ آیت اتری
کیا جو مومن ہو وہ فاسق کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز
برابر نہیں ہو سکتے۔ اور ابن عدی وخطیب نے
اپنی تاریخ میں کلبی اور ابی صالح کے طریق سے
بروایت ابن عباس مثل اس کی نقل کیا۔ اور خطیب و
ابن عساکر بطریق ابن لہیعہ عمرو بن دینار سے اور وہ
ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت مذکورہ
علی بن ابی طالب کے حق میں اتری ہے اور اسی طرح

ابن عباس انها نزلت فی علی ابن ابی طالب وکذا فی الدر وقاد اخرجه ابن عدی وابن مردویه من طرق و اخرجه ابن اسحاق وابن حاتم و عبد ابن حمید وابن المنذر مثله و ایضًا هکذا فی المعالم وهکذا فی المعالم وهکذا فی الکشاف۔ فی تاریخ الخلفاء اخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال ما انزل الله تعالی یا ایها الذین آمنوا الا و علیؑ امیرها و شریفها وهکذا فی التفسیر لعبد العزیز الدهلوی۔

وفی المسلم والخصائص للنسائی عن زر قال قال علیؑ والذی فلق الحبة وبرء النسمة انه لعهد النبی الامی الی ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق۔ وفی سنن الترمذی عن ام سلمة مرفوعًا لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن وکذا فی

تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۷۸ میں ہے۔ اور اتنا زیادہ لکھا کہ اس کو ابن عدی وابن مردویہ نے بہت اسنادوں سے روایت کیا۔ اور نیز ابن اسحاق و ابن ابی حاتم و عبد بن حمید و ابن المنذر نے مثل اس کی روایت کی۔ اور معالم صفحہ ۷۰۲ اور کشاف میں بھی اسی طرح ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ میں باسناد طبرانی و ابن ابی حاتم ابن عباس سے مروی ہے کہا جس جگہ خدا نے یا ایہا الذین آمنوا نازل فرمایا ہے ہر ایسی آیت میں امیر اور شریف جناب علی مراد ہیں (یعنی مومنین مخاطبین کے سردار ہیں) اور اسی طرح در منثور جلد ۱ صفحہ ۱۴ اور تفسیر عبدالعزیز دہلوی جلد ۱ صفحہ ۳۸۸ میں ہے۔

اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۶۰ اور خصائص نسائی صفحہ ۶۰ طبع لاہور و صفحہ ۲۷ طبع مصر میں زر سے روایت ہے کہا فرمایا حضرت علی نے قسم ہے اُس کی جس نے دانہ اُگایا اور روح کو پیدا کیا کہ نبی اُمّیؐ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ مومن کے بغیر مجھے کوئی دوست نہیں رکھے گا اور منافق کے بغیر کوئی مجھے دشمن نہ سمجھے گا۔ اور سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ میں حضرت ام سلمہ سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا

ل‍ه حدیث طیر مشہور ہے کہ نبیؐ نے فرمایا خدایا اُس آدمی کو میرے پاس لا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے حضرت علی آگئے اور پرندہ پکا ہوا مل کر کھایا دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۶ اسی طرح خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۵ میں باسنادہ ہے ان الفاظ سے کہ نبیؐ کے پاس پرندہ تھا اور وہی دُعا کی جو اوپر مذکور ہے فجاء ابوبکر فردّہ ثم جاء علی فاذن له یعنی ابوبکر و عمر آئے تو ان کو رد کر دیا اور علی کو اذن دیا۔ ۱۲ مترجم،

کنز العمال - وفيه عن ابی سعيد الخدری قال ان كنا لنعرف المنافقين نحن معاشر الانصار ببغضهم علی ابن ابی طالب وفی الخصائص للنسائی باسناده عن علیؑ قال جاء النبیؐ اناس من قريش فقالوا يا محمدؐ (الی ان قال) ثم قال يا معشر قريش والله ليبعثن الله رجلا منكم قد امتحن الله قلبه بالايمان فليضرب بنكم على الدين او يضرب بعضكم

کوئی منافق حضرت علی کو دوست نہیں رکھتا اور کوئی مومن اسے دشمن نہیں سمجھتا۔ اور اسی میں ابی سعید خدری سے مروی ہے کہا ہم گروہ انصار منافقین کی پہچان ان کے حضرت علی ابن ابی طالب سے بغض[1] رکھنے کے ساتھ کر لیتے تھے۔ اور خصائص نسائی ص۲۵ میں باسناد خود حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہا نبی صلعم کے پاس قریش کے چند آدمی آئے۔ اور کہا یا محمدؐ (حدیث طویل میں ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں کی واپسی کے لیے عرض کیا اور نبیؐ نے شیخین سے مشورہ لیا انہوں نے قریش کی طرف داری کی جس سے نبی صلعم کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ آپ نے فرمایا) اے گروہ قریش خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تم میں سے ضرور ایک ایسے آدمی کو (تم پر) مسلط کرے گا جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہوا ہے اور وہ تم کو دین پر قتل کرے گا۔ یا فرمایا تم میں بعض کو کریگا۔

---

[1] بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی پ ۳۷۱/۲۷۲ باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان و باب مناقب علی ص۵۲۵ میں لکھا ہے قال رسول اللہ صلعم لعلیؑ انت منی وانا منک۔ حاشیہ میں قسطلانی سے لکھا ہے ای فی النسب والسابقۃ والمحبۃ وغیرھا یعنی فرمایا علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے یعنی نسب اور سبقت ایمان و محبت ایمانی وغیرہ میں یک جان ہیں۔ اور اسی کے ص۵۲۵ کے حاشیہ ص۳ میں عینی و قسطلانی سے لکھا ہے ای انت متصل بی قربًا و علمًا و نسبًا یعنی تو قرب اور علم اور نسب میں بالکل میرے ساتھ متصل ہے۔ اور اسی صفحہ پر یہ حدیث بھی لکھی ہے کہ آنحضرت نے جنگ خیبر میں فرمایا۔ میں کل عَلَم اس کو دوں گا جس کو اللہ اور رسول دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اس کے حاشیہ نمبر ۶ میں فتح الباری سے یہ عبارت لکھی ہے۔ اراد بذلک وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک مع علیؑ فی مطلق ھذہ الصفۃ و فی الحدیث تلمیح بقولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فکانہ اشارات علیا تام الاتباع لرسول اللہؐ حتی اتصف بصفۃ محبۃ علامۃ الایمان و بغضہ علامۃ النفاق۔ انتہیٰ۔ یعنی محبت اللہ و رسول اور حضرت علیؑ کی آپس میں ایسی حقیقی محبت تھی جس سے وہ دیگر مسلمین سے ممتاز ہو گئے

اور گویا اس حدیث میں قولہ تعالیٰ فاتبعونی یحببکم اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رسولؐ کے ایسے کامل تابعدار تھے جو اس صفت سے موصوف ہوئے کہ اُن کی محبت ایمان کی علامت اور اُن کا بغض نفاق کی علامت قرار پائی۔

۲ـہ اس روایت امتحن اللہ قلبہ اور حدیث یوم خیبر یحب اللہ و رسولہ اور حدیث آئندہ لابعثن الیہم رجلا کنفسی پر غور کرکے حضرت علیؑ اور حضرات ثلاثہ کے ایمان و اعمال و فضائل کا نجومی موازنہ ہو سکتا ہے۔ اہل بصیرت بعد موازنہ مناسب فیصلہ دیں۔ اور علاوہ بریں فضائل حضرت علیؑ سائر اہل بیتؑ میں حسب ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔ مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ ص ۲۳۶ و ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۵۱ و تحفہ اثناعشریہ کیا ۲۷۔ ص ۷۹ و شواہد النبوۃ ص ۱۶۰ میں لکھا ہے کہ ولادت حضرت علی کی بیت اللہ یعنی کعبہ شریف میں ہوئی۔ اور شواہد النبوۃ ص ۸۸ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۹۴ اور جملہ تفاسیر اہل جماعت بذیل قولہ تعالیٰ جاء الحق و زھق الباطل میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کرکے کعبہ شریف کو بتوں سے صاف کرایا۔ اور انہی کی معرفت شرکت کی بنیاد مٹائی اور بجائیکہ حضرت علی دوش نبوی پر سوار تھے فرماتے ہیں کہ مجھے اُس وقت وہ درجہ حاصل تھا کہ میری نظر عرش معلی تک پہنچی تھی۔ دیکھو مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی یہ روایت ابن ابی شیبہ و حاکم اس میں حضرت علیؑ سے یہ کلمات وارد ہیں خیل لی شئت فلت افق السماء یعنی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں آسمان کے اوپر پہنچ سکتا ہوں وکذا فی السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ ص ۹۹ اور روضۃ الاحباب میں یہ الفاظ ہیں۔ یارسول اللہ چناں مے بینم کہ حجب مکشوف شدہ و گویا سرمن بساق عرش رسیدہ و بہر چہ دست دراز می کنیم بدست می آید حضرت فرمود اے علیؑ خوشا وقت تو۔ الخ۔ نیز دیکھو بیضاوی مردی جلد ۳۔۴۔ ص ۲۰۹ و کشاف جلد ۲ ص ۱۹۶ و سراج المنیر جلد ۲ ص ۱۹۹ اور اہل بیتؑ کی فضیلت خاصہ امیر عمر کی زبان اور عمل سے بھی ثابت ہے جس کا اصل قصہ بخاری طبع مصر جلد ۱ ص ۱۱۹ و مطبوعہ دہلی مع فتح الباری جلد اپ ۴ ص ۴۲۲ اور صواعق ص ۱۰۶ میں بروایت بخاری درج ہے جس کی مزید تفصیل صواعق میں تاریخ دمشق سے منقول ہے۔ کہ بعہد امیر عمر سخت قحط سالی ہوگئی اور نماز استسقا مکرر سہ کرر پڑھی گئی مگر بارش نہ ہوئی۔ ایک دن امیر عمر کہنے لگے کل میں ایسے شخص کی معرفت دعاء استسقا کروں گا کہ اُس کی طفیل ضرور خدا تعالیٰ بارش کرے گا۔ دوسرے دن امیر عمر حضرت عباس نے وجہ پوچھی تو امیر عمر نے ظاہر کیا کہ آپ کے وسیلہ سے دعائے بارش کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عباس نے منظور فرمایا اور بنی ہاشم کی طرف پیغام بھیجا کہ خوب پاک صاف ہوکر جمع ہو جائیں پھر حضرت عباس اور امیر المؤمنین علیؑ روانہ ہوئے حضرت علی آگے آگے اور حضرت عباس پیچھے پیچھے اور حضرت عباس کے دائیں جانب امام حسن اور بائیں جانب امام حسین اور ان کے پیچھے دیگر بنی ہاشم روانہ ہوئے۔ اور حضرت عباس نے فرمایا اے عمر ہمارے ساتھ بنی ہاشم کے سوا اور کوئی مخلوط نہ ہو ہم بنی ہاشم الگ رہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اسی حالت میں نماز گاہ تک پہونچے اور انہوں نے دعا کی۔ جابر کہتا ہے اسی وقت ابر آگیا اور بارش شروع ہوگئی حتیٰ کہ بمشکل ہم اپنے گھروں میں آسکے۔ تو اہل بیت بنی ہو کا بنی ہاشم کے سوا دوسرے صحابہ کو شامل نہ کرنا حتیٰ کہ امیر عمر کو بھی شامل نہ ہونے دینا اس بات پر دال ہے کہ اُن کی شمولیت بجائے فائدہ کے مضر تھی اور بدیں حالت عدم قبولیت دعا کا خطرہ تھا اور حضرت عمر کو پہلے معلوم تھا کہ مباہلہ میں رسول خداؐ بھی استجابت دعا کے لیے جناب علیؑ و حسنینؑ کو ہمراہ لے گئے تھے نہ حضرت عباس کو مگر اس غرض سے کہ لوگوں پر علیؑ کی اس قدر زیادہ فضیلت ظاہر نہ ہو کہ سمجھیں علیؑ ہی مستحق خلافت ہیں ان کے بغیر دوسرا کوئی اس قابل نہیں۔ عباس کو بہ ظاہر وسیلہ بنایا لیکن عباس تو حقیقت سے واقف تھے کہ علیؑ اور حسنین ہی اس قابل ہیں لہٰذا علیؑ کو پیشوا بنایا اور حسنین کو دائیں بائیں وسیلے کہ مقام مقصود پر پہونچے اور غیروں کو دور رکھا ۱۲ مترجم۔ ؎ اسی طرح خصائص نسائی طبع لاہور ص ۶۸ و ص ۳۱ طبع مصر و کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۶ میں بروایات صحیحہ مع تصریح تصحیح مروی ہے۔ ۱۲ مترجم۔

قال ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ھو یا رسول اللہ قال لا ولکن ھوالذی یخصف النعل وکان اعطے علیًا نعلہ یخصفھا وکذا فی کنزالعمال ما رواہ احمد وابن جریر و صححہ وسعید بن منصور۔ وفی کنزالعمال مثلہ وزاد ولکنہ خاصف النعل رواہ ضیاء المقدسی فی المختارۃ وابن ابی شیبۃ والحاکم۔ وروی النسائی فی الخصائص عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلعم لینتھین بنو ولیعۃ (قبیلۃ من کفار العرب) اولا بعثن الیھم رجلا کنفسی یتقدم فیھم امری فیقتل المقاتلۃ ولیسبی الذریۃ فمارا عنی الا وکف عمر فی

حضرت ابی بکر نے کہا یا رسول اللہؐ وہ آدمی میں ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر امیر عمر نے کہا یا رسول اللہؐ وہ میں ہوں؟ حضور نے فرمایا نہیں ولیکن وہ یہ آدمی ہے جو میرے جوتہ کو پیوند لگا رہا ہے۔ اور اس وقت حضرت علیؑ بحکم رسول خدا اُن کے جوتہ کو پیوند لگا رہے تھے اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۶ میں ہے۔ جس کو احمد و ابن جریر نے روایت کیا۔ اور کہا کہ صحیح ہے اور سعید بن منصور نے بھی روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸ میں یہی حدیث بلفظ لکنہ خاصف النعل باسناد ضیاء مقدسی مختارہ میں اور ابن ابی شیبہ و حاکم کے مروی ہے (اسی طرح در منثور جلد ۳ ص ۲۱۳ میں ہے رواہ الحاکم و صححہ) اور نسائی نے ؎ خصائص ص ۲۲ طبع لاہور میں ابی ذر سے باسناد خود اس طرح روایت کیا۔ کہا رسول اللہؐ نے فرمایا بنو ولیعہ قبیلہ کفار عرب شرارت سے باز آجائیں ورنہ ؎

بجزئی من خلفی قال من تعنی قلت ما ایاک اعنی ولا صاحبک قال فمن تعنی قال خاصف النعل قال خاصف النعل قال و علیؑ یخصف النعل۔

میں اُن کی طرف اپنے وجود جیسا آدمی بھیجوں گا جو میرا حکم اُن کو پہونچا دیگا اور جنگ کرے گا اور ان کی اولاد تک اُن کو قید کرے گا سو مجھ کو اس سے کوئی مانع سوا اس کے نہ آیا مگر یہ کہ عمر نے میری کمر کے پیچھے مجھے دبایا اور کہا اس سے آپ کس کو مراد رکھتے ہیں؟ فرمایا میں نے کہا نہ تجھ کو مراد رکھتا ہوں اور نہ تیرا یار مراد ہے امیر عمر نے کہا پھر اس سے کون مقصود ہے؟ فرمایا میرا مقصود اس سے خاصف النعل ہے۔ کہا اور حضرت علیؑ رسول خداؐ کے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے (خصائص نسائی طبع مصر)

سلہ ذ اسی طرح بعینہ استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صہ ۴۶ و کنز العمال جلد ۶ صہ $\frac{۴۰۵}{۳۹۳}$ و صہ ۴۰۷ صہ ۳۹۶ میں مع تصیح باسانید کثیرہ بالفاظ عجیبہ مروی منجملہ ان کے یہ ہے کہ عمر صاحب فرماتے ہیں مجھے ایسی آرزو امارت کی کبھی نہ ہوئی تھی جو اُس دن ہوئی میں نبیؐ کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا اس اُمید سے کہ فرمادیں وہ شخص یہ ہے مگر رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی طرف التفات فرمایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ وہ آدمی یہ ہے ۱۲ مترجم۔

وفی انموذج جلیل فی بیان اسئلۃ واجوبۃ من غرائب آی التنزیل للعلامۃ محمد ابن ابی بکر عبد القادر الرازی مطبوعہ مصر علیٰ ھامش املاء ما من بہ الرحمٰن وقد روی عن علیؑ انہ قال لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔ اقول ان علیاً اراد بذلک قوۃ یقینہ قبل العیان فکان الزیادۃ الحاصلۃ لہ مالا یعتد بہ۔ وفی ارجح المطالب عن ابن عباس ان علیاً کان یقول فی حیٰوۃ النبیؐ ان اللہ یقول

اور انموذج جلیل بیان سوالات واجوبہ غرائب آیات قرآنی مؤلفہ محمدؐ بن ابی بکر عبد القادر رازی مطبوعہ برحاشیہ املاء ما من بہ الرحمٰن جلد ا صہ ۱۸ میں ہے اور بالتحقیق علیؑ سے مروی ہے اگر پردہ اُٹھایا جائے تو میرا یقین کچھ بڑھ نہیں سکتا یعنی آخری حد یقین پر پہونچا ہوا ہے جس کا باقی کوئی درجہ نہیں جو رفع پردہ پر بڑھے (وکذا فی مطالب السؤل صہ ۱۶ واسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صہ ۳۰) (اقول مؤلف) میں کہتا ہوں حضرت علیؑ نے اپنی قوت یقینہ کو دیکھنے سے پہلے بھی ایسا مضبوط ظاہر فرمایا جس پر بعد دیکھ لینے کے معتد بہ ترقی متصور نہیں۔ اور ارجح المطالب صہ ۵۴۲ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ بتحقیق حضرت علیؑ حیات نبی صلعم میں

افأن مات او قتل انقلبتم على
اعقابكم والله لا ننقلب على اعقا
بنا بعد اذ هدانا الله ولئن مات
او قتل لاقتلن على ما قاتل عليه
حتى اموت انى لاخوه ووليه
وابن عمه ووارثه ومن احق
به منى۔ اخرجه احمد والنسائى
وهكذا فى الخصائص للنسائى و
زاد حتى اموت او اقتل والله انى۔
الخ وقد مر فى غزوة احد ان
عليا قال للنبیؐ لا كفر بعد الايمان
ان لى بك اسوة حسنة فى لباب
النقول للسيوطى اخرج الطبرانى
فى الاوسط عن عمار بن ياسر قال
وقف على ابن ابى طالب سائل
وهو راكع فى تطوع فنزع خاتمه
فاعطاه السائل فنزلت انما
وليكم الله ورسوله والذين
أمنوا الذين يقيمون الصلوٰة وهم
راكعون وله شاهد قال عبدالرزاق
حدثنا عبدالوهاب بن مجاهد الخ
وسيانى مستوفى فى نصوص خلافته
عليه السلام۔ وله عليه السلام
فضائل وكرامات لا تحصٰى مذكورة
فى المطولات ولنكتف منها ههنا على
ردالشمس له وهى مماليس لاحد
من امة خيرالبرية عليه الصلوٰة

فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر نبی صلعم فوت
ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ
گے۔ خدا کی قسم ہم اُلٹے پاؤں ہرگز نہ پھریں گے بجائیکہ
ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمادی ہے۔ اور اگر
نبیؐ فوت یا مقتول ہوں تو میں اُسی دین پر جنگ
کرونگا جس پر نبی صلعم نے جنگ کی حتیٰ کہ فوت
ہو جاؤں۔ کیونکہ بالتحقیق میں اُن کا بھائی اور دوست
اور چچازاد اور اُن کا وارث ہوں مجھ سے زیادہ
اور کون اس کا حق دار ہے؟ اور خصائص نسائی
ص۱۲ میں اسی طرح ہے اور اتنا زیادہ لکھا ہے
حتیٰ کہ فوت ہو جاؤں یا قتل کیا جاؤں۔ خدا کی قسم
میں اسی طرح کروں گا۔ الخ۔ اور بیان جنگ احد
میں گذر چکا ہے کہ علیؑ نے نبی سے عرض کی
ایمان کی کامل کے بعد کفر نہیں آسکتا مجھے آپ کے
ساتھ خوب اقتدار ہے۔ اور لباب النقول سیوطی
ص۱۱۳ میں عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ جناب علیؑ
کے پاس بحالیکہ وہ نفلی نماز کے رکوع میں تھے۔
ایک سائل آیا۔ اور امیرالمومنین نے اپنی انگوٹھی اُتار
کر دے دی تو آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ
والذین آمنوا۔ الآیۃ نازل ہوئی۔ اور اس روایت
کے لیے اور شاہد ہے جو اس اسناد کو تقویت
دیتا ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے کہا ہمیں عبدالوہاب
بن مجاہد نے بیان کی الخ اور عنقریب نصوص خلافت
حضرت علیؑ میں اس کا مکمل بیان آئے گا۔ اور حضرت
علیؑ کے لیے فضائل اور کرامات بڑی کتب میں بے
شمار مذکور ہیں۔ مگر ہم اس جگہ صرف ایک کرامت
ردالشمس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو امت محمد

والسلام الا لعلی علیہ السلام
کما فی الخصائص[۱] الکبرٰی للسیوطی
اخرج ابن مندہ۔

صلعم کے کسی فرد کے لیے بجز حضرت علیؑ کے
میسّر نہیں ہوئی۔ چنانچہ خصائص کبریٰ سیوطی جلد۲
ص۸۲ و ص۱۸۳ میں ہے۔ ابن مندہ

---

[۱] خصائص کبریٰ سیوطی ص۸۲ جلد۲ و ص۱۸۳ میں ہے ان الشمس ردّت لنبیناؐ فی وقت وردّت ایضًا فی وقت اٰخر لعلیؑ۔ یعنی سورج ہمارے نبی صلعم کے لیے ایک وقت واپس ہوا اور دوسرے وقت میں حضرت علیؑ کے لیے بھی واپس ہوا۔ ایضًا اسی کے جلد۱ ص۲۴۲ میں باسناد طحاوی و توثیق رواۃ روایت ہے کہ نبیؐ کے لیے خندق کے دن سورج واپس ہوا تھا جس سے نماز عصر ادا فرمائی۔ رسالہ موضوعات کبیر ملا علی قاری مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۴۷ میں ردالشمس کو بہ قول طحاوی و قاضی عیاض صحیح کہا اور ابن مندہ و ابن شاہین وغیرہ ہماثل طبرانی فی الاوسط کی اسناد روایت کیا اور حسن کہا۔ اور وفاء الوفاء سمہودی جلد۲ ص۳۲ میں لکھا ہے طبرانی نے چند اسانید سے اس کو روایت کیا حافظ نورالدین ہیثمی نے کہا رجال اس کے رجال صحیح کے ہیں بجز ابراہیم بن حسن کے اور وہ ثقہ ہے اور ابن مندہ و ابن شاہین کو اسناد سے روایت اسماء بنت عمیس کو اور ابن مردویہ کی اسناد سے روایت ابی ہریرہ کو حسن کہا اور طحاوی کی تصحیح نقل کی ہے۔ قصہ ردالشمس روضۃ الاحباب مطبوعہ انوار محمدی لکھنو جلد۱ ص۲۶۸ میں بتحقیق تمام اور روضۃ الصفاء مطبوعہ نولکشور جلد۲ ص۱۶۰ اور شواہد النبوۃ جامی مطبوعہ نولکشور ۱۳۱۹ھ ص۱۶۷ میں بھی مروی ہے۔ نیز شواہد صفحہ مذکور میں دوسری دفعہ ردالشمس کا واقع ہونا بعد وفات رسولؐ کے وقت توجہ جناب امیر کے طرف بابل کے مروی ہے جو علیؑ نے اپنے لشکر کے بعض افراد کی نماز عصر فوت ہونے کے بعد دعا فرمائی اور سورج واپس ہوا اور نماز ادا ہو جانے کے بعد پھر غروب ہوا ایضًا لکھا کہ نبیؐ کے وقت ردالشمس کے قصہ میں حضرت علیؑ نے نماز عصر اشارہ سے ادا کی مگر تکمیل صفت نماز کے لیے سورج کو واپس کیا گیا اور وہ ردالشمس کے قصہ سے جو بحکم نبی کی تھی واقع ہوا۔ اور سیرۃ ابن دحلان مفتی مکہ مکرمہ مطبوعہ برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد۳ ص۱۴۳ میں بدلائل قویہ کثیرہ معجزہ ردالشمس کو بیان کیا ہے۔ اور مولوی وحیدالزمان نے انوار اللغۃ پ۱ ص۵۹ میں معجزہ ردّالشمس لعلی کی نہایت تصحیح و توثیق رواۃ بیان کی ہے۔ اور ابن جوزی کے موضوع کہنے کا رد لکھا ہے۔ اور عینی حنفی نے شرح بخاری جلد۷ ص۱۴۶ میں باسناد حاکم و طحاوی و احمد بن صالح کے حدیث اسماء واقعہ ردالشمس کو روایت کیا ہے اور اس کی توثیق بیان کی اور تضعیف ابن جوزی کو ناقابل التفات لکھا ہے۔ اور نسیم الریاض شرح شفاء جلد۳ ص۱۱ میں ہے رواہ الطبرانی باسانید مختلفۃ رجال اکثرھا ثقات اور صفحہ ۱۲ میں ہے وھذا الحدیث صححہ المصنف واشار الی ان تعدد طرقہ شاھد صدق علی صحتہ وقد صححہ قبلہ کثیر من الائمۃ کالطحاوی۔

پھر اعتراضات معترضین کے جوابات لکھے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح ذکر اسانید اس کا اور توثیق رواۃ کی اور تصحیح حدیث ہذا لآلی مصنوعہ للسیوطی جلد ا صفحہ ۱۷۴ تا صفحہ ۱۷۷ میں مذکور ہے۔ ثم الحدیث صحح جماعۃ عن الائمۃ والحفاظ بانہ صحیح الخ ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ صفحہ ۲۳ (و عربی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۸) میں باسناد روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا میرے اور علیؑ کے لیے فرشتے سات برس دعا مانگتے تھے وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں سوا علیؑ کے (نبی کے ساتھ) کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ حضرت ابوذرؓ اور مقدادؓ اور خباب اور جابر اور ابوسعید خدری وغیرہم سبقت اسلام علیؑ کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ حضرت علیؑ کو سب سے افضل کہتے تھے یہ ابو عمرو کا قول ہے۔ انتہیٰ۔ اسی طرح فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۹۲۔ اور براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۸ میں سفیان ثوری اور ابن عبد البر اور خطابی سے ہے اور فتاویٰ عزیزی میں ہے تفضیل علیؑ لکھ کر لکھا ہے ونیز از علماء اہل سنت و صوفیہ اینہا برین روش بودہ اند مثل عبد الرزاق و سلمان فارسی و حسان بن ثابت و بعضے صحابہ دیگر (پھر کہا) این قسم تفضیلیہ داخل سنیان اند امامت این قسم تفضیلیہ جائز است۔ اور اسی ترجمہ اسد الغابہ کے جلد ۷ صفحہ ۲۰ میں ہے سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب کوئی بات ہمارے نزدیک حضرت علیؑ سے ثابت ہو جاتی ہے تو پھر ہم اس سے عدول نہیں کرتے۔ یزید بن ہارون نے قطر سے انہوں نے ابو الطفیل سے روایت کی وہ کہتے ہیں بعض اصحاب نبیؐ کا قول یہ تھا کہ اگر حضرت علیؑ کی ایک فضیلت تمام مخلوقات پر تقسیم کر دی جائے تو سب فائدہ میں رہیں۔ انتہیٰ۔ انوار اللغۃ پ ۲۳ صفحہ ۶۲ میں ہے۔ ایک جماعت صحابہ اور تابعین سے ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے اس لئے اگر کوئی جناب امیر کو شیخین سے افضل سمجھے تو اُس پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ نہ اُسکو بدعتی کہہ سکتے ہیں جیسے بعضے متعصبین سنیوں نے قرار دیا ہے کہ وہ تفضیلیہ کو بدعتی کہتے ہیں۔ الخ ۱۲ مترجم۔

؎ حاشیہ طحطاوی حنفی بر مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مطبوعہ مطبع مصطفےٰ احمد مصر قاہرہ صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے کیا غروب کے بعد پھر آفتاب طلوع کر آئے تو وقت عصر عود کر آتا ہے نعم کما فی الدر لما روی انہ نام فی حجر علیؑ حتے غربت الشمس الحدیث اخرجہ الطبرانی بسند حسن و صححہ الطحاوی والقاضی عیاض ما خطاء من جعلہ موضوعا کابن الجوزی کما فی النہر انتہےٰ۔

؎ سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ا صفحہ ۲۴۴ میں ہے اس واسطے کہ حضرت علیؑ جہاد سیفی و سنانی ہیں اور فن قضا اور کثرت روایت حدیث میں اور ہاشمیت و حنیفیت میں اور علی الخصوص اس وجہ سے کہ حضرت فاطمہ کے ساتھ زوجیت کی قرابت سے افضل ہیں اور ان وجوہ میں حضرت ابوبکر صدیق پر قطعی طور پر ثابت ہے اور ایسا ہی حضرت علیؑ کی فضیلت حضرت عمر فاروق پر قطعی طور پر ان امور میں ثابت ہے کہ حضرت عمر سے حضرت علیؑ پہلے ایمان لائے اور ایسا ہی پہلے نماز پڑھی الخ ۱۲ مترجم!

وابن شاهين والطبرانی باسانيد بعضها علی شرط الصحيح عن اسماء بنت عميس قالت كان رسول اللهؐ يوحی اليه ورأسه فی حجر علیؑ فلم يصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللهؐ اللهم انه كان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس قالت اسماء فرأيتها غربت ثم رأيتها طلعت بعد ما غربت وفی لفظ للطبرانی فطلعت عليه الشمس حتی وقفت علی الجبال وعلی الارض وقام علیؑ فتوضأ وصلی العصر ثم غابت وذلك بالصهباء فی الحاشية الصهباء منزل بين المدينة وخيبر واخرج ابن مردويه عن ابی هريرة قال نام رسول اللهؐ ورأسه فی حجر علیؑ ولم يكن صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قام النبیؐ دعا له فردت عليه الشمس حتی صلی ثم غابت ثانية واخرج الطبرانی بسند حسن عن جابر ان النبیؐ امر الشمس فتاخرت ساعة من نهار انتهی وهكذا فی معارج النبوة وقد طول الشيخ وصححه وقواه وهكذا فی روضة الاحباب ـ

وابن شاہین و طبرانی بہت اسانید سے جن سے بعض شرط صحیح بخاری پر ہیں اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں۔ کہا رسول اللہؐ کی طرف وحی ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا اور حضرت علیؑ نے اُس حالت میں عصر کی نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ بعد فراغت وحی کے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ یہ علیؑ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے لئے سورج کو واپس فرما حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے دیکھا تھا کہ غروب ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ سورج بعد غروب کے طلوع کر آیا۔ اور طبرانی کے لفظ میں یہ ہے کہ اُس پر سورج طلوع کر آیا حتیٰ کہ پہاڑ اور زمین پر کھڑا ہو گیا اور حضرت علی نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی پھر سورج غائب ہو گیا۔ اور یہ واقعہ صہباء کا ہے اس کے حاشیہ میں ہے صہباء خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے اور ابن مردویہ نے ابی ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہؐ اپنا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں رکھ کر سو گئے اور حضرت علیؑ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب نبی صلعم بیدار ہوئے اُس کے لیے دُعا فرمائی کہ اُس پر سورج واپس لایا گیا۔ حتی کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور پھر دوسری دفعہ غروب ہوا اور طبرانی نے بسند حسن جابر سے روایت کیا۔ اُس نے کہا نبیؐ نے سورج کو حکم دیا اور اُس دن ایک گھنٹہ کی مہلت بڑھ گئی تھی۔ انتہیٰ۔ اور اسی طرح معارج النبوۃ ص ۲۲۳ میں ہے، نیز روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد ا ص ۲۶۸ میں (م) بعد

وقال الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ
بعد ذکر حدیث رد الشمس لعلیؑ
وقد رواہ الطحاوی فی مشکل
الحدیث من طریقین وقال هما
ثابتتان ورواتهما ثقات۔ وقد
رواہ الطبرانی وقد ذکر له
صاحب اللآلی طرقا وألف
فی ذلک جزاء۔ انتهی۔ وفی
الشفاء للقاضی عیاض المالکی
خرج الطحاوی فی مشکل الحدیث
عن اسماء بنت عمیس من طریقین
ان النبیؐ کان یوحی الیه ورأسه
فی حجر علیؑ فلم یصلی العصر حتیٰ
غربت الشمس فقال رسول اللہؐ
اصلیت یا علیؑ قال لا فقال اللهم انه
کان فی طاعتك وطاعة رسولك
فاردد علیه الشمس الحدیث۔ (ثم قال)
وهذا ان الحدیثان ثابتان ورواتهما
ثقات ثم بیّن القاضی ثبوت هذا
الحدیث وتقویته قال علی
القاری فی شرح الشفاء قد یتقوی
ویتعاضد الاسانید الی مرتبه
حسنة فیصح الاحتجاج به انتهی
ثم رد علی ابن الجوزی ومن تبعه
قوله بوضعه ونقل عن القسطلانی
ان حدیث اسماء اخرجه الطبرانی
وحسنه العراقی فی شرحه التقریب

اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۳۳ میں ہے۔ اور
شیخ نے اس میں طول دیا۔ اور روضۃ الاحباب وغیرہ
سے اس کو صحیح اور قوی ثابت کیا۔ اور علامہ شوکانی
نے الفوائد المجموعہ ص۱۱۹ میں بعد ذکر حدیث ...
رد الشمس لعلی کے لکھا ہے۔ بتحقیق اس کو طحاوی
نے دو اسنادوں سے مشکل الحدیث میں روایت
کیا اور کہا کہ دونوں ثابت ہیں اور ہر دو کے
رواۃ ثقہ ہیں اور اس کو طبرانی نے بھی روایت
کیا اور اس کے لئے مؤلف اللآلی المصنوعہ یعنی
سیوطی نے بہت اسناد ذکر کئے ہیں بلکہ اس میں
ایک مستقل رسالہ لکھا ہے انتہیٰ۔ اور شفا قاضی
عیاض مطبوعہ مصر ص۲۴۰ میں ہے کہ طحاوی نے
مشکل الحدیث میں بروایت اسماء بنت عمیس دو
اسنادوں کے ساتھ روایت کیا کہ نبیؐ کو وحی
ہو رہی تھی بحالیکہ آپ کا سر مبارک علیؑ کی گود
میں تھا۔ اور حضرت علیؑ نے عصر کی نماز نہ پڑھی
حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا علیؑ تو نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض
کی نہیں یا رسول اللہؐ۔ پس آنحضرتؐ نے
دعا فرمائی کہ یا اللہ بالتحقیق یہ علیؑ تیری اور
تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا اس پر سورج
کو واپس فرما۔ آخر حدیث تک (پھر کہا) اور یہ
دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور دونوں کے رواۃ
ثقہ ہیں۔ پھر قاضی عیاض نے مزید ثبوت اور
تقویت اس روایت کی لکھی ہے۔ اور ملا علی
قاری شرح شفا میں لکھتا ہے کہ کبھی اسانید احادیث
کے ایک دوسرے کی تقویت اور مدد سے مرتبہ حسن

ثم قال فی ذٰلک۔ فی حاشیۃ القول المستحسن فی فخر الحسن قلت حدیث یعلی ورد من حدیث اسماء اخرجہ احمد بن صالح المصری وابو امیۃ الطرسوسی والطحاوی و الطبرانی و ابن مندہ وابن شاہین وصححہ ابن صالح وتبعهما الحفاظ الازدی و عیاض وابن سید الناس و مغلطائی حسنہ الحافظ ابوزرعۃ ابن العراقی وروی عن ابی ھریرۃ اخرجہ ابن مردویہ وکذا من حدیث علیؑ وابنہ الحسین وجابر وابی سعید ممن اثبتہ من الحفاظ المحب الطبری والسمھودی وابن حجر والسیوطی ولہ جزء فی اثباتہ سماہ کشف اللبس فی حدیث رد الشمس۔

والسخاوی والشامی ولہ مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس والقسطلانی وابن الربیع و ابن حجر المکی والقاری و الخفاجی و التلمسانی والدلجی والحلبی والشبراملی والقشاشی والکوردی وردوا علی الدولابی

تک پہونچ جاتے ہیں۔ اور اس سے استدلال اور احتجاج صحیح ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔ پھر ابن جوزی پر اور اُن لوگوں پر جنہوں نے اس روایت کے موضوع کہنے میں ابن جوزی کی متابعت کی ہے۔ علی قاری نے رد لکھا۔ اور قسطلانی سے نقل کیا کہ حدیث اسماء کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور عراقی نے اس کو شرح تقریب میں حسن کہا۔ پھر علی قاری نے اسکی تحقیق میں طول دیا۔ المصنوع فی احادیث الموضوع کے آخری ورق پر اور حاشیہ موضوعات صغیر علی قاری میں القول المستحسن فی فخر الحسن سے منقول ہے۔ اُس میں لکھا ہے میں کہتا ہوں حدیث یعلیٰ حدیث اسماء سے وارد ہوئی جس کو احمد بن صالح مصری نے اور ابوامیہ طرسوسی و طحاوی وطبرانی وابن مندہ وابن شاہین نے روایت کیا۔ اور اسکو حافظ ابوزرعہ بن عراقی نے حسن کہا۔ اور یہ ابی ہریرہ سے بھی مروی ہے جس کو ابن مردویہ نے بھی روایت کیا اور نیز یہ حدیث حضرت علیؑ اور اُن کے بیٹے امام حسینؑ اور جابر و ابی سعید سے بھی مروی ہے، اور جن حفاظ احادیث نے اس کو ثابت کیا ہے اُن میں سے محب طبری و سمہودی و ابن حجر و سیوطی کا اس میں ایک مستقل رسالہ ہے۔ جس کا نام کشف اللبس فی حدیث رد الشمس رکھا ہے۔

اور سخاوی و شامی نیز انہی مثبتین سے ہیں۔ اور اس کا بھی مستقل رسالہ مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس تالیف ہو چکا ہے۔ اور قسطلانی و ابن ربیع و ابن عراقی و ابن حجر مکی و قاری و خفاجی و تلمسانی و دلجی و حلبی و شبراملی و قشاشی و کوردی

وابن الجوزی وابن التیمیۃ قولہم موضوع وابن کثیر قولہ منکر واجابوا من الامور التی اعلوہ بہا باجوبۃ شافیۃ انتہٰی۔ قال السیوطی فی التعقبات علےٰ موضوعات ابن الجوزی فضیل ثقۃ صدوق احتج بہ مسلم والاربعۃ وابن شریك وثقہ غیرابی حاتم وروی غیرابی حاتم۔ وروی عنہ البخاری فی الادب وابن عقدۃ من کبار الحفاظ وثقہ الناس وما ضعفہ الاعصری متعصب والحدیث صرح جماعۃ بتصحیحہ منہم القاضی عیاض۔ انتہٰی۔ وفی الصواعق المحرقۃ ومن کراماتہ الباھرۃ ان الشمس النبی فی حجرہ الحدیث۔ وحدیث ردھا صححہ الطحاوی و القاضی فی الشفاء وحسنہ شیخ الاسلام ابوزرعۃ وتبعہ غیرہ وردوا علےٰ جمع قالوا انہ موضوع وزعم فوات الوقت لغروبہا فلا فائدۃ لردھا فی محل المنع بل نقول کما ان ردھا خصوصیۃ وکرامۃ (الیٰ ان قال) قالؒ سبط ابن الجوزی وفی الباب حکایۃ عجیبۃ حدثنی بہا جماعۃ من

بھی اس حدیث کے مثبت ہیں۔ اور انہوں نے قول وضع دولابی وابن تیمیہ و قول نکارۃ ابن کثیر کو رد کیا ہے۔ اور مثبتین نے ابن جوزی وغیرہ کے اُن علل کا جوانہوں نے اس حدیث پر بزعم خود پیدا کی تھیں شافی جواب دیا ہے انتہے۔ اور سیوطی نے تعقبات موضوعات بن جوزی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صؔ میں (بجواب معترض اس حدیث کے) کہا فضیل ثقہ وصدوق ہے۔ اس سے کتب اربعہ کے محدثین اور مُسلم نے حجت پکڑی ہے۔ اور ابن شریک کو ابی حاتم کے سوا اوروں نے ثقہ کہا ہے۔ اور اس سے بخاری نے ادب مفرد میں روایت لی ہے۔ اور ابن عقارہ جو بڑے حفاظ سے ہے اس کو ثقہ کہتا ہے۔ اور سوائے عصری متعصب کے کسی نے اس کو ضعیف نہیں کیا۔ اور یہ حدیث ایسی ہے جس کی تصحیح کے لیے جماعت محدثین نے تصریح کی ہے جن میں سے قاضی عیاض بھی ہے۔ انتہےٰ، اور صواعق محرقہ ص۷۶ میں ملہ ہے۔ حضرت علیؑ کی کرامات ظاہرہ سے ہے کہ سورج کو ان کے لیے واپس کیا گیا بحالیکہ نبیؐ کا سر مبارک ان کی گود میں تھا۔ آخر حدیث تک۔ اور حدیث ردالشمس کو طحاوی اور قاضی عیاض نے شفا میں صحیح کہا اور شیخ الاسلام ابوزرعہ اور اُس کے تابعین نے اس کو حسن کہا۔ اور انہوں نے اس کو موضوع کہا رد کیا ہے اور غروب آفتاب سے وقت کے فوت ہونے کا قول کہ پھر واپس کرنے آفتاب سے وقت کے فوت ہونے کا قول کہ پھر واپس کرنے آفتاب کا کوئی فائدہ نہیں جائے اعتراض ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں جیسا کہ

مشائخنا بالعراق انهم شاهدوا
ابا منصور المظفر بن اردشير
القبادي الواعظ ذكر بعد العصر
هذا الحديث ونمقه بالفاظه و
ذكر فضائل اهل البيت فغطت
سحابة الشمس حتى ظن الناس
انها قد غابت فقام على المنبر و
اومأ الى الشمس وانشدها ؎
لا تغربي يا شمس حتى ينتهي مدحي
لآل المصطفى ولنجله واثني عنانك
ان اردت ثناءهم انسيت اذ
كان الوقوف لاجله ان كان
الوقوف فليكن هذا الوقوف
لخيله ولرجله ؎ قالوا فانجاب
السحاب عن الشمس وطلعت. انتهى.
اقول فوات الوقت بغروبها فلا
فائدة لردها مردود لما قال في
الدر المختار ص۲۷ كتاب الصلوٰة ووقت
العصر منه الى قبيل الغروب فلو
غربت ثم عادت هل يعود الوقت
الظاهر نعم - انتهى - ومن خصائصه
انه تصديق للمناجات بالنبي حين
اتى امر الله - اي قدموا بين يدي
نجواكم - الاٰية ولم يتصدق غيره
من الصحابة -

ردالشمس خصوصیت ہے۔ اسی طرح ادا نماز کیلئے
اور ایک وقت عصر بھی خصوصیت وکرامت ہے
(تا اینکہ کہا) سبط ابن جوزی کہتا ہے اس باب میں
ایک عجیب حکایت ہے جس کو مجھے ہماری ایک
جماعت مشائخ عراقیین نے بیان کیا ہے۔ کہ
انہوں نے ابو منصور مظفر بن اردشیر قبادی واعظ
کو دیکھا جو اسی حدیث ردالشمس کا بعد عصر کے بیان
کر رہا تھا۔ اور الفاظ حدیث کو اُس نے حرف بحرف
لکھا اور فضائل اہلبیتؑ کو ذکر کیا اتنے میں ابر نے
سورج کو چھپا لیا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ
آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ پس واعظ مذکور ممبر پر
کھڑا ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھنے
لگا۔ اے آفتاب جبتک میں آل مصطفےٰ کی مدح
تمام نہ کر لوں تب تک غروب نہ ہو۔ اور اگر تو چاہتا
ہے کہ ان کی مدح کیجائے تو اپنی لگام واپس پھیر لے۔
کیا تجھے وہ وقت فراموش ہو گیا ہے جب تو اسی
حضرت علیؑ کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ اگر سردار کیلئے تیرا
کھڑا رہنا تھا تو اُس کے سوار اور پیادہ غلاموں کیلئے
بھی تجھے کھڑا رہنا چاہیئے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ ابر
دور ہو گیا اور آفتاب طلوع کر آیا۔ انتہی (قول مؤلف)
میں کہتا ہوں اس کا قول غروب آفتاب کا فوت ہونا
اور رجوع آفتاب کا فائدہ نہ ہونا مردود ہے۔ کیونکہ
درالمختار ص۲۷ کتاب الصلوٰۃ میں ہے وقت عصر کا
غروب سے پہلے ہے۔ پس اگر غروب ہو کر سورج واپس
آجائے تو کیا وقت واپس ہوتا ہے یا نہ۔ ظاہر فتویٰ
یہی ہے کہ بے شک وقت واپس آجاتا ہے۔ انتہی۔ اور خصائص حضرت علیؑ سے یہ بھی ہے کہ جب حکم
قدموا بین یدی نجواکم صدقات کا آیا تو سرگوشی کی بات پر حسب الحکم قرآن کریم کے حضرت علیؑ نے صدقہ

دیا اور دس دن اسی طرح کرتے رہے۔ ان کے بغیر کسی صحابی نے اس آیت پر عمل نہ کیا (جب یہ حالت ہے کہ رسولؐ سے سرگوشی پر ایک درہم بجز علیؑ کے کسی نے خرچ نہ کیا تو اپنا جان و مال آنحضرتؐ پر کس طرح خرچ کرتے ہوں گے۔)

---

[1] اسی طرح اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۲۹/۱۳۰ میں ہے۔ نیز اسی طرح انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون طبع مصر جلد ۱ ص ۴۳۵/۴۳۶ میں ہے اور لکھا کہ صاحب امتاع نے کہا یہ روایت پانچ طرف کے ساتھ اصحاب سے مروی ہے ۱۲ مترجم۔

فصل۔ فی بیان کون امیرالمؤمنین علی علیہ السلام خلیفۃ النبیؐ بلا فصل۔ وکونہ وصیًا فاذا فرغنا من فضائل علیؑ نشرع فی بیان خلافتہ ولہ نصوص۔ منہا ما فی لباب النقول للسیوطی اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند فیہ مجاھیل عن عمار بن یاسر قال وقف علی بن ابیطالب سائل وھو راکع فی تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فنزلت انما ولیکم اللہ۔ الآیۃ۔ ولہ شاھد قال عبدالرزاق حدثنا عبدالوھاب بن مجاھد عن ابیہ عن ابن عباس قولہ انما ولیکم اللہ الآیۃ۔ قال نزلت فی علی ابن ابیطالب وروی ابن مردویہ من وجہ آخر عن ابن عباس مثلہ واخرج ابن

فصل۔ جناب علی علیہ السلام کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور خلیفہ بلا فصل ہونے کے بیان میں۔ فضائل علیؑ سے فارغ ہو کر ہم اُن کی خلافت کا بیان شروع کرتے ہیں اس کے لیے چند نصوص ہیں منجملہ اُن کے لباب النقول سیوطی ص ۱۱۳/۱۱۴ ج ۱ مطبوعہ مصر برحاشیہ جلالین میں ہے طبرانی اوسط میں ایسی سند سے روایت کرتا ہے جس میں مجاہیل ہیں۔ عمار بن یاسر کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس نفلی نماز کے رکوع میں ایک سائل آیا اور حضرت علیؑ نے اپنی انگوٹھی اتار کر سائل کو دیدی۔ تب آیت انما ولیکم اللہ الآیہ اتری اور اس کے لئے اور روایت شاہد ہے جو عبدالرزاق بایں اسناد روایت کرتا ہے ہم کو عبدالوہاب بن مجاہد نے اپنے باپ سے بیان کیا اُس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ الآیۃ حضرت علیؑ بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوا ہے اور ایک اور اسناد سے ابن مردویہ ابن عباس سے مثل اس کی روایت کرتا ہے اور اُس نے حضرت علیؑ سے بھی

ایضاً عن علیؑ مثلہ واخرج ابن
جریر عن مجاهد وابن ابی حاتم
عن سلمۃ بن کهیل مثلہ فهٰذہ
شواهد یقوی بعضها بعضا۔ انتهٰی۔
فی الدر للسیوطی اخرج ابن
جریر وابن ابی حاتم واخرج
للخطیب وعبد الرزاق وعبد بن
حمید وابو الشیخ وابن مردویہ
والطبرانی وابونعیم عن ابن عباس
وعمار بن یاسر وعلیؑ ابن ابیطالب
وسلمۃ بن کهیل ومجاهد والسدیؒ
وعتبۃ بن حکیم وابی رافع قصۃ
تصدق خاتم علیؑ وهکذا فی
ترجمان القرآن وتفسیر ابن جریر
وتفسیر الخازن وتفسیر المدارک علیٰ
هامش الخازن وتفسیر فتح البیان
وتفسیر ابن کثیر وتفسیر حقانی و
تفسیر روح المعانی وتفسیر حسینی
وتفسیر المعالم فی البیضاوی انها
نزلت فی علیؑ حین سألہ سائل و
هو راکع فطرح لہ خاتمہ وصیغۃ
الجمع لترغیب المؤمنین فی اتباعہ
وکذا فی المظهری

اسی طرح روایت کیا اور ابن جریر مجاہد سے اور ابن ابی حاتم سلمہ بن کہیل سے نیز اس طرح روایت کرتے ہیں پس یہ سب شواہد ہیں جو بعض بعض کے لئے مقوی ہیں۔ انتہٰے۔ (یعنے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے) اور در منثور جلد ۲ ص ۲۹۳/۲۹۴ میں وکذا فی الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۱۹ طبع مصر باسانید خمستہ وقال خمس طرق یشد بعضہا بعضاً قصہ تصدق انگشتری علیؑ کا بحالت رکوع باسناد ابن جریر و ابن ابی حاتم و خطیب و عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابوالشیخ و ابن مردویہ و طبرانی و ابی نعیم کے ابن عباس و عمار بن یاسر و علی بن ابیطالب وسلمہ بن کہیل و مجاہد وسدی و عتبہ بن حکیم و ابی رافع سے مروی[۱] ہے اور اسی طرح ترجمان القرآن ص ۹۳۰ و تفسیر ابن جریر جلد ۶ ص ۱۶۵ و تفسیر خازن جلد ۱ ص ۵۰۶ و تفسیر مدارک بر حاشیہ خازن ص ۵۰۶ جلد ۱ و تفسیر فتح البیان جلد ۳ ص ۸۰ و تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۶۷ و تفسیر حقانی جلد ۲ ص ۳۰ و تفسیر روح المعانی جلد ۲ ص ۳۲۹ و تفسیر حسینی جلد ۱ ص ۱۴۰ و تفسیر معالم جلد ۱ ص ۱۸۶ میں ہے اور بیضاوی میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں اتری ہے جب اُن کی حالت رکوع میں ایک سائل آیا اور انہوں نے اپنی انگشتری دیدی اور آیت میں جمع کا صیغہ متابعت علی کی ترغیب مومن کے واسطے وارد ہوا ہے اور اسی طرح تفسیر مظہری ص ۶۳ میں لکھا ہے۔

لہ اور در منثور میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعد نزول اس آیت انما ولیکم اللہ اور وقوع قصہ انگشتری کے رسولؐ نے اپنے اصحاب کے پاس آ کر اس آیت کو پڑھ کر فرمایا من کنت مولاہ اللہم وال من والاہ

وعاد من عاداہ یعنے جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ولیکم اور مولاہ کا معنی ایک ہی ہے ہر دو کتب میں ابن عساکر کے اسناد سے بھی مروی ہے صفحات تفاسیر اختلاف مطابع سے مختلف ہوں تو اسی آیت کی تفسیر میں دیکھو۔

؎۲ اہل جماعت کی اصح التفاسیر جامع البیان ابن جریر طبری جلد ۶ ص۱۶۵ میں چھ اسنادوں سے سدی و ابی جعفر (باقرؑ) و عتبہ بن ابی حکیم و مجاہد سے یہ قصہ اسی طرح مروی ہے نیز تفسیر ملا ابی السعود ج ۳ ص۶۰۴ میں یہ قصہ لکھا ہے اور زیادہ کیا کہ غالباً وہ انگشتری اتنی کھلی ہو گی جس سے نکالنے میں عمل کثیر کی حاجت نہ ہوئی۔ ۱۲ مترجم؛ ؎۳ اسی طرح تفسیر کبیر ج ۳ ص۶۱۸ میں ہے بروایت ابن عباس و ابی ذر مثل لباب النقول کے مروی ہے۔ احادیث نصوص میں ذیل حدیث ثقلین روایت کبیر سے مفصل مرقوم ہے ۱۲ مترجم۔

وقال لہ شواھد یقوی بعضھا بعضا والحصر اضافی کذا فی کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب۔ وذکرہ الحافظ سبط ابن الجوزی فی تذکرۃ خواص الامۃ ھذا القصۃ باسنادین۔ وھٰکذا فی ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ وذکرہ الخطیب والخوارزم فی تلک المناقب باسنادین وذکر السید جمال الدین المحدث فی الاربعین وذکر قولہ واجعل لی وزیرا من اھلی علیًا اشدد بہ ظھری باسنادین۔ وھٰکذا فی درر السمطین فی فضائل المصطفٰی والمرتضٰی والبتول والسبطین وقال الرازی فی الکبیر عن عطاء عن ابن عباسؓ

اور مولوی ثناء اللہ پانی پتی مؤلف تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ اس روایت کے لیے بہت شواہد ہیں جو بعض بعض کی تقویت کرتے ہیں۔ اور حصر اضافی ہے۔ اسی طرح کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب میں ہے؛ اور حافظ سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں اس قصہ کو دو اسنادوں سے لکھا ہے اور اسی طرح ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں ہے۔ اور خطیب و خوارزم نے مناقب میں دو اسنادوں سے بیان کیا اور سید جمال الدین محدث نے اربعین میں اس حدیث کو ذکر کر کے دو اسنادوں سے لکھا کہ آنحضرتؐ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی واجعل لی وزیرا من اھلی الخ یعنے یا اللہ میرے لئے میرے اہل سے حضرت علیؑ کو میرا وزیر بنا اور میری پشت کو مضبوط کر۔ اور اس طرح درر السمطین فی فضائل المصطفٰی والمرتضٰی والبتول والسبطین میں ہے اور رازی نے تفسیر کبیر میں

کما فی الاربعین۔ وکذا فی فصول المهمه فی معرفة الائمة لمحمد بن صباع المالکی کلها من النصرة الغیبیة علی الفرقة الشیعه لمحمد عبد الشکور اللکنوی۔ وفی تفسیر النیشاپوری والخازن والاکلیل علی هامش جامع البیان قوله تعالیٰ یحبهم ویحبونه فی حق علی لان ما بعد هذه الآیة نزلت فیه باتفاق اکثر المفسرین انتهی ملخصًا وقد اعترض النیشاپوری فی تفسیره علی الرازی فی جرحه علی استدلال الامامیة بهذه الآیة علی خلافة امیر المؤمنین۔ فی منتخب کنز العمال علی هامش مسند احمد طبع مصر قوله تعالیٰ وهم راکعون عن ابن عباس روی قصة تصدق الخاتم۔

بروایت عطا و ابن عباس کے اور اربعین میں نقل کیا اور نیز فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ محمد بن صباغ مالکی میں یہ قصہ مذکور ہے۔ یہ روایات سبط ابن جوزی سے لے کر اس جگہ تک نصرۃ غیبیہ علی الفرقۃ الشیعہ مؤلفہ عبد الشکور لکھنوی سے نقل کی گئی ہیں اور تفسیر نیشاپوری جلد ۶ ص ۱۹۳ اور خازن جلد ۱ ص ۴۸۵۔ واکلیل بر حاشیہ جامع البیان ص ۱۶۹ میں لکھا ہے کہ قولہ یحبھم ویحبونہ حضرت علیؑ کے حق میں وارد ہے کیونکہ اس کا مابعد بالاتفاق اکثر مفسرین انہی کے حق میں اترا ہے۔ انتہی ملخصًا۔ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فخر رازی پر اس بارہ میں اعتراض کیا ہے کہ اس نے اس آیت سے خلافت امیر المومنین پر امامیہ کے استدلال کے برخلاف کیوں جرح کی ہے۔ اور منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۸ بر حاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر میں ہے کہ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ تا راکعون بروایت ابن عباس جس کو خطیب نے متفق میں ذکر کیا۔ قصہ تصدق انگشتری حضرت علیؑ کے بارہ میں اترا ہے۔

لہ آیت میں ولی سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے اگر محب یا ناصر مراد ہو تو حصر کا صحیح ہونا محال ہے کیونکہ فرمایا والمؤمنون بعضھم اولیاء بعض عام مومنین ایک دوسرے کے محب و ناصر ہیں تو رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینے والے کی محب و ناصر ہونے کے لیے حصر کا کوئی معنے نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ المترجم۔

سلہ آیت انما ولیکم اللہ کے استدلال پر جو اعتراضات اہل تسنن کرتے ہیں مع جوابات بواسق موبقہ رد تحفہ اثنا عشریہ میں مفصل مذکور ہیں لہذا یہاں طویل بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایضًا قول رازی نے تفسیر کبیر میں کہا یہ کبیر جلد ۳ ص ۶۱۸ میں مذکور ہے اور کبیر ج ۳ ص ۳۵۶/۳۹۹ میں تفسیر اولی الامر بھی ملاحظہ کے قابل ہے اور تسہیل القاری شرح بخاری پ ۳ ص ۲۱۸ میں ہے اور کرمانی نے کہا کبھی تثنیہ اور جمع کا صیغہ بولا جاتا ہے اور مراد واحد ہوتا ہے وکذا فی فقہ اللغۃ وسر العربیۃ ص ۳۳۲ فصل فی الجمع یراد بہ الواحد مطبوعہ مصر اس

اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون صیغے جمع کے ہیں ایک حضرت علیؑ کس طرح مراد ہو سکتے ہیں۔ آپس میں دوستی مومنین کا حکم الگ قرآن میں موجود ہے والمومنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض اور فرشتے بھی مومنین کے دوست ہیں جیسا ان سے محکی ہے نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ پس انما ولیکم اللہ۔ الاٰیۃ کی اسی کی اسی صفت خاصہ سے متعلق ہے جو رکوع میں صدقہ دیتے ہیں اور ولایت سے مراد بھی وہ عالم معنی دوستی مراد نہیں بلکہ اولیٰ بالتصرف مراد ہے ۱۲ مترجم۔

رواہ الخطیب فی المتفق وفیہ مطلب بن زیاد وثقہ احمد و ابن معین۔ و فی کنز العمال عن علی رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ قصۃ الخاتم۔ اقول الظاھر ان المحمول واحد فی ھذہ الاٰیۃ والموضوعات ثلٰثۃ فالحمل فی ھٰذا المقام بجمیع ماصدق علیٰ ھؤلاء الثلاثۃ بنہج واحد فھو السید والمحب والاولی بالتصرف کما یؤیدہ الحدیث المتواتر اعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ وبلفظ اٰخر من بعدی ولا یرد ان الصیغ الجمع فلا تصدق علیٰ علی وھو واحد لانا نقول ان الجمع فی مثل ھذہ المقامات للتشویق و الترغیب للباقین کما ان اھل التفسیر قد اتفق علیٰ نزول الاٰیۃ فی علیؑ وایضاً اتفق اھل الجماعۃ علی ان قولہ تعالیٰ ولا

اور اس روایت میں مطلب بن زیاد راوی ہے جس کی امام احمد اور ابن معین نے توثیق کی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص۴۰۵ میں باسناد ابی الشیخ وابن مردویہ حضرت علی سے یہی قصہ تصدق انگشتری کا مروی ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں محمول ایک اور موضوع تین ہیں پس ایسے مقام میں تمام طرق ممکنہ سے ان پر حمل برابر ہوگا جو ایک ہی طریق سے تینوں پر صادق ہو۔ اس لیے حضرت علی سردار اور دوست اور اولیٰ بالتصرف ولی اور مولیٰ کے جملہ معانی ممکن الوقوع کے مصداق ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید اس حدیث متواتر سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ و من کنت ولیہ من بعدی وارد ہے یعنے جس کا میں ولی ہوں اس کا میرے بعد علی بھی ولی ہے اولی کے معنی سردار اور دوست اور اولیٰ بالتصرف کے ہیں پس جتنے معانی سے امت کے ولی رسول خدا صلعم ہیں اُن سب معانی سے حضرت علی بھی ولی ہیں لہٰذا خلافت پر استدلال صحیح ہے) اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں جمع کے

یا تل اولوالفضل منکم نزل فی ابی
بکر و کلمۃ اولوا لجمع و ابوبکر
واحد و قولہ تعالیٰ والذی جاء
بالصدق الآیۃ - الی اولئک ھم
المتقون۔ و قولہ تعالی فسوف
یاتی اللہ بقوم یحبھم المراد من
القوم ابوبکر عندھم وھو واحد
وقولہ تعالی ان ابراھیم کان امۃ
فالامۃ اطلقت علی ابراھیم وھو
واحد و فی محاورات العامۃ نظام
الدین اولیا وھو واحد و غیرھا
فاندفع الایراد۔ ویمکن ان
یکون الجمع للتعظیم وھو شائع۔
وفی حاشیۃ مجمع البحرین ومطلع
النیرین فی لغۃ القرآن والحدیث
فی لفظ ولا روی عن الصادق ؑ
ان الخاتم الذی تصدق بہ المؤمنین
وزن حلقتہ اربعۃ مثاقیل فضۃ
ووزن فصہ خمسۃ مثاقیل وھی
یاقوتۃ حمراء قیمتہ خراج الشام
ستۃ مائۃ جمل فضۃ و اربعۃ
اجمال من الذھب وھو لطوار بن
الحران قتلہ امیرالمؤمنین واخذ
الخاتم من اصبعہ واتی بہ النبیؐ
من جملۃ الغنائم۔

صیغے ہیں اور حضرت علی واحد ہیں ان پر صادق نہیں
آتے۔ کیونکہ ہم جواب دیتے ہیں بالتحقیق جمع کا صیغہ
ایسے مقامات میں باقی لوگوں کے شوق اور ترغیب
ولالچ کے لئے وارد ہے جیسا کہ اہل تفسیر نے اس
آیت کے نزول بحق علیؑ میں اتفاق کیا ہے اور
اسی طرح اکثر اہل جماعۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ قولہ
تعالیٰ ولا یاتل اولوالفضل منکم حضرت ابی بکر
کے حق میں اترا ہے حالانکہ کلمہ اولو جمع کے لیے
ہے اور حضرت ابوبکرؓ واحد ہیں اور والذی جاء
بالصدق الآیہ تا اولئک ھم المتقون اور قولہ تعالیٰ
فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم میں قوم اور
متقون سے مراد اہل جماعت کے نزدیک حضرت
ابوبکر ہیں اور وہ ایک ہے حالانکہ صیغہ جمع کا ہے
اور قولہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ میں امت کا
اطلاق صرف ابراہیم علیہ السلام پر ہوا ہے حالانکہ
وہ واحد ہیں۔ پس اعتراض دفع ہو چکا اور ممکن
ہے کہ (علاوہ ترغیب و تشویق کے) جمع تعظیم
کے لیے ہو اور وہ شائع اور مشہور ہے۔ اور
حاشیہ مجمع البحرین و مطلع النیرین شیعہ کی کتاب
لغت قرآن و حدیث بیان لفظ واؤ ص۹۲ میں
لکھا ہے امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جو
انگشتری امیرالمؤمنینؑ نے صدقہ میں دی تھی اس
کا حلقہ چار مثقال چاندی کا تھا اور اس کا نگینہ
پانچ مثقال یاقوت سرخ کا تھا جس کی قیمت محصول
شام کے برابر یعنی چھ سو اونٹ کے بار چاندی اور
چار اونٹ کے بار سونے کے برابر تھا اور وہ انگشتری طوار بن حران کی تھی جب امیرالمؤمنین نے اس کو
قتل کیا اس کی انگلی سے وہ انگوٹھی اتار لی اور باقی غنائم کے ساتھ نبیؐ کی خدمت میں پیش کی۔

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

سلہ نیز جمع کے صیغے ائمہ اثناعشر کی طرف اشارہ ہو تو یہ سب سے زیادہ قرین قیاس و مطابق جملہ آیات و احادیث کے ہے کیونکہ کتب امامیہ میں دیگر ائمہ سے بھی مثل اس قصہ کے تصدق انگشتری کا وقوع میں آنا مروی ہے ۱۲ مترجم۔

فاعطاہ النبیؐ فجعلہ فی اصبعہ صلوات اللہ وسلامہ علیہما۔ ومنہا۔ قولہ تعالٰی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ الآیہ نزلت فی علیؑ بقول من یعتد بہ من المفسرین والمحدثین۔ فی الدر اخرج ابن ابی حاتم وابن عساکر وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری وابن مردویہ عن ابن مسعودؓ کنا نقرأ فی عہد رسول اللہؐ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

اور آنحضرتؐ نے بحکم فلہ سلبہ کے حضرت علیؑ کو دے دی اور حضرت علیؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی صلوات اللہ و سلامہ علیہما۔ اور منجملہ نصوص کے قولہ تعالٰی بلغ ما انزل الآیۃ ہے یعنی اے رسول جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے وہ پہونچادے۔ بقول معتبر مفسرین و محدثین کے یہ آیت حضرت علی کے حق میں اتری ہے چنانچہ درمنثور جلد ۲ صہ ۲۹۸ میں ابن ابی حاتم و ابن عساکر و ابن مردویہ کے اسناد سے بروایت ابی سعید خدری اور باسناد ابن مردویہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم عہد رسول اللہ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیًا مولی المؤمنین یعنے اے رسول جو تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ پہونچادے۔

سلہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ قرأت ان علیًا مولی المؤمنین شاذہ ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں جو تفسیر اتقان میں موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ قرأت شاذہ صحت و قوت تاویل و رجحان معنے تفسیری کا فائدہ ضرور دیتی ہے، دیکھو تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ۱ صہ ۸۲ وقال ابوعبید فی فضائل القرآن المقصد من القرأۃ الشاذۃ تفسیر القرأۃ المشہورۃ وتبیین معانیہا کقرأۃ عائشۃ وحفصۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر وقرأۃ ابن مسعود فاقطعوا ایمانہما وقرأۃ جابر فان اللہ بعد اکراہہن لہن غفور رحیم۔ قال فہذہ الحروف وما شاکلہا قد صارت مفسرۃ للقرآن وقد کان یروی مثل ہذا عن التابعین فی التفسیر فیستحسن فکیف اذا روی عن کبار الصحابۃ ثم صار فی نفس القرأۃ فہو اکثر من التفسیر واقوی فادنی ما یستنبط من ہذہ الحروف معرفۃ صحۃ التاویل انتہی۔ یعنی قرأت شاذہ کے بیان سے قرأت مشہورہ

کی تفسیر مقصود ہوتی ہے اور تفصیل معانی اُس قرأت کی منظور ہوتی ہے۔ چنانچہ قرأت حضرت عائشہ وحفصہ و الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر میں صلوٰۃ وسطیٰ کا معنیٰ صلوٰۃ عصر سے ظاہر کیا گیا ہے اور قرأت ابن مسعود فاقطعوا ایمانھما میں دایئں ہاتھ کا کاٹنا جتلایا گیا ہے اور قرأت جابر فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم میں بعد اکراہ لونڈیوں سے گناہ سرزد ہونے کی مغفرت کا حکم سمجھایا گیا ہے کہا پس یہ حروف اور ان کے مشابہ قرآن کے مفسر ہیں اور جو اس طرح تفسیر میں تابعین سے مروی ہیں اُن کو بھی کیا جاتا ہے چہ جائیکہ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہوں سو وہ بطریق اولیٰ مقبول ہیں، پھر وہ حروف جو اصل قرأت میں پڑھے جاتے ہوں وہ بدرجہا مطلق تفسیر سے بہت مضبوط اور قابل قبول ہیں۔ اگر ان حروف کو اصل قرآن سمجھ کر نہ پڑھا جائے تو کم از کم معرفت صحت تاویل کا فائدہ اس سے ضرور حاصل ہو جاتا ہے انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم۔ سے قال نزلت بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ یوم غدیر خم فی علی بن ابیطالب عن ابی سعید یعنی ابی سعید کی روایت کے الفاظ یہ ہیں اور ابن مسعود کی روایت کے الفاظ متن میں ہیں۔ ایضاً حوالہ ارجح للطالب والواحدی فی تفسیرہ کما نقل ابن طلحۃ الشافعی فی مطالب السئول ص۱۶ عن الامام ابی الحسن الواحدی من کتابہ المسمیٰ باسباب النزول بسندہ الی ابی سعید الخدری۔ ایضاً حاشیہ نمبر ا حصول المامول من علم الاصول مؤلفہ سید صدیق حسن خان طبع مصر ص۳۲ میں ہے فھی القراءۃ الشاذۃ ولھا حکم اخبار الآحاد فی الدلالۃ علی مدلولھا سواء کانت من السبع او غیرھا واما لم یصح اسنادہ مما لم یحتملہ الرسم فلیس بقرآن۔ الخ۔ یعنی قرأۃ سبعہ سے ہو یا نہ ہو قرأت شاذہ کا حکم اخبار احاد کا ہے اپنے مدلول ومعنیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ ہاں جس کی سند صحیح نہ ملے اور رسم قرآن اس کی متحمل نہ ہو اس کو قرآن نہ کہا جائے گا معلوم ہوا روایت صحیحہ سے قرأت شاذہ قرآن میں داخل ہے قرآن بھی اس کو کہا جائیگا اور معنے پر بھی عمل کیا جائیگا۔ عینی شرح بخاری جلد ۸ ص۵۸۴ میں ابی سعید خدری سے اور امام محمد باقر سے بلا جرح اسناد مروی ہے کہ یہ آیت خم غدیر کے دن اُتری اور نبی نے خطبہ پڑھا اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۱۲ مترجم۔

ان علیاً مولی المؤمنین وھکذا فی المظھری وفتح البیان والکبیر والنیشاپوری وتاریخ حبیب السیر۔ وفی ارجح المطالب عن ابن مسعود کنا نقرء الخ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ والعینی فی شرح البخاری والرازی	، یہ کہ بتحقیق جناب علی مومنین کے سردار ہیں اور اسی طرح تفسیر مظہری ص۶۸ اور فتح البیان ج۳ ص۸۹ وتفسیر کبیر جلد ۳ ص۶۳۶ ونیشاپوری جلد ۲ وتاریخ حبیب السیر ص۱۴۳ میں ہے۔ اور ارجح المطالب ص۲۰۲ میں ابن مسعود کی روایت مثل تفسیر در منثور وغیرہ بحوالہ ابونعیم از حلیہ اور عینی شرح بخاری اور کبیر رازی

فی الکبیر والواحدی فی تفسیرہ والسیوطی فی الدر والنظام الاعرج فی غرائب القرآن وصاحب سیرۃ الحلبیۃ وابن مردویہ وقال ابوبکر النقاش انھا نزلت فی بیان الولایۃ لعلیؑ وقال الفخر الرازی وھو قول ابن عباس والبراء بن عازب ومحمدؑ بن علی بن حسین و اخرج الثعلبی فی تفسیرہ انھا نزلت فی علیؑ وقال الرازی لما نزلت ھٰذہ الاٰیۃ اخذ بید علیؑ وقال من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔ و منھا قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم فی الدار اخرج ابن ابی شیبۃ واحمد والنسائی عن بریدۃ مرفوعًا یا بریدۃ الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم قلت

اور تفسیر واحدی اور در منثور وغیرہ سیوطی اور غرائب القرآن نظام اعرج و سیرۃ حلبیہ و ابن مردویہ کے مروی ہے اور ابوبکر نقاش کہتا ہے یہ آیت ولایت حضرت علی کے حق میں اُتری ہے،ا اور فخرالدین رازی یہ لکھ کر کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے بیان کرتا ہے کہ ابن عباس و براء بن عازب اور محمدؑ بن علی بن حسین کا یہی قول ہے اور ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے اور فخرالدین رازی لکھتا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو نبی نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس کا میں سردار ہوں اُس کا حضرت بھی سردار ہے اور منجملہ نصوص کے قولہٗ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ہے چنانچہ در منثور جلد ۵ صـ۱۸۲ میں ہے ابن ابی شیبہ و احمد و نسائی بریدہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا اے بریدہ کیا میں مومنین کے نفسوں سے اُن کے لیے اولیٰ تر نہیں ہوں؟ بریدہ کہتا ہے میں نے عرض کی

لہ حبیب السیر کی اصل عبارت اس طرح ہے کہ سبب نزول در آں منزل (غدیر) آں بود کہ قبل ازاں حضرت اقدس نبویؐ بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب نماید (شاید وقت اس کی انتظار رہی ہو اور اس جگہ اظہار کا حکم ہوا) ایں آیت نازل شد یا ایھا الرسول بلغ الآیہ چوں بہ تنزیل کریمہ مذکور وجوب نصب امیر المؤمنین بخلافت بہ تحقیق انجامید حضرت رسالت دریں موضع منزل گزید و فرمود۔ الخ۔ انتھیٰ ملخصاً دیکھو حبیب السیر مطبوعہ قدیمی مطبع بمبئی جزو سوم صـ۷۶ اسمیں تہنیت حضرت عمر بخٍ بخٍ یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولا کل مؤمن ومؤمنۃ وغیرہ مروی ہے اور اس کی تائید در منثور کی روایت سے ہوتی ہے جو بذیل اس آیت کے ابی سعید سے مروی ہے کہا آیت یا ایھا الرسول بلغ۔ غدیر خم کے دن علی ابن ابی طالب کے حق میں اُتری ہے اور تفسیر مظہری اور فتح البیان میں بھی اسی طرح ہے ۱۲ مترجم۔ ۵ہ چونکہ معصوم کی تفسیر سب پر

مقدم ہونی چاہیے، پس بروئے انصاف امام محمد بن علیؑ باقر العلوم کا قول سب پر ترجیح رکھتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اتری اور نبی نے یہ تعمیل حکم الٰہی امیر المومنین علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور جب اس امر عظیم کا اس قدر اہتمام ہوا تو اس کو معمولی دوستی مومنین پر حمل کرنا خلاف انصاف ہے کیونکہ مومنین کی آپس میں دوستی رکھنے کے لیے بیشمار آیات واحادیث وارد ہیں۔ پھر اس قدر عظیم الشان اہتمام حضرت علی کے لیے بالخصوص کرانے کی ضرورت نہ تھی لہذا یقیناً ثابت ہے کہ اس سے مراد ریاست عامہ ونیابت نبیؐ ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۶۱۸ مصری طبع جدید و تفسیر وحیدی از مولوی وحید الزمان صاحب ص ۱۶۸ حاشیہ ع۵ اور عبقات حدیث ولایت ص ۵۲۳ میں بروایت طبرانی مؤلفہ ۳۶۰ھ و سنن ابن مندہ الاصبہانی مؤلفہ ۳۹۵ھ و ابن مردویہ و ابن اثیر فی اسد الغابہ ناقلاً ابی نعیم و ابن مندہ سے اس طرح مروی ہے کہ آنحضرت نے آخر حدیث میں فرمایا فہو اولی الناس بکم بعدی یعنے میرے بعد تمہارے لئے یہ سب سے اولیٰ ہے یہ روایت ولی اور مولا کے معنے اولیٰ بالتصرف ہونے کیلئے مفسر و مبین ہے ۱۲ مترجم۔ ے عبارت مندرجہ متن کے بعد فخر رازی یہ بھی روایت کرتے ہیں۔ فلقیہ عمر فقال ھنیئالک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولا کل مومن ومومنۃ وھو قول ابن عباس والبراء بن عازب و محمد بن علی یعنی نزول آیت پر نبیؐ نے ولایت علیؑ کی تبلیغ فرمائی اس کے بعد حضرت عمر جناب علیؑ سے ملے تو مبارکباد دی کہا مبارک ہو آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے ابن عباس اور براء بن عازب اور امام محمد باقرؑ کے نزدیک یہی تفسیر صحیح ہے پہلے صاحب ترجمان القرآن سے ملقب ہیں اور تیسرے اہلبیت کے چیدہ فرد اور امام ہیں ان کے مقابل کسی دوسرے کے قول پر کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے دیکھو کبیر جلد ۳ ص ۳۳۶ باختلاف طبع نیز ملاخطہ ہوں اشعار حسان بن ثابت ۱۲ مترجم۔

بلیٰ یا رسول اللہؐ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ وکذا فی ترجمان القرآن للسید الصدیق وزاد عن ابن مسعود انه قرأ النبی اولی بالمومنین من انفسهم وھو اب لهم۔ وفی الخصائص للسیوطی قال اللہ تعالیٰ النبیؐ اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم

ہاں بے شک یا رسول اللہؐ تو آنحضرتؐ نے فرمایا یاد رکھو جس کا مولا ہوں اُسکا علی بھی مولا ہے اور اسی طرح ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق حسن خان ص ۲۴۸ میں ہے اور اُس میں اتنا زیادہ لکھا کہ ابن مسعود کہتا ہے نبی نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ النبیؐ اولیٰ بالمومنین من انفسهم وھو اب لهم۔ یعنی نبیؐ مومنین کیلئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ ہے اور وہ اُن کے لیے بمنزلہ

وقرء وهو ابٌ لهم ۔ و فی المفردات
للراغب الاصفهانی طبع مصر روی
انه صلعم قال لعلیؑ انا و انت
ابوا هذه الامة والی هذا اشار
بقوله کل سبب و نسب منقطع
یوم القیامة الا سببی و نسبی ۔
و فیه قال لعلی انت اخی و وارثی
قال وما ارثك قال ما ورثت
الانبیاء قبلی کتاب الله و سنتی ۔
و فی الخازن النبی اولی بالمؤمنین
من انفسهم ای من بعضهم ببعض
فی نفوذ حکمه علیهم و وجوب طاعته
وقال ابن عباس اذا دعاهم النبی
ودعتهم انفسهم الی شیء کانت
الطاعة للنبیؐ اولی بهم من طاعة
انفسهم وهذا صحیح کذا فی الکشاف و
المعالم و فی الکبیر المسئلة الثانیة
تمسك محمد بن عبد الله بن الحسین
بن علی ابن الطالب علیه السلام
فی کتابه الی جعفر المنصور
بهذه الآیة (اولوا الارحام) فی ان
الامام بعد رسول الله صلعم هو
علی بن ابی طالب فقال قوله تعالی
واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض
یدل علی ثبوت الولایة ولیس
فی الآیة شیء معین فی ثبوت
هذه الاولویة فوجب حمله علی الکل

باپ کے ہے اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص۲۵۱ میں ہے
خدا تعالیٰ فرماتا ہے النبیؐ اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم
اور ایک قرأت میں یہ بھی ہے وھو ابٌ لھم
اور مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ مصر ص۴ میں
لکھا ہے رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت
علیؑ سے فرمایا میں اور تو دونوں اس امت کے
باپ ہیں (روحانی پرورش میں) اور حضور نے اسی
طرف اس قول سے اشارہ فرمایا کہ سبب و نسب
قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے سوا
منقطع ہوگا ۔ اور اسی مفردات کے ص۵۴ میں ہے
کہ حضور نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور
وارث ہے حضرت علیؑ نے عرض کی میں آپ کی کس
چیز کا وارث ہوں گا آپ نے فرمایا تو میری اس چیز کا
وارث ہے جس کا میں انبیاء سابقین سے وارث
ہوا ہوں یعنے کتاب خدا اور میری سنت کا ۔ اور
تفسیر خازن جلد ۳ ص۴۵۱ میں النبی اولیٰ بالمؤمنین
کا معنے یہ لکھا ہے کہ نبیؐ مومنین کے نفسوں سے اس
طرح اولیٰ ہیں کہ آپ کا ہر حال میں مومنین پر حکم
نافذ ہے اور ان پر اس حکم کی فرمانبرداری واجب
ہے اور مومنین کی یہ حالت آپس میں ایک دوسرے
کے حکم چلانے میں نہیں ہے لہذا نبیؐ اولیٰ
بالتصرف ہوئے اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں
اس کا یہ معنے ہے کہ جب نبیؐ لوگوں کو کوئی حکم
دیں اور ان کے نفوس اس کے برخلاف خواہش
کریں تو ان کو اپنے نفسوں کی اطاعت کی نسبت
اطاعت نبی کی اولیٰ اور واجب ہے اور یہی معنے
صحیح ہے ۔ انتہے ۔ (اسی طرح یہ معنے حضرت علیؑ

کے لیے وارد اور صادق ہے) اس طرح کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ و معالم جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں ہے۔ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۰۳ میں لکھا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ بن حسین بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام نے اپنے اس خط میں جو انہوں نے جعفر منصور کی طرف لکھا آیت اولوالارحام سے اس بات پر دلیل اختیار کی کہ بعد رسول اللہؐ کے حضرت علیؑ ابن ابی طالب والی اور امام ہیں اور کہا کہ قولہ تعالیٰ اولو الارحام اس پر دال ہے کہ بعض اُن میں سے بعض کے لئے اولیٰ ہیں۔ اور چونکہ آیت میں کسی چیز معین کی اولویت ثابت نہیں ہوتی پس یہ ثبوت ولایت مطلقہ پر دال ہے اور جملہ اقسام کی اولویت پر اس کا حمل کرنا واجب ہے۔

---

[1] حوالہ مفردات راغب مطبوعہ برحاشیہ نہایہ جلد ۱ صفحہ ۷ اور صفحہ ۸ میں لکھا ہے و دفعنالک ذکرک و ذٰلک بجعلہ ابا للمؤمنین۔ تفسیر مدارک ج ۲ صفحہ ۱۲۵ طبع مصر میں ہے کل رسول ابو امتہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے یعنی روحانی پرورش کنندہ ہوتا ہے اور تفسیر کبیر ج ۶ صفحہ ۷۸۶ میں ہے فان الرسول کالاب للامۃ اور کونوا مع الصادقین کی تفسیر میں فخر رازی تسلیم کرتے ہیں کہ صادق سے مراد معصوم ہونا ضروری ہے اور در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۰ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ صادق سے مراد حضرت علی ہیں اور امام محمد باقر سے بھی اسی طرح مروی ہے ۱۲ مترجم؛

الا ما خصہ الدلیل و حینئذ یندرج فیہ الامامۃ و فی ابلاغ ایات سورۃ البراءۃ قال رسول اللہ (فی اخذھا عن ابی بکر بعد اعطاءھا ایاہ) لا یؤدیھا الا رجل منی و ذٰلک یدل علی ان ابابکر ما کان منہ الخ وروی السیوطی و ابن جریر و الرازی و احمد فی مسندہ و الترمذی وحسنہ و النسائی و البیھقی فی الدلائل و عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند و ابو الشیخ و ابن مردویہ و ابن ابی شیبۃ و ابن حبان و الشیخان و السدی و ابن المنذر و الحاکم و

بجز اس کے جو دلیل قوی سے مخصوص اور مستثنیٰ ہو اور بایں وجہ اس میں امامت بھی داخل ہے اور نیز آیات سورۃ برأت کے پہونچانے میں جب رسول خداؐ نے ابوبکر کو معزول فرما کر حضرت علیؑ کو اس پر تعینات فرمایا تھا اُس وقت یہ بھی فرمایا کہ آیات کو کوئی نہیں پہونچا سکتا سوائے اس کے جو مجھ سے ہو یعنی مجھ سے اقرب ہو تو اس سے اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صاحب رسول خدا سے اقرب نہ تھے۔ الخ (لہٰذا وہ وارث امامت بھی نہیں ہو سکتے) اور سیوطی و ابن جریر و رازی و احمد مسند میں اور ترمذی نے اُس کو حسن بھی کہا اور نسائی اور بیہقی دلائل میں اور عبداللہ بن احمد زوائد مسند میں و ابوالشیخ و ابن مردویہ و ابن ابی شیبہ و ابن حبان و بخاری و مسلم

وصححه باسانيده عن ابن عباس وعن عامر وعلى ابن الحسين وغيرهم قصة سورة البراءة وارسال النبیؐ ابابكر لتبليغها اهل مكة ثم ارجاعه وارساله عليا وقوله لا يؤدی عنی الا انا او علیؑ ومنها ما فی كنز العمال والصواعق المحرقة عن عمران بن حصين مرفوعا ما تريدون من علیؑ ثلاثا ان علیًا منی وانا منه وهو ولی كل مؤمنؑ من بعدی رواه الترمذی والحاكم ورواه ابن ابی شيبة عنه وصححه وعن بريدة مرفوعًا من كنت وليه فعلیؑ وليه رواه احمد والنسائی والحاكم وعن عبدالله بن بريدةؓ عن ابيه لا تقع فی علیؑ

وسدی وابن منذر وحاکم اُس نے صحیح بھی کہا۔ یہ سب باسانید خود ابن عباس و عامر و علی ابن حسین وغیرہم سے قصۂ سورۃ برأت روایت کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے ابی بکر صاحب کو اہل مکہ پر ان آیات کے احکام پہونچانے کے لیے بھیجا۔ پھر واپس بلا کر اپنے حضرت علی کو بھیجا اور فرمایا میری طرف سے یا خود میں پہونچاؤں یا علیؑ پہونچا سکتا ہے (درمنثور جلد ۳ صـ۲۰۹ (یہ حال چند احکام کے لئے ہے) کہ ابوبکر صاحب اس کے مجاز نہ ہوئے تو جملہ امور شرعیہ میں ساری امت کے پیشوا کس طرح ہو سکتے ہیں) اور منجملہ نصوص کے یہ ہے جو کنز العمال ج ۶ صـ۱۵۲ اور صواعق محرقہ صـ۷۳ مطبوعہ مصر میں عمران بن حصین سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا تم حضرت علیؑ سے کیا ارادہ رکھتے ہو؟ تین بار تکرار سے فرمایا بالتحقیق علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میرے بعد وہی ہر مؤمن کا سردار ہے (کذا فی الاصابہ ج ۲ صـ۶۴۱ ترجمہ وہب بن حمزہ) اس کو ترمذی و حاکم نے روایت کیا اور ابن ابی شیبہ نے اس کو روایت کر کے صحیح کہا۔ اور بریدہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس کا میں سردار ہوں اُس کا حضرت علیؑ بھی سردار ہے اس کو احمد و نسائی و حاکم نے روایت کیا اور عبداللہ بن بریدہ سے ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے نبیؐ نے فرمایا علیؑ کی کسر شان مت کرو۔

سلہ بوارق موبقہ صـ۲۶۹ میں حاشیہ لکھا ہے کہ صواعق میں دیلم بعدی کی ایک اسناد میں اجلح ہے جس کو ابن معین نے ثقہ کہا لیکن دوسرے تضعیف کرتے ہیں کہ وہ شیعی ہے۔ تہذیب الکمال میں احمد بن حنبل سے مروی ہے کہا اجلح اور مجالد متقارب فی الحدیث ہیں احمد بن عبداللہ کہتے ہیں اجلح ثقہ ہے احمد بن عدی کہتے ہیں اس کی حدیثیں صالح ہیں میں نے اسکی کوئی حدیث منکر نہیں پائی

اگرچہ اس کو شیعی کہتے ہیں مگر میرے نزدیک صدوق مستقیم الحدیث ہے نیز یہ الفاظ بے شمار اسانید سے مروی ہیں کسی ایک میں اجلح ہو تو سب کا کیا جواب ہو سکتا ہے دیکھو میزان الاعتدال ترجمہ اجلح کندی ج ۱ ص ۲۷ و تہذیب التہذیب ابن حجر۔ حدیث ولیکم بعدی فتح الباری شرح بخاری کتاب المغازی ص ۴۶ باب بعث علی بن ابی طالب اور کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴ ہے اور کنز العمال ص ۱۵۵ و ۱۵۷ میں ان الفاظ سے ہے ان علیا ولیکم بعدی فاحسب علیا فانہ یفعل ما یؤمر اور میں ابی لیلے غفاری سے مروی ہے قال قال صلعم سیکون بعدی فتنۃ فاذا کان ذٰلک فالزموا علی ابن ابیطالب فانہ الفاروق بین الحق والباطل۔ یعنی نبیؐ نے فرمایا میرے بعد فتنہ پیدا ہوگا جب یہ بات ہو تو تم حضرت علیؑ کے ساتھ ہو جانا حق و باطل کے درمیان فرق دکھانے والے ہیں، اور کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۹ ۳۹۶ میں ہے قال لعلی اعطانی اللّٰہ فیک انک قل للمؤمنین بعدی رواہ الخطیب والرافعی عن علیؑ نبی نے علیؑ کو فرمایا خدا نے تیرے بارہ میں مجھے انعام دیا ہے کہ میرے بعد تو مؤمنین کا سردار ہے اور اسی کے ص ۴۰۲ میں مروی ہے فرمایا میں نے خدا سے سوال کیا کہ یا علیؑ تجھ کو میری امت کا بہشت کی طرف چلانے والا کرے پس خدا نے منظور فرمالیا ہے، فالحمد للّٰہ ۱۲ مترجم۔

فانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی رواہ ابن ابی شیبۃ۔ وعن زید بن ارقم والبراء بن عازب مرفوعًا الا ان اللّٰہ ولیی وانا ولی کل مؤمن من کنت مولاہ۔ وعن ابن عباس عن بریدۃ مرفوعًا یا بریدۃ الست اولٰی بالمؤمنین من انفسہم من کنت مولاہ الخ رواہ احمد وابن حبان وسمویہ والحاکم وسعید

بالتحقیق وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا سردار ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا، اور زید بن ارقم و براء بن عازب سے مرفوعًا مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا خبردار ہو بالتحقیق اللّٰہ تعالیٰ میرا متولی ہے اور میں ہر مومن کا متولی اور سردار ہوں پس جس کا میں سردار ہوں اُس کا علی بھی سردار ہے اور ابن عباس بریدہ سے مرفوعًا روایت کرتا ہے کہ حضرتؐ نے بریدہ سے فرمایا اے بریدہ کیا میں مؤمنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ بالتصرف نہیں ہوں

سلہ امام حافظ محدث شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد ابن الجزری دمشقی مؤلف الحصن الحصین نے اپنے رسالہ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب مطبوعہ میریہ مکہ مکرمہ ص ۳ میں لکھا ہے۔

ھٰذا حدیث حسن من ھٰذا الوجہ صحیح من وجوہ کثیرۃ تواتر عن امیر المؤمنین علیؑ وھو متواتر ایضًا عن النبیؐ الخ ۱۲ مترجم۔

سعید بن منصور۔ وعن وھب بن
حمزۃ مرفوعًا لاتقل ھٰذا فھو
اولی الناس بکم بعدی یعنی علیًا
رواہ الطبرانی کذا فی کنز العمال۔
وفیہ مسند زید بن ارقم عن
ابی الطفیل عامر بن واثلۃ قال
لما رجع رسول اللہ صلعم من
حجۃ الوداع فنزل غدیر خم
امر بدوحات فقمّمن (جھاڑو دیا کردہ شدند)
ثم قام فقال کانّی قد دعیت
فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین
احدھما اکبر من الاٰخر کتاب اللہ
حبل ممدود من السماء الی الارض
وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف
تخلفونی فیھما فانھما لن یتفرقا
حتی یردا علی الحوض ثم قال ان
اللہ مولایؐ وانا ولی کل مؤمن
ثم اخذ بید علیؑ فقال من کنت
ولیہ فعلی ولیہ اللھم وال من
والاہ وعاد من عاداہ فقلت لزید
انت سمعتہ من رسول اللہ ؐ
فقال ما کان فی الدوحات احد الا
قد راٰہ بعینیہ وسمعہ باذنیہ رواہ
ابن جریر وکذا فی الخصائص
للنسائی۔ وفی روایۃ لابن جریر
ثم قال الناس الستم تعلمون۔

پس جس کے لیے میں اولےٰ بالتصرف ہوں اُس کے
لیے علیؑ بھی اولیٰ بالتصرف ہے اس کو احمد و ابن
حبان و سمویہ و حاکم و سعید بن منصور نے روایت
کیا اور وہب بن حمزہ سے مرفوعًا مروی ہے
کہ نبیؐ نے فرمایا ایسامت کرو یہی علیؑ تم سب کے
لیے میرے بعد اولیٰ بالتصرف ہے اس کو طرانی
نے روایت کیا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صہ ۱۵۵
میں ہے (یہ الفاظ فیصلہ کن ہیں اولی الناس
اور بعدی پر خوب غور فرمائیے) اور اسی کنز
العمال جلد ۶ صہ ۳۹۰ مسند زید بن ارقم میں ابی
الطفیل امر بن واثلہ سے مروی ہے کہا جب رسول
اللہؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے اور خم غدیر
پر اُترے اور حکم دیا کر درختوں کے نیچے جھاڑو
دیا جائے۔ چنانچہ صفائی کی گئی اور رسول اللہؐ
کھڑے ہو کر فرمانے لگے گویا مجھے بلایا گیا ہے
اور میں نے قبول کر لیا (کہ اس دار فانی سے
چلا جاؤنگا) یاد رکھو میں تمہارے درمیان دو بڑی
بھاری چیزیں چھوڑ چلا ہوں ایک اُن میں سے دوسری
سے بڑی ہے وہ کتاب اللہ ہے جو آسمان سے
زمین تک ایک رسّی کھینچی ہوئی ہے (یعنے خدا اور
بندوں کے درمیان واسطہ ہے) اور دوسری
میری عترت یعنی میرے اہل بیتؑ پس خیال رکھنا کہ
تم میرے بعد ان دونوں سے کس طرح سلوک رکھو
گے بالتحقیق یہ ہر دو میرے پاس حوض کوثر پر وارد
ہونے تک ہرگز آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ پھر
فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ میرا متولی ہے اور میں ہر مومن
کا متولی ہوں اُس کا یہ علی پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور فرمایا کہ جس کا میں متولی ہوں اُس کا یہ علیؑ

بھی متولی ہے یا اللہ تو اُس کو دوست رکھ جس نے علیؑ کو دوست رکھا اور اُس کو دشمن سمجھ جس نے علیؑ کو دشمن سمجھا۔ راوی کہتا ہے میں نے زید سے پوچھا کہ تو نے خود اس کلام کو رسول اللہؐ سے سُنا ہے؟ زید نے کہا اُن درختوں کے نیچے کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جس نے دو آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھا اور اپنے دو کانوں سے اُس کو سنا نہ ہو اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسی طرح خصائص نسائی مترجم ص۲۴ میں ہے اور ایک روایت ابن جریر میں ہے پھر رسول اللہؐ نے فرمایا اے لوگو! تم بحکم النبی اولیٰ بالمؤمنین نہیں جانتے۔

انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلیٰ یا رسول الله صلعم و ساق الحدیث ۔ الحدیث ورواه الخطیب عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلے و رواه ابن ابی حاتم عن علیؑ مثله ورواه ابن ابی شیبة ۔ وفی کنز العمال مسند البراء بن عازب قال کنا مع رسول اللهؐ فی سفر فنزلنا بغدیر خم فنودی الصلوٰة جامعة و کسح لرسول الله صلعم تحت شجرة فصلے الظهر فاخذ بید علیؑ فقال الستم تعلمون انی اولیٰ بکل مومن قالوا بلیٰ فاخذ بید علیؑ فقال اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقیه عمر بعد ذٰلك فقال هنیئاً لك یا ابن ابیطالب اصبحت وامسیت مولےٰ کل مؤمن ومؤمنة رواه ابن ابی شیبة ۔ وفیه عن علیؑ ان النبیؐ حضر الشجرة بخم ثم

کہ میں مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ تر ہوں سب نے عرض کیا ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر وہی مذکورہ بالا حدیث من کنت ولیہ الخ بیان فرمائی اور اس کو خطیب نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علیؑ سے اور ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا۔ اور اسی کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۷ مسند براء بن عازب میں ہے کہا ہم رسول اللہؐ کے ساتھ سفر میں تھے اور غدیر خم پر اُترے آواز دیا گیا کہ صلوٰۃ جامعہ ہے یعنی نماز کے لیے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہؐ کیلئے درختوں کے نیچے صاف جگہ بنائی پس آنحضرتؐ نے نماز ظہر ادا کر کے جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو! تم نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن کے لیے اولیٰ ہوں اُس کا علی بھی مولیٰ ہے۔ یا اللہ تو اس کے بعد امیر عمر صاحب حضرت علی کو ملے تو کہنے لگے اے ابن ابی طالب تجھے مبارک ہو کہ تو ہمیشہ کے لیے ہر مومن مرد اور عورت کا مولیٰ ہو گیا اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اگر مولا کے معنے دوست کے ہوں تو یہ مبارکبادی بالکل بے جا ہے کیونکہ جملہ مومنین ہمیشہ ایک دوسرے کے بحکم خدا اور رسول دوست ہیں پھر یہ کونسی

خرج آخذ بید علیؑ فقال ایها الناس الستم تشهدون ان الله ربکم قالوا بلیٰ قال الستم تشهدون ان الله ورسوله اولیٰ بکم من انفسکم وان الله ورسوله مولیٰ کم قالوا بلیٰ قال فمن کان الله ورسوله مولاهٗ فان هٰذا مولاهٗ وقد ترکت فیکم ما ان اخذتم به

خدید بات تھی) اور اسی کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۹ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبیؐ خم غدیر کے مقام پر درختوں کے درمیان اُترے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ظاہر فرمایا اے لوگو! کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ تمہارا رب اللہ ہی ہے سب نے عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالےٰ اور اسکا رسولؐ تمہارے نفسوں سے اولیٰ اور تمہارے مولا ہیں سب نے کہا ہاں فرمایا پس جس کا اللہ تعالےٰ اور رسول مولیٰ ہے۔ اُس کا یہ بھی (علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرمایا) مولا ہے اور میں تمہارے ہاں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے خوب اس کے ساتھ تمسک کیا یعنی انکی پیروی کی،

سلہ اس حدیث کے الفاظ ایک ہی روایت میں مولیٰ اور اَولیٰ و ولی وارد ہیں اور مختلف احادیث اس قصہ میں کسی جگہ اولےٰ کسی جگہ مولیٰ اور کسی جگہ وارد ہوا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں مترادف استعمال ہوئے ہیں اور سب جگہ مراد اولےٰ بالتصرف اور سردار کا معنے ہے بعض روایات بعض کی مفسر واقع ہوئی ہیں اور لفظ ولیکم بعدی یا اولی الناس بکم بعدی اور ولی کل مؤمن بعدی فیصلہ کے لئے کافی مؤید ہیں کیونکہ اگر دوستی کا معنی مراد لیا جائے تو معنے بالکل غلط ہو جاتا ہے کہ نبیؐ کے بعد حضرت علیؑ کو دوست رکھا جائے اور نبیؐ کی حیات میں ان کو دوست نہ رکھا جائے یا علاوہ آنحضرتؐ کے ایک حضرت علیؑ کو دوست رکھا جائے اور کسی مؤمن کو دوست نہ رکھا جائے۔ ۱۲ مترجم۔ سلہ بعینہ اس طرح انہی الفاظ سے ذخائر العقبےٰ میں محب طبری نے باسناد احمدؒ فی مسندہ عن البراءؓ بن عازب مبارکبادی روایت کی ہے دیکھو ذخائر مطبوعہ مصر ص ۶۷ (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) نیز اس طرح بعینہ الحاوی للفتاوی للسیوطی طبع مصر ج ا ص ۱۰۶ میں باسناد احمد عن البراءؓ و زید بن ارقم و ابن ماجہ مروی ہے اور انوار اللغۃ پ ۹ ص ۱۳ میں بذیل حدیث من کنت مولاہ تحریر ہے اور حضرت عمر نے حضرت علی کو مبارکبادی اے ابوالحسن تم کو مبارک ہو تم میرے مولا اور ہر مؤمن مرد اور مومنہ عورت کے مولا ہوئے اور پ ۲۶ ص ۹۷ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ عمرؓ نے علی سے کہا تم تو ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کے مولا بن گئے حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارکبادی جب حضرت نے یہ حدیث فرمائی

من مولا انتہی اور روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۰۳ میں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بعد لکھا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ امیر المومنین علیؑ در خیمہ دیگر بنشیند بعد از ان طبقات خلائق را امر کرد کہ بخیمہ علیؑ رفتند و زبان بر تہنیت آں حضرت آنحضرت کشادند چوں ازیں امر فارغ شدند امہات بر فرمود خواجہ کائنات نزد علی رفتہ اور اتہنیت گفتند از جملہ اصحاب عمر بن خطاب گفت خوشا حال تو اے علی کہ صباح کردی مولائے من و مولائے جمیع مومنین و مومنات انتہی۔ یہ مضمون روضۃ الصفا میں اعلام الوری و ربیع الابرار زمخشری سے منقول ہے ۱۲ مترجم۔

لن تضلوا بعده كتاب الله سببه بيده و سببه بايديكم و اهل بيتي (عليه السلام) رواه ابن جرير و ابن ابي عاصم والمحاملي في اماليه وصححه ابن جرير۔ وفيه عن عمران بن حصين و غيره وزاد لفظ وهو ولي كل مؤمن بعدي وقال صحيح ۔ وفيه عنه مرفوعاً عليؑ مني وانا منه و عليؑ ولي كل مومن بعدي رواه ابن ابي شيبة وابن جرير و صححه انتهى ۔ وفي روضة الاحباب مثله وزاد وادر الحق معه حيث كان وهكذا في مدارج النبوة و معارج النبوة وفي الخصائص للنسائي من كنت وليه فعلي وليه وفيه عن زيد بن ارقم ان الله مولاي وانا ولي كل مومن واخذ بيد علي فقال من كنت وليه فعلي وليه۔ وفيه

توتم ان کے بعد گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کتاب خدا ہے ایک طرف اس کی آسمان کی طرف اور دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں (اس حدیث میں آپ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت علیؑ کا تقرر نیابت حکم الطاعت ثقلین کی جز ہے) اس کو ابن جریر و ابن ابی عاصم و محاملی نے امالی میں روایت کیا اور ابن جریر نے صحیح کہا (کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۰) اور اسی کے ص ۱۵۴ ج ۶ میں عمران بن حصین وغیرہ سے یہی حدیث مروی ہے اور اس میں لفظ بعدی بھی وارد ہے اور کہا کہ حدیث صحیح ہے (و کذا فی الاستیعاب ج ۳ ص ۳۸ باسناد ابی داؤد و الطیالسی انت ولی کل مؤمن بعدی و اصابہ ج ۲ ص ۵۰۹) اور اسی کے ص ۱۵۴ میں عمران سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں اور حضرت علیؑ میرے بعد ہر مؤمن کا والی ہے اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے۔ انتہی۔ اور روضۃ الاحباب جلد اول ص ۱۸۵ میں مثل حدیث بالا کے مروی ہے اور اسی میں زیادہ روایت کیا کہ حضرت نے فرمایا یا اللہ حق کو

عن ابن عباس عن بریدۃ بلفظ
الست اولی الحدیث - وفیہ ان
علیا منی وانا منہ وھو ولی
کل مؤمن من بعدی - وفیہ
عن سعد مثلہ - وفیہ عن سعد
قال کنا مع رسول اللہ صلعم
بطریق مکۃ لما بلغ غدیر خم وقف
الناس ثم ردّ من مضیٰ ولحقہ من
تخلف فلما اجتمع الناس الیہ
قال ایھا الناس ھل بلغت قالوا
نعم قال اللھم اشھد ثلاث
مرات یقولھا ثم قال ایھا
الناس من ولیکم قالوا اللہ
ورسولہ اعلم ثلاثا ثم اخذ
بید علیؑ فاقامہ قال من
کان اللہ ورسولہ ولیہ

علیؑ کے ساتھ پھیر جہاں وہ ہو اور اسی طرح معارج رکن ۴ صـ ۳۱۸ اور مدارج جلد ۲ صـ ۵۲۱ میں ہے اور خصائص نسائی طبع لاہور صـ ۲۰ میں ہے حضرت نے فرمایا جس کام میں والی ہوں اس کا علی بھی والی ہے اور خصائص صـ ۴۸ میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تحقیق اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا والی ہوں اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں والی ہوں اس کا حضرت علیؑ بھی والی ہے اور صـ ۴۹ میں ابن بریدہ سے مثل اس کے مروی ہے اور صـ ۵۰ میں ابن عباس سے بروایت بریدہ بلفظ الست اولیٰ بکم آخر حدیث تک مروی ہے اور صـ ۵۲ لغایۃ صـ ۵۴ میں بلفظ علیؑ مجھ سے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کا سردار ہے مروی ہے اور صـ ۵۶ میں سعد سے اسی طرح مروی ہے (خصائص نسائی طبع لاہور) وطبع مصر صـ ۱۹/۲۳ صـ ۲۴

اور اسی خصائص کے صـ ۵۷ میں سعد سے اس طرح مروی ہے کہا ہم رسول اللہ کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھے جب آپ غدیر خم پر پہنچے تو لوگوں کو ٹھہرا لیا اور جو آگے چلے گئے اُن کو واپس بلا لیا اور جو پیچھے تھے وہ بھی آ شامل ہوئے جب کل لوگ آنحضرت کی خدمت میں جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! کیا میں نے احکام الٰہی تمکو پہونچا دیئے ہیں؟ انھوں نے کہا بیشک یا رسول اللہؐ حضور نے فرمایا یا اللہ تو اس کا شاہد ہے یہ تین دفعہ فرمایا (یعنے تین دفعہ لوگوں سے اقرار لیا اور اللہ کو گواہ بنایا) اور فرمایا اے لوگو! تمہارا والی کون ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتا ہے یہ سوال جواب بھی تین دفعہ ہوا پھر جناب حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور فرمایا جس کا اللہ۔ اور رسولؐ والی ہے -

---

سہ قال رواہ الترمذی باسناد قوی ۱۲ مترجم -

سلہ عبقات صـ ۱۵۱ میں اس حدیث کو بحوالہ مستدرک حاکم نقل کیا اور لکھا کہ حاکم نے اسکو شرط شیخین پر صحیح

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کہا ہے اور عبقات حدیث ولایت ص۱۸۹ میں کتاب الاکتفاء سے منقول ہے کہ حدیث ان علیا منی وھو ولی کل مومن بعدی کو ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں اور احمد نے اپنے مسند میں عمران بن حصین سے روایت کیا ۱۲ مترجم۔

فھذا ولیه۔ وفیه عن سعید بن وھب قال قال فی الرحبة انشد باللہ من سمع رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم اللہ ولیی وانا ولی المؤمنین ومن کنت ولیه فھذا ولیه اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ قال سعید فقام الی جنبی ستة۔ الحدیث۔ وفی ارجح المطالب الباب الرابع عن البراء بن عازب قال فی قوله تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك من فضائل علیؑ نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلعم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لك یا علیؑ اصبحت مولای ومولیٰ کل مؤمن ومومنة اخرجه ابونعیم والثعلبی۔ وفیه اخرجه ابن المغازلی فی المناقب وابراھیم النطنزی فی الخصائص شھاب الدین احمد فی توضیح الدلائل عن مجاھد قال نزلت ھذہ الآیة بغدیر خم واخرجه

پس اُس کا یہ علی بھی والی ہے (خصائص نسائی) اور اُسی کے ص۵۹ میں سعید بن وہب سے مروی ہے حضرت علیؑ نے ایک میدان میں فرمایا قسم کے طور پر میں تمہیں خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ تم سے کون کون ہے جس نے رسولؐ سے غدیر خم کے دن سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ میرا والی ہے اور میں مؤمنین کا والی ہوں اور جس کا میں والی ہوں اُس کا یہ علی بھی والی ہے۔ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن سمجھ جو اس سے دشمنی رکھے اور اُس کو مدد دے جو اُسے مدد دے سعید کہتا ہے اُس وقت میرے پہلو سے چھ کس اس امر کی شہادت کے لیے کھڑے ہوئے۔ آخر حدیث تک۔ انتہیٰ من الخصائص (خصائص نسائی) اور ارجح المطالب ص۳۰۲ باب چہارم میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك الآیة فضائل علیؑ سے ہے یہ آیت خم غدیر میں اُتری اور رسول خداؐ نے خطبہ پڑھ کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی بھی مولا ہے امیر عمر نے کہا یا علی آپ کو مبارک ہو مبارک ہو کہ آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے ہیں۔ (اگر یہ معمولی دوستی کا معنیٰ تھا جس کا ہمیشہ سے حکم چلا آتا ہے تو یہ مبارک مبارک کی صدا کیوں بلند ہوئی) اس کو ابونعیم و ثعلبی نے روایت کیا۔ اور اسی کے ص۲۸

الصالحانی - انتھٰی وفی قواضب الاسیان روی عبدالرزاق عن البراء بن عازب

میں ہے کہ ابن مغازلی مناقب میں اور ابراہیم نظری خصائص میں اور شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں مجالس سے روایت کرتے ہیں۔ کہا یہ آیت غدیر خم کے موقع پر اُتری ہے اور اسکو صالحانی نے بھی روایت کیا۔ انتھٰی اور قواضب الاسیان ص۱۵ میں ہے عبدالرزاق نے براء بن عازب سے روایت کیا۔

۱؎ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۲۵ ۲۶ میں باسناد طبرانی بہ تصریح تصحیح حدیث طویل مروی ہے کہ نبیؐ نے درختوں کے سایہ غدیر خم میں اس طرح خطبہ پڑھا تشھدون ان لا الہ الا اللہ کیا تم لوگ خدا کے واحد لاشریک ہونے کی گواہی دیتے ہو پھر نبوت وغیرہ تسلیم کرا کر فرمایا ایھا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المؤمنین وانا اولیٰ بھم من انفسھم فمن کنت مولاہ فھذا مولاہ یعنی اے لوگو! تحقیق اللہ میرا مولا ہے اور میں مؤمنین کا مولا ہوں اور ان سے اولیٰ بالتصرف ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ یعنی علی بھی مولا ہے یہ الفاظ دوسری روایات کے مفسر و مبین ہیں اسی روایت میں متابعت ثقلین کو آخر میں بیان فرمایا جو امامت علی اور وجوب الطاعت کی دلیل ہے۔ اور ص۲۶ صواعق میں ہے کہ ابوبکر و عمر معنے حدیث کے خوب سمجھے جنہوں نے علی کو کہا تھا امسیت یا ابن ابیطالب مولیٰ کل مؤمن و مؤمنۃ اخرجہ الدارقطنی واخرج ایضا انہ قیل لعمر انک تصنع لعلی شیئًا لا تصنعہ باحد من اصحاب النبیؐ فقال انہ مولای یعنی دونوں نے مبارکباد دی اور ہر مؤمن کا مولا کہا اور عمر صاحب کے باقی صحابہ سے خصوصی توجہ حضرت علیؑ کی بابت پوچھا گیا تو کہا یہ میرا مولا ہے۔ یہ سب الفاظ مولا کے خاص معنٰی پر دلالت کرتے ہیں۔ فقط دوست کے معنے یہ اہتمام نہیں ہو سکتا جو ہر مؤمن کا ایک دوسرے سے دوستی کا حکم ہے شہادت توحید و رسالت کے ساتھ ولایت کی شہادت ضروری ہونے کے لیے دوسری حدیث فلک النجاۃ بحث حدیث ثقلین میں مذکور ہوئی وہاں ملاحظہ ہو۔ اور عقد القرید جلد ۳ ص۴۲ حدیث غدیر کے بیان میں لکھا ہے ان الناس ذکروا ان الحدیث انما کان بسبب زید بن حارثۃ لشئی جری بلینہ وبین علی وانکر ولاء علی فقال رسول اللہؐ من کنت مولاہ فعلی مولاہ - الخ۔ قال فان قتل زید بن حارثۃ قبل الغدیر۔ الخ۔ یعنی بعض لوگ کہتے ہیں حدیث غدیر اس سبب سے نبیؐ نے فرمایا کہ زید بن حارثہ اور حضرت علی کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہوئی اور زید نے ولاء علیؑ کا انکار کیا تو حضرت نے فرمایا من کنت مولاہ۔ الخ۔ جواب میں کہا زید بن حارثہ تو واقعہ غدیر سے پہلے قتل ہو چکا تھا پھر اس موقعہ پر اس کا علیؑ سے نزاع کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

من کنت مولاہ فان علیا بعدی مولاہ۔ وفی کنز العمال عن علیؑ قال عممنی رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم بعمامۃ فسدلھا خلفی وفی لفظ فسدل طرفیھا علی منکبی الحدیث۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابن منیع والبیھقی۔ وفی ارجح المطالب فی الباب الرابع ھکذا وزاد اخرجہ الخطیب البغدادی والدیلمی وصاحب کنوز الحقائق وابو داؤد الطیالسی والمحب الطبری فی الریاض والسیوطی وابن الصباغ المالکی۔ اقول حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر لا حاجۃ الی تفصیل اسانیدہ ومخرجیہ فلھذا بیناہ مختصراً مخافۃ التطویل وقد اورد مؤلف ارجح المطالب ناقلاً عن ابن العقدۃ فی کتاب الموالاۃ اسماء رواتھا من الصحابۃ نحو مائۃ فصاعداً واسماء المخرجین نحو مائۃ وخمس واربعین۔ فی منھج الوصول الی اصطلاح احادیث الوصول للصدیق حسن خان طبع شاہجہانی وحاکم ابو سعید گفتہ حدیث موالاۃ وحدیث غدیر خم را جماعتے از صحابہ روایت ست ونقل بداں متواتر شد

کہ نبیؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا میرے بعد علیؑ مولا ہے اور کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۰ میں ہے۔ جناب علیؑ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہؐ نے غدیر خم کے دن دستار باندھی اور اُس کا طرہ (شملہ) پیچھے لٹکایا تھا اور ایک لفظ حدیث میں یہ ہے کہ عمامہ کے دونوں شملے میرے کاندھوں پر لٹکائے تھے آخر حدیث تک اس کو ابن ابی شیبہ و طبرانی و ابن منیع و بیہقی نے روایت کیا (غدیر کے دن نبیؐ نے حضرت علیؑ کو ولیعہدی و جانشینی کی دستار بندی کرائی) (وکذا فی ریاض النضرۃ ج ۲ فصل تاسع فی فضائلہ صفحہ ۲۱۷) اور ارجح المطالب صفحہ ۵۲۳ باب رابع میں بھی اسی طرح ہے اور زیادہ لکھا کہ اس کو خطیب بغدادی و دیلمی اور صاحب کنوز الحقائق و ابو داؤد طیالسی و محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور سیوطی اور ابن صباغ مالکی نے روایت کیا۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر ہے اس کے اسانید اور مخرجین کے لکھنے کی حاجت نہیں اس لئے ہم نے اس کو بخوف طوالت مختصراً بیان کیا ہے اور مؤلف ارجح المطالب نے صفحہ ۱۸۵ میں ابن عقدہ کی کتاب الموالات سے صحابہ رواۃ اس حدیث کے قریباً ایک سو یا اس سے زیادہ نام شمار کئے ہیں اور اسماء محدثین مخرجین اس کے قریباً ایک سو پینتالیس ۱۴۵ تک اُس نے بیان کئے ہیں۔ اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ سید صدیق حسن خان صفحہ ۹۲ و صفحہ ۱۲۳ مطبع شاہجہانی میں لکھا ہے کہ حاکم ابو سعید کہتا ہے۔ حدیث موالات اور حدیث غدیر خم کو ایک

تا آنکہ داخل حد تواتر گشتہ و محمد بن جریر برائے حدیث غدیر خم ہفتاد و پنج طریق ذکر کردہ و آنرا در کتابے مفرد نمودہ و نامش کتاب الولایہ نہادہ و حافظ ذہبی جزئے در طرق دے نگاشتہ و حکم بتواترش فرمودہ و ابو العباس بن عقدہ حدیث غدیر خم را بیک صد و پنجاہ طرق آوردہ و کتابے مفرد دراں نگاشتہ۔ فقط۔

فی الصواعق و بیان اللہ (حدیث من کنت مولاہ) حدیث صحیح لامریۃ فیہ وقد اخرجہ جماعۃ کالترمذی والنسائی واحمد وطرقہ کثیرۃ جداً ومن ثم رواہ ستۃ عشر صحابیا۔ وفی روایۃ لاحمد

جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے اور اسکی نقل متواتر چلی آتی ہے؛ حتیٰ کہ یہ حد تواتر کے اندر داخل ہو چکی ہے؛ اور محمد بن جریر طبری نے حدیث غدیر خم کے لیے پچھتر ۷۵ طرق اسناد ذکر کئے ہیں اور اس کے لئے اُس نے ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب الولایت رکھا اور حافظ ذہبی نے بھی اس کے اسنادوں میں ایک مستقل رسالہ لکھ کر اس حدیث کے متواتر ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور ابوالعباس بن عقدہ نے حدیث غدیر خم کو ایک سَو پچاس ۱۵۰ اسانید سے بیان کیا اور اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ فقط۔ انتہیٰ۔ (کون تسلیم کرے گا کہ اتنی مہتم بالشان حدیث محض اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ حضرت علیؑ سے بھی باقی مؤمنین کی طرح دوستی رکھو یہ ہرگز نہیں بلکہ اس قدر اہتمام سے وہی اہم کام مقصود ہے جو نیابت نبیؐ اور امامت کبریٰ مطلقہ ہے) اور صواعق محرقہ ص۲۵ مطبوعہ مصر میں حدیث من کنت مولاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں یہ حدیث صحیح ہے اس کو ترمذی ونسائی واحمد وغیرہ جماعت محدثین نے روایت کیا۔ اور اس کے بہت بے شمار اسناد ہیں یہی سبب ہے کہ اس کو سولہ ۱۶ صحابیوں نے روایت کیا اور احمد کی روایت میں ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۰ ص ۲۳۴ میں علامہ عینی حنفی نے باسناد ابی نعیم عبد الاعلیٰ بن عدی سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے غدیر خم کے دن علیؑ کو بلایا اور دستار بندی کرائی ۱۲ مترجم؛ [2] استقصاء الافحام ج ۱ ص ۹۰ میں حدیث غدیر خم کا متواتر ہونا ازہار متناثرہ فی اخبار المتواترہ اور فوائد متکاثرہ فی الاخبار المتواترہ مؤلفہ سیوطی اور شرح جامع صغیر مناوی وغیرہ سے بھی لکھا ہے۔ ۱۲ مترجم؛

انہ سمعہ من النبیؐ ثلاثون صحابیا وشہدوا بہ لعلیؑ لما نوزع ایام خلافتہ کما مر وکثیر من اسانیدہا

کہ اس کو نبیؐ سے تیس ۳۰ صحابیوں نے سنا اور انہوں نے ایام نزاع خلافت میں اس بات کی حضرت علیؑ کے حق میں گواہی دی چنانچہ گذر چکا ہے اور اس احادیث

صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحتہ ولا لمن ردہ بان علیا کان بالیمن لبثوت رجوعہ منہا وادراکہ الحج مع النبیؐ وقول بعضہم ان زیادۃ اللہم وال من والاہ الخ موضوعۃ مردود فقد ورد ذلک من طرق صحح الذہبی کثیراً منہا الخ وقد مر بصحۃ ہذہ الزیادۃ - وقد صنف فی ہذا الحدیث کتب ضخیمۃ کتالیف الطبری فلہ کتاب الولایۃ وابن عقدہ فلہ رسالۃ حدیث الموالات والعلامۃ ابوالقاسم فلہ دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ والعلامۃ السجستانی فلہ الدرایۃ فی حدیث الولایۃ والحافظ الذہبی وقال عبد اللہ بن الحاکم واما حدیث من کنت الخ فلہ طریق جید وقد افردت ذلک ایضاً ونقل عن ابن کثیر الشامی ابوالمعالی الجوینی انہ کان یتعجب ویقول شاہدت مجلداً ببغداد فی ید تاجر الکتب فیہ روایات ہذا الخبر مکتوبا علیہ المجلدۃ الثامنۃ والعشرون من طرق من کنت الخ ویتلوہ المجلد التاسع والعشرون وفی تاریخ الخلفاء اخرج الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الدلائل

کے بہت اسناد صحیح اور حسن ہیں لہٰذا اُس شخص کا قول قابل التفات نہیں جس نے اس کی صحت میں اعتراض کیا ہے کہ حضرت علیؑ اس وقت یمن میں تھے (پس یہ واقعہ مکہ کے راستہ میں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے) کیونکہ حضرت علی کی یمن سے واپسی اور نبیؐ کے ساتھ ان کا حج میں شریک ہونا ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور نیز اُن لوگوں کا قول جنہوں نے زیادتی کلمہ اللہم وال من والاہ الخ کو موضوع کہا مردود ہے، کیونکہ بالتحقیق یہ کلمہ ایسے طرق سے وارد ہوا ہے جن میں ذہبی نے اکثر کی تصحیح لکھی ہے! الخ اور یہ حدیث بمعہ صحت زیادتی مذکورہ کے گذر چکی ہے اور اس حدیث کے بارہ میں بہت ضخیم کتب تالیف ہو چکی ہیں مثل کتاب الولایت طبری کے اور رسالہ حدیث الموالات ابن عقدہ کے اور درایہ فی حدیث الولایہ علامہ سجستانی کے۔ اور تالیف حافظ ذہبی کے اور عبداللہ بن حاکم کہتا ہے حدیث من کنت اسناد جید سے وارد ہے۔ اور میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے اور ابوالمعالی جوینی ابن کثیر شامی سے نقل کرتا ہے کہ وہ متعجب ہو کر کہتا تھا کہ میں نے بغداد کے ایک تاجر کے کتب میں ایک جلد کا ملاحظہ کیا جس میں روایات اس حدیث اس حدیث من کنت کی لکھی تھیں اور اس کے بعد انتیسویں جلد آئیگی اور تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱/۱۲۲ میں لکھا ہے۔ طبرانی اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں زاذان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں تیرے لیے بد دعا کرتا ہوں۔ کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا کی طرف سے تجھ پر کوئی نشان

عن زادان ان علیاً حدث بحدیث فکذبہ رجل فقال لہ علیؑ ادعو علیك ان کنت کاذباً قال ادع فدعا علیہ فلم یبرح حتی ذھب بصرہ۔ وفی شواھد النبوۃ بگواہی ندادن شخصے بہ من کنت مولاہ الخ کور شدن مرقوم است۔ وفی ارجح المطالب باب رابع عن زید بن ارقم استشھد علیؑ الناس فقال

ظاہر ہوا اُس نے کہا کرو چنانچہ آپ نے بد دعا کی اور وہ شخص وہیں اندھا ہو گیا۔ اور شواہد النبوۃ ص ۱۶۸ میں اس شخص کی گواہی نہ دینے اور حدیث جھٹلانے کے سبب سے اندھا ہونا لکھا ہے اور بیان کیا کہ وہ حدیث من کنت مولاہ الخ ہے؛ اور ارجح المطالب ص ۲۱۳ باب رابع اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵ میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہا حضرت علیؑ نے ایک میدان میں لوگوں سے حدیث من کنت پر گواہی لی۔ اور فرمایا؛

سلہ حدیث غدیر پر تیس ۳۰ صحابہ کی شہادت۔ ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ ص ۲۷ میں ہے کہ حدیث غدیر کی شہادت کے لیے بارہ ۱۲ صحابی کھڑے ہو گئے باختلاف مقامات کہیں تیس ۳۰ کہیں تیس ۳۰ سے شہادت دی؛ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی ص ۶۳ میں حضرت علیؑ کے یہ اشعار مروی ہیں سہ فاوجب لی ولایتہ علیکم ؛ رسول اللہ یوم غدیر خم فویل ثم ویل ثم ویل ؛ لمن یرد القیامۃ وھو خصمی ؛ ان میں حضرت علیؑ نے اپنے وصی نبی ہونے اور امت کے حاکم ہونے اور سب پر ولایت کے اقرار واجب ہونے کو غدیر خم کی حدیث سے ثابت فرمایا اور نہ ماننے والے خصم کے لیے قیامت کو ویل اور ہلاکت کا نتیجہ ظاہر فرمایا؛ ۱۲ مترجم۔

انشد اللہ رجلا سمع النبیؐ یقول من کنت مولاہ فقام ستۃ عشر رجلاً فشھد وا اخرجہ احمد فی المسند والبغوی فی معجمہ والبزار والطبرانی والذھبی عن ابی الطفیل قال جمع علیؑ الناس فی الرحبۃ (فذکر الحدیث) فقام ثلاثون من الناس۔ الخ اخرجہ ابن ابی حاتم والنسائی وابن حبان

میں اللہ کا نام یاد دلا کر پوچھتا ہوں وہ کون کون ہے جس نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جس کا مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے پس سولہ آدمی اُٹھے اور اس کی گواہی دی اسکو احمد نے مسند میں اور بغوی نے معجم میں اور بزار و طبرانی نے روایت کیا اور ذہبی ابو الطفیل سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور حدیث من کنت کی شہادت لی اور تیس ۳۰ آدمی صحابہ سے گواہی کے لئے کھڑے ہوگئے

وابن عقدة وهكذا فی تاریخ الخلفاء
وفی الارجح عن طلحة بن عمیر قال
شهدت علیا علی المنبر ناشد اصحاب
رسول الله ص وفیهم ابوسعید و
ابوهریرة وانس وهم حول المنبر و
علیؑ علی المنبر اثنا عشر بدریا من
المهاجرین والانصار فقال علیؑ
نشدتكم بالله هل سمعتم رسول
الله یقول من كنت مولاه الخ
فقاموا كلهم وانس ابن مالك فی
القوم لم یشهد فقال له امیرالمؤمنین
ما منعك یا انس ان تشهد وقد
سمعت ما سمعوا قال یا امیرالمؤمنین
كبرت ونسیت فقال امیرالمؤمنین
اللهم ان كان كاذبا فاضربه
ببیاض او بوضح لا تواریه
العمامة فقال طلحة فاشهد بالله
لقد رأیته بیضا بین عینیه اخرجه
ابونعیم وابن مردویه وذكر
الطبرانی فی المعجم الكبیر وغیره
ذهاب بصر زید بن ارقم لكتمان
شهادة هذا الحدیث وهكذا
ذكر العارف الجامی فی شواهد
النبوة واخرج احمد فی المناقب
قیل لما حضرت عبدالله بن
عباس الوفاة قال اللهم انی اتقرب
الیك بولایة علی ابن ابی طالب۔

الخ اس کو ابن ابی حاتم ونسائی وابن حبان وابن
عقدہ نے روایت کیا وکذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۱۵
باسناد احمد اور ارجح المطالب ص۲۲۶ میں طلحہ بن
عمیر سے مروی ہے کہا میں نے حضرت علیؑ کو ممبر پر
دیکھا کہ اصحاب رسول اللہؐ سے حلفی شہادت لے
رہے تھے۔ اور اُن لوگوں میں ابوسعید وابوہریرہ
وانس ممبر کے گرد بیٹھے تھے اور حضرت علیؑ ممبر
پر تھے مہاجرین وانصار سے بارہ صحابہ بدریین سے
حضرت علی نے حلفیہ پوچھا۔ کہ تم نے رسول اللہ
سے حدیث من کنت مولاہ سنی ہے؟ سب نے
اُٹھ کر تصدیق کی مگر انس بن مالک اُن میں موجود
تھا اور اُس نے گواہی نہ دی امیرالمؤمنین نے
فرمایا تجھے گواہی دینے سے کیا مانع ہے حالانکہ تم
نے بھی وہ سنا ہے جو کچھ انہوں نے سنا ہے۔
انس نے کہا میری عمر بڑی ہوگئی ہے اور اب مجھے
بہت کچھ فراموش ہوگیا ہے امیرالمؤمنین نے فرمایا
خدا اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے مرض برص میں
مبتلا کر اس طرح کہ اس کو عمامہ چھپا نہ سکے۔
طلحہ کہتا ہے میں قسمیہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
انس کی دونوں آنکھوں کے درمیان وہ سفیدی
دیکھی اس کو ابونعیم وابن مردویہ نے روایت کیا۔
اور طبرانی نے معجم کبیر وغیرہ میں زید بن ارقم کی
نسبت ذکر کیا، کہ وہ اس حدیث کی گواہی چھپانے
کے سبب سے اندھا ہوگیا اسی طرح عارف
جامی نے شواہد النبوۃ ص۱۴۸ میں بیان کیا (اسی
طرح زید بن ارقم کا کتمان شہادت۔ بددعا
سے زوالی بصارت انسان العیون فی سیرۃ الامین

فی تذکرۃ خواص الامۃ لسبط
ابن الجوزی قال حسان بن
ثابت [1] ینادیھم یوم الغدیر
(الی ان قال) فقال لہ قم یا علیؑ
فاننی رضیتك من بعدی اماما
وھادیا ؞ فمن کنت ولیہ فھذا
لہ ولیہ

والمامون لعلی ابن برہان الحلبی مطبوعہ مصر ج ۳ ص ۳۰۸)
اور احمد نے مناقب میں روایت کیا کہ جب عبداللہ
بن عباس قریب الوفات ہوئے تو کہا یا اللہ میں
ولایت علی بن ابی طالب کے ساتھ تیرا تقرب چاہتا
ہوں۔ تذکرہ خواص الامہ میں ہے کہ حسان بن ثابت
نے کہا ہے کہ نبیؐ غدیر کے دن صحابہ کو پکارتے تھے۔
(تا اینکہ کہا) پس رسول اللہ نے فرمایا کھڑا ہو جا
اے علی میں تجھے پسند کرتا ہوں کہ میرے بعد امام اور ہادی خلقت تو ہے۔ پس جس کا میں سردار
ہوں۔ اُس کا یہ علی بھی سردار ہے؛

[1] قصہ حارث فہری۔ انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۰۸، ۳۰۹ طبع مصر میں بھی موجود ہے اور
اس کو مدیر نظام المشائخ دہلی نے رسالہ اگست ۱۹۳۰ء میں بھی بہ تفصیل لکھا ہے کہ حارث فہری نے واقعہ
غدیر میں نبیؐ سے گستاخانہ کلام کیا کہ تم اگر یہ بات ولایت علیؑ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے
فرما رہے ہیں تو ہم پر خدا عذاب نازل کرے سیرت حلبیہ کے الفاظ حتی (رماہ اللہ بحجر من السماء
فوقع علی رأسہ فخرج من دبرہ فمات وانزل اللہ تعالی سأل سائل بعذاب۔ الآیہ
یعنی حتی کہ ایک پتھر آسمان سے خدا نے برسایا جو حارث کے سر پر پڑا اور دبر سے نکل گیا اور اسی سے مر گیا
اسی طرح نور الابصار طبع مصر ص ۶۹ میں، باسناد امام تعلبی بروایت امام صادقؑ عن آبائہؑ منقول ہے ۱۲ مترجم؛

فکونوا لہ انصار صدق موالیا ؞
ھنالك دعا اللھم وال ولیہ ؞
وکن للذی عادی علیا معادیا ؞
کذا نقل الاخطب الخوارزمی۔ وذکر
الغزالی فی سر العالمین قال رسول
اللہ صلعم لعلیؑ یوم غدیر خم من
کنت مولاہ الحدیث فقال عمر
بن الخطاب بخ بخ یا ابا الحسن لقد
اصبحت مولای ومولا کل مؤمن
ومومنۃ قال وھذا تسلیم ورضا

اے لوگو! تم اس کے سچے مددگار اور دوستدار رہنا
اُسی موقعہ پر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اُس کو دوست
رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن سمجھ
جو اُس سے دشمنی رکھے اخطب خوارزم نے اسی
طرح نقل کیا ہے اور امام غزالی سر العالمینؒ مطبوعہ
بمبئی ص ۹ میں لکھتے ہیں رسول اللہؐ نے حضرت
علیؑ کے حق میں خم غدیر کے دن فرمایا من کنت
مولاہ۔ الخ اور حضرت عمر بن خطاب نے کہا اے
ابوالحسن آپ کو مبارک مبارک ضرور آپ میرے اور
ہر مومن مومنہ کے سردار بن گئے ہیں امام غزالی

تحکیم ثم بعد هذا غاب الهوای
لحب الریاسة وحمل عمود الخلافة
و عقود البنود وخفقان الهوی
فی قعقعة الرایات واشتباك از
دحام الخیول و فتح الامصار
سقاهم کاس الهوای فعادوا
الی الخلاف الاول فنبذوه وراء
ظهورهم واشتروا به ثمنا قلیلا
فبئس ما یشترون ۔ انتهی ما
فی سر العالمین وکشف ما فی الدارین
وذکر فی میزان الاعتدال فی
نقد الرجال فی ترجمة الحسن
بن الصباح قال ابوحامد الغزالی
فی کتاب سر العالمین شاهدت
قصة الحسن بن الصباح الخ
فاستناد الذهبی منه کاف فی
توثیقه ۔

لکھتے ہیں یہ مان لینا اور رضامندی اور فیصلہ کیلئے سردار تسلیم کر لینا ہے۔ مگر اس کے بعد سرداری کا حرص اور شوق غالب ہو گیا[2] اور ستون خلافت اٹھانے اور علم ہائے بزرگ کے بار بنانے اور گاڑنے اور جھنڈوں کے پھریروں کا ہوا میں اڑنا اور لہرانا یا لہراتے ہوئے جھنڈوں کی ہوا کھانے کے شوق اور گھوڑوں کے انبوہ فراہم کرنے اور شہروں کی فتح یابی وغیرہ امور نے ان لوگوں کو حرص کا ایسا کاسہ پلایا کہ وہ اپنی پہلی مخالفت کی طرف پلٹ گئے اور نبیؐ کے حکم میں من کنت مولاہ کو انہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس مخالفت کے عوض میں بہت تھوڑی قیمت اور معمولی زر بدل وصول کیا پس انہوں نے بہت برا سودا کیا انتہے ما فی سر العالمین وکشف ما فی الدارین۔ اور میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ مصر حرف الحاء ترجمہ حسن بن صباح میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں ابوحامد غزالی اپنی کتاب سر العالمین میں کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صباح کا قصہ ملاحظہ کیا الخ۔ علامہ ذہبی کا کتاب سر العالمین سے استدلال کرنا توثیق کتاب اور تنقید مؤلف کے لیے کافی ہے۔

---

[1] امام غزالی کی بے حد تعریف حیٰوۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۳۶/۲۳۴ میں علامہ دمیری نے لکھی ہے ۱۲ مترجم؛

[2] اہل جماعت کے برگزیدہ فاضل صوفیہ کے سردار امام غزالی نے حدیث من کنت کی نسبت فیصلہ کر دیا ہے کہ صحابہ نے حکومت حضرت علی کو تسلیم کر لیا تھا مگر بعد میں ہوا و حرص و شوق ریاست سے اس حکم کو پس پشت پھینک دیا اور اس حکم کی مخالفت اختیار کی۔ سچ ہے کہ الفضل ما شهدت به الاعداء فضیلت اور حق ایسا ہونا چاہیئے جس کی گواہی دشمن بھی دیدیں اور کتاب سر العالمین کی توثیق علاوہ استناد علامہ ذہبی کے استقصاء الافحام جلد ۱ ص ۵۳۵ میں تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی وغیرہ سے مذکور ہے اور امام غزالی کے سوا اور بھی امامت اور خلافت حضرت علیؑ کے منصوص ہونے

کے اہل جماعت سے قائل ہو چکے ہیں چنانچہ ایک اور صاحب کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو دیوان حافظ شیرازی مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور ص ۲۱۶ اگرچہ متعصبین اہل جماعت نے بر انتظام کر لیا ہوا ہے کہ اکثر کتب سے اپنے رویہ مزعومہ مروجہ کے خلاف عبارات نکال دی ہیں مگر پرانے طبع کی کتابوں یا قلمی نسخہ جات میں اکثر اس قسم کی عبارتیں مل جاتی ہیں چنانچہ دیوان حافظ کے جدید طبع میں بہت کچھ کانٹ چھانٹ کر دی گئی ہے۔ بہر حال دیوان مطبوعہ مطبع مذکور میں کس طرح یہ شعر باقی رہ گئے ہیں سے نوشتہ بر در فردوس کاتبان قضا ؛ نبی رسول و لیعہد حیدر کرار ؛ علی امام علیؑ ایمن و علیؑ ایمان ؛ علیؑ امین و علی سرور و علیؑ سردار ؛ پھر بہت اسمائے پیغمبروں کے ساتھ قسمیں کھا کر لکھا ہے سے بحق دین محمدؐ و بخون پاک حسینؑ ؛ بحق مردم نیک و مہاجر و انصار ؛ کہ نیست دین ہدارا بقول پاک رسول ؛ امام غیر علیؑ بعد احمد مختار ؛ بد شمنان منشین حافظا تو لاکن ؛ نجات خویش طلب کن بجان ہشت و چہار ؛ انتہیٰ۔ حافظ صاحب کے پچھلے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ دوازدہ کے بغیر دوسرے کسی کی متابعت بعد نبیؐ کے جائز نہیں بلکہ ایسے خود ساختہ اماموں سے پرہیز ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اور مضمون سر العالمین کی تائید ایک معتبر کتاب سے لکھ دی جاتی ہے تاکہ ناظرین کے لیے باعث مزید بصیرت ہو۔ دیکھو شرح مقاصد[1] علامہ تفتازانی مطبوعہ مطبع حاج محرم آفندی بعہد سلطان غازی عبد الحمید خانؒ

---

[1] حوالہ شرح مقاصد۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۶۳ بذیل آیت لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم سورۃ انفال پ ۱۰ میں ہے۔ رسول خدا سے پہلے عرب کے لوگ مال و جاہ و منافرت کے طالب تھے اور ادنےٰ ادنےٰ بات ایک دوسرے سے جنگ پر آمادہ ہو جاتے تھے جب رسولؐ نے دعوت اسلام دی دنیا کی محبت چھوڑنے اور آخرت کی نعمتوں کی طرف رغبت کرنے کی نصیحت فرمائی صحابہ متفق و متحد ہو گئے پھر بعد وفات سرور کائنات کے دروازے کھل گئے فتوحات کی کثرت ہو گئی لوگ طالب دنیا ہو گئے اور پھر آپس میں دنیا کے سبب بغض رکھنے لگے اور بعض بعض سے لڑنے لگے پس حقیقت میں فتنہ و فسادات پیدا ہونے کا یہی سبب ہے۔ انتہیٰ۔ اور شرح مواقف ص ۷۴۵ میں ہے واما الفتن والحروب الواقعۃ بین الصحابۃ فالشامیۃ من المعتزلۃ انکروا وقوعھا ولاشک انہ مکابرۃ للتواتر فی قتل عثمان و وقعۃ جمل والصفین۔ الخ۔ یعنی فتنے اور جنگ جو صحابہ کے درمیان ہوئے شامی معتزلی تو ان سے انکار کرتے ہیں مگر بلا شک یہ مکابرہ ہے کیونکہ قتل عثمان و جنگ جمل و صفین وغیرہ کی لڑائیاں متواتر ثابت ہیں انکار کی ہرگز گنجائش نہیں ۔ ۱۲ مترجم ۔

جلد ۲ ص ۳۰۶ (عبارت اس کی حرف بحرف یہ ہے) یعنی انما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التاریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ یدل بظاھرہ علی ان بعضھم

وقد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد والعناد والحسد
واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما
ولا کل من لقی النبیؐ بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنہم باصحاب رسول اللہؐ ذکروا
لہا محامل وتاویلات بہا تلیق وذہبوا الی انہم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق
صونا لعقائد المسلمین من الزیغ والضلالۃ فی حق کبار الصحابۃ سیما المہاجرین والانصار
والمبشرین بالثواب فی دار القرار واما ما جری بعدہم من الظلم علی اہل بیت النبیؐ فمن
الظہور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعۃ بحیث لا اشتباہ علی الآراء اذ تکاد تشہد
بہ الجماد والعجماء ویبکی لہ من فی الارض والسماء وتنہد منہ الجبال وتنشق الصخور و
یبقی سوء عملہ علی کر الشہور ومر الدہور فلعنۃ اللہ علی من باشر او رضی او سعی ولعذاب
الآخرۃ اشد وابقی فان قیل فمن علماء المذہب من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمہم
بانہ یستحق ما یربو علی ذلک ویزید۔ قلنا تحامیا عن ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما ہو
شعار الروافض علی یروی فی ادعیتہم ویجری فی اندیتہم فرأی المعتنون بامر الدین
الجام العوام بالکلیۃ طریقا الی الاقتصاد فی الاعتقاد بحیث لا تزل الاقدام علی السواء
ولا تضل الافہام بالاہواء والا فمن یخفی علیہ الجواز والاستحقاق وکیف لا یقع علیہما
الاتفاق وہذا ہو السر فی ما نقل عن السلف فی مجانبۃ اہل الضلال وسد طریق لا
یؤمن ان یجر الی الغوایۃ فی المآل مع علمہم بحقیقۃ الحال وجلیۃ المقال انتہی۔ اس کے
ترجمہ کل لکھنے میں طوالت کثیر ہوگی۔ لہٰذا خلاصہ لکھا جاتا ہے یعنے جو نزاع اور مشہور ومعروف جنگ اور جھگڑے
صحابہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں اور مسلّم ثقات کی روایات سے ثابت ہیں وہ بظاہر اس پر دال ہیں کہ بعض
صحابہ طریق حق سے منحرف ہوگئے اور حد ظلم وفسق تک پہونچ گئے تھے اور اس کا سبب محض کینہ وعناد
وحسد وضد ان کے مابین تھا اور نیز حرص ملک گیری اور سرداری کا اور شوق لذات وشہوات اس کا باعث
تھا کیونکہ جملہ صحابی نہ معصوم تھے، اور نہ سب ملاقی نبیؐ کے نیک شمار کیے جا سکتے ہیں مگر علماء اہل جماعت
نے جن کو ہم بہشت اور ثواب سے بشارت یافتہ خیال کرتے ہیں ان کے اعمال پر جرح قدح شروع نہ
ہو جائے کیونکہ اس طرح گمراہی ہوگی اور علاوہ کبار صحابہ کے ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کے مظالم اہل بیت
نبیؐ پر اس قدر ظاہر و باہر ہیں کہ ان میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہم چھپا دیں تو نہ وہ چھپ سکتے ہیں کیونکہ
اس پر حیوانات وجمادات بھی شہادت دینے کو تیار ہیں جس سے زمین وآسمان کے باشندگان روتے ہیں بلکہ
سن کر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور پتھر پھٹ جائیں تو ممکن ہے، اور ایسی بداعمالی ان کی ہمیشہ مشہور
رہے گی، پس وہ ظالمین جنہوں نے ظلم کی سعی کی یا اس پر راضی ہوئے ان سب پر اللہ کی لعنت ہو اور اگر

کوئی سوال کرے کہ بعض علماء یزید پر بھی لعنت جائز نہیں جانتے کیا اُن کے ایسے ظاہر دلائل معلوم نہ تھے ہم جواب دیتے ہیں کہ بے شک وہ سب حقیقت حال سے واقف تھے۔ مگر اس خیال سے انہوں نے لوگوں کو لگام چڑھادی کہ اس سے چڑھتے چڑھتے بالا سے بالا (ثلاثہ) تک ان کی نوبت نہ پہونچے پس عبارت تفتازانی سے ثابت ہوا کہ صحابہ ظالم اور فاسق بھی ہوئے ہیں مگر علماء منتظمین ہمیشہ لوگوں سے لگام چڑھاتے رہے ہیں کہ کسی طرح ثلاثہ کے حالات کی پڑتال شروع نہ کردیں اور پردہ فاش نہ ہوجائے۔ ۱۲ مترجم۔

وجہ الاستدلال۔ اما الاستدلال بھذہ النصوص المذکورۃ علیٰ ثبوت خلافۃ علیؑ بلا فصل لا حاجۃ لنا الیٰ تفصیلہ لانہ ظاھر بعبارۃ النص فی مقام وباشارتہ اوباقتضاءہ اوبدلالتہ فی مقام اٰخر۔ اما حدیث من کنت فھو متواتر کما بیّن لکن اھل الجماعۃ کما ھو عادتھم اوّلوہ بتاویلات رکیکۃ وحرّفوہ عن مواضعہ وبدلوہ عن معناہ المقصود فنبیّن طریق الاستدلال منہ ونسکت عما سواہ فالمعنی المقصود منہ من کنت متولی امرہ وسیدہ المطاع لہ و حاکمہ والاولی بالاولیٰ من نفسہ ومتصرف امرہ وناصرہ فی الدین ومحبہ واجب المحبۃ فعلیؑ کذلک مثلی فی جمیع ھذہ المعانی کما فی اٰیۃ المباھلۃ والحدیث المذکور فی الخصائص للنسائیؒ وغیرہ فی حدیث خاصف النعل لابعثن علیکم

وجہ استدلال۔ نصوص مذکورہ بالا سے استدلال ثبوت خلافت بلا فصل جناب علیؑ کے لیے ہم کو کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بعض مقامات سے بعبارت نص اور بعض مواضع میں اشارت و دلالت واقتضاء نص سے ثابت ہے اور حدیث من کنت اگرچہ متواتر ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے مگر اہل جماعت جیسی کہ اُن کی عادت ہے اس حدیث کی تاویلات رکیکہ کر کے اس کو معنٰے مقصود سے تحریف وتبدیل کرتے ہیں لہٰذا ہم باقی نصوص پر سکوت کر کے صرف اس حدیث کی تفصیل اور اس سے طریق استدلال بیان کر دیتے ہیں، معنی مقصود یہ ہے کہ آپنے فرمایا جس کے امر کا میں متولی اور جس کا میں سردار اور پیشوا وحاکم واولیٰ بالامر اُس کے نفس سے اور اُس کا متصرف امر اور اُس کا دین میں ناصر اور محب واجب المحبت ہوں پس علیؑ بھی میری طرح جمیع معانی میں ہے جیسا کہ آیت مباہلہ اور حدیث مذکور خصائص نسائیؒ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ آپنے حدیث خاصف النعل میں فرمایا میں تمہارے اوپر ایسے آدمی کو مسلط کروں گا جو میرے جیسا ہے اور اس میں حضرت علیؑ کو مراد رکھا۔ اور نیز یہ احادیث مؤید

رجلاً کنفسی و عنی بہ علیاً۔ میں جن میں آنحضرت ص نے فرمایا۔

لہ حدیث خاصف النعل بحوالہ خصائص نسائی مترجم صـ۲۲ میں ہے اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صـ۷۵ میں باسناد ابن ابی شیبہ عبدالرحمٰن بن عوف سے حدیث طویل میں نبیؐ سے محاصرہ طائف کے وقت فرمانا مروی ہے کہ خطبہ پڑھا اور فرمایا اوصیکم بعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوٰۃ ولتؤتن الزکوٰۃ اولا بعثن الیکم رجلا منی او کنفسی یضرب اعناقکم ثم اخذ بید علیؑ ثم قال ھو ھذا یعنی نبیؐ نے اپنی عترت پاک کے بارہ میں وصیت فرمائی اور پرسش تعمیل کا وعدہ حوض کوثر کا فرمایا پھر حلف اٹھا کر فرمایا تم لوگ نماز اور زکوٰۃ کو قائم رکھو یا میں اپنا خاص آدمی یا اپنے نفس جیسا آدمی تم پر مسلط کروں گا جو تمہاری گردنیں مارے گا پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے اصابہ مع استیعاب جلد۲ صـ۵۰۹ ترجمہ علیؑ میں ہے قال صلعم لعلی لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی وقال لہ انت ولی کل مؤمن من بعدی (الی ان قال) اخرج الترمذی باسناد قوی قال صلعم ان علیا منی وانا من علی وھو ولی کل مؤمن بعدی وکذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ اخرجہ الحاکم واحمد فرمایا یہ مناسب نہیں کہ میں جاؤں اور تو میرا جانشین نہ ہو تو میرے بعد ہر مومن کا والی ہے اسی طرح ترمذی نے باسناد قوی روایت کیا۔ اور فتح الباری باب مناقب علی حدیث منزلت کی شرح صـ۲۷۴ میں ہے کہ نبی نے فرمایا ان المدینۃ لا تصلح الا بی اوبک رواہ الحاکم وصححہ والبزار وابن مردویہ وابوبکر العاقولی یعنی مدینہ میرے لیئے لائق ہے یا تیرے لیے ایک ہم میں سے یہاں رہنا چاہیئے اور اسی صفحہ ۴۰۴ میں فرمایا خلفتک ان تکون خلیفتی تجھے اس لیے میں نے مدینہ میں رکھا کہ تو میرا خلیفہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر ۱۳۴۳ھ جلد ۴ صـ۱۷۸ میں بذیل آیت قدموا بین یدی نجواکم صدقۃ لکھا ہے وقال علیؑ ھذہ آیۃ من کتاب اللہ ما عمل بھا احد قبلی ولا یعمل بھا احد بعدی کان لی دینار فصرفتہ فکنت اذا ناجیتہ تصدقت بدرھم وسألت رسول اللہ عشر مسائل فاجابنی عنھا قلت (الی ان قال) قلت وما الحق قال الاسلام والقرآن والولایۃ اذا انتھت الیک الخ۔ یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا یہ آیت نجویٰ ایسی ہے کہ میرے سوا اس پر نہ کسی نے عمل کیا ہے اور نہ پھر کوئی کرے گا میں نے ایک دینار کے دراہم لئے دس مسائل نبیؐ سے سرگوشی میں پوچھے اور ہر دفعہ ایک درہم صدقہ دیا دوسرے کسی نے اس پر تین دن تک عمل نہ کیا آزمائش تھی پھر حکم منسوخ ہو گیا فرماتے ہیں جو مسائل میں نے پوچھے ان میں سے یہ بھی تھا کہ میں نے پوچھا حق کیا چیز ہے نبیؐ نے فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جبکہ تیرے پاس ہو بعد اس آیت پر بجز علیؑ کے کسی نے عمل نہ کیا یہ سب تفاسیر میں دیکھو کبیر ج ۸ صـ۱۶۷ صحیح امت ۲۴۱ و مناقب المشکٰوۃ صـ۲۵ و خصائص نسائی اور دس سوالات کا پوچھنا اور حق کا سوال مثل مدارک ہے (بقیہ حاشیہ آگے ہے)

کے فتاویٰ عزیزی مطبوعہ دہلی ص۱۵۵ و ۱۵۶ میں باسناد ابن جریر طبری و ابن مردویہ مروی ہے ۱۲ مترجم۔

وانت منی وانا منک وزن علیا منی وانا منه وانا وعلیؑ من نور واحد ومن سبّ علیاً فقد سبنی ولحمه من لحمی ودمه من دمی۔ ومن اطاعک اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی وانت منی بمنزلة هارون من موسیٰ وغیرها۔ وبعض الآیات یفسر بعضها وهکذا احکم الاحادیث فقوله تعالیٰ انما ولیکم الله ورسوله وقوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وسائر الآیات التی ذکرناها فی نصوص الخلافة تفسر بعضها بعضا ویفید المعنی المذکور وتفسر هذه الآیات الاحادیث التی ذکرناها فی النصوص بمزید توضیح والاحادیث تفسر بعضها بعضا۔ وصدر الخطبة یوم غدیر بقوله علیه السلام الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلیٰ ادلّ دلیل و اوضح تفصیل لقوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وان آخر الحدیث فعلی مولاه بطابق فی المعنی باوّله کما هو داب الفصاحة وبخلافه یلزم انتشار المعنی فی

اے علی تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں یا یہ کہ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میں اور علی ایک نور سے ہیں اور جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور اس کا گوشت اور خون میرا گوشت اور خون ہے اور اے علی جس نے تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہے وغیرہ اور جیسا کہ بعض آیات بعض کی مفسر ہیں اسی طرح احادیث بھی بعض مفسر بعض کی ہیں پس قولہ تعہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا اور قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم اور باقی آیات جن کا ہم نے بیان کیا ہے وہ بعض مفسر بعض کی ہیں اور معنی حدیث مذکور کو جو ہم نے بیان کیا ہے ثابت کرتی ہیں اور ان آیات کی تفسیر اور مزید تشریح احادیث مذکورہ نصوص بھی کرتی ہیں اور پھر بعض احادیث دوسری بعض کے لیے مبیّن ہیں اور غدیر کے دن جو نبیؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اُس کا ابتدا مزید توضیح کے لیے دلیل کافی ہے جس میں فرمایا کیا میں مومنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی بے شک یا رسول اللہ ص یہ خطبہ قولہ تعہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم کی تفسیر ہے اور جب حدیث کی ابتداء مطابق معنی اس آیت کی ثابت ہوئی آخر اس حدیث کا کہ علی مولا مومنین کا ہے

کلام واحد وھو یخالف سرد الکلام ولا یلیق بشان النبی ﷺ واما الدعاء فی اٰخر الحدیث اللھم وال من والاہ الخ فانہ اشارۃ الیٰ ان الاطاعۃ فی ھٰذا الحکم یوجب رضاء اللہ ورسولہ والعصیان فیہ یوجب سخط اللہ ورسولہ کیف لا وقد قال عزاسمہ فلاو ربك لا یومنون حتیٰ یحکموك۔ الآیۃ ومن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ واختلاف الالفاظ فی الحدیث بان جاء فی روایۃ من کنت ولیہ فھٰذا علیؑ ولیہ وفی روایۃ من کنت مولاہ فعلی مولاہ وفی روایۃ علیؑ ولی کل مؤمن بعدی وولیکم بعدی ومن کنت مولاہ فان علیًا بعدی مولاہ۔ وانا ولی کل مؤمن من کنت مولاہ وانا اولیٰ بکل مؤمن وفھو اولی الناس بکم بعدی یعنے علیًا یغنی عن مزید تطویل بل ینادی باعلےٰ صوت

اُسی معنیٰ کے مطابق ہوگا جو صدر حدیث کے موافق ہو جیسا کہ فصاحت کا طریقہ ہے اور بخلاف اس کے انتشار معانی ایک ہی کلام میں لازم آتا ہے جو سیاق کلام کے مخالف ہے اور شان نبی کے لائق نہیں اور آخر حدیث میں جو دعا ہے کہ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جس نے اس کو دوست رکھا۔ الخ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس حکم میں فرمانبرداری رضامندی خدا اور رسول کی موجب ہے اور نافرمانی موجب غضب خدا ورسولؐ کی ہے یہ کس طرح نہ ہو حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیرے رب کی قسم۔ یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں تجھے حاکم نہ سمجھیں اور فرماتا ہے جو سُن کر حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو گناہ اُس کا اُنہی پر ہے جو تبدیل کرتے ہیں۔ الخ اور حدیث میں اختلاف الفاظ اس طرح کہ ایک روایت میں مثلاً من کنت ولیہ فھٰذا علی ولیہ وارد ہے اور دوسری روایت میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ منقول ہے اور تیسری جگہ علی کل مؤمن بعدی اور ولیکم بعدیؐ آیا ہے اور کسی جگہ من کنت فان علیا بعدی مولاہ مروی ہے اور کسی روایت میں انا ولی کل مؤمن من کنت مولاہ فعلی مولاہ وارد ہے اور کسی حدیث میں انا اولیٰ بکل مؤمن اور آخر میں ھو اولی الناس بکم بعدی حضرت علیؑ کے حق میں ثابت ہے یہ مزید طوالت سے مستغنی کر دیتا ہے بلکہ آواز بلند پکار رہا ہے

۱؎ کذا فی الاستیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صـ۲۸ باسناد ابو داؤد طیالسی بذیل ترجمہ حضرت علیؑ اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صـ۲۴۷ اور اسی طرح اصابہ ابن حجر میں بذیل ترجمہ وہب بن حمزہ باسناد ابن السکن مرفوعًا مروی ہے ان سب میں لفظ ولیکم بعدی وارد ہے اور یہ مختلف الفاظ مختلف مقامات

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

ہیں آنحضرتؐ سے اس لئے وارد ہوئے ہیں کہ جب کسی مقام پر رسولؐ نے معلوم کیا کہ حضرت علیؑ کے حق میں لوگ اعتقاد صحیح نہیں رکھتے یا اُن کی کسر شان کرتے ہیں اس حدیث کو الفاظ مختلف سے جو بعض بعض کے مفسر و مرادف ہیں ارشاد فرمایا ۱۲ مترجم ؕ

لن لفظ الولی فی الاحادیث یعنی قوله تعالیٰ انما ولیکم الله و لفظ الاولیٰ یفسر قوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم و لفظ بعدی یرفع الستر عن المعنیٰ۔ علیٰ انه وان صرح النبیؐ فی قوله اخی ووصیی ووارثی و خلیفتی ووزیری بخلافة علیؑ فی وقت نزول آیة الانذار ای وانذر عشیرتك الاقربین لکنه صلعم اراد ان یجمع جمیع صفات خلیفته و ما یتعلق به فی لفظ واحد باظهار کمال البلاغة والفصاحة و نطق بقوله مولاه لانه یجمع المعانی المذکورة واما اخذهم معنی المحبة فقط دون المعانی المذکورة فلا یخلو عن تعصب و اشکالات لان المحابات بین المؤمنین کلهم فضلاً عن الصحابة من الواجبات فلیس له وجه خاص لعلیؑ علیٰ انه صلعم صرحه وخصه سابقاً فی مواضع کثیرة لان حبه ایمان وبغضه نفاق وکفر کما قال بغیر مرة لکونه

کہ لفظ ولی جو احادیث میں وارد ہے وہ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ کا مفسر ہے اور احادیث میں اولیٰ قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم کا مفسر ہے اور احادیث کا لفظ بعدی معنیٰ حدیث سے پردہ کو اُٹھا کر بالکل صاف کر دیتا ہے اور علاوہ بریں یہ واضح ہو کہ اگرچہ نبیؐ نے بوقت نزول آیت وانذر عشیرتك الاقربین کے خلافت حضرت علیؑ کے لیے ان الفاظ سے تصریح فرمادی تھی کہ تو میرا بھائی اور وصی اور وارث اور میرا خلیفہ اور وزیر ہے لیکن آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ بکمال فصاحت وبلاغت جمیع صفات اپنے خلیفہ کو اور اُس کے متعلقات کو ایک ہی لفظ میں جمع فرمادیں اس لئے آپ نے لفظ مولیٰ کو ارشاد فرمایا جو جمیع معانی و صفات مذکورہ بالا کا جامع ہے اور اہل جماعت کا جمیع معانی مذکورہ ممکن الوقوع کو ترک کر دینا اور فقط معنیٰ محبت کا مراد لینا خالی از تعصب و اشکالات نہیں ہے کیونکہ جب جمیع مؤمنین کے مابین محابات واجب ہے مخلصین صحابہ کے لئے بطریق اولیٰ واجب ہوئی۔ پس اس قدر انتظام و اہتمام سے محض حضرت علیؑ کے لیے اس محابات کے مخصوص کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے اور علاوہ اس کے تحقیق نبیؐ نے بہت مقامات میں مخصوص طور پر بھی تصریح فرمائی۔

امیرالمؤمنین وقد امراللّٰہ تعالیٰ بمودۃ القربیٰ فلاوجہ ھھنا بایراد لفظ مشترک المعانی ولا یساعدہ ھٰھنا تقتید الزمان ای من بعدی

کہ حضرت علیؑ کی محبت علامت ایمان ہے اور اس کا بغض علامت کفر و نفاق ہے۔ چنانچہ بہت دفعہ آپ نے اس کو ظاہر فرمایا اور یہ بجا ہے کیونکہ وہ مؤمنین کے سردار ہیں اور نیز خداتعالیٰ کا حکم محبّت اقربا رسولؐ کا بالخصوص وارد ہو چکا ہے پس ایسے مشترک المعانی لفظ بولنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور لفظ بوری کی قید فقط معنے محبت کی تائید نہیں کرتی بلکہ ظاہر مخالف ہے۔

۱؎ تبصرہ - تعجب ہے کہ ہر مؤمن پر معمولی دنیاوی امور کے لیے وصیت ضروری ہو اور آنحضرت ایسے اہم امر دین کے لیے وصیت نہ فرماویں۔ اور آنحضرتؐ مدینہ طیبہ سے چند یوم کے لیے باہر تشریف لے جائیں تو کسی اپنا نائب وخلیفہ خود مقرر فرماتے رہے ہوں۔ اور جب ہمیشہ کے لیے دار فانی سے رحلت اور جمیع افراد امّت سے مفارقت تاقیامت فرمائی تو بقول اہل تسنن کسی کو خلیفہ مقرّر نہ فرمایا بالکل بعید از عقل ہے ضرور مقرر فرمایا۔ مخالفین کہتے ہیں اگر آنحضرتؐ خلیفہ مقرّر فرماتے تو خاص و عام اس کو نقل کرتا اور اختلاف پیدا نہ ہوتا جب ابتداء سے خلافت میں اختلاف چلا آتا ہے۔ تو یہ نص خلافت موجود نہ ہونے کی دلیل ہے ہم کہتے ہیں کہ عبادات کثیرہ جو نبیؐ سے مروی ہیں ان پر نظر ڈالئے کہ نبی مثلاً وضو اور نماز کو ایک دن میں کئی مرتبہ ادا کرتے تھے اور تیئیس ۲۳ سال تک لاکھوں آدمی دیکھتے اور سنتے رہے۔ باقی احکام شرعیہ علیٰ ہذالقیاس۔ پھر ان سب میں کئی مرتبہ ادا کرتے تھے۔ میں اختلاف کرنے کی کیا وجہ ہے اور باوجود تصریح قولی وفعلی کے کیوں امت نے ایک طریق صحیح پر اتفاق نہ کر لیا بعض سارے سر کا مسح فرض جانتے ہیں اور بعض تھوڑے حصہ کا اور بعض موزوں کا مسح کرتے ہیں (سُنی بھی) اور بعض دھوتے ہیں اور بعض دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ دھوتے اور مسح بھی کرتے ہیں۔ اور بعض موزوں کا مسح جائز جانتے ہیں بعض ناجائز۔ اسی طرح بعض رفع یدین ہر تکبیر کے ساتھ سنت جانتے ہیں اور بعض فقط پہلی تکبیر کے ساتھ اور بعض بسم اللّٰہ کو جہر سے پڑھتے ہیں۔ بعض خفیہ پڑھتے ہیں بعض خطبہ پڑھتے ہیں۔ بعض پڑھتے ہی نہیں بلکہ واجبات میں اختلاف ہے فاتحہ واجب ہے یا نہ۔ ضم سورۃ واجب ہے یا نہ۔ تکبیرات جنازہ کی چار۔ پانچ یا زیادہ میں اختلاف ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے میں اختلاف ہے کہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹا جائے یا بند دست یا کہنیوں یا مونڈھوں سے۔ اور کل ان اعمال کو رسول اللّٰہؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں پس ان سب احکام میں امت کو کیوں اختلاف ہے سب جگہ ناسخ ومنسوخ کا حیلہ بھی نہیں چل سکتا تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ کسی ایک کام کیلئے بھی

(بقیہ حاشیہ آگے ہے)

نبیؐ نے نص فرمائی، حق یہ ہے کہ نص کے بعد بھی امت نے اپنی خواہشات نفسانیہ پر اختلاف کیا اور وبال مخالفت حکم نبوی کا اپنے سر پر لیا ہے اور اسی طرح خلافت کے بارہ میں وجود نص کے اختلاف ہوا ۱۲ مترجم۔

لانه لا یجب فی زمان دون زمان بل یجب فی کل زمان فیکون قید بعدی لغوًا نعوذ باللہ۔ ویؤید ما قلنا جمع النبیؐ جمیع من معه ثم سابقا ولاحقا وخطبته خطبة الوداع علی راس المنبر المصنوع له بقوله ادعی فاجیب ونحوه وهو من آخر وصایاه واخذ بید علی ورفعه من الارض الی فوق لینظر من کان ویرتفع الاشتباه بقوله هذا علی بتخصیص وعدم اکتفائه علی مجرد اسمه الشریف لاتمام الحجة وتعمیمه ایاه بیده وسدله طرفی عمامته علی منکبیه لان هذه الامور لاتدل الا علی واقعة عظیمة منتجة لحکم کبیر ممیزه عما سواها فالمودة المحضة لا یقتضی مثل هذا الامور فظهر ان متولی الامور هو الذی حکمه نافذ والطاعة واجبة مطلقًا هو اللہ ورسوله ثم وصیه فمن اجل ذلک اتم الحجة البالغة ووصی بها باشد توکید ویؤیده ایضا الاحادیث الدالة علی فضل

کیونکہ یہ غلط اور لغو محض ہے کہ جناب علی کی محبت کسی زمانہ میں مثل رسولؐ کے واجب ہو اور کسی زمانہ میں واجب نہ ہو۔ یہ ہرگز نہیں بلکہ ہر زمانہ میں واجب ہے پس بصورت معنی محبّت محض کے لفظ بعدی کی قیدی نعوذ باللہ لغو ہوگی۔ اور نبیؐ کا اپنے جمیع ہمراہی صحابیوں کو جو آگے چلے گئے تھے۔ یا پیچھے رہ گئے تھے خم غدیر پر جمع کر کے ایک عارضی ممبر بنوا کر اس پر دوائی خطبہ پڑھنا کہ میں بلایا جاؤں گا اور قبول کر لوں گا۔ یعنی میری موت قریب ہے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر زمین سے اونچا کر کے رفع اشتباہ کے لیے دکھانا اور اُن کے مجرد اسم شریف کے ظاہر کرنے پر اکتفا نہ کرنا اور اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت علی کی دستار بندی کرنا اور ہر دو شملے اُن کے کاندھوں پر لٹکانے اور وصیت کے آخری الفاظ سے وعظ و نصیحت فرمانا یہ سب امور ایک واقعہ عظیمہ پر دلالت کرتے ہیں جس کا نتیجہ کوئی بڑا حکم ہے جو محبت محض وغیرہ امور سے جن کے لیے اس اہتمام کی ضرورت نہیں ممتاز ہے پس ثابت ہوا کہ امور کا متولی جس کا حکم نافذ اور اطاعت مطلقا واجب ہے وہ خدا اور رسولؐ ہیں اور پھر رسول خدا کے وصی ہیں لہٰذا رسول اللہ نے سخت تاکیدی وصیت سے حجت بالغہ کو تمام فرمایا۔ اور اس کی مؤید وہ احادیث بھی ہیں

علیؑ علیٰ[1] غیرہ من قولہ علیہ السلام الحق مع علیؑ و علیؑ مع الحق و علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ و اللھم ادر الحق معہ حیث دار و من شاء العلم فلیأت من الباب قالہ فی حق باب مدینۃ العلم و قولہ بک یھتدی المھتدون و تجدوہ ھادیا مھدیا یأخذ او یسلک بکم الصراط المستقیم و کونہ اعلم و افقہٗ واتقیٰ و اشجع و اسبق الایمان و غیر ذٰلک مؤید لما قلنا۔ و لا یخفیٰ ان لفظ المولیٰ یجیٔ لمعان مذکورۃ کما فی قولہ تعالیٰ ردوا الی اللہ مولاھم الحق۔ فی تفسیر البیضاوی مولیٰ[2] ھم و متولی امرھم۔ و فی المعالم الذی یتولی و یملک امرھم

جو دوسروں کی نسبت حضرت امیر المؤمنینؑ کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ نبیؐ کا فرمان ہے کہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہے علیؑ قرآن کے ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یا اللہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر جدھر وہ پھرے اور جو علم چاہے وہ دروازہ سے آئے اس کو باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا اور تیرے ساتھ ہدایت یافتہ ہوں گے ہدایت پانے والے۔ نیز علیؑ کے حق میں فرمایا۔ اور فرمایا اس کو یعنی علیؑ کو ہادی مہدی پاؤ گے جو تم کو سیدھے راستے پر چلائیگا۔ اور علیؑ کا اعلم واقعیٰ واتقیٰ واشجع واسبق بالایمان وغیرہ ہونا سب مؤید ہیں اور مخفی نہ رہے کہ لفظ مولیٰ چند معانی کے لئے آتا ہے جو قرآن میں مرقوم ہے جیسا کہ آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاویں گے جو اُن کا مولےٰ حق ہے۔ تفسیر بیضاوی جلد اوّل ص۲۵۹ میں ہے۔ مولا اُن کا یعنے رب اُن کا اور ان کے امر کا متولی۔ اور تفسیر معالم ج ۲ ص۱۱ میں وہ جو متولی اور ان کے کام کا مالک ہے۔

---

[1] کسی روایت کے ابتداء حدیث میں لفظ اولیٰ اور آخر میں مولیٰ اور کسی کے اول ولی بعدہ مولیٰ اور کسی میں اوّل مولیٰ اور بعدہ ولی یا اولیٰ یا اول آخر مولیٰ یا ولی یا اولیٰ کا ہونا اس کا شاہد ہے کہ اس حدیث میں ان الفاظ کا معنےٰ ایک ہی طرح کا مراد ہے اور وہ ایسا معنےٰ ہے جو سب معانی ممکن الوقوع کا جامع ہے جس سے جملہ ان روایات کی آپس میں اور حدیث ثقلین اور حدیث انت خلیفتی و وصیی والحق مع علیؑ والقرآن مع علی و انا مدینۃ العلم وغیرہ مندرجہ نصوص خلافت و شان نزول آیات مندرجہ نصوص خلافت سے تطبیق ہو سکے اور وہ ہمارے بیان کردہ معنے کے سوا کوئی معنی نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم۔

[2] نسیم الریاض جلد ۳ ص۵۵۴ میں حدیث من کنت مولاہ کا معنے سیدہ و ناصرہ لکھا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۲ ص۵۸۲ میں انت مولٰنا کا معنی متولی لکھا ہے اور جلد ۳ ص۲۱۶ میں واللہ ولیھما کا معنے متولی امورھما لکھا ہے اور جلد ۲ ص۵۳۳ میں بذیل بان اللہ مولی الذین اٰمنوا کے مولٰھم الحق کا معنے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

ربھم ومالکھم لکھا ہے اور متن میں جو کبیر سے معنی ھی مولٰکم اولیٰ بکم لکھا ہے کبیر ج ۸ صفحہ ۱۳۱ وابوالسعود صفحہ ۱۳۱ ونورالابصار طبع مصر صفحہ ۶۹ میں ہے کتاب التعریفات للسید الشریف الجرجانی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے المجاز مفعل بمعنے فاعل من جاز اذا تعدی کالمولیٰ بمعنی الوالی۔ نصیحۃ الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ میں مولیٰ بمعنے متصرف ومتولی ومالک تسلیم کیا گیا ہے۔ ۴

لہ مولےٰ بمعنی والی مثل بیان سید شریف کے ترجمہ خصائص نسائی مطبوعہ لاہور میں مؤلف فیض الباری شرح بخاری ومترجم خصائص مولوی محمد ابوالحسن صاحب صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں۔ مولیٰ کے معنے والی اور دوست دونوں آئے ہیں اور اس حدیث (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) میں دونوں معنے درست ہیں (بعدہ لکھا) لیکن پہلے معنے یعنے اولیٰ ہیں اس لئے کہ بر تقدیر ثانی (یعنے معنے دوست مراد لینے میں) تخصیص کی کوئی وجہ نہیں انتہیٰ بلفظہ۔ یعنی دوست کے معنے مراد لینے میں اس قدر اہتمام سے حضرت علیؑ کو مولیٰ بنانے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہوسکتی سب مومن ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ان کو بھی دوست سمجھنے کا الگ حکم ہے۔ پھر اتنے بڑے اہتمام سے بالخصوص اس معنی کو حضرت علی کے حق میں بیان فرمانے کی وجہ وجیہ نہیں ہوسکتی اور حضرت عمر کا فتویٰ ملاحظہ ہو کہ جو حضرت علیؑ کی ولایت کا منکر ہو مومن نہیں ہوسکتا یعنی جو اس کا حکم نہ مانے اور علی کو اپنا سردار اور والی تسلیم نہ کرے وہ مومن نہیں اور مولیٰ کا معنی عملاً خود عمر صاحب نے والی ہی تسلیم کیا ہے دیکھو بیان فضائل علی فلک صفحات گذشتہ وحدیث بخ بخ وحدیث ولایت ۱۲ مترجم۔

حہ اور مطالب السؤل صفحہ ۱۶ میں بعد تحقیق معانی مولیٰ کے لکھا ہے وکل معنی امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولیٰ لرسول اللہ فقد جعلہ لعلی وھی مرتبۃ سامیۃ ومنزلۃ سامقۃ ودرجۃ علیۃ ومکانۃ رفیعۃ خصصہ بہا دون غیرہ فلھذا صار ذٰلک الیوم یوم عید وموسم سرور کاولیائہ ۱۲ انتھیٰ۔ یعنی جتنے معانی مولیٰ رسول خدا کے لیے ثابت اور ممکن ہو سکتے ہیں وہ سب حضرت علیؑ کے لیے نبیؐ نے قرار دیئے اور اس سے بہت ہی اعلیٰ درجہ اور بلند مرتبہ علیؑ کا ثابت ہوتا ہے جو نبیؐ نے علیؑ کے لیے مخصوص فرمایا اور اسی واسطے وہ دن عید کا دن شمار ہوتا ہے اور نہایہ ابن اثیر میں بعد ذکر حدیث فعلی مولاہ لکھا یحمل علی اکثر الاسماء المذکورۃ یعنی اکثر معانی مولےٰ کے علیؑ کے اوپر صادق آتے ہیں اور نہایہ کا حوالہ مندرجہ متن صفحہ آئندہ ج ۴ صفحہ ۲۴۶ میں ہے۔ اور حدیث حضرت عمر کی مندرجہ فلک بھی ہمارے مدعا کی مؤید واضح ہے کیونکہ وہاں فقط دوست کے معنے ہرگز معقول نہیں ہیں بعد حضرت عمر کی اپنی زبانی ہمارا استدلال تمام ہوتا ہے (ایک تاویل کا جواب)

تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۳۰۹ میں ہے۔ دریں‌جا ہم مراد ہمیں است کہ الست اولی بالمؤمنین من انفسھم فی المحبۃ یعنی الست احب الی المؤمنین من انفسھم یعنی الست اولی بالمؤمنین من انفسھم کا معنی الست احب الی المؤمنین سب سے زیادہ دوستدار ہے؛ ہم کہتے ہیں اولے بالمحبۃ سے بھی ہمارا مقصد تمام ہوتا ہے کیونکہ حدیث مشکوٰۃ میں بروایت شیخین حدیث وارد ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ الخ کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک سب سے زیادہ رسول کو محبوب نہ سمجھے اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی سے ثابت ہے کہ محبّت کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسروں سے اُس کے قول و فعل کو مقدم سمجھ کر اس کی تابعداری کرے۔ محبوب تر ہونے سے یہی مقصود ہوتا ہے اور یہی معنے اولی بالاتباع و اولی بالتصرف کا ہے جو ہمارا مدعا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

وفی الکبیر ماوٰکم النار ھی مولاکم قال الکلبی یعنی اولی بکم وھو قول الزجاج والفراء وابی عبیدۃ وقال الثعلبی فی کشف البیان ھی مولاکم ای صاحبتکم واولٰی بکم واحق بان تکون مسکنا لکم وقال الامام ابوالحسن الواحدی فی التفسیر الوسیط ھی مولاکم ۔ ھی اولی بکم لما اسلفتم من الذنوب والمعنٰی انھا ھی التی تلی علیکم لانھا قد ملکت امرکم وقال الامام البغوی فی المعالم ھی مولاکم صاحبتکم واولی بکم۔ وقال ابن حبان فی تفسیر بحرالمحیط قولہ ھو مولٰنا ای ناصرنا وحافظنا قالہ الجمھور وقال الکلبی اولیٰ بنا من انفسنا فی الموت والحیٰوۃ وقیل

اور تفسیر کبیر میں ہے تمہاری جگہ دوزخ ہے وہی تمہارا مولا ہے۔ کلبی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہی آگ تمہارے لیے اولی ہے اور وہی قول زجاج اور فراء وابی عبیدہ کا ہے اور ثعلبی نے کشف البیان میں کہا وہی آگ تمہاری مصاحب ہے اور وہی تمہارے لئے اولی و احق ہے کہ تمہارا مسکن ہو اور ابوالحسن واحدی نے تفسیر وسیط میں لکھا۔ وہی تمہاری مولیٰ ہے۔

یعنی تمہارے لیے اولی ہے اُن گناہوں کے لیے جو تم نے پہلے کئے تھے۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ یہی تم پر والی ہے کیونکہ تمہارے کام کی مالک وہی ہو گئی ہے۔ اور امام بغوی نے تفسیر معالم میں کہا۔ کہ وہی تمہاری مولیٰ یعنی صاحب ہے اور تمہارے لیے اولے ہے۔ اور ابن حبان نے تفسیر بحر محیط میں کہا ہے قولہ ھو مولٰنا یعنے ناصر اور حافظ ہمارا۔ اسی طرح جمہور نے کہا ہے وہ ہمارے لئے ہمارے نفسوں سے بحالت موت و حیات اولی ہے اور یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ وہ ہمارا

مالکنا و سیدنا فلھذا یتصرف
کیف یشاء فیجب الرضاء بما یصدر
من جھته و فی الصحاح کل من
ولی امر واحد فھو ولیه۔ الخ و
بمعنیٰ السید المطاع۔ و فی النھایۃ
لا بن الاثیر باب الواو فصل اللام
المولیٰ فی الحدیث فھو الرب والمالک
والسید والمنعم وکل من ولیٰ امرًا
وقام به فھو مولاہ وولیه ومنه
الحدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ
ومنه الحدیث ایما امرءۃ نکحت بغیر
اذن مولاھا فنکاحھا باطل۔ وفی
روایۃ ولیھا ای متولی امرھا و
کذا فی الصراح ومجمع البحار و فی
المعالم اولی بالمؤمنین من انفسھم
ای من بعدھم ببعض فی نفوذ حکمه
فیھم ووجوب طاعته علیھم وقال
ابن عباس وعطاء یعنی اذا دعا
ھم النبیؐ ودعتھم انفسھم الی شیٔ
کانت طاعۃ النبیؐ اولیٰ بھم من
طاعتھم انفسھم و فی تفسیر النیشاپوری
ویعلم من اطلاق الآیۃ انه اولیٰ بھم
من انفسھم فی کل شیٔ من امور الدنیا
والدین۔ و فی تفسیر البیضاوی النبی
اولیٰ الخ فی الامور کلھا فانه لا یا
مرھم ولا یرضیٰ منھم الا مما فیه
صلاحھم۔

سردار اور مالک ہے لہذا جس طرح چاہے وہ تصرف
کرے جو اس سے صادر ہو اس پر راضی ہونا واجب
الاطاعت کے بھی ہے۔ اور نہایہ ابن اثیر باب الواو
فصل الام میں ہے۔ مولیٰ جو حدیث میں وارد ہے
اُس کا معنے رب اور مالک اور سردار اور منعم ہے
اور جو کسی کے امر کا والی اور متولی ہو وہ اُس کا
مولیٰ اور ولی ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی قبیل سے ہے
جو حدیث وارد ہے من کنت مولاہ اور اسی
قبیل سے وہ حدیث ہے جس میں فرمایا جو عورت
اپنے مولا کے اذن کے سوا نکاح کرے اُس کا
نکاح باطل ہے دوسری روایت میں بجائے مولیٰ
کے لفظ ولی آیا ہے۔ معنے یہی ہے جو اپنے متولی
امر کے بغیر نکاح کرے اور اسی طرح صراح اور مجمع
البحار میں یہ سب معانی لکھے ہیں۔ اور معالم جلد ۳
ص۱۶۱ میں بذیل تفسیر اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم
کے لکھا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے ان لوگوں کا جو
آپس میں تعلق ہے۔ اس کی نسبت نبیؐ اولیٰ ہیں
اسطرح کہ آپ کا حکم نافذ اور آپ کی اطاعت
سب پر واجب ہے اور ابن عباس و عطاء یہ
معنے کرتے ہیں کہ جب نبیؐ اُن کو بلائے اور
لوگوں کی ذاتی خواہش کچھ اور ہو تو نبیؐ کی اطاعت
اُن پر اُن کے نفسوں کی نسبت سے واجب ہے
اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ اطلاق اس آیت سے
معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ اُن کے نفسوں سے امور دین و دنیا
سب میں اولیٰ ہیں۔ اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ ص۱۲۵
میں بذیل آیت النبیؐ اولیٰ بالمؤمنین کے لکھا ہے
نبیؐ کل امور میں اولیٰ ہیں۔ کیونکہ بجز اُس کے جس

(بقیہ صفحہ اگلے پر ملاحظہ ہو)

میں لوگوں کی بہتری ہوتی ہے نہ اُن کو نبی امر کرتے ہیں اور نہ اُن سے راضی ہوتے ہیں۔

لہ منتہی الارب میں ہے۔ اولی بنزاوار تر ھو اولی بہ ای احری ولی۔ دوست و نگہبان و متصرف برکسے و کل من ولی امر واحد فھو ولیہ۔ جو کسی کے کام کا والی اور متصرف ہو وہ اُس کا ولی ہوتا ہے مولیٰ۔ خداوند (سردار) و بندہ[1] (غلام) و آزاد کنندہ[2] و آزاد کردہ[3] و ہمنشین و قریب چوں پسر عم[4] و یار و مددگار و پرورندہ و نعمت دہندہ و داماد[5] و شوہر خواہر[6] مرد و پسر خواہر[7] و خسر[8]۔ ان معانی میں سے جن پر شمار کے نمبر دیئے گئے ہیں وہ جناب رسول خدا پر منطبق نہیں ہو سکتے لہذا باقی معانی سے جس قدر آنحضرت پر لفظ اولیٰ اور ولی اور مولیٰ کے معانی صادق آ سکتے ہیں وہ حسب سیاق حدیث کے حضرت علیؑ پر منطبق ہیں کیونکہ حضرت نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اس کا مفاد یہی ہے کہ جن معانی سے میں کسی کا مولا ہوں انہی معانی سے اس کا مولیٰ علیؑ بھی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے ۱۲ مترجم۔

فلذلك الحلق فيجب ان يكون احب اليهم من انفسهم وامره انفذ عليهم - الخ فی مطالب السؤل لابن طلحة الشافعی فيكون معنى الحديث من كنت اولى به او ناصره او وارثه او عصبته اوحميمه اوصديقه فان عليًا منه كذلك وهذا صريح فی تخصيصه لعلی بهذا المنقبة العلية وجعله لغيره كنفسه بالنسبة الى من دخلت عليهم كلمة من التی للعموم بمالم يجعله لغيره وليعلم ان هذا الحديث هو من اسرار قوله تعالى فی اية المباهلة (الى ان قال) فانه اولى بالمؤمنين وناصر المؤمنين وسيد المؤمنين وكل

پس اسی واسطے مطلق اور اولویۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے واجب ہے کہ نبیؐ اُن کے لیے سب سے زیادہ محبوب ہوں اور آپ کا حکم اُن کے ہم جنسوں اور نفسوں کی نسبت اُن پر زیادہ نافذ ہو الخ مطالب السؤل ص۱۵ مؤلفہ ابن طلحہ شافعی سے منقول ہے کہ اس حدیث ولایت کا معنیٰ یہ ہے جس کا میں اولی بالتصرف اور ناصر اور وارث اور عصبہ اور سچا اور گہرا دوست ہوں، پس حضرت علی بھی اُس کے لیے اُسی طرح ہیں اور آنحضرت کے حضرت علی کو اس منقبت و منزلت حاصل نہیں ہوئی۔ اور واضح ہو کہ یہ حدیث صریح ہے کہ حضرت علیؑ کو آپؐ نے مثل اپنی ذات بابرکات کے ہر کس کے لیے جو لفظ مَنْ کے اندر داخل ہیں۔ مقرر فرمایا۔ دیگر کس کو یہ منقبت و منزلت حاصل نہیں ہوئی۔ اور واضح ہو کہ یہ حدیث

معنے امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولیٰ لرسول اللہ صلعم فقد جعلہ لعلی[ع] الخ اقول وحمل الولی علیٰ معنے المحب مستدلاً بقولہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ الخ یدل علیٰ عدم بتحرھم فی المحاورات القرآنیۃ لان الولی جاء فی القرآن بمعنے المتولی والمتصرف کما فی قولہ تعالیٰ فاللہ ھو الولی و جاء لفظۃ الاولیاء بمعنے الاحباء وفرق الواحد والجمع فی المعنے من محاورات القرآن۔ الا تریٰ ان القسط بمعنے العدل والقاسطون بخلافہ والریح بمعنے العذاب و الریاح من آثار الرحمۃ کما بسطہ السیوطی فی الاتقان وان شئت مزید توضیح معنی الولی والمولیٰ والاولیٰ والاستدلال بحدیث من کنت فطالع مجلدات عبقات الانوار فانھا تشفی العلیل وتروی الغلیل ومنھا حدیث الثقلین وقد مرّ منھا

منجملہ رازہائے آیت مباہلہ کے ہے (تا اینکہ لکھا) پس بالتحقیق حضرت علی اولیٰ بالمومنین وناصر للمومنین وسید المومنین ہیں اور ہر معنے کہ اس کا اثبات لفظ مولیٰ کی دلالت سے نبیؐ کے لیے ممکن ہے وہ سب حضرت علیؑ کے لئے آنحضرت نے ثابت کر دیئے ہیں۔ الخ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں حمل لفظ ولی کا فقط معنی محب پر بدلیل قولہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ۔ الخ اُن لوگوں کے عدم تبحر محاورات قرآنیہ پر دال ہے (عدم تبحر سنیوں کا مراد ہے) کیونکہ لفظ ولی[1] قرآن شریف میں متولی اور متصرف کے معنے میں آیا ہے جیساکہ قولہ تعہ فاللہ ھو الولی میں ہے۔ لفظ اولیاء بے شک بمعنے احباء کے آیا ہے مگر باعتبار محاورات قرآنیہ کے واحد اور جمع کے معنے میں فرق ہو جاتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قسط بمعنے عدل ہے (واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا وارد ہوا ہے) اور ریح بمعنے عذاب وارد ہے اور لفظ ریاح آثار رحمت کے لیے مستعمل ہوا ہے جیساکہ سیوطی نے تفسیر اتقان ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر میں بسط سے لکھا ہے اور اگر معنے ولی و مولیٰ اور طریق استدلال اس حدیث کی تجھے مزید توضیح مطلوب ہو تو چاہیئے کہ مجلدات عبقات الانوار کا مطالعہ کیجئے کیونکہ وہ کتاب علیل کو شفا دیتی ہے اور پیاسے کو سیر کر دیتی ہے اور منجملہ نصوص کے حدیث ثقلین[2] ہے جو ابتداء کتاب میں مذکور ہو چکی ہے اور منجملہ نصوص کے

---

[1] یعنی جہاں قرآن میں لفظ ولی بلا کسی قید کے مطلق وارد ہوا ہے وہاں متولی اور متصرف کے معنے ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎ عبث در معنے من کنت مولیٰ می روی ہر سو علی مولا بایں معنی کہ پیغمبر بود مولیٰ ۱۲ مترجم

[2] وجہ استدلال حدیث ثقلین سے یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد کے لوگوں میں ایک طبقہ کو اعلم اور (بقیہ حاشیہ آگے ہے)

پیشوا و مقتدیٰ و متبوع قرار دیا اور ایک طبقہ کو تابع و مقتدی و کم علم ظاہر فرمایا اور اس دوسرے طبقہ کو حکم دیا کہ تم اگر طبقہ اولیٰ سے تمسک رکھوگے تو گمراہ نہ ہوگے اور فرمایا کہ وہ طبقہ اوّل تم سے اعلم قرآن و سنت کا ماہر ہے اس کی متابعت کرتے رہنا ان کے پیچھے چلنا ورنہ ہلاک ہو جاؤگے۔ اور محبین ثلاثہ نے اگرچہ ثلاثہ کی شان میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احادیث وضع کرکے اپنے سلاطین زمانہ کو خوش کیا ہے مگر پھر بھی حدیث ثقلین و حدیث ولایت وغیرہ احادیث صحیحہ متواترہ مسلمہ واردہ بحق اہل بیت علیہم السلام کے برابر کوئی حدیث نہیں بنا سکے یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ واللّٰہ متم نورہٖ اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ عقلاً و نقلاً بجز معصوم کے کوئی امام حق نہیں کہلا سکتا جیسا کہ حدیث ثقلین کا مفاد بھی یہی ہے۔ اور یہ عصمت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی دلیل ہے اس طرح کہ اس میں قرآن اور اہل بیت کے لیے تا ورود حوض کوثر لن یتفرقا وارد ہے یعنی قیامت تک بفرمان مخبر صادق حتماً و یقیناً اہل بیت کے مخصوصین و منصوصین افراد ایک لمحہ بھی قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے اور اس عدم افتراق کا مفاد یہی ہے کہ ان سے کوئی امر خلاف شرع اور خلاف رضائے خدا اور رسول کے سرزد نہیں ہو سکتا اور یہی عصمت ہے اور ہر امام معصوم منصوص جو مفارق از قرآن نہیں اپنے مابعد کے لئے نص کر چکا ہے جو اس تنصیص میں بھی قرآن سے جدا نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کی جانب سے جو منصوص امام مقرر ہوا وہ بھی بدستور قرآن سے مفارق نہ ہوگا۔ چنانچہ اہل بیتؑ کے اعلیٰ فرد امام اوّل کے لیے رسول خدا صلعم نے بالخصوص ظاہر فرما دیا علی مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان جو آئندہ لکھا جائے گا اور صواعق مطبوعہ مصر ص۸۹ میں لکھا ہے کہ بفرمان پیغمبر آخر الزمان حدیث تمسک ثقلین سے ثابت ہے کہ تا قیامت مثل قرآن کے اہل بیت سے کوئی فرد قابل تمسک ہر زمانہ میں موجود رہے گا اور اسی کے ص۹۰ میں یہ حدیث لکھی ہے فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ھٰذا الدین تحریف الضالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین۔ جس سے واضح ہے کہ ہر طبقہ امت میں ایک نہ ایک فرد اہل بیت نبیؐ سے عادل (معصوم) موجود ہوگا جو جاہلوں اور گمراہ لوگوں کی جھوٹی تاویلات کو دفع کرکے صراط مستقیم کی ہدایت کرے گا اور یہی ہمارا مدعا ہے مزید تشریح اس کی بیان حدیث ثقلین میں مذکور ہو چکی ہے نیز حدیث قرطاس کی بحث میں آخری کلام نبیؐ اور امامت علیؑ پر نص ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم؛

ما رویٰ فی کنز العمال و ان تؤمروا
علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ
ہادیا مہدیا یاخذ بکم الطریق

وہ ہے جو کنز العمال ج ۶ میں ہے کہ اگر تم حضرت علی
کو امیر بناؤ گے تو اُس کو ہادی مہدی پاؤ گے تم کو
صراط مستقیم پر چلائیگا مگر جہاں تک میں تم لوگوں کا

المستقیم رواہ احمد علیؑ علیؑ وروی
ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ عن
حذیفۃ ولفظہ وما انکم فا
علین تجدوہ ھادیا مھدیا یحملکم
علی المحجۃ البیضاء رواہ الحاکم و
الطبرانی والخطیب وابن عساکر و
البیھقی - وفی الصواعق المحرقۃ
ورد بسند رواتہ مقبولون کما
قال الذھبی ولہ طرق عن
علیؑ قال قیل یا رسول اللہ من
نؤمر فقال ان تؤمروا الحدیث -
ورواہ البزار بسند رجالہ ثقات
ایضا کما قال البیھقی - وفی الشرف
المؤید نقل الحافظ ابن الحجر فی
الاصابۃ عن مسند احمد بن حنبل
بسند جید عن علیؑ قیل یا رسول
اللہ ص من نؤمر بعدک الحدیث -
وذکر عبد الحی اللکنوی فی فتاواہ
ناقلا عن کتاب اکام المرجان
فی احکام الجان فی حدیث طویل
باسناد بن عن ابن مسعود قلت
یا رسول اللہ ص الا تستخلف ابابکر
فاعرض عنی فرأیت انہ لم
یوافقہ قلت یا رسول ص الا تستخلف
عمر فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ

حال دیکھ رہا ہوں میں نہیں جانتا کہ تم اُس کو امیر
بناؤ اس کو احمد نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے
(اسی طرح ترجمہ مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق نے لکھا
ہے انہی الفاظ سے یہ حدیث مسند احمد جلد اوّل
ص۱۰۹ طبع مصر میں مرقوم ہے) اور ابو نعیم نے فضائل
صحابہ میں حذیفہ سے بایں لفظ روایت کیا ہے ما
انکم فاعلین الی آخرہ۔ یعنی میں نہیں جانتا کہ
تم اُس کو بناؤ گے۔ اگر بناتے تو تم اسکو ہادی مہدی
پاتے اور تم کو روشن دلیل پر پہونچاتا اسکو حاکم
وطبرانی وخطیب وابن عساکر وبیہقی (وابوداؤد
عن حذیفۃ واحمد وابو نعیم فی الحلیۃ) نے روایت
کیا ہے اور صواعق محرقہ ص۲۷ میں ہے اور ایسی
سند سے روایت ہے کہ اُس کے سب راوی مقبول
ہیں جیسا کہ ذہبی نے کہا ہے اور اس کے چند طریقے
حضرت علی سے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم
کس کو امیر بنائیں۔ فرمایا اگر تم امیر بناؤ۔ الخ اور
اس کو بزار نے ایسی سند سے ہیں کہ عرض کیا گیا
جس کے رجال ثقہ ہیں جیسا کہ بیہقی نے کہا ہے؛
اور الشرف المؤید ص۵۵ میں ہے۔ حافظ ابن حجر
نے اصابہ میں مسند احمد بن حنبل سے بسند جید
حضرت علیؑ سے روایت کی عرض کیا گیا یا رسول آپ
کے بعد ہم کس کو امیر بنائیں۔ الخ اور عبدالحی لکھنوی
نے اپنے فتاوے جلد اوّل ص۳۵۱ میں ناقلا کتاب آکام
المرجان فی احکام الجان سے حدیث طویل میں دو اسنادوں
سے لکھا ہے کہ ابن مسعود کہتا ہے میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ ص حضرت ابوبکر کو کیوں خلیفہ نہیں بناتے تو آنحضرت ص نے مجھ سے روگردانی فرمائی میں نے
یہ بات اُن کو موافق نہیں آئی پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ ص حضرت عمر کو آپ خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱؎ اسی طرح بعینہٖ لآلی سیوطی مطبوعہ مصر جلد۱ ص۱۶۸ میں باسناد طبرانی دو اسنادوں سے لکھ کر اسکا شاہد بھی لکھا اور تقویت بیان کی ۱۲ مترجم؎

قلت یا رسول اللہ الا تستخلف علیا قال ذٰلک والذی لاالٰہ غیرہ لو بایعتموہ واطعتموہ ادخلکم الجنۃ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ۔ وفی مسند احمد بمعناہ وشہاب الدین احمد فی توضیح الدلائل وقد وثق صاحبہ ای صاحب اٰکام المرجان الذہبی فی المعجم وکذا فی کشف الظنون وکذا السیوطی فی تحفۃ الجلساء والموفق احمد واخطب خوارزم فی کتاب علیؑ وغیرہم وقد اجاب عبدالحی لسؤال نشأ من کتاب عبقات الانوار بتصدیق الروایتین وتسلیمہما بان وقعۃ لیلۃ الجن کانت ست مرات فارتفع التعارض بتعدد الواقعۃ ہٰذا۔ واطال فی توثیقہ وقال حسن الحدیث مرزا محمدؒ معتمد جان بدخشی فی تحفۃ المحبین فی مناقب الخلفاء الراشدین لتعدد الطرق ونقل عن اٰکام المرجان ان وقعۃ لیلۃ الجن۔ الخ اقول قولہ علیہ السلام لا اراکم فاعلین من معجزاتہ الباہرۃ لانہ وقع کما اخبربہ علیہ السلام وان رؤیتہ

تب بھی رسولؐ نے روگردانی فرمائی۔ میں نے سمجھا یہ بھی حضرت کو ناگوار گذرا پھر میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ حضرت علیؑ کو آپ کیوں خلیفہ نہیں بناتے؟ حضور نے فرمایا اُس اللہ کی قسم ہے جس کے بغیر کوئی لائق عبادت نہیں ہے کہ اگر تم اُس کی بیعت کروگے تو تم کو وہ بہشت میں داخل کرے گا۔ اس کو ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور مسند احمد میں اس کے ہم معنے ہے۔ اور شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں روایت کیا ہے اور صاحب آکام المرجان بدرالدین محمدؐ بن عبداللہ شبلی حنفی کی توثیق معجم میں ذہبی نے کی ہے۔ اور اسی طرح کشف الظنون میں ہے۔ اور اسی طرح سیوطی نے تحفۃ الجلساء میں اور موفق احمد اور اخطب خوارزم نے کتاب علیؑ میں روایت کیا۔ مولوی عبدالحی۱؎ صاحب نے اس سال کا جو کتاب عبقات الانوار سے پیدا ہوا جواب دیا ہے کہ ہر دو روایت حدیث مذکور کی معتبر ہیں۔ اور تسلیم کیا کہ واقعہ لیلۃ الجن چھ دفعہ ہوا ہے۔ لہٰذا کوئی تعارض بسبب تعدد واقعہ کے نہیں ہے۔ اور اُس نے حدیث کی توثیق میں طوالت کی ہے اور کہا کہ مرزا محمدؒ معتمد جان بدخشی نے تحفۃ المحبین میں بکثرت طرق اس کو حدیث حسن سے تعبیر کیا ہے۔ اور آکام المرجان سے نقل کیا کہ واقعہ لیلۃ الجن۔ چھ

(۱؎ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ہے۔)

کانت بالقلب لا بالبصر کما حقق فی مقامہ ان الرؤیۃ من افعال القلوب فاذا استعمل فی معناہ الاصلی ای بمعنی القلب یقتضی المفعولین کما فی ھذا الحدیث واذا استعمل فی معناہ المجازی ای رؤیۃ البصر۔ یقتضی المفعول الواحد کما فی شرح الجامی والرضی وغیرھما۔ ومنھا قولہ علیہ السلام الحق مع ذالحق مع ذا یعنی علیا لہ ۲ ابو یعلی وسعید بن منصور عن ابی سعید کذا فی کنز العمال ومنھا قولہ علیہ السلام اللّٰھم ادر الحق مع علیؑ

مرتبہ واقع ہوا الخ۔ (دیکھو مجموعہ فتاوی عبدالحی) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ نبی کا فرمانا کہ میں نہیں جانتا کہ تم علی کو بتاؤ گے معجزات ظاہرہ نبویہؐ سے ہے۔ اور یہ رویت نبوی قلب سے دیکھنا تھا نہ بصر سے جیسا کہ اپنے مقام پر محقق ہے۔ کہ رویت افعال قلوب سے ہے۔ پس جب اپنے اصلی معنی پر مستعمل ہو یعنے بمعنے رویت قلب کے تب یہ فعل دو مفعولوں کو چاہتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور جب مجازی معنے میں مستعمل ہو یعنی رویت بصری پر تو ایک مفعول چاہتا ہے جیسا کہ شرح جامی ورضی وغیرہ میں ہے۔ اور منجملہ نصوص کے ہے قول نبیؐ کا حق اُس کے ساتھ ہے حق اُس کے ساتھ ہے یعنی حضرت علیؑ کے ساتھ ہے۔ اس کو ابو یعلی وسعید بن منصور نے ابو سعید سے روایت کیا ہے اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ میں ہے اور منجملہ نصوص کے قول نبیؐ کا اللھم ادر الحق معہ یعنے یا اللہ علیؑ کے ساتھ حق کو پھیر۔

لہ سائل نے پوچھا کہ شیعہ اس روایت سے خلافت علیؑ کی نص ثابت کرتے ہیں کیا مؤلف آکام المرجان فی الواقع معتبر ہے اور توثیق منقولہ اس کی صحیح ہے اور یہ روایت معتبر ہے اور پھر اس سے بطلان خلافت شیخین اور نص خلافت علیؑ ثابت ہے۔ مولوی عبدالحی نے جواب میں توثیق کی تصدیق کی اور روایت کو معتبر مانا سرفع تعارض بھی بیان کیا اور نص کا جواب دیا کہ یہ نص علی کے لیے نہیں البتہ نبیؐ کو معلوم تھا کہ لوگ علی کی خلافت کریں گے اس لیے اطاعت کی ترغیب دی ہے۔ ۱۲ مترجم ۱ لہ ۲ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ میں باسناد ابی یعلی وسعید بن منصور یہ الفاظ بھی ہیں الحق مع ذا یعنی علیا۔ اور تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۱۶ میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے۔ این حدیث را نیز اہلسنت علی الاُس والعین قبول دارند۔ اور حدیث القرآن مع علی لا یفترقان کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ میں باسناد حاکم وطبرانی فی الاوسط مروی ہے۔ اور اصابہ کے حاشیہ پر استیعاب جلد ۴ صفحہ ۔۔ میں باسناد مرفوعًا مروی ہے کہ فتنے پیدا ہوں گے جب یہ ہو فالزموا علی بن ابی طالب رسولؐ اختلاف اور فتنہ کے زمانہ میں حضرت علی سے

تمسک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۲۹۴ میں باسناد حاکم اور کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶ میں نبیؐ سے مروی ہے کہ علیؑ کو آپؐ نے فرمایا من اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی جس نے تیری فرمانبرداری کی اُس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی اس حدیث سے صحابہ کی مخالفت دوبارہ خلافت اور بیعت اور جنگ جمل وصفین وغیرہ مقابلہ کر کے انصاف فرمادیں۔ کنز العمال کے الفاظ میں ہے من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی۔ ۱۲ مترجم۔

ع۵ اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب مطبوعہ مکہ مکرمہ ص۵ میں حافظ ابن جزری مؤلف حصن حصین باسناد طویل جناب فاطمہ زہرا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا انسیتم قول رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ وقولہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ علیہ السلام انتہیٰ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تنازع خلافت کے وقت اس طرح فرمایا ہے اور جزری اس کے بعد کہتا ہے۔ وھکذا اخرجہ الحافظ الکبیر ابوالموسی المدینی فی کتابہ المسلسل بالاسماء وقال وھذا الحدیث مسلسل من وجہ اٰخر وھوان کل واحد من الفواطم تروی عن عمۃ لھا الخ ۱۲ مترجم۔

حیث دار رواہ الترمذی۔ کذا فی کنز العمال۔ ومنھا قولہ علیہ السلام علیؑ مع القراٰن والقراٰن مع علیؑ لا یفترقان حتیٰ یردا علیّ الحوض کذا فی تاریخ الخلفاء بروایت الطبرانی ومنھا قولہ علیہ السلام انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا وقد مر۔ ومنھا ما فی کنز العمال روی ابو نعیم فی الحلیۃ۔ مسند سید الحسن مرفوعاً ادعوالی سید العرب قلت الست سید العرب قال انا سید ولد اٰدم و علی سید العرب فلما جاء علیؑ قال یا معشر الانصار الا ادلکم علیٰ ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابدا ھذا

جہاںؐ وہ پھرے جیسا کہ (تفسیر کبیر بحث جہر بسمیہ) کنز العمال جلد ۲ ص ۲۱۳ میں بروایت ترمذی ہے اور منجملہ نصوص کے قول نبیؐ کا علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ ہر دو حوض پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸ میں بروایت طبرانی ہے اور منجملہ نصوص کے حدیث انا مدینۃ العلم ہے۔ یعنی میں شہر علم کا ہوں اور علیؑ ان کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث بیان علم علی میں گذر چکی ہے اور منجملہ نصوص کے جو کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ میں بروایت ابو نعیم حلیہ میں مسند سیّد حسن سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا سردار ہوں اور عرب کا سردار علیؑ ہے پس جب حضرت علی آئے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے گروہ انصار میں تم کو اس چیز پر راہنمائی نہ کروں کہ اگر تم اس سے تمسک کرو

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے۔)

علی فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عزوجل کذا فی ارجح المطالب وزاد ورواہ ایضا ابو البوالبشر عن سعید بن جبیر واخرجہ المحب الطبری فی الریاض والطبرانی فی الکبیر واخرجہ البیہقی والحاکم والخطیب فی تاریخہ عن عائشۃ وروی الدار قطنی بمعناہ عن ابن عباس ولہ شواھد کثیرۃ۔ فی کنز العمال عن الطبرانی والخطیب وابن الجوزی بمعناہ۔ ومنھا مارواہ الترمذی واحمد عن ابی جنادۃ علیٌّ منی وانا من علیٍّ ولا یؤدی عنّی الا انا

تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ قابل تمسک حضرت علیؑ ہے۔ اُس کو میری محبت سے محبوب سمجھو اور میری عزت سے (اوسکی) عزت کرو۔ اس امر کا مجھے جبرئیل نے خدا کی طرف سے حکم دیا ہے۔ اسی طرح ارجح المطالب ص۲۰ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ اس کو میری محبت ابوالبشر نے بھی سعید بن جبیر سے اور محب طبری نے ریاض میں اور طبرانی نے کبیر میں و بیہقی و حاکم و خطیب نے تاریخ میں بی بی عائشہ سے اور دار قطنی نے ہم معنی اس کے ابن عباس سے روایت کیا اور اس کے بہت شاہد ہیں۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۷ میں بروایت طبرانی و خطیب و ابن جوزی کے اس کے ہم معنے مروی ہے۔ اور منجملہ نصوص کے وہ ہے جو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و احمد نے ابی جنادہ سے روایت کی ہے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور میری طرف سے کوئی نہیں پہونچا سکتا میں خود

۱؎ حدیث اللّٰھم ادر الحق مع علی۔ اس کے مقابل یہ جو حدیث بنائی گئی ہے۔ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔ ضعیف ہے۔ اسکی سند میں خارجہ بن عبد اللہ ہے جس کو احمد اور ذہبی نے ضعیف کہا ہے اور ابن حجر نے تقریب میں اس کی نسبت لکھا ہے لہ اوھام کذا فی المکاشف للذھبی اور یہ روایت طبرانی میں عائشہ سے ہے۔ جس کی سند میں عبد الرحمن بن ابی الزناد ہے۔ جو لین الحدیث ہے۔ اور قابل احتجاج نہیں چنانچہ مجمع الزوائد اور کاشف میں ہے۔ اور تقریب ابن حجر میں ہے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ دیکھو صیانۃ الانسان مؤلفہ شیخ محمد بشیر سہسوانی مطبوعہ مصر ص۱۳۶ و ۱۳۲ و ص۱۴۰ آخر میں لکھا لا یخلو طریق من طرق من مقال یعنی کوئی اسناد اس حدیث کی جرح سے خالی نہیں ہے (از کتب خانہ مکہ معظمہ) ۲؎ علیٌّ اور علیٍّ دونوں مروی ہیں۔ یعنی حوض پر یا میرے پاس حوض پر معنے ہوں گے۔ یہ حدیث تاکیداً اتمام حجت کے لئے نبیؐ نے مرض الموت میں علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمائی اور فرمایا میرے بعد جو پوچھنا ہو اس علی اور قرآن سے پوچھنا دیکھو بحث حدیث قرطاس۔ ۳؎۔ حدیث لا یؤدی عنی الا انا او علی۔ خصائص نسائی طبع لاہور صفحہ ۴۵ و طبع مصر ص۲۰ میں اسی طرح ہے نیز الا رجل من اھلی اور صفحہ ۴۶ میں رجل من اھل بیتی او رجل منی آیا ہے۔ اور کبیر جلد ۱ صفحہ وکذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۸۹۔ اور قصہ ابلاغ سورہ براۃ کا بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۵۲ و جلد ۲

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

صفحہ ۴۸ میں بھی ہے۔ اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۸ میں ہے۔ عام لوگوں کا انتخاب کیسے صحیح ہو جبکہ رسل اولی العزم سے موسےٰ نے ستر آدمی کا انتخاب کیا اور ان کو سفہاؤ کا خطاب ملا۔ واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلاً لمیقاتنا۔ آیت "واجعل لی وزیراً" کی تفسیر مثل بیان تفسیر کبیر کے تفسیر در منثور سے فلک النجاۃ صفحہ آئندہ میں باسانید منقول ہے۔ ایضاً حدیث منزلت۔ حضرت ہارونؑ اگر حضرت موسےٰ کے بعد زندہ ہوتے تو بلاشک وہی خلیفہ عین حیات و بعد ممات ہوتے مگر اتفاق سے فوت ہو گئے۔ اور حضرت علیؑ مثل ہارونؑ بجز نبوت جملہ صفات میں ان کے شریک تھے۔ وہ جیسے عین حیات نبینا محمدؐ میں سب سے برتر خلافت کے مستحق اور واقع میں خلیفہ تھے ویسے ہی بعد وفات سرور کائنات خلیفہ تھے کوئی ان کے برابر نہ تھا اور نہ وہ صفت خلافت جو زندگی پیغمبرؐ میں ان کو حاصل تھی جس میں وہ دوسروں سے ممتاز تھے بعد وفات پیغمبرؐ مسلب ہو گئی تھی اور مشبہ و مشبہ بہ کے درمیان اکثر اور اغلب صفات کا اشتراک ہوتا ہے نہ کل کا لہٰذا یہ اعتراض کہ ہارون حیات موسیٰ میں فوت ہو گئے اور حضرت علی بعد وفات نبیؐ زندہ رہے اس لئے مشابہت صحیح نہیں ادنیٰ تامل سے لغو ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اعتراض مخبر صادق پر آتا ہے جنہوں نے مشابہت دی ہے ۱۲ مترجم؛ ؎ یہ حدیث رسولؐ خدا نے اس وقت فرمائی جب کہ سورۃ براءۃ کی آیات حضرت ابوبکر کے حوالہ فرمائیں کہ مکہ میں جاکر لوگوں کو پہنچائے مگر وحی اتری کہ نہیں احکام شریعت پہنچانے کے واسطے یا تو خود ہے یا تیرے جیسا جو تیرے خاندان سے تیرا زیادہ قریبی ہے یعنی علیؑ تب حضرت نبیؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ تو جا اور ابوبکر سے آیات لے کر پڑھ اور احکام پہنچا ابوبکر نے واپس آکر وجہ پوچھی تو نبی علیہ السلام نے یہ حدیث سنائی دیکھو تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ اور اس کے بہت روایات صحیحہ سے اس قصہ کو لکھا ہے۔ اور دیگر تفاسیر اہل جماعت نے اس قصہ کو بالاتفاق لکھا ہے۔ اور صحاح ستہ میں بھی موجود ہے پس جب اچند آیات و احکام کی تبلیغ کے لائق ابوبکر صاحب نہ تھے تو جملہ قرآن و احکام شریعت میں پیشوا و امام واجب الاطاعت تمام عالم کا کس طرح ہو سکتا ہے؟ فافہم۔ ۱۲ مترجم۔

او علیؑ کذا فی المشکوٰۃ والصواعق المحرقۃ بزیادۃ روایۃ النسائی وابن ماجۃ۔ ومنھا قولہ علیہ السّلام انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰؑ الا انہ لا نبی بعدی اخرجہ الشیخان وغیرھما کذا فی تاریخ الخلفاء ومنھا قولہ تعالیٰ

یا حضرت علیؑ اسی طرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵۶ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۳ میں بروایت نسائی و ابن ماجہ کے ہے؛ اور منجملہ نصوص کے فرمان نبویؐ جو صحاح ستہ میں ہے کہ یا علیؑ تو میرے لئے ہارون کے منزلہ موسیٰؑ سے ہے مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے ایسا ہی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۲ میں ہے۔ اور منجملہ اُن نصوص کے قول اللہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین ہے۔

وانذر عشیرتك الاقربین - فی
کنزالعمال عن علیؑ قال لما نزلت
ھٰذہ الآیۃ وانذر الخ جمع النبیؐ
من اھلبیتہ فاجتمع ثلاثون فاکلوا
وشربوا فقال لھم من یضمن عنی دینی
ومواعیدی ویکون معی فی الجنۃ
ویکون خلیفتی فی اھلی قال رجل
یارسول اللہؐ انت کنت بحرامن
یقوم بھذا ثم قال الآخر فاعرض
ھٰذا علیٰ اھلبیتہ واحدًا واحدًا
فقال علیؑ انا رواہ احمد و ابن جریر
وصححہ والطحاوی والضیاء المقدسی
وفیہ فی روایۃ اخریٰ وزاد واخی
وصاحبی ووارثی وقال فی آخرہ
قال علیؑ فلذلك ورثت ابن عمی
دون عمی وفیہ اورد حدیثاً طویلاً
عن علیؑ وفیہ قصۃ دعوۃ النبیؐ
الی الطعام وجمع بنی المطلب فلما
اجتمعوا واکلوا وشبعوا فبادر ابولھب
بالکلام علی النبیؐ وتفرقوا ولم
یسمعوا ھٰذا الیوم ثم صنع ھکذا فی
الیوم الثالث وکلم النبیؐ یا بنی
عبدالمطلب انی واللہ قدجئتکم بخیر
الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ ان
ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری
ھٰذا فقلت وانا احدثھم سنا وارمصھم
عینا واعظمھم بطنا واحمشھم ساقا انا یا

جیسا کہ کنزالعمال جلد ۶ ص ۳۹۶ میں حضرت علیؑ سے
مروی ہے۔ جب یہ آیت وانذر کی اُتری تو نبیؐ نے
اپنے کنبہ کے آدمیوں کو جمع کیا۔ تیس آدمی جمع ہوئے
اور انہوں نے کھانا کھایا دودھ وغیرہ پیا اُس کے
بعد نبی صلعم نے فرمایا۔ کون میری طرف سے میرے
قرض کا اور میرے وعدوں کا ضامن ہوتا ہے؟ وہ
میرے ساتھ بہشت میں اور میرے اہل میں خلیفہ
ہو۔ ایک آدمی نے کہا تو دریا ہے یہ کام کون کر
سکتا ہے۔ پھر اور ایک شخص نے اسی طرح کہا۔
تب رسولؐ نے اپنے اہل بیتؑ کے ایک ایک
آدمی پر پیش کیا حضرت علیؑ نے عرض کیا میں
ہوں۔ اس کو احمد نے اپنے مسند جلد ۱ ص ۱۱۱ و
ابن جریر نے روایت کیا اور صحیح کہا اور طحاوی
وضیاء مقدسی نے بھی روایت کیا۔ اور کنزالعمال
جلد ۶ ص ۴۰۸ میں بروایت دیگر زیادہ کیا کہ کون ہے
جو میرا بھائی اور صاحب اور میرا وارث ہوا ہوں۔
اور میرا چچا عباس وارث نہیں ہوا۔ اور ص ۳۹۷/۳۹۲
جلد ۶ میں ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے جس میں
نبی کی دعوت کا قصہ طعام کے لئے اور بنی مطلب کو
جمع کرنا مذکور ہے۔ اور کہا کہ جب لوگ سیر ہو گئے تو
ابولہب نے نبیؐ پر کلام میں سبقت کر لی۔ اور لوگ
متفرق ہو گئے اور اُس دن کچھ نہ سُنا پھر دوسرے
دن بھی اسی طرح ہوا۔ پھر تیسرے دن طعام کھلا کر
نبیؐ نے کلام شروع کی کہ اے بنی عبدالمطلب خدا
کی قسم میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بہتری
لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے امر کیا ہے کہ میں
تم کو اُس کی طرف بلاؤں پس تم میں سے میرے اس کام

(باقی اگلے صفحہ پر)

یا نبی اللّٰہ اکون وزیرك علیہ۔ پر کون وزیر بنا چاہتا ہے؟ حضرت علیؑ فرماتے ہیں اگرچہ میں نوجوان اور آنکھوں میں میل رکھتا تھا اور میرا پیٹ بڑا تھا اور پنڈلیاں باریک تھیں تاہم میں نے عرض کیا یا نبیؐ اللہ میں اس کام کا ذمہ دار ہوں آپکا اس کام میں وزیر ہوں گا۔

لہ یہ حدیث مطابق آیت واجعل لی وزیراً من اھلی الآیۃ کے ہے۔ موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کے لیے دُعا کی کہ پروردگار امیرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور شریک نبوت بنا تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔ وزارت سے بوجھ اُٹھانا اور بار نبوت بانٹ لینا مراد ہے۔ جیسا کہ معنی وزیر کا مفہوم ہے جو وزر سے مشتق ہے۔ اور جعل خلافت (یعنی تقرر خلافت) اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے انی جاعل فی الارض خلیفۃ فی الارض میں ہے۔ اسی واسطے موسیٰ نے دعا کی کہ یا اللہ تو میرا وزیر بنادے۔ اگر خود حضرت موسیٰ بنا سکتے تو دعا کی ضرورت نہ ہوتی۔ حضرت علی کے لئے خود خدا تعالیٰ نے بلغ ما انزل الیك کا حکم فرمایا کہ خلافت علی کا اعلان کردے اور جب ہو گیا اور خلیفتی و وزیری و مولیٰ کل مؤمن کے الفاظ حضرت علی کے حق میں ظاہر فرما چکے تو مطابق دعائے موسیٰ رب اشرح لی الآیۃ کے آیت الم نشرح الخ نازل ہوئی یعنی ہم نے تیرا وزیر بنا کر تیرا شرح صدر کردیا اور تیرا بوجھ اٹھانے والا بنادیا۔ اس کی تائید اہل جماعت کے معتبر امام فخرالدین رازی کی تفسیر جلد ۳ صـ۱۶ سے لکھی جاتی ہے قولہ تعالیٰ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ الآیہ لکھا ہے۔ ایک جماعت کے قول میں یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے۔ کیونکہ رسول خداؐ نے خیبر کے دن انہی کے حق میں ظاہر فرمایا لادفعن الرایۃ غداً الی رجل یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ جو صفت آیت میں مذکور ہے۔ اور نیز مابعد اس آیت کا ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ضرور حضرت علیؑ کے حق میں ہے۔ پس ماقبل بھی انہی کے حق میں ہونا موزون ہے۔ پھر ابوبکر صاحب کے حق میں خیالی پلاؤ پکا کر انما ولیکم اللّٰہ کی تفسیر میں لکھتا ہے عطاء ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں اُتری۔ پھر قصہ تصدق انگشتری نقل کیا۔ پھر لکھا حضرت ابی ذر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ ایک ظہر کی نماز پڑھی اور ایک سائل نے مسجد نبوی میں آکر سوال کیا مگر کسی نے اُس کو کچھ نہ دیا سائل نے کہا خدایا تو گواہ ہو کہ میں مسجد نبوی سے خالی جارہا ہوں۔ تب حضرت علیؑ نے اپنی خنصر دائیں سے رکوع کی حالت میں اشارہ فرمایا اور سائل نے آکر انگوٹھی آپ کی انگشت سے اُتار لی اور اس حال کو رسول خداؐ دیکھ رہے تھے۔ اور فرمایا اللّٰھم ان اخی موسیٰ سئلك فقال رب اشرح۔ الآیۃ فانزلت قرآنا۔ الخ یعنی یا اللہ میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا کہ یا رب میرا سینہ کھول دے تاکہ کہا میرے کام نبوت میں میرے بھائی ہارون کو شریک بنا اور تو نے قرآن میں خبر دی فرمایا ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ساتھ قوی کرتے ہیں۔ خدایا میں محمدؐ تیرا نبی و صفی

(بقیہ آیندہ صفحہ پر ہے)

ہوں فاشرح لی صدری و یسرلی امری واجعل لی وزیرا من اہلی علیاً اشدد بہ ظہری قال ابوذر فواللہ ما اتم رسول اللہؐ ھذہ الکلمۃ حتیٰ نزل جبریل فقال یا محمد اقرأ انما ولیکم اللہ ورسولہ۔ الآیۃ۔ یعنے آنحضرت صلعم نے دُعا کی خدایا میرا سینہ کھول دے میرا کام آسان کر دے اور میرے اہل سے میرا وزیر حضرت علیؑ کو بنا دے اور اس سے میری پشت کو مضبوط فرما حضرت ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم رسول اللہؐ نے یہ کلمۂ دُعا ابھی ختم نہیں کیا تھا کہ جبرئیلؑ یہ آیت لے کر اُترا اور کہا یا محمدؐ پڑھئے انما ولیکم اللہ۔ الآیۃ۔ یعنی بکلمہ حصر خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم مسلمان کا سردار فقط اللہ اور اُس کا رسول اور وہ مومن ہیں۔ الخ۔ اور اسی تفسیر کبیر کے ص۴۳۰ میں ولی کا معنے متصرف لکھا ہے مثل مضمون تفسیر کبیر کے مطالب السئول ص۳۱ میں باسناد ثعلبی اور نور الابصار ص۶۹ میں بھی ہے ۱۲ مترجم۔

عہ اور جب موسیٰ نے دُعا کی تو خدا تعالیٰ نے قبول فرما کر یہ حکم بھیجا وجعلنا معہ اخاہ ھارون وزیرا الآیۃ۔ پ۱۹ سورہ فرقان اسی طرح دعا ابراہیم کا نتیجہ کہ تا قیامت اُن کی پُشت میں امامت باقی رہے حضرت علیؑ کے حق میں اور آپ کی اولاد سے جو ائمہ ہیں اُن کے حق میں ظاہر ہُوا۔ دعا یہ تھی واجعل لی لسان صدق فی الآخرین یعنے آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اس کے جواب میں ارشاد باری یوں ہوا وجعلنا لہم لسان صدق علیا۔ اس کی تفسیر میں باسانید تفسیر برہان میں امام صادق و عسکریؑ ورضاؑ سے مروی ہے کہ علیاً سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور آپ کی اولاد بالتبع اس میں شامل ہے۔ چنانچہ فرمایا وجعلنا کلمۃ باقیۃً فی عقبہ اس کی تفسیر میں باسانید تفسیر برہان وصافی صادقؑ و سجادؑ و باقرؑ و امیر المومنین علیہم السلام سے مروی ہے کہ اس سے ائمہ اولاد حسینؑ کے مراد ہیں جیسا کہ نبوت اولاد ہارونؑ میں باقی رہی اگرچہ موسیٰؑ اُن سے افضل تھے۔ ۱۲ مترجم؛

فاخذ برقبتی فقال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع وتطیع لعلیؑ رواہ ابن اسحاق وابن جریر و ابن ابی حاتم وابن مردویہ و ابونعیم والبیھقی فی الدلائل

نبیؐ نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا کہ یہ تم میں میرا بھائی و وصیؐ و خلیفہ ہے۔ پس اس کا حُکم سُنو اور اُس کی فرمانبرداری کرو۔ قوم کے آدمی کھڑے ہُوئے اور ہنسی ٹھٹھول کرنے لگے اور ابی طالب کو کہنے لگے کہ دیکھ اب تجھے تیرے بھتیجے نے حکم دیا ہے کہ تو اپنے بیٹے حضرت علیؑ کا حکم سُن کر اس کی اطاعت کر۔ اس کو ابن اسحاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ وابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا۔

عہ اگلے صفحہ پر

سلہ یہ قصہ بعینہٖ دعوت قریش و تنصیص خلافت حضرت علیؑ کا تواریخ انگریزی سے کتب ذیل میں مرقوم ہے جن میں یہی الفاظ بحق علی منقول ہیں کہ یہ میرا وصی اور خلیفہ ہے۔ (۱) کتاب اپالوجی فرام محمدؐ اینڈ قرآن مؤلفہ ڈیون پورٹ صاحب ص۸ (۲) مسٹر کار لائل صاحب کی کتاب ہیروز اینڈ ہیروز واشپ لکچر دوئم ص۶۱ (۳) کتاب خلفاء محمدؐ محمد اینڈ ہز سکسیسرز مؤلفہ واشنگٹن ایرونگ ص۳۷ (۴) ڈیکلائن اوف رومن ایمپائر مؤلفہ مسٹر گبن جلد سوم ص۴۹۹ (۵) نیو پاپولر ان سائیکلوپیڈیا ص۱۳۹ (۶) اوکلی صاحب کی تاریخ اسلام ص۱۵/۱۴ (۷) گلبن سارا مغز مطبوعہ ولنڈن و ص۸۳/۲۲۵ (از ثبوت خلافت وغیرہ) در رسالہ الوصی مطبوعہ مطبع اصلاح کجھوہ۔ نیز کتب تفاسیر و تواریخ و احادیث میں اس حدیث کے الفاظ مختلف اور مترادف مروی ہیں۔ منجملہ اُن کے یہ ہیں جو متن کتاب میں درج ہوئے اور جو متن میں درج نہیں لفظ وزیری کا ہے۔ اور اس لفظ کو چونکہ وزارت ہارون سے مناسبت ہے لہذا لکھا جاتا ہے۔ کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۵ میں بروایت ابن عمر باسناد طبرانی مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا یا علی انت اخی و وزیری۔ الحدیث اور اسی طرح در منثور جلد ۵ ص۹۷ میں بھی ہے۔ نیز کتب تواریخ و تفاسیر کثیرہ میں یہ لفظ آیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

سلہ شواہد النبوۃ ص۱۶۴ میں عجیب قابل ملاحظہ قصہ لکھا ہے۔ ایک راہب کا حضرت علی کا معجزہ دیکھ کر ایمان لانا اور سوال کرنا کہ تو کون ہے؟ اور حضرت علیؑ کا جواب دینا کہ میں محمدؐ کا وصی ہوں اور راہب کا کتب سابقہ سے خبر دینا اور حضرت علیؑ کا پڑھنا الحمد لله الذی لم اکن عنده منسیا و کنت فی کتبه مذکورا۔ بہ تفصیل لکھا ہے اور بعد اس کے لکھا ہے کہ وہ راہب ملازم خدمت حضرت امیر رہا اور انہی کے ساتھ اہل شام کے مقاتلہ میں شہید ہوا اور حضرت امیرؑ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اُس کو دفن کیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور اُس راہب نے بوقت ایمان لانے کے یہ کلمہ پڑھا تھا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله و اشهد انك علیؑ وصی رسول الله ۱۲ مترجم۔

وفیه مثله بلفظ ثم قال لهم و مد یده من یبایعنی علی ان یکون اخی و صاحبی و ولیکم من بعدی فمددت یدی وقلت انا ابایعك و انا یومئذ اصغر القوم عظیم البطن فبایعنی علی ذلك وقال ذلك الطعام انا صنعته رواه ابن مردویه۔ وفیه من مسند

اور جلد ۶ ص۴۰۱ میں اسی طرح ہے۔ اس لفظ سے کہ اپنے کنبہ کے آدمیوں کو فرمایا۔ اور ہاتھ مبارک دراز فرمایا کہ کون میری بیعت کرتا ہے۔ جو میرا بھائی اور یار اور میرے بعد تمہارا سردار ہو۔ پس میں نے (یعنے حضرت علیؑ نے) اپنا ہاتھ لمبا کیا اور عرض کی میں اس پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور میں اُس دن قوم سے عمر کا چھوٹا اور بڑے پیٹ

زید بن ارقم روایۃ احمد فی المناقب
وابن عساکر بلفظ انت اخی ووارثی
قال وما ارث منك یا رسول اللہؐ
قال ما ورثت الانبیاء من قبلی
قال وما ورثت الانبیاء من قبلك
قال کتاب ربہم وسنۃ نبیہم۔ الحدیث۔
وھکذا فی المفردات للراغب الا
صفہانی وقال وسنتی بدل وسنۃ
نبیہم۔ وفیہ ان وصیی وموضع
سری وخیر من اترك بعدی
وینجز عدتی ویقضی دینی علی ابن
ابی طالب رواہ الطبرانی عن ابی
سعید عن سلمان ومثل ما فی الکنز
من قصۃ قولہ تعالیٰ وانذر۔ الآیۃ

وجعل النبیؐ علیا خلیفۃ فی تفسیر
معالم التنزیل وابن کثیر وتفسیر
سراج المنیر وتفسیر ترجمان القرآن
وتفسیر ابن ابی حاتم وتفسیر ابن
مردویہ وتفسیر الثعلبی وتفسیر
درمنثور وتفسیر خازن وتفسیر طبری
وسیرۃ ابن اسحاق وروضۃ الصفا
وتاریخ حبیب السیر وتاریخ الکامل۔

والا تھا پس حضرتؐ نے اسی پر میری بیعت لی اور
حضرت علیؑ فرماتے ہیں یہ طعام قوم کے لیے میں نے
ہی بنایا تھا۔ اس کو ابن مردویہ نے روایت کیا
اور ابن عساکر نے اس عبارت سے نقل کیا کہ نبیؐ
نے فرمایا یا علیؑ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔
علیؑ نے عرض کی میں آپ کی کس چیز کا وارث
ہوں گا۔ فرمایا جس چیز کا میں پیغمبران سابقین سے
وارث ہوا ہوں۔ عرض کیا آپ پیغمبروں کے کس
چیز کے وارث ہوئے ہیں فرمایا کتاب اللہ اور
سنت نبویؐ کا اور اسی طرح مفردات راغب
اصفہانی ص۵۴۲ طبع مصر میں ہے۔ اور اُس میں بجائے
سنت نبوی کے میری سنت کا لفظ ہے۔ اور
کنز العمال ص۱۵۴ جلد ۶ میں ہے۔ تحقیق میرا وصی[1] اور
میرا ہمراز اور جس کو میں اپنے بعد سب سے بہتر
چھوڑے جاتا ہوں۔ اور جو میرے وعدوں کو پورا
کرے گا اور جو میرا قرضہ ادا کرے گا وہ علی بن
ابیطالب ہے۔ اس کو طبرانی نے ابی سعید عن
سلمان سے روایت کیا۔ نیز اسی طرح شرح مواقف
ص۴۲۲ میں ہے۔ اور مثل مضمون کنز العمال کے قصہ
نزول آیت وانذر عشیرتك الاقربین اور
حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بیان فرمانا تفسیر معالم ص۶۶۳ و
تفسیر ابن کثیر جلد ۷ ص۱۹۱ و تفسیر سراج المنیر جلد ۳ ص۴۲ و

[1] اسی طرح ذخائر العقبیٰ میں محب طبری نے باسناد حافظ ابوالقاسم بغوی کے معجم الصحابہ میں بریدہ سے
مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دیکھو ذخائر العقبیٰ الطبری مطبوعہ مصر ص۷۱ لکل نبی وصی ووارث وان علیا
وصیی ووارثی۔ (از کتب خانہ جدہ حجاز)۔

وتاریخ ابی الفداء و معارج النبوة
الطبری والسیرة الحلبیه والخصائص
للنسائی وغیرها وقال الحافظ
ابن کثیر فی تفسیره بعد ذکر
اسانید الحدیث وجرحه علیٰ
اسناد واحد فهذه طرق متعددة
لهذا الحدیث عن علیؑ۔ وفی
الدر اخرج ابن اسحٰق ابن
جریر وابن ابی حاتم وابن
مردویه وابو نعیم والبیهقی فی
الدلائل من طرق عن علیؑ وفیه

تفسیر ترجمان القرآن ص ۹۹ وتفسیر ابن ابی حاتم وتفسیر
ابن مردویہ وتفسیر ثعلبی وتفسیر در منثور جلد ۵ ص ۹۷ و
تفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۷۱ وتفسیر طبری جلد ۱۹ ص ۶۸ و
سیرۃ ابن اسحاق و روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۲۶ و
تاریخ حبیب السیر جلد ۱ ص ۱۶ وتاریخ کامل جلد ۲
ص ۲۲ وتاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۱۶ ومعارج النبوۃ
جلد ۲ ص ۲۵ وتاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۷ وسیرۃ حلبیہ
جلد ۱ ص ۲۸۶ وخصائص نسائی طبع لاہور ص ۲۲ و ص ۱۸
طبع مصر میں ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر
میں اسانید حدیث کے ذکر کرنے کے بعد اور ایک
اسناد پر جرح کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ اس حدیث
کے بہت طریقے حضرت علیؑ سے ہیں۔ اور تفسیر در منثور جلد ۵ ص ۹۷ میں ہے کہ ابن اسحاق وابن جریر و
ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابونعیم وبیہقی نے دلائل میں چند طریقوں کے ساتھ حضرت علیؑ سے اس حدیث
کو روایت کیا ہے اور اسی در منثور کی ایک

فایکم یوازرنی[1] علی امری هذا و
اخرج ابن مردویه عن البراء
بن عازب قال نزلت وانذر الآیة
فهذه الاحادیث یقوی بعضها بعضا
ویفسر بعضها بعضا والمحدثون صرحوا
بالتصحیح والتحسین بکثرة الطرق
ومعنی الحدیث ظاهر لا غبار علیه
وفی الخصائص الکبری للسیوطی و
ذکر هذه القصة من رواة کثیرة۔
وفی ینابیع المودة ناقلاً عن فرائد
السمطین (فی حدیث طویل)

روایت میں ہے۔ کون تم میں سے میرے اس
کام میں وزیر بنتا ہے؟ الخ اور ابن مردویہ نے
براء بن عازب سے روایت کی کہ جب آیت و
انذر اُتری۔ الخ اور مثل روایت کنز العمال کے
بیان کیا۔ پس جاننا چاہیئے کہ یہ احادیث بعض
مقوی بعض کی اور بعض کی ہیں۔ اور محدثین
نے تصحیح وتحسین حدیث کی بہت طریقوں سے
تصریح کی ہے۔ اور معنی حدیث کا ظاہر ہے جس پر
کچھ پردہ نہیں ہے۔ اور خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۱۲۳
طبع حیدر آباد دکن میں سیوطی نے اس قصہ نص
خلافت کو بعد نزول آیت و انذر کے بہت راویوں
سے ذکر کیا ہے۔ اور ینابیع المودت ص ۲۹۶ میں
فرائد السمطین سے لمبی حدیث میں نقل کیا ہے۔

[1] نزول انذر عشیرتک۔ رواہ ابن جریر علاوہ تفسیر کے تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۶ طبع جرمن ص ۱۱۷۳ میں

بھی ہے۔ ایک مطبع مصر کی تاریخ ہذا میں یہ تحریف ہوا ہے کہ ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا لہ واطیعوا لکھا ہے۔ مگر جب تصریح بعض روایات میں موجود ہے بہر صورت کذا وکذا کا مطلب وہی ہوگا اور قصہ نزول انذر عشیرتک الاقربین میں حضرت علیؑ کا انتظام دعوت اور مددگاری کے لئے اُٹھنا سیرت خاتم النبیین مرزا بشیر احمد قادیانی صفحہ ۱۲۷ میں بھی ہے۔ اور سب سے بڑا جواب سنیوں کے پاس ہر جگہ یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کو بھی شائد اسی طرح سمجھیں تو یاد رہے کہ ایک اسناد کو ابن کثیر نے ضعیف کہا باقی صحیح وحسن کے درجہ پر ہیں اور ابن جریر کی تصریح تصحیح بھی درج فلک النجاۃ ہے۔ پھر کثرت طرق سے درجہ حسن تک پہنچنا بھی ہے تو کسی حیلہ سے سنیوں کو خلاصی نہیں مل سکتی۔ اور خلیفتی کا لفظ تعلیق میں بھی گذر چکا ہے۔ اہل تسنن بہت شور کرتے ہیں کہ اگر حضرت علیؑ کا خلیفہ بنانا نبی کو منظور تھا تو صاف لفظوں میں خلیفتی فرما دیتے مولیٰ کے لفظ سے کیوں خلیفہ بنایا۔ الحمد للہ کہ صاف لفظ خلیفتی بھی انہی کی معتبرہ کتب سے ثابت ہوگیا۔ دیکھئے اب کیا بہانہ تلاش کرتے ہیں۔ علاوہ بریں خصائص نسائی مترجم مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۰ میں ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے نبیؐ نے علیؑ سے فرمایا انت خلیفتی یعنی فی کل مؤمن من بعدی۔ انتہیٰ من عنیہ۔ میرے بعد تو مومنین میں میرا خلیفہ ہے۔ اور فتح الباریؒ شرح بخاری پ۱ صفحہ ۱۰۹ باب آخر ما تکلم النبی میں پہلی حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ عن ابی هریرة عن سلمان انه قال قلت یا رسول اللهؐ ان الله لم یبعث نبیا الا بیّن له من یلی بعده فهل بیّن لك قال نعم علی بن ابیطالب ومن طریق جریر بن عبدالحمید عن اشیاخ من قومه عن سلمان قلت یا رسول الله من وصیك قال وصیی وموضع سری وخلیفتی علی اهلی وخیر من اخلفه بعدی علی بن ابیطالب وعن ابی بریدة عن ابیه رفعه لكل نبی وصی وان علیا وصیی وولدی وعن ابی ذر رفعه انا خاتم النبیین وعلی خاتم الوصیین۔ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں میرا وصی علی ہے اور خلیفہ بھی۔ اور خاتم الوصیین ہے۔ اس میں اس روایت کی تضعیف کی کوشش بھی کی گئی ہے لیکن کثرت اسانید و شواہد مقویہ باللفظ والمعنے کے سبب قابل احتجاج ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم۔ ۲ؔ حوالہ ینابیع المودۃ۔ رضی الجرات جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ میں ہے اور ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کہ اکابر علماء سنیہ سے ہیں جیسا کہ ناظرین سبحۃ المرجان اور اخبار الاخیار کفوی پر مخفی نہیں ہے اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں امامت ائمہ دوازدہ اہلبیتؑ بہ ثبوت احادیث تسلیم کرتے ہیں ہر ایک کا نام لکھ کر بالترتیب شمار کیا حتی کہ امام غائب کا مثل شیعہ کے قائل ہے۔ (سلسلہ اوصیاء انبیاء) رسالہ الکلام بجھوا بابت ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ جلد ۶ صفحہ ۵ میں سنۃ اللہ ثابت کی ہے کہ نبی کا وصی ہوتا چلا آیا ہے ولن تجد لسنة الله تبدیلا۔ تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۷۶ میں اور مروج الذہب مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۶ میں ہے آدم کی

وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند شیث کو اپنا ولیعہد کیا۔ پھر ص۷۹ طبری میں لکھا اپنے فرزند شیث کو اپنا وصی کیا اور وصیت نامہ لکھ کر ان کو دیا۔ (اسی طرح رسول خداؐ حضرت علی کو وصیت نامہ لکھ کر دینا چاہتے تھے مگر رکاوٹ پیدا ہوئی) پھر ص۸۱ میں حضرت شیث کا انوش فرزند خود کو وصی بنانا لکھا ہے پھر ص۸۲ میں انوش کا فرزند خود قینان کو وصی بنانا۔ پھر قینان نے اپنے فرزند مہلائیل کو وصی بنایا۔ اور تاریخ کامل جلد ا ص۲۰ میں ہے کہ یرد نے اپنے فرزند ادریس نبیؑ کو وصی کیا۔ پھر طبری جلد ا ص۸۲ میں ہے حضرت ادریس نے اپنے فرزند متوشلخ کو وصی کیا۔ پھر صفحہ ۸۵ میں ہے مہلائیل کے فرزند یردان وصی و خلیفہ ہوئے۔ پھر ص۸۶ میں ہے حضرت ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ کو احکام خدا میں اپنا خلیفہ اور وصی بنایا۔ پھر ص۸۷ میں ہے۔ متوشلخ نے لمک کو اپنا وصی بنایا بمثل ما کان اٰباء ہ یوصون بہ جیسے ان کے آباء اجداد وصیت کرتے چلے آئے تھے۔ اور تاریخ کامل جلد ا ص۲۶ میں ہے حضرت نوحؑ کا وقت آیا تو اپنے سام کو اپنا وصی بنایا۔ اور روضۃ الصفا جلد ا صفحہ ۴۲ میں ہے حضرت ابراہیم نے دیار شام میں اپنے بیٹے اسحاق کو ولیعہد و خلیفہ بنایا۔ حضرت ابراہیم نے تو دُعا میں بھی اپنی ذریت کو شامل کیا تھا اور ایک روایت کے اعتبار سے حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے بھائی اسحاق کو وصی بنایا۔ اور روضۃ الصفا صفحہ ۵۴ میں ہے حضرت اسحاق نے اپنے فرزند یعقوب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ تاریخ طبری جلد ا ص۱۲ میں ہے حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند یوسف کو وصی بنایا اور یوسف نے اپنے بھائی یہودا کو وصی مقرر فرمایا۔ اور ص۱۶۷ میں حضرت ایوب کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فرزند حومل کو وصی کیا۔ پھر ص۲۱۸ میں حضرت موسیٰ کا حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل پر خلیفہ مقرر کرنا لکھا ہے۔ چونکہ ہارونؑ زندگی موسےؑ میں فوت ہو گئے پھر موسےؑ نے حضرت یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر کیا چنانچہ روضۃ الصفا جلد ا صفحہ ۹۳ میں ہے۔ اسی کے صفحہ ۹۷ میں یوشعؑ کے وصی کالب بن یوقنا کا اپنے بیٹے بوساموس کو وصی بنانا لکھا ہے۔ پھر حضرت الیاس نے الیسع کو وصی بنایا۔ روضۃ الصفاء جلد ا صفحہ ۱۰۰ پھر الیسع نے ذوالکفل کو وصی بنایا۔ ص۱۰۱ اور تاریخ طبری جلد ا صفحہ ۲۵۲ میں داؤد کا سلیمانؑ کو وصی بنانا لکھا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے جناب شمعون کو خلیفہ و ولیعہد مقرر کیا۔ روضۃ الصفا جلد ا ص۱۳۶

(ضرورت وصیت اور نبی صلعم کے بارہ میں اسکی گفت و شنید)

بخاری کتاب الوصایا جلد ۲ ص۷۳ اور باب مرض النبی ص۶۰ جلد ۲ مطبوعہ مصر و مطبوعہ دہلی مع الفتح پارہ ۱۱ صفحہ ۱۸ و پارہ ۱۸ صفحہ ۱۰۸ میں ہے عبداللہ بن اوفٰی سے طلحہ بن مطرف نے سوال کیا کہ کیا نبی صلعم نے وصیت کی اس نے کہا نہیں سائل نے کہا کیف کتب علی الناس الوصیۃ اوامروا بالوصیۃ قال اوصی بکتاب اللہ۔ یعنے پھر لوگوں پر کیسے وصیت کا حکم ہوا جب آپ نے خود نہیں کی۔ تو راوی نے کہا ہاں کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔ اور ابراہیم نے اسود سے روایت کی کہ حضرت عائشہ کے پاس

لوگوں نے ذکر کیا ان علیا کان وصیا۔ یعنی علیؑ نبیؐ کے وصی ہیں۔ فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ الی صدری او قالت حجری الخ اسی طرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں ہے۔ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۸۳ کے حاشیہ پر لکھا ہے کانہ فہم السوال عما اشتہر بین الجہال من الوصیۃ الی علیؑ (الی ان قال) ثم لما صرح السائل بانہ کیف یترک الوصیۃ وقد امر المسلمون بہا ذکر لہ انہ اوصی بکتاب اللہ ای ونحوہ کالسنۃ یعنی لوگوں میں مشہور تھا کہ حضرت علیؑ وصی نبیؐ ہیں جس کے لئے سائل نے پوچھا اور حضرت عائشہ نے انکار فرمایا (حالانکہ وقت وفات اور پہلے حضرت علیؑ رسولؐ کے پاس رہے سرگوشی ہوتی رہی راز کی باتیں کرتے رہے اور بقول مدارج وغیرہ حضرت علی کی گود میں جاں بحق ہوئے) جب سائل نے تصریح کی کہ مسلمانوں کو کس طرح حکم وصیت ہوگیا جب خود اس پر عمل نہیں کیا تب مجیب نے کہا کتاب وسنّت کی وصیت فرمائی ہے۔ پہلے انکار پھر اقرار اور حضرت علیؑ کے وصی ہونے پر پردہ پوشی اور کتاب وسنّت کی عام ہدایت جو ہوتی رہی اُسی کو وصیت بنا کر ظاہر کرنے سے دامن چھڑانے پر غور فرمائیے گا تو حق ظاہر ہو جائے گا اور مطالب السئول صفحہ ۲۱ میں بلا سند ابو نعیم فی الحلیۃ نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا علیؑ امیر المؤمنین سید المسلمین قائد الغر المحجلین و خاتم الوصیین ہیں۔ اور اسی میں ہے، نبیؐ نے علی کو فرمایا تبیّن لہم ما اختلفوا فیہ بعدی تو میرے بعد لوگوں کے مختلفات کو بیان کرنے والا ہے۔ یعنی وقت اختلاف کے تو حق بیان کرے گا۔ دوسری روایت میں علیؑ کو امام اولیائی و رایۃ الہدیٰ فرمایا۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں نبیؐ سے مروی ہے، حضرت فاطمہؑ کو فرمایا خداوند کریم نے تیرے باپ کو مخلوق سے چن لیا پھر دوسری دفعہ مخلوق سے تیرے خاوند علیؑ کو چن لیا اور میری طرف وحی کی کہ تیرا نکاح میں اس کے ساتھ کر دوں۔ (واتخذتہ وصیا) اور میں نے اُس کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ (رواہ الطبرانی عن ابی ایوب والحاکم عن ابی ہریرۃ و الطبرانی والخطیب والحاکم عن ابن عباس۔ اور مروج الذہب مطبوعہ مصر طبع جدید جلد ثانی صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں امام حسنؑ و امام حسینؑ کی طرف وصیت فرمائی کیونکہ یہ دونوں علیؑ کے آیت تطہیر میں شریک ہیں اور یہی قول بہت لوگوں کا ہے، جو قول نص کے قائل ہیں۔ انتہی۔ اسی طرح ہر پہلا امام اپنے مابعد امام اہلبیت کے لئے نص کر کے امام مقرر کرتا رہا ہے ۱۲ مترجم۔

اخبرنی عن وصیک قال علیہ السلام ان وصیی علی ابن ابیطالب وبعدہ سبطانی الحسن یتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسینؑ

کہ آنحضرتؐ سے سوال ہوا کہ آپ اپنے وصی سے خبر دیں فرمایا میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب ہے اُس کے بعد میرے دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اُن کے بعد حسینؑ کی صلب سے نو ہوں گے۔ سائل نے

لہ ابن عباس نے حضرت علیؑ کو سید الاوصیاء کے لفظ سے یاد فرمایا ہے جیسا کہ معاویہ کی شماتت امام حسنؑ کی موت کے بیان میں حاشیہ پر بحوالہ کتاب لکھا گیا ہے۔ اور مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۶ صہ طبع مصر میں ہے کہ محمد بن ابی بکر نے مصر میں جاتے ہی ایک خط مولوی کو لکھا کہ تیرے لیے ہلاکت ہے کہ تو اپنے کو خیر الناس و افضل الناس حضرت علیؑ کے برابر بیان کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت علیؑ رسول خدا کے وارث اور وصی اور محرم راز اور اقرب الناس ہیں اور تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ الیٰ آخرہٖ مختصراً اور یہ مضمون وصی مفصلاً متن کتاب ہذا میں آئندہ مرقوم ہے۔ عہ اس کے معارض روایات کہ جناب علیؑ کی گود میں نبیؐ کا روح مبارک پرواز ہونا اور حضرت صلعم کا فرمانا کہ میرے حبیب کو بلاؤ اور حضرت عائشہ کا فرمانا کہ اُن کی مراد علی ہیں اور علی کو بُلایا پھر اپنے جامہ میں ان کو لینا ان کا دست مبارک اپنے اوپر رکھنا اسی حالت میں فوت ہونا عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۹۴۴ میں باسناد ابن سعد و حاکم مروی ہے۔ ۱۲ منہ مترجم۔

قال یا محمد فسمہم لی۔ الحدیث. ویؤیدہ ما اخرجہ ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت یا رسول اللہ لکل نبی وصی من وصیک فقال ھل تعلم من وصی موسیٰؑ قلت نعم یوشع بن نون قال لم قلت لانہ کان اعلمھم قال فان وصیی وموضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی ابن ابی طالب ورواہ الطبرانی فی الکبیر فی مسند سلمان الفارسی وفی اللآلی للسیوطی ورواہ ابن حبان بنحوہ ورواہ العقیلی وزاد لفظ وصیی علی ابن ابیطالب ورواہ الحاکم عن بریدۃ مرفوعاً واخرجہ البغوی فی معجمہ والدیلمی فی فردوس

عرض کی یا حضرتؐ اُن کے نام بیان فرمائیں؟ جنابؐ نے ہر ایک امام کا نام فرمایا۔ اور اس کی مؤید وہ روایت ہے جو ابن مردویہ نے ابی سعید خدری سے اُس نے حضرت سلمان فارسی سے بیان کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا کیا تو جانتا ہے موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے کہا ہاں یوشع بن نون تھا فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ عالم تھا۔ آپ نے فرمایا میرا وصی اور میرا ہم راز اور سب سے بہتر جو چھوڑ جاؤں گا اور جو میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرضہ ادا کرے گا علی ابن ابی طالب ہے۔ اور اس کو طبرانی نے کبیر میں مسند سلمان فارسی سے۔ اور لآلی سیوطی میں ہے اور ابن حبان نے اور عقیلی نے بزدیات لفظ میرا وصی علی بن ابی طالب ہے اور حاکم نے بریدہ سے مرفوعاً اور بغوی نے معجم میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں اور احمد نے مناقب میں اور

الاخبار و احمد فی مناقبہ واخرج
الدار قطنی فی حدیث طویل وقال
واتخذتہ وصیا۔ و فی الجمع
للصحیحین للحمیدی ذکروا عند ام
المؤمنین عائشۃ ان علیا کان وصیا
فلم تکذبہم بل ذکرت انہا قد
سمعت ذلک من رسول اللہ حین
وفاتہ وقال السیوطی فی الدر
المنثور واخرج السلفی فی الطیوریات
بسند واہ عن ابی جعفر محمد بن
علی قال لما نزلت واجعل لی وزیراً
من اھلی ھارون اخی۔ الآیۃ کان
رسول اللہؐ علی جبل ثم دعا بہ
فقال اللھم اشدد ازری باخی علیؑ
فاجابہ الی ذلک الخ۔ و جرح
السیوطی علی ھذا الطریق لیس
بمضر لانہ اورد ھذا الحدیث۔
بروایۃ ابن مردویہ والخطیب
وابن عساکر عن اسماء بنت عمیس
ان الجرح مختص باسناد السلفی
وایضا لھذا الحدیث۔ شواھد باللفظ
والمعنیٰ فلا وجہ للانکار فاعتبروا یا
اولی الابصار۔ و فی النصائح الکافیۃ
من مروج الذھب للمسعودی ھو
وارث رسول اللہ ووصیہ وابو
ولدہ واول الناس لہ اتباعاً وھذا
ماکتب محمدؐ ابن ابی معاویۃ فی کتابہ

دار قطنی نے لمبی حدیث میں روایت کی اور کہا کہ
میں نے اس کو اپنا وصی بنایا ہے۔ اور حمیدی نے
جمع الصحیحین میں لکھا ہے کہ ام المؤمنین بی بی عائشہ
کے پاس ذکر ہوا کہ علی وصی تھا بی بی صاحبہ نے اُن
کی تکذیب نہ کی بلکہ ذکر کیا کہ میں نے بوقت وفات
رسول خداؐ سے اس کو خود سُنا ہے۔ اور سیوطی نے
در منثور جلد ۴ ص ۲۹۵ میں لکھا ہے کہ سلفی نے
طیوریات میں سند واہی کے ساتھ ابی جعفر محمد بن
علی سے روایت کی ہے کہ جب آیت واجعل لی
وزیراً من اھلی ھارون۔ یعنی اے بارخدایا
میرے اہل سے ہارون کو میرا وزیر بنا۔ الخ۔ اُتری
اُس وقت رسولؐ پہاڑ پر تھے آپ نے خدا سے
دُعا کی کہ یا اللہ میری قوت کو میرے بھائی حضرت
علیؑ کے ساتھ مضبوط کر۔ پس اللہ تعالےٰ نے خدا
سے یہ دُعا قبول کرلی۔ الخ اور سیوطی کی جرح اس
طریق اسناد پر مضر نہیں۔ کیونکہ اُس نے اس حدیث
کو اور اسانید سے بروایت ابن مردویہ و خطیب و
ابن عساکر کے اسماء بنت عمیس سے مرفوعاً ذکر کیا ہے
اور اُن پر سکوت کیا۔ پس معلوم ہوا کہ اسناد
سلفی سے جرح مخصوص ہے اور نیز اس حدیث
کو باللفظ والمعنیٰ اور بہت سے شاہد موجود ہیں
پس انکار کی کوئی وجہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور
نصائح کافیہ ص ۲۱/۲۲ میں مروج الذہب مسعودی سے
نقل کیا ہے۔ کہ علی وارث رسول اللہ کا ہے اور
اُس کا وصی ہے اور حسن وحسین کا باپ ہے
سب آدمیوں سے پہلا اُس کا پیروی کرنے والا
ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو محمد بن ابی بکر نے

وذکر قصة طویلة - وفی ترجمان القرآن للسید الصدیق -

معاویہ کی طرف خط میں لکھا تھا اور لمبا قصہ اس میں ذکر کیا ہے۔ اور ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق جلد ۱ ص ۱۲ میں ہے۔

عہ بعینہٖ مضمون تفسیر کبیر کی روایت کا در منثور میں بھی مروی ہے جو حدیث علیؑ منی وانا من علی کے حاشیہ پر مذکور ہو چکا ہے ۱۲ مترجم ۔ لہ یہاں تک ارجح المطالب ص ۲۵ سے منقول ہے اور حوالہ ابن حبان لآلی سیوطی میں میں نے بچشم خود دیکھا اور ابن حبان و عقیلی و حاکم کا حوالہ مجموعہ فوائد علامہ شوہانی ص ۱۲۳ سے منقول ہے اس نے ذہبی سے اُس پر کچھ جرح بھی نقل کی ہے مگر وہ ذہبی کے تعصب کا ثمرہ ہے ورنہ فی الحقیقت اُس کے شواہد ہیں ۔ اور بعض روایات بعض کی تقویت کرتی ہیں اور باقی حوالجات جمع بین الصحیحین تک ارجح المطالب کے ص ۲۶ سے منقول ہیں ۔ ۱۲ مترجم ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ حیات رسول خدا میں اس آیت کو (ومن ینقلب علیٰ عقبیہ) پڑھ کر کہا کرتے تھے واللہ ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے ۔ بعد اُس کے کہ اللہ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے واللہ اگر حضرت مر گئے یا مارے گئے تو اُسی بات پر لڑیں گے جس پر وہ لڑتے ہیں یہاں تک کہ ہم مر جائیں واللہ میں اُن کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون حقدار ہے ۔ رواہ الطبرانی وکذا فی الدر وقال امیر المؤمنین فی دیوانہ ؎ واوصانی النبیؐ علی اختیار لامتہ رضی منکم بحکمی الا من شاء فلیؤمن بھٰذا والا فلیمت کمدا بلغمی وفیہ ؎

وھذا العلم لا یعلمہ الا نبیؑ او وصی الانبیاء کذا فی اللآلی المصنوعہ بروایتہ ابن عباس وابی سعید الخدری فی

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول خداؐ کی زندگی میں اس آیت (ومن ینقلب علیٰ عقبیہ) کو پڑھ کر کہا کرتے تھے خدا کی قسم ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے ۔ اُس کے بعد اللہ تعالےٰ نے ہم کو اُسی بات پر لڑیں گے جس وقت وہ لڑتے تھے یہاں تک کہ ہم مر جائیں ۔ خدا کی قسم میں اُن کا بھائی اور ولی اور چچازاد اور وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون حق دار ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ۔ اور در منثور جلد ۲ ص ۸۱ میں ہے ۔ اور امیر المؤمنین علیؑ نے اپنے دیوان میں فرمایا ہے کہ مجھے نبیؐ نے با اختیار وصی بنایا ہے ۔ اور امت کے لیے میرے حاکم ہونے کا حکم دیا ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں ۔ خبردار جو چاہے اس کے ساتھ ایمان لائے ورنہ رو سیاہ ہو کر میرے حسد کے سبب سے مغموم ہو کر مر جائے ۔ اور دیوان کے ص ۵ میں ہے کہ یہ علم خاص کوئی نہیں جانتا مگر نبی یا نبیوں کا وصی جانتا ہے ۔ اسی طرح لآلی مصنوعہ جلد ۱ ص ۲۵ میں

روضۃ الاحباب ام سلمہ بعائشہ گفتہ وتحقیق کر ماشنیدہ ایم از پیغمبرؐ کہ می فرمود علیؑ خلیفتی علیکم فی حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی اے عائشہ گواہی میدہی کہ ازاں سرور چنیں شنیدہ عائشہ گفت آرے۔ ودر خلافت علیؑ گویند اوّل خطبہ کہ انشاء در غایت بلاغت و فصاحت فرمود ایں بود کہ الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ یعنی ان اوّل خطبۃ خطبہا علیؑ حین استخلف ظاہر الحمد اللہ وشکرلہ علی رجع الحق الی مکانہ فثبت من ھٰذا ان الحق لم یکن فی مکانہ قبل فافہم۔ وفی تشحیذ الاذہان من خلیفۃ المسیح المولوی الحکیم نورالدین ما عبارتہ۔ مگر میرے نزدیک تو حضرت علیؑ بھی خلیفہ بلافصل ہیں آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری۔ نقشبندی۔ سہروردی۔ شاذلی رفاعی سب کے سب حضرت علیؑ پر جاکر ختم ہوتے ہیں تو حضرت علیؑ سے روحانی فیض نبی کریم کے بعد بلافصل شروع ہوا اور اب تک جاری ہے بلکہ دوسرے قسم کی خلافت کے آثار میں تو آجکل کچھ تنزل بھی آگیا۔ لیکن مولا مرتضےٰ کی خلافت برابر قائم ہے۔ اور ترقی پر ہے الخ۔

اقول فی ھٰذہ اکتفاء لمن لہ بہ اقتداء۔

ابن عباس وابی سعید خدری کی روایت سے ہے۔ روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۱۶ میں ہے۔ بی بی عائشہ کو بی بی ام سلمہ نے کہا تحقیقی طور پر ہم نے پیغمبر سے سُنا ہے کہ علی تمہارے لیے میری حیات وممات میں میرا خلیفہ ہے جس نے اُس کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ اے عائشہ تو گواہی دیتی ہے کہ تم نے بھی سرور عالم سے اس طرح سُنا ہے؟ عائشہ نے کہا ہاں میں نے بھی سُنا ہے اور جلد ۳ ص ۷ (بیان زمانہ خلافت علیؑ میں ہے) مؤرخین بیان کرتے ہیں جو اوّل خطبہ بغایت بلاغت وفصاحت حضرت علیؑ نے بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ ہر قسم کی حمد وثنا اللہ کے لیے اُس کے احسان پر ہے کہ حق اپنے مکان کی طرف واپس آگیا ہے۔ یعنی جب علیؑ کو خلافت ظاہری ملی تو خطبہ بالا پڑھا جس سے صاف ثابت ہوا کہ اب حق اپنے مکان پر ظاہراً و باطناً آیا ہے اس سے پہلے اپنے مکان سے دُور اور بے موقع رہا۔ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء ص ۳۲۸ میں تقریر مزعوم خلیفۃ المسیح مولوی صاحب حکیم نورالدین صاحب کی لکھی ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ "مگر میرے نزدیک تو حضرت علی بھی خلیفہ بلافصل ہیں۔ آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری۔ نقشبندی۔ سہروردی۔ شاذلی۔ رفاعی سب کے سب حضرت علی پر جاکر ختم ہوتے ہیں تو حضرت علیؑ سے روحانی فیض نبی کریمؐ کے بعد بلافصل شروع ہوا اور اب تک جاری ہے۔ بلکہ دوسرے قسم کی خلافت کے آثار میں تو آجکل کچھ تنزل بھی آگیا۔ لیکن مولا مرتضےٰ

کی خلافت [۲] برابر قائم ہے۔ اور ترقی پر ہے الخ۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ اسی میں اکتفا ہے اُس کیلئے جو اُس کا (مولوی نورالدین صاحب کا) مقتدی اور پیرو ہے اور منجملہ ان نصوص کے قول اللہ تعالےٰ کا انما انت منذر و لکل قوم ھاد ہے یعنے محض آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ہدایت کرنے والا ہوتا ہے۔

---

[۱] مثل مضمون روضۃ الاحباب کے تاریخ اعثم کوفی اردو صفحہ ۲۶۵ میں بھی ہے اور اعثم کوفی سے جمال محدث نے روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۸۵۲ میں سند پکڑی ہے لہذا معتبر ہے۔ ۱۲ مترجم؛

[ع] یہ اشعار علی کے مطالب السئول صفحہ ۹۰/۱۱ میں بھی درج ہیں۔ [۲] حکومت و بادشاہت خلافت بلافصل فٹ بال کی طرح لڑھکتی ہوئی بنی اُمیہ بنی عباس و ترکوں کے پاس آئی اور ترکوں کا زوال چودہویں صدی میں ہوا خلافت کا نام و نشان مٹ گیا مگر روحانیت و امامت و خلافت بلافصل جناب علیؑ مرتضےٰ قیامت تک باقی ہے۔ ڈاکٹر صابر۔

روی ابن مردویه و ابن جریر و ابونعیم فی المعرفۃ والدیلمی و ابن عساکر و ابن بخار لما نزلت انما انت منذر و لکل قوم ھاد وضع رسول اللہؐ یدہ علےٰ صدرہ وقال انت منذر ثم وضع یدہ علےٰ منکب علیؑ وقال انت الھادی یا علیؑ بک یھتدی المھتدون من بعدی و روی ابن مردویه باسناد آخر والضیاء فی المختارہ عن ابن عباس و عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند و ابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط و الحاکم و صححہ و ابن مردویه و ابن عساکر و عن علیؑ مثلہ باختلاف

ابن مردویہ و ابن جریر و ابونعیم نے معرفت میں اور دیلمی و ابن بخار نے روایت کی ہے کہ جب آیت انما انت منذر اُتری تو رسول اللہؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پاک پر رکھا اور فرمایا کہ میں ڈرانیوالا ہوں۔ پھر اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے کاندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے علیؑ تو ہادی ہے۔ میرے بعد تیرے ہی وسیلہ سے ہدایت ڈھونڈھنے والے ہدایت پائیں گے۔ اور ابن مردویہ نے ایک دوسرے اسناد سے بھی اس کو روایت کیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں ابن عباس سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور عبداللہ بن احمد نے روایت مسند میں و ابن ابی حاتم و طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے بصیغہ صحیح اور ابن مردویہ و ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے مثل اس کی اختلاف اسانید و [۱] الفاظ کے روایت کیا۔ اسی طرح درمنثور

---

[۱] اسی طرح کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ میں ہے (اسی طرح درمنثور جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں بھی ہے) قال علی رسول اللہ المنذر وانا الھادی یعنے حضرت علیؑ نے فرمایا اس آیت سے یہ مراد ہے کہ رسول اللہ منذر ہیں اور میں

ہادی ہوں۔ اور اسی صفحہ پر بروایت ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابونعیم فی المعرفت و ابن عساکر کے تفسیر آیت افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ علیؑ ہے۔ یہ روایت باختلاف اسانید و الفاظ کے وارد ہے۔ ایک روایت میں علیؑ سے اس طرح ہے کہ قریش کے ہر شخص کے حق میں کوئی نہ کوئی آیت اتری ہے۔ ایک شخص نے کہا آپؑ کے حق میں کون سی آیت اتری فرمایا تم نے سورت ہود نہیں پڑھی افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ رسول اللہؐ ہے اور شاھد منہ میں ہوں انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم

الاسانید والالفاظ کذا فی الدر و فتح البیان والنیشاپوری والکبیر للرازی و ترجمان القرآن وکذا رواہ ابو جعفر محمد بن علیؑ ومنھا قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون قالوا ان تسلیم ولایۃ علیؑ واجب مسئول عنھا یوم القیمۃ لھذہ الآیۃ عن ابی سعید وابن عباس فی قولہ تعالیٰ وقفوھم یوم القیامۃ عن ولایۃ علیؑ اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ وابن مردویہ والدیلمی فی الفردوس کذا فی ارجح المطالب وفی الصواعق المحرقۃ الآیۃ الرابعۃ قولہ تعالیٰ وقفوھم اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبیؐ قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ کان ھذا ھو مراد الواحدی بقولہ روی فی قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون ای عن ولایۃ علیؑ واھل البیتؑ لان اللہ امر نبیہ ان یعرف الخلق انہ لا یسئلھم علیٰ تبلیغ الرسالۃ اجراً الا المودۃ

جلد ۴ ص۴۵ و فتح البیان جلد ۵ ص۹۷ و تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ ص۴۳ و تفسیر کبیر جلد ۵ ص۲۷۲ و ترجمان القرآن ص۱۴۸ میں ہے۔ اور اسی طرح اس کو ابو جعفر محمد بن علیؑ نے روایت فرمایا۔ اور منجملہ نصوص کے قول اللہ تعالیٰ کا وقفوھم انھم مسئولون ہے۔ یعنی قیامت کو حکم ہوگا کہ ان کو ایک جگہ پر ٹھہرا دو کیونکہ ان سے ایک ضروری بات پوچھی جاتی ہے۔ علماء نے صحابہ وغیرہ سے کہا کہ حضرت علیؑ کی ولایت کا ماننا واجب ہے جس کا قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ اسی آیت کی دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ابی سعید و ابن عباس سے تفسیر وقفوھم میں مروی ہے کہ علی کی ولایت کی نسبت قیامت میں پوچھا جائیگا اس کو واحدی نے اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ نے اور دیلمی نے فردوس میں روایت کیا۔ اسی طرح ارجح المطالب ص۶۳ میں ہے۔ اور صواعق محرقہ ص۸۹ میں ہے۔ آیت چوتھی وقفوھم الآیۃ۔ دیلمی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ان کو کھڑا کر دو کیونکہ ولائیت علی کا ان سے سوال کیا جائے گا اور واحدی کی اس قول سے یہی مراد ہے۔ قول اللہ تعالیٰ وقفوھم میں مروی ہے کہ ولایت علی و اہلبیت کا سوال کیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا۔

في القربى والمعنى انهم يسئلون هل
والوهم حق الموالاة كما اوصاهم النبيؐ
ام اضاعوها واهملوها فتكون عليهم
المطالبة والتبعة انتهى۔ ومنها
قوله تعالى اليوم اكملت لكم دينكم
الآية لما بلغ النبيؐ حكم الولاية
لعليؑ نزلت قوله تعالى اليوم۔ الآية
كما رواه ابن مردويه وابن عساكر
عن ابي سعيد الخدري وابن مردويه
والخطيب وابن عساكر عن ابي هريرة
كذا في الدر والاتقان وترجمان

خلقت کو جتلادیں کہ نبیؐ اُن سے تبلیغ رسالت پر
کوئی اجر اور مزدوری دوستی قربیٰ کے سوا طلب نہیں
کرتا اور معنیٰ یہ ہے۔ لوگ پوچھے جائیں گے۔ کیا
انہوں نے اہل بیت کو کما حقہ دوست رکھا؟ جیسا کہ
نبیؐ علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی۔ یا انہوں نے
وصیت نبوی کو ضائع کیا۔ اور لغو جان کر چھوڑ دیا
تو اُن پر اس کا مطالبہ اور سزا ہوگی۔ انتہی۔ اور
منجملہ اُن نصوص کے قول اللہ تعالیٰ کا الیوم اکملت
لکم دینکم۔ الآیہ ہے۔ جب نبیؐ نے ولایت علیؑ کا
حکم پہنچا دیا تو آیت الیوم اکملت لکم نازل ہوئی۔
چنانچہ اس کو ابن مردویہ وابن عساکر نے ابوسعید خدری
سے اور ابن مردویہ وخطیب وابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جو درمنثور جلد ۲ صـ ۲۵۹ ۔

القرآن۔ وفي ارجح المطالب برواية
الديلمي وابي نعيم وابن المغازلي والامام
الصالحاني۔ فائدة اما استدلال اهل
الجماعة باية الاستخلاف على حقية
خلافة الخلفاء الثلاثة فلا يتم لان
معناها اما خلافة كلية او جزئية
فعلى كلا التقديرين لا يتم مقصود
هم لان الخلافة الكلية بمعنى نفي
الكفار كلهم وتسلط المؤمنين على اما
كنهم بالكلية فلم توجد لا في زمان
النبيؐ ولا بعده واما الجزئية فقد
وجدت في زمانه عليه السلام بعد
فتح مكة وتم وعد الله سبحانه
في زمانه عليه السلام لا كما زعموه
انه تم في زمان الخلفاء الثلاثة

والاتقان جلد ۱ صـ ۱۹ وترجمان القرآن صـ ۸۲۳ میں
مذکور ہے۔ اور ارجح المطالب صـ ۷۵ میں بروایت
مذکورین دیلمی وابو نعیم وابن مغازلی وامام صالحانی
کے اسی طرح ہے۔ فائدہ اہل جماعۃ کا آیت استخلاف
سے اصحاب ثلاثہ کی خلافت کی حقیقت پر استدلال
کرنا عبث ہے۔ کیونکہ اس کا معنے یا خلافت کلیہ
ہوگا یا جزئیہ بہر دو وجہ ان کا مقصود پورا نہیں
ہوتا۔ کیونکہ خلافت کلیہ بمعنی جملہ کفار کو نکال
کر ساری دنیا میں جملہ اماکن کفار پر مؤمنین کے
تسلط کل روئے زمین نہ زمانہ پر نبوی میں نہ بعد از ان
ہوا ہے۔ اور اگر خلافت سے مراد تسلط جزوی ہے
تو وہ زمانہ نبوی میں فتح مکہ کے بعد اس قدر
وعدہ پورا ہو گیا۔ اور اس طرح نہیں جیسا کہ اہل جماعۃ
نے سمجھا ہے کہ وہ وعدہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں
پورا ہوا اور پہلے نہیں ہوا تھا لیکن صحیح معنے اس

لا تبدل واما المعنے الصحیح لھذہ الآیۃ فھوان ھذا الوعد یتم فی عھد ظھور الاسلام الموعود محمد ن المھدے علیہ وعلے اٰبائہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس آیت کا یہ ہے کہ یہ وعدہ ظہور امام موعود محمد مہدی علیہ و علی آبائہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں پورا ہوگا۔

لہ الیوم اکملت لکم دینکم ۔ الفاظ ابوسعید خدری کے یہ ہیں۔ قال لما نصب رسول اللہ علیا یوم غدیرخم فنادی لہ بالولایۃ ھبط جبرئیل علیہ بھذہ الآیۃ الیوم اکملت لکم دینکم۔الخ۔ اور نسیم الریاض جلد ۴ صـ ۴۱۳ میں ہے ولما قرأھا بکی عمر جب اس آیت کو پڑھتے تھے حضرت عمر روتے تھے۔ شاید حسد اس کا باعث ہو۔ اور ترجمان القرآن جلد ۳ صـ ۴۲۲ بذیل آیت الیوم اکملت لکم دینکم لکھا ہے۔ کسی نے کہا حجۃ الوداع میں ماہ چلتے اتری۔ ابوسعید خدری نے کہا دن غدیر خم کے اتری جب حضرت علیؑ سے کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ رواہ ابن مردویۃ۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ اٹھارویں دن ذی الحجہ کے اتری یعنی وقت پھرنے کے حجۃ الوداع سے الخ انتہی۔ (شیعہ بھی اسی طرح لکھتے ہیں)

لہ آیت استخلاف۔ اس کے متعلق ہم نے ابطال الاستدلال اور رسالہ مؤلفہ حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر مسمے بہ رفع الاختلاف میں کافی بحث لکھ دی ہے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ مگر اس کی تائید میں کہ خوف شدید میں وعدہ ہوا اور رسولؐ کو غلبہ مل گیا اور امن پیدا ہوا تو وعدہ پورا ہوگیا ایک دو کتابوں سے یہاں بھی لکھ دیتا ہوں۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی امام جماعت قادیانی کی تحقیق اس آیت کے متعلق لکھی جائیگی۔ ازالۃ الخفاء جلد ا صـ ۲۱۶ میں ہے عن ابی العالیۃ قال کان النبیؐ واصحابہ بمکۃ نحواً من عشرین سنۃ یدعون الی اللہ وحدہ وعبادتہ وحدہ لا شریک لہ سراً وھم خائفون لا یؤمرون بالقتال حتی اُمروا بالھجرۃ الی المدینۃ فقدموا المدینۃ فامرھم اللہ بالقتال وکانوا بھا خائفین یمسون فی السلاح ویصبحون فی السلاح فغبروا بذلک ما ماشاء اللہ ثم ان رجلا من اصحابہ قال یا رسول اللہ ابد الدھر نحن خائفون ھکذا۔ ایاتی علینا یوم نأمن فیہ ونضع السلاح فقال رسول اللہ لن تغبروا الا یسیرا حتی یجلس الرجل فی الملاء العظیم محتبیا لیست معہ حدیدۃ فانزل اللہ وعد اللہ الذین اٰمنوا الآیۃ فاظھر اللہ نبیہ علی جزیرۃ العرب فأمنوا ووضعوا السلاح ثم ان اللہ تبعض نبیہ فکانوا کذلک اٰمنین فی زمان ابی بکر وعمر وعثمان حتّیٰ وقعوا فیما وقعوا وکفروا النعمۃ فادخل اللہ علیھم الخوف الذی کان رفع عنھم واتخذوا الحجروا لشرط وغیّروا فغیّر ما بھم انتھی۔ (ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم) مثل اس کی تفسیر مدارک التنزیل ومدارک حرف مطبوعہ خیریہ مصر بجوار الازہر الشریف بمصر ۱۳۲۲ھ جلد ۳ صـ ۱۱۷ برحاشیہ خازن جلد ۳ صفحہ ۳۴۴۔ اور خازن صفحہ مذکورہ میں ہے۔

اور اسی طرح در منثور جلد ۵ صفحہ ۵۵ میں باسانید صحیحہ مروی ہے یعنی نبیؐ مع اصحاب کے خوف میں تھے خفیہ دعوت اسلام دیتے اور عبادت بھی خفیہ کرتے آخر ہجرت کا حکم ہوا پھر جنگ کا حکم ہوا تو بھی ہر وقت خوف سے مسلح رہتے تھے ایک صحابی نے عرض کیا کہ ہم ہمیشہ اسی طرح خوف میں رہیں گے کبھی ہمارے لیے امن کا وقت نہیں آئیگا کہ ہتھیار رکھ دیں (اس طلب امن کو یاد رکھنا کہ جو حاصل نہیں یہی مطلوب ہے اور حاصل ہوا) پس نبیؐ نے فرمایا اس حالت میں تھوڑا وقت اور تم گذارو گے پھر ایسا وقت آجانیوالا ہے کہ آدمی بڑے مجمع میں بیٹھے گا اور اس کے ساتھ کوئی ہتھیار نہ ہوگا (اور روایت میں ہے ان میں لوہا موجود نہ ہوگا) یعنی سب امن سے بیٹھے ہوں گے۔ پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت وعد اللہ الذین اٰمنوا الآیۃ استخلاف نازل فرمائی اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو جزیرہ عرب پر غلبہ دیا اور صحابہ امن میں ہوگئے ہتھیار رکھ دیئے (وعدہ پورا ہوا) پھر جب اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو فوت کرلیا تو بھی بدستور مسلمان امن میں تھے زمانہ ابی بکر و عمر و عثمان میں بھی ایسے رہے حتیٰ کہ مسلمانوں نے کفران نعمت کیا اور جنگ و جدال میں واقع ہوگئے پھر اللہ تعالےٰ نے ان پر خوف داخل کردیا جو پہلے رفع ہوچکا تھا اور اپنے کئے کے بدلے وہ نعمت کیا اور امن ان سے تبدیل کرلی گئی۔ انتہیٰ۔ ہمارا مطلب اس سے نہایت وضاحت پر ثابت ہے۔ اس آیت متنازعہ میں مؤمنین صالحین کو وعدہ دیا گیا تھا کہ بجائے کفار و مشرکین مکہ کے (جو پہلے مخاطب اور دعوت اسلام میں بلاواسطہ مدعو تھے اور جن کی اذیت سے مؤمنین حاضرین کو ہر وقت خوف تھا اور وہ مخالفت و مقابلہ پر ہر وقت تلے ہوئے تھے) جانشین کرے گا۔ اور امن سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عقل کا مقتضا بھی یہی ہے اور کامیابی بعثت کم از کم اسی میں ہے کہ جہاں پیغمبر کی پیدائش اور بعثت ہو وہاں اشاعت اسلام و تمکین دین ضرور ہو پھر بیرونی مقامات میں تدریجاً اشاعت و تمکین ہوتی چلی جائے ورنہ پیغمبر کی کسر شان ہے۔ حضرت موسیٰ کے لیے مصر ایسا مقام تھا جیسا حضرت محمد صلعم کے لئے مکہ معظمہ دونوں کی امت حاضرہ کے لیے وعدہ امتنان استخلاف برابر پورا ہوا جو تشبیہ کما استخلف الذین من قبلہم وغیرہ سے ظاہر ہے۔ مولوی وحید الزمان صاحب سنی محدث حیدر آبادی بتویب القرآن ص $\frac{۲۲۱}{۲۴۲}$ فٹ نوٹ مع حواشی تفسیر وحیدی حاشیہ نمبر ۳ و تفسیر وحیدی ص۴۷۵ سورہ نور پ۱۸ حاشیہ ع۵ میں اس کا اقرار یوں کرتے ہیں مثل بیان بالا کے لکھ کر آخر لکھا ہے وعدہ اللہ تعالےٰ کا پورا ہوا اور مسلمانوں کو آنحضرت صلعم کی زندگی میں عرب کے کافروں سے بے فکری ہوگئی اور عرب کے حاکم بن گئے۔ انتہیٰ۔ فاراد ان یستفزھم من الارض فاغرقناہ ومن معہ جمیعا وقلنا لبنی اسرائیل اسکنوا الارض۔ پ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱۲ اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ پ۲۷ حدید۔ جیسے کمزور مؤمنین موسوی مخاطبین کو کفار مخاطبین اولین کے مقام مصر پر تسلط دینے سے وعدہ پورا ہوا اسی طرح کمزوری کے بعد مؤمنین محمدی ارض مکہ خیبر وغیرہ پر متصرف ہوئے جیسے بنی اسرائیل کے

ذریعہ سلطنت کفار مصر کو زوال پہنچا کفار مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے زوال پہنچا۔ اور مشرکین نکالے گئے اور مؤمنین ان کے مقامات پر جانشین ہوئے۔ تفسیر کبیر جلد ٦ ص٥٨٥ میں ہے فاعلم انہ یقال مکن لہ اذا جعل لہ مکانا یقعد علیہ فوطاہ ومھدہ۔ مکن لہ۔ اس وقت کہتے ہیں جب کہ کسی کے لیے ایسا مقام مہیا کیا جائے جس پر وہ بیٹھ کر آرام اور آسائش حاصل کرے۔ اور کبیر میں نجعلھم الوارثین کا مطلب یہ لکھا ہے یعنی لملک فرعون وارضہ وما فی یدہ یعنے وارث ملک فرعون کا اور اس کی زمین اور مال کرے گا تو اسی طرح ہوا کہ بنی اسرائیل مصر کے وارث مالک ہو گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کی اور جلالین میں بھی نمکن لھم فی الارض کی تفسیر میں ارض مصر و شام لکھی ہے۔ اسی طرح کبیر ج ٦ ص٤١٣ وغیرہ میں ہے اور قال موسیٰ عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون پ٩ اعراف ع ١٩ فانتقمنا منھم فاغرقناھم فی الیم بانھم کذبوا بایتنا وکانوا عنھا غافلین واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا پ٩ اعراف اور ملاحظہ ہو آیت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ اٰمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون۔ سورۃ فتح پ٢٦ ع١٢ اور ورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا پ٢١ ع ١٩۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا جو وعدہ ہوا تھا کہ ضرور تم مسجد الحرام میں انشاء اللہ امن سے داخل ہو گے سر منڈوائے یا بال کٹائے ہوئے کہ تم کو کوئی خوف نہ ہو گا یہی وعدہ آیت استخلاف میں دوسرے لفظوں میں ہے کہ کفار کے جانشین ہوں گے ان کے مکانات پر متصرف و متمکن ہوں گے امن سے رہیں گے بے خوف ہوں گے مشرک نہ ہوں گے موحد ہوں گے۔ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون مشارق الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات۔ پ١٩ انفال ع٣۔ اور آیت استخلاف میں حرف منکم بیانیہ ہے دیکھو کشاف و بیضاوی و فتح البیان جلد ٦ صفحہ ٢٤٣ و مدارک التنزیل برحاشیہ خازن جلد ٣ ص٣٣٧ مطبوعہ مستقل مصری۔ الخطاب للنبی ولمن معہ ومنکم للبیان۔ خطاب نبیؐ کو مع آپ کے صحابہ کے ہے اور منکم بیان کے لئے ہے۔ اور تفسیر ابوالسعود برحاشیہ کبیر جلد ٦ ص٤١٣ میں خطاب میں عام کفار کو بھی داخل کیا گیا ہے۔ اس حالت میں من تبعیضیہ لکھا ہے۔ یعنی تم منافقین و کفار میں سے جو مؤمن ہو گئے ہیں ان کو ان اماکن کا جانشین و باتمکین بنائے گا۔ مدارک وغیرہ میں لیستخلفنھم فی الارض کا معنیٰ لکھا ہے ای ارض الکفار وعدھم ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثھم الارض۔ اور جلالین میں ہے بدلا عن الکفار یعنی تم منافقین زمین کافروں کا جانشین و وارث مسلمانوں کو بنائے گا اور اسلام کو کفر پر نصرت دے گا۔ یہی فتح مکہ کے بعد ہوا تو اس سے کفار کے بدلے مسلمانوں کو ان کی جگہ پر جانشین کرنا اس خلیفہ کرنے سے مراد ہے۔ مگر نبیؐ کی جگہ کسی کو خلیفہ کرنے سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں جو متنازعہ فیہ امر ہے۔ اور تفسیر ترجمان القرآن سورہ نور پ١٨ ص٥٠ آیت استخلاف

کی تفسیر میں ہے۔ ف۔ اور پورا کیا یہ وعدہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وللہ الحمد والمنۃ ابھی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہ ہوئے تھے کہ اللہ نے فتح کر دیا آپ کے واسطے مکہ اور خیبر اور بحرین اور عرب کا کل جزیرہ۔ الخ۔ پھر لکھا۔ پھر وہ با امن ہوئے اور ہتھیار رکھ دیئے۔ پھر لکھا مِن بیان کے لیے ہے۔ پھر کہا نحاس نے کہا اور یہ قول صحیح ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہٗ کے خوف کی جگہ پر امن کو رکھ دے گا اور چلے جاویں گے ان سے خوف کے اسباب جن میں وہ ہیں۔ اس طرح کہ نہ ڈریں گے مگر اللہ سبحانہٗ سے۔ الخ۔ اور شہادۃ القرآن علیٰ نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان مؤلفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطبوعہ سیالکوٹ صفحہ ۴۲ تفسیر آیت استخلاف میں لکھا ہے۔ بعض صاحب آیت وعد اللہ الآیہ کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ منکم سے صحابہ ہی مراد ہیں اور خلافت راشدہ محض انہیں کے زمانہ تک ختم ہو گئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور تھا پھر ہمیشہ کے لیے اسلام لازوال نحوست میں پڑ گیا (پھر کہا) ایسی باتوں کو سن کر تو ہمارا بدن کانپ جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ لوگ بھی مسلمان ہی کہلاتے ہیں کہ جو سراسر چالاکی اور بے باکی کی ان سے ایسے بے ادبانہ الفاظ منہ پر لے آتے ہیں کہ گویا اسلام کی حرکات آگے نہیں بلکہ مدت ہوئی کہ ان کا خاتمہ ہو چکا۔ پھر صفحہ ۴۵ میں لکھا۔ منکم کا لفظ قرآن کریم میں قریباً بیاسی ۸۲ جگہ آیا ہے اور بغیر دو یا تین جگہ کے جہاں کوئی خاص قرینہ قائم کیا گیا ہے باقی تمام مواضع میں منکم کے خطاب سے وہ تمام مسلمان مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ نمونہ فمن کان منکم مریضا۔ من کان منکم یؤمن باللہ۔ انی لا اضیع عمل عامل منکم۔ تجارۃ عن تراض منکم۔ من عمل منکم سوء وغیرہ۔ اور صفحہ ۴۸ میں لکھ آئے ہیں کہ یہ کہا جاوے کہ منکم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ وہ خلیفے صرف صحابہ میں سے ہوں تو یہ خیال ایک بدیہی غلطی ہے اور ایسی بات صرف اس شخص کے منہ سے نکلے گی جس نے کبھی قرآن کریم کو غور سے نہیں پڑھا اور نہ اس کے اسالیب کلام کو پہچانا۔ الخ۔ برکت و فیض محمدی سے یہ بادشاہت مسلمانوں کی جاری رہے گی۔ آیت استخلاف کی تفسیر۔ ازالۃ الخفاء اور در منثور کا مضمون مندرجہ۔ بعینہٖ تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۸۳ و تفسیر البحر المحیط لابن حیان مطبوعہ مصر جلد ۶ تفسیر آیت مذکورہ و تفسیر ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۱۸ ص ۱۲۲ و تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ ص ۱۱۱ و تفسیر ابن کثیر مع معالم مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۱۳۷/۱۳۹ و ۱۴۰ و تفسیر بیضاوی طبع قدیم مطبع عثمانیہ اسلامبول ص ۴۶۲ میں مذکور ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۰ میں اتنا زیادہ ہے کہ براء بن عازبؓ کہتا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ مسلمان سخت خوف مسلمان رہتے ہیں اور کہا یہ آیت مثل آیات ذیل کے ہے۔ قولہ تعالیٰ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض الیٰ قولہ تعالیٰ لعلکم تشکرون و قولہ تعالیٰ کما استخلف الذین

من قبلہم کما قال تعالیٰ عن موسیٰ انہ قال لقوم عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض ۔الآیۃ ۔انتہیٰ ۔ بقدر الحاجۃ (جملہ تفاسیر از کتب خانہ نصیفی جدہ ۔ حجاز) ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔

ترجمہ نذیر احمد ۔(۱) اور وہ وقت یاد کرو جب تم مسلمان سرزمین مکہ میں تھوڑے سے تھے اور کمزور سمجھے جاتے اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو زبردستی پکڑ کر کہیں اڑا نہ لے جائیں ۔ پھر خدا نے تم کو مدینے میں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں یہ سب احسانات اس لئے کہ تم شکر کرو۔ پ۹ ع ۱۷ ۔(۲) کہا اب وقت قریب آلگا ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو ملک میں اس کا جانشین بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پ ۹ ع ۵ ۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد وبوأکم فی الارض پ۸ ع۱۷ اعراف واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وزادکم فی الخلق بسطۃ پ۸ ع۱۶ اعراف ۔ ہمارے اس مضمون کی تائید ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۲۴ میں باسناد بغوی قتادہ سے مروی ہے ۔ اور آیت استخلاف میں من بیانیہ ہے چنانچہ مثل تفاسیر مندرجہ کے تفسیر البحر المحیط لابن حیان الاندلسی متوفی ۷۵۴ھ مطبوعہ مصر جلد ۶ اور تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۱۸ ص۱۱۱ میں بھی بیانیہ مذکور ہے اور صفحہ سابقہ میں ثبوت من بیانیہ میں جو کشاف و بیضاوی کا حوالہ ہے پہلی مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۸۲ میں اور دوسری مطبوعہ استنبول ص۴۷۲ میں یہ مضمون ہے اور لیستخلفنہم فی الارض میں زمین کفار مراد ہے ۔ یعنی مسلمانوں کو زمین کفار کا خلیفہ بنایا جائے گا مثل مدارک و جلالین کے تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ ص۱۲۲ مطبوعہ مصر و تفسیر معالم مطبوعہ مصر مع ابن کثیر جلد ۶ ص۱۳۸ میں بعینہٖ اسی طرح مذکور ہے ۔ کہیں نہیں لکھا کہ نبیؐ یا مسلمانوں کی زمین پر بعض مخصوص دو تین عہد افراد کو خلیفہ بنائے گا ۔ اور تمکین فی الارض سے بھی یہی ہے کہ کفار کی جگہ مسلمانوں کو تسلط ملے گا جیسا کہ فتح مکہ کے بعد رسولؐ کے عہد میں یہ وعدہ پورا ہوگا ۔ یہ تمکین ویسی موعود ہے جیسی عام لوگوں کیلئے اپنے اپنے انداز پر احسان میں جتلائی گئی ہے ۔ دیکھو آیت سورہ اعراف رکوع اول ولقد مکنا کم فی الارض وجعلنا لکم فیہا معائش قلیلا ما تشکرون پ۸ ع ۸ ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی ۔ اور اے بنی آدم ہم نے تم کو زمین میں رہنے اور اس میں تصرف کرنے کے لیے جگہ دی اور اسی میں تمہارے لیے زندگی کے سامان مہیا کیے ۔ سو تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ۔ بعض اہل تسنن تمکین فی الارض کا وعدہ صرف دو آدمیوں کے لیے بتاتے ہیں ایک ابوبکر صاحب اور دوسرے عمر صاحب ۔ حضرت عثمان کے واسطے بھی تکلف سے کچھ ثابت کرتے ہیں ۔ اور حضرت علیؑ کیلئے بالکل حاصل نہیں سمجھتے ۔ تفصیل اس کی ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۱۲۳ میں مذکور ہے ۔ کہ حضرت مرتضیٰ باوجود رسوخ قدم در سوابق اسلامیہ دو فور اوصاف

---

[1] کذا فی لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی جلد ۲ سورہ نور باسناد ۔ حاکم و صححہ والطبرانی وابن ابی حاتم عن البراء ۔ ۱۲ مترجم ۔

خلافت خاصہ انعقاد بیعت برائے او و وجوب انقیاد رعیت فی حکم اللہ بنسبت او متمکن نہ شد در
خلافت وے اقطار ارض حکم او نافذ نہ گشت و تمامہ مسلمین تحت حکم او در سر فرد و نیاوردند و جہاد
در زمان وے رضی اللہ عنہ بالکلیہ منقطع شد و افتراق کلمہ مسلمین بظہور پیوست و ایتلاف ایشاں
رنجت بعدم کشید و مردم بحروب عظیمہ با او پیش آمدند و دست او از تصرف ملک کوتاہ ساختند و
ہر روز دائرہ سلطنت او لاسیما بعد تحکیم تنگ تر شدن گرفت تا آنکہ در آخر بجز کوفہ و ماحول آں برائے
ایشاں صافی نماندہ ہر چند ایں خللہا نیندا خت لیکن مقاصد خلافت علیٰ وجہہا متحقق نگشت۔ یعنی
حضرت علیؑ کے لیے تمکن و تسلط زمین میں حاصل نہ ہوا اور لوگوں نے ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہ
کیا۔ بلکہ مخالفت کر کے جنگ کرتے رہے اور ملک میں ان کو تصرف حاصل نہ ہونے کے علاوہ ہر روز
دائرہ سلطنت حضرت امیرؑ کے لیے تنگ ہوتا گیا اور مقاصد خلافت کے ان سے کما حقہ، پورے نہ ہو
سکے اگر فی الحقیقت حضرت علیؑ میں اوصاف خلافت کے لحاظ سے کوئی کمی نہ تھی مگر واقع یہی ہوا جو اوپر
مذکور ہوا۔ پھر لکھا و در حدیث ابی ہریرہ آمدہ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام (بعد گفتہ) و من قولہ تعالیٰ
وعد اللہ الذین امنوا منکم الآیۃ۔ آیت استخلاف اوّل دلیل است بر تباین حالتین و تغایر منزلتین و در
خارج چناں واقع شد کہ خلفاء ثلاثہ بمدینہ اقامت نمودند و من بعد ہیچ بادشاہے بمدینہ متوطن نگشت۔
یعنی ابوہریرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدینہ میں خلافت ہوگی اور شام میں بادشاہت ہوگی۔ اور
آیت استخلاف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی خلافت میں اس آیت کے اوصاف صادق نہیں
آتے اور بجز خلفاء ثلاثہ کے اور کسی خلیفہ کا وطن مدینہ نہیں رہا تو اس حدیث اور آیت کے مطابق حضرت
علی کی خلافت ثلاثہ کی خلافت کے مطابق نہیں ہے۔ و در صفحہ ۱۵۰ نوشتہ قرون ثلاثہ مشہود بالخیر منقطع
شد و قرن ثالث مدت خلافت ذی النورین بود در ص۱۵۱ بشرح حدیث خیر القرون نوشتہ پس بشناس
ایں قرون ثلاثہ محدود حیکے قرن ثالث مدت خلافت ثلاثہ کی خلافت۔ قرن نبوت است و دو قرن خلافت
و آں ہمہ در مدینہ بودہ است یعنی قرون ثلاثہ خیر القرون نوشتہ میں ایک قرن نبوت ہے اور دو
قرن خلافت کے گویا تیسرا قرن خلافت ذوالنورین پر ختم ہوا یعنی اس کے بعد خلافت منقطع ہوگئی
جیسا کہ صفحہ ۲۹ میں مذکور ہے۔ و ازالۃ الخفاء نوشتہ جلد ۱ ص۲۹ فی حدیث سفینۃ الخلافۃ بعدی
ثلاثون سنۃ و فی حدیث ابن مسعود تدور رحی الاسلام لخمس و ثلاثین سنۃ و تناقض
درمیان ایں دو حدیث نیست زیرا کہ چوں حضرت مرتضےٰ را با خلفاء عد کنند نظر بقوت سوابق اسلامیہ
او افضل الناس بودن او و در زمان خلافت خود مدت ثلثین شود و اگر عد نہ کنند نظر با آنکہ خلافت ایشاں
انتظام نیافت بموت حضرت عثمان خلافت خاصہ منقطع گشت و اکثر احادیث بہمیں مضمون وارد شدہ
و در ص۱۲۳ نوشتہ۔ و مضمون ایں حدیث در خارج ظہور یافت زیرا کہ در سن خمس و ثلثین حضرت

عثمان مقتول شد و امر جہاد برہم خورد۔ حدیث خلافت تیس ۳۰ سال تک ہوگئی اور دوسری حدیث پینتیس ۳۵ تک اسلام کی چکی پھرے گی دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مرتضٰے کو بلحاظ سوابق اسلامیہ اور اپنے عہد خلافت میں ان کے دوسروں سے افضل ہونے کے اگر خلفاء میں شمار کیا جائے تو مدت خلافت تیس ۳۰ سال ہو گی اور اس دلیل سے کہ موت عثمان کے بعد انتظام خلافت حضرت علیؑ کے لیے قائم نہیں ہوا کہا جاسکتا ہے کہ خلافت خاصہ موت عثمان پر منقطع ہوگئی اور اکثر احادیث اسی مضمون پر دلالت کرتی ہیں اور یہ حدیث بھی کہ خلافت مدینہ میں ہے اور ملک شام میں۔ غرضیکہ شاہ ولی اللہ صاحب حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت کو خلافت خاصہ صحیحہ راشدہ نہیں سمجھتے نہ بلحاظ آیت استخلاف کے اور نہ بلحاظ احادیث کثیرہ کے کہیں اس امر کو دبی زبان سے کہتے ہیں اور کہیں صراحۃً اور کہیں تعارض احادیث دفع کرنے کے لیے یا شیعہ کے اعتراض سے بچنے کے لیے اس خلافت کو تسلیم بھی کر لیا ہے۔ مگر شاہ صاحب کا قتل عثمان کو ۳۵ھ میں بیان کرنا سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح صحیح ہے۔ ہاں حدیث خود ساختہ ہے پینتیس ۳۵ سال تک اسلام کی چکی چلانا تھی اور خلافت خاصہ کو بھی حضرت عثمان پر ختم کرنا تھا اس لئے کہدیا۔ حساب صحیح ہو یا غلط۔ ۱۲ مترجم!

كما يؤيده قوله سبحانه ليظهره على الدين كله ولا وجه للانكار من هذا لانه ما ظهر هذا الاظهار الموعود الدين كله اى على كل الاديان من زمان النبي الى الأن في الجلالين جميع الاديان المخالفة له ويؤيد ما قلنا ما في الخازن قوله تعالى ليظهره على الدين كله قال ابوهريرة والضحاك ذلك عند نزول عيسى فلا يبقى اهل دين الا دخلوا في الاسلام۔ وفي تفسير فتح البيان وابن كثير (وماالهاني والتقى) قيل ذلك عند نزول عيسى وخروج

جیسا کہ اس کی تائید آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کرتی ہے یعنے دین نبیؐ کو ہر قسم کے دین پر غلبہ حاصل ہوگا اور انکار کی کوئی وجہ اس سے نہیں ہے کہ ہمارے معنی کی تائید کرتی ہے کہ تسلط کلی اور غلبہ دین محمدی کا جملہ ادیان پر بوقت ظہور امام علیہ السّلام کے ہوگا۔ کیونکہ یہ کبھی ظاہر نہیں ہوا کہ دین محمدی کو جملہ ادیان پر غلبہ حاصل ہوا ہو۔ زمانہ نبوی سے لیکر آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ تفسیر جلالین میں تفسیر آیت مذکورہ میں لکھا ہے کہ جمع ادیان مخالفہ دین محمدی پر دین محمدؐ کا غلبہ مراد ہے اور نیز اُس کا مؤید ہے جو تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ میں تحت آیت مذکورہ کے ابوہریرہ اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ وعدہ بوقت نزول عیسٰیؑ پورا ہوگا۔ پس کوئی صاحب دوسرے دین کا باقی نہیں رہے گا مگر (یہ کہ) اسلام میں داخل ہو جائیگا۔

المهدی ؑ فلا یبقٰی اهل دین الا دخلوا فی الاسلام ویدل علیه بعض الاحادیث فمنها حدیث ابی هریرة الخ وقیل المراد ظهورة علی الدین کله بالحجة والبیان وفیه ضعف لان هٰذا وعد بانه تعالٰی سیفعله والتقویة بالحجة والبرهان کان حاصلا من اوّل الامور۔ الخ ۔ وفی جامع البیان والخازن و تفسیر ابن الجریر والدر المنثور نزلت اٰیة الاستخلاف حین قالوا یا رسول الله ابد الدهر نحن خائفون ما یاتی علینا یوم نضع السلاح کذا نقله محی الدین والشیخ عماد الدین اقول فهٰذا تائید نقول من قال وجد هذا الوعد بعد فتح مکة کما قال ابن کثیر فی تفسیره فقد فعله تبارک وتعالٰی

اور تفسیر فتح البیان و ابن کثیر سُنّی (و تفسیر صافی و تفسیر قمی شیعہ) میں کہا گیا ہے کہ یہ بوقتِ نزول عیسیٰؑ و خروج مہدی پُورا ہو گا۔ پس کوئی اہل دین نہیں رہے گا مگر اسلام میں داخل ہو جائے گا اور اس پر بعض احادیث بھی دلالت کرتی ہیں منجملہ اُن کے حدیث ابی ہریرہ ہے الخ. اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے غلبہ دین محمدیؐ کا سب ادیان پر دلیل اور برہان کے ساتھ ہے اور اِس میں ضعف ہے. کیونکہ یہ وعدہ ہے کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کرے گا۔ اور تقویت تو جملہ انبیاء کو حاصل تھی پس اس میں خصوصیت کیا ہے اور وعدہ کی ضرورت کیا ہے) اور جامع البیان و تفسیر خازن جلد ۳ صـ۳۷۷ و تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صـ۱۱۰ و تفسیر در منثور جلد ۵ صـ۵۵ میں ہے کہ آیت استخلاف اس وقت اُتری[1] جب صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم ہمیشہ ڈرتے رہیں گے اور کبھی کوئی ایسا زمانہ ہم پر نہ آئے گا کہ ہم ہتھیار اُتار رکھیں[2] گے۔ اسی طرح محی الدین اور شیخ عماد الدین نے نقل کیا ہے. میں کہتا ہوں

[1] اس طرح در منثور ج ۴ صـ۱۳۱ میں باسناد سعید بن منصور و ابن المنذر و بیہقی فی سننہ جابر رضہ سے اور باسناد عبد بن حمید و ابن المنذر قتادہ سے اور باسناد عبد بن حمید و ابی الشیخ ابی ہریرہ سے مروی ہے ۱۲ مترجم۔

[2] یعنے صحابہ امن کا زمانہ دریافت کرتے تھے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو کفار مکہ پر تسلط ملے گا اور تم امن سے وقت بسر کرو گے جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں وعدہ پورا ہو چکا ۔ ۱۲ مترجم۔

ولله الحمد و المنة فانه صلعم لم یمت حتی فتح الله علیه مکة و خیبر و

(قول مؤلف) پس یہ قول اس شخص کے لیے مؤید ہے جس نے کہا ہے کہ یہ وعدہ زمانہ رسول اللہؐ میں بعد فتح مکہ کے پورا ہو گیا جیسا کہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ

والبحرین وسائر جزیرۃ العرب وارض الیمن بکما لها واخذ الجزیۃ من مجوس ھجر ومن بعض اطراف الشام اھداہ ھرقل ملک الروم وصاحب مصر واسکندریہ وھو المقوقس وملوک عمان والنجاشی ملک الحبشۃ کذا فی فتح البیان۔ وفی ترجمان القرآن قولہ تعالٰی لیستخلفنھم فی الارض یہ وعدہؐ جمیع امت کو شامل ہے۔ بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہ تھے بلکہ ممکن ہے اس کا واقع ہونا اس امت کے ہر فرد سے (ثم قال) اور اُس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے۔ خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرین کے ساتھ یا یہ کہ ارض مکہ ہے۔ اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا۔ الخ کذا فی فتح البیان۔

کہ اللہ تعالٰی نے اس وعدہ کو پورا کر دیا اور اس کے لیے حمد اور شکر ہے کہ نبیؐ کے وفات پانے سے پہلے ہی اللہ تعالٰی نے مکہ و خیبر و بحرین کو نبیؐ کے لئے فتح فرما دیا اور باقی جزیرہ عرب و زمین یمن مکمل فتح ہوئی۔ مجوس ہجر سے اور بعض اطراف شام سے جزیہ لینا گیا اور نبیؐ کے پاس بادشاہ روم ہرقل اور صاحب مصر اور اسکندریہ جو مقوقس ہے اور ملوک عمان اور نجاشی بادشاہ حبشہ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں تحائف اور ہدیے بھیجے۔ اسی طرح فتح البیان جلد ۶ صـ۳۲۳ میں ہے۔ اور ترجمان القرآن صـ۱۰۷۵ میں بذیل قولہ تعالٰی لیستخلفنھم فی الارض لکھا ہے۔ یہ وعدہ جمیع امت کے لیے ہے۔ بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہیں تھے۔ بلکہ اس کا واقع ہونا اس امت کے ہر فرد سے ممکن ہے۔ (پھر کہا) اور اُس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرینؓ کے ساتھ یا یہ کہ ارض سے مراد ارض مکہ ہے۔ اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا الخ۔ اور فتح البیان جلد ۶ صـ۳۲۸ میں بھی اسی طرح ہے۔

لہ اسی طرح تفسیر فتح القدیر للشوکانی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۵۴ میں ہے (از کتب خانہ نصیف جدہ حجاز) اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۴۸۲ مطبوعہ نولکشور میں ہے۔ وبتحقیق وفا کرد وے سبحانہ وعدہ خود را ومن اوفی بعھدہ من اللہ وللہ الحمد والمنتہ ونرفت آنحضرتؐ از عالم تا کہ فتح کرد حق تعالٰی مکہ و خیبر و بحرین و باقی جزیرہ عرب و ارض یمن تمام الخ اور تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر ج ۱۸ صـ۱۱ میں آیت سے مراد خلافت خلفاء اربعہ لکھ کر کہا لیکن اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کیوں جائز نہیں کہ مِنْ بیانیہ ہو اور استخلاف سے مراد مکان تصرف اور توطن ہو جیسا کہ نبیؐ

اسرائیل کے حق میں ہوا اور بصورت تسلیم خلافت نبوی مراد ہونے کے علیؑ کی خلافت مراد ہو اور جمع تعظیمی سمجھی جائے یا علیؑ اور ان کے گیارہ فرزند مراد ہوں۔ انتہٰی ملخصاً۔ ۱۲ مترجم؛

تنبیہ اما وجہ عدم قتال علیؑ بالخلفاء الثلاثۃ حین غصبوا الخلافۃ الظاہریۃ عنہ و خالفوا امر النبیؐ و وصیتہ و صبر علیؑ علی المصائب لوجوہ۔ منہا امرہ علیہ الصلاۃ والسلام بالصبر کما فی کنز العمال عن علیؑ مرفوعا یا علیؑ کیف انت اذا زہد الناس فی الاٰخرۃ ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لمّا واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین اللہ دخلا ومال اللہ دولا۔ قلت اترکہم وما اختاروا واختار اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ واصبر علی مصائب الدنیا وبلواہا حتی الحق بک انشاء اللہ قال صدقت اللہم افعل ذلک بہ رواہ الثقفی فی الاربعین۔ وفی الخصائص للسیوطی اخرج الطبرانی ابونعیم عن جابر بن سمرۃ مرفوعًا (قالؐ) لعلی انک

تنبیہ۔ جب خلفاء ثلاثہ نے خلافت ظاہریہ کو حضرت علیؑ سے غصب کیا اور حکم نبیؐ اور آپ کی وصیت کی مخالفت کی اُس وقت حضرت علیؑ کے مصائب پر صبر کرنے اور خلفاء ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کرنے کی چند وجوہ ہیں۔ منجملہ اُن کے آنحضرت صلعم کا جناب مرتضیٰؑ کو صبر کا حکم دینا ہے، جیسا کہ کنز العمال ج ۶ ص ۹۹ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا اے علیؑ تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جبکہ لوگ آخرت کے مفاد سے قطع نظر کر کے منافع دنیا میں رغبت کریں گے اور مال وراثت کو بلا تمیز حلال وحرام کے جمع کر کے کھائیں گے اور مال کو نہایت گہری محبت سے محبوب سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکر وفریب کا ہتھیار بنائیں گے اور خدا کا مال غنیمت سمجھ کر آپس میں تقسیم کریں گے (جناب علیؑ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ میں اُن کو مع اُس چیز کے جس کو انہوں نے پسند کیا۔ چھوڑ دوں گا اور میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ اور دار آخرت کو پسند کروں گا اور دنیاوی مصائب اور اُس کی آزمائشوں پر صبر

لہ اس روایت میں یہ امر غور طلب ہے کہ بعد رسول خدا کے حضرت علیؑ کے حین حیات تک ایسے کون امراء ہوئے ہیں جن پر یہ پیشگوئی صادق ہو کہ اُنہوں نے ورثہ کو بلا تمیز حلال وحرام جمع کر کے خورد برد کیا ہو یا دین اسلام کو ذریعہ مکر وفریب اغراض نفسانیہ کا بنایا ہوا اور جناب علیؑ نے اُن کے مقابلہ میں حسب تعمیل ارشاد نبوی صبر فرمایا ہو ہمیں تو بجز خلفاء ثلاثہ کے ان صفات سے متصف کوئی نظر نہیں آتا ورثہ رسول اللہ کو جس طرح حضرات ثلاثہ نے اپنے تصرف میں رکھا اور اقرباء رسول اللہ کو محروم رکھا اور اپنے اقربا کی صلہ رحمی کی اور خلافت کے بارہ میں بظاہر انتخاب اور وصیت سابق بر لاحق کا نمونہ بنا کر حقیقی جانشین رسولؐ کو محروم کرنا یہ سب کچھ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ۱۲ مترجم؛

مؤمن مستخلف وانك مقتول وان هذه مخضوبة من هذه يعنى لحيته من (دم) رأسه و فى الصواعق ان الله تعالىٰ اطلع نبيه م علىٰ مايكون بعده و فى ازالة الخفاء اخرج الحاكم عن علىؑ قال ان مما عهد الىّ النبى م ان الامة ستغدر بى بعده وكذا فى الخصائص للسيوطى وفيه اخرج الحاكم وصححه ان الامة ستغدر بى بعده و فى ازالة الخفاء اخرج الحاكم عن ابن عباس مرفوعًا لعلىؑ اما انك ستلقى بعدى جهدا قال فى سلامة من دينى قال فى سلامة من دينك كذا فى كنز العمال وكذا فى الخصائص للسيوطى وايضًا فى الخصائص ازالة الخفاء اخرج ابو يعلىٰ عن علىؑ فى حديث طويل فلما خلى له الطريق اعتنقنى ثم اجهش باكيا قال قلت يا رسول الله ما يبكيك

کردوں گا حتیٰ کہ انشاء اللہ (بعد موت) آپ کو آملوں گا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا یا اللہ تو اس کو اس طرح بنا دے (کہ یہ آخرت کو پسند کرے اور صبر پر قائم رہے) اس کو ثقفی نے روایت کیا اربعین میں۔ اور خصائص سیوطی ج ۲ ص ۱۱۵ میں ہے کہ طبرانی وابو نعیم نے جابر بن سمرہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یا علیؑ تو دیگر امراء کی تحت میں رہے گا اور دوسرے خلیفے بن جائیں گے تو قتل کیا جائے گا اور یہ تیری داڑھی سر کے خون سے رنگی جائیگی۔ اور صواعق ص ۲۳ میں ہے تحقیق اللہ نے اپنے نبیؐ کو اس امر کی اطلاع دی تھی جس کے ساتھ حضرت علیؑ بعد رسول خداؐ کے مبتلا ہوئے۔ اور ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۲۵ میں باسناد حاکم حضرت علیؑ سے روایت ہے۔ بالتحقیق منجملہ اُن کے جو نبیؐ نے میرے ساتھ عہد کئے ایک یہ ہے کہ امت قریب زمانہ میں نبیؐ کے بعد مجھ سے متنفر ہو جائیگی (یعنی بعد حضرتؐ کے بہت جلد ایسا کریں گے) اور اسی طرح خصائص سیوطی ج ۲ ص ۱۳۸ میں ہے اور اس میں اس طرح لکھا ہے کہ حاکم نے صحیح کہہ کر روایت کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ نبیؐ کے بعد ہی بہت جلد امت مجھے ناپسند کرے گی۔ اور ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۲۵ میں باسناد حاکم ابن عباس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ضروری ہے کہ میرے بعد توصیف اٹھائیگا حضرت علی نے عرض کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ آپ نے فرمایا دین تیرا سلامت رہے گا۔ اسی طرح کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ و خصائص سیوطی ج ۲ ص ۱۳۸ میں بھی ہے اور ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۲۵ مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو یعلیٰ ایک طولانی حدیث میں حضرت علیؑ سے باسناد خود اس طرح روایت کرتا ہے کہ نبیؐ کو راستہ میں ملا۔ آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا (مجھے گلے لگایا) اور رونے پر آمادہ ہوئے یا رونے لگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکو کیا چیز رُلا رہی ہے۔

ص ۲ اور اس میں یہ عبارت بھی ہے باز آں حضرتؐ خبر دادند کہ امت بر حضرت مرتضیٰ جمع نشود و تالّم خاطر مبارک خود تقریر فرمودند ۱۲ مترجم

قال ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا
لک الا من بعدی قلت یا رسول
اللہ فی سلامۃ من دینی - الحدیث
وھکذا فی کنز العمال وزاد رواہ
البزار وابو یعلی والحاکم وابو الشیخ
والخطیب وابن الجوزی وابن النجار۔
و فی معارج النبوۃ و روضۃ الاحباب[1]
اے علیؑ اول کسے کہ بر لب حوض کوثر
بمن رسد تو باشی بعد از من بسیارے
از مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل
تنگ نہ گردی و دست در عروۃ وثقی
تحمل زدہ طریق صبر پیش گیری و چوں بینی کہ

آپ نے فرمایا اس قوم کو تیرے ساتھ بغض ہے جو اب
تیرے لئے ظاہر نہیں کرتے مگر میرے بعد وہ ظاہر
کریں گے میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے دین
میں تو کوئی خلل نہیں آئیگا آخر حدیث تک پڑھو
اور اسی طرح کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۰ میں ہے اور اس
میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کو بزار و ابو یعلیٰ و حاکم و
ابو الشیخ و خطیب و ابن جوزی و ابن بخار نے
بھی روایت کیا ہے۔ اور معارج النبوۃ رکن رابع
ص ۳۲۰ اور روضۃ الاحباب[1] ج ۱ ص ۳۹۳ میں ہے کہ
آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ جو شخص مجھے کنارہ حوض
کوثر پر سب سے اول ملے گا وہ تو ہوگا اور میرے
بعد تجھے ناگفتہ بہ تکالیف اور مصائب پہونچیں گے

[1] حوالہ روضۃ الاحباب۔ اسی طرح مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۵ میں ہے اور کنز العمال ج ۶ ص ۶۹ میں نبی سے مروی ہے حضرت علیؑ کو فرمایا یا علیؑ کیا حال تیرا ہوگا جب لوگ آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی رغبت میں منہمک ہوں گے اور مال کو فرط محبت سے جائز ناجائز کھائیں گے اور دین کو برا نام رکھیں گے مال و دولت کے محب ہوں گے حضرت علیؑ نے عرض کی میں خدا و رسولؐ و آخرت کو پسند کروں گا اور ایسے لوگوں کو چھوڑوں گا اور بلائش دنیا پر صبر کروں گا حتیٰ کہ آپ کو آملوں گا نبیؐ نے فرمایا صدقت تم نے سچ کہا اللھم افعل ذٰلک بہ خدایا تو اس کو اسی کی توفیق دے۔ ۱۲ مترجم؛

کہ دنیا مرضی و مختار خلق گردد باید
کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ انتہی۔ اقول
ولا یخفی ما وقع علی علیؑ من مصائب
الخلافۃ وجعلہ تابعاً ومطیعاً مع
حقہ ان یکون متبوعاً ومطاعاً و
سیداً واستخفافہ فی المشاورات
والمحاربات بہ فی الجمل والصفین
والنہروان ونکث البیعۃ وغیرہا

چاہیئے کہ تو نہ گھبرائے اور تم تحمل کو اپنے ہاتھ سے
نہ دینا بلکہ طریق صبر اختیار کرنا اور جب تو دیکھے
کہ خلقت نے دنیا کو پسند کر لیا ہے تو تم آخرت کو
پسند کرنا۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) مخفی نہیں کہ جو
وقائع حضرت علیؑ پر وارد ہوئے اور مصائب پیش
آئے جیسا کہ امیر عمر صاحب کا جناب زہراؑ کے گھر کو
جلانا اور دھمکانا اور خلافت کا غصب کرنا اور
حضرت علیؑ کو باوجود اُن کے استحقاق متبوع و مطاع

ومنها ما ذكر فی آخر الشجاعة الكائنة من علیؑ فلا نعيدها۔ ومنها منعه عليه السلام عن قتال اهل القبلة متى لم يبتدؤ بالقتال كما روى المسلم فی صحيحه عن عوف بن مالك الاشجعی مرفوعا وشرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم قال قلنا يا رسول الله افلا ننابذهم عند ذلك قال لا ما اقاموا[۲] فيكم الصلوٰة لا ما اقاموا فيكم الصلوٰة الا من ولی عليه وال فراٰه يأتی شيئا من معصية الله فليكره ما يأتی من معصية الله ولا ينزعن يدا من طاعة۔

اور سردار ہونے کے تابع اور مطیع بنانا اور مشورہ جات میں اُن کی فریب آمیز تجاویز سے خفت کرنی اور اُن سے جمل و صفین و نہروان کے جنگ کرنے اور ان سے بیعت توڑ دینا وغیرہ ظاہر ہوئے۔ اور منجملہ اُن وجوہ کے وہ ہے جو ہم آخر بیان شجاعت علیؑ میں بیان کر چکے ہیں اُس کو اب مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں اور منجملہ وجوہ کے نبیؐ کا قتال اہل قبلہ سے منع فرمانا ہے جب تک کہ وہ پہلے جنگ نہ چھیڑ دیں اور بخاری و مسلم کے اسناد سے ابن مسعودؓ روایت کرتا ہے نبیؐ نے فرمایا تم میرے بعد اُمراء کے ناپسند افعال دیکھو گے صحابہ نے عرض کی پھر آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا تم اُن کے حقوق ادا کر دینا اور اپنے حق کو خدا سے طلب کرنا۔ جیسا کہ مسلم نے اپنے صحیح میں عوف بن مالک اشجعی سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ فرماتے ہیں۔ برے امام تمہارے وہ ہوں گے جن کو تم دشمن سمجھو گے اور وہ تم کو دشمن سمجھیں گے تم اُن پر لعنت کرو گے اور وہ تم پر لعنت کریں گے۔ (جیسا کہ امیر عثمان وغیرہ کے زمانہ میں ہوا) راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اُس وقت ہم اُن سے بغاوت نہ کریں؟ فرمایا نہ جب تک تمہارے اندر وہ نماز کو قائم رکھیں دو بار فرمایا مگر جس پر کوئی والی ہو اور اس امیر کو گناہ کرتا دیکھے تو چاہیئے کہ اُس گناہ کو ناپسند کرے مگر پھر بھی فرمانبرداری سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے؛

۲؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ج ۴ ص ۱۱۹ کتاب الامارۃ حدیث الا ان تروا کفرا بواحا کی شرح میں لکھا ہے۔ اما الخروج عليهم (الامراء) وقتالهم فحرام باجماع المسلمين وان كانوا فسقة ظالمين (ثم قال) واجمع اهل السنة على ان السلطان لا ينعزل بالفسق الخ۔ وفيه ص ۱۲۱ حدیث لا ما صلوا کی شرح میں لکھا ہے۔ وانما منع عن مقاتلتهم ما داموا يقيمون الصلوٰة التی هی عنوان الاسلام والفارق بين الكفر والايمان الخ حدیث لا ما اقاموا الصلوٰة الخ صحیح بخاری طبع مصر ج ا ص ۵۵ میں بھی ہے اور یہی مقتضا اس آیت کا ہے فان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة فاخوانكم فی الدين اور فرمایا فخلوا سبيلهم سورۂ توبہ ع ا (چھوڑ دو ان کو یعنی ان سے جنگ نہ کرو) اور کنز العمال ج ا ص ۶۷ اور تلخیص الصحاح ج ا ص ۲۵ میں ہے۔

الیس یصلی ولا صلوٰۃ لہ الیس یشھد و ان لا الٰہ الا اللہ ولا شہادۃ لہ اولیک نہیت عنہم اولٰئک الذین نہانی اللہ عن قتلہم اخرجہ مالک۔ یعنی اگرچہ شہادت توحید و نبوّت اور نماز منافقین کی فی الحقیقت کوئی چیز نہیں۔ مگر میں ایسے بظاہر مسلمانوں کے قتل و قتال سے منع کیا گیا ہوں اور تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۶۱ میں ہے فان قیل اذا کانوا منافقین لا یحل قتلہم مع اظہارہم الایمان فکیف یقول تعالیٰ ذٰلک (ای یصیبکم اللہ بعذاب من عندہ او بایدینا) قلنا قال الحسن المراد بایدینا ان ظہر نفاقکم لان نفاقکم اذا ظہر کانوا کسائر المشرکین فی کونہم حربا للمؤمنین۔ یعنی اگر منافقین کو قتل کرنا حلال نہیں کہ وہ ایمان ظاہر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کیسے فرماتا ہے کہ تم کو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے عذاب دے گا یا ہمارے ہاتھوں سے تم کو عذاب پہنچائیگا تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں سے عذاب پہنچانا اُس وقت مُراد ہے جب وہ لوگ اپنے نفاق کو ظاہر کریں اور مشرکین کی طرح ہو جائیں تب جنگ میں مشرکین کے حکم میں آجائیں گے۔ اور کبیر ج ۴ ص ۶۹۶ میں بہ تفسیر جاھد الکفار والمنافقین لکھا ہے وفی الآیۃ سؤال وھو ان الآیۃ تدل علی وجوب مجاھدۃ المنافقین و ذٰلک غیر جائز فان المنافق ھو الذی یستر کفرہ و ینکرہ بلسانہ ومتی کان الامر کذٰلک لم یجز محاربتہ و مجاھدتہ الخ۔ یعنی چونکہ منافق کفر کو پوشیدہ کرتا ہے زبان سے کفر کا انکار کرتا ہے اس لئے ایسی حالت پر اس سے جنگ جائز نہیں پھر جہاد لسانی وغیرہ کے جوابات اس سوال کے دیئے۔ اور تفسیر جاھد الکفار والمنافقین کی تعلیق فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو کہ منافقین سے کیوں جنگ ممنوع ہے (عینی شرح بخاری ج ۱۰ ص ۲۰۳ میں ہے۔ جاھد الکفار بالسیف وجاھد المنافقین بالاحتجاج ۱۲ مترجم ؎

وفیہ عن ام سلمۃ مرفوعاً یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد بریٔ ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی و تابع قالوا افلا نقاتلہم قال لا ما صلوا ای من کرہ بقلبہ وانکر بقلبہ ودوی

اور اسی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے رسولؐ نے فرمایا تمہارے اوپر ایسے امراء اور سردار ہوں گے جن کے اعمال کو تم ناپسند کرو گے پس جس نے ناپسندی ظاہر کی وہ اُن سے بیزار ہوگا یعنی امراء اُسکو تکلیف دیں گے اور جس نے دل سے ناپسند کر کے سکوت کیا وہ اُن کی شر سے بچ رہے گا لیکن اُس کا

؎ تفسیر در منثور ج ۲ ص ۳۶ میں باسناد مسلم و ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ابی سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہے فرمایا من رائی منکم منکرا فلیغیر بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ الخ یعنی جو تم میں سے کوئی امر خلاف شرع دیکھے پس چاہیئے کہ ہاتھ سے اس کی تبدیلی اور درستی کرے اگر اسکی قدرت نہیں رکھتا تو زبان سے درستی کی کوشش کریگا اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے اسکو بُرا سمجھ کر نفرت کرے اور خاموش رہے ۱۲ مترجم؎

الشیخان عن ابن مسعود مرفوعاً انکم سترون بعدی اثرۃ وامورا تنکرونها قالوا فما تأمرنا یا رسول اللہ قال ادوا الیہم حقہم وسلوا اللہ حقکم و ہذہ الاحادیث فی المشکوٰۃ باب الامارۃ ومنہا الحکمۃ الموضوعۃ فی عدم قتال المنافقین اقتداءً بالنبی صلعم کما فی کنز العمال لا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ

گناہ سمجھا جائیگا جو بُرے اعمال پر راضی ہو کر اُن امراء کی متابعت کرے گا صحابہ نے عرض کیا ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں[1]؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے ہوں مراد من کرہ سلم سے یہ ہے کہ دل سے بُرا منائے اور ناپسند کرے یہ احادیث مذکورہ مشکوٰۃ باب الامارۃ ص۳۱۱ میں ہیں (اسی کا نام تقیہ ہے) اور منجملہ اُن وجوہ کے وہ حکمت ہے جس سے نبیؐ نے منافقین سے جنگ نہ کی تھی۔ پس اسی طرح حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کی اس بارہ میں اقتدا کی جیسا کہ کنز العمال ج ۶ ص۳۳۳ میں ہے کہ آنحضرتؐ منافقین سے جنگ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان فرماتے تھے کہ لوگ اس طرح باتیں نہ بنائیں کہ جناب محمدؐ رسول اللہؐ (غصہ میں آتے ہیں تو) اپنے اصحاب[2] کو قتل کر دیتے ہیں۔

---

[1] اس کی تائید میں دیکھو کنز العمال ج ۶ ص۳۰ بروایت جابر منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا دین خدا میں لوگ گروہ گروہ داخل ہوئے ہیں اور عنقریب اسی طرح گروہ گروہ اس دین سے نکل جائیں گے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور بروایت احمد و بیہقی و نسائی و ابن ماجہ جریر سے اور بروایت احمد و بخاری و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ ابن عمر سے اور بروایت بخاری و ترمذی ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے بعد تم آپس میں جنگ کر کے بعض کو بعض قتل کر کے کفر کی طرف نہ پھر جانا۔

[2] یہ حدیث مرفوع صحیح اور مشہور ہے جس سے ثابت ہے کہ نبیؐ کی خدمت میں ایسے منافقین موجود تھے جو لوگوں میں اصحاب رسول اللہ مشہور تھے اور وہ بظاہر صوم و صلوٰۃ وغیرہ امور میں نبیؐ کے ساتھ شامل ہو کر بظاہر مخلصین صحابہ کی قطار میں ملے جلے رہتے تھے اور اُن کے قتل کر دینے سے لوگوں کے بدظن ہونے اور فساد کا اندیشہ تھا پس اس سے زیادہ اہل جماعت کو اپنے پیشواؤں کے حال معلوم کرنے کیلئے کیا ثبوت درکار ہے مزید تسلی کے لیے دیکھو بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی باب ما ینہی عنہ من دعوی الجاھلیۃ حدیث لا یتحدث الناس ان محمداً یقتل الخ اس کے حاشیہ نمبر ۱ میں شرح قسطلانی سے میری تحریر کی تائید لکھی ہے۔ کہ قتل منافقین سے اس طرح تنفر ہوتی تھی وہ ایک دوسرے کو کہتے اس نبی کا اعتبار نہیں ظاہر اسلام پر یہ اعتبار نہیں کرتے اور کفر باطن کا دھبہ لگا کر قتل نفس اور ہمارا مال لوٹنا مباح کر دیتے ہیں اس لیے اسلام اور مسلمانوں یا نبیؐ کے پاس کوئی جانا نہ پائے تاکہ امن رہے۔ ۱۲ مترجم۔

رواہ الشیخان عن جابر۔ وفیہ بلفظ دعہ۔ وفی روایۃ اکرہ ان یتحدث الناس ان محمداً الحدیث۔ وفیہ ان فی اصلاب اصلاب[1] رجال من اصحابی رجال ونساء ید خلون الجنۃ بغیر حساب رواہ الطبرانی و ابن مردویہ عن سہل بن سعد۔ اقول ومثل ہذہ الرعایۃ ملحوظۃ للمؤمنین عند اللہ تعالیٰ کما بینہ سبحانہ وکان ابوہما صالحاً وکان بینہما و بینہ سبعۃ اٰباءٍ کما فی التفاسیر۔ وفی البخاری[2] مع الفتح عن جابر قال عبد اللہ بن ابی بن ابی سلول اقد تدعوا (دعوی کردن) علینا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاٰیۃ فقال عمر الا تقتل ہٰذا الخبیث یعنی عبد اللہ فقال النبیؐ لا یتحدث الناس انہ یقتل اصحابہ۔

اس کو بخاری و مسلم نے جابر سے مرفوعاً روایت کیا اور ص۸۲ میں یہ لفظ ہے کہ اس کو چھوڑ دو تا آخر حدیث اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا میں اسکو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ باتیں بنائیں کہ جنابؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ اور کنز العمال ص۲۳۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تحقیق میرے حاضرین اصحابؓ کی تیسری چوتھی پشت کے بعد ایسے آدمی مردوں اور عورتوں سے ہوں گے جو بغیر حساب بہشت میں داخل ہوں گے اس کو طبرانی اور ابن مردویہ نے سہل بن سعد سے روایت کیا (تو یہ بھی ایک حکمت اور مصلحت تھی کہ جن کی پشت سے مؤمنین پیدا ہونے کی امید تھی اُن کو قتل نہ کیا گیا تاکہ مؤمن کی پیدائش بند نہ ہو دیکھو یزید پلید جیسے شخص سے اس کا بیٹا معاویہ مؤمن پیدا ہوا اور حضرت ابوبکر کا بیٹا محمدؒ حضرت علیؑ کا تابعدار اور ابوبکر صاحب سے بہتر اور خالص مؤمن تھا وعلیٰ ہذا القیاس)۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) مثل مومن کی اس رعایت کے اللہ کے نزدیک بھی ملحوظ ہے۔ چنانچہ دو لڑکوں کی حفاظت مال کے قصہ میں بیان فرمایا کہ ان دونوں کا باپ نیک تھا حالانکہ اُن دونوں اور اُن کے اس باپ صالح میں سات پُشت کا بعد تھا جیسا کہ تفاسیر میں ہے (تو جس طرح بیٹوں کی رعایت باپ کے سبب سے ہوئی اسی طرح باپ کی رعایت بیٹوں کے سبب سے ہوئی) اور صحیح بخاری مع الفتح ج۲ ص۲۰۸ میں جابر سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن ابی سلول نے کہا کیا انہوں نے ہم پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ جب ہم مدینہ میں واپس گئے تو اُن کو نکال دیں گے الخ امیر عمر نے کہا یا نبی اللہ اس خبیث (عبد اللہ) کو آپ قتل کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا قتل اس لئے نہیں کرتا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔

---

[1] حدیث فی اصلاب اصلاب رجال۔ از کنز العمال۔ اسی طرح شیعہ کی کتاب علل الشرائع ص۹۰ میں امام صادق سے اسی سوال کے جواب میں کہ جناب امیر نے فلاں و فلاں سے کیوں جنگ نہ کی یہی جواب مروی ہے کہ اس آیت

کے واسطے جنگ نہ کی لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما قال ما یعنی بتزایلہم
قال وحالغ مؤمنین فی اصلاب قوم کافرین اور نسیم الریاض شرح شفا عیاض مطبوعہ مصر ج ا ص۲۲۱
تفسیر آیت وہم یستغفرون میں لکھا او و فی اصلابہم من سیؤمن و یستغفر۔ اور نسیم الریاض
ج ۲ ص۹۲ میں ہے کہ تکذیب قوم کے بعد جبریلؑ نبیؐ کے پاس آئے عرض کی اللہ نے
پہاڑوں پر مسلط فرشتے کو حکم دیا ہے کہ تو حضرت محمدؐ کی تابعداری کر حکم دیں تو کفار کو ہلاک کر دے۔
نبیؐ نے فرمایا بل ارجوان یخرج اللہ تعالیٰ من اصلابہم من یعبد اللہ وحدہ رواہ الشیخان یعنی
اس امید پر کہ ان کی پشتوں سے مؤمن پیدا ہوں گے قوم کو ہلاک نہ کرایا۔ ۱۲ مترجمؒ
؎۲ یہ حدیث بخاری مطبوعہ مصر ج ا ص۱۸۲ و ۲۵ و ج ۲ ص۱۶۶ و ج ۳ ص۱۲۷ اور صحیح مسلم ج ۲ ص۳۲۱ و
نسیم الریاض ج ۲ ص۲۲۔۲۳ میں ہے اور مسلم ج ا ص۳۴۰ میں ان الفاظ سے ہے معاذ اللہ ان یتحدث
الناس انی اقتل اصحابی ان ہذا واصحابہ یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرہم یمرقون کما یمرق
السہم من الرمیۃ یعنی خدا پناہ دے کہ لوگ میری باتیں بنائیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں یہ شخص
اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں اگرچہ ان کی گردنوں سے نیچے نہیں جاتا اور دین سے ایسے نکلتے ہیں جیسے کمان
سے تیر جاتا ہے۔ مگر پھر بھی ظاہری اسلام کے سبب نہ ان کو میں قتل کرتا ہوں اور نہ اصحاب سے نکالتا ہوں
اور صحیح مسلم ج ا ص۴۳۱ و بخاری ج ا ص۱۸۳ طبع مصر اور تحفہ اثنا عشریہ ص۳۲۷ میں حدیث لولا ان قومک
حدیث عہدہم ہلیۃ میں ہے اخاف ان تنکر قلوبہم لنظرت ان ادخل الجدر فی البیت اور
لاموت ان یہدام البیت الخ ہے۔ اور ایک روایت مسلم میں ان تنفر قلوبہم ہے۔ یعنی اگر نئے مسلمانوں
کے پھر جانے کا مجھے خوف نہ ہوتا تو خانہ خدا کی بیرونی دیواریں خانہ کعبہ میں داخل کرتا۔ حدیث بخاری مطبوعہ مصر
ج ا ص۱۸۲ میں ہے۔ ان الفاظ سے لولا حداثۃ قومک بالکفر (کذا فی صحیح المسلم جلد ا ص۴۳۱ و لولا
ان قومک حدیث عہدہم بالجاہلیۃ و لولا حداثۃ قومک بالکفر و حدیث عہدہم بجاہلیۃ
ان روایات میں حضرت عائشہ کو بالخصوص مخاطب کرنے میں بھی رسول خداؐ نے کوئی خاص مصلحت سمجھی ہے اور
اس میں خاص راز پنہاں ہے کہ حضرت عائشہ کو فرماتے ہیں تیری قوم (قریبی رشتہ دار یا قبیلہ بنی تیم جن سے
حضرت ابوبکر ہیں) کا زمانہ جاہلیت اور کفر قریب ہے۔ اسلام ان کے دلوں میں مرکوز نہیں ہوا۔ ادنیٰ بات پر
بھی ان کے پھر کفر کی طرف پلٹ جانے کا خطرہ ہے ورنہ میں فلاں فلاں کام کرتا یہ حدیث متفق علیہ صحیح
ہے جو اہل تسنن میں اعلیٰ پایہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ کعبہ کی اصلاح کا ارادہ اور فقط خوف ارتداد کا مانع
ہونا بعد فتح مکہ کے ہے جس کے بعد حیات نبیؐ کا قلیل زمانہ باقی تھا اور قریب ہی وفات پا گئے اس زمانہ تک

اس قوم کا خوف ارتداد اور ایمان میں پختہ نہ ہونا یاد رہے اور بعد وفات نبیؐ چونکہ یہی زمانہ خوف ارتداد کی
قریب تھا اور بدستور خوف باقی تھا تو ادنےٰ بات نہیں بلکہ بڑی بات مسلمانوں میں قتل و قتال واقع ہونے

سے بے شک خوف ارتداد کلی باقی تھا اسی واسطے نبیؐ نے جناب امیرؑ کو اپنے بعد متصل مصائب پہنچنے اور لوگوں کے بغض نکالنے پر صبر و تحمل کا حکم دیا چنانچہ فلک النجاۃ میں مذکور ہے کہ اسی خوف ارتداد اور کفر محض پھیل جانے کے سبب سے حضرت علیؑ نے تلوار نہ اٹھائی اور خاموشی و صبر کو اختیار فرمایا اور جن روایات وارد ہے کہ حضرت امیرؑ نے نبیؐ کے جواب میں عرض کیا کہ میں اس حد تک ان مصائب پر صبر کروں گا کہ آپؐ سے آملوں گا اس کا معنے یہ ہے کہ جس زمانہ میں جن مصائب پر مجھ کو صبر کا حکم دیا گیا ہے ان مصائب پر مرتے دم تک صبر کروں گا اور جن پر مجھے تلوار اٹھانے سے روکا گیا ہے مرتے دم تک نہ اٹھاؤں گا نہ یہ کہ کبھی کسی پر مرتے وقت تک تلوار نہ اٹھاؤں گا اسی سے تطبیق روایات ہوتی ہے اور یہی معنے صحیح ہے چنانچہ ناسخ و منسوخ پر تبصرہ کے بیان میں ہم نے فلک النجاۃ میں ظاہر کیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روایات میں تطبیق و جمع کرنا چاہیئے جیسا کہ سنی صاحبان اپنی کتب کی قریباً جملہ روایات میں اسی قانون پر عمل کرتے ہیں اسی واسطے زمانہ ثلاثہ میں خلافت یا فدک یا دوسرے کسی معاملہ میں بھی مرتے دم تک علیؑ نے تلوار نہ اٹھائی۔ اگر یہ معنے مراد نہ ہو تو جنگ جمل، صفین نہروان کیونکر جائز سمجھا جاتا ہے حالانکہ روایات وصیت صبر بھی متفق علیہا صحیح اور واقعات مقاتل بالا بھی بلاشک وقوع میں آچکے ہیں اور حضرت امیر کی شان سے بعید ہے کہ سرمو حکم رسول خدا کے خلاف عمل میں لائیں۔ تو یقیناً ثابت ہے کہ نبیؐ نے علیؑ سے دو قسم کے معاہدے فرمائے یعنی دو قسم کی وصیت فرمائی اور عہد لیا ایک زمانہ میں ایک طبقہ کے مظالم پر مصلحت اسلامی صبر و تحمل میں سمجھی ظاہری قوت لشکر کی بھی نہ دیکھی اس میں جناب امیرؑ کو تلوار اٹھانے سے روک دیا اور دوسرے زمانہ میں خوف ارتداد کلی کم سمجھا گیا اور حضرت امیرؑ کے ساتھ اس زمانہ میں ظاہری قوت لشکر بھی کسی قدر نظر آئی اور مدینہ طیبہ کے حرم سے باہر جنگ کا واقع ہونا بھی متصور ہوا تو ایک خاص انداز میں تلوار اٹھانے کا حکم صادر فرمایا ہر دو معاہدوں پر حضرت علیؑ نے بہ تعمیل حکم رسول خدا صبر و جنگ کو اپنے محل و موقعہ پر استعمال فرمایا اور صبر و جنگ کی حد اور تفصیل زمانہ و افراد مخالفین کی نبیؐ اور وصیؑ کے فیما بین اسرار مخفیہ سے تھی جو بعد ظہور عمل وصیؑ کے سب پر ظاہر ہوئی یہ ضروری نہیں اور مصلحت کے خلاف تھا کہ صریح لفظوں میں تفصیلات و تعینات پر ابتداء سے سب کو مطلع کر دیا جاتا۔ وصیت صبر کا ثبوت یہاں درج کتاب ہو چکا ہے اور وصیت قتل و قتال کا ثبوت جلد ثانی آخر بیان تقیہ کی تعلیق میں ملاحظہ ہو۔ (حضرت علیؑ کے تلوار نہ اٹھانے کی ایک اور وجہ) صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۳ اور تلخیص الصحاح مترجم ج ۵ ص ۲۳۶ میں باسناد خمسہ از ستہ بلفظ بخاری و مسلم مرفوعاً مروی ہے قال صلعم اللھم ان ابراھیمؑ حرم مکۃ فجعلھا حرماً و انی حرمت المدینۃ حراماً ما بین مازمیھا (بین الجبلین) ان لا یھراق فیھا دم ولا یحمل فیھا سلاح لقتال۔ الحدیث۔ نبیؐ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم مقرر کیا اور میں مدینہ طیبہ کو بھی مابین دونوں پہاڑوں کے حرم مقرر کرتا ہوں کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے اور نہ جنگ کے لیے ہتھیار اٹھایا جاوے اور فلک النجاۃ بیان

لعنت از سنت ج ایس بحوالہ تاریخ الخلفاء و صحیح مسلم نبیؐ سے مروی ہے جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اُس کو اللہ تعالیٰ ڈرائیگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اصل عبارت صفحہ مذکورہ میں ملاحظہ ہو۔ بہر صورت اگر ثلاثہ سے حضرت امیرؑ جنگ کرتے تو مدینہ طیبہ کے حرم میں ہی یقیناً جنگ ہوتی جو احادیث مذکورہ بالا کے سبب سے ممنوع تھی لہٰذا حضرت امیرؑ نے مصائب پر صبر فرمایا۔ اور جنگ اہل مدینہ کے لیے تلوار نہ اُٹھائی۔ ۱۲ مترجم۔

لہ تحفہ اثناعشریہ طبع نول کشور ص۹۰ میں ہے پس اسرار این حدیث کہ حق تعالیٰ با خاصان خود می فرماید بہریکے از ایشاں برنگ دیگر سلوک میکند بسیار دقیق باریک اند کہ ذہن ہر کس بآنہا نمی رسد (بعد گفتہ) لہٰذا محققین ایں اسرار حوالہ بعلم آلہی نمایند و مہر خاموشی بر دہان نہند یعنی خاصان خدا کے اسرار مخفیہ جو ہر ایک کو اطلاع نہیں ہو سکتی ایسے افعال کو سپرد خدا کر کے اعتراض سے زبان بند رکھنی چاہیئے چنانچہ حضرت خضر کے افعال کی حکمت پوشیدہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے ایسی مخفی رہی کہ اعتراض سے صبر نہ کر سکے ایسے ہی جناب امیر المؤمنین باب مدینۃ العلم کے افعال جنگ اور صلح میں اگر حکمت پوشیدہ ہو جس تک ہمارے اذہان کی رسائی نہ ہو سکے تو زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے اور کسی سے جنگ نہ کرنی محبت و مودت کا ثبوت نہیں ہو سکتا چنانچہ رسول خدا کی جنگ اور صلح سے ظاہر ہے ۱۲ مترجم۔

وفی فتح الباری فاستمر صفحہ و عفوہ عمن یظہر الاسلام ولو کان باطنہ علی خلاف ذلک لمصلحۃ الاستیلاف وعدم التنفر عنہ انتھٰی۔ ومنہا خوف الارتداد کما فی النجاری مع الفتح عن عائشۃ موفوعًا لولا حداثان قومک بالکفر لفعلت۔ وفی حدیث اُخد عنہا لولا ان قومک حدیث عہد بالکفر لنقضت الکعبۃ وردد تہا علی قواعد ابراہیم وجعلت لہا بابا شرقیا وبابا غربیا وکذا فی روضۃ الاحباب۔ وفی النجاری مع الفتح ان النبیؐ کان یصلی عند البیت و ابوجہل واصحابہ لہ جلوس

اور فتح الباری ج ۸ ص۲۰۴ میں ہے آنحضرتؐ ہمیشہ اُن لوگوں سے جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے اگرچہ باطن اُن کا اس کے برخلاف ہوتا تھا چشم پوشی فرماتے اور خون اُن کا معاف رکھا کرتے تھے تاکہ لوگ ان سے مالوف و مانوس ہوں اور حضرتؐ سے متنفر نہ ہوں انتہیٰ۔ اور منجملہ اُن کے ارتداد کلی کا خوف ہے۔ جیساکہ بخاری مع الفتح جلد ۲ ص۹۸ میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبیؐ نے بی بی صاحبہ سے فرمایا اگر تیری قوم کے نو مسلم اور کفر سے تازہ نکلے ہوئے ہونے کا سبب نہ ہوتا تو میں اسطرح کرتا اور دوسری حدیث ج ۲ ص۱۰۰ میں اُسی حضرت عائشہ سے مروی ہے اے عائشہ اگر تیری قوم کے لوگ نئے نئے کفر سے نکلے ہوتے (یعنی ان کے مرتد کلی ہونے کا خوف نہ ہوتا) تو میں کعبہ کو گرا کر

اذقال بعضہم لبعض ایکم یجیئ بسلا جزو ربنی فلان فیضعہ علی ظہر محمدؐ اذا سجد فانبعث اشقی القوم فجاء بہ فنظر حتی اذا سجد النبیؐ وضعہ علی ظہرہ بین کتفیہ (الی ان قال) حتی جاءتہ فاطمۃ فطرحتہ عن ظہرہ فرفع رأسہ الخ۔

اُس بنیاد پر جس پر حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا۔ اور اُس کے لیے ایک دروازہ مشرق کی طرف سے اور ایک مغرب کی طرف بناتا[1]۔ اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ا صـ۲۷ (و نہایہ ابن اثیر بحث لفظ خلف صـ۱۴) میں ہے اور صحیح بخاری ج ۱ صـ۱۷۴ مع الفتح میں ہے کہ نبیؐ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل معہ اپنے ساتھیوں کے قریب بیٹھا تھا اُن میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ کوئی تم میں سے ایسا ہو جو فلاں شخص کی اونٹنی کا بچہ دان[2] (جو خون وغیرہ سے آلودہ ہے) لے آئے اور اس کو حضرت محمدؐ کی پشت مبارک پر جب وہ سجدہ میں جائیں رکھدے (بغرض اہانت و تکلیف دہی) پس اُس قوم کا بدبخت گیا اور وہ لے آیا انتظار کی جب حضرت نبیؐ سجدہ میں گئے اُس نے وہ بچہ دان نبیؐ کی پشت پر درمیان دو کاندھوں کے رکھ دیا (تا اینکہ کہا) حتیٰ کہ جناب فاطمہ زہراءؑ تشریف لائیں اور نبیؐ پاک کے پشت مبارک سے اُس گندگی کو دُور کیا[2] تب رسول اللہؐ نے سر مبارک اُٹھایا۔ الخ۔

---

[1] کتاب ہذا کی جلد ثانی کے ابتداء میں بحث تقیہ کے اندر لکھا جائیگا کہ جیسا نبیؐ نے ابتداء میں چھپ کر دعوت اسلام دی ہے۔ وصی نبیؐ کے لئے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ شیثؑ کے لیے تھا وہاں اس کی تفصیل ملاخطہ ہو اور علل الشرائع (کتاب شیعہ) میں امام رضاؑ سے علت عدم قتال کی یہی لکھی ہے کہ تیرہ۱۳ سال بعد نبوت کے مکہ میں اور ۱۹ ماہ مدینہ میں نبیؐ نے جنگ نہیں کی اور اُن کی نبوۃ باطل نہیں ہوئی تو اس طرح حضرت علیؑ نے اگر ۲۵ سال تک جنگ نہیں کی تو ان کی امامت بھی باطل نہیں ہوتی دیکھو موسیٰؑ جب ڈر کر بھاگے تو فرمایا ففررت منکم لما خفتکم اور ہارونؑ مخالفین سے تنگ آئے تو فرمایا ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنی قوم نے مجھے کمزور بنایا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے اور سیدنا محمدؐ نے جب ہجرت فرمائی وطن چھوڑا تو غار ثور میں جا چھپے الخ جب معمولی تغیر بنا کعبہ پر لوگوں کے صریح کفر کی طرف پھر جانے کا خوف و خطرہ تھا تو ایسے صحابہ کے ساتھ جنگ کرنے سے جو بظاہر مومن و مسلمان کہلاتے اور خدمت نبیؐ میں حاضر رہتے تھے ضرور عام لوگوں کے بالکلیہ مرتد ہونے اور فساد پیدا ہونے کا اندیشہ تھا جس سبب سے نبیؐ اور حضرت علیؑ نے حتی الوسع حکم قتل عام جاری نہ فرمایا اور نبیؐ کا تین سال تک خفیہ دعوت اسلام دینا اور چوتھے یا پانچویں سال تک نماز خفیہ پڑھنا روضۃ الصفاج ۲ صـ۳۹ و استقصاء الافحام

منہج ص۸۳ تا ن و انسان العیون اور تاریخ خمیس و معالم التنزیل و ابطال الباطل فضل بن روزبہان وغیرہ میں لکھا ہے ۱۲ مترجم؛ ؎۲ رسول خداؐ کو جس قدر تکالیف کفار مکہ سے پہنچی ہیں وہ حضرت مرتضیٰ شیر خدا سے کچھ کم نہ تھیں مثلاً ملاخطہ ہو مواہب لدینہ مؤلفہ علامہ محدّث قسطلانی مطبوعہ مصر ج ۱ ص۲۵۱ ذکر اول من اٰمن باللہ و رسولہ میں لکھا ہے کہ قریش نے رسول خداؐ کو سخت اذیت پہونچائی شاعر کہا کاہن اور مجنون سے خطاب دیا آنحضرت کے دروازہ پر ہر قسم کی گندگی پھینکی اور آپؐ کے سر مبارک پر مٹی ڈالی گئی حضور کی گردن مبارک کو پاؤں سے کچلا گیا اور عقبہ بن ابی معیط حضور کی گردن پاک پر اُس حالت میں جا چڑھا کہ آپ کعبہ کے پاس سجدہ میں تھے آپ کی گردن مبارک میں اُس بدبخت نے چادر ڈال کر ایسا گھونٹا کہ آنحضرت کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکلنے پر آمادہ ہو گئے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک اور سر کے بال اُس دشمن خدا نے اس حد تک کھینچے کہ اکثر بال گر گئے جیسا کہ بخاری باب مناقب اور باب مالقی النبیؐ من المشرکین بمکتہ میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے پھر قسطلانی نے حال مذکورہ بالا عروہ کی روایت سے سند النقل کیا پھر بخاری سے قصہ مشیمہ یعنی اونٹنی کی بچہ دان کا گردن مبارک رسول خداؐ پر ڈالا جانا لکھا ہے انتہے ملخصاً۔

مزید سہولیت کے واسطے بخاری کے صفحہ کا پتہ بھی لکھ دیا جاتا ہے تاکہ بخاری یا مواہب لدنیہ سے جو کتاب مل جائے اُسی سے دیکھ کر ناظرین اپنا اطمینان کر لیں صحیح بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص ۵۱۹/۵۴ باب مناقب اور باب ذکر مالقی النبیؐ و اصحابہ من المشرکین بمکتہ ص۵۴۴ میں روایت بالا مرقوم ہے۔ ص۵۱۹ میں فوضع رداءہ فی عنقہ ہے اور ص۵۴۴ میں فوضع ثوبہ فی عنقہ ہے اور خنقہ خنقاً شدیداً ہر دو مقام پر وارد ہے۔ حدیث بخاری مطبوعہ مصر ج ۱ ص۳۸ و ج ۲ ص ۲۹/۱۹۹ میں ہے اور حدیث وضع ثوبہ فی عنقہ بخاری جلد ۲ ص ۱۸۱/۱۹۹ و ج ۳ ص۱۱۴ میں ہے اور لوی ثوبہ بھی آیا ہے۔ اور معارج النبوت رکن سوم باب دوم فصل سوم وقائع سال ششم نبوت ص۴۸ میں ہے کہ کفار نے نبیؐ کو اتنا مارا کہ آپ کا چہرہ مبارک خون آلودہ اور بدن مبارک کو خاک آلود کر دیا اور انبیاء سابقین کو بھی اذیتیں پہنچی ہیں حتیٰ کہ بعض کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت دانیال کو پہاڑوں کے غاروں میں ڈال دیا گیا۔ حضرت یحییٰؑ کو قتل کیا گیا حضرت زکریا کو منشاروں سے چیرا گیا۔ دیکھو نسیم الریاض طبع مصر ج ۴ ص ۳۴۴/۲؛

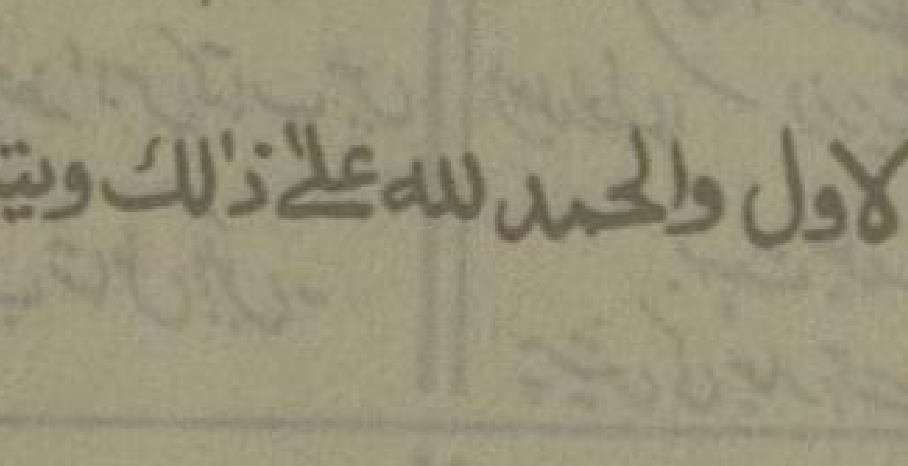
اس بیان سے اُن متعصبین کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو شیعیان علیؑ پر بنظر تمسخر و تکذیب یہ حملہ کرتے ہیں۔ کہ ہم سنیوں نے حضرت علیؑ کو اسد اللہ الغالب سمجھا ہے اور شیعہ صاحبان حضرت علیؑ کی تذلیل و اہانت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعیت حضرت ابی بکر کے وقت جناب علیؑ کو اس طرح مجبور کر کے بعیت کرائی گئی جو بعض روایات کتب شیعہ و سُنی میں وارد ہے کہ حضرت علیؑ کی

گردن میں کپڑا وغیرہ ڈال کر آپ کو کھینچ کر بیعت کے واسطے لایا گیا پس اگر یہ واقعہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے کچھ زیادہ نہیں جو سید الثقلین رسول کونین کے ساتھ گذرا بجائیکہ قوّت نبوّت خداداد اُن میں موجود تھی۔ حضرت علیؑ سے ہر حیثیت میں فوق رکھتے تھے نہ شجاعت میں کسی سے کم نہ اعجاز میں عاجز مگر بجز صبر کے دم نہیں مارا نہ ظالم کو گالی دی نہ ہی طمانچہ لگایا کچھ بھی نہیں کیا۔ اور جو امام حسینؑ کے یزید سے جنگ کرنے کا سوال کرتے ہیں کہ کیوں تقیہ نہ فرمایا اس کا جواب جلد ثانی فصل تقیہ میں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم۔

اقول کما ان النبیؐ صبر علی مصائب ولم یقاتل المنافقین ولم یقاتل بالکفار فی مکۃ قبل الهجرۃ واقام بها عشر سنین وصالح بالحدیبیۃ لمصالح فعلم من ذلك ان فی قتال النبیؐ وصبرہ ومصالحتہ حکمۃ ومصلحۃ یعلمها هو فکذلك خلیفۃ النبیؐ ووصیہ عالم بمصالح الامور وحکمها وان خفیت علی اهل الظاهر

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں جیسا کہ نبیؐ نے مصائب پر صبر فرمایا اور منافقین سے جنگ نہ کی اور مکہ میں قبل از ہجرت جنگ نہیں کی حالانکہ دس سال یا تیرہ سال مکہ میں قیام فرمایا اور باوجود لشکر کے حدیبیہ میں صلح کر لی (یہ سب کچھ مصلحت وقت کے لحاظ سے تھا اور رسولؐ کی طاقت حضرت علیؑ سے کچھ کم نہ تھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کے قتال کرنے اور صبر کرنے اور صلح کر لینے میں حکمت اور مصلحت ہے جس کو وہی جانتے تھے پس اسی طرح خلیفہ و وصی نبی مصالح امور اور مخفی حکمتوں کے عالم تھے۔ اگرچہ وہ ظاہر بین اشخاص سے مخفی رہیں۔

(تم المجلد الاول والحمد لله علی ذلك ویتلوہ المجلد الثانی)



گردن میں کپڑا وغیرہ ڈال کر آپ کو کھینچ کر بیعت کے واسطے لایا گیا پس اگر یہ واقعہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے کچھ زیادہ نہیں جو سید الثقلین رسول کونین کے ساتھ گذرا بجائیکہ قوت نبوت خداداد اُن میں موجود تھی۔ حضرت علیؑ سے ہر حیثیت میں فوق رکھتے تھے نہ شجاعت میں کسی سے کم نہ اعجاز میں عاجز مگر بجز صبر کے دم نہیں مارا نہ ظالم کو گالی دی نہ ہی طمانچہ لگایا کچھ بھی نہیں کیا۔ اور جو امام حسینؑ کے یزید سے جنگ کرنے کا سوال کرتے ہیں کہ کیوں تقیہ نہ فرمایا اس کا جواب جلد ثانی فصل تقیہ میں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم۔

اقول کما ان النبیؐ صبر علی مصائب ولم یقاتل المنافقین ولم یقاتل بالکفار فی مکۃ قبل الهجرة واقام بها عشر سنین وصالح بالحدیبیة لمصالح فعلم من ذلك ان فی قتال النبیؐ وصبره ومصالحته حکمة ومصلحة یعلمها هو فکذلك خلیفة النبیؐ ووصیه عالم بمصالح الامور وحکمها وان خفیت علی اهل الظاهر

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں جیسا کہ نبیؐ نے مصائب پر صبر فرمایا اور منافقین سے جنگ نہ کی اور مکہ میں قبل از ہجرت جنگ نہیں کی حالانکہ دس سال یا تیرہ سال مکہ میں قیام فرمایا اور باوجود لشکر کے حدیبیہ میں صلح کرلی (یہ سب کچھ مصلحت وقت کے لحاظ سے تھا اور رسولؐ کی طاقت حضرت علیؑ سے کچھ کم نہ تھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کے قتال کرنے اور صبر کرنے اور صلح کرلینے میں حکمت اور مصلحت ہے جس کو وہی جانتے تھے پس اسی طرح خلیفہ ووصی نبی مصالح امور اور مخفی حکمتوں کے عالم تھے۔ اگرچہ وہ ظاہر بین اشخاص سے مخفی رہیں۔

(تم المجلد الاول والحمد لله علی ذلك ویتلوه المجلد الثانی)



الغدیر

امینی